اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْن

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام فیض التیام یہ کتاب حقیقت مآب مملو بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ و حجج قویہ بجوابِ رسالہ ہدیۃ الشیعہ المسمّی بہ

تحفۃ الشیعہ

سنہ ۱۳۱۲ ہجری نبوی

من تصنیفات فضائل مآب مقبول بارگاہ رب الصمد جناب مولوی سید محمد صاحب بامداد جناب افتخار العلما ممتاز الفضلا مقبول بارگاہ لم یزلی جناب مولوی حاجی سید عمار علی صاحب دام ظلہ

بمطبع یوسفی دہلی باہتمام سید علی حسن طبع شد

اشتہار واجب الاظہار

تحفۃ الاشعریہ

بعض صاحبان نازک طبع عدیم الفرصت کی خدمت میں عرض ہے کہ اگرچہ اس اشتہار کا اسی کتاب کے ساتھ چھاپنا مناسب تھا مگر بخیال اسکے کہ شاید کوئی صاحب صرف اشتہار ہی کو ملاحظہ فرما کر دریافت فرمالیں کہ یہ کتاب کس مضمون میں ہے اور شوق ملاحظہ ہو لہذا چھپایا جاتا ہے ۔

کتاب مندرجۂ عنوان اشتہار ہذا بجواب ہدیۃ الشیعہ مصنفہ مولوی شیخ محمد قاسم ساکن دیوبند از روے تحقیق و انصاف کمال شد و مد سے نہایت عمدہ سلیس اردو عبارت میں ہر ایک متنفس کے فہم کے لائق مطبع ہذا میں چھپکر تیار ہوگئی ہے بناے تحریر اس کتاب کی یہ ہے کہ ایک شخص میر نادر علی صاحب ساکن کھیرتل علاقہ الور نے ایک خط بخدمت جناب مولانا و مقتدانا مفتی دین و مرشد راہ شرع متین مولوی حاجی سید عمار علی صاحب ساکن سونی پت ضلع دہلی بدریافت سوالات مفصلہ ذیل روانہ کیا۔ اول یہ کہ جناب رسول خدا صلعم کے نطفہ سے کتنی صاحبزادیاں تھیں دوسرے یہ کہ حضرت ام کلثوم دختر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کا نکاح کس سے ہوا تھا تیسرے یہ کہ بیبی کی تسلّی باغ فدک کے مقدمہ میں ہوئی تھی یا نہیں - چونکہ یہ تنازعات و واقعات تنقیح طلب ہیں عامہ خلائق کی رائے اسکا فیصلہ نہیں کرسکتی اور نیز میر صاحب سے مجادلہ و مکابرہ حتّی کہ مناظرہ بھی انکی بے علمی و ہم مذہب ہونیکی وجہ سے منظور نہ تھا لہذا قلم برداشتہ انکی فہم و فراست کے موافق جو سمجھ میں آیا لکھدیا صرف اطمینان خاطر برادر مومن منظور تھا اتفاقاً وہ خط شیخ محمد قاسم اہل جماعت کے ہاتھ جا پڑا انہوں نے معارضۃً اسکا جواب لکھا اور ہدیۃ الشیعہ اسکا نام رکھا اور صدہا کلمات ناشایستہ اور الفاظ بیہودہ اسمیں مندرج کئے کہ جو شان اہل علوم سے بہت بعید ہیں اور جا بجا طعن و تشنیع و ہجو و مذمت تمام شیعوں اور ائمہ کی مثل طریقہ بازاریوں کے کی کہ جناب مولوی صاحب موصوف کو مجبوراً جواب ترکی بترکی اکثر مواقع پر لکھنا پڑا اور بعض عقائد تو انکے اہل جماعت کے نزدیک بھی ایسے منجر بکفر و الحاد ثابت ہوئے کہ اہل جماعت نے ناچار ہو کر انکی نسبت کفر کا فتوی دیدیا چنانچہ فتاوای مہری اس کتاب کے خاتمہ پر ثبت ہیں (۱) خصم کو جن جوابات مدللہ و براہین قاطعہ و حجج قویہ سے معقول و لاجواب کیا ہے اس قابل نہیں کہ کوئی جزو اسکا بطور نمونہ بذریعہ اشتہار ہذا کے پیش کیا جائے بلکہ شائقین جسوقت اس کتاب کو طلب فرما کر ملاحظہ کرینگے تو میرے بیان کی تصدیق ہو جائیگی (۲) جن اشخاص کو کچھ بھی اپنے مذہب کا پاس و جوش ہے اور بعض اوقات انکو مخالفین سے مجادلہ یا مکابرہ کی نوبت پہنچتی ہے اور بسبب اپنی ناواقفیت کے انکے اعتراضات باطلہ و دلائل ناقصہ کو سنکر خاموش ہونا پڑتا ہے انکے لئے یہ ایک اعلیٰ درجہ کا دستور العمل ہے کہ جسکو وہ اپنے پاس رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ اپنی فتحیابی سے شادکامی حاصل کرینگے (۳) اکثر برادران مومنین بعض مکاران حیلہ جو کے اغوا [illegible] سے اکثر مسائل مباحثہ میں اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مخالفین کو پورا پورا جواب نہیں دے سکتے ایسے اشخاص کے لئے اگر اس کتاب کا نام طلسم حیرت افزا رکھا جائے تو بیجا نہیں (۴) ہر ایک مومنین خصوصاً شائقین و محققین مذہب کے پاس اس کتاب کا ہونا اہم امورات سے ہے جس نے اس کتاب کو نہیں دیکھا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ گویا اس نے مناظرہ کی کوئی کتاب ہی نہیں دیکھی (۵) اصحاب عالی ہمم سے امید ہے کہ اس کار خیر کی اشاعت میں کمر ہمت باندھکر حسب حیثیت و علی قدر مراتب کسیقدر جلدیں خرید کر غربا مومنین کے مطالعہ کے لئے وقف فرمادیں ورنہ متوسطین اپنی جیب خاص سے خرید کر مطالعہ میں لا کر حظ وافر اٹھائیں ۔

اعلان یہ کتاب موجب قانون ستم ۱۸۶۷ء داخل ہی رجسٹری گورنمنٹ ہو چکی ہے [illegible] خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی صاحب بدون اجازت راقم کے قصد طبع نفرمائیں کیونکہ حق تالیف اس کتاب کا جناب مصنف دام ظلہم نے بندہ کو ہبہ کردیا [illegible] صاحبوں کو جسقدر کتب مطلوب ہوں قیمت فی جلد قسم اول عہ قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] بھیجکر طلب فرمائیں محصول ڈاک ذمہ خریدار ہے دو آنے بابت رجسٹری قیمت کے ہمراہ آنی چاہئیں

المشتہر سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام بفیضِ اتمام یہ کتاب حقیقت مآب مملو بدلائلِ ساطعہ و براہینِ قاطعہ و حججِ قویہ بجواب رسالہ ہدیۃ الشیعہ المسمٰے بہ

تحفۃ الشیعۃ

سنہ ۱۳۰۰ ہجری

من تصنیفات فضائل مآب مقبول بارگاہ رب الصمد جناب مولوی سید محمد صاحب بامداد جناب افتخار العلماء و منتہا الفضلا مقبول بارگاہ لم یزل

بمطبع یوسفی دہلی باہتمام سید محمد علی

سے یہ امر حاکی
نے تمہارے کفر کا فتویٰ لکھا اور
کرنا اور آپکو اس آفت میں پھنسانا سوائے
کا اشارہ تھا مگر آپکا تو اسمیں خسارہ تھا اب تو
خط موصوف میں مندرج ہیں کہ آپ کون اسکے
سول نے کس قدر اسبار دمیں ہاتھ پاؤں مارے ہیں
معقول نہ بن پڑیگا ہوئے نہ لیات بکنے کے
با اختتام ہدیۃ الشیعہ ان اوراق کا نام رکھا
حق میں یہ رسالہ زیادہ تر مفید ہی اہل سنت کے
کریں تو ذریعہ حصولِ ایمان ہی اقول شیعیان
رسول مقبول سے مخبر ہے چنانچہ احادیث
انت وشیعتك في الجنة الخ تمہارے
سے کام لیا انہوں نے تحفہ اثنا عشریہ اور آپنے
کا نام ہدیہ رکھنے سے کیا کچھ نام ہو جاتا ہے
کا لکھا ہی یہ صحیح ہے اس راست گوئی کو ہم مان
بموجب استدلال میں تو تین چیزوں سے
نزدیک مسلّم اقول ہو نیدیہ تینوں شیعوں

۱۹۶۱ ۶۶۴۷ ۶۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی دمغ راس من تکبر وطغی - وبعث لکل فرعون موسی - والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد ن الذی قطع دابر من
کفر وغوی - وعلی اهل بیته الذینهم مصابیح الدجی - ومفاتیح کنوز الهدی - بعد اسکے کہتا ہے خاکسار امیدوار آمرزش پروردگار اضعف عباد اللہ الصمد سید محمد
ب نور سرسید - ابی واستادی جناب مولوی سید ... صلواة اللہ
کہ عرصہ چند سال کا ہوا کہ میر نادر علی صاحب ... تین امروں کا استفسار مرقوم تھا ایک تو یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نطفہ سے کتنی صاحبزادیاں تھیں اور
علیہم اجمعین ماحی بدعات مخالفین با السلام کا نکاح کس سے ہوا اور تیسرے یہ کہ میری نسل مقدمۂ فدک میں نہیں ہوتی اور وہ شخص سائل شیعوں ہی میں سے ہیں
دام ظلہ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ مولوی صاحب ممدوح نے انکی سمجھ کے موافق جواب مختصر لکھ بھیجا اور جناب مولوی صاحب ممدوح نے جو انکو جواب لکھا
وہ مسترشد کہ حقیت کی تصدیق ہو جائے انہوں نے قلم برداشتہ میر نادر علی صاحب موصوف کو لکھا اور بغور تامل کرکے وہ خط نہیں لکھا تھا۔ صاحب اتفاق وہ خط مولوی
نوبت پہنچتی ہے اور بسبب اپنی ناواقفی سے ایک شخص ناصبی مولوی شیخ محمد قاسم کے ہاتھ جا پڑا اس نے اسکا جواب لکھا اور نام اسکا ہدیۃ الشیعہ رکھا لیکن اسمیں
اپنے پاس رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ اپنی عادت سے بہت بعید ہے اور جابجا مولوی صاحب ممدوح کی اور شیعوں کی ہجو اور مذمت کہ جیسے پاجیوں کا اور بازاری آدمیوں
میں اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مخالف علمائے اہل سنت نے اسمیں درج کرکے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا اور بعضے فقرات جواب میں ایسے لکھے کہ اہل سنت بھی انکو دیکھکر مضحکہ کریں اور بعضے
یہی علم معصوم صاحب الیقین و محققین مفسرین نے اسکے کفر کا فتوی دیا چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور ہمارے مولوی صاحب ممدوح کے خط سے معلوم ہوگا
کتاب ہی نہیں دیکھی (۵) اصل مشہورہ کی روایتوں کا انکار کرتا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ شیعوں نے اپنے مطلب کی روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کردی
خرید کر غربا و مومنین کے مطالعہ کے لئے اور بعد اسکے جواب خط کا لکھا ہے اور ایسا بیہودہ لکھا ہے کہ تحریر اس ناصبی کی دیکھکر بے اختیار دل نے چاہا کہ بمقتضای
کچھ خرافات قرآن کے کم ہوجانے کے مقدمہ میں اور کچھ آیتیں صحابہ کے فضائل کے ذکر میں اور کچھ ہزلیات بد اور تقیہ کے
اعلان یہ کتاب موجب عبارت میں کہ جیسے اس ناصبی نے لکھا ہے یا اس سے بڑھکر لکھے مگر بعض احباب دیندار مانع ہوئے اور فرمایا کہ گو وہ یاوہ گوئی
راقم کے قصد طبع نفرمائیں کیونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں ہمکو صبر ہی ضرور ہے اور ایسے آدمی بازاری دہن دریدہ گمنام کے رد میں تضییع اوقات کی جاوے
تی جلد قسم اول عہ - قسم دوم مخالفین میں سے ہوتا کہ جسکا قول کل اہل سنت تو کہاں اگر سو پچاس آدمیوں کے نزدیک بھی مستند ہوتا تو اسکی تردید کلام میں
تو اسی کے مذہب والوں نے فتوی کفر کا دیا ہے یس جو شخص کہ رانده درگاه موافق اور مخالف ہو اسکے مقابلہ میں کچھ لکھنا ضائع
تھی لیکن بعضے اہل سنت کہ جو بندہ سے ملاقات رکھتے تھے پیرایہ میں گفتگو کی خود مستدعی اس امر کی ہوئی کہ جواب لکھا

جائے اور کہا کہ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ اس کتاب میں کوئی دلیل علمی قابل تسلیم نہیں ہے مگر طبع آزمائی و زبان زوری مصنف قابل دید نی ہے کہ کس طرح دلائل عقلیہ ملکارانہ
و دانشمندانہ سے اپنے مزعوم کو ثابت کیا ہے اگرچہ جواب انکا یہی دیا گیا کہ جب تحریر مصنف فاضلانہ نہیں ہے بلکہ جاہلانہ اہلکارانہ ہے تو جواب جاہلاں باشد خموشی۔ اور زبان
زوری کی جو تعریف کرتے ہو تو اس زمانہ میں صدہا مختار اور وکیل عدالت انگریزی میں موجود ہیں ایک دوسرے کی دلیل کو اپنی زبان زوری سے قطع کر کے حق کو باطل اور باطل
کو حق ظاہر کرتا ہے یہ امر قابل تحسین نہیں ہے بہر حال جب انکو اسمیں زیادہ مصر پایا تو دل نے چاہا کہ گو مہلت نہیں ہے اور احباب ذی شعور مانع بھی ہیں مگر مہر خموشی جو
نا انصافوں کے منہ پر لگی ہوئی نہوگی اسواسطے باعانت اور توجہ جناب مولوی صاحب ممدوح بر عجلت اسکا لکھنا شروع کیا اور اسکے دو مقصد مقرر کئے۔ مقصد پہلا تو
اُن خرافات کے جواب میں ہے کہ جو اس شیخ نے خط کے جواب سے پہلے لکھے ہیں اور مقصد دوسرا خط کے جواب کے رد میں ہے۔ اور نام اسکا **تحفۃ الاشعریہ** رکھا **مقصد اوّل**
اُن خرافات کے جواب میں جو اس شیخ نے خط کے جواب سے پہلے لکھا ہے **قال الشیخ الاشعری** بعد حمد و صلوٰۃ کے بندۂ ہیچمدان گمنام محمد قاسم نام متخلص جاکپای علماء
ناظران اوراق کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اواخر رجب ۱۲۸۳ھ ہجری میں مخدوم العلماء مطاع الفضلاء مجمع الکمالات منبع الحسنات زیب طریقت حامی شریعت فخر احباب
افتخار اصحاب ملجاء انام مرجع خاص و عام معلم قوانین طاعت و انقیاد محرک سلسلہ رشد و ارشاد جامع کمالات ظاہری و باطنی مخدومنا و مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی دام رشدہ
وارشادہ نے ایک خط متضمن بعضے خرافات شیعہ جو مولوی عمار علی صاحب کی طرف سے بنام میرزا دعلی صاحب ساکن کھیر تل نواح الور تھا اس ہیچمدان کے پاس باین غرض بھیجا
کہ اُن خرافات کے جواب لکھکر روانہ خدمت مولانا ممدوح کروں **اقول** اس عبارت سے آپ کی ظاہر ہے کہ مولوی رشید احمد کے اشارہ سے امر قبیح پر آپنے کمر باندہی ہے اے
عقل کے دشمن تم یہ نہ سمجھے کہ اگر جواب خط صداقت نمط کوئی کار سہل ہوتا تو مولوی گنگوہی اس امر سے پہلو تہی کر کے تمکو اس آفت میں کیوں ڈالتے تم خود لکھتے ہو کہ مولوی صاحب
مذکور بڑے عالم و فاضل بلکہ مطاع علماء ہیں اور آپ بہ نسبت اُنکے جاہل ہیں اور نادان سے نادان آدمی اسکو خوب جانتا ہے کہ مناظرہ علماء کا کام ہے سواے علماء جو کوئی اسمیں قدم
رکھے اُسکو نادان کہنا چاہئے اور جب عالم اس کار دشوار سے پہلو تہی کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس دال میں کچھ کالا ہے کسی لم سے یہ امر خالی نہوگا سو آپ انکے کہنے سے شیخی میں
آگئے اور از راہ نادانی جواب کے لکھنے پر مستعد ہوئے اور آخر کو نادانی اور جہالت سے ایسے مضامین خط کے جواب میں لکھے کہ علماء اہل سنت نے تمہارے کفر کا فتویٰ لکھا اور مقام غور ہے کہ
اگر خط صداقت نمط کے اعتراضات کا کچھ جواب ہوتا تو وہ خود ہی اس شرف مناظرہ سے اپنے تئیں کیوں معاف رکھتے انکا پہلو تہی کرنا اور آپکو اس آفت میں پھنسانا سواے
ہوشیاری اور پرکاری مولوی صاحب اور کچھ نظر نہیں آتا عجب یہ امر ثابت ہو گیا تو آپ کو لازم تھا کہ آپ خود سمجھ جاتے گو کہ اُنکا اشارہ تھا مگر آپکا تو اسمیں خسارہ تھا آپ تو
یہ طوق بدنامی اور قشقہ ضلالت آپکے سر و گردن میں آپڑا ہے تمکو اتنا تو خیال ضرور تھا کہ استدلالات فرقہ حقہ بمقدمہ فدک جو خط موصوف میں مندرج ہیں کوئی کون اسکے
جواب میں سر نہیں مار گیا ہے انجام کو سواے خفت کے اور کچھ حاصل نہوا شیخ عزیز دہلوی سے تو تم زیادہ نہیں ہو دیکھو انہوں نے کس قدر اس بارہ میں ہاتھ پاؤں مارے ہیں
لیکن سواے خفت کے کچھ ہاتھ نہ آیا اور تم تو کس کھیت کے تھوے ہو اگر تمام روے زمین کے سنی جمع ہو کر اسکا جواب دیں تو ہرگز جواب معقول نہ بن پڑیگا سوے نہ لیات بکنے کے
اور یہ سیاہی کا دہبہ حضرات خلفا کی پیشانیوں پر ایسا نہیں جما ہے کہ کسی کے چھڑائے سے چھوٹ سکے **قال الشیخ الاشعری** اور بعد اختتام ہدیۃ الشیعہ ان اوراق کا نام رکھا
اور وجہ اس نام رکھنے کی حالانکہ یہ رسالہ مؤید اہل سنت ہے اور اسوجہ سے ہدیۂ اہل سنت کہنا مناسب تھا یہ ہے کہ بہ نسبت اہل سنت شیعوں کے حق میں یہ رسالہ زیادہ تر مفید ہے اہل سنت کے
لئے تو اسمیں اتنا ہی فائدہ ہے کہ کچوں کے لئے مفید یقین اور پکوں کے لئے باعث اطمینان ہے پر شیعوں کے حق میں اگر انصاف کریں تو ذریعہ حصول ایمان ہے **اقول** شیعیان
علی بن ابی طالب علیہ السلام کو تو روز ازل سے خداوند کریم نے نور ایمان و ایقان بخشا ہے بلکہ سرشت انکی بقیہ طینت ذریت رسول مقبول سے مخمر ہے چنانچہ احادیث
متکاثرہ مندرجہ کتب فریقین اسکی شاہد ہیں اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے حضرت علیؑ کی طرف خطاب کر کے کہ یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ فِی الْجَنَّۃِ۔ انکو تمہارے
اس کلام مجنونانہ سے کیا حاصل ہوگا اور یہ نام رکھنا محض متابعت صاحب تحفہ ہے جب آپ کچھ نام نہ رکھ سکے تو سنت عزیزیہ سے کام لیا انہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ اور آپنے
ہدیۃ الشیعہ نام رکھا ہے نہ وہ تحفہ اثنا عشریہ ہے بلکہ تحفہ عزیزیہ ہے اور نہ یہ ہدیۃ الشیعہ ہے بلکہ ہدیۂ ناصبیہ ہے اور گھر میں مرغی کا نام بیگم رکھنے سے کیا کچھ نام ہو جاتا ہے
منہ پاس ہے جو چاہو سو کہو ثابت تو وہ ہے کہ جو ٹکسال میں پوری اُترے اور سبکو مان جائیں اور بہ نسبت اہل سنت کے جو مفید ہونا اسکا لکھا ہے یہ سچ ہے اس راست گوئی کو ہم مان
گئے کچوں کے لئے گمراہی اور پکوں کے لئے حصول تزلزل این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند **قال الشیخ الاشعری** ان اوراق میں جو استدلال ہیں تو تین چیزوں سے
استدلال ہیں قرآن مجید یا احادیث صحیحہ معتبرہ شیعہ یا دلائل عقلیہ واضحۃ الدلالات سے سو ان تینوں کا مسلم ہونا شیعوں کے نزدیک مسلم **اقول** ہر چند یہ تینوں شیعوں
کے نزدیک مسلم ہیں لیکن آپکے استدلالات صحیح نہیں ہیں قرآن کا تو یہ حال ہے کہ آپ پیرو . . بکر اور عمر کے ہیں اور آپ کے پیشوا ہمیشہ معانی قرآن کے سمجھنے میں عاجز رہے

ہیں چنانچہ پیر اوّل آپ کے بیان معانی قرآن میں فرماتے رہے ہیں کہ کہتا ہوں میں اگر صحیح ہو تو خدا کی جانب سے سمجھو اور جو غلط کہوں تو میرے اور شیطان کی جانب سے جانو اور دوسرے پیر کا حال قرآن دانی میں ظاہر ہے کہ زنان پردہ نشین سے الزام کھاتے تھے اور ہر مسئلہ میں پناہ بجناب حلال مشکلات دین مبین و وارث علوم النبیین لیجاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ لولا علی لہلک عمر جب تمہارے پیشواؤں کا یہ حال ہے تو تم کس شمار میں ہو اور معانی قرآن کو تم کیا جانو اور جب آپکے بزرگان دین کا قرآن دانی میں یہ حال ہو تو آپکا دعوی اس مقدمہ میں بیجا ہے اور چھوٹا سا منہ بڑی بات آپ کو زیبا نہیں ہے اور احادیث کا یہ حال ہے کہ انکی طرف سے تم نے کیا تمہارے بڑے بڑے عالموں نے جھوٹی کتابیں اور جھوٹی روایتیں شیعوں کی طرف منسوب کردی ہیں اور روایت کے اوّل کو بیان کیا اور اُسکے آخر کو جسکے بیان سے مطلب فوت ہوتا تھا محذوف کردیا اور یہ سب انشاء اللہ تعالے بعد اسکے معلوم ہو جائیگا اور دلائل عقلیہ کا تمہارے وہ حال ہے کہ اکثر گفتگو تمہاری مجانین کی سی ہے کہ شیعہ تو کیا اہل سنت بھی اُسکو پسند نکریں اور بعضے مضامین تم نے ایسے لکھے ہیں کہ تمہارے حق میں علما اہل سنت کی جانب سے فتوی کفر کا صادر ہوا ہے اور یہ تحریر آپ کی ایسی ہے کہ بقول مشہور جس بیاہ کو گھر والوں نے سراہا اُسکا کیا بگڑا اور تردید بطلان قول آپ کی کا ظاہر ہے جسوقت یہ خیالی باتیں آپکے تابعین ائمۂ اطہار کے پیش نظر آئینگی تو بحول و قوت پروردگار عالم حق باطل سے جدا ہو کر کالشمس فی وسط النہار واضح ہو جائیگا اور ناظرین اوراق اُسکو دیکھکر قدرت خدا کا تماشا کرینگے اور احادیث کتب معتبرہ شیعہ کے عدم دستیابی کا تو آپ اوراق آئندہ میں خود مقر ہیں اقراری منکر ہو کر پھر اثبات دعوی حدیث دانی کا عقلا کے نزدیک سمجھ لیجیے کون کہلاتا ہے اور استدلال عقلی پر فخر کرنا اپنی بیخردی پر آپ شہادت دینا ہے حصر عقل خداوند عالم نے ایک شخص پر نہیں کیا ہے ایک دوسرے سے بہتر اور برتر ہے اور آپ کی تو وہ عقل ہے کہ جسکا اشارہ ہم اوپر کر چکے قال الشیخ کا شعر ہے مگر یہ سنکر بوجہ گمنامی احقر شاید کسیکو یہ بدگمانی ہو کہ استدلال سبھی کرتے ہیں پر استدلال کسی کسیکو آتا ہے سو اسکا جواب یہی ہے کہ رسالہ موجود ہے ہمارا اور نہ کیجیے اس رسالہ کو دیکھ لیجیے صاحب دیوانہ ہوں و لیکن کہتا ہوں بات ٹھکانے کی ببرکت اہل بیت کرام اور صحابۂ عظام امیدیوں ہے کہ انشاء اللہ منصفان فہمیدہ آفریں ہے کہینگے اور کوئی بات کہے تو یہ کہیگا ع گاہ باشد کہ کودک ناداں - بغلط برہدف زند تیرے

اقول ہاں استدلال کسی کسیکو آتا ہے اور اکثر کو نہیں آتا ہے اور استدلال کے نہ جاننے والوں میں ایک آپ ہیں کہ آپنے فدک کے مقدمہ میں قرآن سے ایسا استدلال کیا ہے کہ اُس استدلال پر تمہارے علما اہل سنت نے تمہارے کفر کا فتوی دیا ہے اور اس رسالہ ہی کو تمہارے دیکھکر استفتا کیا گیا تھا سو تمہارے کفر کا فتوی حاصل ہوا اس کفر کو اپنے تم ٹھکانے کی بات کہتے ہو اور جیسے تم دیوانہ ہو ایسا ہی تمہارا کلام بھی دیوانوں کا سا ہے ٹھکانے کی کوئی بات نہیں ہے اور تم جو احکام کو خدا کے لکھتے ہو کہ یہ احکام خدا کی طرف سے بندوں پر اُسکے نہیں ہیں بلکہ رسول خدا صلعم کی طرف سے لوگوں پر ہیں اور رسول خدا صلعم کو لکھتے ہو کہ وہ مرے نہیں اور قبر کے گوشہ میں زندہ بیٹھے ہیں اور وہ حضرت دنیا میں کسی چیز کے مالک نتھے اور سوائے اسکے اور بہت سے امور جو تم نے لکھے ہیں یہ کلام دیوانوں کا سا ہے کہ جسکا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے اور پھر لکھتا ہے ان کلمات مجنونہ کے باب میں کہ منصفان فہمیدہ آفریں ہی کرینگے لے دیکھ لے اب تو تجھپر آفریں کے بعوض نفریں کرگئے ہیں تیرے ہی مذہب کے فہمیدہ اور باوجود اسکے تو طالب اپنی مدح کا ہے اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے اور ایسے پوچ کلام کے بھروسے تعلی کی باتیں لکھتا ہے اے پیر نابالغ کس خیال میں بھولا ہے اس دار ناپائدار میں کون کون فرقہ نواصب خوارج نہیں ہو گزرے ہیں اور کس کس نے اپنے دعوی باطل کو پیش نہیں کیا ہے مگر خالق ارض و سما نے ہر فرعون و مغرور کے لئے ایک ایک سرکوب بھی اُسکے ساتھ پیدا کیا ہے کہ جس نے حق کو باطل سے جدا کر کے دکھلا دیا ہے آپ تو کس قطار و شمار میں ہیں بجاے آفریں یقین ہے کہ جبتک یہ اوراق آپ کے صفحہ روزگار پر موجود رہیں گے ضد اُسکی آپ طعن سنان ملام اہل اسلام کے نشانہ رہیں گے اور عقبی میں جو نصیب ہوگا وہ تو ظاہر ہے اور اہل بیت کرام کی برکت تو آپکے کہاں نصیب ہے جنکے آپ کہلاتے ہیں اُنہیں کی آفت میں اور اُنکی اصلاح حال میں آپ گرفتار رہینگے اور منصفان فہمیدہ کی جانب سے جو بے موزوں بات کو آپنے موزوں کیا ہے محض آپ کی خام خیالی ہے کیونکہ تیر تدبیر آپکا نشانہ پر نہیں پہنچا ہے اور ایک واہی بادہوائی تحریر تھی کہ گوز شتر ہو گئی البتہ بعد ملاحظہ اوراق ہذا منصفان فہمیدہ یہ ضرور کہیں گے ع اے برادر پیر مرد نامعقول + عمر خویش صرف کرد فضول +

قال الشیخ کا شعر ہی سو یہ سب سچ ہے لیکن آپ کو کون نہیں جانتا غرض اپنی نسبت جو کچھ لکھے بجا ہے مگر اس رسالہ کی حقانیت کا دعوی بھی بیجا نہیں انشاء اللہ تعالیٰ بعد ملاحظہ معلوم ہو جائیگا ہاں نادان متعصب اگر دو چار باتوں میں تکرار کریں تو نادانوں کا کام ہی ہے اُنکی زبان سے قرآن تو چھوٹا ہی نہیں یہ ہیچمدان تو کس شمار میں البتہ دانشمند ذی علم ایسا کریں تو ہمیں بھی شکایت ہے کیونکہ کسی رسالہ یا کسی کتاب کے یہ معنی نہیں کہ تمام استدلالات کو باطل کر دیجیے جیسا کہ اس ہیچمدان نے بہ نسبت خط مولوی عمار علی صاحب کیا ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالی واضح ہو جائیگا ورنہ ایک دو بات تو ہر کسی کی قابل گرفت ہوتی ہے

جناب من بشر ہوں اور بشر بھی سب سے کمتر خدا نہیں رسول نہیں جو غلطی کا احتمال نہو بھول چوک سے انکار نہیں کیا جاتا پر کتاب کی صحت اور اعتبار باعتبار اکثر کے ہوتی ہے سو اگر کسی صاحب کو خیال جواب ہو تو بندۂ ہیچمدان کی روش پر چلیں یعنی ہر مضمون کے ہر پہلو پر گرفت کریں نہیں تو اس سے بھی کیا کم کہ موافق قواعد علم مناظرہ ہر دعوی کے استدلال پر اعتراض کریں ورنہ دو چار باتوں کی تغلیطوں سے کام نہیں چلتا اسکا تو میں خود مقر ہوں کہ خطا و نسیان سے مبرا نہیں کیا عجب ہے کہ کچھ غلطی ہو گئی ہو

اقول - سبحان اللہ آپکی تحریر کیا عجیب و غریب ہے کہ جسکے دیکھنے سے ہر ذی شعور کو تعجب آتا ہے شروع میں تو یہ فخر و مباہات اور انجام کو اقرار اغلاط اول میں جو آپنے اپنے تئیں دیوانہ لکھا ہی صحیح اور درست ہے مگر آپ کچے ہیں بات کہی لیکن کہنی نہ آئی ایسے تحریر معجز نما کا طالب جواب ہونا آپ ہی کا کام ہے حقانیت مضامین رسالہ کا دعوی آپکے ہی بیان سے باطل ہو گیا جب دو چار باتوں کی غلط ہونیکا آپ کو یقین ہو گیا اور آپ کے اس رسالہ کے بعضے مضامین تو وہ ہیں کہ جو آپکے کفر پر دلالت کرتے ہیں اگر اسی کو حقانیت کہتے ہو تو چشم ما روشن اور دانشمندان ذی علم ہی نے تمہارے کفر کا فتوے دیا ہے نہ نادانوں نے اور ہمنے تمہارے کل رسالہ کا رد کیا ہے نہ دو چار باتوں کا کہ ناظرین اوراق قدرت خدا کا تماشا کریں کہ ہم نے تمہاری تقریر لایعنی و وسوسۂ شیطانی کو کیونکر ہباءً منثورا کر دیا ہے ہمکو منصفان فہمیدہ سے امید ہے کہ بعد ملاحظہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ہی فرمائینگے اور ابتدا میں تو یہ طمطراق اور انجام میں یہ خوف و اضطراب اگر کوئی دانشمند ذی علم لکھتا تو ہم کو جائے شکایت بھی جو شخص ایک خط کی تین چار باتوں کے لکھنے میں اسقدر فخر و ناز کرے اور وہ بھی سراسر پوچ اور واہی اگر کسی کتاب کا جواب لکھتا تو یقین ہے کہ زمین پر قدم نہ رکھتا ہمکو نہیں دیکھتا کہ کیونکر آزادانہ تیری جمیع ہفوات اور دلائل واہیات کو رد کرتے ہیں اور حرف بیہودہ ستائش زبان پر نہیں ہے اور یہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ خدا نہیں رسول نہیں لیکن یہ کلمات فخریہ آپکے مقبول نہیں ہیں کہ شیطان آپ کو اغوا کرتا ہے اور یہاں جواب میں لکھتے ہیں کہ میں خدا نہیں رسول نہیں جو مجھ سے غلطی نہو یہ کہنا بھی آپ کا غلط ہے اسواسطے کہ بعد اسکے آپ فدک کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ سے غلطی ہوئی کہ اپنے بھائی ہارون کے بال پکڑ کر کھینچے اور حضرت داؤدؑ نے غلط حکم دیا اور ملاحظہ فرمائیے کہ قواعد علم مناظرہ میں آپکو وقوف ہی نہیں ہے اور یہ نظر پیش بندی جو آپنے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر دو چار باتوں میں میری گرفت کریں تو آدمی سہو و نسیان سے بھرا ہوا ہے کچھ عجب نہیں کہ خطا ہوئی ہو یہ آپ کی مکاری اور پرکاری ہے چونکہ آپ پہلے ہی خود جان رہے ہیں کہ تمام تحریر میری ایک سفسطہ محض اور مثل تار عنکبوتی کے ہے ادنی توجہ ماہران فن مناظرہ میں سب قلعی کھلجائیگی اسواسطے آپنے اس ہوشیاری کو پہلے ہی کام فرمایا ہے یہ نہ جانتے تھے کہ اپنے مخالف سے کہاں چھوٹکر جائینگے اور ایسے آپکے کسقدر اعتراض اور استدلال ہیں کہ جن میں سے دو چار تو ضرور ہی غلط اور قابل گرفت ہیں میاں آنکھیں کھولو اور مراقبہ و مجاہدہ شیطانی سے سر اٹھاؤ اور رسالہ کو دیکھو کہ آپکے رسالہ میں کل تین چار ہی تو باتیں ہیں کہ جسکو آپنے اسقدر طول دیا ہے رسالہ کی ضخامت کو دیکھکر جانا ہوگا کہ میں نے کسقدر بے انتہا مقدمات لکھے ہونگے اور اگر آپ کو نظر ثانی کا اس رسالہ پر اتفاق نہیں ہوا ہے تو کیا مضائقہ ہے بندۂ درگاہ نیابۃً دیکھکر عرض کرتا ہے کہ اول حفظ قرآن کا ذکر ہے اور اسکی تحریف کا اور کچھ صحابہ کے فضائل کا اور بعد اسکے بدا اور تقیہ کا ذکر ہے اور خط میں مقدمہ کلثوم اور رقیہ دختران خدیجہ زوجۂ رسول خدا صلعم کا اور نکاح حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہراؑ کا اور بعد اسکے فدک کا ذکر ہے اب فرمائیے کہ جب اسمیں دو چار باتیں تو آپکے نزدیک بھی غلط ہیں تو پھر وہ صحیح کیا رہا ایک مختصر خط جناب ممدوح کے جواب میں جو مثل نامۂ اعمال اپنے کے ایک ورق سیاہ کیا ہے کوئی بات ٹھکانے کی بھی ہے اکثر مضامین منجر بے اپنے بلا سند خلاف طریقہ علماء مناظرہ کے لکھکر دل اپنا خوش کیا ہے اور جسوقت آپ یہ اوراق ملاحظہ فرمائینگے تو انشاء اللہ تعالی یہ سب خوش فعلیاں آپکی مبدل برنج ہو جائینگی قال الشیخ الاشعری

القصہ اہل انصاف سے امید ہے کہ قطع نظر پریشانی تقریر اس رسالہ کے دعووں اور دلائل پر حرف گیر نہوئیں بلکہ آفریں و تحسین سے پیش آویں اور اگر بنسبت انبیاء مرسلین یا بزرگان اہل بیت و اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھکر الجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں ایسا مذکور کہیں کہیں بنا چار کے بغرض الزام شیعہ آگیا ہے اسکا بار انہیں کی گردن پر ہے یہ سب انہوں نے کرایا ہے خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے میں بہزار جان و ہزار زبان بیزار ہوں محبت بزرگان مذکور کو اپنی سعادت اور انکے حسن اعتقاد کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں مگر مردمان فہمیدہ سے یوں امید ہے کہ میرے عذر سے پیشتر ہی شہادت مذہب مجھے معذور سمجھیں

اقول تمہارا ہیں اہل انصاف کہ دیکھیں اس تقریر لایعنی اور تحریر بے معنی اس بے معنی کو اور نفرین اور ملامت کریں اس لچر اور پوچ عبارت پر یا تو وہ دعوے ہمہ دانی اور یا نادانی سو آپکے رسالہ میں سوائے اسکے اور کیا ہے اب دعووں اور دلائل کے اعتراضات کو پریشانی کی علت سے بچایا اور دعووں اور دلائل کے اعتراض کو ممنت سماجت سے ٹھہرایا اب اہل انصاف بجای تحسین و آفرین طعن و ملامت یاد کریں تو بجا ہے اور کیونکر نہیں آئیں اہل انصاف تحسین و آفرین سے تیری تحریر پر جسوقت تیری تحریر مجنونانہ ہو اور بعضے فقرات منجر بکفر ہوں اے بے شعور عقل سے معجور وہاں تو ہر پہلوی تقریر کی گرفت کا خواستگار اور یہاں تقریر اول سے بیزار کسکو درست اور کسکو

نادرست تصور کیا جائے بجز اسکے کچھ خیال میں نہیں آتا کہ آپ شراب تعصب کے نشہ میں ایسے مدہوش ہوئے ہیں کہ فرق سر و پا اور نیک و بد کا باقی نہیں رہا ہے جھوٹا نہ جو زبان پر آیا کہہ دیا اگر کچھ پاس دین و ایمان کا ہوتا تو خیال پیش و پس کا رہتا آپکی دروغگوئی کے اثبات کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ دروغگو را حافظہ نباشد اور اس علاء کی نسبت صاحبان انصاف سے امید انصاف کی رکھنی گویا اپنے ہاتھ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنی ہے لوس پیر نابالغ کو کس آفت نے گھیرا ہے کہ ایسے نامعقول تحریر کا طالب جواب ہے نعوذ باللہ منہا محبت ثلاثہ اور عداوت شیعیان علیؑ بن ابیطالب نے اس ناصبی کو ایسا نابینا کیا ہے کہ خود مقر ہے کہ شیعوں کی ضد میں میں نے اہانت انبیا کرام اور اہل بیتؑ کی کی ہے اسکے نزدیک شیعوں کی ضد میں اگر نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کی نسبت بے ادبی کریں اور نصاریٰ کی ضد میں حضرت عیسیٰؑ کی اہانت بیان کریں تو اہل سنت کے نزدیک سب درست ہے سبحان اللہ کیا خوب مذہب ہے اور پھر لکھتا ہے کہ بار اسکا شیعوں کی گردن پر ہے اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے کہ گناہ تو کرے تو اور اسکے عقاب میں شیعہ گرفتار ہوں اسکو کونسا عقیل پسند کریگا اور معلوم ہوا کہ اہل سنت کا جو قرآن پر عمل نہیں ہے تو شیعوں ہی کی ضد میں نہیں ہے، قرآن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور یہ کہتا ہے کہ میں نے جو اہانت انبیا و اہل بیت علیہم السلام کی کی ہے اسکا گناہ شیعوں کی گردن پر ہے اور سوائے اسکے اور بہت امور شرعیہ ایسے ہیں کہ اہل سنت نے شیعوں کی ضد میں انکو ترک کیا ہے جیسے کہ انگشتری دست راست میں رکھنا اور قبر کا مربع بنانا اور ائمہ معصومین پر تنہا درود کا بھیجنا اور خود ہی لکھتے ہیں کہ ہمنے اسواسطے ترک کیا ہے اور اس شیخ نجدی نے تو سب کے کان کترے کہ انبیا اور اہل بیت کی بدگوئی کو شیعوں کی ضد میں درست رکھا ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی بھی نعوذ باللہ بے ادبی ایسے تو کیا تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ سے قبیح کے صادر ہونے کو تو جائز ہی جانتے ہیں چنانچہ کتب معتبرہ انکی ایسی خرافات کی شہادت دے رہے ہیں اور تہمت بدا فی المعنا الغیر کے ناحق آپنے دی ہے اب یہ نصیبت آپ ہی پر لوٹی شیعہ بیچارے تو ہمیشہ اس تہمت سے بری اور اس عقیدہ فاسدہ سے جو مکنون اہل سنت کا ہے بیزار ہیں اور استغفار کرتے ہیں اپنی کلیجوں اور ونکو لگاتے ہیں اور جس بات میں آبروی ثلاثہ بچتے دیکھی اور انکی عیب پوشی کے لائق پایا اسی کو لے دوڑے اسمیں خواہ خدا تعالیٰ کی بے ادبی ہو خواہ انبیا اور اہل بیتؑ کی اہانت ہو نہ خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا خیال آیا اور نہ انبیا کے مراتب کا اور اہل بیتؑ بیچارے تو کسی شمار ہی میں نہیں ہیں کہ وہ تو بسبب عداوت شیعیان زیر مشق ہیں بلکہ دشمن دکھائی دیتی ہیں اور جو محبت ثلاثہ میں جو کلمات اہانت بہ نسبت ان حضرات کے آپسے سرزد ہوئے ہیں اسکی آپ خود مقر ہوئے ہیں گو بظاہر لوگوں کے دکھانے کو اور شرم کے مٹانے کو دفع دخل اسکا آپنے کیا ہے مگر وہ تو آپکے نامۂ اعمال میں ثبت ہو چکے ہیں ہرچند آپکا یہ عذر باطل ہے کہ وبال اسکا شیعہ بیچاروں پر ہے اور یہ مزعوم آپکا مطابق مزعوم آپکے پیشوائے عالی مکان معاویہ ابن ابی سفیان کی ہے کہ جسوقت حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں معاویہ پلید تر پر خلیفۂ حق امام صادق اہل سنت کے مریدوں کے ظلم سے شہید ہوئے تو عمرو عاص نے کہا کہ قاتل عمار کا دوزخ میں جائیگا کیونکہ حدیث نبوی مجھکو یاد ہے کہ حضرت فرماتے تھے کہ عمار بہشت میں ہے اور قاتل اسکا دوزخ میں یہ بات سنکر آپکے پیشوا معاویہ نے کیا فی البدیہ جواب دیا مطابق آپکی رائے اور تقریر کے کہ قاتل عمار کا علیؑ ہے نہ وہ اسکو اپنے ہمراہ لاتا نہ وہ مارا جاتا حضرت علیؑ نے سنکر فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو معلوم ہوا کہ قاتل امیر حمزہ کے جناب رسول خدا صلعم ہیں کہ وہ انکو ہمراہ اپنے لیجاتے نہ وہ شہید ہوتے سو آپنے پیروں کی بدشگنی کے واسطے اپنی ناک کاٹی ہے اسکا وبال آپ کی ہی گردن پر ہے اور ابد الآباد اسمیں آپ خوف رہیں گے اور نسبت محبت اہل بیت اطہار کی اور بدعقیدگی سے انکی بیزار ہونا جو آپنے ظاہر کیا ہے یہ دعویٰ آپکا محض لسانی ہے آپکو محبت اہل بیت کرام سے موت آتی ہے اگر خالص محبت ذریت رسول مقبول سے کرتے تو اصول و فروع میں انکی پیروی کرتے پھر یہ رخنے دین پسندیدہ میں کیوں پڑتے اور زید اور بکر کو ہر بار منہ پر کیوں لاتے کیا محبت اہل بیت طاہرین کی یہی معنی ہیں کہ جناب باری تو کلام مجید میں انکو معصوم فرمائے اور تم برعکس اسکے انکی نسبت عقیدہ فاسدہ رکھو چنانچہ فرماتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا یعنی سوائے اسکے نہیں کہ چاہتا ہے اللہ کہ دور کرے تم سے پلیدی کو اے اہل بیت محمد صلعم اور پاک کرے تم کو خوب پاکیزہ کرنا اب بدیدہ بصیرت دیکھ لیجے کہ وہ مزعوم آپکا خلاف حکم خدا ہے یا نہیں اللہ جل شانہ نے اس تھوڑی سی عبارت میں کسقدر لطف و کرم فرمایا کس درجہ کی توصیف ان حضرات کی فرمائی ہے قربان ہو جاؤں میں اس لطف و کرم کے کہ اپنے حبیب کی اہل بیت کو بنظر شفقت یوں فرماتا ہے کہ اے اہل بیت ہم چاہتے ہیں تمکو پاک کرنا جمیع پلیدی سے اور کیسا پاک کرنا کہ جو حد پاک کرنے کی ہے اور یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا کس اعلیٰ درجہ کا توجہ آمیز کلمہ ہے کہ ایک ایک حرف سے اسکے وہ چاشنی شفقت خداوندی ٹپک رہی ہے کہ تشنگان وادی محبت کیلئے قوت تازہ اور سیرابی بے اندازہ حاصل ہوتی ہے اور یہ شفقت اثر کیوں نہو کہ روز ازل سے انکو خاص نور محمدی سے پیدا کرکے مقرب بارگاہ صمدیت قرار دیا تھا انمیں پلیدی اور نجاست معاصی کیسے ہوتی یہ ارشاد تو محض اتمام حجت مریضان حسد کیلئے صادر ہوا ہے تاکہ وہ لوگ متنبہ ہوکر اپنے مرض کو دور کریں مگر واہ ری قساوت قلب کہ اپنے مزعوم فاسد سے باز نہ آئے اور اس آیت کے شرف میں اعدا اہل بیت نے ازواج رسول خدا صلعم کو داخل کرنا چاہا اور بہت ہاتھ اور پاؤں مارے مگر راہ مقصود تک نہ پہنچ سکے چنانچہ ذکر اسکا انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بعد اسکے اس شیخ کے قول کے رد میں آئیگا جس جگہ کہ آیت تطہیر کو ازواج کی شان میں لکھیگا اب ملاحظہ فرمائیے کہ منکران عصمت اہل بیت کے جناب باری عز اسمہ نے کیسی

گردن توڑی ہی مگر ہاں آپکو تو معانی قرآن سے اور اُسپر عمل کرنے سے کچھ کام نہیں ہے آپ تو کثرتِ تلاوت کے معنی سے کام رکھتے ہیں چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ امر بخوبی ظاہر ہو جائیگا مگر ہم فخر و مباہات کرتے ہیں عقیدۂ حقہ اثنا عشریہ پر کہ جمیع ائمۂ اطہار ذریت حضرت خیر الانام کو معصوم سمجھتے ہیں اور کیوں فخر و مباہات نکریں اپنے عقیدۂ حقہ پر کہ مطابق قرآن مجید کے ہی عقیدہ اُنکا اور پیروان خاص اُنہیں حضرات کے ہیں جو کہ وارثان علوم رسول مقبول صلعم ہیں اور روا ہے اُس گروہ بے شکوہ پر جو ایسے صراط مستقیم کو چھوڑکر بہ تلبیس ابلیس لعین بکر و زید کی تقلید کا پٹہ کہ جو جہلا تھے اپنی گردنوں میں ڈالکر بادیہ ضلالت میں سرگرداں ہیں کہ خسر الدنیا والآخرہ انہیں لوگوں کی شان میں ہے اور جھوٹا دعوی لسانی لوگوں کے دکھانے کو محبت اہل بیت کا کرتے ہو اور جن بزرگیوں سے یہ مشرف ہوئے ہیں اُنکو بدلائل نامعقول منقطع کرتے ہو اور روایات فضائل اُنکے کی تکذیب اور تضعیف کرتے ہو اور ثلاثہ کی نسبت جن بزرگیوں سے کہ اُنکو بہرہ نہیں ہے بہ تکلف و زبر اہین فضول اُنمیں ثابت کرتے ہو اگر اسی کو آپ کے مذہب میں محبت کہتے ہیں تو ایسی محبت کو سلام ہی البتہ دعوی محبت ثلاثہ آپکا سچا اور درست ہے کہ اُنکے عیبونکو ایسا چھپاتے ہو کہ جیسا بلی گوہ کو چھپاتی ہے اے نادان بھائی تو کچھ تو غور کرو کہ تمہارے بزرگوں نے تو باوجود اسقدر تاکید شدید جناب باری عز اسمہ کے اہل بیت کرام کو قائم رکھا ہی نہیں کہ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے شرف و منزلت اُنکا رسول خدا صلعم کے زمانہ میں دیکھا تھا اور آیات بینات خاص اُنہیں کے متنبہ کرنیکو جناب باری نازل فرماتا ہے کہ ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یعنی وہ روضات جنت وہ ہیں کہ خوشخبری دیتا ہے خدا بندوں اپنے کو جو کہ ایمان لائے ہیں اور عمل کئے ہیں اُنہوں نے نیک اور ایمان اور عمل صالح کے ساتھ واسطے حاصل ہونے روضات جنت کے یہ فقرہ بھی بعد اسکے بڑھایا کہ اگر وہ نہوگا تو بہشتیں حاصل نہونگی اور وہ یہ ہے کہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ یعنی کہہ تو اے محمدؐ کہ نہیں سوال کرتا ہوں میں تم سے رسالت اور بشارت کے پہنچانے پر مگر دوستی کرنے اپنی قریبوں میں کہ وہ علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ ہیں کہ اُنسے دوستی کرو اور بعد اسکے فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا یعنی اور جو کوئی کماوے نیکی کو کہ وہ محبت اہل بیت ہے تو زیادہ کرینگے ہم واسطے اُسکے اُسمیں نیکی کو کہ ثواب چند در چند عطا کرینگے اب ملاحظہ فرمائیے کہ جناب باری نے ایمان کے ساتھ کیا کیا قیود اور شرائط لگائے ہیں کہ جب یہ سب پوری ہو جائیں تو اُسوقت یہ بشارت فیض اشارت بہشت کی راست آتی ہی یہ نہیں کہ صرف ذات خدا اور رسول کو مان لیا اور عمل صالح کئے اور عمل صالح بھی کئے مگر محبت اہل بیت رسول صلعم سے نرکھی تو وہ بشارت جو دیگئی ہے صاحبان ایمان کو کافی نہوگی سو مودت پیغمبر کی ذوالقربےٰ کی بھی ضروریات ایمان سے ہے جب تک یہ پوری نہو جائے ایمان کامل نہیں ہو سکتا کیونکہ جناب باری نے اجر رسالت جناب سرور کائنات اس محبت کو قرار دیا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ رسالت وہ رکن اعظم ہے کہ جسپر بنیاد دین اسلام کی رکھی گئی ہی اگر رسالت نہوتی تو دنیا میں کوئی متنفس ایمان سے بہرہ ور نہوتا پس محبت اہل بیت اُس رکن اعظم کا صلہ ہی اسواسطے جناب باری عز اسمہ نے مودت کو ایمان کی شرط گردانا ہے اور بہشت کو اُسکی جزا مقرر کیا ہے اب ذرا چشم انصاف کو کھولکر دیکھو کہ کیا یہی شرط محبت ہے کہ حضرت سیدۃ نساء العلمین پارۂ جگر خاتم المرسلین صلعم کو اُسکے حق سے محروم کریں اور وہ فاطمہؑ کہ جسکی شان میں کثرت سے حدیثیں اُسکی مناقب کی کتب فریقین میں موجود ہیں اور وہ مظلومہ تو دعوی پیش کریں اور علاوہ ریاست دنیا اُسپر تہمت دروغ کی رکھکر اُسکے دعوے کو رد کریں اور اُسکو رنج اور آزار پہنچائیں اور اُسکو ایسا غضبناک کریں کہ تا دم واپسیں پھر وہ مظلومہ اُنسے کلام نکرے اور یہ سب مفصل انشاء اللہ تعالی بعد اسکے فدک کے ذکر میں آئیگا اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ایذا دینا فاطمہ کا مجھکو ایذا دینا ہے اور قرآن شریف میں لکھا ہی کہ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ سو بموجب آیت شریفہ اور قول رسول مقبول صلعم فاطمہ زہرا کے ایذا دینے والے پر خدا تعالےٰ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے تمہارے چھڑانے اور بات بنانے سے کیا ہوتا ہے وہ تو ایک امر ہونیوالا تھا ہو چکا اسمیں بھلا ہمارا اور تمہارا کیا چارہ چلتا ہی اگر کسی شیعہ بیچارہ نے کوئی بات اپنے منہ سے نکالی ہوتی تو جای شکایت تھی وہ تو محض پیروی حکم خدا میں بدنام ہیں ان بیچاروں سے عداوت کرکے ناحق اپنے دین اور ایمان کو تم کھوتے ہو ہائے افسوس جنکے پیشواؤں کا محبت ذوالقربےٰ میں یہ حال ہو کہ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کا وہ مصداق ہوں اور اُنکے پیرو محبت ذوالقربی کا شیعوں کے منہ چڑھکر دعوی کریں اور امید بہشت کی رکھیں کونسا عقیل اُنکو نادان نہ سمجھیگا اور ایسی ہی پیروی اہل بیت کی نہیں کرتے ہیں نہ اصول میں نہ فروع میں اور جب انکی پیروی نہ کی تو قرآن شریف کی بھی پیروی نہ کی اسواسطے کہ بموجب حدیث ثقلین جو کہ تفسیر قرآن کی ہی وہ اُنکے ہی پاس ہے اور اللہ تعالی نے اُن حضرات کو محض احکام رسانی اپنی ہی کیلئے پیدا کیا ہی کہ جو احکام جناب رسول خدا صلعم خدا کے یہاں سے لائے ہیں اُنکو یہ پہنچاتے رہیں اور اسیواسطے کلام مجید کو آپنے اُنکے سپرد کیا ہی اور بلا عمل صرف پڑھنے او حفظ کرنے کے واسطے نازل نہیں کیا ہی سو مطلب قرآن کو اُنکے پاس سے لینا اور سمجھنا چاہیے اور اگر شیعوں کی ضد میں اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کا اور قرآن کے سمجھنے کا ارادہ نہیں ہے تو تو ہم کہتے نہیں ہیں ہماری نہ مانو اپنے رسول کی تو مانو کہ وہ فرماتے ہیں مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَ فِيهَا نَجَىٰ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ یعنی مثال اہل بیت میری کی تم میں مثل کشتی نوح کی ہے جو کوئی سوار ہوا اُسمیں نجات پائی اور جس نے تخلف کیا اُس سے وہ غرق اور ہلاک ہوا پس اب تو ہمکو یقین کامل ہی کہ اگر کچھ بھی مایہ سعادت باقی ہی تو اُس کلام خدا اور حدیث مقبول فریقین کو سنکر اپنے عقیدۂ فاسدہ سابقہ

بیزار ہو کر یقین کامل حاصل کر گئے اور حق سے منہ نہ موڑو گے اور یہ بڑا ماننے کی بات نہیں ہے حق کو جو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے محض قبول کرنیکے واسطے ہی پیدا کیا ہے حق سے انکار کرنا نادانوں کا شعار ہے اسکو بھی کوئی نہ سمجھے تو اسکو خدا سمجھے ہمارا کام کہنے کا تھا سو کہہ سُنا یا وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ **قال الشیخ الاشعری** ہاں بوجہ بے سروسامانی احقر کسی شیعہ کو نقل روایات میں کچھ تامل ہو تو چند وجہ سے بجا ہے اول تو کتب شیعہ کسے میسر سنیوں کو کیا غرض جو فراہم کریں شیعوں کو بحکم مثل مشہور اَهْلُ الْبَيْتِ أَدْرَى بِمَا فِيهِ یعنی گھر والے گھر کی بات کو خوب جانا کرتے ہیں بلحاظ خوبی مضامین سنیوں کے دینے میں دار و گیر طعن و تشنیع کا اندیشہ پھر کوئی سُننے لالے تو کہلنے لائے جو کوئی روایت مفید مطلب شیعیان کسی رسالہ میں درج کی جائے **اقول** اگر بے سروسامانی تجھکو حاصل تھی اور کتاب شیعہ تجھ کو میسر نہیں ہو سکتی تھی تو کسواسطے تو نے جھوٹی باتیں لکھنے کو یہ بار گراں اپنی گردن پر رکھا اور معلوم ہوا کہ جھوٹی روایتیں تو نے شیعوں کی طرف منسوب کی ہیں اپنے جی سے بنا کر اور اس رسالہ میں اپنی کوئی روایت آپنے کتب شیعہ کی مندرج نہیں فرمائی کہ اسکی صحت و دروغ میں تامل ہو اور محض دروغ اور تقریر پریشان اور تحریر بے سروسامان بازاری عامیانہ سے اپنے نامۂ اعمال کو کاغذ سیاہ کئے ہیں آپ خاطر جمع رکھئے ۔

ماشاء اللہ اس علم مناظرہ سے اللہ تعالیٰ نے آپکو بے بہرہ رکھا ہے اور جب کوئی روایت سُنی سُنائی یا کسی کتاب میں سنی مذہب کی دیکھی دکھائی درج بھی کی ہے تو وہ کسی وجہ سے اعتبار نہیں رکھتی ہے اول تو یہ کہ آپ خود منکر ملاحظہ کتب شیعہ ہیں دوسرے یہ کہ آپکے مذہب کے کل مصنفوں کا طریقہ مستمرہ ہے کہ جب اعتراضات شیعوں سے کلو خلاصی ثلاثہ نظر نہیں آتی تو مضامین مزعومی اور مفروضی لکھکر اور کسی کتاب کا حوالہ دیکر لکھدیتے ہیں کہ یہ کتاب شیعہ کی ہے اور اسمیں یہ لکھا ہے چنانچہ کوئی کتاب تصنیف سُنی اس علم میں ایسی نہیں ہے کہ جسکا جواب دنداں شکن جانب شیعہ سے نہ لکھا گیا ہو اور اُن روایات مندرجہ کی قلعی نہ کھولی گئی ہو اور دروغ اور بہتان مصنفین پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا یا ہو سو ایسی روایات نقل بنقل کا مندرج رسالہ کرنا سوای نادانی اور پشیمانی مصنف رسالہ اور کچھ نہیں ثابت ہوتا اور بعدم تیسر کتب شیعہ تقریر لغو جو آپنے بت بنائی کی ہے وہ محض آپکا دروغ اور بہتان ہے اور فضل الٰہی سے کتب شیعہ کو بکو اور خانہ بخانہ شائع اور ذائع ہیں لیکن کتب شیعہ قابل اعتراض ہرگز نہیں ہیں اور جنکو اہل سنت اعتراض کہتے ہیں وہ حقیقت میں اعتراض نہیں ہوتا اور قابل اعتراض کتب اہل سنت ہیں کہ شیعہ اُن کتابوں میں سے طرح طرح کی اعتراض خلفاء ثلاثہ پر کرتے ہیں اور غرض واسطے جمع کرنے کتب خصم کے واسطے تحریر جواب کے ہوتی ہے سو جو اعتراضات کہ شیعہ خلفاء ثلاثہ پر کرتے ہیں اُسکا جواب اہل سنت کتب شیعہ سے حاصل نہیں کر سکتے جیسے کہ شیعہ کتب اہل سنت سے اہل سنت کو جواب دیتے ہیں پھر جب مقصود اہل سنت کا کتب شیعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا تو وہ کتب شیعہ کو کاہیکو جمع کرینگے اور کتب شیعہ کے دیکھنے کی ممانعت بھی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ثلاثہ کے عیوب دیکھکر مذہب میں تزلزل آجائے اور اسیواسطے واعظین کو اہل سنت کے مذہب میں ممانعت ہے حسنین علیہما السلام کے مقتل اور صحابہ کے نزاعوں اور جھگڑوں کے ذکر کی کہ اسمیں صحابہ سے بغض ہو جائیگا لوگوں کو اُنکا حال سنکر چنانچہ صواعق محرقہ میں قول امام غزالی کا لکھا ہے کہ وَيَحْرُمُ عَلَى الْوَاعِظِ وَغَيْرِهِ ذِكْرُ مَقْتَلِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَمَا جَرَى بَيْنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْمُشَاجَرَاتِ وَالْمُنَازَعَاتِ لِأَنَّهُ يَجُرُّ إِلَى بُغْضِ الصَّحَابَةِ اور طعن اور تشنیع تو اہل سنت شیعوں پر کیا کرینگے کہ شیعوں کے اعتراضوں کے جواب ہی سے آجتک اہل سنت کو فرصت حاصل نہیں ہے اور اہل سنت بخوف اس امر کے بھی کتب شیعہ کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ جمع کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں مطلب کو سمجھ کر مذہب حق کہ جو مذہب شیعہ ہے وہ قبول کرنا پڑے اُسکے مطالعہ سے بے نصیب ہو جاتے ہیں اور بقول آپکے سنیوں کو تو کتب حقہ شیعہ کی فراہم کرنے سے کچھ غرض نہیں ہے اور اُنکے مطالعہ سے باغوای شیطان محروم ہے تو پھر دعوی مناظرہ کرکے میدان میں آنا اور اس بارہ میں کاغذ سیاہ کرنا بڑی دلیل حماقت کی ہے اے عقل کے دشمن جب مناط دعوی ہی غلط ہو گیا تو اُسکی سرسبزی کا امیدوار ہونا سوای مردمان بوالہوس کے اور کسیکا کام نہیں ہے اور کتب فرقہ حقہ شیعہ مثل کتب سنیان بوالفضول نہیں ہیں کہ کوئی مضحکہ کرے دیکھو شرح وقایہ وغیرہ کتب فقہیہ میں کہ مذہب امام اعظم اہل سنت کو کیا مضحکہ طفلاں تحریر کیا ہے نماز کہ جو رکن اعظم عبادت اسلام ہے اُسکی کیا خرابیاں کی ہیں کہ نبیذ سے وضو کرنا اور بجاے قرأت دو برگ سبز کہنا فارسی میں اور سجدہ میں مثل ٹھونگ مارنے کوّے کے اکتفا کرنا اور سلام کے عوض گوز مارنا اور پوست سگ کو بمقدار کف دست نجاست میں آلودہ کرکے پہننا اور اُس نجس سے نماز پڑھنی چنانچہ علماء شافعیہ نے بھی محمود غزنوی کے سامنے اس نماز کو امام اعظم کی ادا کرکے مذہب حنیفہ سے اُسکو بیزار کر دیا تھا اور یہ سب تواریخ علماء اہل سنت میں لکھا ہے اور الہامی کلام بڑے پیر جی صاحب کا ہے کہ جسکو دیکھکر ہر وضیع و شریف خندہ زن ہو غنیۃ الطالبین میں علاوہ دیگر خرافات کے قصہ رنگیاں اور تماشا دکھلانا حضرت سرور کائنات کا اپنے کندھے پر سوار کرکے بی بی عائشہ کو اور مجھے یاد ہے کہ ایک ہندو کے سامنے ایک شخص فخریہ یہ قصہ بیان کرتا تھا کہ میرا گزر ہوا اور میں نے دانتا اور کہا کہ کہاں گئی شرم اسلام اور دین و ایمان تیرا کہ ایسی تہمت معصوم کے ذمہ لگاتا ہے اور ایک مضحکہ خلاف مذہبوں کو یاد دلاتا ہے اور یہ بڑے پیر وہ صاحب ہیں کہ جنکی گردن پر جناب رسالتمآب شب معراج پاؤں رکھکر آسمانوں پر گئے تھے تعجب ہے ان نادانوں کی سمجھ پر کیا کیا مزخرفات ایسے دین پسندیدہ اسلام میں شامل کرکے خندہ طفلاں بنایا ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ اپنی کلجھیل اور اُنکو لگا کر اپنے عیوب کھولتے ہیں ورنہ خدا آگاہ ہے کہ ہمارا ارادہ کسیکی پردہ دری کا نہ تھا ۔ بلکہ عیب پوشی کی نیت ہے خداوند کریم ان دشمنان دین کو سمجھے **قال الشیخ الاشعری**

اگر فرض کرو کہ ملیں بھی تو مجھ سے بے سروسامان کے ملنے کی تو کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ اپنی کتابیں جب پاس نہوں تو دوسروں کی کتابیں کیا ہونگی تیسری نقل مشہور المرء یقیس علی نفسہ شیعوں کی دروغ مذہبی نے شیعوں کے نزدیک سنیوں کا اعتبار بھی نہیں رکھا ہے پھر حسب مثل مذکور اگر شیعہ اس سنّی مشرب کو جھوٹا سمجھیں تو سمجھ کی بات ہے بالجملہ بوجوہ مذکورہ خاص کر وجہ قول سبات میں کسی شیعہ کو تامل ہو تو بجائے خود ہی سو اسلئے یہ راست باز بھی عرض پرداز ہے کہ الصدق ینجی والکذب یہلک یعنی سچ میں نجات ہے اور جھوٹ میں تباہی تو واقعی اس بے سروسامان کے پاس اس قسم کا سامان کچھ نہ تھا **اقول** ہم تو پہلے ہی آپ کی بے سروسامانی اور کم مایگی کا یقین رکھتے تھے کہ آپ بقول شخصے پڑھے نہ لکھے نام کو محمد فاضل خون لگا کر شہیدوں میں ملا چاہتے ہیں مگر بقول شخصے حق بر زبان جاری ہو الحمد للہ علی احسانہ اپنی ہی زبان سے آپنے اقرار عدم مطالعہ کتب حقہ کر لیا صاحبان انصاف بجائے خود سمجھ گئے کہ یہ تقریر و تحریر آپکی بے دیکھے بھالے ہے سنی سنائی کا اعتبار سوائے جہلاء بدشعار اہل علم کب کرتے ہیں صرافان بازار معنی کو کلام کی کسوٹی پر کھوٹ آپکا ظاہر ہوگیا اور صداقت کلام آپ کا پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگیا پہلے ہی اگر آپ نے تئیں منکہ مشغوف و مہر بالم نہ لکھتے تو ہیا تنک دوسری خانہ رسائی کیوں کرنی پڑتی ہاں سچ وانا کند کند ناداں لیکہ بعد از خرابی بسیار انجام کو سچ سچ اور جھوٹ جھوٹ ظاہر ہوگیا آپکے پاس آج اپنی کتابیں بھی نہیں ہیں تو واقع میں کتب حقہ تو کہاں حراکتب حقہ اس صورت میں ایک دھوکہ بازی ہے اور سچ یہ دھوکہ بازی آپکے مذہب کی ایک سنت سنیہ بلکہ واجبہ ہے کیونکہ یہ طریقہ کچھ جدید اپنی طرف سے آپنے ہی نہیں نکالا ہے بلکہ بزرگان اسلاف سے مروج چلا آتا ہے جب اعتراضات شیعوں سے تمہارا قافیہ تنگ ہوتا ہے تو اسوقت ایک دو روایت بنجوڑی لکھکر اور کتب شیعہ کا حوالہ دیکر اپنی گلو خلاصی کرتے ہو جیسے کہ مولوی عبد العزیز صاحب و نصر اللہ کابلی وغیرہ نے کیا ہے انجام کو محققین فضلاء شیعہ کے ہاتھ سے ویسی ہی اپنی پردہ دری کرائی آپنے یہ نقل اپنے حال کے بالعکس لکھی ہے کہ الصدق ینجی والکذب یہلک آپکے حسب حال تو الکذب ینجی والصدق یہلک موزوں تھا کیونکہ جھوٹ میں آپکا بچاؤ چھوٹتا ہے اور سچ میں آپکی تباہی ہے اور راستی اور درستی مذہب شیعوں کی کلام مجید و اہل بیت کی پیروی اور محبت کی جہت سے موافق مضمون حدیث ثقلین کے ظاہر اور ہویدا کالشمس فی وسط النہار ہے مگر آپنے جو لفظ دروغ نسبت شیعیان آل اطہار درج اوراق کیا ہے وہ یہ ہے کہ المرء یقیس علی نفسہ جیسا درس ویسا برس جیسے آپ تھے ویسا ہی شیعوں کو اپنے اوپر قیاس کیا مگر لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہاں نور کجا نار ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا حق حق ہے اور باطل باطل ہے دونو کو یکساں قیاس کرنا سوای نادانوں کے کسی کا کام نہیں ہے اور جھوٹ آپکا کیا بلکہ مولوی عبد العزیز صاحب کا جنکے تم پیرو ہو انشاء اللہ تعالی بعد اسکے واضح ہو جائیگا البتہ اسقدر سچ ہے کہ سنیوں کا اعتبار شیعوں نے کھو دیا سو مہربان من اسمیں شیعہ بیچارے ناچار ہیں کہ حق بات ظاہر کرنے شیعوں پر واجب ہے اور حق ظاہر ہو جاتا ہے تو قاعدہ ہے کہ باطل کا اعتبار جاتا رہتا ہے اسمیں شیعوں نے آپکے پیشوایان سلف کے تو دہری ڈھکی رکھی ہی نہیں ہے راستبازی میں اور صاف گوئی میں آپکا ملاحظہ کرنا عدم مطالعہ کتب حقہ نے آپکی جمیع تحریر مکر و تزویر کی آبرو کو پایۂ اعتبار سے ساقط کرکے خاک سیاہ کر دیا ہے حضرت سلامت عیب کرنے کو ہنر چاہئے اگر بسبب بے استطاعتی خود کتب حقہ میسر نہیں آتی تھیں تو مستعار تو بہر حال ہر جگہ سے مل سکتی تھیں اس سے اپنی کارروائی کرتے اور جو شکوک بسبب دست بردی نفوس شیطانی مانع اور رفع احم حق تک پہنچنے کے تھے اسکو رفع کر لیتے مگر میں بھولا معاف کیجیگا آپکو تو سر سے حق پسندی نہیں حق کی تحقیق سے تو آپکو کمال ہی نفرت ہے اگر پسند ہوتا تو ضلالت اور گمراہی پر اسقدر اصرار کیوں کرتے آپ سے ایسی سمجھ کی بات کہنی گویا آئینہ داری در مجلس کوراں و نصیحت کردن ستوراں ہے ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد یعنی جسکو خدا گمراہی میں چھوڑ دے اسکو کون ہدایت کر سکتا ہے **قال الشیخ الاشعری** پر ایک تحفہ اثنا عشریہ تھا اور جب تحفہ تھا تو جاننے والے جانتے ہیں کہ سب کچھ تھا موافق مصرع ؎ کافی ہے تسلی کو تری ایک نظر بھی۔ اور کتاب نہ سہی ایک تحفہ ہی بہت ہے **اقول** تحفہ عزیزیہ کو تحفہ سمجھنا گویا اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی کا مارنا ہے اور اسکے استدلال پر مدعی ہونا اپنی آبرو کا کھونا ہے کیونکہ آپ تو شاید واقف نہیں مگر جو صاحبان علم و فضل ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس تحفہ کے مصنف نے جو اپنی مدۃ العمر میں مکائد نفسانی و بہتانات بے پایانی سے شیرازہ بندی کی تھی شیعیان آل اطہار نے ہمہ وجوہ اسکی پریشانی کر دی یعنی ایک ایک فقرہ کی کئی تردید اور ایک کلمہ کے گوناگوں بطلان نہیں کی کتب معتبرہ سے ظاہر کر دیے اور بیسیوں رد اور جواب اس کتاب کے کو موجود ہیں اور جو کچھ ملمع بازی اور کارسازی اسمیں کی تھی ان حضرات شیعہ نے اسکی سب قلعی کھولدی اگرچہ اس کتاب کے مکائد عظیم تھے مگر آپ جانتے ہیں کہ خدا سے عز اسمہ کو کید کب پسند ہے کیونکہ خود اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے واللہ خیر الماکرین یعنی اور خدا بہتر سزا مکر کی دینے والوں کا ہے اور جب خدائے عز و جل اپنکو بمقابلہ مکاران دنیا خیر الماکرین فرمائے تو مصنف تحفہ کس شمار و قطار میں ہیں اور انکے مکائد کہاں قائم رہ سکتے ہیں حضرت من یہ عروس بیا آپکی جسکو دکھلا کر آپ ناچ رہے ہیں یعنی وہ ابکار افکار شاہ صاحب جبتک حجلہ نشین خانگی یا دامن آغوش میں مستور تھی تب تک ہی انکی خیر تھی اور اسیوقت تک حسن کلام کا دعوی خاص مولف اور مریدان مولف کو زیبا تھا اور جسوقت کہ وہ برسر بازار ہر آشنا اور بیگانہ کے ہم آغوش ہوئی پھر تو یاران مست بادہ محبت حیدر کرار اسکو ہاتھوں ہاتھ لے اڑے اور خوب ہی اپنے دل کی حسرتیں نکالیں اور وہ وہ کارروائیاں پردہ دری

ہیں کیں کہ شاہ صاحب کا دل ہی جانتا ہوگا چنانچہ اسی رنج میں پشت بہ بہشت ہوئے اے عقل کے دشمن ہفوات اور بہتانات عزیزیہ عرصہ ہوا کہ مثل ہباءً منثورا کے پراگندہ ہوچکے ہیں اگر تجھ کو لکھنا تھا تو پہلے تحفہ کے جوابوں کو دیکھ لیا ہوتا اور جواب اسکا سوچ لیا ہوتا تب کچھ لکھا ہوتا لیکن تو نے اُس کلام مردود ہی پر اکتفا کرکے اپنی آبرو کو کھو دیا اور اُسکے متن اور حواشی کے دعووں سے اپنی تحریر کو بیکارہ کر دیا کاش اپنی ہی جانتے استدلال کا دعوی کرتے تو گو عقیل تو طرز تقریر سے آپکے علم وفضل کو جان ہی جاتے مگر تاہم بادی النظر میں عوام کالانعام کو تا حین مطالعہ آپکے رسالہ کی کسیقدر رسائی رہتی لیکن کیا اور کرنہ جانا اپنے ہاتھوں سے شیخ چلی کا سا گھر بنا بنایا بگاڑ ڈالا اور تحفہ ایک افسانہ کہنہ پارینہ تھی جسکے کل استدلالات منسوخ اور مردود ہو چکے ہیں اُسپر دعوی آپکا محض خام خیالی آپکی ہے **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ مؤلف تحفہ حجۃ اللہ فی العٰلمین خاتم المحدثین والمفسرین عمدۃ المتکلمین زبدۃ المناظرین مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ کے نام کے سُنّی تو دیوانہ ہیں پر علماء شیعہ بھی جاہلوں کو میں نہیں کہتا اُنکے تبحر و تحقیق کو بنسبت دونو مذہبوں کے اپنے دل میں تو خوب ہی جانتے ہیں زبان سے کہیں یا نہیں جو روایات کتب شیعہ میں سے اس رسالہ میں منقول ہوئی ہیں ماخذ اُسکا یا متن تحفہ مطبوعہ یا اُسکے حواشی ہیں جو غالبًا شہنیہ معلوم ہوتے ہیں **اقول** صاحب تحفہ اگر حجۃ اللہ فی العالمین ہیں یا خاتم المحدثین ہیں تو اہل سنت کے نزدیک ہونگے اور شیعہ تو اُنکو اکذب الکاذبین جانتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنی کتاب تحفہ کو سینکڑوں دروغوں اور بہتانوں سے پُر کیا ہے اور نہ یہاں کسی کے تبحر سے کام ہے یہاں تو حق گوئی سے مقصود ہے اور حق گوئی انمیں ہرگز نہ تھی اور دعوی تبحر شاہ صاحب میں جو دروغ کو آب فروغ دیتے ہیں یہ محض آپکی یاوہ گوئی ہے کہ شاہ صاحب کا حال تبحر ظاہر ہو چکا ہے کہ علماء شیعہ نے اُنکی تحقیق اور تصانیف کی کیا کیا تردید کی ہے اور کیا کیا کذب و دروغ اُنکا ظاہر کر دیا ہے کہ جسکا جواب آجتک اُنکے کسی اہل نحلہ سے بن نہ آیا بلکہ علماء اہل سنت خود جوابات شیعہ دیکھکر اپنے دل میں سمجھ گئے گو زبان سے نہ کہیں کہ شاہ صاحب نے محض براہ عام فریبی اور دھوکا دہی کتب شیعہ کا حوالہ دیا تھا ورنہ کتب شیعہ میں اُن روایات کا وجود بھی نہیں جن بعض روایتوں کا کہ حوالہ دیا ہے آپنے ناحق اُنکی تعریف اور توصیف میں تضییع اوقات کی مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید اُنکے حالات سے ہم خوب واقف ہیں کہ مثل اُنکے دروغگو مفتری کون ہوگا کہ خاص اسی تحفہ میں صدہا دروغ لکھے ہیں کہ کچھ اُنمیں سے بعد اسکے مذکور بھی ہونگے اور نہ شیعوں پر بہتان باندھے ہیں کہ جسکی پیروی میں آپ بھی عرق ریزی کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالی عنقریب اُسکے جواب میں اُنکا اور آپکا حال کھل جائیگا مگر آپ بڑے پرکار سلیقہ شعار معلوم ہوتے ہیں کہ بظاہر دوستی میں آپنے چال دشمنی اُنکے واسطے بچھایا ہے کہ مُردوں کو گور سے اُکھڑوایا ہے کہ کوئی بُرا کہیگا تو اُنکو کہیگا نہ مجھکو کہ میں تو اُنکے قول کو نقل کرتا ہوں ہمکو بھی آپکی خاطر عزیز ہے خوف نہ کیجے مثل آپکے میں دہن دریدہ نہیں ہوں گو بظاہر تحریر میں تتبع آپکا ہی مگر بات ٹھکانے کی کہتا ہوں منصفان ہنیدہ آپکی گفتگو لایعنی اور کلمات ناموزوں کو میری تقریر برجستہ کے ساتھ موازنہ کرکے خود واہ واہ کہدینگے کہ اسکی راست گوئی میں شک نہیں ہے ایسے نادان شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام صاف گو راستباز سخت گیر ہیں سچ بات کہتے ہیں کسی کی رو و رعایت یا لگی لپٹی نہیں رہنے دیتے اور علماء کو شیعوں کے شاہ صاحب کا تبحر اور محقق ہونا کیا بتلاتا ہے کہ اُنہوں نے شاہ صاحب کے خرافات کا بالکل استیصال کر دیا ہے اور تبحر کا اُنکے یہ حال ہے کہ ایک روز مجمع عام میں ایک شخص نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ شیعہ حضرت عائشہ صدیقہ کے باب میں کچھ کلام کرتے ہیں آپکا اسمیں کیا ارشاد ہے آپنے بعد تامل بسیار فرمایا کہ میاں حضرت عکاشہ صحابی کا قصہ سنا ہوگا کہ ایک دفعہ مہر نبوت پر بوسہ دیا تھا جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا کہ اے عکاشہ تجھپر آتش دوزخ حرام ہوئی پس قیاس کر لینا چاہیے کہ صدیقہ تو شرف ہمبستری سے آپکے ہمیشہ مشرف تھیں ہمیشہ مس مہر نبوت سے ہوتا تھا ایک دفعہ کے مس نے جب عکاشہ کو آتش دوزخ سے نجات دی تو اُنپر بدرجہ اولی آتش دوزخ حرام ہوگی سائل خاموش ہوا کہ جواب معقول مسکت پایا مگر ایک طفل قرابۃً شاہ صاحب سے جو اُسوقت بازیچہ طفلانہ میں مشغول تھا یہ سنکر چونکنا ہوا کیونکہ بموجب مقولہ مصنف رسالہ تبحر تو اس خاندان کا مشہور ہے اُس صاحبزادہ بلند ارادہ کو یارا ہی ضبط نہ رہا اور عرض کی کہ جناب کیا ارشاد ہوا میں نے یہ سنا ہے کہ ابوطالب آپکا چچا کافر تھا اور آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ راہ ہدایت پر آجاے کہ آتش دوزخ سے نجات پائے جب وہ ایمان سے محروم رہا تو آپنے اُسکے تمام جسم کو اپنی زبان مبارک سے مس کیا جب نوبت تہ کف پا پہنچی تو اُسوقت حکم جناب باری نازل ہوا کہ بس اس مقام کو مس نہ کرنا کہ اس جگہ سے آتش دوزخ اثر کریگی پس زبان کہ تمام جسم میں اعلی اور افضل ہے جب مس زبان سے ابوطالب کو کچھ فائدہ نہ بخشا تو مس جسم کیا فائدہ بخش سکتا ہے اور یہ قول موافق عقیدہ اہل سنت کے ہے نہ موافق اعتقاد اہل حق کے اور باقی تقریر دلپذیر اُس طفل صغیر کی سنکر اور بھی خفت اٹھانا چاہیے کہ بعد اسکے اُس نے بیان کیا کہ حضرت نوح علی نبینا و علیہ السلام کی زوجہ اور حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کا حال مشہور و معروف ہے چنانچہ آیات بینات سورہ تحریم اخیر پارہ اٹھائیس قرآن مجید میں خاص واسطے تہدید ازواج حضرت رسالت پناہی کے نازل ہوئی ہیں اور پسر نوح علیہ السلام کہ خاص صلب سے حضرت نوح کی تھا جب عذاب الہی نے اُنکو نہیں چھوڑا تو اس دلیل سے بیچارا حضرت صدیقہ کا کیا حال ہے یہ قصہ محض بنظر تفریح طبائع ناظرین درج اوراق ہوا ہے انشاء اللہ تعالی خالی از لطف نہوگا اور کلام تبحر شاہ صاحب میں ہے یعنی شاہ صاحب نے جو بمحنت شاقہ مدت العمر میں یہ کتاب لکھی ہے تو اسمیں صرف شاہ صاحب ہی کا کید نہیں ہے بلکہ باقی ان مکائد کا اول نصر اللہ

قابلی تھا اُس نے یہہ ضلالت نامہ عربی میں لکھا تھا اور شاہ صاحب نے اُسکا ترجمہ فارسی میں کرکے نام اُسکا تحفہ رکھا اور کچھہ بہتان بندی اپنی طرف سے
اُسمیں اضافہ کرکے یہہ کید نامہ تیار کیا ہے مگر قربان جائیے قادر ذوالجلال ایزد بیہال کے کہ ہمیشہ باطل کو مغلوب و حق کو غالب کرتا ہے مگر آفرین ہے عالی ہمتی
گروہ باشکوہ فرقہ حقہ شیعہ کو کہ کیا ہی حق دوست اور راست پسند باحمیت لوگ ہیں کہ جسنے سر اُٹھایا اُسی کے سر کوبی کو آمادہ و تیار ہوئے چنانچہ بفور
شایع ہونے کید عزیزی کے جناب مستطاب معلی القاب علامہ دہلوی جناب حکیم مرزا محمد صاحب مرحوم و مغفور اور جناب غفران مآب مجتہد العصر والزمان
حجۃ اللہ فی العالمین حامی دین مبین دافع بدعات اہل کین مولانا و مقتدانا سید دلدار علی صاحب قدس سرہ و فاضل بے نظیر و عالم بیبدل جناب
مرزا محمد صاحب اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب فخر المحققین و زبدۃ المتکلمین مولانا السید محمد قلی صاحب اعلے اللہ مقامہ و جناب ملا ابوالقاسم صاحب و
جناب مولوی خیرالدین صاحب وغیرہ نے اُن مکائد عزیزیہ کے خبر لے اور اُنہیں کے کتب معتبرہ سے بطلان اُنکا ظاہر اور ہویدا کردیا اور جو جو بہتان کہ کتب
شیعہ سے روایت کرکے لکھی تھی اُنکو کالشمس فی وسط النہار اسیطرح ظاہر کر دکہایا کہ شاہ صاحب کو اپنا چھپا چہرا نا دشوار ہوگیا اور کسی صاحب کا جواب
شاہ صاحب سے بن نہ آیا انجام کو زمین کے اندر اپنا مونہہ چھپا لیا چنانچہ تصانیف ان صاحبان بلند شان کے ہر شہر اور دیہہ میں موجود اور شایع ہیں مثل
تمہاری اُنکی تعریف اور توصیف کی کچھہ ضرورت نہیں ہے مشک آنکہ خود ببوید نہ آنکہ عطار گوید یہہ حال آپکے شاہ صاحب کے تبحر کا ہے اور فرقہ حقہ کے مقابلہ
میں تحفگی تحفہ اور تبحر شاہ صاحب کا بیان کرنا محض نادانی آپکی ہے وہ ایک تقویم پارینہ تہے جسکے بیسیوں رد ہو چکے اُسکی خرافات سے کیا استدلال ہو اور
جو دلائل کہ پہلے مردود ہو چکے ہیں اُنکے جواب کا طالب ہونا آپسے حمقا کا کام ہے اور جب آپکے کل دلائل رد ہو چکے تو اب ہمکو مجدداً اُنکا جواب دینا سوای
تحصیل حاصل اور کچھہ متصور نہیں ہوتا جوابات سابقہ کافی اور وافی ہیں اپنی تسکین کر لیجے قال الشیخ الاشعری سو تحفہ کا حوالہ اہل انصاف
کے نزدیک خود اُن کتب کے حوالہ سے کم نہیں جن کا اس رسالہ میں نام لکھا گیا **اقول** تحفہ کا حال اوپر گذر چکا کہ تحفہ ایک تقویم پارینہ ہے کہ جسکی کثرت
سے جواب ہو چکے ہیں اہل انصاف خود جانگئے ہیں کہ اُسکی استدلال مقدوح اور مردود ہیں اور تحفہ واسطے تسلی کے کافی نہیں ہے اگر کوئی امر جدید ظاہر
کرتا تو مقام ناز و فخر تہا اُس پر نازاں ہونا اپنا حمق ظاہر کرنا ہے اور جو کتب شیعہ کا حوالہ اندروی تحفہ ہے وہ بہی قابل التفات نہیں ہے کیونکہ خود جوابات تحفہ
میں بہتان بندی شاہ صاحب ظاہر ہو چکی ہے اور اگر کسی روایت میں کوئی بات ہے بہی تو ویسا ہی اہل سنت کی کتابوں میں بہی موجود ہے چنانچہ بعد
اسکے واضح ہو جائیگا اور چونکہ اس شیخ نے یہاں مجمل لکھا ہے اسواسطے ہمنے بہی اجمال ہی پر اکتفا کیا **قال الشیخ الاشعری** اسوجہ سے اس احقر نے بے تامل
اُن کتب کا حوالہ رقم کر دیا ہے **اقول** اللہ ری سکاوی تیری یہہ بار بہی اپنے ذمہ نہیں لیا اسکا بہی بوجہ بہار شاہ صاحب کی گردن پر دہا اگر غلط
نکلے تو شاہ صاحب سے مواخذہ ہوگا اور اُنکو ہی لوگ نفرین کرینگے اور ہم بری الذمہ ہیں بقول نقل ہندی دہوبی بیٹا چاند سا سیٹی اور ٹہاخ یہہ پرکاری سوا
آپکے کون کرسکتا ہے اس تحریر اور عذر سے آپ کی اس جگہہ پیچہا آپکا نہیں چہوٹتا ہم پہلے لکھہ چکے ہیں کہ روایات اور استدلالات تحفہ پہلے ہی مقدوح
و مردود ہو چکے ہیں اُسکے اعتبار پر جو آپنے حوالہ لکھے ہیں وہ بہی منجملہ اُنہیں کے ہیں اور شاہ صاحب تو اپنی دروغگوئی میں بہسی ہوئی تہی مگر آپ بہی
طعن سنان ملام اہل حق سے نجات نہ پائیں گے **قال الشیخ الاشعری** - صاحب تحفہ کی راست بازی اور تبحر ہی کے بہروسہ منصفان شیعہ کی خدمت
میں عرض پرداز ہوں کہ فقط میری بے سر و سامانی کے خیال سے بید ماغی نفرماویں نقل کو اصل سے مطابق کر دیکھیں اکثر کتب منقول عنہا کتب مشہورہ
معتبرہ شیعہ ہیں نادر الوجود کمیاب نہیں **اقول** - راست بازی صاحب تحفہ کی آپ پر ہم پہلے اس سے منکشف کر چکے کہ علماء اہل سنت میں اُنکی برابر کوئی عالم
دروغ نویس نہوگا اگر اُنکی کتاب تحفہ کے دروغ مجتمع کئے جائیں تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو اور جب صاحب تحفہ کے بزرگان خدیعت شعار کے دروغ و بہتان شیعہ
ظاہر کر چکے تو صاحب تحفہ کس شمار میں ہیں اُنکو تو قدیم سے عام فریب جانتے ہیں اور بید ماغی شیعان باصفا کا کام نہیں ہے نقل کو اصل سے بعد تصنیف
تحفہ کے مطابق کر لیا ہے اور دروغ صاحب تحفہ دریافت کرکے فارغ البال ہوئے ہیں اب کچھہ ضرورت مطابق کرنے کی نہیں ہے لیکن بعد اسکے اپنے اپنے
مقام پر اطلاع کر دی جائیگی **قال الشیخ الاشعری** اسکا اندیشہ نکریں کہ مطابقت ہوئی تو ماننا پڑیگا خدا نے خود فرمایا ہے مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ
لَهٗ **اقول** مطابق نکرنا روایات کا کار اہل سنت کا ہے اور شیعوں کی کتاب کو اس اندیشہ سے نہیں دیکھتے ہیں کہ مذہب میں تزلزل پیدا ہوگا اور
شیعان علی بن ابیطالب مطابقت کرنے سے کبھی اندیشہ مند نہیں ہوتے کہ اہل سنت کے علماء کا دروغ اُنپر واضح ہوگیا ہے یہ جانتے ہیں کہ مطابقت

ہیں اہل سنت ہی جھوٹے نکلینگے پہر اندیشہ کس بات کا کریں اور مطابقت روایات میں آپکو ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے اسی واسطے مثل اپنے شیعوں پر بھی اپنا قیاس جاری کیا نعوذ باللہ منہا جو امر حق ہے شیعہ اُسکے پیرو ہیں اُنکے عقیدہ میں کسی طرح تزلزل ہی نہیں ہوتا یہہ کام تو آپکی ہی گروہ کا ہے کہ حق کو ہمیشہ پوشیدہ رکہتے ہیں اور باطل پر اصرار کرتے ہیں نافرمانی خدا اور رسول سے کچہہ اندیشہ تمکو نہیں ہے چنانچہ فرمان واجب الاذعان جناب رسولخدا صلعم اِیْتُونِی بِقِرطَاسٍ صادر ہونا اور اُسکو نہ ماننا اور وہ حضرت فرماویں کہ جہزوا جیش اسامہ اور اُس سے تخلف کرنا تمہارے بزرگوں کا شعار ہر وضیع اور شریف پر ظاہر اور ہویدا ہے اپنی کلپہن اوروں کو کیوں لگاتے ہو اور یہہ آیت جو لکہی اس سے یہہ مراد نہیں ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ خدا گمراہ کرتا ہے بلکہ مراد اُس سے یہہ ہے کہ خدا جسکو گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور یہہ آیت اہل سنت ہی کی شان میں ہے کہ وہ خود مقر ہیں کہ فاعل حقیقی لوگوں کے افعال کا خدا ہے اور وہی گمراہ کرتا ہے اور بندے مجبور ہیں اور شیعہ بیچارے تو قدیم سے اس عقیدہ سے بری ہیں **قال الشیخ الاشعری** پہر کیا اندیشہ ہے خدا کی فرمائی ہوئی باتوں میں تو یہہ بات پائی ہی نہیں جاتی کہ جو سمجہہ میں آجائے تو اُسکو ماننا ہی پڑے **اقول** خدا کی باتوں میں تو ہمیشہ یہی بات ہے کہ جو سمجہہ میں آجائے اُسکا ماننا ضرور اور واجب ہے مگر آپکو تو پیروی اپنے بزرگان سلف کی ہے کہ ہمیشہ ارشاد فیض بنیاد جناب رسالتمآب سنتے تہے اور برای العین دیکہتے تہے اور بخوبی سمجہہ میں آتا تہا اور پہر منحرف ہوجاتے تہے چنانچہ قصہ حدیث غدیر خم مشہور و معروف ہے کہ بعد ارشاد آنحضرت بخوبی سمجہہ گئے اور بخ بخ لک یا علی کہہ چکے اور جو جو مدارج مبارکباد کی تہی وہ ادا کر چکے اور پہر بعد رسول مقبول اپنی پاشنوں پر ہٹ گئے سو دیکہہ لو کہ کون سمجہہ کر نہ ماننے والوں میں سے ہو ایسی عبارات فضول سے سوا اپنی خرابی کے اور کچہہ فائدہ اُس سے نہیں اُٹھاتے ہو اور جو بت بنا ہے کرتے ہو وہ آپ ہی کی گردن میں طوق ہو چکا ہے **قال الشیخ الاشعری** اس گنہگار سمجہدار کی بات میں یہہ بات کہاں **اقول** یہی حق ہے کہ آپ کی بات میں راستی کہاں کہ جو کوئی اُسکو ملنے وساوس شیطانی ہیں جسوقت لاحول زبان سے نکلی فوراً دفع ہوگئی **قال الشیخ الاشعری** معہذا حق تو ماننے ہی کے لیئے ہے اگر حق کو تسلیم ہی کر لیا تو کیا نقصان ہے **اقول** مومنین اور اہل حق کا تو تسلیم کیا ہوا حق روز ازل سے ہے کیونکہ یہہ لوگ بقیہ خمیر ذریت رسول مقبول سے پیدا ہوئی ہیں مگر آپ کو حق کے ماننے میں بڑی خرابیاں دکہلائی دیتی ہیں کہ حق آل رسول صلعم جو غصب ہوا ہے اگر اُسکو مان لیں تو سنت شیخین درہم و برہم ہوجائے اسواسطے کہ چونکہ آپکو خوف معلوم ہوتا ہے حق کے مان لینے میں اوروں پر بہی آپکا یہی قیاس ہے نعوذ باللہ منہا اس خیال فاسد کو فرقہ حقہ شیعان پاک سے دور کیئے اللہ تعالی خود اُنکا حافظ اور ناصر ہے **قال الشیخ الاشعری** تطبیق میں کاہلی نکریں مع مطابقت اگر فرق نکلے تو وہ میری ذمہ **اقول** ہمنے تطبیق میں کاہلی نہیں کی بلکہ مطابقت کی تو بہت فرق پایا اور جب فرق پایا تو آپکا ہم کیا کر سکتے ہیں بجز نفرین کرنے اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کے اور ایسی گفتگو عامیانہ کرنے سے نہ معلوم اس شخص کو کیا فائدہ ہے نہ یہہ طریقہ مناظرہ کا ہے نہ تمیز والوں کا مگر یہہ بیچارہ کیا کرے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست علم و شعور سے تو بے نصیب ہے مناظرہ کو جی چاہا تو کچہہ خرافات تحفہ سے نکالکر اور کچہہ بازاری گفتگو اپنی طرف سے ایجاد کرکے اُسکا ایک مجموعہ تیار کیا اور صاحب تصنیف کہلانیکا ارادہ ہو بیٹہے تف ہے ایسی خواہش نفسانی اور وساوس شیطانی پر **قال الشیخ الاشعری** مگر میں جانتا ہوں کہ میرے بے کہے شیعہ اس بات کو جانتے ہونگے کہ اہل سنت کے نزدیک جہوٹ بولنا خصوصاً دین کے مقدمہ میں سخت ممنوع اور منجملہ کبائر ہے **اقول** سب فرقہ ناجیہ اثنا عشریہ بلکہ تمام مردمان روی زمین و ساکنان ملاء اعلے بخوبی تہ دل سے جان رہے ہیں کہ فرقہ اہل سنت و جماعت بلکہ تمام بزرگان سلف اُنکے دروغگو کذاب مفتری حق فراموش محسن کش مفسد بانی فساد طالب دنیاء دوں ہیں علی الخصوص مقدمہ دین میں سوائے کذب و افترا صریح کے اور کچہہ کام اس فرقہ کا نہیں چنانچہ اس فعل قبیح کے خود خلیفہ ثانی صاحب اپنی زبان سے پیش جناب امیر علیہ السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مقر ہیں کہ تم ابوبکر کو اور مجہکو کاذب جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم میں لکہا ہے سو طریقہ حضرت علی کا یہہ نتہا کہ بے سبب کسی کو متہم بکذب کریں اسواسطے کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ اور روضۃ الاحباب میں لکہا ہے کہ بصرہ میں جسوقت عایشہ نے سنا کہ یہہ حواب وہی مقام ہے کہ جسکی رسول خدا صلعم نے خبر دی تہی اور فرمایا تہا کہ ایسا نہو کہ اے عایشہ وہ تو ہی ہو اُسوقت عایشہ نے ارادہ کیا کہ میں بصرہ سے اُلٹی پہر جاؤں تو ابن زبیر نے چالیس مسلمانوں سے جہوٹی گواہی دلوائی کہ یہہ حواب وہ مقام نہیں ہے جسکی رسولخدا صلعم نے خبر دی تہی سو طریقہ دروغگوئی کا اہل سنت میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور یہہ باتیں آپکی معتبر کتابوں میں لکہی ہیں اگر کچہہ شرم دنیا اور حیاء عقبی ہے تو اپنی کتابوں میں برائی العین مشاہدہ کرکے تصدیق کلام اس نحیف کے کریں مگر آپکو تو فضل الہی سے جہوٹ بولنے کی شرم نہیں ہے

ور اگر ظاہر بہی ہوا تو کیا اور دروغگوئی پر تمہاری تو کیا بلکہ مولوی عبد العزیز صاحب کی دروغ گوئی پر بعد اسکے خط کے جواب کے رد میں تمکو ہم مطلع کریں گی اور
دروغگوئی اگرچہ ہر ملت و مذہب اہل دنیا میں منجملہ کبائر ہے لیکن فرقہ اہل سنّت میں سنّت خلفاء ثلثہ ہے اور اگر آپ قیام سنّتِ سلف پہ نکرینگے تو اس مذہب
سنّت جماعت سے خارج ہو جائینگے **قال الشیخ الاشعری** وہ ہم نہیں کہ مثل مولوی عمار علی صاحب مشار الیہ پیشوا و پیش امام شیعہ کہ وہ بظاہر مولوی
عمار علی سونی پتی معلوم ہوتے ہیں غلط موضوع کو صحیح اور ضعیف کو قوی اور غیر معتبر کو معتبر کہدیں یا محض بے اصل کے جہوٹ سچ کو اصل گہڑ دیں چنانچہ
ناظران رسالہ پر واضح ہو جائیگا کہ مولوی صاحب موصوف نے خط مذکور میں کیا کیا ستم کئے ہیں **اقول** خدا نکرے کہ آپ مثل جناب مستطاب مولوی عمار علی
صاحب کے ہوں اُنکی مثل نہونیکا قول آپکا سچا ہے کہ وہ نور ہیں اور آپ نار ہیں اور وہ روز روشن ہیں اور آپ شب تار ہیں اور وہ آفتاب درخشندہ علوم
نبوی ہیں اور آپ ظلمت جہالت اشعری ہیں آپکو اُن سے کیا نسبت اور اُنکو آپ سے کیا مشابہت اور وہ بیشک پیشوا و پیش امام شیعہ اور دین مبین
سیّد المرسلین ہیں اور سونی پتی ہونا اُنکا کالشمس فی وسط النہار واضح اور ہویدا ہے کلمات مشتبہ سے یاد کرنا اُنکا آپکی تیرہ درونی اور بے بصیرتی پر دلیل
قاطع ہے اور غلط موضوع کو صحیح اور ضعیف کو قوی اور غیر معتبر کو معتبر کہنے کی تہمت اُنپر گویا چاند پر خاک ڈالنا ہے یہہ پیشہ علماء فرقہ سنّت و جماعت کے
حصّہ میں آیا ہے اور علماء شیعہ اس سے بری اور پاک ہیں ایسے بزرگواروں پر ایسی تہمت کرنے اپنے دین و ایمان کا خراب کرنا ہے مگر آپکو در اصل دین
و ایمان سے کچہہ بہرہ ہی نہیں ہے اسکا کیا ڈر ہے اگر کچہہ شرم و حیا تہی تو اس دعوی کو آپ لکہتے کہ فلاں روایت موضوع ہے اور اُنہوں نے اُسکو صحیح اور
فلاں روایت ضعیف تہی اُسکو قوی لکہدیا ہے اور بغیر دلیل کے قول آپکا قابل التفات عقلاً نہیں ہے کیونکہ جن جن کتابوں کا حوالہ جناب مستغنی التوصیف
نے دیا تہا اُنکو دیکہہ کر ضعیف و قوی اور معتبر اور غیر معتبر کی سند لاتے تو اُسوقت آپکا کلام قابل سماعت تہا اب تو آپکی وہی نقل ہے کہ ناچ نجانوں آنگن ٹیڑہا
مطالعہ کتب حقّہ سے تو اقراری بے نصیبی آپکو حاصل تہی اور اس تحریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اپنی کتب معتبرہ کے دیکہنے سے بہی آپ بے بہرہ و محروم ہیں
اور ظاہر ہونا ستم کا جو نسبت جناب ممدوح الذکر کے آپ لکہتے ہیں آپکا رسالہ حرف بحرف باطمینان خاطر دیکہا گیا کہ کسی جگہہ سواے لغویات اور ہفوات کچہہ
ثبوت آپکے دعوی کا نہ دیکہا اور ستم کرنا آپکا ہے بعد مطالعہ رسالہ ناظرین کو بخوبی ثابت ہو گیا **قال الشیخ الاشعری** ہمکو یہہ گمان تہا کہ شیوہ دروغ
بنا ہی زمانہ سابق کے علماء شیعہ پر ختم ہو چکا مگر غنیمت ہے کہ اُنکے خلف الرشید اب تلک بہت باقی ہیں **اقول** یہہ بدگمانی آپکی محض مبنی بہ بے ایمانی
ہے علماء شیعہ کی راستبازی قدیم سے اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے اپنی علماء دین بلکہ ائمہ معتبرین کی کلہن علماء شیعہ کو کیوں لگاتے ہو
ابو حنیفہ کی خبر نہیں لیتے کہ بقول امام غزالی اور صاحب تاریخ بغداد شرع نبوی کو منقلب کر دیا اور پلٹ دیا اور ابو یوسف کا ہارون رشید کی خاطر سے
جہوٹے فتاوی دینی تاریخ الخلفاء میں موجود ہے اپنے گریبان میں موںہہ ڈالکر دیکہو کہ امام مالک جو اُستاد امام برحق شافعی اور حنبل کے ہیں اُنہوں نے
بطمع دنیا بپاس خاطر خلفاء جور کیا فتوے دیے ہیں کہ جن سے کتب مملو ہیں حاجت اظہار نہیں مخالفت باہمی کے دیکہنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کر کیا کیا ستم دروغ اور بہتان سے خلاف حکم خدا و رسول ظاہر ہوتے ہیں تفصیل کو اُسکے باعث تخش ناظرین سمجہہ کر درج اوراق نہیں کیا اپنی مخاطب
کی طرح مجمل ہی عرض کیا اور مولوی عبد العزیز صاحب تو اسقدر دروغ نویس ہیں کہ جس کی انتہا ہی نہیں ہے چنانچہ بعد اسکے کچہہ معلوم ہی ہو جائیگا
اور اس کاذب نے تو سبہوں کے سروں پر خاک ڈالی اور اپنے علماء کی تہمت علماء شیعہ پر باندہی لیکن کیا ہوتا ہے اس فرقہ ضالہ نے کب اور کس
زمانہ میں ایسے امور میں کوتاہی اور کمی کی ہے صدیقین اور صالحین اسلام کے باب میں کیا کیا زیادتی نکی ابتدای اسلام سے آجتک یہہ لوگ نور ہدایت
و یقین کے چہپانے میں مصروف ہیں مگر خدا تعالی بحکم جاء الحق و زہق الباطل ایک ایسا ہادی پیدا کرتا ہے کہ وہ اُس نور کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔
قال الشیخ الاشعری دعوی ہبہ فدک حضرت زہرا کے طرف سے سنّیوں کی معتبر کتابوں کے حوالہ سے بیان کرنا اور حضرت رقیہ اور حضرت امّ کلثوم اور
حضرت زینب رضی اللہ عنہا دختران رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کرنا یہہ مولوی عمار علی
صاحب جیسے مقتدا و پیشوای شیعہ سے ہو سکتا ہے **اقول** دعوی ہبہ فدک حضرت زہرا کی طرف سے اہل سنّت کی بیس کتب معتبرہ سے زیادہ ثابت
ہے چنانچہ بعد اسکے انشاء اللہ تعالی خط کے جواب کے رد میں اُسکا ذکر آئیگا تو نام اُن کتابوں کے لکہے جائینگے اُسوقت تیری آنکہیں کہلینگی اسکا انکار
کرنا زمین و آسمان کا انکار کرنا ہے اسواسطے کہ کتب معتبرہ سنیوں کے مملو اس قصہ سے ہیں اسکی کتب معتبرہ میں ہونے سے تیری تو کیا اصل ہے

اگر تمام روے زمین کے سنّی متفق ہو کر انکار کریں تو کچھ نہیں ہو سکتا اگر کچھ شرم و دینا حیا کچھبھی تہی تو جن کتابوں کا حوالہ ہمارے مولوی صاحب نے دیا تہا انہی کتابوں میں دیکھ کر معلوم کرتا کہ یہہ حوالہ راست ہے یا دروغ ہے اور بغیر دیکھے بہالے مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کے دہوکا دینے سے جو تو انکار صریح کرتا ہے تو یہہ ایسا ہے جیسے کہ مشہور ہے دروغ گویم بروئ تو اور یہہ امر ایسا مشہور و معروف ہے کہ اسکا انکار کرنا مثل انکار ذاتِ خدا ہے اور حضرت رقیہ او امّ کلثوم اور زینب کو جو لکہا ہے کہ رسولخدا صلعم کی نسبت سے منقطع کر دیا تو جناب ممدوح نے یہہ روایت مثل آپکی منجوڑی درج خط نہیں فرمائی ہے بلکہ بموجب روایت کتب حقہ تحریر فرمائی ہے چنانچہ بعد اسکے خط کے جواب کے رد میں معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ متابعت بزرگان ایسے ہی بزرگوں کا کام ہے کہ اگر جہوٹ بولنے کو جی چاہتا تہا تو ایسا بولنا تہا کہ پیش جا سکتا اور کسیکی خیال میں آسکتا ایسا طوفان کہیں نہیں سنا تہا کہ ایک شخص کے سنّی ہو جانیکی اندیشہ سے نہ خدا تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمائے اور نہ ائمہ معصومین کا کچھ پاس و لحاظ کیا **اقول** افسوس ہے کہ تونے مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کی پیروی سے اپنا ایمان خراب کیا کہ دعوی فدک کا انکار کیا اور جن کتابوں کا حوالہ دیا تہا اُنہیں نہ دیکہا اور مولوی عبد العزیز صاحب نے انکار اُس امر کا کیا ہے کہ جو اہل سنّت کی بیسیوں معتبر کتابوں میں لکہا ہے اور اُنکی پیروی سے تونے انکار کیا ہے کوئی ایسا ہی جہوٹ صریح بولتا ہے کہ اسقدر کتابوں کا انکار کرے اُسکو کون تسلیم کریگا مگر متابعت بزرگان ایسی ہی بزرگوں کا کام ہے کہ جہوٹ بولنے کو جی چاہتا تہا تو ایسا بولنا تہا کہ پیش جا سکتا اور کسیکے خیال میں آسکتا ایسا طوفان کہیں نہیں سنا تہا کہ بیس تیس کتابوں کی تحریر کا انکار کیا نہ خدا تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمای اور نہ خلفاء ثلثہ کا کچھ پاس و لحاظ کیا اور دعوی ہبہ فدک جو اسقدر کتابوں میں لکہا ہے تو ایسا یقینی ہے کہ جیسے سورہ الحمد اور قل ہو اللہ کا قرآن میں ہونا یقینی ہے اور انکار اسکا ایسا ہے جیسے کہ الحمد اور قل ہو اللہ کے قرآن میں ہونیکا انکار ہو اور ایسے امر واضح کو یہہ شیخ دروغ کہتا ہے اور طوفان تبلاتا ہے اگر ہم کہیں کہ قرآن شریف میں قل ہو اللہ لکہا ہوا ہے اور یہہ شیخ اُسکے جواب میں کہے کہ یہہ جہوٹ ہے اور ایسا طوفان کہیں نہیں سنا تہا تو اس سے کچھ بعید نہیں ہے ارے نادان حضرت سیدۃ نساء العالمین فرزند خاص رسولخدا صلعم کو جنکی شان میں احادیث متواترہ کتب فریقین میں مثل آفتاب درخشاں کے مندرج ہیں تیرے بزرگوں نے دعوی ہبہ فدک میں جہوٹا قرار دیا اور حق وراثت سے مثل فرزند عاق کے محروم رکہا اگر تو انکے کسی فرزند حق گو راستی پسند کو جہوٹا قرار دے تو کیا عجب ہے **قال الشیخ الاشعری** حضرت ام کلثوم بنت سیدۃ النساء کے خلیفہ ثانی سے نکاح کا ذکر نکرنا تو اسپر ہی بتکلف محمول ہو سکتا ہے کہ ایک کو ذکر نہیں کیا تو باقیوں سے انکار ہی نہیں کیا پر یہہ بات کہ حضرت رقیہ وغیرہ رضی اللہ عنہا دختران سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی نہیں **اقول** یہہ ناصبی کس طرحکا نا معقول ہے کہ مکرر سہ کرر وہی ایک عبارت و مضامین خلاف داب مناظرہ کے لکھ کر داعی جواب ہوتا ہے اور شرم نہیں کرتا کہ دو سطر پہلے ہی تو یہہ ذکر تہا اور اسکے درمیان میں حضرت ام کلثوم کے نکاح کا ایک جملہ معترضہ چہیڑ دیا اور صرف اسی مقام میں یہہ تکرار اسکا نہیں ہے بلکہ آیندہ جہاں سے کہ جواب خط شروع کیا ہے وہاں ذکر اسکا زیادہ ہے انشاء اللہ تعالی ناظرین اوراق جواب اسکا دندان شکن اور مسکت ملاحظہ فرماکر حظ وافر اوٹہائینگے اور بعد اُسکے ذکر حضرت ام کلثوم بنت سیدۃ نساء العالمین کا ہے کہ اُنکا نکاح عمر سے ہرگز نہیں ہوا ہے اور مفصل بیان کیا جائیگا **قال الشیخ الاشعری** اور حضرت زہرا کا دعوی ہبہ فدک کرنا اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ایسا دروغ صریح ہے کہ کسی احتمال صحیح پر کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتا چنانچہ بعد ملاحظہ رسالہ ہذا انشاء اللہ میرے قول کی بخوبی صحت معلوم ہو جائیگی یہہ وہی مثل ہے دروغ گویم بروی تو **اقول** دیوانوں کی سی باتیں جو پہلے لکھ چکا ہے پہر وہی لکہتا ہے ارے عقل کے دشمن ہم پہلے اس سے تنبیہ کر چکے ہیں کہ مندرج ہونا دعوی ہبہ فدک کا کتب معتبرہ اہل سنت میں ایسا یقینی ہے کہ جیسا سورہ الحمد اور قل ہو اللہ کا قرآن مجید میں مندرج ہونا یقینی ہے کہ کسی احتمال پر دروغ ہونا اُسکا منطبق ہی نہیں ہو سکتا جیسے آفتاب درخشاں کا روز روشن میں اور ماہ تاباں کا شب ہمارہم میں اگر کوئی منکر موجود ہو تو اُسکا ہی منکر ہو سکتا ہے جسوقت ہم ہبہ فدک کے ذکر میں روایتیں دعوی ہبہ کی تیری کتب معتبرہ سے نقل کرینگے اُسوقت تیری آنکہیں کہلینگی جہوٹ تو تو لکہتا ہے اور ہماری طرف جہوٹ کو منسوب کرتا ہے اور تونے ایسا دروغ صریح لکہا ہے کہ اسمیں تونے تمام روی زمین کے جہوٹوں کی ناک کاٹ ڈالی مقام افسوس ہے کہ دروغگویاں سلف کو اسکی موت آئے اور اس اکذب الکاذبین کا سر ہی کبہی نہیں وہ کہتا اسکی نقل وہی مشہور ہے کہ دروغ گویم بروی تو اور ایسے دروغ گو ہٹ دہرم کا کیا بگڑتا ہے اگر اہل حق کے مقابلہ میں یہہ ہی کہدے کہ ہماری جن کتابوں کا تم حوالہ

دیتے ہو یہہ کتابیں ہماری نہیں ہیں کسی شیعہ نے لکھہ کر ہماری نام سے منسوب کردی ہیں اور جب جواب اُن روایتوں کا نہیں آتا ہے تو یہہ تو کہتے ہی ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہہ روایتیں اپنے مطلب کی داخل کردی ہیں اور جب کوئی مقام گریز نہیں پاتے ہیں تو جھوٹی کتابیں اپنے دل سے تجویز کرکے شیعوں کیطرف منسوب کردیتے ہیں چنانچہ بعد اسکے خطا کے جواب کے رد میں اسکا بھی ذکر ہوگا اور یہہ جو لکھتا ہے کہ بعد ملاحظہ رسالہ ہذا انشاء اللہ میرے قول کی صحت بخوبی معلوم ہوجائیگی سو اُس مقام میں سوائے انکار روایت کے اسنے کچھہ نہیں لکھا اور ہم اسکے انکار کے جواب میں بیس کتابوں سے زیادہ کا حوالہ دینگے کہ جن میں یہہ روایت دعوی ہبہ فدک کے موجود ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن بغور دیکھیئے تو مولوی صاحب کی ہی اسمیں کچھہ تقصیر نہیں آخر مذہب اہل سنت بشہادت کلام اللہ و عترت رسول صحیح اور مذہب شیعہ بشہادت کلام اللہ و عترت رسول سراسر غلط ہے **اقول** اپنے موںہہ میاں مٹھو بنتے ہو کوئی دلیل بھی تمہارے پاس ہے اہل سنّت کے مذہب کے اچھے ہونیکی اور شیعوں کے مذہب کے غلط ہونیکی بلکہ حق یہہ ہے کہ مذہب شیعہ بشہادت قرآن اور محبت اور تقلید عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح ہے اور مذہب اہل سنّت بعداوت اہل بیت اور عدم تمسک عترۃ سراسر غلط ہے قرآن میں تو خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى سو عوض مودّت کے کونسی عداوت اہل بیت اطہار سے بانی مبانی مذاہب اہل سنت نے اُٹھا رکھی ہے یعنی حق دختر رسول خدا صلعم کا غصب کرنا اور اُس سیدۃ نساء العالمین کو ایذا پہنچانے اور اُسکے برادر اور وصی برحق کا حق خلافت غصب کرنا اور خانہ فاطمہ کے گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیجانے اور سبطین جگر گوشہ رسول الثقلین پر وہ زیادتی کرنے کہ آجتک اُن کے مصائب کو یاد کرکے روتے ہیں اری نادان جس نے حضرت زہرا کا حق غصب کیا وہ مذہب اہل سنت کا پیشوا کیا نتھا جس نے ارادہ فاطمہ زہرا کے گھر جلانیکا کیا کیا وہ مرشد کامل مذہب اہل سنّت کا نتھا اور جس نے کلام اللہ علوم اور عایشہ نے اُسکے حق میں کہا کہ اُقْتُلُوا النَعْثَلَا کیا وہ سرکردہ مذہب اہل سنت نتھا اور جس نے حضرت امام حسن کو زہر دلوایا اور اُنکے مرنیکی خبر سنکر تکبیریں کہیں کیا وہ بانی مذہب اہل سنت نتھا بلکہ صواعق محرقہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس مذہب کا نام سنت جماعت اُسی نے رکھا ہے اور خلیفہ حق و امام صدق اُسکو لکھا ہے اور یہہ معاویہ وہ شخص تھا کہ مدۃ العمر حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا رہا اور اُسکے ہمراہی جو کہ محاربہ کرنیوالے نفس رسول کے تھے کیا وہ پیشوایان اہل سنت نتھے اور جس نے خامس آل عبا کو شہید کروایا کیا وہ ہر یدِ پلید کا اور سنت جماعت میں سے نتھا اور جن بنی اُمیہ اور بنی عباس نے اولاد رسول مقبول کو قتل کروایا اور زہر دلوایا اور دیواروں میں چنوایا بے جرم و خطا کیا وہ سنّی مذہب کے نتھے محبت کا تو اہل بیت علیہم السلام کے یہہ حال ہے اور پیروی اہل بیت کی نکرنے کو بھی علمائے اہل سنّت خود ہی لکھتے ہیں کہ ہم اُنکی پیروی نہیں کرتے بلکہ امامیہ اُنکی پیروی کرتے ہیں چنانچہ بعد اسکے اسکا بھی ذکر آتا ہے پس مقام شرم ہے کہ شہادت کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلعم سے ایسے مذہب کو برحق لکھنا اور دعوی اسلام کیکے بمقابلہ اہل حق آنا نہایت بے حیائی ہے اگر کچھہ بھی حیا ہوتی تو اس شہادت کو زبان پر بھی نلاتے بلکہ اہل حق کو موںہہ تک نہ دکھاتے اور عترت رسول مقبول وہ عترت ہے کہ جن کی شان میں خود جناب رسولخدا صلعم حدیث ثقلین میں فرماتے ہیں کہ کلام اللہ اور عترت پاک اپنے کو میں درمیان تمہارے چھوڑے جاتا ہوں اگر متمسک ہوگے تم ان دونوں سے تو کبھی ضلالت و گمراہی میں نہ پڑوگے سو مودت ذوالقربی تو آپکے پیشوایان مذہب کے معلوم ہوگئے کہ مودت کی عوض میں عداوت کی اور شہادت حدیث سے بھی یہہ مذہب اہل سنت غلط صریح ہے کہ آجتک اہل سنت کو تمسک عترت رسول خدا صلعم سے نہیں ہے اور یہہ امر اظہر من الشمس ہے اسواسطے کہ اہل سنت اصول میں تو پیرو ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی کے ہیں اور فروع میں مقلد ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور حنبل کے اگر کہیں بھولے بسرے روایت عترت رسول سے کتب معتبرہ میں آبھی آئی ہے تو اُسکے مقابلہ میں دیگر اشخاص غیر عترت رسول کو ترجیح دیکر اُسکو رد کردیا ہے چنانچہ اثبات اسکا آئندہ انشاء اللہ تعالی خاطر نشان ناظرین ہوگا بس اگر حقانیت مذہب اہل سنت بجائے مودت عداوت اور بجائے پیروی برات ہے تو تف ہے ایسی حقانیت پر اور اف ہے ایسے مذہب پر اب ناظرین با انصاف کو بخوبی ثابت ہوگیا کہ کونسا مذہب صحیح ہے اور کونسا مذہب سراسر غلط ہے

قال الشیخ الاشعری اور باوجود اسکے پھر اپنے پیشواؤں کو دیکھا کہ مذہب شیعہ کو حق اور مذہب اہل سنت کو باطل کہتے ہیں تو مولوی صاحب موصوف بحسب اعتقاد بزرگان یہہ سمجھہ بیٹھے کہ حق غلط ہی باتونکو کہا کرتے ہیں اور کیونکر نہ سمجھیں آخر مولوی صاحب عمدہ علمائے شیعہ ہیں **اقول** جناب مستطاب ممدوح کے عمدہ علماء شیعہ ہونے میں کچھہ شک نہیں ہے ہر موافق اور مخالف اُنکے فضل و کمال کا قائل ہے اہل حق تو جان و دل سے ذات مقدس جناب ممدوح کو ہادی دین مبین و مفتی شرع مبین سید الاماجد ملین سمجھہ کر اپنی جان کو اُن پر نثار کرتے ہیں اور مخالفین بھی جاہلوں کا توسل بمخاطب کے

ذکر نہیں ہے اُنکے علم و تحقیق و تقوی و زہد کو دل میں سمجھ رہے ہیں گو زبان سے کہیں یا نہ کہیں اور غلط کو حق سمجھنا اور پیروی اُن پیشوایان سلف کی کرنا جو کہ جہلاء محض اور طالبان دنیا تھے یہہ طریقہ نا مرضیہ شعار اہل سنت کے علماء کا ہے اور علماء شیعہ ایسے امور نازیبا سے اور ایسی حرکات بیجا سے منزہ اور پاک ہیں کہ وہ پیروِ وارثان علوم نبی ہیں اُن سے ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ غلط کو حق سمجھیں اور غلط کو حق سمجھنے والے وہی لوگ ہیں کہ جو جہلاء کے مثل ابوبکر و عمر کے پیروی کرتے ہیں اور شیعوں کے نسبت ایسے کلمات دور از عقل اور ایسے احتمالات لاطائل لکھکر اپنی بے ایمانی اور ناصبیت کا ظاہر کرنا ہے کیونکہ جناب ممدوح علماء دین مبین اور جگر گوشگان جناب سیدۃ النساء العالمین بنت خیر المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بعد ازیں کلام اللہ کی تلاوت کا جو نہولے چوکے اتفاق ہوا تو سورہ احزاب میں یہہ آیت نکل آئی وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ یعنی اللہ تعالی حق بات سے شرم نہیں کرتا چونکہ مولوی صاحب کو بزعم خود کمال اتباع خداوندی مدنظر ہے تو اپنے عندیہ میں غلط باتوں سے پرہیز کرنا خلاف اخلاق خداوندی سمجھکر جھوٹ بولنے سے شرم طاق میں اُٹھا دہری اور بے ساختہ مثل پیشوایان قدیم کہ اُنکی متابعت بھی بزعم مولوی صاحب موجب سعادت ہے اور حضرت ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُنکے حق میں بددعائیں کی ہیں اور اُنکو جھوٹا بتلایا ہے اور اُنکی باتوں سے رنج اُٹھایا ہے اُنہوں نے بھی افترا پردازیوں پر کمر باندہی تاکہ اُنکی متابعت کے صدقے حضرات ائمہ رضوان اللہ علیہم کی دعا نہیں تو بددعا ہی میں شریک ہوجائیں **دوہرہ** رس رس کے اے سکھی تیرے دونوں سبا سہائے ؛ ٹھنڈے تتے نیر جوں دونوں آگ بجھائے ؛ قطع کیجے ؛ تعلق ہمسے کچھہ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی **اقول** بے ارادہ نہولے چوکے تلاوت قرآن کرنا کام تمہارا ہے اور ہم تلاوت قرآن کی بصدق دل اور نیت خالص کرتے ہیں اور اتباع خداوندی ہمارے مولوی صاحب کو اعتقاد دعیہ سے ہے اور زعم سے اتباع خداوندی شعار تمہارا ہے اور غلط باتوں سے پرہیز کرنا خلاف اخلاق خداوندی تمہارے علماء سمجھتے ہیں اور جھوٹ بولنے سے اُنکو شرم نہیں آتی علی الخصوص مولوی عبدالعزیز صاحب مولف تحفہ کہ اُنہوں نے اپنے تحفہ کو جھوٹ باتوں سے پُر کیا ہے چنانچہ بعد اسکے تجھکو بخوبی معلوم ہوجائیگا جسوقت ہم اہل سنت کی کتابوں سے اُنکا دروغ لکھنا ثابت کرینگے اور ہمارے مولوی صاحب کا کام دروغ نویسی نہیں ہے وہ تو جو کچھہ لکھتے ہیں روایات کتب اہل سنت سے لکھتے ہیں اور بعضے محل پر شیعوں کے روایت کے موافق لکھتے ہیں لیکن تصریح کر دیتے ہیں کہ یہہ روایت کتب اہل سنت کی ہے یا کتب شیعہ کی اور ہمارے پیشوا سب اہل حق تھے اور جب وہ حق پر نہوئے تو واقع میں پیروی اُنکی البتہ موجب سعادت ہے زعم کو اس میں کیا دخل ہے اور ائمہ علیہم السلام نے اُنکے حق میں بددعا نہیں کی ہے اور بعد اسکے جو تو اُنکا نام لکھیگا اور ہم اُسکا جواب لکھینگے تو معلوم ہوگا کہ اُنمیں سے اکثر پر تو افترا ہے کہ اُنکے حق میں ہرگز بددعا نہیں کی ہے اور اُنمیں سے اگر کسی بعضے کے حق میں جو بددعا کی ہے تو اسواسطے کہ وہ اشخاص اُس زمانہ میں مذہب باطل پر تھے اور خلاف حق کے بیان کرتے تھے اور بعد اسکے اُنہوں نے مذہب حق کو اختیار کیا تھا اور وہ حق ہی پر مرے بھی تھے اور جب حق کیطرف رجوع کی تو ائمہ علیہم السلام نے اُنکی مدح کی ہے چنانچہ بعد اسکے ہم لکھینگے اور جھوٹے تیری علماء تھے کہ خوشامد سلاطین بنی اُمیہ اور بنی عباس سے جھوٹے مسائل جی سے جوڑ کر واسطے حاصل کرنے انعام کے بیان کرتے تھے تیری ہی کتابوں میں یہہ لکھا بھی ہے اور بعضی باتوں کو اُنکی انشاء اللہ تعالی بعد اسکے ہم ذکر بھی کرینگے **قال الشیخ الاشعری** تفصیل اس اجمال کی کہ اہل سنت کا مذہب ثقلین یعنی کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے موافق ہے اور شیعوں کا مذہب مخالف ثقلین اور یہ بات کہ پیشوایان شیعہ کے حق میں حضرات ائمہ نے کیا کیا کچھ کہا ہے اس رسالہ مختصر میں سما نہیں سکتے لیکن بطور نمونہ ایک ایک دو دو باتیں عرض کرنی ضرور پڑیں اہل انصاف اُس ہی سے سمجھ جائیں گے مشتے نمونہ خروارے بعد ازآں اُس خط کے تردید مناسب وقت کی جائیگی **اقول** تفصیل اس تیرے اجمال کی سب باطل ہے اور اہل سنت کا مذہب ہرگز موافق کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نہیں ہے بلکہ شیعوں کا مذہب دونوں کے موافق ہے اور جس فرقہ سے استفسار کروگے یہی کہیگا کہ شیعوں کا مذہب موافق مذہب عترت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کے ہے کہ وہ اُنکی ہی پیروی کرتے ہیں اور مذہب اہل سنت کا موافق مذہب اہل بیت کے نہیں ہے کہ وہ اُنکی پیروی نہیں کرتے ہیں بلکہ علماء اہل سنت بھی مقر ہیں اس امر کے کہ شیعہ تو پیروی عترت رسول خدا صلعم کی کرتے ہیں اور اہل سنت اُنکی پیروی نہیں کرتے ہیں چنانچہ جامع الاصول میں کہ جامع صحاح ستہ کی ہے لکھا ہے کہ علی بن موسی رضا مجدد مذہب امامیہ ہے اور مجدد مذہب اہل سنت کا ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک کو لکھا ہے اور سید شریف نے جو نامہ امیر تیمور کو لکھا تھا اُسمیں مائۃ اولی میں تو مجدد مذہب

امامیہ امام جعفر صادقؑ کو لکھا ہی اور رسالہ ثانیہ میں علی بن موسی الرضاؑ کو لکھا ہی اور جلال الدین دوانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ اہل سنت اپنے عقائد میں متمسک صحابے ہوتے ہیں اور شیعہ متتبع کرنیوالے ہیں اُن روایتوں کے کہ جو اُنکے اماموں سے منقول ہیں اور بعد اسکے تفصیل سے انشاء اللہ تعالیٰ ان روایتونکو جامع الاصول کی اور شرح عقائد کے میں لکھونگا منتظر رہنا چاہئے اور سوائے اسکے اور کتابوں میں بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہی اب ملاحظہ کرنا چاہئے کہ علماء اہل سنت تو لکھتے ہیں کہ مذہب شیعوں کا مذہب عترت رسول خدا صلعم کے موافق ہی اور یہ شیخ نجدی مولوی عبدالعزیز صاحب دروغ نویس کی پیروی سے مخالف اُسکے لکھتا ہی اور مذہب اہل سنت کا جو مخالف اُنکے مذہب کے ہے اور موافق مذہب ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک کے ہی اُسکو موافق مذہب عترت رسول خدا صلعم کے لکھتا ہی کس طرح کا دروغگو ہے اور جس وقت کہ ثابت ہوا مذہب شیعہ موافق مذہب اہل بیت علیہم السلام کے ہے تو موافق کلام اللہ کے بھی یہی مذہب ہوگا اسواسطے کہ مضمون قرآن کا لما حقہ اُنکے ہی پاس تھا کہ سینہ بسینہ جناب رسول خدا صلعم سے اُنکو علم پہنچا تھا چنانچہ اہل سنت کی بھی کتابوں میں لکھا ہی اور حضرت علیؑ کے سب صحابہ سے زیادہ عالم ہونے اور صحابہ کی مسائل میں غلطی کرنے کی اور حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنے کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں اور پیشوایان شیعہ کا حال پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور مفصل بعد اسکے لکھا جائیگا اسکے قول دروغ کے رد میں جس قول میں کہ یہ نام اُنکا لکھیگا اور خط کے جواب کا رد بھی ایسا دنداں شکن ہوگا کہ یہ شیخ ہونٹ چبا ڈالیگا اور نادم ہوکر کہیگا کہ میں نے جواب خط کیوں لکھا تھا **قال الشیخ الاشعری** مخدوم من کلام اللہ میں سورۂ بقرہ میں پہلے سیپارہ میں یہ آیت ہے الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ حاصل اسکا یہ ہی کہ جنکو ہم نے دی ہے کتاب وہ اُسکو پڑھتے ہیں حق ہی پڑھنے کا وہی اُسپر یقین لاتے ہیں اور جو منکر ہوگا اُس سے سو اُسی کو نقصان ہی اس آیت کے مضمون کے دیکھنے کے بعد تصور میں نہیں آتا کہ کسیکو دربارہ حقیت مذہب اہل سنت شک ہے اور جب شک نہ رہا تو اسکا پہلے یقین ہوجائیگا کہ مذہب شیعہ باطل ہی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ یہ آیت ہر چند بعض اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہی لیکن اس آیت میں گو کسی کی شان میں نازل ہو کتاب اللہ پر ایمان لانے کو انہیں میں منحصر کر دیا ہے جو اُسے خوب ہی پڑھتے ہیں حق پڑھنے کا جب یہ بات انہیں میں منحصر ہوئی تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر ایمان لانے کی علامت یہی ہی کہ اُسکو خوب تلاوت کیا کرے کوئی سی خدا کی کتاب خدا کی کیوں نہو توریت ہو یا انجیل یا قرآن شریف اسکی ایسی مثال ہی کہ کوئی ذہین آدمی کوئی مشکل بات جلد سمجھ جاے اور خوب سمجھے اور دوسرے اُسکی تعریف میں یوں کہیں کہ بات کو ذہین ہی سمجھتے ہیں تو گو یہ تعریف اُسی کے سُنانے کے لیے کی گئی ہی پر حقیقت میں سارے ہی ذہینوں کی تعریف ہے سو بہ نسبت قرآن شریف کے یہ نشانی سوا اہل سنت کے اور کسی فرقہ میں پائی نہیں جاتی خصوصاً شیعہ کہ اُنکا تلاوت کرنا تو سب ہی جانتے ہیں یہانتک کہ کلام اللہ کے یاد نہونے میں ضرب المثل ہوگئے ہیں سو اسکا باعث بجز اسکے اور کیا ہی کہ جیسے تلاوت چاہئے اُنسے ویسی تلاوت نہیں ہوسکتی جسقدر کلام اللہ کے پڑھنے میں محنت چاہئے اُنسے محنت نہیں ہوسکتی **اقول** خادم من البتہ سورۂ بقرہ میں یہ آیت ہے عبد اللہ بن سلام وغیرہ یہودی کی حق میں جو کہ مسلمان ہوگئے تھے لیکن تیرا مطلب اس سے ثابت نہیں ہوتا تو نے اس قول میں دروغ نویسی کو اسقدر طول دیا ہی کہ اپنی گور کو تو نے انگاروں سے بھر لیا ہے اول تو یہ آیت بعض اہل کتاب کی شان میں نازل ہوئی تھی کہ جو توریت کو پڑھتے ہیں اور قرآن شریف ہرگز اس سے مراد نہیں ہوسکتی اور خدا تعالیٰ نے کوئی سی کتاب کو نہیں فرمایا ہے بلکہ توریت کو فرمایا ہے اور خوب تلاوت کرنا اُس سے مراد نہیں ہے بلکہ اُسپر عمل کرنا اور اُسکے معانی میں تدبر کرنا مراد ہے اور اگر بالفرض قرآن شریف کی تلاوت بھی اس سے مراد لی جائے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ مذہب اہل سنت حق ہی اور مذہب شیعہ باطل ہی بلکہ اس آیت سے حقیت مذہب شیعہ ہی ثابت ہوتی ہی کہ جو حق تلاوت قرآن ہی وہ انہیں ہی منحصر ہے کہ وہ قرآن شریف کو ترتیل سے پڑھتے ہیں اور حروف کو اُنکے مخارج مقررہ سے ادا کرتے ہیں کہ اُنکے نزدیک مخارج سے حروف کا ادا کرنا واجب ہے اور اگر مخارج سے کوئی ادا نکرے تو نماز اُسکی صحیح نہیں ہوتی اور اُسکے معانی میں تدبر کرتے ہیں اور موافق اُسکے مقتضا کے عمل کرتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ وہ قرآن کو ایسا پڑھتے ہیں کہ جیسے کوئی گھانس کاٹتا چلا جاتا ہی تراویح میں اگرچہ ایک مرتبہ میں چار پانچ سیپارہ پڑھ جائیں لیکن حروف کو آپسمیں ایسا مخلوط کرتے ہیں کہ سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ کیا پڑھا سو اسکو حق تلاوت نہیں کہتے ہیں یہاں سے حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت ثابت ہوا کہ ایمان لانے کو کتاب خدا پر شیعوں ہی میں منحصر کر دیا ہے کہ اُسکو حق تلاوت سے وہ تلاوت کرتے ہیں جب یہ بات انہیں میں منحصر ہوئی تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر ایمان لانے کی علامت یہی ہی کہ اُسکو جو کہ حق تلاوت کا ہی اُس طرح سے پڑھے نہ یہ کہ گھانس کی کاٹتا چلا جائے جیسا کہ اہل سنت کرتے ہیں اور یہ جو ذہین کی مثال دی ہی باطل ہی اسواسطے کہ جو کوئی تعریف ایک ذہین کی کرے تو سب ذہینوں کی ہوگی نہ غیر ذہینوں کی ایسے ہی جو کوئی کسی قاری کی تعریف کریگا تو قاریوں کی تعریف ہوگی نہ غیر قاریوں کی پس ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں اہل سنت قرآن کی تلاوت ہی نہیں کرتے ہیں قطع نظر حق تلاوت سے تو چاہئے کہ وہ سب باطل پر اور بے ایمان ہوں تیرے نزدیک بھی سو حق تلاوت نشان اہل سنت نہیں ہے بلکہ نشان شیعہ ہے اور شیعوں کی تلاوت کرنیکو ہم بیان کر چکے جیسا کہ وہ تلاوت کرتے ہیں اور نسبت شیعہ کو کلام اللہ کے یاد نہونے کی مثل تیرے گھر کی ہی تو جو چاہے شیعوں پر تہمت کرے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ غلط پڑھنا اہل سنت کا قرآن کو ضرب المثل ہوگیا ہی سو اسکا باعث بجز

اور کیا ہی کہ جیسی تلاوت چاہئے ویسی اُنسے نہیں ہو سکتی جسقدر کلام اللہ کے پڑھنے میں محنت چاہئے ایسی اُنسے محنت نہیں ہو سکتی کہ حروف کے مخارج سے نکالنے میں کوشش
اور مشق کریں یہ تو اسکے قول کا جواب ہی اور حق پوچھو تو یہ ہی کہ سنیوں میں اور شیعوں میں دونو فرقوں میں تلاوت قرآن کرنیوالے ہوتے ہیں سنیوں کی کثرت جو ہی انکہیں
زیادہ ہیں اور شیعوں میں بسبب انکی قلت کے کم ہیں اور شیعوں کو بالکل تلاوت قرآن سے خارج کرنا یہ سراسر اس شیخ نجدی کی بے ایمانی ہی اور حق کا باطل کرنا ہی کہ
کوئی ایسا دروغ صریح بھی لکھتا ہی کہ جیسے اسنے کاغذ کو دروغ باتوں سے سیاہ کرکے آخرت میں اپنی سیاہ روئی اختیار کی ہی **قال الشیخ الاشعری** باقی اہل سنت کا
ایسا تلاوت کرنا جیسا تلاوت کا حق ہی عیاں ہے اور عیاں را چہ بیاں اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ پڑھتے پڑھتے بر زبان ہوجاتا ہی اس آیت سے اشارہ معلوم ہوا کہ جتنے فرقے
اہل اسلام میں معدود ہیں ہم نہیں سو جونسا فرقہ حقانی ہوگا اُسی کو کلام اللہ یاد ہوگا اُوروں کو یاد نہیں ہوسکتا ورنہ لازم آئے کہ باطل پر ہوکر ممدوح خداوند کریم ہوں
سو بحمد اللہ تعالیٰ یہ دولت نصیب اہل سنت ہوئی ماسوا انکے اور سب فرقے اس نعمت عظمےٰ سے محروم رہے چنانچہ آجتک مسموع نہیں ہوا کہ سوائے اہل سنت کے کسی اور کو روافض
وخوارج میں سے یاد ہوا ہو اور فرقوں کا تو ہندوستان میں وجود ہی نہیں پر سوا اہل سنت روافض البتہ بکثرت موجود ہیں کوئی قصبہ اور کوئی شہر نہوگا کہ وہاں انکے غول کے غول
نہوں علاوہ بریں نواح لکھنؤ اور اطراف دکن اور اضلاع سندھ میں باوجود کثرت کے تسلط بھی انہیں کا ہی یہانتک کہ اسی باعث تشیع کو ہندوستان میں کمال درجہ کو
شیوع حاصل ہوا ہزاروں عالم شیعہ مذہب موجود پر حافظ نام کو کوئی نہ دیکھا نہ سنا اور کہیں کے ذمہ شیعوں نے حفظ قرآن کی ہمت لگائی بھی دی تو ایسی یوں ہی کہتے سنا کہ یاد تو
تھا پر آجکل کچا ہو گیا ہی اسلئے فی الحال سُنانے سے معذور ہوں اور جو سنانے پر آتے ہیں یہ نہیں کہ ایک جلسہ یا دو جلسہ میں پڑھکر ادھر سے اُدھر کردیں **اقول** اہل سنت کے
تلاوت کرنیکو ہم بیان کرچکے جس طرح سے کہ وہ تلاوت کرتے اور پڑھتے ہیں اور پڑھتے پڑھتے بر زبان ہوجاتا ہی تو شیعوں کو بھی پڑھتے پڑھتے بر زبان ہوجاتا ہے لیکن کل سنّی قرآن کو نہیں پڑھتے ہیں کل شیعہ جیسے بعضے سنی
پڑھتے ہیں ایسے ہی بعضے شیعہ بھی پڑھتے ہیں اگرچہ سنّی شیعوں سے زیادہ ہیں اور بالکل شیعوں کے قرآن پڑھنے کا انکار کرنا زمین و آسمان کا انکار کرنا ہی اور جیسے اہل سنت قرآن کو یاد
کرتے ہیں ویسے ہی شیعہ بھی یاد کرتے ہیں لیکن تلاوت کرنا دلیل حقانیت کی نہیں ہے تلاوت کرنا قرآن کا مستحب ہے اگر کوئی تلاوت کریگا تو مستحق ثواب ہوگا اور اگر تلاوت
نکریگا تو گنہگار بھی نہوگا اور اگر یہی بات ہے تو لاکھوں آدمی فرقۂ اہل سنت کے جو تلاوت نہیں کرتے ہیں تو چاہئے کہ عذاب نار میں گرفتار ہوں اور خاص کرنا اہل سنت کا تلاوت
میں اور شیعوں کو اس سے خارج کرنا مصداق لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا ہونا ہے اور اگر تونے کسی شیعہ کو حافظ نہیں دیکھا یا نہیں سنا ہی تو تیرے دیکھنے اور سننے سے
کیا ہوتا ہی تو کون ہے اور کس کھیت کا بتھوا ہی کہ تو دیکھے تو صحیح اور راست و درست ہو اور نواح لکھنؤ و سندھ اور دکن کی تجھکو کیا خبر ہے تو یہاں بھرتپور میں آکر دیکھ
کہ شیعوں میں سے کوئی حافظ ہی یا نہیں اور بھرتپور کا بھی جانے دے تیرے قریب امروہہ اور پانی پت اور سونی پت ہے وہاں جا کر قرآن کو شیعوں کے حافظوں سے یاد سُن لے
اور متھرا میں حکیم امجد علی خان تحصیلدار کے مکان پر اور امرتسر پنجاب میں جو ڈپٹی آغا کلب عابد خانصاحب کے مکان پر معرکہ ہوا ہے اور اہل سنت کے فاضلوں اور حافظوں
اور اکثر اہل سنت نے قرآن کو شیعوں کے حافظوں سے از بر سنا ہے تو وہاں جاکر اپنے ہم مذہبوں سے پوچھ کہ شیعوں نے حفظ سنایا تھا یا نہیں اور متھرا میں تو شیعوں کے حافظ سنّیوں
کے حافظوں پر غالب آئے اور کہتے ہیں کہ پانی پت میں بھی ایسا ہی ہوا اور سنّی و شیعہ جمع ہوئے اور شیعوں کے حافظ نے قرآن شریف از بر سنایا تو دعوی دروغ کرکے
اپنے ایمان میں کیوں خلل ڈالتا ہی اور حفاظ اہل سنت اگرچہ قرآن کو یاد کرتے ہیں لیکن انکو اچھا یاد نہیں ہوتا ماہ رمضان سے پہلے بڑی محنت اور مشقت یاد کرنے میں کرتے
ہیں لیکن پھر بھی خوب یاد نہیں ہوتا تراویح میں جس وقت قرآن کو پڑھتے ہیں تو بیسیوں غلطیاں کرتے ہیں اور جماعت کے آدمی جو پیچھے کھڑے ہوتے ہیں وہ بتلاتے جاتے
ہیں اور شیعوں میں جو کم آدمی حفظ کرتے ہیں سبب اسکا یہ ہی کہ دیکھکر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہوتا ہے اور حروف قرآن کے زیارت بھی ہوتی ہی اور حفظ پڑھنے میں
طرح طرح کے متشابہ پیش آتے ہیں اور غلطیاں ہوتی ہیں اور پھر طوطے کی طرح سے یاد کرنے میں کیا فائدہ ہی کہ اُسکے معانی کو تو سمجھتے ہی نہیں ہیں اور شیعہ حفظ کی تہمت
کسیکو نہیں لگاتے جیسے کہ اہل سنت اگر تھوڑا سا یا غلط سلط قرآن کوئی یاد کرے تو اُسکو بھی حافظ جی کہنے لگتے ہیں اور اگر تجھکو شیعہ سے یاد نجتہ قرآن کا سننا منظور ہی تو بھرتپور
میں چلا آ اور ایک جلسہ یا دو جلسہ میں قرآن کو سن لے یا جس سورہ کو چاہے سُن لے اور بھرتپور نہیں تو امروہہ میں چلا جا کہ وہ تیرے قریب ہے اور گھر میں بیٹھے ہوئے تیرے
جھوٹے دعوی کو کون اعتبار کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** منجملہ حفاظ شیعہ مولوی جعفر علی صاحب پیش امام دہلی جو ورع اور تقوی و علم و فضل میں مجتہد زمانہ نہیں
تو مجتہد ثانی تو بیشک و شبہ ہیں اُنکے حفظ کی یہ کیفیت ہے کہ رمضان شریف میں غدر سے پہلے بچشم خود اس احقر نے دیکھا ہے کہ جلسہ تلاوت قرآن میں جو دن کو نواب حامد علیخان کی
مسجد میں ہوا کرتا تھا مثل دیگر حفاظ شیعہ مذہب حمائل میں دیکھ دیکھکر پڑھتے تھے تسپر بھی دو جگہ غلط پڑھ گئے اور خداوند کریم کی حق نمائیاں دیکھئے کہ اُسی جلسہ میں حفاظ اہل سنت
جو بطور سیر آجاتے تھے اور اہل تشیع دیکر انکو بھی پڑھنے کے لئے کہتے تو وہ بر زبان ہی پڑھتے تھے مگر تاہم دیدہ عبرت شیعہ کشادہ نہیں ہوتا تھا ایک شخص سنی المذہب مولوی

حافظ عبدالعزیز نام ساکن نجیب آباد کہتے تھے کہ میں کچھ کتب درسیہ میں مولوی جعفر علی صاحب سے پڑھا کرتا تھا اتفاقاً کچھ اسکا مذکور آگیا کہ شیعوں کو کلام اللہ یاد نہیں ہوتا سنکر فرمانے لگے کہ تم سنو گے میں نے عرض کیا کیا مضائقہ ہے اگر ایک دو جلسہ میں ہو یا یوں کہا کہ زیادہ زیادہ پڑھیے تو کیا مضائقہ ہے مگر پھر مولوی صاحب کہاں تھے بجز اسکے نہ بن پڑی کہ ایک ایک سیپارہ ہر روز سن لیا کرو جائے غور ہے کہ ایک ایک سیپارہ روز تو بعضے بعضے بندگان خدا از سر نو یاد کر سکتے ہیں وہ حافظ ہی کیا ہو کہ جسنے ایک دو جلسہ میں کلام اللہ نہ پڑھ لیا اور میں جانوں کہ مولوی صاحب سے ایک ایک سیپارہ بھی نہ سنایا جاتا یہ بھی ایک دھمکی تھی مولوی عبدالعزیز صاحب مذکور یوں سمجھکر کہ شاید اب یاد کر کے سناویں اور پھر یاد نہ ہے سو اتنی بات میں سر دست سپارہ دو ہی تو غلط ہو جائیگا یا دو چار سیپارے انکو یاد ہوں اور انکو جوں توں سنا کر پھر کچھ حیلے بہانے لیدیں اور انکو کہنے کو جگہ ہو جائے اسباب پیچھے ہونے اور نیز یہ بھی مرکوز خاطر ہو گا کہ سب پر عیاں ہو جاوے کہ مولوی صاحب کو یاد نہیں انکا حافظ کہنا ایک حرف غلط ہے منجملہ دروغوں کے زبان زد شیعہ ہو گیا ہے ورنہ اگر مار کر ایک دو نے بالفرض بفرض محال کچا پکا یاد بھی کر لیا تو غیرتمندان شیعہ کے لئے تو بھی بات ڈوب مرنے کو بہت ہے کون نہیں جانتا کہ ایک ایک شہر بلکہ بعضے بعضے ایک قصبہ میں اہل سنت میں سو سو بلکہ زیادہ زیادہ حافظ ہوتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ بعضے بعضے قصبات میں اہل سنت ہی کے برابر شیعہ ہوتے ہیں لیکن اہل سنت میں سینکڑوں حافظ ہوتے چلے جاتے ہیں اور شیعوں میں ایک بھی نہیں ہوتا چنانچہ سہارنپور اور پانی پت اور کرانہ میں یہی حال ہے **اقول** مولوی جعفر علی صاحب کے امام دہلی اور متورع اور متقی اور عالم اور فاضل ہونے میں کیا شبہ ہے اور حمائل میں دیکھکر چودہ ماہ رمضان کے جلسہ قرآن خوانی میں پڑھتے تھے سبب اسکا یہ تھا کہ وہ قوانین قرأت کے موافق حروف کو انکے مخارج مقررہ سے مع صفات کے ادا کرتے تھے اور غنہ اور وقف وغیرہ ہر ایک کا خیال رہتا تھا سو وہ دیکھکر پڑھنے میں بسہولت حاصل ہوتا ہے بخلاف حفظ کے کہ اسمیں بکمال عسرت یہ بات حاصل ہوتی ہے اور جب ان امور کا لحاظ ہوتا ہے تو بعض مرتبہ الفاظ ذہن سے نکل جاتے ہیں سو اسلئے حمائل میں دیکھکر پڑھتے تھے کہ لوگوں کو سنانا قرأت کا منظور ہوتا تھا ورنہ حفظ پڑھنے میں کیا تامل تھا اور دو جگہ غلطی کرنے کو تو بالکل غلط لکھتا ہے غلطی انسے ہرگز نہیں ہوئی تھی اور حفاظ اہل سنت جو انکی قرأت کو سننے آتے تھے شیعوں کو انسے دبکر کہنے کی کیا بات تھی بلکہ جسوقت انکو پڑھنے کو کہتے تھے تو پہلے تو وہ انکار ہی کرتے تھے اس نظر سے کہ ہماری قرأت انکی سی قرأت نہیں ہے اور جب انسے بہت کہتے تھے تو وہ بیچارے دبے ہوئے پڑھ بھی دیتے تھے اور غلطی بھی بعضی جگہ کرتے تھے تو ایک مرتبہ گیا ہے تمکو کیا خبر ہے اور جسطرح وہ پڑھتے تھے اسیوقت مولوی جعفر علی صاحب اسیطرح پڑھ دیتے تھے وہ حیران ہو جاتے تھے اور بر زبان پڑھ دینا کیا بڑی بات ہے کہ انکو قرأت میں اسقدر دخل کہاں تھا جو کہ مولوی جعفر علی صاحب کو تھا کہ پڑھنے میں لحاظ وقف و مخارج کا اور انکی صفات کا ہوتا جیسے گھانس کاٹتے ہیں ایسے پڑھ دیتے تھے اور پھر بعض مرتبہ غلطی بھی کرتے تھے اور مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب نے جو ایک دو جلسہ میں تمام قرآن کے پڑھنے کو کہا اور مولوی جعفر علی صاحب نے ایک ایک سیپارہ پڑھنے کو کہا تو سبب اسکا یہ تھا کہ عادت مولوی صاحب ممدوح کی قرأت کے قاعدوں کے موافق ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی تھی اور نقاہت انہیں بدرجہ کمال تھی اس صورت میں تو ایک ایک سیپارہ کا سنانا بھی دشوار تھا لیکن انہوں نے کمال جرأت سے اسکا اقرار کیا تھا اور ایک دو جلسہ میں تو انسے دیکھکر پڑھنا بھی ممکن نہ تھا اور ایک دو جلسہ میں وہ حافظ پڑھ دیتا ہے کہ جسکو رعایت اصول قرأت کی نہیں ہوتی اور جلدی جلدی الفاظ کو آپس میں مخلوط کر کے پڑھتے ہیں جیسے کہ لوگ تراویح میں قرآن کو پڑھتے ہیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب اس مقدمہ میں اور کچھ بھی نہیں سمجھے جیسے کہ تو لکھتا ہے بلکہ انہوں نے ایک سیپارہ کا سننا نہ چاہا ہوگا اور تجھ کو کیا خبر ہے کہ وہ غلطی سے حافظ مشہور ہو گئے ہیں یہ بات تو اہل سنت میں ہے کہ جو کوئی حافظ نہیں ہوتا ہے اسکو بھی حافظ مشہور کر دیتے ہیں اور شیعوں میں جو کوئی حافظ ہے وہ پکا ہی حافظ ہے کچا نہیں ہے مثل حفاظ اہل سنت کے اور سو حافظ اہل سنت کے تو کسی قصبہ میں نہیں ہیں نہ سہارنپور میں نہ پانی پت میں نہ کرانہ میں البتہ حفاظ اہل سنت حفاظ شیعہ سے زیادہ ہیں کہ اس فرقہ کی کثرت بھی تو ہے اور شیعوں میں جو حافظ کم ہوتے ہیں تو وجہ اسکی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے اور سوا اسکے یہ بات ہے کہ حفظ کرنا قرآن کا ضروری مذہب اسلام نہیں ہے کہ اکثر حفظ ہی کرنے کی طرف رجوع کرے بلکہ ثواب کی بات ہے اور اگر حفظ نکرے تو گناہ بھی نہیں ہے اور ایسے ہی اکثر امور مستحبہ ایسے ہیں کہ کوئی بھی اہل سنت میں سے انکو ادا نہیں کرتا ابو حنیفہ کے نزدیک ختنہ کرنا عورتوں کا سنت ہے لیکن کوئی سنی بھی ہندوستان میں اپنی عورتوں کے ختنہ نہیں کرتا اور قرآن کا حفظ کرنا غیر ممکن بات نہیں ہے اگر کافر چاہے تو وہ بھی حفظ کر سکتا ہے اور جب کوئی حافظ شیعہ قرآن کو حفظ سنا دیتا ہے تو اہل سنت یہی جواب دیتے ہیں چنانچہ اکبر آباد میں ایک سنی نے مرزا آغا علی صاحب سے یہ کہا کہ شیعوں میں کوئی حافظ نہیں ہوتا وہ اسکو محلہ شاہ گنج میں حافظ سید حسین کے پاس لیگئے اور جس مقام سے اس سنی نے کہا حفظ سنا دیا بعد سن لینے کے وہ سنی کیا کہتا ہے کہ سنا دیا تو کیا ہوا نصرانی اور ہندو بھی قرآن کو حفظ کر سکتا ہے اور اب حافظ سید حسین بھرتپور میں رہتے ہیں اور متھرا میں جو دو حافظوں نے ایک معرکہ میں قرآن کو تحصیلدار کے مکان پر سنا دیا تو سنی کہنے لگے کہ یہ حافظ شیعہ نہیں ہیں بلکہ سنی ہیں اور روپیہ لیکر انہوں نے کہدیا ہے کہ ہم شیعہ ہیں اور وہ دونو حافظ امروہہ کے رہنے والے ہیں لیکن چاہئے کہ اہل سنت اپنی ہٹ دھرمی سے باز آئیں ایسا ہرگز نہ ہووے گا تو انکے پاس کو گزرا ہی نہیں ہے دیکھتے ہیں اور شیعوں سے قرآن کو حفظ سنتے ہیں لیکن اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے یہی کہتے ہیں کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتا

لعنۃ اللہ علی الکاذبین **قال الشیخ الاشعری** اور وجہ اس یاد نہونے کی حالانکہ مقتضائے طعن اہل سنت یہ تھا کہ کلام اللہ چھوڑ شیعے تفسیر کبیر یاد کر لیتے
یہی بات ہے کہ جیسا تلاوت کا حق ہوتا ہے انکو میسر نہیں آتا اور باعث اسکا واللہ اعلم یا تو یہ ہے کہ طبائع انسانی و حیوانی باعتبار غذا کے جیسی مختلف ہیں کہ کسیکو میٹھا بھلا ہے
کسیکو نمکین کسیکو ایک چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے کسیکو نفرت انگریزوں کو عطر نفیس سے تنفر اور مچھلی کے اچار سے جیسے سونگھ بھی لیجے تو دماغ چھوڑ جان کی خیر نہیں
رغبت پاخانہ کو کیڑے گندگی میں خرم و شاد و عیش و آرام سے رہیں اور خوشبو سونگھیں تو مر جائیں ایسے ہی باعتبار امور دینی کے جو غذا ارواح ہیں ارواح
بنی آدم مختلف ہیں کسیکو رغبت ہے کسیکو نفرت کسیکو لذت آتی ہے کسی کی جان نکلی جاتی ہے سو حضرات شیعہ کو کلام اللہ پر محنت کرتے موت نظر آتی ہے **اقول** اسے
جھوٹوں کے جھوٹے شیعوں کو کیوں نہیں یاد ہوتا ہے جو کوئی ارادہ کرتا ہے یاد کر لیتا ہے اور اس امر میں شیعہ اور سنی دونو یکساں ہیں جیسے کہ بعضے بعضے سنی یاد کرتے ہیں ایسے ہی
بعضے شیعہ بھی یاد کرتے ہیں مگر حفاظ اہل سنت حفاظ شیعہ سے زیادہ ہیں اور اہل سنت میں لاکھوں ایسے ہیں کہ یاد نہیں کرتے نماز کہ جو رکن دین ہے اسکو تو سب ادا ہی نہیں کرتے پھر
تو حفظ قرآن کے لئے پوچھتا ہے کہ جو ضروری نہیں ہے اگر شیعوں کو کلام اللہ پر محنت کرتے ہوئے موت آتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ لاکھوں اہل سنت جو حفظ نہیں کرتے انکو بھی کلام اللہ پر
محنت کرتے موت آتی ہے تخصیص شیعوں ہی کی کیا ہے اور جو کچھ تونے اس قول میں بیان کیا ہے یہ سب حال اہل سنت کا ہے بعضوں کو انمیں سے رغبت قرآن کے حفظ کی ہے اور بعضوں کو نہیں
قال الشیخ الاشعری اور رہا یہ ہے کہ جو شاگرد استاد کی خدمت میں گستاخ ہوتا ہے عادت الٰہی یوں جاری ہے کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا وجہ اسکی شاید یہ ہو کہ
شکر پر وعدہ مزید نعمت ہے چنانچہ فرمایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم یعنی اگر شکر کرو گے تو البتہ ہم اور زیادہ دینگے تو اس صورت میں بشہادت عقل کفران پر زوال
نعمت متفرع ہونا چاہئے ادھر حدیث میں ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ یعنی جو کوئی آدمیوں کا شکر نکریگا وہ اللہ کا بھی شکر نکریگا اور ظاہر ہے کہ ہر چند
منعم حقیقی خداوند کریم ہے پر دولت علم بواسطہ استاد ہی حاصل ہوتی ہے اور نعمۃ عظمے کلام اللہ کے استاد حضرات صحابہ ہیں جنمیں سے خلیفہ اول اور ثالث کو تو وجہ تالیف
مصنف مجازی کہئے تو بجا ہے پھر ان گستاخوں کو یہ نعمت عظمی عطا ہو تو کیونکر ہو **اقول** جن صحابہ کو تو استاد کہتا ہے وہ صحابہ استاد نہیں ہیں استاد وہ ہوتا ہے کہ
جس سے تعلیم حاصل ہوتی ہے اور وہ کسیکو تعلیم کرنے کی لائق نتھے کہ معانی قرآن کو وہ سمجھتے نتھے اور مسائل دین میں غلطیاں کرتے تھے اور تالیف کرنے کلام غیر سے کوئی
استاد نہیں ہو جاتا ہے سو ایسے لوگوں کی خدمت میں گستاخی کرنے کی کچھ قباحت نہیں ہے کہ انہوں نے اس تالیف کو کسی جگہ سے کم کر دیا اور کسی جگہ زیادہ کیا اور کلام خدا
کو اور دوسرے لوگوں کی تالیفوں کو جلوا دیا اور جس نے تالیف کیے دینی سے انکار کیا اسکو زد و کوب کیا جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور استاد اور منعم سب کا خداوند کریم ہے
نہ بیجا تالیف کرنیوالے سو شکر خدا تعالیٰ کا چاہئے نہ ایسے مولفوں کا اور جو کچھ نعمت ہمکو حاصل ہوئی ہے وہ ان لوگوں کے طفیل سے ہے کہ جو معانی قرآن کو سمجھتے تھے اور تم اس نعمت سے
محروم ہو **قال الشیخ الاشعری** مگر جیسے اشارہ خداوندی سے یہ نکتہ مذکورہ معلوم ہوا یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کا ان لوگوں میں منحصر ہونا جو خوب ہی تلاوت کرتے
ہیں اور جو حق تلاوت ہے وہ بجا لاتے ہیں تو بہ نسبت ان لوگوں کے ہے جو کلام اللہ کی تلاوت میں تو مقصر ہیں اور باایں ہمہ اپنی ہی سمجھ کے موافق اسپر عمل کرتے ہیں یا ان لوگوں
کے حق میں جو انکے اتباع و توابع ہیں اور مطلق کم پڑھنے والوں کے یا بالکل نہ پڑھنے والوں کی نسبت حصر نہیں کیونکہ وجہ اس حصر کی ان لوگوں میں جو حق تلاوت ادا کریں
بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ جو کسی کتاب کو کثرت سے دیکھے بھالیگا وہی اسکو خوب سمجھیگا اور اسکی حقیقت کو پہنچیگا اور کلام اللہ پر ایمان اسیکا نام ہے کہ اسکے احکام اور مضامین
کو حق سمجھے جو لوگ ان لوگوں کے متبع ہونگے کہ وہ جیسا تلاوت کا حق ہے تلاوت کیا کرتے تھے اور اس سبب سے اسکی اصل حقیقت کو پہنچ گئے ہیں اور انکے بتلائے موافق عمل کرینگے
وہ بھی ایمان سے محروم نہونگے اور فرقہ مشار الیہا بلفظ ومن یکفر بہ میں داخل نہونگے **اقول** اس آیت میں اشارہ مومنین یہود کی طرف ہے جو کہ توریت میں
حقیت اسلام کو تلاوت کرکے ایمان لائے جیسا کہ تفاسیر اہل سنت میں لکھا ہے اور مومنین اہل اسلام کی طرف اس آیت میں اشارہ نہیں ہے اور اگر قرآن شریف
کی تلاوت کرنیوالوں کو کہا جاوے تو تلاوت تو بعضے سنی اور بعضے شیعہ سب ہی کرتے ہیں لیکن جو حق تلاوت ہے وہ شیعوں میں منحصر ہے کہ اس زمانہ میں
موافق اصول علم قرأت کے پڑھتے ہیں ایمان بھی انہیں ہی میں منحصر ہوگا اور تلاوت قرآن میں مقصر تیرے پیشوا تھے کہ انکو قرآن یاد نتھا جیسے کہ حضرت عمر جس وقت
رسول خدا صلعم نے وفات پائی تو کہا کہ وہ حضرت مرے نہیں ہیں اور پیغمبر مرتا نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انک میت وانہم میتون
اور عورتوں سے الزام کہاتے تھے عورات ناقص العقل کو تو قرآن یاد تھا اور خلیفہ صاحب کو یاد نتھا اور خلاف قرآن کے عورتوں کو دہمکا کر کہتے تھے کہ
تمہارے مہر چھین کر بیت المال میں داخل کرونگا جب عورتوں نے خلیفہ صاحب کو قرآن کی آیت پڑھ کر بات دی تو خجل ہو کر خلیفہ صاحب نے فرمایا کل الناس
افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال اور اپنی سمجھ کے موافق ہی اور اپنی راے پر وہی لوگ عمل کرتے تھے چنانچہ تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب بڑے خلیفہ

صاحب بہادر سے آیات کے معنے پوچھے تو کہا کہ اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور جب پیروں کا یہہ حال ہے تو وا
حال بر مریداں ور تو نے فدک کے مقدمہ میں اپنی رائے سے قرآن کے وہ معانی بیان کئے کہ تیری ہی علما نے تیرے کفر کا فتوی لکھا چنانچہ بعد اسکے خلا کے
جواب کے رد میں اسکا ذکر آئیگا اور جبتک کوئی خوب کتاب کے مطلب کو نہ سمجھے جیسے کہ مطلوب خدا ہے کثرت سے دیکھنا بھالنا کچھ فائدہ نہیں بخشتا ہے اور مطلب کو
اُسکے وہی سمجھیگا جسکو اُستاد حقیقی نے سمجھایا ہے اور محض دیکھنے بھالنے بہت سے خود بخود کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے اور نہ اُسکی حقیقت کو پہنچ سکتا ہے اسکی مثال یہ ہے
کہ چار پائی بر وکتابی چند۔ اور کتاب اللہ کے احکام اور مضامین کو حق تو سب ہی مسلمان سمجھتے ہیں لیکن حق بر وہ ہیں کہ جو وارثان علوم رسولخدا کے مقلد
ہیں نہ جہلاء اپنی رائے سے معانے قرآن کے بیان کرنیوالے اور جسوقت کہ وہ قرآن کو نہیں سمجھتے تھے اور اپنی رائے سے بیان کرتے تھے اور مسائل دین
میں غلطیاں کرتے تھے اُنکے مطیعوں کو بھی ایمان سے کچھ بہرہ نہوگا اور جسوقت کہ بیرحق تلاوت کو نہیں جانتے تھے اور حقیقت قرآن کو نہیں پہنچتے تھے تو مرید
اُنکے اُن سے بھی کمتر ہونگے بلکہ فرقہ مشار الیہا ومن یکفر میں داخل ہونگے **قال الشیخ الاشعری** ہاں جو شخص اُسکی تلاوت میں مقصر رہا ہو اور بے تقلید کسی اور کے
اپنی ہی سمجھ کے موافق اُسپر عمل کرنیکا ارادہ کیا تو ایسی محنت والے تو قانون انگریزی میں بھی بھکتے ہیں جنمیں چنداں دقایق نہیں ہوتے کلام اللہ کو جو
مخزن تمام علوم اور مجموعہ جملہ دقایق ہی کیا خاک سمجھینگے بلکہ بالیقین کچھ کا کچھ سمجھ جائینگے سو ایسے لوگ جو کتاب اللہ کچھ کہے اور وہ کچھ کہیں گو اپنی عندیہ میں کتاب اللہ
پر ایمان رکھتے ہوں کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور اُنپر یہہ قول خداوندی مطابق ہے وَمَنْ یَکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی جو لوگ کتاب اللہ پر ایمان نہ لاوے
سو وہی ٹوٹے میں ہیں **اقول** لاکھوں آدمی مذہب اہل سنت کے تلاوت قرآن سے مقصر رہتے ہیں اور اگر بعضے اُنمیں سے تلاوت کرتے ہیں تو بعضے شیعہ بھی
تلاوت کرتے ہیں اور بے تقلید کسی اور کے اپنی ہی سمجھ کے موافق اُسپر عمل کرنیکا تو پیشوایان اہل سنت کا ہے چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور شیعوں کے مذہب میں اپنی
رائے سے تفسیر قرآن کی بیان کرنی جائز نہیں ہے چنانچہ روایتیں اس مضمون کی تفسیر صافی وغیرہ میں موجود ہیں اور اُنکے یہاں جو کچھ ہے تقلید ائمہ معصومین علیہم السلام ہی
جو کہ وارث تھے علوم نبوی کے اور قوانین انگریزی کا بخوبی سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا کار اہل سنت کا ہے کہ اُسکو سمجھتے ہیں اور بھکتے نہیں ہیں اور اسی سے اُنکو فخر ہے اور
جیسے کہ وہ لوگوں کی راہ سے جمع ہوا ہے ایسے ہی پیشوایان اہل سنت معانی قرآن کے جو کہ مخزن تمام علوم اور مجموعہ جملہ دقایق ہے اپنی رائے اور سمجھ کے موافق بیان کرتے تھے بلکہ
بالیقین کچھ کا کچھ سمجھتے تھے سو ایسے لوگ جو کتاب اللہ کچھ کہے اور وہ کچھ کہیں گو اپنی عندیہ میں کتاب اللہ پر ایمان رکھتے ہوں کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اُنپر یہ قول
خداوندی سراپا مطابق ہے وَمَنْ یَکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْخٰسِرُوْنَ **قال الشیخ الاشعری** اور اس آیت میں بھی اُنکی طرف اشارہ ہے یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا یعنی خدا تعالی
اس قرآن سے بہت لوگوں کو بہکا بھی دیتا ہے **اقول** یہ آیت بھی اُنہیں لوگوں پر صادق آتی ہے جنکو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری**
اور اس تقریر کی صحت کا موید قطع نظر اسکے کہ ظاہر ہے ایک یہ بھی ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو کتاب اللہ کو خوب تلاوت کیا کرتے تھے
اور اس سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامتیں جو اس کتاب میں تھی خوب ذہن ہو گئی تھیں اور اُنکے مطالب کے سب پہلو اُنکے ذہن نشین ہو گئے تھے اسی سبب سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ وہی ہیں ہر طرح سے اُن اوصاف کو آپ پر مطابق پایا اسمیں اختلاف ہے کہ وہ کتاب کونسی تھی تورات یا انجیل
اور وہ لوگ کون تھے یہود یا نصاری **اقول** جو کچھ تو نے تقریر کی ہے وہ قابل قبول اہل انصاف کے نہیں ہے اپنی رائے ہے جو کچھ چاہتا ہے بے سروپا لکھ دیتا ہے اور اس آیت اہل کتاب کے حق
میں نازل ہوا ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ تلاوت سے مراد تلاوت حق ہے اور تو نے اپنی رائے سے خلاف تحریر جمیع مفسرین اہل سنت کے تلاوت قرآن شریف مراد لی ہے کہ جسکو کسی مفسر نے نہیں لکھا ہے اور بخوبی ثابت ہوا
کہ اہل سنت معانی قرآن کو اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں اور اپنی سمجھ کے موافق اُس پر عمل کرتے ہیں اور اُسکی احتیاج نہیں ہے کہ تفسیر اُسکی جناب رسولخدا صلعم سے منقول ہو اپنی
رائے سے جو چاہا کہدیا **قال الشیخ الاشعری** باینہمہ یہہ بھی اہل فہم پر روشن ہے کہ ہیئت مجموعی کی رو سے تمام فرقہ اہل سنت اور علی ہذا القیاس تمام فرقہ شیعہ
ایک گنا جاتا ہے سو ہیئت مجموعی اہل سنت کو جدا لحاظ کیجئے اور ہیئت مجموعی شیعہ کو جدا پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ اس فرقہ میں کثرت تلاوت اور تلاوت کا جیسا
حق ہے پائی جاتی ہے یا فرقہ شیعہ میں اور ہیئت مجموعی کی رو سے سب کا ایک ہی حال ہوتا ہے ایک کی بات سبھی کی طرف منسوب ہوتی ہے تھوڑی ہی تھوڑی
اور بہت سے ہوں تو بہت ہاتھ پاؤں ناک آنکھ کے احوال کو تمام عالم مجموعہ کی طرف یعنی اپنی طرف منسوب کر دیتے ہیں ہاتھ میں کچھ تکلیف ہو تو یوں کہا کرتے ہیں کہ
میں بیمار ہوں یا فلانا بیمار ہے علی ہذا القیاس میں نے کسیکو مارا یا میں نے کسیکو دیکھا یہ ساری اضافتیں جزو کے کل کیطرف باعتبار مجموعہ کے ہوتے ہیں یعنی مجموعہ کو
ایک سمجھکر جزو کی حال کو کل کی طرف منسوب کر دیتے ہیں معہذا للاکثر حکم الکل سبھی کا سنا ہوا جملہ اور سبھی کے نزدیک مسلم ہے اکثر کی بات صفات کل ہی کی طرف منسوب

ہوتی تھی سو اکثر دینداران اہل سنت بکثرت تلاوت میں مشغول رہتے ہیں بخلاف شیعہ کہ اُنکا حال خود عیاں ہے **اقول** جیسا حال اہل سنت کا ہے کہ بعضے اُنمیں سے تلاوت کرتے ہیں اور اکثر تلاوت نہیں کرتے ایسی ہی حال شیعوں کا ہے کہ بعضے اُنمیں سے تلاوت کرتے ہیں اور اکثر نہیں کرتے کچھ فرق نہیں ہے اور اہل سنت کے فرقہ کے آدمی کروڑہا ہیں تلاوت کرنیوالوں کو دیکھئے تو تلاوت کرنیوالوں کی نسبت ایسی ہی نہیں ہیں جیسے آدمی کے بدن پر تِل ہوویں اور شیعوں کی تلاوت کرنیوالوں سے زیادہ جو اُنکی تلاوت کرنیوالے ہیں تو اس جہت سے کہ اُنکے فرقہ کے آدمی کثرت سے ہیں اور شیعہ تھوڑے ہیں اور یہ بات نہیں ہے کہ اہل سنت کے فرقہ میں سے اکثر آدمی تلاوت کرتے ہوں بلکہ اکثر تو نہ تلاوت کرنیوالے اور فساق ہیں اور جسقدر کہ اُنکے یہاں نہ تلاوت کرنیوالے اور بدکار نکلینگے اسقدر تو تمام شیعہ بھی نہونگے چہ جائیکہ نہ تلاوت کرنیوالے اور فساق اُنکی بلکہ اور جسوقت کہ اہل سنت میں نہ تلاوت کرنیوالے اور فساق کثرت سے ہوئے تو ہم یہی کہتے ہیں کہ بہیئت مجموعی اہل سنت کو جدا لحاظ کیجے اور بہیئت مجموعی شیعہ کو بد اپنی نظر رکھئے اور دیکھئے کہ اس فرقہ میں کثرت عادم تلاوت اور نہ حق تلاوت کا اور ہونا فسق و فجور کا پایا جاتا ہے یا فرقہ شیعہ میں اور بہیئت مجموعی کے رو سے سبکا ایک ہی حال ہوتا ہے ایک بات سبھی کیطرف منسوب ہوتی ہے تھوڑی ہے تو تھوڑی اور بہت ہے تو بہت ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کے تمام عالم مجموعہ کی طرف یعنی اپنی طرف منسوب کر دیتے ہیں الٰے آخر ما قال سو اکثر اہل سنت تلاوت نہیں کرتے ہیں بلکہ اکثر اُنمیں جہلاء اور فساق ہیں اور اگر تلاوت کرتے ہیں تو بعضے اُنمیں سے تلاوت کرتے ہیں اکثر اور اکثر کے واسطے حکم کل کا ہے نہ بعض کے واسطے بخلاف شیعہ کہ اُنکا حال خود عیاں ہے کہ اُنمیں اس کثرت سے نہ تلاوت کرنیوالے ہیں اور نہ فساق ہیں - جیسے کہ اہل سنت میں ہیں

قال الشیخ الاشعری اس تقریر کے بعد شاید فاضلان شیعہ اپنے بچاؤ کے یہ سبیل کریں کہ حق تلاوت کے ہماری نزدیک یہ معنی ہیں کہ بخشوع و خضوع و حضور قلب با تدبر آیات تلاوت کیجاوے سو اسباب کی سنیوں میں ہونے اور شیعوں میں ہونیکی کیا دلیل ہے اسلئے بندہ کمترین بطور پیش بندی یہ گزارش کرتا ہے کہ موافق مثل مشہور ہمارا ادہر بھی لیکھا ہے اس بات کی تسلیم سے بھی ہمیں انکار نہیں کیونکہ خشوع و خضوع کا باعث بجز حسن عقیدہ یا کثرت تلاوت بہ نسبت کلام اللہ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا حسن عقیدہ کا باعث خشوع و خضوع ہونا تو ظاہر ہے رہی کثرت تلاوت سو اسکی یہہ وجہ ہے کہ اکثر بنی آدم خدا سے غافل دنیا کی طرف مائل ہوتے ہیں تو ساعت دو ساعت کے ذکر یا تلاوت سے اُنکی غفلت اور رغبت زائل نہیں ہوتی ہاں مدتہا دراز تک اگر ذکر کی مشق کیجے تو مثل اور کاموں کے البتہ بتقدیر یاد داشت اور حضور کامل پیدا ہو جائیگا اُسوقت خشوع و خضوع آپ پیدا ہو جائیگا مگر ان فرقوں کو ذکر کرنیوالے اور تلاوت کرنیوالے ہی جانیں تو جانیں شیعے کیا جانیں **اقول** شیعہ ہر طرح سے بچے ہوئے ہیں اُن پر طعن کرنیکی کوئی صورت نہیں ہے اہل سنت کے دروغگو جو چاہیں اُن پر تہمت کریں اور حق تلاوت کے معنی پہلی اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کے معانی میں تدبر کرے اور موافق اُسکے مقتضا کے عمل کرے اور ترتیل سے پڑھے کہ اُسکے حروف کو اُنکے مخارج مقررہ سے مع صفات کے ادا کرے اور اسکے ہمراہ اگر خشوع و خضوع بھی ہو تو اور اولے ہے اور بے حضور قلب تو پڑھنے کا کچھ لطف ہی نہیں ہے سو اس طرح سے بعضے شیعہ بھی پڑھتے ہیں اور بعضے اہل سنت بھی جن کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے اور ہم بعضی اہل سنت کا اس طرح سے پڑھنے کا انکار نہیں کرتے ہیں جیسے کہ تو شیعوں پر طرح طرح کی تہمت کرکے اپنا ایمان جھوٹ بول کر بدتر کرتا ہے اور باعث خشوع و خضوع کا حسن عقیدہ ہے اور تدبر اسکے معانی کا نہ کثرت تلاوت کہ طوطی کی طرح ماٹتاں کر لیا اس سے کیا ہوتا ہے البتہ باعث ثواب بھی ہے کہ تلاوت قرآن خالی ثواب سے نہیں ہے علے الخصوص وہ لوگ کہ جو معانی الفاظ قرآن کو نہیں جانتے ہیں اور جیسے اُن فرقوں کو اہل سنت جانتے ہیں ایسے ہی شیعہ بھی جانتے ہیں کہ بعضے شیعہ بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے تمام عمر تلاوت قرآن ہی میں بسر ہوتی ہے **قال الشیخ الاشعری** خیر غرض یہ ہے کہ باعث خشوع و خضوع یا حسن عقیدہ ہے یا کثرت تلاوت بلکہ دونوں ملکر باعث خشوع و خضوع ہوتے ہیں سو حسن عقیدہ کا اُن لوگوں کے دلوں میں ہونا تو معلوم جو کلام ربانی کو بیاض عثمانی سمجھتے ہیں **اقول** باعث خشوع و خضوع حسن عقیدہ ہے خواہ کثرت تلاوت ہو خواہ قلت تلاوت اور بیاض عثمانی جو کوئی شیعوں میں سے قرآن شریف کو کہتا مقصود اُسکا اُس سے یہ ہے کہ یہ قرآن جمع کروایا ہوا اس ترتیب سے عثمان کا ہے نہ یہ کہ وہ کلام عثمان کا ہے اور شیعہ کے نزدیک تو جو کوئی اس قرآن کا انکار کرے اور کلام خدا اُس کو نجانے وہ کافر ہے اور بنیاد اُنکی دین کی اور ماخذ حلال و حرام کا اُنکے نزدیک وہی ہے پھر حسن عقیدہ قرآن کے اُنکے دلوں میں نہونیکی کیا وجہ ہے علاوہ عداوت کی راہ سے جو چاہو سو کہو۔ **وقال الشیخ الاشعری** ہاں اہل سنت کے لئے جو کلام اللہ کو بے کم و کاست و تغیر و تبدل حرفاً حرفاً بجنسہ کلام اللہ منزل سمجھتے ہیں جتنا کہیے تھوڑا ہے معہذا موافق نقل عربی الاناء یترشح بما فیہ یعنی ہر برتن میں سے وہی چیز چھلک کر نکلے گی جو اُسکے اندر ہوگی احوال شیعوں اور سنیوں کو مطابق کر کے دیکھ لیجے کسکو اس کلام اللہ سے زیادہ اعتقاد ہے اہل سنت کا حال تو ظاہر ہے اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ حرز جان سمجھتی ہیں اور جہاں شیعی حرزدانوں اور مکانوں میں رکھتے ہیں سنی بوجہ محبت سینوں میں اور جانوں میں رکھتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کلام اللہ کی تعلیم و تعلم سب سے زیادہ اور کسی چیز کی تعلیم کا اہتمام نہیں

سب میں پہلے بچوں کو کلام اللہ ہی پڑہاتے ہیں اور تا مقدور حفظ بھی کراتے ہیں کلام اللہ کے سامنے کسیکی نہیں سنتے یہاں تک کہ احادیث کو بھی اسپر مطابق کرکے دیکھتے ہیں اگر موافق نکلے تو فبہا ورنہ موافق مثل مشہور کالاؤ زبوں بریش خاوند اُسکو راویوں کے سر مارتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ کچھہ کچھہ راوی کا قصور ہے القصہ عقل ونقل کی کسوٹی اور دین و دنیا میں امام سمجھتے ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں **قول** شیعہ بے کم و کاست تغیر و تبدیل کلام اللہ کو البتہ منزل من اللہ سمجھتے ہیں اور اہل سنت کے علماء کے نزدیک اس کلام اللہ میں بہت جگہہ تغیر و تبدیل الفاظ اور آیتیں اور سورتیں بلکہ قرآن کثیر کم ہوگیا ہے چنانچہ عنقریب ہم بیان کرینگے تو تمکو معلوم ہوگا اور اگر سنیوں کو کلام اللہ کے اعتقاد سے ہے تو شیعوں کو بھی اُس سے اعتقاد ہے اور اُنکے ایمان میں وہ داخل ہے اور اُسکو حرز جان سمجھتے ہیں اور اگر تھوڑے سے سنی اپنی سینوں میں اسکو رکھتے ہیں تو بعضی شیعہ بھی اسکو اپنے سینوں میں رکھتے ہیں اور کلام اللہ کی تعلیم و تعلم سے زیادہ اور کسی چیز کی تعلیم کا اہتمام نہیں کرتے اور سب سے پہلے بچونکو کلام اللہ ہی پڑہاتے ہیں جب کلام اللہ کو ختم کر لیتے ہیں تب دوسری چیز شروع کراتے ہیں اور اگر کوئی بعض طالب دنیا قرآن کو چھوڑکر فارسی یا انگریزی پڑہتا ہے خواہ سنی ہو خواہ شیعہ اُسکا اعتبار نہیں ہے اور سب سنی اور سب شیعہ حفظ تو کاہیکو کرتے ہیں مگر بعضے البتہ حفظ کراتے ہیں اور شیعہ بھی کلام اللہ کے سامنے کسیکی نہیں سنتے اور احادیث کو بھی اُسی پر عرض کرتے ہیں اگر قرآن کے مطابق نکلے تو فبہا ورنہ اُس حدیث پر عمل نہیں کرتے اور اہل سنت کے نزدیک تو احادیث کو اگر اپنی رائے کے خلاف نکلے تو بھی رد کرتے ہیں چنانچہ ابو حنیفہ نے چار سو احادیث کو رد کیا ہے جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کچھہ کلام اللہ ہی کے مطابق کرنا نہیں ہے شیعہ البتہ عقل و نقل کی کسوٹی اور دین و دنیا میں امام اپنا کلام اللہ کو سمجھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی حضرت شیعہ اُنکی بے اعتقادی بھی اسی درجہ کی ہے اور کیونکر نہوں علامہ کلینی اپنی کتاب کافی میں جو شیعوں کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے وہ روایتیں رقم فرماتے ہیں کہ جنکی دیکھنے سے کلام اللہ کی طرف سے نعوذ باللہ بالکل جی ٹھنڈا ہوا جاتا ہے شایقین کی نظر سے انشاء اللہ جلد ہی گزرتے ہیں بالجملہ کلام اللہ کی بے اعتباری توراۃ و انجیل کی بے اعتباری سے بھی چند نمبر زیادہ ہے ناظرین روایات مشار الیہا انشاء اللہ اس قول کو آپ تسلیم کرینگے غرض نوبت یہانتک پہنچی ہے کہ کلام ربانی کا نام اُنکی اصطلاح میں بیاض عثمانی ہوگیا ہے اور اپنے آپ بھی کہتے سنئے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ منجملہ ثقلین کلام اللہ کے ساتھہ تو ہمیں تمسک میسر نہیں **اقول** شیعہ ہرگز ہرگز قرآن شریف سے بے اعتقاد نہیں ہیں جو جھوٹ لکھتا ہے کہ بے اعتقادی کی تہمت اُنپر کرتا ہے بلکہ اعتقاد قرآن سے رکہنا اُنکے ایمان میں داخل ہے اور علامہ کلینی نے جو ناقص ہوجانے قرآن کی روایات بیان کی ہیں علماء شیعہ کے نزدیک ہرگز اُن روایات کا اعتبار نہیں ہے کہ وہ منجملہ احاد ہیں چنانچہ معلوم ہوگا بلکہ اُنکے نزدیک تو یہہ ہے کہ کلام اللہ بے کم و کاست یہی ہے نہ اسمیں سے کم ہے نہ زیادہ ہے اور علامہ کلینی کا بھی یہی اعتقاد ہے گو اُنہوں نے روایات کم ہوجانے قرآن کے بیان کی ہیں لوگوں سے سنکر اسواسطے کہ اعتقاد اور چیز ہے اور بیان کرنا روایات کا اور امر ہے بخاری میں اکثر روایات ایسی ہیں کہ محمد اسمعیل بخاری کا اعتقاد اُنکے موافق نہیں ہے کہ وہ روایات تشبیہ اور تجسیم کے ہیں ورنہ ہمارے نزدیک کافی اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے جیسے بخاری سنیونکی نزدیک ہے بلکہ ہماری نزدیک سب کتب احادیث برابر ہیں اور سنیونکی کتابوں میں بھی وہ روایات ہیں کہ جنکے دیکھنے سے کلام اللہ کی طرف سے نعوذ باللہ بالکل جی ٹھنڈا ہوا جاتا ہے منصفونکی نظر سے انشاء اللہ جلد ہی گزرتے ہیں اس شیخ کے قول کے رد میں بالجملہ کلام اللہ کی بے اعتباری اہل سنت کے نزدیک توراۃ و انجیل کی بے اعتباری سے بھی چند نمبر زیادہ ہے ناظرین روایات مشار الیہا انشاء اللہ تعالی اس قول کو آپ تسلیم کرینگے اور سوا اسکے ایک بے اعتباری کی دلیل یہہ ہے کہ پیشاب سے قرآن کی آیت کا لکہنا اُنکے نزدیک جائز ہے چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں لکھا ہے اور قرآن شریف شیعونکی اصطلاح میں ہرگز بیاض عثمانی نہیں ہے اور اگر کسی نے خوش طبعی کی راہ سے لکھدیا ہے تو مراد اُس سے یہہ ہے کہ عثمان نے اسکو جمع کروایا ہے اور اُسکے ترتیب نزول کو اُلٹ پلٹ کردیا ہے اور کہیں کی آیت کہیں ڈالدی ہے لیکن وہ سب ہی کلام ربانی ہے عثمان کا کلام نہیں ہے اور نہ کوئی شیعہ اُسکو کلام عثمان کہتا ہے تاکہ جای گرفت ہو اور یہہ بھی کوئی شیعہ نہیں کہتا ہے کہ منجملہ ثقلین کلام اللہ کے ساتھہ تو ہمیں تمسک میسر نہیں ہے اور اگر بالفرض کسینے کہا بھی ہے تو اس اعتبار سے کہ ہم مضامین قرآن کو نہیں سمجھہ سکتے ہیں اُسکی تفسیر میں جو کچھہ پیغمبر صلعم اور امام علیہ السلام فرماویں وہ حق ہے اور اپنی رای سے ہم کچھہ نہیں کہہ سکتے جیسے کہ پیشوایان اہل سنت اپنی رای سے تفسیر کرتے تھے سو اُنکو ہی حقیقت میں قرآن سے تمسک نتہا بلکہ یہہ اپنی رائے کے تھے **قال الشیخ الاشعری** ایضاً اور ہر تلاوت کلام ربانی کے انداز اور مجلس مرثیہ و کتاب خوانی کی توقیر و تعظیم کے موازنہ سے خوب ظاہر ہے کہ گو شیعوں کے دلمیں کلام اللہ کی مرثیوں کے برابر بھی قدر منزلت نہیں گو زبان سے نہ کہیں ورنہ اسکے کیا معنے کہ کلام اللہ کے پڑہنے والے کو بھی حقہ کے پی لینے میں کچھہ دریغ نہو اور محفل مرثیہ و کتاب میں کیا مقدور جو کوئی حقہ کی طرف دیکھہ بھی سکے بہر حال حال اکثر شیعہ اس بات پر شاہد ہے کہ کلام اللہ کی عظمت اُنکے دلوں میں چنداں نہیں گو اقل قلیل اہل سنت میں بھی ایسے

ہوں کہ انکا حال اُنکے قال کے موافق نہو **اقول** کہاں تلاوت کلام ربانی کے انداز اور کہاں مجلس مرثیہ خوانی چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ وہ کلام خدا یہ کلام بشر کیونکر برابر ہو سکتے ہیں اور یہ کہنا کہ شیعوں کے دل میں کلام اللہ کی مرثیوں کی برابر قدر و منزلت نہیں چاند پر خاک ڈالنی ہے اور چاند خاک ڈالنے سے کب پوشیدہ ہوتا ہے شیعوں کا قرآن شریف ایمان ہے اُسکی منزلت کی برابر اُنکے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں ہے کہ وہ سب سے اعلےٰ ہے۔ کیا کیا تہمتیں شیعوں پر کرتے ہیں خدا انکو سمجھے ہاں اس طرح کہیں تو مضائقہ نہیں ہے کہ مجلس حال و قال جہاں ڈھولک بجوا کر پیر اہل سنت کے ناچتے اور کودتے ہیں اُسکی تعظیم و توقیر کلام ربانی سے بڑھکر ہے اہل سنت کے نزدیک کہ جب حال کھیلنے والا کھڑا ہوتا ہے تو سب آدمی اُس مجلس کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو سب بیٹھ جاتے ہیں اور کلام اللہ کی تعظیم کے واسطے کونسا سُنی کھڑا ہوتا ہے ایک مجلس میں چالیس پچاس سُنی بیٹھے ہوں اور کوئی شخص سامنے سے کلام اللہ لیکر آئے تو کوئی سُنی کھڑا ہوگا اور حقہ کا پینا روایاتِ معتبرہ صحیحہ کی رو سے شرع میں ممنوع نہیں ہے خواہ کلام اللہ پڑھنے والا ہو خواہ مرثیہ اور کتاب پڑھنے والا لیکن بتعظیم تلاوتِ قرآن کے سبب کوئی شیعہ وقت پڑھنے قرآن کے حقہ نہیں پیتا ہے اور مجلس قرآن خوانی میں بھی کوئی شیعہ حقہ نہیں پیتا ہے وہاں سے بھی حقہ کو اُٹھا لیتے ہیں اور مجلس مرثیہ خوانی میں جو حقہ نہ پینے کی رسم ہوگئی ہے تو کچھ تعظیم مجلس کے واسطے نہیں ہے بلکہ اسواسطے حقہ اُٹھا دیتے ہیں کہ مرثیہ کے سننے کی طرف متوجہ ہوں اور مرثیہ کو سنکر گریہ کریں اور اُسوقت اگر حقہ پئیں گے تو توجہ مرثیہ کی طرف بخوبی نہو گی یہ رسم ہندوستان میں ہے اور ایران میں تو منبر کے نیچے حقہ پیتے ہیں جسوقت کتاب خوان منبر پر کتاب پڑھتا ہے اور عظمت کلام اللہ کی تو شیعوں کے نزدیک ایسی ہے کہ سنیوں کے نزدیک بھی نہو گی **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی کثرت تلاوت اُسکے کہنے کی کچھ حاجت نہیں یہ تو شیعوں کے اقرار سے بھی بفضلہ تعالیٰ نصیب اہل سنت ہی ہوا ہے القصہ اگر علماء شیعہ حق تلاوت کو معنی خشوع و خضوع رکھیں تو ہمیں تو کچھ انکار نہیں کیونکہ خشوع و خضوع بھی اگر ہے تو اہل سنت ہی میں ہے پر اسکو کیا کیجے کہ نظم و نسق کلام اللہ اسی طرف ہے کہ حق تلاوت سے کثرت تلاوت ہی مراد ہے کیونکہ اول تو حق تلاوت یتلونہ کا مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق سب جانتے ہیں کہ بمعنی فعل مذکور یا اُسکے اقسام میں سے ہوتا ہے سو کثرت تلاوت تو بیشک اقسام تلاوت میں سے ہے پر خشوع و خضوع داخل تلاوت نہیں بلکہ امور خارجیہ میں سے ہیں کون نہیں جانتا کہ تلاوت زبان کا کام ہے اور خضوع و خشوع دل کے احوال میں سے ہے اور یہ بھی نہ سہی اولئک الذین یومنون بہ کو الذین آتیناہم پر محمول کرنا اسبات کو مقتضی ہے کہ ایمان تلاوت موصوف پر متفرع ہو چنانچہ جو لوگ فنون بلاغت سے آشنا ہیں وہ اسبات سے بھی آشنا ہیں اور اسیواسطے یومنون بصیغہ استقبال فرمایا آمنوا نفرمایا **اقول** اول تو یہ ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور کتاب سے مراد اُنکی کتاب ہے اور حق تلاوتہ کے معنی میں اختلاف ہے بعضے علماء اہل سنت تو کہتے ہیں کہ یصفونہ حق صفتہ اور ضمیر کو رسول خدا صلعم کی طرف پھیرتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ مراد اُس سے یعملون حق العمل بہ ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ معنی اُسکے یتبعونہ حق اتباعہ اور صاحب بیضاوی نے معنی اسکے یہ لکھے ہیں کہ یتلونہ حق تلاوتہ بمراعات اللفظ من التحریف و التدبر فی معناہ والعمل بمقتضاہ یعنی تلاوت کرتے ہیں اسکو جو کہ حق تلاوت ہے کہ لفظ کو اُسکی تحریف سے نگاہ رکھتے ہیں اور اُسکے معنی میں تدبر کرتے ہیں اور موافق مقتضا اُسکے کے عمل کرتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ معنی اُسکے یہ ہیں کہ ترتیل سے اُسکے الفاظ کو ادا کرتے ہیں اور معانی کو اُسکے سمجھتے ہیں اور ہمارے یہاں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ مراد اُس سے یہ ہے کہ ٹھیر جاتے ہیں وقت ذکر جنت اور نار کے اور جنت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں اور کثرت تلاوت اسکے معنی کسی نے نہیں لکھے اپنی رائے سے یہ شیخ جو کچھ چاہتا ہے لکھتا ہے جیسے کہ اسکے پیشوا اپنی رائے سے تفسیر قرآن کی بیان کرکے کہتے تھے کہ اگر اسمیں خطا ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ مراد اس سے کثرت تلاوت ہے تو کیا بعضے شیعہ ایسے نہیں ہوتے ہیں بچشم خود بعضے شیعہ کو دیکھا ہے کہ صبح سے شام تک سوائے تلاوتِ قرآن کے انکا کچھ اور شغل نہیں ہے اور جیسے کہ سب شیعہ ایسے نہیں ہوتے ہیں تو سب اہل سنت بھی ایسے نہیں ہوتے بعضے ہی ہوتے ہیں ہاں اہل سنت جو کثرت سے ہیں اور شیعہ قلیل ہیں تو ایسے آدمی اہل سنت کے شیعوں سے زیادہ ہیں اور شیعہ ہرگز یہ اقرار نہیں کرتے ہیں کہ کثرت تلاوت نصیب اہل سنت ہی ہے اور شیعہ اس سے محروم ہیں تو جھوٹ لکھتا ہے اور علماء شیعہ حق تلاوت کو بمعنی خضوع و خشوع ہرگز نہیں کہتے ہیں یہ بھی تو جھوٹ اپنی رائے سے ایجاد کرکے لکھتا ہے اور خضوع و خشوع سے شیعہ محروم بھی نہیں ہیں جو کہ اُن میں معانی قرآن کو سمجھتے ہیں البتہ وقت تلاوت کے خضوع و خشوع سے پڑھتے ہیں تخصیص اہل سنت کی نہیں ہے اور نظم و نسق کلام اللہ کو تو کیا جانے جو کہ ماہرین فن عربیت ہیں مثل صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی وغیرہ کسی نے بھی معنی اسکے کثرت تلاوت کے نہیں لکھے کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ حق تلاوتہ مفعول مطلق واقع ہوا ہے جیسے کہ یہ سُنی حق تلاوتہ کے کثرت تلاوت نہیں ہیں ایسے ہی شیعوں کے نزدیک مراد اُس سے خضوع اور خشوع ہی نہیں ہے تو عبث کاغذ کو کیوں سیاہ کرتا ہے اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ تلاوت زبان کا کام ہے اور خضوع و خشوع دل سے تعلق رکھتا ہے اور اولئک یومنون بہ اگر الذین آتیناہم پر محمول ہو تو تیرا مطلب اس سے کیا ثابت ہوا کہ مراد حق تلاوت سے یہاں کثرت تلاوت نہیں ہے اور نہ ہم اسکو بمعنی خضوع و خشوع کہتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** طرفہ یہ ہے کہ درصورتیکہ حق تلاوت بمعنی خضوع و خشوع ہو معاملہ برعکس ہو جائیگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایمان سے یا تو معنی مشہور مراد لیجے یا بمعنی کمال انقیاد و تسلیم جسے کامل ایمان کہتے ہیں کہئے یا تصدیق معانی مقصودہ جو مراد خداوندی ہے قرار دیجے سو بہر صورت معاملہ برعکس ہے ایمان بمعنی مشہور یعنی تصدیق

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا خشوع وخضوع سے پہلے ہونا کسی پر مخفی ہی نہیں سب جانتے ہیں کہ ایمان ہی کی بقدر ایمان خضوع وخشوع پیدا ہوتا ہے نہ کہ برعکس۔ ہاں ایمان بمعنے
کمال انقیاد سو وہ بھی اسی طرح خضوع وخشوع تلاوت سے مقدم ہے کیونکہ یہ سبب ہے وہ مسبب معہذا آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ بھی
اسی طرف مشیر ہے کہ ایمان کامل باعث کثرت ذکر اور موجب کمال اطمینان قلب جمعیت توجہ الی اللہ اور حضور قلب کا ہوتا ہے کیونکہ اطمینان قلب کا حاصل ہونا بجز نفوس مطمئنہ کے
جو کامل الایمان ہوتے ہیں متصور نہیں چنانچہ بدیہی ہے باقی رہا ایمان بمعنی تصدیق وعلم مراد خداوندی سو وہ بھی بشہادت آیہ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ
تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ حال خضوع جو آیہ میں بضمن تری اعینہم تفیض من الدمع مذکور ہے مقدم ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب سنیں وہ لوگ
کہ جنکا اوپر سے ذکر ہے اس کلام کو جو رسول پر نازل کی گئی ہے تو دیکھے تو انکی آنکھوں کو کہ آنسوؤں سے بہ رہی ہیں بسبب اسکے کہ جان لیا ہے انہوں نے حق بات کو الخ سو اس سے یہ بات
صاف روشن ہے کہ انہوں نے کلام اللہ کو سنکر مضامین حق دریافت کئے اس سبب سے انکا یہ حال ہوگیا کہ آنسوؤں کا تار بندھ گیا ہے یعنی بسبب حق کے دریافت ہونے کے انکے دلوں میں
خشوع وخضوع پیدا ہوگیا نہ یہ کہ رونے اور خشوع وخضوع کے باعث انکو حق بات معلوم ہوگئی ہے غرض بصورتیکہ حق تلاوت بمعنی خشوع وخضوع ہو تو بہر طور ترتیب بالعکس ہو ئی
جاتی ہے ہاں اگر حق تلاوت سے کثرت تلاوت مراد ہو تو تینوں صورتوں میں ترتیب بطور خود رہیگی کیونکہ بے ایمانوں اور ضعیف الایمانوں کو تو کثرت تلاوت موجب آگاہی حقائق و
دقائق کلام ربانی ہوتی ہے اور باعث ہدایت اور رفع شکوک اور سبب حسن عقیدت جو عین ایمان ہے ہوجاتی ہے سو اگر ایمان سے ایمان بمعنی مشہور مراد ہو تو بایں طور کثرت تلاوت باعث
حصول ایمان ہے اور اگر کمال ایمان مراد ہے تب بھی یہی بات ہے کیونکہ کثرت تلاوت سے دم بدم غفلت زائل ہوجاتی ہے اور لمحہ بلمحہ بلکہ یادداشت اور حضور قلب ترقی پکڑتا ہے اور صفائ
آئینہ قلب کی زیادتی اور انوار تجلیات کے ہجوم کا باعث ہوجاتی ہے اسوجہ سے تصدیق قلبی محکم اور مستحکم ہوجاتی ہے اور کمال انقیاد پیدا ہوتا ہے باقی رہا ایمان بمعنی علم مراد خداوندی
سو اسکا کثرت تلاوت پر متفرع اور مترتب ہونا سب ہی پر ظاہر ہے کون نہیں جانتا کہ ایک کتاب کا کثرت سے مطالعہ کرنیوالا اسکے مطلب کو بہ نسبت ان لوگوں کے جو اسکی طرف متوجہ
نہیں ہوتے اکثر صحیح ہی سمجھتا ہے **اقول** ہم حق تلاوت کو بمعنی خشوع وخضوع نہیں کہتے ہیں تو اپنی طرف سے بمعنی خشوع وخضوع کہتا ہے اور پھر اسکا جواب دیتا ہے اور کثرت تلاوت
بھی نہیں بن سکتا اسواسطے کہ جبتک کہ پہلے ایمان نہوگا اسکے ساتھ تو وہ کیوں اسکی تلاوت کریگا یہ جاکہ کثرت تلاوت اور اس کے ساتھ خشوع وخضوع اور باعث
حسن عقیدت یہ سب موقوف ہے کہ پہلے ایمان حاصل ہولے اور اگر کلام اللہ کو کسی سے سنکر ایمان لائیگا تو اسکے معنی میں عمل کرے اور موافق اسکے مقتضا کے عمل کرے خواہ
کلام اللہ کو خود دیکھے اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہی ہو یا کسی دوسرے سے سنے اور محض تلاوت سے کیا ہوتا ہے خواہ کثرت سے ہو خواہ نہو اور اگر مراد یہ ہے کہ کافر اگر کثرت سے تلاوت کریگا تو اس پر ایمان
لائیگا سو کثرت تلاوت سے کیا ہوتا ہے طوطے کی طرح ٹاں ٹاں کیا کرو بلکہ حق تلاوت سے مراد وہ ہے کہ جو مفسرین نے لکھا ہے کہ اسکے معانی میں تدبر کرے اور موافق اسکے مقتضا کے عمل
کرے اگرچہ ایک مرتبہ ہی تلاوت ہو جب ایسا کریگا تو اسپر ایمان لائیگا اور کثرت تو نے کہاں سے نکالی اور یہی اسکے معانی میں مطابق تفاسیر اہل سنت کے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگونکو
ہم نے کتاب توراۃ دی ہے تو وہ اسکے معانی میں تدبر کرتے ہیں اور تحریف نہیں کرتے ہیں وہ ہی ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر نہ تحریف کرنیوالے اور جو کوئی کفر کرے اسکا یعنی
کرے وہ لوگ ٹوٹے میں ہیں اور کثرت تلاوت کے معانی تو درست ہی نہیں ہو سکتے اسواسطے کہ اسوقت اسکے یہ معنی ہونگے کہ جو کثرت سے تلاوت کرتے ہیں وہ اسپر ایمان لاتے ہیں اور جو کہ
کثرت سے تلاوت نہیں کرتے وہ اسپر ایمان نہیں لاتے اور حال یہ ہے کہ ایمان لانا تلاوت پر موقوف نہیں ہے اور اگر ایسا ہو تو کثرت سے تلاوت نکرنیوالے یا کبھی کبھی تلاوت کرنیوالے
کافر ٹھیریں سو ایسے اہل سنت دنیا میں لاکھوں ہیں اور پہلے تو یہ کہتا تھا کہ اہل سنت کثرت سے تلاوت کرنیوالے ہیں اور اب کہتا ہے کہ کفار کثرت تلاوت سے ایمان لائینگے اور حال یہ
کہ آیت نازل تو ہوئی ہے اہل کتاب کے حق میں جو کہ کتاب توراۃ کو پڑھکر ایمان لائے تھے اور یہ شیخ قرآن شریف کو کہتا ہے اور اگر کثرت تلاوت ہی باعث حصول ایمان ہے
جیسا کہ یہ شیخ کہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اہل سنت جو کثرت سے تلاوت کرتے ہیں انکو اس تلاوت سے ایمان حاصل ہوا ہے اور پہلے وہ کافر تھے اور جو سنی کہ کثرت سے تلاوت نہیں کرتے ہیں یا کبھی
کبھی تلاوت کرتے ہیں وہ کافر ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب ایک شبہ باقی رہا وہ یہ ہے کہ آیت الذین آتیناہم سے ایمان کا تلاوت موصوف پر متفرع ہونا ہر چند ظاہر ہے
چنانچہ مبتدا کو بقید مذکور مقید کرنا اور اولئک یومنون بہ کا اسپر محمول کرنا اور یومنون کہنا اور آمنوا نہ کہنا سب اسی طرف مشیر ہیں مگر احتمال یہ بھی تو ہے کہ لطور معلوم تلاوت کثا
ایمان کی فقط علامت ہو اور ترتب اور تفرع کا کچھ لحاظ نہو اور ظاہر ہے کہ بعضی اشیاء کے علامتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ان اشیاء ہی کے سبب پیدا ہوتی ہیں جیسے
دھواں دور سے جہاں سے آگ نظر نہ آتی ہو آگ کے علامت ہے اور تسپر آگ ہی سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا وجود آگ کے وجود کی فرع ہے آگ کا وجود اسکے وجود کی فرع نہیں ہے ایسے
ہی اگر تلاوت موصوف ایمان کی علامت بھی ہو اور پھر ایمان ہی سے پیدا بھی ہوتی ہو اور بغرض بیان علامت ہی جناب باری نے یہ فرمایا ہو تو کیا حرج ہے اس شبہ کا جواب
یہ ہے کہ عمدہ توجیہ کو چھوڑ کر ایسے احتمال ضعیف کو لینا اول تو یہی دلیل کم فہمی ہے خصوصاً خدا کے کلام میں کہ اسمیں تو بالاتفاق اگر ہوگی تو عمدہ توجیہ مراد خداوندی ہوگی

دوسرے سلمنا لیکن اسکا کیا جواب کہ بیان علامت سے تو غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ شے جسکی یہ علامت ہے متمیز اور متبین ہو جائے سو جبتک علامت خود متمیز اور متبین نہو گی
تب تک بیان علامت بیکار ہے خدا کے کلام میں بیہودہ اور بیکار باتوں کا ہونا منجملۂ محالات ہے اور چونکہ خشوع وخضوع امر مخفی ہے اُسکو علامت ایمان مقرر کرنا تعریف
مجہول بالمجہول اور تشریح مخفی بالمخفی کی قسم میں سے ہے البتہ کثرت تلاوت ایک امر محسوس ہے اُسکو اگر علامت کہئے تو زیبا ہے اور پھر قطع نظر اسکے مفید ترتیب کو بمعہذا خضوع
وخشوع کی طرف بھی اشارہ ہو گیا اور ترتیب اور تفریع بھی ہاتھ سے نگئی اور حق تلاوت کا مفعول مطلق ہونا بھی صحیح و درست رہا اور کسی طرح کی تکلف کی ضرورت نہ پڑے

اقول ۔ ہم اوپر بیان کر چکے کہ حق تلاوت کو بمعنی خشوع وخضوع ہم نہیں کہتے اور نہ حق تلاوت بمعنی کثرت تلاوت ہے اور شبہ مذکورہ اسمیں البتہ ہو سکتا ہے کہ حق تلاوت جو بمعنی
خضوع وخشوع ہے علامت ایمان کی ہے اور ایمان میں سے ہی پیدا ہوا ہے اور جواب اُسکا مسکت خصم نہیں ہے اور تیری توجیہ عمدہ کیونکر ہے اُسکی عمدگی بیان کی ہوتی اور
شبہ کرنیوالا کہتا ہے کہ یہ احتمال تیری توجیہ سے قوی ہے اور خشوع وخضوع امر مخفی بھی نہیں ہے بلکہ یہ بھی امر محسوس ہے مثل کثرت تلاوت کے اسواسطے کہ یہ خضوع وخشوع اگرچہ دل سے تعلق
رکھتا ہے لیکن جس وقت کہ کوئی خشوع وخضوع سے پڑھتا ہے تو اُسکا اثر پڑھنے والے کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتا ہے اور پڑھنے والے کی صورت دیکھکر معلوم ہو جاتا ہے اور بخوبی
اُسکے چہرہ سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ آدمی خشوع وخضوع سے پڑھتا ہے **قال الشیخ الاشعری** جب اس شبہ کی تردید سے فراغت پائی تو ایک اور فائدہ گوش گزار اہل فہم ہے وہ
یہ ہے کہ قید آتینا ہم سے یوں خیال میں آتا ہے کہ جن لوگوں کو کتاب نہیں دیگئی یعنی اُسکو مانتے ہی نہیں چہ جائیکہ مانکر غلط سمجھ جانا اُن لوگوں میں سے اگر کوئی حافظ ہو جائے
تو مضائقہ نہیں یا یوں کہئے کہ اُسکو ایسی تلاوت جسے تلاوت کا حق کہتے ہیں میسر آجائے تو آجائے پر اُن لوگوں میں سے جنہیں ملی ہے یعنی اُسکو تسلیم کر لیا کثرت تلاوت وہاں
ہی ہوگی جہاں حق ہی ہوگا کچھ کجی نہوگی کیونکہ کثرت تلاوت جسے تلاوت کا حق کہتے ہیں علامت ایمان ہے، تو فقط اُنہیں کی نسبت ہے جو اُسکو تسلیم بھی کرتے ہیں کہ ہر
کسی کجی حق میں اس صورت میں جو مشہور ہے کہ برنس نصرانی کو کلام اللہ یاد تھا کیا عجب ہے کہ صحیح ہو گو بہرحال بعلامت یتلونہ حق تلاوتہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بشارت اولٰئک
یؤمنون بہ فرقہ اہل سنت کیلئے ہے اور حضرات روافض منجملہ ومن یکفر بہ فاولٰئک ہم الخاسرون ہیں جسکے یہ معنی ہیں اور جو کتاب اللہ سے پھر گئے سو وہی ٹوٹے میں ہیں **اقول**
یہ شبہ تجھ سے بخوبی رد نہیں ہو سکا اور یہ فائدہ بھی تیرا بیان بیفائدہ ہے! سواسطے کہ برنس نصرانی تو اہل کتاب میں سے ہے اور اُن لوگوں ہی کا ذکر آیہ مذکورہ میں ہے نہ قرآن کا اور مسلمانو
کا اور وہ اپنی کتاب کو مانتے بھی ہیں اور اگر قرآن کو نہیں مانتے تو کیا ہوا قرآن کیے دینے کا تو آیت مذکورہ میں ذکر ہی نہیں ہے اور جن لوگوں نے کہ قرآن کو مانا اور پھر اُسکے الفاظ میں
غلطی جانی وہ اہل سنت ہیں چنانچہ معلوم ہوگا اور جسے حق تلاوت کہتے ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ جہاں حق ہو وہیں ہو بلکہ غیر حق میں بھی موافق تیرے اقرار کے ہو سکتی ہے اسواسطے
کہ تو لکھتا ہے کہ جن لوگوں کو کتاب نہیں دیگئی وہ حافظ ہو سکتے ہیں جیسے کہ برنس تھا اور جب حافظ ہوا تو کثرت تلاوت بھی کریگا ورنہ اُسکو قرآن کیونکر یاد رہیگا اور کثرت تلاوت علامت
ایمان بھی نہوئی اسواسطے کہ اگر علامت ایمان تھی تو برنس نصرانی حافظ نہیں ہو سکتا تھا اور جو حق تلاوت ہے وہ اکثر اہل سنت میں بھی نہیں پایا جاتا الفاظ کو بقاعدہ قرات
کے ادا کرتے ہیں اور اکثر سنی ہندوستان کے رہنے والے نہیں جانتے کہ قرآن کا کیا مطلب ہے طوطے کی طرح ٹاں ٹاں کر لیتے ہیں اور جو مراد ہے حق تلاوت سے کہ اُسکے معانی میں تدبر کریں
اور موافق اُسکے مقتضا کی عمل کریں جیسے کہ بیضاوی میں لکھا ہے سو وہ جہلاء اُس سے واقف ہی نہیں ہیں اور کثرت تلاوت ہرگز حق تلاوت نہیں ہے اور نہ کسی نے لکھا ہے تو اپنی طرف
سے ٹاں ٹاں کرتا ہے اور اگر قرآن کو غلط تسلیم کیا جیسے کہ علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ قرآن غلطیوں کو شامل ہے تو اس صورت میں اہل سنت بھی مثل نصرانیوں کے ہوئے کہ انکا
اور اُنکا اعتقاد بہ نسبت قرآن شریف ایک ہے بہرحال بحکم آیہ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ
زمرہ مومنین میں سے ہیں اور اہل سنت گروہ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ میں سے اسواسطے کہ شیعہ قرآن کو حق اور صحیح اعتقاد کرکے تلاوت کرتے ہیں کہ جو حق تلاوت ہے
اور کہتے ہیں کہ اسمیں کسی طرح کی غلطی نہیں ہے اور جس طرح سے کہ یہ ہے اسپر ہمارا ایمان ہے، اور اہل سنت کہتے ہیں کہ قرآن میں غلطیاں ہیں اور قرآن کے الفاظ تبدیل یا کچھ کے کچھ
ہو گئے ہیں اور کاتبوں نے قرآن کو غلط کر دیا ہے غلطیاں لکھکر بلکہ قرآن کی غلطی الفاظ پر عثمان اور عائشہ کا اقرار ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اس صورت میں اہل سنت نے قرآن کا
کفر کیا کہ اُسکو مثل یہود ونصاریٰ کے غلط قرار دیا اور سارے قرآن کے صحیح اور حق ہونے پر ایمان نہ لائے اس جہت سے یہ فرقہ آخرت میں ٹوٹے والوں میں سے ہوگا **قال الشیخ الاشعری**
اب التماس یہ ہے کہ سوا آیت مذکورہ آیات کثیرہ حقیت مذہب اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالت کرتی ہیں اور کیونکر دلالت نکریں جسقدر عقائد مخصوصہ مذہب شیعہ اور فروع
خاصہ مذہب مذکور ہیں تمامہا مخالف کلام اللہ ہیں اور مذہب اہل سنت سراپا کلام اللہ پر مطابق اور وجہ اسکی یہی ہے کہ بسبب تلاوت کے حق ادا کرنیکے اہل سنت تو مغز سخن ربانی کو پہنچے
اور شیعہ بسبب اسکے کہ کثرت تلاوت بوجوہ مذکورہ اُنکو میسر نآئی دقائق کلام اللہ کو نہ سمجھے مگر چونکہ آیت مذکورہ کے ذکر کرنے سے یہ نکتہ معلوم ہو گیا تو اہل عقل بالاجمال سمجھ جاوینگے کہ بیشک
آیات ربانی مخالف مذہب شیعہ ہونگی اور مذہب اہل سنت تمامہا موافق قرآن مجید تو قطع نظر اسکے کہ آیت مذکورہ حقیت مذہب اہل سنت وبطلان مذہب شیعہ پر جداگانہ بھی دلالت کرتی ہے

چنانچہ ملاحظہ تقریر بالا سے واضح ہو جائیگا اور آیات کے حوالہ سے بھی حقیت مذہب اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالت کرتی ہیں چونکہ اسوجہ سے یہ آیت اور آیات کی بھی ہیں ثابت کرتی
ہے تو اسکو کیا بیان کیا گویا سبھی کو بیان کر دیا اسوجہ سے اور آیات کے بیان سے مقصر ہوں معہذا اگر تمام آیات مخالف مذہب شیعہ کو لیجیے تو ایک دو تو نہیں جو سہل ہو بکثرت بلکہ اکثر آیات کلام اللہ
عقائد و احکام و اصول و فروع مذہب شیعہ کو رد کرتے ہیں اور مذہب اہل سنت کی حقیت و حقانیت پر شاہد ہیں اس رسالہ مختصر میں سب کی گنجایش کہاں خصوصاً جبکہ بقدر فہم انکی
شرح بھی کیجیے اور انسے اہل سنت کی حقانیت اور انکے مذہب کی حقیت اور اہل تشیع کے مذہب کے بطلان پر استدلال بھی لائے **اقول** یہ شیخ آیت الذین آتیناہم الکتاب الخ سے جو اپنا مطلب
ثابت کرتا ہے اور حق تلاوت سے مراد کثرت تلاوت لیتا ہے اور کتاب سے مراد قرآن شریف لیتا ہے بالکل خلاف واقع ہے نہ تو حق تلاوت سے مراد کثرت تلاوت ہے اور نہ کتاب سے مراد قرآن ہے بلکہ جو کچھ بیضاوی
وغیرہ کتب تفاسیر میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ مراد کتاب سے توریت ہے اور جنکو کتاب دی ہے وہ یہود ہیں نہ مسلمان اور حق تلاوت سے مراد اسکے معانی میں تدبر کرنا ہے نہ کثرت تلاوت اور کثرت تلاوت جو اہل سنت
میں منحصر کرتا ہے یہ بھی غلطی ہے بلکہ شیعوں میں بھی تلاوت بعضے آدمی کثرت سے کرتے ہیں کہ انکا شغل سوائے تلاوت قرآن کے دوسرا کوئی کام نہیں ہے اور جب کہیں کو سفر کرتے ہیں تو ایک
حمائل اور صحیفہ کاملہ انکے پاس حرز جان ہوتا ہے اور کثرت تلاوت سے مراد اگر یہ ہے کہ اہل سنت میں بہت آدمی تلاوت کرتے ہیں اور شیعوں میں تھوڑے آدمی تو وجہ اسکی یہ ہے کہ
انکے فرقہ کے آدمیوں کی کثرت بھی تو ہے شیعہ بہ نسبت انکے عشر عشیر بھی نہیں ہیں اور جو کچھ اسنے اس قول میں لکھا ہے کہ سوا آیت مذکورہ آیات کثیرہ حقیت اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر
دلالت کرتی ہیں بالکل الٹا لکھا ہے بلکہ سوائے آیت مذکورہ کثرت سے آیات قرآنیہ حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ اپنے مقام پر معلوم ہو جائیگا اور
سوائے اسکے یہ ہے کہ انکا ایمان کل قرآن پر نہیں ہے بلکہ قرآن میں بہت سی غلطیاں ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ دوسرے الفاظ سے بدل گئے ہیں اور کاتبوں نے قرآن میں
غلط الفاظ لکھدیے ہیں چنانچہ عنقریب سب معلوم ہو جائیگا اور اب میں بھی جو کچھ حق ہے وہ کہتا ہوں کہ آیات کثیرہ حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت پر دلالت کرتی
ہیں اور کیونکر دلالت نکریں کہ جسقدر عقائد مخصوصہ مذہب شیعہ اور فروع خاصہ مذہب مذکور ہیں تمامہا مطابق کلام اللہ کے ہیں کہ انکے اصول و فروع ماخوذ و ورثہ علوم ختم المرسلین
سے ہیں اور مذہب اہل سنت سراپا مخالف کلام اللہ کے ہے کہ وہ پیرو جہلاء کے ہیں کہ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتے تھے اور مسائل دین میں غلطیاں کرتے تھے اور جب مشکل پڑتی
تھی تو دوسروں کی طرف رجوع کرتے تھے اور بعد انکے اصول میں مقلد ابوالحسن اشعری اور ابوالمنصور ماتریدی کے ہیں اور فروع میں پیرو ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد حنبل
کے ہیں کہ وہ نہ صحابہ میں سے تھے اور نہ اہل بیت میں سے اور تلاوت قرآن تو شیعہ اور سنی دونو ہی کرتے ہیں لیکن شیعہ بسبب پیروی اہل بیت علیہم السلام کے اور کثرت حق تلاوت معنی
سخن ربانی کو پہنچے اور اہل سنت بسبب ایمان لانے صحت کل قرآن کے اور پیروی اہل بیت کے جو انکو میسر آئے تو دقائق کلام اللہ کو نہ سمجھے اور آیت مذکورہ کے ذکر کرنے سے اسکا دعوی
تو کچھ ثابت نہوا لیکن ہمارے بیان سے اہل عقل بالاجمال سمجھ جائینگے کہ بیشک آیات ربانی مخالف مذہب اہل سنت ہونگی اور مذہب شیعہ تمامہ موافق قرآن مجید تو قطع نظر اسکے
کہ آیت مذکورہ سے مطلب اہل سنت کا کچھ ثابت نہوا بلکہ مثل اور آیتوں کے یہ آیت بھی حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت ہی پر دلالت کرتی ہے تو ہماری تقریر بالا سے
واضح ہو جائیگا کہ جو کچھ ہم لکھتے ہیں سب حق ہے اور جو کچھ یہ لکھتا ہے وہ باطل ہے اور چونکہ اسوجہ سے کہ اس آیت سے اسکا مطلب ثابت نہوا تو اور آیتوں کو بیان نکرسکا کہ کسی آیت سے اسکا مطلب
ثابت ہی نہیں ہے بلکہ کل آیتیں حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت پر دلالت کرتی ہیں اور اگر یہ بیان کرتا تو ہم اسکی تقریر کو باطل کرکے اپنی حقیت ثابت کر دکھلاتے
معہذا اگر تمام آیات مخالفہ مذہب اہل سنت کو لیجیے تو ایک دو تو نہیں جو سہل ہو بلکہ اکثر آیات کلام اللہ عقائد و احکام و اصول و فروع مذہب اہل سنت کو رد کرتے ہیں اور شیعوں کی
حقیت اور حقانیت پر شاہد ہیں اس رسالہ میں سب کی گنجایش کہاں خصوصاً جبکہ بقدر فہم انکی شرح بھی کیجیے اور انسے شیعوں کی حقانیت اور انکے مذہب کی حقیت اور
اہل سنت کے مذہب کے بطلان پر استدلال بھی لائے اسواسطے ہمنے ان آیتوں کو بیان نہ کیا بلکہ ایک تقریر مجمل پر اکتفا کیا اہل فہم خود سمجھ جائیں گے **قال الشیخ الاشعری** لہذا ایک ہی
آیت پر کہ وہ ایک ہی سبب کے قائم مقام اور مفید خاص و عام ہے اکتفا کر کے اسقدر گزارش کرتا ہوں کہ شاید کسی شیعی المذہب کو اس آیہ کی ہدایت سنکر بسبب کجی طبیعت اور ضلالت
طبعزاد اور تعصب نہادیہ شبہ ہو کہ یہ آیت ہے تو کیا ہوا ایک جملہ قرآنی ہی سو قرآن کا نعوذ باللہ منہ کیا اعتبار ہمارے اعتقاد کے موافق کمی کی تو کچھ شمار ہی نہیں بیشی اور افزایش اور تبدیل
الفاظ بھی ظہور میں آئی ہے پھر عجب نہیں کہ یہ آیت بھی منجملہ الحاقات اہل سنت ہو سو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ مذہب محققین شیعہ اسبات میں یا تو یہ ہے کہ کلام اللہ میں نہ کمی
ہوئی ہے نہ بیشی چنانچہ استاد علامہ کلینی حضرت صدوق اسی کے قائل ہیں یا یہ کہ کمی تو ہوئی ہے زیادتی نہیں ہوئی غرض زیادتی کا نہونا اجماعی ہے اور آیت مرقومہ سے انکار
نہیں ہو سکتا مگر چونکہ یہ دونو مذہب مخالف مرویات کلینی ہیں جو اصح الکتب شیعہ ہے اور نیز ذہن نشین اکثر شیعہ یہی ہے کہ کلام اللہ میں کمی زیادتی دونو ہوئی ہیں اور ہمارے
بعض مطالب مذکورہ بھی اسی پر مبنی ہیں اس جواب پر قناعت نہیں ہو سکتی اسلئے دوسرا جواب یہ ہے کہ شیعہ اور شیعوں کے مذہب کی بطلان کی دلیل ہے بحمد اللہ باقرار شیعہ اتنا تو معلوم
ہوا کہ مذہب شیعہ کا اعتبار نہیں کیونکہ ماخذ احکام دین سب میں اول کلام اللہ ہی تھا جب اسکا اعتبار نہیں تو جو باتیں شیعی بزعم خود کلام اللہ سے ثابت کرتے ہیں اگر بفرض محال ثابت بھی

ہو جائیں تو بدرجۂ اولیٰ قابل اعتبار نہونگی معہذا الثقلین جو متفق علیہ طرفین ہے اسبات پر شاہد ہے کہ کلام اللہ اور عترت دونو کے ساتھ تمسک رہیگا تو گمراہی پیش نہ آئیگی پھر جب کلام اللہ سے جو موافق حدیث مذکور دونو میں اعظم ہے تمسک میسر نہیں تو بشہادت عقل سلیم ہدایت بھی نہیں سراپا گمراہی ہے غرض حضرات شیعہ یہ احتمال پیش کریں تو یہ تو اور الٹا اپنے ہی پاؤں میں تیشہ مارنا ہے اور ہر بالبداہۃ اور بالاجماع کسی فرقہ کے کوئی حدیث اس درجہ کو شائع ذائع نہیں ہے جس درجہ کو کلام اللہ شائع ذائع ہوا ہے اور نہ اس طرح کے کسی حدیث کے سارے راوی اسکی روایت میں متفق اللفظ پھر جب کلام اللہ کا اعتبار نہیں اسکا کاہیکو ہوگا پھر جس میں راویان احادیث شیعہ کے احوال کی اور ان احادیث کے تعارض کو دیکھیے تو بے اعتباری میں نہایت ہی کو پہنچ جائینگے بہرحال اگر یہ شبہ علماء شیعہ پیش کریں اور اکثر مواقع میں پیش کرتے ہیں تو ہمارے لیے بہت تخفیف تصدیع ہے سو عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد معہذا شیعوں ہی کے اقرار سے ہمارا وہ دعوی جو تقریر شرح آیت مسطورہ میں گزرا ہے خدا ساز ثابت ہو گیا کیونکہ جب قرآن میں اسدرجہ کی کمی بیشی ہے تو پھر جسے قرآن کہتے ہیں قرآن ہی نہوا اگر شیعے اسے یاد کریں اور تلاوت کا جیسا حق ہے ویسی طرح تلاوت کریں تب بھی فی الواقع تلاوت قرآن اور حفظ قرآن نہوگا

اقول - جو کچھ اس شیخ نے اس قول میں لکھا ہے سب غلط اور شیعوں پر افترا ہے شیعوں کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے جو کہ یہ شیخ لکھتا ہے اور نہ اس آیت سے کچھ اسکا مطلب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور تمام قرآن پر اور اسکی صحت پر ہمارا ایمان ہے اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اسکو ہم حق جانتے ہیں لیکن یہ شیخ بسبب ضلالت طبع اور تعصب نہاد ہماری طرف ایسے امور منسوب کرتا ہے کہ جنکا ہمکو اعتقاد نہیں ہے اور ہم ایسے امور سے بیزار ہیں اور قرآن کا اعتبار جیسا کہ شیعوں کو ہے کہ اسکی ہدایت کو حق اور صحیح جانتے ہیں ویسا سنیوں کو نہیں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن غلطیوں کو شامل ہے اور آیۂ مذکورہ شیعوں کے نزدیک الحاقات میں سے ہرگز نہیں ہے یہ شیخ ہم پر افترا کرتا ہے اور نہ محققین شیعہ یہ ہے کہ کلام اللہ میں بیشی ہے نہ کمی ہے اگر اہل سنت کے نزدیک آیۂ مذکورہ الحاقات میں سے ہو تو ہو سکتا ہے کہ انکے نزدیک کاتبوں نے قرآن میں غلطیاں داخل کر دی ہیں چنانچہ بعد اسکے اسکا ذکر آئیگا اور ایک شیخ صدوق علیہ الرحمۃ ہی نہیں بلکہ سب محققین شیعہ یہی کہتے ہیں چنانچہ معلوم ہو جائیگا اور شیخ صدوق کے استاد ہیں محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمۃ کے نہتے ہے کہ تجھکو خبر اسکی نہیں ہے اور جیسے کہ بیشی کا نہونا قرآن میں شیعوں کے نزدیک اجماعی ہے ایسے ہی کمی کا نہونا بھی اجماعی ہے اور محققین شیعوں کے نزدیک مرویات کلینی کا اعتبار نہیں ہے اسواسطے کہ وہ از جملہ روایات احاد ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں تو ایسی روایتیں کثرت سے ہیں اور کمی و بیشی کا ہونا اکثر شیعوں کے جو کہ محققین ہیں ذہن نشین نہیں ہے اور جیسا کہ قرآن شریف معتبر ہے شیعوں کے نزدیک ایسی کوئی کتاب انکی نزدیک معتبر نہیں ہے اور اگر غیر معتبر ہے تو سنیوں کے نزدیک ہے اور شیعوں کو قرآن کی نسبت کوئی شبہ نہیں ہے اور اگر شبہ بھی ہے تو سنیونکو ہے کہ انکے نزدیک اسمیں غلطیاں اور تبدیل الفاظ ہے اور جو کچھ یہ شیخ شیعوں کی طرف منسوب کرتا ہے سب اسکی ہی کتابوں میں موجود ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور شیعوں کے سر دھرتا ہے اور حقیقت میں کمی اور بیشی اور غلطی قرآن میں اور تبدیل الفاظ انکی ہی کتابوں سے ثابت ہے اس حجت سے چاہیے کہ موافق انکے مذہب کے قرآن کا ہرگز اعتبار نہوا اور جب قرآن کا اعتبار نہوا تو انکا مذہب بھی غیر معتبر ٹھیرا اور جب قرآن کا اعتبار نہیں تو اہل سنت بزعم خود جو باتیں کلام اللہ سے ثابت کرتے ہیں اگر بفرض محال ثابت بھی ہو جائیں تو بدرجۂ اولیٰ قابل اعتبار نہونگی معہذا الثقلین جو متفق علیہ طرفین ہے اسبات پر شاہد ہے کہ کلام اللہ اور عترت دونو کے ساتھ تمسک رہیگا تو گمراہی پیش نہ آئیگی پھر جب کلام اللہ اور عترت دونو سے تمسک نہیں تو بشہادت عقل سلیم ہدایت بھی نہیں اور کلام اللہ سے تمسک کا حال تو معلوم . کہ جب اسمیں غلطیاں داخل ہوئیں تو جو اس سے ثابت کریں گے وہ بھی غلط ہوگا اور تمسک اس سے مانند عدم تمسک کے ہوا اور عدم تمسک اہل بیت سے تو ظاہر ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور اب کچھ اور زیادہ بیان کرتے ہیں کہ اور وجہ ہے اہل سنت کا دونو سے تمسک نکرنا واضح کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کلام اللہ اور اہل بیت میری جو کوئی انکے ساتھ تمسک کریگا وہ گمراہ نہوگا اور یہ دونو آپسمیں سے جدا نہونگی یہانتک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں اور یہ جو فرمایا کہ آپس سے جدا نہونگی تو مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ قرآن شریف اہل بیت کے بدن سے چپٹا ہوا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو کلام اللہ کا مضمون ہے وہ اہل بیت کے پاس ہے پس جس نے کہ پیروی کی اہل بیت کی اس نے قرآن کی بھی پیروی کی کہ اہل بیت خلاف قرآن کی کچھ نہ کہیں گے اور جس نے کہ اہل بیت سے بالا بالا قرآن کی پیروی کا ارادہ کیا تو اسکو نہ تو قرآن کی پیروی حاصل ہوئی نہ اہل بیت کی اسواسطے کہ حاصل قرآن کا تو اہل بیت کے پاس ہے بموجب حدیث مذکور کے جب انکی پیروی نکی تو قرآن شریف کی پیروی سے محروم رہیگا اور اہل سنت کو پیروی اہل بیت کی ہرگز نصیب نہیں ہے نہ اصول میں نہ فروع میں بلکہ اصول میں تو تابع ابوالحسن اشعری اور ابو المنصور ماتریدی کے ہیں اور فروع میں تابع ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد حنبل اور محمد اور ابو یوسف اور زفر وغیرہ کے ہیں اور انکی کتابوں کو دیکھو ابتداء مسائل الٰہیہ سے آخر مسائل کلامیہ تک اور ایسی ہی ابتداء مسائل طہارت سے آخر مسائل فقہیہ تک مستند انکا سوا علماء مذکورین کے نہیں ہے اور اہل بیت میں سے کسیکا ذکر نہیں ہے اور باوجود اسکے مقام گفتگو میں جب تنگ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تابع اہل بیت کے ہیں اور شیعوں نے تمسک نہیں کیا تو یہ بھی عجیب و غریب بات ہے لیکن علامہ دہلوی جناب مرزا محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بخوبی اسکا رد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ علماء معتبرین انکے خود اقرار کرتے ہیں کہ تابع اور پیرو اہل بیت کے امامیہ ہیں نہ اہل سنت چنانچہ جامع الاصول کہ جو جامع

صحاح ستہ اہل سنت کی ہے اُسمیں لکھا ہے تفسیر میں حدیث اِنَّ اللّٰہَ سَیَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا کے کہ وَنَحْنُ نَذْکُرُ الْاٰنَ الْمَذَاہِبَ الْمَشْھُوْرَۃَ فِی الْاِسْلَامِ الَّتِیْ عَلَیْھَا مَدَارُ الْاِسْلَامِ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَھِیَ مَذْھَبُ الشَّافِعِیِّ وَاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٍ وَاَحْمَدَ وَمَذْھَبُ الْاِمَامِیَّۃِ یعنی اور ہم ذکر کرتے ہیں اب مذاہب مشہورہ کو اسلام میں جن پر کہ مدار اسلام کا ہے اطراف زمین میں اور وہ مذہب شافعی اور ابو حنیفہ اور مالک اور احمد اور مذہب امامیہ ہے اور صاحب جامع الاصول نے پہلی صدی میں تو فقہاء امامیہ سے مجدد مذہب امامیہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو لکھا ہے اور دوسری صدی کے مقدمہ میں یہ عبارت لکھی ہے وَاَمَّا مَنْ کَانَ عَلٰی رَاْسِ الْمِائَۃِ الثَّانِیَۃِ فَمِنْ اُولِی الْاَمْرِ الْمَامُوْنُ وَمِنَ الْفُقَھَاءِ الشَّافِعِیُّ وَالْحَسَنُ بْنُ زِیَادٍ اللُّؤْلُؤِیُّ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَشْھَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ مِنْ اَصْحَابِ مَالِکٍ وَاَمَّا اَحْمَدُ فَلَمْ یَکُنْ یَوْمَئِذٍ مَشْھُوْرًا فَاِنَّہٗ مَاتَ سَنَۃَ اِحْدٰی وَاَرْبَعِیْنَ وَمِائَتَیْنِ وَمِنَ الْاِمَامِیَّۃِ عَلِیُّ بْنُ مُوْسَی الرِّضَا یعنی اور لیکن جو کہ تھا اوپر سر صدی دوسری کے پس بادشاہوں میں سے تو مامون تھا اور فقہا میں سے شافعی اور حسن بن زیاد لولو اصحاب ابو حنیفہ میں سے اور اشہب بن عبد العزیز اصحاب مالک میں سے اور لیکن احمد پس نہ تھا مشہور اُس روز اسواسطے کہ وہ مر گیا تھا سن اکتالیس و دو سو ہجری میں اور فقہاء امامیہ میں سے علی بن رضا علیہ السلام والتحیات تھے اب دیکھنا چاہئیے اور انصاف کرنا چاہئیے کہ اس روایت سے تمسک شیعہ امامیہ کا اہل بیت سے ثابت ہوتا ہی یا اہل سنت کا علی بن موسی الرضا علیہ السلام کو کہ فقہاء امامیہ میں سے لکھا ہے یا فقہای اہل سنت میں سے اور مولوی عبد العزیز صاحب کو جو جواب اس روایت کا نہ آیا تو اُسکے جواب میں فرمایا کہ مقصود صاحب جامع الاصول کا اس قول سے یہ ہے کہ بزعم شیعہ علی بن موسی الرضا فقہای امامیہ سے تھے اور ایسی ہی حنفیوں اور شافعیوں اور مالکیوں کو لکھتا ہے کہ یہ اپنے زعم میں ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک کے مذہب پر تھے اور واقع اور حقیقت میں اُنکے مذہب پر نہتے تعجب ہے ایسے شخص نامی سے کہ کیسی بے انصافی کی بات بیان کرتا ہی اور عبارت ماتقدم اور ماتاخر سے اغماض کر کے جو کچھ چاہتا ہے تحریر کرتا ہے اور اگر مراد صاحب جامع الاصول کی سب جگہہ بزعم ہی ہو تو مذہب کسی کا صحیح اور واقعی نہو اور ایسی پوچ بات کوئی جاہل ہی نہیں کہسکتا ہی اور سوا اس روایت کے اور سننا چاہئیے کہ شیعہ اہل بیت علیہم السلام سے متمسک ہیں اور اہل سنت نہیں ہیں چنانچہ محقق جلال الدین دوانی شرح عقائد میں لکھتے ہیں فَاِنَّھُمْ یَتَمَسَّکُوْنَ فِیْ عَقَائِدِھِمْ بِالْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ الْمَرْوِیَّۃِ عَنْہُ وَعَنْ اَصْحَابِہٖ وَلَا یَتَجَاوَزُوْنَ عَنْ ظَوَاھِرِھَا اِلَّا لِضَرُوْرَۃٍ وَلَا یَسْتَرْسِلُوْنَ مَعَ عُقُوْلِھِمْ کَالْمُعْتَزِلَۃِ وَمَنْ یَّحْذُوْ حَذْوَھُمْ وَلَا مَعَ النَّقْلِ مِنْ غَیْرِھِمْ کَالشِّیْعَۃِ الْمُتَتَبِّعِیْنَ لِمَا رُوِیَ عَنْ اَئِمَّتِھِمْ لِاعْتِقَادِھِمُ الْعِصْمَۃَ فِیْھِمْ یعنی یہ تحقیق کہ وہ اہل سنت تمسک کرتے ہیں عقائد اپنی میں ساتھ احادیث صحیح مرویہ کے اُن حضرت صلعم سے اور اصحاب اُن حضرت سے اور تجاوز نہیں کرتے ہیں ظواہر اُنکے سے مگر وقت ضرورت کے اور نہیں چھوڑتے ہیں ساتھ عقلوں اپنی کے مثل معتزلہ کے اور جو کہ قایم مقام اُنکے ہیں اور نہیں اُنس پکڑتے ساتھ نقل کے غیر اُن صحابہ کے سے مانند شیعوں کے کہ تتبع کرنیوالے ہیں ساتھ اُس چیز کے کہ جو روایت کی گئی ہے اماموں اُنکے سے واسطے اعتقاد کرنے اُنکی عصمت کے درمیان اُنکے انتہے اس روایت کو دیکھ کر انصاف کرنا چاہئیے اور بیان کرنا چاہئیے کہ مذہب شیعہ مطابق مذہب اہل بیت کے ہی کہ شیعہ پیروی اہل بیت کی کرتے ہیں یا مذہب اہل سنت کہ اہل سنت نکا پیروی سے اہل بیت علیہم السلام کی کرتے ہیں اور بیزار ہیں اُنکی پیروی سے اور محی الدین بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اِنَّ الْمَسْحَ مَذْھَبُ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ وَاَبُوْذَرٍّ وَعَمَّارٍ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ وَاَئِمَّۃِ اَھْلِ الْبَیْتِ وَالْعَقْلُ عَلَیْہِ مَذْھَبُ شِیْعَتِھِمُ الْاِمَامِیَّۃِ مِنَ الْفُقَھَاءِ یعنی مسح پاؤں میں مذہب عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن مسعود اور سلمان فارسی اور ابوذر اور عمار اور انس ابن مالک اور ائمہ اہل بیت کا ہی اور منعقد ہوا اُسپر مذہب شیعوں اُنکے کا کہ امامیہ ہیں فقہا میں سے اب دیکھو کہ پیرو اہل بیت کا کون ہے شیعہ ہیں یا اہل سنت ہیں کہ اہل سنت عجیب و غریب ہی کہ دعوی تو تمسک اہل بیت کا کرتے ہیں اور کسی مقام میں اُنکے قول کو مستند نہیں کرتے اور کلام اللہ کو لکھتے ہیں کہ اُس میں غلطیاں اور تبدیل الفاظ ہو گئی ہی اور کثرت سے اُسمیں کمی وقوع میں آئی ہی اور بعضی جگہہ زیادتی بھی ہی اس تواتر یا بطور بالاجماع کسی فرقہ کے کوئی حدیث اس درجہ کو شایع اور ذایع نہیں ہوئی جس درجہ کو کلام اللہ شایع و ذایع ہوا ہی اور نہ اسطرح کے کسی حدیث کے سارے راوی اُسکی روایت میں متفق اللفظ ہیں پھر جب کلام اللہ کا اعتبار نہیں تو اُسکا کا ہیکو ہوگا پھر جسمیں لے ویاں احادیث اہلسنت کو اور اُن احادیث کے تعارض کو دیکھئے تو بے اعتباری میں نہایت ہی کو پہنچ جائیں گے ایک جناب رسولخدا صلعم کی وفات کا روز ہی کہ اُسمیں اسقدر اختلاف ہے کہ بارہ وفاتیں مقرر کر دی ہیں اور فروع کی احادیث کے تعارض کو دیکھئے کہ ابو حنیفہ تو کچھ کہتا ہی اور شافعی کچھ کہتا ہی اور احمد کچھ کہتا ہی اور مالک کچھ کا کچھ اور علماء شیعہ ہرگز یہ شبہہ پیش نہیں کرتے ہیں اور نہ شیعوں کا یہ اقرار ہی اور نہ شیعوں کا اعتقاد کمی زیادتی قرآن کا ہی اور اگر کمی کی روایتوں پر نظر ہے تو اہل سنت کی کتابوں میں تو کثرت سے روایتیں کمی کی اور بعضی روایتیں بیشی کی اور تبدیل اور غلطی الفاظ کی موجود ہیں چنانچہ عنقریب معلوم ہو جائیگا جب قرآن میں اس درجہ کی کمی بیشی اور غلطی اور تبدیل الفاظ ہی تو پھر جیسے قرآن کہتی ہیں وہ قرآن ہی نہوا بلکہ مثل توریت انجیل کے محرف ہوا اگر اہل سنت یاد بھی کر لیں اور تلاوت کا جیسے حق ہی ویسے ہی

تلاوت کریں تب بھی فی الواقع تلاوت قرآن اور حفظ قرآن نہوگا اور یہ جو لکھتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک قرآن میں کمی بیشی ہوئی ہے یہ سب غلط ہے اور شیعوں کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے بلکہ مذہب علمائے محققین شیعہ یہ ہے کہ قرآن منزل من اللہ یہی ہے کہ جو ما بین الدفتین اس زمانہ میں مسلمانوں کے پاس موجود ہے نہ اس سے کم ہے نہ اس سے زیادہ ہے البتہ اسقدر فرق ہے کہ ترتیب اس قرآن کے مطابق ترتیب تنزیل کے نہیں ہے اور مکی سورت میں مدنی آیتیں داخل ہوگئی ہیں اور مدنی سورت میں مکی آیتیں داخل ہوگئی ہیں اور حضرت علی نے جو قرآن جمع کیا تھا اُسکی ترتیب موافق تنزیل کے تھی اور کمی و زیادتی کا فرق نہیں ہے اور ہمارے مذہب کا یہی قرآن موجود ہے جو کہ اب مسلمانوں کے پاس ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا حکم بھی ہمکو اسی قرآن پر عمل کرنیکا ہے اور اسی قرآن پر ہماری تفسیریں ہیں پھر ہمارے نزدیک یہ قرآن معتبر کیونکر نہوا اور نقصان کلام اللہ کی جو بعضی روایتیں کافی یا اور کتاب ہماری میں لکھی ہیں وہ از جملہ احاد ہیں اُنکا اعتبار نہیں ہے ہمارے نزدیک اور اہل سنت کی کتابوں میں نقصان کی روایتیں ہماری روایتوں سے بھی زیادہ ہیں اور وہ اُنکے نزدیک سب معتبر ہیں بلکہ زیادتی کی بھی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں یہ خوب بات ہے کہ اپنی روایتوں پر تو نظر نکرنے اور دوسروں کی روایتوں پر اعتراض کرنا اور اب ہم ہر ایک دعوی کو بدلیل ثابت کرتے ہیں اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ علمائے محققین شیعہ کے نزدیک قرآن منزل یہی ہے نہ اس سے کم ہے نہ زیادہ ہے اسواسطے کہ افضل المحدثین شیخ صدوق ابن بابویہ علیہ الرحمۃ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں کہ اعتقاد جمیع علمائے شیعہ کا یہی ہے کہ نہ اسمیں کمی ہے نہ زیادتی ہے باوجودیکہ روایتیں نقصان کی وہ بھی تحریر فرماتے ہیں لیکن اعتقاد آدمی کا کچھ اور ہوتا ہے اور روایتوں کا بیان کسی سے سنکر کچھ اور ہوتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ یہ روایتیں جو کسی سے سنکر اسنے لکھی ہیں اعتقاد بھی اسکا ایسا ہی ہوگا اور ایسا ہی حال ملا محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمۃ کا ہے کہ گو اُنہوں نے روایات نقصان قرآن کافی میں لکھی ہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اعتقاد بھی اُنکا ایسا ہی ہوگا اور نہ ہماری نزدیک کافی اصح الکتب ہے بلکہ ہماری نزدیک سب کتب احادیث برابر ہیں اور روایتیں اُنمیں سب طرح کی ہیں اور قرآن کی نسبت ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن منزل یہی ہے کہ جو مسلمانوں کے پاس ہے نہ اس سے کم ہے نہ زیادہ ہے چنانچہ ابن بابویہ علیہ الرحمۃ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں اعتقادنا ان القرآن الذی انزلہ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ھو ما بین الدفتین وھو فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلک حاصل اسکا یہ ہے کہ جو قرآن کہ خدا تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے وہ یہی ہے کہ جو دفتیوں میں آدمیوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے زیادہ نہیں ہے اور بعد اسکے لکھتے ہیں ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فھو کاذب یعنی جو کوئی ہمکو یہ کہتا ہے کہ ہم اس سے زیادہ کہتے ہیں وہ جھوٹا ہے اور ہم اس سے زیادہ ہرگز نہیں کہتے ہیں اور سید مرتضی علم الہدی علیہ الرحمۃ جواب مسائل طرابلسیات میں فرماتے ہیں کہ العلم بصحۃ القرآن کالعلم بالبلدان یعنی علم صحت قرآن کا مثل علم شہروں کی ہے اور اسکے بعد قرآن کی حراست و ضبط میں لکھتے ہیں کہ اسکی نقل میں اہتمام شدید اور خواہشیں بہت ہوئی ہیں اور وہ معجزہ نبوت اور ماخذ علوم شرعیہ اور احکام دینیہ ہے اور جب ایسا ہی ہے تو کیف یجوز ان یکون مغیرا او منقوصا مع العنایۃ الصادقۃ والضبط الشدید یعنے پس کیونکر جائز ہو کہ متغیر اور ناقص ہو باوجود اس اہتمام صادق اور ضبط شدید کے اور بعد اسکے ایک عبارت طولانی اسی مقدمہ میں لکھی ہے کہ قرآن میں کسیطرح کا تغیر نہیں ہوا ہے اور جسقدر کہ نازل ہوا تھا اُسیقدر لوگوں کے پاس موجود ہے۔

اور مولانا ابو علی طبرسی تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں فاما الزیادۃ فیہ فمجمع علی بطلانہ واما النقصان فقد روی قوم من اصحابنا وقوم من حشویۃ العامۃ ان فی القرآن تغییرا ونقصانا والصحیح من مذھب اصحابنا خلافہ یعنی زیادتی قرآن میں پس اجماع ہے اُسکے بطلان پر اور لیکن نقصان پس تحقیق روایت کیا ہے ایک قوم نے علمای ہمارے میں سے اور ایک قوم نے علماء عامہ میں سے کہ قرآن میں تغیر اور نقصان ہوا ہے اور صحیح مذہب علماء ہمارے میں یہی خلاف اسکے ہے کہ اسمیں تغیر اور نقصان نہیں ہوا ہے اور شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمۃ نے تفسیر تبیان میں لکھا ہے کہ واما الکلام فی زیادتہ ونقصانہ فمما لا یلیق بہ لان الزیادۃ فیہ مجمع علی بطلانہا والنقصان منہ فالظاھر ایضا من مذھب المسلمین خلافہ وھو الیق بالصحیح من مذھبنا حاصل یہ ہے کہ اور لیکن کلام زیادتی اور نقصان میں قرآن کے اُس قبیل سے ہے کہ لائق نہیں ہے اُسمیں کلام کرنا اسواسطے کہ اُسکی زیادتی کے بطلان پر تو اجماع اور اتفاق ہے سب کا اور نقصان ہونیسے اُسکے بھی ظاہر مذہب مسلمانوں میں خلاف اُسکا ہے کہ نقصان اُسمیں سے نہیں ہوا ہے اور وہ ہی زیادہ لائق ہے صحیح ہونے مذہب ہماری میں اور مولانا محمد محسن کاشانی علیہ الرحمۃ نے منہاج النجاۃ میں لکھا ہے کہ انہ بعینہ ما ھو بین الدفتین فی ایدی الناس الیوم ولیس باکثر من ذلک وما فی الاخبار عن اھل البیت علیھم السلام مما یدل علی خلافہ فھو مأول حاصل یہ کہ تحقیق وہ قرآن بعینہ وہ ہے جو درمیان دو پٹھوں کے ہے آدمیوں کے ہاتھوں میں آجکے دن اور نہیں ہے اکثر اس سے اور جو کچھ کہ احادیث اہل بیت علیہم السلام میں وارد ہے کہ جو دلالت کرتا ہے اُسکے خلاف پر وہ تاویل کیا گیا ہے اور سوای اسکے سب علماء محققین ہمارے کا اتفاق اسی پر ہے کہ قرآن منزل یہی ہے کہ جو فی زماننا لوگوں کے پاس موجود ہے نہ اسمیں کچھ زیادہ کیا گیا ہے اور نہ اسمیں سے کچھ کم کیا گیا ہے اور کیونکر زیادہ و کم ہو کہ ہمکو ائمہ علیہم السلام کا حکم اسی قرآن پر عمل کرنیکا ہے اور فرمایا ہے ہمکو کہ روایت کو کتاب خدا پر عرض کرو اور جو روایت کہ موافق کتاب خدا کے ہے اُسکو اختیار کرو اور جو کہ مخالف اُسکے ہے

اُسکو ترک کرو یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ قرآن میں زیادتی اور نقصان نہیں ہی اور حدیث ثقلین بھی اسی پر دلالت کرتی ہی کہ قرآن صحیح اور کمل ہر زمانہ میں
پا یا جائے تاکہ تمسک اُس سے ہو جب یہ حال ہی کہ کلام اللہ ہمارے نزدیک یہی ہی اور زیادہ اور کم اس سے نہیں ہی تو احتجاج اور استدلال کسواسطے اُسکا صلاحیت رکھنا ثابت ہوا
اور جو لوگ کہ کہتے ہیں کہ سورتیں اور آیتیں اسمیں سے ساقط ہوئی ہیں وہ یہ کہتی ہیں کہ اس زمانہ میں وہ منسوخ التلاوت ہیں اور روایتیں نقصان کی احاد ہیں اسواسطے قابل
اعتبار نہیں ہیں یا ماول ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں تو قرآن کے ناقص ہونیکی روایتیں کثرت سی ہیں اور زیادہ ہونے اور تبدیل الفاظ ہونیکی بھی روایتیں
موجود ہیں اس صورت میں قرآن شریف موافق انکے مذہب کے قابل اعتبار نرہا اور اُسکے حفظ کرنے سے بھی کچھ فایدہ نہوا اور ہماری یہاں جو روایتیں نقصان کی آئی
ہیں اُنکو ہم کہتے ہیں کہ وہ روایات منجملہ روایات احاد ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں یا ماول ہیں اور انکے یہاں اُن روایتوں کو سلامت رکھتے ہیں اور کچھ عذر اُنمیں
نہیں کرتے اس صورت میں قرآن انکے مذہب کے موافق قابل تمسک اور احتجاج کے باقی نرہا بلکہ اُسکا کچھ اعتبار ہی نہیں ہی اسواسطے کہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں بعضی چیزیں
زیادہ داخل ہوگئی ہیں اور بہت سا قرآن میں سے جاتا رہا ہی اور لحن اور غلط اور سہو کاتب کا بھی قرآن میں واقع ہوا ہی بلکہ کہتے ہیں کہ ایک قرآن کہ جو خاص کرنیوالا
اس قرآن کے عموم کا تہا رسول خدا صلعم کی خاطر سے وہ جاتا رہا اور اُسکو فراموش کر گئے چنانچہ شرح بزدوی میں لکھا ہے کہ قَالَ الْحَسَنُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اُوتِیَ قُرْاٰنًا فَاَنْسِیَہُمْ فَلَمْ یَکُنْ شَیْئًا یعنے کہا حسن نے کہ تحقیق پیغمبر خدا دئے گئے تہے ایک قرآن پھر بہول گئے اُسکو پس نہیں باقی ہی کچھ اُس میں سے اور اب میں قرآن کے نقصان کا
حال بیان کرتا ہوں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے حدیث ابن عمر سے کہ اِنَّہُ کَانَ یَکْرَہُ اَنْ یَقُوْلَ الرَّجُلُ قَرَأْتُ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ وَمِنْہُ قُرْاٰنٌ قَدْ رُفِعَ
یعنی تحقیق ابن عمر مکروہ جانتا تہا اس امر کو کہ کبھی کوئی مرد کہ پڑہا ہے میں نے قرآن سارا اور کہتا تہا کہ اُس قرآن میں سے ایک قرآن ہے کہ اُٹھا لیا گیا ہی اور مسلم اور حلیۃ الاولیا
اور مستدرک حاکم میں لکھا ہی کہ ابو موسیٰ اشعری بصرہ کے قاریوں کے پاس بہیجا گیا اور تین سو قاری اُسکے پاس جمع ہوئے جنہوں نے قراءت قرآن کی کی تہی اُن سے
کہا کہ ہم ایک سورہ کو پڑہتے تہے کہ وہ طول اور سختی میں مشابہ سورۂ براءت کے تہی پس بھول گئے ہم اُسکو مگر اسقدر اُس سورت میں سے یاد ہی لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ
لَابْتَغٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ اور ہم ایک سورۃ پڑھا کرتے تہے کہ وہ مشابہ ایک مسبحات کے تھی پس بھول گیا میں اُس سورۃ کو مگر اسقدر اُس میں سے
یاد ہی یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُکْتَبُ شَہَادَۃً فِیْ اَعْنَاقِکُمْ اور جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہی کہ سورۂ احزاب زمانہ رسول خدا
میں دو سو آیتیں تھیں چنانچہ عائشہ سے روایت کی ہی قَالَتْ کَانَتْ سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ تُقْرَأُ فِیْ زَمَانِ النَّبِیِّ مِائَتَیْ اٰیَۃٍ فَلَمَّا کَتَبَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ لَمْ یَقْدِرْ مِنْہَا اِلَّا عَلٰی
مَا ہُوَ الْاٰنَ یعنی کہا عائشہ نے کہ تھی سورۂ احزاب پڑھی جاتی تھی زمانہ پیغمبر صلعم میں دو سو آیتیں پس جس وقت لکھا عثمان نے قرآن کو تو نہ قادر ہوا مگر اُس پر کہ جو وہ اب قرآن میں ہے
اور وہ تہتر آیتیں ہیں احزاب میں کہ جو قرآن میں اب موجود ہیں اور تفسیر درمنثور میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہی اور عکرمہ سے روایت کی ہی کہ سورہ احزاب میں مثل سورہ
بقرہ کے تھی یا زیادہ اُس سے چنانچہ لکھا ہی کہ قَالَ کَانَتْ سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مِثْلَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ اَوْ اَطْوَلَ مِنْہَا وَکَانَتْ فِیْہَا اٰیَۃُ الرَّجْمِ یعنی کہا اُس عکرمہ نے کہ تہی سورہ احزاب
مثل سورہ بقرہ کے یا زیادہ سورہ بقرہ سے اور تھی اُسمیں آیہ رجم اور سورہ بقرہ کے دو سو اور چھاسی آیتیں ہیں اور سورہ احزاب کی تہتر آیتیں ہیں دو سو اور تیرہ آیتوں کا
نقصان ہوا اور مستدرک میں روایت ہی کہ سورہ براءت مثل سورہ بقرہ کے تہی طول میں اور دوسری روایت مستدرک میں حذیفہ سے یہ ہی کہ سورہ براءت کا تم چہارم حصہ
بھی نہیں پڑہتے ہو یعنی جسقدر کہ سورہ براءت تہی وہ اب قرآن میں چہارم حصہ سے بھی کم ہے اور تفسیر درمنثور میں بھی یہی روایت ہی اور صحیح بخاری اور موطاء مالک میں
عمر سے روایت ہی کہ آیہ رجم قرآن میں تہی لیکن مجہہ خوف ہی کہ آدمی کہنے لگیں کہ عمر نے قرآن میں زیادہ کر دیا ہی اسواسطے میں اس آیت کو قرآن میں ثابت نہیں کر سکتا
ہوں اور ایسے ہی مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہی پس خلیفہ صاحب نے قرآن کو ناقص کہا اور جس آیت کا یقین تہا کہ یہ آیت قرآن کی ہی اُسکو قرآن میں داخل نکیا
اور بعضی بعضی آیتیں ایسی قرآن میں سے نکالڈالی ہیں کہ جو بعضی صحابہ دشمنان اہل بیت کے عیبوں پر دلالت کرتی تہی چنانچہ تفسیر درمنثور میں سعید بن جبیر سے روایت ہے
وہ کہتا ہی کہ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ قَالَ التَّوْبَۃُ بَلْ ہِیَ الْفَاضِحَۃُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ فِیْہِمْ وَمِنْہُمْ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ لَا یَبْقٰی مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا ذُکِرَ فِیْہَا یعنی کہا میں نے واسطے ابن عباس کے
سورہ توبہ کو کہا کہ توبہ بلکہ وہ فضیحت کرنیوالی ہی کہ ہمیشہ نازل ہوتی تہی اُن لوگوں کے حق میں اور اُنمیں سے یہانتک کہ گمان کیا ہمنے کہ نہ باقی رہیگا ہم میں سے کوئی مگر کہ ذکر کیا
جائیگا وہ اُس سورہ میں اور اسی روایت میں ہی عکرمہ سے کہ قَالَ عُمَرُ اَفَرَغَ مِنْ تَنْزِیْلِ بَرَاءَۃٍ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا سَیَنْزِلُ فِیْہِ وَکَانَتْ تُسَمَّی الْفَاضِحَۃَ یعنی کہا عمر نے
کہ نہیں فراغت ہوئے تہے نازل ہونے سورہ براءت سے یہانتک کہ گمان کیا ہمنے کہ تحقیق باقی رہیگا ہم میں سے کوئی مگر قریب ہے کہ نازل ہو اُسکے حق میں اور تہی وہ سورت کہ نام رکہی جاتی تہی فاضحہ
بسبب اُسکے کہ لوگوں کے عیب ظاہر کرکے اُنکو فضیحت کرنیوالی تہی اور یہی تفسیر مدارک میں لکھا ہی لیکن اب کہاں ہیں وہ آیتیں اس قرآن میں جو بعضے بعضے صحابہ کے عیبوں کو ظاہر کرکے اُنکو رسوا اور فضیحت کرتے تہیں اور وہ سورے

سوای دشمنان اہل بیت کے اور کون تھے جنکے عیب خدا تعالیٰ ظاہر کرتا تھا جامع قرآن نے از راہ اتحاد قلبی کہ جو انکی نسبت رکھتے تھے وہ آیتیں انکی عیبوں کی قرآن میں سے نکال ڈالیں اور اسیطرح جو آیتیں کہ حضرت علیؑ کی فضیلت پر دلالت کرتی تھیں ور اُن آیتوں میں حضرت علیؑ کا نام لکھا ہوا تھا اُن آیتوں میں سے حضرت علیؑ کا نام نکال ڈالا چنانچہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم آیہ یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ کو زمانہ رسول خدا صلعم میں اس طرح سے پڑھا کرتے تھے یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۔ اس آیہ میں سے اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کو نکال ڈالا اور یہی مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی نے مفتاح النجا میں لکھا ہے اور تفسیر در منثور اور معارج النبوت میں لکھا ہے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آیہ کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ اس طرح سے تھا کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا اسمیں سے بعلی ابن ابیطالب کو نکال ڈالا کہ اسمیں بڑی فضیلت اور منقبت علیؑ کی تھی اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن مسعود کے مصحف میں آیہ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا اس طرح تھی اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰہِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ وَاٰلَ مُحَمَّدٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اس آیت میں سے آل محمد کو نکال ڈالا حاصل یہ ہے کہ جو الفاظ کہ اہل بیت کی فضیلت پر دلالت کرتے تھے انکو جامع قرآن نے مصحف مجید میں سے نکال ڈالا اور ایسی روایتیں بھی انکی کتابوں میں ہیں کہ جو دلالت کرتی ہیں دو سورتوں کے کلام اللہ میں سے نکلجانے پر ایک تو سورہ خلع اور دوسری حفد چنانچہ تفسیر اتقان میں لکھا ہے اور پہلی تو روایت عبد اللہ بن زرین کی ہے انہی عبد الملک بن مروان سے کہا کہ مجھکو علی بن ابیطالب نے دو سورتیں سکھلائیں کہ جو رسول خدا صلعم نے حضرت علیؑ کو سکھلائی تھیں اور دوسری روایت عبید بن عمیر سے ہے وہ کہتا ہے کہ عمر بن خطاب نے بعد رکوع کے قنوت میں ان دونو سورتوں کو پڑھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰہُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰہُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ اور مصحف ابن عباس میں بھی ان دو سورتوں کا ہونا لکھا ہے اور تفسیر در منثور میں لکھا ہے کہ یہ دونو سورتیں ابی بن کعب کے مصحف میں بھی تھیں اور اہل سنت انکو وتر کی قنوت میں پڑھتے ہیں۔ اور قرآن میں زیادہ الفاظ کے داخل ہوجانیکی بھی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں چنانچہ مسلم نے کئی طریقوں سے اپنی کتاب میں روایت کی ہے علقمہ سے کہ رسول خدا صلعم کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی اور جو قرآن کہ اب موجود ہے اسمیں وما خلق کا لفظ زیادہ ہے اور سواے کہ اسمیں یہ ہے کہ وما خلق الذکر والانثی اور امام فخر رازی نے لکھا ہے کہ ابن مسعود انکار کرتے تھے سورہ فاتحہ اور معوذتین کے قرآن میں ہونیکا چنانچہ لکھا ہے عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کَانَ یُنْکِرُ کَوْنَ سُوْرَۃِ الْفَاتِحَۃِ وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور احمد اور ابن حبان نے روایت کی ہے کہ وہ انکو اپنے قرآن میں لکھتے بھی نہ تھے اور تفسیر معالم التنزیل اور در منثور اور اتقان وغیرہ میں لکھا ہے کہ عثمان نے کہا کہ قرآن میں لحن یعنی خطا پڑھنے میں واقع ہوئی ہے اور عبارت ابن قتیبہ کی اسکی کتاب المشکل میں یہ ہے کہ اِنَّ عُثْمَانَ قَالَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ ہٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ اِنَّ فِی الْقُرْاٰنِ لَحْنًا فَقَالَ رَجُلٌ صَحِّحْ ذٰلِکَ الْغَلَطَ فَقَالَ دَعُوْہُ فَاِنَّہٗ لَا یُحِلُّ حَرَامًا وَّلَا یُحَرِّمُ حَلَالًا یعنی تحقیق عثمان نے کہا قول حقتعالیٰ ان ہذان لساحران میں کہ تحقیق قرآن میں غلطی ور خطا پڑھنے میں ہے ایک مرد نے کہا عثمان سے کہ صحیح کرے تو اس غلط کو کہا عثمان نے کہ چھوڑ دو اسکو اور پڑا رہنے دو کہ تحقیق نہیں حلال کرتا ہے یہ حرام کو اور نہیں حرام کرتا ہے حلال کو یعنی حلال ور حرام سے اسکو کچھ تعلق نہیں ہے پڑا رہنے دو اسکو قرآن میں اور بعضی روایت میں یہ ہے کہ عثمان نے کہا کہ اسکو پڑا رہنے دو عرب اپنی زبان میں اُسکو درست کرلینگے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے وَرُوِیَ عَنْ عُثْمَانَ اَنَّہٗ نَظَرَ فِی الْمُصْحَفِ فَقَالَ اَرٰی فِیْہِ لَحْنًا وَّسَتُقِیْمُہُ الْعَرَبُ بِاَلْسِنَتِہَا یعنی روایت کی گئی عثمان سے کہ اُس نے نظر کی قرآن میں پس کہا کہ دیکھتا ہوں میں قرآن میں غلطی پڑھنے میں اور قریب ہے کہ درست کرلیں اُسکو عرب اپنی باتوں میں اور بغوی نے معالم التنزیل میں لکھا ہے قَالَ عُثْمَانُ اِنَّ فِی الْمُصْحَفِ لَحْنًا وَّسَتُقِیْمُہُ الْعَرَبُ بِاَلْسِنَتِہَا اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ کاتبوں نے قرآن کو غلط لکھدیا ہے چنانچہ تفسیر اتقان میں لکھا ہے قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْاٰنِ عَنْ قَوْلِہٖ اِنَّ ہٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ وَعَنْ قَوْلِہٖ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَعَنْ قَوْلِہٖ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ہَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئُوْنَ قَالَتْ یَا ابْنَ اُخْتِیْ ہٰذَا عَمَلُ الْکُتَّابِ اَخْطَؤُوْا فِی الْکِتَابِ ہٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ اور در منثور میں بھی بہت شخصوں سے اس طرح کی روایت ہے قَالَ سَاَلْتُ عَنْ لَحْنِ الْقُرْاٰنِ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ہَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئُوْنَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَاِنَّ ہٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ فَقَالَتْ یَا ابْنَ اُخْتِیْ ہٰذَا عَمَلُ الْکُتَّابِ اَخْطَؤُوْا فِی الْکِتَابِ اور یہی راغب اصفہانی نے محاضرات میں لکھا ہے اور حاصل ان دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ راوی کہتا ہے میں نے عایشہ سے پوچھا غلطی قرآن سے ان ہذان لساحران سے اور المقیمین الصلوۃ والموتون الزکوۃ سے اور ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصاری والصابئون سے کہا عایشہ نے کہ اے فرزند برادر من یہ عمل کاتبوں کا ہے کہ خطا کی ہے اُنہوں نے لکھنے میں کہ غلط لکھدیا ہے یہ اسناد صحیح ہے اور بر شرط شیخین کی یعنی بخاری اور مسلم کے اور وجہ غلطی کی یہ ہے کہ ہذان کی جگہہ ہذین چاہیئے تھا اور مقیمین کی جگہہ مقیمون چاہیئے تھا اور صابئون کی جگہہ صابئین چاہیئے تھا اور تفسیر معالم التنزیل میں آیہ والراسخون فی العلم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اختلاف کیا ہے

انہوں نے وجہ منصوب ہونے مقیمین میں پس حکایت کی گئی ہے عائشہ سے اور ابان بن عثمان سے کہ تحقیق یہ غلطی کاتب کی ہے سزاوار یہ ہے کہ درست کر دیا جائے اور لکھ دیا جائے والمقیم
الصلوٰۃ مقام والمقیمین الصلوٰۃ کے لیکن یہ نہایت تعجب ہے کہ قرآن شریف میں دیدہ و دانستہ غلطی کو باقی رکھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اہل سنت کے روایتوں سے کہ قرآن کے الفاظ ۱
بدل گئی ہیں اور لفظوں سے جیسے کہ فامضوا کی جگہ فاسعوا لکھدیا ہے اور تستاذنوا کی جگہ تستانسوا لکھدیا ہے چنانچہ موطا میں مذکور ہے کہ سورۂ جمعہ میں فامضوا کی جگہ فاسعوا لکھدیا
اور مالک نے سوال کیا ہے قول حقتعالیٰ سے یٰایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ ابن شہاب نے کہا کہ کان عمر بن الخطاب یقرئھا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم
الجمعۃ فامضوا الی ذکر اللہ اور ایسا ہی تفسیر درمنثور میں لکھا ہے اور صحیح ترمذی میں لکھا ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے ہمکو انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین
پڑھایا تھا اور اب قرآن میں اسکی جگہ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ہے اور ایسا ہی مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے اور تفسیر اتقان میں ابن عباس سے روایت ہے قول حقتعالیٰ میں
حتی تستانسوا و تسلموا میں قال انما ھی خطأ من الکاتب حتی تستاذنوا و تسلموا یعنی کہا ابن عباس نے کہ سوای اسکے نہیں کہ یہ لفظ تستاذنوا و تسلموا کا خطا ہے
کاتب سے اور صحیح حتی تستاذنوا و تسلموا ہے اور ایسے ہی درمنثور اور مستدرک حاکم میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور بر شرط شیخین کے اور افلم ییتبین کی جگہ افلم ییاس لکھا گیا
چنانچہ لکھتی ہیں کہ ابن عباس نے کہا افلم یتبین الذین اٰمنوا ان لو یشاء اللہ لھدی الناس جمیعا صحیح ہے اور افلم ییاس الذین اٰمنوا کاتب کی خطا سے لکھا گیا ہے اور
سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے طریق عکرمہ سے ابن عباس سے کہ تحقیق اسنے پڑھا ہے افلم یتبین الذین اٰمنوا ان لو یشاء اللہ لھدی الناس جمیعا فقیل لہ انھا فی المصحف افلم
ییاس الذین اٰمنوا یعنی پس کہا گیا واسطے ابن عباس کے کہ قرآن میں افلم ییاس الذین آمنوا ہے قال اظن الکاتب کتبھا وھو ناعس کہا ابن عباس نے کہ گمان کرتا ہوں میں کہ تحریر کو
کہ لکھدیا ہے اسنے اسکو جسوقت کہ وہ اونگھتا اور سوتا تھا اور ایسے ہی درمنثور میں لکھا ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بھی یہی لکھا ہے کہ ابن عباس افلم یتبین پڑھا کرتے تھے
اور کہتے تھے کہ کاتب نے سوتے اور اونگھتے ہوئے افلم ییاس اسکی جگہ لکھدیا تھا سو وہ غلطی قرآن میں اب تک موجود ہے اور ووصّی ربّک کا لفظ وقضی ربّک سے بدلا گیا ہے چنانچہ تفسیر درمنثور
اور اتقان میں لکھا ہے اور اسکے بدلجانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ایک واؤ وصّی کی وصّی کے صاد میں ملکر وقضی بنگیا ہے اور یہ غلطی قرآن میں باقی رہی اسی طرح اکثر الفاظ
قرآن کے بدل گئے ہیں یہ حال ہے انکی روایتوں کا اور اگر ہماری کتاب میں کوئی ایسی روایت ہو کہ دلالت کرتی ہو اس امر پر کہ جامع قرآن نے ائمہ کی جگہ امۃ لکھدیا ہے یا علی کا نام
یا آل محمد کا لفظ آیت میں سے نکالڈالا ہے تو جیسی پر جبیں ہوتے ہیں اور اسپر طرح طرح کی طعن کرتے ہیں اور اپنی روایتوں کی خبر نہیں لیتے کہ ان روایتوں پر نظر کیجیے تو اس
قرآن موجود کا موافق اس شیخ کے مذہب کے کچھ اعتبار نہیں ہے کہ کثرت سے تو اسمیں نقصان ہوا ہے اور الفاظ زیادہ اسمیں داخل ہو گئے ہیں اور ایک لفظ دوسرے لفظ سے بدل ہو گیا ہے اور
کاتبوں نے الفاظ غلط اسمیں درج کر دیے ہیں کہ اب تک وہ موجود ہیں کہ توریت اور انجیل کا بھی تحریف میں یہ حال نہیں جو کہ اہل سنت کے نزدیک قرآن کا حال ہے اور یہ میں نے تھوڑا سا
حال لکھا ہے اور اگر مفصل خرافات اور ہزلیات مذہب اہل سنت کی دیکھنا منظور ہو تو تحفۂ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام کے جواب کو دیکھنا چاہیے اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ کہتی ہیں کہ بعضے غلطیاں
قرآن کی ایسی ہیں کہ وہ رسول خدا صلعم کو معلوم نہوئیں کہ بعضے الفاظ سقیم اور غیر صحیح قرآن کے جناب سرور کائنات نے اپنی امت کو پہنچا دیے اور حضرت جبرئیل اور جناب رسول خدا صلعم اور
صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی کوئی ان غلطیوں پر مطلع نہوا یہاں تک کہ بعضے اولیا میں سے جو خداتعالیٰ کی دیدار سے مشرف ہوئے تو اسوقت اصل قرآن سے مقابلہ کیا اور ولی مذکور نے وہ
امت مرحومہ کو پہنچایا چنانچہ شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی ذی کہ بزرگان اہل سنت میں سے ہی کتاب یواقیت جواہر میں لکھا ہے کہ کان حمزۃ الزیات یقول قرأت سورۃ یٰسٓ علی الحق تعالیٰ
حین رأیتہ فلما قرأت تنزیل العزیز الرحیم رد علی الحق تنزیل بفتح اللام وقال انی انزلتہ تنزیلا وقال قرأت علیہ جل و علا ایضا سورۃ طٰہٰ فلما بلغت الی قولہ تعالی وانا اخترتک فقال انا اخترناک
یعنی تھا حمزۃ الزیات کہتا تھا کہ پڑھا میں نے سورۂ یٰسین کو حقتعالیٰ پر جسوقت کہ دیکھا میں نے خداتعالیٰ کو پس جسوقت پڑھا تنزیل العزیز الرحیم تو رد کیا مجھپر حقتعالیٰ نے تنزیل فتح
لام کو اور کہا کہ تحقیق نازل کیا ہے میں نے اسکو تنزیلا اور کہا اس حمزہ زیات نے کہ پڑھا میں نے حقتعالیٰ پر سورۂ طٰہٰ کو بھی پس جسوقت پہنچا میں طرف قول حقتعالیٰ کے وانا اخترتک کے
تو پس کہا خداتعالیٰ نے کہ انا اخترناک یعنی ہم نے اخترتک نازل نہیں کیا ہے بلکہ اخترناک نازل کیا ہے یہ حال ہے انکے اعتقادات کا قرآن کی نسبت کہ ایک دیوانہ آدمی کے ایسے ہذیانات اور
باطل باتوں کو قبول کر کے ایسے عالم جلیل القدر نے اپنی کتاب میں درج کیا کہ جو کفر اور ضلالت پر دلالت کرتے ہیں اور کلام اللہ کے بزرگی اور منزلت کا کچھ لحاظ خیال جسکے مقدمہ میں ایسے
بیہودہ مضامین درج کتاب کیے اور توقیر اور عزت قرآن کی اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ واسطے شفا کے پیشاب سے لکھنا قرآن کا جائز ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور
ہماری کتابوں میں نقصان کی روایتیں تو البتہ مندرج ہیں لیکن ایسے ہذیانات اور غلطیوں اور خطاؤں کی روایتیں نہیں آئیں یہ لوگ اپنی روایتوں پر تو نظر نہیں کرتے ہیں قرآن کے
مقدمہ میں اور ہمپر طرح طرح کی طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکے نزدیک کلام اللہ میں سے بہت سا گیا ہے اور قرآن قابل اعتبار نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ اعتقاد ہمارا یہ ہے کہ قرآن
جو کہ اس زمانہ میں موجود ہے یہی قرآن منزل من اللہ ہے یہ اس سے کم ہے اور نہ اس سے زیادہ ہے اور جو روایتیں کہ قرآن کے ناقص ہوجانے کے مقدمہ میں آئی ہیں وہ از جملہ آحاد ہیں انکا یقین

نہیں ہو سکتا اور انکی تاویل بھی ہو سکتی ہے اور یہی مذہب ہمارے علماء محققین کا ہے اور جو کچھ اس شیخ نے دروغ اور بہتان لکھکر ہم پر طعن کیا تھا وہ باطل ہو گیا ہماری تحریر سے **قال الشیخ الاشعری** دوسرے تمام روایات امامیہ میں موجود ہے کہ تمام اہل بیت اسی قرآن کو پڑھتے تھے اور اسی کے تمام خاص سے تمسک کرتے تھے اور بطور استدلال اسی قرآن کی آیات کو پیش کرتے تھے اور اسی کی آیات کی تفسیر کرتے تھے اور حضرت امام حسن عسکری کی طرف جو تفسیر منسوب ہے وہ اسی قرآن کی ہے لفظاً لفظاً اور اہل بیت اپنے لڑکوں اور باندیوں اور خادموں اور اہل وعیال کو بھی قرآن تعلیم فرماتے تھے اور اسی قرآن کے پڑھنے کا نمازوں میں حکم فرماتے تھے غرض قرآن مجید کا موافق نزول کے لوگوں کو پہنچانا اور انکو سکھانا باجماع امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ فرض تھا اور یقیناً معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کوئی مشرف باسلام ہوتا تھا اول کلام اللہ سیکھتا تھا بعد ازاں لوگوں کے سکھلانے میں مشغول ہوتا تھا یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ہزاروں نے کلام اللہ سیکھ لیا تھا چنانچہ بعضے بعضے غزوات میں ستر ستر حافظ شہید ہوئے ہیں بعد ازاں آجتک تمام اطراف میں یہانتک کہ دیہات میں اہل اسلام کلام اللہ کی تلاوت کو سب عبادتوں میں بڑھکر سمجھتے ہیں اور رات دن نماز میں اور نماز سے باہر کلام اللہ کے پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں اور ہر لڑکے کو اول جو مکتب میں بٹھلاتے ہیں تو سب سے پہلے کلام اللہ ہی یاد کرانا شروع کرتے ہیں بالجملہ قرآن مجید مثل کلینی و تہذیب نہیں کہ براہ تقیہ کسی کونے میں صندوق میں مقفل بند رہی کبھی تنہائی میں ڈرتے ڈرتے کہ مبادا کوئی سنی نہ آجائے ایک دو صفحہ مطالعہ کر لیا اور تس پر ایسے کثیر الوجود کہ ہر شہر و دیار میں سینکڑوں ہزاروں ہیں کلینی تہذیب کو ہندوستان میں تلاش کیجئے تو کہیں کہیں نکلیگی علی ہذا القیاس ایران میں سمجھئے کیونکہ اول تو رعایا سلطانی میں اہل سنت بکثرت ہیں سنا تو یوں ہے کہ شیعوں سے زیادہ ہوں آئندہ خدا جانے اور شیعوں میں سے بھی کلینی و تہذیب ہر کسی کے کام کی نہیں ہر کوئی اسے سمجھے جو خواہ مخواہ اسے بہم ہی پہنچائے باقی سوا انکے اور ممالک میں کلینی و تہذیب کا پتا تو کیا ملے نام بھی کوئی نہیں جانتا ہو با اینہمہ ایک دو نسخہ کہیں مل بھی جائے تو بیشتر غلط ملتی ہیں صحیح تو قسمت ہی سے ملتا ہے بخلاف کلام اللہ ہر دیار میں بکثرت موجود یہانتک کہ کوئی کتاب کسی مذہب کی ہو یا کسی علم عقلی کے ایسے کثیر الوجود نہیں ہر عام و خاص کو اسکی ضرورت ایک ایک گھر میں متعدد کلام اللہ لکھے ہوئے حفظ و تصحیح کا یہ اہتمام کہ ہزاروں حافظ حرف حرف گنا ہوا زیر زبر کی تعداد معلوم رسم خط میں بیسیوں کتابیں موجود **اقول** اگر تو جانتا ہے کہ روایات امامیہ میں موجود ہے کہ اہل بیت علیہم السلام اسی قرآن کو پڑھتے تھے اور اسی سے تمسک کرتے تھے اور اسی پر تفسیریں لکھتے تھے تو وہ کون ہے جو اسکا انکار کرتا ہے اور وہ کون ہے جو اس قرآن کو معتبر نہیں جانتا کہ جو تو اعتراض کرتا ہے ایک عالم کا تو نام لکھا ہوتا اور اگر تو نقصان کی کسی روایت کتب شیعہ کو دیکھکر کہتا ہے تو اسکا جواب ہم پہلے ہی لکھ چکے اور تیری کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ قرآن شریف غلطیوں کو شامل ہے اور اسکے الفاظ کی تبدیل غیر لفظوں سے ہو گئی ہے اور نقصان کی روایتیں تو سینکڑوں ہیں انکا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور ہمارا اعتقاد تو کلام اللہ کی نسبت یہی ہے کہ جو کچھ تو نے لکھا ہے کہ کلام اللہ یہی ہے جو کہ اب موجود ہے اور اسی کو اہل بیت علیہم السلام پڑھتے اور سکھاتے تھے اور اسی پر ہمارے مذہب کی تفسیریں ہیں اور نمازوں میں اسی قرآن کے پڑھنے کا حکم ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے اسی قرآن کو لوگوں کو پہنچایا تھا اور لڑکوں کو مکتب میں یہی کلام اللہ پڑھاتے ہیں کوئی اور کلام اللہ نہیں پڑھاتے اور قرآن مجید مثل بخاری اور مسلم کے نہیں ہے کہ براہ خوف شیعہ کسی کونے میں صندوق میں بند رہی کبھی تنہائی میں ڈرتے ڈرتے مبادا کوئی شیعہ نہ آجائے کہ میرا اعتراض جڑ دے ایک دو صفحہ مطالعہ کر لیا اور تس پر ایسے کثیر الوجود نہیں مثل قرآن کے کہ ہر شہر و دیار میں سینکڑوں ہزاروں ہیں بخاری اور مسلم کو تلاش کیجئے تو کسی کسی کے پاس نکلیگی نہ مثل کلام اللہ کے کہ اکثر کے پاس موجود ہوتا ہے اور کلینی اور تہذیب اگر ہندوستان میں کم دستیاب ہوتی ہیں تو اس جہت سے ہے کہ شیعہ اس ملک میں تھوڑے ہیں اور ایران میں جو کثرت شیعوں کی ہے تو وہاں کلینی اور تہذیب کثرت سے پائی جاتی ہیں اور چھپ بھی گئی ہیں اور اہل سنت ایران میں تو بہت کم ہیں کچھ تو جزیروں میں ہیں اور کچھ ضلع آذربائیجان میں اور تمام ملک ایران و خراسان میں شیعہ ہی ہیں شہروں میں اور دیہوں میں اور صحراؤں میں سب جگہ یہانتک کہ ہر شیعہ کو ایرانی کہنے لگے اور کلینی اور تہذیب اگر ہو گی تو کسی ملا کے پاس ہو گی نہ ہر کسی کے پاس جیسے کہ بخاری اور مسلم کہ اگر ہو گی تو کسی ملا پاس ہو گی اور اگر کسی جاہل پاس ہو گی تو وہ مثل پتھر کے ہے کہ ہر کوئی اسکی روایات کو نہیں سمجھ سکتا اور سب ملکوں سے کلینی اور تہذیب کو کیا تعلق ہے جہاں شیعہ ہونگے وہاں ہو گی جیسے کہ بخاری اور مسلم جہاں اہل سنت ہونگے وہاں ہو گی نہ ہر ملک میں اور نسخے کلینی اور تہذیب کی بہت صحیح ہندوستان میں بھی کثرت سے موجود ہیں تجھ اجنبی کو کیا خبر ہے اور ایک دو نسخے جو تو نے یہاں سمجھے اور مضامین انکی تیری سمجھ میں نہ آئی تو تو نے انکے غلط ہونیکا گمان کیا اور مقصود کلام اللہ کے جو تلاوت اسکی ہے تو اسواسطے کہ وہ ہر دیار اور شہر میں پایا جاتا ہے اور مطلب کو تو اسکے بھی ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا اور کلینی اور تہذیب اور بخاری اور مسلم کہ مقصود انسے سمجھنا انکے مضامین کا ہے نہ تلاوت انکی اسواسطے وہ کم پائی جاتی ہیں اور قرآن شریف کثرت سے ہر شہر و دیار میں پایا جاتا ہے اسواسطے کہ اسکی تلاوت کرتی ہیں اور اسکے سب امور مسلمانوں کے ضبط میں ہیں اور اسکی سورتوں اور آیتوں اور عدد کو خوب جانتے ہیں اور اسکے حروف اور زیر و زبر بھی شمار کئے گئے ہیں اور حفظ بھی وہ بہت آدمیوں کو ہے لیکن وہی کلام اللہ ہے کہ جسکو علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اسکے الفاظ کی تبدیل ہو گئی ہے اور کاتبوں کے غلط لکھنے سے غلطیاں اسمیں لگ گئی ہیں اور ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ اسمیں کسیطرح کی تحریف نہیں ہے جیسی جسقدر کہ نازل ہوا تھا اسیقدر اب موجود ہے گو اسکی ترتیب نزول میں فرق ہو گیا ہے **قال الشیخ الاشعری** پھر با اینہمہ کسی عاقل کی عقل میں آ سکتا ہے کہ تہذیب اور کلینی میں تو الحاق ہونے پائے اور شیعوں کے نزدیک من کل الوجوہ معتبر اور معتمد ہے اور

اصح الکتب کہلاتی اور کلام اللہ میں الحاق ہوجائے اور اسکا کچھ اعتبار نہ رہے جس زمانہ میں فرض کیجے کہ اسمیں فلانے شخص نے کلام اللہ میں سے کم کردیا یا اسمیں کچھ بڑھا دیا جیسے شیعوں کو خلیفہ ثالث کی طرف بدگمانی ہے تو ایک دو کلام اللہ میں بڑھایا گھٹایا ہوگا تمام ملک عرب اور ملک روم اور ملک ایران اور یمن کے مصاحف میں کہ انکے خلیفہ ہونے سے پہلے یہ تمام ممالک تحت تصرف اسلام آچکے تھے اور سوای ملک عرب کے کہ وہ سارا کا سارا مسلمان ہوچکا تھا اور ممالک کے باشندوں میں سے لکھوکھا آدمی مسلمان ہوچکے تھے اور قرآن کو فرمانِ خدا سمجھکر ہر کوئی حرزِ جان سمجھتا تھا اور جزوِ ایمان تصور کرکے اسکی یادگاری اور تلاوت میں مشغول تھا کمی بیشی ہرگز قرین عقل نہیں علاوہ بریں اس زمانہ میں حفاظ کی نوبت لکھوکھا کو پہنچی تھی خلیفہ ثالث نے انکے سینوں سے کیونکر نکال لیا ہوگا کہ تمام عالم میں قرآن محرف ہی مروج ہوگیا انہی وجوہ کے نظر کرنیکے بعد اہل عقل کا تو یہ کام نہیں کہ قرآن مجید کی نسبت اسبات کے قائل ہوں کہ اسمیں کچھ کمی بیشی وقوع میں آئی ہو اور جب قرآن مجید اس درجہ کو صحیح اور معتبر ہو کہ کوئی کتاب اسکے ہمسنگ نہیں اور تفسیر امام حسن عسکری میں اول سے آخر تک تمام آیات بجنسہا موجود ہیں تو اول تو آیت الذین آتیناہم الکتاب الخ استدلال کرنا صحیح اور درست ہوا دوسرے کلام اللہ ہی کی آیات سے کلام اللہ کے بجنسہ محفوظ ہونے پر استدلال کریں درصورتیکہ استدلال صحیح ہو واجب التسلیم ہوگا اسلئے کلام اللہ کو جو ہمنے تجسس کیا تو آیاتِ کثیرہ اسپر شاہد نکلیں کہ کلام اللہ تاہنوز موافق نزول کے بجنسہ باقی ہے کسی قسم کا تغیر یا تبدل اسمیں وقوع میں نہیں آیا نہ کمی ہوئی نہ بیشی ہوئی نہ کسی لفظ کے عوض میں دوسرا لفظ مشہور و معروف ہوگیا سب کے لکھکر اس مضمون کو ثابت کیجے اسکو تو گنجایش نہیں فقط ایک آیۃ کا لکھنا ضرور سمجھکر ایک ہی پر اکتفا کرتا ہوں سورۂ حجر میں ارشاد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ یعنی ہمنے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم اسکے نگہبان ہیں فقط اب جائے غور ہے کہ باوجود اس پختہ وعدے کے کہ مؤکد بچند تاکید ہے چنانچہ واقفان علم معانی واقف ہیں پھر نہ جانے خلیفہ ثالث نے کیا ستم کئے ہیں کہ قرآن اصلی کا بالکل نام و نشان مٹا دیا اللہ اللہ کیا کچھ قدرت و طاقت تھی کہ نعوذ باللہ خدا کی بھی نہ چلنے دی سورتیں کی سورتیں نکال ڈالیں اور آیتیں کی آیتیں ملادیں یہ نصیب اہل سنت جنکی ایسے پیشوا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ خداوند ذوالجلال وعدہ کرکے پھر گئے ہوں سو یہ خیال خود محال ہے خداوند صادق القول ایسی تاکیدوں سے وعدہ محکم فرمائے اور پھر پھر جاوے اور حفاظت نکرے سوا کلام اللہ ہی میں یہ بھی آیت ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ یعنی اللہ تعالی ہرگز خلاف وعدہ نہیں کرتا ہے مگر شاید کسی شیعہ مذہب کو یہ احتمال پیش آئے کہ خلیفہ ثالث کے یا جسکو یوں کہئے کہ اسنے کلام اللہ میں کمی بیشی کی ہے اسکے زمانہ میں خداوند کریم بھول گیا ہو یا اپنے وعدہ کو بھول گیا ہو سو اسکا جواب خداوند کریم نے اپنے آپ کلام اللہ میں فرما دیا ہے آیۃ الکرسی تو شیعوں کو بھی یاد ہوگی اسمیں یہ جملہ موجود ہے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یعنی اونگھ خدا کو آتی ہے اور نہ نیند ہی ادھر سورۂ مریم میں فرماتے ہیں وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا یعنی تیرا رب بھولنے والا نہیں سورۂ طٰہٰ میں یوں ارشاد ہے لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى نہ بہکتا ہے میرا رب نہ بھولتا ہے اس آیت نے اس احتمال کو بھی منقطع کردیا کہ خداوند کریم نے نگہبانی قرآن کا قصد تو کیا ہو پر تدبیر میں غلطی ہوئی ہو یا بوجہ غلطی قرآن کے بدلے کسی اور چیز کی حفاظت کر بیٹھے ہوں +

اقول پہلے اس سے ہم بیان کرچکے کہ کلام اللہ میں ہمارے اعتقاد کے نزدیک الحاق نہیں ہوا ہے اور نہ تہذیب اور کلینی ہمارے نزدیک مثل کلام اللہ کے صحیح اور معتبر ہیں ورنہ کلینی اصح الکتب ہے بلکہ سب کتب احادیث ہمارے نزدیک برابر ہیں اور روایتیں انمیں سب طرح کی ہیں اور الحاق بھی کلام اللہ میں اہل سنت ہی کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے اور جسوقت انہوں نے کلام اللہ میں الحاق کردیا جیسے کہ انکی کتابوں سے ثابت ہے اگر تہذیب اور کلینی میں بھی انہوں نے الحاق کردیا ہو شیعوں پر اعتراض کرنیکو اپنی مذہب کی تائید کے واسطے تو کیا عجب ہے اور ہم تو الحاق کی کسی طرح سے قائل ہی نہیں ہیں تم بدروغ الحاق کو ہماری طرف منسوب کرتا ہے سنیوں کو قائل ہونا چاہئے کہ انکی کتابوں سے ثابت ہے اور میر باقر داماد علیہ الرحمۃ اسی آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا القرآن وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ کو سند گردانتے ہیں عدم الحاق کی چنانچہ حاشیہ قبسات میں لکھتے ہیں وَالذِّكْرُ الْحَكِيْمُ هُوَ الْقُرْاٰنُ الْكَرِيْمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ وَالْمُرَادُ حِفْظُهٗ عَمَّا تَطَرَّقَ اِلَى الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ التَّحْرِيْفِ وَالتَّبْدِيْلِ بِاَنْ يُّزَادَ فِي التَّنْزِيْلِ مَا لَمْ يُنْزِلِ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَوْ يُبَدَّلَ اَوْ يُحَرَّفَ شَيْءٌ مِّنْهُ بِغَيْرِهٖ حاصل اسکا یہ ہے کہ ذکر حکیم وہ قرآن کریم ہے فرمایا خدا تعالی نے کہ ہم نے ہی ذکر کو یعنی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے نگہبان ہیں اور مراد اسکے حفظ سے اس امر سے ہے کہ جو کتب سماویہ پہلے اس سے تحریف اور تبدیل ہوئی تھی اور ہم نگہبان ہیں قرآن کے اس امر سے کہ زیادہ کیا جائے تنزیل میں وہ کہ جسکو خدا تعالی نے نازل نہیں کیا ہے یا بدل دیا جائے یا تحریف کیا جائے کچھ اسمیں اسکے غیر کے ساتھ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے قرآن سے اور تو اسکے خلاف کہاں سے کہتا ہے اور خدا تعالی بیشک صادق الوعدہ اور اپنے وعدہ سے پھرتا بھی نہیں ہے اور اسکو سہو و نسیان و بھول اور چوک بھی نہیں ہے اور نہ وہ سوتا اور اونگھتا ہے یہی اعتقاد ہمارا ہے لیکن واسطے مجادل کے گنجایش ہے کہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن کا غیر معتبر ہونا بھی سنیوں ہی کی کتابوں سے ثابت ہے اسواسطے کہ انکی نزدیک قرآن میں سب طرح کا الحاق ہوا ہے نقصان تو اسمیں کثرت سے ہے اور الفاظ زیادہ بھی اسمیں داخل ہوگئی ہیں اور الفاظ کی تبدیل بھی غیر لفظوں سے ہوگئی ہے اور کاتبوں نے الفاظ غلط بھی لکھکر اسمیں داخل کردیے ہیں جیسا کہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور بعد رسول خدا صلعم کے وہ قرآن مرتب کونسا تھا کہ عرب و روم و ایران وغیرہ میں پھیلا ہوا تھا بلکہ لوگوں کو متفرقات کچھ کچھ یاد تھا اور پوستوں اور تختیوں پر کسی کسی پاس لکھا ہوا تھا کسی کے پاس کوئی آیت تھی اور کسی کے پاس کوئی آیت تھی چنانچہ روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکھا ہے جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو عمر کے مشورہ سے بعد انکار کے زید بن ثابت سے جمع کروانا شروع کیا چنانچہ مشکوۃ میں زید سے روایت ہے لیکن وہ قرآن غیر مرتب تھا چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی نے مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہے البتہ ابن مسعود اور ابی بن کعب نے

جو قرآن جمع کیا تھا اور رسول خدا صلعم نے اُن قرآنوں ہی پر عمل کرنیکا حکم دیا تھا وہ قرآن مرتب ہو گئی تھی اور عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن پر تو حضرت نے حکم ہی نہیں دیا تھا کہ اُسکا اُس زمانہ میں موجود ہی نہ تھا چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ قرآن کو تم چار شخصوں سے لو اور پہلے سب سے ابن مسعود کا نام لیا اور بعد اُسکے معاذ بن جبل و ابی بن کعب و سالم مولیٰ ابی حذیفہ کا ذکر کیا اور ایسے ہی تحبیر فی علم التفسیر میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے سو یہ سب قرآن اور صحیفے جسقدر کہ تھے عثمان نے سب کو جلوا دیا اور جس شہر میں کہ تھے وہاں جلانیکا حکم بھیجدیا اور اپنی جمع کی ہوئی قرآن کو باقی رکھا چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے کہ وَاَمَرَ بِمَا سِوَاہُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَۃٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ یعنی اور حکم کیا ساتھ ما سوا قرآن اپنے کے قرآن کو جو کسی صحیفہ یا مصحف میں تھا یہ کہ جلا دیا جائے اور جن قرآنوں کو جلا دیا وہ ایسے تھے کہ اُنپر ہی حکم عمل تھا اور وہی نمازوں میں پڑھی جاتے تھے اور مشکوٰۃ سے صاحب طعن لسان نے جواب میں شیعوں کے انس کی روایت لکھی ہے کہ شامیوں پر جب جہاد ہونے لگا تو حذیفہ بن الیمان پاس جناب عثمان کے جا کر فریاد کرنے لگے کہ یا امیر المومنین لوگوں نے قرأت میں اختلاف ڈال رکھا ہے سو اس امت کو تھام رکھئے کہ اُسمیں اختلاف نکریں جیسا جیسا یہود اور نصاریٰ نے اپنی کتاب میں اختلاف کیا تب جناب عثمان نے اُن صحیفوں کو ام المومنین حفصہ کے پاس سے مستعار لیا اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبداللہ بن حارث کو فرمایا کہ ان صحیفوں کو مصاحف میں لکھو اور عند الاختلاف زبان قریش کو مقدم رکھو کہ قرآن اُنکی زبان پر اترا ہے پھر جب اُن لوگوں نے اسطرح کیا تب حضرت حفصہ کا صحیفہ واپس ہو گیا اور اُن مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ہر ایک ملک میں بھیجا اور ما سوا کو علیٰ اختلاف الروایتین جلانے یا پھاڑنے کا حکم دیا انتہیٰ اب میں کہتا ہوں کہ کلام اللہ میں سے گھٹانا بڑھانا تو درکنار رہا کلام اللہ تو جسقدر کہ پہلے تھی اُن سب کو عثمان نے جلوا دیا اور خود جو کلام اللہ کو جسطرح سے کہ چاہا جمع کیا تھا اُسکو جاری کیا اور جس شہر میں اور جس ملک پہلے کلام اللہ تھی اُنکو جلوا دیا اور حافظوں کے سینوں سے نکلوا دیا اور حکم کیا کہ وہ قرآن معتبر نہیں ہیں اس میرے قرآن کو یاد کرو اور پہلے قرآنوں میں سے جنکو حرز جان مسلمانوں نے سمجھا تھا اور مجموعہ ایمان تصور کرکے اُسکی یادگاری و تلاوت میں مشغول تھے اُسمیں سے نہ کوئی عرب میں باقی رکھا نہ روم میں نہ ایران میں بلکہ وہ سب جلوا دیے اور اُنکا نام و نشان باقی نہ رکھا اور خود جو کلام اللہ کو جمع کرکے جاری کیا اُسمیں پہلے قرآنوں سے کمی و بیشی سب موجود ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور عیاں کو بیان کرنا کیا دیکھ لے اپنی کتابوں کو کمی و بیشی لکھی ہے یا نہیں اور حضرت امام حسن عسکری کی تفسیر جو اس قرآن پر ہے تو وہ اہل سنت کی کمی و بیشی کی روایتوں کو دفع نہیں کر سکتی ہے جو قرآن کہ لوگوں کے پاس موجود ہے اُسکی اُنہوں نے تفسیر کی گو بعضی آیتیں اُسمیں سے نکلگئی ہیں اور زیادتی کو وہ قائل نہیں ہیں اور کلام اللہ کی کوئی آیت اس امر پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ کلام اللہ میں کچھ زیادہ اور کچھ کم ہونے پائے اور تبدیل الفاظ کی ہو صرف ایک آیت انا نحن نزلنا القرآن الخ کو کہتے ہیں سو موافق روایات اہل سنت کے یہ آیت بھی اُسپر دلالت نہیں کرتی ہے اگر مراد ذکر سے قرآن ہو تو البتہ اسقدر تو درست ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُسکی زوال کا حافظ ہے کہ اُسکو کوئی زائل و باطل نہیں کر سکتا ہے اور یہ آیت دلالت نہیں کرتی ہے کہ کسی طرح کا اُسمیں تغیر نہو اول تو باجماع اہل اسلام اُسکی ترتیب نزول میں تغیر ہے اور سوائے اُسکے کثرت سے روایتیں اہل سنت کی معتبر کتابوں کی اُسکی کمی و بیشی و تبدیل الفاظ پر دلالت کرتی ہیں اس صورت میں اگر نحن نزلنا الذکر سے مراد قرآن لیویں تو معنی اُسکے درست نہیں ہو سکتی بلکہ مراد ذکر سے جناب رسول خدا صلعم ہیں جیسے کہ سورہ طلاق کی آیۃ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ بَیِّنٰتٍ میں مراد ذکر سے رسول خدا صلعم ہیں ایسے ہی اس آیت میں مراد ذکر سے رسول خدا صلعم ہیں کہ اُنکا خدا تعالیٰ حافظ ہے اور مشرکین و منافقین کے کید سے اُنکو محفوظ رکھتا ہے کہ حضرت کو کوئی آزار نہ پہنچانے پائے اور ذکر سے مراد قرآن ہو تو عثمان کا مقدور نہ تھا کہ قرآن کو جلا سکتا وہ قرآن کہ جسپر عمل کرنیکا حکم رسول خدا صلعم نے دیا تھا اور فرمایا کہ تم قرآن کو ابن مسعود وغیرہ سے لو اور وہی قرآن نمازوں میں پڑھی جاتے تھے اور تلاوت کئے جاتے تھے اور خدا تعالیٰ نے جو بجنسہ وعدہ کیا ہے وہ جناب رسول خدا صلعم کی محافظت کا وعدہ کیا ہے سو حضرت کو محفوظ رکھا اور دیکھو عثمان نے ابن مسعود اور ابی بن کعب کے قرآن کو جسپر رسول خدا صلعم نے عمل کرنیکا حکم دیا تھا اُسکا بالکل نام و نشان مٹا دیا اور جلا کر خاک کر دیا اور سورتیں کی سورتیں اور آیتیں کی آیتیں نکال ڈالیں جیسا کہ ہم اہل سنت کی کتابوں سے پہلے اس سے لکھ چکے اور ایسا پیشوا قرآنوں کا جلانیوالا اہل سنت ہی کو مبارک ہو جس نے کلام خدا کی کچھ توقیر نکی اور اُسکی اہانت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا اور ایک عذر نامعقول جو کرتے ہیں کہ اُنمیں آیتیں منسوخ التلاوت تھیں اسواسطے جلایا یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ اگر منسوخ التلاوت ہوتیں تو اُنپر عمل کرنیکا جناب رسول خدا صلعم حکم کاہیکو دیتے اور منسوخ التلاوت تو کوئی چیز ہی نہیں ہے یہ اصطلاح ہی جدید ہے اور منسوخ التلاوت کہنا تو بالکل غلط ہی ہے اور منسوخ الحکم اس قرآن مروج میں بھی موجود ہیں اگر یہی مراد ہے کہ منسوخ الحکم آیتیں تھیں سو اسواسطے جلایا تو ان آیتوں کو بھی جلایا ہوتا کہ جو اس قرآن میں اب منسوخ الحکم آیتیں موجود ہیں سو معلوم ہوا کہ یہ عذر منسوخ الحکم ہونیکا بھی بیجا ہے اور کوئی بات عثمان کے بچانے کو بن نہیں پڑتی اور کبھی ایک مہمل بات اپنے جی سے ایجاد کرکے کہتے ہیں کہ تفسیر کی عبارتیں اُنمیں ملی ہوئی تھیں یہ بھی غلط ہے اگر ایسی ہی بات ہوتی تو رسول خدا صلعم اُنپر عمل کرنیکا حکم کاہیکو دیتے اور جب عثمان نے قرآن کو جمع کروایا تو کتنی ہی آیتیں جو اُن قرآنوں میں تھیں وہ اس قرآن میں [illegible] نہ ہونے تو ابن مسعود کے قرآن کی اُس آیت پر عمل کیا ہے کہ جو اس قرآن مروج میں نہیں ہے چنانچہ صیام کفارہ یمین میں جب قرآن ابن مسعود کی آیہ

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ یعنی تتابع صیام کو واجب جانا ہے حالانکہ اس قرآن موجودہ میں تتابع کا لفظ نہیں ہے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ الْاَيَّامِ الثَّلٰثَةِ مَشْرُوْطَةٌ عِنْدَ
اَبِیْ حَنِيْفَةَ بِالتَّتَابُعِ تَمَسُّكًا بِقِرَاءَةِ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ابو حنیفہ کا جو کہ مقتدا ہے ہند کے اہل سنت کا نقصان قرآن کا ہے اور شیعوں پر جو یہ شیخ طعن کرتا ہے طعن
بیجا ہے اور ہمارے نزدیک تو خدا تعالیٰ بیشک صادق القول ہے اور نہ اسکو سہو و نسیان ہے اور نہ وہ سوتا اور اونگھتا ہے اور سب قیل و قال کا جواب ہم دے چکے کہ جناب رسول خدا صلعم کی حفاظت کا
خدا نے وعدہ کیا تھا سو اسکو پورا کیا اور تم جو ذکر سے مراد قرآن لیتے ہو تو اپنے علما سے پوچھو کہ خدا تعالیٰ نے تو وعدہ قرآن کی حفاظت کا کیا تھا پھر کیا وجہ ہے کہ عثمان نے ان قرآنوں کو جلایا کہ جنکا
حافظ خدا تھا اور سورتیں کی سورتیں و آیتیں کی آیتیں اسمیں سے عثمان نے نکال ڈالیں اور الفاظ کی قرآن کی تبدیل کر دی کیا کچھ قدرت و طاقت تھی کہ نعوذ باللہ خدا کی بھی چلنے دی ہاں یہ احتمال
کہ خداوند ذوالجلال وعدہ کر کے پھر گئے یہ بھی محال ہے کہ ایسی تاکیدوں سے وعدہ محکم فرمائے اور پھر پھر جائے اور حفاظت بخری سعند کلام اللہ میں بھی موجود ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اور اگر
کسی سنی عالم کو یہ احتمال پیش آئے کہ جس زمانہ میں عثمان نے کمی بیشی کی ہے اس زمانہ میں خدا تعالیٰ سو گیا ہو اور اپنے وعدہ کو بھول گیا ہو اسکا جواب قرآن میں موجود ہے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ
اور فرماتا ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا اور فرماتا ہے لَا يَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا يَنْسٰى اس احتمال کو بھی مرتفع کر دیا کہ خداوند کریم نے قرآن کا قصد تو کیا ہو پر تدبیر میں غلطی ہوئی ہو یا بوجہ غلطی قرآن کے بدلے کسی اور
چیز کی حفاظت کر بیٹھے ہوں قَالَ الشَّيْخُ الْاَشْعَرِیُّ جب یہ سب احتمالات مرتفع ہو چکے تو اب اس غلام خاندان نبوی کو علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام حضرات شیعہ کی خدمت میں یہ گزارش
ہے کہ بعد اس وعدہ محکم اور عدم موانع کے جو خداوند کریم سے حفاظت نہو سکی تو بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے نزدیک خلیفہ ثالث میں نعوذ باللہ من ہذہ الاقوال خدا سے بھی زیادہ
زور اور بل تھا کہ خدا کا ارادہ پیش نہ گیا در حالیکہ تم خلیفہ ثالث کے اسقدر معتقد ہو کہ خدا کو بھی اتنا نہیں سمجھتے تو خلیفہ ثالث ہی کے ساتھ کیوں نہیں ہو لیتے نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد اگر یہی تمہارے
خیال ہیں تو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہو کے کیا لو گے اٹھیگا ممبادا قیامت کو خلیفہ ثالث تمہیں بھی خدا تعالیٰ کی حفاظت سے نکال کر کبھی کبھی کے بدلے لینے لگے اور خدا کو شیعیان علی سے شرمانا پڑے یا یوں
کہو کہ یہ ہمارا عقیدہ غلط ہے اور کلینی جو تمہارے نزدیک اصح الکتب ہے اسکی یہ روایت سر بسر بہتان و دروغ ہے عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَآءَ
بِهٖ جِبْرَائِيْلُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ آيَةٍ یعنی ہشام بن سالم حضرت امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے کہ وہ قرآن جو حضرت جبرئیل رسول صلعم کے پاس لائے تھے اسمیں سترہ ہزار
آیتیں تھیں فقط دیکھئے کہ یہ کلام اللہ جو اب موجود ہے اسمیں قریب چھ ہزار آیتوں کے ہیں تو شیعوں کی اس روایت کے موافق کوئی دو تہائی کلام اللہ چوری گیا اس سے تو بہتر یہی تھا کہ خداوند کریم ذکر کی
حفاظت نہوتی اسکی حفاظت کے بھروسے امتیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے فکر ہو بیٹھی لیکن بہت ہوتا تو اتنا ہی نقصان ہوتا جتنا تورات و انجیل میں ہوا تھا سو جو لوگ کہ تورات و انجیل
کی تحریف کے اثبات کے درپے ہوئے ہیں وہ بھی یوں نہیں کہتے کہ تورات و انجیل میں اتنا کچھ نقصان ہوا ہے بلکہ بعد تحقیق یوں معلوم ہوتا ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ نے قدر قلیل کمی بیشی کی ہے سو وہ
بھی جہاں کہیں کوئی بات مسلمانوں کے مفید مطلب دیکھی ہے یا کوئی ایسا حکم تھا ہے کہ اسکے مروج رہنے میں امرا کو دشواری ہوتی ہے ایسی جگہ امرا سے کچھ لے دے کر بدل دیا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال
القصہ حسب مقولہ غیبیہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس اہتمام اور اس انتظام کے کہ قرآن مجید کے خداوند کریم نے خود حفاظت کی قرآن مجید غیر محفوظ اور غیر معتبر ہونے میں تورات و انجیل سے
بڑھ گیا حالانکہ انکا حافظ و محافظ نہ خدا تھا نہ کوئی پیغمبر ہاں علماء دنیا پرست کہ آیات خداوندی کا بیچ دینا اور احکام کا بدل ڈالنا اور تحریف کا کرنا انکا کام ہی تھا اسلئے فقط یہی پڑھنے پڑھانے
والے اور جاننے پہچاننے والے بھی حافظ و نگہبان ہونا کجا شاید اس فرقہ کے نزدیک کلام اللہ کی تورات و انجیل یہ پڑھکر یہی سہی ہیں کہ بے اعتباری میں انسے بڑھا ہوا ہے **اقول** احتمال کوئی
مرتفع نہیں ہوا بلکہ الٹی بلا اہل سنت کے گلے پڑی اور جو اعتراض وہ شیعوں پر کرتے تھے وہ انپر وارد ہو گیا اور شیعہ اس سے بری ہو گئے اور اس شیخ کو غلام خاندان نبی کہنا نہایت بیجا ہے
اسواسطے کہ غلام اپنے آقا کے طریقہ پر چلتا ہے اور یہ انکے طریقہ کو چھوڑ کر انکے دشمنوں کے طریقہ پر چلتے ہیں معاویہ و عمرو عاص کے انکا غلام کہنا چاہیے اور شیعوں کی خدمت میں گزارش
کیا کرتے ہو بلکہ بخاری اور مسلم اور ابن اثیر اور جلال الدین سیوطی و ابن حجر صاحب فتح الباری اور حاکم صاحب مستدرک وغیرہ کی خدمت میں گزارش کرو جو کہ قرآن کی کمی بیشی کے قائل
ہیں اور تبدیل الفاظ قرآن کی روایتیں لکھی ہیں کہ بعد اس وعدہ محکم اور عدم موانع کے جو خداوند کریم سے حفاظت نہو سکی کہ عثمان نے قرآنوں کو جنکا حافظ خدا تھا جلوا دیا اور اپنے جمع
کئے قرآن میں کمی بیشی کی اور الفاظ کو اسکے بدلوا دیا تو بجز اسکے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے نزدیک خلیفہ ثالث میں نعوذ باللہ من ہذہ الاقوال خدا سے بھی زیادہ زور اور بل
تھا کہ خدا کا ارادہ پیش نہ گیا در حالیکہ تم خلیفہ ثالث کی اسقدر معتقد ہو کہ خدا کو بھی نہیں سمجھتے تو خلیفہ ثالث ہی کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا اور جہاں وہ جائیں گے وہیں تم بھی جاؤ گے
اور ہمارا اعتقاد جو قرآن کی نسبت ہے اسکو ہم بیان کر چکے کہ وہ بہت صحیح ہے اور خدا تعالیٰ کی ہمراہی میں ہمکو درجہ عالیہ حاصل ہونگے اور دوام اسکی حفاظت میں ہیں سو
اور عثمان اس روز ہمکو حفاظت خدا سے کیا نکالیں گے وہ خود ہی اپنی بلا میں گرفتار ہونگے بابت جلانے اور تحریف کرنے قرآن کے اور بدلا لینگے ان اصحاب رسول مقبول کے کہ جنکو دنیا
میں آزار پہنچائے ہیں اور خدا تعالیٰ شیعیان علی سے اس روز بہت خوش و راضی ہوگا کہ وہ دین مستقیم پر قائم رہے ہیں اور عقیدہ تو اپنا ہم بیان کر چکے اور کلینی وغیرہ کی روایتوں کا
جواب دے چکے کہ ایسی روایتیں منجملہ احاد ہیں قابل اعتبار کے نہیں ثانیاً اول ہیں اور کلینی کی ایک روایت دروغ ہوگی تو اہل سنت کے محدثین کی سینکڑوں روایتیں دروغ ہو جائینگی اور

کلینی نے تو نقصان کی روایت لکھی ہے اور جو کچھ باقی رہا ہے یہی ہمکو کافی ہے زیادتی اور بدلجانے الفاظ کی اور کاتبوں کے غلط کر دینے کو تو نہیں لکھا ہے کہ جس سے قرآن کا غلطیوں
شامل ہونا صادق آئے اور قرآن شریف غلط ٹھیر جائے جیسے کہ تمہارے علماء لکھتے ہیں اور صاحب کلینی نے سترہ ہزار آیتوں کا ذکر کیا ہے کا اسقدر آیتیں قرآن کی تھیں اور قرآن حال
میں چھ ہزار آیتیں ہیں تو گیارہ ہزار آیتوں کا نقصان اس حساب سے قرآن میں ہوا اور اہل سنت کے علماء تو اس سے بڑھکر لکھتے ہیں چنانچہ تفسیر درمنثور میں جلال الدین سیوطی
لکھتے ہیں عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ قَدْ اَخَذْتُ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ مَا يُدْرِيْهِ مَا كُلُّهٗ قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْاٰنٌ كَثِيْرٌ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ قَدْ اَخَذْتُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ حاصل یہ ہے کہ ابن عمر سے روایت
ہے کہتا ہے کہ نہ کہے کوئی تم میں سے کہ تحقیق لیا ہے میں نے کل قرآن کو کیا جانے وہ کہ کیا ہے کل تحقیق کہ گیا ہے اُسمیں سے قرآن بہت اور لیکن کہے کہ تحقیق لیا ہے میں نے جو کچھ کہ ظاہر تھا اُس
سے انتہی دیکھو کہ اس روایت میں لکھا ہے کہ قرآن کثیر جاتا رہا ہے اور اطلاق کثیر کا لاکھ آیتوں پر بھی ہو سکتا ہے اور اب موافق قول اس شیخ کے کہنا چاہیے کہ اہل سنت کی اس روایت کے
موافق اکثر قرآن تو چوری گیا اور جزوی باقی رہا ہے اس سے بہتر تو یہی تھا کہ خداوند کریم ذمہ کش حفاظت ہوتے اُسکی حفاظت کے بھروسے آنمیان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بے فکر
ہو بیٹھتے ورنہ بہت ہوا تو اتنا ہی نقصان ہوتا جتنا تورات و انجیل میں ہوا تھا سو جو لوگ کہ تورات و انجیل کی تحریف کے اثبات کے درپے ہوئے ہیں وہ بھی یوں نہیں کہتے کہ تورات و انجیل
میں اتنا کچھ نقصان ہوا ہے بلکہ بعد تحقیق یوں معلوم ہوتا ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ نے قدر قلیل کمی بیشی کی ہے سو وہ بھی جہاں کہیں کوئی بات مسلمانوں کے مفید مطلب دیکھی ہے یا کوئی
ایسا حکم ہوا ہے کہ اُسکے مروج ہونے میں امرا کو دشواری ہوئی ہے ایسی جگہ امرا سے کچھ لے دیکر بدل دیا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال القصہ حسب مقولہ اہل سنت یوں معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس اہتمام
اور اس انتظام کے کہ قرآن مجید کی خداوند کریم نے خود حفاظت کی قرآن مجید غیر محفوظ اور غیر معتبر ہونے میں تورات و انجیل سے بڑھ گیا حالانکہ اُنکا محافظ خدا نہ تھا کوئی پیغمبر یا
علماء دنیا پرست کہ آیات خداوندی کا بیچ دینا اور احکام کا بدل ڈالنا اور تحریف کا کرنا اُنکا کام ہی تھا فقط پڑھنے پڑھانیوالے اور جاننے پہچاننے والے تھے حافظ و نگہبان ہونا کجا شناعت
اس قدر اہل سنت کے نزدیک کلام اللہ کی تورات و انجیل سے بڑھکر یہی معنی ہیں کہ بے اعتباری میں اُنسے بڑھا ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** یہاں علماء شیعہ دو احتمال پیش کریں
تو کرتے ہیں ایک تو یہ کہ کلام اللہ لوح محفوظ میں محفوظ ہے دوسرا یہ احتمال کہ غار سر من رای میں حضرت امام مہدی حافظ قرآن موجود ہیں سو اوّل احتمال کا پوچ ہونا تو ظاہر ہے اوّل تو یہی کہ
اگر بالفرض انا لہ لحافظون کا یہی مطلب ہے تو ہمیں کیا ہم اس وعدہ کو لیکر کیا کریں ہمارے مفید مطلب تو یہ بات تھی کہ اس قرآن کی حفاظت کرتے جو ہمارے پاس ہے تاکہ احکام خداوندی
کے معلوم ہونے میں کچھ شک و شبہ نہ رہتا دوسرے وہاں کی حفاظت کرنی کیا ضرورت تھی اگر لوح محفوظ تک کسی بیدین کی دسترس ہوتی تو البتہ حفاظت کا موقع بھی تھا تیسرے آیت
مذکورہ میں اول تنزیل کا ذکر فرمایا بعد اُس حفاظت کا وعدہ کیا ہے اس ترتیب سے بلاغت شناسان قرآنی کو خود معلوم ہے کہ قرآن منزل کی حفاظت مد نظر ہے نہ کہ اُس قرآن کی
جو لوح محفوظ میں محفوظ ہے چوتھے اگر یہی مطلب ہے تو یہ فضیلت تو تورات و انجیل میں بھی موجود ہے قرآن ہی میں کیا فوقیت ہوئی معہذا یہاں حفاظت کا وعدہ کیا ہے وہاں بھلا
اسکا کیا ثمرہ نکلا پانچویں یہ ہے کہ اس آیت میں اسماء قرآنی میں سے ذکر کو ذکر کیا لفظ قرآن یا کتاب وغیرہ ذکر نہ فرمایا تو بھی اسی غرض سے ذکر فرمایا ہے کہ قرآن میں کمی بیشی تغیر و تبدیل کا کسیکو
احتمال باقی نہ رہے چونکہ یہ بات تمہید طلب ہے تو ہمیں لازم ہے کہ اسکی تمہید بیان کرکے اصل مطلب کو روشن کر دکھلائیں اسلئے یہ گزارش ہے کہ بسبب عبارات اور اوصاف مختلفہ اور حیثیات
متعددہ کی ایک ایک چیز کے متعدد نام ہوا کرتے ہیں اور پھر وہ نام اپنے اپنے موقع پر استعمال ہوتے ہیں ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا صحیح نہیں ہوتا مثلاً ایک شخص کسیکا باپ بھی
ہوتا ہے اور کسیکا بیٹا بھی اور علی ہذا القیاس کسیکا بھائی کسیکا بھتیجا کسیکا چچا کسیکا بھانجا کسیکا ماموں ہوتا ہے غرض ایک شخص ہے اور اُسکے القاب بہت ہیں پر وہ سب القاب
یکساں برابر نہیں بولے جاتے اپنے اپنے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں بیٹا اپنے باپ کو بیٹا کہکے نہیں پکار سکتا گو وہ کسیکا بیٹا ہے اور اسی طرح باپ بیٹے کو باپ کہکر نہیں پکار سکتا اگرچہ وہ
اپنے بیٹے کا باپ ہے دوسری مثال یہ ہے کہ ایک حاکم کلکٹر بھی ہوتا ہے مجسٹریٹ بھی ہوتا ہے مگر چونکہ کام کلکٹری اور مجسٹریٹی کا مختلف اور جدا جدا ہے تو کلکٹری کے کاغذات میں
بلقب کلکٹر لکھتے ہیں اور مجسٹریٹی کے کام کے کاغذ میں بلقب مجسٹر اور برعکس نہیں کر سکتے اسی طرح قرآن شریف کے بھی بہت سے القاب اور اسماء ہیں اور ہر ایک لقب کا مدار ایک
جدے اعتبار اور نئے نئے اوصاف پر ہے قرآن تو بلحاظ مقروء ہونے کے کہتے ہیں یعنی قرآن کو قرآن اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اُسکی قرأت کا اتفاق ہوتا ہے اور مصحف اور کتاب بایں لحاظ کہتے ہیں
کہ اسمیں صحف یعنی اوراق ہوتے ہیں اور ان اوراق میں اسکو لکھتے ہیں علی ہذا القیاس ذکر بایں وجہ کہتے ہیں کہ غافلوں اور جاہلوں کے لئے مذکر اور گنہگاروں کے واسطے پند ہے
یعنی باعث یادگاری باری ہے اور پند خداوندی سو اس لقب کا استعمال جب ہی صحیح ہوگا کہ مقابل میں غافل اور جاہل اور گنہگار ہوں مگر سب جانتے ہیں کہ موصوف بصفت غفلت و جہل
و گناہ اگر ہے تو یہ انسان ہے ملائک ان عیوب سے مبرا ہیں تو جبتک کلام اللہ لوح محفوظ میں تھا اس لقب کا بولنا صحیح نہ تھا کیونکہ اس موقع میں کوئی غافل تھا نہ جاہل تھا نہ گنہگار تھا
وہاں تک اگر رسائی تھی تو فقط ملائک کی تھی سو اُنکو ان باتوں سے کچھ سروکار ہی نہیں ہاں جب نوبت تنزیل کی پہنچی اور معاملہ حضرت انسان سے پڑا تو البتہ اس لقب کا استعمال صحیح ہوا
کیونکہ غرض انزال و تنزیل سے یہی ہے کہ غافلان نوع بشر کے لیے مذکر اور واعظ ہو پھر جب انا لہ لحافظون فرمایا تو ضمیر اسی لفظ کی طرف راجع فرمائی اسلئے لازم پڑا کہ حفاظت بھی اسی

موقع میں ظہور میں آئی کہ جہاں اس لقب کا استعمال صحیح ہو **اقول** شیعہ یہ احتمال ہرگز بیان نہیں کرتے ہیں تو اپنی طرف سے ایجاد کرکے کہتا ہے اور عبث فضول بک کر کاغذ کو
سیاہ کرتا ہے اور غار سر من رای کا جواب تو ہم بعد اسکے دینگے اور لوح محفوظ میں محفوظ رہنے کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن کثیر جا بارہا ہے اور سورتیں اور آیتیں
اسمیں سے نکل گئی ہیں اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم قرآن کی حفاظت کرنیوالے ہیں کہ اسمیں کسی طرح کی تغیر اور تحریف ہونے پائے اور جسوقت کہ اسقدر اسمیں تحریف ہوئی تو حفاظت
اسکی کہاں باقی رہی ہے اور خدا تعالیٰ کا جو وعدہ حفاظت کا تھا وہ وقوع میں آیا تو اس حفاظت کا جواب اہل سنت پیش کریں تو احتمال یہ ہے کہ اس طرح سے کریں کہ وہ لوح محفوظ میں
محفوظ ہے سو اس احتمال کا ہیچ ہونا ظاہر ہے اول تو یہ کہ اگر بالفرض انا له لحافظون کا یہی مطلب ہے تو ہمیں کیا ہمسے اس وعدہ کرنیکے کیا معنی ہمارے مفید مطلب تو یہ بات تھی کہ اس
قرآن کی حفاظت کرتے جو ہمارے پاس ہے تاکہ احکام خداوندی کے معلوم ہونے میں کچھ غلط شبہ نہ رہتا دوسرے وہاں کی حفاظت کرنیکی کیا ضرورت تھی اگر لوح محفوظ تک کسی بیدین کی
دسترس ہوتی تو البتہ حفاظت کا موقع بھی تھا تیسرے آیت مذکورہ میں الخ جو کچھ اس شیخ کا بیان آخر تک ہے وہ ہی ہمارا بیان بعینہ ہے مگر لکھنے کی احتیاج نہیں ہے؛ دریافت طلب
کہ اس شیخ نے خارج از مقصود طول دیا ہے قرآن شریف کے القاب بیان کرنے اور اُسکی مثالیں لکھنے سے کیا فائدہ ہے اور ذکر مطلق یاد کرنیکو کہتے ہیں تو ضرور نہیں ہے کہ مقابل
میں غافل اور گنہگار ہی کے ہو خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ یہاں کونسا مقابلہ گنہگار اور غافل اور جاہل کا ہے اور جسوقت کہ ذکر
بمعنی مطلق یاد کردن آیا ہو تو ملائکہ لوح محفوظ میں سے دیکھ کر کیا قرآن کا ذکر نہیں کر سکتے ہیں اور اسکو پڑھ نہیں سکتے ہیں آخر سوائے قرآن کے بہتیری تسبیحیں اور اذکار الٰہی
کرتے ہیں یہ بھی سمجھی گناہ اور جہالت کی کیا خصوصیت ہے اور ذکر سے مراد اگر قرآن لیویں اور ضمیر له کی اُسکی طرف راجع کریں تو اسقدر معنی آیت کے تو صحیح ہو سکتی ہیں بنظر روایات
کتب فریقین کہ خدا تعالیٰ حافظ ہے اسکے زوال اور بطلان کا کہ کوئی اُسکو زائل اور نابود نہیں کر سکتا ہے اور اگرچہ وہ حافظ ہے اُسکی کمی اور بیشی اور تبدیل الفاظ کا تو یہ معنی ہرگز صحیح نہیں ہو سکتے اسواسطے کہ کثرت
روایات معتبرہ اہلسنت دلالت کرتی ہیں ان امور پر اور خلف وعدہ الٰہی لازم آتا ہے اور بلا تکلف معنی آیت کے صحیح اور درست اسوقت ہوتے ہیں کہ ذکر سے مراد رسول خدا صلعم ہوں جیسا کہ ہم پہلے اہل بیت کی ایک آیت میں بھی
خدا تعالیٰ نے اُن حضرت کو بلفظ ذکر یاد کیا ہے اور یا یہ کہ مراد ذکر سے تو قرآن ہو اور ضمیر له کی جناب رسول خدا صلعم کی طرف پھری جیسا کہ بعضے لیتے ہیں اور بیضاوی نے
بھی لکھا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ذکر سے مراد قرآن ہو اور ضمیر له کی ذکر کی طرف پھری ورنہ معتبر روایتوں کو جھوٹا ٹھیراؤ اپنی خلاصی کے لئے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا
دوسرا احتمال اُسکا یہ خیال ہے کہ اول تو حضرت امام مہدی کا غار سر من رای میں مخفی ہونا یہ ایک افسانہ غلط ہے جب کلام اللہ کا باوجود اسقدر تواتر کے اعتبار نہ رہا ایسی روایات بے سروپا
کا جنکی راوی فقط دو چار مکار ہوں کیا اعتبار اور در صورتیکہ وہ بات بھی قرین قیاس ہو تب تو قابل قبول عقل کسی عاقل کے نزدیک بھی نہیں اور جن روایات سے حضرت
امام مہدی کا افسانہ مروی ہے وہ کچھ ایسے ہی ہیں بلکہ اس سے بھی کمتر با اینہمہ یہ بات ہرگز متصور نہیں کہ حضرت امام مہدی کو کلام اللہ یاد ہو یہ کام تو اہل سنت جماعت
کا ہے حضرت امام مہدی کو انکا تشبہ کاہیکو گوارا ہوگا مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ہاں انکے پاس کلام اللہ ہو اور حضرت امام اس کلام اللہ کو لیکر اسی اندیشہ سے اس غار میں جا چھپے
ہوں کہ مبادا انکے پاس کا کلام اللہ معتقدان خلیفۂ ثالث کی نظر پڑ جائے تو البتہ ایک ٹھکانے کی بات ہے لیکن اہل فہم سے سوال یہ ہے کہ یہ احتمال پہلے احتمال سے اسبات میں
کیا کم ہے کہ ہمارے حساب سے وہ ویسا ہی لوح محفوظ میں ویسا ہی غار سر من رای میں نقل مشہور ہے ویسا ہی کنواں ویسا ہی کھائی بلکہ بلحاظ وجہ پنجم اُس کلام اللہ کی حفاظت کا وعدہ
ہی نہیں جو بزعم شیعہ حضرت امام کے پاس ہو اہل فہم کے نزدیک اسکا ذکر کہنا ہی صحیح نہیں ذکر کہنا تو جب صحیح ہو کہ امتی اُسے پڑھیں پڑھائیں غار سر من رای میں کون جائے
اور کون اُس سے فائدہ اٹھائے علاوہ وعدہ تو اسی کلام اللہ کی حفاظت کا ہے کیونکہ اسکا ذکر ہونا ظاہر ہے پھر حضرت امام کا کلام اللہ اگر اسی کلام اللہ کے موافق ہے تو فبہا ورنہ اس
صورت میں حضرت امام ہی کا کلام اللہ غلط ہوگا بالجملہ ایسے لغویات کو خداوند کریم کی طرف نسبت کرکے سفت دین اسلام کو بٹا لگاتے ہیں سبحان اللہ عجب تماشا ہے کہ جناب باری نے
وعدہ حفاظت تو اسلئے کیا تھا کہ امت محمدی کو کل کو دربارۂ علم احکام کچھ دقت پیش نہ آئے دین محمدی میں کوئی رخنہ نہ پڑے یہ دین قیامت تک برابر روشن رہے مگر افسوس کہ تاہم
وہی خرابی کی خرابی برسر رہی نعوذ باللہ غار سر من رای میں محفوظ ہونیسے یہ معنی ہوئے کہ خداوند کریم حفاظت کے وقت اتنا بھی نہ سمجھے کوئی اجنبی آدمی سنیگا تو کیا کہیگا ہماری
صلاح یہ ہے کہ اسبات کو شیعہ کسی نصرانی یہودی کے سامنے تو زبان پر بھی نہ لائیں ہمارے سامنے کہیں تو شاید ہم بپاس اتحاد کلمہ گوئی یوں سمجھ کر کہ شیعوں کی خفت فی الجملہ
اپنی ہی خفت ہے سکوت بھی کر جائیں کیونکہ اول تو یہودیوں کو اس قسم کے خرافات سنکر اسبات کے کہنے کی گنجائش ملیگی کہ ہماری توریت بھی آخر لوح محفوظ میں محفوظ ہے
اقول حضرت امام مہدی علیہ السلام کا غار میں مخفی ہونا غلط نہیں ہے بلکہ بہت صحیح ہے اسواسطے کہ انکے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہیں روایات فریقین چنانچہ پہلے اس سے
ہم لکھ چکے اور کچھ اور بھی بیان کرینگے اور کلام اللہ کو ہم تو نہایت معتبر جانتے ہیں اور اگر غیر معتبر ہے قرآن تو موافق روایات اہل سنت کے ہے کہ اُسمیں کمی اور بیشی اور تبدیل
الفاظ اور غلطی کا تبین ہوئی اور راوی امام مہدیؑ کے پیدا ہونے کے مکار نہیں ہیں بلکہ بڑے معتبر علماء اہل سنت کے ہیں اور قیاس کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے اور قیاس تیرا

باطل ہو کہ تو منکر قدرت خدا ہے اور قیاس تیرا ایسا ہے جیسے کہ کفار کہتے تھے قیامت کے مقدمہ میں کہ جسوقت مر کر خاک ہو جائینگے تو بھلا پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ اس
خاک کے ریزوں کو جمع کر کے خدا تعالی پھر زندہ کرے ایسا ہی تیرا قیاس امام مہدی ؑ کے مقدمہ میں ہے کہ تیرے قیاس میں نہیں آتا ہی کہ امام مہدی ؑ پیدا ہو کر غار
میں مخفی ہوئے ہوں سو حضرت امام مہدی ؑ بیشک پیدا ہوئے اور غار سر من رای میں جا کر آدمیوں کی نظروں سے غائب ہو اور اُس غار میں سے نکلکر جس جگہ کہ انکو خدا تعالی لیگیا
وہاں چلے گئے اور اب موجود ہیں اور بعض اولیا اہل سنت کو انکی ملاقات سے شرف بھی حاصل ہوا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور دلالت کرتی ہی انکے وجود پر حدیث ثقلین
اور وہ حدیث کہ حضرت نے فرمایا تھا میری اہل بیت امان ہیں اہل ارض کی کہ عترت رسول خدا صلعم میں سے قیامت تک کوئی شخص موجود ہونا چاہیے اور شیخ محی الدین عربی
نے فتوحات مکیہ میں باب ۳۶۶ میں لکھا ہی کہ اِنَّ لِلّٰہِ خَلِیْفَۃً یَخْرُجُ مِنْ عِتْرَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم مِنْ وَلَدِ فَاطِمَۃَ اِسْمُہٗ اِسْمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَدُّہُ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یعنی خدا کے
واسطے ایک خلیفہ ہی کہ خروج کریگا عترت رسول خدا صلعم میں سے اولاد فاطمہ ؑ سے کہ نام اسکا نام رسول خدا صلعم ہی دادا اُسکا حسین بن علی بن ابیطالب ہے اور کتاب الیواقیت
جواہر میں امام مہدی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہی کہ وہ اولاد امام حسن عسکری علیہ السلام سے ہے اور پیدائش اُسکی نیمہ شعبان میں ہے ۲۵۵ہجری میں اور وہ باقی ہی
یہانتک کہ جمع ہو عیسی بن مریم کے ساتھ ایسی ہی خبر دی ہی شیخ حسن عراقی نے اور حال خروج کا اُن حضرت کے مفصل اور مشرح تحریر کیا ہی اور لواقح الانوار میں بھی ایسا ہی
لکھا ہی اور شیخ عبد الحق نے رسالہ مناقب ائمہ اطہار میں حال امام مہدی اور ولادت اُس جناب میں لکھا ہی کہ حکیمہ کہتی ہی کہ ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے پاس گئی میں
اور ایک مولود کہ انکے پاس دیکھا میں نے زرد کپڑے میں لپٹا ہوا اور اُسمیں ایک ایسا نور اور عظمت دیکھی میں نے کہ دل میرا اُسمیں گرفتار ہو گیا میں نے کہا کہ اے آقا آپکو اس مولود مبارک
کے حال کا کچھ علم ہی کہ مجھکو اس سے خبر دو فرمایا کہ اے عمہ یہ مولود وہ منتظر ہمارا ہی کہ ہمکو بشارت اسکی دیگئی تھی اور روضۃ الاحباب میں امام دوازدہم حضرت امام مہدی ؑ کی
حال میں مذکور ہی کہ وہ امام ذوی الاحترام کنیت اور نام میں جناب رسول خدا علیہ وعلی آلہ تحف الصلوۃ والسلام کے موافق ہی اور مہدی اور خلف صالح اور صاحب الزمان
اُسکے القاب میں منتظم ہی اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ واہب العطایا نے مثل حضرت یحیی کی حالت طفولیت میں اسکو حکمت کرامت فرمائی اور یہ بھی لکھتے ہیں صاحب روضۃ الاحباب کہ
سرداب سر من رای میں نظر سے آدمیوں کی غائب ہوا اور سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمہ میں امام مہدی کے حال میں لکھتے ہیں کہ ھُوَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ
عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ مُوْسیٰ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَکُنْیَتُہٗ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَبُو الْقَاسِمِ وَھُوَ الْخَلَفُ الْحُجَّۃُ صَاحِبُ الزَّمَانِ الْقَائِمُ الْمُنْتَظَرُ الْبَاقِیْ وَھُوَ اٰخِرُ الْاَئِمَّۃِ
اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور عبد اللہ بن محمد بن یوسف شافعی نے کتاب البیان میں اور کمال الدین بن طلحہ شافعی نے کتاب مطالب السئول میں اور شیخ نور الدین
نے فصول مہمہ میں اور ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں اور محمد پارسا نے فصل الخطاب میں اور سوا انکے اکثر علما اہل سنت نے حال امام مہدی میں کہ وہ موجود اور قائم ہیں لکھا ہے
اور متعصبین انکی مثل ابن حجر اور صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے انکار کرتے ہیں اور اسقدر روایتیں اہل سنت کے علما کی حضرت امام مہدی ؑ کے مقدمہ میں ہمنے بیان کیں کہ وہ
قائم اور موجود ہیں اب معلوم نہیں کہ یہ علما تیرے نزدیک مکار ہیں یا معتبر ہیں اور تو یہ جانتا ہی کہ جیسے کہ حضرت عمر کو کلام اللہ یاد نہوا اور بارہ برس کے عرصہ میں مشکل سے تمام
ایک سورہ بقر یاد ہوا ایسے ہی امام مہدی ؑ کو بھی یاد نہوگا یہ بات نہیں ہے بلکہ قرآن تو امام مہدی ؑ کے واسطے ہی اور امام مہدی قرآن کے واسطے کہ انکے دادا کے حق میں
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہی عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ اور اسی طرح سب ائمہ کا حال ہی حضرت امام مہدی ؑ تک کہ جو تفسیر قرآن کی ہی وہ انکے ہی پاس ہے پھر یہ کیونکر ہو سکتا
ہے جو کہ صاحب قرآن ہو اسکو قرآن یاد نہو اور قرآن کے حفظ کا حال ہم پہلے اس سے مفصل بیان کر چکے ہیں اور حافظ قرآن کے شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی لیکن اہل سنت کے
اس ملک میں کثرت سے ہے اسواسطے حافظ بھی انمیں زیادہ ہیں اور یہ جو کہتا ہے کہ شیعوں میں کوئی حافظ نہیں ہوتا اور حفظ کرنا قرآن کا شعار اہل سنت کا ہی غلط کہتا ہی اور جھوٹ بولکے
لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہی اگر حفظ قرآن کا خاصہ اہل سنت کا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ سب سنی حافظ ہوتے اور انمیں بھی بعض بعض ہی حافظ ہیں اور لاکھوں سنی ایسے ہیں کہ
قرآن کو جانتے بھی نہیں ہیں ایسے ہی شیعہ ہیں کہ انمیں بعض بعض حافظ ہیں اور اکثر حافظ نہیں ہیں اور اگر اہل سنت نے طوطے کی طرح قرآن کے الفاظ کو یاد کر لیا تو ایسا ہی کہ جیسے
کسی نصرانی نے یاد کر لیا اور جسوقت کہ سفینۂ اہل بیت سے خارج ہو تو انکو قرآن کے الفاظ کی حفظ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے مثل نصرانیوں کے اور مشابہت تو حفظ قرآن میں
اہل سنت سے اُسوقت ہو جسوقت کہ حفظ قرآن اہل سنت کے مذہب میں داخل ہو اور شیعوں کے مذہب میں داخل نہو اور سنیوں کے مذہب میں اُسکے حفظ کا ثواب ہو اور شیعوں کے نزدیک
اُسکا حفظ کرنا مذموم ہو اور حال یہ ہی کہ حفظ قرآن کی ثواب کی روایتیں شیعوں کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں اور عین مذہب اُنکا ہی یہ تشبیہ کا ذکر کرنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی کہے
کہ اہل سنت خدا تعالی سے اور رسول خدا سے کا ہیکو اعتقاد رکھیں گے کہ انکو تشبہ شیعوں کے ساتھ ہو جائیگا اور وہ کلام اللہ بھی اگر امام مہدی کے پاس موجود ہو تو کیا اشکال ہی
اور اسی اندیشہ سے اُس قرآن کو اگر ہمراہ اپنے لیگئے ہوں کہ معتقدان عثمان اُسکو دیکھکر کچھ تکرار نکریں تو کیا تعجب ہے کہ جو قرآن کہ صحیح اور کامل تھی اور رسول خدا صلعم کی زمانہ میں جمع

جو سے تھے اور جناب رسول خدا صلعم نے اُسپر عمل کرنیکا حکم دیا تھا اُنکو جلا کر خاک کر دیا اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے جاری کرنیکی غایت کے واسطے تو اس قرآن کو کون سلامت رکھتا اور جمع کرنا حضرت علیؑ کا قرآن کو موافق ترتیب نزول کے اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے اور جن قرآنوں کو عثمان نے جلوایا ہی انہیں اُسکا ذکر نہیں ہے پھر وہ قرآن کہاں گیا اور قرآن کا جمع کرنا تو ثابت ہے لیکن یہ کسی نے نہیں لکھا ہی کہ اُسکو حضرت علیؑ نے دفن کر دیا یا دھو ڈالا یا مثل عثمان کے جلا دیا کتابوں میں اہل سنت کی اسیقدر ہی کہ اُسکو حضرت علیؑ نے جاری نہیں کیا بسبب اختلاف کے کہ اسلام میں دو قرآن مختلف ہوتے پھر وہ قرآن کہاں گیا اور ہماری کتابوں میں لکھا ہی کہ حضرت علیؑ نے اُس قرآن کو لوگوں کے روبرو ظاہر کیا تو عمر نے کہا کہ ہمکو تیرے قرآن کی حاجت نہیں ہے فرمایا کہ پھر اس قرآن کو نہ دیکھوگے یہانتک کہ خروج کرے فرزند میرا مہدی علیہ السلام اور جمع کرنا حضرت علیؑ کا قرآن کو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہی کہ اَحَدُ الْعُلَمَاءِ الرَّبَّانِیِّیْنَ وَالشُّجْعَانِ الْمَشْهُوْرِیْنَ وَالزُّهَّادِ الْمَذْکُوْرِیْنَ وَالْخُطَبَاءِ الْمَعْرُوْفِیْنَ وَاَحَدُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ وَعَرَضَهٗ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو جمع کر کے رسول خدا صلعم کو بھی سنا دیا تھا اور شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مشکوۃ میں فضائل قرآن میں لکھا ہی کہ آوردہ اند کہ امیر المومنین علیؑ نیز جمع کرد قرآن را بر ترتیب نزول و گفتہ اند کہ اگر آں مصحف معمول شدے و مشہور گشتے علم کثیر از آں حاصل شدے کہ معرفت ناسخ و منسوخ است و ماناکہ وی رضی اللہ عنہ بترس اختلاف امر بروے کار نیاورد و تا ہم عالم بریک نہج باشند انتہی اور ایسے ہی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ مروی ہی جناب امیر سے کہ جمع کیا ہی اُس حضرت نے قرآن کو ترتیب نزول پر کہ اُس سے ناسخ و منسوخ معلوم ہوتا ہی اور اگر وہ قرآن معمول و مروج ہوتا تو تحقیق بہت علم اُس سے ظاہر ہوتا اور استیعاب میں لکھا ہی اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن کو موافق نزول کی لکھا ہی اور اگر ہاتھ آتا وہ قرآن تو اُس سے علم کثیر حاصل ہوتا اور جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہی فَمِنْهُمْ مَنْ رَتَّبَهَا عَلَی النُّزُوْلِ وَهُوَ مُصْحَفُ عَلِیٍّ كَانَ اَوَّلُهٗ اِقْرَاْ ثُمَّ الْمُدَّثِّرُ ثُمَّ نٓ ثُمَّ الْمُزَّمِّلُ الخ یعنی پس بعضے اُنمیں سے وہ ہیں کہ مرتب کیا ہی اُنہوں نے قرآنوں کو نزول پر اور وہ مصحف علیؑ کا ہی کہ تھا اول اُسکے سورہ اقرا پھر مدثر پھر نون پھر مزمل الخ اور سوا اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہی کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو جمع کیا ہی اور تاریخ الخلفا سیوطی میں ابو الطفیل سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ بخدا کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں خوب جانتا ہوں اُسکو کہ کس چیز میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور کسکے حق میں نازل ہوئی تحقیق کہ میرے پروردگار نے مجھکو دل دانا اور زبان گویا دی ہی اور یہی صواعق محرقہ میں اور اتقان سیوطی میں ہے اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے حال سے جیسے حضرت علیؑ واقف تھے دوسرا کوئی ایسا واقف نتھا پس جبوقت کہ ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو جمع کیا ہی کہ وہ موافق نزول کے تھا اور کامل اور بسبب خوف اختلافِ امت کے اُسکو جاری نکیا تو وہ قرآن اُنکی اولاد طاہرین کے پاس رہا یہانتک کہ حضرت امام مہدیؑ کو پہنچا اور جبوقت کہ اُنکو حکومت اور شوکت حاصل ہوگی تو وہ اُس قرآن کو جاری کرینگے اور تمام قرآن اُسکے مطابق کر دیے جائینگے نہ یہ کہ جلائے جائیں جیسے کہ عثمان نے اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے جاری کرنیکے واسطے سب قرآن جلوا دیے اور جبوقت کہ بخوف اختلاف امت اور عداوت اور تعصب مطیعان عثمان وہ قرآن جاری ہونے نپایا تو امام مہدیؑ کے خروج کرنے سے پہلے ہمکو اسی قرآن موجود پر عمل کرنیکا حکم ہی جو کہ اس زمانہ میں پایا جاتا ہی اور یہ جو کہتا ہی کہ جیسا لوح محفوظ میں ویسا ہی غار سرمن رای میں تو ہم کہتے ہیں کہ جس قرآن کی حفاظت کا خدا تعالی نے وعدہ کیا تھا اور جناب رسول خدا صلعم نے اُسپر عمل کرنیکا حکم دیا تھا وہ قرآن تو ابن مسعود اور ابی ابن کعب کا تھا اور عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن کا حضرت کے زمانہ میں وجود بھی تھا اور نہ اسکی حفاظت کا وعدہ اور اُسپر عمل کرنیکا حکم تھا کہ بعد عمر دراز کے عثمان نے ناقص ہی جمع کیا ہی موافق روایات اہل سنت کے اب کہو کہ وہ قرآن کہاں ہیں جنکی حفاظت کا وعدہ اور جنپر عمل کرنیکا حکم تھا اُنکو تو جلا دیا سو جس قرآن کی حفاظت کا وعدہ تھا اُس سے تو سرمن رای ہی کی قرآن کو اولویت حاصل ہی کہ نفس الامر میں اُسکا وجود تو ہی اور جس قرآن کی حفاظت کا وعدہ تھا اُسکا تو وجود ہی باقی نہیں ہے اور نہ کوئی اُسکو پڑھتا ہی نہ پڑھاتا ہی کہ وہ تو جلا دیا گیا اور عثمان کا جمع کیا ہوا قرآن ہرگز موعود حفاظت نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہ قرآن اُسوقت میں موجود نتھا اور اہل سنت کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ عثمان نے اپنی خلافت میں بعد حذف اکثر آیات اس قرآن کو جمع کیا ہی یہ تو ایسا ہی کہ جیسے اب کوئی اس قرآن میں سے کچھ آیتیں نکالکر اور کچھ آیات متروکہ اُسمیں ملا کر ایک قرآن کو جمع کرلے اور اگر اس قرآن جمع کئے عثمان کی حفاظت کا وعدہ ہے کہ اس قرآن میں سے کوئی کسی آیت کو کم نہیں کرتا اور نہ اُسمیں زیادہ کر سکتا ہے ہر چند کہ یہ بات نامعقول ہی لیکن اسمیں تو کسیکو نزاع ہی نہیں ہے اور یہ کون کہتا ہی کہ عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن میں سے آیتیں نکال ڈالی ہیں بلکہ مقصود یہ ہی کہ عثمان نے قرآن کو جو جمع کیا تو بہت سی آیتیں اُسمیں داخل نہیں کی ہیں اور قرآن کو جو جمع کیا تو بے ترتیب اور کمی اور زیادتی اور تبدیل الفاظ کے ساتھ جمع کیا ہی جسپر دلالت کرتی ہیں روایات کتب اہل سنت اور وجہ تیمم تو بالکل باطل ہی اور ایک نامعقول سی بات ہے اور اگر وعدہ حفاظت صحیح ہے تو اُسی قرآن کا ہی کہ جو حضرت صاحب الزمان کے پاس ہے کہ وہ قرآن کامل اور پورا ہے اور کسیکا دست تصرف اُسپر نہیں پہنچا اور تجھکو یہ کیا معلوم ہی کہ وہ قرآن پڑھنے میں نہیں آتا اور پڑھنے پڑھانے پر کچھ موقوف ہی نہیں ہے جو کہ پڑھے پڑھائے جاتے تھے اور جنکی حفاظت کا خدا تعالی نے وعدہ کیا تھا وہ ہی جلائے گئے اب اُن قرآنوں کو کون پڑھتا ہی اور کون اُن سے فائدہ اُٹھاتا ہی اور اب پڑھنے پڑھانیکے واسطے یہ قرآن موجود ہی کفایت کرتا ہی

اسکے پڑھنے سے بھی ثواب حاصل ہی مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اور جسقدر کہ باقی اور موجود ہی اسی پر ہمارا اعتقاد ہی اور ہماری ایمان میں داخل ہی اور عثمان کے جمع کئی ہوئے
قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہرگز نہیں ہی جیسا کہ ہم کہہ چکے کہ یہ قرآن اسوقت جمع ہوکر وجود میں آیا تھا اور اگر اسکی ہی حفاظت مراد ہی کہ اب اس قرآن میں کوئی کم و
زیادہ نہیں کرسکتا تو اسمیں کسیکو بحث ہی نہیں ہے اور ذکر تو ان قرآنوں کا بھی ہوا کرتا تھا جو کہ جلائے گئے ہیں اور تراویح میں وہ ہی پڑھی جاتی تھے پھر وہ محفوظ کیوں نہ ہی
اور یہ ہم پہلے ہی سے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے کہ قرآن امام علیہ السلام کا کامل موافق تنزیل کی تھا کہ جس سے کثرت علوم ظاہر ہوتی ہی اور قرآن جمع کیا ہوا عثمان کا ایسا نہیں ہے
لیکن اسکو ہم غلط نہیں کہہ سکتے ہیں جیسا کہ تونے حضرت علیؑ کے جمع کئی ہوئے قرآن کو غلط لکھ دیا ہی اور ہمارا اعتقاد تو سب قرآنوں سے ہی اس سے، اور جو کہ جلائے گئی انسے سب
اور ہم سب کو منزل من اللہ جانتے ہیں اور جسوقت کہ تیری نزدیک قرآن کا جلادینا جائز ہی تو غلط کہنے میں اسکے کیا پروا ہے اور مطابق نہونا اس قرآن کا امام علیہ السلام کے قرآن کی
ترتیب میں اور بعض بعض آیات کی کم و زیادہ ہونے میں تیری ہی علما لکھتے ہیں اور ایسے لغویات کو خداوند کریم کی طرف نسبت کرکے تیری علما اپنے دین کو بٹا لگاتے ہیں اور ہم اپنا اعتقاد
تو پہلے اس سے بیان کرچکے ہیں اس کلام اللہ کی نسبت کہ قرآن منزل من اللہ ہی ہی لیکن روایات اہل سنت کو دیکھکر اس شیخ کے اقوال کے رد میں ہم کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے حفاظت فقط
قرآن کا وعدہ ہی نہیں کیا ہی بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی محافظت کا وعدہ کیا تھا سو حضرت کو محفوظ رکھا اسواسطے کہ مراد ذکر سے آیہ انا نحن نزلنا میں رسول خدا صلعم ہیں اور
اگر ذکر سے مراد قرآن ہو تو ضمیر لہ کی رسول خدا صلعم کی طرف راجع ہوگی اور اگر اس صورت میں بھی ضمیر لہ کی قرآن کی طرف پھر گئی تو مراد اس سے یہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ اسکو زوال
اور بطلان کا حافظ ہی کہ کوئی اسکو باطل نہیں کرسکتا اور اگر یہ مراد نہیں ہوسکتی ہی کہ اسمیں کسی طرح سے تغیر نہونے پائے اور اگر یہ مراد ہوتی تو اسقدر اسمیں نقصان نہونے پاتا اور
روایات کتب اہل سنت کثرت سے اسکے نقصان پر دلالت کرتی ہیں اور وہ روایتیں سب کی سب دروغ نہیں ہوسکتیں اور غار سر من رای میں محفوظ ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ جو قرآن کامل تھی اور انمیں سب احکام تھے انکو تو عثمان نے جلادیا اور یہ ایک قرآن کامل جو باقی رہا تھا یہ قرآن بسبب جاری ہونے قرآن ناقص عثمان کے جاری نہونے پایا خوف اختلاف بسبب
سے کہ دو قرآن مختلف جاری ہونے سے تو صورت اختلاف کی پیدا ہوتی چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہی اور حضرت علیؑ کا جمع کرنا قرآن کو روایات اہل سنت سے ثابت ہے اور یہ نہیں ہوسکتا
تھا کہ قرآن کامل جو حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا تو اسکو وہ ضائع کر دیتے وہ انکی اولاد کے پاس سے رہا یہ وجہ ہے قرآن کی محفوظ ہونے کی غار میں اور تا خروج امام زمان اس قرآن موجودہ
عمل کرنیکا حکم ہوا گو اسکو عثمان نے جمع کیا ہی آخر کلام خدا ہی کلام عثمان نہیں ہے اور خرابی کی خرابی باقی ہی اور اگر عثمان ان کامل قرآنوں میں سے کسیکو جاری کرتے تو کچھ دقت
نتھی اور اب جسقدر دقت پیش آئی ہی اور رخنہ پڑا ہے عثمان کی جہت سے ہی کہ اس نے کامل قرآنوں کو جلاکر اپنا قرآن ناقص جاری کیا اور در صورت فرض اگر خدا تعالیٰ نے
وعدہ قرآن کی حفاظت کا کیا ہی تو حفاظت اسکی وقوع میں آئی جہاں کہیں کہ قرآن ہو اور یہودی اور نصرانی اور اجنبی آدمی اگر کچھ کہیں گے تو عثمان کو کہیں گے کہ وہ کیسا
مسلمان تھا کہ جس نے قرآن جلادیے اور خود جو قرآن جمع کیا تو وہ ناقص ہے اور ہم پر تو سنی مسلمان تحریف کا اعتراض کرتے تھے اور انکے یہاں تحریف اور جلانا دونوں ثابت ہیں
سو اس ماتہ کی نصرانی مسلمانوں پر تحریف کا تو اعتراض کرتے ہی ہیں اور اپنے رسالوں میں لکھتے ہیں اور سر من رای میں ہونیکا کوئی اعتراض نہیں کرتا ہی اور جسوقت کہ
عثمان نے قرآن جلادیے اور تحریف کی تو نعوذ باللہ اسکے یہ معنی ہوئی کہ خداوند کریم حفاظت کیے وقت اتنا بھی نہ سمجھے کہ کوئی اجنبی آدمی سنیگا تو کیا کہیگا کہ یہی وعدہ حفاظت کا تھا
ہماری صلاح یہ ہی کہ اہل سنت اپنی کتابوں میں سے ان روایتوں کو نکال ڈالیں اور کسی یہودی نصرانی کو نہ دکھلائیں اور اگر ہم دیکھیں تو شاید بپاس اتحاد کلمہ گوئی یوں سمجھکر
کہ سنیوں کی حفت فی الجملہ اپنی ہی خفت ہے سکوت بھی کرجائیں کیونکہ اول تو یہودی نکو اس قسم کے خرافات سنکر ایسا بات کہنے کی گنجائش ملیگی کہ ہم پر تو صرف تحریف کا اعتراض
کرتے تھے اور تمنے تو تحریف بھی کی اور قرآنوں کو بھی جلادیا **قال الشیخ الاشعری** سوائے اسکے سورہ احقاف سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ جنات کے پاس تورات بجنسہ موجود تھی اور
اسمیں بنی آدم کی طرح انہوں نے کچھ تغیر و تبدیل نکی تھی ورنہ یوں نہ کہتے اِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی بیشک ہمنے سنی ہی ایک کتاب
جو نازل کی گئی ہی موسیٰ کے بعد تصدیق کرنیوالی ہی اس کتاب کی جو اس سے پہلی ہی یعنی تورات کی تصدیق کرتی ہی سو بات کا یقین کہ کلام اللہ تورات کی تصدیق کرتا
ہے جبھی ہوسکتا ہی کہ انکو تورات کے بجنسہ ہونیکا یقین ہو یا کلام اللہ تورات محرف کا مصدق ہو سو دوسرا احتمال تو شیعوں کے نزدیک بھی غلط ہی کیونکہ جنات نے جو کلام اللہ سنا تھا تو پیغمبر خدا صلعم
سے سنا تھا حضرت عثمان سے یا ایسے ہی کسی اور سے نہ سنا تھا اور اگر یہودیوں کی پرخاش کا کچھ اندیشہ نہوا اور یہ سمجھکر کہ کچھ تورات بجنسہا باقی ہو اور فقط اسمیں تحریف نہونیکا انکو ایسا
یقین ہو جیسے امامیہ کو الحمد اور قل ہو اللہ کے بجنسہ ہونیکا یقین ہے فخریہ یوں کہنے لگیں کہ ہمارا قرآن تو سر من رای میں محفوظ ہی تمہاری تورات بتلاؤ کہاں محفوظ ہی یا اتفاقات سے
وہ آیات سنی ہوں جو تورات کی ان عبارات کے جو اب تک صحیح سالم ہیں موافق اور مطابق ہیں اور فقط اسی توافق اور تطابق کی باعث انہوں نے کلام اللہ کو مصدق تورات سمجھا ہو
تو اس صورت میں ہوسکتی ہی کہ تورات محرف بھی ہو اور کلام اللہ غار سر من رای میں محفوظ ہو اور اسوجہ سے کلام اللہ کو تورات پر فوقیت ہو اور یہودی نہ شرمائیں لیکن قطع نظر اسکے کہ

یہ فوقیت کس درجہ کی ناکارہ فوقیت ہے مشکل ہی رہیگی یہودیوں سے یا لاجیت بھی گئی تو انگریزوں سے کس منہ سے بات کرینگے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حافظ انجیل باتفاق شیعہ و سنی
آسمان چہارم پر زندہ موجود ہیں غار سرمن رای میں تو حضرت امام کو اسبات کا بھی شاید اندیشہ ہو کہ مبادا کوئی معتقد خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ پھرتا پھرتا یہاں آنکلے اور انکے کلام اللہ کو چھینکر
جلادے یا معاذ اللہ دشمنان امام کو شہید کریں اور جو مصلحت کہ اخفا اور اختفا سے تھی ہاتھ سے نکلجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بے کھٹکے ہیں جو کوئی آسمان تک کسکا مقدور جو جا کر چھین لے ہاں البتہ
ایک بات ہو سکتی ہے کہ اُنسے یوں کہا جائے حضرت عیسیٰ کا اول تو حافظ انجیل ہونا غیر مسلم مگر یہی بعینہ احتمال بہ نسبت حضرت امام موجود ہے بلکہ بدرجہ اول کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی
انکا یاد نہ ہونا نہایت مستبعد بخلاف حضرت امام کے کہ قرآن اُن پر نازل نہیں ہوا سو ہمارا کلام اللہ کے یاد نہ ہونے میں اہل سنت کی مشابہت لازم انجیل کے یاد نہ ہونے میں کوئی خرابی نہیں دوسرے ہم مانا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل بھی ہونگے اور انکو انجیل بھی یاد ہو لیکن چونکہ انجیل منسوخ ہو چکی ہے تو بعد نزول حضرت عیسیٰ وہ یاد ہونا کچھ مفید نہ ہوگا بخلاف حضرت امام کے کہ انکا کلام اللہ کا یاد رکھنا
بعد انکے خروج کے کام دیگا اور شیعیان علی کو جو مدت دراز سے بناچاری بیاض عثمانی پر عمل کرتے ہیں کلام اللہ اصلی ہاتھ آئیگا اور تمنای دیرینہ پوری ہوگی **اقول** اس قول
میں اول سے آخر تک جو کچھ لکھا ہے سب فضول ہے اور کوئی مطلب کی بات اور مفید نہیں ہے اسکا جواب کیا ہو کہ خیالات واہیہ بیجا دل سے جوڑ کر کاغذ کو سیاہ کیا ہے اور تسلیم کیا ہم نے کہ جو
کے پاس توریت بجنسہا موجود ہوگی کہ جسمیں کسی نے تحریف نہ کی ہوگی اور کلام اللہ اُس توراتِ صحیحہ کی تصدیق بھی کرتا ہے نہ توراتِ محرفہ کی اور رسول خدا صلعم ہی سے جنہوں نے قرآن کو سنا
تھا نہ عثمان سے پھر نتیجہ اسکا کیا ہوا اور یہودیوں کی پرخاش کا اندیشہ اگر ہے تو اہل سنت کو ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ تم ہم پر تحریف کا کیا اعتراض کرتے ہو دیکھو تمہاری کتابوں میں موجود ہے کہ عثمان
نے قرآن میں تحریف کی اور اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے سوا سب قرآن جلا بھی دیئے اور ہمارے اعتقاد کے موافق تو قتل ہوا اللہ کیا بلکہ سب قرآن موجود ہے مگر اسکے اقوال کو جو ہم رد کرتے ہیں تو اسلیئے
یہ ہم پر دروغ باستے اعتراض کرتا ہے اور دروغ کو ہماری طرف منسوب کرتا ہے اور ہاں ہم فخریہ یہودیوں سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا قرآن امام مہدیؑ کے پاس موجود ہے اور تمہاری توریت کہیں محفوظ نہیں
ہے لیکن یہودی جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ اگر تم محرف نہیں کہتے تو اہل سنت کہ جو بڑا فرقہ مسلمانوں کا ہے وہ تو ہمارا شریک ہے اس تحریف میں کہ جیسے کہ توریت محرف ہے ایسے ہی عثمان پیشوای
اہل سنت نے قرآن میں تحریف کی ہے اور ہم اور وہ دونو یکساں ہیں اس جرم میں انکا حشر ہمارے ہمراہ ہوگا اور رہا اور انکا حال یکساں ہوگا قیامت کے روز اور توریت کے محرف ہونے میں تو
کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور کلام اللہ کو توریت پر بہر نہج فوقیت بھی ہے خواہ غار سرمن رای میں ہو خواہ کہیں اور ہو اور اگر انگریزوں سے پالا جبتیہ گے تو ہارینگے بھی نہیں کہ جیسے کہ حضرت عیسیٰ
کو انجیل صحیح یاد ہے ایسے ہی ہمارے امام کے پاس قرآن کامل موبہو ہے اور امام علیہ السلام ایسے مقام میں نہیں ہیں کہ جہاں معتقد عثمان پہنچ پائیں اور خدا تعالیٰ انکا حافظ ہے اور کسی کے خوف سے وہ
پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ انکے پوشیدہ رکھنے میں مصلحت خدا ہے اور عثمان کے معتقدین سے کچھ بعید نہیں ہے کہ اُس قرآن کو قابو پاکر جلادیں اسواسطے کہ عثمان اُن قرآنوں کو جو کہ کامل تھے پہلے آگ سے
جلا ہی چکا ہے اور حضرت امام کا شہید کرنا بھی معتقدین عثمان سے بعید نہیں ہے کہ پہلے اس سے معتقدین عثمان نے اکثر اولاد رسول کو قتل کیا ہے اور اماموں کو زہر دلوایا ہے اور معاویہ جو کہ اہل سنت کا
خلیفہ حق اور امام صدق ہے اور عثمان کے اقارب میں سے تھا اور اسکے انتقام کے لئے حضرت علیؑ سے جنگ کرتا تھا اُسنے حضرت امام حسنؑ کو زہر دلوایا اور اسکے فرزند یزید نے حضرت امام حسینؑ کو قتل کروایا معتقدین
عثمان ایذا اور آزار پہنچانے اولاد رسول مقبول میں کیا کچھ کمی کرتے ہیں مگر قابو ہو نہیں پاتے اگر قابو ہو تو اولاد رسول خدا صلعم میں سے کسیکو باقی نہ رکھیں اور انجیل حضرت عیسیٰؑ کو حفظ ہونا نہ ہونا
اس سے کیا مطلب ہے لیکن قرآن شریف البتہ حضرت امام مہدیؑ کو حفظ ہوگا کہ جو بطن قرآن کا ہے وہ انکے ہی پاس ہے اور کسیکے پاس نہیں ہے اور وہ ہی قرآن کے واسطے ہیں اور قرآن انکے واسطے ہے اور
حفظ قرآن کا سبب ارث ہے انکے باپ دادا کی شواہد النبوۃ مولوی جامی میں اور سوا اسکے شیخ عبدالحق وغیرہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ معجزہ حضرت علیؑ کا یہ تھا کہ گھوڑے کی اس رکاب سے اس رکاب تک
سوار ہوتے ہوتے تمام قرآن کی تلاوت کو تمام کرتے تھے اور قرآن کے حفظ کرنے میں مشابہت سنیوں سے نہیں ہے بلکہ امام کے حفظ کرنے میں خلفاء ثلاثہ کی سراپا مخالفت ہے کہ انکو قرآن یاد نہیں ہوتا
تھا حضرت عمر نے بدقت تمام بارہ برس کے عرصہ میں سورہ بقرہ کو یاد کیا تھا اور بسبب یاد نہ ہونے قرآن کے احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور یہ عوام اہل سنت معتقدین خلفاء ثلاثہ جو الفاظ قرآن کو
غلط سلط یاد کر لیتے ہیں اور مطلب قرآن سے کچھ غرض نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ یہود و نصاریٰ قرآن کو حفظ کر لیویں اور امام علیہ السلام کا قرآن کا یاد رکھنا بعد انکے خروج کے شیعہ کیا سب لوگوں
کو فائدہ بخشیگا کہ انکے ہی قرآن کے موافق انشاء اللہ تعالیٰ عمل درآمد ہوگا سب قرآن انکے قرآن کے موافق کر دیئے جاوینگے اور ایک مذہب حق جو کہ مذہب شیعہ اثنا عشریہ ہے تمام عالم میں پھیلجائیگا
اور خلفاء ثلاثہ اور بنی امیہ اور بنی عباس کی بدعتیں جو کچھ کہ دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں سب دور کر دی جاوینگی اور عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن پر جو ہمارا عمل ہے یہ بھی موافق حکم کے ہے
کہ آخر یہ بھی تو کلام خدا ہے اگرچہ ناقص ہے موافق روایات اہل سنت کے اور کلام تو وہ خدا کا ہے اگر اس جہت سے اسکو بیاض عثمانی کہیں کہ اس قرآن کی سور اور آیات کی ترتیب عثمان کی رائے
کے موافق ہے تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے لیکن موافق روایات اہل سنت کے اُسکو بیاض عمری کہنا مناسب ہے کہ یہ قرآن موافق رائے عمر کے اہل سنت کے نزدیک نازل ہوتا تھا جو کچھ حضرت
عمر تجویز کرتے تھے اور سوچتے تھے اُسی کے موافق قرآن کی آیت نازل ہوتی تھی اس جہت سے بیاض عمری اُسکو کہنا موافق مذہب اہل سنت کے چاہیئے اور بیاض عثمانی کہنا مناسب نہیں ہے
اور جس وقت کہ امام علیہ السلام خروج کرینگے تو بیشک تمنا شیعوں کی پوری ہوگی اور دل انکے شاد اور آنکھیں انکی روشن ہونگی اور مخالفین حزن و ملال میں گرفتار ہونگے **قال الشیخ الاشعری** گریہ

تدبیر جب مفید ہی کہ شیعہ ہمارا کہنا سر دھریں اور اس اعتقاد سے کہ اماموں کو تبدیل احکام حلت و حرمت وغیرہ کا اختیار ہے مطلع دست بردار ہوں اور نوادر کی اس روایت پر قلم پھیر دیں عن محمد بن سنان
عن ابی جعفر قال کنت عندہ فاجریت اختلاف الشیعۃ فقال یا محمد ان اللہ تعالیٰ لم یزل متفردا بوحدانیتہ ثم خلق محمدا و علیا و فاطمۃ والحسن والحسین فمکثوا الف دھر ثم خلق الاشیاء واشھدھم
خلقھا واجری طاعتھم علیھا وفوض امرھا الیھم فھم یحلون ما یشاؤن ویحرمون ما یشاؤن حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ محمد بن سنان بیان کرتا ہے کہ میں حضرت امام ابوجعفر محمد باقر کے پاس تھا اتفاق سے
میں نے شیعوں کے باہم مختلف ہونیکا ذکر چھیڑا یعنی یہ پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ شیعیان علی دین میں باہم مختلف ہوگئے انہوں نے فرمایا کہ محمد بن سنان حق تعالیٰ پہلے تو ہمیشہ سے اکیلا تھا دوسرا
تھا ہی نہیں پھر پنجتن کو پیدا کیا پھر بعد ہزار دہر کے اور اشیا کو پیدا کیا اور پنجتن کے سامنے سب کو موجود کیا اور پنجتن کی اطاعت انکے ذمہ رکھی اور انکے کاروبار سب پنجتن کے حوالے فرمائے سو وہ جو
چاہیں حلال کردیں اور جو چاہیں حرام کردیں فقط الغرض روایت کے سیاق سے اختلاف شیعہ کی وجہ یہ نکلی کہ پنجتن میں ایک بات کسی نے حلال رکھی تو دوسرے نے حرام کردی سو کوئی انکا مقلد ہوگیا
کوئی انکا دوسری روایت کلینی کی بھی اس روایت کے ہمزبان ہے اس سے بھی دست برداری لازم ہے عن محمد بن الحسن المیثمی عن ابی عبد اللہ قال سمعتہ یقول ان اللہ ادب رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
حتی قومہ علی ما اراد ثم فوض الیہ دینہ فقال ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا فما فوض اللہ تعالیٰ الی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد فوضہ الینا اسکا ترجمہ یہ ہے
کہ محمد بن حسن میثمی امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے انکو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو ادب سکھلایا اور سیدھا جیسا اپنا جی چاہتا تھا بنایا پھر
اپنا دین انکے سپرد کردیا اور کلام اللہ میں سورہ حشر میں سب کو حکم دیا کہ جو کچھ تمہیں رسول دیں یعنی جو کچھ فرمائے اسے قبول کرو اور جس سے منع کریں اس سے ہٹ رہو سو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سپرد کیا تھا وہی ہمارے سپرد کیا پہلی روایت سے فقط پنجتن ہی کا اختیار درباب تبدیل احکام معلوم ہوتا تھا اور اس روایت سے ثابت ہوا کہ وہ اختیار اور اماموں کو بھی حاصل ہے اسلئے
کہ جو تفویض اول روایت میں تھی وہی اس روایت میں بھی ہے وہ ہی بلا شک مراد ہوگی **اقول** بنیاد اہل سنت کے مذہب کی جھوٹ پر ہے اور جھوٹ ہی سے انکے مذہب کی محافظت ہے
اور اگر انکے علما جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف منسوب کرکے اپنے عوام کو شیعوں کے مذہب سے نفرت نہ دلاتے تو ہزاروں سنی شیعہ ہوجاتے سو انکے بڑے بڑے ملا تو ایسی باتیں ایجاد کرنیوالے
ہیں مثل مولوی عبد العزیز صاحب کے اور کٹھ ملا جیسے شیخ نجدی انکے جھوٹے اقوال پر اعتماد کرکے اسکو مشہور کرنیوالے ہیں اور ازانجملہ ایک بات یہ ہے کہ اس شیخ نے لکھا ہے کہ شیعوں کے اعتقاد
میں یہ ہے کہ جناب رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوۃ والسلام حلال کردیتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں اور حرام کردیتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ ایسا اعتقاد شیعوں کا
ہرگز نہیں ہے اور انکا اعتقاد تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے حلال کرتا ہے اور حرام کرتا ہے اور انبیا کو اس سے مطلع کرتا ہے وہ ان حکموں کو خدا کے اپنی امتوں کو پہنچادیتے ہیں اور پیغمبر کا
ہرگز مقدور نہیں کہ اپنی رای اور تجویز سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے چہ جائیکہ امام کہ وہ تو نائب پیغمبر کا ہوتا ہے جب پیغمبر ہی کو یہ منصب حاصل نہیں ہے تو اسکے نائب کو کیونکر
ہوگا اور جو کوئی اس عقیدہ کو شیعوں کی طرف منسوب کرتا ہے وہ بڑا مفتری اور مکار دغاباز ہے اسواسطے کہ شیعوں کا تو یہ مذہب ہے کہ جو چیز کہ حلال محمد ہے وہ حلال ہے اور جو چیز
کہ حرام محمد ہے وہ حرام ہے قیامت تک چنانچہ کافی کلینی میں لکھا ہے اور زرارہ سے روایت کی ہے کہتا ہے کہ سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الحلال والحرام فقال حلال
محمد حلال ابدا الی یوم القیامۃ وحرامہ حرام ابدا الی یوم القیامۃ یعنی پوچھا میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے حلال اور حرام کا حال ہے فرمایا کہ حلال محمد کا حلال ہے ہمیشہ قیامت تک اور
حرام اسکا حرام ہے ہمیشہ قیامت تک اور محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں ایک باب لکھا ہے کہ عنوان اس باب کا یہ ہے باب الرد الی الکتاب والسنۃ وانہ لیس شیء من الحلال والحرام وجمیع ما یحتاج
الناس الیہ الا وقد جاء فیہ کتاب او سنۃ یعنی باب ذکر نیکا قرآن اور حدیث کی طرف اور کوئی شے حلال اور حرام میں سے نہیں ہے اور تمام اس چیز میں سے کہ محتاج ہیں آدمی طرف اسکے
مگر تحقیق کہ آیا ہے اسمیں حکم قرآن اور حدیث کا اور اس باب میں اس طرح کی حدیثیں بہت ہیں کہ حلال و حرام موافق حکم کتاب و سنت کے ہے اور کوئی اپنی رای سے حلال و
حرام نہیں کرسکتا ہے اور آدمی کے اعتقاد کو دیکھا کرتے ہیں کہ اسکا اعتقاد کیا ہے اور اگر کوئی روایت اسکے اعتقاد کے مخالف آگئی تو اسکا اعتبار نہیں ہوتا ہے اہل سنت کی کتابوں میں
سینکڑوں روایتیں ایسی ہیں اور بخاری و مسلم میں لکھی ہیں کہ اہل سنت ایسی روایتوں سے کوسوں بھاگتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے کسی موقع پر انکا ذکر آجائیگا اور اسنے جو یہ روایات
شیعوں کی لکھی ہے اسمیں بڑی ہی خیانت کی ہے کہ مولوی عبد العزیز صاحب کے پیروی سے کہ انہوں نے خیانت کی تھی اسنے بھی انکی کتاب دیکھکر ویسا ہی لکھا اور جو کچھ اوہاں سے اسکو سمجھا نہیں
کہ اس تفویض سے کیا مراد ہے اور جو کہ یہ شیخ لکھتا ہے ہرگز ہرگز یہ اعتقاد شیعوں کا نہیں ہے چنانچہ کافی ہی میں روایت ہے سماعہ سے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ رسول خدا صلعم وہ چیز
لائے تھے کہ آدمیوں کو کافی ہوجائے فرمایا کہ ہاں اور جس چیز کی کہ قیامت تک محتاج تھے وہ سب لائے میں نے پوچھا کہ اسمیں سے کچھ ضائع ہوگیا ہے فرمایا کہ نہیں وہ جو کہ اسکے اہل ہیں انکے پاس وہ ہے پس جس
صورت میں کہ جناب رسول خدا صلعم اسقدر احکام الٰہی لائے کہ قیامت تک آدمی جسکے محتاج تھے اور وہ احکام ائمہ علیہم السلام کے سپرد ہوئے بطور امانت کے اور حکم ہوا انکے جاری کرنیکا تو پھر شیعہ کیونکر قائل
ہونگے اس امر کے کہ حضرت امام جو چاہیں حلال کردیں اور جو چاہیں حرام کردیں اور سوا اسکے جناب رسول خدا صلعم تو خود وحی کے منتظر رہتے تھے اور اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے تھے اور ائمہ کہ نائب انکے ہیں انکے
واسطے یہ امر کیونکر جائز ہوسکتا ہے سنیے سب سے بڑھکر کہ جو چاہیں حلال کریں اور جو چاہیں حرام کریں اور اول روایت محمد بن سنان کی جو اس شیخ نے لکھی ہے امام ابوجعفر علیہ السلام سے

اسمیں بڑی خیانت کی ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے اُنہوں نے لکھا ہے اُس روایت میں یحلّون ما یشاؤن و یحرمون ما یشاؤن اور اُسکے بعد جو
ولن یّشاؤا الّا ان یّشاء اللّٰہ تبارک و تعالٰی ہے اُسکو ترک کر دیا ہے تاکہ اعتراض قایم ہو جاوے اور معنی دونوں فقروں کے یہ ہوئے کہ حلال کرتے ہیں جو
چاہتے ہیں اور حرام کرتے ہیں جو چاہتے ہیں اور ہرگز نہیں چاہتے ہیں مگر یہ کہ چاہے خدا پس اُن کا چاہنا خدا کے چاہنے پر
موقوف ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ بے مرضی خدا کے وہ کچھ چاہیں اور دوسری روایت میں جو اسی طرح کی ہے اِس
سے زیادہ تر وضوح ہے چنانچہ ریاض الجنان میں لکھی ہے اور اُس روایت میں یہ ہے کہ یحلّون ما یشاؤن و یحرمون ما یشاؤن و لا
یفعلون الّا ما شاء اللّٰہ یعنی حلال کرتے ہیں وہ اُس چیز کو جو چاہے خدا اور حرام کرتے ہیں جس چیز کو کہ چاہے خدا پس حلال کرنا اور حرام
کرنا اُن کا خدا کے چاہنے پر موقوف ہے کہ جس کو خدا نے چاہا کہ یہ حرام ہے اُس کو اُنہوں نے حرام جانا اور اُس کی حرمت کا اُنہوں
نے حکم دیا اور جس کو خدا نے چاہا کہ یہ حلال ہے اُس کو اُنہوں نے حلال جانا اور اُس کی حلّت کا حکم دیا اور تفویض سے مراد
یہ ہے کہ حلال و حرام اپنا خدا تعالیٰ نے اُنکو سپرد کیا کہ وہ جانتے ہیں کہ فلانی چیز حلال کی ہوئی خدا کی ہے اور فلانی چیز حرام کی ہوئی خدا کی اور جس طرح
کہ واقع میں ہے اُسی طرح سے اُنکے پاس ہے اور اسی واسطے فرمایا ہے کہ جو کچھ پیغمبر تمکو دیوے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اُس سے باز رہو اور ائمہ معصومین کو بھی جیسے
کہ سب ویسے ہی جناب رسول خدا صلعم سے پہنچا ہے تفویض سے مراد یہ نہیں ہے کہ بدون وحی اور الہام کے جو چاہو حرام کرو اور جو چاہو حلال کرو اسواسطے کہ بدون
خدا کے حلال و حرام کئے تو کوئی چیز حلال و حرام نہیں ہو سکتی خواہ پیغمبر ہو حلال و حرام کرنیوالا خواہ امام ہو اور ہمارے علماء رحمہم اللہ نے تفویض کے کئی وجوہ
بیان کئے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تفویض کی ائمہ علیہم السلام کو سیاست خلق کی اور تادیب و تعلیم اُنکی اور خلقت کو حکم کیا کہ جمیع امور میں اطاعت
اُنکی کرو خواہ خلقت اُنکی اطاعت کو دوست رکھے اور خواہ نہیں اور اسی تفویض میں ہے قول حقتعالیٰ کا ما اٰتٰکم الرّسول فخذوہ و ما نہٰکم عنہ فانتہوا اور
اسطرح سے بھی بیان کرتے ہیں کہ حقتعالیٰ نے اُنکو تفویض فرمایا کہ جسوقت مصلحت جانیں تو مطابق ظاہر شرع کے حکم کریں اور جسوقت چاہیں مطابق علم اپنے
کام کریں کہ خدا تعالیٰ نے اُنکو الہام اسکا فرماتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جسوقت کہ خدا تعالیٰ نے رسول خدا صلعم کو بجمیع وجوہ کامل کیا ہو بایں حیثیت کہ
اختیار نہیں کرتے تھے کسی امر کو مگر یہ کہ موافق حق و صواب کے ہوتا تھا اور جو چیز کہ مخالف مشیت خدا کی ہو وہ ہرگز حضرت کے خیال میں نہیں گزرتے تھے اور بعد
اُسکے واسطے مزید تاکید کے مطابق اُسکے وحی بھی نازل ہوتی تھی لیکن اہل سنت ایسے امور کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و ائمہ
ہی کے حق میں بعید جانتے ہیں اور عمر بن خطاب کے حق میں تو یہی ثبوتی سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر جو رای مارتے تھے اور تجویز کرتے تھے مطابق
اُسکے ہی وحی نازل ہوتی تھی اور بلکہ اہل سنت کے مذہب میں تفویض مطلق مسایل دین میں جائز ہے اور مجتہدین کو جائز ہے کہ حلال کا یا حرام کا جو چاہیں
حکم دیویں چنانچہ مسلم میں کہ جو اصول فقہ کی کتاب ہے اور درس طلبہ میں داخل ہے لکھا ہے ہل یصحّ التفویض و ہو ان یقال للعالم او المجتہد احکم بما شئت فہو صواب و المختار
عند الشافعیۃ و المالکیۃ و بعض منّا الجواز عقلًا یعنی آیا صحیح ہے تفویض اور وہ یہ ہے کہ کہا جاوے واسطے عالم کے یا مجتہد کے کہ حکم کر تو جو چاہے تو کہ وہ ٹھیک اور صواب ہے اور مختار
نزدیک شافعیوں کے اور مالکیوں کے اور بعضے ہمارے علماء کے جائز ہونا ہے باعتبار عقل کے دیکھو کہ تجویز تفویض کے فرماتے ہیں علماء کے حق میں گو کہ وہ بانواع فسق و فجور
مبتلا ہوں اور جناب رسول خدا صلعم اور ائمہ ہدی کہ معصوم یا محفوظ ہیں اُنکی تفویض کو یہ لوگ نہایت بعید جانتے ہیں اور میاں ابو حنیفہ تو وہ ہیں کہ جنہوں نے
خلاف کلام اللہ کے حکم دیے ہیں اور سیکڑوں احادیث کو اور قول صحابہ کو رد کیا ہے اور اپنی رائے اور قیاس سے جو کچھ چاہا حکم دیا ہے اور اکثر اہل سنت ہندوستان کے
اُسکی پیروی کرتے ہیں زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ کہا یوسف اسباط نے کہ رد کیں ابو حنیفہ نے چار سو بلکہ زیادہ حدیثیں پیغمبر خدا کی رسول خدا نے فرمایا کہ سوار کے
دو سہم ہیں مال غنیمت میں اور پیادہ کا ایک سہم ابو حنیفہ نے کہا کہ میں چارپائی کا سہم مسلمان سے زیادہ نہیں کرتا پیغمبر خدا نے اونٹ کی قربانی کی کوہان کو خون آلودہ کیا
کیا ابو حنیفہ نے کہا کہ خون آلودہ کرنا کوہان کا عقوبت ہے رسول خدا نے فرمایا کہ بایع اور مشتری کو جب تک مجلس بیع میں بیٹھے ہیں اختیار ہے بیع کے فسخ کرنیکا ابو حنیفہ
نے کہا کہ اختیار نہیں ہے رسول خدا قرعہ ڈالتے تھے ازواج کے سفر میں لیجانیکا اور جسکا نام نکلتا تھا اُسکو ہمراہ اپنے لیجاتے تھے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ قرعہ قمار ہے اور
ابن جوزی نے کتاب منتظم فی تاریخ الملوک و الامم میں باسناد خود ابو اسحاق فرازی سے روایت کی ہے اُس نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہ سے ایک مسئلہ پوچھا اور اُسنے

جواب دیا میں نے کہا کہ رسولخدا نے تو ایسا فرمایا ہے ابو حنیفہ نے کہا کہ اسکو محو کر خون خوک سے اور بشیر بن مفضل سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا قتادہ سے بروایت انس
مروی ہے کہ ایک یہودی نے سر ایک دختر کا پتھر سے توڑا جناب رسولخدا نے سر اُس یہودی کا دو پتھروں میں رکھکر توڑا ابو حنیفہ نے کہا یہ قبیل ہذیان سے ہے
سوا اسکے امام کے تو احکام پر نظر نہیں ہے اور دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں اور اسی جہت سے ہے کہ ابو حنیفہ جو خلاف قرآن و احادیث کے حکم دیتا تھا بعضے علما
اہل سنت نے مثل امام غزالی کے منخول میں اور صاحب تاریخ بغداد کے اور سوا انکے اور علما نے ابو حنیفہ کو ضال و گمراہ بلکہ کافر لکھا ہے اور لکھتے ہیں کہ اسنے
شرع محمدی کو بالکل منقلب کر دیا اور پلٹ دیا ہے ایسی اور خلقت شریر دنیا میں مثل ابو حنیفہ کے کوئی خلقت پیدا نہیں ہوئی ہے اور طرفہ یہ ہے کہ بعد اسکے یہ شیخ
جی فدک کے ذکر میں کہ جو بعد اسکے آئیگا لکھتا ہے کہ جسقدر احکام کہ کلام اللہ میں ہیں وہ سب بھی رسولخدا صلعم کی طرف سے ہیں اور خدا کی طرف سے کوئی حکم نہیں
ہے بلکہ یہ قرآن جو ہے سب کا سب رسولخدا صلعم کی طرف سے ہے نہ خدا کی طرف سے خدا نے تو رسول خدا صلعم کی طرف سے تصنیف کرکے بھیجدیا ہے اور خدا کیطرف سے یہ نہیں
ہے جیسے کہ کوئی عرضی کو کسی سے لکھوائے تو وہ عرضی اُس لکھوانے والے کی کہلائیگی نہ لکھنے والے کی ایسی ہی کلام اللہ ہے کہ خدا تعالیٰ اُسکا لکھنے والا ہے تو خدا تعالیٰ
کا نہ کہلائیگا بلکہ رسول خدا کا کہلائیگا کہ وہ حضرت اسکے لکھوانیوالے ہیں اور یہ مضمون بلاغت مشحون شیخ جی کا بعد اسکے فدک کے ذکر میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا
ہے **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کوئی شیعہ مذہب اسکی یہ توجیہ کرے کہ اس تفویض و تحریم و تحلیل کے یہ معنی ہیں کہ وہ اجتہاد کرکے لوگوں کو احکام بتلاتے
آخر اہل سنت بھی تو انبیا اور علما کے اجتہاد کے حجت ہونیکے قائل ہیں شیعہ اگر چاردہ معصوم کے اجتہاد کے معتبر ہونیکے قائل ہو گئے تو کیا گناہ ہوا یا یہ توجیہ کریں کہ
خداوند کریم نے انکو سب کی استعدادیں اور قابلیتیں دکھلا کر چنانچہ ظاہر عبارت روایت اول بھی یہی ہے پنجتن کو حکم دیا ہو کہ انکی استعدادوں کے موافق جو کچھ سمجھ میں
آئے احکام مقرر کر دو سو اگر یہ ہو تو کیا خرابی ہے لیکن اہل عقل پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ اجتہاد کی تاویل کرنی تو بعینہ ایسی ہے جیسے کہا کرتے ہیں من چہ میگویم
و تنبور من چہ میگوید چنانچہ استعداد والے سمجھتے ہیں کہ اس توجیہ کو عبارت روایت اول سے کچھ علاقہ نہیں اور نیز مخالف مذہب شیعہ کہ وہ ائمہ کی نسبت
اجتہاد کے تہمت لگانی موجب منقصت سمجھتے ہیں انکی فرمائی ہوئی باتیں منجملہ وحی آسمانی سمجھتے ہیں باقی رہا استعدادوں کو دکھلا کر خانہ دین کا سپرد کر دینا
اگر ہم تسلیم کر لیں تو شیعہ تو تسلیم نکرینگے اثنا عشریہ چھوڑ تمام امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ امام کو تمام احکام کی تبدیل کا اختیار ہے اگر استعداد ہی پر مدار کار
ہے تو تبدیل کے اختیار کے کیا معنے جیسے استعداد ہو ویسی ہی حکم ہونا چاہیئے بدلا کیوں جائے بہرحال کوئی توجیہ نہیں بن پڑتی اگر جواب مذکور سے سرخرو ہونا
منظور ہے تو اس روایت کو زیر قلم کریں اور ہرگز کچھ اندیشہ نکریں کیونکہ جناب باری کا بھی اشارہ اسیطرف ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ کلام اللہ کی شان میں
کلام اللہ ہی میں یوں فرماتے ہیں تبیاناً لکل شیٔ مطلب یہ ہے کہ کلام اللہ میں ہر چیز کا بیورا ہے ہم نہیں سمجھتے تو کیا ہوا سمجھنے والے تو سمجھتے ہونگے خاص کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر جب کلام اللہ ہی میں سب کچھ آ گیا تو تفویض کہاں رہی بلکہ اس صورت میں تو لازم ہے کہ جو کچھ حضرت نے یا ائمہ نے فرمایا ہو وہ
شرح قرآن مجید ہو اپنے اختیار سے کچھ نفرمایا ہو **اقول** اپنی طرف سے توجیہیں نکالتا ہے اور پھر انکا جواب دیتا ہے اور حال یہ ہے کہ شیعہ ان توجیہوں سے واقف
ہی نہیں ہیں اور انکو کیا احتیاج ہے توجیہوں کے کرنیکی وہ ایسی بات ہی نہیں کہتے جس میں توجیہ کرنی پڑے اور اس شیخ نے جو خیانت کرکے ایک روایت لکھی ہے
اُس غلط روایت پر بنا کرکے وہ توجیہیں پیدا کرتا ہے کہ شیعہ جسکو ہرگز پسند نہیں کرتے اور تفویض و تحلیل و تحریم کا حال تو ہم مفصل بیان کر چکے ہیں کہ جسمیں
اجتہاد کو کچھ دخل نہیں ہے اور اجتہاد تو مذہب حق میں انبیا اور ائمہ علیہم السلام پر جائز ہی نہیں ہے اور اہل سنت انبیا علیہم السلام پر جو اجتہاد کو تجویز کرتے
ہیں بڑی غلطی پر ہیں چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہوا ہے اور یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ اُنکو سب کی استعدادیں دکھلا کر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ انکی استعداد
کے موافق جو کچھ سمجھ میں آئے وہ مقرر کردو بلکہ وہ تو وہ بات کہتے تھے کہ جو کچھ اُنکے سینہ میں تھا اور رسولخدا صلعم سے اُنکو پہنچا تھا اور رسول خدا صلعم کو انکے پروردگار
کی سرکار سے پہنچا تھا چنانچہ کافی میں قتیبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا اُسکا اُنہوں نے جواب دیا اُس شخص نے
کہا کہ مجھکو خبر دی کہ اگر ایسا ایسا ہو تو اسکا کیا جواب ہو فرمایا کہ خاموش ہو کہ جو کچھ میں تجھکو جواب دیتا ہوں وہ رسول خدا صلعم کی طرف سے ہے اور ہم اپنی طرف
سے کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں دیکھو اس روایت سے کیا ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کو کچھ بھی دخل ہے احکام میں اور جناب رسولخدا صلعم کو تو حاصل ہی تھا حضرت
ائمہ علیہم السلام کو اُن حضرت سے بڑھ کر کیونکر ہوتا اور اجتہاد انبیا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا شیعوں کے نزدیک تو بالکل باطل ہے کہ جسکو وحی سے معلوم ہو سکتا ہے
اُسکو اجتہاد کی کیا احتیاج ہے اجتہاد کا تو ذکر ہی کرنا نہ چاہیئے اور روایت میں خیانت کرکے توجیہیں بھی تو یہی نکالتا ہے ہم تو کچھ نہیں کہتے اور جب ہمنے تجھکو

تیری خیانت پر مطلع کر دیا کل روایت کو بیان کرکے تو اب توجیہوں کے احتیاج ہی نرہی اور حلال و حرام کرنے سے جو کہ مقصود ہی اسکو پہلے اس سے ہم بیان
کر چکے اور ائمہ علیہم السلام کی طرف اجتہاد کو منسوب کرنا البتہ موجب اُنکی منقصت کا ہی اور اُنکو ہرگز اجتہاد کی احتیاج نتھی سو واسطے کہ ایسا حکم کوئی باقی نرہا تہا کہ
جو رسول خدا صلعم کو درگاہ خدا سے نہ پہنچا ہو بلکہ بموجب آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے کل احکام رسول خدا صلعم کو پہنچے تھے اور رسول خدا سے ائمہ معصومین کو پہنچے
تھے اور بعد اُسکے کوئی حکم ایسا نتہا کہ جسکو اجتہاد کرکے نکالتے یا اپنی رائے سے حلال یا حرام کرتے بلکہ اُنکے پاس جو کچھہ کہ تہا وہ سب وحی آسمانی تہا کہ جناب رسول خدا
کو وہ وحی کے ذریعہ سے پہنچا تہا اور رسول خدا صلعم سے ائمہ معصومین کو پہنچا تہا اور کارخانہ دین اُنکو اسی طرح سے سپرد ہوا تہا جیسے کہ مینے لکھا ہی اور یہہ
اعتقاد کسی شیعہ کا نہیں ہی کہ امام کو تمام احکام کے بانٹنے کا اختیار ہے تو جہوٹ بولتا ہی اور جہوٹ بولکر لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہی اور نہ کوئی شیعہ اس اعتقاد
کا قائل ہی اور اہل سنت کی کتابوں سے تو یہہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھہ احکام کہ قرآن مجید میں ہیں نہ پیغمبر کیطرف سے ہیں نہ خدا کی طرف سے بلکہ حضرت عمر کی طرف
سے ہیں کہ حضرت عمر جو رائے مارتے تہے اُسی کے موافق خدا تعالی حکم جاری کرتا تہا سو یہہ مرتبہ تو امام کیا بلکہ پیغمبر کو حاصل نتہا کہ جس حکم میں دشواری حضرت
کو ہوتی تہی تو وحی کے منتظر ہوتے تہے اور حضرت عمر کو کچھہ دشواری نتہی کہ جو کچھہ وہ تجویز کرتے تہے تو اُسیکے موافق خدا تعالی حکم نازل کر دیتا تہا سو جو شرف
کہ اہل سنت کے نزدیک حضرت عمر کو تہا نہ وہ شرف کسی پیغمبر کو تہا نہ کسی امام کو اور سب اہل سنت کا اسی پر اتفاق ہی اور ہم کسی توجیہہ کے قائل نہیں ہیں اور دونوں
روایتوں کے معنی جس طرح سے کہ ہمارے علما بیان کرتے ہیں اور ہم لکھہ چکے ہیں اُسمیں کچھہ قباحت نہیں ہی اور قلم پہیرنے کے لائق مذہب اہل سنت کا ہی کہ جو کچھہ مسلم میں تفویض
کے جواز میں لکھا ہی وہ ایسا ہی ہی اور بے شک کلام اللہ میں بیورا ہر چیز کا ہی لیکن موافق روایات اہل سنت کے ہر چیز کا بیورا عثمان کی جمع کی ہوئی قرآن میں نہیں
ہے کہ اُس میں سے بہت ناقص کیا ہی جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھہ چکے ہیں اور بیورا ہر چیز کا تو مصحف ابن مسعود اور اُبی ابن کعب میں تہا جن پر عمل کرنیکا رسول خدا صلعم
نے حکم دیا تہا سو اُنکو تو عثمان نے جلوا دیا اور وہ مصحف کہ جسکو حضرت علی نے جمع کیا تہا اور اُسمیں علم کثیر تہا موافق روایات اہل سنت کو وہ البتہ باقی ہی اور ہر ایک
امام کے پاس وہ رہا ہی اور اُسی قرآن کو دیکہکر وہ جو چاہتے تہے حلال و حرام کرتے تہے اُسکے حکم کے مطابق سو وہ کلام اللہ ہی تبیانا لکل شی اور احکام کو بہی اُسمیں سے
جناب رسول خدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام ہی سمجھتے تہے نہ وہ جہلا کہ نسوان پردہ نشین سے الزام کہاتے تہے اور اگر تفویض باقی نہیں رہی ہی تو تیرا مذہب بہی باقی نرہا
ہے بلکہ باطل ہوا کہ تیرے مذہب کا مدار تو تفویض ہی پر ہی کہ جو کچھہ ابو حنیفہ وغیرہ نے اپنی رائے سے کر دیا اُس پر عمل ہی گو خلاف قرآن اور حدیث کے ہو اور بے شک جو کچھہ
جناب رسول خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام فرماتے تہے وہ شرح قرآن کی ہی اور اپنے اختیار سے اور اپنی رائے سے کچھہ نہیں فرماتے تہے کہ جو کچھہ چاہیں حلال کر دیں
اور جو چاہیں حرام کر دیں بلکہ ہمارے مذہب میں تو یہہ ہی کہ اُنکے پاس جفر جامع تہا کہ اُس سے کوئی شے باہر نتہی جو کچھہ کہتے تہے اُسکے موافق کہتے تہے اپنی رائے سے کوئی
بات ایجاد کرکے کہنے کی کیا احتیاج تہی **قَالَ الشَّیْخُ الْاَشْعَرِی** القصہ ہماری صلاح یہہ ہی کہ ان دونوں روایت پر قلم پہیر کر یہہ جواب مذکور بالا سے انگریزوں وغیرہ
اعدا دین کے مقابلہ میں اُمید یہہ ہے کہ ہو نیکی رہیں نہیں تو اُنکے بہی منہ میں زبان ہی سنیوں کو تو بوجہہ اتحاد ملت کے کچھہ لحاظ ہی ہوگا اُنہیں کیا لحاظ ہے
ایسا نہو کہ وہ یوں کہنے لگیں کہ ہماری انجیل اگر کلام اللہ سے منسوخ ہو گئی ہی تو سارے احکام تو منسوخ نہیں ہوئے آخر اخلاق کی باتیں اور بہت سے احکام حلت و
حرمت کے بدستور باقی ہیں اور عقائد میں تو مسلمانوں کے مقولہ کے موافق کچھہ فرق تہا ہی نہیں حضرت آدم ع کے وقت سے لیکر اب تک یہی عقائد چلے آتے ہیں چنانچہ کلام اللہ
میں سورہ مائدہ میں خود موجود ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ یعنی نازل کی ہم نے اے محمد صلعم تیری طرف سچی کتاب کہ وہ پہلی
کتابوں کی بہی تصدیق کرتی ہی سو تمہارے کلام اللہ کا بہی یہی حال ہی کہ امام نے مناسب وقت دیکہہ کر بہت سے احکام تبدیل و تغیر کر دئیے چنانچہ پہلی روایت
سے یہہ خوب طرح واضح ہوئی کیونکہ اختلاف شیعہ کی وجہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے یہی بیان کی ہی پہر حضرت امام مہدی کے پاس اگر وہ کلام اللہ محفوظ
بہی ہو تو کیا حاصل وہ دین تو بدل ہی گیا کوئی اور ہی کلام اللہ ہونا چاہیئے نہیں تو یہہ ایسا ہی قصہ ہی جیسا حضرت عیسی تمہارے موافق آخری زمانہ میں
نازل ہوں گے مگر باوجودیکہ انجیل کے حافظ ہیں پہر بسبب اپنے دین کے منسوخ ہو جانیکے انجیل پر عمل نکرینگے بلکہ کلام اللہ پر عمل کرینگے **اقول** روایتوں کا تو
جواب ہم دیچکے کہ تو نے روایتوں کے بیان کرنے میں خیانت کی ہی اور تفویض کے معنے ہم بیان کر چکے کہ جو اس سے مقصود ہی اُسکو تو نہیں سمجہا اور انصاف
ہمکو کچھہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے نزدیک امام علیہ السلام نے کوئی حکم تبدیل نہیں کیا جس طرح سے کہ خدا تعالی نے احکام نازل کئے ہیں اُسی طرح بدستور قیامت
تک چلے جائیں گے چنانچہ ہم بیان کر چکے کہ حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَحَرَامُهٗ حَرَامٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کوئی حکم خدا کو بدل نہیں کر سکتا اور انصاف اگر

اعتراض کرینگے تو اہل سنت پر کرینگے اور کہیں گے کہ تمہارا کیسا مذہب ہے کہ تمہارے نزدیک تمہارے اولیا احکام خدا کو پلٹ دیتے ہیں کہ خدا کے نزدیک تو کچھ حکم ہی اور اولیا اُن حکموں کو اپنے واسطے منسوخ سمجھتے ہیں تلبیس ابلیس ابن جوزی کو اور شرح بزدوی کو دیکھنا چاہئے کہ اُن اولیا کی حال میں کیا کیا لکھا ہی جیبتیہ انہیں سے کہتے ہیں کہ جسوقت بندہ نے خدا کو اپنا حبیب کیا اور محبت مخلوقات سے منقطع ہو تو تکلیف شرع اُس سے ساقط ہوجاتی ہی اور عبادت اُس سے مرتفع ہوجاتی ہی اور جو چیز کہ شرع میں حرام ہی وہ اُنپر حلال ہوجاتی ہی جیسے کہ زنا کرنا ماں سے اور بہن سے اور دختر سے اور شرب خمر اور اکل خنزیر اور قماربازی اور خیانت مال مردم اور سوائے اسکے اور والائیہ انہیں سے کہتے ہیں کہ بندہ جسوقت مرتبہ ولایت کو پہنچتا ہی تو خطاب امر و نہی کا اُس سے اُٹھ جاتا ہی نہ اُسپر کوئی چیز حرام رہتی ہی اور نہ کوئی چیز واجب رہتی ہی جو چاہی سو کرے اور جو چاہی نکرے اور شمراخیہ انہیں سے کہتے ہیں کہ جسوقت معرفت خدا حاصل ہوتی ہی تو تکلیف شرعی اُس سے دور ہوجاتی ہی اور واصلیہ انہیں سے کہتے ہیں کہ ہم وصل ہوئے ہیں خدا تعالیٰ میں اور تکلیف نماز اور روزہ کی ہمسے ساقط ہی اور ہر شے حلال ہی ہمارے واسطے یہانتک کہ شراب پینی اور اغلام کرنا اور زنا کرنا اور عقیدہ انکا یہ ہی کہ اس فرقہ کے لوگوں کو بنات اور اُمہات سے مجامعت کرنی جائز ہی اور اباحیہ انہیں سے کہتے ہیں کہ لوگوں کے مال و فروج حلال ہیں عورتوں کی حلال ہی جسکا مال چاہو بے اجازت کھا جاؤ اور جس عورت سے چاہو مجامعت کرو بدون نکاح کے اور سوائے اسکے اور بہت فرقے اہل سنت کے اولیا میں سے ہیں انہوں نے حرام کو حلال کردیا ہی اور واجب کو حرام کردیا ہی اسکو کہتے ہیں تغیر اور تبدیل کہ ایسی تغیر و تبدیل کہ جو کفر پر دلالت کرتی ہی اور امام ہمارے تو سراسر تہمت سے اور بدنام کی تبدیل تغیر کی نگاہ گر ایسا مقدور نہ تھا کہ جو حکم خدا کو بدلتے یہ تو منصب اہل سنت ہی کے اولیا کا ہی اور روایت پہلی میں خیانت کی ہی تو نے مولوی عبد العزیز صاحب نے یہ کی ہی اور اگر یہ مسلہ ہم تسلیم بھی کریں تو اُسمیں کچھ قباحت نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے بیان کرچکے لیکن تم اسکے معنی نہیں سمجھا ہی اسواسطے ہائے واویلا کیا ہی اور اختلاف شیعہ کی بھی وجہ یہ بیان کی ہے جو یہ ہے کہ ایک شخص کو جو ایک امر کی حلت کا حکم دیتے تھے وہ موافق ظاہر شرع کے ہوتا تھا اور دوسرے کو جو اُس امر کی حرمت کا حکم دیتے تھے وہ تقیہ کی راہ سے ہوتا تھا اور اگر تبدیل و تغیر یہ معنی کرتے تھے اور حلال کو حرام کرتے تھے اور حرام کو حلال کرتے تھے تو اس تہمت سے کرتے اور یہ حکم حلت اور حرمت کا سب موافق حکم خدا کے تھا اور اسلئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ لن نشاء الا ان یشاء اللّٰہ تبارک و تعالیٰ اور الا من اکرہ و قلبہ مطمئن کی تفسیر لکھا ہی لہٰذا عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے و مخالف اعتقاد سے ظاہر کیا تو وہ بھی مطابق مشیت الٰہی کے ہوا اور ابن بابویہ نے مخالف اعتقاد کے بیان نکیا تو وہ بھی پسندیدہ خدا ہوا اب کس حکم کو اُن دونو حکموں میں سے خدا کا حکم کہو گے اور کسکو نہ کہو گے تو وہ کلام اللہ جو حضرت امام مہدی کے پاس محفوظ ہی اُسی کے موافق تو ہر ایک امام حلت اور حرمت کا حکم دیتا تھا اور جسکو حلال جانتے تھے کہ حلال کرتے تھے اور جسکو حرام جانتے تب حرام کرتے تھے وہ اُس کلام اللہ ہی سے حکم کرتے تھے اور اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتے تھے اور اُسی قرآن کے موافق ہمارا دین جب تک بدلا گیا ہی دین تمہارا پہلے تو رسول خدا صلعم اور شیخین کے زمانہ میں تو تمہارا دین اُن مصحفوں کے موافق تھا کہ جلا کر خاک کردیے ہیں اور عثمان نے جو قرآن جمع کیا کہ جسپر تمہارا عمل ہی تو اُس قرآن کثیر جو اُس سے اُسمیں داخل نہیں کیا ہی تو بہت احکام خدا کے جاتے رہے ہیں اور تبدیل الفاظ جو ہوئی تو مطلب ہی کچھ کا کچھ ہوگیا اور پہلے دین میں فرق آگیا اور ہمارے دین میں کسی طرح کا فرق نہیں ہی اور نیا کلام اللہ تو اہل سنت کو چاہئے کہ اُنکے کلام اللہ میں سے بہت کچھ جاتا رہا ہی اور حضرت عیسیٰ جو آخر زمانہ میں نازل ہونگے بعد خروج حضرت امام مہدی کے گویا فقط انجیل کے ہونگے لیکن اُنکی انجیل وہ دین نکا جو منسوخ ہی اُسپر عمل نہوگا بلکہ قرآن مجید پر عمل کرینگے اور ہمارا قرآن جو ہی تو یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ ناسخ ہی اُسکا حال انجیل کا سا نہیں ہے اور تغیر اور تبدیل احکام کا جواب تم دیکھ چکے قال الشیخ الاشعری باقی رہا یہ احتمال کہ شاید حضرت امام مہدی اُنہیں احکام پر عمل کریں جو رسول اللہ صلعم کے مقرر کئے ہوئی ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ محمد بن بابویہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے عن ابی عبد اللّٰہ انہ قال ان اللّٰہ تعالیٰ اٰخی بین الارواح فی الازل قبل ان یخلق الاجسام بالفی عام فلو قد قام قائم اہل البیت ورث الاخ من الذین اٰخی بینہما فی الازل ولم یورث الاخ من الولادۃ ۔ یعنی حضرت امام ابو عبد اللہ نے جو حضرت امام جعفر صادق کا لقب ہے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں روحوں کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے روحوں میں آپسمیں بھائی بندی کرادی ہی جب امام مہدی علیہ السلام ازل کی بھائی بندی کے حساب پر وراثت جاری فرمائینگے اور جو نسل کی رو سے بھائی ہوگا اُسی وراثت دلائینگے اب دیکھیے کہ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت امام مہدی کلام اللہ کے احکام کے موافق بالکل عمل نکرینگے اور یہ حکم جو نسبی بھائی کی وراثت ہونیکا ہی اُسے موقوف کرینگے اور اس روایت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جانیوالی وراثت کا حکم جو سورہ نساء میں یوصیکم اللّٰہ کے رکوع میں ہے وہ کوئی خلیفہ ثالث نے نعوذ باللہ کچھ اپنی طرف سے نہیں بلکہ عین حکم الٰہی ہی ورنہ اُسکے موقوف ہونے کی حضرت امام مہدی کے وقت پر کیا تخصیص تھی اقول بیشک حضرت امام مہدی انہیں احکام پر عمل کرینگے جو کہ رسول اللہ صلعم کے مقرر کئے ہوئے ہیں غیر اُنکے پر اور یہی اعتقاد ہمارا ہی اور جو روایت کہ ہمارے اعتقاد کے مخالف ہوگی وہ مطروح یا ماوّل ہوگی اور محمد بن بابویہ علیہ الرحمۃ سے جو روایت لکھی ہے یہ نہیں لکھا کہ فلانی کتاب میں یہ روایت ہے تاکہ صدق و کذب اس نسخ کا دریافت کیا جاتا کہ واقع میں یہ روایت ہے یا نہیں اور اگر تسلیم کیا جائے کہ اس طرح کی روایت بھی آئی ہوگی لیکن مخالف اعتقاد کے جو یہ روایت ہے تو قابل اعتبار نہیں ہے اور اُنکے عقیدہ پر نظر کرنی چاہئے کہ وہ کیسا ہی نہ روایت غیر معتبر پر اہل سنت کی کتب صحاح میں

ایسی روایتیں ملتی ہیں کہ جو متضمن ہیں خدا تعالیٰ کے مجسم ہونے کو چنانچہ لکھا ہے کہ نیمۂ شعبان کو خدا تعالیٰ آسمانِ دنیا پر یعنی اول آسمان پر آتا ہے اور بہت آدمیوں کو بخشتا ہے اور لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ پنڈلی اپنی کھولیگا قیامت کے روز اور سوا اسکے بہت روایتیں صحاح ستہ میں ایسی ہیں کہ جو اہل سنت کے اعتقاد کے مخالف ہیں سو ایسی روایت کو دیکھکر اعتراض کرنا بڑی حماقت ہے اور اس روایت میں ایک حکم کا ذکر ہے کہ برادر ازلی کو دلوائینگے اور برادر نسبی کو حصہ دلوائینگے اور یہ شیخ نجدی اپنی طبیعت سے ایجاد کر کے کہتا ہے کہ کلام اللہ میں احکام کے موافق بالکل عمل نکرینگے کیسا افترا اور دروغگو ہے یہ شیخ اور اس روایت پر اعتراض کرتا ہے اور انبیا اولیا کے اعتقادات کی طرف نظر نہیں کرتا ہے کہ وہ تمام احکام خدا کو منسوخ اور شرع محمدی کو باطل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مادر اور دختر اور خواہر سے زنا کرنا مباح ہو جاتا ہے اور نماز روزہ وغیرہ ساقط ہو جاتے ہیں اور شراب پینی حلال ہو جاتی ہے چنانچہ شرح بزدوی اور تلبیس ابلیس ابن جوزی میں لکھا ہے کیا یہ احکام خدا کے نہیں ہیں کہ جو منسوخ ہوئے اور اسی روایت ابن بابویہ علیہ الرحمۃ میں تو یہ ہے کہ حضرت امام مہدیؑ اپنے زمانہ میں ایسا کرینگے اب معلوم نہیں کہ کریں یا نکریں اور ابو حنیفہ نے تو کر ہی دکھلایا کہ صدہا احادیث منسوخ کر دیں اور باوجودیکہ امام غزالی وغیرہ علماء اہل سنت اور خطیب بغدادی نے اسکو گمراہ مقرر کر دیا لیکن ہندوستان کے اہل سنت پھر اسی کی پیروی کرتے ہیں اور شیعوں کا اعتقاد امام مہدیؑ کی طرف یہ نہیں ہے کہ وہ احکام خدا کو منسوخ کرینگے اور اگر کرینگے تو موافق حکم خدا کے نہ اپنی رائے سے سو ہو سکتا ہے کہ انکے پاس جو جفر جامع اور مصحف فاطمہ موجود ہے اسمیں یہ حکم بھی لکھا ہوا اور جناب رسول خدا صلعم کے پاس تو سب احکام آ چکے تھے اور ان حضرت سے سینہ بسینہ امام مہدیؑ تک سب ائمہ کو احکام خدا پہنچے ہیں تو ان احکام میں یہ بھی ایک حکم ہوگا اور یا یہ کہ وہ کلام اللہ جو انکے پاس ہے اسمیں یہ حکم ہو اور عثمان نے اپنی قرآن میں اس حکم کو داخل نہ کیا ہو اور سورۂ نساء میں جو نسبی برادر کے حصہ دینے کا ذکر ہے اسکو باقی رکھا ہو اور عثمان ہی کے مکر تو ہے کہ وہ پہلا حکم قرآن میں داخل نہونے پایا ہو اور اب ہم سب امور طے کر کے کہتے ہیں کہ اسی طرح کی روایت اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہے اور جس صورت میں کہ انہی کی کتابوں میں اس طرح کا حکم موجود ہو تو پھر دوسروں پر اعتراض کرنا بڑی مکاری اور دغابازی ہے چنانچہ مواہب لدنیہ میں لکھا ہے

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ وَرَدَ فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ فِیْ قَوْلِہٖ صلعم لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَاِنَّ الصَّوَابَ فِیْ مَعْنَاہُ اَنَّہٗ لَا یَقْبَلُ الْجِزْیَۃَ وَلَا یَقْبَلُ اِلَّا الْاِسْلَامَ اَوِ الْقَتْلَ وَھٰذَا خِلَافُ مَا حَکَمَ الشَّرْعُ الْیَوْمَ فَاِنَّ الْکِتَابِیَّ اِذَا بَذَلَ الْجِزْیَۃَ وَجَبَ قَبُوْلُھَا وَلَمْ یَجُزْ قَتْلُہٗ وَلَا اِکْرَاھُہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ وَاِذَا کَانَ کَذٰلِکَ فَکَیْفَ یَکُوْنُ عِیْسٰی حَاکِمًا بِشَرِیْعَۃِ نَبِیِّنَا وَالْجَوَابُ اَنَّہٗ لَا خِلَافَ فَاِنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّمَا یَنْزِلُ حَاکِمًا بِھٰذِہِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ وَلَا یَنْزِلُ نَبِیًّا بِرِسَالَۃٍ مُسْتَقِلَّۃٍ وَشَرِیْعَۃٍ نَاسِخَۃٍ بَلْ ھُوَ حَاکِمٌ مِنْ حُکَّامِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَمَّا حُکْمُ الْجِزْیَۃِ وَمَا یَتَعَلَّقُ بِہٖ فَلَیْسَ حُکْمًا مُسْتَمِرًّا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ بَلْ ھُوَ مُقَیَّدٌ بِمَا قَبْلَ نُزُوْلِ عِیْسٰی وَقَدْ اَخْبَرَ نَبِیُّنَا صلعم بِنَسْخِہٖ وَلَیْسَ عِیْسٰی ھُوَ النَّاسِخُ بَلْ نَبِیُّنَا ھُوَ الْمُبَیِّنُ لِلنَّسْخِ فَدَلَّ عَلٰی اَنَّ الْاِمْتِنَاعَ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ مِنْ قَبُوْلِ الْجِزْیَۃِ ھُوَ شَرْعُ نَبِیِّنَا اَشَارَ اِلَیْہِ النَّوَوِیُّ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ

حاصل اسکا یہ ہے کہ پس اگر کہے تو کہ تحقیق وارد ہوا ہے صحیح مسلم میں قول میں ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ قریب ہے کہ نازل ہو تم میں پسر مریم حاکم عادل ہو کر پس توڑ ڈالیگا وہ چلیپا کو کہ وہ شکل سولی کی ہے اور قتل کریگا خوک کو اور وضع کریگا جزیہ کو اور صواب اسکے معنی میں یہ ہے کہ تحقیق وہ نہ قبول کریگا جزیہ کو اور نہ قبول کریگا سوا اسلام اور قتل کے اور یہ خلاف ہے حکم شرع کے کہ جو آجکے دن ہے اسواسطے کہ کتابی یعنی یہودی یا نصرانی جسوقت خرچ کرے اور دیوے جزیہ کو تو واجب ہے قبول کرنا اسکا اور قتل کرنا اسکا جائز نہیں ہے اور نہ مسلمان ہونے پر زبردستی اسپر کرے کہ تو اسلام کو قبول کر اور جسوقت ایسا امر ہوا تو کیونکر ہو ویگا عیسیٰ حاکم ہمارے پیغمبر کی شریعت کا اور جواب اسکا یہ ہے کہ نہیں ہے خلاف اسمیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہونگے حاکم ہو کر اس شرع محمدی کے نہ نازل ہونگے وہ نبی ہو کر ساتھ رسالت مستقلہ اور شریعت ناسخہ کے بلکہ وہ ایک حاکم ہونگے اس امت کے حاکموں میں سے اور لیکن حکم جزیہ کا اور جو کچھ کہ اسکے متعلق ہے یہ حکم ہمیشہ کا قیامت تک نہیں ہے بلکہ وہ مقید ما قبل نزول عیسیٰ کے ہے اور تحقیق خبر دی ہے ہمارے پیغمبر نے منسوخ ہونے اسکے کی اور نہیں ہے عیسیٰ منسوخ کرنیوالا بلکہ ہمارے پیغمبر ہیں اور وہ عیسیٰ بیان کرنیوالا نسخ کا ہے پس دلالت کی اس امر پر کہ امتناع اسوقت میں قبول جزیہ سے وہ شرع پیغمبر ہمارے کی ہے اشارہ کیا ہے طرف اسکے نووی نے شرح مسلم میں فقط پس ایسے ہی امام مہدیؑ مثل حضرت عیسیٰ کے حاکم ہونگے اس امت کے اور منسوخ کرنے احکام کا انکو اختیار ہوگا مطابق منسوخ کرنے رسول خدا صلعم کے کہ جس حکم کو کہ رسول خدا صلعم نے موافق حکم خدا کے منسوخ کیا ہے اسکے نسخ کو امام مہدی ظاہر کرینگے سو وہ منسوخ کرنا انکا حقیقت میں منسوخ کرنا رسول خدا صلعم کا ہے اور روایت میں بتصریح موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ وہ حکم دینگے جو اس زمانہ کے حکم کے مخالف ہے اور وہ حکم انکا جاری ہوگا اور ایسی ہی امام مہدیؑ کا حال ہے **قال الشیخ الاشعری** الغرض جبتک اثنا عشریہ اس مذہب سے کہ امام کو سب احکام کے منسوخ کر دینے کا اختیار ہے دست بردار ہونگے تب تک انگریزوں کے سامنے اپنے کلام اللہ کے محفوظ ہونے کے مقدمہ میں جو آیت نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ سے مستفاد ہوتا ہے منہ نکر سکینگے اور ہماری اس صلاح کے ماننے میں فقط انکا ہی فائدہ نہیں کہ نصارا اور یہود سے جیت جائیں نہیں بلکہ

لفظ خاتم النبیین جو سورۂ احزاب میں ہے اُسپر بھی ایمان درست ہو جائیگا نہیں تو یہودیوں کی طرح یہ عتاب تیرہی رہیگا کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کیا تم تھوڑی سی کتاب پر تو ایمان لاتے ہو اور تھوڑی پر نہیں لاتے وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ بات تو انبیاء میں سے بھی کسی کسیکو میسر آتی ہے کہ نئی شریعت لائے اور پہلے احکام بدل جائیں بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد حضرت عیسیٰ تک جتنے نبی ہوئے سب توریت ہی پر عمل کرتے رہے اور پھر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو بھی گو یہ بات میسر نہیں آئی کہ خدا نے دین کا مقدمہ انہیں سپرد کر دیا ہو بلکہ جو کچھ انہوں نے احکام مقرر کئے سب حسب فرمان خداوندی مقرر کئے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تو درکنار کلام اللہ سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خود سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ اختیار نہ تھا کیونکہ سورۂ انعام میں یہ آیت موجود ہے قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا الآیۃ جسکا حاصل یہ ہے کہ کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پاتا ہوں بیچ اس چیز کے جو میری طرف وحی کی گئی ہے کوئی چیز حرام کسی کھانیوالے پر مگر فلانی اور فلانی اس آیت کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حرام کرنے اور حلال کرنے کا اختیار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو نہ تھا حلت حرمت کا مدار وحی پر تھا دوسرے کئی جگہ آیا ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حاصل اسکا یہ ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی حاکم نہیں اور اگر بالفرض خدا نے اُمت کے احکام انکے سپرد کر دیے ہوں تب بھی ہمارے امام کچھ اُنسے اس بات میں کم نہیں اور یہی احکام کی تبلیغ کے رسول اور نبی ہوا کرتے ہیں چنانچہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ یعنی اے رسول پہنچا دے جو تیری طرف نازل کیا گیا ہے الغرض اسی طرح سے یہود اور نصاریٰ کی برخاش سے بھی نجات ہو جائیگی اور اپنا ایمان بھی درست ہو جائیگا **اقول** ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ امام کو بالاستقلال کسی حکم کے منسوخ کرنیکا اختیار نہیں ہے مگر جسکا کہ نسخ سینہ بسینہ رسول خدا صلعم سے چلا آیا ہے اور یا یہ کہ اُسکا نسخ جفر جامعہ میں مندرج ہے اُسکو امام منسوخ کر سکتا ہے بحکم خدا نہ اپنی رائے سے جیسے کہ ابو حنیفہ اپنی رائے سے احکام خدا کو منسوخ کیا کرتا تھا اور ہمارا کلام اللہ بیشک محفوظ ہے اب تک و کسی طرح کا تغیر اسمیں نہیں ہوا ہے اور وہ روایت ضعیفہ ایک حکم کے منسوخ ہونے کی زمانہ خروج امام علیہ السلام میں آیندہ کی خبر دیتی ہے کہ امام مہدیؑ ایسا کرینگے قرآن کی حفاظت میں اس سے کیا خلل آیا قرآن کی آیت تو کوئی نکالی نہیں گئی ہے جسکے سبب سے کہا جائے کہ قرآن محفوظ نہ رہا حکم کا منسوخ ہونا اور بات ہے اور قرآن کا ناقص ہو جانا اور امر ہے ایسے پاگل نہیں ہیں انگریز تیری طرح کہ ایسی صورت میں حفاظت پر طعن کریں اور امام کا منسوخ کرنا ایسا ہوگا جیسا کہ حضرت عیسیٰ بعضی احکام کو منسوخ کرینگے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور علماء اہل سنت نے اُسکا جواب دیا ہے اور آیۂ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ الخ قرآن کی حفاظت پر یقیناً دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ ایک احتمالی بات ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں بلکہ بنظر روایات کتب اہل سنت کہ قرآن کے نقصان اور تبدیل الفاظ قرآن پر دلالت کرتی ہیں حفاظت قرآن آیت مذکورہ سے مراد لینی ہرگز صحیح و درست نہیں ہو سکتا بلکہ مراد حفاظت سے حفاظت رسول خدا صلعم ہے نہ حفاظت قرآن اور انگریزوں کے سامنے تو تم ہی منہ نہیں کر سکتے اس واسطے کہ تمہارا دعویٰ بھی تو یہی ہے کہ یہ ہمارا قرآن محفوظ ہے اور اسمیں کسی طرح کا تغیر نہیں ہوا ہے لیکن روایتیں تمہاری کتابوں کی کثرت سے دلالت کرتی ہیں قرآن کے نقصان ہونے پر اس صورت میں تم کلام اللہ کے محفوظ ہونے کے مقدمہ میں جو آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ سے مستفاد ہوتا ہے منہ نہ کر سکوگے اور یہود و نصاریٰ سے ہم ہمیشہ ہی جیتتے رہے ہیں اور ہارے ہوئے اُنسے تم ہو اور خاتم النبیین پر بھی ہمارا ایمان صحیح اور کامل ہے اور تیرا ہی ایمان خاتم النبیین پر نہیں ہے کہ تو نے چھ خاتم النبیین اور مقرر کئے ہیں اور تیری اس بے ایمانی پر اہل کہنے تیرے کفر و ارتداد کا فتویٰ لکھا ہے اور بعضی کتاب پر بھی تمہارا ہی ایمان نہیں ہے کہ تمہارے پیشوا عثمان بن عفان نے بہت سے مصحف جلا دیے کہ جنمیں وہ حکم بھی تھے کہ جو اس قرآن میں نہیں ہیں اب کہاں ہے تمہارا ایمان ۔ کل قرآن منزل پر اور نئی شریعت کا لانا کام پیغمبر کا ہے اور سوائے اُسکے اور کوئی شرع جدید نہیں لا سکتا ہے اور نہ کسی شیعہ کا یہ اعتقاد ہے اور اگر درصورت فرض کوئی روایت منسوخ کرنے حکم میراث برادر نسبی کے شیعوں کی کتابوں میں آئی ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے شیعوں کا اعتقاد تو یہ نہیں ہے بلکہ تیری ہی کتابوں میں لکھا ہے کہ بعضی احکام کو حضرت عیسیٰ منسوخ کرینگے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے اور ابن حجر نے اُسکا جواب لکھا ہے اور مسلم الثبوت اصول فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ تفویض کرنا احکام کا علماء اور مجتہدین کو جائز ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اپنی کتابوں کی تو خبر نہیں لیتا ہے اور دوسروں پر اعتراض کرتا ہے اور نئی شریعت بھی ابو حنیفہ ہی لایا ہے جسکی تو پیروی کرتا ہے اور تیرا وہ امام ہے وہ نئی شریعت کر دینی کی جہت سے امام غزالی وغیرہ علماء اہل سنت نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے شرع کو بالکل منقلب کر دیا اور الٹ دیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم مفصل بیان کر چکے ہیں سو تیری کتاب ہی سے ثابت ہوتا ہے منسوخ کرنا احکام کا اور سپرد کرنا دین کا اور تفویض کے معنی جو کچھ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں وہ ہیں اور مراد تفویض سے یہ نہیں ہے کہ جو چاہیں حلال کر دیں اور جو چاہیں حرام کریں اور منسوخ کر دیویں حکم خدا کو میاں عمر تھے جنہوں نے علی الاعلان فرمایا تھا کہ رسول خدا صلعم کے زمانہ میں حج تمتع اور متعہ زنان حلال تھے اُنکو میں حرام کرتا ہوں انکو کہتے ہیں نسخ کہ حضرت عمر نے حکم خدا کو جو قرآن میں ہے منسوخ کر دیا اور امام مہدیؑ کی منسوخ کرنیکی جو ایک روایت ضعیفہ اس شیخ نے لکھی ہے اسمیں تو یہ نہیں ہے کہ امام مہدیؑ نے کوئی حکم خدا کا منسوخ کر دیا ہو بلکہ ایک خبر ہے کہ یوں کرینگے اور اعتقاد ہمارا حلال اور حرام کے مقدمہ میں یہی ہے کہ حلال اور حرام کرنیکا سوائے خدا کے کسیکو اختیار نہیں ہے نہ پیغمبر کو نہ امام کو مگر ابو حنیفہ نے بہت سے احکام حلال و حرام کئے ہیں اپنی رائے سے اور یہود اور نصاریٰ کی برخاش سے تمکو ہی نجات حاصل کرنی چاہیے اور ہمکو تو ہر طرح سے نجات حاصل ہے **قال الشیخ الاشعری** اور شاید کچھ یہی سمجھ

سمجھکر شیخ صدوق یعنی ابن بابویہ نے کتاب الاعتقاد میں اس عقیدہ سے ہاتھ اٹھایا اور ہمارے نزدیک اس حساب سے صدوق اسم بامسمی ہوگئے مگر سنیوں سے دامن چھڑانے کے لئے سب اہل تشیع کی طرف سے نیابۃً یوں کہہ گئے وَمَنْ نَسَبَ اِلَیْنَا اَنَّا نَقُوْلُ اِنَّهٗ اَکْثَرُ مِنْ ذٰلِکَ فَهُوَ کَاذِبٌ یعنی جو یوں کہے کہ شیعہ یوں کہتے ہیں کہ کلام اللہ اس سے زیادہ تھا جواب لوگوں کے پاس ہے اور جسکی ایک سو چودہ سورتیں ہیں وہ جھوٹا ہے انہوں نے چاہا تھا کہ سنیوں کو جھوٹا بتائیں پر خدا سچوں کو سچا ہی کرتا ہے خدا ساز علامہ کلینی نے اس دروغ کا بار اپنے سر اٹھایا یا یوں کہیے علامہ صدوق کو جھوٹا بنایا چنانچہ انکی روایت کلام اللہ کی سترہ ہزار آیت ہونے کے باب میں اوپر مرقوم ہو چکی کسی نے سچ کہا ہے حق برزبان جاری خود خیر کہاں تک حضرات شیعہ کی ناانصافی اس باب میں بیان کیجے منصفوں کے لئے اسیقدر بہت ہے **اقول** پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے علماء معتمدین کا مثل شیخ صدوق اور شیخ ابو جعفر طوسی اور سید مرتضی اور صاحب مجمع البیان اور میر باقر داماد اور ملا محسن کاشانی اور شیخ حر عاملی وغیرہ کے یہی اعتقاد ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے وہ یہی قرآن ہے کہ جو فی زماننا سب کے پاس موجود ہے نہ اس سے کم ہے نہ اس سے زیادہ ہے کچھ شیخ صدوق تنہا ہی کے لکھنے پر موقوف نہیں ہے اور ہم اثبات بیشی اور کمی قرآن جو کرتے ہیں تو صرف اس شیخ نجدی کے اقوال کی رد کرنیکو کرتے ہیں کہ یہ شخص جھوٹی باتوں کو ہماری طرف منسوب کرتا ہے اور اس امر پر اعتراض کرتا ہے کہ جو خود اسکی کتابوں میں موجود ہے اور اہل سنت دامن کیونکر بچا سکتے ہیں کہ اضعاف مضاعف روایات تنقیص قرآن انکی کتابوں میں موجود ہیں اور انکا کچھ عذر نہیں کرتے ہیں جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ وہ آحاد ہیں اور انکا کچھ اعتبار نہیں ہے اہل سنت کو اب چاہیے کہ کسی طرح اپنا دامن چھڑائیں سو مٹے کہ انکی کتابوں میں کثرت سے روایتیں نقصان اور زیادتی اور تبدیل الفاظ کی موجود ہیں اور شیخ صدوق کی راست گوئی میں کیا شک ہے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام کے مذہب کے علماء میں سے ہیں اور اسیواسطے صدوق انکا لقب مشہور ہوا ہے کہ وہ نہایت راست گو ہیں اور ہمارے تو کل علماء راست گو ہیں کہ وہ مطیعان اور غلامان آل رسول میں سے ہیں اور دروغگو تمہارے علماء ہیں کہ سفینہ نجات سے خارج ہیں علی الخصوص مولوی عبد العزیز صاحب کہ علماء میں انکے برابر کوئی دروغگو نہ ہوگا اور دروغ انکا واضح ہوتا ہے انکی کتاب تحفہ سے اور اہل سنت جو کہتی ہیں کہ شیعوں کے نزدیک یہ قرآن مروج ناقص ہے جھوٹ کہتے ہیں اسواسطے کہ اعتقاد علماء معتمدین شیعہ کا یہی ہے کہ قرآن میں نقصان نہیں ہوا ہے اور بعضی روایتیں جو کہ اسکے نقصان پر دلالت کرتی ہیں وہ منجملہ آحاد اور ضعاف ہیں کہ انکا اعتبار نہیں ہے اور علامہ کلینی نے جو نقصان کی روایت بیان کی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اعتقاد بھی انکا ایسا ہی ہوگا اسواسطے کہ وہ محدث تھے جیسی روایت انہوں نے سنی بیان کر دی انکے اعتقاد کے موافق ہو یا نہو دیکھو شیخ صدوق علیہ الرحمۃ جو لکھتے ہیں کہ قرآن یہی ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہے تو وہ بھی نقصان کی روایتیں لکھتے ہیں اور اعتقاد انکا ان روایتوں کے مطابق نہیں ہے سو صاحب کافی کلینی نے شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کو جھوٹا نہیں ٹھیرایا کہ اعتقاد اور چیز ہے بیان کر دینا روایت کا اور بات ہے اور بخاری اور مسلم میں سینکڑوں روایتیں ایسی ہیں کہ اسمعیل بخاری کا اعتقاد انکے موافق نہیں ہے اور اگر روایتوں کے بیان کرنے ہی پر مدار ہے تو اہل سنت کی کتابوں میں سینکڑوں روایتیں نقصان قرآن کی موجود ہیں اور اگر صاحب کافی نے اس دروغ کو اپنے سر پر اٹھایا ہے تو صاحب بخاری اور صاحب مسلم اور صاحب درمنثور اور اتقان وغیرہ نقصان قرآن کی روایتیں لکھنے والے سب جھوٹے ہو جائینگے اور یا یہ کہ اس زمانہ کی اہل سنت کو جھوٹا بنائینگے اور اگر اہل سنت کا یہ دعوی ہے کہ قرآن میں نقصان نہیں ہوا تو وہ بڑے جھوٹے ہیں اور انہوں نے چاہا تھا کہ ہم اس دعوی میں سچے ہوں پر خدا جھوٹوں کو جھوٹا ہی کرتا ہے خدا ساز سینکڑوں روایتیں نقصان قرآن کی اہل سنت کی کتابوں میں موجود نکلیں اور بعضی روایتیں پہلے اس سے ہمنے بیان بھی کی ہیں سو ان روایتوں نے اہل سنت کو جھوٹا ٹھیرایا کہ وہ ہمیشہ کے جھوٹے ہی ہیں اور سچ انکے پاس کو نہیں گیا اور اہل سنت بڑے ناانصاف ہیں کہ نقصان قرآن کا شیعوں پر طعن کرتے ہیں اور روایتیں نقصان کی خود انکی کتابوں میں موجود ہیں اور اگر شیعوں کی کتاب میں کوئی روایت نقصان قرآن کی ہے تو وہ اسکا عذر کرتے ہیں اور قابل اعتبار اسکو نہیں جانتے ہیں اور اہل سنت متغیر ہو جانے قرآن کی روایتوں کا کچھ عذر نہیں کرتے ہیں اور تماشا یہ ہے کہ طعن اسکا ہمپر کرتے ہیں چنانچہ مشہور ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانڈے کہاں تک اہل سنت کی ناانصافی اسباب میں بیان کیجے منصفوں کے لئے اسیقدر بھی بہت ہے **قال الشیخ الاشعری** ہمیں کوئی عاقل منصف ایسا نظر نہیں آتا جو اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ سے بجز اسکے کچھ اور معنی سمجھے کہ اسمیں ہرگز کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا خلیفہ ثالث ہو یا خلیفہ اول اور دوم بلکہ انصاف سے دیکھیے تو شہادت عرف اس آیت میں سنیوں کی بڑی فضیلت نکلتی ہے شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ جو کام کسی کے اہتمام اور انتظام اور حکم سے ہوا کرتا ہے اگرچہ حقیقت میں اسے اور ہی کوئی کرے پر عرف میں وہ مہتمم ہی کی طرف اور منتظم اور حاکم ہی کی جانب منسوب ہوا کرتا ہے مثلاً کوئی بادشاہ کسی رسالہ یا پلٹن کو خزانہ کی حفاظت کے لیے مقرر کرے اور رسالدار اور صوبہ دار دس پانچ سپاہیوں کو پہرہ پر مقرر کر دیتے ہیں اور پھر نوبت بنوبت اور نمبر بنمبر وار اس پہرہ کو بدلتے رہتے ہیں اور آپ آرام کرتے ہیں اور سپاہی پہرہ دیکر چوروں اور قزاقوں کو دفع کرتے رہتے ہیں اب دیکھیے حقیقت میں محافظ سپاہی پہرہ دار کہتے ہیں پر چونکہ رسالداروں اور صوبہ داروں کے حکم سے کرتے ہیں تو بڑی سرکاروں میں رسالداروں اور صوبہ داروں ہی کا نام ہوتا ہے اور سپاہیوں کا کیا ہوا رسالداروں اور صوبہ داروں ہی کا کیا ہوا سمجھا جاتا ہے اسیواسطے اگر کہیں ایسے موقع پر کوئی معرکہ کا کام آن پڑتا ہے تو گو سپاہ انکو بھی قدر قلیل

انعام ملی پر سالداروں اور صوبہ داروں کو بیش قرار انعام ملتا ہی اور عہدوں کی ترقی ہوتی ہی اسی طرح سنی بھی موافق حکم الٰہی کے اس خزانہ بیش بہا کی محافظت
کرتے ہیں اور چونکہ اوراق میں فقط خوب حفاظت نہو سکتی تھی تو اسلئے اسکو اپنے سینوں میں گویا جان کے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ بے دینوں اور شیاطین کو اسکے چرانے کی دسترس
نہو سو الٹے چور کوتوال کو ڈانڈیں شیعہ سنیوں ہی کو چور بتانے لگے سو یہ ہی مثل ہی کہ نیکی برباد گنہ لازم اگر شیعوں سے سنی کچھ انعام اکرام اس خدمت کا مانگتے جب ہی یہ تہمت لگائی
ہوتی خدا کے دینے میں اتنا بخل کیوں ہے نیل جلی سرکار کا کلیجہ پھٹے مشعلچی کا ہم جو دنیا میں دیکھتے ہیں تو کلام اللہ کی محافظت سنی ہی کرتے ہیں ایک ایک بستی میں بعضی بعضی جا
بان پانسو حافظ موجود ہیں مگر چونکہ یہ انکی حفاظت موافق ارشاد خداوندی کی ہی تو یہ انکا کیا خدا ہی کا کیا سمجھنا چاہئے اور سنیونکو ملازم خاص و محکوم با اختصاص سمجھ اسی لیے خداوند
کریم نے اس محافظت کو اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا وانا لہ لحافظون یعنی ہمیں اسکے محافظ ہیں لیکن شیعوں کو محکومان نافرمان کی مانند جانئے بلکہ بمنزلہ باغیوں یا چوروں کے
قرار دیجئے کیونکہ یہ فرقہ محافظان کلام ربانی کے جو ایک خزانہ بے بہا ہی دشمن ہیں اور خزانوں کے محافظوں کے قزاق اور باغی اور چور ہی دشمن ہوتے ہیں غرضکہ آیت انا نحن
نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون بھی باواز بلند یہی کہتی ہی کہ مذہب اہل سنت حق ہی اور مذہب شیعہ باطل پر سننے کو کان شرط ہیں جن کانوں پر ختم اللہ علی قلوبہم و
علی سمعہم کی مہر لگی ہوئی ہو یعنی یہ مضمون انپر صادق آتا ہی کہ اللہ نے انکے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگائی ہی وہ کیا سنیں اور کس کی سنیں مگر ہمیں اپنی طرف سے سمجھانے میں قصور
نکرنا چاہئے **اقول** ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر ذکر سے مراد قرآن لیا جاے تو کمی بیشی اسمیں متصور نہیں ہوسکتی لیکن کمی بیشی تو اسمیں ضرور ہوئی ہی مع تبدیل الفاظ کے اسواسطے
کہ روایات کثیرہ صحیحہ کتب معتبرہ اہل سنت کی جن پر مدار اہل سنت کے مذہب کا ہی مثل بخاری اور مسلم اور جامع الاصول اور در منثور اور اتقان وغیرہ کے قرآن کے متغیر ہوجانے پر
دلالت کرتی ہیں سو وہ روایتیں تو دروغ نہیں ہوسکتی ہیں اگر وہ دروغ ہو جائیں تو مذہب ہی سنیوں کا دروغ ہوجائے اسواسطے کہ ایک دو روایت نہیں ہے کہ اسکی تاویل
کی جائے بلکہ اس طرح کی روایتیں کثرت سے ہیں اور وہ سب کے سب سینکڑوں ہیں دروغ یا ضعیف کیونکر ہوجائیں گی پس معلوم ہوا کہ مراد ذکر سے جناب رسول خدا صلعم ہیں نہ
قرآن اور دوسری جگہ بھی خداتعالی نے ان حضرت کو بلفظ ذکر یاد فرمایا ہی چنانچہ فرماتا ہی الذین آمنوا قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم آیات اللہ مبینات
اور رہا یہ کہ اگر ذکر سے مراد قرآن ہو تو لہ کی ضمیر ذکر کی طرف راجع نکرنی چاہئے بلکہ رسول خدا صلعم کیطرف ضمیر پھیرنی چاہئے تاکہ آیت کے معنی بنظر روایات کثیرہ اہل سنت صحیح ہوں ورنہ معنی آیت
انا نحن نزلنا الذکر کے ہرگز صحیح نہیں ہوسکتے آدمی کو چاہئے کہ پہلے اپنی کتابوں کی روایتوں کو دیکھ لے تب ارادہ گفتگو کا کسی سے کرے اور یہ خبر نہیں ہے کہ موافق روایات اہل سنت
ہی کی معنی آیہ کے درست نہیں ہوسکتے اور شیعوں پر وہ اعتراض کرتا ہی جو اہل سنت پر اعتراض ہوتا ہی اور کمی بیشی قرآن کی کچھ محال نہیں ہے اگر کوئی شخص عم کا پارہ لکھے اور
اسمیں سے ایک سورہ والفجر کو اگر کم کر دے ورنہ لکھے یا اپنی طرف سے کچھ زیادہ کر دے تو کیا جبرئیل اسکا ہاتھ پکڑنے کو آئینگے کہ تو کسواسطے بیش و کم کرتا ہی نہیں یہ بات عقل میں بھی آتی ہی
یہ شعر لاشعور یہ کہ عقل کے دشمن ہیں اسقدر بھی نہیں سمجھتے اور اس حماقت کو انکی دیکھنا چاہئے کہ طرح طرح کی روایتیں سورتوں اور آیتوں کی ناقص ہوجانیکی اور بعضی آیتوں کے زیادہ ہوجانے
کی اور الفاظ کی بدل جانے کی اور مصحفوں کے جلا دینے کی کثرت سے اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ خداتعالی قرآن کا حافظ ہی اور آیہ انا نحن نزلنا الذکر الخ قرآن ہی کی
شان میں نازل ہوئی ہی کیسے بیوقوف عقل کے دشمن ہیں اور یہ جو لکھتا ہی کہ بشہادت عرف اس آیت میں سنیوں کی بڑی فضیلت نکلتی ہی اس احمق مرید نقل سے کوئی پوچھے کہ وہ کونسی
بات فضیلت کی ہی اگر مراد تیری یہ ہی کہ اہل سنت قرآن کو حفظ کرتے ہیں اور شیعہ حفظ نہیں کرتے سر سے یہی غلط ہی کہ شیعہ کوئی حافظ نہیں ہوتا ہی اور جھوٹ بولکر تو لعنت خدا میں گرفتار ہو
اگر کسیکو تمنا شیعہ سے قرآن کی حفظ سننے کی ہو تو باقی بہت سی بیت امروہہ بھرتپور وغیرہ شہروں میں چلا آوے جہاں کہ حافظ ہیں اور جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہی اور اگر اہل سنت قرآن کو
حفظ کرتے ہیں تو اس قرآن ناقص کو حفظ کرتے ہیں جسکو عثمان نے جمع کیا ہی اور موافق روایات اہل سنت کے سورتیں اور آیتیں محذوف کر کے اور الفاظ کی تبدیل کر کے جمع کیا ہی اور جس
قرآن کی محافظت کا خداتعالی نے وعدہ کیا ہی اس قرآن کو اہل سنت ہرگز حفظ نہیں کرتے ہیں بلکہ اسکے ٹکڑے کو کہ جو بعد حذف کے باقی رہا ہی اسکو حفظ کرتے ہیں اور جس قرآن
کی محافظت کا خداتعالی نے وعدہ کیا تھا انکو تو عثمان نے جلا دیا تھا اور اس قرآن کی حفاظت کا ارادہ ہرگز نہیں کیا تھا اسواسطے کہ یہ قرآن تو وقت نزول آیت
محافظت کے جمع ہی نہوا تھا اور اگر اہل سنت یا کسی شیعہ نے اس قرآن کو جو قرآن کل کا ایک ٹکڑا ہی حفظ یاد کر لیا تو اسمیں زیادہ فضیلت کیا ہوئی قرآن کے حفظ کرنے کا جو ثواب
ہے وہ ہی ہی کچھ اور فضیلت نہیں ہے اور اہل سنت کی اسمیں تخصیص نہیں ہے اور ایک مثال ایک بادشاہ اور رسالدار اور صوبہ دار کی جو لکھی ہی نہایت پوچ ہے
اور یہاں سے اسکو کیا تعلق ہے اور اہل سنت اس قرآن کی محافظت ہرگز نہیں کرتے ہیں جسکا کہ خداتعالی نے وعدہ کیا تھا اور اگر اسکے ایک ٹکڑے کی
محافظت کرتے ہیں تو شیعہ بھی اسکی محافظت کرتے ہیں اہل سنت کی اسمیں تخصیص اور فضیلت کیا ہی اپنے منہ میاں مٹھو کہنے سے کچھ فضیلت نہیں ہوسکتی اور یہ کہو کہ
وہ کون تھے جنہوں نے قرآن کو چرایا تھا کیا تم انکو بے دین اور شیاطین کہتے ہو اور شیعہ اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں تم اپنی کتابوں کو دیکھو کہ اسمیں صاف لکھا ہی اور پہلے

اس سے ہم لکھ آئے ہیں اُن کتابوں کے حوالہ سے کہ عثمان نے قرآن جلوا دئے سوا اُن کے جو اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے جہاں کہیں کہ تھے اور لوگوں کے سینوں سے نکلوا ڈالے اور بعضی سورتوں کو اور اکثر آیتوں کو قرآن میں داخل نکیا اور اہل سنت نے شیعوں سے زیادہ کونسی خدمت اور نیکی کی تھی جس کے سبب سے مستحق انعام کے ہوں اور تہمت جو رکھی شیعوں کی لگائی ہوئی نہیں ہے بلکہ علماء اہل سنت کہ نہایت معتبر ہیں وہ اسکو لکھتے ہیں اور قرآن کی حفاظت کی تخصیص اہل سنت کیواسطے نہیں ہے تو دروغگو اور مفتری ہے بلکہ شیعہ بھی قرآن کو حفظ کرتے ہیں اور اہل سنت جو ہندوستان میں زیادہ ہیں اور شیعہ کم ہیں تو حافظ بھی اہل سنت کے شیعوں کے حافظوں سے زیادہ ہیں مگر بانسو حافظ کسی بستی میں نہیں ہیں اور شیعہ جو حفظ کرتے ہیں تو اُنکا کیا ہوا خدا ہی کا کیا ہو سمجھنا چاہیے کہ موافق ارشاد خدا کے کرتے ہیں اور ملازم خاص اور محکوم با اختصاص اُنکو سمجھنا چاہیے اسلیئے کہ خداوند کریم نے محافظت کو اپنی طرف منسوب کیا اور یہہ فرمایا وانا له لحافظون یعنی ہمیں اُسکے محافظ ہیں اور اہل سنت کو محکوماں نافرمان کی مانند کہنا چاہیے بلکہ بمنزلہ باغیوں کے یا چوٹوں کے قرار دیجیے کیونکہ بعضے انمیں سے اگرچہ قرآن کو حفظ کرتے ہیں لیکن سفینہ نجات سے جو خارج ہیں اور اہل بیت کی پیروی سے برگشتہ ہیں اور اہل بیت کے دشمنوں کو اور باغیوں کو دوست رکھتے ہیں ثواب اور فضیلت حفظ سے محروم ہیں اور کلام ربانی جو ایک خزانہ بے بہا ہے اُس میں انکے بڑے عثمان نے مثل قزاقوں اور چوروں اور باغیوں کے بڑی لوٹ ڈالی کہ کچھہ تو جلا دئیے اور کچھہ متغیر کر دئیے کمی اور بیشی کر کے اور یہ جو اُسکے پیرو ہیں تو یہ بھی ایسے ہی ہیں اور شیعہ ہی محافظ ہیں قرآن کے کہ جو قرآن کہ کامل ہے اور کسی طرح سے اُسمیں نقصان نہیں ہوا ہے اور علم کثیر اُس میں ہے وہ قرآن اُنکے امام مہدی علیہ السلام کے پاس موجود ہے بحفاظت تمام اور اہل سنت سے اور اُنکے امام سے جو حفاظت اُسکی نہو سکی تو اس جہت سے آیہ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون بھی با آواز بلند یہی کہتی ہے کہ مذہب شیعہ حق ہے اور مذہب اہل سنت باطل پر سننے کے کان شرط ہیں جن کانوں پر ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم کی مہر لگی ہوئی ہو یعنی یہ مضمون اُنپر صادق آتا ہے کہ اللہ نے اُنکے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر مہر لگائی ہو وہ کیا سنیں اور کسکی سنیں مگر ہمیں اپنی طرف سے سمجھانے میں قصور نکرنا چاہیئے **قال الشیخ الاشعری** جیسے شیخ صدوق ایک بات مان اُٹھے ہیں ایسی ہی شاید مولوی عمار علی صاحب یا کوئی اور عالم یا جاہل اس بات کو بھی مان جاتا مگر چونکہ متعصب کو حق بات کا ماننا ہر چند کتنی ہی صاف اور روشن کیوں نہو بہت دشوار ہوتا ہے **اقول** پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کیا بلکہ سب علماء معتمدین یہی کہتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ شیخ صدوق وغیرہ محدثین شیعہ نے تو مانا اور صاحب بخاری اور مسلم اور فتح الباری اور جامع الاصول اور درمنثور اور اتقان اور مستدرک وغیرہ نے نہ مانا کہ قرآن کی ناقص کر دینے کی روایتیں اپنی کتابوں میں درج کیں اور ابتدا میں ہم مفصل لکھہ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک قرآن یہی ہے کہ جواب موجود ہے لیکن تو جو شیعوں پر تہمت کرتا ہے کہ یہہ قرآن کی تغیر کے معتقد ہیں سو سطی تم یہ ہی قول کے رد میں تغیہ قرآن کا یہی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں اور وہ متعصب کہ جو حق کو باوجود صاف اور روشن ہونیکے نہیں مانتے ہیں وہ اہل سنت ہیں اور شیعہ ایسے نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس تقریر کو سنکر شاید کوئی شیعہ مذہب یوں کہنے لگے ہمنے مانا کہ کلام اللہ سارا صحیح اور سنیوں کی روش کے حوالے ہے اُس سے ہویدا پر یہہ تو کہیں نہیں کہ ابوبکر کو بھی ماننا چاہیئے اس لئے آیہ سیوم مع اپنی ماحصل کے لکھی جاتی ہے تیسری آیہ الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا یعنی تم لوگ اگر ہماری پیغمبر کی مدد نکرو گے تو کیا ہو گا اللہ اُسکا مددگار ہے اور اُنکی مدد کی ہے جب کہ کافروں نے اُسنے نکالدیا تھا جب کہ ایک وہ تھا اور ایک اُسکے ساتھ اور تھا جب وہ دونوں غار میں تھے کب جسوقت وہ اپنے ساتھ دینے والے سے یوں کہے تھا کہ تو غمگین مت ہو ہمارے ساتھہ تو اللہ ہے اس آیت میں بنظر انصاف غور کیجیے اور سینہ زوری کو چھوڑ دیجیے دیکھیئے یہ آیت کدہر کو لیئے جاتی ہے سنیوں کی طرف کھینچتی ہے یا شیعوں کے گھر کا رستہ بتلائی ہے ہمیں اسجگہ مرزا کاظم علی صاحب لکھنوی کا مقولہ جو بڑی متبرک علماء شیعہ میں سے تھے اور قدوۃ الزمان مولوی دلدار علی صاحب مجتہد ہی اُنکے معتقد تھے یاد آتا ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ اور کسیکو تو جس کسیکا جو کچھہ جی چاہے سو کہے پر خلیفہ اول کا بُرا کہنے والا تو ہمارے نزدیک بھی کافر ہے اہل محفل میں سے کسی نے عرض کی کہ قبلہ آپ کیا فرماتے ہیں مذہب تو اسکے خلاف ہے اُنہوں نے جواب دیا کہ میں کیا کہوں ہوں خدا کہے ہے صحابی اور صاحب کے معنی میں کچھ فرق نہیں سو خدا ہی خلیفہ اول کے صحابی ہونیکا گواہ ہے کیونکہ صاحب کے لفظ سے جو اس آیت میں موجود ہے شیعوں سنیوں کے اتفاق سے ابوبکر صدیق ہی مراد ہیں سبحان اللہ اہل انصاف ایسے ہوتے ہیں جیسے مرزا کاظم علی صاحب تھے اور وہ کچھہ ایسے ویسے نتھے علم و زہد میں شیعوں کے نزدیک وہ بھی شہرۂ آفاق تھے کونسا عالم شیعہ مذہب ہے جو اُنکو نہیں جانتا اور اُنکو نہیں مانتا اور اُنکا بھی اس آیت میں کچھہ قصور نہیں اس آیت کو جس پہلو سے پلٹ کر دیکھیئے کہیں گنجایش گفت و شنود کی نہیں ہر طرف سے سنیوں کا مطلب نکلتا ہے **اقول** شیعہ یہ تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن سارا صحیح ہے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ سنیوں کی روش کی خوبی اُس سے ہویدا ہے اسواسطے کہ یہ تو بالکل خلاف واقع ہے اور خلاف کو کون مانتا ہے بلکہ قرآن سے تو اہل سنت کے مذہب کی کجی پیدا ہے جیسے کہ ہم لکھ چکے اور آیندہ کو لکھیں گے اور ابوبکر کو کس امر میں مانیں جس نے حقوق اہل بیت غصب کیئے

اور فاطمہ زہرا کا دروازہ توڑا اور اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں بھیجی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور اسقاط محسن کیا چنانچہ ملل نحل میں ہے
اور یہ آیہ غار جو لکھی ہے اس سے کوئی فضیلت ابو بکر کی نہیں پائی جاتی اور یہ اسطرحکی آیت ہے کہ کوئی آدمی خواہ کافر ہو خواہ مومن ہو کسی بزرگ کے ہمراہ ایسی مقام میں ہو
کہ جہاں خطرہ جان کا ہے اور وہ ہمراہی اپنی جان کا رنج کرے کہ دیکھئے بچتے ہیں یا نہیں اور وہ بزرگ شخص اُس کو کہے کہ تو رنج مت کر کہ خدا ہمارے ہمراہ ہے تو اب دیکھئے کہ اُس
ہمراہی کی اسمیں کیا فضیلت ثابت ہے ایسے ہی جناب رسول خدا اور ابو بکر کی نقل ہے کہ جناب رسول خدا شب ہجرت دولتسرا سے نکلکر متوجہ غار ثور کے ہوئے اور رستہ میں
جو ابو بکر کو کھڑا ہوا دیکھا تو اُنکو بھی ہمراہ اپنے لیلیا اور غار کے اندر جا کر دونوں صاحب پوشیدہ ہوئے اور کفار بھی جناب رسولخدا صلعم کو تلاش کرتے ہوئے غار پر جا پہنچے
اور ابو بکر نے کفار کو دیکھا کہ آپہنچے اور اگر خبر ہو جائیگی اُنکو تو ہمکو قتل کرینگے اس جہت سے ابو بکر کو اپنی جان کا رنج ہوا اور رسولخدا نے ابو بکر سے فرمایا کہ تو رنج مت کر کہ خدا
ہمراہ ہمارے ہے اور خدا تعالی نے ابو بکر کو رسولخدا کا صاحب یعنی ہمراہی فرمایا کہ وہ اپنی ہمراہی سے کہتا تھا کہ تو رنج مت کر اب فرمائیے کہ اسمیں فضیلت ابو بکر کی
کیا ظاہر ہوئی اور مرزا کاظم علی صاحب کے جو نقل لکھی ہے کہ اُنہوں نے ایسا فرمایا بالکل جھوٹ ہے اور غلط ہے اور تمام سُنیوں کا بھی اتفاق اسپر نہیں ہے کہ ابو بکر کے بُرا
کہنے سے کوئی کافر ہو جائے چہ جائیکہ شیعہ یہہ دروغ مولوی حیدر علی کفش فروش کا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھنو میں رہتے تھے اور ایسی ایسی جعل سازیوں میں اُستاد
تھے ایک جعل اُنکا یہ مشہور ہے کہ نور الدین مفروض کیطرف سے سبحان علی خاں صاحب مرحوم کو ایک عرصہ تک خطوط تحریر کئے اور جب اُنکو چھپوایا تو اُس میں جو چاہا
جعل سازی سے زیادہ کر دیا اور جو چاہا کم کر دیا اور ایسے ہی یہ تہمت مرزا کاظم علی صاحب پر کی ہے اور مرزا مرحوم جناب غفران مآب مولوی دلدار علی صاحب کے شاگردوں
میں سے ایک ادنی شاگرد تھے انکو اعتقاد اُن سے کیا ہوتا اور دوسرا اتہام اُنپر یہہ کیا کہ اُنہوں نے یہہ کہا کہ صاحب اور صحابی کے معنے میں کچھہ فرق نہیں ایسا مہمل
کلمہ اُنہوں نے زبان سے ہرگز نہ نکالا ہوگا کہ ان دونوں میں کچھہ فرق نہیں اسواسطے کہ صاحب اُسکو کہتے ہیں کہ جو کسیکے ہمراہ کسیکی صحبت میں یار کسیکا ہو خواہ مومن ہو
خواہ کافر ہو یا کسیکی قوم میں ہو خواہ مومن ہو خواہ کافر ہو جیسے کہ فقال لصاحبہ یہاں مومن کو صاحب کافر کا فرمایا اور یا صاحبی السجن یہاں کافروں کو صاحب
حضرت یوسف کا فرمایا بیضاوی میں لکھا ہے کہ یا صاحبی السجن اصل میں یا صاحبیّ فی السجن ہے یعنی اے دو صاحب میری بیچ قید خانہ کے سو معلوم ہوا کہ خدا تعالی
نے ہمراہ ہونیکی اور صحبت میں ہونیکی جہت سے صاحب فرمایا ہے اسمیں کیا فضیلت ہے کہ کافر کو بھی تو صاحب مومن کا کہتے ہیں اور صحابی میں شرط یہہ ہے کہ باوجود صحبت
پیغمبر کے ایمان صحیح پر مرا ہو اور ابو بکر وہ ہیں کہ جنکو رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا لا ادری ما تحدثون من بعدی چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے یعنی نہیں جانتا
میں کہ کیا احداث کروگے تم دین میں بعد میرے اور فرمایا انکم ستحرصون علی الامارۃ وتکون لکم ندامۃ یعنی حرص کروگے تم حکومت اور امیری کے اور ہوویگی وہ واسطے تمہاری
ندامت انجام کو اور مرزا کاظم علی صاحب البتہ اہل انصاف تھے اور مشہور و نامی بھی اُس زمانہ میں تھے لیکن یہ کلمہ کہ ابو بکر کا بُرا کہنا کفر ہے اور صاحب اور صحابی میں
کچھہ فرق نہیں ہرگز اُنکی زبان سے صادر نہوا ہوگا کہ یہہ مذہب ہی اُنکا نہتا اور اگر اُنکا ایسا اعتقاد ہوتا تو سنی ہو جاتے شیعہ کاہیکو رہتے اور اسطرح سے تو شیعہ بھی
کہہ سکتے ہیں کہ مولوی رفیع الدین صاحب برادر شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے تھے کہ خدا تعالی نے اگرچہ ابو بکر صدیق کو صاحب رسول خدا صلعم کا فرمایا ہے لیکن
اس سے کچھہ فضیلت خلیفہ صاحب کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ کافر کو بھی مومن کا صاحب فرمایا ہے اور ایسے جھوٹے فقروں سے کوئی غالب نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ دروغ
کو کچھہ فروغ نہیں ہے اور اس آیت سے اہل سنت کا مطلب ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے کیسی ہی تہہ پاؤں ماریں اہل سنت اور اپنا سر پھوڑیں بلکہ ابو بکر کی ضعف ایمانی ثابت
ہوتی ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** شرح اس معا کی یہہ ہے کہ اول تو لفظ صاحبہ جو لصاحبہ میں ہے وہ عربی زبان میں صحابی کے ہم معنی ہے دوسرے
لفظ لاتحزن جسکا یہہ مطلب ہے غمگین مت ہو وہ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ابو بکر صدیق عاشق صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن باخلاص تھے ورنہ اُن کو
غمگین ہونے کی کیا ضرورت تھی بلکہ محل خوشی تھا کہ اُنکی دشمن موافق عقیدہ شیعہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت خوب قابو میں آئی ہوئے تھے کفار جو اسوقت پاس
آگئے تھے پکار کے ہی نہیں تو کسی قسم کی کھڑکی ہی سے اُنہیں مطلع کر دیتے تاکہ نعوذ باللہ منہا وہ اپنا کام کرتے اگر کہیں انصاف کی آنکھیں مول ملیں تو ہم حضرات شیعہ کے
لئے مول لیں اور انکو دیں تاکہ وہ کچھہ تو پاس رفاقت خلیفہ اول کریں جو پاس مہر و محبت یہاں کہیں ملتا تو مول لیتے ہم ایک اپنی مہربان کے لئے اور یہہ بھی نہو تو یہی
سمجھیں کہ اُنکو اسوقت اپنی جان کا خوف نہوا بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی کا افسوس رہا اور غم ہوا تو اس بات کا کہ دیکھئے یہ دشمن حق یعنی کفار رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھہ کیا کر بیٹھیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تسلی فرمائی اور فرمایا کہ غم کی کیا بات ہے اللہ تعالی ہمارے ساتھہ ہے تو غمگین مت ہو
اقول ہم پہلے اس سے لکھہ چکے کہ صاحب کا لفظ ہمراہی یار پر بولا جاتا ہے جو کہ اپنی صحبت میں ہو اور اپنی قوم میں ہو خواہ مومن ہو خواہ کافر ہو اور قرآن میں جس

آیت میں کہ صاحب کا لفظ آیا ہے وہاں بھی معنی مراد ہیں جیسے کہ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ اور یا صَاحِبَیِ السِّجْنِ اور اسیواسطے خدا تعالی نے کفار کو رسول خدا صلعم کا صاحب فرمایا
ہے جیسے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی اور فرمایا کہ وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور صاحب کا لفظ قرآن میں صحابی کے معنی میں کسی جگہہ نہیں آیا ہے اور اگر ہم صحابی ہی کے معنے
میں صاحب کو لیویں تو بھی کچھہ فائدہ اہل سنت کو نہیں ہے جیسے کہ ہم اوپر کے قول میں لکھہ چکے اور لاتحزن جو حضرت نے ابوبکر کو فرمایا کہ مت غم کر تو اس سے بھی کچھہ
ابوبکر کی فضیلت ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ جب ابوبکر نے دیکھا کہ ہم گھر گئے اور اب یہاں سے کہیں نہیں جا سکتے کہ اگر باہر نکلے تو یہہ کفار ہمکو قتل کر ڈالیں گے اس لئے
ابوبکر کو اپنی جان کا نہایت رنج ہوا کہ مفت مارے گئے رسول خدا صلعم نے علم نبوت سے دریافت کر کے فرمایا کہ تو رنج مت کر خدا تعالی کہ جو حافظ حقیقی ہے وہ ہمکو بچا لیگا کہ وہ ہمارے
ہمراہ ہے اور اہل سنت کی تفسیروں میں لکھا ہے کہ غار کے دروازہ پر کبوتری نے انڈے دیئے تھے اور مکڑی نے جالا تنا تھا اور درخت خار دار پیدا ہو گیا تھا سو ہم کہتے ہیں
کہ حقیقت میں ابوبکر کو خدا پر اعتماد تھا کہ جانتے کہ خدا ہمارا حافظ ہے اور حزن سے باز رہتے بلکہ اس مقام میں بڑی غفلت ہے خلیفہ صاحب کی جو چاہئے فضیلت
اسواسطے کہ خدا تعالی کی قدرت کی نشانیوں اور رسول خدا صلعم کے معجزہ کو کہ وہ انڈے دینے کبوتری کے اور جالا تننا مکڑی کا اور پیدا ہو جانا درخت خار دار کا دروازہ
میں تھا یہہ سب سامان حفاظت کا ملاحظہ کرتے تھے اور پھر یقین انکو نہ تھا کہ ہم بچیں گے اور نہ رسول خدا صلعم کے فرمانے کا یقین تھا کہ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہجرت
کر کے مدینہ میں پہنچیں گے اور ہمارا دین سب دینوں پر غالب ہوگا لیکن اپنی جان کا خوف تھا خلیفہ صاحب کو اسواسطے رنج کرتے تھے اور اگر وقت نکلنے کے مکہ سے معلوم
ہوتا کہ ہم ایسی بلا میں گرفتار ہو جائیں گے تو ہرگز ہمراہ حضرت کے نہ آتے امر سہل سمجھکر ہمراہ ہو لئے تھے اور اب مشکل پڑی اسواسطے رنج کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے خدا سے کہ اس
بلا سے نکلے چنانچہ حافظ شیراز لکھتے ہیں کہ ؎ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا ؛ کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا ؛ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی
کچھہ پروا نتھی ابوبکر کو اور نہ حضرت کی جان کا کچھہ رنج تھا اسواسطے کہ ایسا تو بعد اسکے بارہا وقوع میں آیا ہے کہ ہزاروں کافروں میں رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر جہاد
میں سے بھاگ جاتے تھے اور اگر کوئی راہ بھاگنے کی یہاں بھی پاتے تو یہاں سے بھی بھاگ جاتے کیا اسکو عشق اور محبت اور ایمان داری کہتے ہیں کہ اپنی جان کو رسول خدا
صلعم کی جان پر مقدم جانکر حضرت کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ جانا اور غمگین جو ہوتے تھے تو اپنی جان کے واسطے ہوتے تھے نہ رسول خدا کے واسطے کہ دیکھئے آج بچتے
ہیں یا نہیں کفار کے ہاتھہ سے اور یہ جو لکھا ہے کہ بلکہ محل خوشی تھا کہ انکے دشمن موافق عقیدہ شیعہ قابو میں آئے ہوئے تھے یہہ بھی ایک تہمت ہے اس شیخ نجدی
کے شیعوں پر اسواسطے کہ شیعہ ہرگز یہہ نہیں کہتے کہ رسول خدا صلعم ابوبکر کے دشمن تھے اور ابوبکر انکو اپنا دشمن جانتے تھے اس لئے کفار کو خبر کر دیتے بلکہ ابوبکر تو ہمیشہ مطیع
اور تابع حضرت کے رہے ہیں اور رسول خدا صلعم سے جو سنا کرتے تھے کہ ہمارا غلبہ سب پر ہو جائیگا اور اخبار کو حضرت کے راست پاتے تھے تو امیدوار ریاست کے رہتے تھے
کہ کسی پیچ سے بعد حضرت کی ریاست ہمارے ہاتھہ آئے اسلئے حضرت کے روبرو نہایت خلوص اپنا ظاہر کرتے تھے اور حضرت کے مارے جانے میں ابوبکر کا کیا فائدہ تھا فائدہ
تو انکا حضرت کی حیات کے ذریعہ سے تھا کہ بعد حضرت کے کسی حیلہ سے ریاست کے مالک ہو جائیں اسواسطے ہمیشہ حضرت کی اطاعت میں رہتے مگر بعد وفات رسول خدا
صلعم کے انکی اہل بیت سے انہوں نے البتہ بے مروتی کی اور حقوق انکے غصب کئے اسواسطے ابوبکر کو ہم اچھا نہیں جانتے اور طعن انپر کرتے ہیں اور دشمنی کی جہت سے
تو نہیں لیکن از راہ جہالت کثرت رنج سے ہائے اور وائے کر کے کفار کو اگر خبر کر دیتے تو کچھہ تعجب بھی نہ تھا اسواسطے کہ اگر خلیفہ صاحب حضرت کے دوست بھی تھے تو دوست
نادان تھے اور آدمی نادان ہمراہ سانپ اور بچھو بہتر ہوتے ہیں اگر آدمی کے ہمراہ ہوں چنانچہ شیخ سعدی کے شعر میں اسی مقدمہ کی طرف اشارہ ہے ؎ ترا
اژدہا گر بود یار غار ؛ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار ؛ سو ابوبکر حضرت کے دوست نادان تھے اور اندھے انصاف کے شیعہ نہیں ہیں بلکہ اہل سنت اندھے ہیں کہ
جب انکو جواب نہیں آتا ہے تو شیعوں پر تہمتیں کرتے ہیں اور دروغ اور بے اصل مقدمہ کو انکی طرف منسوب کرتے ہیں اور ثلثہ کے عیبوں کو ایسا چھپاتے ہیں کہ جیسے
بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے اور انصاف ہرگز نہیں کرتے ہیں سواسطے اگر انکھیں انصاف کی بکتی ہوں تو اہل سنت کے واسطے خرید کرنی چاہئیں اور خلیفہ اول
نے رفاقت کیا کی تھی جس کا پاس کیا جائے بلکہ باوجود ممانعت کے گھر سے اپنے باہر چلے آئے اور حضرت نے رستہ میں کھڑا ہوا دیکھہ کر ہمراہ اپنے لیلیا اور پہلے سے
حضرت نے ابوبکر سے یہہ نہیں کہدیا تھا کہ تو ہمراہ میرے غار میں چلنا اگر کوئی اور شخص مسلمانوں میں سے ملتا تو اسکو ہمراہ اپنے لے لیتے کہ مصلحت اسکے پوشیدہ رکھنی ہی تھی
اور فائدہ حضرت کو ابوبکر کی رفاقت سے کیا ہوا بجز اسکے کہ کفار کے خوف سے باوجود ملاحظہ علامات حفاظت کے رنج کرنے لگے اور چاہتے تھے کہ اپنی نادانی کی جہت
سے زیادہ رنج کر کے جزع اور فزع اور ہائے اور وائے واویلا کرنے لگیں جس سے کفار کو خبر ہو جائے اسواسطے حضرت نے منع کیا اور فرمایا کہ تو غم مت کر اور ابوبکر کو اسوقت بالکل
اپنی جان کا خوف تھا کہ ہائے کیسے مفت مارے گئے اور رسول خدا صلعم کی تنہائی کا کچھہ افسوس اور غم نتھا اسواسطے کہ بعد اسکے کئی مرتبہ جناب رسول خدا صلعم کو

معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر اپنی جان کو سلامت لیگئے ہیں اور حضرت کو ہزاروں آدمیوں کے نرغہ میں اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اگر رنج تھا ابو بکر کو تو اپنی جان کا تھا اور منع کیا حضرت
نے رنج کرنے سے تو اسواسطے کہ ایسا نہو کہ کثرت رنج سے حالت بیخودی میں ہائے ہائے کر کے کفار کو خبر کردے **قال الشیخ الاشعری** اس جگہ بعضے ناانصاف یوں کہتے
ہیں کہ ابو بکر صدیق کو اُسوقت اپنی جان کا ہراس تھا کچھ پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نتھا غور کرنے کی جگہ ہے اسبات کا یہ مطلب ہوا کہ خداوند کریم کو نعوذ باللہ عربی بولنی
بھی نہیں آتی فصاحت و بلاغت تو درکنار اور یہ جو کلام اللہ کے اعجاز بلاغت کا شہرہ ہے یہ فقط یاروں کی گھڑی ہوئی بات ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ جو کچھ بھی عربی جانتے
ہیں وہ بھی اتنی بات تو جانتے ہیں کہ عربی زبان میں حزن کا لفظ غم کی جگہ اور فراق محبوب یا تمنا کی فوت ہو جانیکے محل میں استعمال کرتے ہیں اور جہاں جان پر بنتی ہے اور وہ ڈر کا
مقام ہوتا ہے خوف کا لفظ استعمال کرتے ہیں کلام اللہ سے زیادہ تو کوئی کتاب عربی زبان کی فصیح اور بلاغت آمیز نہیں دیکھی جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر گئے اور خداوند کریم نے پوچھا کہ موسیٰ
تیرے ہاتھ میں کیا ہے انہوں نے عرض کی کہ یہ میری لاٹھی ہے چلتے پھرتے اسپر سہارا رکھتا ہوں اور بکریوں کے لئے اس سے پتے جھاڑتا ہوں اور اسمیں میرے اور
بھی بہت سے فائدے ہیں اُدھر سے حکم ہوا کہ اسے ڈالدو انہوں نے جو ڈالا تو وہ ایک اژدہا تھی یہ اُلٹے پاؤں ایسے بھاگے مڑ کے بھی نہ دیکھا اُسوقت خداوند کریم نے فرمایا أَقْبِلْ
وَلَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ یعنی ادھر آ اور ڈر مت میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو اُس اژدہا سے
اپنے تئیں جان کا اندیشہ ہوا تب بھاگے اسلئے خدا نے تسلی فرمائی کہ ڈر مت یوں نفرمایا لا تحزن یعنی رنجیدہ نہو اور اسیطرح جب انہوں نے ایک قبطی کو مار ڈالا اور فرعون
کے لوگوں نے انکے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو وہ وہاں سے ڈر کے بھاگے اس موقع میں فرماتا ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا یعنی نکلے وہاں سے موسیٰ ڈرتے ہوئے اور سوا اسکے اور بیسیوں جگہ
خوف کا لفظ کلام اللہ میں موجود ہے جہاں کہیں ہے یہی معنی ہیں اور جہاں غم کا مقام دیکھا ہے وہاں حزن کا لفظ استعمال کیا ہے سو سورۂ یوسف میں جس موقع میں حضرت
یعقوب غم فراق یوسف میں ہائے یوسف کہا کرتے تھے اور انہیں یاد کیا کرتے تھے اور حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے یوں کہا کہ تم یوسف کو یاد ہی کرتے کرتے مر جاؤگے
حضرت یعقوبؑ کی طرف سے یہ جواب منقول ہے إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ یعنی میں ہی رب سے اپنی پریشانی اور اپنا غم کہوں ہوں بلکہ بہت سی آیات سے یوں ثابت ہوتا ہے
کہ حزن کے اور معنی ہیں اور خوف کے اور معنی ہیں ایک دوسرے کی جگہ نہیں بولا جا سکتا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا یعنی جب کچھ مسلمان مرنے لگتے ہیں تو
فرشتے رحمت کے اُنپر اترتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ نہ ڈرو تم اور نہ غمگین ہو اگر خوف اور حزن کے دونو کے ایک معنی ہوتے تو مکرر کہنے کی کیا ضرورت تھی صحیح یہی ہے کہ غم اور چیز ہے اور
خوف اور چیز ہے خوف اسے کہتے ہیں کہ کچھ آگے کو اندیشہ ہو اور غم یہ ہے کہ بالفعل دل کی تمنا ہاتھ سے نکل جائے غم خوشی کے مقابلہ میں بولتے ہیں خوف اطمینان کے مقابلہ میں
خوشی اور اطمینان اور غم اور خوف کے بیان کرنے میں مجھے یہ شرم آتی ہے کہ کوئی کیا کہیگا یہ کونسی مشکل باتیں ہیں جنہیں کوئی نہ سمجھتا ہو پر کیا کیجے ایسے ناانصافوں سے پالا پڑا ہے
کہ شاید اب بھی اُنکی سمجھ میں آئے لہذا اتنا اور کہنا پڑا کہ جب کوئی کسیکا مر جاتا ہے تو اسپر جو حالت پیش آتی ہے اُسے غم تو کہتے ہیں پر خوف اور ڈر کوئی نادان بھی نہیں کہتا ہاں
مرنے سے پہلے جس موقع میں موت کا اندیشہ ہوتا ہے اُس اندیشہ کو البتہ خوف کہتے ہیں پر رنج کوئی نہیں کہتا اگر کسیکا لڑکا کسی دیوار پر چڑھ جاے اور وہاں سے اندیشہ گر مر جانیکا
ہو تو اُس اندیشہ کو البتہ خوف کہتے ہیں لیکن کوئی نادان بھی اسے غم نہیں کہتا القصہ غم عین مصیبت کے وقت جو حالت ہوتی ہے اُسے کہتے ہیں اور خوف مصیبت کی آمد آمد کیفیت کا
نام ہے ایک کو دوسرے سے کچھ لگاؤ نہیں جو حضرات شیعہ ہٹ دھرمی کر کے لاتحزن کے معنے لاتخف گھڑ لیں **اقول** آدمی پہلے دوسرے آدمی کے مطلب کو سمجھ لے تب اُس سے ارادہ گفتگو
کا کرے اور خوف اور حزن کی جو ایک تفصیل کو بیان کر کے طول دیا ہے اور خوف اور حزن میں فرق نکالتا چلا گیا ہے اس سے کیا فائدہ ہے بجز سیاہ کرنے کاغذ کے اور خوف اور حزن کو کون
نہیں جانتا ہے اور وہ کونسا شیعہ ہے کہ جس نے حزن کو خوف کے معنی میں لکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ حزن کے معنی ہراس اور ڈرنے کے ہیں تو کوئی بھی نہیں کہتا ہے تو اپنی طرف سے بنا کر لکھتا ہے
مگر تفسیر لاتحزن کی لاتخف البتہ بعضوں نے کی ہے کہ مراد لاتحزن سے لاتخف ہے اسواسطے کہ باعث حزن کا تو وہی خوف کفار تھا اور سوا خوف کفار کے اور کوئی سبب حزن کا نتھا
سوا ابو بکر کا نہ تو اُسوقت باپ مرا تھا اور نہ اُنکی مادر گرامی نے وفات پائی تھی کہ اُسکا رنج کرتے یہاں تو وہی خوف کفار باعث حزن تھا اسواسطے تفسیر لاتحزن کی لاتخف کی ہے اور
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کا جملہ اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ ابو بکر کو خوف کفار جو بہت تھا کہ ایسا نہو کہ ہماری اُنکو خبر ہو جائے اور ہمکو یہ قتل کر ڈالیں تو اس جہت سے اپنی جان کا رنج کرتے تھے حضرت نے
فرمایا کہ تو مت رنج کر خوف کفار سے کہ خدا تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے ہمکو اُنکے ظلم سے محفوظ رکھیگا کہ وہ ہمارا نگہبان ہے اور لاتحزن کا لفظ لاتخف کے قائم مقام نہ سہی بلکہ وہ رنج اور غم
ہی کے معنی میں مستعمل ہو ہمارا مطلب تو اس سے بھی ثابت ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے لیکن خوف کو رنج لازم ہے اگر کسی شخص سے خوف ہوگا تو اس سے رنج بھی عارض ہوگا کہ دیکھیے
اس سے نجات ہوتی ہے یا نہیں اسواسطے خوف کی جگہ کہ جو سبب حزن کا ہے لفظ حزن کا کہ جو مسبب ہے مذکور ہو جاتا ہے اور اس طرح سے کلام عرب میں بہت آیا ہے اور اگر لاتخف کی
جگہ لاتحزن کو نہ کہیں بلکہ حزن کو رنج اور غم ہی کے معنے میں استعمال کریں تو تمکو اس سے کیا فائدہ ہے اور وہ تمہارا کونسا مطلب ہے کہ جو لاتخف کہنے سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور حزن و ملال

یعنے یہی ثابت ہوتا ہی اور ہمارا جو کچھ مطلب تھا ہمنے تو لاتحزن کے لفظ سے رنج اور غم ہی مراد لیکر ثابت کر دیا ہی اور تو نے جو اسقدر طول دیا ہی خوف اور حزن کے بیان میں اور دونو کے معنی
میں فرق بیان کیا ہی اسکا کون منکر ہی اور شیعہ لاتحزن کو لاتخف کے معنی میں نہیں کہتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ لاتخف کی جگہ لاتحزن مذکور ہوا ہی کہ حزن مسبب اسکا ہی اور خوف
سبب اسکا ہی اور لاتخف و لاتحزن اور لاتخافوا و لاتحزنوا کے فرمانے سے یہ معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ خوف اور حزن دونوں بولے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر ایک طرح وہ
بھی سچے ہیں انکے یہاں تو قاعدہ کلیہ ہے کہ اُلٹے معنی سمجھتے ہیں مولوی عمار علی صاحب نے ناحق کے معنی حق سمجھے چنانچہ بیان اُسکا گزر چکا اور تمام شیعوں نے محافظوں کا
نام جور رکھا علی ہذا القیاس اگر یہاں بھی وہ ایسا کریں تو سنیوں کو کیا شکایت ہے بلکہ خوش ہونیکی جگہ ہی کیونکہ اصل مطلب میں تو شریک ہے انکی لفظوں اور اصطلاح ہی کا فرق رہا سو
کیا بڑی بات ہے سو ہر یکے را اصطلاحے دادہ ایم حاصل تمہارے انکے اختلاف کا یہ نکلا حق کا نام انکی اصطلاح میں ناحق ہی اور محافظ کا نام انکی اصطلاح میں جور اور حزن کا
نام انکے نزدیک خوف ہے مگر جیسے کوئی انگریز یا بنیا مسلمانوں کی محفل میں کسیکو کسی کی نسبت بابا کہتے ہوئے سنتا ہی تو اپنی اصطلاح کے موافق اُسوقت انگریز بیٹی کے معنی اور بنیا
دادا کے معنی سمجھتا ہی ایسے ہی حضرات شیعہ اس لاتحزن کو معنی لاتخف کے سمجھ گئے تو انکا کچھ قصور نہیں سنیونکو لازم ہی کہ انکی اصطلاح کے موافق اُنسے باتیں کریں آخر حدیث میں
بھی تو یہ مضمون ہی کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ یعنی لوگوں سے انکے فہم و عقل کے موافق گفتگو کیا کرو اور اگر بپاس خاطر شیعہ لاتحزن کو ہم معنی لاتخف ہی سمجھیں تب بھی ہمارا چندان
نقصان نہیں ہمارا اُدھر بھی بھلا ہی اسلئے کہ اسی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ اے ابوبکر مت ڈرو سو ظاہر ہی کہ ابوبکر جو خوفناک ہونگے اور اُنکو اپنی جان کا کھٹکا ہوگا تو اسی سبب سے ہوگا
کہ کفار کو انکے ساتھ دشمنی ہوگی اور وہ دشمنی بھی بوجہ اسلام اور ایمان ہوگی نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے کیا معنی **اقول** جس شخص نے کہ لاتحزن کی تفسیر میں
لاتخف لکھا ہی اور تو نے اسپر اعتراض کیا ہی اسکا جواب تو ہم پہلے اس سے دے چکے ہیں اور اب تیرے اس قول کا جواب یا جاتا ہی کہ ہم تو ہرگز الٹے معنی نہیں سمجھتے ہیں اور حقیقت
میں اگر الٹے معنی سمجھتے ہو تو تم ہی سمجھتے ہو اور یہی قاعدہ کلیہ تمہارے مذہب کا ہی کہ تم الٹے سمجھتے ہو اسواسطے کہ خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ اور تمہارا
امام ابوحنیفہ کوفی کہتا ہی کہ مشرکین طاہر ہیں اور اُسکی پیروی سے تم سبکا یہی مذہب ہے کہ مشرکین طاہر ہیں اور انکا جھوٹا بھی پاک ہے اور مومنین کہ جو طاہر ہیں انکے بدن سے ٹپکے
ہوئے پانی کو حالت وضو اور غسل میں تمہارا امام نجس جانتا ہی اسکو کہتے ہیں اُلٹا قاعدہ کلیہ کہ ناپاک کو پاک جاننا اور پاک کو ناپاک جاننا اور مولوی صاحب ہمارے ناحق کے
معنی ہرگز حق نہیں سمجھتے ہیں یہ بھی تمہارے ہی بزرگوں کا کام ہی کہ حق کو ناحق سمجھتے ہیں اور ناحق کو حق سمجھتے ہیں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ
عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ تمنے علی کو جو حق تھا اُسکو ناحق سمجھا اور اُسکی جگہ اس شخص کو کہ جو ناحق تھا باعتبار علم اور شجاعت اور سخاوت اور عبادت وغیرہ سب صفات
حمیدہ کے اسکو مقرر اور قائم کیا اور نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ قول ناحق ابوبکر کا جو ہی اسکو تم حق سمجھے جو کہ خلاف قرآن کے ہے اور محافظوں کو تو شیعہ ہرگز جور نہیں کہتے ہیں
البتہ جور اُن لوگوں کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے کلام اللہ جلوائے اور قرآن کو جمع کیا تو سورتیں اور آیتیں اسمیں سے نکال ڈالیں اور حق کا نام ناحق اہل سنت کی اصطلاح میں ہے
کہ اولاد رسول مقبول کو جو کہ حق تھی ناحق سمجھکر مروا ڈالا اور جور انکی ہی اصطلاح میں محافظ ہی اور نجاست کا نام انکے نزدیک طہارت ہے مگر جیسے کوئی انگریز یا بنیا مسلمانوں کی محفل
میں کسیکو کسی کی نسبت بابا کہتے ہوئے سنتا ہی تو اپنی اصطلاح کے موافق اُسوقت انگریز بیٹی کے معنی اور بنیا دادا کے معنی سمجھتا ہی ایسے ہی حضرات اہل سنت نے اگر نجاست کے معنی
طہارت کے سمجھ لئے تو انکا کچھ قصور نہیں ہے شیعوں کو لازم ہی کہ انکی اصطلاح کے موافق اُنسے باتیں کریں آخر حدیث میں بھی تو یہ مضمون ہے کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ
یعنی لوگوں سے انکی عقل و فہم کے موافق گفتگو کیا کرو اور ہم یہ نہیں کہتے کہ لاتحزن کو تم لاتخف کے معنی میں کہو بلکہ جو معنی کہ لاتحزن کے باعتبار لغت کے ہیں اُسمیں اُسکا
استعمال رکھو لیکن فضیلت ابوبکر اس سے کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتی اور ابوبکر جو خوفناک تھے اور اُنکو اپنی جان کا کھٹکا تھا تو وہ البتہ اسی سبب سے تھا کہ کفار کو بوجہ اسلام
اُنسے دشمنی تھی لیکن یہ دشمنی انکی ابوبکر کو کچھ فائدہ نہیں بخشتی جسوقت کہ بعد اسکے ابوبکر سے افعال ناشائستہ صادر ہوئے ہوں اور دشمنی بوجہ اسلام تو کفار کو
سب مسلمانوں سے تھی کچھ خصوصیت ابوبکر کی نہیں ہے اور فائدہ اس دشمنی سے ابوبکر کو کیا ہے جسوقت اور افعال تو جب باطل ہوئے ہوں اگر ایسا ہی ہی کہ دشمنی کفار کی تو
اسلام مسلمان کے ساتھ واسطے نجات کے کافی ہو جاوے اور اس مسلمان کے اور افعال بد پر نظر نہو تو چاہئے کہ ابن ملجم اور یزید اور عمر سعد اور شمر کہ انسے بھی کفار بوجہ اسلام دشمنی رکھتے تھے
بھی ناجی ہو جائیں اور انکی نجات کے لئے یہ دشمنی انکی کافی ہو اور انکے افعال پر نظر نہو **قال الشیخ الاشعری** اور وہ بھی پھر اسقدر کہ خدا ہمارے ساتھ ہی خدا تو مسلمانوں کی طرفدار
اور حمایت کرتا ہی اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ اور اس قسم کے کلمات سے کلام اللہ بھرا ہوا ہی سب کا ماحصل یہی ہی کہ اللہ انہیں کے ساتھ ہے مومنوں
کے متقیوں کے اچھے کاموں کے کرنیوالوں کے ساتھ ہی کہیں اول سے آخر تک کلام اللہ میں یہ نہیں کہ اللہ کافروں کے مرتدوں کے منافقوں کے ساتھ ہی اور کوئی کہے کہ اللہ تو سب کے ساتھ ہی مومن ہو
یا کافر کلام اللہ میں موجود ہی اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْطٌ یعنی اللہ ہر چیز کو محیط ہی جب ہر چیز کو محیط ہوا تو ہر چیز کے ساتھ بھی ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ساتھ ہونا دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو

بھی اکٹھے مکان میں رہنا اسمیں فقط تن بدن کا ساتھ ہوتا ہی اگرچہ دلوں میں فرق ہو اس قسم کی ہمراہی تو طوطی اور زاغ کی سی ہے دوسرا دلوں سے ساتھ رہنا جیسے کوئی بادشاہ کسی بیکس کو جسکے سب دشمن ہوں یوں کہے کہ تو اندیشہ نکر ہم تیرے ساتھ ہیں اسکے یہہ معنی ہوتے ہیں کہ ہمیں تیرا خیال ہی دل میں تیرا دھیان رہے گا ہم تیری حمایت پر ہیں اس صورت میں کچھ لازم نہیں کہ بادشاہ اور وہ ایک مکان میں ہوں تو وہ اُسکے ساتھ ہو نہیں تو نہیں ہاں البتہ تا مقدور امداد اور اعانت چاہئے سو جہاں کہیں اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ یا اسی طرح اور کچھہ آیا ہی تو اُس سے دوسرے معنی مراد ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں نہیں تو ہمیں متقیوں ہی کی کیا تعریف نکلی اور اُنہیں کی کیا تسلی ہوگی سو خاص کر اس آیت میں تو محض تسلی ہی کے لئے یہہ کہا گیا ہے اور اوپر سے مددگاری ہی کا بیان چلا آتا ہی باقی کوئی یہہ شبہہ کرے کہ اوپر سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنیکا بیان ہی ابوبکر صدیق کے مدد تو نہیں سو اسکا جواب یہ ہی کہ اتنی بات تو بازاری بلکہ جولاہی کی لونڈیاں بھی جانتے ہیں کہ غلام کی اہانت اور اُسکی رسوائی نہ میاں ہی کے رسوائی کہے جاتی ہے انگریزوں کی رعیت کو اور ملازموں کو اگر اُنکے غنیم ستاتے ہیں تو انہیں کیوں ستانا معلوم ہوتا ہے کہ فوج کشی کرتے ہیں اور ہزاروں آدمیوں کا خون کرتے ہیں معہذا ہمنے غدر کے ایام میں دیکھا ہی کہ جس نے تحصیلدار یا پولس دار کو بچالیا تہا وہ خیرخواہ سرکار گنا جاتا تہا تو ابوبکر صدیق کی مددگاری ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مددگاری ہی **اقول** خدا تعالی نے جو قرآن شریف میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یہ معیتیں یکساں نہیں ہیں بلکہ ان معیتوں میں فرق ہی جس جگہ کہ خدا تعالے نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ وہاں مراد یہ ہی کہ خدا اُنسے راضی ہے اور اُنکے افعال کو پسند کرتا ہے اور جس جگہہ کہ فرمایا ہی اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وہاں مراد یہہ ہی کہ واسطے نصرة کے ہمراہ مومنین کے ہے چنانچہ جنگ بدر کے قصہ میں فرمایا ہی وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور غار میں جو رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا وہاں حفاظت خدا مراد ہی جیسے کہ قرینہ بہی خوف اور حزن کا اسی پر دلالت کرتا ہی اور حفاظت خدا جیسے کہ مومنین کے واسطے ہوتی ہے ایسی ہی کفار کے واسطے ہوتی ہی کہ اُنکے جہازوں کو دریا کی آفتوں سے اور اُنکے قافلوں کو صحرا کے درندوں سے خدا تعالی ہی محفوظ رکھتا ہی اسمیں کچھ فضیلت نہیں ہے اور غار میں تو خدا تعالی کو حفاظت رسول خدا صلعم کی منظور تھی کہ کفار حضرت کے درپے تہے اور ارادہ حضرت کے قتل کا رکھتے تھے اور ابوبکر کے درپے کون تھا کہ حفاظت اُنکی منظور ہوتی مکہ میں جو مسلمان اُسوقت باقی رہگئے تھے کسی نے اُنکو کچھ بھی نہ کہا نہ مارا نہ قتل کیا اور اگر کفار کو خبر ہوجاتی کہ رسول خدا صلعم مع ابوبکر غار میں بیٹھے ہیں تو وہ لوگ جناب رسول خدا صلعم کو تو آزار پہنچاتے اور ابوبکر کو کوئی کچھ نہ کہتا چنانچہ حضرت علی رسول خدا صلعم کے بستر پر مقیم رہے تمام شب اور علی الصباح کفار حضرت کی تلاش میں حضرت کی دولتسرا میں دراتہ چلے آئے تو حضرت علی تلوار لیکر اُنکے سامنے ہوئے اور کہا کہ تم کس واسطے آئے ہو اُنہوں نے کہا کہ تجہہ سے تو ہمکو کچھہ مطلب نہیں ہے اور رسولخدا کو اُنہوں نے پوچھا کہ محمد کہاں ہی تو حضرت علی نے فرمایا کہ جہاں اُسکا خدا اُسکو لیگیا ہے وہاں ہے اور حضرت علی سے کچھہ تعرض نکیا کہ تو اُنکے بستر پر موجود ہی بتا کہ وہ کہاں گیا ہے ایسے ہی وہ ابوبکر کے خواہاں نتہے اور ابوبکر اُسوقت اپنی نادانی اور عدم وقوف کی جہت سے جو اُنکے خوف سے رنج کرنے لگے تو حضرت نے اُنکی تسلی کے واسطے فرمایا کہ تو رنج مت کر اپنی جان کا اُنکو خوف ہے کہ خدا تعالی ہمارے ہمراہ ہے کہ ہمارے حال کو خوب جانتا ہی وہ ہمکو اُنکے شر سے محفوظ رکھیگا اسواسطے حضرت نے ابوبکر کی تسلی کے واسطے معنا کا لفظ فرمایا ہے ورنہ معی نفرمایا ورنہ خدا تعالی کو حفاظت رسولخدا صلعم ہی کی منظور تہی نہ ابوبکر کی اور رسولخدا صلعم کی حفاظت کے لئے فرمایا کہ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا اور حضرت کی حفاظت کے لیئے غار پر فرشتے بھیجے اور اگر ابوبکر کی حفاظت ملحوظ ہوتی تو خدا تعالی فرماتا وَاَيَّدَهُمَا بِجُنُوْدٍ الغرض یہاں خدا کی ہمراہ ہونے سے مراد حفاظت خدا کی ہی گو رسولخدا صلعم کے واسطے اصالتًہ ہی اور ابوبکر کے واسطے تبعًا لیکن حفاظت خدا کی علی العموم سب بندوں کے واسطے ہوتی ہی مومن کے واسطے بہی اور کبہی ضمیر متکلم مع الغیر کے ایک شخص کے واسطے بہی آتی ہی چنانچہ قرآن میں ہے کہ رسولخدا صلعم کو حکم ہوا کہ تو کفار سے کہہ کہ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور اگر جناب رسولخدا صلعم ضمیر بیننا و لنا میں مع سب مسلمانوں کے مراد ہیں تو ان اللہ معنا میں بہی مع کل مسلمانوں کی مراد ہونگی کہ سب مومنین کے ہمراہ خدا ہے اور خصوصیت کسیکی باقی نرہے گی اور بعضی روایت میں آیا ہی کہ ابوبکر نے رسولخدا صلعم سے عرض کی کہ علی آپکے بستر پر تنہا ہے مجھکو اُسکی طرف سے بہت رنج ہے جناب رسولخدا صلعم نے سنکر فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنے مت رنج کر تو کہ تحقیق خدا ہمراہ ہمارے ہے یعنی ہمراہ میرے اور علی کے اور یہ معنی بہت درست ہیں اور یہ کہنا کہ خدا اِنہوں کے ہمراہ ہے اور بروں کے ہمراہ نہیں ہی یہ بالکل غلط ہی اور جو کوئی کہے کہ بروں کے ہمراہ خدا نہیں ہی وہ منکر قرآن ہے اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہی وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور فرماتا ہے کہ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ لیکن مراد معیت سے کسی جگہہ تو کچھہ ہوتی ہی اور کسی جگہہ کچھہ اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا میں سوا حفاظت کے اور کچھہ مناسب نہیں ہی اور حفاظت عام ہے کہ مومن اور کافر کے دونوں کے واسطے ہوتی ہے اور خدا تعالی نے گو قرآن میں یہ نہیں فرمایا ہے

سطر ١٥ لفظ اصحابی

کہ اللہ کافروں اور مرتدوں کے ہمراہ ہے لیکن عمومات قرآنیہ سے اُسکا ہمراہ ہونا کفار اور مرتدین کے بھی ثابت ہے اور اہل سنت کا مذہب ہے کہ خیر اور شر دونو خدا کی طرف سے ہیں کہ خالق دونو کا وہی ہے اور حال یہ ہے کہ قرآن میں بِیَدِکَ الْخَیْرُ تو موجود ہے اور بِیَدِکَ الشَّرُّ کہیں نہیں ہے جو اسکا جواب ہے وہی اُسکا جواب ہے اور خدا تعالیٰ کی ہمراہی اس طرح کی نہیں ہوتی ہے جیسے کہ بیان کیا ہے اس شیخ نجدی نے کہ ایک تو مکان میں تن بدن ساتھ ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ دلوں سے ساتھ رہنا بلکہ مراد اُس سے یہ ہے کہ اُسکا علم و قدرت ہر انسان وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور رسول خدا صلعم نے جو فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا تو مراد اُس سے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے احوال کا عالم ہے اپنی قدرت سے وہ ہمکو محفوظ رکھیگا سو خدا تعالیٰ نے دونو کو محفوظ رکھا حضرت کو اصالۃً اور ابوبکر کو تبعاً اگرچہ ابوبکر کے درپے کوئی نتھا اور خدا تعالیٰ نے ابوبکر کو یہ نہیں فرمایا ہے کہ تو اندیشہ نکر ہم تیرے ساتھ ہیں اور نہیں تیرا خیال ہے بلکہ جناب رسول خدا صلعم کا قول نقل کر دیا ہے جو کہ ابوبکر کی تسلی کے لیے حضرت نے فرمایا تھا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور خدا تعالیٰ نے ابوبکر کی تو کسی جگہ مدد اور اعانت نہیں کی ہے اور اگر خدا تعالیٰ ابوبکر کا معین اور ناصر ہوتا تو جنگ خیبر اور اُحد اور حُنین سے کاہیکو بھاگتے اور اکثر جہادوں میں سے بھاگے ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر مؤمنین میں سے نتھے اور اگر مؤمنین میں سے ہوتے تو خدا اُنکے ہمراہ ہوتا اور اُنکی مدد کرتا کہ بھاگتے نہیں مگر غار میں کوئی راہ بھاگنے کی نہیں ملی ورنہ وہاں سے بھی بھاگتے اور اگر ابوبکر کی حفاظت کے واسطے خدا ابوبکر کے ہمراہ ہوا تو اسمیں کیا بزرگی ہے کہ حفاظت تو خدا تعالیٰ کفار کی بھی کرتا ہے اور تسلی کا ذکر ہم اوپر کر چکے اور نصرت بیشک رسول خدا صلعم ہی کی ملحوظ ہے نہ ابوبکر کی اور اگر ابوبکر کی نصرت منظور ہوتی تو باوجود معیت خدا جہادوں میں سے بھاگتے نہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت کے ہمراہ تو خدا تعالیٰ واسطے نصرت کے تھا اور ابوبکر کے ہمراہ ہونا خدا کا ایسا تھا جیسا کہ مؤمن اور کافر کے کل آدمیوں کے ہمراہ ہوتا ہے اور حضرت ہی کی نصرت چاہیئے بھی تھی کہ کفار حضرت کی آزار رسانی کے درپے تھے اور ابوبکر کا تو کوئی بھی خواہاں نتھا تاکہ اُسکی نصرت پر نظر ہوتی جیسے کہ اور مسلمان مکہ میں تھے کہ اُنکا کوئی خواہاں نتھا ایسے ہی ابوبکر غار میں تھے کہ اُنکا کوئی خواہاں نتھا اور ابوبکر جو اُن کفار کو دیکھکر اُنکے خوف سے رنج کرنے لگے اپنی نادانی کی جہت سے تو اسواسطے رسول خدا صلعم نے اُنکی تسلی کی اور اُس رنج سے بند کرنیکے واسطے کہ ایسا نہو کہ کثرت رنج سے ہائے ہائے کرنے لگیں اور کفار کو خبر ہو جاوے ابوبکر کی تسلی کے واسطے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرمایا اسمیں فضیلت ابوبکر کی کیا ہوئی اور ہم نے تسلیم کیا کہ غلام کی اہانت اور ضرب میں اُسکے آقا کی رسوائی شمار کی جاتی ہے اور انگریزوں کی رعیت کو جو کوئی غنیم ستاتا ہے تو انگریز اُسپر فوج کشی کرتے ہیں اور جسنے تحصیلدار و پولیس افسر کو بچایا وہ خیر خواہ گنا جاتا تھا سب صحیح ہے لیکن یہاں تو وہ بات ہی نہیں ہے اور نہ کوئی غلام کی آزار کا خواہاں ہے اسکو تو کوئی کچھ کہتا ہی نہیں ہے یہاں تو کفار آقا ہی کی تکلیف کے درپے ہیں نہ غلام کی تکلیف کے پھر نصرت غلام کی کیونکر متصور ہو اور ابوبکر کی نصرت کہیں واقع ہوئی تھی تاکہ اُسکی نصرت رسول خدا صلعم کی نصرت ٹھیری ابوبکر کی نصرت پر تو ابتداءً نظر ہی نہیں ہے کہ ابوبکر ایک شخص اجنبی محض اور بے تعلق تھا کہ ہمراہ رسول خدا صلعم کے ہو لیا تھا اور ابوبکر کی نصرت کا قرآن میں تخصیص کہیں ذکر نہیں ہے اور یہاں ابتداءً رسول خدا صلعم ہی کی نصرت کا ذکر چلا آتا ہے نہ ابوبکر کی نصرت کا کہ اُسکے آزار کا کون خواہاں تھا کہ اُسکی نصرت بھی ملحوظ ہوتی اور ابوبکر کی اہانت اور ضرب اگر رسول خدا صلعم کی رسوائی کا موجب ہوتا تو مکہ معظمہ میں جسوقت عتبہ بن ربیعہ نے ابوبکر کے منہ پر جوتیاں ماری تھیں اسقدر کہ ابوبکر کا منہ سوجکر ناک اُنکی رخساروں کے برابر ہو گئی تھی چنانچہ معارج النبوت وغیرہ میں لکھا ہے تو اُسوقت تو ابوبکر کی نصرت کا لحاظ ہوا ہی نہیں کہ اُسکی ضرب موجب رسوائی رسول خدا صلعم تھا اور یہاں تو ابوبکر سے کچھ واسطہ ہی نہیں ہے نصرت کرنیکا **قال الشیخ الاشعری** اسلئے ہمارے سناتے وقت یوں فرمایا فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اور مدد کے وقت دونو ہی کی مدد کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو جو خدا کی مدد کی اطلاع کی تو یوں کی اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی خداوند کریم خبر رسانی میں اُس قصہ کے تو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر فرماتے ہیں اور یوں کہتے ہیں فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ یعنی اللہ نے اپنے پیغمبر کی فلانے وقت مدد کی اور جسوقت مدد کی تو دونو کی مدد کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدد کی اطلاع کی تو یوں کی اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی اللہ تعالیٰ ہم دونو کے ساتھ ہے اور چونکہ ایک لفظ مَعَنَا سے دونو کی مددگاری کا بیان فرمایا اور دو لفظ یعنی مَعِی و مَعَک نفرمایا جسکے یہ معنی ہوتے کہ خدا میرے بھی ساتھ ہے اور تیرے بھی ساتھ ہے تو اس سے اور بھی واضح ہو گیا کہ جس طرح سے خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اُسی طرح حضرت صدیق اکبر کے ساتھ تھا تو اسمیں تو ہم جانتے ہیں شیعہ بھی بناچاری ہمارے شریک ہونگے کہ خداوند کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امداد اور عنایت اور محبت اور اعانت سے تھا تو حضرت صدیق کے ساتھ بھی اسی انداز سے سمجھنا چاہیئے علیٰ ہذا لفظ ثانی اثنین جسکا یہ مطلب ہے کہ پیغمبر خدا اسوقت اکیلے نتھے بلکہ اُنکے ساتھ ایک اور بھی تھا یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ضمیر مفعول نصرہ سے حال واقع ہوا ہے اور اس صورت میں یہ لفظ بھی باواز بلند یہی کہتا ہے کہ حضرت صدیق بھی مددگاری خداوندی میں شریک ہیں اور اگر شیعہ یوں کہنے لگیں کہ یہ لفظ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کے ساتھ مربوط ہے اور اُسکی ضمیر مفعول سے حال واقع ہوا ہے اور یہ مطلب ہے کہ جسوقت کفار نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے نکالا تھا اُسوقت وہ اکیلے نتھے اُنکے ساتھ ایک اُنکا رفیق بھی تھا اور اسکو نصرت سے کچھ تعلق نہیں نصرت سے تعلق جب ہو کہ اس لفظ کو لفظ نصرہ اللہ سے علاقہ ہو تو اس تقدیر پر ہماری طرف سے یہی جواب ہے۔ شکر بدہان تو چشم ما روشن دل ما شاد اگر

یہ مطلب ہو تو ہماری عین تمنا ہے کیونکہ اتنا تو شیعوں کو معلوم ہوا کہ کفار کو جیسے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی ویسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عداوت تھی **اقول** ابوبکر کی خدا تعالیٰ نے ہرگز نصرت نہیں کی صرف رسول خدا صلعم کی نصرت کی تھی جیسے کہ دلالت کرتی ہے اسپر ضمیر مفعول کی کہ جو واحد مذکر کی ضمیر نصرہ اللہ میں ہے اور ابوبکر کی نصرت کرنے کی وجہ کیا ہے نصرت تو اس شخص کی کی جاتی ہے کہ جسکے درپے کوئی ہو واسطے ایذا رسانی کے سو جناب رسول خدا صلعم کے قتل کی فکر میں کفار تھے اسواسطے خدا تعالیٰ نے انکی نصرت کی اور ابوبکر کے تو کوئی درپے آزار ہی نہ تھا کہ انکی نصرت کی جاتی اور ہم اوپر کے قول میں مفصل بیان کر چکے کہ خدا تعالیٰ نے کسی مقام میں ابوبکر کی نصرت نہیں کی ہے کہ وہ ہمیشہ جہادوں میں سے بھاگتے رہے ہیں باوجودیکہ خدا واسطے نصرت کے ہمراہ مومنین کے ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے ان اللہ مع المؤمنین اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر مؤمنین میں سے نہ تھے اور ابوبکر کی خلافت میں جو فتح ہوتی تھی تو سبب اسکا یہ تھا کہ وہ مجاہدین کے ہمراہ نہ ہوتے تھے اور اگر خود بھی ہوتے تو ہرگز فتح نصیب مسلمانوں کے نہوتی اور خدا تعالیٰ نے اس مقام میں کسی طرح سے ابوبکر کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ کوئی ضمیر ابوبکر کی طرف راجع ہے اور جملہ لا تحزن ان اللہ معنا جو قرآن میں ہے یہ قول رسول خدا صلعم کا ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ نے نقل کر دیا ہے اور لا تحزن ان اللہ معنا جو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابوبکر جو خوف کفار سے رنج کرتے تھے تو رسول خدا صلعم نے انکی تسلی کے واسطے اپنے میں شریک کر کے فرمایا کہ ان اللہ معنا یعنی خدا تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے حفاظت کیلیے وہ ہمکو انکی شر سے محفوظ رکھیگا اور درپے ابوبکر کے تو کوئی نہ تھا اور نہ انکی تلاش تھی کسیکو کہ خدا تعالیٰ انکی نصرت کر کے انکو بچا لیتا اور ان اللہ معنا اسواسطے نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے مدد کی دونو کی بلکہ ابوبکر کی تسلی کی اور اُسکے دفع جزع فزع کے واسطے ہے کہ ایسا نہو کہ کثرت رنج سے بیخود ہو کر ہائے ہائے کرنے لگیں اور کفار کو ہماری اطلاع ہو جاوے اور نصرت خدا کی دو جگہ مذکور ہے ایک تو فقد نصرہ اللہ میں اور دوسری وایدہ بجنود میں اور اگر خدا تعالیٰ نے ابوبکر کی بھی نصرت کی ہوتی تو وایدہما فرماتا اور جسوقت کہ واحد ہی کی ضمیر آئی تو معلوم ہوا کہ رسول خدا صلعم ہی کی نصرت کی نہ ابوبکر کی اور آیت بھی تو اسی پر دلالت کرتی ہے کہ صرف اور تنہا رسول خدا ہی کی نصرت کی ہے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میرے حبیب کی نصرت نکروگے تو خدا اُسکی نصرت کریگا جیسے کہ پہلے اسکی نصرت کی ہے جسوقت کفار نے اسکو نکالدیا تھا اور ابوبکر کی نصرت کی کوئی وجہ بھی تو نتھی کہ انکی تو کوئی درپے آزار ہی نتھا کیسے کیسے تکلف سے اہل سنت ابوبکر کے واسطے فضیلت ثابت کرتے ہیں کہ جسکا کوئی سر ہے نہ پاؤں ہیں اور حضرت نے معنا فرمایا اور معی اور معک نفرمایا اسواسطے کہ حقیقت میں تو خدا ہی رسول خدا صلعم کی حفاظت کیواسطے ہمراہ ہے اور ابوبکر کو شریک اپنی حضرت نے کر لیا۔ تو وہ انکی تسلی کے واسطے ورنہ انکو تو کسی طرح کا کھٹکا ہی نتھا اور معنا فرمانا مقام معی معک کے عین محاورہ عرب کا ہے اگر ابوبکر کی جگہ کوئی اور کافر مشرک ہوتا تو وہ حضرت ایسا ہی فرماتے اسمیں کوئی بزرگی کی بات نہیں ہے اور نہ ہمراہی خدا کی دونو کے ساتھ یکساں ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک ایسا ہی ابوبکر کو سمجھنا چاہیے اور معی معک جو فرماتا تو معلوم ہوتا کہ باعتبار حقیقت کے دونو کی حفاظت کے واسطے خدا ہے اور معک کے لفظ سے ابوبکر کے ہمراہ ہونا واسطے حفاظت کے بتصریح اور حقیقۃً معلوم ہوتا اور ایسا ہرگز نہیں ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے اور خدا تعالیٰ کا ابوبکر کے ہمراہ ہونا مثل ہمراہ ہونے رسول خدا کے کیونکر ہو سکتا ہے کہ رسول خدا صلعم کی تو خدا تعالیٰ کو حفاظت ملحوظ تھی کہ کفار انکے قتل کے درپے تھے اور ابوبکر کا قتل کرنا کون چاہتا تھا اور ہم کہہ چکے کہ معنا جو حضرت نے ابوبکر سے فرمایا محض انکی تسلی کے کے لیے اور حفاظت کی احتیاج ابوبکر کو ہرگز نتھی اور شیعہ اس مقدمہ میں ہرگز شریک اہل سنت کے نہیں ہیں کہ اہل سنت تو ابوبکر کی فضیلت کے واسطے اسمیں تکلفات اور تاویلیں پیدا کرتے ہیں اور شیعہ جو امر کہ واقعی ہے اُسکو بیان کرتے ہیں اور اعانت اور عنایت خدا کی اُسوقت جو کچھ کہ تھی اُسوقت رسول خدا صلعم کے واسطے تھی کہ لوگ انکی گرفتاری کی فکر میں تھے اور ابوبکر کا کون خواہاں تھا کہ خدا تعالیٰ کو انکی بھی اعانت ملحوظ ہوتی اور ثانی اثنین سیاق عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخرجہ الذین میں جو ضمیر مفعول کی ہے اُس سے حال واقع ہوا ہے اور اگر تم بپاس خاطر ابوبکر قرآن میں تحریف کرو اور لا تنصروہ کی ضمیر مفعول سے حال ڈالو تو اختیار ہے اور اگر اس سے حال ڈالو تو بھی تمہارا مطلب ثابت نہیں ہوتا ہے اور نصرت صرف رسول خدا صلعم ہی کے واسطے ظاہر ہوتی ہے نہ ابوبکر کے واسطے بھی اسواسطے کہ ثانی اثنین وہ تھے ایک شخص رسول خدا صلعم ہیں ابوبکر اُسمیں کہاں سے داخل ہو گئے معلوم نہیں ابوبکر کے واسطے کہاں سے کہتا ہے کہ حضرت صدیق بھی مددگاری خداوندی میں شریک ہیں اور اگر فقد نصرہ اللہ کی ضمیر مفعول سے حال ڈالیں تب بھی وہ رسول خدا صلعم تنہا منصوص ثابت ہوتے ہیں ابوبکر لیکن بظاہر اُسکے بھی متعلق نہیں ہے بلکہ اخرجہ الذین کے تحت میں جو واقع ہوا ہے اُسی کی ضمیر مفعول سے حال واقع ہوگا اور بیوجہ اور بخلاف سیاق کلام کوئی لا تنصروہ یا فقد نصرہ اللہ کی ضمیر سے کوئی حال کہے جیسے وارجلکم کا عطف خلاف سیاق کلام وجوہکم پر کرتے ہیں تو کیا کسی کی زبان اور قلم پکڑی جاتی ہے اور اگر کفار کو ابوبکر سے ایسی عداوت ہو کہ جیسی رسول خدا صلعم سے عداوت تھی تو اس سے کیا فائدہ ہے یزید اور شمر سے بھی کفار کو ایسی ہی عداوت تھی جیسی کہ رسول خدا سے تھی لیکن وہ عداوت کفار کی یزید اور شمر کو کچھ فائدہ نہ بخشیگی ایسی ہی عداوت کفار کی ابوبکر کو کچھ فائدہ نہ بخشیگی اور کفار دشمنی تو سب مسلمانوں سے رکھتے تھے خصوصیت کسی کی نہ تھی لیکن بجز آزار کہ وہ قتل یا قید یا اخراج ہی کیسے نہ تھی سوائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے کہ انکی ہی جان کے خواہاں تھے **قال الشیخ الاشعری** باقی کوئی یوں کہے کہ ابوبکر صدیق کو تو کفار نے

نہیں نکلالاتا رسول خدا صلعم نے اُنہیں لے لیا تھا سو اسکا جواب شیعہ دیں کیونکہ یہ معنی تو ہمنے اُنہیں کی طرف سے بیان کئے ہیں ورنہ اگر ہمیں سے پوچھیں تو ہمیں سے سنئے جناب من شبہات کلام کفار نے رسول اللہ صلعم کو بھی اسطرح نہیں نکالا کہ ہاتھ پکڑکر باہر کردیا ہو یا دھکے دینے کا اتفاق ہوا ہو مثلاً بلکہ صورت یہ ہوئی تھی کہ دار الندوہ میں جو ابوجہل کی بیٹھک کا نام تھا اور وہ خانہ کعبہ کے پاس تھی جہاں اب حنفی مصلےٰ بنا ہوا ہے اور اب وہ جگہ داخل حرم محترم ہوگئی ہے وہاں کفار مجتمع ہوئے اور اسبات کا مشورہ کیا کہ رسول اللہ صلعم کو قید کرنا چاہیے یا مار ڈالنا مناسب ہے یا انہیں کہیں نکالدیجے اس مشورہ کی اطلاع خداوند کریم نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کردی آپنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رفیق دلی سمجھکر ساتھ لیا اور غار ثور میں تشریف لیگئے بعد تین دن کے سواری اور راہ کا بندوبست کرکے دونوں صاحب مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے چنانچہ اسبات کی طرف بطور اختصار سورۂ انفال میں جناب خداوند کریم اشارہ فرماتے ہیں وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ یعنی وہ بھی یاد ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفار تیرے ساتھ مکر کرنا چاہتے تھے اور اُنکا یہ ارادہ تھا کہ تجھے قید کریں یا قتل کردیں یا نکال دیں اُدھر وہ یہ مکر کررہے تھے اور خدا اُنکے ساتھ مکر کررہا تھا یعنی اطلاع کردی پھر غار میں تیری حفاظت کی یہانتک کہ مدینہ منورہ خیریت سے پہنچادیا اور کیوں نہو اللہ تو سب سے زیادہ مکر جانتا ہے اس قصہ کو غور کیجے تو رسول اللہ صلعم کو بھی ہاتھ پکڑکے نہیں نکالا تھا اور اگر یوں کہئے کہ ایذا کے درپے ہونا نکالنا ہی ہے تو ابوبکر صدیق کے ہونیکی اُنہیں کونسی راحت تھی بلکہ اس سے پہلے ہی نہیں تو نکالدیا تھا ابن الدغنہ اُنہیں ہٹاکے لائے اور کفار سے اُنکے باب میں گفت و شنود کری نہ وہ شیعہ روایت سنیوں کی کتابوں میں تو موجود ہی ہے پر عقل بھی یوں ہی کہتی ہے کہ یوں ہوا ہو تو کچھ عجب نہیں کیونکہ خداوند کریم نے اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے ضمن میں اسبات کے متنبہ کردیا کہ ابوبکر صدیق سے بھی کفار دشمنی رکھتے تھے نہیں تو رسول اللہ صلعم انکی کیوں تسلی کرتے اور خدا کیوں انکے ساتھ ہوتا **اقول** بیشک ابوبکر کو کسی نے نہیں نکالا تھا اور نہ کوئی ابوبکر کے درپے تھا بلکہ اُنکو رسول خدا صلعم نے راہ میں کھڑا ہوا دیکھکر ہمراہ اپنے لے لیا تھا اور شیعوں کو اُسکے جواب کی کیا حاجت ہے کہ شیعوں کا تو وہ دعوی ہی ہے اور رسول خدا صلعم کے قتل کا جو کفار نے ارادہ کیا تو یہ ہاتھ پکڑکر نکالنے سے زیادہ ہے اور ابوبکر کی یا اور کسی مسلمان کی نسبت تو کوئی کچھ بھی نہیں کہتا تھا اور نہ کسیکو انپر کسی طرح کا دعوی تھا جو کچھ تھا جناب رسول خدا صلعم سے تھا نہ ابوبکر سے اور خدا تعالی نے کفار کے مشورہ کی حضرت کو اطلاع کی اور حضرت اپنی بستر پر حضرت علیؑ کو قائم کرکے پوشیدہ نظر اغیار سے اپنی دولتسرا سے شب کو طرف غار ثور کی روانہ ہوئے رستہ میں ابوبکر کو کھڑا ہوا دیکھکر ہمراہ اپنے لیا کہ مصلحت راز کے پوشیدہ رکھنے میں تھی اور اُسوقت رفیق دلی سمجھنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ حضرت نے منع کردیا تھا اپنی یاروں کو کہ آجکی شب کوئی اپنی گھر سے باہر نہ نکلے لیکن باوجود ممانعت کے ابوبکر کو جو کھڑا ہوا دیکھا تو ہمراہ لیجانا ہی مناسب جانا اس اندیشہ سے کہ ابوبکر نے مجھکو دیکھ لیا ہے ایسا نہو کہ یہ اور مسلمانوں کے روبرو ظاہر کردے اور رفتہ رفتہ کفار کو خبر ہوجائے اور خدا تعالی کا کام مکر کرنا نہیں ہے یہ بڑی بے ادبی ہے جو مکر کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرے اور صحیح معنی یہ ہیں کہ خدا تعالی جزا مکر کی دینے والا ہے اور رسول خدا صلعم کا نکالنا ہاتھ پکڑکر نکالنے سے زیادہ تھا کہ حضرت کے درپے تھے اور ابوبکر سے تو کفار کو کچھ واسطہ ہی نہ تھا اور نہ اور کسی مسلمان سے واسطہ تھا اُنکے رہنے کو راحت جانتے ہوں یا مصیبت اور ابوبکر کو کفار نے پہنچنے سے پہلے اس سے کب نکالا تھا یہ روایت پہلے نکالنے کی معتبر نہیں ہے اور اگر تسلیم بھی کیجائے تو ہمکو اس سے کیا ضرر ہے اور ابوبکر سے کیا بلکہ سب مسلمانوں سے کفار دشمنی رکھتے تھے اسکا کون منکر ہے اور رسول خدا نے تسلی ابوبکر کی اُنکا جزع و فزع دیکھکے کی بے محل باوجود ملاحظہ سامان اطمینان کے اپنی جان کی گرفتاری کا رنج کرتے تھے اور واسطے حفاظت کے تو خدا تعالی ہمراہ سب کے ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی اور ایسا ہی یہاں بھی ہمراہ تھا ہے اسیواسطے حضرت نے فرمایا کہ وہ ہمکو محفوظ رکھیگا کفار کے شر سے **قال الشیخ الاشعری** اور پھر تو اتنا بھی بہت ہے کہ خدا اُنکے ساتھ اسیطرح ہے جسطرح رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہے اس تقریر کے سننے کے بعد یقین یوں ہے کہ شیعہ اس احتمال کو زبان پر بھی نلائیں کہ رسول اللہ صلعم نے ابوبکر کو اسلئے ساتھ لیلیا تھا کہ وہ کہیں کفار کو اطلاع نکردے کیونکہ اس احتمال کی جڑ بنیاد تو اس آیت کے ہر ہر لفظ نے ایسی اکھاڑی ہے کہ شیعہ اپنی سرکو قیامت تک پٹکیں تو نہ جمیگی علاوہ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ کچھ ایسے کم فہم تھے انکی عقل کا تو ایک عالم دیوانہ ہے کیا وہ اتنی بھی نہ سمجھے کہ اس اندیشہ کے وقوع میں اگر ابوبکر صدیق کو جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسبات کی اول سے اطلاع بھی نکرتے کہ میں غار ثور میں جاکر چھپونگا تو ابوبکر صدیق کچھ شیعوں کے امام تو نہ تھے کہ اُنکو علم ما کان و ما یکون یعنی ازل سے ابد تک سب وقائع کی خبر تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلاتے نہ بتلاتے انکو آپ اطلاع ہوجاتی ماسوا اسکے تقیہ تو ایسے وقت میں ضروری ہوجاتا ہے چنانچہ شیعوں کے نزدیک ایک تقیہ کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غار میں چھپ جانا بھی ہے خیر یہ تقیہ تو تقیہ کی اصل جیسی ہے سو ہے انشاء اللہ تعالی آگے معلوم ہوجائیگا پر شیعوں کے مذہب کے موافق تو ایسے وقت میں تقیہ فرض ہوجاتا ہے اور جھوٹ بولنا مباح بلکہ ضرور چنانچہ اماموں نے جو اصحاب ثلاثہ یا اور اصحاب کی تعریف کی ہے اور وہ انکی کتابوں میں موجود ہے اسکو شیعہ یوں کہتے ہیں کہ اماموں نے بوجہ تقیہ جھوٹ کہدیا تھا نعوذ باللہ منہا القصہ حضرت سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ جھوٹ بول کر ابوبکر کے دل سے غار ثور کی طرف جانیکا احتمال نکالدیا ہوتا اسی کی کیا ضرورت تھی کہ اُنکو ساتھ لیا اور ایک جان کا وبال خود تنہا ہوتے تو بے کھٹکے ہوتے انکے ساتھ وہ اندیشہ جس اندیشہ کے لئے اُنہیں ساتھ لیا تھا اور دو بالا ہوگیا اگر وہ کسی بہانہ سے وہاں نکل کر کفار کو اطلاع کردیتے تو بظاہر کون مانع تھا یا جسوقت کفار وہاں آکھڑے ہوئے اُسوقت بول اُٹھتے تو وہی مثل ہوجاتی کہ مینہ سے بھاگے اور پرنالے کے نیچے جا کھڑے ہوئے اور ادھر ہوتے

سے بچے پر آگ میں گر پڑے **اقول** خداتعالی جناب رسول خدا صلعم کے ہمراہ واسطے محافظت کے تہا اسواسطے کہ ابوبکر کے اندوہ اور رنج کرنے پر کہ وہ کفار کے خوف سی
نہایت رنجیدہ اور بیقرار تہی حضرت نے فرمایا کہ تو کیوں رنج کرتا ہے کہ خداتعالی ہمارے ہمراہ ہے کہ وہ ہمکو انکے شر سے محفوظ رکہیگا اور سوا محافظت کے ایسے وقت
میں اور کیا مراد ہو سکتی ہے خدا کی ہمراہی سے ایسے ہی ابوبکر کے ہمراہ خداتعالی محافظت کے واسطے تہا اور محافظت اسکی ہر بندہ کے واسطے ہوتی ہے کہ آفات
اور بلاؤں سے بچاتا ہے یہانتک کہ جانوروں کی محافظت کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ اور شیعہ ہرگز ایسا نہیں کہتے ہیں کہ ابوبکر کو
حضرت نے اس لئے اپنے ساتہہ لے لیا تہا کہ وہ کہیں کفار کو اطلاع نکر دے شیعہ ہرگز ایسا نہیں کہتے ہیں اور یہ کام دشمن کا ہوتا ہی ضرر رسانی کا اور شیعہ رسول خدا صلعم کو دشمن ابوبکر کا اور نہ ابوبکر کو
دشمن رسول خدا صلعم کا بلکہ یہ جانتے ہیں کہ ابوبکر رسول خدا صلعم پر ایمان لائے اور قایل شہادتین کے ہوئے اور ہمیشہ مطیع اور فرمانبردار حضرت کے رہے لیکن حب ریاست اور
حکومت نے انکو راہ حق سے منحرف کر دیا تہا اور اسلام میں ہی تو وہ اپنے بڑے فائدہ سمجہے ہوئے تہے اسواسطے کہ وہ حضرت کے اخبار آیندہ کو صحیح راست پاتے تہے اور یہ بہی
حضرت سے سنتے تہے کہ دین اسلام کو ترقی ہوگی تو ریاست کی انکو طمع اور امید ہوتی تہی کہ کسی طرح سے بعد رسول خدا صلعم کی حکومت اسلام کی ہمارے ہاتہہ آجائے پہر وہ
حضرت سے دشمنی کسواسطے کرتے کیا اپنے فائدہ کو ضایع کرتے حضرت سے دشمنی کرکے اور قتل کرواکے اور ابوبکر کو جو ہمراہ اپنے لیلیا تہا غار کیطرف جاتے ہوئے اسواسطے نہیں
لیا تہا کہ اگر میں اسکو ہمراہ اپنے نہ لونگا تو یہہ کفار کو خبر کر دیگا بلکہ رستہ میں کہڑا ہوا جو دیکہا تو اس اندیشہ سے ہمراہ اپنے لیا کہ اگر یہ یہاں رہا تو میری خبر پوشیدہ نرہیگی
اور حکم خدا کا اسکے اخفا کا ہے اور مسلمانوں میں اسکا چرچا ہوتے ہوتے کفار کو خبر ہو جائیگی اور یا اسواسطے اپنے ہمراہ لے لیا کہ تنہائی میں مونس ہوگا اور ایک سے دو بہلے
جو کچہہ شیعوں کا عندیہ تہا اسکو میں لکہہ چکا اور یہہ جو لکہتا ہے یہ کہ اس آیت کے ہر ہر لفظ نے ایسی جڑ اکہاڑی ہے کہ شیعہ اپنے سر کو قیامت تک پیٹیں تو نہ جمیگی یہہ کہنا
اسکا غلط اور لغو ہے اسواسطے کہ یہ آیت اس احتمال کو دفع نہیں کر سکتی ہی اسواسطے کہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمراہ اپنے حضرت نے ابوبکر کو اسواسطے لیا ہو کہ ایسا نہو کہ اگر وہ
یہاں رہے تو کفار کو میری خبر کر دے اور اس آیت میں اسیقدر ہے کہ ابوبکر خوف کفار سے رنج کرنے لگے تو جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تو رنج مت کر کہ خداتعالی
ہمارے ہمراہ ہے کہ وہ ہمکو بچائیگا اور اصل مقصود اس کلام سے حفاظت اپنی تہی اور ابوبکر کی حفاظت کہ جو اسکے ضمن میں تہی وہ اسکے دفع وہم کے واسطے تہی
پہلا اس آیت نے اس احتمال کی جڑ کیونکر کاٹی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اپنی ذات کے واسطے بہی جمع کا صیغہ لاتے ہیں جیسا کہ خداتعالی نے حضرت کو حکم دیا کہ تو کہہ ان
کفار سے کہ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ اور اگر لنا سے سب مسلمان مراد ہوں تو معنا سے بہی یہی ہو سکتے ہیں کہ حضرت نے جو فرمایا کہ ان اللہ معنا تو
مراد یہ ہے کہ ہم جو موحدین ہیں تو ہماری طرف خدا ہے وہ ہمکو محفوظ رکہیگا اور خصوصیت کسی ایک دو کی نہیں ہے بلکہ سب مسلمانوں کی طرف خدا ہے اور جناب
رسول خدا صلعم نے غار میں جانے سے پہلے کسیکو مطلع نکیا تہا کہ میں غار ثور کو جاؤنگا بلکہ ممانعت کی تہی اپنے اصحاب کو کہ آجکی شب کوئی گہر سے باہر نہ نکلے ابوبکر سے
یہ سنکر نرہا گیا آخر کو گہر سے نکلے اور رسول خدا صلعم نے انکو اپنے ہمراہ لے لیا اور ابوبکر کو غار ثور کے جانیکی کچہہ خبر نہی بلکہ حضرت نے جو منع کیا تو یہہ نکر خواہ مخواہ باہر نکلے
اور حضرت کے ہمراہ ہو لئے اور علم تو ابوبکر کو کسی طرح کا بہی نتہا جاہل بحت تہے بلکہ اور لوگوں کو ان سے زیادہ علم تہا اور علم ماکان و مایکون ائمہ علیہم السلام کو جو تہا اس سے
یہ مراد نہیں ہے کہ انکو گزشتہ اور آیندہ کا حال سب حاضر تہا بلکہ متمکن ہر چیز کے علم پر تہے کہ جس چیز کا علم وہ چاہتے تہے تو خداتعالی انکو الہام کر دیتا تہا اور کافی میں
ایک باب اسی متمکن ہونیکا ہے اور اہل سنت کی بعضی کتابوں میں لکہا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کو علم ماکان و مایکون تہا چنانچہ شواہد النبوت میں مولوی جامی نے لکہا ہے اور بعد
اسکے بہی یہ شیخ کئی جگہہ اسکا ذکر کریگا اور ہم اسکو رد کرینگے اور تقیہ قرآن اور حدیث اور روایات اہل سنت سے ثابت ہے چنانچہ بعد اسکے اس شیخ کے رد میں ہم مفصل لکہینگے اور غار میں
پوشیدہ ہونا اور چہپ کر بیٹہنا تقیہ نہیں تو اور کیا ہے اور اماموں نے جو خلفاء ثلثہ کے بظاہر تعریف کی ہے اول تو وہ تعریف ہی نہیں ہے اور اگر از راہ تقیہ کچہہ ہے تو ایسی تعریف تو تقیہ سے
اہل سنت کی کتابوں میں بہی لکہی ہوئی ہے چنانچہ تقیہ کے ذکر میں معلوم ہوگا اور اگر کسی امام نے جہوٹ بولا تو تقیہ سے بولا کہ جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور تمہاری احادیث صحاح میں
تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بدون تقیہ تین جہوٹ بولے ایک روایت میں تو یہ ہے کہ قیامت کے روز جس وقت اہل محشر واسطے سفارش کی حضرت ابراہیم کے پاس جائینگے تو وہ فرماینگے کہ میں تین
جہوٹ بولا ہوں اور خداتعالی آجکے دن غضب میں ہے نفسی نفسی کہکر فرمایا کہ تم کسی اور پاس شفاعت کے واسطے جاؤ اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کبہی جہوٹ
نہیں بولے مگر تین جہوٹ اور انبیاء کا جہوٹ بولنا اہل سنت ہی کی مذہب میں ہے اور شیعوں کے مذہب میں نہیں ہے اور مشکوۃ میں عائشہ سے روایت ہے کہ اِنَّ رَجُلًا اسْتَاْذَنَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِیْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَیْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ کَذَا
وَکَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِیْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَتٰی عَهِدْتِنِیْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ تَرَکَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ اتِّقَاءَ فُحْشِهٖ

حاصل یہہ کہ ایک مرد نے اذن چاہا رسولخدا صلعم کے پاس جانیکا حضرت نے فرمایا کہ اذن دیدو اُسکو کہ بُرا ہے یہ آدمی اپنی قوم میں اور جسوقت جاکر بیٹھا وہ رسولخدا صلعم کے پاس تو بشاشت
ظاہر کی رسولخدا صلعم نے اُسکے روبرو اور خاطرداری سے پیش آئے اور جسوقت چلا گیا وہ شخص تو عائشہ نے کہا کہ یا رسولخدا آپنے پہلے تو اُسکو ایسا فرمایا تھا کہ وہ بدآدمی ہے اور
جسوقت وہ آپکے پاس آیا تو اُسکے روبرو آپنے بشاشت ظاہر کی اور خوش ہوکر اُس سے ملاقات کی رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ کب دیکھا ہے تونے مجھکو فحش کہنے والا التحقیق کہ بدتر آدمیوں
خدا کے نزدیک قیامت کے روز وہ شخص ہے کہ ترک کریں اُسکو آدمی اُسکے شر سے بچنے کے واسطے اور ایک روایت میں ہے کہ اُسکے فحش سے بچنے کے واسطے اور یہ روایت متفق
علیہ بخاری اور مسلم کی ہے اب فرمائیے کہ رسولخدا صلعم نے پیٹ پیچھے تو اُسکی مذمت کی اور اُسکے مونہہ پر بشاشت سے پیش آئے اور مہربانوں اور دوستوں کی سی باتیں کیں
تو اس میں ایک امر واقع میں راست ہوگا اور دوسرا دروغ اور اُس بدآدمی کے سامنے بشاشت سے پیش آئے یہ حالت تقیہ میں دروغ اور بناوٹ نہیں تو کیا ہے اور اسیکو تقیہ
کہتے ہیں کہ بدآدمی کی تعریف اُسکے مونہہ پر یا اُسکے دوست کے مونہہ پر کرے اور اسیطرح ائمہ معصومین خلفاء ثلٰثہ کے دوستوں کے اور مریدوں کے روبرو ثلٰثہ کی تعریف کرتے ہونگے
اُنکے دوستوں کے شر سے بچنے کے واسطے پھر ہم پر طعن کرنے کی کیا وجہ ہے یہ تو تمہارے ہاں بھی موجود ہے اور جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر سے جھوٹ کیوں بیان کرتے
کہ میں غار ثور کیطرف نہیں جاتا ہوں اور یہ محل تقیہ کا کون ہے کہ جو ابوبکر سے تقیہ کرتے اور ابوبکر کے ہمراہ لیجانیکی ضرورت یہ ہوئی کہ تا کہ میرا جانا کسی کافر پر ظاہر نہو جاے
اور ابوبکر نے حضرت کو جاتے ہوئے دیکھہ تو لیا ہی تھا اگر اُسکو ہمراہ اپنے نہ لیجاتے تو احتمال کے راز کے ظاہر ہو جانیکا تھا کہ ابوبکر کی زبان سے اصحاب میں سے کسیکے روبرو نکلتا
اور رفتہ رفتہ کفار تک جا پہنچتا اور اسی اندیشہ سے ابوبکر کو ہمراہ نہیں لیا تھا کہ اگر یہ یہاں رہیگا تو کفار سے میرے جانیکی خبر کر دیگا اور نہ ہم اس واہی قول کے قائل
ہیں اگر کسی نے ازراہ تعصب ایسا کہا تو اُسکا کیا اعتبار ہے اور ہم تو یہہ کہتے ہیں کہ ابوبکر کو رسول خدا صلعم سے ہرگز دشمنی نہتھی بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر وہ تو ایمان لائے تھے اور حضرت کو پیغمبر خدا بھی جانتے تھے اور رسول خدا صلعم نے ابوبکر کو جو ہمراہ اپنے لیا تھا تو اپنا دوست ہی سمجھکے لیا تھا اور اگر دشمن جانتے
تو ہرگز اپنے ہمراہ نہ لیتے ایسی باتوں کا ہماری طرف منسوب کرنا بالکل اتہام اور دروغ ہے اور ابوبکر کو جو ہم اچھا نہیں جانتے ہیں تو اسلیئے کہ بعد اُسکے اُنہوں نے
طمع ریاست اور حکومت کے لیئے حقوق اہل بیت کو غصب کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اگر ابوبکر کے ساتھہ لینے میں یہی مصلحت تھی تو یہ مصلحت بھی کوسوں دور ہے
اسیواسطے ملا عبداللہ مشہدی نے اظہار الحق میں لاچار ہوکر انصاف کی راہ سے یہی کہا کہ نفس الامر یوں ہے کہ یہہ احتمال بہت بعید ہے مگر وہ نقل مشہور ہے کہ ستر برس
کا رام جی میں بیٹھا ہوا نکلتے ہی نکلے ہے اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ حق بول اُٹھیں اور اپنے بیگانے کا کچھہ لحاظ نکریں اب ہم سے سنئے کہ ملا عبداللہ مشہدی کا کہنا
سب بجا اور درست اور اُسکے حق ہونے میں کچھہ شک نہیں اور اس وجہ سے اگر اُنکی کتاب مذکور اظہار الحق کہیں تو بیجا نہ ہے اور ہمکو بھی اس بات کی تسلیم سے انکار نہیں
اگرچہ ملا مذکور شیعہ مذہب ہیں ع متاع نیک ہر دکاں کہ باشد * مگر ستم تو یہہ ہے کہ شیعہ حتی کہ علماء بھی باوجودیکہ ملا عبداللہ مذکور کو اپنا مقتدا اور دین سمجھتے ہیں
اس بات کی اُنکی بھی نہیں سنتے ہر چند ملا مذکور آخر کو یہی کہہ اُٹھے کہ عجب کیا ہے کہ جو خلیفہ اول کو جناب رسولخدا صلعم نے ہمراہی اور ہمدمی کے لیئے اختیار کیا ہو کہ
اُنہوں نے اپنی بیٹی کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نکاح کر دیا تھا اور اکثروں سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور اکثر ملازم خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہتے تھے
لیکن کیا امکان کہ جو حضرات شیعہ روبراہ ہوں بلکہ عجب نہیں کہ مجتہد الزمان کے یہاں سے اُنکے لیئے بھی حکم تبرا صادر ہوا **قول** اس مصلحت کے واسطے ہم لیجانا
نہیں کہتے ہیں اور نہ ابوبکر کو ہم دشمن رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانتے ہیں اور جس مصلحت کے واسطے ابوبکر کو جناب رسولخدا صلعم ہمراہ اپنے لیگئے تھے اسکو
ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ بیان کر چکے اور ملا عبداللہ مشہدی شیعوں میں کوئی نامی اور مشہور نہیں ہے اُنکو تو کوئی جانتا بھی نتھا کہ کون ہیں اور مقتدائی دین
ہونے سے کیا واسطہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے جو تحفہ میں اظہار الحق عبداللہ مشہدی کا حوالہ دیا تو اس سے ہمنے بھی جانا کہ ملا مشہدی کوئی شیعوں میں ہے ایسے ایسے
تو ہر مذہب میں بہت ہوتے ہیں لیکن قول اُنکا متمسّک نہیں ہوتا اور اگر اُنہوں نے لکھا ہے کہ یہ احتمال بہت بعید ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ یہہ احتمال درست نہیں ہے
اور رام تو ثلٰثہ کے جی میں بیٹھا ہوا تھا کہ برسوں بت پرستی کیا کئے اور جب رام جی سے نکلا تو بعد اُسکے نبی کے رغبت کر کے پھر ویسے ہی ہوگئے اور حق بولنے میں ملا
مشہدی نے کس بات کی کمی کی ہے اگر مراد حق سے یہ ہے کہ وہ یہ لکھتے کہ رسولخدا صلعم ابوبکر کو اپنا ہمدم اور مونس سمجھکر اپنے ہمراہ لیگئے تھے سو تو خود لکھتا ہے کہ اُنہوں
اپنی کتاب اظہار الحق میں لکھا ہے کہ عجب کیا ہے کہ جو خلیفہ اول کو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمراہی اور ہمدمی کے لیئے اسلیئے اختیار کیا ہو کہ اُنہوں نے
اپنی بیٹی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نکاح کیا تھا اور اکثروں سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور اکثر ملازم خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہتے تھے لیکن ہمکو معلوم نہیں کہ
اُنہوں نے لکھا ہے یا نہیں اور ہمنے تسلیم کیا کہ اُنہوں نے لکھا ہوگا لیکن اُنہوں نے محتمل کر کے لکھا ہے اس طرح سے کہ عجب نہیں اگر اسواسطے ہمراہ لیگئے ہوں اُنکے

نزدیک بھی یہ بات احتمالی ہے اور معتبر اور یقینی اور منقول کسی امام علیہ السلام سے نہیں ہے اور ہمنے تسلیم کیا لکھنا ملا عبد اللہ مشہدی کا ہر چند کہ وہ مقتدا شیعوں کے علما کے اور مشہور اور ملا نامی تو نہیں ہیں ہمارے نزدیک سب سے ثابت اور درست ہے کہ ابو بکر نے اپنی بیٹی کا حضرت کے ساتھ نکاح کر دیا تھا اور اکثروں سے پہلے مسلمان بھی ہوئے تھے اور اکثر ملازم خدمت میں رہتے تھے اور بڑے یار اور مونس اور ہمدم تھے حضرت کے اور اسیواسطے انکو انکے گھر سے بلا کر ہمراہ اپنے لیگئے تھے لیکن جب تک اسکا انجام بخیر نہو تو ان باتوں سے کیا فائدہ ہے اور ان لوگوں ہی کے حق میں تو خدا تعالی فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ اور بد افعالیاں خلیفہ صاحب کی ایسی ہیں کہ جن سے اُنکے ایمان صحیح میں بالکل فرق آگیا ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں وہ سب مسطور ہیں اور بجز عذر نا معقول کے اُسکے جواب میں اہل سنت سے کچھ نہیں بن پڑتا ہے اس صورت میں اگر ابو بکر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدا میں مونس اور ہمدم رہے اور بعد اُنکے اُنکی اہل بیت کے حقوق غصب کیے اور اس جہت سے اُن کو آزار پہنچائے تو وہ ہمدمی اور مونسی اُنکو کچھہ فائدہ نہ بخشے گی ابلیس نے عبادت خدا کی اسقدر کی تھی کہ معلم الملکوت مشہور ہو گیا تھا لیکن ایک نافرمانی میں کہ وہ سجدہ نکرنا آدم علیہ السلام کا تھا ملعون دنیا و آخرت ہو گیا **قال الشیخ الاشعری** خیر کوئی مانے یا نمانے پر دل سب کا سنی ہوں یا شیعہ یہی گواہی دیتا ہے کہ ابو بکر صدیق کا ہمراہ لیجانا فقط اس وجہ سے تھا کہ انکو کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر و مشیر و معین و مددگار سمجھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا محب خالص اور ہمدم با اختصاص جانتے تھے اور کیوں نہ سمجھیں شیعہ سنی کون نہیں جانتا کہ اُنہوں نے ابتدا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں کفار کے ہاتھ سے کیا کیا ایذائیں سہیں اور کسقدر جفائیں اُٹھائیں اور کسقدر مال لٹایا اور کیا کیا کر دکھلایا بلال رضی اللہ عنہ کو مول لیا اور قید کفار سے چھڑا کر آزاد کیا اور علے ہذا القیاس اللہ اور رسول کی خوشنودی کی اور سب اپنا خانمان برباد کیا پس درصورت اُنکے مکہ میں چھوڑ جانے کی ایک تو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ یقین کامل تھا کہ کفار انکو اور مجھے یکساں سمجھتے ہیں جو کفار نا بکار نے میرے لئے تجویز کیا ہے انکے لئے پہلے ہی اُنہوں نے بیشتر کفار سے مقابلہ کیا ہے اور اُنکو بارہا بہ وعظ و پند کیا ہے کہ دین اسلام دین حق ہے بت پرستی چھوڑو اگر سعادت مد نظر ہے اتباع نبوی اختیار کرو اگر انکو یہاں ہی چھوڑ گیا تو کفار انکو ہرگز زندہ نہ چھوڑینگے ہاں اگر عمر کو ساتھ لیلوں تو کچھ مضایقہ نہیں کہ اُنسے کفار کو چنداں پرخاش نہیں اور با اینہمہ اُنکی طرح طرح کے لحاظ پاس ہیں منجملہ اُنکے یہ بھی ہے کہ ابو جہل کے جو رئیس کفار ہے بہانجے ہیں باقی اور اصحاب کو کفار نگونسار کچھ رئیس دین و ایمان نہیں سمجھتے پھر تیسرے اُنکی بچاؤ کے اور بہت وجوہ ہیں پر ابو بکر کی رفاقت کفار کی آنکھوں میں خار ہے انکو دیکھ دیکھ لہو کے گھونٹ پیتے ہیں یہ اگر مارے گئے تو گویا رکن ایمان و اسلام ڈہ جائیگا اور ایسا رفیق شفیق اور ایسا مخلص کہ اُسکا اخلاص و محبت دل میں اثر کرتا ہے ہاتھ سے جاتا رہیگا با اینہمہ ایسے سفر پر خطر میں بے رفیق کے نہیں گزرتی پھر رفیق بھی ایسا چاہئے کہ نہ جان دریغ ہو نہ پاس آبرو ہو نہ فرزند کی محبت سے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اُسکے دل پر غالب ہو اور تپسر گرم و سرد زمانہ دیکھتے ہوئے تجربہ کار سیر سفر مرد ہوشیار یگانہ روزگار بلند ہمت عالی فطرت یار بے تکلف محب صمیم راز دار قدیم ہو جس سے دل کی بات کہکے دل خالی ہو غم و حیرانی سے وحشت و پریشانی اُسکی صحبت سے دور ہو سو مجموعہ ان اوصاف کا سوا جناب صدیق کے کسی میں نپایا اسی لئے عین دوپہر کے وقت آپ اُنکے گھر تشریف لائے اور حاضری بکوا کر دونوں مخدوم عالم اور خادم ہمدم رونق افروز غار ثور ہوئے اور عبد اللہ بن ابی بکر کو کہ فرزند ارجمند پسر کلاں حضرت صدیق کے تھے جاسوسی کے لئے مقرر کیا کہ مشورہ کفار سے جو کچھہ وہ درباب طلب و تلاش حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں سب سے آگاہ کرتے رہیں **اقول** پہلے اس سے ہم لکھہ چکے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم جو ابو بکر کو ہمراہ اپنے لیگئے ہیں ابو بکر کو رستہ میں کھڑا ہوا دیکھہ کر لیگئے ہیں اور ابو بکر کو انکے گھر سے بلا کر نہیں لیگئے کہ حکم حضرت کو تنہا گھر سے نکلکر جانیکا تھا کہ کسیکو حضرت کے روانہ ہونیکی اطلاع نہو تاکہ کفار حضرت کے جانے پر مطلع نہو جائیں اور شیعہ تو کا ہیکو گواہی دینگے ابو بکر کو رسول خدا کے وزیر اور مددگار ہونے پر اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی ثابت ہے کہ ایک حیلہ اور چالاکی سے وزیر بن بیٹھے ہیں اور مدد حضرت کی کبھی نہیں کی ہے ہمیشہ حضرت کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور مشورہ کا حکم حضرت کو موافق حکم و شاورھم کے سب اصحاب کے ساتھ تھا اور محب اور ہمدم بھی اپنا حضرت کو سمجھتے تھے کہ وہ لوگ حضرت پر ایمان لائے تھے اور اپنا پیغمبر اُنکو جانتے تھے ابو بکر کی خصوصیت اسمیں کچھہ نہیں تھی کہ ان اوصاف کی جہت سے اُنکو ہمراہ اپنے لیجاتے اور ایذا بھی کفار کے ہاتھ سے بدولت اسلام حضرت کی رفاقت میں سب اصحاب نے پائی ہے مگر جوتیاں اپنی بیوقوفی سے سوائے ابو بکر کے کسی نے نہیں کہائیں اور لٹانا مال کا اور حضرت بلال کا قید سے چھڑانا مول لیکر ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے یہ سب اہل سنت کا ساختہ اور پرداختہ ہے کہ واتقی و صدق کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں لیکن اتفاق اُنمیں بھی نہیں ہے بلکہ واحدی نے تو موافق

شیعوں ہی کی اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور باسناد متصل عکرمہ سے اور اُس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ابو دحداح کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ اُس نے درخت خرما
خرید کرکے راہ خدا میں دیا تھا اور ابوبکر نے اپنا خانماں خوشنودی خدا و رسول میں کسوقت برباد کیا تھا یہ بھی ایک بناوٹ اہل سنت کی ہے ابوبکر کی فضیلت میں کہ سراسر دروغ
ہے اور کفار ابوبکر کو اور رسول خدا صلعم کو ہرگز یکساں نہیں جانتے بلکہ کفار تو رسول خدا صلعم کے درپے تھے اور ابوبکر سے تو اُنکو کچھ واسطہ ہی نتھا اور نہ ابوبکر کے خیال میں تھا کہ اُسکو
خاصکر آزار پہنچانا چاہئے اور اگر دشمنی تھی کفار کو تو سب مسلمانوں سے برابر تھی ابوبکر سے کچھ زیادہ دشمنی ہرگز نہ تھی اور نہ ابوبکر کے کوئی درپے تھا جھوٹی باتیں لکھکر کیوں کاغذ سیاہ
کرتا ہے اور ابوبکر رسول خدا صلعم کے برابر ایذا رسانی میں کیونکر ہوسکتا ہے رسولخدا صلعم کے واسطے تو کفار نے تجویز کیا تھا کہ اُنکو قتل کرنا چاہئے جسکا کلام اللہ گواہ ہے اور ابوبکر کے
واسطے کیا تجویز کیا تھا کہیں اُسکی ایذا رسانی کا بھی قرآن میں ذکر ہے فقط اسیقدر وقوع میں آیا تھا کہ رسول خدا صلعم ابوبکر کو راہ میں دیکھکر اپنے ہمراہ غار میں لیگئے تھے اور ابوبکر
غار میں کفار کے خوف سے رنج کرنے لگے تو رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ تو رنج مت کر کہ خدا ہمارے ہمراہ ہے جسکو خدا تعالی نے اپنی کتاب میں باین الفاظ نقل کیا کہ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا
تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا سو اسمیں فضیلت کی کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے لیکن اہل سنت نے اس مقدمہ میں ابوبکر کی فضیلت میں طومار لکھے ہیں کہ جسکا نہ کوئی سر ہے نہ پاؤں ہے اور
وعظ و پند کفار کو سبھی مسلمان کرتے تھے ابوبکر کی کچھ خصوصیت نہیں ہے اور اگر ابوبکر کو حضرت مدینہ میں چھوڑ جاتے تو جو حال اور مسلمانوں کا ہوا بعد حضرت کے وہی ابوبکر کا ہوتا
ابوبکر کے واسطے کسی طرح کی مزیت نتھی اور یہ جو بے سند لکھتا ہے کہ حضرت نے یقین کیا کہ ابوبکر کو یہاں چھوڑ گیا تو کفار اُنکو زندہ نہ چھوڑینگے بالکل غلط ہے یہ سارا مضمون جھوٹا
اس شیخ نجدی کا اپنے دل سے جوڑا ہوا ہے اور اسکی کچھ اصل نہیں ہے اور کفار ابوبکر کو اور عمر کو دونوں کو یکساں سمجھتے تھے بلکہ عمر سے اُنکو زیادہ عداوت تھی کہ عمر بہ نسبت ابوبکر
کے بہت تند خو اور بدمزاج تھے اور یہ خیال عمر کے اس جہت سے ہمراہ نہ لیجانے کا بھی بالکل غلط ہے اور اسکی کچھ اصل نہیں ہے اور اس شیخ نجدی کی من جوڑی بات ہے اور نہ ابوبکر
کو کفار زیادہ رفیق حضرت کا سمجھتے تھے یہ بھی سب جھوٹ ہے اور ابوبکر کی رفاقت خاص کیا کفار کے خیال میں بھی نہ تھی اور معلوم نہیں کہ ابوبکر کو کن ایمان و اسلام اس شیخ
نجدی نے کسوجہ سے لکھا ہے یا تو اسواسطے کہ ابوبکر رسولخدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر سب سے پہلے بھاگ جاتے تھے اور یا اُنکی جہالت اور بے علمی کی سبب سے کہ مسائل دین میں غلطیاں
کرتے تھے اس جہت سے رکن ایمان ہونگے و نہ ابوبکر میں کونسی خصلت مزیت کی اور کونسی تھی اور جیسے کہ ابوبکر رفیق شفیق اور مخلص حضرت کے تھے ایسے ہی سب مسلمان تھے خصوصیت ابوبکر
کی کچھ نہیں ہے اور سینکڑوں مسلمان جہادوں میں مارے گئے اگر ابوبکر بھی مارے جاتے تو کیا نقصان اسلام میں ہوتا بلکہ وہ مارے جاتے تو یہ گمراہی جو بدولت اُنکے لوگوں کو حاصل ہوئی ہے
کاہیکو ہوتی اور جان کا دریغ کرنا ابوبکر کا تو جنگ احد اور حنین و خیبر میں بخوبی معلوم ہوگیا تھا کہ جنگ حنین میں رسولخدا صلعم پکارتے تھے کہ کہاں بھاگے جاتے ہو میں رسولخدا
یہاں ہوں کوئی پھر کر نہ دیکھتا تھا تب حضرت عباس ٹیلے پر چڑھکر پکارے اے بیعت رضوان والو اے سورہ بقرہ والو کہاں بھاگے جاتے ہو یہاں آؤ تب مسلمان اُلٹے پھرے اور میاں
ابوبکر صاحب بھی اُن بھگوڑوں ہی میں تھے جنکو یہ شیخ نجدی لکھتا ہے کہ ایسا رفیق چاہئے کہ جان دریغ ہو نہ پاس آبرو ہو اور سوا نو آدمی بنی ہاشم کے اُسوقت حضرت کے پاس کوئی
باقی نرہا اپنے کنبہ ہی کے آدمی رفاقت میں ہے اور کھانے چاٹنے والے سب بھاگے ہوئے اور حضرت کی جان کا کچھ پاس نکیا اور پھر یہ دروغگو ابوبکر کو حضرت کا رفیق شفیق اور مخلص اور محب
اور جان کا دریغ نکرنیوالا لکھتا ہے برعکس نہند نام زنگی کا فور۔ اور اگر محبت خدا اور رسول خدا ان و فرزند کی محبت سے زیادہ دل پر غالب ہوتی تو جہاد سے ہرگز نہ بھاگتے بلکہ اگر دوست
خالص خدا اور رسول خدا کے ہوتے تو اُنکی اطاعت میں ہیں جان دیدیتے اور بھاگتے نہیں لیکن وہ کچھ جان دینے کو تو کچھ مسلمان ہوئے ہی نتھے بلکہ اسواسطے ہوئے تھے کہ یہ ریاست مسلمانوں کی
کی بعد رسول خدا صلعم کے کسی طرح ہمارے ہاتھ آجائے جب اُنکی یہی آرزو تھی تو وہ کیونکر مفت اپنی جان دیتے اور جہاد میں سے نہ بھاگتے اور سرد و گرم زمانہ کا البتہ دیکھے ہوئے تھے
اور تجربہ کار بھی تھے اور ہر چیز سے اور ہر پیچ سے دنیا کی خبردار تھے اور اپنے اِن تجربوں ہی سے تو پیچ کرکے خلافت کو کہ جو حق علی کا تھا غصب کیا لیکن بلند ہمت اور عالی فطرت ہرگز
نتھے کہ اپنے ایسے محسن کی اہل بیت سے ایسی بدسلوکی کی کہ اُنکے حقوق غصب کئے اور ان امور کا ابوبکر میں مجتمع ہونا اگر تھا تو سب ظاہرداری اور دنیا سازی کے اعتبار سے تھا اور اگر
محب صمیم ہوتے تو جہاد میں جاکر آرپار نہ جاتے تو کوئی زخم تو کفار کے ہاتھ سے کھاتے لیکن تکبیر بھی اُنکی کسی جہاد میں جاری نہوئی اور یہ جو لکھتا ہے کہ عین دوپہر کے وقت غار
کی طرف روانہ ہوئے یہ بھی غلط ہے جسوقت کہ بے اطلاع کفار کے اور اُنسے پوشیدہ ہوکر جانا منظور تھا تو دوپہر کو روانہ ہونیکی کون صورت تھی بلکہ کفار نے تو حضرت کے قتل کا مشورہ
کیا تھا اور حضرت جبرئیل نے خدا تعالی کا حکم اسیوقت اُن حضرت کو سنایا کہ تو اپنے بچھونے خواب پر علی کو لٹا آج کی شب مدینہ کو روانہ ہو جا حضرت اسی شب روانہ ہوگئے اور اسی
حالت میں دن کو روانہ ہونا کہیں عقل میں بھی آتا ہے اور ابوبکر کے گھر جاکر حاضری کا پکوانا اور دوپہر کو وہاں سے روانہ ہونا بالکل غلط ہے نہ تو حضرت ابوبکر کے گھر تشریف لیگئے اور
نہ اُنکے گھر جاکر حاضری پکوائی اور نہ دوپہر کو روانہ ہوئے اگر دوپہر کو روانہ ہوتے تو تمام مکہ میں شور و غل مچ جاتا اور اسقدر مہلت کہاں تھی کہ دوپہر کو باطمینان قلب تمام حاضری
پکواکر اور اپنے ہمراہ لیکر جاتے کس طرح کا دروغگو اور کذاب ہے یہ شیخ کیسے کیسے مضمون اپنے دل سے تراشتے ہیں قال الشیخ الاشعری اگر خاندان صدیقی کو کچھ بھی عداوت

ہوتی تو یہ معاملے کہیں ہو سکتے اور اگر بالفرض والتقدیر بفرض محال ایسے مشورے پیش بھی آئے تو اس سے بہتر کینہ کشی کا وقت آگے پھر کونسا ہاتھ آتا انعام کفار جدا لیتے اور اپنا کام جدا کرتے حضرات شیعہ ہی اپنی کتابوں کو دیکھکر فرمائیں کہ ہم نے اِس قصہ میں کیا جھوٹ ملا دیا ہے سر مو اگر فرق پائیں تو جو چاہیں ہو کریں منصفوں کو تو بولے لگے کہے نہیں بن پڑتی کہ ایسے وقت کی ہمدمی اور ہمراہی اور اس اہتمام اور انتظام سے اُنکا ساتھ لینا ایسی بڑی فضیلت ہے کہ حضرت علیؑ کا اُس شب بستر پر سو رہنا اُسکے ہمسنگ نہیں ہو سکتا اغدر میں سب نے دیکھا ہوگا کہ تلاشی کی وقت اگر مجرم نہیں ملا تو حکام نے اُن لوگوں سے کچھ پرخاش نہیں کی جو اُس مقام پر ملے ہاں جسکو رفیق و مددگار مجرم دیکھا اُسکو بھی مجرم ہی سمجھا ہای افسوس کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت حضرت صدیق کے حق میں مقبول نہو فقط اس شرم سے کہ مسلمان کہلاتے ہیں اگر خدا کے کلام کو نہ مانیں گے تو جواب کیا دینگے اِس آیت کو جبراً کرہاً اگر سر دھرتے ہیں تو ہزار طرح کی نامعقول تاویلیں گھڑتے ہیں پر چند مفتریان سیہ باطن تیرہ درون کے گھڑی گھڑی باتوں کو ایسا دل و جان سے بے حیلہ و حجت قبول کرتے ہیں کہ اگر اُسکے قبول کرنے کو کلام اللہ کے قبول کرنے سے موازنہ کریں تو کلام اللہ کا تسلیم کرنا اُسکی پاسنگ بھی نہیں ہوتا ہمیں اس امر میں شک بھی نہیں کہ حضرات شیعہ کے دل میں اس آیت سے اول وہلہ یہی معنی آتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو اُسوقت اگر رنج تھا تو یہی تھا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت بے بس و بیکس ہیں میں ایک تن تنہا کیا کر سکتا ہوں مبادا دشمنان دین جو پاس پاس کو پھرتے ہیں اس طرف کو جھانک اٹھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو ہلاک کر جائیں ور ہماری حسرتیں ور تمنائیں سب دل کی دل میں رہجائیں مگر چونکہ کمال درجہ کی بیکسی اور بے سروسامانی کو امداد و اعانت لازم ہے چنانچہ کلام اللہ میں ہے حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا یعنے جبکہ ناامید ہوگئے رسول اور اُنہیں یہ وہم ہوا کہ یہ وعدے جو درباب نصرت اور مددگاری کے ہمسے تھے مبادا خیال شیطانی ہوں ہم اپنی غلط فہمی سے اُسکو وعدہ خداوندی سمجھتے ہوں آئی اُنکو ہماری مدد اُس ایسی میں جو حضرت ابوبکر باعتبار رفاقت کے بیتاب ہو رہے تھے نزول امداد ہوا اور یہ بشارت ہوئی لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اے ابوبکر مایوس اور غمگین مت ہو تسلی رکھ ہمارے ساتھ خدا ہے **اقول** شیعہ ہرگز یہ نہیں کہتے ہیں کہ ابوبکر کو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت تھی بالکل تہمت ہے شیعوں پر بلکہ دوست رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر وغیرہ دنیادار طالب ریاست عاشق مال و دولت کے تھے کہ اُنہوں نے امور دنیائی اور حُب جاہ کے سبب سے حقوق اہل بیت علیہم السلام غصب کئے اور اُنکے باب میں جناب رسول خدا صلعم کی بھی رعایت نہ کی اور اس قصہ کو جو کچھ تو نے لکھا ہے اکثر اسمیں جھوٹ اپنی طرف سے ملایا ہے شیعہ کیا اہل سنت کی کتابوں میں بھی یہ طومار نہیں ہے اور اگر تو نے لکھا تو تیرا کیا کر سکتے ہیں بہت سے مضامین تو نے اِس کتاب میں اپنی رائے سے ایجاد کرکے لکھے ہیں کہ وہ فریقین کے کتابوں میں نہیں ہیں ایک یہ مضمون بھی ہے اور یہ ہمدمی اور ہمراہی ابوبکر کی کسی کام کی نہ تھی راہ میں کھڑا ہوا دیکھکر ہمراہ اپنے لیگئے اس جہت سے اور یہ خیال کرکے کہ ابوبکر نے مجھ کو دیکھ لیا ہے اور اسکے یہاں رہنے میں احتمال ہے کہ کسی وجہ سے کفار کو میری خبر ہو جاوے اسواسطے اپنے ہمراہ لیا اور معلوم نہیں وہ اہتمام اور انتظام کونسا ہوا تھا ابوبکر کے لیجانے میں پوشیدہ ہو کر تو حضرت خود جاتے تھے ابوبکر کے واسطے کیا اہتمام کرتے اور جب غار میں پہنچے ہیں تو اُس غار میں کسی طرح کا خوف اور کھٹکا نہ تھا کہ اُس غار کے دروازے میں کبوتری نے انڈے دیئے تھے اور مکڑی نے جالا تنا تھا اور درخت خاردار دروازہ میں اُسکے بقدرت خدا اُسیوقت پیدا ہو گیا تھا کہ اسکی جہت سے کفار کو وہم بھی اُس غار میں کسی آدمی کی ہونیکا نہ تھا اور ایسا سامان خدا تعالیٰ نے حفاظت کا اپنے حبیب صلعم کے واسطے مہیا کر دیا تھا کہ وہ غار مثل حصن حصین کے ہوگیا تھا اور کسی طرح کا وہم بھی خوف کا اُس غار میں باقی نہ رہا تھا اور ابوبکر جو خوف کفار سے رنج و غم کرتے تھے باوجود ملاحظہ اس قدرت خدا اور معجزہ رسول خدا کے کہ کیسا سامان حفاظت کا کر دیا تھا تو خدا تعالیٰ پر اُنکو اعتماد نہ تھا باوجود دیکھنے اس سامان حفاظت کے اور اپنی جان کا اُنکو رنج تھا کہ ہائے کیسی بلا میں پھنسے اب یہاں سے کیونکر نکلنا ہوگا اور اگر خدا تعالیٰ پر اُنکو اعتماد ہوتا تو بدون ملاحظہ سامان حفاظت کے خدا پر توکل کرکے صبر کرتے اور رنج اور جزع اور فزع نکرتے اور جسوقت سامان حفاظت کا دیکھا تو اُسوقت تو کوئی صورت ہی رنج کرنے کی نہ تھی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ابوبکر پر نہایت غلبہ اندوہ اور رنج کا ہے اپنی جان کے واسطے اور احتمال ہوتا ہے کہ کثرت رنج سے ہائے اور واویلا کرنے لگے جس سے کفار کو خبر ہو جائے اُسوقت اُسکی تسلی کے واسطے فرمایا کہ رنج مت کر کہ خدا تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے ورنہ وہ غار ایک ایسا قلعہ محکم ہوگیا تھا کہ وہاں کسی طرح کی دہشت باقی نہ رہی تھی اور مقام خوف حضرت کی خوابگاہ تھی کہ جہاں حضرت علی ابن ابیطالب تھے کہ سیکڑوں کفار حضرت کی دولتسرا میں درانہ داخل ہو گئے اور حضرت علیؑ تن تنہا تلوار لیکر اُنکے مقابلہ میں کھڑے ہوگئے اور کسی طرح کا اندیشہ نکیا اگر حضرت ابوبکر اس مقام میں ہوتے تو یقین ہے کہ کفار کے انبوہ کو دیکھکر اپنے لنگ میں ہگ بھرتے مارے خوف کے اسی لئے رسول خدا صلعم نے حضرت علی کو اپنے فرش خواب پر مقرر کیا کہ یہ کفار کا خوف نکریگا اور حضرت علیؑ کی شان میں تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ یعنی بعضے آدمی وہ ہیں کہ فروخت کرتے ہیں اپنے نفس کو واسطے طلب کرنے رضامندی خدا کے اور ابوبکر کی شان میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے بجز اسکے کہ خدا تعالیٰ نے قول رسول خدا صلعم کا جو ابوبکر کی محض تسلی کے واسطے تھا قرآن میں نقل کر دیا اس شیخ

بخدی بے انصافی کو دیکھنا چاہیئے کہ ابوبکر کی بے اعتقادی کو قدرت خدا پر اور اُسکی جزع اور فزع اور بُزدلی کو فضیلت ابوبکر کی قرار دیتا ہی اور علی بن ابی طالب کی شجاعت اور
بہادری پر کہ جو حضرت کے بستر پر سو رہے اور کچھ پروا انکی اور ہزاروں کفار کا تلوار لیکر مقابلہ کیا ابوبکر کی بزدلی کو ترجیح دیتا ہی اور اُسکی فضیلت مقرر کرتا ہی اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ
اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ حضرت علی کی شجاعت کو کہتا ہی کہ یہ ابوبکر کی اُس بزدلی کی ہمسنگ ہی نہیں اور مغدریں انگریزوں نے اگر کسی کو مددگار مجرم کا سمجھا ہی تو البتہ اُسکو بھی مجرم
سمجھا ہی اور ابوبکر نے تو رسول خدا صلعم کی کچھ بھی مدد نہیں کی بلکہ رنج اور جزع اور فزع کرکے زیادہ خوف دلانے لگے ایسے مقام میں تو تسلی کی اور دل کے بڑھانے کی باتیں
چاہیئیں تھیں کہ رنج اور گھبرانے کی کہ جس سے مرد بھی نامرد ہو جائے اور رفیق کو مجرم کے انگریزوں نے اگر بے قصور جانا ہی تو اُسکو کچھ نہیں کہا ہی اور ایسے ہی ابوبکر تھے کہ اُنکا کوئی خواہاں
تھا اور نہ اُنکی تلاش کسی کو تھی اور معلوم نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی شہادت کونسی ہی ابوبکر کے حق میں جسکو شیعہ قبول نہیں کرتے خدا تعالیٰ نے صاحب کا لفظ قرآن میں اسلیے
فرمایا ہی کہ پیغمبر اپنی اُس ہمراہی سے کہتا تھا اور صاحب کا لفظ وہ ہی کہ مؤمن اور کافر پر دونوں پر بولا جاتا ہی اور رسولخدا صلعم نے یہ فرمایا تھا ابوبکر کو کہ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا
اس سے فقط یہ ثابت ہی کہ حضرت نے فرمایا تو ان کافروں کے خوف سے رنج مت کر خدا تعالیٰ ہمارا ہماری حفاظت کے واسطے ہمارے ہمراہ ہے کہ ہم کو اُنکے شر سے بچا لیگا اور ایسے
مقام میں اکثر ایسا کہا کرتے ہیں اور حفاظت خدا کی مؤمن اور کافر دونو کے واسطے ہوتی ہی کیا کفار کا بچانیوالا آفات بحری اور بری سے سوائے خدا کے کوئی اور ہوتا ہی اور
لصاحبہ اور ان اللہ معنا کو پہلے اس سے ہم مفصل بیان کر چکے ہیں لیکن وہ شہادت خدا کی اور رسول خدا کی معلوم نہیں کونسی ہی کہ جسکو شیعہ قبول نہیں کرتے ہیں
اور جس طرح کی شہادت کہ ہی اُسکو قبول کرتے ہی ہیں کیوں نہیں قبول کرتے لیکن فضیلت ابوبکر کی اس سے ثابت نہیں ہوتی اور اس قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور
جو کچھ اُس میں ہی وہ سب حق ہی لیکن جو بات کہ تمہاری مرضی کے موافق قرآن سے ثابت نہو تو اُسکو ہم کیونکر تسلیم کریں اور خلاف کلام اللہ کے تمہاری مرضی کے موافق
کیونکر کہدیں اور ہم وہ بات بیان کرتے ہیں جو قرآن کے ظاہر سے مفہوم ہوتی ہی اور واقعی ہی کہ جس میں تاویل کو کسی طرح کا تعلق نہیں اور ہم کسی طرح سے تاویل نہیں کرتے ہیں
تو تاویل کرتا ہی کہ جو امر کہ قرآن سے ثابت نہیں ہے اُسکو اپنی طبیعت سے ایجاد کرکے لکھتا چلا جاتا ہی صفحہ کے صفحہ چار پانچ لفظوں کے معنی میں اپنی رائے ناقص سے پیدا کرکے عبث اور فضول
طول دیتا ہی اور ہم کلام اللہ کے مضمون کو ان لوگوں سے لیتے ہیں کہ جو وارثان علم نبی تھے اور تم اُن لوگوں سے لیتے ہو کہ جو اعدا آل رسول تھے اور تم پیروی کرتے ہو ابوحنیفہ کی جو کہ قرآن اور
حدیث کے خلاف حکم دیتا تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں مثل ربیع الابرار وغیرہ کے لکھا ہی کہ اس نے چار سو حدیثیں رد کی ہیں اسیواسطے خطیب بغدادی اور امام غزالی وغیرہ
نے ابوحنیفہ کو گمراہ اور گمراہ کرنیوالا لکھا ہی اور لکھا ہی کہ ایسی خلقت بد مثل ابوحنیفہ کے دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوئی ہی اور اگر تیرا دل چاہتی تو اب بھی دلی میں جاکر سن لے
کہ ایک شخص مولوی نذیر حسین صاحب کے معتقدین میں سے چاندنی چوک میں کھڑا ہو دو سو تین سو آدمیوں کے روبرو علانیہ اپنے وعظ میں کہتا ہی کہ ابوحنیفہ گمراہ تھا اور جو کوئی اُسکی
پیروی کریگا وہ بھی گمراہ ہی سو تم اپنے دین کو ایسے گمراہوں سے لیتے ہو اور پیروی اُنکی کرتے ہو کہ جنکو خود علما محققین اہل سنت گمراہ لکھتے بھی ہیں اور کہتے بھی ہیں اس صورت میں تمہارا
دین اور نماز اور روزہ اور حج وغیرہ عبادات سب باطل ہی تمہارے اقرار سے اور شیعوں کے دل میں اس آیت سے اول وہلہ میں ہرگز یہ مضمون سمجھ میں نہیں آتا ہی کہ ابوبکر کو اُسوقت
رسولخدا کے لئے بے بس اور بیکس ہونے کا رنج تھا بلکہ ابوبکر کو اُسوقت اپنی جان کا رنج تھا کہ حضرت کی ہمراہی میں مفت مارے گئے اور اگر کوئی صورت غار سے باہر نکلنے کی نظر
آتی تو ابوبکر بلا تامل اور بے تردد حضرت کو غار میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے جیسا کہ بعد اسکے حضرت کو تنہا چھوڑ کر جہادیں سے بھاگ جاتے تھے اور رسولخدا صلعم کی طرف سے رنج کرنا تو
ابوبکر سے کوسوں بعید تھا اگر حضرت کی تنہائی اور بیکسی کا رنج ہوتا تو بعد اسکے حضرت کو ہزاروں کفار میں تنہا چھوڑ کر کیوں بھاگتے اور غار کے باہر تو چند ہی کفار ہونگے
ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ تھی اور غار بھی علامات قدرت خدا اور معجزات سرور دوسرا سے مثل حصن حصین اور قلعہ مستحکم کے ہو رہا تھا کہ وہاں کسی طرح کا خوف اور کھٹکا
نتھا لیکن پھر بھی ابوبکر بسبب اسکے کہ اُنکو قدرت خدا پر اعتماد نتھا باوجود ملاحظہ سامان حفاظت کے اپنی جان کے واسطے رنج کرتے تھے اور رسولخدا صلعم کی جان کا رنج تو اُنکے
وہم میں بھی نہوگا اور خدا تعالیٰ نے وعدہ نصرت اور امداد کا جو اپنے حبیب سے کیا تھا اُسکا ایفا کیا چنانچہ فرماتا ہی کہ فقد نصرہ اللہ اور ایدہ بجنود اور ابوبکر کی نصرت سے کیا
تعلق ہی کہ اُسکے کوئی درپے آزار ہی نتھا اور اگر ان اللہ معنا میں سے ابوبکر کی بھی نصرت مفہوم ہوتی تو خدا تعالیٰ بعد اسکے فرماتا کہ وایدہما لیکن کسی جگہ ابوبکر کی
نصرت کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں ہے اور کیونکر اُس کی نصرت کا ذکر ہو کہ وہ تو ایک اجنبی شخص تھا کہ اُسکے کوئی درپے تکلیف اور ایذا ہی نہ تھا صرف
جان واحد جناب رسول خدا صلعم کے قتل اور آزار کے درپے تھے سو اُن حضرت ہی کی نصرت کی قرآن میں اُس کا ذکر کیا اور ابوبکر کی نصرت سے
کیا تعلق ہے اور نہ خدا تعالیٰ نے ابوبکر سے نصرت کا وعدہ کیا اور کیونکر وعدہ کرتا نصرت کا کہ ابوبکر کی تو کسی کو تلاش ہی نتھی آزار دینے کے واسطے
اور لاتحزن ان اللہ معنا حضرت نے جو فرمایا اُس میں ابوبکر کی نصرت کی بشارت نہیں ہے بلکہ ابوبکر جو خوف کفار سے رنج کرتے تھے تو حضرت نے اُن کی

تسلی کے لئے ایسا فرمایا کہ خدا تعالٰی ہماری حفاظت کے لئے ہمارے ہمراہ ہے اور حفاظت بھی حقیقت میں رسول خدا صلعم ہی کی تھی کہ کفار انکے درپے آزار تھے اور حضرت کی حفاظت کے ضمن میں ابوبکر کی حفاظت بھی آگئی اور یہ آیت جو اس نے لکھی ہے اور ناامیدی نصرت کی جو اس سے سمجھا ہے بالکل غلط ہے اسواسطے کہ رحمت خدا سے انبیاء مایوس نہیں ہوتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جسوقت کہ مایوس ہوئے پیغمبران خدا ایمان لانے سے کفار کے اور اسی آیت کو فدک کے مقدمہ میں بھی آیت وَهَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا کے ذیل میں لکھا ہے اور ہمنے وہاں جواب معقول اسکو دیا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس وعدہ صادق نے ظہور فرمایا اور کفاروں کو نگونسار کے شر سے اُن دونو بندگان خاص کو بچا کر بحفظ تمام مدینہ میں پہنچایا اور پھر دین کو یہ رونق دی کہ اظہر من الشمس ہے سو دعا دینی چاہئے ابوبکر صدیق کی جان کو کہ وہ اتنے غمگین ہوتے نہ اسکا یہ ثمرہ مرتب ہوتا کہاں انکے صدقہ سے یہ نصرت ہو کہاں ملک ایران وغیرہ قبضہ کفار سے چھوٹیں اور شیعوں کو ٹھکانا ملے مگر اس نااہلی کو دیکھئے کہ شکرانہ کے بدلے کچھ کہتے ہیں کہ کوئی اپنی محسن کے ساتھ نکرے ﴿ مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں ﴾ اس مقام میں بعضے متعصب لاچار ہو کر بہت پیچ و تاب کھا کر شاید کہیں تو یہ کہیں کہ واقعی اُس زمانہ تک تو ابوبکر ایسے ہی تھے جیسے خدا کے کلام سے سمجھا جاتا ہے مگر وہ بات پھر نہ رہی ہوگی یہ شبہ اس قابل نہیں کہ اُسکے جواب کی طرف متوجہ ہو بلکہ شیعوں کو لازم ہے کہ اسبات کو منہ پر نہ لائیں مبادا کوئی ہندو و انگریز سنکر یوں کہنے لگے کہ ایسے خدا ہی کو سلام ہے جسے چار دن کی خبر نہو **اقول** البتہ وہ وعدہ کہ جو واسطے جناب رسول خدا صلعم کے تھا نہ واسطے ابوبکر کے اُس وعدہ نے ظہور فرمایا اور جناب رسول خدا صلعم کفار نگونسار کے شر سے بچا کر مع ابوبکر کے بحفظ تمام مدینہ میں پہنچایا اور پھر خدا تعالٰی نے دین کو رونق بخشی ذوالفقار حیدری کے دبدبہ سے جسوقت کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ جہاد کفار سے بھاگ جاتے تھے رسول خدا صلعم کو ہزاروں کفار میں تنہا چھوڑ کر ﴿ گر نبودے دست حیدر ذوالفقار ﴿ کے شدی اللہ اکبر آشکار ﴾ سو دعا دینی چاہئے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی جان کو کہ انہوں نے کفار کو نگونسار کرکے دین کو جاری کیا اور بطفیل ذوالفقار حیدر کرار مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو اب جہاد کرنا بھی آسان ہوگیا مفت کی فوج بہم پہنچی اور بعد اسکے جو ابوبکر اور عمر نے اپنی ریاست کی ترقی کے واسطے جہاد کروائے ہیں اور ایران وغیرہ فتح کیا ہے اور اسی طرح معاویہ اور یزید اور عبدالملک وغیرہ نے فیقان اور قہستان اور سجستان اور دوان وغیرہ فتح کیے یہ سب بطفیل ذوالفقار علی بن ابیطالب علیہ السلام ہے کہ اسلام کی جڑ باندھ دی تھی اور مستحکم کر دی تھی کفار کو نگونسار کرکے اور ثلاثہ وغیرہ خود تو کسی جہاد میں گئے نہیں لیکن اپنی ریاست کی ترقی کے واسطے مسلمانوں کو واسطے جہاد کے بھیجدیتے تھے اور مسلمان ترقی اسلام اور بامید حصول مال غنیمت جہاد کرتے تھے اور انکی ریاست مفت گھر بیٹھے ہوئے ترقی پکڑتی تھی اور کوئی اس عقل کے دشمن سے پوچھے کہ ابوبکر کے غمگین ہونے سے کونسا فائدہ حاصل ہوا اور انکے غمگین ہونے سے نصرت کیونکر ہوئی اور غمگین ہونے سے انکے کیا ہوا بلکہ وہ غمگین ہونا ابوبکر کا موافق مرضی خدا اور رسول خدا کے نہ تھا ورنہ غمگین ہونے سے کیوں منع کرتے انکو جناب رسول خدا صلعم اور اگر نصرت ہوئی تھی تو جناب رسول خدا صلعم کے واسطے ہوئی کہ کفار انکے درپے قتل اور ایذا رسانی تھے اور ابوبکر کے واسطے نصرت کی وجہ کیا تھی کہ ابوبکر کا تو کوئی خواہاں بھی نتھا اور رسول خدا صلعم ہی کی نصرت کا خدا تعالٰے نے ذکر کیا ہے نہ ابوبکر کی نصرت کا چنانچہ فرماتا ہے کہ فقد نصرہ اللہ اور فرمایا کہ وایدہ بجنود اور ابوبکر کے واسطے کہیں بھی کچھ نہیں فرمایا بلکہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کا قول نقل کر دیا ہے کہ وہ اپنے ہمراہی سے کہتا تھا کہ تو غمگین مت ہو خدا تعالٰے جو ہمارے ہمراہ ہے وہ ہم کو انکے شر سے محفوظ رکھیگا اور ابوبکر کا شکرانہ کسبات کا کریں اُس نے ہمپر کیا احسان کیا ہے اور اپنے زمانہ میں جو انہوں نے جہاد کروائے ہیں وہ اپنی ریاست کی ترقی کے واسطے نہ اسلام کی ترقی کے واسطے اور ابوبکر کے زمانہ میں تو ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آیا بھی نہ تھا عمر کے زمانہ میں آیا تھا سو وہ بھی حضرت علیؑ کے مشورہ سے اور شیعوں کے واسطے ایران کی خصوصیت کیا ہے شیعہ تو سب جگہ موجود ہیں اور کثرت شیعوں کی البتہ ایران میں ہے اور وہ ہی حق پر ہیں موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے چنانچہ بیضاوی اور معالم التنزیل میں لکھا ہے تفسیر میں آیت يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ کے جو کہ سورہ محمد میں ہے کہ لوگوں نے رسول خدا صلعم سے پوچھا زیادہ فرما دو کہ وہ کون ہیں حضرت نے دست مبارک اپنا حضرت سلمان کے شانہ پر مارا یا ران پر اور فرمایا کہ یہ اور قوم اسکی قسم ہے خدا کی اگر بالفرض ایمان دنیا سے اُٹھ جاوے یہانتک کہ ثریا سے آمیختہ ہو جاوے تو البتہ جماعت فارس کی اُس پر ہاتھ ماریں اور اُسکو حاصل کریں اور آیت فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کی تفسیر میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ لوگ کہ جنکو خدا دوست رکھیگا اور وہ خدا کو دوست رکھیں گے فارس کے آدمی ہیں اور یا یمن کے آدمی ہیں اور یمن میں بھی اکثر شیعہ ہی ہوتے تھے اور خدا تعالٰے کے کلام سے ابوبکر کی کوئی فضیلت نہیں سمجھی جاتی بجز اسکے کہ خدا تعالٰے نے ابوبکر کو صاحب رسول خدا صلعم کا فرمایا ہے اور صاحب اسکو کہتے ہیں کہ جو اپنی صحبت میں ہمراہ اپنے ہو اور وہ عام ہے خواہ مومن ہو خواہ کافر ہو چنانچہ ہم مفصل پہلے اس سے کئی جگہ بیان کر چکے ہیں اور رہا یہ ہے کہ جسوقت ابوبکر خوف کفار سے رنج کرنے لگے تو رسول خدا صلعم نے واسطے تسلی کے ابوبکر سے فرمایا ہے کہ تو رنج مت کر خدا ہمارے ہمراہ ہے سو خدا تعالٰی ہمراہ تو ہر بندہ کے ہوتا ہے مومن کے اور کافر کے لیکن

حضرت کا فرمانا کہ خدا ہماری ہمراہ ہے تو مراد اُس سے یہ ہوئی کہ وہ جو ہمارے ہمراہ ہے وہ ہمکو محفوظ رکھیگا اُنکے شر سے اور سوائے اسکے یہاں اور کچھ مراد نہیں ہے اور خدا تعالیٰ تو
محفوظ بھی سب بندوں ہی کو رکھتا ہے اور حافظ کفار کا بھی ہر آفت اور بلا سے سوائے خدا کے اور کون ہے اگر کوئی اور ہو تو اُسکو بتادو سو ابوبکر کی کوئی فضیلت اور تعریف
اس آیت سے ثابت نہوئی پھر شیعہ کا ہیکو کہیں گے کہ ابوبکر اُس زمانہ تک تو ایسے ہی تھے جیسے خدا کے کلام سے سمجھا جاتا ہے مگر وہ بات پھر نہ رہی معلوم نہیں کہ جو پہلے ابوبکر میں
ایک بات تھی اور شیعوں کے نزدیک وہ اب نہ رہی وہ کیا بات ہے شیعہ تو ابوبکر کو ابتدائے قبول اسلام سے تا وفات رسولخدا ایک حالت پر جانتے ہیں اور بعد رسولخدا صلعم
کے بھی کچھ مشرک نہیں ہو گئے تھے مگر خلافت کے غصب کرنے سے جو موجب ضلالت بندگان خدا ہو گئی تھی اسواسطے شیعہ اُنکو اچھا نہیں جانتے ہیں اور انجام اُنکا کفار کا سا
سمجھتے ہیں اور شیعوں کو تو وہ شبہہ ہی نہیں ہوتا ہے کہ جسکا تم جواب دو اور جو بات کہ حق ہے اُسکو تو شیعہ اپنی زبان پر لاتے ہیں اور جو شبہہ کہ شیعوں کی طرف سے تو نے ایجاد کیا ہے شیعہ وہ
شبہہ کرتے ہی نہیں ہیں اسواسطے کہ وہ اس آیت میں کوئی فضیلت یا تعریف ابوبکر کی پاتے ہی نہیں ہیں تاکہ ابوبکر کو کہیں کہ وہ اپنی پہلی حالت سے پھر گئے اور سند دور
اگر نہ کیا تیری طرح دیوانے اور پاگل ہیں جن باتوں کو شیعہ نہ کہتے ہوں اُن باتوں کو شیعوں کی طرف منسوب کر کے اُن پر طعن کریں جیسے کہ تو جھوٹے مقدمات شیعوں کی طرف منسوب کر کے اُن پر طعن کرتا ہے اور وہ کوئی ایسی بات چار دن کی
نہیں ہے کہ جسکو خدا نہ جانتا ہو بلکہ جو کچھ کہ ابوبکر سے بعد اسکے وقوع میں آیا سب جانتا ہے اور ابتدا میں کی کوئی ابوبکر کی ایسی مدح اور فضیلت بھی تحریر نہیں فرمائی ہے کہ
جو مخالف ہو ابوبکر کے اطوار مابعد کے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر بفرض محال حسب گفتار شیعہ نقل کفر کفر نباشد خدا کو ابوبکر صدیق کے اُن اطواروں کی جو اُن سے
بعد میں ظہور میں آئے خبر نہیں بھی تھی اور بھولے چوک کے منہ سے یہ بات نکل گئی تھی تب لازم تھا کہ اپنی اس بات کی پیچ کرتا اور جو فی الحال ابوبکر کو راہ راست پر لاتا خدا تھا کچھ ناخدا تو
نہ تھا کہ بادِ مخالف میں لاچار ہو کر بیٹھ رہے بندوں کو اپنی بات کی پیچ ہوتی ہے خدا تو خدا ابوبکر صدیق کے حق کی تو یوں کہا کہ ہم اسکے ساتھ ہیں اور ادھر یوں سنادیا کہ لَا
تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ یا مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ دونوں آیتوں کا یہی مطلب ہے کہ خدا کی بات بدلی نہیں جاتی اور پھر تسیر ابوبکر کا ساتھ چھوڑ دیا یہانتک کہ شیطان نے اُسے
آدبایا یوں کہئے نعوذ باللہ خدا ساتھ تھا پر خدا سے شیطان سے مقابلہ میں کچھ نہو سکا تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا آخر شیعوں کے اور کسے یہ دلیری ہے کہ ایسی بات منہ پر لاسکے
یہ نہیں سمجھتے کہ اول تو ان اللہ معنا یہ ایسا جملہ ہے کہ عربی کے محاورہ کے موافق اسمیں ہمیشگی کی بو آتی ہے جو لوگ عربی جانتے ہیں اور فن بلاغت کے قواعد سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں
بلکہ اتنی بات تو یقین یوں ہے مولوی عمار علی صاحب بھی جانتے ہوں دوسرے ہنیے مانا اس جملہ سے کچھ ہمیشگی نہیں نکلتی پر اتنی بات تو شیعوں کو بھی تسلیم کرنے پڑیگی کہ اُسوقت خاص تو
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق اس خدا کی ہمراہی اور ہمدمی میں شریک تھے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ رسولخدا صلعم سے خدا کبھی علیحدہ ہوگیا ہو اور اُنکی ہمراہی
اور طرفداری چھوڑ دی ہو سو ان اللہ معنا میں رسولخدا صلعم کا حصہ تو دائمی نکلا اس صورت میں ابوبکر صدیق کا حصہ بھی دائمی ہوگا کیونکہ دونو کے حصے رلے ملے ہوئے ہیں بٹے ہوئے نہیں ایک
مع کا لفظ دونو کے واسطے ہے دو لفظ جدا جدا نہیں یعنی معی و معک نہیں فرمایا **اقول** خدا تعالیٰ کو ابوبکر کے سب اطوار کی پہلے ہی سے خبر تھی کہ وہ گزشتہ اور آئندہ کے حال کو جانتا ہے اور سہو
اور نسیان اُسکو ہرگز نہیں ہوتا ہے اور ابوبکر کے حق میں کوئی ایسی بات بھی نہیں فرمائی ہے کہ وہ آئندہ کو ابوبکر سے افعال ناشایستہ کے صادر ہونے کو مانع یا مخالف ہو اور کوئی بات ابوبکر کی
فضیلت اور مدح کی خدا تعالیٰ نے قرآن میں نہیں لکھی ہے کہ جسکو دیکھکر کہا جائے کہ ابوبکر نزدیک خدا کے ایسا تھا تو اُس سے ایسے افعال بد کیونکر وقوع میں آئے ہونگے اور خدا تعالیٰ کا
کام راہ راست دکھانا ہے اور بھلے اور برے سے مطلع کر دینا ہے اور جبر کرنا اُسکا کام نہیں ہے اور راہ راست اُس نے سب کو بتادی اگر ابوبکر اپنی رائے ناقص سے راہ راست کو ترک کریں واسطے حب جاہ کے راہ بد
اختیار کریں تو خدا کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے ابوبکر کے حق میں کوئی ایسی بات نہیں فرمائی ہے کہ جسکی پیچ کے واسطے ابوبکر پر جبر کرتا اور خواہ مخواہ اُسکو پہلی بات کے مطابق رکھتا
اسواسطے کہ خدا تعالیٰ نے بندوں کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا ہے اب بندہ اپنے اختیار سے چاہے راہ نیک اختیار کرے چاہے بد چنانچہ فرماتا ہے کہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا
وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور خدا تعالیٰ نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہم صرف ابوبکر کے ہمراہ ہیں خدا تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ ہم ہر بندہ کی ہمراہ ہیں چنانچہ فرماتا ہے کہ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ
وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اور فرماتا ہے کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا جو فرمایا ہے تو وہ جناب رسولخدا صلعم کے قول کو نقل کیا ہے کہ وہ اپنی ہمراہی ایسا کہتے
تھے سو وہ اپنی ذات کے واسطے کہتے تھے کہ ہمارے ہمراہ خدا ہے ہمکو محفوظ رکھیگا نہ ابوبکر کے واسطے البتہ بالتبع ابوبکر بھی ہے اور اگر ابوبکر کے واسطے فرماتے تو ان اللہ معک فرماتے غرض یہ ہے کہ ابوبکر کے
ہمراہ ہونیکا کسیکو انکار نہیں ہے اگر اسکا انکار کیا جائے تو قرآن کا انکار کیا جائے لیکن اگر خدا ہمراہ ابوبکر کے ہے تو کیا فضیلت ہے سب بندوں کے ہمراہ ہے اور لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ بھی حق ہے اور
خدا کی بات بدلی نہیں جاتی اور خدا نے ساتھ ابوبکر کا ہرگز نہیں چھوڑا اور وہ ہمیشہ ابوبکر کی بلکہ سب بندوں کے ساتھ ہے اور فرمادیا ہے کہ یَا بَنِیْ اٰدَمَ لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ
لیکن ابوبکر نے باوجود ہمراہ ہونے خدا کے شیطان کی فرمانبرداری کی اور خدا کی فرمانبرداری ترک کی اور ابوبکر کو شرم نہ آئی خدا سے اور یہ نہ جانا کہ ہمراہ میرے تو خدا ہے میں اسکے سامنے ایسے افعال عمل میں
نہ لاؤں اور شیطان کو کیوں بدنام کرتے ہو ابوبکر نے تو خود اپنی آپ حب جاہ اور طمع ریاست کی جہت سے ایسے افعال اختیار کئے ہیں اور شیطان تو کل کو یہ کہیگا کہ رَبَّنَا مَا اَطْغَیْتُہٗ وَلٰکِنْ کَانَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ نہیں ہے

شیطان کے مقابلہ میں خدا سے کچھ نہو سکا اور اگر یہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم کے ہمراہ بھی تو خدا تھا اور جس وقت کفار نے حضرت کے قتل کا ارادہ کیا تو کفار سے حضرت کو خدا بچا نہ سکا اور کفار کی تعدی سے وطن کے چھوڑ دینے کا حکم دیا اب یوں کہئے کہ نعوذ باللہ خدا تو ساتھ تھا پر خدا سے کفار کے مقابلہ میں کچھ نہو سکا تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اور حضرت زکریا اور یحیی کے ہمراہ خدا تھا اور انکو قتل کروا دیا اور کفار کے مقابلہ میں خدا سے کچھ نہو سکا کہ انکو بچاتا جو تم یہاں کہو گے وہی ہم وہاں کہینگے اور اگر شیطان کے اغوا سے یہہ افعال ابو بکر کے تھے تو ابو بکر نے خود اپنی ذات سے شیطان کی پیروی کو باوجود منع کرنے خدا کے اختیار کیا چنانچہ فرمایا خلیفہ صاحب نے کہ اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ یعنی تحقیق کہ واسطے میرے شیطان ہے ہمراہ میرے کہ آدباتا ہے وہ مجھکو اور جب شیطان موافق ارشاد خلیفہ صاحب کے خلیفہ صاحب پر غالب ہو گیا اور خدا تعالے سے شیطان کے مقابلہ میں کچھ نہو سکا کہ ابو بکر پر شیطان کو غالب ہونے دیتا تو یہ بات سنیوں ہی کے مذہب میں بلکہ خلیفہ صاحب کے اعتقاد میں پائی گئی کہ خدا تعالی سے شیطان کے مقابلہ میں کچھ نہو سکا اور شیعہ تو ایسی باتوں سے بری ہیں اگر نعوذ باللہ یہ بات ہے تو اہل سنت ہی کے نزدیک ہے اور جملہ ان اللہ معنا کا بے شک ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن معلوم نہیں اس سے مراد کیا ہے اگر یہ مراد ہے کہ خدا تعالی ہمیشہ ہمارے ہمراہ ہے تو ہم تو بے فرمانے حضرت کے بھی جانتے ہیں کہ ہمیشہ خدا تعالے ہمراہ ہے اگر یہ جملہ حضرت نفرماتے تو بھی ہم جانتے کہ خدا ہمیشہ ہمراہ ہے لیکن حضرت نے ابو بکر کی تسلی کے واسطے کہ وہ خوف کفار سے غمگین تھے اپنے زبان مبارک سے ایسا فرمایا ورنہ ہمراہ تو خدا پہلے ہی سے تھا کچھ اسوقت کے ہمراہ ہونیکی خصوصیت نہیں ہے اور جملہ اسمیہ کے ہمیشگی پر دلالت کرنیکو تو ہم خود کہتے ہیں فن بلاغت والوں کی طرف رجوع کرنے کی کیا احتیاج ہے اور خدا تعالی کو ہمیشہ ابو بکر کے ہمراہ ہونیکو بھی کہتے ہیں لیکن اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے اور جناب رسول خدا صلعم نے صرف حفاظت کے واسطے ان اللہ معنا فرمایا تھا سو خدا تعالی نے محفوظ رکھا اور سوائے اسکے اور کوئی مطلب نہیں ہے اور خدا تعالی کے ہمراہ ابو بکر کے کیا بلکہ ہمراہ کل بندوں کے ہمیشہ ہونیکا کوئی منکر نہیں ہے اور بے شک جملہ ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے اور اسوقت خاص میں کیا بلکہ جمیع اوقات میں جناب رسول خدا صلعم اور ابو بکر ہمراہی اور ہمدمی خدا میں شریک تھے اور خدا تعالی جیسے کہ رسول خدا صلعم سے علیحدہ نہیں ہے آپ ہی سب کا طرفدار ہے علی الخصوص مومنین کا کہ وقت پڑی پر انکی مدد کرتا ہے اور آفات اور بلیات سے کفار کو بھی محفوظ رکھتا ہے اور ہاں حصہ رسول خدا صلعم کا ان اللہ معنا میں باعتبار حفاظت کے بالذات ہے اور واسطے ابو بکر کے بالعرض جیسے کہ آدمی کوٹھے کے اوپر جاتا ہے تو اسکے ہمراہ اسکے بدن کے کپڑے بھی جاتے ہیں سو اسطے حضرت نے مع کا لفظ فرما کر اپنے میں ابو بکر کو شریک کر لیا اور اگر معی اور معک فرماتے تو اس سے یہ ثابت ہوتا کہ جیسے کہ حضرت کی حفاظت بالذات ملحوظ ہے ایسے ہی ابو بکر کی ہے اور ایسا ہی نہیں ہے اسواسطے کہ ابو بکر کے آزار کی تو کوئی درپے ہی نہ تھا کہ بالذات انکی حفاظت ملحوظ ہوتی اسواسطے معی اور معک نفرمایا اور معنا فرمایا **قال الشیخ الاشعری** ۔ تیسرے ہم اس سے بھی درگزرے ہم یوں کہتے ہیں کہ شیطان کا مقولہ سورہ ص میں یوں منقول ہے فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ یعنی شیطان قسم کھا کے کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے قسم ہے تیری عزت کی میں سبھی بنی آدم کو بہکاؤنگا مگر جو تیری چھنٹے ہوئے بندے ہیں تو نے انہیں اپنے لئے چھانٹ لیا ہے کیونکہ وہ میری دست قدرت سے باہر ہیں وہ تیری پناہ میں آ گئے ہیں سو چونکہ تو انکے ساتھ ہے اور وہ تیری پناہ میں ہیں وہاں میرا کچھ قابو نہیں چل سکتا اور سورہ حجر میں اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ کے بعد بطور تصدیق کے شیطان کے مقولہ کے جواب میں خداوند کریم کی طرف سے یوں ارشاد ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ یعنے شیطان کو کہا جاتا ہے کہ تو اس بات میں سچا ہے جو میری پناہ میں آ گئے ہیں ان پر تیرا بس نہیں چل سکتا اب بعد اسکے غور فرمائیے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا پناہ خداوندی میں آ جانا تو اس آیت ہی سے ثابت ہے ان اللہ معنا سے صاف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک دفعہ تو صدیق اکبر پناہ خداوندی میں آ گئے اور خدا کے دربار میں اور سرحد میں گویا داخل ہو گئے پھر وہاں سے جو نکلے تو شیطان کے نکالے تو نکل ہی نہیں سکتے اور کس نے نکالا اور اگر یوں کہئے کہ خدا ہی نے اپنی پناہ سے نکالدیا تو یہہ خیال خود غلط ہے کیونکہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یعنی اللہ تعالی اپنی راہ ورسم کو کسی قوم کے ساتھ جب تک نہیں بدلتا جبتک کہ وہ اپنی طور انداز نہ بدل دیں اور خود حضرت ابو بکر صدیق نے اغوای شیطانی اور بے استدراج خداوندی اپنی روش بدل لیں یہ محالات میں سے ہے اسواسطے کہ یہ بدیہیات میں سے ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ ہر قسم کے کام کے لئے ایک استعداد ہے داد و دہش کے لئے سخاوت کی چاہئے مارنے کے لئے شجاعت چاہئے سو ایسی ہی برے کاموں گناہ کی باتوں کے لئے بھی ایک استعداد اور قابلیت چاہئے سو وہ قابلیت اگر تھی تو خدا نے چھانٹا ہی تھا کس خوبی پر نعوذ باللہ خود کلام ربانی ہی میں موجود ہے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ یعنی بری چیزیں بروں کے لئے اور برے بری چیزوں کے لئے اور اچھی چیزیں اچھوں کے لئے اور اچھے اچھی چیزوں کے لئے بلکہ اس موقع میں جو یوں ارشاد ہوا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنے اللہ ہمارے ساتھ ہے اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ ان سے جدا نہو گا سو وجہ اسکی یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اللہ مومنوں کے ساتھ ہے بعد لفظ تحزن کے فرمانے

تو یہ بھی گمان ہوتا کہ اللہ کی ہمراہی ایمان کے ساتھ مشروط تھی جب ایمان گیا ہمراہی بھی ساتھ گئی اور درصورتیکہ بے کسی شرط کے ہمراہی ہو تو وہ دائمی ہوگی اُس میں زوال کا احتمال نہیں قرابت کی وجہ سے جو ارتباط ہوتا ہے وہ قابل زوال نہیں ہوتا اور آپس کی دوستی میں جو بوجہ اخلاق اور احسانات باہمدگری کے ہوتے ہیں وہ جبھی تک رہتے ہیں کہ اخلاق اور احسان باقی رہیں اسیواسطے دوستی ٹوٹ جاتی ہے رشتہ نسبی نہیں ٹوٹتا القصہ نسب کے حقوق جان کے ساتھ ہوتے ہیں اور دوستی کے حقوق احسان کے ساتھ سو چونکہ ان اللہ معنا فرمایا ہے اور ان اللہ مع المومنین وغیرہ جو کسی صفت پر دلالت کرے نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر کے ساتھ خدا تعالی کی ہمراہی جان کے ساتھ ہے کسی وصف کے ساتھ نہیں پھر اگر خدا کی ہمراہی بدلجائے تو موافق آیت مذکورہ بالا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ الآیۃ کے کسی وصف میں تغیر آنا ضرور ہے اور جب اوصاف کے تغیر اور تبدل پر معیت اور ہمراہی میں بھی تغیر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ معیت اور ہمراہی اُن اوصاف ہی کے سبب تھی بوجہ تھی اس صورت میں لازم آویگا کہ خدا سے بڑی چوک ہوئی کہ آمنین معنا کا نام نلیا یا خداوند کریم بھولگیا اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ کی جگہہ مثلاً اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرمایا نعوذ باللہ من سوء الفہم خداوند کریم اور چوک جاوے یا بھول جائے خدا کی تو یہ شان ہے جیسے کلام اللہ میں آیا ہے لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی یعنی حضرت موسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا رب چوکے نہ بھولے **اقول** یہ شیطان کا مقولہ جو سورہ صٓ میں ہے فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ اسکا کون منکر ہے اور جو کچھ شیطان نے کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی میں سبھی بنی آدم کو بہکاؤنگا مگر جو تیرے چنیدے ہوئے بندے ہیں کہ تونے اُنہیں اپنے لئے چھانٹ لیا ہے اُنکو نہ بہکا سکونگا کیونکہ وہ میری دست قدرت سے باہر ہیں وہ تیری پناہ میں آگئے ہیں سو چونکہ تو اُنکے ساتھ ہے اور وہ تیری پناہ میں ہیں وہاں میرا کچھ قابو نہیں چل سکتا اور شیطان کے مقولہ کے جواب میں جو کچھ خدا تعالی نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ یہ سب سچ ہے اور ابوبکر کا پناہ خدا میں ہونا ایک دفعہ کیا بلکہ ہمیشہ کو ثابت ہے کہ تمام بندے اسکے کیا مومن کیا کافر سب اُسکی ہی پناہ میں ہیں اور وہ ہی سب کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھتا ہے ایک سفر دریا ہے کہ اُس میں طرح طرح کے خطرات ہیں اور لاکھ من کے بار کو جہاز اپنی قدرت سے خدا تعالی لیے جاتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے اب تبلاؤ کہ انکو آفات دریائی سے کون بچاتا ہے سوائے خدا کے کوئی اور بھی ہے سو سب بندے خدا کی پناہ میں ہیں مومن بھی اور کافر بھی اور ابوبکر کی پناہِ خدا میں ہونے کی کچھ خصوصیت نہیں ہے اور جناب رسول خدا نے جو فرمایا تہا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ابوبکر کی تسلی کے واسطے فرمایا اگر کوئی کافر حضرت کا دوست حضرت کے ہمراہ ہوتا اور کفار کے خوف سے رنج کرتا تو حضرت اُسکی تسلی کے واسطے بھی ان اللہ معنا فرماتے اور خالی معیت سے خدا کی کون ہے اور پناہ خداوندی میں ابوبکر ہمیشہ ہی سے ہیں جیسے کہ اور بندے ہیں اور پناہ خدا میں ہونیکو یہ لازم نہیں ہے کہ اُنسے افعال بد صادر نہوں اکثر بندوں سے افعال بد صادر ہوتے ہیں باوجودیکہ وہ پناہ خدا میں ہیں اور مقصود آیت اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ سے یہ ہے کہ جو کہ بندگان مخلص تیرے ہیں وہ میرے اغوا سے گمراہ نہونگے اور وہ میرا کہنا نہ مانینگے اور یہ مطلب اس آیت سے نہیں ہے کہ وہ تیری پناہ میں آگئے ہیں پناہ میں اُسکے تو سب بندے اُسکے ہیں ہمیشہ سے اور اگر سب بندے خدا کی پناہ میں نہوں تو قوم اجنہ ہی اُنکو ہلاک کر ڈالیں اور ابوبکر بندگان مخلصین میں نتھے کہ شیطان کے کہنے میں آتے بلکہ وہ خود کہتے ہیں اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ یعنی تحقیق واسطے میرے شیطان ہے کہ آدباتا ہے وہ مجھکو اور جناب رسول خدا صلعم نے جو فرمایا تہا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اُس سے مراد یہ تھی کہ ہمارے ہمراہ خدا ہے اور ہم اسکی پناہ میں ہیں وہ ہمکو ان کفار کی تہمت سے محفوظ رکھیگا اور یہ فقرہ اِس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ خدا تعالی ہمراہ ہوتا ہے تو افعال بد صادر نہیں ہوتے اسکو اس کیا تعلق ہے اور خدا کی پناہ میں سے نکل جانیکو کوئی بھی نہیں کہتا ہے اور اگر ابوبکر افعال بد کریں تو کچھ محال ہی نہیں ہے اور مثل سب بندوں غیر معصوم کے ایک وہ بھی تھے کہ جن سے افعال ناشایستہ صادر ہوتے تھے وہ بسبب حب جاہ و ریاست کے خود ابوبکر نے ایسا ہی کیا اور قابلیت ابوبکر میں اور استعداد ہر ایک فعل نیک اور بد کی صادر ہونیکی تھی اس سے خالی نہیں تھی مثل اور بندوں کے اور افعال نیک و بد دونو صادر ہوتے تھے و خدا نے ابوبکر کو جیسا تھا ہرگز نتھا اور وہ بندگان مخلصین میں سے تھے بلکہ ایسے بشر تھے کہ اُنسے نیکی و بدی دونو صادر ہوتی تھی اور ابوبکر طیبین میں سے ہرگز نتھے کہ بُری باتیں اُنسے صادر نہوتیں اور ان اللہ معنا کا کلمہ ہرگز ہرگز اسپر دلالت نہیں کرتا ہے کہ ابوبکر کے ہمراہ اگر خدا ہو تو اُس سے کوئی بدی ہی صادر نہو اور ہمراہ تو خدا تعالی سب کے ہے اور معیت سے اُسکی خالی کوئی بشر نہیں ہے مگر معیتوں میں فرق ہے جس جگہہ کہ فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور وہ مقام خوف ہے تو وہاں مراد ہمراہی خدا سے حفاظت اُسکی ہے اور جس جگہہ قرآن میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ چنانچہ بدر کی لڑائی کے ذکر میں ہے تو وہاں ہمراہی خدا سے نصرت خدا کی ہے مومنین کے واسطے و علی ہذا القیاس اور مراد اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایمان کی جہت سے خدا تعالی اُنکے ہمراہ ہے بلکہ ہمراہ تو وہ سب کے ہے ایمان رکھتا ہو یا نرکھتا ہو اور ہمراہی بھی سب کے ساتھ دائمی ہی جیسا کہ ہم لکھ چکے اور ہمراہی خدا کی کسی وصف کی جہت سے نہیں بلکہ مطلق ہے اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ تو قول خدا ہے اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا جناب رسول خدا صلعم کے قول کی نقل ہے کہ واسطے تسلی ابوبکر کے حضرت نے فرمایا تہا جبوقت وہ مارے جانیکے خوف سے رنج کرتے تھے اور تسلیم کیا ہمنے کہ ہمراہی خدا کی ابوبکر کی جان کے ساتھ ہے کسی صفت کے ساتھ نہیں ہے لیکن سب کی ہمراہی جان کے ساتھ ہے مگر فرق یہ ہے کہ مومنین کی ہمراہی

نصرت کے واسطے ہوتی ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے جو فرمایا تھا کہ ان اللہ معنا یہ ہمراہی واسطے حفاظت کے تھی سو خدا نے محفوظ رکہا اور حفاظت کے ذکر کی کچھ احتیاج نہتی قرینہ اُسپر دلالت کرتا تھا اور معیت خدا کی اوصاف کی جہت سے نہیں ہے کہ اوصاف کے تغیر سے ہمراہی میں اُسکی تغیر آوے اور مقصود ان اللہ معنا اور ان اللہ مع المومنین سے دونوں سے ایک ہے کہ وہ حفاظت اور نصرت مومنین کی ہے اور ابوبکر کی حفاظت یا نصرت ان اللہ معنا میں بالذات ملحوظ ہی نہیں ہے اسواسطے کہ اُنکا تو خواہاں ہے کوئی نتہا اور حفاظت ابوبکر کی جو ہوئی ہے وہ ہمراہی میں رسول خدا کی بالتبع ہو گئی ہے اور جو کہ اصل معیت خدا کی ہے اس میں تو کسی طرح سے تغیر نہیں ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے بندوں کے ہمراہ ہوتا ہے اس صورت میں تو خدا تعالی کی کوئی ہیولی اور جو کہ مفہوم نہیں ہو سکتی تو ہی وہ بات ایجاد کرتا ہے کہ جس سے خدا تعالی کی ہیولی متصور ہو اور جو کچھ تو بیان کرتا ہے اُسکا کوئی قائل ہی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** انصاف اگر ہو تو اس لفظ معنا سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ ابوبکر صدیق کا رتبہ کچھ لگ بہگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ کے ہے کہ جو ایک قسم کی معیت اُن دونوں کے واسطے خداوند کریم نے بیان فرمائی سو یہ بات بجز اسکے نہیں ہو سکتی کہ صدیق اکبر اُنکو کہا جاوے اور تمام اُمت محمدی اور سوا اسکے اور امتہای ماضیہ سے اُنکو افضل سمجہا جاے جب کہیں رتبہ اور مقام کی سرحد اعلی مقام نبوت کی سرحد اسفل سے متصل ہو اور یہ لیاقت بہم پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بات میں شریک ہوں سو یہ بات شیعہ سنی جانتے ہیں کہ ایسا مقام جو مقام نبوت سے متصل ہو بجز صدیقیت اور کوئی نہیں کیونکہ کلام اللہ میں بعد انبیاء کے صدیقین ہی کو ذکر کرتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی اُمت کے صدیق اکبر کا رتبہ اُس نبی کے رتبہ کے متصل ہی نیچے ہوتا ہے سو جو نکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تو اور نبیوں کی نبوت سے بالا تر ہے تو اُس اُمت کے صدیق اکبر کا رتبہ اپنی اُمت کے صدیقوں کے مرتبہ سے تو بڑہ کر ہی ہے اور اُمتوں کی صدیقوں کے مرتبہ سے بہی بالا تر ہو گا اب بس کیجے کہ منصفوں کے لئے یہ ہی بہت ہے اور متعصبوں کو خداوند کریم اگر سمجہائے تو شاید مانیں ہم جیسوں کی کاہیکو مانینگے مگر ہمیں بطور نصیحت اسقدر کہنا لازم ہے کہ خداوند کریم جسکے ساتھ ہوتا ہے اُسکی دشمنوں کی خیر نہیں ہوتی **اقول** کیا خوب جہ معقول اس شیخ نے پیدا کی ہے ابوبکر کے مساوی رسول خدا صلعم کے ہونے کی مرتبہ میں مگر کچھ ایسی کم کہ حضرت کے مرتبہ کے قریب ہے مرتبہ ابوبکر کا سو یہ لوگ ڈرتے ڈرتے اسقدر رکہتے ہیں اگر اُنکو خلقت کی ملامت و طعن کرنیکا اندیشہ نہو تو یہ تو ابوبکر کو کیا بلکہ عمر اور عثمان اور معاویہ وغیرہ کو سبکو خدا تعالی کے مرتبہ کے لگ بہگ کہدیں چنانچہ بایزید بسطامی اور منصور حلاج کہ اہل سنت کی اولیاء کبار میں سے ہیں اپنے تئیں خدا کہتے ہی تھے چنانچہ آگے اُسکے ہم خط جواب کے رد میں لکھینگے اور دلیل اُسکی معیت خدا بیان کی ہے اور خدا تعالی تو مومنین کے بہی ہمراہ ہے چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور رسول خدا بہی مومنین میں داخل ہیں اور ایک ہی قسم کی معیت رسول خدا اور مومنین کے واسطے ہے تو اس صورت میں چاہئے کہ سب مومنین رسول خدا کے مرتبہ کے لگ بہگ ہوں بلکہ چاہئے کہ سب آدمی مومن اور کافر رسول خدا صلعم کے مرتبہ کے لگ بہگ ہوں اسواسطے کہ خدا تعالی قرآن میں سب آدمیوں کے ساتھ اپنی معیت کو بیان کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اور اس دلیل سے چاہئے کہ سب آدمی صدیق اکبر ہو جائیں ابوبکر کی خصوصیت کہاں سے نکلی اور قرآن سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی خدا پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا وہ ہی صدیق ہے چنانچہ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ یعنے اور جو لوگ کہ ایمان لائے خدا پر اور پیغمبروں پر وہ ہی لوگ صدیقین اور شہدا ہیں نزدیک پروردگار اپنے کے کہ صدیقین کا سا مرتبہ اُنکا ہے اور اُنکا سا ثواب پاتے ہیں اور روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کہ صدیقین میں وہ تین شخص ہیں خرقیل مومن آل فرعون اور حبیب نجار صاحب یسین اور علی ابن ابیطالب کہ یہ صدیق اکبر ہیں چنانچہ اہل سنت کی ہی کتابوں میں لکہا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں ہوں صدیق اکبر اور فاروق اعظم معلوم نہیں ابوبکر کیسے صدیق ہو گئے بلکہ آیت اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے تو ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ مراد مومنین کے ہمراہ ہونے سے نصرت مومنین کی ہے کہ خدا ناصر اور مددگار اُنکا ہوتا ہے چنانچہ جنگ بدر کے قصہ میں فرمایا ہے اور خدا تعالی نے جہادوں میں نصرت ابوبکر کی نکی خیبر میں افسر بنکر گئے تھے اور وہاں سے بہاگ کر چلے آئے لیکن خدا تعالی نے نصرت اُنکی نکی اگر مومن ہوتے تو نصرت اُنکی کرتا اور مرتبہ صدیق کا تو بہت اعلی ہوتا ہے کہ وہ زاہد ہوتے ہیں اور دنیا سے اور مال دنیا سے اُنکو محبت نہیں ہوتی بلکہ دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور ابوبکر ایک دنیا دار آدمی طالب اور راغب دنیا تہی چنانچہ خدا تعالی اُنکے حق میں فرماتا ہے تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا یعنے چاہتے ہو تم مال دنیا کو اور وجہ ابوبکر کی اور اُنکے ہمراہیوں کے حق میں اس آیت کے نازل ہونیکی یہ ہے کہ جنگ بدر میں کفار اسیر ہو کر آئی تو جناب رسول خدا صلعم نے مشورہ کیا کہ اُنکے حق میں کیا کرنا چاہئے کسینے تو کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا اور عمر جو بڑی تند خو اور سنگدل تہے اُنہوں نے کہا کہ اُنکو قتل کرو اور ابوبکر نے مشورہ دیا کہ اُنسے فدیہ لیکر چھوڑ دو کہ مال فدیہ کا مومنین کے کام آئیگا خدا تعالی کو یہ بات پسند نہ آئی اور ناراض ہو کر یہ آیت نازل کی سو کہاں تو مرتبہ صدیق ہونیکا اور کہاں ابوبکر طالب مال دنیا اور جسوقت ابوبکر صدیق نہ ٹھیرے تو کسی سے

له اور یہ بھی اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے

افضل نہیں ہو سکتی نہ اُمت محمدی سے نہ اور اُمتوں سے اور کیونکر افضل ہو وہ شخص کہ جس نے سالہا سال تک بت پرستی کی ہو حالت کفر میں اُن لوگوں سے کہ جنہوں نے طرفۃ العین بت پرستی نکی ہو اور صدیقیت گو مقام نبوت کے متصل ہے لیکن ابوبکر کا صدیق ہونا ثابت کرو تب ایسا کلمہ زبان پر لاؤ اور معیت خدا کو صدیق ہونا لازم نہیں ہے کہ خدا تعالی سب مومنین کے بلکہ کل آدمیوں کے ہمراہ ہے اور صدیق اکبر ہونا تو ایک امر عظیم ہے پہلے ادنی صدیق ہونا تو ثابت کرلو اور اہل سنت جو ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں تو اس جہت سے کہتے ہیں کہ اُنہوں نے سب سے پہلے حضرت کے معراج کی تصدیق کی تھی سو یہ امر تو صدیق کہنے کو کچھ مناسبت بھی رکھتا ہے اگر وقوع میں آیا ہو لیکن یہ نہیں معلوم ہے معیت کے سبب سے کس وجہ سے صدیق رکھتا ہے اور اُس میں تصدیق کس امر کی ہوئی تھی اور جو کچھہ لکھا ہے انصاف سے نہایت بعید ہے کہ اپنی رائے ناقص سے غیر واقعی اُمور تجویز کر لئے ہیں اسکو کون پسند کریگا اور جو کوئی پسند کریگا وہ بھی ناانصاف ہے اور تیری بات تو اُس وقت تسلیم کی جائے کہ جس وقت تو انصاف کی بات کہے اور جس وقت تو بیراہ چلے تو کون پسند کرے اور خدا تعالی ہمراہ تو سب کے ہے لیکن ہمراہی کے مقام کو دیکھنا چاہئے جس جگہہ کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ واسطے نصرت کے ہمراہ ہے اور جس جگہہ کہ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ فرمایا ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ اُنسے راضی ہے اور اُنکے اعمال کو پسند کرتا ہے اور جناب رسول صلعم نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا وہاں مراد یہ ہے کہ خدا تعالی واسطے حفاظت کے ہمراہ ہمارے ہے اور ہمراہ تو سب کے ہوتا ہے خصوصیت کسیکی نہیں ہے اور اگر تیری نزدیک یہی ہے کہ جسکے ہمراہ خدا ہوتا ہے اُسکے دشمنوں کی خبر نہیں ہے سو خدا تو سب آدمیوں کے ہمراہ ہے اور دشمن اُنکا شیطان ہے اُسکی خبر نہوگی اور اگر ان اللہ معنا سے ہمراہی مراد ہے تو وہاں ہمراہی سے مقصود تھی حضرت کی حفاظت کے واسطے اور ابوبکر کی ہمراہی بالتبع ہے نہ بالذات اور ابوبکر نے باوجود ہمراہ ہونے خدا کے ایسے افعال ناشایستہ کئے کہ دشمنی اُنکی واجب ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ خدا ابوبکر کے ہمراہ تھا اسواسطے کہ خدا سب کے ہمراہ ہوتا ہے لیکن وہ ہمراہی ابوبکر کی ہمراہ ایسی نہ تھی کہ جس سے کچھ فائدہ ہو اور غار میں جو محفوظ رہے تو رسول خدا صلعم کے طفیل سے کہ بالذات ہمراہی جناب رسول خدا صلعم کے واسطے تھی نہ ابوبکر کے واسطے ابوبکر کی حفاظت تو رسول خدا کی حفاظت کی تبعیت سے تھی **قال الشیخ الاشعری** اسکے بعد کوئی کہیگا تو یہی کہیگا کہ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا حقیقت میں خدا کا مقولہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہے خداوند کریم ناقل و راوی ہے کچھہ اپنی طرف سے نہیں فرماتے جو کچھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اُس وقت صادر ہوا اُسے بعینہ نقل کر دیا جیسے فرعون کا انا ربکم الاعلی کہنا یعنی میں تمہارا بڑا رب ہوں یا ابلیس کا انا خیر منہ کہنا یعنی میں آدم سے بہتر ہوں بعینہ نقل کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرچند رسول ہیں لیکن یہہ بھی انسان ہیں اور یہ مثل مشہور ہے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھہ غلطی ہوگئی ہو تو کیا بعید ہے جواب اسکا یہ ہے کہ واقعی شیعوں کے لئے یہ بات بڑی ہی افتخار لازم تو یوں ہے کہ عید با شجاع سے اسکی خوشی کم نہو اگرچہ کسی سنی کی تیلائی سہی مطلب کے وقت تو گدہے کو بھی باپ بنا لیا کرتے ہیں سنی تو اُنکے قدیمی استاد ہیں اُستاد بھی کون سے جن سے کلام اللہ سیکھا ہے جسکا رتبہ حقیقی باپ سے بھی بڑھ کر ہے یہ بات بھی اگر اُن سے سیکھ لے تو کیا مضایقہ ہے مگر اتنا کہنا میرا بھی ماننا چاہئے کہ سورہ نجم کو ساری نہیں تو اتنے ہی کلمہ کو ساقط کردو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى یعنی ہمارا پیغمبر جو کچھہ ہمارے حوالے سے کہے وہ کچھہ اپنی جی سے نہیں اُٹھا لیتا بلکہ وہ نری وحی ہے اُس میں کسی طرح کا لگاؤ نہیں نہ کچھہ عقل فصل ہے نہ وہم کا یا عقل کا کچھہ دخل ہے **اقول** کلمہ ان اللہ معنا اگرچہ قول رسول خدا کا ہے اور نقلاً خدا تعالی نے قرآن میں اپنی طرف سے بیان نہیں کیا ہے بلکہ یہ قول رسول خدا صلعم کا قرآن میں نقل کر دیا ہے لیکن جو ارشاد رسول خدا صلعم کا ہے وہ سب خدا تعالی ہی کی طرف سے ہے شیعوں کے نزدیک اور نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی ہوتی ہے اور نہ ذات پاک حضرت کی مرکب خطا اور نسیان سے ہے اور جو کچھہ ہے وہ اہل سنت کے نزدیک ہے کہ حضرت سہواً اور ہوس سے فرماتے بھی ہیں اور نہ قول حضرت کا قول خدا کا ہے مواقف میں اور شرح مواقف میں لکھا ہے کہ صدور کذب کا انبیا سے بر سبیل سہو و نسیان اختلافی ہے اور قاضی ابوبکر نے حکم جواز کا دیا ہے اور قاضی ابوبکر متکلم اعلام اہل سنت میں سے ہے اور اس صورت میں جایز ہے کہ جو کچھہ رسول خدا صلعم نے خبر دی ہو وہ سہو اور خطا خلاف واقع کے غلط فرمایا ہو اور بعد اسکے لکھا ہے کہ صدور کبائر کا سہواً یا خطاءً فی التاویل اکثر علماء نے اسکو تجویز کیا ہے انبیا پر اور بعد اسکے لکھا ہے کہ صغائر خسیسہ کو جمہور علماء نے انبیاء پر تجویز کیا ہے از روی عمد کی اور یہ تو ذکر حالت نبوت کا ہے اور قبل نبوت کو لکھتے ہیں کہ اکثر اصحاب ہمارے اور ایک جماعت معتزلہ صدور کبائر کو انبیاء سے جائز رکھتے ہیں اور جواز صدور کبائر کو انبیاء سے عمداً اور سہواً قبل نبوت امام فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اور شارح مقاصد اور قاضی بیضاوی اور سوا انکے بہت سے علماء لکھتے ہیں اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اگر انبیاء نے قبل نبوت خوب شرابیں پی ہوں اور زنا محرمات کئے ہوں اور کذب اور دروغ کو اختیار کیا ہو تو کچھہ مضایقہ نہیں ہے لیکن ایسے بدکاروں کی رسالت کو لوگوں نے کیونکر قبول کیا ہوگا اور گناہ کبائر تو کیا امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے کہ جائز ہے کہ خدا کافر کو پیغمبر کرکے بھیجے اور معجزات سے اسکی تائید کرے سو یہ سب اہل سنت کے نزدیک ہے اور شیعہ ایسے عقیدہ باطلہ سے بری ہیں اور انبیاء کو قبل نبوت اور بعد نبوت کذب اور غلطی سے عمداً اور سہواً اور جمیع کبائر اور صغائر سے پاک اور معصوم جانتے ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو شیعہ تو حکم خدا ہی سمجھتے ہیں لیکن اہل سنت حضرت کے حکم کو حکم خدا

نہیں جانتے چنانچہ رسول خدا صلعم نے مرض الموت میں فرمایا کہ مجھکو دوات وقلم اور کاغذ دو کہ میں تمکو ایک نوشتہ لکھکر دیدوں کہ بعد میرے تم گمراہ نہو اگر نوشتہ پر عمل کرو عمر نے اُسکے جواب میں کہا کہ یہہ مرد بیماری میں بہکتا ہے ہمکو کتاب خدا کفایت کرتی ہے اور اسکی نوشتہ کی کچھہ احتیاج نہیں ہے اور حکم رسولخدا کو عمر نے حق تعالی کا حکم نجانا اور آیت مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ الخ اسپر دلالت کرتی ہے کہ رسولخدا جو کچھہ حکم کرتے ہیں وہ وحی خدا سے ہے اسکو عمر نے رد کیا اور یہ لوگ عمر کی رعایت سے اُس آیت مذکورہ میں تاویلیں کرنے لگے چنانچہ ذکر اسکا بعد اسکے انشاء اللہ تعالی مفصل آئیگا سو یہہ امر کہ جو حکم رسول خدا ہے وہ وحی ربانی ہے یہ شیعوں کے نزدیک ہے اور سنیوں کے نزدیک نہیں ہے اور اہل سنت ہی کے لئے یہ بات مایہ افتخار ہے لازم تو یوں ہے کہ روز عاشورا کی خوشی اسکی خوشی سے کم نہو اور عید بابا شجاع کی خوشی کو جو لکھا ہے تو شیعہ کیونکر خوش نہوں اُس روز کہ اُنکے پیغمبر کی اہل بیت کا دشمن اور اُنکے حقوق کا غصب کرنیوالا اور اُمت محمدی کو گمراہی میں ڈالنیوالا لاگیا اور اہل سنت تو اُستاد شیعوں کے کاہیکو ہو سکتے ہیں اور شیعہ اُنکی پیروی کاہیکو کرینگے کہ اہل سنت تو بالکل گمراہ ہیں اور گمراہوں کی ہی پیروی کرتے ہیں اور ایسے گدہوں اور جاہلوں کو اپنا پیشوا اور مقتدا بنایا ہے اور باپ سے زیادہ اُنکی بزرگی کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اپنے عقیدہ باطلہ کے طفیل بہت نادم اور پشیمان ہوں گے اور سنیوں سے شیعوں نے کلام اللہ کیوں سکھا تھا عثمان نے جو کلام اللہ کہ رائج تہی اپنی حکومت کے زور سے جلوا دیئے اور قرآن ناقص جمع کیا اور لوگوں کے سینوں سے آیات کو نکلوا ڈالا اور اپنا ہی قرآن باقی رکھا تو اب شیعہ کیا کرتے بجز اسکے کہ عثمان کے قرآن سے لیویں اور اگر اب کسی کافر کے پاس قرآن ہو اور اپنے پاس نہو تو کیا اُس کافر سے قرآن لیکر اُس پر عمل نکرینگے اور اس آیت وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ کا جو تونے ترجمہ کیا ہے اُس میں اپنی طرف سے اُسکے معنے میں تحریف کی ہے اور اُس آیت میں یہ کہاں ہے کہ پیغمبر ہمارے حوالہ سے کہے اُسمیں تو یہ ہے کہ جو کچھہ پیغمبر گویا ہوتا ہے اور کہتا ہے وہ وحی کے سوا اور کچھہ نہیں ہے اور ہمارا حوالہ تونے کہاں سے نکالا ہے قرآن کی آیت میں تو یہہ نہیں ہے اور رسول خدا صلعم نے جو لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فرمایا ہے وہ خدا کے حوالہ سے کہاں ہے کہ خدا نے ایسا فرمایا ہے وہ تو حضرت اپنی طرف سے کہتے ہیں کہ خدا ہماری ہمراہ ہے اس صورت میں تیرا دعوی جو خلاف عقیدہ اہل سنت کے یہ تھا کہ پیغمبر خدا جو کہتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہے اس قول میں سو دعوی تیرا جیسے کہ تھا باطل ہوا اسواسطے کہ پیغمبر خدا نے لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا کو خدا کے حوالہ سے نہیں فرمایا ہے

قال الشیخ الاشعری خلیفہ ثالث نے امیر المومنین علی مرتضی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے کلمات اور آیات کیا سورتیں کی سورتیں جو خلافت پر دلالت کرتی تہیں کلام اللہ سے نکالڈالیں تم اُسکی پاداش میں ایک آیت جو فی الجملہ اثبات فضیلت خلیفہ اول میں کارآمد ہے اگر نکالڈالو تو از قبیل جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ہوگی بلکہ اُس سے بہی کم کیونکہ اس آیت کے معنے تو فقط اتنے ہی ہیں کہ بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے سو یہاں برابری کیا آدہوں آدہ کے بہی نسبت نہیں تقریباً گیارہ ہزار آیت کے بدلہ میں تو ایک آیت کو کون برابر کریگا اور پہر وہ بہی ایسے کہ اُسکے جاتے رہنے سے کوئی حق تلف نہیں ہوتا خلیفہ ثالث نے تو یہ کمال کیا کہ اتنی آیتیں ہی نکالدیں اور آیتوں کو نکالکر عوام کی آنکہوں میں حضرت علی کا حق بہی نہ رکہا خیر یہ بات تو دور جا پڑی حاصل یہہ ہے کہ وَمَا يَنطِقُ الخ صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا خدا ہی کا کہا ہے خاصکر ایسی بات کہ جو منجملہ اخبار غیب ہے کیونکہ معیت تو کچھہ آنکہوں سے نظر نہیں آتے بلکہ اخبار غیب میں سے ہی اول قسم اس لئے کہ ان اللہ معنا ہمسنگ آیات متشابہات ہے ان میں عقل کو کسیطرح دخل نہیں ہو سکتا جو کوئی یوں نہیں کہے کہ عقل کے وسیلہ سے بہت سی وقائع آئندہ کی اطلاع ہو جاتی ہے خسوف کسوف اکثر واقفان علم ہیئت کو معلوم ہو جاتے ہیں سو اگر ایک واقعہ بالفعل کے کچھہ اطلاع عقل کے وسیلہ سے ہو گئی ہو کیا عجب ہاں اگر کوئی حکم حلت حرمت کا ہوتا تو البتہ اُس میں اجتہاد کے گنجایش تہی احتمال ہو سکتا تہا کہ جیسے پچھلے اماموں نے اجتہاد کئے ہیں اگر کسی بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہی کیا ہو تو کیا عجب ہے چنانچہ سنی اجتہاد نبی کے قائل ہیں

اقول حضرت علی کے فضائل کے آیتوں کے نکالڈالنے کو کچھہ شیعہ تنہا ہی نہیں کہتے ہیں بلکہ علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں چنانچہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر میں لکہا ہے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے ابن مسعود کہتے ہیں کہ آیہ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ کو زمانہ رسولخدا صلعم میں اسطرح پڑہا کرتے تہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ إِنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اس آیت میں سے ان علیا مولی المومنین کو جو کہ حضرت علی کے خلافت اور فضیلت پر دلالت کرتا تہا نکالڈالا اور یہی مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی نے مفتاح النجا میں لکہا ہے اور تفسیر در منثور اور معارج النبوت میں لکہا ہے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آیت کفی اللہ المومنین القتال اس طرح سے تہا کہ كَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا اس میں سے بعلی بن ابی طالب کو نکالڈالا کہ اس میں بڑی فضیلت و منقبت تہی علی کی اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکہا ہے کہ ابن مسعود کے مصحف میں آیت ان اللہ اصطفے آدم و نوحا اسطرح سے تہا کہ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ وَآلَ مُحَمَّدٍ عَلَى الْعَالَمِينَ اس آیت میں سے آل محمد کو نکالڈالا اسی طرح سے اکثر آیتیں نکالڈالیں اور نکالڈالنا آیتوں کا قرآن میں سے ہمارا کام نہیں ہے کہ اسکو ہم خلاف ایمانداری کے جانتے ہیں یہ فضیلت اہل سنت ہی کو

مبارک رہے اور ابوبکر کی فضیلت پر کوئی آیت دلالت نہیں کرتی ہے اور جسکو اہل سنت فضیلت مقرر کرتے ہیں وہ فضیلت ہی نہیں اور اگر کوئی آیت ابوبکر کی فضیلت پر
دلالت کرتی تو ہم اُسکو نکالتے کیوں بلکہ اُسپر عمل کرتے لیکن ہماری نزدیک تو ابوبکر کی کوئی فضیلت ثابت ہی نہیں ہے اور نکالنا آیتوں کا اور قرآن کو ناقص کرنا
اہل سنت کے مقتداؤں کا کام ہے اور بدی کا بدلا بدی شیعوں کا شعار نہیں ہے اور ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ جو بدی تمہاری بے ایمانی تھی کہ تورع میں آئی قرآن کے ناقص کرنے میں اور اگر تم ایسی بے ایمانی
اختیار کرو تو کرو ہم کیوں اختیار کریں اور گیارہ ہزار آیتیں کیا اہل سنت کی کتابوں سے تو گیارہ ہزار سے زیادہ کا نکلجانا قرآن سے واضح ہوتا ہے اور لکھا ہے کہ قرآن
کثیر جاتا رہا ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ قَدْ اَخَذْتُ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ مَا یُدْرِیْہِ مَا کُلُّہٗ
قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْاٰنٌ کَثِیْرٌ وَلٰکِنْ یَقُلْ قَدْ اَخَذْتُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ حاصل یہ ہے کہ ابن عمر سے روایت ہے کہتا ہے کہ نہ کہے کوئی تم میں سے کہ تحقیق لیا ہے میں نے کل قرآن کو
کیا جانے وہ کہ کیا ہے کل تحقیق کہ گیا ہے اُس میں سے قرآن بہت اور لیکن کہے کہ تحقیق لیا ہے میں نے جو کچھ کہ ظاہر تھا اُس میں سے انتہی اس لفظ کثیر سے معلوم ہوتا ہے
کہ گیارہ ہزار آیتیں کیا اس سے بھی زیادہ گیا ہے اور اہل سنت کے بھی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آیتوں کو نکالکر حضرت علی کی حق تلفی کی اور جناب رسول خدا صلعم کا
کہا ہوا وہ خدا ہی کا کہا ہوا ہے اسکو ہم بھی مانتے ہیں اور آیت وما ینطق اسی پر دلالت کرے ہے لیکن یہ ہمارے لئے مفید ہے اور تمہارے لئے مفید نہیں ہے کہ تمہاری عمر
نے اس آیت پر عمل کیا اور نہ رسول خدا صلعم کے قول کو موافق اس آیت کے حکم کے خدا تعالیٰ کا قول جانا بلکہ حضرت کے قول کو ہذیان کی طرف منسوب کیا اور خدا کی معیت کو بندوں
کے ساتھ سب جانتے ہیں اور قرآن اسی پر دلالت کرتا ہے اور اسیواسطے جناب رسول خدا صلعم نے ان اللہ معنا فرمایا تھا گو ہم خدا کی معیت کو آنکھوں سے نہیں دیکھتے ہیں اور
عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے اور نہ کچھ علم ہیئت کو دخل ہے یہاں تو قرآن کو دخل ہے کہ جو اُس میں ہے سب حق ہے اور نہ کچھ اجتہاد سے کام ہے اور رسول خدا صلعم ہرگز
اجتہاد نہیں کرتے تھے اُنکو کیا احتیاج تھی اجتہاد کی جسوقت کہ خدا تعالیٰ بوسیلہ وحی حضرت کے مشکل کا حل کرنیوالا موجود ہو اور مذہب اہل سنت کا اس مقدمہ میں باطل
ہے **قال الشیخ الاشعری** مضمون ان اللہ معنا میں کوئی احتمال بجز اسکے نہیں کہ جو کچھ آپکی زبان پر جاری ہوا وہ سب اقرار ربانی تھا کوئی احتمال مفید مطلب
شیعہ اس آیت کے پاس کو بھی نہیں پھٹکتا چہ جائیکہ توجیہ دیگر حق یہی ہے کہ اگر ابوبکر حسب اعتقاد شیعہ مقبولان بارگاہ الٰہی میں سے نہ ہوتے اور انجام اُنکا ارتداد اور کفر پر
ہوتا تو اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنکی تسلی ہی نہ فرماتے کیا ضرورت پڑی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے اور تقیہ کوئی کہے تو اول تو تقیہ وہاں
ہوتا ہے جہاں اندیشہ کسی قسم کا ہو اور ابوبکر صدیق کچھ پہلوان نہتھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کمزور نہتھے اُن میں تو ایک پہلوان کیا بہت سے پہلوانوں کا زور تھا تنہائی میں
ابوبکر کے مار ڈالنے کا بہت عمدہ موقع ہاتھ آگیا تھا وہاں کون پوچھتا تھا مار کر کہیں چلدیتے دوسرے تقیہ کرنا تھا تو تلطف اور اخلاق زبانی کفایت کرتے تھے سو وہ کچھ تسلی
اور تشفی ہی کے الفاظ میں منحصر نہیں ہم جیسے جنہیں گفتگو کا سلیقہ نہیں بہت سے تلطف کے الفاظ تراش سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو افصح العرب والعجم تھے
اور اگر تسلی ہی کے الفاظ ضرور تھے تو اور بہت سی صورتیں تھیں اس جھوٹ کی کیا ضرورت تھی اور نعوذ باللہ منہا ہمسے تو نہیں کہا جاتا اگر شیعوں کے کہے موافق جھوٹ
ہی بولنا تھا تو کچھ توریہ کرلیتا تھا ان اللہ معنا کی جگہہ ان اللہ مع المومنین فرمادیتے تو تسلی کی تسلی ہو جاتی بات کی بات بن جاتی اُنکی تسلی ہو جاتی آپ جھوٹ
سے بچ جاتے ابوبکر اگر نعوذ باللہ منہا منافق تھے تو یوں سمجھہ جاتے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومن اور اپنا رفیق سمجھتے ہیں اور اگر مومن تھے اور پھر مرتد ہو گئے تو آپکے
کلام سچے رہتے خدا کی طرف بھول چوک کا احتمال نہوتا کیوں کہ جب تک وہ مومن رہے جب تک اللہ تعالیٰ بھی اُنکے ساتھہ رہے جب اُنکے دل سے ایمان نکل گیا خدا نے بھی
اُنکی ہمرہی چھوڑ دی **اقول** جناب رسول خدا صلعم پہلے ہی جانتے تھے بموجب اطلاع خدا تعالیٰ کہ ہماری ہمراہ خدا تعالیٰ ہے اور خدا تعالیٰ کے آگاہ کرنے سے یقین تھا
صحیح اور سلامت مدینہ منورہ میں پہنچنے کا اور کفار کے شر سے محفوظ رہنے کا اسواسطے حضرت نے فرمایا تھا کہ ہمارے ہمراہ خدا ہے وہ ہمکو نگاہ رکھیگا تو کسواسطے اُنکے خوف سے رنج کرتا ہے تجھکو
کیا خدا تعالیٰ پر اعتماد نہیں ہے اور اُسکی قدرت کا کیا تو منکر ہے اور تجھکو یہ خبر نہیں ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا یہاں آیا ہوں اُس نے کیا یہاں مجھے اسواسطے بھیجا ہے
کہ کفار کے دام میں گرفتار ہو جاؤں اُس نے جو مجھے یہاں بھیجا ہے تو وہ میرا حافظ ہے کہ وہ میرے ہمراہ ہے وہ مجھے نگاہ رکھیگا اسواسطے حضرت نے فرمایا کہ لاتحزن ان اللہ
معنا اور نہ ہمراہ تو خدا تعالیٰ ہر بندہ کے ہے اور یہی ہے مقصود اس آیت سے اور پہلے سے جناب رسول خدا صلعم خدا تعالیٰ کے ہمراہ ہونے سے بے خبر نہتھے کہ اُسیوقت خدا تعالیٰ
نے حضرت کے دل میں القا کیا ہو اور شیعوں کا تو سوای اسکے کہ ابوبکر کو ہمراہ اپنے لیگئے اور ابوبکر خوف کفار سے غمگین ہونے لگے تو حضرت نے اُنکی تسلی کے واسطے فرمایا کہ
خدا تعالیٰ ہمراہ ہماری ہے ہمکو محفوظ رکھیگا اور کچھ مطلب نہیں ہے سوائے اسکے اور شیعہ کہتے ہیں البتہ اہل سنت کا اس آیت سے کچھ مطلب ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تاویل کرکے اور
ڈھال ڈھول کے ابوبکر کی فضیلت میں لاتے ہیں اور ابوبکر شیعوں کے نزدیک کیا بلکہ واقع اور نفس الامر میں مقبولان بارگاہ الٰہی سے ہرگز نہیں ہیں اور جناب رسول خدا

صلعم کو ابو بکر کے انجام کی کیا خبر تھی کہ کیسی ہونگے کچھ عالم الغیب تو حضرت تھے ہی نہیں اور جو لوگ کہ ہمیشہ حضرت کی صحبت میں رہتے تھے اور وہ منافق تھے اُنکے نفاق سے
تو حضرت کو خبر تھی ہی نہیں چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ یعنی نہیں جانتا ہے تو اُنکو ہم جانتے ہیں اُنکو قریب ہے کہ عذاب کریں ہم اُنکو
دوہرا یہ اور ابو بکر کے خاتمہ کے حضرت کو خبر کیونکر ہو جب تک کہ خدا تعالی حضرت کو خبر نکرے البتہ جس امر سے خدا تعالی حضرت کو مطلع کرتا تھا اُس سے حضرت جانتے
تھے اور جب اسکے حضرت ابو بکر کے انجام سے مطلع ہوئے تو فرمایا ابو بکر سے کہ مَا اَدْرِیْ مَا تُحْدِثُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یعنی نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کروگے بعد میرے
دین میں اور فرمایا کہ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ وَتَكُوْنُ لَكُمْ نَدَامَةً یعنی قریب ہے کہ حرص کرو تم حکومت پر اور ہووےگی وہ واسطے تمہارے ندامت اور پشیمانی اور یہ مسئلہ
جامع الاصول میں لکھا ہوا ہے جو کہ جامع صحاح ستہ کے ہے اور ابو بکر کو جو حضرت نے اپنے ہمراہ لیا تھا تو مسلمان اور دوست جانکر ہمراہ لیا تھا اور تسلی تو حضرت اُنکی
کی ہی فرماتے اگر ہمراہ حضرت کے ہوتا اور حضرت کے دوستوں میں سے ہوتا اور خوف کفار سے رنج کرتا اور ابو بکر کو تو حضرت مسلمان جانتے تھے اور جھوٹ حضرت نے ہرگز نہ
اور لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا جو حضرت نے فرمایا تو یہ سب درست تھا کہ بے شک ہمراہ حضرت کے اور ابو بکر کے خدا تھا کہ کوئی بندہ ہمراہی سے خدا کی خالی نہیں ہے اور تقیہ کو یہ
کیا دخل ہے اور کوئی بھی تقیہ کا اس مقام میں قائل نہیں ہے اپنی طبیعت سے جو کچھ تو چاہتا ہے ایک بات ایجاد کرتا ہے کہ جسکا کوئی بھی قائل نہیں ہے اور پھر آپ ہی اُسکا جواب
دیتا ہے پس جو مضمون کہ تقیہ پر بنا کرکے لکھا ہے وہ سب باطل ہے اور یہاں پہلوانی کو کیا دخل ہے حضرت نے اور ابو بکر کو کس خطا پر مار ڈالتے اُنکو تو مسلمان اور اپنا دوست
سمجھکر اپنے ہمراہ لیا تھا اور جھوٹ حضرت ہرگز نہیں بولے ہیں اگر جھوٹ ہوگا تو تیری عقیدہ کے موافق ہوگا اور ہماری نزدیک تو حضرت کا فرمانا سب راست تھا اور درست
لیکن تیری مفید مطلب کوئی بات نہیں ہے اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ کا ایک ہی حاصل ہے اس میں کچھ فرق نہیں ہے اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا سے
کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی کہ کئی مرتبہ اسکا ہم ذکر کر چکے ہیں اور رسول خدا صلعم نے کچھ جھوٹ نہیں فرمایا اور ابو بکر خواہ مومن تھے خواہ منافق اُسوقت تو
رسول خدا اُنکو مسلمان اور اپنا رفیق ہی جانتے تھے اور ابو بکر نے بھی ایسا ہی سمجھا تھا اور خدا کی بھول چوک کا احتمال بھی تیری ہی نزدیک ہوگا نہ ہماری نزدیک اور
خدا تعالی ہمراہ ابو بکر کے ہمیشہ رہا ہے حالت اسلام میں بھی اور حالت کفر میں بھی اور اپنی ہمراہی کو کبھی چھوڑا نہیں ہے جبتک کہ ابو بکر زندہ رہے **قال الشیخ الاشعری**
اس تقریر کے بعد ایک تنبیہ پر خاتمہ کرتا ہوں اتنا یاد رہے کہ شاید بعض عقل کے دشمنوں کو یہاں یہ خلجان پیش آئے کہ کلام اللہ میں یوں ارشاد ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ
یعنی نہیں بھیجا ہمنے کوئی رسول مگر اُسکی زبان وہی تھی جو اُسکی قوم کی زبان تھی سو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی موافق اس قاعدہ کے عرب کے محاورہ میں گفتگو
کرتے ہونگے اور چونکہ اس بات کی علت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تفہیم مطالب میں فرق نہو تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ کلام اللہ بھی عرب کے محاورہ میں ہو اور یہ ظاہر ہے کہ صاحب عربی
زبان میں لفظ بمعنی ہمراہی ہے اُسکو صحابی کو ہم معنی سمجھنا ایک طرح کی نا انصافی ہے کیونکہ صحابی اصطلاح شرع میں اُس شخص کو کہتے ہیں کہ ایمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھوڑی دیر یا بہت دیر رہا ہو اور بعضے علماء کا یہ مذہب ہے کہ طول صحبت بھی شرط ہے بہرحال ایمان داخل مفہوم صحابی ہے سو لفظ صاحب اول تو اصطلاح میں معروف
نہیں بلکہ اصطلاح شرع میں لفظ صحابی مستعمل ہوتا ہے دوسرے سلمنا کہ صاحب بھی مستعمل ہو لیکن کلام اللہ تو عرب کے محاورہ موافق اُترا ہے اصطلاح کے محاورہ موافق
نہیں اُترا تو یہ معنی ماننا کلام اللہ سے ابو بکر صدیق کا صحابی ہونا بھی ثابت ہو اور اس جہت لازم آوے التزامی انکے ایمان کا بھی پتا لگا مگر کوئی یہ تو بتلائے کہ اس آیت سے تا دم مرگ
اُنکا ایمان پر قایم رہنا کہاں سے نکلا جو شخص اُنکی ارتداد کا قائل ہوا اس آیت سے اُسکا الزام معلوم **اقول** یہ سوال بیجا ہے لیکن صاحب صحابی کے معنے میں مستعمل
نہیں ہوتا اور نہ کلام اللہ سے ابو بکر کا صحابی ہونا ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** جواب اس وہم کا یہ ہے اُنکا ایمان اور پھر ایمان پر قایم دائم رہنا تو بایماء کلمات طیبات
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ اور اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اوپر مرقوم ہو چکا حاجت تکرار نہیں پھر جب ایمان تو یوں ثابت ہوا اور ہمدمی اور مصاحبت لفظ صاحبہ سے ثابت ہوئی
تو صحابیت میں کیا کسر باقی رہ گئی جسکا انتظار ہے اس صورت میں اگر صاحب مرادف صحابی ہی نہیں تو نہو بعد لفظ صاحب کا غیر مشہور ہونا اور صحابی کا اصطلاح شرع
مشہور ہونا تو باعتبار اُس زمانہ کے ہے اور اگر اُس زمانہ میں بھی یوں ہی تھا تو یہ ایسا قصہ ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام محمد مشہور تھے اور حضرت عیسی علیہ السلام
نے تو آپکی بشارت دی تو احمد کے نام سے بشارت دی چنانچہ سورہ صف میں مذکور ہے القصہ جب دو لفظ مرادف وہم معنی ہوا کرتے ہیں گو ایک مشہور ہو مگر وہ بیگانہ اُسکے جگہ
وہ لفظ بھی بولا کرتے ہیں **اقول** یہ سوال وہم نہیں ہے بلکہ بہت معقول ہے اور ابو بکر کا ہمیشہ ایمان پر قایم رہنا ان دونوں آیتوں سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا
پہلے ابو بکر کا زمرہ مخلصین میں داخل ہونا ثابت کرلو تب اس میں کلام کرو اور پہلے اس سے معیت خدا کو جو علت مخلص ہونیکی لکھا ہے وہ باطل ہے اور ہم اُسکو رد کر آئے
ہیں اس واسطے کہ خدا سب مومنین کے کیا بلکہ سب بندوں کے ہمراہ ہے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور سب بندے اُسکی پناہ میں ہیں اور ہر ایک بندہ کو ہر آفت اور بلا سے

محفوظ کہتا ہے اس علت سے تو چاہئے کہ سب بندے مخلصین ہی ہو جائیں اور ابو بکر کی کیا خصوصیت اس میں ہے اور جب ابو بکر کا مخلصین میں سے ہونا ثابت نہوا تو
ان کا دائمی بھی اُنکا ثابت نہوا صرف ہمراہی رسول خدا صلعم کی باقی رہ گئی سو اس سے کیا ہوتا ہے بہت سے منافقین بھی شب و روز حضرت کی صحبت میں رہتے تھے اس
صورت میں تو ابو بکر کی صحابیت ثابت نہوئی کہ اُس میں تا دم واپسیں ایمان شرط ہے اور صاحب کا لفظ عام ہے کہ سانپ مومن بھی ہوتا ہے اور کافر بھی ہوتا ہے اور بیشک
اصطلاح شرع میں صحابی مشہور ہے نہ صاحب. اور ہمیشہ سے اسیطرح سے ہی حال کہ زمانہ کی کچھ خصوصیت نہیں ہے اور صاحب اور صحابی مثل دو نام حضرت کے ہیں کہ وہ محمد اور احمد ہیں ہرگز نہیں ہو سکتا کہ
یہ دو نام ایک شخص کے ہیں گو ایک نام زیادہ مشہور ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص پر بولے جاتے ہیں بخلاف صاحب اور صحابی کے کہ ان دونوں لفظوں کا ایسا حال نہیں ہے بلکہ جس شخص پر اطلاق صحابی کا ہوتا ہے تو وہ
صاحب بھی ہو سکتا ہے اور ہر صاحب صحابی نہیں ہو سکتا اور یہ دونوں لفظ اپنے اپنے معنی میں مشہور ہیں یہ کہ ایک مشہور ہو اور دوسرا غیر مشہور جیسے یہ شیخ محمد اور احمد کو کہتا ہے کہ محمد تو مشہور ہے اور احمد
غیر مشہور ہے اور صاحب اور صحابی ہرگز مرادف نہیں ہیں اور نہ متحد المعنی ہیں کہ گاہ گاہ ایک کی جگہہ . دوسرے کو بولتے ہوں اور عرب تو گدہے کو بھی صاحب کہتا ہے مگر
صحابی نہیں کہتا **قال الشیخ الاشعری** باقی یہہ کہنا کہ کلام اللہ عربی محاورہ میں ہے اسکا کسی کو انکار ہے پر اسکے یہ معنی نہیں کہ جو لفظ کلام اللہ میں ہے اُسکے وہی معنی
مراد ہیں جو عرب کی زبان میں اُسکے معنے تھے صلوۃ زکوۃ روزہ صوم حج یہ جتنے اس قسم کے الفاظ ہیں سب کے سب اپنے معانی اصلی سے منقول ہیں اور اصطلاح شرعی مراد
ہیں سو ایسے ہی لفظ صاحبہ کو سمجھنا چاہئے اور قاعدہ کلیہ یہ سکا یہ ہے کہ جب کوئی رسول آتا ہے تو وہ کچھہ کچھہ نئے احکام لاتا ہے اور ایک کارخانہ ہی نیا ہو جاتا ہے اور اکثر ایسے
نئے نئے مضمون پیش آتے ہیں کہ اُسکو اور اُسکی توابع کو اُنکی تفہیم کی ضرورت پڑتی ہے مگر چونکہ وہ احکام اور وہ مضامین پہلے سے معلوم نہیں ہوتے تو اُنکے مقابلہ میں
کوئی لفظ موضوع اُس زبان میں نہیں ہوا کرتا ناچار وضع کرنا پڑتا ہے لیکن ہر زبان کا دستور ہے کہ جب اُس زبان کے مشاقوں کو کسی لفظ کے وضع کی ضرورت ہوتی ہے تو پہلے ہی
الفاظ مستعملہ میں سے کسی ایسے لفظ کو مقرر کر لیتے ہیں کہ اُسکے معنے اول سے نئے معنے کو کچھہ مناسبت ہو چنانچہ واقفان فن عربیہ کو لفظ صوم صلوۃ کے دونوں معنی قدیم اور
جدید کے تصور سے یہ عقدہ اچھی طرح واضح ہو جائیگا سو ایسا ہی لفظ صاحب اور صحابی کو سمجھئے مگر چونکہ لفظ صاحب کے اصلی معنی کی تفہیم کی بھی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور
علی ہذا القیاس اس لفظ کے معنی شرعی کے بھی اہل زبان کو اکثر ضرورت ہوتی ہے تو بایں لحاظ فرق کے لئے صاحب کو اکثر پہلے معنوں میں بولتے ہیں اور صحابی کو اکثر دوسرے
معنی میں مگر بایں ہمہ صاحب دوسرے معنوں میں بھی اطلاق کیا جاتا ہے لیکن اضافت کے وقت چونکہ توہم التباس نہیں رہتا تو لفظ صاحب ہی کو اصطلاح شرع میں استعمال
کرتے ہیں چنانچہ جو لوگ احادیث پر اور خطب ائمہ پر غور کرتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں **اقول** کلام اللہ اگر عربی کے محاورہ میں ہے اور اُس سے انکار نہیں ہے تو جیسے کہ کلام اللہ میں
استعمال الفاظ عربیہ کا ہوا ہے اُسکی موافق ہی کہنا چاہئے اور اُسکے خلاف سے دست بردار ہونا چاہیئے سو کلام اللہ میں لفظ صاحب کا کسی جگہہ معنی اصطلاحی میں بجز معنے اصلی
کے نہیں آیا ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور یہہ ہم نہیں کہتے ہیں کہ کلام اللہ میں جو لفظ ہے وہ اپنے معنی اصلی ہی میں مستعمل ہوتا ہے بلکہ کوئی لفظ تو معنی اصلی میں مستعمل ہے اور
کوئی لفظ معنی اصطلاحی میں اور صلوۃ زکوۃ روزہ صوم حج یہ جتنے الفاظ ہیں البتہ معنی اصطلاحی میں مستعمل ہیں اسکا کون انکار کرتا ہے اور صاحب کا لفظ قرآن میں بجز اصلی معنی اصطلاحی معنی
میں کسی جگہہ مستعمل نہیں ہے جیسے کہ یا صاحبی السجن اور قال لہ صاحبہ و ہو یحاورہ اور وما صاحبکم بمجنون یہاں صاحب کا لفظ صحبت یار کے معنی میں ہے اور سوا اسکے تبلاؤ کہ ان آیتوں
میں وہ کونسا لفظ صاحب کا ہے اور وہ کون صاحب ہے کہ جو اُسنے ادراک صحبت نبی بھی حالت ایمان میں کیا ہو اور ایمان پر مرا بھی ہو اور ایسے ہی اذ یقول لصاحبہ ہے اور سب جگہہ تو صاحب کے
معنی ہم ابھی کہے ہیں ایک جگہہ اذ یقول لصاحبہ میں معنی اصطلاحی کیونکر ہو جاینگے بدون قرینہ کے اور یہ تم نے مانا کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر آتا ہے تو کچھہ کچھہ نئے احکام لاتا ہے اور بعضے
مضامین کے لئے وضع الفاظ کی احتیاج ہوتی ہے تو انہیں الفاظ مستعملہ کو ان مضامین جدید کے واسطے وضع کرتا ہے جیسے کہ لفظ صلوۃ اور صوم کا لیکن صاحب کے لفظ کو کسی
معنی جدید کے لئے وضع نہیں کیا ہے قرآن میں جس جگہہ کہ لفظ صلوۃ اور صوم کا ہے وہ معنی اصطلاحی میں موضوع ہے اور لفظ صاحب کا بجز معنے اصلی کے کسی مقام میں معنی اصطلاحی
میں موضوع نہیں ہے البتہ لفظ صحابی کا معنی اصطلاحی میں موضوع ہے اور صحابی اُسکو کہتے ہیں کہ جس نے حالت ایمان میں ادراک صحبت نبی کیا ہو اور ایمان پر مرا ہو اور صاحب کے اصلی معنی
مشہور ہیں اُسکی تفہیم میں کچھہ دقت نہیں ہے اور شرعی معنی اسکے واسطے کوئی نہیں ہیں بجز معنے اصلی کے اور صاحب کو سب جگہہ اصلی معنی میں بولتے ہیں اور شرعی معنی اُسکے واسطے کہیں
نہیں ہیں اور صحابی کے معنی بھی ایک ہی جو کہ مذکور ہوئے اور فرق ان دونوں لفظوں میں ظاہر ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ صاحب کو اُنہیں معنے اصلی میں بولتے ہوں اور کم اصطلاحی معنی میں
بولتے ہوں بلکہ اصطلاحی معنی تو اُسکے واسطے ہیں ہی نہیں اور نہ اُس میں مستعمل ہے اور قرآن میں صاحب کا لفظ اضافت ہی کے ساتھہ آیا ہے اور بجز معنے اصلی کے اُسکے واسطے اور کوئی معنی نہیں
اور احادیث اور خطب میں خلاف قرآن کے نہیں ہو سکتا اور بعضی جگہہ جو آیا ہے کہ یا صاحب رسول اللہ تو وہاں صحبت کا یار مراد ہے اور اصحاب بھی جو کہ جمع صاحب کی ہے وہ
یاروں کے معنی میں ہے اور یہی لغت میں لکھا ہے لیکن جس جگہہ کہ تعریف اصحاب کی ہے اور درود و سلام اُنپر بھیجا ہے وہاں مومنین مراد ہیں بدلالت قرینہ

اور ایمان پر انکے ہرگز یقین ہی اور اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا میں صاحب کی کوئی مدح نہیں ہی اور نہ اُسوقت ابوبکر کے ایمان پر ہرگز یقین تھا **قال الشیخ الاشعری** اقول اصطلاحات شرع سے کلام اللہ خالی نہیں بلکہ جو لفظ کہ شرع میں کسی معنی کے لئے مقرر ہی جب وہ کلام اللہ یا حدیث میں پایا جائیگا تو معنی شرعی ہی مراد ہونگے احتمال معنی اصلی کا کرنا محض عناعت ہوگی صوم صلوٰۃ زکوٰۃ سے کلام اللہ میں معنی شرعی کے مقابل میں مستعمل ہوا ہی اور اس سی معنی لغوی مراد لینی دیانت سے بہت دور ہے اور مسلمنا کہ لفظ صاحب سے جو صاحب میں ہی معنی شرعی مراد نہوں تب عرفی معنی اس لفظ کے وقتیکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف ہو معنی شرعی کے مطابق ہونگے کیونکہ کفار زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اہل زبان تھی جب اس لفظ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کرتے تھے اور اس سے کسی طرف اشارہ کرنا مد نظر ہوتا تہا تو یہی معنی مراد لیتی تھے کہ فلانا شخص ہمارے سے نکل گیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگیا اور اُنکے زمرہ میں داخل ہوگیا ہمارے دین سے نکل بھاگا محمدی دین اختیار کرلیا اس مضمون کا ماحصل علماء شیعہ فرمائیں کہ کیا ہوتا ہے پھر جائی حیف ہی کہ کفار تک اس لفظ سے وقت اضافت یہی معنی سمجھتے ہوں حالانکہ انکی اصطلاح اصطلاح نہیں سمجھیں تو حضرات شیعہ سمجھیں اگر ہم جانیں بزعم خود ایسا کرتے ہیں کفار سے مطابقت و موافقت تو آخر ممنوعات شرعی میں سے ہو یہ کیا اچھی تو نہ منع در فتنہ رفتہ کفار سے یہ خلاف پیدا کرینگے کہ بر خلاف اُنکے صوم و صلوٰۃ وغیرہ الفاظ سے بلکہ ساری کلام اللہ سے حتی المقدور کچھ اور ہی معنی سمجھا کرینگے

اقول ۔ البتہ اصطلاحات شرعی کے الفاظ کلام اللہ میں بہت ہیں اور الفاظ مصطلحہ شرع جس جگہ پائے جاینگے قرآن اور حدیث میں یا فقہ میں معنی شرعی مراد ہونگے اسکا کون انکار کرتا ہے لیکن صاحب کا لفظ اصطلاحات شرعیہ میں سے نہیں ہے وہ جہاں پایا جائیگا اُسکے معنی لغوی ہی مراد ہونگے اور صاحب کا لفظ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مضاف ہو تو اُسوقت معنی اسکے صحبت کا یار مراد ہونگے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے اور معنی شرعی کی مطابق نہوں گے اور صحبت کا یار عام ہے خواہ مومن ہو خواہ کافر و اسواسطے کہ بعضے اصحاب منافق بھی تھے اور لوگ خود حضرت کے اصحاب ہی جانتے تھے اور عرصہ دراز تک حضرت کو بھی خبر نہوئی تھی کہ یہ منافق ہیں چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے لا تعلمہم نحن نعلمہم اور حضرت اُنکو مسلمان اور اپنے اصحاب میں سے جانتے تھے بعد عرصہ دراز کے خدا تعالی نے مطلع کیا تو اُنکا حال معلوم ہوا اور کفار اگر اس لفظ کو رسول خدا صلعم کی طرف مضاف کرلیتے تھے اور اُس سے کسی کی طرف اشارہ کرنا مد نظر ہوتا تھا کہ فلانا شخص ہم میں سے نکل گیا اور پیغمبر کے ساتھ ہوگیا تو اسکو تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور ابوبکر کو بھی کہتے ہیں کہ وہ مشرکین میں سے نکلکر مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہوگئے تھے اور دین محمدی اختیار کرلیا تھا لیکن بعد رسول خدا صلعم کے محبت جاہ اور طلب ریاست کی جہت سی استقامت ایمان سی خارج ہوگئے تمکو چاہیئے کہ تا دم واپسیں اُنکا ایمان صحیح پر باقی رہنا ثابت کرو اور ہمارے نزدیک تو ثابت نہیں ہے اور جو کچھ کہ آپکی تحریر کا ماحصل تھا وہ ہم بیان کرچکے اور ابوبکر کے مسلمان ہونیکا اور مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہونیکا اور صاحب رسول اللہ ہوجانا کہ جو معنی یار صحبتی رسول خدا ہے اسکا ہم انکار نہیں کرتے اور جو کچھ اس لفظ سے وقت اضافت کفار سمجھتی تھی ہم بھی کہتی ہیں اس سے ہمکو کب انکار ہے لیکن فائدہ اس سے کچھ نہیں ہی جب تک کہ ابوبکر کا ایمان صحیح پر باقی رہنا آخر دم تک ثابت نہو اور خدا تعالی ہمکو بھی توفیق دے کہ ہم کفار سے ہمیشہ مخالفت رکھیں اور وہ نماز اور روزہ نہیں رکھتے ہیں اور ہم نماز اور روزہ میں مشغول رہیں اور تمہارا واسطے بھی یہی دعا ہے کہ تمکو خدا ہدایت کرے اور شریک ہمارے ہوکر مخالفت کفار کی اختیار کرو اور اُنکی موافقت کو ترک کرو اور جو کچھ معانی صحیحہ قرآن سے ہم مراد لیتے ہیں تم بھی وہی لیا کرو اور معانی غیر صحیحہ پر عمل نکرو **قال الشیخ الاشعری** اور ہم اس سے بھی درگذرے صاحب کے لغوی ہی معنی ہیں اور کسیطرح سے شرعی کو دخل نہیں کی کچھ بحث نہیں ہے تب لفظ لا تحزن اور ان اللہ معنا کو کہاں کھو دینگے صاحب کے لفظ سے نہیں تو ان دونوں سے ایمان ثابت ہوگیا چنانچہ اوپر مذکور ہوچکا بہرحال اُنکا صحابی ہونا بطور اصطلاح شرع کے اس آیت سے ثابت ہوگیا بلکہ ہماری نزدیک اس صورت سے دوہری فضیلت ہوجائیگی لفظ صاحب سے اصطلاح شرعی مراد ہوتی تو وہ بات ہرگز نہوتی شرح اسکی یہ ہی کہ اس صورت میں صاحب کے لفظ سے جو مراد ہوگی تو اُسی ہمراہی کیطرف اشارہ ہوگا جو اذ ہما فی الغار سے ثابت ہوتی ہے چنانچہ لفظ اذ جو اذ یقول میں ہے وہ پہلے اذ کا جو اذ ہما میں ہی بدل ہے مطلب یہ ہوا کہ یہہ ہماری نصرت اُسوقت ہوئی ہی جب وہ دونوں غار میں تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہمراہی سے یوں کہہ رہے تھے اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت کی ہمراہی اُسیکا کام ہی کہ اُس سے زیادہ کوئی مخلص نہو اور سچ بھی تو ہے ابوبکر صدیق کی جانبازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خاص کر اُسوقت دشوار کی ہمراہی اور رفاقت ایسی نہیں کہ اُسکا انکار کیا جائے اگر خداوند کریم اُسکی طرف اشارہ نفرماتا تب کچھ حاجت نتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ رفاقت اور اُنکا اخلاص ایسا شہرۂ آفاق ہوگیا ہے کہ ضرب المثل ہوگئے ہیں شیعہ زبان سے انکار کریں تو کیا ہوا دل میں اُنکے بھی یہی ہے کہ ابوبکر صدیق کی برابر دنیا میں کوئی کسیکا رفیق نہیں ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقوں میں کچھ انکا رتبہ بڑھ کر نہیں دیکھتے نہیں کہ جسکی رفاقت اور اخلاص نہایت کو پہونچ جاتے ہیں تو عرف میں اُسے شیعہ سنی ہندو مسلمان یار غار کہتے ہیں رفاقت میں ایسا رتبہ کہ ضرب المثل درشبہ یہ ہوجائے بجز اسکے نہیں ہوسکتا

کالور ونکی رفاقت کو آنکی رفاقت کے ساتھہ ایسی نسبت ہو جیسے نور چہرہ کو نور قمر یا نور خورشید کے ساتھہ نسبت ہے کون نہیں جانتا کہ کہاں آفتاب کہاں آدمی کا چہرہ آدمی کیسا ہی خوب صورت کیوں نہو آفتاب کے نور سے لاکھوں درجہ کم اسکا نور رہتا ہے اُسکے شرف کے لیے یہی بہت ہے کہ اُسکے ساتھہ تشبیہ دیتے ہیں ایسا ہی اور ونکی رفاقت اور دوستی کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور دوستی سے بدرجہا کم سمجھنا چاہیے اُنکو یہی شرف بہت ہے کہ اُنکے ساتھہ اوروں کو تشبیہ دیتے ہیں اور جسکی رفاقت اور دوستی کی تعریف کرتے ہیں تو اُسکو یار غار کہتے ہیں۔ **اقول** بے شک صاحب کا لفظ لغوی معنی میں ہے اور ان اللہ معنا کو برابر لکھتا چلا آتا ہے اور ہم اُسکا جواب لکھتے چلے آتے ہیں کہ جیسے تو کہتا ہے وہ مراد یہاں نہیں انتہای کار یہہ ہے کہ اگر ہم ہی موافق تیرے کہنے کے تسلیم کریں تو اُس سے یہہ ہی ثابت ہوگا کہ ابوبکر اُسوقت مومن تھے اور یہی مقصود اس شیخ نجدی کا ہے لیکن یہہ بتاؤ کہ اُنکا صحابی ہونا بطور اصطلاح شرع کے اس آیت سے کیونکر ثابت ہوا اصطلاح شرع میں تو صحابی اُسکو کہتے ہیں کہ جو ایمان صحیح پر مرے اور ابوبکر کا ایمان صحیح پر مرنا ثابت نہیں ہے اور اُن سے بہت امور صادر ہوئے میں طمع ریاست اور حب جاہ میں کہ وہ ایمان سے خارج ہو گئے ہیں اور وہ کونسی فضیلت ہے کہ جو اصطلاح شرعی صاحب کے لفظ سے مراد لینی تو دونی مہیا [illegible] اس آیت سے تو ثابت نہیں ہے اور اذ ہما فی الغار [illegible] ہی میں کیا فضیلت ہے اگر غار میں رسول خدا صلعم کے ساتھہ ابوبکر مع ہوئے تو اس سے کونسی فضیلت ثابت ہوئی ابوبکر کے اکثر مومن اور کافر ایک مکان میں مجتمع ہوتے ہیں حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیبیاں حضرت نوح اور حضرت لوط کے ہمراہ ایک مکان میں ہوتی تھیں [illegible] ایک مکان میں ہونے سے [illegible] فضیلت [illegible] کہ وہ مومنہ تھیں اور اگر دوسرا اثنین پہلی آیت بدل ہے تو تمہارا مطلب اس سے کیا ثابت ہوا ہمارا [illegible] اور اگر [illegible] حضرت ہوتی تو رسول اللہ صلعم کی [illegible] تھا اور ابوبکر کا کون طالب تھا ابوبکر تو حضرت کے ہمراہ ایسے تھے جیسے کہ کسیکے ہاتھہ میں رومال و چھڑی اور پاؤں میں جوتیاں ہوتی ہیں کہ جو [illegible] راحت اور نصرت [illegible] وہ آدمی کے واسطے ہوتی نہ اُسکی ہمراہی چیزوں کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے واسطے تو خدا تعالی نے فرمایا کہ فقد نصرہ اللہ اور فرمایا [illegible] اور ابوبکر کی نصرت کے واسطے کیا فرمایا اور لا تحزن ان اللہ معنا جو حضرت نے فرمایا تو ابوبکر کی تسلی کے واسطے کہ وہ خوف کفار سے رنج کرتے تھے اور احتمال تھا کہ کثرت رنج سے [illegible] رونے لگیں سو واسطے اُنکے خاموش اور مطمئن ہونیکو ایسا فرمایا اور اُسوقت کی ہمراہی کونسی بڑی ہمراہی تھی کہ وہاں تو کسی طرحکا خوف [illegible] تھا سو [illegible] مکڑی نے تو غار کے دروازہ پر جالا تنا تھا اور کبوتری نے انڈے دئے تھے اور درخت خار دار بقدرت خدا دروازہ میں [illegible] غار میں کوئی آدمی گیا ہوگا وہ تو بمنزلہ حصن حصین کے ہو گیا تھا اور کسی طرحکا خوف اُس غار میں نہ تھا لیکن ابوبکر [illegible] کفار سے رنج کرتے تھے تو انکو خدا پر اعتماد نہ تھا اور [illegible] اپنی نادانی سے جزع اور فزع کرکے ایسا حال [illegible] اور آدمی نادان کی رفاقت سے سانپ و بچھو کی رفاقت بہتر ہے کہ سانپ و بچھو کی رفاقت میں خوف [illegible] اور آدمی نادان کی رفاقت میں خوف [illegible] سعدی نے اسی رفاقت ابوبکر کی مقدمہ میں کہا ہے [illegible] اگر بود یار غار [illegible] کونسا بڑا کام [illegible] بجز اسکے کہ جزع اور فزع کرکے رنجکو بڑہاتے تھے اور کونسی جانبازی کی ابوبکر نے بجز جزع اور فزع کے کہ خوف کفار سے اور کس بلا و آفت سے حضرت کو بچایا تھا اور جانبازی تو وہ تھی کہ جو حضرت علی سے وقوع میں آئی کہ شب کو تو حضرت کے بستر پر [illegible] ہاتھہ میں تلوار لیکر سیکڑوں کفار کا مقابلہ کیا اور جانبازی کا کام تو جہاد میں تھا سو وہاں ابوبکر حضرت کو تنہا چھوڑ کر [illegible] بھاگتے تھے کیا اسکو جانبازی کہتے ہیں اور یہی اخلاص حضرت کا تھا اور غار میں اگر حضرت کے ہمراہ رہے اور رفاقت کی حضرت کے ایسے مقام محفوظ میں کہ جہاں [illegible] تھا بقدرت خدا تو کیا بڑا کام کیا اور ایسے بے فائدہ رفاقت کا انکار کون کرتا ہے اور یہہ کس کام کا اخلاص تھا کہ جس سے بجز پاس [illegible] فائدہ حاصل نہو اور اہل سنت ہی نے اسکو ضرب المثل کر دیا ہے اور شیعوں کے دل میں کوئی بات ہی ابوبکر کی رفاقت کی نہیں ایسی رفاقت کس کام کی کہ جس میں [illegible] اور جب تھا اس مقام [illegible] تو رسول خدا صلعم کو [illegible] جانتے ہی کہ کفار اُنکے آزار کے درپے تھے نہ یہہ کہ اپنی جان کا رنج کرنے لگا اور اس رفاقت بیفائدہ [illegible] رفاقت [illegible] ضرب المثل [illegible] سے اس رفاقت کی کونسی فضیلت ہے اور یہہ جو کہتے ہیں کہ فلانا فلانیکا یار غار ہے اول تو یہہ اہل سنت کا شبہہ [illegible] اور دوسرے یہہ کہ [illegible] اور صحبتے یار ہونے سے ہے اس میں کچھہ فضیلت نہیں ہے ہاں اگر ابوبکر نے حضرت کی رفاقت میں کسی آفت و بلا کو حضرت سے دفع کیا ہوتا یا کفار کے حملہ [illegible] حضرت کو بچایا ہوتا تو یہہ رفاقت کام کی تھی اور جو شخص ہمراہی کو ابوبکر کی اگر ضرب المثل ہی کر دیا تو اس میں کونسی فضیلت ابوبکر کی نہیں [illegible] ابوبکر کی بدانجامی کو کچھہ فائدہ نہیں بخشتی اور بڑی رفاقت ابوبکر کی کہ جو ضرب المثل ہوئی ہے اگر تھی تو یہہ تھی کہ رسول خدا صلعم کے پاس بیٹھے [illegible]

تنہا نہیں چھوڑا اور کفار کو حضرت کی خبر نکی انمیں کونسی فضیلت ہوئی اور ہمنے مانا کہ ابوبکر نے بڑی رفاقت کی حضرت کے اخلاص کے ساتھ ایسی رفاقت کہ جو ضرب المثل ہوگئی کہ جو
کوئی کسیکا بڑا یار اور دوست ہوتا ہے تو اسکو کہتے ہیں کہ فلانا فلانے کا بڑا یار غار ہے اور شبہ بشبہ سے بہتر ہوتا ہے لیکن یہ رفاقت ابوبکر کی سب خاک میں ملگئی جسوقت
بعد اسکے ترک کیا حضرت کی رفاقت کو جسکا کہ بجالانا واجب تھا اور ترک کرنا حرام تھا اور وہ رفاقت حضرت کے جہاد میں تھی کہ مقابلہ کفار سے تھا اور ہتیار چل رہا تھا اور وہاں
حضرت کی رفاقت سے منہ موڑنا نہیں چاہئے تھا وہاں سے تو حضرت کو کفار کے بلوہ میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور اپنی جان کو حضرت کی جان پر مقدم رکھتے تھے کیا
اسیکو رفاقت کہتے ہیں کہ حضرت کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جانا اپنی جان کی حفاظت کے واسطے اگر غار میں کہ جہاں کسی طرحکا خوف تھا رفاقت کی تو کیا فائدہ ہوا اس
رفاقت سے کہ جو کہ محل رفاقت کا تہا وہاں تو رفاقت کی ہی نہیں اور ایسے محل میں رفاقت نکرنے سے باطل ہوئی رفاقت غار کی بھی اور انصاف سے دیکھو تو یہہ رفاقت قابل
مدح کے نہیں ہے اسواسطے کہ یہہ رفاقت اگر پسندیدہ اور ممدوح ہوتی تو ابوبکر کی شان میں کوئی آیت نازل ہوتی جیسے کہ حضرت علی کی شان میں آیت نازل ہوئی ہے حضرت
صلعم کے بستر پر سونے سے اور وہ آیت یہہ ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوئی ہے اور ابوبکر کا جو جزع اور فزع رسول خدا صلعم نے دیکھکر
اسواسطے تسلی اور خاموش کرنے ابوبکر کے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا تھا اسکو خدا تعالی نے قرآن میں نقل کردیا ہے سو اسکا بڑا اہتمام ہے انکے نزدیک اور طرح طرح سے
اس میں تاویلیں کر کے ابوبکر کے فضائل میں لیجاتے ہیں اور حال یہہ ہے کہ اس سے کوئی فضیلت ابوبکر کی ثابت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اس شیخ نجدی
کے جواب میں **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس تقدیر پر وہ صحابہ میں ہی فرد اکمل ہوں گے اور کیوں نہو زبان خلق نقارہ خدا انکا یار غار ہونا اور صدیق ہونا
سب عالم و خاص پر روشن ہے دوست دشمن سب انکو اسی لقب سے پکارتے ہیں اب یہاں بس کیجئے مگر شاید کسیکو یہاں یہ شبہ ہو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر افضل ہی
ہوئے تو کیا ہوا خلافت تو لبطاہر علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا حق تھا کیونکہ وہ چچا کے بیٹے اور داماد تھے اور مشہور ہے کہ داماد بمنزلہ فرزند ہوتا ہے تو اس صورت میں خلافت
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر پہنچتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچتی ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہوتے تھے جو خلافت دبا بیٹھے اور اس سے بھی قطع نظر کیجے
اپنے بعد ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کر دیا ہوتا وہ بھی نہوا وصیت کی تو خلیفہ ثانی کے لئے کی سو اس توہم کا جواب اول تو یہی ہے کہ خلافت کو سلطنت پر قیاس کیجے
تو البتہ یہی توہم پیدا ہوتا ہے لیکن اہل فہم پر پوشیدہ نہوگا کہ خلافت نبوت ارکان دین میں سے بھی رکن عظیم اور سلطنت دنیا کے امور دنیا میں سے بھی نہایت درجہ کو فہیم جب
حقیقت دنیا اور دین ہی میں اتنا تفاوت ہو کہ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا تو اسکے اعلے درجہ اور اسکے اعلے درجہ میں کچھہ لگاؤ ہی نہوگا جو ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جاے
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ہاں خلفاء انبیاء کو اگر خلفاء علماء اور خلفاء فقراء پر قیاس کیجے تو البتہ قیاس کا موقع بھی ہے علم اور فقر بھی امور دینی میں سے ہیں مگر یہ بھی سب جانتے ہیں کہ خلافت
علما اور خلافت فقراء میں یگانگت اور قرابت کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوتی تفضیل اور کمالات کی باعث ہوتی ہے چنانچہ لفظ خلافت خود بہ دلالت کرتا ہے اسلئے خلافت یعنی نیابت ہے اور نیابت کا استحقاق اسکے لئے ہوتا ہے جو
منیب کا کام دیسکے اور اگر چند آدمی موصوف بایں صفت ہوں تو انمیں وہ مقدم ہوگا جسمیں کمالات اور فضائل منیب اوروں سے زیادہ تر ہوں **اقول** اس تقدیر سے کچھہ فائدہ نہ بخشا چنانچہ ہم لکھہ چکے اور جس
جہت سے لوگ انکو یار غار کہتے ہیں وہ جہت ہی ابوبکر نے باقی نرکہی کہ رسول خدا صلعم کی رفاقت کو ترک کر کے جہادوں میں بہاگتے رہے اور یار غار ہونا سب باطل ہوگیا اور نہ ابوبکر کو ہم
صدیق جانتے ہیں تم جو چاہو سو کہو کہ تم تو معاویہ کے بھی فضائل بیان کرتے ہو اور صدیق ہمارے نزدیک علی بن ابیطالب ہیں کہ جو حضرت کے بستر خواب پر قائم رہے اور بعد
اسکے جہادوں میں بڑی جانبازی کی اور ابوبکر اگر حضرت کے ہمراہ ہی غار میں تو انہوں نے کونسا کام بنایا اور اگر غار میں حضرت کے پاس بیٹھے رہے اور اس پاس بیٹھنے کی جہت سے
لوگ انکو یار غار کہتے ہیں اور انکی یار غار ہونے کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہیں اور انکی یاری کو تو ابوبکر کے واسطے کیا فضیلت ہوئی بہت ہوگا تو یہہ ہوگا کہ ایسے یار ہیں کہ حضرت کی پاس سے
ٹلے نہیں اور وہیں بیٹھے رہے حضرت کے پاس جمے ہوئے اور حضرت کو تنہا چھوڑا لیکن ابوبکر کے پاس بیٹھنے سے حضرت کو کیا فائدہ ہوا اور کس ضرر کو حضرت کے ابوبکر نے دفع کیا اور
ابوبکر جو ایک شخص جاہل تھے کہ جنکی جہالتیں اہل سنت کی کتابوں میں مندرج ہیں اور ہمیشہ جہادوں میں سے بہاگتے تھے کفار کے مقابلہ میں سے وہ کیونکر افضل ہو جاویں
علماء سے اور جم کر جہاد کرنیوالوں سے جو کہ زخم پر زخم کہاتے تھے اور میدان کو چھوڑتے نہیں تھے کہیں عقل میں بھی آتا ہے اور بدون دلیل کے جو چاہو سو کہدو تمہاری
زبان کس نے پکڑی ہے اور بے شک خلافت حضرت علی کا حق تھا محض قرابت کی جہت سے نہیں بلکہ علم کی جہت سے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ
يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ یعنی پس جو شخص رہنمائی کرے طرف حق کے زیادہ سزاوار اور حقدار ہے کہ اسکی پیروی اور متابعت کریں یا وہ
شخص کہ نہیں رہنمائی کر سکتا ہے مگر یہہ کہ ہدایت کیا جاے کہ اسکو اور کوئی ہدایت کرے پس کیا ہے واسطے تمہارے کیونکر حکم کرتے ہو تم اور دوسری جگہہ خدا تعالی
فرماتا ہے کہ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنے جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہیں کہ جاننے والوں اور علماء کو فضیلت ہے نہ جاننے والوں اور جہلاء

یہہ وجہ تھی علی کے حقدار ہونے خلافت کے کہ علم علی کا سب صحابہ سے زیادہ تھا اور ابن مردویہ اور ابن جریر نے اپنی تفسیروں میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن عساکر نے ابن تاریخ میں اور احمد حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہی کہ جب آیت اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ تو رسول خدا صلعم نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ میں منذر ہوں یعنی ڈرانیوالا اور اے علی تو ہادی ہی کہ بعد میرے تجھ سے ہدایت پائیں گے ہدایت پانیوالے اب انصاف کرنا چاہئے کہ جو شخص کہ ہدایت کرے وہ سزاوار خلافت کا ہی یا جو شخص کہ محتاج ہدایت کا ہو کہ اُسکو کوئی اور ہدایت کرے اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہی اور سعید بن المسیب سے روایت ہے قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنْ مُعْضِلَةٍ لَيْسَ لَهَا اَبُو الْحَسَنِ یعنی کہا کہ تھا عمر بن خطاب کہ پناہ مانگتا تھا ساتھ خدا کے اُس مشکل سے کہ نہوتا تھا واسطے حل کرنے اُسکے کے ابو الحسن یعنی علی بن ابیطالب پہلا اوں کیونکر ہو سکتا ہی کہ جسکی طرف رجوع کریں مشکل دینی میں وہ تو مستحق خلافت نہو اور رجوع کرنیوالی اُسکی طرف مستحق ہو جائیں اور ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے اور ابن عباس سے روایت کی کہ قَالَ قَالَ لِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنِّيْ اُدْرِكُ تَقُوْلُ اِنَّ صَاحِبَكَ وَلِيُّ النَّاسِ بِهَا يَعْنِيْ عَلِيًّا قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ ذٰلِكَ فِيْ سَابِقَتِهِ وَعِلْمِهِ وَقَرَابَتِهِ قَالَ اِنَّهُ كَمَا ذَكَرْتَ وَلٰكِنَّهُ كَثِيْرُ الدُّعَابَةِ یعنی کہا ابن عباس نے کہ کہا مجھ سے عمر بن خطاب نے کہ تحقیق میں پاتا ہوں تجھکو کہ کہتا ہی تو کہ صاحب تیرا اولی اور سزاوار تر لوگوں کا ہی ساتھ خلافت کے یعنی علی کہا میں نے کہ ہاں قسم ہے خدا کی تحقیق میں البتہ کہتا ہوں اس بات کو سابق ہونے میں اُسکے اسلام میں اور علم میں اور قرابت میں رسول خدا صلعم سے کہا عمر نے کہ تحقیق وہ امر ایسا ہی ہی جیسے کہ تو نے کہا ہی اور لیکن وہ یعنی علی کثیر المزاح ہی کہ اُسکی طبیعت میں خوش طبعی بہت ہے اب دیکھئے کہ علی کو حقدار خلافت کا جانتے تھے اور پھر اُنکو خلیفہ نکیا اور مزاح اور خوش طبعی مانع اس امر کی نہیں ہو سکتی اگر اُن میں خوش طبعی تھی اور اگر یہی عذر تھا تو بعد عثمان کے اُنکو خلیفہ کیوں کیا اور علم میں علی کے اور ابو بکر کے اسقدر فرق تھا کہ تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہی کہ قال واللّٰہ مَا نَزَلَتْ اٰيَةٌ اِلَّا وَقَدْ عَلِمْتُ فِيْمَا نَزَلَتْ وَاَيْنَ نَزَلَتْ وَعَلٰى مَنْ نَزَلَتْ یعنی کہا علی نے قسم ہی خدا کی کہ نہیں نازل ہوئی ہی کوئی آیت مگر کہ تحقیق جانتا ہوں میں جس چیز میں نازل ہوئی ہی اور کہاں نازل ہوئی ہی اور جس پر کہ نازل ہوئی ہی اور یہہ بھی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہی کہ قَالَ عَلِيٌّ سَلُوْنِيْ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اٰيَةٍ اِلَّا وَقَدْ عَرَفْتُ بِلَيْلٍ نَزَلَتْ اَمْ بِنَهَارٍ اَمْ فِيْ سَهْلٍ اَمْ فِيْ جَبَلٍ یعنی کہا علی نے کہ سوال کرو تم کتاب خدا سے پس تحقیق کہ نہیں ہی کوئی آیت مگر کہ پہچانتا ہوں میں کہ رات کو نازل ہوئی ہی یا دن کو یا زمین نرم میں یا پہاڑ میں اور طبرانی نے لکھا ہی کہ رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَنْكَحْتُكِ اَكْثَرَهُمْ عِلْمًا وَاَفْضَلَهُمْ حِلْمًا قسم ہی خدا کی البتہ تحقیق نکاح میں دیا میں نے تجھکو اُس شخص سے کہ علم اُسکا سب آدمیوں سے زیادہ ہی اور حلم اُسکا سب سے زیادہ بزرگ ہی اور یہی ابن جریر نے لکھا ہی اور جسوقت خدا تعالی نے ملائکہ سے خطاب کیا کہ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً یعنی میں کرنیوالا ہوں زمین میں خلیفہ کہ وہ حضرت آدم تھے تو ملائکہ نے خدا تعالی کے جواب میں کہا کہ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا یعنی کیا کریگا تو اُس میں خلیفہ اُس شخص کو کہ فساد کرے اُس میں پس خدا تعالی نے حضرت آدم کو تعلیم اسما کرکے ملائکہ پر حجت پکڑی اور علم کی حیثیت سے آدم کو خلیفہ کیا کہ پھر ملائکہ چون و چرا نکر سکے اور بنی اسرائیل نے طالوت کی خلیفہ ہونے میں بہت قیل و قال کی لیکن خدا تعالی نے اُنکا کہنا منظور نکیا اور طالوت کو علم اور شجاعت کی جہت سے خلیفہ کیا چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ یعنی اور کہا واسطے بنی اسرائیل کے پیغمبر اُنکے نے کہ تحقیق برگزیدہ کیا ہی خدا نے اُس طالوت کو تمپر باعتبار علم اور جسم کے اور زیادہ فراخی جسم سے شجاعت ہی اور ابو بکر میں نہ جسکو علم تھا کہ مسائل میں غلطیاں کرتے تھے اور نہ شجاعت تھی کہ جہادوں میں سے بھاگا کرتے تھے وہ کیونکر حقدار اور سزاوار خلافت کے ہوں گے اور حقدار خلافت کا تو وہ ہی ہی کہ جسمیں یہ دو خصلتیں تھیں اور سوا علی بن ابیطالب کے اور کوئی ایسا اُسوقت نتھا اور اب ابو بکر کا حال سنیئے کہ تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہی اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْكَلَالَةِ فَقَالَ اِنِّيْ سَاَقُوْلُ فِيْهَا بِرَاْيِيْ فَاِنْ يَكُنْ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَاِنْ يَكُنْ خَطَاً فَمِنِّيْ وَمِنَ الشَّيْطَانِ اَرَاهُ مَا خَلَا الْوَلَدَ وَالْوَالِدَ فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عُمَرُ قَالَ اِنِّيْ لَاَسْتَحْيِيْ اَنْ اَرُدَّ شَيْئًا قَالَهُ اَبُوْ بَكْرٍ یعنی سوال کیا گیا ابو بکر سے معنی کلالہ سے کہا تحقیق قریب ہے کہ کہوں میں اسمیں ساتھ رای اپنی کے اگر صواب ہی تو جانب خدا سے ہی اور اگر خطا ہو تو جانب میری سے اور شیطان سے ہی دیکھتا ہوں معنے کلالہ کو سوا پسر اور پدر کے پھر جس وقت خلیفہ ہوئے عمر اور معنی کلالہ کے دریافت کئے تو کہا کہ تحقیق میں حیا کرتا ہوں اس سے کہ رد کروں میں اس چیز کو کہ کہا ہو اُسکو ابو بکر نے اور یہہ بھی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہی کہ ابو بکر سے قول حق تعالی کا معنی پوچھے وَفَاكِهَةً وَاَبًّا کے تو فَقَالَ اَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِيْ اَوْ اَيُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِيْ اِنْ قُلْتُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا لَا اَعْلَمُ پس کہا کہ کونسا آسمان سایہ کریگا مجھکو اور کونسی زمین بنہالیگی مجھکو اگر کہوں میں کتاب خدا میں وہ بات کہ جو نہیں جانتا ہوں میں یہہ حال تھا علی اور ابو بکر کے علم کا اور سوا اسکے بہت غلطیاں ابو بکر کی اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں جو کچھ ہم پہلے اس سے بھی لکھ چکے ہیں پھر باوجود موجود ہونے ایسے عالم علی کے ایک شخص جاہل کیونکر سزاوار خلافت کا ہو جائیگا اور سوا اسکے یہ بات بھی کہ مسند احمد حنبل میں ابن عباس سے روایت ہی کہ نہیں ذکر کیا ہی خدا نے قرآن میں یا ایہا الذین آمنوا مگر کہ علی سر اور امیر اور شریف اُسکا ہے اور سید و سردار اُنکا ہے وَلَقَدْ عَاتَبَ اللّٰهُ اَصْحَابَ

محمدؐ فی القرآن وما ذکر علیا الا بخیر یعنی اور تحقیق عتاب کیا ہی خدا نے اصحاب محمدؐ کو قرآن میں اور نہیں ذکر کیا ہی علیؑ کو مگر بخیر یہہ وجہہ بھی استحقاق کی ہی سب سے بڑہ کر
اور حضرت علیؑ خود فرماتے ہیں کہ خلافت حق میرا تھا چنانچہ استیعاب میں کہ کتب معتبرہ اہل سنت میں سے ہے ترجمہ میں قاعہ بن رافع کے لکھا ہی عن جابر عن الشعبی
قال لما خرج طلحۃ والزبیر کتبت ام الفضل بنت الحارث بخروجہما فقال علی العجب بطلحۃ والزبیر ان اللہ عز وجل لما قبض رسولہ قلنا نحن اہلہ و اولیاءہ
فلا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا و ایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبوء الذین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم ثم
لم نحمد اللہ الا خیرا ثم وثب الناس علی عثمان فقتلوہ ثم بایعونی ولم استکرہ احدا و بایعنی طلحۃ والزبیر ولم یصبرا شہرا واحدا کاملا حتی خرجا الی العراق ناکثین اللہم فخذہما بفتنتہما للمسلمین
یعنی روایت ہی شعبی سے کہ کہا اُس نے کہ جسوقت خروج کیا واسطے علیؑ کے طلحہ اور زبیر نے تو لکھا علیؑ کو ام الفضل دختر حارث نے اور خبر کے ساتھہ خروج اُنکے کے پس کہا علیؑ
نے تعجب ہے ساتھہ طلحہ اور زبیر کے تحقیق خدا عز وجل نے روح قبض کی پیغمبر اپنے کی تو کہا ہمنے کہ ہم ہیں اہل اُسکی اور اقارب اُسکے پس نزاع کریگا ہمسے سلطنت اُسکی میں کوئی
پس انکار کیا ہمپر قوم ہماری نے پس حاکم اور والی کردیا اُنہوں نے غیر ہمارے کو قسم ہی خدا کی کہ اگر نہوتا خوف مفارقت کا اور اسکا کہ پہر عود کریگی کفر اور ہلاک اور فاسد ہو وینگے البتہ متغیر
کر دیتے ہم پس صبر ہمنے بعض الم پر بعد اُسکے نہ دیکہا ہمنے بحمد و شکر خدا اگر خیر کو پہر کودے آدمی عثمان پر پس قتل کیا اُسکو پہر بیعت کی مجہہ سے اور نہ جبر کیا تھا مینے کسی پر اور بیعت کی
مجہہ سے طلحہ اور زبیر نے اور نہ صبر کیا اُن دونوں نے ایک مہینے کامل یہانتک کہ نکلے وہ طرف عراق کے جسوقت کہ بیعت توڑنیوالے تھے میری ای خدا ایس پکڑ تو اُنکو بسبب فتنہ
کرنے اُنکے کے مسلمانوں کو اور ایسے ہی عقیلی محدث اہل سنت نے ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کی ہی اور خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ بروز بیعت عثمان علیؑ کہتے تھے کہ بعد رسول خدا
صلعم کے خلافت حق میرا تھا اور بعد ابوبکر کے بہی حق میرا تھا اور اب بہی حق میرا ہی ہی اور ہر وقت میں اطاعت کی مینی اس خوف سی کہ اگر میں کچہہ کہتا ہوں کرتا ہوں تو لوگ
کفر کی طرف پہر جائینگے اور مرتد ہو جائینگے اور بعض بعض کی گردن ماریگا اور عمر نے مجہہ کو پانچ آدمیوں میں مقرر کیا ہی اور چہٹا اُنکا میں ہوں کہ کوئی نہین جانتا ہی میری فضیلت
کو گویا میں فضیلت ہی نہیں رکہتا ہوں اور سب کے برابر ہوں اور اگر میں گفتگو کروں تو کوئی میری خصلت اور فضیلت کو رد نہیں کرسکتا ہی اور یہ روایت لسان المیزان ابن حجر
اور کتب دارقطنی میں بطریق متعددہ لکھی ہوئی ہی سو حضرت علیؑ بموجب آیت و اولو الارحام بعضہم اولی ببعض قرابت کی جہت سے اور کثرت علم کی جہت سے کہ جسکا بیان ہو چکا اور
سابقہ اسلام کی جہت سے حقدار خلافت کے تھے اور اسی سبب سے حضرتؐ نے خم غدیر پر حضرت علیؑ کو خلیفہ اور جانشین اپنا کیا تھا کہ بدلائل کثیرہ خلیفہ ہونا اُنکا ثابت ہے اور ابوبکر کو نہ قرابت
حضرت کی حاصل تھی نہ کچہہ علم تھا اور اسواسطے اُسکو خلیفہ اپنا نہ کیا یہ کون کہتا ہی کہ اپنے بعد ہی علیؑ کو خلیفہ کر دینا تھا وہ کون تھے خلیفہ کر دینے کہ خود اُنکی ہی خلافت صحیح نہ تھی
اور عمر کے لئی وصیت اسواسطے کی کہ عمر نے اُنکو خلیفہ کیا تھا اور بعد رسول خدا کے دونو کا یہی مشورہ ہو گیا تھا کہ اب تو ابوبکر خلیفہ ہو اور بعد اپنے ابوبکر عمر کو خلیفہ کری اور اگر عمر کی اعانت اور
کمک ابوبکر کی خلافت کے واسطے نہوتی تو خلافت ابوبکر کی ہرگز نہ جمتی یہ تو عمر ہی نے دہول دہپا کرکے اور فاطمہ زہرا کے گہر کے جلانے کا ارادہ کرکے اور بعضے بعضے اصحاب کو مثل سعد وغیرہ
کے ذلیل کرکے خلافت کو ابوبکر کی مستحکم کیا اس احسان کے عوض میں ابوبکر نے عمر کو خلیفہ کیا باوجودیکہ کوئی شخص عمر کی خلافت سے راضی نہ تھا چنانچہ ولی اللہ محدث پدر مولوی عبد العزیز صاحب نے
ازالۃ الخفا میں ترمذی اور مستدرک سے روایت کی ہی کہ لما ان ابابکر لما حضرتہ الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال الناس تستخلف علینا فظا و غلیظا و لو قد ولینا کان
افظ و اغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ و قد استخلفت علینا عمر یعنی تحقیق ابوبکر کو جسوقت حاضر ہوئی موت کہ وقت مرنیکا قریب پہنچا تو کسیکو عمر کے پاس بہیجا تاکہ خلیفہ کری اُنکو
اپنے پاس بلاکر پس کہا آدمیوں نے کہ کیا خلیفہ کرتا ہی تو ہمپر تندخو اور بدمزاج کو اور اگر خلیفہ کریگا تو ہمپر تو ہو جاویگا وہ زیادہ تندخو اور بدمزاج پس کیا کہیگا تو جواب میں پروردگار اپنے
کے جسوقت ملاقات کریگا تو اُس سے اور حال یہ ہی کہ تحقیق خلیفہ کیا ہی تو نے ہمپر عمر کو اور ریاض النضرہ میں لکھا ہی کہ ان جماعۃ من الصحابۃ دخلوا علی ابی بکر لما عزم علی استخلاف عمر
فقال لہ القائل منہم ما انت قائل لربک اذا سالک عن استخلافک عمر علینا و قد تری غلظتہ یعنی تحقیق کہ ایک جماعت صحابہ کی داخل ہوئی ابوبکر پر یعنی ابوبکر کے پاس
جسوقت کہ قصد کیا ابوبکر نے اوپر خلیفہ کرنے عمر کے پس کہا ابوبکر سے ایک کہنے والے نے اُس جماعت صحابہ میں سے کہ کیا ہی تو کہنے والا اپنے پروردگار کو جسوقت پوچہیگا تجہ سے خلافت کرنے
عمر کے سے ہمپر اور حال یہ ہی کہ تحقیق دیکہتا ہی تو بدمزاجی اور سختی اُسکی اور تاریخ خمیس میں تو لکہا ہی کہ وہ کہنے والا حسن نے ابوبکر کو کہا تھا کہ تو کیا کہیگا جواب میں پروردگار اپنے کو طلحہ اور زبیر تھے
اور کنز العمال میں لکہا ہی کہ وہ حضرت علیؑ اور طلحہ تھے لیکن ابوبکر نے کہنا صحابہ کا نہ منظور کیا اور باوجود عدم رضا صحابہ کے عمر کو خلیفہ کیا موافق وعدہ کے کہ جو اُن دونوں میں قرار پایا تھا کہ تو مجہہ
کو خلیفہ کریگا تو میں تجہہ کو خلیفہ کرونگا اور استحقاق حضرت علیؑ کا محض قرابت کی جہت سے نہیں ہے بلکہ قرابت اور علم اور سابقیت اسلام اور شجاعت اور سخاوت وغیرہ جمیع فضائل کی جہت
سے ہی اور خلافت ابوبکر کی مثل سلاطین دنیا کی تھی اور موافق مذہب اہل سنت کے خلافت ارکان دین میں سے بھی نہ تھی اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج
کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارے کو سو اب ہم پوچہتے ہیں کہ اگر خلافت دین میں داخل ہی تو بتلاؤ کہ جناب رسول خدا صلعم نے کس کو خلیفہ کیا تھا بحکم خدا جس سے دین کامل ہوا اور اگر کسی کو خلیفہ

نہیں کیا تو دین ناقص رہا - کہ خلافت دین میں سے تھی اور ظہور میں آئی کہ کوئی خلیفہ ہو جاتا اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اور خدا فرماتا ہے کہ ہمنے دین کو کامل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلافت دین میں داخل نہیں ہے اور خلافت ابوبکر کی بھی ایسی ہی ہے کہ دین میں داخل نہیں ہے اور لوگوں کو متفق کر کے بادشاہ بنگئی جیسے کہ شاہان دنیا کا دستور ہے اور رسولخدا صلعم نے خلیفہ انکو نہیں کیا ہے کہ انکے خلیفہ ہونے لیکن موافق مذہب شیعوں کے خلافت دین میں داخل ہے کہ زندگی ہی میں جناب رسولخدا نے خلیفہ علی کو کیا تھا اور خلیفہ کرنے کی بعد ہی آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوئی اور خلفاء علماء اور خلفاء فقراء بھی قیاس حضرت علیؑ ہی کا ہو سکتا ہے نہ ابوبکر کا کہ ابوبکر کو علم اور فقر تھا اور علی ہی جامع جمیع فضائل اور کمالات کے تھے اور قرابت بھی حضرت سے رکھتے تھے اور منصب کا کام حضرت علی ہی دے سکتے تھے نہ ابوبکر اسواسطے کہ کام منصب کا ہدایت تھی اور وہ موقوف تھی علم اور شجاعت پر اور یہ دونو امر علی ہی میں تھے نہ ابوبکر میں کہ جسکو سب مسلمان جانتے ہیں بلکہ ابوبکر سے تو سوای علیؑ کے اور بہت صحابہ زیادہ علم اور شجاعت رکھتے تھے **قال الشیخ الاشعری** جب حضرت صدیق اکبر کی فضیلت مابعد انبیا کی سب پر ثابت ہوگئی تو پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق کے ہونے کی کیا معنی ہاں یہ مسلم کہ خلافت کی لیاقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رکھتے تھے لیکن افضل پھر افضل ہے باقی رہا دبا بیٹھنا کیا ہم پوچھتے ہیں کہ جب سب میں زیادہ استحقاق خلافت حضرت ابوبکر صدیق ہی میں ہوا تو خلافت کو اگر دبا ہی لیا تو کیا بیجا کیا اپنا حق تھا و سروں کا حق چھینتے تو جای گرفت بھی تھی معہذا واقفان فن سیر جنکو حضرت صدیق اکبر کے خلیفہ ہونے کی قصہ کی خبر ہی خود جانتے ہیں کہ انہوں نے خلافت دبائی تھی یا بجبر و اکراہ انکو سر دھرنی پڑی باقی رہا حضرت عمر کا خلیفہ کر دینا اسکا جواب بھی یہی ہے کہ خلافت میں قرابت کو مداخلت نہیں ورنہ حضرت فاطمہ زہرا اور حسنین رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مقدم تھے رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا عورت ہونا اور علی ہذا القیاس حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کا لڑکا ہونا موافق آئین سلطنت کچھ مانع جانشینی حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نتھا سلطنت میں بوقت ضرورت اکثر عورتوں اور لڑکوں کو قائم مقام کر دیتے ہیں گو اور ہی نگران حال رہے القصہ اگر حال نبوت مثل حال سلطنت دنیا ہے اور قرابت باعث ترجیح ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر بھی مستحق نتھے نہ وقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکا حق تھا نہ اپنی خلافت کے وقت اسوقت حق تھا تو حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کا تھا اور اگر حال نبوت مثل حال سلطنت نہیں اور قرابت کو اسمیں کچھ دخل نہیں بلکہ افضلیت باعث تقدیم ہونی چاہئے تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو خلیفہ کر دیا تو کیا بیجا کیا کسی اپنے کو کر دیتے یا حضرت عمر انکے نزدیک اوروں سے افضل ہوتے تو البتہ جای اعتراض بھی تھی معہذا کلام اللہ سے بھی یہی نکلتا ہے کہ جو کچھ ہوا بجا ہوا اور یہی عین صواب تھا اگر یقین نہو تو یہ آیت چارم موجود ہے **اقول** ابوبکر کی فضیلت کسی کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور جناب رسولخدا صلعم ہمراہ غار میں ہونے کو جو تونے فضیلت قرار دیا ہے اسکو ہم باطل کر آئے ہیں کہ وہ فضیلت نتھی بلکہ جو کچھ ابوبکر سے غار میں عمل میں آیا ہے وہ عقلا کے نزدیک عیب کی بات تھی اور حضرت علی مرتضیٰ کے حق کے ہونے کو ابھی ہم ثابت کر چکے ہیں اس سے پہلے قول میں جا دیکھ لے کہ حق علی کا ثابت ہے یا نہیں اور افضل تو وہ ہے کہ جو خدا اور رسول خدا کے نزدیک افضل ہو اور قرآن اور حدیث سے افضلیت اسکی ثابت ہو، اگر کوئی کسی جاہل دبنگ بد دل کو تمام دنیا کے آدمیوں پر بوجہ معقول فضیلت دی تو اسکی زبان کس نے پکڑی ہے اور ابوبکر کی فضیلت کوئی ثابت نہیں ہے اور اولی تو اہل سنت کے نزدیک افضلیت شرط خلافت کی نہیں ہے اور اگر تیری نزدیک باعث خلافت افضلیت ہے تو چاہیے کہ جنکو ابن حجر خلیفہ حق و امام صدق صواعق محرقہ میں اور پیر دستگیر غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں وہ بھی افضل الناس ہونگے اور انہوں نے اپنے فرزند امجد یزید کو جو خلیفہ کیا ہے جیسے کہ ابوبکر نے عمر کو تو وہ بھی خلیفہ حق اور امام صدق اور افضل الناس ہونگے اور اگر یزید کی خلافت حق نہو تو عمر کی خلافت بھی حق نہو کہ دونو خلافتیں یکساں ہیں اور امام فسق کے اختیار کرنے سے امامت سے معزول نہیں ہو سکتا ہے چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے کہ ولا ینعزل الامام بالفسق اور امام غزالی اور ملا علی قاری نے یزید کو مومنین میں سے لکھا ہے اور حال یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے ابوسفیان اور معاویہ اور یزید تینوں پر لعنت کی ہے چنانچہ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے انہ رای رسول اللہ صلعم اباسفیان مقبلا علی حمار و معاویۃ یقودہ و یزید یسوقہ فقال صلعم لعن الراکب والقائد والسائق یعنی تحقیق دیکھا رسولخدا صلعم نے ابوسفیان کو آتے ہوا گدھے پر اور ہمراہ اسکے بیٹا اسکا معاویہ تھا کہ کھینچتا تھا اسکو اور یزید ہانکتا تھا اسکو پس کہا رسولخدا صلعم نے کہ لعنت کی ہے خدا نے سوار کو اور کھینچنے والے کو اور ہانکنے والے کو اور امام فخر الدین رازی نے کتاب محصول میں باب جرح اور تعدیل میں لکھا ہے کہ معاویہ نے حضرت امام حسن کو طلب کیا اپنی مجلس میں اور جسوقت وہ حضرت آئے تو ابو العاص نے حضرت علی کا ذکر شروع کیا کہ علی ابوبکر کو گالیاں دیتا تھا اور جسوقت نوبت امام حسن کی پہنچی تو فرمایا کہ ای معاویہ تجھکو یاد ہے کہ ایک روز باپ تیرا خچر پر سوار تھا اور تو اسکو کھینچتا تھا اور یزید اسکو ہانکتا تھا اور رسول خدا صلعم نے تم تینوں پر لعنت کی ہیں جسوقت کہ تمہارے نزدیک ملعونان خدا و رسول افضل اور خلیفہ حق و امام صدق ٹھیرے تو ابوبکر بھی ہے اور ابوبکر میں اور انمیں کیا فرق ہے خلافت کے باب میں نہ کچھ معاویہ اور یزید کے واسطے استحقاق خلافت تھا نہ ابوبکر کے واسطے اپنی بانہہ بازو کے اور قہر کے وسیلے سے خلیفہ بلکہ بادشاہ بن بیٹھے اور حقداروں کا حق غصب کیا اور ابوبکر میں استحقاق خلافت کا کسی جہت سے نتھا اور کوئی فضیلت ابوبکر میں خلیفہ ہونے کی نتھی نہ علم نہ شجاعت نہ قربت اور پھر جو وہ عمر کی

کمک سے خلیفہ بن بیٹھے بدون استحقاق کے اور دوسروں کا حق چھین لیا تو اسواسطے کہتے ہیں کہ بلا وجہ خلافت کو دبا بیٹھے اور انکا حق کیونکر تھا کہ جو وہ حقدار ہوتے انکا حق تو کسی طرح
نتھا اور کتب تواریخ سے بیشک یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلافت انہوں نے خود دبائی اسواسطے کہ انہوں نے خلافت کے دبانے میں نہایت سعی کی کہ بڑا موقع پایا اور دیکھا کہ اسوقت جناب رسولخدا
صلعم نے وفات پائی ہے اور حضرت علی اور انکی اہل بیت اسوقت کمال رنج والم میں اور حضرت کے غسل وکفن میں مشغول ہیں ایسے وقت میں ابوبکر عمر وغیرہ نے پیغمبر کی لاش
کو بے غسل وکفن ڈالکر کہ اگر کوئی دشمن مرتا ہے تو پھر کچھ نہ کچھ درد اور افسوس ہوتا ہے لیکن ان لوگوں کو کچھ رنج پیغمبر کے مرنیکا نہوا بلکہ خلافت کے دبانے کی خوشی میں پیغمبر کی لاش کو
بے غسل ڈالکر چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ چوں صحابہ جاہ دنیا خواستند ✽ مصطفے را بے کفن بگذاشتند ✽ سقیفہ بنی ساعدہ میں جا پہنچے اور ایک حجت نامعقول الائمہ من قریش پیدا کر کے
انصار پر غلبہ ڈھونڈا اور عمر کہ پہلے سے اُنسے ملی بھگت ہو رہی تھی اُنہوں نے پہلے سب سے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابوعبیدہ کہ وہ بھی انکا رازدار تھا اور بہت خلوص انسے رکھتا تھا
اُس سے بیعت کروائی اور پھر اپنے ہمجنسوں سے جو کہ دشمنان علی تھے اُنسے بیعت کرائی اور جب قوت بہم پہنچی تو کسی سے ترغیب سے اور کسی سے ترہیب سے بیعت لی اور باقی عوام لوگ جو
کچھ نہیں سمجھتے ہیں اُنہوں نے جدھر کو کثرت دیکھی بیوجہ اُدھر کو ہو گئے اور تمام بنی ہاشم اور اصحاب خاص مثل سلمان ابوذر عمار وغیرہ کے یہ حضرت علیؑ کے ہمراہ خانۂ فاطمہ زہرا میں
مجتمع تھے اور خلافت ابوبکر سے کنارہ اور منکر تھے ابوبکر نے عمر کو حکم دیا وہ واسطے جلانے گھر فاطمہ کے مع اُن آدمیوں کے جو اُس گھر میں تھے مثل علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ
اور عباسؓ وغیرہ کے آگ اور لکڑیاں لیکر گئے اور دروازہ فاطمہ زہرا کا توڑا اور لوگوں کی بےعزتی کی سعد عبادہ وغیرہ کی اور زبیر کی تلوار توڑی اور فاطمہ زہرا کے گھر میں سے
لوگوں کو پکڑ لائے اور زبردستی جبراً اور قہراً اُنسے بیعت لی اور یہ سب اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور پھر لکھتا ہے یہ شیخ نجدی کہ بجبر و قہر اُنکو سر دھرتی پڑی اور
جو کچھ کہ تعدی اور ظلم انکا اس روز نسبت صحابہ کے ظہور میں آیا ہے انکی تواریخ میں موجود ہے جن تواریخ کے کہ علماء اہل سنت لکھنے والے ہیں یہ وجیزہ گنجائش تفصیل
رکھتا ہے ورنہ میں سب زیادتیاں اور تعدیاں انکی لکھتا اور عمر کو جو خلیفہ کیا تو اُن موثق اور عہد کی رعایت سے کہ جو آپسمیں ٹھیری تھی کہ تو مجھ کو خلیفہ کروائیگا تو میں بعد اپنے
تجھ کو خلیفہ کرونگا اور عمر میں فضیلت کونسی تھی جسکے سبب سے ابوبکر انکو خلیفہ کرتے صحابہ تو عمر کے خلیفہ کرنے سے بہت ناخوش اور ناراض تھے اور کہتے تھے ابوبکر سے کہ تو اپنے پروردگار کو
کیا جواب دیگا اگر عمر کو تو ہمپر خلیفہ کریگا چنانچہ پہلے اس سے ہم ابھی لکھ چکے ہیں اور اگر اُن دونوں کی ملی بھگت نہوتی تو ابوبکر عمر کو کاہیکو خلیفہ کرتا اور اگر ملی بھگت نہوتی تو عمر کو
کیا غرض تھی کہ ابوبکر کے کہنے سے فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کو جاتا آگ اور لکڑیاں لیکر اور کیوں جناب رسولخدا صلعم کو وصیت کے لکھنے سے مانع ہوتا اور قرابت محض کی جہت سے
ہم استحقاق حضرت علی کا نہیں کہتے ہیں بلکہ اُسکے ہمراہ اور وجوہ اور فضائل علیؑ میں تھے جنکے سبب سے ہم مستحق خلافت ہونا اُنکا بیان کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو ثابت ہے کہ جناب
رسولخدا صلعم اپنی زندگی میں علی کو خلیفہ کر گئے تھے اور استحقاق اُنکا ہی واسطے رسولخدا کی زندگی میں بھی اور بعد اُن حضرت کے بھی کہ رسولخدا صلعم سے اُنکو علم پہنچا تھا
سینہ بسینہ جسکا ذکر اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے اور اُنسے حسنینؑ کو ایک کے بعد دوسرے کو علیؑ کی ہوتی تو کیونکر خلیفہ ہو سکتی تھے اور رسولخدا نے فرمایا ہے کہ واہو بما
افضل منہما اور عورت کا بادشاہ ہونا بعید نہیں لیکن فاطمہ زہرا کی شان کی مناسب تھا کہ وہ ایک گوشہ نشین صابرہ تارک الدنیا اور ایک صابر تارک الدنیا کی دختر تھی کہ
جسکے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا البتہ حضرت عائشہ کو تمنا سلطنت کی تھی کہ حکم خدا پس پشت ڈالکر طلب سلطنت میں بصرہ کو روانہ ہوئیں اور چاہا کہ حضرت علیؑ سے جنگ کر کے
سلطنت کو چھین لوں اور انکی بدعالی قدر نے تو حضرت علیؑ کو سرے ہی سے خلیفہ نہیں ہونے دیا تھا اور خود انہوں نے چاہا کہ بنی بنائی خلافت کو علیؑ سے چھین کر ملکہ معظمہ بن
بیٹھوں اور اپنے باپ کا نام روشن کروں لیکن تقدیر نے یاری نہ کی اور ہم پہلے اس سے ذکر کر چکے کہ موافق حکم آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ کے قرابت کو بھی
دخل ہے اور علم اور شجاعت وغیرہ سب صفات حمیدہ چاہئیں جس سے افضلیت ثابت ہو قرابت مجرد کو ہم نہیں کہتے اور افضلیت اگر تھی تو حضرت علی میں تھی کہ انمیں
سب فضائل موجود تھے اور ابوبکر میں ایک فضیلت بھی نہ تھی تقدیم کی اور ابوبکر نزدیک خدا کے اور رسولخدا کے خود تو خلیفہ تھے ہی نہیں اُنکے خلیفہ کرنے سے عمر کیسے خلیفہ
ہو جاتے اور خدا اور رسول خدا کی نزدیک ابوبکر خلیفہ اسواسطے نتھے کہ رسول خدا نے انکو خلیفہ نہیں کیا تھا لوگوں نے کیا تھا بلکہ عمر تنہا ہی نے کیا تھا کہ پہلے سب سے بیعت کر کے
کہا کہ ہم تو اسکو کرتے ہیں اور لوگوں کے خلیفہ کرنے سے پیغمبر خدا کا خلیفہ کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر لوگوں ہی کے کرنے پر موقوف ہے تو ابھی چند آدمی متفق ہو کر خلیفہ کر دیں کسیکو
اور کہدیں کہ یہ خلیفہ پیغمبر کا ہے اور ابوبکر نے جو عمر کو خلیفہ کیا تو بہت بیجا کیا اسواسطے کہ اصحاب رسول مقبول انکی خلافت سے راضی نہ تھے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور
کسی اپنے کو خلیفہ کیونکر کرتے کہ عمر سے تو ایک عرصہ سے پیمان ہو رہے تھے کہ اگر تو مجھے خلیفہ کریگا تو میں تجھ کو خلیفہ کرونگا اور عمر کی کونسی فضیلت کا ذکر کیا تھا ابوبکر نے جس کے سبب سے
خلیفہ کیا بڑی صفت انکی یہی ہے کہ وہ فظ غلیظ تھے اور اسی جہت سے اصحاب رسولخدا اُنکا خلیفہ ہونا نہیں چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اسکو تو خلیفہ کریگا تو یہ اور زیادہ بدمزاج
اور تندخو ہو جائیگا اور اگر تو اسکو خلیفہ کریگا تو اپنے پروردگار کو تو کیا جواب دیگا اور لوگوں کا کہنا ابوبکر نے کچھ نہ سنا اور عمر کو خلیفہ کر دیا اُن موثق اور عہد کی جہت سے اور فضیلت عمر

میں کونسی بحث باقی ہے کلام اللہ میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ جو کچھ ہوا اچھا ہوا اور عین صواب تھا اور آیت چہارم جو لکھی ہے بعد اسکے اُس سے ہرگز خلافت ثلاثہ کی ثابت نہیں ہے چنانچہ معلوم
ہوگا **قال الشیخ الاشعری** جو تھی آیت وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی
ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون یعنی وعدہ دیا ہے اللہ نے بعضے ان لوگوں سے جو تم میں سے
ایمان لائے ہیں اور اچھے اچھے عمل کئے اس بات کا کہ انکو زمین کا خلیفہ اور بادشاہ بنا دیگا جیسا اُنسے پہلوں کو اور اُنکے لئے اُس دین کو جو اُنکے لئے اللہ تعالے نے چھانٹ رکھا ہے اور
پسند کر رکھا ہے خوب جما دیگا اور اُنکو بعد اسکے کہ اندیشہ اور خوف رہا کرتا تھا امن دیگا کہ وہ بہر میری ہی عبادت کیا کرینگے اور کسیکو ذرہ برابر عبادت میں شریک نکرینگے اور جو لوگ بعد اس
نعمت کے کفران نعمت کریں اور ناشکری کریں وہی ہیں اصلی فاسق طاعت سے نکلے ہوئے اس آیت کا حاصل یہ ہوا جو کلام اللہ کو سمجھتے ہیں وہ تو سمجھتے ہیں اور جو نہیں سمجھتے وہ ترجموں
سے مطابق کر دیکھیں آجکل سیکڑوں ترجمے کلام اللہ ملتے ہیں کچھ کمی نہیں اب میری سنئے یہ وعدہ ہر کسی سے نہیں ہوا اُس زمانہ کی مومنوں بعضے صحابہ سے ہوا ہے کیونکہ الذین آمنوا کے بعد منکم
بھی بڑھایا ہے اسکا حاصل یہی ہوا کہ یہ وعدہ اُنہیں سے ہے کہ جو تمہاری زمانہ میں مومن ہیں پہلوں کو اس لفظ کی ذکر کرنے سے اس وعدہ سے علیحدہ کر دیا ہے تو اب حضرت امام مہدی کا
تسلط روی زمین پر اس وعدہ سے علیحدہ ہے اور پہر تسپر یہ وعدہ بھی اُس زمانہ کی تمام مومنوں سے نہیں ہوا بلکہ بعضے سے چنانچہ لفظ من جو منکم میں ہے اُسکا حاصل یہی ہے بلکہ لفظ من ضمیر کے
اوپر داخل ہوگا اُسکا یہی مطلب ہوگا یا ابتدا کے معنی ہونگے سو اس جگہ ابتدا کے معنی کسی کے نزدیک بن ہی نہیں سکتے تو بیشک بعضے ہی کی معنی ہونگے کیونکہ بیان کے لیے تو فصحا اسکے
کلام میں ضمیر پر آتا ہی نہیں **اقول** یہ شیخ نجدی اس آیت کے معنی ہی نہیں سمجھا اور اگر سمجھتا تو بعضے اُن لوگوں میں سے منکم کا ترجمہ نکرتا اور خلافت مصطلحہ جو کہ نیابت پیغمبر
ہے مراد نہ لیتا اور وعدہ تو سب مومنین صالحین سے ہے چاہئے کہ سبھی بادشاہ ہو جائیں خصوصیت کسی کی کیا ہے اور اگر کسی اور نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے تو بڑی غلطی کی ہے چنانچہ
معلوم ہوگا اور معلوم نہیں یہ لفظ سیکڑوں کس زبان کا ہے نہ ہندی ہے نہ فارسی نہ ترکی ہے خاص گھڑنت یہ مرد ترکی ہے اور وعدہ میں تخصیص بھی اُن مومنین کی نہیں ہے
جو کہ اس زمانہ میں موجود تھے اسواسطے کہ اکثر احکام ایسے ہیں کہ خطاب تو اُنہیں مومنین موجودین کی طرف ہے اور مراد جمیع مومنین ہیں قیامت تک اور اگر جمیع مومنین مراد نہوں تو وہ
احکام اُن لوگوں ہی کے واسطے ہوں جو کہ اُس زمانہ میں موجود تھے اور جو مومنین کہ بعد اُنکے ہوئے ہیں وہ اُن احکام سے خارج ہوں اور صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ کچھ اُنپر واجب نہو اور خدا تعالے
اُس زمانہ کی حاضرین کی طرف خطاب کرکے فرماتا ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون تو
بس چاہئے کہ جو لوگ کہ بعد اُنکے ہونگے اگر وہ مرتد ہو جائیں تو وہ مومن کے مومن ہی رہیں اسواسطے کہ خطاب تو اُن لوگوں کی طرف ہے کہ جو وقت نزول آیت کے موجود تھے اور جو کہ بعد اُنکے ہونگے
اُنکی طرف خطاب نہیں ہے اور فی الحقیقت یہ زمانہ رجعت کا ہے کہ اُسوقت ائمہ معصومین علیہم السلام کو تسلط فی الارض حاصل ہوگا اور جملہ مخاطبین میں سے جناب رسولخدا صلعم اور حضرت
امیر اور حضرت حسنین علیہم السلام وقت نزول آیت کے موجود تھے اور یہی صورت خطاب کی ہے کہ بعضے مخاطبین موجود ہوں جیسا کہ اصول فقہ میں مقرر ہو چکا ہے اور یہی حال کل
خطابات قرآنیہ کا ہے اور سوائے زمانہ امام مہدی کے اس آیت کا مصداق پایا نہیں جاتا اور اُنکے زمانہ کی سوا اور کوئی زمانہ ہو ہی نہیں سکتا اسواسطے کہ اس آیت میں خطاب جمیع مومنین
کی طرف ہے جو کہ اس زمانہ میں تھے اور من کا لفظ منکم میں اُسواسطے بیان کے ہے چنانچہ کشاف اور بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے پس غلبہ سے مراد اگر غلبہ فی الجملہ ہے کہ بعضے جگہ ہو اور بعضی جگہ نہو
تو وہ تو زمانہ رسولخدا صلعم میں بھی حاصل تھا اور صاحب بیضاوی آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت صلعم کی زمانہ میں غلبہ ہو گیا تھا پس ثلاثہ کا زمانہ خارج ہو کر انکا
زمانہ اس سے مراد ہوگا اور ترقی تو روز بروز ہوتی ہی رہتی تہی معاویہ کے زمانہ میں اُس سے زیادہ ترقی ہو گئی تھی اور عبدالملک کے زمانہ میں اور زیادہ ترقی تھی اور یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا کی کہنے سے
رسولخدا صلعم کا زمانہ اور ثلاثہ کا زمانہ اور اُنکے بعد معاویہ وغیرہ کا زمانہ سب خارج ہو گئے اسواسطے کہ انکے زمانوں میں شرک موقوف نہیں ہوا تھا چنانچہ ابتک شرک چلا آتا ہے اور نہ خوف سب جگہ سے موقوف ہوا تھا
اور بعضی جگہ کا خوف اور شرک مراد ہو تو یہ ہو نہیں سکتا اسواسطے کہ یہ سورہ مدنی ہے اور یہ آیت بھی مدنی ہے اور جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اُسوقت مدینہ میں شرک تھا اور نہ خوف تھا اور اگر کوئی
مشرک اُسوقت تھا تو مغلوب و دبا ہوا تھا پہر وعدہ کرنے سے کیا حاصل ہے کہ بعضی جگہ تو اُسوقت بھی شرک اور خوف نہ تھا اور بعضی جگہ شرک ہو اور بعضی جگہ نہو تو آجتک موجود ہے کہ بالکل بھی
موقوف ہی نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ مراد دفع شرک ہے کل زمین سے شرک کے دفع کرنیکا وعدہ ہے۔ اور یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا کے کہنے سے ایک اور وجہ سے بھی زمانہ رسولخدا صلعم کا اور اُنکے بعد
کا نکل گیا اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وعدہ کو ظاہر کرینگے تو اُسوقت وہ سوائے میری کسیکی عبادت نکرینگے اور عبادت میں تو مومنین قبل نزول اس آیت کے نہ کبھی کی کرتے تھے کسی غیر کی
کرتے تھے اور نہ شرک کرتے تھے لیکن کل آدمی خدا کی عبادت نہ کرتے تھے اور نہ سب نے شرک کو چھوڑا تھا پس معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی اُسوقت سوائے خدا کی کسیکی عبادت نکریگا اور نہ کوئی شرک
کریگا سو یہ حال تو امام مہدی ہی کی زمانہ میں ہوگا کہ نہ کوئی آدمی شرک کریگا اُسوقت اور نہ سوائے خدا کی کسیکی عبادت کریگا اور یہ صورت جناب رسولخدا کی زمانہ سے آجتک ظہور میں نہیں آئی یقین ہے
کہ امام مہدی کی زمانہ میں ظہور میں آئیگی اور یہی مراد ہے اس آیت سے اور لفظ من جو منکم میں ہے تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ بیانیہ ہے اور لفظ استخلاف سے مراد معنی اُس کے لغوی ہیں

نہ معنی اصطلاحی کہ جو نیابت پیغمبر ہے اور مراد مومنین سے جمیع مومنین ہیں چنانچہ بیضاوی اور کشاف و مدارک وغیرہ تفاسیر معتبرہ اہل سنت میں لکھا ہے اور عبارت تفسیر بیضاوی کی یہ ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت الخ خطاب للرسول وللامۃ او له ولمن معه ومن للبیان یعنی خطاب ہے واسطے پیغمبر کے اور واسطے امت کے یا واسطے پیغمبر کے اور واسطے اُس شخص کے کہ ہمراہ اُس حضرت کے ہے اور لفظ من واسطے بیان کے ہے اور زمخشری نے تفسیر کشاف میں لکھا ہے الخطاب لرسول اللہ ولمن معه ومنکم للبیان کالتی فی آخر سورۃ الفتح وعدهم اللہ ان ینصر الاسلام علی الکفر ویورثهم الارض ویجعلهم فیها خلفاء کما فعل ببنی اسرائیل حین اورثهم مصر والشام یعنی خطاب واسطے پیغمبر خدا صلعم کے ہے اور واسطے اُس شخص کے کہ ہمراہ اُس حضرت کے ہے اور منکم واسطے بیان کے ہے مثل اُس من کے کہ آخر سورہ فتح میں آیت وعد اللہ الذین امنوا منہم الخ میں ہے وعدہ کیا ہے اُن سے خدا نے یہ کہ نصرت کرے اسلام کو کفر پر اور وارث کرے اُنکو زمین کا اور کردے اُنکو اُس میں جانشینان یعنی مالک اور صاحب اختیار جیسے کہ کیا بنی اسرائیل کو جس وقت کہ وارث کیا اُنکو مصر اور شام کا بعد ہلاک کرنے قوم جبابرہ کے اور جس وقت کہ خطاب جمیع مومنین کیطرف ہوا اور لفظ من منکم میں واسطے بیان کے ہوا تو معنی استخلاف کے لغوی مراد ہونگے نہ اصطلاحی اسواسطے کہ سب مومنین خلفاء رسول مقبول نہیں ہوسکتے اور استخلاف سے مراد یہ ہوگی کہ مومنین کو وارث اور مالک عرب کے زمین کا کردیگا جیسا کہ بنی اسرائیل کو مالک ملک مصر و شام کا کردیا تھا اور ایسا ہی تفسیر مدارک وغیرہ میں ہے اور اسی سے جواب ہوگیا اس شیخ کی سب باتوں کا کہ من واسطے بیان کے ہے نہ واسطے تبعیض کے اور خطاب طرف جمیع مومنین کے ہے نہ طرف بعض مومنین کے اور اگر لفظ من کو جو کہ منکم میں ہے تبعیض کے واسطے کہیں تو معنی آیت کے موافق مطلب کے حاصل نہیں ہوتے اسواسطے کہ اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ بعضے صحابہ مخاطبین مومن صالح ہیں اور بعضے نہیں ہیں اور یا یہ معنی ہونگے کہ مومنین صالحین کہ بعضے مخاطبین ہیں کل وعدہ کئیے گئے خلافت کے ہیں بعضے ان میں سے وعدہ کئے گئے خلافت کا ہیں اور جس نے من کو تبعیض کے واسطے کہا ہے اُس نے بڑی غلطی کی ہے اور اسیواسطے جو لوگ کہ ماہر فن عربیت ہیں مثل صاحب کشاف و بیضاوی کے اُنہوں نے من کو منکم میں تبعیض کے واسطے نہیں کہا ہے بلکہ بیان کے واسطے کہا ہے اور اگر تبعیض کیواسطے کہا جاوے تب بھی مطلب اس شیخ کا حاصل نہیں ہوتا ہے چنانچہ ہم کہہ چکے البتہ اگر لیستخلفهم کی جگہ لیستخلفن منکم یا منہم ہوتا تو موافق مطلب اس شیخ کے ہوتا اور اب تو کسیطرح سے مطلب اُنکا ثابت نہیں ہے اور ابتدا کے واسطے تو کوئی بھی من کو یہاں نہیں کہتا ہے اور اگر تبعیض کے واسطے لو تو اُس سے مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ہمنے ذکر کیا اور اس میں بھی اس شیخ نے بڑی غلطی کی ہے کہ جو مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے کہتا ہے کہ بیان کے لیے تو من فصحا کے کلام میں ضمیر پر آتا ہی نہیں اور حال یہ ہے کہ دوسری جگہ بھی قرآن میں موجود ہے کہ من ضمیر پر آیا ہے اور وہاں بجز معنے بیان کے اور معنے درست ہی نہیں ہوسکتے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت منہم مغفرۃ واجرا عظیما اس آیت میں جو من منہم میں ضمیر پر آیا ہے بجز بیان کے معنے اسکے صحیح نہیں ہوسکتے اور زمخشری کہ اُنکا امام ہے فن عربیت میں اُس سے زیادہ کون فصیح ہوگا کہ وہ بیان کے واسطے کہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر بالفرض بفرض محال یوں ہی کہیں کہ من یہاں بیان کے لئے ہے اور اسکا ہم ہرگز خیال نکریں کہ کلام اللہ خدا کی کلام ہے اور وہ بھی معجز نظام کسی ایسے گنوار ہندوستانی کی نہیں کہ ہدایت النحو وغیرہ رسالے عربی زبان کے پڑھ کر عربی کی ٹانگ توڑنے لگے تب بھی شیعوں کو مشکل ہی رہیگی اس صورت میں تمام صحابہ مراد ہونگے حتی کہ خلفاء ثلثہ بھی اس لئے کہ جب تک تو وہ بھی مسلمان ہی تھے مرتد نہوئے تھے اور اگر وہ منافقین میں سے تھے اور کبھی مسلمان ہوئے ہی نتھے تب بھی وہ داخل ہی رہیں گے جو اُنکے عقیدہ کے موافق بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتد ہوئے ہیں اور جو آیات مرتدین کے بیان میں آئی ہیں شیعوں کے نزدیک اُنکے حق میں وارد ہوئی ہیں اس صورت میں اول تو یہ لازم آئیگا کہ جو مرتد ہوگئے اُن سے اس بات کا وعدہ تھا کہ اُنکے لئے دین پسندیدہ کو جما دینگے وعدہ کرکے خلاف وعدہ کیا کیونکہ اگر خدا دین کو جما دیتا پھر نفس اور شیطان سے کہیں اُکھڑ سکتا جو وہ مرتد ہوگئے معہذا اُنکے حال میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ جب اُن سے یہ وعدہ پورا ہوگا اُسوقت وہ میری ہی عبادت کرینگے یہانتک کہ ذرہ برابر کسیکو میری طاعت میں شریک نکرینگے یا یوں کہئے کہ یہ بھی ایک وعدہ ہے اخبار نہیں **اقول** یہ قول تو آپکا ایسا ہی کہ جیسے کوئی آسمان کو کہے کہ زمین ہے اور دن کو کہے رات ہے اسواسطے کہ جو کہ ماہر فن عربیت ہیں جیسے کہ زمخشری صاحب کشاف و مصنف تفسیر بیضاوی کے وہ تو کہیں کہ لفظ من واسطے بیان کی ہے اور تو اُسکو محال تبلائے تیرا کہنا معتبر کیونکر ہو کہ تو ہدایت النحو وغیرہ پڑھ کر عربی میں دم مارنے لگا یا کہنا زمخشری کا معتبر ہو کہ امام فن عربیت ہے اور زبان بھی اُنکی عربی ہے اور یا کہنا مصنف بیضاوی کا کہ جو ماہر فن عربیت ہے اور دیکھے کوئی گنوار ہندوستانی مثل تیرے دو تین رسالہ نحو کے پڑھکر یہ بات نہیں ہے بلکہ ماہران فن عربیت کہتے ہیں کہ من بیان کے واسطے ہے اور تو کہ فن عربیت سے بالکل اجنبی ہے کہتا ہے اُنکے قول کے خلاف کہتا ہے وہ کون دیوانہ ہے کہ تیری کہنی کو پسند کریگا اور اگر من واسطے بیان کے ہو تو اُسکا تو ماحصل ہم پہلے اُس سے بیان کرچکے اور اس صورت میں بھی آیت البتہ جمیع مومنین کو صحابہ اور غیر صحابہ کو سب کو شامل ہوگی جو کہ تادم واپسین ایمان صحیح پر قائم ہوں اور اگر ایمان پر قائم نہیں رہے ہیں تو اُنکے حق میں یہ آیت نہوگی گو وقت نزول آیت کے ایمان پر قائم ہوئے ہوں اسواسطے کہ قرآن شریف میں اکثر آیتیں ایسی ہیں

کہ جن میں مومنین سے وعدہ مغفرت اور جنت کا ہے اور مومنین مرتد بھی ہو گئے ہیں کہ جن کو اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب نے کئی فرقوں کا اور قوموں کا نام لکھا ہے کہ وہ بعد رسولخدا صلعم کے مرتد ہو گئے اور خدا تعالی فرماتا ہے کہ وعد اللہ الذین امنوا و عملوا الصلحت منہم مغفرۃ و اجرا عظیما اور اہل سنت یہ بھی کہتے ہیں کہ بہت سے مومنین مرتد ہو گئے تھے اور ابو بکر نے اونپر جہاد کیا اب اس شیخ نجدی کے قول کے مطابق ہم بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے جو اس آیت مغفرت میں وعدہ بخشش کا کیا ہے اور حال یہ ہے کہ جن سے وعدہ کیا تھا وہ مرتد ہو گئے اہل سنت کے نزدیک تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ جو مرتد ہو گئے اُن سے اس بات کا وعدہ تھا کہ اُنکے واسطے مغفرت اور اجر عظیم ہوگا وعدہ کرکے خدا نے خلاف وعدہ کیا کیونکہ اگر خدا کو مغفرت ہی منظور تھی تو پھر نفس اور شیطان کو کیا دخل تھا کہ ایمان سے اُبھار سکتے یا نفس و شیطان خدا سے بھی غالب ہے اور وہ لوگ ایسے ہی تھے کہ خدا کی ہی عبادت کرتے تھے اور کسیکو شریک نہیں کرتے تھے اسواسطے کہ مومن صالح تو میری ہی عبادت کرینگے اور کسیکو میرا شریک نکرینگے اسکے معنی ہی یہ نہیں سمجھا ہے اسواسطے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کل آدمی میری ہی عبادت کرینگے اور شریک میرا کسیکو کوئی نکریگا کہ تمام روی زمین پر دین اسلام پھیل جائیگا موافق وعدہ لیظہرہ علی الدین کلہ کے اور مومن صالح سوائے خدا کے اور کسکی عبادت کرتا ہے اور شریک خدا کا کسکو کرتا ہے وہ تو قبل نزول آیت بھی عبادت خدا ہی کی کرتے تھے کسی غیر کی عبادت نہیں کرتے تھے پھر وعدہ کس چیز کا کرتا ہے کیا جو چیز کہ حاصل ہے اُسکا وعدہ کرتا ہے سو اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو وعدہ کیا ہے دین بنانے کا اُن مومنین سے کیا ہے کہ جو تا مرگ مومن ہی ہوں اور اگر وقت نزول آیت کے مومن تھے اور پھر مرتد ہو گئے اُن سے یہ وعدہ نہیں ہے اور جن مومنین سے خدا تعالی نے وعدہ کیا ہے اُنکی ہی طرف تو خدا تعالی خطاب کرکے فرماتا ہے کہ یا ایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ اور دوسری جگہ فرماتا ہے و من یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر الخ اور تم کہتے ہو کہ ابو بکر نے مرتدوں پر جہاد کیا اور ہمارے نزدیک ابو بکر خود ہی ایمان صحیح نرکھتے تھے اور اہل سنت کی کتابوں سے ہم ثابت کرتے ہیں اور بعضی مومنین صحابہ کا مرتد ہو جانا خود رسولخدا صلعم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے چنانچہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز کچھ آدمیوں کو حوض کوثر سے ملائکہ ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائیں گے میں کہونگا کہ انکو کہاں لئے جاتے ہو یہ تو میرے اصحاب ہیں اُسوقت ملائکہ میرے جواب میں کہیں گے کہ انک لا تدری ما احدثوا بعدک و لم یزالوا مرتدین علی اعقابہم منذ فارقتہم یعنی تحقیق تو نہیں جانتا ہے کہ جو کچھ احداث کیا ہے انہوں نے دین میں بعد تیرے اور ہمیشہ مرتد اور پھر جانیوالے رہے ہیں پاشنوں اپنے پر جب سے کہ مفارقت کی ہے تو نے اُنسے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ ابو بکر کیطرف رسولخدا صلعم نے خطاب کرکے فرمایا کہ ما تدری ما احدثوا بعدی یعنی نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کرو گے تم دین میں بعد میرے سو یہ وہ ہی لوگ ہیں کہ جو وقت نزول آیت وعدہ کے ہمراہ رسولخدا صلعم کے موجود تھے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تا دم واپسین چاہئے اور اگر بالفرض وقت نزول آیت کے مومن ہوئے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے اگر بعد اسکے مرتد ہو گئے اور اول تو ہمکو ثلثہ کے ایمان صحیح میں کلام ہے ہم تو یہ جانتے ہیں کہ انکا ایمان بھی خالص نتھا بلکہ دنیا کے واسطے تھا چنانچہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے ستحرصون علی الامارۃ و تکون لکم ندامۃ یعنی قریب ہے کہ حرص کروگے تم حکومت پر اور ہوئیگی وہ واسطے تمہارے ندامت انجام کو اور ابو بکر کے حق میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ تریدون عرض الدنیا یعنی چاہتے ہو تم مال دنیا کو اور عمر تو ہمیشہ نبوت میں حضرت کے شک ہی کیا کرتے تھے چنانچہ شیخ شمس الدین قیم کتاب زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں ذکر صلح حدیبیہ میں لکھتے ہیں کہ قال عمر بن الخطاب و اللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ فاتیت النبی فقلت یا رسول اللہ الست نبی اللہ حقا قال بلی الحدیث یعنی کہا عمر بن خطاب نے کہ قسم ہے خدا کی نہ شک کیا میں نے جس دن سے کہ اسلام قبول کیا ہے میں نے مگر اس روز یعنے بروز صلح حدیبیہ کہ آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پس کہا میں نے کہ آپ رسولخدا کیا نہیں ہے تو پیغمبر خدا کا حق فرمایا کہ ہاں میں پیغمبر حق ہوں اور ایسا ہی مفتاح الفتوح میں جو کہ ناقل تراجم رجال مصابیح بغوی کے ہے مرقوم ہے کہ نبوت میں ایسا شک پہلے اُس سے کبھی نہیں کیا تھا جیسا کہ اُس روز کیا اس سے معلوم ہوا کہ شک تو ہمیشہ کرتے تھے لیکن اُس روز کا شک زیادہ تھا اور ابن حجر شرح صحیح بخاری میں واقدی سے روایت کرتا ہے کہ عمر نے کہا کہ دخلنی امر عظیم یعنی داخل ہوا مجھمیں امر عظیم یہ وہ شک تھا نبوت میں بروز صلح حدیبیہ اور خدا تعالی فرماتا ہے انما المومنون الذین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا یعنی سوائے اسکے نہیں کہ مومنین وہ لوگ ہیں کہ ایمان لائے وہ ساتھ خدا کے اور پیغمبر اسکے کے پھر نہ شک کیا اُنہوں نے اور عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی سوال کرے کہ واقع ہونا اس قسم کے شک کا عمر کے عدم ایمان پر دلالت کرتا ہے تو اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ احتمال رکھتا ہے کہ عمر اسوقت مولفۃ القلوب سے ہوں بعد اسکے حسن اسلام اور رسوخ ایمان کیساتھ متصف ہوں میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ صلح حدیبیہ کا بعد ہجرت کے ہے اور نزول آیت استخلاف بھی قبل صلح حدیبیہ ہے اور بیعت رضوان بھی صلح حدیبیہ پر مقدم ہے اس صورت میں حضرت عمر شرف ہجرت سے اور بیعت رضوان سے خارج ہوئے اور آیت استخلاف کے خطاب میں داخل نہوئے کہ اُسوقت مع مولفۃ القلوب میں سے تھے اور مولفۃ القلوب وہ کفار ہیں کہ جنکو مال غنیمت اور زکوۃ میں سے حصہ ملتا ہے اور وہ مسلمانوں کی طرف ہو کر کافروں پر جہاد کرتے ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ انکے حال میں یوں بھی بیان فرمایا ہیں کہ جب اُن سے یہ وعدہ پورا ہوگا اُسوقت وہ میری ہی عبادت کرینگے کہتا ہوں میں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ خلفاء ثلثہ وغیرہ ہم اُسوقت میں قبل نزول آیت استخلاف کے خدا کے غیر کی عبادت کرتے تھے اور مشرک بھی تھے جب ایفاء وعدہ ہوگا تو اُسکو ترک کرینگے اور حال یہ ہے کہ قبل نزول آیت مذکورہ بھی وہ خدا ہی کی عبادت کرتے تھے

اسیوقت ہوگا کہ جب ایسا ہو ... کہ یہ بھی ایک وعدہ ہے اخبار نہیں اور یہ جو خدا نے فرمایا ہے کہ

اور کسیکو شریک اُسکے نہیں کرتے ہے کیا خدا تعالیٰ اُن سے اُس امر کے صادر ہونیکے وقت ایفاء وعدہ کے کہتا ہے کہ جو اُنکو پہلے سے حاصل تھا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ حکیم مطلق سے
یہ بات بہت بعید ہے پس معلوم ہوا کہ آیت یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی اُس وقت سوا میرے کسی کی عبادت نکریگا اور شرک نکریگا اور جبکہ مومنین تھے وہ نزول آیت سے
پہلے بھی ہمی کی عبادت کرتے تھے اور شرک بھی نہیں کرتے تھے پھر وعدہ کس امر کا ہے کہ وہ پہلے ہی سے حاصل تھا **قال الشیخ الاشعری** بہر حال اس صورت میں لازم ہے اُنکا تا دم واپسین اسی حال پر
رہنا جسکے انعام میں یہ وعدہ ہوا تھا یعنی ایمان اور عمل صالح چنانچہ الفاظ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات سے یہی معنی سمجھتے ہیں کہ باعث اس وعدہ کا ایمان اور عمل صالح ہیں پھر معلوم کہ
باوجود ان سبب کے وہ کیونکر مرتد ہو گئے دو حال سے خالی نہیں یا یوں کہو کہ خدا نے خلاف وعدہ کیا یا خدا سے آیندہ کی خبر میں غلطی ہوئی **اقول** جواب اس قول کا پہلے اس سے مفصل بیان ہو چکا ہے اور اس وعدہ سے
لازم نہیں آتا کہ وہ لوگ تا دم واپسیں اسی حال پر رہیں اسواسطے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں اکثر آیتوں میں مومنین سے وعدہ مغفرت اور جنت کا کیا ہے لیکن اُس سے یہ نہیں لازم آتا ہے
کہ وہ ہمیشہ ایمان پر قایم رہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر وہ تا دم واپسیں ایمان پر قایم رہیں تو اُنکے واسطے یہ فائدہ ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ
خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اس آیت میں بھی خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے
کہ جو کوئی ایمان لائیگا اور اعمال نیک بجا لائیگا تو اُسکے واسطے بہشتیں ہیں اور خدا اُن سے راضی ہے تو اس وعدہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ اگر کوئی چند سال مومن صالح
رہے اور بعد اسکے مرتد ہو جائے تو اُسکے واسطے بھی یہی مرتبہ ہو اور ایسے ہی اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہے کہ اس میں کافروں کے واسطے وعدہ دوزخ میں
ڈالنیکا ہے چاہیے کہ کفر کرنیوالے ہمیشہ دوزخ میں رہیں اور کبھی ایمان کو قبول نکریں کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ اُنکے دوزخ میں ڈالنے کا کیا ہے اور حال یہ ہے کہ وہی کفار جن سے وعدہ
دوزخ میں ڈالنیکا تھا مسلمان ہو کر بہشت میں داخل ہو گئے ہیں سو مراد یہ ہے کہ جو کوئی دم واپسیں مومن ہے اُسکے واسطے وعدہ نجات ہے اور جو کوئی ہمیشہ کافر ہے اُسکے واسطے وعدہ
عذاب ہے اور مرتد ہو جانا کچھ دشوار نہیں ہے بلکہ وقوع میں آنیوالا ہے اور اسیواسطے خدا تعالیٰ انہیں مومنین کی طرف جن سے وعدہ ہوا ہے اس آیت میں اور آیت استخلاف میں خطاب
کرکے فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ اور اگر ان مومنین کا مرتد ہو جانا ممکن نہوتا تو خدا تعالیٰ ایسا کیوں فرماتا اور ہر چند ایمان اور عمل صالح کے انعام میں یہ وعدہ ہے
لیکن اُس صورت میں کہ ایمان ہمیشہ کو سلامت رہے اور یہی مراد ہے آیت وعد اللہ الذین آمنوا منکم سے اور مرتد ہونی وہ اپنی شامت نفس سے اور آیت میں کوئی ایسی بات نہیں
ہے کہ جو مانع ہو اُنکے مرتد ہونیکو اور ہم پہلے قول میں مفصل بیان کر چکے ہیں چاہے دیکھ لے اور وعدہ میں خدا کے خلاف نہیں ہے وعدہ کو اُس نے وفا کیا اور ہم نے فرض کیا کہ خدا تعالیٰ
نے مومنین صالحین سے وعدہ تمکین دین کیا تھا اور اُسکو وفا کیا رسول خدا صلعم کے ہی زمانہ میں جس وقت کہ ثلثہ بھی مومنین میں سے تھے لیکن بعد اُسکے ثلثہ ایمان صحیح پر
باقی نرہے اور تمکین دین سے مراد اگر فی الجملہ ہے کہ بعض جگہہ ہو اور بعض جگہہ ہو تو اس صورت میں مراد زمانہ رسول خدا صلعم ہی کا ہوگا نہ ثلثہ کا اسواسطے کہ رسول خدا کے ہی زمانہ
میں اُس ملک میں تمکین کامل ہو گئی تھی جیسے کہ تفسیر بیضاوی میں آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھا ہے اور ثلثہ کا زمانہ مراد نہیں ہو سکتا اور اگر اُنکا بھی زمانہ مراد ہو
تو معاویہ اور یزید اور عبد الملک وغیرہ کا بھی زمانہ مراد ہو اور خدا تعالیٰ سے غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہے اور اُسکو اُسکے مابعد کی سب خبر تھی لیکن اُسکی باخبر ہونے سے ارتداد بعض
مومنین کا ممنوع نہیں ہے ہر چند وہ جانتا تھا کہ بعضے ان میں ایسے ہیں کہ وہ مرتد ہو جاوینگے لیکن کل ان کی حیثیت سے اُنسے وعدہ کیا ہے اور ایمان کی حیثیت سے وعدہ کرنیکو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ مرتد نہوں
اسواسطے کہ خدا تعالیٰ جن کو جانتا تھا اپنے علم سے کہ پھر مرتد ہو جائینگے یہ لوگ بھی اُن لوگوں کے زمرہ میں داخل تھے کہ جن سے اکثر وعدہ مغفرت اور جنت کے کئے ہیں سو وعدہ
کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ کبھی مرتد نہوں اور خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا بھی نہیں ہے کہ مرتد کبھی نہو گے **قال الشیخ الاشعری** اور یہ سب منہی الذین آمنوا منکم سے وہ چار
پانچ صاحب ہی مراد ہیں جو بزعم شیعہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان رہے اور مثل دیگر صحابہ مرتد نہوئے اس صورت میں مِنْ اگر منکم میں بیان کے لئے ہوگا
تو بے شک اُن سب کے ساتھ اس وعدہ کا پورا ہونا چاہئے کیونکہ وہ سب صاحب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مسلمان ہو لئے تھے حالانکہ اُنمیں سے یہ سب وعدے سوا حضرت
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے اور کسی کے لئے پورے نہیں ہوئے حضرت ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اور حضرت بلال بلکہ حسنین رضی اللہ عنہم تک یہ بات نصیب نہیں
ہوئی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حال تو ظاہر ہے اور حضرت امام ہمام سبط اکبر کا حال یہ ہے کہ چھ مہینے کے لئے تو وہ خلیفہ ہو گئی تھے پر چاہئے اُنکو کسیطرح کی تمکین
دین حاصل ہوئی ہو ہرگز ظہور میں نہیں آئی خاصکر شیعوں کے نزدیک کیونکہ امیر معاویہ جو اُنکے نزدیک بالاتفاق کفار اور منکرین امامت ائمہ میں سے ہیں تمام خلافت
پر غالب اور مستولی تھے اور پھر امن تو ہرگز میسر ہی نہیں آیا نہیں تو خلافت ہی اُنکے حوالہ کیوں کرتے اور کیوں ساری عمر تقیہ میں گزار دیتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
بھی سنیوں کے نزدیک خلافت اور تمکین کچھ حاصل تھی شیعوں کے نزدیک تو ہرگز حاصل نہیں کیونکہ دین شیعہ اُس زمانہ میں بھی مخفی ہی رہا اور حضرت کو تقیہ ہی کرکے
ہی شیخین کی تعریف ہی کیا کئے یہ کبھی نہوا کہ کھل کھیلیں اور بے کھٹکے ہو کر خلوت جلوت میں برابر یکساں گزاریں چنانچہ اسکی سند آگے انشاء اللہ تعالیٰ معلوم

ہو جائیگی اور علی ہذا القیاس امن موعود کفار کے شر سے حضرت امیر کو بھی بطور شیعہ حاصل نہیں ہوا ہے امیر معاویہ ہمیشہ تنگ کرتے رہے اور اپنے ہاتھ سے آئمہ
اقول - شیعوں کے نزدیک چار پانچ جو کہ آپ نے لکھے ہیں وہ مراد نہیں ہیں بلکہ وہ مومنین مراد ہیں کہ جو زمانہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ہونگے اور بعض آئمہ بھی
حضرت علی اور حسنین کہ وقت رجعت کے موجود ہونگے وقت نزول آیہ استخلاف کے بھی تھے اور یہہ ہم نہیں کہتے ہیں کہ بعد رسول خدا کے حضرت علی کے اور حسنین کے اور چند
ائمہ کے خلافت کے حق میں یہہ آیت نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں انمیں سے کسی کے واسطے بھی تمکین کامل نہتی ذکر انکا اسجگہ عبث کیا ہے اور انکی اور کسی کے واسطے
بھی مسلمانوں میں سے آجتک تمکین کامل حاصل نہیں ہوئی موافق آیت لیظہرہ علی الدین کلہ کے اور مراد آیت استخلاف میں مراد ملین سے تمکین کامل ہے کہ تمام روی زمین پر غلبہ
اسلام کا ہو اور خوف مسلمانوں کو تمام دنیا میں باقی نرہے اور سوا خدا کے کوئی کسیکی عبادت نکرے اور نہ کوئی دنیا میں شرک کرے اور وہ آجتک حاصل نہیں ہے اور
لیستخلفنہم فی الارض سے مراد یہ ہے کہ تمام زمین کے مسلمان وارث ہوں اور بعضے زمین مراد نہیں ہے اسواسطے کہ بعضے زمین پر تو غلبہ مسلمانوں کا وقت نزول آیت استخلاف
کے بھی تھا پھر وعدہ کس چیز کا کیا کہ بالکل تحصیل حاصل ہے اور موافق روایت کشاف اور بیضاوی کے کہ وہ لفظ من کو جو کہ منکم میں ہے واسطے بیان کے کہتے ہیں اور استخلاف کو
بمعنی لغوی وارث اور مالک ہونیکے معنی میں سو انکے روایت کے موافق رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں سب مسلمانوں کو کہ وہ ہزاروں آدمی تھے غلبہ حاصل ہو لیا تھا چنانچہ صاحب
بیضاوی نے آیت الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا کے زمانہ میں غلبہ حاصل ہو گیا تھا اور جن مومنین کو غلبہ حاصل ہوا تھا ان میں سے حضرت علی اور ابوذر
اور سلمان وغیرہ ہزاروں اصحاب تھے پھر تو نے ابوذر وغیرہ کا اور حسنین کا ذکر کیا ہے کہ یہہ تو بات نصیب نہیں ہوئی اور امام حسن کو چھ مہینے خلافت رہی اور کسیطرح کی تمکین
نہتی اور علی کو بھی تمکین حاصل نہیں ہوئی یہہ ذکر کرنا تیرا سب بغض کے واسطے ہے کوئی کہتا ہی نہیں ہے تو استخلاف کے معنی اصطلاحی جو کہ نیابت پیغمبر ہے وہ مراد لیتا ہے
اور یہاں اس آیت میں استخلاف لغوی معنی میں ہے نہ اصطلاحی معنی میں اور اہل بیت کے واسطے امن نہونا ابوبکر کے زمانہ سے آخر زمانہ سلاطین جور تک بھی بڑی دلیل ہے آیت
استخلاف کی مصداق کے اسباب موجود نہونیکی اور یہ جو لکھتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک بعد رسول خدا صلعم کے سب مرتد ہو گئے تھے بالکل غلط ہے اور ہم سوا کے چند اشخاص کے
سب کو بہت اچھا جانتے ہیں چنانچہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب خصال میں لکھا ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے قال کان اصحاب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اثنا عشر الفا ثمانیۃ الاف من المدینۃ والفین من غیر المدینۃ والفین من الطلقاء لم یر فیہم قدری ولا مرجی ولا حروری ولا معتزلی ولا صاحب
رای کانوا یبکون اللیل والنہار یقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل خبز الخمیر + اور اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں اس روایت کا اسطرح ترجمہ کیا ہے کہ ابن بابویہ بسند حسن از حضرت
صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار از مدینہ و دو ہزار نفر از اہل مکہ و دو ہزار نفر از آزاد کردہ شدہ ویکے
از ایشاں قدری نبودند کہ نفی قائل باشند و مرجی نبودند کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم است حروری نبودند کہ امیر المومنین صلوات اللہ علیہ و سلامہ علیہ را لعنہ گویند و معتزلی
نبودند کہ گویند خدا را در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا برای خود سخن نمیگفتند و در شب و روز گریہ میکردند و می گفتند خدایا روح ہای ما را قبض کن پیش از آنکہ نان
بخوریم اور قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ نے مجالس المومنین میں سو آدمیوں کے نام لکھے ہیں مشاہیر اور روسا صحابہ میں سے جو کہ شیعوں کے نزدیک ممدوح اور بہت اچھے
ہیں اور سید الساجدین علیہ السلام نے واسطے اصحاب محمد کے دعا پڑھی ہے چنانچہ صحیفہ کاملہ میں لکھی ہے کہ اللہم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور یہہ معلوم نہیں ہے کہ اہل سنت
ہمیں کسواسطے تہمت کرتے ہیں کہ شیعہ سب اصحاب کو برا جانتے ہیں بجز اسکے کہ علما انکے عام لوگوں کو نفرت دلائیں شیعوں سے اور کوئی وجہ نہیں ہے اور روایت ان الصحابۃ ارتدوا
بعد النبی کے یعنی صحابہ مرتد ہو گئے بعد پیغمبر کے سوا چار یا پانچ آدمیوں کے یہ روایت اول تو صحیح نہیں ہے کہ اسکے خلاف بہت روایتیں ہیں اور یہہ شیعوں کا اعتقاد معلوم
کرنا چاہیئے کہ اعتقاد بھی انکا موافق اس روایت کے ہے یا نہیں مرجاتا کہ اعتقاد شیعوں کا ایسا ہو اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی انکے اعتقاد کے مخالف ایسی روایتیں ہیں
کہ اہل سنت ان سے بیزاری ڈھونڈتے ہیں اور ایک روایت کہ جو شیعوں کے اعتقاد کے مخالف انکی کتاب میں ہے اس جہت سے شیعوں پر طعن کرتے ہیں اور دوسری روایتوں پر نظر
نہیں کرتے اور اگر صحت اس روایت کی کیجائے تو بھی کچھ قباحت نہیں ہے اسواسطے کہ فاضل شوستری علیہ الرحمہ نے اس روایت کے حال میں عربی میں لکھا ہے کہ جسکا ترجمہ یہہ ہے کہ مراد
ارتدی سے جس نے کہ یہہ روایت قیس بن ہلالی نے لکھی ہے یہ ہے کہ مراد صحابہ سے اس جگہ سوائے قریبوں کے ہے اصحاب نبی میں سے اور سوای ان مشاہیر صحابہ کے جو ہمنے ذکر کئے ہیں کہ خود ہمیشہ
ملازمت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ کے رہتے تھے اور سننے والے نص جلی خلافت کی تھی شان میں امیر المومنین علیہ السلام کے تابع اصحاب چھوٹے اور بڑے اور اسیواسطے
نہ ذکر کیا علی کا اور سبطین کا اور جو کہ ان میں سے ہیں بنی ہاشم اور دوست انکی باوجود اس بات کے ظاہر ہونے کی کہ تحقیق کتنی ان لوگوں کے مرتد ہو جانیکا معتقد نہ تھا بس باقی رہی
ایک جماعت کثیرہ کہ جو نہ تھی مشاہیر صحابہ میں سے کہ جو سنتے نص کو وہ سلامت میں نسبت نہ دی ہے اور اکثر امر خلافت مشتبہ تہا اس جہت سے کثرت کو دیکھا مرتد کی تابعین میں سے

ہو گئی تھی انتہی اور یہ ذکر ارتداد کا اول وہلہ کا ہی بعد رسولخدا صلعم کے اور بعد اس خطا کے جب حال کھل گیا تو جماعت کثیرہ نے رجوع کی طرف حق کی اور حضرت علیؑ کی طرف ہو کر ناکثین اور قاسطین و مارقین سے لڑی کہ وہ عائشہ اور طلحہ اور زبیر مع ہمراہیوں کے اور خوارج اور معاویہ اور تابعین اُسکے ہیں چنانچہ رجال امامیہ میں تصریح لکھا ہے کا اکثر صحابہ کو اول مرتبہ بسبب غلبۂ رض ہوئی بعضے شبہات کے اہل بیت کی طرف سے خلوص اعتقاد میں کچھ سستی ہو گئی تھی اور بعد اُسکے بدرقۂ عنایت الٰہی حق کی طرف رجوع کی اور ارتداد بعضے کا موجب ارتداد کل کا نہیں ہو سکتا ہی اور ارتداد سے مراد معنی اعم اسکے ہیں ارتداد دین سے اور اعمال اور افعال صالحہ سے اور محصل روایت کا یہ ہے کہ بعضے صحابہ نے انکار ضروریات دین کا کر کے دین سے ارتداد حاصل کیا اور بعضوں نے اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کو ترک کیا کہ خلوص محبت اہل بیت کہ موجب آیت قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ اجر رسالت تھا اُسکی کچھ رعایت کی اور نیکی اور احسان کرنے سے اہل بیت پر دست بردار ہو کر اُنکے حقوق کو غصب کیا اور رنجیدہ کر لخاطر عاطر جناب سیدہ علیہا السلام کا صحاح ستہ سے ثابت ہے اور اس ارتداد کا انکار کرنا کہ جو بمعنی اتم ہے صریح مکابرہ ہے اسواسطے کہ ایں معنی ارتداد کا واقع ہونا صحابہ سے کچھ امامیہ ہی کے نزدیک نہیں ہی بلکہ ایسے ارتداد کی صحابہ سے وقوع ہونے کے علماء اہل سنت بھی قائل ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ تَرِدُ عَلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِي عَلَى الْحَوْضِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى حاصل یہ ہی کہ ہانکی جائیگی مجھ سے ایک جماعت روز قیامت اصحاب میرے سے حوض کوثر پس کہونگا میں کہ اے پروردگار میرے اصحاب میرے ہیں پس کہیگا خدا تعالیٰ فرشتہ کے واسطے سے کہ تحقیق نہیں علم ہی تجھکو اور نہیں جانتا تو کہ جو کچھ احداث کیا ہی دین میں اُنہوں نے بعد تیرے کہ تحقیق پھر گئے وہ اپنی پشتوں پر اور مرتد ہو گئے اور اس طرح کی حدیثیں صحاح ستہ میں کثرت سے ہیں اور قاضی عیاض اس حدیث کی تاویل میں لکھتے ہیں کہ هُمْ صِنْفَانِ الْمُرْتَدُّونَ عَنِ الِاسْتِقَامَةِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَالْمُرْتَدُّونَ عَنِ الدِّينِ یعنی وہ مرتد دو قسم ہیں مرتد اور پھر جانیوالے راستی اور درستی اور عمل نیک سے اور مرتد اور پھر جانیوالے دین سے اور فیض القدیر میں لکھا ہی کہ قِيلَ هُمْ أَهْلُ الْكَبَائِرِ وَالْبِدَعِ وَالظَّلَمَةِ وَالْمُسْرِفُونَ فِي الْجَوْرِ وَطَمْسِ الْحَقِّ یعنی کہا گیا ہی کہ وہ صاحب گناہان کبیرہ اور صاحبان بدعت اور ظلم ہیں اور جو حد سے بڑھنے والے ظلم میں اور مٹانے حق میں سو یہی مراد ارتداد سے ہمارے یہاں ہی اب کیا فرق باقی رہا دونو فرقوں میں اور کفر معاویہ کا ہم اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر سکتے ہیں امام رازی نے کتاب محصول میں اور زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم نے ابو سفیان پر اور معاویہ اور یزید تینوں پر لعنت کی ہی اور عبارتیں اُن کتابوں کی پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور معاویہ جو حضرت علیؑ سے لڑتا تھا تو حضرت علیؑ کے اور علیؑ کے ہمراہیوں کے قتل کو جو کہ مومن تھے حلال جانتا تھا اور مومن کے قتل کا حلال جاننا کفر ہی اور حضرت علیؑ جو اُسکی طرف والوں کو قتل کرتے تھے وہ موافق حکم خدا کے تھا اسواسطے کہ اہل سنت کے نزدیک وہ باغی تھا اور باغی سے مقابلہ کرنیکا حکم ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ اور رجوع اُس نے کبھی کی نہیں ہے بلکہ جبتک وہ زندہ رہا حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا رہا اور امام حسنؑ کو زہر دلوا کر مروا ڈالا اور حضرت علیؑ اور حسنینؑ کو تمکین کے حاصل نہونے کا جواب تو پہلے اس سے ہم دیچکے اور اگر اہل سنت کے نزدیک علیؑ کو کچھ تمکین بھی تو ثلاثہ کو کیا تمام روی زمین پر تمکین تھی انکو بھی کچھ ہی تمکین تھی سو وہ بھی تمکین دنیا تھی نہ تمکین دین چنانچہ ہم آیت الیوم اکملت لکم دینکم سے ثابت کر چکے ہیں اور تعریف ثلاثہ کی حضرت علیؑ نے کچھ ایسی نہیں کی ہی کہ جس سے فضیلت دینی اُنکی ثابت ہو اور حال حضرت علی کا ہمیشہ یکساں رہا نہج البلاغت کے خطبہ شقشقیہ کو دیکھنا چاہئے کہ کیسی مذمت خلفاء ثلاثہ کی اُسمیں مندرج ہی اور بعد اُسکے ہم اُسمیں سے کچھ لکھینگے بھی اور سوا اسکے اور خطبوں میں بھی مذمت ہے اور یہ نہج البلاغت وہ ہی کہ جسکے خطبوں کے کلام جناب امیرؑ ہونیکا اقرار علماء اہل سنت نے کیا ہی اور بعد اسکے یہ شیخ نجدی جو کچھ اس مقدمہ میں لکھیگا ہم اُسکا رد کرینگے اور کفار کے شر سے تو آجتک مسلمانوں کو امن نہیں ہے حضرت علی کی کیا خصوصیت ہے بڑی سلطنتیں مسلمانوں میں روم اور توران کی تھیں سو روسیوں نے اُنکو مغلوب اور تنگ کر رکھا ہی اور معاویہ حضرت علی سے جو مقابلہ اور جنگ رکھتا تھا بسبب عداوت قلبی کی لیکن غالب حضرت علی پر کبھی نہیں ہوا **قَالَ الشَّيْخُ الْأَشْعَرِي** بہرحال اگر سبب عداوت ہو تو کلام بالکل لغو ہو جائیگا اور اگر من کے بیانیہ ہونے کے ساتھ استخلاف کو بھی بمعنی توطن لیجے جیسا کہ بعض علماء شیعہ نے تاویل کی ہی اور بمعنی تسلط نہ لیجے تو قطع نظر اسکے کہ من کا ضمیر پر بیانیہ ہونا خلاف استعمال عرب ہے اول تو یہ مشکل ہے کہ استخلاف کے ساتھ جب لفظ فی الارض ہوتا ہی تو تسلط ہی کے معنی مراد ہوتے ہیں دوسرے اس صورت میں قید وعملوا الصالحات محض بے معنی ہو جائیگی زمین میں توطن تو صالح اور فاسق کو برابر حاصل ہوتا ہی بلکہ فساق کو بوجہ احسن بلکہ آمنوا کی قید بھی بیکار ہی نظر آتی ہی کیونکہ کفار کی توطن میں کیا کمی ہی القصہ ان لغویات سے کلام الله کی تفسیر کی جاتی ہے یہ نہیں جانتے کہ لغو کلام کلام الله میں ہونا منجملہ محالات ہی اور بعضے علماء شیعہ بہت کوشش کر کے یہ بات نکال کر لائے ہیں کہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات سے حضرت امیرؑ مراد ہیں اور جمع کا صیغہ تعظیم کے لیے ہے یا حضرت امیر اور اُنکی اولاد مراد ہی مگر ہم کہتے ہیں کہ قطع نظر اسبات کے کہ جمع سے واحد مراد لینا بے ضرورت بیجا ہی اور باوجود اسکے کہ جمع کے معنی بن سکیں واحد کے معنی مراد لینے اہل سخن کی نزدیک بالقطع مخلوع ہیں شیعہ اسکا کیا جواب دینگے کہ تمکین دین اور زوال خوف تو کسیکو بھی میسر نہیں آیا اسلئے ضرور ہوا کہ متکلم کے من کو

تبعیضیہ لیجئے اور استخلاف سے تسلط مراد لیجئے چونکہ الذین آمنوا جمع ہے تو کم سے کم تو تین ہونے ضرور ہوئے اور زیادہ ہوں تو فبہا **اقول** سب سے وعدہ کرنے میں کلام تو نہیں ہے بلکہ بعضی سے وعدہ کرنے میں کلام لغو ہوتا ہی اسواسطے کہ کشاف اور بیضاوی میں لکھا ہی کہ من بیان کے واسطے ہی اور خطاب ہے طرف رسول خدا صلعم کی اور امت کے یا اُن سب لوگوں کی طرف ہی کہ جو حضرت کے ہمراہ تھے اور استخلاف کے معنی لغوی ہیں وارث اور مالک ہونے کی اور وعدہ سب مومنین سے یہ ہی کہ تمکو وارث اور مالک کریگا زمین کا جیسے کہ پہلے لوگوں کو یعنی بنی اسرائیل کو وارث ملک جبابرہ کا انکی ہلاک ہونے کے بعد سو رسول خدا صلعم کو اور مومنین کو حضرت ہی کے زمانہ میں ملک عرب کا مالک اور وارث کر دیا چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہی کہ حضرت ہی کی زمانہ میں اسلام کا غلبہ ہو گیا تھا اور بعضی شخص کا غلبہ یہاں مراد نہیں ہی کہ پہلے اس سے ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور اگر من کو تبعیضیہ مقرر کیجے اور ابوبکر اور عمر کا زمانہ مراد لیجے خلاف تفسیر منقول کے اور صحیح نہونے معنی من تبعیضیہ کے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے تو معاویہ اور یزید اور عبد الملک وغیرہ کا بھی زمانہ مراد ہوگا اور معلوم نہیں استخلاف کو بمعنی توطن کس شیعہ نے لکھا ہی مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سی اس نے بے تحقیق لکھ دیا ہی کہ بعضے علماء شیعہ نے تاویل کی ہی اور نام اسکا نہیں لکھا کہ وہ کون ہی اور شیعوں کے نزدیک تو غلبہ اور تسلط حضرت صاحب الزمان کے زمانہ کا مراد ہی وقت رجعت کے اور اگر کسی شیعہ نے استخلاف کو توطن کے معنے میں لکھا ہی تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ توطن مثل توطن بنی اسرائیل کے ہوگا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہی اور خدا تعالی نے وعدہ غلبہ وغیرہ کا مومنین کے واسطے فرمایا ہی گو اُسکے ضمن میں بالعرض توطن مسلمانوں کے غیر کا متحقق ہو گیا ہو نہیں دیکھتا ہی تو کہ بموجب لولاک لما خلقت الافلاک مستفاد ہوتا ہی کہ خلق تمام عالم اور آسمان اور زمین طفیل رسول خدا صلعم سے ہے اور باوجود اسکے کفار دنیا میں بعیش تمام توطن رکھتے ہیں حاصل یہ کہ واسطے تسکین مومنین کے وعدہ خدا کا امن وغیرہ بخشنے کا ہوا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ توطن کفار کا مطلقاً زمین میں حاصل نہو اور اکثر شیعوں کے نزدیک تو استخلاف بمعنی تسلط ہی جیسا کہ ہم لکھ چکے اور اگر کسی شیعہ نے کہ جسکا قول مقابلہ میں اکثر کے معتبر نہیں ہے بمعنی توطن لکھا یا تو اسکا جواب بھی ہم تجھ کو دے چکے نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ استخلاف کے معنے توطن کے ہیں یا یہی کہ مراد اُن لوگوں سے علی اور اولاد انکی ہی یا علی تنہا مراد ہیں اور لفظ جمع کا تعظیم کے واسطے ہی لیکن یہ نہیں لکھا کہ یہ قول کسی شیعہ کا ہی اور من بیانیہ کا ضمیر پر آنا عین محاورہ عرب ہے جیسے کہ ائمہ فن عربیت مثل زمخشری اور صاحب بیضاوی اور صاحب مدارک لکھتے ہیں اور خدا تعالی فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اور اگر یہاں من بیان کے واسطے نہو تو ثابت ہو کہ جمیع صحابہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ موعود بمغفرة و اجر عظیم نہوں اور اگر شیخ یہاں بھی اپنی قاعدہ اور اعتقاد کے موافق کہ لفظ من بیانیہ ضمیر پر نہیں آتا ہی لفظ من کو تبعیض کے واسطے کہدے تو بڑا احسان ہی اسکا کہ موافق ہمارے اعتقاد کی ہوجاوے کہ کل اصحاب موعود بمغفرت نہیں ہیں بلکہ بعض ہیں سوا غاصبان حقوق اہل بیت کے اور شیعہ تفسیر کلام اللہ کی بہت صحیح و درست کرتے ہیں اور لغو وہ ہی جو تو نے لکھا ہی خلاف تفسیر مفسرین کے اور الذین آمنوا و عملوا الصالحات سے جناب امیر کو اور انکی اولاد کو مراد لینا اگرچہ قائل اسکا معلوم نہیں ہے لیکن بہت صحیح اور درست ہے کہ وقت رجعت کے انکو غلبہ اور تسلط ہوگا اور واحد کے واسطے جمع کا لفظ قرآن میں بہت آیا ہی اکثر جگہ اور جس وقت کہ روایتوں سے ثابت ہو جاوے کہ فلاں لفظ جمع کا ایک ایک شخص خاص فلانے کے واسطے ہی تو وہ لے، ضعف نہوگا بلکہ ضروری ہوگا اور تمکین دین اور زوال خوف انکو وقت رجعت کے ہوگا نہ پہلے اس سی کہ جسکی دعا شیعہ پڑھتے ہیں ماہ رمضان میں حضرت صاحب الزمان کی خروج کے واسطے اور مضمون آیت استخلاف کا اسمیں مندرج ہی اور پہلے اس سے تو خوف زوال کسیکو میسر ہوا ہی نہیں اور نہ آجتک میسر ہی اور اگر بعضی جگہ کا زوال خوف مراد ہی تو وہ تو رسول خدا صلعم ہی کی زمانہ میں حاصل ہو گیا تھا اُسکے مابعد کی کچھ انتظاری نتھی بلکہ مابعد حضرت کے تو پھر خوف ہو گیا تھا علی الخصوص بہ نسبت اہل بیت علیہم السلام کے کہ انکے حقوق غصب ہوئے اور ارادہ انکی گھر کے جلانے کا کیا اور دروازہ انکا توڑا اور عثمان کو صحابہ نے متفق ہو کر اسکو ذلیل اور قتل کیا اور من کے تبعیضیہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس صورت میں معنی صحیح آیت کے نہیں نکل سکتے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور اگر من کے تبعیضیہ لینے سی یہ مراد ہی کہ غاصب رسول خدا کو تو حاصل نہیں ہوا نہ تسلط نہ زوال خوف تو اس صورت میں معنی استخلاف کے اصطلاحی ہونگے یعنی نیابت رسول اور صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی لغوی معنی لکھتے ہیں اور قرآن میں جہاں کہیں کہ صلہ استخلاف کا فی الارض آیا ہی وہاں معنی لغوی ہی مراد ہیں اور اگر معنی اصطلاحی فرض کئے جائیں اور بعضی زمین کا تسلط خلاف مقصود فرض کیا جاوے تو خصوصیت تین کی نہوگی بلکہ معاویہ اور یزید اور عبد الملک وغیرہ بھی داخل ہونگے آیت استخلاف میں اور خلفا کی تعیین میں اہل سنت کے علماء میں اختلاف ہے اور چار جو مشہور ہو گئی ہیں یہ صحیح نہیں ہے صواعق محرقہ اور کنز العمال اور فتح الباری میں لکھا ہی کہ خلفا کہ قوت اسلام اور عزت خلافت میں ہوئی ہیں بارہ آدمی ہیں ابوبکر عمر عثمان علی معاویہ یزید عبد الملک اور چار پسر اُسکے ولید اور سلیمان اور یزید اور ہشام اور بارہواں عمر بن عبد العزیز اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ جو کوئی اطاعت سے انکی پھرے تو اسکو قتل کرو اس سے معلوم ہوا کہ امام حسین نے جو اطاعت یزید کی نہ کی تو قتل کرنا انکا حلال بلکہ باعث اجر و ثواب تھا اور صاحب تاریخ الخلفا نے اور ذہبی نے ابن عساکر سے ان بارہ کے نام یہ لکھے ہیں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور ابن عثمان ذو النورین اور معاویہ اور پسر اسکا کہ دونوں باپ بیٹے مالک ارض مقدس کے تھے اور سفاح اور سلام اور منصور

اور جابر اور مہدی ہادی اور امین اور امیر عصب کل کے کل صالح تھے اولاد میں کعب بن لوی کے کہ مثل انکی کوئی نہیں پایا گیا ہی اور علی بن ابیطالب کو ان لوگوں نے خلفاء میں
سے نہیں لکھا ہی اور صاحب صواعق محرقہ کے نزدیک اور غنیۃ الطالبین میں پیر دستگیر کے نزدیک ہی کہ خلفاء پانچ ہیں ابوبکر عمر عثمان علی معاویہ اور مولوی عبد العزیز کے نزدیک
ہی پانچ ہیں لیکن وہ طعن کو اہل سنت پر سے دفع ہونیکو پانچواں خلیفہ معاویہ کی جگہہ امام حسن کو کہتے ہیں اور تاریخ الخلفاء میں سفیان ثوری سی روایت ہی کہ خلفاء پنج ابوبکر
عمر عثمان علی عمر بن العزیز ہیں اور لکھا ہی عمر بن عبد العزیز پانچواں خلفاء راشدین کا ہی اور تاریخ الخلفاء میں جبیب بن ہند اسلمی سے روایت ہی کہ خلفاء تین آدمی ہیں
ابوبکر اور عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز اور ابن تیمیہ نے منہاج السنت میں شافعی سی نقل کی ہی کہ خلفاء یہ تین آدمی تھے ابوبکر عمر عثمان اور یہی مذہب ولی اللہ پدر مولوی
عبد العزیز صاحب کا ہی اور ابن تیمیہ منہاج السنت میں لکھتا ہی کہ بہت سے علماء حدیث بصریین اور شامیین علی بن ابیطالب کو خلیفہ نہیں جانتے تھے اور کہتے تھے کہ
کہ زمانہ انکا فتنہ اور فرقت کا تھا اسوقت میں امام جماعت اور خلیفہ کوئی آدمی نہ تھا اور یہی مذہب محدث ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز صاحب کا ہے اور لکھا ہی ولی اللہ
محدث نے کہ رحمت خدا جو ثلثہ کے زمانہ میں جوق جوق نازل ہوتے تھے وہ علی کے زمانہ میں بند ہو گئے تھے اور احمد حنبل نے بھی اپنی مسند میں ان تین ہی کی روایت
کی ہی عبد الرحمن بن ابی بکر سے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ دیکھا میں نے کہ گویا ایک ترازو آسمان سے نزدیک ہوئی ہی اور میں اور ابوبکر جو اسمیں تولے گئے ہیں تو
میں ابوبکر سے زیادہ ہوا ہوں اور ابوبکر اور عمر جو تولے گئے ہیں تو ابوبکر عمر سے زیادہ ہوا ہے اور عمر اور عثمان جو تولے گئے ہیں تو عمر عثمان سے زیادہ ہوا ہے اور بعد اسکے
حضرت نے فرمایا کہ خلفاء نبوت یہی آدمی ہیں اور بعد اسکے جسکو چاہی خدا ملک بنا دیوی اور یہی اصلی مذہب اہل سنت کا ہی اور پھر ایک پوچ اور واہی بات نکالکر خلفاء
کے دو قسم کیے ہیں راشدین اور غیر راشدین اور راشدین میں بھی اختلاف ہی بعضی روایت میں تو یہ ہی کہ خلفاء راشدین پانچ ہیں ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی اور
اور عمر بن عبد العزیز اور بعضی روایت میں یہ ہی کہ چار ہیں جو کہ مشہور ہیں اور بعضے میں یہ ہے کہ تین ہیں ابوبکر اور عمر اور عمر بن عبد العزیز اور بعضی میں دو ہیں عمر بن خطاب
اور عمر بن عبد العزیز لیکن اکثر روایتوں میں یہ ہے کہ خلفاء راشدین ابوبکر اور عمر اور عثمان تین آدمی تھے اور یہہ سب تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہی اور یہ اختلاف صاف بات
پر دلالت کرتا ہے کہ یہہ سب روایتیں جھوٹی ہیں اپنی رائے سے جسکو چاہا خلیفہ مقرر کر دیا اور حقیقت میں خلیفہ رسول انمیں سے کوئی بھی نہ تھا کہ اوصاف خلیفہ کے ان میں تھے
سب جاہل محض تھے مگر وہ روایت دوازدہ خلفاء کے راست اور درست ہے کہ فریقین میں ہے اور مراد اس دروازہ سے دوازدہ امام علیہم السلام ہیں کہ سب وارثان علم نبی تھے
گو انکے واسطے تسلط فی الارض حاصل نہیں ہوا مثل اکثر انبیاء سابقین کے اور آیت استخلاف حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ کی ہی اور اس زمانہ میں سب ائمہ کو تسلط
حاصل ہوگا اور دوازدہ خلفاء وہ دوازدہ ظالم مراد نہیں ہو سکتی جن کو اہل سنت نے اپنی رائے سی تجویز کیا ہے اسواسطے کہ خدا فرماتا ہے لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

قال الشیخ الاشعری ۔ القصہ ابتدا سے اس آیت کی اتنی بات نکلی کہ صحابہ سے خداوند کریم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم میں سے کم سے کم تین شخصوں
کو کہ وہ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہوں گے ہم خلیفہ بنا کر روی زمین کو انکے تسلط میں کر دینگے اور دین کو جو علم الٰہی میں اس سے بہتر کوئی دین نہیں اور
خدا نے ازل سی انہیں کے لئے چھانٹ کر رکھا ہے انکے واسطے جما دینگے کہ انکے جیتے جی اس میں رخنہ نہ پڑیگا اور انکے خوف اور ہراس کو جو کہ کفار سے رکھتے تھے
بالکل امن اور اطمینان سے بدل دینگے پھر بعد اسکے یا تو وعدہ میں داخل ہی یا فقط بطور اخبار بالغیب کے بیان کرتے ہیں کہ وہ باوجود ان خرخشوں کے
جو ایسی خلافتوں کو لازم ہیں ہرگز عبادات میں سستی نکریں گے اور پھر وہ عبادت بھی ایسی اخلاص کی ہوگی کہ ہرگز اس میں بوی شرک اور ملاوٹ ریا کا نہو گا **اقول**
ہرگز ہرگز خداوند کریم نے کم سے کم تین شخصوں کو جو کہ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہونگے یہہ وعدہ نہیں کیا کہ ہم خلیفہ بنا کر روی زمین کو انکے تسلط میں کر دینگے
تو بالکل جھوٹ لکھتا ہے نہ تو خدا نے خاص تین ہی شخصوں سے وعدہ کیا ہے اور نہ کسیکو خلیفہ بنایا ہی اور نہ ابھی کسیکو تمام روی زمین پر مسلط کیا ہے اور نہ ابتک
امن کامل حاصل ہی بلکہ شیعوں کے نزدیک تو یہہ ہے کہ مصداق اس آیت کا زمانہ صاحب الزمان علیہ السلام کا ہی کہ اسوقت مومنین تمام روی زمین کے مالک اور وارث
ہونگے اور خوف بالکل جاتا رہیگا اور سب عبادت خدا ہی کی کرینگے کہ کسیکو کوئی شریک اسکا نکریگا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ خداوند کریم کہ جو ہر طرح سی قادر اور حکیم علی الاطلاق
ہے وہ بعضی جگہہ سے خوف کے دور کرنیکا اور اسلام کو غالب کرنیکا وعدہ کرے اسکی شان سے ایسی بات بہت بعید ہے اور حال یہ ہی کہ دوسری آیت میں لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۔ تمام روی زمین پر دین اسلام کے غالب کرنیکو فرماتا ہے شان خدا کو دیکھنا چاہئے کہ تھوڑیسی جگہہ میں تو تم کو امن دیوینگے اور کل کے غلبہ سے اغماض
کرنے خدا سے ہی کہیں ایسا ہو سکتا ہی اور اپنے اپنے گھر میں تو ہر ایک کو امن ہوتے ہی اور بعضے بعضے ملک تو اکثر رئیسوں کے قبضہ میں رہے ہیں اور اگر مثل اور لوگوں کے بلکہ
ان سی بھی کم کا وعدہ خدا تعالی نے مسلمانوں سے کیا تو فوقیت دین اسلام کو کیا ہوی اور دینوں پر بلکہ بنظر قدرت اور حکمت خدا ضرور ہی کہ کل زمین پر غلبہ کا اور

اور خوف کم اور فسق کے دور کرنیکا وعدہ ہو سو وہ اب تک وقوع میں نہیں آیا ہے اور موقوف ہے امام مہدی علیہ السلام کے خروج پر اور اہل سنت کے نزدیک موافق روایت کشاف اور بیضاوی اور مدارک وغیرہ کی یہہ ہے کہ خطاب جمیع مومنین کیطرف ہے مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور من بیانیہ ہے اور معنی استخلاف کے لغوی ہیں وارث اور مالک ہونیکی اور حاصل سکا یہہ ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ وعدہ کیا ہے خدا نے اُن لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور اعمال نیک کئے ہیں کہ وارث اور مالک کریگا انکو زمین کا جیسے کہ وارث کیا تھا اُن لوگوں کو کہ پہلے تم سے تھے یعنی بنی اسرائیل کہ جبابرہ اور عمالقہ کے ملکوں کا اُنکو وارث کر دیا تھا اور تمکین کر دیگا اُنکے دین کو کہ پسندیدہ کیا ہے واسطے اُنکے اور بعد خوف کے اُنکو امن بخشیگا کہ میری ہی عبادت کرینگے اور میری غیر کو میری عبادت میں شریک نکرینگے سو یہہ وعدہ خدا تعالی نے رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں وفا کیا کہ تیغ علی بن ابی طالب سے کفار مغلوب ہوگئے جسوقت کہ ثلثہ بھاگ جاتے تھے جہاد میں سے اور جو مومنین کہ اُس زمانہ میں تھے مالک و وارث زمین عرب کے ہوگئے تین اور چار کے کیا خصوصیت ہے اور کسیکو خلیفہ بنانے سے کیا واسطہ ہے اور جو دین کہ سب دینوں سے بہتر ہے وہ دین جمیع مومنین کے واسطے جما دیا نہ تین اور چار کے واسطے خاص کر کے اور خوف اور ہراس کفار بھی جمیع مومنین سے دور کر کے امن اور اطمینان بخشدیا اور یہہ کیا واہی قول لکھا ہے کہ اُنکی جیتے جی اُس میں رخنہ پڑیگا فائدہ امن کا کیا ہوا کہ اُنکے جیتے جی رخنہ نہ پڑے یہہ تو امن چند روز کا ہوا کیا چند روز ہی کے واسطے وعدہ خدا کا تھا ہاں یہہ کہنا چاہئیے کہ مخاطب اس میں رسول خدا صلعم ہیں سو حضرت کے بعد البتہ اُنکی اہل بیت پر بڑی تعدی ہوئی کہ اُنکے امن میں فرق آگیا اور حقوق اُنکے غصب کئے اور اُنکے گھر کے جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے اور حضرت کے اصحاب سعد وغیرہ کے بے عزتی کے اور عبادت میں بھی کوئی صحابی سستی نہیں کرتا تھا بلکہ سب یاد خدا میں رہتے تھے خصوصیت کسیکی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اب اس کمترین کے التماس حضرات شیعہ کی خدمت میں یہ ہے کہ وعدہ الٰہی میں تو تخلف ہو ہی نہیں سکتا سو جن کے ساتھ اُس وعدہ کا ایفا ظہور میں آوے وہی مصداق ان اوصاف مذکورہ کے ہونگے اور وہ بیشک بشہادت خداوندی ایمان کامل اور اعمال صالح رکھتے ہونگے بلکہ سب اقران امثال میں ان دو باتوں میں بڑہے ہوئے ہونگے کیونکہ جب ایمان اور عمل صالح کے انعام میں یہہ نعمتیں ملی ہیں تو اُنہیں کو ملی ہونگی جنکا دو کمالوں میں لمبر اول ہوگا ورنہ نعوذ باللہ خدا کے یہاں بھی بڑا اندھیر ہے کہ استحقاق کسیکا ہو اور انعام کسیکو ملجائے سینوں کے طور پر تو خدا کو اختیار ہے کہ کسیکا حق کسیکو دیدے لیکن اُسکی حکمت کی شان یہی ہے کہ جس چیز کو کسیکے لایق دیکھے اُسی کو دے اور یہی معنی ہیں اسکے کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اس آیت کے معنی بھی محققین کے نزدیک یہی ہو سکتے ہیں اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی یعنی ہر چیز کو اُسی کے مناسب طور پر پیدا کیا پھر آئندہ مناسب مناسب ہی کاموں کی اُنہیں سوجہائی لیکن شیعوں کے نزدیک خدا کو اختیار نہیں کہ کسیکا حق کسیکو دیدے اس لیے کہ اُنکے نزدیک خدا پر عدل واجب ہے اس صورت میں ممکن ہی نہیں کہ جنکو خدا نے خلیفہ بنایا وہ اوروں سے خلافت کے استحقاق میں کم ہوں بلکہ اُنکا فایق ہونا استحقاق خلافت میں ضرور پڑا اور نیز اسی تقریر سے یہہ بھی نکل آیا کہ اُن میں سے جو ایمان میں اور عمل صالح میں دوسروں سے بڑہ کر ہوگا وہ اس انعام میں مقدم رکھا جائیگا کیونکہ تقسیم انعام کی خوبی یہہ ہے کہ اول لمبر والے کو اول دیں **اقول** - شیعوں کا اعتقاد تو پہلے اس سے کئی مرتبہ میں بیان کر چکا کہ اُنکے نزدیک تو مصداق اس آیت کا زمان امام مہدی علیہ السلام کا ہے اور اہل سنت کے علماء کا بیان بھی میں لکھ چکا صاحب بیضاوی وغیرہ کا کہ مصداق اس آیت کا زمانہ رسول خدا صلعم کا ہے اور خطاب اس آیت میں رسول خدا صلعم اور جمیع مومنین صالحین کی طرف ہے اور خدا تعالی نے وعدہ اپنا وفا کیا کہ جناب رسول خدا صلعم کو مع جمیع مومنین صالحین کے تمکین دین بخشی اور خوف کو اُنکے مُبدل بامن کیا سو وعدہ الٰہی میں تخلف کسیطرحکا نہیں ہوا اور جن کے ساتھ ایفاء وعدہ کا ظہور میں آیا وہ رسول خدا اور کل مومنین وصالحین تھے مفسرین اہل سنت کے نزدیک اور وہی مصداق ان اوصاف مذکورہ کا تھے اور البتہ ایمان کامل و اعمال صالحہ بھی رکہتے تھے اور وہ امثال و اقران میں بڑہے ہوئے بھی تھے اور البتہ ان دو کمالوں میں لمبر اول سب میں اُن لوگوں ہی کا ہوگا اُن لوگوں پر کہ جنکا ایمان ملتبس بظلم اور شک تھا اور جنکا ایمان ملتبس بظلم اور نفاق تھا وہ ان مومنین صالحین کے رتبہ کو نہیں پہنچتے اور نہ وہ ہدایت پر ہیں اور ایمان اُنکا مثل ایمان کے ہے جنکے خدا تعالی فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور نہ آمیزش کی اُنہوں نے ایمان اپنے کو ساتھ ظلم کے یہ وہ ہیں کہ واسطے اُنکے امن ہے اور وہی ہدایت پانیوالے ہیں بعد اسکے جنہوں نے ظلم کئے ہیں اہل بیت رسول خدا پر اور حقوق اُنکے غصب کئے ہیں وہ اس شرف ایمان کامل و عمل صالح سے خارج ہوگئے اور خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا یعنی سوائے اسکے نہیں کہ مومنین وہ لوگ ہیں کہ ایمان لائے ساتھ خدا کے اور پیغمبر اُسکے کے پہر شک کیا اُنہوں نے نبوت میں شک کرنے والوں کا حال پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں لوگ مصداق اس آیت کا نہونگے اور خدا تعالی کی بنا میل مدینہ ہرگز نہیں ہے اور نہ اُنہوں نے نہ کوئی کام کیا اس سے تو جو لوگ مستحق تھے انعام کے اُنکو ہی انعام دیا اور وہ جناب رسول خدا اور مومنین صالحین ہیں یہ وہ لوگ کہ جنکا ایمان ملتبس بظلم تھا اور نبوت میں شک کرتے تھے اور خدا تعالی پر یہہ روا نہیں ہے کہ کسیکا حق کسی کو دیدیوے

کہ یہہ انصاف سے بعید ہی ایسا اعتقاد اہل سنت ہی کو مبارک ہو اور اختیار امر دیگر ہے اختیار کا انکار کسیکو نہیں ہی اور لایق کسی چیز کے وہ ہی ہوتا ہے کہ جو مستحق اُس چیز کا ہوتا
ہے اور جو کہ لایق نہیں ہی وہ مستحق بھی نہیں ہے سو کسیکا حق دوسرے کو دیدینا بلاقصور ظلم نہیں تو کیا ہی اور شیعوں کے نزدیک بے شک خدا کو اختیار ہے جو چاہے سو کر سکتا ہے
لیکن جو کام ظلم کا ہی اُسکو کرتا نہیں ہی کہ اُسکی شان کے مناسب نہیں ہی اور اگر خدا تعالی پر واجب نہیں ہی تو دار الجزا کسواسطے مقرر کیا ہی جب یہی بات تھی کہ جایز ہے خدا کی
واسطے کہ محمد رسول اللہ صلعم کو دوزخ میں ڈالے اور ابوجہل کو جنت میں جیسا کہ اشاعرہ بے شعوروں کا مذہب ہے تو پھر روز قیامت واسطے حساب اور جزاء اعمال کے مقرر کرنا ضرور
تھا جسکو چاہتا جنت میں مقام دیتا اور جسکو چاہتا دوزخ میں ڈالتا حساب و کتاب پر کیوں منحصر رکھا اور کرام کاتبین کو واسطی تحریر اعمال بندوں کے کیوں مقرر کیا
یہ اشاعرہ کے موافق سب عبث معلوم ہوتا ہے اور یہہ جو لکھا ہی کہ جسکو چاہے بہشت میں جگہہ دے اور جسکو چاہے دوزخ میں ڈالی سو مراد اس سے یہہ ہی کہ اگر دوزخ میں ڈالے تو بموجب عدالت
کے اور اگر کسی گنہگار کو بہشت میں جگہہ دے تو اپنے فضل و کرم سے اور خدا تعالی نے تو کسیکو خلیفہ نہیں بنایا ہی سوا علی ابن ابیطالب کے کہ جو اپنے مقام پر ثابت ہو گیا ہے اور
البتہ علی بن ابیطالب فایق بھی تھے سب اوصاف میں اور یہہ تمکین دین اور زوال خوف جو جناب رسول خدا اور مومنین صالحین کو حاصل ہوا ہی تو حیدر کرار غیر فرار کے تلوار
کے طفیل سے ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ گر نبودی دست حیدر و ذوالفقار ٭ کے شدی اللہ اکبر آشکار ٭ اور ایمان اور عمل صالح میں وہ ہی سب سے بڑھ کر ہے کہ جو جہاد کر کے
دین اسلام کو قایم کرے نہ وہ لوگ کہ جو جہاد میں سب سے پہلے بہاگتے تھے اور واسطے لینے غنیمت کے پھر حاضر ہو جاتے تھے اور انعام تو خدا تعالی نے جیسا کہ سب مومنین صالحین کے
واسطے مع جناب رسول خدا صلعم کے وعدہ کیا تھا سو سب کو دیا موافق تحریر مفسرین اہل سنت کے کہ تمکین دین اور زوال خوف جناب رسول خدا صلعم کو مع مومنین صالحین کے
حاصل ہو گیا اور نمبر اول اور ثانی سے کچھ مطلب نہیں ہی اور اگر نمبر اول ہی ایمان و عمل صالح میں تو علی بن ابیطالب ہے نہ کوئی دوسرا **قال الشیخ الاشعری** مگر چونکہ یہ انعام
خلفاء راشدین پر ہوا اور یہہ وعدہ خلفاء اربعہ کے ساتھہ بترتیب معلوم وفا میں آیا تو بشہادت خداوندی معلوم ہوا کہ یہ اصحاب اربعہ ایمان اور عمل صالح میں اوروں سے بڑھکر تھے
اور وہ بھی اسقدر کہ انکے ہوتے قابلیت اس انعام خاص کی انکے سوا کسی میں نتھی اور باہم بترتیب خلافت ایک دوسرے سے ایمان اور عمل صالح میں مقدم تھا اول اول
اور دویم دویم اور سویم سویم اور چہارم چہارم **اقول** اول تو تقسیم خلفاء کے راشدین اور غیر راشدین ہی لوچ اور واہی ہی کہ قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں اور ایک
روایت موضوعہ اہل سنت میں جو آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا سُنَّتِی وَسُنَّۃُ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ سو حضرت نے یہہ نہیں فرمایا ہے کہ فلانا اور فلانا خلفاء راشدین میں سے ہی اسیواسطے
درمیان علماء اہل سنت کے تعیین میں خلفاء راشدین کے اختلاف ہی کسی روایت میں تو یہہ ہی کہ وہ چار ہیں اور کسی روایت میں تین لکھے ہیں ابوبکر اور عمر اور عثمان اور کسی روایت
میں ابوبکر اور عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز ہے اور کسی روایت میں دو ہی ہیں عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور مولوی عبد العزیز
صاحب نے پانچ شخص مقرر کئے ہیں چار اول خلفاء مشہورین اور امام حسن اور روایت سُنَّتِی وَسُنَّۃُ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ میں اگر دوازدہ ائمہ علیہم السلام مقصود ہیں تو مضایقہ
نہیں ہی کہ علم انکا علم رسول خدا صلعم کا تھا اور اگر مراد اس روایت میں خلفاء راشدین سے خلفاء ثلثہ ہی ہیں تو بے شک روایت موضوع ہے سواسطی کہ جناب رسول خدا صلعم جہلا
کی پیروی کا حکم ہرگز نہ دیتے اور کیونکر حکم دیتے ان لوگوں کی پیروی کا کہ جو مسائل میں غلطیاں کرتے تھے یہانتک کہ زنان پردہ نشین سے الزام کھاتے تھے اور یہہ کہنا کہ یہ انعام
خاص خلفاء راشدین پر ہوا اور یہہ وعدہ خلفاء اربعہ کے ساتھہ بترتیب معلوم وفا میں آیا بالکل غلط اور تخصیص بلا مخصص ہے اسواسطے کہ پہلے اس سے ہم تفاسیر اہل سنت سے لکھ چکے
ہیں کہ اس آیت استخلاف میں خطاب جناب رسول خدا صلعم اور جمیع اُمت یا جمیع ہمراہیان آنحضرت کی طرف ہی اور لفظ من منکم میں بیانیہ ہے واسطے ہی اور معنی استخلاف کے لغوی ہیں
مالک اور وارث ہونیکے سو اس صورت میں تو انعام رسول خدا اور جمیع صالحین کے واسطے ہوگا اور اُن سب کے ہی حق میں وعدہ وفا ہوا نہ تین کی یا چار کے حق میں کہ اسکی کوئی وجہ
نہیں ہے اور اگر من تبعیضیہ کی جہت سے اور استخلاف کے معنے اصطلاحی کی جہت سے کہ وہ نیابت پیغمبر ہے تین چار آدمی مقرر کرتے ہیں تو من تبعیضیہ تو یہاں درست ہو ہی نہیں سکتا
کہ معنی آیت استخلاف کے اس صورت میں موافق مطلوب کے باقی نہیں رہتے ہیں اسواسطے کہ اگر من کو تبعیضیہ کہیں گے تو یا تو اُسکو متعلق آمنوا کے کرینگے کہ قریب ہے اور یا وعد کے
اگرچہ اُسکے متعلق ہونا مرجوح ہے اگر آمنوا کے متعلق کرینگے تو یہہ معنی ہونگے کہ اصحاب رسول مقبول ہیں جنکی طرف خطاب ہے بعضے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے ہیں اور جو
بعضے کہ ایمان لائے ہیں اُنسے وعدہ کیا ہی کہ کل کو خلیفہ کریں اور اگر لفظ من کو وعد کے متعلق کریں تو یہہ معنی ہونگے کہ بعضے مومنین سے وعدہ کیا ہی کہ کل کو خلیفہ کریں اور یہہ دونوں معنی موافق
مطلوب کے نہیں ہیں اور اسیواسطے ماہران فن عربیت نے مثل صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی اور صاحب مدارک وغیرہ کے لفظ من کو بیانیہ لکھا ہی اور تبعیضیہ کا کسی طرح سے
ذکر ہی نہیں کیا اور جس جگہہ کہ قرآن میں استخلاف کے متعلق فی الارض ہوا ہے وہاں استخلاف سے مراد معنی لغوی ہوتے ہیں اور اصطلاحی معنی مراد نہیں ہوا اس صورت میں
معلوم ہوا کہ بشہادت خداوندی ایمان اور عمل صالح میں تخصیص چار کی نہیں ہی کہ وہ چار ہی سب سے بڑھ کر ہوں اور اُن چار ہی میں قابلیت اس انعام خاص کی ہو

اور سوائے اُنکے اور کسی میں نہو اور باہم بترتیب خلافت ایک دوسرے سے ایمان اور عمل صالح میں مقدم ہو یہ سب لغو ہے اور آیت مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہے پہلے ایمان خالص ثلثہ کا ثابت کرو تو اُسوقت کلام کرو ایمان تو اُنکا ملتبس بظلم تھا اور ابوبکر کو خدا تعالی طالب دنیا لکھتا ہے چنانچہ فرماتا ہے تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا اور عمر نبوت میں حضرت کے شک کیا کرتے تھے چنانچہ پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے اور حضرت عثمان کے تو وہ افعال تھے کہ جن کے سبب سے حضرت عایشہ اُنکے حق میں فرمایا کرتی تھیں اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا لَعَنَ اللّٰہُ نَعْثَلًا اور کتاب مغنی میں قاضی نے عمار یاسر سے روایت کی ہے کہ قَتَلْنَاہُ کَافِرًا اور یعنی قتل کیا ہے ہمنے اُس عثمان کو کافر اور جو کچھ صاحب تحفہ نے باب ہفتم میں ذکر کیا ہے کہ امیر المومنین علی سلاح اور مال عثمان کے متصرف ہوئے اور قاتلان عثمان کی حمایت کی دلیل صحت قول عمار یاسر کی ہے اور میزان الاصول میں عثمان کے جہنم میں داخل ہونیکی طرف اشارہ ہے اور ذہبی نے میزان میں لکھا ہے کہ دجال کی متابعت وہ کریگا جو کہ عثمان کو دوست رکھتا تھا اور باوجود اسکے عثمان کو امن ہی حاصل نہوا یہانتک کہ لوگوں نے اُسکو قتل کر ڈالا اور اصحاب رسول خدا صلعم میں سے کسی نے اُسکی حمایت نکی اور سب نے اُسکو مخذول و منکوب کر دیا اور حضرت علی کو اور اُنکی اولاد کو پہلے ہی تو لکھ چکا ہے کہ تمکین دین اور زوال خوف تو کسیکو بھی میسر نہیں آیا اس میں حضرت علی بھی آگئی کہ زوال خوف اُن سے بھی نہیں ہوا جب یہ ثابت ہوگیا تو معلوم ہوا کہ خاص چار آدمی مراد نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور بعد اسکے ہرچند حضرت سبط اکبر ہمام امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ خلفاء راشدین میں معدود ہیں مگر اُنکو جو خلافت پہونچی تو اس وعدہ کے سبب نہیں پہونچی کیونکہ اُنکو قبل نزول اس آیت کے کسدن خوف ہوا تھا وہ زمانہ اُنکے لڑکپن کا تھا دشمنوں سے اندیشہ بڑونکو ہوتا ہے لڑکوں کو نہیں ہوتا بلکہ وصول اس نعمۃ کا اُن تک بہ انداز قدر و عادت تھا اس لئے اُنکی خلافت کے لئے تمکین اور رجاؤ لازم نہوا باقی رہے امیر معاویہ ہرچند اُنکو بظاہر تمکین میسر آئی لیکن حقیقت میں وہ تمکین دین تھی تمکین ملک و سلطنت تھے چنانچہ واقفان فن سیر پر پوشیدہ نہیں کہ خلفاء اربعہ کے اطوار اور انداز اور امیر معاویہ کے اطوار و انداز میں زمین و آسمان کا فرق تھا اُنکی گزران فقیرانہ اور زاہدانہ تھی اور امیر معاویہ کا طور ملوک کا سا تھا اس لئے اہل سنت اُنکو باوجودیکہ صحابی سمجھتے ہیں خلفاء میں نہیں گنتے ملوک میں شمار کرتے ہیں لیکن ملوک ملوک میں بھی فرق ہے ایک نوشیرواں تھا ایک چنگیز خاں سو یہ ہرچند ملوک میں سے تھے لیکن اسکے یہ معنی ہیں کہ خلفاء راشدین کے مقابلہ میں دُنیادار معلوم ہوتے تھے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور انبیاء کے مقابلہ میں دنیادار معلوم ہوتے ہیں نہ یہ کہ ظلم و ستم کے روادار تھے غربا کے حق میں ستمگار تھے انکا حلم اور رعایا پروری اور دلجوئی خلایق شہرۂ آفاق ہے معہذا یہ اُن لوگوں میں سے نہیں کہ جن کو قرار واقعی کفار سے کبھی خوف ہوا ہو یہ بات فقط مہاجرین اولین کے حق میں صادق آتی ہے نہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہ بات پیش آئی نہ امیر معاویہ کو اور مہاجرین اولین میں سے بھی جیسا خوف خلفاء اربعہ کو بترتیب ہوا ہے اور کسیکو پیش نہیں آیا چنانچہ کتب تاریخ سے خوب واضح ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ انعام مذکور خاص انہیں کو ملا اور وعدہ انہیں کے ساتھ ظہور میں آیا کیونکہ خوف اصل میں بوجہ ایمان اور عمل صالح تھا کفار کی دشمنی کی بناء دیکھئے تو انہیں دو باتوں پر تھی پھر جس میں ایمان اور عمل صالح زیادہ ہوگا دشمنی کفار سے بھی اُسکے ساتھ زیادہ ہوگی خوف کفار بھی اُسکو زیادہ ہوگا دوسرے محبت اور اخلاص جو ایمان اور عمل کا خلاصہ ہے خوف ہی کے وقت معلوم ہوتے ہیں اور خوف ہی سے پرکھے جاتے ہیں تو جسکو اس قسم کا خوف زیادہ ہوگا اُسی میں ایمان اور عمل صالح بھی زیادہ ہوگا

اقول حضرت امام حسن علیہ السلام کو کوئی سُنی بھی خلفاء راشدین میں شمار نہیں کرتا ہے صرف مولوی عبد العزیز صاحب نے واسطے پورا کرنے تیس برس روایت موضوعہ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کے اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے اور امام حسن کو خاص کرکے خوف کون کہتا ہے اُس زمانہ میں اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اہل اسلام کو جو خوف کفار سے اور دنیا میں اُنکی کثرت سے علی الخصوص نصاریٰ کہ اُنہوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر رکھا ہے امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں جسقدر کفار ہیں مغلوب ہو جائیں گے اور اسلام کو سب دینوں پر غلبہ ہو جائیگا چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ اور موافق روایات تفاسیر اہل سنت کے یہ ہے کہ بالاجمال مسلمانوں کو جو کفار سے خوف تھا کہ مکہ اور مدینہ اطراف میں کفار کثرت سے تھے انکا خوف مبدل بامن ہو جائیگا سو ایسا ہی ہوا آخر زمانہ رسول خدا میں وہ خوف اُس ملک سے جاتا رہا اور مسلمانوں کو غلبہ ہوا اور جن لوگوں کو خوف تھا اُنمیں لڑکے بھی تھے اور اُنکی تربیت میں لڑکوں کو بھی خوف تھا علی الخصوص حسنین کو وہ لڑکپن میں بھی ممیز اور ہر بات سمجھتے تھے اور حضرت امام حسن کیا خلافت کو تو ہم کسیکی تسلیم ہی نہیں کرتے اور نہ اس آیت سے خلافت ثابت ہی کیسکی جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور معاویہ کو تمکین خلفاء ثلثہ سے زیادہ تھی لیکن تمکین دین کسیکو حاصل نتھی نہ خلفاء ثلثہ کو نہ معاویہ کو اور ثلثہ میں اور معاویہ میں کچھ فرق نہیں ہے جناب رسول خدا صلعم نے جو فرمایا تھا کہ سَیَکُوْنُ مِنْ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی قریب ہے کہ ہونگے میرے بعد بارہ خلیفہ کہ کل قریش میں ہونگے سو اہل سنت کے نزدیک اُن بارہ میں معاویہ کیا یزید پسر معاویہ اور عبد الملک و چاروں پسر اُسکے اور عمر بن عبد العزیز سب داخل ہیں چنانچہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ اور شرح جامع صغیر اور استیعاب اور فتح الباری و شفائی قاضی عیاض وغیرہ میں لکھا ہے اور خلافت میں یہ سب برابر ہیں کہ حضرت نے سب کا برابر سے ذکر کیا ہے اور راشدین اور غیر راشدین کی تفصیل نہیں کی ہے اور صاحب فتح الباری شرح بخاری میں اور قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں کہ یہ

بارہ قوت اسلام اور عزت دین میں خلیفہ تھے اور دوسری روایت جو تاریخ الخلفاء میں ہے اور اُس میں حضرت علی کو خلفاء میں سے نہیں لکھا ہے اُس میں تو یہ لکھا ہے کہ انکی برابر اولاد کعب بن لوی میں سے کوئی صالح نہیں ہوا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور صواعق محرقہ میں معاویہ کو خلیفۂ حق و امام صدق لکھا ہے اور ایسا ہی غنیۃ الطالبین میں پیر دستگیر لکھتے ہیں وہ پیر دستگیر کہ جنکو اہل سنت محبوب سبحانی اور غوث صمدانی کہتے ہیں اور تمام اہل سنت علی الخصوص ہندوستان کے سنی کہ انکے سامنے خلفاء ثلثہ کے بھی کچھ حقیقت شمار میں نہیں لاتے اور ہر مہینے انکی گیارہویں کرتے ہیں اور خلفاء ثلثہ کی سال بھر میں ایک مرتبہ بھی کوئی فاتحہ نہیں لاتا ہے بلکہ ہزاروں سنی خلفاء ثلثہ کو جانتے بھی نہیں ہیں کہ وہ کون تھے اور پیر دستگیر کو سب جانتے ہیں اور بڑا پیر انکو کہتے ہیں ایسے شخص کا کہنا معتبر نہو تو اور کسکا کہنا معتبر ہو کیا پیر دستگیر کا علم تیرے علم کی برابر بھی نتھا کہ وہ تو اُسکو خلیفہ حق و امام صدق کہیں اور تو اُنکے برخلاف کہے کہ معاویہ کو تمکین دین نتھی اور فن سیر سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہے کہ ثلثہ کے اور معاویہ کے اطوار اور انداز میں زمین و آسمان کا سا فرق تھا اور ہمنے فرض کیا کہ ثلثہ کی گزران فقیرانہ تھی لیکن یہ سب ریا اور دکھانے کے واسطے تھا کہ وہ زاہد خشک تھے جسوقت افعال آدمی کے اچھے نہوئے اور لوگوں پر ظلم کرے علی الخصوص اہل بیت رسول خدا صلعم پر تو وہ اُسکا زہد ظاہرداری کا اور فقیری اُسکے واسطے دام میں لانے لوگوں کے کس کام کی ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایکمرتبہ ابن عباس نے عمر سے کہا کہ اے امیر المومنین تم تو بادشاہ اور سردار مسلمانوں کے ہو تمنے اپنا ایسا حال فقیروں کا سا کیوں بنا رکھا ہے اچھی پوشاک زیب تن کرنی چاہئے یہ سنکر خلیفہ صاحب خاموش ہو رہے بعد اسکے باران رحمت کا نازل ہونا مسدود ہو گیا اور واسطے ادا کرنے نماز استسقا کے سب مسلمان ہمراہ عمر کے صحرا کو روانہ ہوئے اور کئی ہزار آدمی عمر کے پیچھے تھے اُسوقت ابن عباس کو نزدیک اپنے بلا کر کان میں کہا کہ تونے جو مجھ سے پوچھا تھا کہ فقیروں کا سا حال کیوں رکھتا ہے دیکھ تو کہ اسواسطے رکھتا ہوں کہ ہزاروں جوتیوں کی آواز میرے پیچھے سے کان میں پہنچتی ہے اگر میں ایسا نکروں تو متابعت میری کاہیکو کرینگے یہ تھا حال اُنکی ظاہرداری کی فقیری اور زہد کا اور خدا کے واسطے اُنکی فقیری اور اُنکا زہد نتھا بلکہ دنیا کے دکھانے کے واسطے تھا اور یہ تو غلط اور جھوٹ لکھتا ہے کہ اہل سنت معاویہ کو خلفاء میں نہیں گنتے ابھی ہم سنیوں کے قولوں کو لکھ چکے ہیں کیا تیرے نزدیک ابن حجر صاحب صواعق محرقہ اور پیر دستگیر سنیوں میں سے نتھے کہ جو انہوں نے معاویہ کو خلفاء میں سے لکھا ہے کیا تیرے نزدیک وہ ہنود یا یہودی یا نصرانی تھے اور نوشیرواں اور جنگیز خاں تو مسلمان نتھے اہل سنت کے نزدیک معاویہ اُنکی برابر کیونکر ہو جائیگا اور نوشیرواں تو کافر تھا تم معاویہ کے بھی کفر کا اقرار کرو اور حضرت سلیمان میں اور سوائے انکے اور انبیاء میں کیا فرق ہے سوائے اُس مرتبہ کے کہ جو خدا نے بعضی کو بعضی پر فضیلت دی ہے اور مال حضرت سلیمان کے پاس کیا تھا گو شہنشاہ عالم تھے مگر مال سے اُنکو کچھ واسطہ نتھا تمام عمر زنبیل خرما کے پتوں کے بنا کرتے تھے اور تمام روز روزہ سے ہوتے تھے اور شب کو اپنا منہ چھپا کر بازار میں جاتے تھے اور اُس زنبیل کو دو تین نان جو کی عوض میں فروخت کرتے تھے اور شہر سے باہر نکلکر اگر کوئی فقیر ملتا تو ہمراہ اُسکے بیٹھ کر روزہ کو افطار کرتے تھے اور اُسکو بھی کہلاتے تھے اور تمام شب ہاتھ اپنی گردن سے باندھکر کھڑے ہو کے خوف خدا سے رویا کرتے تھے یہ تھا حال اُنکی مالداری کا اور خوف کفار سے معاویہ کو کسطرح تھا اہل سنت کے نزدیک زمرہ مومنین کے جن سے وعدہ ہوا تھا وہ بھی داخل تھا اور ہمسے پوچھئے تو خوف کفار تو اب تک نہیں گیا ہے اور نہ جائیگا جب تک امام مہدی خروج نکریں اور جیسے کہ اور مسلمانوں کو کفار سے خوف تھا ایسے ہی اُنکے ضمن میں معاویہ کو بھی تھا اور خوف مہاجرین کو اور انصار کو جبتک تھا کہ جبتک مکہ فتح نہیں ہوا تھا موافق روایات اہل سنت کے اور مہاجرین اولین کے کچھ خصوصیت نہیں ہے اور پہلی ہجرت وہ ہے کہ جو حبشہ کی طرف ہوئی تھی ثلثہ اُس ہجرت سے خارج ہیں اور مدینہ کی ہجرت اگر مراد لو تو پھر سب مہاجرین مراد ہوں گے ثلثہ کی کیا خصوصیت ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ خلفاء اربعہ کو اوروں سے زیادہ خوف ہوا ہے بلکہ سب کو خوف برابر تھا ہاں اسطرح سے تو اُنکو زیادہ خوف کہہ سکتے ہیں کہ وہ بددل اور جبن بہت تھے کہ سب سے پہلے جہاد میں سے بھاگا کرتے تھے اور تواریخ کا حوالہ دینا اُنکے خوف کے زیادہ ہونیکو بالکل غلط ہے کسی تاریخ میں نہیں لکھا ہے کہ خلفاء اربعہ کو سب سے زیادہ خوف تھا اور موافق روایات اہل سنت کے یہ وعدہ سب مومنین صالحین سے تھا اور اُنکو بھی یہ انعام ملا اور کفار ایمان کامل اور عمل صالح کی جہت سے اکثر مسلمانوں سے دشمنی رکھتے تھے اور کچھ خصوصیت خلفاء اربعہ کی نتھی اور اگر زیادہ دشمنی تھی تو علی سے تھی کہ وہ اُنکو قتل کرتے تھے اور خلفاء ثلثہ سے دشمنی کیوں کرتے بھگوڑوں سے ثلاثہ کی تو کفار کچھ حقیقت ہی نہیں سمجھتے تھے پھر اُنسے دشمنی کیا کرتے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے کہ ایمان انکا صحیح و کامل نتھا اور نہ سب اعمال اُنکے نیک تھے اور اگر خوف کچھ اُنکو کفار سے تھا تو بزدلی اور نامردی کی جہت سے تھا کہ ہمیشہ جہاد میں سے بھاگا کرتے تھے نہ ایمان کی جہت سے اور اگر ایمان اُنکا صحیح اور کامل ہوتا تو راہ خدا میں اپنی جانوں کا کچھ لحاظ نکرتے بلکہ خوب ڈٹکر لڑتے اور جناب رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں دشمنوں کے پنجہ میں ڈالکر اور اپنی جانوں کو رسول خدا کے جان سے بہتر جانکر کفار کے مقابلہ میں سے بھاگتے نہیں **قال الشیخ الاشعری** القصہ خوف کفار مہاجرین اولین کو ہوا ہے حضرت امام ہمام امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کفار سے کیا اندیشہ تھا حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ اُس زمانہ تک لڑکے تھے امیر معاویہ جب تک مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے اس آیت کے مضامین میں غور کیجئے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ باعث اُس وعدہ کا فقط یہ ہوا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً مہاجرین اولین نے باوجود بے سروسامانی اور ذلت اور خواری کے جو ابتداء اسلام میں تھے ایک جم غفیر اور گروہ اعظم کفار کے مخالفت محض رضامندی خدا سے

اور دین کی ترویج کے لئے اختیار کرکے اپنی جانیں جلائیں اور اُنکو اپنا دشمن بناکر طرح طرح کی ایذائیں اُنکے ہاتھ سے اُٹھائیں سالہا سال خوف و خطر میں یہانتک کہ رفتہ رفتہ نوبت اسکی آئی کہ گھر سے بے گھر ہوئی زن و فرزند سب کو چھوڑ کر جلا وطن ہوئی پھر اُسپر بھی چین نہ ملا نوبت قتل و قتال کی پہنچی مدتہا دراز تک کفار سے کارزار و جنگکشی کرتے رہے اور جو چڑھ کر نہیں آئے تو مسلمانوں کے فکر سے تو خالی ہی نہیں رہے اسمیں بہت سے مہاجرین میں سے اور نیز اُنکی ہجرت ہی میں بہت سے انصار شہید ہوئے جب خداوند کریم عالم الغیب والشہادت کو اُنکا کامل امتحان ہو گیا تو رحمۃ الٰہی کو اُنکی اس جانکاہی اور جانگدازی پر جوش آیا لازم پڑا کہ اُنکی اس جان نثاری اور جانبازی کے مکافات اس دار دنیا میں بھی کی جائے اس لئے جس قسم کی کلفتیں اُنہیں پیش آئیں تھیں اُسکے مقابل کی نعمتیں اُنکو میسر ہوئیں اور اُسکی مکافات کی راحتیں اُنکو عطا ہوئیں تسلط کفار جو اُنکے حق میں باعث تمام آزار اور سبب ہمہ تکلیفات تھا استخلاف سے مبدل ہوا کفار کے تسلط کے باعث جو نماز و روزہ ادا نہیں کر سکتے تھے اور ذکر خداوندی سے ممنوع تھے اور اس سبب سے حسرتہا گوناگوں دل میں رکھتے تھے بلکہ باعث جلا وطنی کا بھی حقیقت میں یہی تھا اسکی عوض میں تمکین دین ملی اور خوف کی عوض میں امن عطا ہوا

اقول ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مہاجرین اولین وہ ہیں کہ جنہوں نے حبشہ کو ہجرت کی تھی پہلی ہجرت وہ ہی ہے اور خوف کفار تو مہاجرین اور انصار کو دونوں کا تھا لیکن مہاجرین کا خوف پہلے سے تھا اور زیادہ تھا اور امام حسن علیہ السلام کو نہ تو ہم یہہ کہتے ہیں کہ اُنکو مدینہ میں قبل نزول اس آیت کے خوف تھا اور نہ ہم یہہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن جو بعد حضرت علی کے چھ مہینے کو خلیفہ ہوئے تھے وہ خلافت اُنکی مصداق اس آیت کا ہے تو اپنی طرف سے جو چاہتا ہے ایک بات بنا کر کہتا ہے اور لڑکپن موجب عدم خوف کا نہیں ہو سکتا جیسے کہ ہم لکھ چکے اور معاویہ صاحب کو خوف کیوں نہیں تھا منجملہ مہاجرین و انصار وہ بھی تھے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مسلمان بھی ہو گئے تھے اور اُنکے مسلمان ہو جانیکی تاریخ ہمکو تحقیق نہیں ہے اور اگر بعد نزول آیت کے مسلمان ہوا تو بھی موعود اس آیت کا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خوف کفار زائل نہوا تھا اور اگر یہہ بھی نہیں تو آیت کی عموم کی جہت سے وہ داخل ہوگا اسواسطے کہ خطاب تو موجودین کیطرف ہوتا ہے اور شریک اُس میں مابعد کے مومنین بھی ہوتے ہیں اور اور اگر استخلاف کے معنی اصطلاحی لئے جائیں گے اور مراد اُس سے نیابت پیغمبر ہوگی تو بیشک معاویہ کیا اُسکا فرزند یزید اور عبد الملک اور اُسکے چاروں بیٹے سب مراد ہونگے کہ علماء اہل سنت اُنکو لکھ چکے کہ یہہ خلفاء قوت دین اور عزت اسلام میں تھے اور جو کوئی اُنکی اطاعت سے منحرف ہوا اُسکا قتل واجب ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور فسق و فجور اُنکا مانع امامت نہیں ہے اور فسق و فجور کرنے سے معزول امامت سے نہیں ہوتا ہے چنانچہ شرح عقاید وغیرہ میں لکھا ہے کہ **ولا ینعزل الامام بالفسق** اور البتہ موافق تحریر علماء اہل سنت کے مثل صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی کے یہی ثابت ہے کہ باعث اس وعدہ کا یہہ ہوا ہے کہ اصحاب رسول خدا صلعم خصوصاً مہاجرین نے کفار سے بہت تکلیفیں پائی ہیں اور ہمیشہ اُنکی جانب سے خوف میں رہتے تھے یہانتک کہ اُنکے خوف سے اپنی وطن اصلی کو چھوڑ کر مدینہ میں پہنچے اور وہاں انصار بھی اُنکے شریک حال ہوئے اور نوبت قتل و قتال کی پہنچی اور خدا تعالیٰ نے وعدہ اپنا وفا کیا اور بضرب ذوالفقار حیدر کرار کفار کو پست کیا اور مسلمان غالب ہو گئے اور خوف سابق کا جاتا رہا سو یہہ ثمر سب مہاجرین اور انصار کو حاصل ہوا اور تو جو ثلثہ یا اربعہ کے خلافت کے ثابت کرنیکی درپے تھا وہ اس سے کہاں ثابت ہے اگر ایفاء وعدہ ہے تو سب ہی کہ سبھوں ہی کو آزار پہنچی تھی کفار سے اور سب کو ہی خوف تھا اور استخلاف کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہ مالک و وارث اُس ملک کے ہوئے تین چار کی کچھ خصوصیت نہیں ہے اور جانکاہی اور جان گدازی ثلثہ نے تو کبھی کچھ نہیں کی ہے مقام جانکاہی اور جان گدازی کا جہاد تھا سو اُس میں سے بھاگ جاتے تھے اپنی جانوں کو بچا کر نہ کبھی کوئی زخم کھایا نہ کسی کافر کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور ہجرت بھی اُنکی بغرض تھی علی الخصوص شیخین کے کہ جناب رسول خدا صلعم کی زبانی جو آئندہ کی خبریں سنتے تھے اور وہ راست ہو جاتی تھی تو یقین تھا اُنکو کہ جو کچھ حضرت فرماتے ہیں وہ ہونیوالا ہے اور یہہ بھی حضرت فرماتے تھے کہ دین اسلام کا غلبہ ہو جائیگا یہہ بات سنکر طمع ریاست میں ہجرت کی تھی اور سب کی ہجرت خالص ہی واسطے خدا کے نہ تھی چنانچہ بخاری میں قول عمر بن خطاب کا ہے کہ خود ہی فرماتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہے سوا اسکے نہیں کہ سب اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں سوا اسکے نہیں کہ واسطے ہر مرد کے وہ چیز ہے کہ نیت کی ہے پس جو شخص کہ ہوئی ہجرت اُسکی طرف دنیا کے تو پہونچیگا وہ اُسکو اور طرف عورت کے ہو کہ تو نکاح کریگا اُس سے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ یعنی اور جو شخص کہ چاہے کھیتی دنیا کی تو دیوینگے ہم اُسکو اسمیں سے اور نہیں ہے واسطے اُسکے آخرت میں کوئی حصہ سو اُنہوں نے دنیا کو چاہا تھا ہجرت کے ذریعہ سے اُسکو بخوبی پایا ایذائیں اور سختیاں اُٹھا کر اور جلا وطنی اختیار کرکے اور تمکین دنیا اُنکو حاصل ہوئی اور تمکین دین سے اُنکو کیا واسطہ تھا اور امن ملا تو سب کو ملا رسول خدا ہی کے زمانہ میں اور سب کا امن آیت میں مراد ہے تین اور چار کی خصوصیت نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند شرف گوناگوں رکھتے تھے لیکن فقط امر عرف کو استحقاق خلافت میں دخل نہیں ہے پس اس جانکاہی اور جان گدازی کا ثمرہ ہے جسکا مذکور ہوا اور خلافت کے مخصوص ہونیکی وجہ بھی بہ نسبت قریش کے

معلوم ہو گئی یعنی یہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خلافت حق قریش ہے انصار کو اس میں کچھ دخل نہیں وجہ اسکی یہی ہے کہ خلافت حقیقت میں انعام اور مکافات میں مہاجرین کے جانفشانیوں کی ملی ہے چونکہ مہاجرین قریش میں سے ہیں اس لئے اُنہیں میں منحصر رہنی چاہئے ہاں جو کہ انصار اور اعوان خلفاء ہوا کرتے تھے جیسے قاضی وغیرہ وہ البتہ نصرت کی صلہ میں انصار میں سے ہونے چاہئیں اور یہہ بھی بکر روشن ہو گیا کہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو جو خلافت ملی ہے تو وہ خلافت ہی نہیں تھی جو وعدہ کے سبب ملی ہے **اقول** - جو کچھ تو نے پوچ اور واہی لکھا تھا اُس سے تیری مطلب کے موافق کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہمنے تیرے اقوال و دعاوی بے دلائل کو باطل کر دیا اس طرح سے کہ تجھکو مجال دم مارنیکی ان مقدمات میں نہیں رہی ہے اور اہل بیت علیہم السلام کو تو سب طرح سے شرف حاصل ہے اور آیت مذکورہ سے خلافت کسیکی ثابت نہیں ہے بلکہ شیعوں کے نزدیک تو یہہ ہے کہ مصداق اس آیت کا زمانہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کا ہے اور اہل سنت کی علماء کے نزدیک یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس آیت میں وعدہ وارث اور مالک ہونے زمین کا اور تمکین دین اور زوال خوف کا سب نیک مسلمانوں سے کیا تھا سو وہ رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں وفا ہو گیا اُسکے مابعد سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اُسکے مابعد ترقی دین کی تو سیکڑوں برس تک ہوتی رہی ہے اور اگر انصاف سے دیکھو تو خلافت کا استحقاق سوائے حضرت علیؑ کی کسیکو نہیں ہے جو اوصاف کہ خلافت کے ہیں وہ اُنہیں ہی پائی جاتے تھے نہ اُنکی غیر میں اور یہ آیت بھی خلافت کے مقدمہ میں نہیں ہے اور مستحق خلافت ہونا حضرت علیؑ کا اور اس آیت کا خلافت کے باب میں نہونا پہلے اس سے ہم بخوبی ثابت کر آئے ہیں جاں کاہی اور جاں گدازی بھی حضرت علیؑ سے ظہور میں آئی ہے کہ بڑے بڑے دلوں میں فوجوں کے گھس جاتے تھے اور زخمی ہوتے تھے اور بڑے بڑے نامی کافروں کو جیسے کہ عمرو بن عبدود قتل کرتے تھے اور خلفاء ثلثہ کفار کے مقابلہ میں سے ہمیشہ بھاگتے رہتے تھے کبھی جم کر نہیں لڑے زخم کہانا اور کافر کا قتل کرنا تو اُنکے نزدیک محال تھا اُنکی تو ناک میں سے نکسیر بھی کبھی جاری نہیں ہوئی پھر کہتا ہے کہ اُنہوں نے جاں کاہی اور جاں گدازی کے کسطرح کا دعوی کیا اور کاذب کے مثل ہے اور علیؑ کے حق میں تو رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ لضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین اور فرمایا کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ ثلثہ کے حق میں بھی کوئی بات جاں کاہی اور جاں گدازی پر دلالت کرنیوالی فرمائی ہے اور اگر ثمرہ جاں کاہی کا ہو تو علیؑ کے واسطے ہو نہ بھگوڑوں اور اپنی جانوں کو بچانیوالوں کے واسطے سو انشاء اللہ تعالی علیؑ کو تو وہ رجعت میں حاصل ہوگا اور ثلثہ اُس سے محروم رہیں گے بلکہ اپنی اپنی سزاوں کو پہنچیں گے اور ثلثہ کو جو اُس زمانہ میں سزا ہوگی تو اسیواسطے اہل سنت رجعت کا انکار کرتے ہیں اور اس مقدمہ میں شیعوں پر طعن کرتے ہیں اور یہہ جو ابوبکر نے کہا تھا کہ الائمۃ من قریش انصار کے ساکت کرنیکو تو رسولخدا صلعم نے ایسا نہیں فرمایا ہے بلکہ استنباط کیا ہے اُس حدیث میں سے کہ جو حضرت نے فرمایا تھا کہ سیکون من بعدی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش سو ہمارے نزدیک تو یہ حضرت نے دوازدہ امام علیہم السلام کے حق میں فرمایا ہے اور اہل سنت کے علماء کے نزدیک وہ اور خلفاء ہیں کہ جن میں معاویہ اور یزید پسر معاویہ اور عبد الملک اور چاروں اُسکے فرزند اور عمر بن عبد العزیز ہیں اور خلافت انعام میں جانفشانیوں کے ہرگز نہیں ملی ہے تو جھوٹ لکھتا جاتا ہے اور ہم تیرے قول کو باطل کرتے جاتے ہیں اور اگر جانفشانی کی بھی تھی تو سوائے ثلثہ کے اور لوگوں نے کی تھی اور ثلثہ نے ہرگز جانفشانی نہیں کی ہے اور انصار نے کیا جانفشانی نہیں کی ہے کہ تو اُسکو مہاجرین اولین میں منحصر کرتا ہے بے انصافی کی بات کیوں لکھتا ہے اور انصاف تو وہ بڑا کام کیا ہے کہ اگر انصار اپنے گھروں میں جگہ ندیتے تو مہاجرین کو کہیں ٹھکانا نتھا اور اگر وجہ مذکور کی جہت سے خلافت ہو گی کہ خلافت قریش میں سے ہو جانی چاہئے تو بیشک معاویہ اور یزید اور عبد الملک اور اُسکے فرزند بھی خلفاء حقہ میں سے ہونگے کہ مصداق اُس روایت کا علماء اہل سنت نے اُن بارہ کو لکھا ہے کہ جسمیں معاویہ اور یزید اور عبد الملک اور چاروں اُسکے فرزند اور عمر بن عبد العزیز ہیں اور دوسرے روایت کے جو تاریخ الخلفاء میں اور ذہبی میں ابن عباس سے ہے اُسمیں حضرت علیؑ کو تو خلفاء دوازدگانہ میں سے نہیں لکھا ہے اور معاویہ اور یزید دونو کو لکھا ہے بعد خلفاء ثلاثہ کے اور اُنکے حق میں لکھا ہے کہ یہ کل صالح تھے اولاد کعب بن لوئی میں سے کہ مثل اُنکے پایا نہیں گیا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ انصار اور اعوان خلفاء انصار ہی میں سے ہوا کرتے ہیں یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے اپنے دل سے جو چاہتا ہے ایجاد کر کے لکھتا ہے اور یہ انصار جو انصار مشہور ہوئے ہیں تو اسواسطے کہ اُنہوں نے جناب رسولخدا صلعم کی نصرت کی ہے اور حضرت امام حسنؑ اور معاویہ کی خلافت کا جواب ہم کئی مرتبہ دیچکے کہ یہ خلافت جو حضرت امام حسنؑ کو حاصل ہوئی تھی حضرت علیؑ کی بعد ہم اُسکو خود ہی خلافت موعود من اللہ نہیں جانتے ہیں اور سوا اُسکے اور کسیکی خلافت کو بھی جو کہ بعد رسولخدا صلعم کے خلیفہ ہوئے ہیں موعود من اللہ نہیں جانتے ہیں اور خلافتوں کے دعووں کو ہم باطل کر آئے ہیں اور اگر استخلاف سے خلافت مصطلحہ مراد لیجائیگی برخلاف تحریر مفسرین اہل سنت کے تو بیشک معاویہ اور یزید موافق روایات اہل سنت کے خلفاء میں داخل ہونگے **قال الشیخ الاشعری** اور نیز یہ بھی اہل فہم اور انصاف پر صاف روشن ہو گیا کہ اُنکے زمانہ میں اُنکے ہاتھوں سے جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اُس نے رواج پایا جیسے حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک نہ دینا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ کا منع کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمعہ میں ایک اذان کا بڑھانا وہ سب سمجھا دین پسندیدہ اور مصداق مضمون ارتضی لہم ہو علی ہذا القیاس جس مسئلہ پر انکے زمانہ میں انکی وجہ سے اجماع اور اتفاق ہو گیا وہ لاریب حق و صواب ہے اُس سے جو منحرف ہے وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف ہے اور جو اسکا منکر ہو وہ حق کا منکر ہے **اقول** خلیفہ تو وہ خلفا ناحق ہو سکتے ہی نہیں اُنکی رواج دی ہوئی بدعتیں کیونکر حق ہو جائینگی کہ دین کے مقدمہ میں تو خلاف شرع کے رواج دیکر لوگونکو گمراہ کیا ہی اور ابتدا سے ہم آنکی خلافت کو باطل کرتے چلے آئے ہیں اہل سنت کی تفسیروں سے کہ یہ آیت خلافت کے مقدمہ میں نہیں ہی اور اُس آیت سے خلافت کسیکی ثابت نہیں ہی جب وہ خلیفہ نہوئے تو جو اُنکے احکام خلاف حکم خدا اور رسول کے ہیں وہ سب بدعتیں ہیں اور اسیواسطے جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا حذیفہ سے کہ یکون بعدی ائمۃ لا یہتدون بہدای ولا یستنون بسنتی چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے یعنی فرمایا حضرت نے کہ ہووینگے بعد میرے امام کہ نہ ہدایت پای ہونگے وہ ساتھ ہدایت میری کے اور نہ مستن ہونگے وہ ساتھ سنت میری کے سو جو احکام کہ خاص اُنکے زمانہ میں رواج پاتے تھے وہ بدعتیں تھیں اور بدعتوں کو عمل میں لانیوالا دوزخ میں جائیگا اور اُسکا کہیں ٹھکانا نہیں ہے پس جو شخص کہ اُنکے احکام تراشے ہوئے پر چلیگا اُسکے واسطے دوزخ تیار ہی اور فدک حضرت فاطمہ کا غصب کرنا اور اُس مظلومہ کو آزار پہنچانا اور رنجیدہ کرنا تو اسفل السافلین میں لیجائیگا اور متعہ کا منع کرنیوالا خدا کے حکم کا رد کرنیوالا ہے جو وعید کہ خدا کے حکم کے رد کرنیکا ہی وہ اُسکے واسطے موجود ہی اور عثمان کو بدعتوں کے کرنیکی جہت سے سواے خدا آبخرت کے اصحاب رسول مقبول نے اُسکو مخذول کر دیا اور اُسکے قتل پر قاتلوں کی اُسکے اعانت کی اور جو شخص کہ خلاف حکم خدا کے اور پیغمبر کے حکم کرے ہرگز اُسکی نجات نہیں ہے چنانچہ شیخ سعدی بھی کہتے ہیں ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید ÷ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ÷ اور خلاف حکم خدا اور رسول کی حکم کرنا ہرگز دین پسندیدہ میں سے نہیں ہے اور اگر یہ حکم دین پسندیدہ میں سے ہو تو خدا اور رسولخدا کا ارشاد دین پسندیدہ میں سے نہوگا اور بے علموں اور جاہلوں کا اجماع اور اتفاق بھی باطل ہی اور دستور ہی کہ بموجب الناس علی دین ملوکہم کے لوگونکو بجز پیروی سلاطین کے چارہ نہیں ہوتا ہی جب اُنکے احکام کو تسلیم کر لیا تو رواج پاکر اور استعمال کرتے کرتے دلوں میں اُنکو اُن احکام کا رسوخ ہو جاتا ہی اور یہ اُسکے خلاف کو اچھا نہیں جانتے اور اسکی انکو بسبب جہالت کے خبر نہیں ہوتی کہ یہ احکام انکی مطابق حکم خدا اور رسولخدا کے ہیں یا نہیں ہیں اور جو لوگ کہ انکے احکام کو پسند نہیں کرتے اُنسے جبراً اور قہراً اُنپر عمل کراتے ہیں سو ایسے حکموں کا اتفاق حق اور صواب نہیں ہو سکتا اور جو شخص کہ باوجود اطلاع اس امر کے کہ خلفاے ثلاثہ نے احکام تراشے ہے برخلاف خدا کے ہیں اُنپر عمل کریگا اور بسبب حسن ظن کے اُنکے حکموں میں جو کہ خلاف شرع ہیں تاویل کرکے اُنکو درست کریگا وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف ہے اور جو لوگ اُنکے ایسے حکموں کا منکر ہو گا وہ حق کا منکر نہوگا اور احکام ثلاثہ کے ہرگز دین پسندیدہ میں داخل نہیں ہیں اور نہ اُنکا دین پسندیدہ ہی جیسا کہ ہم پہلے سے لکھ چکے اور آیت استخلاف سے تو خلافت کسیکی ثابت نہیں ہے جیسا کہ اولی مرتبہ لکھ چکے اور روایتوں سے اہل سنت کی اگر خلافت ثلاثہ ثابت ہے تو روایتوں سے انکی ہماری قت معاویہ کی بھی ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے علی الخصوص ہتھوقت کہ جناب پیر دستگیر فرماتے ہیں اُسکو کہ خلیفہ حق و امام صادق سو اس سے روشن ہوئیگا کہ اسی طرح بہ نسبت اہل سنت کے اہل انصاف پر کہ معاویہ کے زمانہ میں اُسکے ہاتھوں سے جو کچھ اہل سنت کے دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اُس نے رواج دیا جیسے کہ حضرت علی کو گالیاں دینا پس وہ تمام بنی امیہ میں یہ امر رائج رہا تھا یہانتک کہ عمر بن عبدالعزیز نے اسکو موقوف کیا یہ بھی سمجھا دین پسندیدہ اور مصداق مضمون ارتضی لہم ہے علی ہذا القیاس جس مسئلہ پر اُسکے زمانہ میں اُسکی وجہ سے اجماع اور اتفاق ہو گیا وہ لاریب حق و صواب ہے اُس سے جو منحرف ہے وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف ہے اور جو اسکا منکر ہے وہ حق کا منکر ہی موافق مذہب اہل سنت کے **قال الشیخ الاشعری** اور نیز قطع نظر اسکے کہ جملہ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض خلافت خلفاے ثلاثہ پر بوجہ احسن دلالت کرتا ہے اور شیعوں کے اس توہم کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایام مرض وفات میں کاغذ قلم دوات منگایا تھا اور حضرت عمر نے نہ آنے دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے فرمان ہی لکھنے کو منگاتا تھا بیخ و بنیاد سے اکھاڑتا ہے جملہ ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم سے بھی اہل فہم کے نزدیک تو یہ توہم زائل ہو گیا کیونکہ خلافت خلفاے ثلاثہ جب خلافت موعود ہوئی تو انکی خلافت کی تمکین بھی بجملہ تمکین دین پسندیدہ ہو گئی ہاں اگر خلافت امور دینی میں سے نہوتی تو البتہ اس استدلال کی گنجائش نتھی سو شیعہ اسکا انکار نہیں کر سکتے ورنہ حضرت امیر اور انکی اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو طالب دنیا کا کہنا پڑیگا نعوذ باللہ منہا غرض یہ طعن اور نیز بہت سے مطاعن جو شیعہ اور خارجی بسبب اپنی تیرہ درونی کے حضرات خلفاء راشدین پر کرتے ہیں مندفع ہو گئے اگرچہ یہ طعن اور سوا اسکے اور مطاعن بنظر غور اہل بصیرت کے نزدیک معترضوں کی تیرہ درونی ہی سے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ دوبارہ فدک تو اوراق مابعد سے انشاء اللہ یہ حال واضح ہو جائیگا تفصیل اس اجمال کی بہ نسبت جملہ مطاعن کے اسجا پر اگر بموقع اور بیجا نہوتی تو بقدر گنجایش وقت درج اوراق کرتا مگر چونکہ کاغذ دوات قلم کے نہ آنے دینے کا طعنہ بھی بزعم شیعہ کلاں ترین مطاعن خلفاء راشدین ہی تو بنظر تسکین خاطر بعض بنی نوع اگرچہ اس بحث میں بے موقع ہے مختصر مختصر عرض کرتا ہوں تاکہ اس بڑی طعن کا اندفاع موجب اندفاع

دیگر مطاعن صغیرہ ہو جائیگی **قول** آیت وعد اللہ الذین آمنوا منکم الخ ہرگز ہرگز خلافت ثلاثہ پر دلالت نہیں کرتی ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے اور اسکے مزعوم کو باطل کر چکے اور بیشک رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ کی خلافت کے لکھنے کو دوات و قلم طلب کیا تھا اور عمر اسکا مانع ہوا یہانتک کہ اس منع کرنے میں رسولخدا صلعم کی عظمت اور فضیلت کا پاس نکیا اور اس طرح سے حضرت کو منع کیا اور کہا کہ یہ مرد بیماری میں بکتا اور بکتا ہے یعنی اسوقت کے اسکے قول کا اعتبار نہیں ہے کتاب خدا ہمکو کفایت کرتی ہے اور خاص حضرت علیؑ کے واسطے لکھنا بھی ثابت ہے چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ جناب رسولخدا صلعم حضرت علیؑ کے واسطے لکھتے ہیں اسواسطے میں مانع ہوا اور دوسری جگہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میں ہمیشہ علیؑ کو اپنے اوپر غضبناک دیکھتا ہوں سبب کیا ہے ابن عباس نے کہا کہ تو خود جانتا ہے عمر نے کہا کہ گمان مجکو یہ ہے کہ غضب اُسکا خلافت کے فوت ہونے سے ہے ابن عباس نے کہا کہ سبب یہی ہے اور وہ ایسا جانتا ہے کہ رسولخدا نے خلافت کو میرے واسطے مقرر کیا ہے عمر نے کہا کہ جسوقت خدا نے نچاہا کہ یہ امر علیؑ کو پہنچے تو رسولخدا کی چاہنے نے کیا فائدہ دیا رسولخدا نے چاہا کہ ابوطالب چچا اُسکا اسلام کو قبول کرے خدا جو نہیں چاہتا تھا تو وہ مسلمان نہوا اور بعد اُسکے ابن ابی الحدید نے لکھا کہ دوسری روایت میں ایسا ہے کہ عمر کہتا تھا رسولخدا صلعم نے مرض الموت میں چاہا کہ واسطے خلافت علیؑ کی ذکر کریں میں مانع ہوا خوف فتنہ سے اور اس ڈر سے کہ امر پراگندہ ہو جاے اور ابن ابی الحدید اگرچہ معتزلی ہے لیکن حقیت خلافت ثلاثہ کا قائل ہے اور بیخ و بنیاد سے تو جب اُکھاڑے تو کہ جسوقت حقیت خلافت ثلاثہ کی ثابت ہوا اور جب کہ وہ کسیطرح سے ثابت نہیں ہے تو اعتراض شیعوں کا ہرگز دفع نہوگا اور اس اعتراض کو جڑ سے تو کوئی کیا اُکھاڑیگا ہر چند طرح طرح سے اسکے جواب میں تاویلیں کرتے ہیں پر کچھ نہیں بن پڑتا اور خلافت ثلاثہ کی کسیطرح سے نہیں جمتی ہے اور کوئی صورت اُسکی حقیت کی نہیں ہے اور پھر کہتا ہے کہ جب خلافت موعودہ ہوئی اور یہ جو لکھتا ہے کہ جب خلافت ثلاثہ خلافت موعودہ ہوئی کیا خلافت کو پہلے اس سے موعود من اللہ ہونا ثابت کر آیا ہے کہ جو ایسا کہتا ہے اور خلاف تفسیر قرآن کی تو ہر کوئی جو چاہے ثابت کر سکتا ہے اور جو کچھ کہ مزعوم اسکا تھا وہ ہم نے سب بیان کر دیا اور ثلاثہ کی خلافت کی تمکین ہرگز تمکین دین نہیں ہے اور خلافت انکی امور دینی میں سے نہیں ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور اہل انصاف کی یاد دہی کی واسطے کچھ ہم پھر لکھتے ہیں کہ خدا تعالی فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارے کو اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر خلافت دین میں سے ہے تو رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی میں بحکم خدا کسکو خلیفہ کیا تھا جسکے بعد دین کامل ہوا اور اگر حضرت نے کسیکو خلیفہ نہیں کیا تو دین کامل نہوا بلکہ ناقص رہا اور خدا فرماتا ہے کہ ہمنے دین کو کامل کر دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلافت دین میں سے نہیں ہے اگر دین میں سے ہوتی تو کوئی قبل نزول اس آیت کے خلیفہ ہو گیا ہوتا جس سے خدا کا کہنا کہ ہمنے آج کے دن دین کو کامل کیا صحیح ہوتا لیکن جنکے نزدیک یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علیؑ کو بحکم خدا خلیفہ کیا تھا اُنکے مذہب کے موافق البتہ خلافت دین میں سے ہے اور اس آیت کے معنی بھی صحیح رہتے ہیں اب اس شیخ کے استدلال کو کچھ گنجائش باقی نرہی اور شیعونکو ثلاثہ کی خلافت کا امور دین میں سے ہونیکا بالکل انکار ہے کہ ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ خلافت انکی امور دین میں سے نتھی بلکہ امور دنیا میں سے تھی جیسی کہ اور سلاطین دنیا کی خلافت ہوتی ہے اور یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ خلافت حضرت علیؑ کی ہمارے نزدیک امور دین میں سے ہے اس صورت میں حضرت علیؑ و اُنکی اولاد طاہرین طالب دنیا کے نہ ٹھیرینگے بلکہ طالب دین کی ہونگے اور طعن خوارج کی تو حضرت علیؑ پر بیجا ہے اور نہایت پوچ ہے اسیواسطے اُنمیں کوئی گفتگو نہیں کرتا ہے اور اُنکو لوگ جانتے بھی نہیں ہیں مگر مولوی عبدالعزیز صاحب نے چند مطاعن تحفہ میں لکھی ہیں سو معلوم نہیں کہ حقیقت میں وہ طعن خوارج کی ہیں یا مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنی طرف سے ایجاد کر کی انکی طرف منسوب کر دیے ہیں اور اعتراضات شیعہ جو ثلاثہ پر ہیں وہ واقعی ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں دیکھ کر اُنپر طعن کرتے ہیں کہ اُنکی کتابوں میں ثلاثہ کی حق سے تجاوز کر جانیکی باتیں لکھی ہیں لیکن اہل سنت اپنی تیرہ درونی کی جہت سے اُن غاصبان حقوق اہل بیت کے عیبوں میں تاویلیں کر کے اُنکے ظلموں کو عدل اور انصاف اُنکا ظاہر کرتے ہیں اور شیعوں کے اعتراض ایسے نہیں ہیں جو دفع ہو جائیں اور پھر یہ تو ذکر کونسی بات ایسی بیان کی ہے جس سے اعتراض شیعوں کا مندفع ہو ہو تو خواہ مخواہ آیت میں قرآن کی تاویل کر کے برخلاف تحریر مفسرین کے پوچ اور واہیات بکا ہے اور ایسا ہی تو نے فدک کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ سراپا دیوانوں اور پاگلوں کی سی گفتگو کی ہے کہ قرآن کو تو لکھتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے اُسکے بندوں پر نہیں ہے بلکہ پیغمبر کی طرف سے ہی اور خدا نے تو پیغمبر کے واسطے لکھدیا ہے جیسے کوئی جاہل کسی منشی سے عرضی لکھواتا ہے تو وہ لکھوانیوالے کی کہلائیگی اور لکھنیوالے کی نہ کہلائیگی ایسی ہی قرآن ہے کہ وہ خدا کا نہ کہلائیگا بلکہ پیغمبر خدا کا کہلائیگا اور کہیں تو لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث اسواسطے نہیں ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور گوشہ قبر میں زندہ بیٹھے ہیں زندہ کا کوئی وارث نہیں ہو سکتا اور کہیں تو لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا کی دنیا میں کوئی چیز ملک میں نتھی اور سوا اسکے ایسی ایسی دیوانوں کی سی گفتگو تیری فدک کے مقدمہ کے جواب میں بہت ہے کہ جسکو سنکر اہل سنت بھی تعجب کریں اور پسند نکریں اور ہم اُن سب کو انشاء اللہ تعالی مثل غبار کی پراگندہ کر دینگے اور تفصیل اس اجمال کی تو کیا لکھتا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ میں سے لیکر تو نقل کر دیتا ہے اور یہ خبر تجکو نہیں ہے کہ اُسمیں کچھ درفع بھی ہے اور کسی نے اُنکے قولوں کو رد بھی کیا ہے یا نہیں بلا تحقیق جو چاہتا ہے لکھتا ہے اور طعن دوات اور قلم کے طلب کرنے کا بزعم شیعہ کیا بلکہ علماء

اہل سنت کے نزدیک یہ بڑا بہاری طعن ہے کہ بہتیرا سر پٹکتے ہیں اور بدیہیات کا انکار کرتے ہیں اسکے جواب میں مگر کچھہ نہیں بن پڑتا اور اسنے جو کچھہ تہوڑا سا لکھا ہے اسکے جواب میں اور اسکو بہت آسان سمجھا ہے جہوٹ بولکر اور بدیہی بات کا انکار کرکے تو اسکے نزدیک یہی بہت خوب جواب ہے اور حالانکہ وہ کچھہ بھی نہیں ہے چنانچہ معلوم معلوم ہوگا اور جیساکہ یہہ جواب دیگا ایسے ہی سب اعتراضوں کا اسکے جواب ہے اسپر ہی قیاس کرلینا چاہئے **قال الشیخ الاشعری** حضرت من اول تو کسی روایت میں یہ نہیں کہ کاغذ قلم دوات کے آنیکی مانع اول حضرت عمر ہی تہے البتہ جب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے کاغذ دوات قلم منگانیکو فرمایا تو حضرت عمر بہی اس محفل میں موجود تھے حاضرین مجلس کی رائے اسوقت مختلف ہوئی کسی نے کہا کہ امتثال امر ہی کیجے کوئی بولا کہ اس شدت مرض میں یہ تکلیف نہ دیجے اس ردوکد میں ایک شور برپا ہوگیا **اقول** یہ شیخ مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی میں جہوٹ بولکر بالکل اپنا ایمان کو خراب کرتا ہے اور زمرہ میں کاذبوں کے داخل ہوتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ کاغذ دوات قلم کے آنیکے مانع اول حضرت عمر ہی تھے یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ صحیحین کی روایتوں کا انکار کرتا ہے اسواسطے کہ بیشک اول مانع دوات قلم کاغذ کے آنیکے حضرت عمر ہی ہوئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور اختلاف کرنا اہل محفل کا عمر کے منع کے بعد ہی نہ پہلے اس سے اور یہ روایت عمر کے منع کرنیکی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کئی جگہہ لکھی ہے لیکن میں بعضی روایتوں کو ان میں سے تحریر کرتا ہوں اول تو بخاری کی کتاب العلم میں ابن عباس سے روایت ہے قال لما اشتد بالنبی وجعه قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده قال عمر ان النبی غلبه الوجع وعندنا کتاب الله حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول الله صلعم وبین کتابه اور کتاب المرضی میں بخاری کے باب قول مریض میں لکھا ہے عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلعم وفی البیت رجال فیهم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم هلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده فقال عمر ان النبی قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله اور کتاب الخمس میں باب اخراج الیهود میں سلیمان بن ابی مسلم سے روایت ہے کہ سنا اسنے سعید ابن جبیر سے اور اسنے ابن عباس سے کہ یقول یوم الخمیس ما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعه الحصی قلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس قال اشتد برسول الله صلعم وجعه فقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ماله اهجر استفهموه اور صحیح مسلم میں لکھا ہے عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلعم وفی البیت رجال فیهم عمر بن الخطاب فقال النبی هلم اکتب لکم کتابا لا تضلون بعده فقال عمر ان رسول الله قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن حسبنا اور اس سے پہلی روایت میں مسلم میں اس طرح سے ہے کہ ابن عباس نے روز پنجشنبہ کو یاد کرکے بہت روئے اور بعد اسکے کہا کہ قال رسول الله صلعم ائتونی بالکتف والدواة او اللوح والدواة اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فقالوا ان رسول الله یهجر اور مشکوة میں ہے عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلعم وفی البیت رجال فیهم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم هلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده فقال عمر قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن حسبکم کتاب الله فاختلف اهل البیت واختصموا منهم من یقول قربوا یکتب لکم رسول الله ومنهم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قوموا عنی اور بعد اسکے جو مشکوة میں روایت ہے سلیمان بن ابی مسلم سے کہ ابن عباس یاد کرکے روز پنجشنبہ کو جس روز کہ جناب رسول خدا صلعم پر شدت بیماری کی ہوئی تو بہت روئے اسنے پوچھا کہ ما یوم الخمیس تو کہا کہ اشتد برسول الله وجعه فقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانه اهجر استفهموه اور حاصل ان سب روایتوں کا یہ ہے کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ جسوقت رسول خدا صلعم کا مرض سخت اور زیادہ ہوا تو رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ لاؤ تم دوات اور قلم اور کاغذ کہ لکھوں میں واسطے تمہارے ایک نوشتہ کہ نہ گمراہ ہو تم بعد اسکے اس پر عمل کرنے میں کبھی عمر بن خطاب نے یہ سنکر کہا کہ تحقیق پیغمبر خدا پر درد غالب ہوا ہے یعنی درد کی جہت سے ایسا کلام کرتے ہیں جیسے کہ بیمار شدت مرض میں بکا کرتا ہے اور ہمارے پاس کتاب خدا کی ہے کہ وہ ہمکو کفایت کرتی ہے یعنی رسول خدا کے قول پر عمل کرنیکی ہمکو احتیاج نہیں ہے اور ان لوگوں نے جو کہ وہاں تھے کہا کہ رسول خدا صلعم کو ہذیان ہوگیا ہے بیماری میں بکتے ہیں انکے قول کا اعتبار نہیں ہے اور بعد اسکے اہل محفل میں آپس میں اختلاف ہوا کسی نے تو کہا کہ دوات قلم کاغذ دیدو تاکہ حضرت ہمکو لکھدیں اور کسی نے کہا کہ قول قول عمر ہے کہ جیسے عمر نے کہا ہے کہ نہ دو دینا نہیں چاہئے جب بہت تکرار آپس میں ہوا اور شور و غل بہت ہوا تو حضرت نے خفا ہوکر فرمایا کہ اٹھ کہڑے ہو میرے پاس سے کہ پیغمبر کے روبرو جہگڑا کرنا نچاہئے بعد اسکے لوگوں نے کہا کیا ہے حال رسول خدا کا کہ ہذیان ہوگیا ہے سمجہا چاہو تم اسکو اور ابن عباس اس روایت کو بیان کرتے تھے تو روز پنجشنبہ کو یاد کرکے کہ جس روز یہ معرکہ ہوا تھا اسقدر روتے تھے کہ سنگریزے جو زمین پر پڑے تھے انکے اشکوں سے تر ہوجاتے تھے اور کہتے تھے کہ بڑی مصیبت پیش آئی کہ رسول خدا صلعم کو وصیت نامہ نہ لکھنے دیا اب دیکھو کہ بخاری اور مسلم اور مشکوة میں تینوں کتابوں میں لکھا ہے کہ اول سب سے حضرت عمر مانع ہوئے دوات و قلم و کاغذ کے نہ دینے سے اور یہ شیخ لکھتا ہے پہلے وہ ہی مانع نہیں ہوئے اور ان روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جن روایتوں میں نام عمر کا نہیں ہے اور یہ لکھا ہے کہ حضرت کے فرمانے کے بعد آپس میں سب نے اختلاف اور جہگڑا کیا کسی نے کہا کہ دو اور کسی نے کہا کہ نہ دو تو وہاں بھی سب سے پہلے منع کرنیوالے عمر ہیں کہ انکی متابعت سے بعضوں نے کہا کہ نہ دو اسواسطے کہ انھیں میں سے پہلے منع کرنیوالا کوئی ایک ہی ہوگا

جسکی متابعت سے اوروں نے بھی منع کیا سو وہ حضرت عمر تھے چنانچہ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جن میں خاص کر انکا نام ہے اور ہذیان کی نسبت کرنا طرف حضرت صلعم کے ہر چند کہ اس روایت میں جمع کے لفظ سے آیا ہے کہ کہا انہوں نے کہ حضرت کو ہذیان ہو گیا ہے لیکن پہلے سب سے ہذیان کی نسبت کرنیوالی عمر تھے اور پہلے سب سے انہوں ہی نے کہا تھا کہ رسول خدا صلعم پر درد غالب ہو گیا ہے اور یہ کلام درد کی جہت سے کرتے ہیں اور اسکو ہذیان کہتے ہیں اور سوائے اسکے اور روایتوں میں تصریح عمر کے نام کی ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور عینی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ کشمیہنی کی روایت میں یہجر یہجر بتکرار لفظ آیا ہے یعنی بکتا ہے بکتا ہے اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ قائل اس قول کا عمر ہے اور گمان انکی طرف ایسا نہیں ہو سکتا اور مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا عِنْدَ مَوْتِہٖ بِالصَّحِیْفَۃِ لِیَکْتُبَ فِیْہَا کِتَابًا لَا یَضِلُّوْنَ بَعْدَہٗ فَلَغَطَہَا عُمَرُ فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ لَیَہْجُرُ یعنی تحقیق رسول خدا صلعم نے طلب کیا قریب موت اپنی کے صحیفہ کو کہ لکھے اس میں ایسا لکھنا کہ نہ گمراہ ہوں بعد اسکے پس مخالفت کی رسول خدا صلعم کی عمر نے اور کہا کہ پیغمبر بیماری میں بکتا ہے اور ابن اثیر نے نہایہ لغت میں لکھا ہے حدیث مرض النبی میں کہ ہذیان کا کہنے والا عمر تھا اور شرح مسلم نووی میں بھی یہی لکھا ہے اور نسیم الریاض شرح قاضی عیاض میں اختلاف کے ذکر میں لکھا ہے کہ ورد فی الاحادیث الصحیحۃ من ان النبی قال فی مرضہ ائتونی بدواۃ اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدی فقال عمر ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ یعنی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ رسول صلعم نے دوات و قلم کو طلب کیا تو عمر نے رسول خدا صلعم کو کہا کہ یہ مرد بیماری میں بکتا ہے اور ہمکو کتاب خدا کی کفایت کرتی ہے اور حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے حدیث وفات میں کہ فقال عمر ان الرجل لیھجر یعنے کہا عمر نے کہ تحقیق یہ مرد بیماری میں بکتا ہے اور کسی روایت میں ہجر ہجر مکرر آیا ہے اور کسی روایت میں اہجر ماضی کا صیغہ باب افعال سے آیا ہے افحش کے معنی میں اور ابن حجر نے بھی شرح بخاری میں یہی لکھا ہے اور وہ ہذیان ہے کہ حالت بیماری میں صادر ہوتا ہے اور معصوم سے وہ بعید ہے انتہی اور یہ ہمزہ لوگوں نے برعایت عمر ہجر کے لفظ پر زیادہ کرکے اسکو ہمزہ استفہام قرار دیا ہے لیکن ان حضرت کی شان میں ایسا بھی نہ چاہیئے اسواسطے کہ تجویز بھی ہذیان کی جناب رسول خدا صلعم پر موجب کفر و نفاق ہے اور قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ علماء نے اس مقام میں بہت کلام کیا ہے لیکن فائدہ کسی کی تقریر نے نہیں بخشا اور جو کچھ کہ مناسب ہے اس مقام میں خواہ ہمزہ ثابت خواہ محذوف ہو یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ کہا حضرت کو وہ قریب العہد اسلام اور تازہ مسلمان تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ قول پیغمبر کے لائق نہیں ہے اور ایسا گمان کرتے تھے کہ مقتضائے طبیعت بشریہ انکو بھی لاحق ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ انکا ایمان نبوت رسول خدا صلعم پر کامل نہوا تھا اور اسیواسطے حضرت کی نبوت میں شک کیا کرتے تھے اور حضرت کے مرتبہ کو جیسا کہ ہے ویسا نہ جانتے تھے اور یہ شیخ جو لکھتا ہے کہ کوئی بولا کہ شدت مرض میں حضرت کو تکلیف نہ دینی چاہیئے سو یہ کسی روایت میں نہیں ہے بلکہ یہ کہا تھا کہ رسول خدا صلعم بیماری میں بہکتے ہیں انکے قول کا اعتبار نہیں ہے ہمکو کتاب خدا کفایت کرتی ہے اور جب شور و غل برپا ہوا تو حضرت کو بہت ناگوار معلوم ہوا اور خفا ہو کر سب کو اپنی پاس سے اٹھا دیا **قال الشیخ الاشعری** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رای میں یہ آیا کہ یہ ارشاد مربیانہ اور مشفقانہ ہے بطور ایجاب نہیں جسکی تعمیل واجب ہو کیونکہ خداوند کریم اس سے پہلے فرما چکا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ یعنی حجۃ الوداع کے دن خداوند کریم کی طرف سے یہ بشارت آئی کہ آج کے دن میں نے اپنے دین کو تمہارے لئے پورا کر دیا اور تمام کر دی تمپر اپنی نعمت پھر جب خداوند کریم دین کو کامل کر چکا ہو تو اب یہ امر کسی نئے امر دینی کے لکھوانے کے لئے تو نہیں ہے ہو نہو اسی کی تفصیل ہوگی سو یہ بات چنداں ضرور نہیں جو اس امر کی تعمیل واجب ہو بلکہ بوجہ شفقت کاملہ آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں سو باوجود شدت مرض کے آپنے ہماری لئے تکلیف گوارا فرمائی تو اسکی مکافات کیا یہی ہے کہ ہم بھی آپکے لئے اس تکلیف کو گوارا کریں بلکہ مقتضی ادب یہی ہے کہ آپکے فرمانیکا کچھ خیال نکیجے اور اس قصہ کو جانے دیجے اور سچ بھی تو ہے اگر کسیکا باپ بھوک کی شدت میں آپ تو نکھائے اور بیٹے کو بوجہ شفقت اپنا حصہ کھانیکو فرمائے تو کیا مناسب ہے کہ فرزند عاقل دیدہ و دانستہ پدر مہربان کو بھوکا چھوڑ کر سب نگلجائے بلکہ ایسے وقت میں مقتضی ادب یہی ہے کہ والد مہربان کا کہنا نہ مانے اور اس نادانی ہی کو اپنی سعادت جانے غرض حضرت عمر نے بوجہ مذکور اور نیز بایں غرض کہ شور موقوف ہو حسبنا کتاب اللہ کہا یعنی کافی ہے ہمکو قرآن شریف پھر اس تکلیف کے دینے کی کیا ضرورت

اقول ارے کیوں جھوٹے فقرے لکھتا ہے اور عمر کی اصلاح حال میں خلاف واقع بیان کرکے اپنا ایمان کو کیوں خراب کرتا ہے وہ تو جو کچھ ہونیوالا تھا ہو گیا بھلا تو جو یہ جھوٹ لکھتا ہے کہ حضرت عمر کے رائے میں آیا یہ انکی رائے میں کب آیا تھا اور کس روایت میں لکھا ہے اور اگر انکی رائے میں یہ آتا کہ یہ ارشاد حضرت کا مربیانہ اور مشفقانہ ہے تو اسکو قبول کرتے یہ کیوں کہتے کہ اس مرد کو جو درد عارض ہے تو بیماری میں بکتا ہے اور اسکو ہذیان ہو گیا ہے اسکی قول کا کچھ اعتبار نہیں ہے ہمکو کتاب خدا کفایت کرتی ہے اور جو کچھ رسول خدا صلعم لکھنا چاہتے تھے وہ امر حضرت عمر کو نہایت ناگوار تھا اور سمجھ گئے تھے کہ علیؑ کے واسطے لکھنا چاہتے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں تاریخ بغدادی سے کہ وہ ایک سنی کی تصنیف ہے نقل کیا ہے ورنہ اس سختی سے جناب رسول خدا صلعم کے ارشاد کو رد کرنا اور کہنا کہ بیماری میں یہ مرد بکتا ہے اور کیا معنی ہیں اور حضرت کا فرمانا واسطے ایجاب کے نہیں تو اور کاہیکے واسطے ہے کہ نفی ضلالت کو اسپر معلق کیا ہے اور اگر وجوب کے واسطے ارشاد حضرت کا نہوتا تو خفا ہو کر لوگوں کو اس طرح سے نہ کہتے کہ کھڑے ہو جاؤ میرے

پاس سے اور اگر وجوب کے واسطے نہوتا تو ابن عباس رو رو کر کیوں کہتے کہ الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ وبین ان یکتب کتابہ اور اصل میں امر وجوب ہی کیلئے
آتا ہی جبتک کہ کوئی قرینہ صارفہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں ہے سو اس مقام میں امر کے واجب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور آیت اکملت لکم دینکم کے نازل ہونے سے
کیا پیغمبر خدا صلعم نبوت سے معزول ہوگئے تھے کہ اُنکے قول کا اعتبار بعد نزول اس آیت کے باقی نرہا کیا خوب تحریف کرتا ہی معانی قرآن مین بخاطر عمر اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو نبوت سے معزول کرتا ہی اور یہ نہیں جانتا کہ مراد اس آیت میں نصرت اور غلبہ اور اکمال اصول دین اور معظم امور اسلام ہی نہ جمیع جزئیات چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہی
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ بِالنَّصْرِ وَالْاِظْھَارِ عَلَی الْاَدْیَانِ کُلِّھَا اَوْ بِالتَّنْصِیْصِ عَلٰی قَوَاعِدِ الْعَقَائِدِ وَالتَّوْقِیْفِ عَلٰی قَوَاعِدِ الشَّرْعِ وَقَوَانِیْنِ الْاِجْتِہَادِ
یعنی آج کے دن کامل کیا واسطے تمہارے دین تمہارے کو ساتھ نصرت کرنے اور غالب کرنے کے کل دینوں پر یا ساتھ نص کرنے کے قاعدوں عقیدوں پر اور اطلاع کرنے کی قاعدوں
شرع پر اور قاعدوں اجتہاد پر اور جو کہ حق ہی کہ یہ آیت بعد خلیفہ کرنے علی بن ابیطالب کی نازل ہوئی ہی نہ انکے قلم سی نکلتا ہی نہ زبان سے اور کتابوں میں انکی موجود ہی جلال الدین
سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابو سعید خدری سی روایت کی ہی کہ جسوقت رسول خدا صلعم نے علی کو بروز خم غدیر منصوب کیا اور صدا بلند کی
اُسکی ولایت کی تو جبرئیل یہ آیت لیکر نازل ہوئے الیوم اکملت لکم دینکم اور امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہی کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم
نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِکْمَالِ الدِّیْنِ وَاِتْمَامِ النِّعْمَۃِ وَرِضَاءِ الرَّبِّ بِرِسَالَتِیْ وَوِلَایَۃِ عَلِیٍّ مِّنْ بَعْدِیْ یعنی شکر ہے واسطے خدا کے اوپر کامل کرنے دین کے اور تمام کرنے نعمت کے اور
راضی ہونے اُسکے کی ساتھ پیغمبری میری کی اور خلافت علی کی بعد میرے اور ابن مردویہ نے بھی کتاب مناقب میں یہی روایت لکھی ہی ابوالقاسم حسکانی سی لیکن الحمد للہ
کی جگہ اُس نے اللہ اکبر لکھا ہی اور خدا تعالیٰ نے بیشک دین کو کامل کیا علی کی خلافت سے کہ وہ نہایت اہم مقاصد تھا اور اسی کی تاکید کے واسطے حضرت لکھنا چاہتے تھے
کہ حضرت بعلم نبوت جان گئے تھے کہ میں ہرچند علی کی خلافت کے مقدمہ میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں اور خم غدیر پر اُسکو منصوب بخلافت کر دیا ہی لیکن یہ لوگ میرے کہنے پر
عمل نکرینگے اسواسطے اُسی کی تاکید کرنی چاہتے تھے کہ عمر خطاب اُسکو سمجھ گئے اور رسول خدا صلعم کے قول کو رد کیا اور عمل کرنا اُسپر ضرور تھا کہ اُسپر عمل کرنے سے گمراہی اور ضلالت سے بچتے تھے
اور ضلالت سے بچنا واجب ہے اور یہ آخری وصیت تھی حضرت کی اُس مقدمہ میں جسکی تاکید ہمیشہ کرتے رہتے تھے اور اگر بوجہ شفقت ہی فرمایا تو بڑی ہی یہ شفقت تھی امت پر کہ ضلالت سے
اُنکو باز رکھتے تھے اور اس سے زیادہ اور کیا شفقت ہوگی کہ لوگونکو گمراہی سی بچاتے تھے اور تکلیفیں تو حضرت نے اس سے زیادہ گوارا کی ہیں اور اسمیں اسقدر تکلیف ہی نتھی تھوڑے سے
کلمہ کا لکھنا تھا اور حضرت خود کیوں لکھتے کہ حضرت کا تو خود لکھنے کا دستور ہی نتھا کسی دوسرے سے فرماتے وہ لکھدیتا کہ بادشاہوں اور امیروں کا دستور ہوتا ہی کہ کہتے تو ہیں اسطرح کہ
ہم لکھینگے اور لکھتا ہی منشی اُنکا اور اگر حضرت کے حال پر عمر کو بہت رحم آتا تھا اور تکلیف حضرت کی منظور تھی تو عرض کی ہوتی کہ یا حضرت بہت خوب آپکو تو لکھنے میں تکلیف
ہوگی کسی دوسرے آدمی کو حکم ہو وہ موافق ارشاد حضور کے تحریر کردیگا یوں کہتے میاں عمر کہ انکو تو درد سینہ ہو رہا ہی اسمیں بہکتے ہیں اور ہذیان کہتے ہیں عمر کو تو حضرت کے قول کا رد کرنا
منظور تھا اپنے مقصود کے مخالف سمجھکر جسکا مشورہ مدت سے ابوبکر سی ہو رہا تھا اور آپنے باوجود شدت مرض کے یہ تکلیف گوارا کی یہ حضرت کی بڑی شفقت تھی امت پر کہ گمراہی سی بچاتے تھے اور تم
اس صورت میں اگر حضرت کی تکلیف بھی گوارا کرتے تو عین خوشنودی خدا اور رسول خدا تھی کہ امت حضرت کی گمراہی سی نجات پاتی تھی اور حضرت کے واسطے تو کوئی تکلیف
ہی نتھی جیسا کہ ہم لکھ چکے کہ کوئی دوسرا آدمی لکھدیتا اگر سب کو یہ منظور ہوتا تم تکلیف کو حضرت کے گوارا کیوں کرتے اور ایسی صورت میں حضرت کے ارشاد پر عمل نکرنا
جہنم کو اختیار کرنا ہی اور یہ مثال باپ بھوکے کی اور بیٹے کے سبب کھانا نگل جانے کی جو یہاں بیان کی ہی اُسکو اس قصہ سے کیا مناسبت ہے اور احکام خدا اور رسول کو عوام
الناس کے افعال پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہی اور اسمیں بھی ہم کہتے ہیں کہ اگر باپ کہے کہ میں بھوکا ہوں لیکن میرا فرزند اس کھانے کی کھانے سے گمراہی اور ضلالت
محفوظ رہتا ہی تو اس صورت میں اُس فرزند کو کھانا ہی مناسب ہے گو باپ بھوکا ہی اور باپ اُسکا اُس سے بہت راضی ہوگا کہ میرے فرزند نے اطاعت بھی میری کی اور اپنے نفس کو
آتش جہنم سے بچایا اور اگر میرا کہنا نہ مانتا تو مجھکو بھی ناخوش کرتا اور خود گمراہی میں پڑتا اور ایسی صورت میں باپ کے کہنے پر عمل نکرنا بمقتضائے ادب نہیں ہے بلکہ بالکل بے ادبی ہی
اور ایسے ہی مقام میں کہتے ہیں کہ الامر فوق الادب اور عمر نے جو حسبنا کتاب اللہ کہا تھا شور و غل سی پیچھے نہیں کہا تھا بلکہ شور و غل سی پہلے ہی کہہ چکے تھے اور شور و غل تو
اُسکے بعد ہوا ہی جیسا کہ بخاری اور مسلم وغیرہ کی روایتوں میں ہی آپ کہاں سے کہتے ہیں کہ شور و غل کی بعد حسبنا کتاب اللہ کہا اور حسبنا کے کہنے سی جہل و تخطیہ عمر نے رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ کا ثابت کیا اسواسطے کہ اگر حضرت نہیں جانتے تھے کہ کتاب خدا کافی ہی تو جہل حضرت کا لازم آیا اور اگر جانتے تھے اور پھر وصیت کرنی چاہی تو فعل لغو کیا اور خطا
کی سبحان اللہ جو کہ کلام اللہ کو خدا کے یہاں سے لاوے تو جاہل ہو اور جو شخص کہ ہمیشہ غلطیاں کرتا ہو احکام خدا میں اور زنان پردہ نشین سی الزام کھاتا ہو اور لولا علی لہلک عمر
کہتا رہتا ہو وہ کتاب خدا سے خوب واقف ہو اور اگر کتاب خدا کی ہی کافی ہوتی تو رسول خدا صلعم اُسکو اہل بیت کے ساتھ کیوں مقرون کرتے اور کیوں فرماتے کہ انی تارک فیکم الثقلین

پس معلوم ہوا کہ قرآن بدون امام کے کہ مفسر اسکا ہو کافی نہ تھا اور اسیواسطے حضرت علی نے فرمایا تھا کہ انا کلام اللہ الناطق اور اگر عمر کو کتاب خدا کافی ہوتی تو لولا
علی لہلک عمر کیوں کہتے پھرتے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کسی کتاب نادرالوجود کی کوئی ایسی روایت جو حضرت عمر کے مانع اول ہونے پر اسطرح دلالت کرے
کہ اسمیں گفت وشنود کی گنجائش باقی نرہے شیعہ پیش بھی کرے تو قطع نظر اسکے کہ وہ روایت واقعی صحیح ہو کوئی جعلسازی نہیں تب بوجہ مذکور کوئی گرفت کی بات
نہیں بہرحال منشا اس اعتراض کا قلت فہم وفراست اور نقصان عقل و درایت ہے اور انجام کو دیکھا تو حضرت عمر کی رائے ٹھیک تھی آخر جب یہ شور ہوا تو خود
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمام مجمع کی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ یہاں سے کھڑے ہوجاؤ اور اگر کاغذ دوات قلم کے منگانے کا ارشاد ہوتا اور ضروری اور واجب ہی
ہوتا تو مکرر آپ بتاکید فرماتے **اقول** دیکھ لے بخاری اور مسلم اور مشکوٰۃ وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ نہیں کہ مانع اول حضرت عمر ہی تھے کیا تیرے نزدیک یہ کتابیں
بھی نادرالوجود ہیں جب یہ کتابیں ہی نادرالوجود ٹھیریں اہل سنت کے مذہب میں تو وہ کثیر الوجود کونسی کتاب ہے کل کو اپنے اثبات مذہب کے واسطے قرآن کو نادرالوجود کہدیجو
اور جعلسازی کام اہل سنت کا ہے کہ شیعوں کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں اور شیعوں کے مقابلہ میں اپنی جھوٹی روایتوں کو پیش کرتے ہیں اور شیعہ جو سند کسی مقدمہ
کی پیش کرتے ہیں تو وہ اہل سنت کی معتبر روایتوں کو پیش کرتے ہیں اپنی کتابوں کی روایت کو پیش نہیں کرتے اور پیغمبر معصوم کے حکم کو ہذیان کہنا کہ جو کفر بواح ہے
کرنا ہی تیرے ہی نزدیک گرفت کی بات نہیں جسکے جواب میں علماء اہل سنت سر پٹکتے اور تاویلیں کرتے چلے آئے ہیں اور پھر کچھ بن نہیں پڑتا کفار حضرت کے ارشاد کو
سحر اور جنون پر محمول کرتے تھے اور انہوں نے ہذیان کہا کفار میں اور انمیں کیا فرق ہوا اور پھر کہتا ہے کہ گرفت کی کوئی بات ہی نہیں ہے اور یہ اعتراض قلت فہم اور نقصان
عقل سے نہیں ہے بلکہ واقعہ اس یہ ہے کہ مومن کے نزدیک اسکا جواب ممکن ہی نہیں ہے اور اگر قلت فہم سے ہوتا تو اسقدر اسمیں گفتگوئیں کیوں ہوتیں اور علماء اہلسنت
کو مشکل کیوں پڑتی اور تو جو ازراہ تعصب بغض عداوت عمر ایسا کہتا ہے اور حق کو الٹا کرتا ہے تیرے نزدیک کیا یہ اعتراض لا اصل نہیں ہے اور عمر کی رائے کے ٹھیک ہونے کی کوئی
وجہ نہیں ہے کہ خلاف حکم رسول خدا کئے اور جب بات یہ اُن حضرت تک پہنچی اور مجمع کو حضرت نے خفا ہو کر اٹھایا جس وقت کہا کہ میرا کہنا کوئی نہیں مانتا اور آپسمیں جھگڑتے ہیں اور باہمی
مبانی اختلاف اور نزاع کی عمر تھے کہ انہوں نے اول جناب رسول خدا صلعم کے ارشاد کو رد کر کے یہانتک نوبت پہنچائی اور مکرر حضرت کو ارشاد کرنے کی احتیاج نہ تھی تبلیغ حکم خدا
کر چکے تھے اور جس وقت لوگوں کا انکار اس مقدمہ میں دیکھا تو اندیشہ ہوا کہ نوبت قتل و قتال کی پہنچی اور تاکید زیادہ میں لوگ مرتد ہوجائیں اور تبلیغ حکم کی ایکبار ہوتی ہے چاہے کوئی مانے
چاہے نہ مانے جیسا یکدفعہ حکم کو پہنچا دیا تو وجوب اسکا ادا ہوگیا اور عمر وغیرہ کے انکار سے حضرت کو معلوم ہوگیا کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں اور اسوقت تو انہوں نے ہذیان ہی کی تہمت
کی ہے مگر لکھنے میں معلوم نہیں کیا فساد برپا کرتے اسواسطے حضرت نے سکوت فرمایا اور جنکی طرف سے کھٹکا تھا انکا امتحان ہوگیا اگر سوبار حضرت فرماتے تو عمر اور تابعین عمر ہرگز تسلیم
نکرتے اور معلوم نہیں کیا کیا سانگ لاتے البتہ اگر ادب ورنرمی سے انکار کرتے اور کہتے کہ آپکو لکھنے میں تکلیف ہوگی تو چونکہ یہ امر ضروری تھا لہذا ضرور اسکی تاکید کرتے لیکن جب ایسی گستاخی
اور بے ادبی کو سنا تو اندیشہ اسکا ہوا کہ اسدفعہ نبوت کا انکار کرنے لگیں گے جیسا کہ پہلے اس سے شک ثبوت نبوت میں کیا کرتے تھے اسلئے مکرر نفرمایا **قال الشیخ الاشعری** اور
علی ہذا القیاس اگر یہ شور جیسا حضرت عمر نے سمجھا موجب آزار خاطر حضرت سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم نہوتا تو کھڑے ہوجانے کو نفرماتے بلکہ یوں کہئے کہ جیسے اور بہت مواقع
میں باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفت کے حضرت عمر کی رای خدا کی مرضی کی موافق نکلی ہے اور اسیوجہ سے اُن مواقع میں انکی رائے کے موافق وحی آئی اگر وحی آتی تو بوجہ
مخالفت رای نبوی اہل اسلام کے نزدیک عمر سے برا کوئی نتھا یہاں بھی حضرت عمر کی رائے خداوند کریم علیم حکیم کی مرضی کے موافق تھی ورنہ جیسے کفار کی تکذیب کے وقت وحی آسمانی
شاہد صدق رسول ربانی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی تھی یہاں بھی وحی آتی اور آپکی رای کی تصدیق ہوجاتی ہاں اتنی کمی رہگئی کہ بعد اس واقعہ حضرت عمر کی تصدیق کیلئے وحی نازل ہوتی
غالباً بندرہ سولہ واقعہ کی تصدیق کو کافی سمجھکر ایک اس واقعہ میں بغرض تصدیق عمری وحی نازل نہوئی **اقول** عمر نے جو کچھ سمجھا وہ خلاف مرضی خدا اور رسول خدا صلعم کے سمجھا اور لوگوں کے
کھڑے ہونے کو جو حضرت نے فرمایا تو بہت آزردہ وناخوش ہو کر کہ حضرت کے کہنے کو نہ مانا اور پھر حضرت کے حضور میں شور وغل کہ جو بموجب آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی
ممنوع ہے برپا کیا خصوصاً عمر وغیرہ نے کہ جو مبالغین تھے اور رد کرنوالے حضرت کے حکم کے تھے اور عمر کی کوئی رائے کہ جو مخالف رای رسول خدا صلعم کے تھی ہرگز موافق مرضی خدا کے نہتھی بلکہ ایسا سمجھنا
کہ رسول خدا صلعم کی رای رد ہوئی اور عمر کی رائے خدا تعالی نے پسند کی بالکل غلط ہے بلکہ قریب کفر کے ہے اور اگر عمر کی اُس رائے کے موافق جو برخلاف رای رسول خدا صلعم کے ہو بسبب اتفاق وحی
نازل ہوئی تو مضائقہ نہیں ہے اور حضرت صلعم کی رای کے مخالف رائے کو مقبول خدا سمجھنا ضلالت اور کفر کی بات ہے کہ عمر کا مرتبہ رسول خدا سے بھی زیادہ سمجھا ہو اس صورت میں تو عمر ہی پیغمبر ٹھیرے
بلکہ پیغمبر سے بڑھکر کہ پیغمبر کی رای تو خدا کو پسند نہوا اور عمر کی رای پسند ہوا اور اُسکی رای کے موافق وحی نازل ہو اس صورت میں تو خدا تعالی سے بڑی بھول اور چوک ہوئی کہ جو شخص کہ
سزاوار نبوت کے تھے اسکو پیغمبر نکیا اور جو لایق نبوت کے نتھا اسکو پیغمبر کیا لیکن رتبہ نبوت کا عمر کیواسطے پھر بھی قائم رکھا گو بعکس ترتیب رسول خدا صلعم کے بعد رکھا چنانچہ فرمایا حضرت نے موافق روایت

اہل سنت کے کہ لو کان نبی بعدی لکان عمر یعنی اگر ہوتا پیغمبر بعد میرے تو البتہ پیغمبر بعد میرے عمر ہوتا اور یہ انکار عمر کا اور حضرت کو منسوب بہذیان کرنا ہرگز موافق مرضی خدا کے نہیں ہے تو جھوٹ لکھتا ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی بھی حضرت کے ارشاد کو ہذیان سمجھے اور خود ہی حضرت کے حق میں فرماتا ہے کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحَى اس سے معلوم ہوا کہ نعوذ باللہ وحی بھی خدا کی ہذیان ہی ہے خدا کے فرشتے کا بھی موافق اعتقاد اہل سنت کے اعتبار نہ رہا کہ وحی بھی اسکی ہذیان ہی ہو گئی اور کلام اللہ کا بھی اس سے ہذیان ہونا لازم آتا ہے اسواسطے کہ وہ بھی وحی خدا ہے اور پیغمبر خدا ہی کی زبان سے اسکو سنا ہے اس صورت میں اس میں بھی احتمال ہذیان کا ہے یہہ بات تو جب سمجھے اور درست ہوتی ہے کہ کوئی ارشاد جناب رسولخدا صلعم کا ہذیان نہو اور اس مقدمہ میں تو وحی پہلے ہی آئی تھی اور اب جو فرماتے تھے حضرت تو تاکیداً فرماتے تھے اور ہر مرتبہ حضرت کا ارشاد محتاج وحی کا نتھا جو اسکی تصدیق کے لئے دوبارہ وحی آتی وہ تو جو فرماتے تھے موافق وحی کے ہی تھا اور عمر کو جو حضرت کے ارشاد کا اعتبار نتھا اور مثل کفار کے وہ بھی تصدیق اسکی وحی سے چاہتا تھا تو وحی کے سنانیوالے رسول خدا ہی تھے جب پہلے ارشاد کا حضرت کے اعتبار نکیا تو اسکا کیونکر اعتبار کرتا اور وحی اسکو کیونکر سمجھتا اسکو بھی رد کرتا اور اسکی تصدیق کے لئے بھی ایک اور احتیاج ہوتی اسکا بھی یہی حال ہوتا اسیطرح تسلسل ہوتا اور جو حضرت کے کسی ارشاد کا اعتبار نکرتا کہ یہ ارادہ حضرت کا تو اسکی مرضی کے موافق کسی طرح سے نتھا اور اگر حضرت کا ارشاد اسکے مرضی کے مخالف نہوتا تو اول مرتبہ ہی اسکو تسلیم کر لیتا اور تحریر سے اس شیخ کی معلوم ہوا کہ عمر رسولخدا صلعم کو راستگو نہ جانتا تھا بلکہ مثل کفار کے دروغ گو جانتا تھا کہ حضرت کی تصدیق کیواسطے دوسری وحی چاہتا تھا اور عمر کی تصدیق کے واسطے وحی کیسی نازل ہوتی کہ وہ تو وحی خدا کو ہذیان کہہ چکا تھا کیا دوسرے مرتبہ خدا تعالی اپنی وحی کو ہذیان مقرر کرتا کہ جیسے کہ رسولخدا صلعم کا اعتبار کیا تھا عمر وغیرہ کے نزدیک تو کیا خدا تعالی لوگوں کے نزدیک اپنا اعتبار بھی کھوتا **قال الشیخ الاشعری** غالباً بدرد سول واقعہ کے تصدیق کو کافی سمجھکر ایک اس واقعہ میں بغرض تصدیق عمر وحی نازل نفرمائی اور نیز واقعہ بدلالت آیت مذکورہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ جو بدال ضرور تھا چنانچہ مذکور ہوا اور باایں ہمہ آخر زمانہ حیات نبی میں جو وقت کمال توجہ الی اللہ اور استغراق تام کا ہے کیا مناسب تھا کہ ایسے امور غیر ضروریہ کی طرف اپنے ذہن کو متوجہ فرماتے باین وجہ غالباً اس واقعہ میں وحی ربانی جو مصدق عمر اور شاہد قول خلیفہ دوم ہو جاتی نہ آئی ورنہ یہ توہمات خود مندفع ہو جاتی بالجملہ یہہ حضرت عمر کا بولنا تو عقل سلیم کے نزدیک قابل تعریف ہے اور اس پر بھی بوجہ تیرہ درونی اور بغض ذاتی کے اگر کوئی برا کہے جائے تو اسکا جواب بجز اس شعر کے اور کچھ نہیں ہے ع چشم بداندیش کہ برکندہ باد * عیب نماید ہنرش درنظر * **اقول** رسولخدا صلعم کی رائے کی مخالفت میں عمر کی رائے کی تصدیق کبھی نہیں ہوئی ہے تو جھوٹ لکھتا ہے اور رسولخدا صلعم پر عمر کو فوقیت دیتا ہے اور اسے کفر اور نفاق نکلتا ہے اور اس واقعہ میں عمر کی تصدیق کے واسطے پھر وحی کیونکر نازل ہوتی کہ کیا خدا تعالی دوسرے مرتبہ بھی اپنی وحی کو ہذیان کہلاتا اور آیت اکملت لکم دینکم کے نزول سے یہ نتیجہ کہ بعد جناب رسول خدا صلعم نبوت سے معزول نہیں ہو گئے تھے کہ انکے کسی قول کا اعتبار نہو اور اگر کچھ فرمائیں تو وہ ہذیان پر محمول ہو گیا رسولخدا یہ بات نہیں سمجھتے تھے کہ خدا تعالی نے تو شرع کو موقوف کر دیا ہے اور مجھکو حکم کرنے سے منع کر دیا ہے پھر میں آپکو کسی مقدمہ میں کیونکر کہوں اور آیت مذکورہ کے تو معنی ہی نہیں سمجھا ہے اور جواب اسکا مفصل ہے اسی ہم لکھ چکے ہیں کہ اس آیت نے حضرت کو حکم کرنے سے معزول نہیں کیا ہے اور کلام اللہ کی آیات سے ثابت ہے کہ اطاعت رسولخدا صلعم کی واجب ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ رسولخدا صلعم کے امر کی تعمیل واجب ہے اور کم سے کم استحباب سے تو خالی ہی نہیں ہے لیکن رد کرنا بطریق انکار کے تو مستحب کا بھی جائز نہیں ہے اور اگر آخر زمانہ حیات نبوی کا اول توجہ الی اللہ تھا تو یہ ارشاد حضرت کا اس سے بھی زیادہ تھا کہ جس میں امت حضرت کی ضلالت سے محفوظ رہتے تھے اور ایسا ہی ضروری تھا یہہ امر کہ بلکہ ایسی حالت میں اپنی اوپر تکلیف کو گوارا کر کے لکھواتے تھے اور عمر نے کچھ سن تو لیا ہوتا کہ کیا فرماتے ہیں ابھی سنا ہی نہیں ہے اپنی مقصود کے مخالف سمجھکر پہلے ہی سے اسکو رد کر دیا اور کہہ دیا کہ بیماری میں حضرت بہکتے ہیں اور اسکے ضروری اور غیر ضروری ہونیکی کیا واسطہ تھا وصیت تھی حضرت کی اور وصیت کے رد کرنیکا حکم نہیں ہے بلکہ تاکید اسکی ہے اور اگر عمر کو یہہ منظور تھا کہ ایسے وقت میں حضرت کو لکھنے کیطرف مصروف ہونا مناسب نہیں تو اتنا تو کہا ہوتا کہ یا حضرت لکھنے میں تو آپکو تکلیف ہوگی زبان مبارک سے جو کچھ منظور ہو ارشاد فرما دیجئے ہم اسپہ عمل کرینگے لیکن دل میں جو وہ بھی علی بن ابیطالب کی خلافت کھٹکتی تھی اسکو سمجھکر حضرت کے قول کو کہا کہ بیماری میں بہکتا ہے ارے واہ رے شیخ کیا وجہ معقول بیان کی ہے کہ ایسے امر غیر ضروریہ میں اپنے نبی کو کیا مناسب تھا کہ مصروف کرتے عمر کو تو یہ بات سوجھی ہی تھی لیکن تو نے انکی اصلاح حال میں اپنے ایمان کو کھویا اور برباد کیا اور ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ عمر کے اس قول لچر کی تصدیق خدا تعالی کیونکر کرتا کہ اسکے قول کا اعتبار نہ رہتا کہ اپنی وحی کو ہذیان مقرر کرتا ہے اور جو امور کہ واقعی ہیں عمر کی خاطر سے انکو توہمات ٹھیراتا ہے اور یہہ حضرت عمر کا بولنا عقل کے نزدیک قابل تعریف ہرگز نہیں ہے بلکہ قابل نفرین ہے اور وہ کونسا عقل کا اندھا ہے کہ پیغمبر کے ارشاد کو منسوب بہذیان کرے اور ان کو قابل تعریف کے سمجھیگا یہ تو تمہارا ہی کام ہے کہ عمر کے مقابلہ میں رسولخدا صلعم کی حقیقت کو کچھ نہیں سمجھتے اور اپنی تیرہ درونی کی جہت سے عمر کی محبت میں رسول خدا صلعم پر عیب لگا کر انکو قابل تعریف کے جانتے ہو

اور عمر کے عیب کو ہنر سمجھتے ہو اور جو مومن ہوگا اپنے پیغمبر پر عیب لگانیوالے کو البتہ برا کہیگا اور عیب لگانیوالے سے اسکو بغض ذاتی بھی ہوجائیگا اور جو کہ ایمان سے کچھ بہرہ
نہیں رکھتا ہے وہ البتہ مثل کفار کے پیغمبر خدا کے عیب لگانیوالیکو اچھا جانیگا اور یہ بھی عجب بات ہے کہ عیب کو ہنر قرار دیتے ہیں ایسا کون باولا ہے کہ جو اس قول کو پسند کریگا
قال الشیخ الاشعری اور اگر ارشاد نبوی کو درباره طلب کاغذ و دوات قلم شفقت پر محمول کرنا کسی متعصب کو المرء یقیس علی نفسہ کے تعصب نظر آئے اور باوجود اس
توضیح کے اس ارشاد کو ارشاد وجوبی ہی کہے جائیے تو یہ اعتراض حضرت عمر ہی پر نہوگا بلکہ اسکے یہ معنی ہوئے کہ تمام اہل بیت اور تمام صحابہ اس جرم میں حضرت عمر کے شریک
نکلے اور وہ قصہ ہوگیا هر گل انبوه جشنے دارد بلکہ اہل بیت اس تقصیر میں اول درجہ کے تقصیروار ہوئے کیونکہ اول تو مریض کی امر و نہی کے مخاطب اُسکے گھروالے ہی ہوا کرتے
ہیں دوسرے حضرت عمر تو غیر تھے عیادت کے لئے ساعت دو ساعت کے لئے آگئے تھے۔ **اقول** ان عذروں سے تیرے کچھ فائدہ نہیں ہے جو کچھ ہونا تھا وہ ہولیا اور عمر کی کسی
طرح سے نجات نہیں ہے اور دوات قلم کے طلب کرنیکو ہم بھی شفقت پر محمول کرسکتے ہیں تعصب سے نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ وصیت لکھدینے میں بڑی شفقت حضرت کے تھی
امت پر کہ امت کو ضلالت اور گمراہی سے بچاتے تھے اگر اُسپر عمل کرتے اور سوائے اسکے اور کس جہت سے حضرت کی شفقت تھی حضرت تو مدام اسی فکر میں رہتے تھے کہ اُمت کو
میری نجات ہو اور دوات قلم کا طلب کرنا اسیکا سامان تھا لیکن عمر نے اور اُنکے ہمدموں نے نجات کو نچاہا اور اُمت کو حضرت کی گمراہی میں کہا اور حضرت کے ارشاد کو ارشاد وجوب
کیونکر نکہیں کہ مشتمل ہے عدم ضلالت پر چنانچہ فرماتے ہیں حضرت کہ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ اور تو حضرت کے قول کو ارشاد کسواسطے لکہتا ہے بلکہ عمر کی متابعت سے تجھکو
ہذیان کہنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ اس ہذیان کو ارشاد وجوبی ہی کہے جائے اور تمام اہل بیت اور صحابہ اس جرم میں عمر کے کیونکر شریک ہوسکتے ہیں سب ہاں کب موجود تھے
بلکہ چند اذن شئے اور اہل بیت کا وہاں موجود ہونا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے نہ صراحتہً نہ کنایتہً صحیح بخاری میں تو روایت پنجم اور ششم اور ہفتم میں یہ لکھا ہے کہ وفی البیت
رجال فیہم عمر ابن الخطاب یعنی اور گھر میں کئی مرد تھے کہ اُن میں عمر بن خطاب بھی تھے اور شرح بخاری میں ابن حجر قسطلانی نے بعد فاختلف اہل البیت کے لکھا ہے کہ الذین
کانوا فیہ من الصحابۃ لا اہل بیتہ علیہ السلام یعنی جو لوگ کہ تھے اس گھر میں اصحاب میں سے نہ اہل بیت رسولخدا صلعم کی اور شرح حدیث چہارم میں لکھا ہے کہ قولہ فی
الروایۃ الثانیۃ واختلف اہل البیت ای من کان فی البیت من الصحابۃ ولم یرد اہل بیت النبی صلعم یعنی قول اُس صاحب بخاری کا روایت ثانی میں واختلف
اہل البیت جو ہے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ جو شخص کہ تھا گھر میں صحابہ میں سے اور نہیں ارادہ کیا ہے اُس نے صاحب بخاری نے اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا سو روایتوں میں تو اس طرح
لکھا ہے تو اہل بیت علیہم السلام کو کہاں سے کہتا ہے کہ وہ بھی موجود تھے اور گھر والے تو اُسوقت بی بی عائشہ تھیں کہ اُنکے گھر میں حضرت تھے اور امر و نہی کی مخاطب وہ ہی تھیں
وہ ہی اول درجہ کی تقصیروار ہونگی اور ہمراہ اپنے چچا کے منکرین و ہذیان کہنے والوں میں شریک ہونگی اور عمر اگرچہ غیر تھے اور ایک ساعت کے واسطے عیادت کو آئے تھے مگر جسوقت وہ موجود
تھے اُسیوقت اُنکا مافی الضمیر ظاہر کرنے کو حضرت نے سب حاضرین کی طرف خطاب کرکے دوات و قلم و کاغذ کو طلب کیا اور سب سے پہلے عمر نے دینے سے انکار کیا اور حضرت کو کہا کہ بیماری
میں بہکتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اگر انکی نشست کے وقت کچھ اندیشہ تھا جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے پھر کون تھا آخر اس قصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی روز
زندہ رہے بلکہ غور سے دیکھئے تو در صورتیکہ اس ارشاد کو ارشاد ایجابی اور امر وجوبی کہئے جیسے شیعوں کا جی چاہتا ہے تو پھر جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ جرم کے
شریک ہوئے کیونکہ جسقدر ہمپر اطاعت خدا و رسول واجب ہے اُس سے زیادہ نبی پر تبلیغ احکام واجب ہے چنانچہ یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا
بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ اسپر دلالت کرتی ہے اسلئے کہ حاصل آیت مذکورہ یہ ہے کہ اے رسول پہنچادے جو کچھ تیری طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر یہ کام نکروگے تو پھر تم نے کوئی پیغام بھی
کا نہ پہنچایا انتہی اور اُدہر سے سنا ہوگا کہ نزدیکاں را بیش بود حیرانی چنانچہ اشارات کلام اللہ اور حدیث بھی اسپر شاہد ہیں تو اب لاجرم یہی کہنا پڑیگا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر تبلیغ احکام اُس سے زیادہ واجب ہے کہ ہم پر تعمیل احکام اور ادھر یہ بھی ظاہر ہے کہ تبلیغ جبھی کہہ سکتے ہیں کہ احکام کو بیان بھی کیا جائے اتنی بات کو کاغذ دوات قلم لاؤ
میں تمہیں وہ باتیں لکھدوں کہ انپر عمل کرو تو گمراہ نہو تبلیغ حکم کہنا اُسیکا کام ہے جو برائے نام ہی انسان ہے اور عقل سے محروم اور دانش سے ناکام ہے الغرض اس صورت میں حضرت
عمر سے اگر تقصیر ہوئی بھی تو اتباع نبوی پھر بھی ہاتھ سے نہ گیا اگر حضرات شیعہ جناب سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوت والتسلیمات اور اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نسبت
اس تقصیر کو نعوذ باللہ منہ تجویز کرسکیں تو ہمیں بھی حضرت عمر کی اسقدر گنہگاری کا چنداں رنج نہیں اول تو مرگ انبوه جشنے دارد۔ دوسرے شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد **اقول** اُنکی نشست کے اندیشہ سے کچھ مطلب نہیں ہے یہاں تو منکرین کے خبث باطن کا ظاہر کرانا منظور تھا اور اسیواسطے موجودگی میں عمر کی حضرت نے
دوات و قلم کاغذ کو طلب کیا اور محض لکھنا ہی منظور ہوتا اس امر کا کہ جسکو پہلے اس سے بتاکید فرما چکے تھے تو اُنکی غیبت میں لکھ سکتے تھے لیکن اُسوقت اُنکا حال اطاعت اور عدم
اطاعت و حسن اعتقاد اُنکا امت پر ظاہر کرنا ملحوظ تھا سو اُنہوں نے حضرت کے ارشاد کو اس طرح سے رد کیا کہ یہ شخص بیماری میں بہکتا ہے اسکے قول کا اعتبار نہیں ہے اور ہمکو کلام اللہ

کفایت کرتا ہی اور جناب رسول خدا صلعم اس جرم میں ہرگز شریک نہیں ہیں اسواسطے کہ ہرچند حضرت پر تبلیغ احکام خدا واجب ہے مگر یہاں حضرت نے حکم خدا کو باقی نہیں رکھا ہی انکو بھی پہنچا دیا ہی اسلئے کہ جناب رسولخدا صلعم ایتونی بقرطاس و دوات وغیرہ کے کہنے کی مامور تھے اور غرض اس سے اظہار مخالفت عمر اور تابعین انکی کی تھی سو حضرت نے وہ پہنچا دیا اور جسوقت کہ غرض اس سے ظہور مخالفت عمر وغیرہ ہو تو بعد ظہور غرض غایت کے حاجت لکھنے کتاب کی نہیں ہی اور اگر وہ حضرت کچھ لکھتے تو لکھنا آپکا بیفائدہ تھا کیونکہ اس کاسہ میں تھا کہ منکرین معلوم نہیں کیا بات بناتے اگر نبوت کا انکار کر جاتے نفسانیت کی جہت سے تو بعید نہ تھا اور اگر لکھ کر اپنی اہل بیت میں سے کسیکے سپرد کرتے تو وہ اہل بیت کی جعلسازی مقرر کرتے اور کہتے کہ پیغمبر خدا اپنے ہاتھ سے تو کچھ لکھتے ہی نہ تھے اور اسوقت درد سینہ بھی تھا انہوں نے ہرگز نہیں لکھا ہی انہوں نے خود لکھ لیا ہی اسواسطے کہ جب بالمشافہ زبانی کہنے کو انہوں نے نہ مانا تو نوشتہ کو کون مانتا ہی کہ اسمیں تو طرح طرح کے احتمال پیدا ہوتے ہیں اور اگر اپنی اہل بیت کو لکھکر دیا بھی ہو تو کیا عجب ہے اور جعلسازی کی تہمت کے خوف سے اسکو نہ دکھایا ہو اور ہمارے مذہب میں تو ثابت ہے چنانچہ جلاء العیون میں لکھا ہی اور ہمارے نزدیک عدم تبلیغ حضرت کی کسیطرح ثابت نہیں ہے اور یہ آیت جو بیان کی ہی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ یہ بھی حضرت علیؑ کی خلافت کے حکم میں نازل ہوئی ہی کہ خم غدیر میں بعد نزول اس آیت کے رسولخدا صلعم نے حضرت علی کے حق میں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ چنانچہ تفسیر در منثور اور تفسیر نیشاپوری اور تفسیر اسباب نزول اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ یہ آیت یا ایہا الرسول الخ نازل ہوئی تو رسولخدا صلعم نے علی کی فضیلت میں فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور حقیقت میں یہ آیت حضرت علی کی خلافت کے مقدمہ میں نازل ہوئی ہی چنانچہ اپنے مقام میں ثابت ہے لیکن علماء اہل سنت نے یہ تو لکھا کہ بعد نازل ہونے اس آیت کے رسولخدا صلعم نے علیؑ کی فضیلت میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا اور بسبب تعصب کے یہ انکی زبانوں سے نہ نکلا کہ علیؑ کی خلافت کے مقدمہ میں ایسا فرمایا ہی خلافت کی جگہ فضیلت کو لکھا اور خلافت کو نہ لکھا مگر مراد اس فضیلت سے بھی خلافت ہی ہی اسواسطے کہ علماء اہل سنت میں سے ابو القاسم حسکانی نے تفسیر شواہد التنزیل اور ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں ابن عباس اور زید بن عمار سے روایت کی ہی کہ جسوقت مامور تھے رسولخدا صلعم خدا کی جانب سے کہ پہنچا دیں تو علیؑ کے فضائل میں لوگوں کو جسطرح سے کہ تجھ کو حکم ہی اسوقت رسولخدا صلعم نے عرض کی کہ خداوندا یہ لوگ تازہ مسلمان ہیں یعنی میں ڈرتا ہوں کہ میری کہنے کو یہ قبول نہ کریں علی کی مقدمہ میں اور حضرت حج کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو مراجعت فرمائی تو بیچ میں یہ آیت یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ نازل ہوئی اب میں کہتا ہوں کہ رسولخدا صلعم و حضرت علیؑ کی فضیلت کے پہنچانے میں سوا فضیلت خلافت کے کیا خوف تھا اسواسطے کہ بہت زیادہ فضیلتیں علیؑ کی جناب رسولخدا صلعم نے بیان کی ہیں حضرت نے جو فرمایا کہ قبول نکرینگے وہ تازہ مسلمان ہیں مراد اس سے خلافت علی کی ہی کہ جو بعضے لوگوں کو پسند نہ تھی اور جب رسولخدا صلعم نے چاہا کہ مرض الموت میں یہ کچھ لکھدیں تو ان لوگوں ہی نے انکار کیا اور بیہودگی رجب کسیطرح کا تعلق نہ ہو تو انکو کیا حیرانی ہی اور رسولخدا صلعم پر اگرچہ سب سے زیادہ اطاعت خدا کی واجب ہے لیکن جبکہ مرض کے حضرت نے مامور تھے کسی تبلیغ کے لئے جیسا کہ ہمنے پہلے بیان لکھا ہی اور سب طرح سے حکم تھا اسیطرح حضرت نے بیان بھی کر دیا اور حضرت نے جو فرمایا کہ دوات و قلم لاؤ اسی کے کہنے کے مامور تھے سو وہ کہدیا یہ بڑے نام نہیں ہے اور عمر نے اتباع نہیں کیا بلکہ حضرت کے ارشاد کو ہذیان مقرر کر کے رد دیا اور حسبنا کتاب اللہ جو کہا تو اس سے یہی مقصود ہی کہ کتاب خدا کو ہم مانتے ہیں اور پیغمبر کے قول کو ہم نہیں مانتے اور اہل بیت علیہم السلام تو اس مقدمہ میں کچھ تعلق ہی نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور تقصیر کو رسولخدا صلعم و اہل بیت علیہم السلام کی اگر تجویز کریں تو اہل سنت ہی کرتے ہیں چنانچہ یہی جگہ تجویز کی بھی ہی اور شیعوں کا نعوذ باللہ یہ عقیدہ اور اعتقاد نہیں ہی اور تقصیر حقیقت میں عمر ہی نے کی ہی اور عمر کی پیروی سے عمر کے یاروں نے کی ہی اہل سنت کو اسکا رنج ہوا ہو تو اپنے بھی اس تقصیر میں آئے ہی تو عمر کا اور انکے یاران منکرین حکم رسولخدا صلعم کا ہی نہ لوگ لیکن وہ ہی سب کے سب خود ہونگے اور اس عمل کی مکافات کو پہنچیں گے نہ اور کوئی اور اس شعر کا بیان کر رہا ہے بیجا ہے **وقال الشیخ الاشعری** معہذا دوات قلم کاغذ کے منگانے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ فرمان خلافت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ظاہر عبارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اسکو تقاضا کرتا ہی کہ دین اسلام کی باتوں کا خلاصہ جو تمام ارکان کی جڑ ہو تحریر فرماتے یا احکام دین میں سے وہ احکام کہ انکی تعمیل کر تمام احکام کی تعمیل لازم ہو لکھوا دیتے چنانچہ آپکا فرمانا کہ انپر عمل کرو گے تو گمراہ نہوگے اسبات پر گواہ ہی سو کسی ایک کی خلافت معین کرنے میں یہ بات ظاہر ہی کہ حاصل نہیں ہوتی یوں تو دلیلیں گھڑنے کو ہر کسی کے منہ میں زبان ہی اور اگر بتکلف اس مضمون کو حضرت علی کی خلافت کو لازم ہی سمجھی تو پھر کب تک پھر کچھ نہیں حالانکہ روایت کے الفاظ اسبات پر دلالت کرتے ہیں کہ پھر گمراہی بھی پیش آئیگی **اقول** دوات قلم کاغذ اسواسطے منگواتے تھے رسولخدا صلعم کہ حضرت علی کی خلافت کے مقدمہ میں کچھ لکھیں دلالت کرتا ہی اسپر عمر کا اس سختی سے حضرت کے قول کو رد کرنا کہ حضرت کے قول کو محمول بہذیان کرنا اور کہنا کہ ہے کوئی پیغمبر معصوم کو جو حکم کرتا ہی وحی سے کرتا ہی ہذیان کی طرف بھی منسوب کرتا ہی اور روایات اہل سنت سے ثابت ہوتا ہی چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا کہ رسولخدا صلعم خلیفہ ہی کی تعیین میں لکھنا چاہتے تھے کہ بعد میرے اختلاف نہو اور میں کہتا ہوں کہ سوائے علی بن ابیطالب کے اور کسیکی تعیین ہو ہی نہیں سکتی اور اسی کو وہ حضرت لکھنا چاہتے تھے اسواسطے کہ جو اوصاف خلافت مثل علم و شجاعت کے کہ علی میں تھے وہ اور کسی میں نہ تھے اور حضرت صلعم نے اپنی زندگی میں بارہا حضرت علی کی طرف اشارہ کیا ہی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں

کہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغت میں تاریخ بغداد کے حوالہ سے جسکا مؤلف اہل سنت میں سے ہے لکہا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ رسولخدا صلعم نے چاہا کہ اپنی مرض موت میں خلافت کے واسطے اُسکا یعنی علی کا ذکر کرے میں مانع ہوا فتنہ کی ڈر سے اور اس امر کے خوف سے کہ اسلام پراگندہ ہوجاے رسولخدا صلعم سمجھ گئے جو کچھ کہ میرے دل میں تھا اور نہ کہا اور خدا نے جو کچھ مقدر کیا تھا وہ ہوا اور ایک اور روایت لکھی ہے کہ اسکے آخر میں یہ ہے کہ اور کبھی نسبت کی جہت سے کہ اُسکے ساتھ رکہتے تھے رسولخدا چاہتے تھے کہ حق سے طرف باطل کی میل کریں اور مرض الموت میں چاہا کہ اُسکے یعنی علی کے نام کی تصریح کریں میں نے اُنکو منع کیا اس امر سے واسطے شفقت کے امت پر اور واسطے محبت اہل اسلام کے قسم ہے پروردگار خانہ کعبہ کی کہ قریش ہرگز اُسپر اتفاق نہ کرینگے اور اگر وہ خلافت کو لیوے تو قریش اُسپر اطراف زمین میں شورش کریں پس حضرت رسولخدا صلعم نے جانا کہ میں نے پایا جو کچھ وہ خاطر میں رکھتا ہے اور خاموش ہو رہے اور بعد اُسکے ابن ابی الحدید نے لکھا ہے ذکر هذا الخبر احمد بن ابی طاهر صاحب تاریخ بغداد اور ابن ابی الحدید اگرچہ معتزلی ہے لیکن حقیت خلافت ثلاثہ کا معتقد ہے اور سنی کی کتاب سے یہ روایت اُس نے لکھی ہے اور اگر علی کے واسطے نہیں لکہتے تھے اور علی کو پہلے اس سے خلیفہ نہیں کر چکے تھے رسولخدا تو علی دعوی خلافت کا لئے ہوئے کیوں پھرتے تھے اور مانع بھی اس خلافت کا کہ علی کو نہ پہنچی سبب جسکے عمر ہی تھا رسولخدا صلعم کی زندگی میں بھی اور بعد حضرت کے بھی چنانچہ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ وفی ارسال ابی بکر عمر وابا عبیدة الی علی رسالة لطیفة رواها الثقات باسناد صحیحة تشتمل علی کلام کثیر من الجانبین وقلیل غلظة من عمر وعلی ان علیا جاء علیهما ودخل معهما دخلت فیه الجماعة وقال حین قام عن المجلس بارک الله فیما ساءنی وسرکم یعنی اور بھیجنے میں ابوبکر کے عمر اور ابو عبیدہ کو طرف علی کی بھیجنا نامہ کا او رلطیف ہے کہ روایت کیا ہے اُسکو معتمدین نے باسناد صحیح کہ شامل ہے کلام کثیر پر دونو جانب سے اور تھوڑی سی سختی جانب عمر اور علی سے اور علی آئے اُن دونوں پر یعنی آئے اُن دونوں کے پاس اور داخل ہوئے جس جگہہ کہ داخل ہوئی جماعت اور کہا علی نے جسوقت کہ کہڑے ہوئے مجلس سے برکت دیوے خدا تمکو اُس چیز میں کہ اندوہگین کیا مجہکو اور خوش کیا تمکو انتہی اس سختی کو دوجانب کی دیکھئے اگر خلافت علی کا حق نہیں تھا اور رسول خدا اُنکی بابت خلافت کے واسطے نہیں لکہتے تھے تو پہر علی کو لڑائی انمیں کیوں تہی اور باوجودیکہ خلافت تو ابوبکر کی تہی اور عمر صاحب ہی سب جگہہ حضرت علی کے خلافت کے مانع تہے باوجودیکہ ابوبکر اور عمر میں کوئی قرابت بھی نہ تھی وہ بنی تیم تہے اور یہ بنی عدی اگر انکا آپس میں خلافت کے غصب کرنیکا مشورہ نہیں تہا تو اور کیا تہا اور یہ مقام نہیں جو عمر سختی کرتا تہا یہانتک کہ روضۃ الاحباب میں لکہا ہے کہ جسوقت ابوبکر نے حضرت علی کو واسطے بیعت کے مجمع مہاجرین و انصار میں طلب کیا تو بعد گفتگو کے عمر نے حضرت علی کو کہا کہ ترا نگذاریم تا بیعت نکنی اب فرمائیے کہ یہ بار بار کا مانع خلافت علی ہونا اور علی کی خلافت کا اسقدر ناگوار معلوم ہونا دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ جناب رسولخدا کے لکہنے کو خلافت علی کے واسطے تہا اس سختی سے منع کیا تہا یا نہیں اور سوائے خلافت علی کے اور کونسا امر تہا وہ کہ جسکے واسطے رسولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان مقرر کیا اگر انصاف کچہہ دل میں ہے تو سمجہہ جاؤ کہ ہر مقام میں جو حضرت عمر علی کی خلافت کے درپے ہیں اور چاہتے تہے کہ خلافت علی کے واسطے نہو اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا گہر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے تو رسولخدا صلعم کو علی کی خلافت ہی کے لکہنے کو سمجہہ کر لکہنے سے منع کیا تہا اور سوائے اسکے اور کوئی امر نہ تہا کہ عمر کو لکہنا اُسکا ناگوار معلوم ہوتا اور رسولخدا صلعم اپنی زندگی میں حضرت علی کو خلیفہ کر چکے تہے اور مرض الموت میں بطور وصیت اُسکی تاکید کرتے تہے اور روضۃ الاحباب میں لکہا ہے کہ حضرت امیر دعوی خلافت از ابوبکر برای خود نمود چون ابوبکر مشاہدہ کرد کہ کلمات علی جملہ استوار و محکم و ہر یکے ازیں مقابل صد ہزار است از رفق در آمد کہ بیعت تو مرا اجباری نیست جبکہ یہ حال تہا حضرت علی کا دعوی میں خلافت کے اور اُنکے کلام کا جواب نہ تہا تو حق علی کا نہ تہا تو اور حق کسکا تہا اور سوائے اسکے رسولخدا صلعم اور کس مقدمہ میں لکہتے تہے کہ حضرت عمر اسقدر ترش ہوئے اور سوائے اسکے اور بہت ایسی اُمور ہیں کہ جو دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ جناب رسولخدا صلعم حضرت علی کی خلافت کی ہی مقدمہ میں لکہتے تہے کہ عمر صاحب ہمیشہ جو رسولخدا کو دیکہتے تہے کہ صراحۃً اور کنایۃً علی کی خلافت کی تاکید کرتے ہیں تو مرض الموت کی لکہنے کو بھی یہی سمجہے اسواسطے منع کیا اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں سب کچہہ لکہا ہوا ہے اور وہاں ظاہر عبارت رسولخدا صلعم اسی کا تقاضا کرتا تہا کہ دین اسلام کی باتوں کا خلاصہ جو تمام ارکان کی جڑ ہو تحریر فرماتے سو وہ خلافت حضرت علی کی تہی کہ جس میں خیر دنیا اور آخرت کی تہی اور دین اسلام کی باتوں کا خلاصہ اور تمام ارکان کی جڑ وہی تہی کہ حضرت علی ماہر تہے علوم شرع سے مثل رسولخدا صلعم کے کہ نائب کا علم مثل منیب کے چاہئے تاکہ ہدایت کرے خلقت کو اور جہلا اس منصب کے قابل نہیں ہوسکتے کہ جسوقت شرع کی کوئی مشکل پیش آئے تو دوسرونکی طرف رجوع کریں اور بیشک حضرت علی کی خلافت اصل تہی جمیع اُمور شرع کے اور وہ ہی ایسے تہے کہ اُسکے زمانے میں گمراہی متصور تہی اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم خلیفہ ہی کو معین کرنا چاہتے تہے جسکو عمر نے رد کیا ہے اور علی ہی کی تعیین سمجہا کر کیا ہے اور اگر ابوبکر کو یا اپنی ذات کو یا عثمان کو یا معاویہ کو سمجہتے تو کاہیکو رد کرتے کہ یہ تو سب ایک تہے اور خلیفہ کی تعیین کرنیکے مقدمہ میں بہت کتابوں میں اہل سنت کی لکہا ہے از انجملہ شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکہا ہے کہ قیل کان النبی اراد ان یکتب تعیین واحد من الصحابۃ للخلافۃ

يقع بعده تنازع فيهم وكان ابن عباس يبكي لما فات من مقتضى هذا الخبر یعنی کہا گیا ہے کہ تہے پیغمبر خدا کہ ارادہ کیا یہہ کہ لکھی تعیین ایک کی صحابہ میں سے واسطے خلافت کے تاکہ نہ واقع ہو نزاع
بعد اُس حضرت کے اُن میں سے اور تہا رونا ابن عباس کا واسطے فوت ہونے اعتقاد اُسکے کے اس خبر سے اور کرمانی نے شرح صحیح بخاری میں خطابی سے نقل کی ہے کہ اُس نے
کہا کہ هذا يتأول على وجهين احدهما انه اراد ان يكتب اسم الخليفة بعده لئلا يختلف الناس ولا يتنازعوا فيؤديهم ذلك الى الاختلال یعنی یہ تاویل کیا گیا ہے دو وجہ پر ایک
اُن دونوں میں کا تو یہہ ہے کہ تحقیق اُس حضرت نے ارادہ کیا یہہ کہ لکھے نام خلیفہ کا بعد اپنے تاکہ نہ اختلاف کریں آدمی اور نہ نزاع کریں آپس میں پس پہنچاوے اُنکو وہ نزاع
طرف خلل کے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اکتب لکم کتابا کی شرح میں لکھا ہے هو تعيين الخليفة بعده وسياتي شيء من ذلك في كتاب الاحكام في باب الاستخلاف منه
یعنی وہ معین کرنا خلیفہ کا ہے بعد اپنے اور قریب ہے کہ آوے کچہہ اس میں سے کتاب الاحکام میں جو باب الاستخلاف میں اُس میں سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خلیفہ کا نام لکہنا
چاہتے تہے اور وہ سوائے علی بن ابیطالب کے دوسرا کوئی آدمی نہیں ہو سکتا ہے اور ان لوگوں نے اگرچہ یہہ تو لکھا کہ وہ حضرت خلیفہ کا نام لکھنا چاہتے تھے لیکن اپنی مذہب
کی رعایت سے کہ خلافت ثلثہ کی باطل ہو جاوے اور عمر مورد طعن ہوتی تہی حضرت علی کا نام نہ لکھا جو کہ حق تہا اور حضرت علی کی خلافت کو پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں اور حضرت
علی کا خلیفہ ہونا ثابت ہو گیا تو بعد اُنکے اولاد طیبین اُنکی خلفاء حقہ ہیں بموجب حدیث سيكون من بعدي اثنا عشر خليفة كلهم من قريش کے اور جو بارہ خلفاء کہ اہل سنت نے
تجویز کئے ہیں ابوبکر عمر عثمان معاویہ یزید عبد الملک وغیرہ یہہ خلفاء حقہ نہیں ہو سکتے کہ جہلاء تہے اور دوازدہ ائمہ علیہم السلام کی خلافت کے حق میں عماء الدین شفرہ حنفی
اور اخطب خوارزم نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جسوقت مجہکو آسمانوں پر لیگئے تو ندا آئی مجہکو جانب پروردگار سے کہ ای محمد پیدا کیا میں نے تجہکو اور پیدا کیا میں نے
علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو اور آئمہ کو اُسکی اولاد میں سے اپنی نور سے اور عرض کیا میں نے ولایت تمہاری کو آسمان والوں پر اور زمین والوں پر پس جس نے کہ قبول کیا
اُسکو تو ہوئیگا وہ میرے نزدیک مومنین میں سے اور جس نے انکار کیا وہ کافروں میں سے ہوگا اور ای محمد صلعم اگر بندہ عبادت کرے میری یہانتک کہ منقطع ہو جاوے یا ہو جاوے
ریاضت عبادت سے مثل پوست درہم کشیدہ کے پس آئے نزدیک میرے انکار کرنیوالا ہو کر تمہاری ولایت کا تو نہ بخشونگا میں اُسکو ای محمد تو چاہتا ہے کہ دیکھے اُنکو میں نے کہا کہ ہاں
ای پروردگار میرے فرمایا کہ متوجہ ہو جانب راست عرش کے تو ناگاہ علي وفاطمة والحسن والحسين وعلي بن الحسين ومحمد بن علي وجعفر بن محمد وموسى بن جعفر وعلي بن موسى ومحمد بن
علي وعلي بن محمد والحسن بن علي والمهدي في ضحضاح من نور قيام يصلون وهو في وسطهم كانه كوكب دري فقال يا محمد هؤلاء الحجج وهو الثائر من عترتك وعزتي وجلالي انه
الحجة الواجبة لاوليائي والمنتقم من اعدائي حاصل یہہ کہ دیکھا میں نے ان بارہ امام کو اور مہدی اب تنگ میں نور کے کہڑے ہوئے نماز پڑہتے ہیں کہ مہدی درمیان اُنکے مثل ستارہ درخشندہ
کی ہے پس کہا ای محمد یہہ ہیں حجتیں میری اور وہ مہدی قتل کرنیوالا ہے عترت تیری کی جانب سے ہو لڑائن ظلموں کی عوض میں کہ بنسبت اہل بیت تیری کی پہونچی ہیں قسم ہے عزت
میری کی اور جلال میرے کی کہ وہ ہی حجت لازم واسطے دوستوں میرے کے اور انتقام لینے والا دشمنوں میرے سے اور ایسا ہی محی الدین عربی نے فتوحات میں لکھا ہے قریب اُسکے
اور اخطب خوارزم کو جو صاحب تحفہ نے لکھا ہے کہ وہ زیدیہ طریقہ رکہتا تہا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ فرقہ زیدیہ زید شہید تک قائل امامت کے ہیں اور بعد اُنکے باقی ائمہ کو
تسلیم نہیں کرتے ہیں چہ جائیکہ امامت اُنکی اگر فرقہ اثنا عشریہ میں سے اُسکو کہتے تو ہو سکتا تہا لیکن دیدہ و دانستہ جہوٹ لکہتے ہیں چنانچہ ابن حجر نے صواعق محرقہ
میں لکھا ہے اخطب خوارزم کے حال میں کہ کنیت اُسکی ابوبکر ہے اور اس کنیت سے مشہور ہے اور اپنے دیار میں وہ اخطب الخطباء تہا اور اُسکی کنیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ
اہل خوارزم سے ہے نہ شیعان سبزوار اور قم اور کاشان سے اور تاریخ بلد الامین اور تاریخ صفدی اور عقد الثمین میں تعریف اُسکی لکھی ہوئی موجود ہے اور جلال الدین
سیوطی نے بغية الوعاة في طبقات النحاة میں مدح اُسکی بہت سی بیان کی ہے پہر وہ زیدی کیونکر ہو جاویگا اور یہی فرض کیا کہ وہ زیدی تہا لیکن شیخین کی خلافت کا
قائل تہا اور خود صاحب تحفہ نے تحفہ کے باب اول میں فرقہ زیدیہ کو اہل سنت میں سے شمار کیا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ روایت کی الفاظ اسبات پر دلالت کرتے ہیں کہ گمراہی پیش
نہ آئیگی یہہ کہنا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ روایت کی الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں اور رسول خدا صلعم کو اس امر کا علم تہا کہ بعد میرے یہہ گمراہ ہو جائیں گے اور علم نبوت سے
حضرت کو یہ حال معلوم ہو گیا تہا تو حضرت نے ایسا فرمایا تہا اور نہ اسکے فرمانیکی کیا ضرورت تہی پیغمبر کا کلام عبث اور بے فائدہ نہیں ہوتا اور آخر وقوع میں آیا کیا
تیرے نزدیک سب فرقہ اہل اسلام کے حق ہیں اور کوئی فرقہ گمراہ نہیں ہے اور سوا اسکے نصرانیوں کا بڑا اعتراض ہے مسلمانوں پر اور کہتے ہیں مسلمانوں کو کہ تم بموجب قول اپنی
پیغمبر کے گمراہ ہوا سواسطے کہ تمہارے پیغمبر نے فرمایا تہا کہ کاغذ و دوات و قلم مجہکو دو کہ تمہارے واسطے میں کچہہ لکھدوں کہ تم بعد میرے گمراہ نہ ہو سو عمر وغیرہ نے وصیت نہ لکہنی دی
اور اُمت اُنکی گمراہ رہی **قال الشيخ الاشعري** اور یہ بہی سہی بپاس خاطر شیعہ ہمنے اس پر بہی خاک ڈالی اور اسکو تسلیم کیا کہ فرمان خلافت کی تحریر ہی مد نظر تہی لیکن
پہر کہاں سے نکل آیا کہ حضرت علی ہی کی خلافت کی تصریح کے لئے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اضطراب تہا بلکہ بدلیل عقلی و نقلی فرمان خلافت حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھا نقل کی بات پوچھیے تو صحاح اہل سنت میں کچھ ایسا موجود ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ چاہتے ہیں تھی کہ ابوبکر کے لئے لکھدوں تاکہ کسی تمنا والے کو پھر تمنا باقی نہ رہے مگر نہ خدا کو سوا ابوبکر کے کسی کی خوشی ہے نہ مومنین اُنکے سوا کسی اور کے روادار تھے غرض اُس روایت کا ماحصل تو یہ دلالت کرتا ہے کہ اگر لکھنے کا ارادہ تھا تو ابوبکر صدیق کے لئے تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے نتھا اور عقل سے پوچھئے ہو تو سنیے کہ دستور کے موافق آپ کو غالبا یہ اندیشہ ہوگا کہ حضرت علی کو بوجہ قرابت شاید خیال جانشینی ہو اور اُنکے احباب اقارب اسباب میں ساعی ہوں تو اس صورت میں حق حقدار یعنی ابوبکر کو نہ پہونچیگا اور اس قسم کا خیال یہ نسبت ابوبکر اہل عقل کے نزدیک متصور نہیں قرابت تھی نہ وراثت ہی ہو تو حضرت علی ہی کی نسبت ہو بالجملہ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیچ و تاب تھا اور اسقدر اسکی مدافعت میں اضطراب تھا سو بحمد اللہ بزعم شیعہ انکا یہہ خیال بھی راست ہوا حضرت علی خواستگار خلافت کے رہے پھر اُس پر آپکی پیشین گوئی بھی نتیجہ ہوئی خدا تعالی کو اور مومنوں کو سوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور کوئی پسند نہ آیا **اقول** پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے کرمانی اور فتح الباری وغیرہ سے ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ حضرت صلعم خلیفہ ہی کی تعین میں لکھتے تھے اور باقی رہا یہ امر کہ علی کے حق میں لکھنا کہاں سے ثابت ہوا سو اُس مقدمہ کی بھی روائتیں ہم شرح ابن ابی الحدید سے لکھ چکے ہیں کہ اُسنے تاریخ بغداد سے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے ابن عباس سے کہا کہ رسول اللہ صلعم علی کے واسطے لکھتے تھے میں اُسکا مانع ہوا اور سوائے اسکے یہ بات ہے کہ اگر ابوبکر کے واسطے حضرت لکھتے تو یہ لوگ اُسکے مانع نہوتے کہ بانی مبانی خلافت ابوبکر تو عمر ہی تھے کہ پہلے سب سے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابوبکر ہی کی خلافت کے واسطے فاطمہ زہرا علیہا السلام کا گھر جلانے کو لکڑیاں لیگئے اور زبیر اور سعد وغیرہ اصحاب رسول کی بے عزتی کی سو ابوبکر کی خلافت کو وہ ہرگز منع نکرتے اور یہی سمجھکر کہ حضرت صلعم ابوبکر کے واسطے تو نہیں لکھتے بلکہ علی کے واسطے لکھتے ہیں سو واسطے حضرت کو لکھنے سے مانع ہوا اس سختی سے کہ حضرت کے ارشاد کو ہذیان ٹھیرایا اور کیا وجہ تھی اس سختی اور بے ادبی سے حضرت کو منع کرنیکی اور اضطراب حضرت صلعم کو حضرت علی کی خلافت کیواسطے ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تاکید اُسکی کرتے رہے ہیں چنانچہ اہل سنت ہی کی کتابوں سے ثابت ہے مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر تم علی کو خلیفہ کروگے تو وہ تمکو طرف راہ راست کے لیجائیگا لیکن نہیں دیکھتا ہوں میں تمکو کہ تم اُسکو خلیفہ کرو سو حضرت تو چاہتے تھے کہ بعد اُنکے علی خلیفہ ہوں اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہ لوگ اُسکو خلیفہ نکرینگے لیکن واسطے اتمام حجت کے آخر وقت میں لکھنا چاہتے تھے اور نہایت رغبت جو تھی علی کے خلیفہ کرنیکے تو اسیواسطے حضرت کو اضطراب تھا اُسوقت کہ یہ لوگ اس مقدمہ میں کہنا نہ مانیں گے چنانچہ یہی ہوا اور وہ حضرت یہی حسرت اپنے دل میں لئے ہوئے چلے گئے اور جیسے کہ اُن حضرت کو رغبت تھی حضرت علی کے خلیفہ کرنے کی تو اس خلافت ہی کی سند کے واسطے جنگ تبوک تو تشریف لیگئے تو حضرت علی کو اپنا خلیفہ کر گئے تاکہ لوگونکو بعد میرے سند ہو علی کے خلافت کی اور پہلے سورہ برات ابوبکر کو دیکے واسطے سنانے مشرکین کے روانہ کیا اور بعد اُسکے جبرئیل حکم لائے کہ یا تو اسکو تو سنا یا جو کوئی کہ تجھ سے ہو اُن حضرت نے حضرت علی کو روانہ کیا کہ تو سورہ برات کو ابوبکر سے لے اور مشرکین کو سنا اور ابوبکر کو اس منصب سے معزول کیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ رسول خدا صلعم کی نیابت لیاقت سب صحابہ میں علی ہی رکھتا ہے اور ابوبکر کسی وجہ سے لیاقت نہیں رکھتا اور ابوبکر کو حضرت نے کبھی تو عمرو عاص کا محکوم بنایا اور کبھی اسامہ بن زید کا اور فرمایا کہ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَیْشِ اُسَامَۃَ چنانچہ ملل و نحل اور شرح مقاصد وغیرہ میں لکھا ہے اور ابوبکر اور عمر جیش اسامہ سے تخلف کر کے لعنت خدا میں گرفتار ہوئے اور حضرت علی کو کبھی کسی شخص کا محکوم نہیں کیا بلکہ جتنے جہادوں میں سب کا سردار کر کے بھیجا ہے چنانچہ ریاض النضرۃ وغیرہ میں لکھا ہے اور خیبر میں پہلے ابوبکر کو بعد عمر کو سردار کر کے یہودیوں سے لڑنے کو بھیجا اور وہ شکست کھا کر اور بھاگ کر چلے آئے تو حضرت صلعم نے اُنکی بھاگ کر آنیکو دیکھکر فرمایا کہ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ چنانچہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور یہ سو واسطے کہ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس منصب نیابت رسول اللہ کی لیاقت علی رکھتا ہے اور ابوبکر اور عمر لیاقت نہیں رکھتے اور معنی اس حدیث کے یہ ہوئے کہ البتہ دونگا میں نشان اپنا کل کو ایسے مرد کو کہ حملہ کرنیوالا ہو نہ بھاگنے والا ہو کہ دوست رکھتا ہو خدا کو اور رسول اُسکے کو اور دوست رکھتا ہو اُسکو خدا اور رسول اُسکا انتہی جسوقت ابوبکر اور عمر بھاگ کر آئے تو حضرت نے فرمایا کہ اب میں ایسے شخص کو نشان دونگا کہ وہ ایسی اوصاف رکھتا ہوگا اور وہ حضرت علی تھے کہ اُنکو اپنا نشان دیا اور علی نے خیبر کو فتح کیا جب حضرت نے اُس شخص کے یہ اوصاف بیان کئے تو معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر میں یہ اوصاف نتھے اور رسول خدا نے حضرت علی کو فرمایا کہ وہ بھاگنے والا نہوگا بلکہ حملہ کرنیوالا اور مکرر جانیوالا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر ایسے نتھے اور فرمایا حضرت نے کہ وہ خدا کو اور رسول اُسکے کو دوست رکھتا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر خدا کو اور اُسکے رسول کو دوست نرکھتے تھے اور فرمایا حضرت نے کہ خدا اور رسول اُسکا دوست رکھتے ہونگے اُسکو اس سے معلوم ہوا کہ خدا اور رسول اُسکا ابوبکر اور عمر کو دوست نرکھتے تھے سو اسطرح کے اسناد بہت ہیں جس سے معلوم ہوا کہ قابل خلافت کے علی ہیں اور ابوبکر کو کسی طرح سے لیاقت خلافت کے نہیں ہے اور ایسا ایسے سامان خلافت علی حضرت نے اپنی ہی زندگی میں کر دیئے اور اہل سنت ہی کی کتابوں سے خم غدیر میں حضرت علی کا خلیفہ کر دینا ثابت ہے اور علمائے اہل سنت اُس میں ہر چند تاویلیں کرتے ہیں

جیسا کہ تحفہ میں لکھا ہے لیکن کوئی بات درست نہیں ہوتی اور علماء شیعہ نے اُنکے اقوال کو کہ وہ سب پوچ اور واہی تھی باطل ومنسوخ کر دیا اور علیؑ ہی کی خلافت کے واسطے حضرت نے چاہا تھا کہ میرے مرنیکی وقت غاصبان خلافت موجود نہوں اور مفسد آدمی اس شہر سے خارج ہو جائیں اور اسامہ کو سردار بنا کر ابوبکر اور عمر وغیرہ کو اُسکا تابع کیا اور فرمایا کہ اسامہ کے ہمراہ چلے جاؤ اور فرمایا کہ جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ شیخین نے لعنت خدا تو گوارا کی اور اسامہ کی ہمراہی سے پھر کر چلے آئے جب حضرت نے یہ حال دیکھا تو چاہا کہ اپنی وفات کے قریب علیؑ کے حق میں تحریر فرمائیں تو لوگوں نے ہذیان کی تہمت کر کے حضرت کے ارشاد کو رد کیا اور حضرت علی کے واسطے لکھنے نہ دیا اور کیا بےغیرتی کی اور بےحیائی کی بات ہے کہ جو آدمی اپنے مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوے اسطرح سے تو ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہماری پوتھی میں فلانی بات یوں لکھی ہے لیکن اُنکا کہنا مسلمانوں کے نزدیک کب معتبر ہو سکتا ہے اسیطرح شیعوں کے نزدیک صحاح اہل سنت کا اعتبار نہیں ہے کہ روایتیں انکی موضوع ہیں اور معاویہ نے اپنے زمانہ میں حضرت علیؑ کی عداوت کی جہت سے بہت روایتیں بنوائی ہیں علی الخصوص مدح ثلاثہ میں چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے اور یہ روایت تو کسی خارجی کی تراشی ہوئی ہے کہ کتب صحاح اہل سنت کے خصوصاً بخاری کے راوی خوارج ہی ہیں اور جامع الاصول میں لکھا ہے کہ نہ شیعہ صادق ہیں نص کے نقل کرنے میں امامت علیؑ پر اور نہ بکریہ صادق ہیں نص کے نقل کرنے میں امامت ابی بکر پر شیعوں کو جھوٹا کہنا تو تعصب کی راہ سے ہے اسکا اعتبار کب ہو سکتا ہے مگر اپنے مذہب کی جھوٹی روایتوں کا اقرار کرنا ہے البتہ وہ معتبر ہے اور شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ انہوں نے بد روایات کے مقابلہ میں بکریوں نے واسطے ابوبکر کے روایت وضع کی ہے اور ابن ابی الحدید گو معتزلی ہے لیکن حقیقت خلافت ثلاثہ کا معتقد ہے اور خطبہ شقشقیہ میں جو حضرت علیؑ نے خلفاء ثلاثہ کی مذمت لکھی ہے تو ابن ابی الحدید نے برعایت ثلاثہ حضرت علیؑ کے اُس خطبہ کی تاویل کی ہے اور جو احادیث کتب صحاح وغیرہ اہل سنت کے نزدیک معتبر ہیں اور مدار مذہب کا اُنپر ہے وہی معتزلیوں کے نزدیک معتبر ہیں روایتوں میں دونوں فرقوں میں کچھ فرق نہیں ہے اور اہل سنت اور معتزلی جو دونوں فرقہ معتقد حقیقت خلافت ثلاثہ کے ہیں تو ہمارا مقابلہ ان دونوں ہی فرقوں سے ہے اور اگر ابوبکر کے واسطے لکھنا حضرت نے فرمایا تھا تو وقت قایم کرنے خلافت ابوبکر کے اُس روایت کا ذکر کیوں نکیا اور الائمۃ من قریش کے ہی کہنے پر اکتفا کیا تاکہ ایک سند ہوتی ابوبکر کے واسطے اور منا امیر ومنکم امیر بھی نکہتے اور خود مولوی عبدالعزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ نزد اہل سنت نہ معصوم اند و نہ منصوص علیہ اور تو کہاں اُس جھوٹی روایت کے بہروسے ابوبکر حق میں نص بیان کرتا ہے کہ ابوبکر کے واسطے حضرت لکھتے تھے اور بعد اسکے ہی جب جواب دینے سے عاجز ہوا ہے تو شیعوں کے مقابلہ میں اپنی جھوٹی روایتوں کو پیش کیا ہے اور اُس روایت موضوعہ کا ماحصل اگرچہ یہی ہے لیکن وہ روایت جھوٹی ہے کہ فرقہ بکریہ نے وضع کی ہے اور ارادہ حضرت کا حضرت علی کے واسطے لکھنے کا پہلے اس سے ہم مفصل بیان کر چکے اور دلیل عقلی جو لکھی ہے وہ نقلی سے بھی زیادہ پوچ ہے اسواسطے کہ پہلے ابوبکر کا حقدار ہونا ثابت کرے تو بعد اُسکے ایسا کہ حضرت کو یہ اندیشہ ہوگا اور ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں کہ حقدار خلافت کے حضرت علی ہی تھے اور ابوبکر کسی وجہ حقدار نہیں ہو سکتے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک جاہل آدمی جو کہ مسائل دین میں غلطیاں کرتا ہو اور مسئلہ کے جواب دینے میں عاجز ہو وہ حقدار خلافت ہو جائے اور ابوبکر کی جہالت دریافت کرنی منظور ہے تو تشئید المطاعن مفتی صاحب اور ذخیرہ سبحان علی خاں صاحب کو دیکھ کر اہل سنت کی کتابوں سے کسقدر غلطیاں ابوبکر کی اور جہالت اُنکی لکھی ہے اور حضرت علی میں قطع نظر قرابت کی سب اوصاف خلافت موجود تھے اور ابوبکر میں ایک بھی وصف نتھا اور حضرت علیؑ کو خیال جانشینی کیا بلکہ اُنکو تو جانشین اپنا رسول اکرم ہی پہلے کر چکے تھے اور خلافت کیواسطے صرف قرابت ہی کافی نہیں ہو سکتی بلکہ اوصاف خلافت بھی چاہئیں اور ابوبکر میں اگر قرابت رسول اللہ تھی تو کوئی صفت خلافت تھا اور حضرت علیؑ میں دونوں امر تھے اگر انکی طرف خیال ہوتا تو وہ دیکھتے تھا کہ وہ مستحق تھے اور حضرت رسول اللہ صلعم کو جو خیال ہوگا تو اس کا ہوگا کہ علی کو میں منصوص بخلافت تو کر چکا ہوں لیکن دیکھئے یہ لوگ اسپر عمل کرتے ہیں یا نہیں اسواسطے اضطراب حضرت کو تھا اور اسیواسطے حضرت علیؑ کے واسطے تاکید اور وصیت لکھنی چاہتے تھے اور ابوبکر کے واسطے تو کوئی وجہ ہی لکھنے کی نتھی اور اگر ابوبکر کے واسطے یہ لکھا ہوتا تو عمر حضرت کے قول کو کاہیکو رد کرتے اور رد بھی عمر نے ابوبکر ہی کی جہت سے کیا ہے کہ بانی مبانی خلافت بکریہ عمر ہی تھے اور حضرت علی سے مواشکار خلافت اسواسطے ہے کہ رسول خدا انکو خلیفہ کر چکے تھے اور خود حضرت عمر بھی یہی جانتے تھے کہ خلافت حق علیؑ کا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم استیعاب سے لکھ چکے ہیں اور راغب اصفہانی نے بھی محاضرات میں لکھا ہے لیکن دانستہ خلافت کو علیؑ سے غصب کیا اور خدا تعالی کو اور مومنین کو جو کہ مذہب ایمان پر قائم ہیں خلافت ابوبکر کی ہرگز پسند نہیں اور زبردستی کسیکے حق کو غصب کرنے سے یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا کے اور مومنین کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اگر یہی امر ہے تو چاہئے کہ جسقدر کہ ناسب دنیا میں ہیں اُنکے افعال خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور معاویہ اور یزید کی خلافت بھی خدا کے نزدیک پسندیدہ ہو ان میں و ثلاثہ میں کسی طرح کا فرق نہیں۔

قال الشیخ الاشعری

القصہ اگر لکھنے کا ارادہ تھا تو حضرت ابوبکر کے لئے تھا حضرت عمر کی شکایت کریں تو صدیقی کریں شیعان حضرت علی کو کیا کام اگر وہ نقل ہے کہ بھوکے کو دو اور دو چار روٹیاں ہی ہیں ہمہ میں آتی ہیں اور بلی کے خواب میں چھیچھڑے

اقول یہ روایت تو بالکل جھوٹی نظر آتی ہے اور اماموں کی امامت ہی نظر آتی ہے کو حضرات شیعہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور اماموں کی امامت ہی نظر پڑتے ہیں کوئی بات کیوں نہو
ہے کہ علماء اہل سنت ہی اُسکے موضوع ہونیکا اقرار کرتے ہیں شیعوں کے جواب میں ایسی روایت پیش کرنی بڑی بیحیائی کی بات ہے اور عمر کی شکایت اگر کرینگے تو
دوستان رسول خدا اور محبان علی مرتضی ہی کرینگے کہ عمر نے اُنکے پیغمبر کو عیب ہذیان لگا کر قول کو اُن حضرت کے رد کیا اور اُنکے امام کے واسطے جو وصیت خلافت لکھی
جاتی تھی اُسکے مانع ہوئے اور اگر فرقہ بکریہ عمر کی شکایت کریں تو بڑی محسن کشی ہے اسواسطے کہ عمر ہی نے تو خلافت ابوبکر بڑی سعی اور جانکاہی سے قائم کی ہے
کہ ابوبکر کی ہی خلافت کے جمانیکے واسطے جناب رسول خدا صلعم کو متہم بہذیان کیکے اُن حضرت کے قول کو رد کیا اور ابوبکر کے ہی خلافت کے واسطے صحابہ کبار کی
بیعزتی کی اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا گھر جلانیکو مع اُن آدمیوں کے جو اُس گھر میں تھے علی اور حسنین وغیرہ آگ اور لکڑیاں لیگئے اور اُس مظلومہ سے کہا کہ تیرا
گھر جلاؤنگا مع اُن نفروں کے جو تیرے گھر میں ہیں چنانچہ کتب معتبرہ اہل سنت میں مثل استیعاب اور جمع الجوامع اور کنز العمال وغیرہ کے لکھا ہے اور اگر عمر کا قدم
درمیان میں نہوتا تو خلافت ابوبکر کی ہرگز نہ جمتی اور بلی کے خواب میں چھیچھڑے نظر آتے حال اہل سنت کا ہے کہ بے سند اور بے دلیل ابوبکر کے خلافت کو حق کہتے ہیں اور
خواہ مخواہ اُسکے اثبات کے درپے ہیں اور جھوٹی روایتیں بناتے ہیں ایک مرد جاہل کی خلافت کے جمانیکو اور اگر شیعوں کا ایسا حال ہے تو اُنکی جانب حق ہے اور کہنا اُنکا
حق ہے کہ وہ حضرت علی کی خلافت کو اور اُنکی اولاد کے امامت کو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں اور شیعوں کو اُنکی خلافت اور امامت کیوں نہ نظر آئے کہ جنکو
جناب رسول خدا صلعم نے بحکم خدا خلیفہ کیا ہے لوگوں کی مقرر کی ہوئی اُنکی خلافت نہیں ہے کہ چار آدمی جسکو چاہیں اُسکے ہاتھ پر بیعت کرکے کہدیں کہ یہہ خلیفہ پیغمبر کا
ہے بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جسکا وہ خلیفہ ہے اُسنے تو اُسکو خلیفہ کیا نہیں ہے اور چار آدمی ملکر کہدیں کہ یہہ اُسکا خلیفہ ہے تو وہ خلیفہ ہو جاوے اور پہلی اُمتوں میں
بھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ چار آدمیوں نے ملکر کسیکو خلیفہ کر دیا ہو بلکہ خلیفہ وہ ہوا ہے کہ جسکو خدا تعالی نے خلیفہ کیا ہے جیسے کہ حضرت ہارون خلیفہ حضرت موسی کے
اور طالوت خلیفہ حضرت اشمویل کے اور اُمت کے خلیفہ کرنے سے کوئی خلیفہ نہیں ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** خیر اسکو یہہ بات اتفاقی تھی مطلب اصلی یہ تھا کہ جملہ
و لیمکنن سے بالاجمال تمام مطاعن خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا جواب نکلتا ہے اب یہاں بس کیجئے کہ خلافت خلفاء ثلثہ بوجہ احسن اس آیت سے ثابت ہو گئی اور اُنکا فضل و
کمال اور اُنکی بزرگی کما ینبغی اس آیت سے ظاہر ہو گئی ادہر سنیوں کے مذہب کی حقیقت اور اُنکی حقانیت اور شیعوں کے خیال اور گمان کا بطلان اور اُنکے طریقہ کی
مذمت بخوبی روشن ہو گئی **اقول** اگر یہہ قصہ قرطاس اتفاقاً لکھا گیا تھا تو کیا مضایقہ ہے لیکن وہ بھی مثل اور مقدمات کے جیسا کہ تھا کہ اُسکا اعتراض عمر پر تھا
بدستور باقی رہا اور جو کچھہ کہ آپنے موافق اپنے زعم کے اُسکے جواب میں بڑی سعی کرکے لکھا تھا وہ سب رد ہو گیا اور جو کہ تمہارا مطلب اصلی جملہ و لیمکنن سے تھا وہ اس سے پہلے ہی
رد ہو گیا ہے بار بار اُسکی طرف اشارہ کرنے سے کچھہ فائدہ نہیں ہے اور خلفاء ثلثہ کی مطاعن میں سے کسی طعن کا جواب تم سے نہیں بن پڑا اور جو کچھ تمنے اپنے زعم کے موافق لکھا تھا وہ سب
باطل ہو گیا اور خلافت خلفاء ثلاثہ کی ہرگز ثابت نہو سکی بلکہ اُنکی ایمان اور عمل صالح میں کلام ہے پہلے اُنکا ایمان صحیح اور سب اعمال صالح ثابت کر تو تب گفتگو اُنکی خلافت میں کرو اور اس آیت سے اُنکا فضل و
کمال ہرگز ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھہ چکے اور اہل سنت کے مذہب کا بطلان اور شیعوں کے مذہب کے حقیت اور حقانیت بدستور باقی رہی **قال الشیخ الاشعری** مگر تنبیہ کے لیے اسقدر گزارش ہے کہ اس آیت میں
اول کلمہ لہم سے یہ بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصل حقیقت میں دین پسندیدہ اُنہیں اشخاص کے لئے جمایا جائیگا جو خلیفہ بنائے جاویں گے اور یہ نعمت عظمی اولاً و بالذات اُنہیں کو عطا ہوگی
جو خلیفہ ہوں گے مقصود اصلی وہی محبوب ہوں گے اوروں کو اگر وہ دولت ملیگی تو اُنہیں کے تصدق سے ملیگی مگر استخلاف اور تبدیل خوف میں اُنکا اصل الاصول
ہونا عام فہم سمجھہ کر الفاظ موجودہ پر اکتفا فرمایا پر دین کا ایک کے لئے اصلی ہونا اور باقیوں کے لئے اسکا تصدق ہونا چونکہ ایسا عام فہم نہ تھا کہ شیعہ بھی مان جائیں تو لیمکنن کے
بعد لفظ لہم بھی بڑھایا غرض اُس عہد میں اور بھی اگر اُس دین پر ہوں گے تو وہ اُنہیں کے جوتیوں کا صدقہ ہوگا اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ
اور ازالہ خوف اور تبدیل امن جو کچھہ تھا سب کا سب اصل میں اُنہیں چار یار کے لئے تھا لیکن جیسے کسی امیر کی کوئی دعوت کرتا ہے تو اُس امیر کی اقربا اور اُسکے حشم خدم کی دعوت
بھی اُس امیر کے طفیل میں کر دیتا ہے پھر جو اُسیہ مذکور کھلاتے پلاتے ہیں اُسکی اقربا حشم خدم کو بھی وہی کھلاتے ہیں فرق ہوتا ہے تو اصالت اور تبعیت کا اور اعزاز و اکرام کا
ہوتا ہے ایسے ہی یہ نعمت عظمی اور دولت جلیلہ خلافت وغیرہ بھی ہر چند اصل میں اُنہیں چار یار کے لئے ہیں لیکن اُنکے طفیل میں اس نعمت عظمی سے تمام اصحاب بہرہ ور ہوئے
جو صحابہ کہ کبھی غرباء عرب اور فقراء صحابہ میں معدود تھے وہ بھی مناصب حکومت پر مامور ہوتے تھے اور کفار پر تحکم اور حکمرانی تو ہر کسیکو حاصل تھی ادنی ادنی صحابی کا نام
اور اہل کتاب کو اُٹھانا پڑا **اقول** جس امر کی آپ تنبیہ کرتے ہیں وہ پہلے ہی تم لکھہ چکے اور جواب اُسکا پا چکے ہو اور خلیفہ تو کوئی بھی موافق مرضی خدا اور رسول کے
نہیں بنایا گیا اور جن کو کہ لوگوں نے بنایا ہے وہ ان لوگوں کے ہی خلیفہ ہیں نہ خلیفہ رسول مقبول کہ رسول خدا صلعم نے اُنکو خلیفہ اپنا نہیں بنایا ہے اور اہل سنت

نزدیک خلیفۂ حق ہے اور امام صدق معاویہ ہی تھا اور اُس خلیفۂ حق نے یزید کو بھی خلیفہ بنایا تھا وہ بھی اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مروان کو مدینہ میں معاویہ نے لکھا کہ یزید کے واسطے لوگوں سے بیعت لے اُس نے منبر پر چڑھکر کہا کہ امیر المومنین چاہتا ہے کہ اپنے فرزند کیواسطے بیعت لیوے کہ سنت ابوبکر اور عمر کی ہے اور ابو شکور نے حاشیہ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ امام حسین پر اطاعت یزید کی واجب تھی کہ اُسکو معاویہ نے خلیفہ کیا تھا جسکی اطاعت جمیع صحابہ نے اختیار کی تھی سو خلیفہ حق ہوا اور دین پسندیدہ جو کہ اہل سنت کے نزدیک ہے وہ اُنکو بھی حاصل تھا اور دین پیغمبر اُنکو ہرگز نہ تھا اور وہ ہی مذہب جو کہ ثلثہ کو اور معاویہ کو حاصل تھا وہ ہی مذہب اہل سنت کا ہے اور وہ ہی مذہب اُنکے نزدیک پسندیدہ ہے اور ہمارا مذہب وہ ہے کہ جو رسولخدا صلعم کا مذہب ہے اور تمکین جو اس آیت میں آئی ہے وہ یا تو تمکین کامل ہے کہ جو تمام روی زمین پر جس سے غلبہ ہوا اور یا تمکین فی الجملہ مراد ہے سو تمکین کامل تو اب تک حاصل نہیں ہوئی ہے وہ تو حضرت امام مہدی کے زمانہ میں حاصل ہوگی اور تمکین فی الجملہ موافق تحریر صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی اور صاحب مدارک وغیرہ علماء اہل سنت کے رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں حاصل ہوگئی تھی سو وہ بھی بضرب ذوالفقار حیدر کرار جو وقت کہ ثلاثہ خوف کفار سے بھاگتے پھرتے تھے اور رسولخدا صلعم کے بعد کے حکام کی تمکین مراد نہیں ہے اور جب حیدر کرار نے دین کو قوی کر دیا بعد رسولخدا صلعم کے روز بروز ترقی ہوتی ہی جاتی تھی یہاں تک کہ جیسے کہ معاویہ اور یزید اور عبد الملک وغیرہ کے زمانہ میں تمکین حاصل ہوگئی تھی وہ ثلثہ کے زمانہ میں ہی تھی اور لیستخلفنهم میں جو استخلاف ہے اُسکے معنی لغوی مراد ہیں مالک و وارث ہونیکے اور لفظ من کا منکم میں واسطے بیان کے ہی موافق تحریر مفسرین مذکورین کے سب مومنین صالحین مالک و وارث ملک عرب کے ہوگئے رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں اور وعدہ خدا اُسی زمانہ میں وفا ہوگیا اور استخلاف سے مراد معنی اصطلاحی کہ وہ نیابت رسولخدا ہی نہیں ہے اور اگر یہہ مراد ہو تو چاہئے کہ سب مومنین خلفاء رسولخدا ہو جائیں کہ من واسطے بیان کے ہے اور من تبعیضیہ ہو نہیں سکتا کہ اُس صورت میں معنی آیت کے صحیح موافق مطلوب کے نہیں ہو سکتی جیسے کہ ہم پہلے اسکے کئی مرتبہ لکھ چکے اور اسیواسطے صاحب کشاف و بیضاوی وغیرہ علماء ماہر فن عربی میں انہوں نے من کو تبعیضیہ نہیں لکھا ہے اور انکے سوا جس کسی نے کہ من کو تبعیضیہ لکھا ہے اُس نے بڑی غلطی کی ہے اور ہمارے نزدیک تو مصداق اس آیت کا حضرت مہدی کے زمانہ میں ہے کہ اس آیت کا مقصود سوا اُس کے کسی زمانہ میں ہم پاتے ہی نہیں ہیں کہ نہ تو تمکین کامل اب تک حاصل ہوئی ہے اور نہ بالکل خوف اہل اسلام کا دنیا سے گیا ہے اور نہ بالکل شرک دنیا سے گیا ہے اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ حکیم علی الاطلاق کہ جو ہر امر پر قادر ہے تمکین ناقص اور امن ناقص اور انعام ناقص کا وعدہ کرے سو اب ہم موافق تحریر مفسرین مذکورین کے کہتے ہیں کہ اصل حقیقت میں دین پسندیدہ جناب رسولخدا صلعم اور مومنین صالحین کے واسطے ہے جو کہ حضرت کے زمانہ میں تھے اور مقصود اصلی وہی خوب ہیں اور جن کو لوگوں نے اپنی رائے سے رئیس بنایا ہے اُنکے واسطے خاص کر کے دین پسندیدہ نہیں ہے اگر انکی تو دین پسندیدہ ہی میں کلام ہے اور نعمت عظمی بھی جناب رسولخدا اور جمیع مومنین صالحین کے واسطے بالذات ہے جو کہ حضرت کے زمانہ میں تھے کہ مقصود اصلی وہی ہیں نہ خلفاء ثلثہ کہ وہ بسبب نقص ایمان اور نہ ہونے عمل صالح کے اُن ہی سے مستثنی ہیں اور اگر اوروں کو یہہ دولت ملیگی تو یہہ کہنا چاہئے کہ حضرت علی کے تصدق سے ملیگی کہ جس نے بضرب ذوالفقار دین کو قایم اور قوی کیا جو وقت کہ ثلثہ بھاگتے پھرتے تھے اور استخلاف یعنی وارث ہونا ملک عرب کا اور امن اور تبدیل خوف بھی علی کے ہی طفیل سے ہوا ہے کہ وہ ہی اصل الاصول تھے اور ثلثہ بھگوڑے ہی تھے اور دین کا اصلی ہونا واسطے رسولخدا صلعم کے ہے اور باقی کے مومنین کے واسطے بتصدق اُن حضرت کے ہے اور بھگوڑوں کے واسطے دین ہی حقیقت میں نہیں ہوتا کہ جو رسولخدا کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں چہ جائیکہ دین کا اصلی ہونا اور تمکین کے پڑہنے سے یہہ معلوم ہوا کہ سب مومنین صالحین کو رسولخدا صلعم کے زمانہ میں تمکین حاصل ہوگی موافق تحریر مفسرین اہل سنت کے اور اس عہد میں دین پر ہونا صدقہ رسولخدا صلعم کا تھا اور کسیکا اور اگر حقیقت میں دیکھئے تو حضرت علی کی جوتیوں کا صدقہ تھا کہ جس نے دین کو قایم کیا نہ بھگوڑوں کی جوتیوں کا صدقہ اور اگر علی نہ ہوتے تو مدینہ میں سے مسلمان بھاگ جاتے کفار کے خوف سے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اصل تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف و تبدیل امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں علی بن ابیطالب کے واسطے سے تھا کہ جس نے دین خدا کو قایم کیا نہ بھگوڑوں کے واسطے اور یہ امیر کے مثال بھی اگرچہ تبعاً جناب رسولخدا صلعم کے واسطے ہے یا علی بن ابیطالب کے واسطے نہ بھگوڑوں ناقص الایمان و العمل کیواسطے اور نعمت عظمی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واسطے ہے اور بطفیل حضرت کے سب مومنین صالحین کے واسطے نہ تین اور چار کے واسطے اور خلافت مصطلحہ اس آیت سے کسی کیواسطے ثابت نہیں اگر ثابت ہے تو ملکیت و وراثت ہے اور وہ سب مومنین کے واسطے ہے نہ تین اور چار کے واسطے اور صحابہ جو بہرہ ور ہوئے تو علی بن ابیطالب کی ذوالفقار کے طفیل سے اور حکومت بھی اُنکو حاصل ہوگئی جب کہ حضرت علی نے وقت فرار اصحاب ثلثہ کے جمکر جہاد کیا اور کفار کو پسپا کیا اور جب حضرت علی کے طفیل سے دین خدا کو غلبہ ہوگیا تو مسلمان معزز اور مکرم ہوگئے اور حکمرانی کرنے لگے اور خلافت کو تو چار یار میں کہاں سے منحصر کرتا ہے بے سند مولوی عبد العزیز صاحب تو لکھتے ہیں کہ خلفاء پانچ تھے پانچواں وہ امام حسن کو کہتے ہیں اور صاحب صواعق محرقہ اور پیر دستگیر لکھتے ہیں کہ پانچواں خلیفہ معاویہ ہے اور ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ خلفاء نبوت تین ہی تھے اور حضرت علی کو خلفاء نبوت میں شمار نہیں کرتے ہیں اور تاریخ الخلفاء میں روایت ہے کہ خلفاء ثلثہ یہ تھے ابوبکر اور عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز اور جناب رسولخدا صلعم سے جو روایت دوازدہ خلفاء کی ہے اُسمیں اہل سنت کے

نزدیک بعد حضرت علی کے معاویہ اور یزید اور عبد الملک اور اسکے چاروں فرزند بھی داخل ہیں تو کہاں تک کہتا ہے کہ اصل میں آنہیں چار یار کے لئے ہیں اور تو جو فرق نکالا ہے
راشدین اور غیر راشدین کا یہ بالکل باطل ہے کہ روایت میں یہ بات نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ نعمت خلافت ہرچند بالاصالت چار یار ہی کے لئے تھی مگر
سبھی اُس میں شریک تھے اور ساری نعمتوں سے جو اس آیت میں مندرج ہیں صحابہ اور غیر صحابہ بطفیل خلفاء اربعہ حسب لیاقت بہرہ ور ہوئے اسمیں صحابہ کو بمنزلہ اقربا سمجھئے
اور اُنہیں میں سے اُنکو جو وقت نزول آیت کے مشرف باسلام و ایمان ہوئے تھے زیادہ تر قریب سمجھئے یعنے مہاجرین اولین کو سب سے اقرب بلکہ بمنزلہ حقیقی بھائیوں کے مقرر کیجئے
اور تابعین کو بجائے اتباع اور خدام کے تصور کیجئے اس صورت میں یہ نعمت گو سب میں مشترک ہوگی لیکن اعزاز اور اکرام میں درجہ بدرجہ فرق ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ
خویش و اقارب اگر بطفیل امیر کی نعمت سے کامیاب ہوتے ہیں تو امیر کہہ اُن سے خواستگار شکر گزاری یا طالب خدمتگاری نہیں ہوتا ہاں غلام اور خدام اور ذلہ بردار وں کی طرف
البتہ یہ نظر رہتی ہے سو اُن میں سے جو قدر شناس اور عاقل اور سلیم الطبع ہوتے ہیں وہ خدمتگاری اور شکر گذاری سے پیش آتے ہیں اور جو بد اصل اور ناقدر ہوتے ہیں وہ شکر
گزاری تو درکنار اُلٹے اپنے آقا و نعمت اور وسیلہ رحمت کے جڑ کاٹنے کے درپے ہوتے ہیں سو اس نعمت عظمی خلافت کا حال بھی یہی ہوا کہ ہرچند خلفاء اربعہ کے صدقہ سے اس زمانہ
تک کے اہل اسلام کامیاب ہیں جسقدر دین کو وسعت اور شوکت ہوئی یا اب ہے در حقیقت میں سب اُنہیں کی خلافت کا پھول و پھل ہے لیکن صحابہ کے زمانہ سے لیکر آجتک
جیسے اس نعمت کے شکر گزار ہیں ویسے ہی اُس زمانہ سے لیکر آجتک کافر نعمت بھی برابر چلے آتے ہیں مگر چونکہ علم الہی تو وقائع گزشتہ اور وقائع آیندہ کو برابر محیط ہے تو بطور
اخبار بالغیب کے اُن کافران نعمت کی طرف بھی اشارہ کرنا ضرور پڑا تاکہ خلفاء اربعہ کی بزرگی اور اُنکے اعداء کی برائی قرار واقعی ثابت ہو جائے اور اُنکا اور اُنکے اعداء کے
مرتبہ کا حال سب کو بخوبی واضح ہو جائے اسی واسطے بعد اتمام وعدہ اور بیان حال خلفاء اور صحابہ کے جو آگے ہونیوالے تھے اتنا اور ارشاد فرمایا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ یعنی جو کہ طفیلی اور تابع خلفاء کے اس نعمت میں ہوں اور بہرہ حق نعمت نہ پہنچائیں اور خدمتگاری اور اطاعت فرمان تو درکنار زبان سے
شکر گزار بھی نہوں بلکہ اُلٹی بدی سے پیش آئیں تو وہ اصل میں فاسق ہیں کہ کوئی فاسق اُنکے برابر نہیں اور یہ تو خود ظاہر ہے کہ اس آخر آیت کے مصداق بجز شیعہ اور نواصب
اور خوارج اور قاتل خلیفہ ثانی اور قاتل خلیفہ ثالث اور قاتل حضرت امیر رضی اللہ عنہم کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا مگر چونکہ شیعے اُنکے دشمن ہیں جو اس نعمت کے حق میں
اصل اصول میں تو اس فسق میں جو اس ناشکری کا ثمرہ ہے سب میں بیشتر ہونگے اگرچہ کسی اور وجہ سے اور وہ دو فرقہ اُن سے بڑھ جائیں۔ **اقول** آیت مذکورہ سے تو خلافت
کسیکی ثابت نہیں ہے موافق تحریر مضمون اہل سنت کے اور یہ خلافت جو ثلثہ کو حاصل تھی یہ ایسی تھی جیسے کہ معاویہ اور یزید اور عبد الملک کو اور اُسکے بیٹوں کو حاصل
تھی انکی اور اُنکی خلافت میں کچھ فرق نہیں ہے اور خلفاء ثلثہ کی شکر گزاری کے مقدمہ میں جو لکھا ہے رسولخدا صلعم کی شکر گزاری کے مقام میں کہ شکر گذاری تو چاہئے
تھی رسولخدا صلعم کے اور لکھا اُنکی شکر گذاری نکے واسطے کہ جنکی شکر گزاری کی کوئی وجہ نہیں ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کام بنایا تھا ثلثہ نے اور کونسا امر اُن سے ظہور میں آیا تھا
کہ جنکی شکر گذاری کرنی چاہئے جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ میں تو اُنکا یہ حال تھا کہ رسولخدا صلعم کو بلوا ر کفار میں تنہا چھوڑ کر جہاد میں سے اپنی جان بچا کر بھاگ جاتے
تھے اور جب خلافت مغصوبہ پر قایم ہوئے تو یہ حال تھا کہ اپنے زمانہ حکومت میں بھی واسطے جہاد کے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے مسلمانوں کو جہاد کرنیکا حکم دیتے تھے کہ اگر
انکو جہاد کا حکم ہوگا تو یہ کہینگے کہ یہ کیسا خلیفہ ہے کہ جہاد نہیں کرتا ہے اور اس سبب سے ایسا نہو کہ یہ ہمکو محض امیر دنیا سمجھکر خلافت سے معزول کر دیں سو خود تو جہاد میں
جاتے نتھے اور مسلمانوں کو جہاد کے واسطے بھیجتے تھے اور مسلمان بعضے تو ترقی اسلام سمجھکر اور بعضے طمع مال غنیمت میں جہاد کرتے تھے اور انکی ریاست مفت میں ترقی
پکڑتے تھے اور خود اُنہوں نے کیا کام راہ خدا میں کیا تھا ابتدا سے جو طمع ریاست کی خصوصًا شیخین کو اُسکی ترقی اور انتظام کے فکر میں رہی لیکن یہ ترقی پیرایہ میں
اسلام کے تھی کہ مسلمانوں کو اسلام کی ترقی کے بہانہ سے بھیجکر لڑواتے تھے اور خالصۃً لوجہ اللہ ان میں سے کسی کا کوئی امر نتھا اور جڑ دین کی تو قایم ہوئی ہے رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں
بضرب ذوالفقار اور جب جڑ دین کی قایم ہوگئی اور مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو اُس حضرت ہی کی جڑ قایم کی ہوئی سے بدلا اپنی اپنی ریاستوں کی ترقی کرتے تھے اور روز بروز
ترقی ہوتی تھی اور معاویہ اور یزید اور عبد الملک کے زمانہ میں تو ترقی اسلام بہت ہی ہوگئی تھی لیکن یہ سب صدقہ رسولخدا اور علی مرتضی علیہما السلام کا ہے اور ثلثہ کی خلافت کا کوئی
پھل اور پھول نہیں ہے کہ اُنہوں نے اپنی ذات سے کوئی کام دین کا نہیں بنایا ہے اور اگر مسلمانوں کو اپنی ریاست کی ترقی کے واسطے بھیجتے تھے تو وہ کام مسلمانوں کا تھا اسکا اجر اُنکو
ہے اور ثلثہ نے اپنی ذات سے کوئی کام خالص واسطے خدا کے نہیں کیا ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں حوالہ سے تفاسیر اہل سنت کے کہ خدا تعالی نے جمیع مومنین صالحین سے وعدہ زمین کے
الک اور وارث ہونیکا اور زوال خوف کا کیا تھا نہ کسیکی خلافت کا سو خدا تعالی نے رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں اپنی وعدہ کو وفا کیا جناب رسولخدا صلعم کی سعی سے کہ حضرت نے ترقی
اسلام میں اور دفع کفار میں بڑی کوشش کی کہ بنفس نفیس خود ستائیس بار دوں میں رونق افروز ہو کر بڑی تکلیفیں اُٹھائیں یہانتک کہ جنگ احد میں دندان مبارک پتھر لگنے کے صدمہ سے

شہید ہوگئی اور بجز صبر اور شکر زبان نہ ہلائی اور اگر ہمراہی بھاگ جاتے تھے تو حضرت خود وہیں ڈٹے رہتے تھے ایسی ایسی جانکاہیوں سے اسلام کو بڑھایا اور گمراہوں کو راہ راست پر لائے حضرت کی ان مشقتوں کا اور کوششوں کا اور حضرت کے احسانات کا کس سے شکر ہو سکتا ہے سو یہ نعمت عظمیٰ ایمان کے جو سب مومنین کو حاصل ہوئی ہے اور ترقی اسلام کی اور زوال خوف وقوع میں آیا ہے تو جناب رسولخدا صلعم کے صدقہ سے حاصل ہوا ہے اور جن لوگوں نے ہمراہ حضرت کے ہوکر راہ خدا میں جہاد کئے ہیں اور جہادوں میں سے بھاگے نہیں ہیں خواہ مہاجرین ہوں خواہ انصار۔ ہوں اُن لوگوں کا تو بڑا درجہ ہے کہ انہوں نے ترقی اسلام میں سعی کی ہے اور اُن لوگوں کا بھی مسلمانوں پر بڑا احسان ہے کہ انکا جو کچھہ شکر کریں بہت تھوڑا ہے علی الخصوص حیدر کرار کہ جسکی تیغ سے کفار کو لرزہ ہوتا تھا اور اصل اصول ترقی اسلام جناب رسولخدا صلعم ہیں کہ انکی ذات بابرکات کا شکر سب مسلمانوں پر واجب ہے سو انمیں جو قدر شناس ہیں اور عاقل سلیم الطبع ہوتے ہیں وہ خدمتگذاری اور شکر گذاری سے پیش آتے ہیں اور جو بد اصل اور ناقدر اور طالب دنیا ہوتے ہیں وہ شکر گزاری تو درکنار اُلٹے اپنے آقا ولی نعمت اور وسیلہ راحت کے جڑ کاٹنے کے درپے ہوئے ہیں سو اس نعمت عظمیٰ نبوت کا حال بھی یہی ہوا کہ ہر چند جناب رسولخدا صلعم کی سعی کے صدقہ میں اور ضرب ذوالفقار حیدر کرار کے طفیل سے اس زمانہ تک کے اہل اسلام کامیاب ہیں جسقدر دین کو وسعت اور شوکت ہوئی یا اب ہے حقیقت میں سب جناب رسول خدا صلعم کی جانکاہی اور حیدر کرار کی اور مومنین مخلصین کے جہاد کا پھول پھل ہے جو کفار کو قتل کرتے تھے اور جہاد میں سے بھاگتے تھے لیکن صحابہ کے زمانہ سے لیکر آجتک جیسی اس نعمت کے شکر گزار ہیں ویسے ہی اُس زمانہ سے بلکہ حضرت کے مرض الموت سے لیکر آجتک کافر نعمت بھی برابر چلی آتی ہیں مگر چونکہ علم الٰہی تو وقائع گزشتہ اور وقائع آئندہ کو برابر محیط ہے تو بطور اخبار بالغیب کے اُن کافران نعمت کی طرف بھی اشارہ کرنا ضرور پڑا تاکہ رسولخدا صلعم کے اور مجاہدین کی بزرگی اور اُنکے ناشکروں کی برائی قرار واقعی ثابت ہوجائے اور انکا اور اُنکی ناشکری کے مرتبہ کا حال بخوبی واضح ہوجائے اسیواسطے بعد اتمام وعدہ اور ارشاد فرمایا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ یعنی اور جو کہ ناشکری کریں بعد حاصل ہونے اُس غلبہ اسلام اور بدل دینے خوف کے امن سے اور بجہہ حق نعمت کو نہ پہنچائیں اور خدمتگاری اور اطاعت فرمان تو درکنار زبان سے شکر گزار تک نہوں بلکہ الٹی بدی سے پیش آئیں تو وہ اصل میں فاسق ہیں کہ کوئی فاسق انکی برابر نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس آیت کے مصداق بجز خلفاء ثلثہ اور نواصب اور خوارج اور قاتل حضرت امیر علیہ السلام اور کوئی معلوم نہیں ہوتا مگر چونکہ ابتداء ناشکری کے ابوبکر اور عمر سے ہوئی ہے کہ عمر نے تو بدلے شکر نعمت ایمان کے جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد کو منسوب بہذیان کرکے رد کیا وہ ارشاد کہ جس میں ضلالت اور گمراہی سے نجات تھی اور اُس ارشاد کے رفع کرنے میں باعث گمراہی بندگان خدا ہوئے اور ابوبکر نے عمر کو واسطے جلانے خانہ دختر نیک اختر رسولخدا صلعم کے امادہ کیا اور عمر آگ اور لکڑیاں ہمراہ لیکر واسطے جلانے اُس خانہ جنت آشیانہ کے مع اُن آدمیوں کے کہ جو اُس گھر میں حضرت علی اور حسنین اور بنی ہاشم اور دیگر صحابہ کبار تھے جنہوں نے جہاد کرکے دین اسلام کو بڑھایا تھا اور غالب کیا تھا روانہ ہوا اور ابوبکر نے دروازہ فاطمہ زہرا کا توڑا جسکے سبب سے وقت مرنیکے افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کاش میں دروازہ فاطمہ زہرا کا نہ کھولتا چنانچہ کنز العمال میں لکھا ہے سو اس فسق میں جو اس ناشکری کا ثمرہ ہے یہ لوگ سب میں مشہور ہوں گے اور بعد انکے معاویہ اور یزید وغیرہ بنی امیہ اور بنی عباس دشمنان آل رسول جو گذرے ہیں انہوں نے انکی ہی پیروی میں آل رسول کو آزار پہنچائے ہیں اور جسقدر اہل سنت ہیں انہوں نے انکی پیروی اور محبت میں جناب رسولخدا صلعم کی ناشکری یہ کی کہ جس شخص کے صدقے سے اور جسکی سعی سے ایمان حاصل ہوا اور ترقی دین اسلام ہوئی اُسکے شکر سے تو چشم پوشی کی اور جو لائق شکر گذاری کے تھے اور کوئی کام انہوں نے شایستہ شکر گزاری کا نکیا تھا انکی شکر گزاری کو فرض جانا اور اُن ناشکروں کی ناشکری کو بُرا سمجھا اور اول میں جو اس نے لکھا ہے کہ خلافت چار یار ہی کے لئے تھی سو خلافت ثلثہ کی تو خلافت دنیا تھی جنکہ خدا اور بلا کو جانا کی سے خدا کی اور رسولخدا صلعم کی بخشی ہوئی تھی کہ انہوں نے انکو خلیفہ نکیا تھا بلکہ لوگوں نے خلیفہ کیا تھا اور ثلثہ کے طفیل سے کوئی بہرہ ور نہیں ہوا ہے بلکہ انہوں نے خود جہاد کئے ہیں اور اپنے جہادوں سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور مہاجرین تنہا قریب نہیں ہیں بلکہ اقرب مہاجرین اور انصار دونوں میں جنہوں نے راہ خدا میں جہاد کئے ہیں نہ بھاگ جانیوالے جہاد میں سے **قال الشیخ الاشعری** اور امیر معاویہ اور بعضے اور صحابہ گو خالف حضرت امیر رضی اللہ عنہ رہے لیکن انکا بگڑنا ایسا تھا جیسا بھائیوں کا بگڑنا کیونکہ وہ اور چار یار اس نعمت خلافت میں بمنزلہ امیر اور غریب بھائیوں کے ہیں کہ باوجودیکہ اکثر غریب امیر بھائی کے طفیلی ہوتے ہیں پھر اُس سے بگڑتے رہتے ہیں غرض شکر گزاری برادرانہ کو ہر چند ایک دوسرے کا طفیلی ہو کفر نعمت نہیں سمجھا جاتا اُسکو عرف میں نا زیبا کہتے ہیں اسیواسطے اگر ایک بھائی کو دنیا میں ثروت ہوجاتی ہے اور اُسکے اور بھائیوں کو اُسکے طفیل سے ہمچشموں میں عزت اور گونہ ثروت حاصل ہوجائے تو خوبی سب کو سمجھتے ہیں کہ وہ بھائی جسکے سبب طفیلی ہوتے ہیں اپنے اور بھائیوں سے بمنت اور بمحبت پیش آیا کرے نہ غرور اور تکبر کیا کرے بلکہ اُسکے بھائی اگر الٹے تحکم کریں تو سب ہی ان مدارات ہی پیش آوے اور مکافات کے درپے نہو اور نہ اُن سے انتقام لے بلکہ اگر کوئی شخص اُسکے متوسلوں میں سے اُن سے کسی قسم کی پرخاش کرے تو یہ سمجھاوے کہ میرے بھائی ہیں ہر چند مجھ سے منحرف ہیں پھر بھائی ہیں اور تم ہرچند دوست ہو پھر غیر ہو **اقول** امیر معاویہ کا بگڑنا بھائیوں کا سا نتہا بلکہ وہ بگڑنا عداوت قلبی کی جہت سے تھا کہ معاویہ نے جگر گوشہ رسول زمن حضرت امام حسن کو زہر دلوایا انکی زوجہ جعدہ کو اغوا کر کے

چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور قتادہ اور ابو بکر سے روایت کی ہے اور تذکرہ خواص الامۃ میں بھی یہی لکھا ہے اور شعبی سے روایت کی ہے اور زہر اسی وعدہ پر دلوایا کہ ایک لاکھ درہم تجھکو دونگا اور یزید سے تیرا نکاح کرونگا اور جب زہر دلوا کر حضرت امام حسن کو شہید کروا چکا تو درہم تو دیئے اور نکاح یزید سے نکیا اور ایسے ہی تہذیب الکمال و مرآۃ الجنان وغیرہ میں لکھا ہے اور تاریخ خمیس اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ معاویہ نے حضرت امام حسن کے مرنیکی خبر سنی تو تکبیر کہی اور اُسکی متابعت سے سب اہل شام نے تکبیریں کہیں اور معاویہ کو حضرت علی سے اسقدر عداوت تھی کہ ہمیشہ اُنکو گالیاں دیا کرتا تھا اور عمر بن عبد العزیز کے زمانہ تک یہہ طریقہ بنی امیہ کا معاویہ کی پیروی سے جاری رہا یہانتک کہ عمر بن عبد العزیز نے اُسکو موقوف کیا اور ابن ماجہ نے اپنے سنن میں جو کہ صحاح ستہ میں داخل ہے روایت کی ہے کہ معاویہ حج کرنیکو آیا اور سعد اُسکے پاس گیا اور ذکر حضرت علی کا ہوا تو معاویہ نے حضرت علی کو بدشنام یاد کیا اور سعد اُسوقت غضب میں ہوئے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے اور عامر بن سعد سے روایت ہے کہ حکم کیا معاویہ نے سعد کو اور کہا کہ کونسی چیز مانع ہے تجھکو ابو تراب کی گالیاں دینے سے اور کتاب عقد ابن ربہ میں اور تذکرہ خواص الامت میں اور ریاض النضرۃ وغیرہ میں گالیاں دینا معاویہ کا علی کو اور بغض رکھنا اُس جناب سے لکھا ہے اور بعد اسکے ہم انشاء اللہ تعالی عثمان کے قتل ہونیکے ذکر میں مفصل لکھینگے یہ حال تھا معاویہ کا اور پھر لکھتا ہے یہ شیخ کہ معاویہ کا بگڑنا بھائیوں کا سا تھا کیا بھائی ایسے ہی ہوتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں جیسا کہ معاویہ کرتا تھا اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ من سب علیا فقد سبنی یعنے جس نے علی کو گالی دی اُس نے مجھکو گالی دی یہ گالیاں دینی حضرت علی کو اور اُنکی اولاد کو قتل کروانا شکر رنجی باہمی اور ناز ہے اہل سنت کے نزدیک اگر یہی ناز ہے اور شکر رنجی برادرانہ ہے تو شیعہ تو کچھہ گالیاں نہیں دیتے ہیں اور نہ کسیکو قتل کرتے ہیں اگر خلفاء ثلثہ پر لعنت کرتے ہیں تو کچھہ مضائقہ نہیں ہے اور طفیلی کسیکا کون ہے البتہ ابو بکر طفیلی حضرت عمر کے ہیں کہ اُنہوں نے بڑی سعی سے ابو بکر کو خلیفہ کیا اور مطعون خدا اور خلق خدا ہوئے اور بھائی ہونا کچھہ کام نہیں آتا ہے جب تک کہ ایمان صحیح نرکھتا ہو اور خدا تعالی نے قرآن میں حضرت ہود اور حضرت شعیب کو بھی تو بھائی کافروں کا کہا ہے اس سے کیا ہوتا ہے اور معاویہ کے کفر میں کچھہ شبہ نہیں ہے کہ رسول خدا صلعم نے اُسپر لعنت کی ہے چنانچہ تاریخ ابو الفداء اور تالیفات بیہقی اور ربیع الابرار زمخشری میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم نے دیکھا کہ ابو سفیان گدہے پر سوار ہوا آتا ہے اور معاویہ اُس گدہے کو کھینچتا ہے اور یزید اُسکو ہانکتا ہے حضرت نے یہ دیکھکر فرمایا کہ لعنت کی ہے خدا نے سوار کو اور باگ کھینچنے والیکو اور گدہے کے ہانکنے والیکو تینوں کو اور امام رازی نے کتاب محصول میں لکھا ہے باب جرح اور تعدیل میں کہ معاویہ نے حضرت امام حسن کو اپنی مجلس میں طلب کیا وہ حاضر ہوئے تو ابو العاص نے حضرت علی کا ذکر شروع کیا کہ علی ابو بکر کو گالیاں دیا کرتا تھا اور جسوقت امام حسن کیطرف نوبت پہنچی تو اُنہوں نے فرمایا کہ اے معاویہ تجھکو یاد ہے کہ ایک روز باپ تیرا گدہے پر سوار ہوا جاتا تھا اور تو اُسکو کھینچتا تھا اور یزید اُسکو ہانکتا تھا رسول خدا صلعم نے تم تینوں پر لعنت کی اور ابن عباس نے بھی معاویہ پر لعنت کی ہے چنانچہ سنن بیہقی میں مذکور ہے کہ ابن عباس ایام حج میں عرفات میں تھے سعید سے پوچھا کہ لوگ تلبیہ کیوں نہیں پڑھتے ہیں کہا کہ معاویہ کے خوف سے ابن عباس اپنے خیمہ سے باہر نکلے اور تلبیہ کہنا شروع کیا اور کہا کہ خدا لعنت کرے اُنپر کہ جنہوں نے سنت کو علی کی بغض کی جہت سے ترک کیا اور ایسے ہی کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ خدا لعنت کرے اُسکو کہ جسنے تلبیہ کو ترک کیا اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اگر معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کرو اُسکو اور شہروں میں بھی یہ حکم کیا جاوے اور منبروں پر اُسپر لعنت کیجائے چنانچہ تاریخ ابو الفداء میں لکھا ہے سو ایسے بھائی اور جو کچھہ کہ بھائیوں کے مقدمہ میں لکھا ہے وہ ثلثہ کے بھائی ہیں نہ علی کے اور علی تو معاویہ کے ایسے بھائی تھے جیسے کہ کفار کے حضرت ہود اور شعیب بھائی تھے اور حضرت علی تو اُسکو لعنت کیا کرتے تھے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** القصہ حق شناسوں کا دستور یہی ہے کہ باہم کی شکر رنجیوں کی وجہ سے یہہ گوارا نہیں ہوتا کہ غیر خاص کر اپنے غلام اُنکو ایذا پہنچائیں بلکہ خدا اگر کچھہ لیاقت دین یا دنیا کی دیتا ہے تو اُسکی جفا اُٹھاتے ہیں اور زبان پر نہیں لاتے ہیں بلکہ اُلٹے احسان کیا کرتے ہیں ہاں اگر اپنا نوکر یا غلام اُنکی اہانت یا ایذا کے درپے ہوتا ہے تو اُسکو البتہ سزا دیا کرتے ہیں یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جب حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ اصحاب امیر معاویہ پر لعن طعن کرتے ہیں تو آپ نے اپنے لشکریوں کو اُنکی لعن کرنے سے منع فرمایا چنانچہ شیعوں کی معتبر کتابوں میں موجود ہے افسوس کہ شیعوں نے امیر معاویہ کی تقلید اختیار کی اور تبرا اپنا شیوہ بنایا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا اتباع نکیا کہ کسیکو برا نکہیں مگر اُنکی کہاں نصیب جو حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا اتباع اختیار کریں اس نعمت کے لائق سنی ہی تھے ؎ شہپر زاغ و زغن زیبائے صید و قید نیست * این کرامت ہمرہ شہباز و شاہین کردہ اند **اقول** ۔ بڑے قدر شناس اہل سنت کے نزدیک حضرت عمر تھے کہ جنہوں نے رسول خدا صلعم کی قدر شناسی کی کہ حضرت کے افعال پر اعتراض کرتے تھے اور نبوت میں حضرت کے شک کیا کرتے تھے اور مرض الموت میں حضرت کے ارشاد کو منسوب بہذیان کیا اور طرفین کے عداوت اور لعن طعن اور ارادہ قتل ایک کا دوسرے شکر رنجی پر محمول کرنا یہہ بھی کام اس شیخ ہی کا ہے کون عقل کا اندھا اسکو شکر رنجی کہیگا اور اپنی آقا کے دشمن کو جو کہ اُسکے قتل پر فوج کشی کرے اور اولاد کو اُسکے

قتل کروائی اور ہمیشہ اُس پر لعنت کرتا ہے لوگوں کو اس پر لعنت کرنی کیا ظلم کری اگر غلام اُسکی ایذا نہ پہونچے میں اور ہمیشہ اسپر لعنت کرتے رہیں تو وہ غلام بڑی بیوفا اور نمک حرام ہیں اور جفا اُٹھاتے اور جفا کی جوش میں احسان کرنا دشمنوں کے واسطے ہوتا ہے نہ ان دشمنوں کے واسطے کہ جو خون کے پیاسے ہوں اور نہ ان مومنین کا خون کروائیں اور خود ایمان سے بہرہ نہ رکھتے ہوں اور اگر ایسی دشمنوں کو آقا اپنے آقا کی حمایت میں بدلہ بھی دیں تو نہ انعام اور انعام کے مستحق لائق نہ اسکے تو پایا جاتا ہے کہ آل رسول کے دشمنوں کو اور اُنکے حقوق کے غاصبوں کو پاک اور صاف کری ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا وہ تو اپنی سزا کو پہنچ چکے ہونگے تیرے بچانے سے وہ نجات نہیں پاسکتے اور حضرت علی نے اپنے لشکریوں کو معاویہ وغیرہ کی لعن کرنے سے ہرگز منع نہیں کیا ہے تو جھوٹ لکھتا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی کرکے بلکہ دشنام دینے سے منع کیا ہے چنانچہ حضرت علی کا قول نہج البلاغت میں ہے. وقد سمع قوما من اصحابه یسبون اهل الشام ایام حربهم بصفین انی اکره لکم ان تکونوا سبابین یعنی تحقیق سنا حضرت علی نے ایک قوم کو اپنی ہمراہیوں میں سے کہ گالیاں دیتے تھے اہل شام کو ایام جنگ صفین میں تو حضرت علی نے فرمایا کہ خبردار ہو کہ تحقیق میں مکروہ جانتا ہوں واسطے تمہارے کہ تم گالیاں دینے والے ہو جاؤ اور ابن ابی الحدید نے اس قول کے شرح میں لکھا ہے کہ السب الشتم والذی کرهه منهم انهم کانوا یشتمون اهل الشام ولم یکره منهم لعنهم ایاهم والبراءة منهم یعنی سب معنی دشنام ہے اور وہ چیز کہ مکروہ جانی ہے ان سے یہ ہے کہ تحقیق وہ گالیاں دیتے تھے اہل شام کو اور مکروہ نہیں جانا ہے علی نے لعنت کرنے اُنکے کو اہل شام پر اور تبرا ہی کو اُن سے مکروہ جانا ہے اور بعد اسکے تھوڑے سے فاصلہ سے لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ کیا صورت ہوئی اس سب کی جسکو امیر المومنین نے منع کیا ہے تو ہم کہے جواب میں ہم کہینگے کہ کانوا یشتمونهم بالآباء والامهات یعنی تھے کہ گالیاں دیتے تھے وہ ساتھ باپوں کے اور ماؤں کے اسی سے منع کیا تھا لعنت کرنے سے اور نہ اُن تبرّا سے کہ وہ مستحق لعنت کے نہیں ہیں بلکہ اس جہت سے بھی منع کیا ہو جیسے کہ خدا تعالیٰ کے قول میں ہے چنانچہ فرماتا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم اور یہ قول ہمارا عدم استحقاق لعنت کو … نہیں ہو سکتا اور لعنت پر حضرت علی کیونکر منع کرتے کہ خود انہوں نے انپر لعنت کی ہے چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں … نصر کان علی اذا صلی الغداة او المغرب وفرغ من الصلوٰة وسلم قال اللهم العن معاویة وعمروا وابا موسی وحبیب بن مسلمة وعبد الرحمن بن خالد والضحاک بن قیس والولید بن عقبة یعنی لکہا ہے … نصر کے … کہ جس وقت نماز پڑھتے صبح اور مغرب کی اور فارغ ہوتے نماز سے اور سلام پھیرتے تو کہتے کہ الٰہی لعنت کر تو معاویہ پر اور عمرو عاص پر اور ابوموسیٰ اشعری پر اور حبیب بن مسلم پر اور عبدالرحمن بن خالد پر اور ضحاک بن قیس پر اور ولید بن عقبہ پر … مقصد … لکھا ہے کہ بعد اسکے واقع … امیر المومنین علی نے فرمایا … معاویہ اور عمرو عاص اور ابو الاعور اسلمی اور حبیب بن مسلمہ قوی اور ضحاک بن قیس … ولید بن عقبہ … اشعری … اور جس وقت معاویہ کو خبر پہنچی تو وہ حضرت علی اور حسنین اور ابن عباس اور مالک اشتر کو نام لیکر لگا یہ حال تھا انکا … لعنت کرنی … پر دلالت کرتی ہے یا عداوت قلبی پر اور شیعہ لعنت کرنے میں وہ کی تقلید نہیں کرتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی اور محمد اور علی مرتضیٰ کی تقلید کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تو قرآن میں فرمایا کہ اولئک یلعنهم الله ویلعنهم اللاعنون اور ابلیس کے حق میں فرمایا ہے ان علیک لعنتی الی یوم الدین اور منافقین اور … پر لعنت کی ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بدریین میں سے مسطح تھا اور حسان وغیرہ نے عائشہ پر تہمت زنا کی لگائی تھی اور بیضاوی میں لکھا ہے کہ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والآخرة یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے خدا تعالیٰ نے انپر لعنت کی ہے کہ وہ سب مومنین سے ہیں اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم دعاء قنوت میں بعضی مشرکین کا نام لیکر لعنت کرتے تھے اللهم العن فلانا وفلانا اور معاویہ پر لعنت کرنا حضرت کا ہم ربیع الابرار اور محصول امام رازی اور تاریخ ابوالفدا اور تالیفات بیہقی سے لکھ چکے ہیں اور حضرت علی کا معاویہ پر لعنت کرنا ابھی گزرا ہے سو شیعہ خدا کے حکم سے اور رسول خدا اور علی مرتضیٰ کی تقلید سے لعنت کرتے ہیں اور اہلسنت جو لعنت نہیں کرتے ہیں تو تقلید رسول خدا اور علی مرتضیٰ کی منظور نہیں ہے. **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ کیا کلام معجز نظام ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں ہے صحابہ سے وعدہ کیا اور انکے فضائل اشارةً وصراحةً بیان کر دیئے تاکہ ان صحابہ کی … وہی کچھ اسطرح کہ دشمنان صحابہ … اگر یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ہو یا ومن کفر کی جگہ بعد ذلک ہوتا تو البتہ تاویل کرنیکی گنجایش رہتی کہہ سکتے کہ صحابہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے عقیدہ کے موافق مرتد ہوگئے تھے … کفر سے وہی … ہیں اور کفر سے کفر حقیقی مقصود ہے کفران نعمت مراد نہیں مگر خدا نے کہیں کوئی بات … ایسا ایمان اور عمل صالح … کرم … اسکے امتحان میں عمدہ نکلے یہانتک کہ اس پر انعام … ہو سکتا ایسا ایمان اور عمل صالح بجز ان لوگوں کے میسر نہیں … حق میں شیطان نے یوں کہے الا عبادک منهم المخلصین یعنی ای خدا میں سبکو گمراہ کرونگا سوا تیرے چنے ہوئے بندوں کے اور خداوند کریم کا یوں ارشاد ہوا ان عبادی لیس لک علیهم سلطان یعنے اے ابلیس سوا جو کامل اور چنے بندے ہیں اُنپر تیرا قابو نہیں … کلام اللہ سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ مخلصین یعنی چنے ہوئے مومن … محفوظ ہونا یا معصوم ہونا

لازم ہے کیونکہ آیت لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے گناہوں سے بچا دینے اور بچے رہنے کی وجہ یہی فرمائی کہ
وہ مخلصین میں سے تھے پہر جب خلفاء اربعہ جنکا مخلصین میں سے ہونا ابھی معلوم ہوا محفوظ یا معصوم ہوئے تو پہر مصداق ومن کفر کیونکر ہو سکیں گے **اقول** بے شک کلام خدا کا
کلام معجز نظام ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا کہ اپنے علم ازلی سے جو جانتا تھا کہ بعضی آدمی ان لوگوں میں سے کہ جن سے ہمنے وعدہ کیا ہے بعد ایفاء وعدے کے اپنی ایمان صحیح سے
پہر جائیں گے اسواسطے آخر میں اس آیت کے اسقدر اور زیادہ کیا کہ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ یعنی اور جو لوگ کہ کفر کریں بعد اُس نعمت ایفاء وعدہ کے
کہ وہ تمکین دین اور زوال خوف ہے تو پس وہ لوگ ہی بدکار حکم خدا سے باہر ہو جانیوالے ہیں اور ایسا ہی ہوا بعد رسول خدا صلعم کے بعضے صحابہ مرتد ہو گئے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کتب اہل سنت میں
لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ملائکہ کچھہ آدمیوں کو حوض کوثر پر سے ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائیں گے تو میں کہونگا کہ انکو کہاں لئے جاتے ہو یہ تو میرے اصحاب ہیں
اُسوقت ملائکہ میرے جواب میں کہیں گے کہ انك لا تدری ما احدثوا بعدك ولن یزالوا مرتدین علی اعقابہم منذ فارقتہم یعنی نہیں جانتا ہے تو کہ جو کچھہ
احداث کیا ہے اُنہوں نے دین میں بعد تیرے اور ہمیشہ رہے ہیں یہ پہر جانیوالے اوپر پاشنوں اپنی کے اور مرتد ہو گئے ہیں جب سے کہ مفارقت کی ہے تو نے اُن سے اور جامع الاصول
وغیرہ میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے شہداء احد کے مقدمہ میں فرمایا کہ انکا انجام بہت اچھا ہوا تو ابو بکر نے کہا کہ یا رسول خدا کیا ہم انکے بہائی نہیں ہیں کہ مثل انکی ایمان لائے
اور جہاد کیا حضرت نے فرمایا کہ ما ادری ما تحدثون بعدی یعنی نہیں جانتا میں کیا احداث دین میں کروگے تم بعد میرے ابو بکر یہہ سنکر روئے اور کہا کہ بعد تیرے ہم البتہ ایسے
ہی ہونیوالے ہیں یارسول خدا اور ہماری نزدیک تو یہ آیت جناب رسول خدا اور اُنکی اہل بیت کی شان میں ہے کہ خدا تعالی اُنکو تمکین کامل عطا کرے گا کہ تمام روی زمین پر اُنکا
تسلط ہو جائیگا اور کسی طرح کا خوف باقی نرہیگا اور سوای خدا کے کوئی کسیکی عبادت نکریگا اور نہ کوئی شرک کریگا اور مصداق اسکا امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہے اور
ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالی کہ جو ہر امر پر قادر ہے تہوڑیسی زمین کی تمکین اور زوال خوف کا وعدہ کرے تہوڑیسی زمین پر تو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بہی تمکین اور
زوال خوف تھا لیکن بعد اسکے بہی اور تمکین بڑہ گئی مگر ناقص ہی رہی اور ابتک ناقص ہے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کیا عبادت خدا کی مسلمان نہیں کرتے تھے بلکہ
پہلے اس سے بہی عبادت خدا ہی کی کرتے تھے اور شرک بہی نہیں کرتے تھے اس وعدہ کا کیا فائدہ ہوا کہ جو امر پہلے سے حاصل تھا اُسکا وعدہ خدا کرتا ہے سو موافق
مذہب اہل سنت کے معنی اس آیت کے درست ہو ہی نہیں سکتے اور اگر موافق اہل سنت کے کہیں تب بہی ہمارا مطلب ثابت ہے کہ صحابہ سے وعدہ تمکین دین اور زوال
خوف کیا تو رسول خدا ہی کے زمانہ میں اُسکا ایفا کیا اور فضیلت صحابہ کی کوئی بیان نہیں کی ہے اور نہ منکران صحابہ کے حق میں کچھہ بیان کیا ہے اور وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ
جو بعد اسکے ہے وہ اُن لوگوں ہی کے حق میں ہے کہ جن سے وعدہ کرکے ایفاء وعدہ کیا اور دشمنان صحابہ کا تو اس آیت میں ذکر ہی نہیں ہے نہ صراحۃً نہ کنایۃً اور جسوقت
کہ سب کے بعد وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ آیا تو يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا کا حاصل بہی اُس نے دُہا دیا اسواسطے کہ گو وہ لوگ عبادت خدا کی کرینگے اور شرک نہ کرینگے لیکن
جسوقت مرتد ہو جائیں گے یا کفران نعمت کرینگے تو وہی فاسق اور بدکار ہیں اور ان لوگوں ہی کیطرف خدا تعالی خطاب کرکے فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ
عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ الخ سو خدا تعالی کا فرمانا عبث تو ہے ہی نہیں اپنے علم سے جانتا تھا کہ ان میں سے مرتد بہی ہو جائیں گے اسواسطے فرمایا اور تاویل یا
ہیئے کسی طرح سے نہیں کی ہے اس آیت کے ظاہر معنی ہی سے ہمارا مطلب ثابت ہے اور تاویل تو کرتا ہے کہ باوجودیکہ اشارہ ذلک کا ایفای وعدہ یعنی تمکین دین اور زوال
خوف کی طرف ہے اور کفر کرنیوالا عام ہے جو کوئی کہ ہو اور تو تاویل کرکے منکران صحابہ کیطرف لیجاتا ہے اور مرتد ہو جانا بعضے صحابہ کا فریقین کی کتابوں سے ثابت ہے اور
من کفر سے مراد بیشک وہی مومنین صالحین ہیں اگر بعد اسکے مرتد ہو جائیں یا کفران نعمت کریں اور بے شک خدا سے کوئی بات نہیں رہی ہے اُنہیں سے بعضوں کی
مرتد ہو جانیکی طرف بہی اشارہ کر دیا اور ایمان اور عمل صالح بیشک خدا کو پسند ہے اگر ہمیشہ باقی رہے لیکن خدا تعالی نے یہہ نہیں فرمایا ہے کہ تمکین دین کی دینگے تو تمہارا
ایمان بہی ہم قائم اور باقی رکہینگے بلکہ یہہ فرمایا ہے کہ اگر تم بعد اسکے مرتد ہو جاؤگے تو تمہاری برابر کوئی فاسق نہیں ہے اور جو لوگ کہ مرتد ہو گئے ہیں اُنکا ایمان جسوقت کہ وہ
مومن تھے تو البتہ خدا کو پسند تھا اور جب مرتد ہو گئی تو پہر کاہیکو پسند ہوگا اور نہ امتحان میں وہ لوگ عمدہ نکلے کہ جہاد و میں سے بہاگتے تھے اور نبوت میں پیغمبر کے شک
کرتے رہتے تھے اور انعام حقیقت میں اُن لوگوں کو ملا ہے کہ جنہوں نے ڈٹ کر جہاد کئے ہیں اور کفار کو قتل کرکے اسلام کو غالب کیا ہے اور بہگوڑوں کو یہہ انعام
اُنکے طفیل سے ملا ہے کہ جب شیر شکار کرتا ہے تو اُسکا بچا ہوا گیدڑ اور لومڑی کے بہی حصہ میں آجاتا ہے سو اُنکو یہ انعام بالعرض تھا ایسے آدمیوں کا ایمان مبدل بکفر ہو جائی
تو بعید نہیں ہے اور مخلصین میں سے کبھی وہی آدمی تھے کہ اپنی جان کا لحاظ راہ خدا میں نکرکے کفار کے دلوں میں گھس جاتے تھے اور خوب تلوار کرتے تھے اور جو لوگ کہ

کہ جان کو اپنی چراتے تھے جہاد کرنے سے اور کفار کے خوف سے بھاگتے پھرتے تھے وہ مخلصین میں سے کیسے ہو جائیں گے تیرے کہنے سے کیا ہوتا ہے تو بے دلیل اگر ثلثہ کا مرتبہ
پیغمبر خدا سے زیادہ کہدے تو تیرے کہنے سے کیا ہوتا ہے اور ثلثہ ہرگز چھٹے ہوئے بندوں میں سے نہ تھے بلکہ مثل اور مومنین کے ایمان بھی انکا صحیح نہ تھا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں
چہ جائیکہ مومنین مخلصین میں سے ہونا اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے رتبہ کو پہنچانا اور مخلصین کو گناہوں سے محفوظ یا معصوم ہونا البتہ لازم ہے اور قرآن سے
بھی ثابت ہے لیکن ثلثہ مخلصین کیا بلکہ ایسے فاسقین میں سے تھے کہ نجات انکی دشوار ہے اور جب کہ وہ مخلصین میں سے نہ ہو تو بیشک مصداق ومن کفر بعد ذلک کے ہونگے
قال الشیخ الاشعری اسکے بعد جو لوگ کچھہ قلیل سا بہی فہم رکھتے ہیں انکے لئے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ بڑہایا تا صحابہ کی نسبت اپنی زبان و دل کو آلودہ
گستاخی نکریں اور انکی لعنت کی سزا میں ہماری لعنت کے مستحق نہوں لیکن اغبیا اور جہال کے سمجہانیکے لیے بہی کوئی بات ضرور چاہیئے تھی جملہ يَعْبُدُونَنِي لَا
يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا زیادہ فرمایا کہ احتمال ارتداد بہی باقی نرہی اور بسبب اپنی تیرہ درونی اور کم فہمی کے اپنی ہجو کو جو ومن کفر سے شروع ہی صحابہ کے اوپر مطابق نکرنے لگیں واقعی
يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا نے احتمال ارتداد کو جو بفرض محال پیش آتا تہا بیخ و بنیاد سے اکہاڑ دیا کیونکہ اس میں انکی آخر حال تک خبر دیدی سو جو کچھہ خداوند کریم
نے ارشاد فرمایا وہ سب خلفاء اربعہ میں بوجہ اتم ظہور میں آیا یہانتک کہ شیعہ بہی اس بات کے قائل ہیں کہ خلفاء ثلثہ خصوصاً حضرت عمر ظاہر شریعت کی پاسداری
اور ترویج دین اور زہد و تقوی کی رعایت بہت کرتے تھے چنانچہ شریف مرتضی نے تنزیہ الانبیاء والائمہ میں بلکہ اور علماء نے بہی اس بات کو واضح لکھا ہے اگرچہ اپنی بدی سے
باز نہیں آئے اور موافق مثل مشہور المرء یقیس علی نفسہ کی وجہ اسکی یہ تراشی ہی کہ یہ سب لوگوں کے دکہانیکو تہا لیکن جملہ یعبدوننی اور نیز اس جملہ کا ماقبل جب انکے اخلاص
پر دلالت کرے تو پہر موافق مثل مشہور الرافضی فوارہ لعنت از وی خیزد و بروی ریزد یہ برائی اور بدگوئی انہیں کے سر ہے کی معہذا لفظ ذلک نے امامیہ کا مونہہ بالکل ہی سی
دیا کیونکہ اگر بالفرض بفرض محال خلفاء ثلثہ بعد وفات رسول اللہ صلعم مرتد بہی ہوے تو نعوذ باللہ خدا نے اتنا بہی نہ سمجہا جیسے شیعہ سمجہے چاہیئے تہا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
وَفَاةِ النَّبِيِّ صلعم کہتا اور کہدیا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ جس سے دروغگوئی کی تہمت اپنے ذمہ لگی اور اگر ومن کفر بعد ذلک بجاے خود بہی تو شیعوں
کے مفید مطلب نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ اگر ومن کفر سے اصحاب ثلثہ ہی مثلاً مراد ہیں تو انکا کفر بعد اتمام نعمت موعودہ ہونا چاہیئے تو اس صورت میں انکار امامت حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے جو شیعوں کے نزدیک بمجرد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ خصوصاً خلفاء ثلثہ سے ظہور میں آیا کفر لازم نہ آوے سو اول تو یہ شیعوں کا گہر بنا بنایا
ڈہ جائیگا کہ انکار امامت اور انکار رسالت دونوں سے آدمی کافر ہوجاتا ہی دوسرے خلفاء ثلثہ کے استحقاق خلافت کے انکار سے جو اس آیت سے ثابت ہے تم خود کافر بنا پڑیگا
خیر اس صورت میں ہمیں بہی شکایت نہیں ہے شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی ۔ گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد ۔ **اقول** مراد خدا تعالی کی بموجب
تحریر مفسرین اہل سنت وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الخ سے یہ ہی کہ دین کل مومنین صالحین کا کہ جو دین اسلام ہے اسکو تمکین ہم بخشیں گے سو خدا تعالی نے جناب رسول خدا
صلعم کے ہی زمانہ میں بشجاعت اصحاب بار علی الخصوص بضرب ذوالفقار حیدر کرار سے تمکین دین بخشی لیکن بعد اسکے جو بعضے ایمان صحیح پر قائم نرہے انپر موجب
حکم خدا لعنت ہوتی ہے اور ایمان سے پہر جانیوالوں پر زبان مومنین کے لعنت کرنے سے کیونکہ بند ہو کہ موجب حکم خدا ہے اور تمکین دین کو یہ لازم نہیں ہے کہ انمیں
سے کوئی اپنے ایمان کو تباہ نکرے آخر انکو خدا ہی خطاب کرکے فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ اور جو کوئی کہ ایمان سے پہر جانیوالوں پر لعنت کرتا ہے وہ اپنے دین
کو برباد نہیں کرتا ہے بلکہ ثواب حاصل کرتا ہے اور جملہ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا گر بڑہایا تو بعد اسکے واسطے سمجہانے اغبیاء اور جہال کے جملہ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ بہی زیادہ
فرمایا تاکہ احتمال ارتداد کا باقی رہے اور وہ جہال بسبب اپنی تیرہ درونی اور کم فہمی کے خلفاء ثلثہ کے ہجو کو جو ومن کفر سے شروع ہے انپر مطابق ہونے سے انکار نکرنے لگیں
واقعی يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا کے بعد جو وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ آیا تو اس نے احتمال ارتداد کو کہ جو ہونیوالا تہا قایم اور استوار کر دیا کیونکہ انکے آخر حال تک کی خبر دیدی
سو جو کچہہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا وہ سب خلفاء ثلثہ کے حال میں بوجہ اتم ظہور میں آیا کہ وہ بعد اسکے ایمان صحیح پر قایم نرہی اور خلفاء ثلثہ شیعوں کے نزدیک ظاہر شریعت
پر بہی قائم نہیں رہی کہ جہلا تہے اور بالفرض لوگوں کے سہارے سے کچہہ شریعت پر چلتے بہی تہے سوا اپنی شان کے اور اپنی ترقی ریاست کے لئے ترویج دین بہی کرتے تہے تو اس سے
کیا ہوتا ہے کہ اہل بیت رسول کے گلے پر تو چہری پہلے ہی پہیر چکے تہے اور یہہ ترویج دین تو انکی سب ترقی ریاست کے لئے تہی کہ مسلمان تو جہاد کرکے دین کو بڑہاتے تہے
اور انکی ریاست مفت میں ترقی پکڑتے تہے اور یہ زہد اور تقوی انکا محض واسطے ریا اور دام میں لانے مسلمانوں کے تہا اگر ایسا نکرتے تو انکی اطاعت کون کرتا علی الخصوص
حضرت عمر کہ انکا حال ہم پہلے لکھہ چکے ہیں وہی بانی مبانی کل مفاسد کے بہی تہے اور ہمارے علماء نے جو کچہہ تحریر فرمایا ہی وہ واقعی ہے اور درست ہے اور بدی شعار علماء اہل سنت
کا ہی کہ اہل بیت رسول مقبول کے غاصبان حقوق کے اصلاح میں بے سروپا بکتے ہیں اور دوستان اہل بیت سے بدی پیش آتے ہیں اور خود جو بد ہیں تو اچہے

بھی انکو موجب الیقین علی نفسہ بدیہی دکھلائی دیتے ہیں لیکن آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ میں سب کے بعد جو وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ آیا تو سب کے اخلاص کا یقین جاتا رہا اور
بعضوں میں احتمال ارتداد کا بھی پایا گیا اور بعد اسکے ایمان صحیحیت جب جاتا رہا تو ثلثہ کا ثابت ہوا تو الثلثہ فوارہ لعنت از ایشاں می خیزد و بر ایشاں می ریزد یہ لعنت انھیں پر
سے رہتا اور لفظ بعد ذلک نے تو امامیہ کا موہنہ کھول دیا اور اہل سنت کا موہنہ بند کر دیا کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کے بعد جو یہ لفظ آیا تو اہل سنت کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں
کچھ دم نہیں مار سکتے کہ اس میں سے احتمال بعض صحابہ کے مرتد ہو جانیکا پایا گیا اور یہ امر محال نہیں ہے لیکن تو واقعی اور ممکن کو بھی محال کہتا ہے اور خدا تعالی خوب سمجھا ہوا
ہے اور شیعہ بھی موافق مراد خدا تعالی یہی کہتے ہیں ورنہ خدا تعالی کو من کفر بعد وفات النبی صلعم کے کہنے کی کیا احتیاج تھی اس نے تو بعد ذلک کہدیا یعنی بعد تمکین
دین اور زوال خوف کے جو کوئی کہ کفر کرے اور تمکین دین رسول خدا صلعم کی زمانہ میں ہو چکی تھی سو اسکے بعد جناب رسول خدا صلعم کی مرض الموت ہی سے ارتداد شروع ہوا
کہ حضرت کے ارشاد کو لوگوں نے ہذیان قرار دیا اور بعد وفات حضرت کے تو جو کچھ ظلم اہل بیت علیہم السلام پر ہوا وہ فریقین کی کتابوں میں لکھی ہیں اور بعد تمکین دین
ہی کے یہ سب کچھ ہوا ہے جسکی طرف اشارہ بعد ذلک میں ہے اور زیادہ غلو کی کا اس میں ہم بھی نہیں ہے لیکن تمہ جنی ہی کی سمجھ میں نہ آئے تو کوئی کیا کرے یا دیدہ و دانستہ
تو حق کو پوشیدہ کرتا ہے اور وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ بجائی خود ہی اور شیعوں کو اس سے کچھ ضرر نہیں ہے بلکہ پورا فائدہ تو شیعوں کا اسی کے مذکور ہونے سے ہے اور مراد اس سے خلفاء ثلثہ
اسواسطے ہیں کہ ارتداد انکا بعد اتمام نعمت وغیرہ ہی کے ہوا اس لئے کہ وہ نعمت رسول خدا اسلام ہی کے زمانہ میں تمام ہوئی تھی کہ خدا تعالی نے وعدہ اپنا حضرت ہی کے زمانہ
میں حاصل کر دیا تھا اور اسلام کا غلبہ ہو گیا تھا اور خدا تعالی اس نعمت کے وفا ہونے سے خبر دیتا ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں
بیضاوی میں لکھا ہے کہ غلبہ اسلام کا اس سے مراد ہے سو وہ نعمت تو حضرت ہی کے زمانہ میں تمام ہو گئی تھی اور بعد اسکے پھر تو روز بروز ترقی ہوتی ہی تھی یہانتک کہ معاویہ اور
یزید کے زمانہ میں تو سب سے زیادہ ترقی ہوئی اور جب رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں تمکین دین حاصل ہو گئی موافق تحریر مفسرین اہل سنت کے تو بعد اسکے انکار امامت علی بن
ابیطالب علیہ السلام البتہ موجب ضلالت و ارتداد ہے اور انکار خلافت ثلثہ میں کوئی قباحت نہیں لازم آتی … پہلے … خلافت ثلثہ …
کسیکی اس آیت سے ثابت نہیں ہے کہ اگر استخلاف سے مراد خلافت رسول خدا صلعم مراد ہو تو چاہئے کہ سب مومنین صالحین خلفاء ہو جاویں … اس مقام میں اعلی بیان
ہے جیسے کہ صاحب کشاف و بیضاوی اور مدارک لکھتے ہیں اور حسن تفسیر میں معنی آیت کے موافق مطلوب کے حاصل نہیں ہو سکتے چنانچہ پہلے اس سے … ہم لکھ چکے اور اچھی
جعل سازیوں کو باطل کر چکے ہیں نہ رقیب بلکہ جعل ساز کیا … بڑے ہی … سے پہاڑا ہے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ یہ بھی ہماری صحیح کیوں نہ ہو
سیاق ہی کہتا ہے کہ مصداق وَمَنْ کَفَرَ اعداء خلفاء ہیں خلفاء نہیں ہو سکتے اور اس سے کفران نعمت مراد ہے کفر حقیقی نہیں ہے اگر تکلف … اسوقت یہ ہو جائیگا
کہ جو شخص ایسی ایسی امدادیں خدا کی طرف سے بہ نسبت دین محمدی کے دیکھے اور پھر بھی کفر ہی اختیار کرے تو وہ اعلی فاسق ہے … تعالی میں کفران نعمت ہی
مراد ہوا کرتا ہے کفر حقیقی کا موقع نہیں ہوتا غرض … مصداق اعداء خلفاء ہیں لیکن … عنایت کی تھی کہ کفران نعمت مراد رکھا … اس کم سے
ناخوش ہیں تو اس گھاٹے کو پورا کریں اور اپنی آنکو کافر حقیقی ہی سمجھیں … شماتت **اقول** جو کچھ کہ تو کہتا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے
اور کسی مفسر نے یہ لکھا ہے اور اعداء خلفاء کو اس سے کیا تعلق ہے اول تو کسیکی خلافت ہی اس سے ثابت نہیں اور دوسرے یہ کہ خدا تعالی تو یہ فرماتا ہے کہ باوجود دیکھنے اس ایفای
وعدہ کے کہ وہ غلبہ اسلام اور تمکین دین اور زوال خوف ہے جو کافر ہو جاوے تو وہ بڑا فاسق ہے سو وہ اشارہ ان لوگوں ہی کیطرف ہے کہ جن سے وعدہ کر کے ایفاء وعدہ کیا اور
یہ نعمت انکو عطا کی اور کم سے کم یہ ہوگا کہ علی العموم سب مومنین مراد ہوں گے پہلے … اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ زمانہ رسول خدا صلعم کے مومنین اس سے خارج
ہو جائیں کہ اسکی تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے اور کفر سے مراد کفران نعمت ہی سہی تم اسکو تسلیم کرو کہ ہمارا تو پھر بھی کہیں نہیں گیا اور ثلثہ کی کفران نعمت کے قائل ہو جاؤ
کہ انہوں نے ایسی نعمت کی ناشکری کر کے ارتداد کو اختیار کیا اور معنی صحیح اور واضح آیت کے یہی ہیں کہ من کفر سے اشارہ طرف ان لوگوں کے ہے کہ اول جنکو وہ نعمت
خدا تعالی نے عطا کی ہے اور خواہ تم کفر حقیقی مراد لو خواہ کفران نعمت ثلثہ وغیرہ ہی کیطرف راجع ہوگا اور اعداء خلفاء کو تو یہاں کچھ علاقہ ہی نہیں ہے اور اگر تم خلفاء
ثلثہ کے حق میں کفر حقیقی کو تسلیم نہیں کرتے ہو بلکہ کفران نعمت کو کہہ سکتے ہو تو ہم اس میں بھی راضی ہیں۔ رضینا بما رضی السنت کان رضائی شماتت **قال الشیخ
الاشعری** یہاں پہونچکر شاید بعضی شیعہ مذہب اس حجت کو یہ کہیں مانا اصحاب ثلثہ خلیفہ برحق اور اپنے اپنے زمانہ میں افضل الناس تھے لیکن بعد انکے
سب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا وقت آیا تو اسوقت موافق اشارات آیت وعد اللہ الخ کے وہ افضل الناس اور خلیفہ برحق ہوں چنانچہ سبات کے سنی بھی معتقد
ہیں تو اس صورت میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ انکے … مقبولان بارگاہ الہی ہوں حالانکہ اہل سنت سب صحابہ کی خواہ انہوں نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ

مخالفت کی یا نہ کی معتقد ہیں خصوصاً طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ کو مبشر فی الجنۃ ہی جانتے ہیں لازم ہے کہ کلام اللہ کی شہادت ان بزرگوں کے لیئے ادا کیجائے اور منشاء غلطی حضرات شیعہ کا بیان کیا جائے **اقول** شیعوں میں سے ایسی حجت بیہودہ کوئی نہیں کرتا ہے اور نہ کوئی ثلاثہ کو خلفاء برحق جانتا ہے اور نہ کوئی ایسے جاہلوں کو افضل الناس سمجھتا ہے اور نہ شیعہ حضرت علیؑ کو موافق اشارات آیت وعد اللہ الخ کے افضل الناس اور خلیفہ جانتے ہیں بلکہ انکو تو شیعہ بموجب حکم آیہ یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الخ کے خلیفہ جانتے ہیں کہ اس تاکید سے جو رسولخدا صلعم کو حضرت علیؑ کی خلیفہ کرنیکا حکم آیا تو حضرت نے علیؑ کو خم غدیر پر خلیفہ کیا اور مخالفین حضرت علیؑ کے مقبولان بارگاہ الٰہی اسواسطے نہیں ہوسکتے کہ وہ حضرت علیؑ سے عداوت رکھتے تھے اور کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ یا علی لَا یُبْغِضُکَ اِلَّا مُنَافِقٌ یعنی اے علی نہیں دشمنی رکھتا ہے تجھ سے مگر منافق اور بی بی عائشہ حضرت علیؑ سے عداوت رکھتی تھیں اور علیؑ کے قتل کرنے کو فوج بہم پہنچائی تھی اور طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ کی بیعت توڑ کر انکے مقابلہ میں قتل کرنے کو انکے لوگ جمع کئے اور عائشہ کا حال سنئے کہ اسقدر عائشہ کو عداوت تھی علیؑ سے کہ علی کا نام زبان پر نہیں جاری کرتی تھی مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ عائشہ سے روایت ہے اور وہ کہتی ہے کہ رسولخدا صلعم میمونہ کے گھر میں بیمار ہوا اور میں سب بیبیوں سے حضرت کی اجازت لیکر حضرت کو اپنے گھر میں لیگئی اسوقت ایک ہاتھ حضرت کا حضرت عباس کے شانہ پر تھا اور دوسرا ہاتھ ایک مرد کے شانہ پر تھا اور ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے اُس شخص سے کہ جس نے انکو اسکی خبر دی تھی پوچھا کہ تو نے جانا کہ وہ دوسرا جسکو عائشہ نے مرد کہا اور نام اسکا نہ لیا وہ کون تھا وہ علی بن ابیطالب تھا عائشہ کو خوش نہیں معلوم ہوتا تھا علیؑ کا نام لینا اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے اور اسمعیل سے روایت ہے کہ اِنَّ عَائِشَۃَ لَا تَطِیْبُ نَفْسًا اَنْ تَذْکُرَہٗ بِخَیْرٍ یعنی عائشہ کو خوش نہیں معلوم ہوتا تھا علیؑ کا ذکر خیر کے ساتھ کرنا اور استیعاب میں ترجمہ رفاعہ بن رافع میں لکھا ہے کہ طلحہ اور زبیر جو نکلے طرف جنگ جمل کے تو ام الفضل بنت حارث نے حضرت علیؑ کو لکھا اور خبر کی انکے نکلنے سے پہلے تو حضرت علیؑ نے یہ سنکر بیان کیا کہ بعد رسولخدا صلعم کے خلافت کا حق میرا تھا اور بعد اسکے طلحہ اور زبیر کے حق میں بددعا کی کہ انہوں نے مسلمانوں کو قتل کروایا ہے اور کتاب عقد ابن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ جمل میں طلحہ پر لعنت کی ہے اس سبب سے بمتابعت علی ہم انکو اچھا نہیں جانتے ہیں اور اہل سنت تو سب موذیان و قاتلان آل نبی کو اچھا اور مومن کامل جانتے ہیں چنانچہ امام غزالی اور ملا علی قاری نے یزید وغیرہ کے باب میں لکھا ہے اور ابو شکور نے حاشیہ شرح عقائد نسفی میں تو یہ لکھا ہے کہ حسین بن علیؑ پر اطاعت یزید کی واجب تھی کہ جسکو اس شخص نے یعنی معاویہ نے خلیفہ کیا تھا کہ جسکے مطیع سب صحابہ رسولخدا صلعم تھے اور یزید قابل رحم ہے اسکے واسطے استغفار کرنا چاہئے اور اسپر درود بھیجنا چاہئے سو یہ اہل سنت ہی کو زیب دیتا ہے کہ وہ دشمنان آل رسول کو دوست ہیں اور کلام اللہ میں کوئی شہادت ان لوگوں کی بزرگی کی نہیں ہے جنکی تو بزرگی کلام اللہ سے ثابت کرتا ہے اور شیعہ ہرگز غلطی پر نہیں ہیں اور جو کچھ تو بیان کریگا وہ سب غلط ہے **قال الشیخ الاشعری** سورہ فتح میں خداوند کریم رسول اللہ صلعم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باب میں یوں ارشاد فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ تَرٰہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاہُمْ فِیْ وُجُوْہِہِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں ساحر کاہن نہیں اور انکے ہمراہی کافروں پر تو بڑی تیز و تند اور ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور ایک دوسرے کا دوست تو انہیں دیکھے تو رکوع میں جھکے ہوئے سجدے میں پڑے ہوئے اللہ کے فضل اور اسکی رضامندی کی غرض ہے انکے چہروں میں علامتیں موجود ہیں سجدے کے اثر سے یہانتک آیت کے معنوں کا بیان تھا **اقول** ہم نے بھی تسلیم کیا کہ اس آیت کے یہی معانی ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب اس ہیچمدان کی سنیئے کہ اول جناب باری تعالی نے جناب پیغمبر خدا صلعم کی تعریف فرمائی بعد میں صحابہ کی تو قرینہ عقلیہ سے معلوم ہوا کہ بعد رسول اللہ صلعم کے اس امت میں اصحاب کا رتبہ ہے علی ہذا القیاس جو وصف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہوگا اسکے بعد اس وصف کا رتبہ ہوگا جو صحابہ کی مدح میں بیان ہوگا **اقول** اس آیت میں خدا تعالی نے مجملاً تعریف حضرت کے ہمراہیوں کی کی ہے اور نام کسیکا اسمیں نہیں لکھا ہے اور جیسے کہ خدا تعالی نے کئی آیتوں میں تعریف صحابہ کی مجملاً کی ہے ایسے ہی کئی آیتوں میں مجملاً مذمت بھی صحابہ کی کی ہے اور اجمال سے عقدہ کشائی نہیں ہوسکتی مگر روایات سے تفصیل انکی واضح ہوجاتی ہے اور اس آیت میں البتہ خدا تعالی نے اول تو تعریف جناب رسولخدا صلعم کی بیان کی ہے اور بعد اسکے صحابہ مومنین کی نہ کل ہمراہیوں کی اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے والذین معہ اور ہمراہ حضرت کے تو منافقین اور ضعیف الایمان بھی تھے چاہیے کہ انکی بھی تعریف ہوجائے اور حال یہ ہے کہ انکی تعریف یہ نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ تعریف ان ہمراہیوں کی ہے کہ جو مومنین تھے اور مومنین کے اوصاف یہ ہیں کہ ایمان انکا ملتبس بظلم نہو چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ اور نبوت میں بھی شک نکیا ہو چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالی کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا اور بعد ایمان لانے کے ایمان پر قائم بھی رہے ہوں چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالی کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور ہم بیان کر چکے ہیں اور آیندہ بھی بیان کرینگے ظلم ثلاثہ کا اور شک کرنا عمر کا نبوت میں حضرت کے اور بھاگنا

ثلاثہ کا جہاد میں سے اور ایمان پر قائم نہ رہنا اور طلحہ اور زبیر کا اور عائشہ کا ذکر تو ابھی گزرا ہی اور معاویہ یا ام صدق اہل سنت کا ذکر پہلے اس سے ہو چکا ہی اور پھر بھی ہوگا یہ لوگ اور سوائے انکے اور لوگ جو کہ دشمن علیؑ تھے اور عائشہ اور معاویہ کی طرف ہو کر علیؑ سے جنگ کی اور ہزاروں مومنین کو قتل کیا اور قتل کروایا وہ اس سے خارج ہونگی اور جنمیں کہ اوصاف ایمان کے تھے وہ باقی رہ گئے کہ خدا تعالی نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ جو کہ ہمراہ رسول اللہ کے ہیں وہ سب مومنین ہیں اور ہمراہی سے مراد بھی مطلق ہمراہی نہیں ہے اسواسطے کہ اکثر منافقین بھی ہمراہ حضرت کے ہوتے تھے بلکہ ہمراہی سے مراد یہ ہے کہ جو مقام کہ رسول خدا صلعم کے ہمراہ ہونیکا ہی وہاں ہمراہ حضرت کے رہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے مومنین کے اوصاف میں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یعنی سوا اسکے نہیں کہ مومنین وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ساتھ خدا اور پیغمبر اسکے کی اور جسوقت ہوتے ہیں وہ ہمراہ اسکے امر جامع پر مثل جہاد اور جماعت نماز اور وعظ کے تو نہیں چلی جاتی ہیں یہانتک کہ اذن چاہیں وہ تجھسے وہی ہیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ خدا اور پیغمبر اسکے کے سو ہمراہیوں سے مراد یہ لوگ ہیں کہ جنکے یہ اوصاف ہیں کہ جہاد اور جماعت نماز میں سے بے اذن حضرت کے کہیں نہیں جاتے تھے اور جو لوگ کہ رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بے اذن حضرت کے جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے جیسے کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور زبیر اور ابو عبیدہ وغیرہ وہ لوگ مراد نہونگے اور ایسے ہی جو لوگ کہ جماعت نماز میں سے رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر واسطے تماشے لہو و لعب کے چلے جاتے تھے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا وہ بھی حضرت کے ہمراہیوں سے مراد نہونگے اور ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ اور جسوقت دیکھتے ہیں وہ تجارت کو یا کھیل اور بازی کو تو متفرق ہو کر چلے جاتے ہیں طرف اسکے اور چھوڑ دیتے ہیں وہ تجھکو اکیلا کھڑا ہوا سو جو لوگ کہ حضرت کو جہاد میں تنہا چھوڑ کر بے اذن ان حضرت کے بھاگ جاتے تھے اور جماعت نماز میں سے حضرت کو اکیلا چھوڑ کر واسطے خرید و فروخت کی اور تماشے باجوں کے سننے کو چلے جاتے تھے وہ لوگ مقصود نہونگے اور ایک وجہ سب صحابہ سے مراد نہونے کی یہ ہے کہ بعضے انمیں سے کفار سے دوستی رکھتے تھے اور خدا تعالی انکو دوستی کفار سے منع کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ الخ اور ابو بکر کو تو کمال مہربانی اور رحم تھا کفار پر چنانچہ جنگ بدر میں قریش قید ہو کر جو آئے تو ابو بکر کو انپر رحم آیا اور کہا کہ یا رسول خدا یہ تیری قوم کے آدمی ہیں انسے فدیہ لیکر انکو چھوڑ دے اس امر پر خدا تعالی کا عتاب ہوا اور فرمایا کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا اور حضرت عمر کی تو عادت ہی سختی کی تھی کفار تو کیا وہ تو مومنین پر بھی سختی کرتے تھے اور مومنین انکی سختی کی سبب انکی خلافت سے راضی نہ تھے جسوقت ابو بکر اپنی جگہ عمر کو خلیفہ کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اگر تو ایسے بدمزاج کو ہمپر خلیفہ کریگا تو اپنے پروردگار کو کیا جواب دیگا چنانچہ صحیح ترمذی وغیرہ میں لکھا ہے لیکن مومنین کا کہنا نہ مانا اور ملی بھگت سے انہی عمر کو بعد اپنے خلیفہ کر دیا اور عثمان نے تو مومنین پر ایسے ظلم کئے ہیں کہ اپنے کیفر کردار میں صحابہ کی تعدی اور بے مروتی سے مقتول ہو گئے اور خدا تعالی فرماتا ہے کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور وہ بالعکس مومنین پر سختی کرتے تھے اور کفار پر تو سختی وہ لوگ کرتے تھے کہ جو جہاد میں کفار کو قتل کرتے تھے اپنے ہاتھ سے واسطے رضامندی خدا کے اور طلحہ و زبیر وغیرہ اور خلفاء ثلاثہ نے ایک کافر کو بھی قتل نہیں کیا سختی انکی کافروں پر کیا ہوئی وہ تو جہادوں میں سے بھاگتے رہتے تھے مثل احد اور حنین اور خیبر وغیرہ کے اور جو کوئی جہاد میں سے بھاگیگا کفار کی خوف سے وہ کفار پر سختی کیا کریگا بخلاف علیؑ کے کہ قطع نظر احد اور خیبر سے ایک جنگ خندق میں ایسی قوی اور زبردست عمر بن عبدود کو قتل کیا کہ جسکے قتل کرنے سے لڑائی فتح ہو گئی اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا لضربة علي يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين یعنی ضرب علیؑ کی بروز جنگ خندق زیادہ بزرگ ہی عبادت دونو گروہ کل جن و انسان سے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں یوں لکھا ہے اور فرماتا ہے خدا تعالی کہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ یعنی مہربان اور نرم دل ہیں آپسمیں سو حال مہربانی کا سنئے کہ قبل نزول آیت تو معلوم نہیں وہ کیسے تھے اور بعد نزول اس آیت کے حال انکی مہربانی کا یہ تھا کہ بعد وفات رسول خدا صلعم کے اول انہوں نے رسول خدا صلعم ہی پر یہ مہربانی کی کہ انکی دختر فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کو آگ اور لکڑیاں لیگئے ان لوگوں کے جلانے کو کہ جو اس گھر میں تھے علی اور فاطمہ و حسنین اور دیگر بنی ہاشم اور اصحاب کبار اور دروازہ اس مظلومہ کے گھر کا توڑا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور ہم پہلے اس سے حوالہ کتابوں کا لکھ چکے ہیں اور حقوق انکے غصب کئے استیعاب میں لکھا ہے کہ علی اور عباس فاطمہ کے گھر میں بیٹھے تھے ابو بکر کی بیعت سے انکار کر کے اور عمر گھر فاطمہ کا جلانے کو گئے تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ اے پسر خطاب کیا میرا گھر جلائیگا کہا کہ ہاں اور تاریخ عقد بن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ ابو بکر نے عمر سے کہا کہ اگر علی اور عباس میری بیعت سے انکار کریں تو ان دونو سے مقابلہ کر اور عثمان کا یہ رحم تھا کہ ابوذر کو تو جلا وطن کیا اور عمار یاسر کو اسقدر مارا کہ اسکو فتق کی بیماری ہو گئی اور ابن مسعود تو اسکی زد و کوب سے مر ہی گیا اور ملل و نحل میں عبد الکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ کینہ اور دشمنی انکی امیر المومنین علیؑ کے ساتھ اسقدر تھی کہ سعد بن وقاص اور ابن عمر اور اسامہ بن زید اور رافع خدیج انصاری اور محمد بن مسلمہ اور زید بن ثابت انصاری اور ابو ہریرہ اور ابو درداء اور ایک جماعت نے سوائے انکے علیؑ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جسوقت وہ خلیفہ ہوئے اور بعد اسکے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یزید کے ہاتھ پر بیعت کی جس نے کہ اپنی زندگی میں اسکو پایا اور سوائے اسکے جنگ جمل میں دونو طرف مہاجرین اور انصار تھے اور جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ ہزاروں آدمی

مہاجرین اور انصار میں سے تھی اور حضرت علی کی عداوت کی جہت سے عائشہ اور معاویہ کی طرف ہو کر مومنین کو قتل کرتے تھے اسکو کون دیوانہ اور عقل کا دشمن مہربانی اور
نرم دلی کہہ دیگا بلکہ معاملہ بالعکس ہے کہ سختی کے مقام میں نرمی ہے اور نرمی کے مقام میں سختی ہے اور ایسی ہی حال آیت اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ کا ہے بس معلوم
ہوا کہ مراد اس آیت سے وہ نہیں ہیں مگر امیر المومنین علی سے کہ کبھی جہاد میں سے بھاگے نہیں اور جناب رسولخدا صلعم کی خدمت سے بدون اذن کے کہیں گئے نہیں اور یا وہ لوگ
تھے کہ جو رسولخدا صلعم کے زمانہ میں مرگئے یا شہید ہو گئے ہیں اور یا چند صحابہ سکین کہ جو حضرت علیؑ کے دوستوں میں سے تھے اور بدون اذن رسولخدا صلعم کے کہیں جاتے نہ تھے
اور اگر اوصاف اس آیت کے کل صحابہ میں فرض کئے جائیں تو وقت نزول اس آیت کے یہ اوصاف انمیں ہونگے اور بعد رسولخدا صلعم کے جو نزاعیں اور عداوتیں اور منی الشیر اور
قتل اور قمع آپسمیں واقع ہوئی ہیں سب متواترات سے ہیں اس صورت میں اطلاق رحماء بينهم کا انپر کیونکر ہو سکتا ہے اور تراہم رکعاً سجداً الخ بعد اسکے ان مومنین ہی کے
اوصاف میں سے جنکو کہ مصداق اس آیت کا ہمنے بیان کیا ہے یعنی عبادت اور زہد اور طلب فضل اور رضامندی خدا یہ بھی انکو ہی واسطے تھا جو کہ واسطے خوشنودی خدا کے
ڈٹ کر جہاد کرتے تھے اور تلواریں کھاتے تھے اور انسے ہی خدا راضی ہے اور انکو ہی دوست رکھتا ہے چنانچہ فرماتا ہے خدا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ اور بے اسکے خدا
راضی نہیں ہے ہر چند اسکے رضوان کو طلب کریں اور جو ضعیف الایمان کہ طالب دنیا تھے اور وہ اپنی جانوں کو بچا کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور آل رسول کو آزار پہنچاتے تھے اور مومنین
کو قتل کرتے تھے وہ طالب فضل اور رضای خدا نہونگے اور نہ اپنی جانوں کو عبادت خدا کی تکلیف میں ڈالینگے انکا مقصود تو دنیا تھی اور جو کہ حق عبادت سے وہ حضرت علیؑ کے ساتھ خاص تھا چنانچہ
تاریخ الخلفاء میں حضرت علیؑ کے حال میں لکھا ہے احد العلماء الربانیین والشجعان المشهورين والزهاد المذكورين جیسا کہ زہد انکا تھا اور کسیکا ایسا نہ تھا اور نہ کسیکا نام لکھا ہے صحابہ میں سے
اور بعد اسکے جو مومنین کی مثال زراعت سے دی ہے کہ پہلے تو وہ بہت سست اور کمزور ہوتے ہیں اور بعد اسکے وہ رفتہ رفتہ زور پکڑ کے قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں ایسے ہی مومنین کا حال ہے
کہ وہ ابتدا میں تو تھوڑے اور کمزور تھے اور آخر کو وہ رفتہ رفتہ بڑھکر کثیر اور قوی اور زورمند ہو گئے اور انکی قوت کو دیکھکر تعجب کرنے لگے سو وہ بھی جہاد کرنیوالوں کی سعی اور عرقریزی سے ہے کہ
کفار سے خوب جم کر لڑتے تھے اور زخم کھاتے تھے اور کفار کو قتل کرتے تھے یہانتک کہ انکے طفیل سے اسلام نے قوت پکڑی اور جو لوگ کہ کفار کے خوف سے اپنی جانیں بچا کر جہاد میں سے بھاگ جاتے
تھے وہ اس سے خارج ہیں اور جنکے اوصاف خداتعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائے انکا ذکر ہم کر چکے اور انکی ہی شان میں خداتعالیٰ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا اور خداتعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کی تخصیص بھی کر دی ہے کہ رسولخدا صلعم کے ہمراہیوں میں سے جنکے وہ وصف ہیں انمیں سے مغفرت و اجر
عظیم ان لوگوں کے واسطے ہے کہ جو مومن صالحین ہیں مطلق ہمراہی کہ ہمراہ تو منافقین و ضعیف الایمان بھی تھے اور بدون اعمال صالح کے مومنین بھی مراد نہیں ہیں بلکہ مومنین صالحین
مراد ہیں کہ جنکا ایمان ملتبس بظلم نہ تھا اور امر جامع میں سے مثل جہاد اور جماعت نماز کے بدون اذن رسولخدا صلعم کے بھاگ جاتے تھے اور اس شیخ نے پہلے اس سے آیت وَعَدَ اللّٰهُ
الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے ذیل میں لکھا ہے کہ من بیانیہ ضمیر پر نہیں آتا ہے بلکہ تبعیضیہ آتا ہے اس کہنے سے ہمارا مقصود زیادہ تر مستحکم ہو گیا کہ حضرت بعض مومنین کے واسطے ہے کہ وہ حضرت
علی اور احباب انکے ہیں نہ انکے مخالفین اور اعداء کے واسطے **قال الشيخ الاشعری** کہ ہمنے جو دیکھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں رسول اللہ کا لفظ ہے اور اصحاب کی مدح میں
اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تو اس لف و نشر سے معلوم ہوا کہ بعد رسالت کے رتبہ بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کا ہے کیونکہ بغض فی اللہ یعنی خدا کے سبب کسی سے عداوت کرنی
یہہ بعینہ وہی شدت علی الکفار ہے اور حب فی اللہ بعینہ رحماء بينهم کا ترجمہ ہے اس اشارہ سے زیادہ تر تصدیق اس حدیث کی ہو گئی جو سنیوں کی کتابوں میں پائی جاتی ہے اور اسکا حاصل
یہ ہے کہ جسنے خدا واسطے دیا اور خدا واسطے کسی سے ہاتھ کھینچ لیا اور خدا واسطے کسی سے محبت اور خدا واسطے کسی سے بغض رکھا تو بیشک اسنے اپنے ایمان کو کامل کر لیا واقعی سنیوں کی
حدیثیں سب کلام اللہ پر مطابق آتی ہیں پر شیعوں کی حدیثوں کا حال یہ ہے کہ کلام اللہ کچھ کہے ہے اور انکی حدیثیں کچھ ایک دو حدیثیں جو بیان کی گئیں انکا حال ناظرین رسالہ پر
پوشیدہ نہ رہیگا **اقول** لف و نشر اسمیں کہاں ہے کیا خوب سمجھے ہو ہمیں لف و نشر کو البتہ اگر اسطرح ہوتا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ تو لف و نشر ہو سکتا تھا
خواہ صحیح ہو خواہ غلط ہو اور بغض فی اللہ اور حب فی اللہ رسالت میں کیا داخل نہیں ہے کہ جو بعد رسالت کے لکھا ہے اور اس آیت میں بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کہاں ہے اپنے
دل سے ہی تراشتا ہے اسمیں تو یہ ہے کہ کافروں پر پیغمبر صلعم اور ہمراہی انکے سختی کرنیوالے ہیں اور آپسمیں مہربان ہیں البتہ سختی کرنے کو بغض لازم ہے اور بڑی سختی کافروں پر یہ ہے کہ
انکو قتل کرنا چاہئے سو وہ تیرے ثلاثہ کو نصیب ہی نہیں ہوا وہ تو ہمیشہ جہاد میں سے بھاگتے رہتے تھے اور مومنین کو آزار پہنچاتے تھے اور یہ حدیث حب فی اللہ اور بغض فی اللہ
شیعوں کی کتابوں میں کیا موجود نہیں ہے کہ جو تخصیص سنیوں کی کتابوں کی کرتا ہے اور بیشک مومن کے واسطے حب فی اللہ اور بغض فی اللہ چاہئے اور سنیوں کی حدیثیں
ہرگز کلام اللہ کے مطابق نہیں ہیں کہ خوارج اور نواصب کے وضع کی ہوئی ہیں اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے کہ معاویہ نے بہت سے حدیثیں
خلفاء کی مدح میں بنوائی ہیں علی کی عداوت سے اور بعد اسکے ہم صحاح ستہ کی بعضی روایتوں کے موضوع ہونیکا حال لکھینگے جسکا علماء اہل سنت بھی اقرار کرتے ہیں

اور شیعوں کی حدیثیں ایسی نہیں ہیں تیرے اعتقاد کے جو مخالف ہیں بعضی حدیثیں شیعوں کی اسواسطے تو کہتا ہے کہ کلام اللہ کچھ کہے ہے اور وہ حدیثیں کچھ اور ایک دو حدیثیں شیعوں کی جو تونے لکھی ہیں مطابق اُسکے ہم نے سنیوں کی کتابوں سے بھی بیان کردی ہیں لیکن تجھ کو اپنے مذہب ہی کی خبر نہیں ہے اسواسطے تو ایسا لکھتا ہے **قال الشیخ الاشعری**۔ پر یہاں ایک لطیفہ قابل بیان ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں جہاں کہیں حب فی اللہ بغض فی اللہ کا بیان آیا ہے تو حب فی اللہ کو مقدم کیا ہے اور کلام اللہ میں بغض فی اللہ پر جو لفظ دلالت کرتا ہے یعنی اشداء علی الکفار اُسے مقدم بیان کیا حکمت اسمیں کیا ہے اس کم فہم کی فہم میں یوں آیا ہے کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ دونو آثار کمال محبت خداوندی ہیں سے ہیں یعنی جب کسیکو خداوند کریم سے محبت کمال درجہ کی ہوگی تو وہ محبت چاروں طرف کو پھیلے گی جہاں جہاں خدا کے ساتھ کسی چیز کو کچھ خصوصیت ہوگی تو اُس خصوصیت ہی کی موافق اُس چیز سے محبت ہوگی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی آدم میں سے خدا کے ساتھ زیادہ علاقہ اور اختصاص ہے تو جس شخص کو خدا کے ساتھ محبت کامل ہوگی اور اس علاقہ کو سمجھ لیگا تو بیشک اُسکو بعد خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے محبت ہوگی علی ہذا القیاس جسکو بعد رسول اللہ صلعم کے خدا سے زیادہ اختصاص ہوگا تو محب خداوندی کو بھی اُس سے اُسیقدر محبت ہوگی علی ہذا القیاس مکانات میں مثلاً خانہ کعبہ کو زیادہ تر اختصاص ہے تو محب خداوندی کو بیشک سب کا ناسے زیادہ خانہ کعبہ سے محبت ہوگی پھر اسکے بعد رسول اللہ صلعم کی مسجد کا رتبہ ہے اُسکے بعد بیت المقدس کا تو اس شخص کو بھی علے ہذا المراتب محبت ہوگی اسیطرح اعمال اور اخلاق اور عادات میں خیال کرلو القصہ جتنا کسی چیز کو جناب باری سے قرب ہوگا اُتنا ہی محبان خداوندی کو اُس چیز سے علاقہ ہوگا شل ظاہر کے محبت میں ظاہر ہے جب کسی سے کسیکو محبت ہوجاتی ہے تو اُسکے اقربا اور خیر خواہوں بلکہ کوچہ کے رہنے والوں کے ساتھ بھی محبت ہوجاتی ہے سو جیسے روشندانوں میں کو دھوپ بمقدار روشندان کے آتی ہے ایسے ہی محبت بھی بمقدار علاقہ محبوب متعلقان محبوب سے پیدا ہوجاتی ہے مگر جیسے جو دھوپ باہر ہوتی ہے اُسیکا ٹکڑا اندر ہوتا ہے اور جو نور خارج از دیوار ہے اُسی نور کا شعبہ اندر ہے ایسے ہی متعلقوں کی محبت بھی محبوب ہی کی محبت کا شعبہ ہوتا ہے اور اُسیکا ٹکڑا اُسکو سمجھنا چاہیے بخلاف بدخواہاں محبوب کی عداوت کی کہ وہ محبوب کی محبت کو لازم ہوتی ہے اُسکا ٹکڑا اور اُسکا شعبہ نہیں ہوتا یعنی جو لوگ کہ محبوب کے بدخواہ ہوتے ہیں اُنسے بتقاضا محبت محبوب عداوت ہونی لازم ہے مگر یہہ عداوت محبوب کی محبت کا ٹکڑا اور اُسکا شعبہ بلکہ ہمجنس تک نہیں ہاں اُسکو لازم ہے جیسے دھوپ کو بشرطیکہ دیوار وغیرہ کوئی چیز نور کی روکنے والی حائل ہو سایہ لازم ہے حالانکہ اُسکے ہمجنس تک نہیں اس قیاس پر جو لوگ اعداء خدا ہونگے محبان خداوندی کو اُنسے عداوت لازم ہوگی لیکن بہرحال یہ عداوت غیر محبت ہے اگرچہ اُسکو لازم ہے ہاں اولیاء خدا اور مقربان الٰہی کی محبت وہ حقیقت میں خدا ہی کی محبت کا ٹکڑا ہے کوئی غیر شئے نہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی مدح اور ثنا بیان فرمائی ہے وہاں تو مقدم کو مقدم رکھا موخر کو موخر اور خداوند کریم حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی تعریف نہیں فرماتے بلکہ اُن لوگوں کی تعریف کرتے ہیں جن میں یہ وصف پائے جاتے ہیں **اقول** اس طویل بلاطائل کا اس مقام میں بجز فضول اور کوئی ثمرہ نہیں ہے اور یہہ جو لکھتا ہے کہ جسکو بعد رسول اللہ صلعم کے خدا سے زیادہ اختصاص ہوگا تو محب خداوندی کو بھی اُس سے اُسیقدر محبت ہوگی یہ لکھنا اُسکا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ بعد رسول اللہ صلعم کے علی اور فاطمہ اور حسنین کے سوا اور کسکو خدا سے زیادہ اختصاص تھا کہ جو قرب بارگاہ خداوندی سے انکو تھا وہ اور کسکو تھا اور دلالت کرتے ہیں زیادتی اختصاص اور قرب خداوندی پر روایات کتب اہل سنت سو اُنکے ساتھ جیسے کہ لوگوں نے محبت کی ہے ظاہر ہے کہ اُنکا گھر جلانیکو مع اُن بزرگوں کے جو اُس گھر میں تھے آگ اور لکڑیاں لیگئے اور حقوق اُنکے غصب کیے اور کسیکو تو تلوار سے قتل کیا اور کسیکو زہر سے شہید کیا اور جنگ جمل اور صفین میں تو ہزاروں دوستان خدا کو قتل کروایا یہہ لوگ ہرگز دوستان خدا میں سے نہیں ہیں اور پھر اُنکے حق میں جھوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں کہ یہہ جنتی ہیں اور کلام اللہ کی شہادت ایسی دشمنان دوستان خدا کی شان میں اداکرتے ہیں کہ جن کے لئے کلام اللہ سے کچھ بھی مس نہیں ہے اور مسجد نبوی کا تو یہہ حال کیا اہل سنت کے مرشدزادوں نے کہ گھوڑوں سے لیدیں کروائی اُس مکان مقدس میں اور اہل مدینہ کو قتل کروایا اُن مرشدزادوں نے کہ جنکی شان میں امام غزالی لکھتے ہیں کہ وہ مومن پاک تھے اُنکے واسطے استغفار کرنا چاہیے اور اُنپر درود بھیجنا چاہیے اور وہ حضرت یزید بن معاویہ ہیں اور جناب رسولخدا صلعم نے حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے جو مدح فرمائی وہ حقیقت میں راجع اُن لوگوں ہی کیطرف ہے کہ جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جو بغض فی اللہ کو مقدم کیا ہے حب فی اللہ پر تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ پہلے اعداء خدا سے بیزاری اختیار کرلے تب خدا تعالیٰ کی محبت میں دم مارے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ اُسکے دشمنوں سے دوستی رکھے اور پھر محبت کا اُسکی دعویٰ کرے جیسے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ میں پہلے نفی اور انکار اُسکے شرکا سے ہے اور بعد اُسکے اقرار اُسکے وحدانیت کا ہے اور ایسے ہی محبت اہل بیت علیہم السلام کی ہے کہ جب تک اُنکے دشمنوں سے بیزاری نہ چاہیگا اُنکا دوست نہ کہلائیگا اور ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ اُنکے دشمنوں سے دوستی رکھے اور پھر اُنکی دوستی کا بھی دعویٰ کرے یہ دعویٰ اُسکا باطل ہے چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری دوستی اور ہمارے دشمنوں کی دوستی ایک دل میں نہیں سما سکتی **قال الشیخ الاشعری** اور دستور یوں ہے کہ کسی صاحب کمال یا موصوف باوصاف مختلفہ کے اگر تعریف کیا کرتے ہیں تو اُسکے کمالات میں سے کمتر کو پہلے لیا کرتے ہیں

بعد میں اُس سے زیادہ کو پھر بعد میں اُس سے زیادہ کو تا ہر وصف کی قدر اور عزت ہو ورنہ اگر ترتیب کو بالعکس کر دیجیے تو بعد عمدہ اوصاف کے سن لینے کے کمتر اوصاف کے
کیا قدر رہجائیگی جو محل تعریف میں بیان کیا جائے غرض یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اوصاف کی خوبی اور برائی تو اصلی ہے اور اوصاف والوں کی بھلائی برائی اوصاف کے
سبب سے ہی در صورتیکہ اوصاف کی بھلائی کا ہی بیان کیجائے تو اول کو اول بیان کیا جائے اور دوم کو دوم اور در صورتیکہ اوصاف والا کی بھلائی برائی مدنظر ہو
اور ایک شخص کے اوصاف بترتیب ذکر کیے جائیں تو ترتیب مذکور کو منعکس کر دینا چاہیے ہاں جہاں دو چیز کا فرق مراتب باعتبار مجموعہ اوصاف کے دریافت کیا جاوے یعنے کس میں
زیادہ اوصاف ہیں اور کس میں کم اور کس میں عمدہ تر ہیں اور کس میں نہیں تو یہہ حقیقت میں اوصاف ہی کی تعریف ہے اسلیئے اُنکی ترتیب وہی ہوگی جو اوصاف کی ترتیب
ہے اس لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا بعد میں صحابہ کا مذکور شروع کیا **اقول** یہہ بھی سب فضول ہے اور اس مقام میں اس طویل کا کیا فائدہ ہے اور
یہہ کیا ضرور ہے کہ جو کسیکے اوصاف بیان کریں تو پہلے کمتر ہی کو بیان کریں بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے وصف اعلے ہی کو بیان کرتے ہیں تاکہ سننے والے کے اول
ہی دل میں اُسکی خوبی بخوبی راسخ ہو جائے اور جو اوصاف کہ اُس سے کمتر ہیں وہ اُس اعلے وصف کی تاکید کے لیئے ہوں جیسے کہ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد میں صفت احدیت
جو توحید خدا ہے اُسی کا خدا تعالی نے پہلے ذکر کیا اور بعد اسکے اور اوصاف کو ذکر کیا اور اگر پہلے کمتر وصف کو ذکر کریں تو سننے والیکے دل میں پہلے ہی اُسکی طرف توجہ جگہ
نہوگی کہ اُس وصف کی قدر نہ سمجھے گا یہاں تک کہ اوصاف اعلے کی بھی سننے کی طرف اُسکو رغبت نہوگی اور توجہ اور وصفوں کے سننے کی طرف نکریگا اور رسول اسلیئے کا ہم
پہلے ذکر کیا ہے صحابہ سے اسواسطے کہ وہ حضرت مرتبہ میں مقدم ہیں صحابہ سے **قال الشیخ الاشعری** القصہ صحابہ کی تعریف میں دوسری وصف جو بیان کیا گیا ہے تو اشداء
علے الکفار ہے یعنی وہ کافروں پر بڑے ہی تیز اور تند ہیں اور چونکہ محبت کرنی آسان ہے کیونکہ طبعی بات انسان کی یہہ ہے کہ جب کوئی اُس سے محبت کرے تو یہ بھی اسکی
طرف مائل ہو تو اُس صورت میں خدا واسطے کی محبت سے ایمان خوب نہیں پرکھا جاتا ہاں عداوت کرنی البتہ دشوار ہے کہ عداوت کے عوض میں ہمیشہ عداوت ہی تیار
پیش آئیگا محبت تو کرنی معلوم تو اگر کسیکو خدا واسطے سے بغض ہو تو یہہ نشان کمال ایمان ہی سمجھا جائیگا خاص کر خدا واسطے کی عداوت بھی اقربا سے کہ یہ دشوار در دشوار
ہے سو در صورتیکہ مطلق عداوت نشان کمال ہو تو اقربا کی عداوت تو نشان اکملیت سمجھنا چاہیئے اور ہم جو قرینہ مقام کو لحاظ کرتے ہیں تو محل اقربا ہی کے عداوت کا
معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماسبق کی آیت یعنی لقد صدق اللہ رسولہ صحابہ کرام کی تسلی اور تسکین خاطر کے لیئے نازل ہوئی ہے سو جس غم کے سبب تسلی کیجاتی ہے وہ غم یہ تھا کہ غزوہ
حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ معظمہ سے صلح کر کے مراجعت فرمائی اور صحابہ کی آرزوئیں خاص کر مہاجرین کے جو در بدر بہادر کفار سینوں میں لہ زنیہ
دلوں کی دلوں میں رہ گئیں اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اثنا میں اس سفر کے یہ خواب دیکھی تھی کہ ہم مع جماعت امن چین سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور
اس خواب کے باعث یہی خیال کہ اسی سال میں ہم مکہ میں داخل ہونگے صحابہ کے دل میں یہ سرور ہے ہوئے تھے کہ کچھ کہا نہیں جاتا وہ سب کا سب حسرت و غم ہو گیا انہوں
صحابہ کا یہ حال تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہوتی تو اب تیغ صحابہ کفار مکہ کو خراب فنا کر دیتی پاس قرابت کسیکا اور شفقت نسبی کا ہرگز مہاجرین تو پا
والوں میں سے کسیکے بھائی کسیکے بھتیجے تھے فقط جوش محبت خداوندی اور نیازمندی رسول میں اُنہیں پاس اقربا کے خون کو پیاسے نظر آتے تھے اور آیت ماسبق در آیت
محمد رسول اللہ الخ سب باہم چسپیدگی میں دست و گریبان ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو یوں تو ہر کافر دشمن خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ پر غیظ و غضب آتا تھا لیکن
اس آیت میں زیادہ تر اُسی غیظ و غضب کی طرف اشارہ ہے جو اُنکو کفار مکہ پر اس قصہ میں پیش آیا سو انہیں سے مہاجرین اُنہیں کفار کی اقربا میں سے تھے تو اُنکے حق میں لفظ
اشداء علی الکفار نشان اکملیت ایمان کا سمجھنا چاہیئے اور در صورتیکہ اُنکے وصف اُنکا اسبات پر گواہی دیتا ہے کہ اُنکا ایمان کامل تو کیا اکمل ہے تو علاوہ عاف تو اعلے ادنیٰ درجہ
مومنان کامل الایمان گنے چنے ہوئے ہوتے ہیں کچھ ایسی سہل بات نہیں کہ دخل بہ معقولات کے طرح ہر کوئی کمال ایمان حاصل کرلے۔ **اقول** اشداء علی الکفار جو صحابہ کی
تعریف میں بیان کیا ہے یہ ادنےٰ وصف نہیں ہے بلکہ وصف اعلیٰ ہے کہ یہ جزو ایمان ہے اور بعد اسکے جو اوصاف بیان کیئے ہیں وہ اس سے مرتبہ میں کم ہیں کہ فروعات میں سے ہیں اور
کفار ہی عداوت رکھنی اور اُنپر غضب ہونا یہ ایمان میں داخل ہے کہ جبتک اُنسے بیزاری نہوگی تو توحید کا اعتقاد خالص نہوگا اور محبت آسان نہیں ہے بلکہ عداوت کرنی آسان ہے
کہ تھوڑی سی کشیدگی میں ثابت ہو جاتی ہے اور محبت بہت مشکل ہے یہانتک کہ مشہور ہو گیا ہے کہ زمانہ میں کوئی دوست نہیں پایا جاتا ہے اور اگر کوئی کسی سے دوستی کرتا ہے تو دنیا
کی غرض سے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ کوئی کسی کی طرف مائل ہو تو دوسرا بھی اُسکی طرف مائل ہو جاویگا بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کسی سے عداوت کرے تو وہ دوسرا بھی بمجرد اطلاع عداوت کے
اُس سے عداوت کرنے لگیگا اور البتہ خدا واسطے کسی سے بغض ہونا کمال ایمان کی علامت ہے علی الخصوص اقربا سے عداوت کرنی اور خدا تعالی نے جو فرمایا ہے تو اُس سے مراد عداوت مطلق ہے
خواہ اقربا کی خواہ اپنی غیر کی لیکن سب صحابہ میں یہ بات نہ تھی بلکہ اپنے اقارب کیا غیروں ہی کو جو کہ کافر تھے بعضے صحابہ دوست رکھتے تھے چنانچہ خدا تعالی اس

دوستی سے اُنکو منع کرتا ہی اپنے قول میں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَاۗءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاۗءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ اور صحابہ کے دلوں میں جو آرزو میں جہاد کے کرنے کی تھیں صلح حدیبیہ سے پہلے تو وہ بھی بعضے ہی صحابہ تھے نہ کل صحابہ اور جو لوگ کہ جہادوں میں سے بھاگ جاتے تھے وہ کیا جہاد کی آرزو کرینگے بلکہ صلح کرنے سے وہ بہت خوش ہوے ہونگے البتہ طواف کی خوشی اُنکے دلوں میں ہوگی سو آرزو طواف کے صلح کر لینے سے دل ہی میں رہگئی اور آب تیغ سے فنا بھی کفاروں کو وہ ہی صحابہ کرتے جو کہ جہادوں میں کفار کو قتل کرتے تھے اور زخم کھاتے تھے نہ بھگوڑے جو کہ جان بچا کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور حضرت عمر نے جو بڑا شک نبوت میں حضرت صلعم کی کیا تھا باعث اُسکا صلح حدیبیہ ہی تھی کہ حضرت صلعم کے ارشاد کو جھوٹا سمجھ کر نبوت میں حضرت کی شک کیا اور جوش محبت خداوندی اور نیازمندی رسول تو اُحُد اور حنین اور خیبر ہی میں معلوم ہوگئی تھی کہ رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور اکملیت ایمان کی بھی اُنہیں صحابہ کے واسطے ثابت ہے کہ جو راہ خدا میں جانیں لڑاتے تھے اور وہ ہی کامل الایمان گنے جانے ہوئے تھے نہ بھگوڑوں کے واسطے کہ وہ ضعیف الایمان تھے اور ایسی سہل بات نہیں ہی کہ دخل در معقولات ہر کوئی بے مشقت اور بدون تکالیف اُٹھانیکے راہ خدا میں کمال ایمان حاصل کر لے اور جہاد کرنے سے زیادہ کوئی تکلیف نہیں ہے کہ جسمیں جان کی جاتے رہنے کا احتمال ہی **قال الشیخ الاشعری** معہذا قرینہ اسباب کا کہ اول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا پھر صحابہ کا اسباب پر دلالت کرتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امت میں اول نمبر ہے اور صحابہ کا دوم تو ہم بالیقین سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرام اول قسم کی مخلصین میں سے تھے کہ شیطان بھی اُنکے اغوا سے کانوں پر ہاتھ دھرتا تھا بلکہ باین نظر کہ شیطان راس ونہیں کفار ہی اور صحابہ اشداء علی الکفار ہیں تو شیطان پر اور بھی اشد ہونگے علی ہذا القیاس نفس اعداء دین میں سے بلکہ سب میں بڑھکر شیطان بھی اُنکے سہارے اپنا کام کرتا ہے وہ اگر نہ ملتے تو شیطان کیا کرتا بہرحال شیطان سے اُنکی عداوت اور بھی زیادہ ہوگی اور ان دونو پر وہ اور بھی اشد ہونگے کیونکہ بغض فی اللہ یعنی خدا کے دشمنوں سے عداوت بقدر دشمنی ہوتی ہی جتنی دشمنوں کی دشمنی زیادہ اُتنا ہی بغض فی اللہ زیادہ ہوا اور مخلصین پر شیطان کا فقط بس نہ چلتا تھا مگر کچھ اندیشہ بھی نہ تھا صحابہ سے اُنکی کو ربھی دبتی تھی عجب نہیں کہ اُنسے بھاگتا پھرتا ہو سو یہی وجہ ہوگی کہ حضرت عمر کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا تھا کیونکہ وہ سب صحابہ میں کافروں کے باب میں ہر قال بنے تھے حق میں اُن کے اشد علی الکفار ہونا سب میں زیادہ صادق آتا تھا بھلا شیطان جنسے خود بھاگے اُنہیں کیا گمراہ کریگا شیطان کو ایسی جگہ اپنی ہی پڑجاتی ہی اور نفس جنسے نبے وہ کس سے دبینگے آدمی اوروں سے جو دبتا ہے تو اس نفس ہی کی بیتے دبتا ہے اسیواسطے یہ لازم پڑا کہ ایسے لوگوں کی عبادات میں کچھ فرق نہ پڑے اور اُنمیں کسی قسم کا رلا و ریا وغیرہ کا نہو کیونکہ ان سب بیماریوں کی جڑ بھی دو آسیب تھے جب یہی قابو میں آگئے پھر کیا کسر باقی رہگئی ایسے وقت اگر برا کام ہوتا ہی تو فقط بسبب غلط فہمی کے ہوتا ہے اسلئے اُسمیں بھی ثواب ملنا چاہئے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے جو سر کے بال غصہ میں پکڑ کر کھینچے حالانکہ حضرت ہارون کی کچھ تقصیر نتھی ہرگز عقل سلیم کے نزدیک داخل جرائم نہیں یہ نہیں کہ اُسپر کسی قسم کا مواخذہ ہو بلکہ امید ثواب ہے کیونکہ باعث اُسکا فقط خدا کی محبت اور بغض فی اللہ ہوا اور چونکہ یہ دونو اوصاف محمودہ میں سے ہیں بلکہ اعلی اقسام میں سے اور اوپر اعمال کا مدار نیت ہے فقط صورت پر نہیں ورنہ سب کی نمازوں کا ثواب برابر ہی ہوتا تو ہمکو یقین کامل ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اُسپر ثواب ہے ہاں اتنی بات ضرور ہی کہ بعد اطلاع غلطی کے بوجہ غلطی ندامت ہوتی ضرور ہی سو اس ندامت سے یہ نہیں لازم کہ وہ کام الیسا برا ہو کہ انکو اُسپر عذاب ہو بلکہ وجہ اسکی یہ ہی کہ وہ کام تو حقیقت میں برا ہوتا ہی بلکہ نیت کے غلبہ سے اچھا ہو جاتا ہی جیسے دھول دھپہ اصل سے برا ہوتا ہی لیکن یاران غمگسار کا دھول دھپہ بھی بسبب اسکے کہ از راہ محبت ہوتا ہی موجب نشاط خاطر محزون ہوا **اقول** رسولخدا صلعم کا نمبر اول اس امت میں کیا بلکہ تمام امتوں میں ہی اور نمبر دوم جیسا کہ ہم لکھ چکے کل صحابہ کا نہیں ہے بلکہ اُن صحابہ کا تھا جو کہ راہ خدا میں جاں فشانیاں کرتے تھے نہ اُن لوگوں کا کہ جو اپنی جانوں کو چراتے تھے اور اول قسم کے وہ ہی صحابہ مخلصین تھے جو راہ خدا میں قتل کرتے تھے کفار کو یا اُنکے ہاتھوں سے مقتول ہوتے تھے نہ جہادوں میں سے بھاگنے والے رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر اور شیطان بھی اُن صحابہ مخلصین ہی کی اغوا سے کانوں پر ہاتھ دھرتا تھا جنکو کہ ہم مخلصین میں سے لکھ چکے ہیں نہ وہ لوگ کہ جو خود اقرار کرتے تھے اپنی زبان سے آدمیوں کے سامنے کہ میرے ہمراہ شیطان ہے کہ بہکاتا ہی وہ مجھکو جیسے کہ ابوبکر لوگوں سے کہتے تھے کہ اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ اگر کسی دعا میں خدا کے سامنے کہتے تو عجز و انکسار پر دلالت کرسکتا تھا لیکن ابوبکر تو آدمیوں کے سامنے کہتے تھے اور جیسے شیطان کے مطیع تھے ایسے ہی اپنے نفسوں کے مطیع تھے بعضے اصحاب اور حسد اور عداوت اور طلب ریاست اور میل طرف لذات اور شہوات کے صحابہ کا شرح مقاصد میں ملا سعدالدین تفتازانی نے جو لکھا ہی اور لکھا ہی بعد اسکے کہ اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما یعنی اسواسطے کہ نہیں ہے ہر صحابی معصوم اور نہ وہ ہر شخص کہ ملاقات کی ہی اُسنے پیغمبر خدا سے نام رکھا گیا ساتھ خیر اور نیکی کے یہ اطاعت نفس کی نہیں تو کیا ہی اور اسکے عذر میں ملا مذکور لکھتے ہیں کہ علماء اہل سنت بسبب حسن ظن اصحاب رسولخدا صلعم کے تاویل کرتے ہیں اور سب صحابہ سے تو شیطان کی کور کا ہیکو دبتی تھی جو کہ اُسکے مطیع تھے اُنکی دبتی تھی اور جنسے

کو اُسکی دہتی تھی اُن مخلصین کو ہم لکھ چکے اور روایت شیطان کی عمر سے بھاگنے کی بالکل موضوع ہے اسواسطے کہ مشکوٰۃ میں عمر کے فضائل میں جو لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم اپنی زوجہ بی بی عائشہ کو حبشی مردوں کا ناچ دکھانے کو لیگئے اور حضرت کے شانہ پر سے منہ نکالکر وہ تماشہ اُن مردوں کے ناچنے کا دیکھتی تہیں اتنے میں عمر آگئے تو وہ حبشی سب بھاگ گئے حضرت نے فرمایا کہ عمر کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے سو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ رسول خدا صلعم تو شیطانی کام میں مشغول ہوں اور شیطان اُنکے پاس سے نہ بھاگے اور عمر کو دیکھکر بھاگ جاے اور اگر عمر سے شیطان بھاگتا تھا اور رسول خدا صلعم سے نہیں بھاگتا تھا تو معلوم ہوا کہ عمر شیطان سے بھی بڑھے ہوے تہے اور اگر کافروں کے حق میں حضرت عمر زہر قاتل تہے تو مسلمانوں کے حق میں بھی شہد شیریں نتہے عادت ہی ایسی کج خلقی کی تھی کہ سب سے اُکھاڑ پچھاڑ رکھتے تھے اور ایسے بدمزاج تھے کہ اُنکی خلافت سے کوئی مسلمان راضی نتھا ابوبکر نے بموجب وعدہ سابق کے کہ اگر تو مجھکو خلیفہ کرائیگا تو میں تجھ کو بعد اپنے خلیفہ کرونگا بدون رضامندی مسلمانوں کے عمر کو خلیفہ کر دیا چنانچہ ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز صاحب نے ترمذی اور مستدرک سے لکھا ہے کہ ان ابا بکر اذا حضرہ الموت ارسل الی عمر لیستخلفہ فقال الناس استخلف علینا فظاً غلیظاً ولو قد ولینا کان افظ و اغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ وقد استخلفت علینا عمر اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ ان جماعۃ من الصحابۃ دخلوا علی ابی بکر لما عزم علی استخلاف عمر فقال لہ القائل منہم ما انت قائل لربک اذا سالک عن استخلاف عمر علینا وقد تری غلظتہ ورحاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ جسوقت ابوبکر عمر کو خلیفہ کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ تو ہم پر ایسے بدمزاج تند خو کو خلیفہ کرتا ہے اگر اسکو تو خلیفہ کریگا تو یہ زیادہ بدمزاج ہو جائیگا اور جسوقت تو اپنے پروردگار سے ملاقات کریگا تو کیا جواب دیگا تو عمر کے خلیفہ کرنے کا کہ ایسے بدمزاج کو ہم پر خلیفہ کرتا ہے سو اُنکی عادت سب ہی سے ایسی تھی اور کافروں کے واسطے زہر قاتل کیا ہوتے جہاد میں سے تو کافروں کے مقابلہ سے بھاگ جاتے تھے کیا کسی کافر کو کبھی قتل کیا تھا جو کفار کے حق میں زہر قاتل تھے سواے بھاگ جانے کے شعار ہی اُنکا تھا اگر ڈٹ کر لڑتے تو کسیکو تو قتل کرتے سو یہ نصیب ہی نہیں ہوا اسصورت میں اُنکے حق میں سب سے زیادہ اشد علی المومنین صادق آتا تھا نہ اشد علی الکفار اور سچ ہے شیطان اُنکو کیا گمراہ کرتا کہ تحصیل حاصل تھی شیطان تو اُسکو گمراہ کرتا ہے کہ جو کوئی اُس سے پناہ مانگتا ہے اور شیطان تو خود اُس سے ہی پناہ مانگتا تھا اور بھاگتا پھرتا تھا جیسا کہ ہم لکھ چکے اور عبادت اُنکی جیسی کہ بے ریا تھی اُسکو ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ برا کام غلط فہمی ہی کی جہت سے ہو اکثر آدمی عمداً جان بوجھکر برے کام کو واسطے طمع دنیا اور حب ریاست و جاہ اور خواہش نفسانی کی جہت سے کرتے ہیں کہ ثواب اُسمیں سر مو نہیں ہوتا بلکہ انجام کو وبال جان ہوتا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام نے جو اپنے بھائی کے بال پکڑ کر کھینچا تو اُن سے ہرگز غلط فہمی نہیں ہوئی تو عمل خاطر سے غلط فہمی اُنکو مقرر کرتا ہے بلکہ اُنہوں نے عمداً مصلحت سمجھکر اُنکے بال پکڑ کر کھینچے اپنی قوم کے دکھانے کو جنہوں نے کہ گوسالہ پرستی کی تھی تاکہ وہ جانیں کہ گوسالہ پرستی بڑا سخت گناہ ہے کہ جسکے سبب سے اپنے بھائی کو بال پکڑ کر کھینچا تاکہ وہ توبہ کریں اور آیندہ سے ایسی حرکت نکریں اور بعضی صحابہ سے جو کچھ افعال سرزد ہوئے ہیں اُسمیں نیت ہی اُنکی خراب تھی اُس نیت ہی پر اُن سے مواخذہ ہوگا اور دھول دھپہ کے سے اُنکے افعال نہ تھے بلکہ ایسے تھے کہ جو بروز حشر باعث اُنکی رسوائی کا ہونگے قال الشیخ الاشعری انفس صحابہ کرام کے سامنے جب نفس اور شیطان مغلوب ہو گئے تو اُسوقت اگر کوئی کار بیموقع اُن سے صادر ہوا تو بوجہ غلط فہمی صادر ہوا ہوگا اس صورت میں گو وہ کام برا تھا لیکن چونکہ بری طرح سے نہیں ہوا اور شیطان و نفس کو جو بری کاموں کی اصل اور بنیاد ڈالنے والے ہیں اُسمیں دخل نہیں ملا بلکہ قوت ایمانی ہی باعث اسکا ہوئی ہے تو ثواب تو بوجہ غلبہ نیت اور قوت ایمانی ان کاموں کی برائی ایسی مغلوب ہوئی ہے جیسے ایک قطرہ دو ماشہ برابر نمک کا اثر کوزے یا دریا میں سو جیسے حضرت موسی کو حضرت ہارون پر غصہ ہوا اور اُنکے بال پکڑ کر کھینچے کا باعث فقط بغض فی اللہ تھا ایسے ہی مشاجرات صحابہ بھی بغض فی اللہ پر مبنی ہوں لیکن جیسے حضرت موسی سے غلطی ہوئی کہ اُس بغض فی اللہ کو بیموقع صرف کیا ایسے ہی صحابہ سے بھی یہ غلطی ہوئی ہو کہ جوش بغض فی اللہ میں مثلاً چوک گئے اور بگاڑ بیٹھے اور حقیقت الامر کو نہ سمجھے تو اس صورت میں اُنپر مواخذہ نہوگا بلکہ ماجور ہونگے ہاں اگر بغض فی اللہ یا کوئی اور صفت محمودہ باعث اُس فعل کا نہیں ہوا بلکہ کوئی امر مباح ہے تو اُسپر ثواب نہیں ہے مثلاً فقط اُن امور افعال مباح ہوتے ہیں تو البتہ ثواب تو مترتب نہوگا لیکن بسبب غلط فہمی کے ماخوذ بھی نہونگے اور احتمال یہ بھی ہے کہ گناہ صغیرہ اقل قلیل مقتضاے بشریت حرکت ان سے صادر ہوے ہوں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر چند شیطان کو مخلصین پر قابو نہیں ہوتا اور نفس بھی مغلوب و مقہور ہو کر اُنکا اس طرح مطیع فرمان ہو لیتا ہے جیسے ہاتھی باوجود اس عداوت کے کہ اُسکو آدمیوں سے ہے مغلوب و مقہور ہو کر آدمیوں کی ہر طرح سے اطاعت کرتا ہے لیکن جیسے ہاتھی پھر ہاتھی ہے آدمیوں کے غلبہ سے آدمی نہیں بنگیا کبھی نہ کبھی اپنی عادات اصلی پر آجاتا ہے ایسے ہی نفس کو غلبہ ایمان اور صولت محبت الٰہی کے باعث مقہور و مغلوب ہو گیا ہے لیکن پھر نفس ہے وہ طبعزاد برائی اور گناہوں کی رغبت کہاں جاے

اقول اول تو سب صحابہ سے شیطان اور نفس کا مغلوب ہونا ثابت نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ بوجہ غلطی کوئی گناہ اُن سے صادر نہیں ہوا ہے بلکہ جو کچھ ہوا ہے نیا ہی عمداً اور حب جاہ اور خواہش نفس اور عداوت فیما بین کی جہت سے کیا ہے اور بری طرح ہی سے ہر ایک امر بد اُن سے صادر ہوا ہے اور خواہش نفس ہی کا اُسمیں دخل ہوا ہے اور جو کچھ بعضے

صحابہ نے کیا ہے وہ بے ایمانی ہی کی راہ سے کیا ہے اور قوت ایمانی سے اُسکو کچھ لگاؤ نہیں ہے اور نیت ہی انکی ابتدا سے بے ایمانی پر آمادہ تھی بطمع دنیا چنانچہ سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان ما وقع بين الصحابة من المحاربات والمشاجرات على الوجه المسطور في كتب التواريخ والمذكور على السنة الثقاة يدل بظاهره على ان بعضهم قد حاد عن طريق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وكان الباعث له الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملك والرياسة والميل الى اللذات والشهوات اذ ليس كل صحابي معصوما ولا كل من لقي النبي بالخير موسوما اور حاصل اسکا یہ ہے کہ جو کچھ واقع ہوا ہے درمیان صحابہ کے جنگ جدال اور نزاع اور تکرار اس طرح سے کہ کتب تواریخ میں لکھا ہے اور معتمدین آدمیوں کی زبانوں پر مذکور ہے وہ دلالت کرتا ہے باعتبار ظاہر کے اس امر پر کہ بعضے صحابہ راہ حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور حد ظلم اور فسق کو پہنچ گئے اور باعث اسکا کینہ اور عناد اور خصومت سخت ہے اور طلب ملک اور ریاست اور رغبت طرف لذتوں اور خواہش نفس کے تھا اسواسطے کہ نہیں ہے ہر صحابی معصوم اور نہ ہر وہ شخص کہ جس نے پیغمبر خدا سے ملاقات کی ہے نام رکھا گیا بخیر ہے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ علماء انکے افعال قبیحہ میں تاویل کرتے ہیں بسبب حسن ظن کے جو صحابہ کی نسبت ہے اس قول سے سب مقدمات اسکے باطل ہو گئے کہ جو کچھ انسے وقوع میں آیا ہے سب عمداً کینہ اور عداوت اور طلب ریاست اور رغبت لذات اور خواہش نفس سے وقوع میں آیا ہے اور غلط فہمی کو کچھ دخل نہیں ہے اور اسیواسطے امام غزالی نے لکھا ہے کہ صحابہ کے نزاعوں کا ذکر کرنا حرام ہے ورنہ صحابہ سے سننے والوں کو بغض ہو جائیگا چنانچہ صواعق محرقہ میں قول امام غزالی کا منقول ہے کہ ويحرم على الواعظ وغيره ذكر مقتل الحسن والحسين وما جرى بين الصحابة من التشاجر والمنازعات لانه يحرك على بغض الصحابة یعنی اور حرام ہے واعظ کرنے والے پر اور اُسکے غیر پر ذکر کرنا حسن اور حسین علیہما السلام کے قتل ہونیکا اور حرام ہے ذکر کرنا صحابہ کے جھگڑوں اور مخالفتوں اور لڑائیوں کا اسواسطے کہ یہ ذکر کرنا کھینچتا ہے طرف بغض صحابہ کے کہ ان قصوں کو لوگ سنینگے تو صحابہ سے دشمنی ہو جائیگی پس جسوقت کہ ایسے افعال تھے صحابہ کے کہ اُسکو سنکر اُنسے دشمنی ہو جاتی تو وہ کونسا اندھا عقل کا ہے کہ اُسکو یہ سمجھیگا کہ قوت ایمانی اسکا باعث ہوئی پیغمبر خدا کے ارشاد کو ہذیان کہنے کو اور انکی اہل بیت کے گھر کے جلانے کا ارادہ کرنے کو اور دروازہ توڑنے کو اور اُنکے حقوق کے غصب کرنے کو اور صحابہ کبار کے بے عزت اور زدوکوب اور ہزاروں مومنین صالحین کے قتل کرنیکو کون غلط فہمی کہدیگا اور ان ظلموں کو ماشاء و ماشاء کون کہدیگا اور حضرت موسیٰ سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ قوم کے دکھانے کو اپنی طرف حضرت ہارون کو کھینچتے تھے تا کہ لوگ پھر ایسی حرکت نکریں اور ولا تشمت بي الاعداء حضرت ہارون نے اسواسطے کہا کہ انکو مافی الضمیر حضرت موسیٰ کا علم نتھا کہ وہ اسواسطے کھینچتے ہیں سو ہو سکتا ہے کہ غصہ میں حال دریافت کرنیکو اپنی طرف کھینچا ہو جب حضرت ہارون نے عذر کیا اور کہا کہ یا ابن ام ان القوم استضعفوني وكادوا يقتلونني تو برات حضرت ہارون کی ثابت ہوئی اور استغفار واسطے انقطاع کی طرف خدا کے اور تقرب کے طرف اُسکے کیا ہو اور جسوقت کہ انبیا معصوم ٹھیرے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسے غلط فہمی ہوئی اور موسیٰ سا پیغمبر ہو کر طرف حضرت ہارون کے کہ وہ بھی معصوم تھے گمان بد کریں کہ اس امر میں اُس نے قصور کیا ایسا نہیں ہو سکتا ورنہ انبیاء کو معصوم نکہو اور اگر معصوم کہتے ہو تو غلط فہمی کے کیا معنی اور اگر غلط فہمی انکے حق میں جایز ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعضے احکام خدا کو بھی غلطی کر کے غیر مرضی خدا کے موافق لوگوں کو پہنچاتے ہونگے پیغمبری ہی باطل ہو گئی کہ علم تو کچھ تھا اور پہنچایا کچھ اور یہ بھی خوب بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو کہ معصوم ہیں اُنکی گناہوں کو تو ظاہر کرتے ہیں اور غیر معصوموں کے گناہوں میں تاویل کرتے ہیں اور دونوں کے گناہوں کو برابر رکھتے ہیں اور غیر معصوموں کے گناہوں کو جو منجر بکفر ہیں انکو معصوموں کے ترک اولی سے مساوی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جیسے انبیاء سے غلط فہمی ہوئی ہے ایسے ہی صحابہ سے غلط فہمی ہوئی ہے اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ غیر معصوم کے فعل میں تاویل ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ہر ایک کے قول اور فعل میں گنجایش تاویل کی ہو تو کلمات کفر جو بعضوں سے صادر ہوتے ہیں تاویل کر کے درست کر لیے جائیں اور بعضے صحابہ نے بغض فی اللہ کو جو بیموقع صرف کیا اسیواسطے انسے مواخذہ ہوگا کہ بغض فی اللہ تو چاہئے کفار سے اور اُنہوں نے خدا کے دوستوں سے بغض کیا اور حقیقة الامر کو خوب سمجھکر کیا بدون سمجھی نہیں کیا کہ وہ تیری طرح احمق اور دیوانے نہ تھے بلکہ قصداً کیا چنانچہ شرح مقاصد کی عبارت ابھی گزری ہے اور اجر کیسا بلکہ بڑے سخت عذاب میں گرفتار ہونگے جسوقت کہ مظلوم اُنکے ظلم کی درگاہ خدا میں فریاد کرینگے اور بغض فی اللہ تو کوئی امر ہی نتھا بلکہ جو کچھ کیا حب جاہ اور کینہ اور عداوت کی جہت سے کیا اسیواسطے جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ بعضے مردوں کو ملائکہ حوض کوثر پر سے دوزخ میں لیجائینگے تو میں کہونگا کہ انکو کہاں لیے جاتے ہو یہ تو میرے اصحاب ہیں وہ کہینگے کہ جسوقت سے کہ تونے اُنسے مفارقت کی ہے اُسیوقت سے یہ مرتد ہو گئے تھے چنانچہ صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور مرتد ہو جانا بعضے صحابہ کا اُسوقت کا ظاہر ہے گو اہل سنت انکار اسکا کریں اور اقل قلیل نہیں ہیں اور نہ بمقتضای لغت بلکہ قصداً بعضے صحابہ نے ایسے افعال بد صادر ہوئے ہیں کہ نجات اُنکی دشوار بلکہ مشکل ہے اور وہ لوگ مخلصین میں سے نہ تھے بلکہ دنیادار اور طالب دنیا تھے اور اس طلب دنیا نے انکو آخرت سے بالکل اندھا کر دیا تھا اور شیطان اُنکا ہمدم تھا اور اگر وہ لوگ ارادہ کرتے کہ نفس کو مقہور کریں اور اپنا مطیع بنائیں جیسا کہ ہاتھی آدمی کا مطیع ہو جاتا ہے تو ہو سکتا تھا لیکن اُنہوں نے ارادہ ہی اسکا نہیں کیا اور جو کچھ کیا جان بوجھکر کیا ہے اور اگر محبت الٰہی اُنکو ہوتی تو دنیا کا ہیکو کرتے اور نفس کو اپنے اُنہوں نے مقہور اور مغلوب کیا ہی نہیں ہے نفس اُنکا تو ہمیشہ غالب ہی رہا ہے اسیواسطے طبع برائی اُنکی ظاہر ہوتی تھی اور گناہوں کی طرف رغبت کرتے تھے قال الشيخ الاشعري تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جیسے بدن میں چار قسم کی کیفیات یعنی حرارت برودت یبوست رطوبت کو پاتے جانتے ہیں یہ دریافت ہوا ہے کہ بیشک بدن ان چاروں کیفیات کے اصلوں سے یعنی آگ ہوا پانی خاک سے مرکب ہے ایسے ہی بلحاظ اسباب کے کہ آدمی کی کبھی ملیں نیکی کی طرف رغبت ہوتی ہے کبھی بدی کی جانب

یوں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حقیقت ان دونوں کی اصلوں سے مرکب ہے لیکن جیسے اربعہ عناصر میں سے ہر ایک میں ایک کیفیت خاص ہے کہ اسکے مخالف اسمیں نہیں پائی جاتی اور اگر پائی بھی جائے تو عارضی ہوتی ہے جیسے پانی کا گرم ہوجانا ایسے ہی نیکی اور بدی کی اصل میں بھی ان دونوں میں سے ایک ایک ہونی چاہئے اور دوسری آجائے تو وہ عارضی ہے جب بات مسلم ہوچکی تو ہم کہتے ہیں کہ نیکی کے اصل کا نام ہم روح کہتے ہیں اور بدی کے اصل کا نام نفس اور روح میں کیفیت اصلی نیکی ہوگی اور خلاف ہو کر اگر بدی اس سے صادر ہو تو وہ عارضی ہے اور نفس کی اصلی خاصیت بدی ہوگی اور مغلوب ہوکر نیکی کرنے لگے تو وہ عارضی سمجھی جائیگی اس جگہہ ہم یوں قیاس کرتے ہیں کہ جیسی حرارت عزیزی کے وسیلہ سے ہم یوں دریافت کرتے ہیں کہ آدمی کے بدن میں ایک جزء ناری بھی ہے اور پھر اسکو یوں کہتے ہیں کہ اسکی اصل کرہ نار ہے خدا نے اپنی اور قدرت سے اسے یہاں لاکر قید کردیا ہے ایسے ہی نیکی کے ارادہ کے وسیلہ سے اول تو ہم یوں دریافت کرتے ہیں کہ آدمی میں کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ اسکی اصلی خاصیت نیکی ہے اور دوبارہ یوں سمجھتے ہیں کہ اسکی اصل طبقہ ملائکہ ہے جنکی شان میں خداوند کریم یوں ارشاد فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ یعنی خدا کی نافرمانی کرتے ہی نہیں جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں سو اسکا حاصل یہی ہے کہ انکی اصلی خاصیت نیکی ہے ایسے ہی انسان کے دل میں بدی کے ارادہ اور خواہش کے وسیلے سے اول تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی جزء ایسا ہے کہ اسکی اصلی خاصیت بدی ہے اور پھر یوں خیال میں آتا ہے کہ اسکی اصل طبقہ شیاطین ہے جنکے حق میں جناب باریتعالی یوں ارشاد فرماتے ہیں وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا حاصل یہہ کہ شیاطین اپنے رب کی قدیمی نافرمان ہیں سو اسکا حاصل یہی ہے کہ انکی اصلی خاصیت بدی اور نافرمانی ہے القصہ روح عالم ملکوت کی ایک چیز ہے اور نفس طبقہ شیاطین میں سے ہے خداوند کریم نے اپنی زور و قدرت سے انکو ایک جگہہ ایسا جمع کردیا ہے جیسا طوطی اور زاغ کو ایک قفس میں بند کردیں پھر جیسے بدنکے اربعہ عناصر میں ہر ایک کو اسکے ہمجنس سے تقویت ہوتی ہے ایسے ہی روح اور نفس کو بھی اپنے اپنے ہمجنس سے یعنی ملائکہ اور شیاطین سے تقویت ہوتی ہے چنانچہ بعض احادیث بھی اسپر شاہد ہیں اور بزور عقل بھی ہم یوں ہی یقین کرتے ہیں کہ اوقات مختلفہ میں یہ نیکی اور بدی کے خیال کا غلبہ بوجہ ملائکہ یا بوجہ شیاطین ہو تو ہو ورنہ جو انداز طبع زاد تھا وہ ہی رہتا غرض طبعی کیفیت جاتی ہے تو کسی خارجی شے کے غلبہ سے جاتی ہے سو نیکی کے خیال کا غلبہ بظاہر سامان بجز اعانت ملائکہ متصور نہیں علی ہذا القیاس بدی کیجانب توجہ کی زیادتی بجز تاثیر شیاطین معقول نہیں سو اگر کسی وقت نیکی کا خیال غالب ہوا اور اس وجہ سے اعمال صالحہ صادر ہوں اور اس ترکیب سے روح کی تاثیر نفس کی اسی طرح عارض ہوجاوے جیسے برتن کے نیچے آگ جلانیکی ترکیب سے آگ کی تاثیر پانی پر عارض ہوجاتی ہے اور اسکے تاثیر اصلی کو ٹھنڈک ہی دبالیتی ہے تو اس صورت میں نفس بھی روح کے کام ایسے ہی دینے لگے گا جیسے بہت گرم پانی آگ کا کام دیتے یعنے بدن کو جلادے علی ہذا القیاس اگر نفس روح پر غالب آجائیگا تو روح نفس کی تبعیت میں نفس کے کام دینے لگیگی کیونکہ ترکیب میں یہی ہوتا ہے کہ یا یہہ غالب ہوا یا وہ چنانچہ اجسام میں یہی حال رہتا ہے کبھی کسی خلط کا غلبہ کبھی کسی خلط کا بہرحال اگر روح غالب ہوگی تو اسی وقت میں روح کو بہ نسبت نفس کے اشداء علی الکفار میں سے سمجھنا چاہئے اور اس وقت میں شیطان کا بالکل خندیا اُٹھ جاتا ہے اور وہ تسلط اور حکومت جو پہلے تھی باقی نہیں رہتی لیکن جیسے کسی شخص میں ایسا اختیار تو ہو جیسے نوکر یا غلام پر ہوتا ہے مگر تاہم اپنی طرف سے اپنے جی کی بات سمجھایا کرتے ہیں وہ مانے یا نہ مانے ایسے ہی شیطان بھی اپنی حسب حیثیت دو یعنے وسوسہ ڈالنے سے باز نہیں آتا **اقول** جسقدر اس نے اس مقام میں لکھا ہے اسکو اس سے کچھ فائدہ نہیں اور نہ یہ رسالہ ایسے امور کی تحریر کا ہے اور اسنے جو نیکی اور بدی کو قیاس کیا ہے حرارت اور برودت اور یبوست اور رطوبت پر صحیح نہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ یہہ چاروں کیفیتیں تو بدن انسان میں موجود ہیں اور نیکی اور بدی کا تو کچھ انسان کے بدن میں کوئی وجود نہیں ہے فعل انسان کا اگر نزدیک عقل کے پسندیدہ ہوا تو اسکو نیک کہنے لگے اور اگر عقل کے نزدیک پسندیدہ نہوا تو اسکو بد کہنے لگے یعنی ان فعلوں کا نام نیک اور بد رکھدیا ہے اور یہ وہ سب افعال ہیں انسان کے جنکا نام نیک اور بد رکھا ہے اور یہہ اس صورت میں ہے کہ جسوقت حسن اور قبح عقلی ہو اور جسقدر اسنے لکھا ہے وہ حسن اور قبح عقلی ہی میں درست ہوسکتا ہے نہ حسن اور قبح شرعی میں اور مذہب اشاعرہ کا حسن قبح شرعی کا ہے اسواسطے کہ بعض افعال حسن شرع ایک مذہب کا وہ دوسرے مذہب کی شرع میں قبیح ہے اس صورت میں نیکی اور بدی ہی میں اختلاف ہوگا اور جب انہیں اختلاف ہوا تو پایا جاتا ہے کہ انکی اصلوں میں بھی اختلاف ہو کہ ایک مذہب میں اگر نیکی کی اصل روح ہو تو دوسرے مذہب میں وہ بدی کی اصل ہو اور نیکی کے اصل کا نام نفس تو بھی ایک اصطلاح جدید ہے اور قرآن مجید تو خدا یتعالی فائدہ اور نہ افعال کا دونونکا نفس ہی کے واسطے بیان کرتا ہے اور آدمی کے بدن میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسکی اصلی خاصیت نیکی ہو اور نہ ایسا ہے کہ کوئی جزء ایسا ہے کہ جسکے اصلی خاصیت بدی ہو بلکہ ارادہ سے اپنے چاہے نیکی کرے چاہے بدی کرے لیکن قوتیں خدا یتعالی نے انسان کے بدن میں پیدا کی ہیں جنکو کچھ کرتا ہے ان قوتوں کے وسیلہ سے کرتا ہے مگر حکم یہ کیا ہے کہ ان قوتوں کو افعال نیک میں صرف کرو اور جو کچھ اس قول میں اول سے آخر تک مرقوم ہے اس سب پانچ دست تراشات اگر بعض صحیح ہے تو بعض قابل اعتراض بھی ہے لیکن اسکے تعارض میں کچھ ہمکو فائدہ نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جسکا نفس مقہور و مغلوب ہوجاتا ہے وہ روح کی تبعیت میں اپنی کام کرنے لگتا ہے لیکن یہ نفس

نفس ہی ہے جیسے پانی کتنا ہی گرم کیوں نہو آخر پھر وہ پانی ہے اول تو آگ کے بجھانے میں ویسا ہی ہے جیسا ٹھنڈا پانی دوسرے یہہ حرارت عارضی ہے اور عارضی چیز کا کیا اعتبار ہے آگ جلانی چھوڑ دو یا چولہے پر سے اُتار کر ذرا دیر دو پھر وہی ٹھنڈا کا ٹھنڈا ہے اسیطرح جہاں نفس کی خبرداری سے ذرا غفلت ہوئی پھر وہی اپنیوں پر آجاتا ہے اور ہر وقت ایک حال رہنا محالات عادی میں سے ہے خصوصاً جسکی شان میں جناب باریتعالی یوں ارشاد فرماتے ہیں وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا یعنی حضرت آدم کی نسبت میں یوں ارشاد ہے کہ آدم بھول گئے اور ہمنے اُنمیں پختگی نپائی کیونکہ جو جو اوصاف حضرت آدم علیہ السلام میں تھے تھوڑے بہت سب بنی آدم میں ہونے چاہئیں اسکی یہہ ہے کہ توالد اور تناسل میں تو نوعیت باقی رہتی ہے اسیواسطے آدمی کے آدمی اور گھوڑی کے گھوڑا اور گدھی کے گدھا پیدا ہوتا ہے اور جب نوعیت باقی رہی تو جو جو نوعیت کے باقی رہتے میں نظر آتی ہے یعنی توالد تناسل وہی بعینہ اور اوصاف کے حق میں بھی سمجھنی چاہئیے بالجملہ سب اوصاف آدم علیہ السلام نسلاً بعد نسلٍ کم و بیش سب آدمیوں میں ہوئی تو پھر ایک حال پر رہنا ایجا اس صورت میں لازم پڑا کہ ہمیشہ نفس کی محافظت یکساں نہو بلکہ کبھی کبھی اُسکی نگاہداشت میں فرق پڑے اور نفس اپنی خاصیت کیطرف مائل ہو اور کوئی انکو کوئی تقصیر سرزد ہو باقی رہی یہ بات کہ کوئی نفس کی حقیقت کو بدلکر روح بنالے یہہ خود محالات میں سے ہے خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے لاتبدیل لخلق اللہ یعنی خدا کے پیدا کئے کو کوئی نہیں بدل سکتا الغرض کوئی صورت ایسی نہیں کہ انسان خطا و قصور سے بےاندیشہ ہوجائے لیکن اس حال کا قصور اُس قصور کی برابر نہیں کہ نفس اپنی خاصیت اصلی پر ہو اور نسبہ روح کا ذرہ برابر اثر نہو بلکہ اُلٹا اُسکا روح پر اثر ہو کیونکہ پہلی صورت میں آدمی کا کچھ قصور نہیں اسکا کام اتنا ہی تھا کہ روح کو غالب کر دے اور نفس کو مغلوب روح کی خاصیت نفس کی خاصیت کو دبا بیٹھے یہ اسکے اختیار میں نہیں کہ نفس کو بلکل روح بنادے اسکے اختیار میں نہیں کہ مدام یکساں رہے پھر جب اسکے اختیار دو باتیں نہوں اور جسقدر اسکا اختیار تھا اُسقدر کر گزرا تو پھر لائق اسکے ہے کہ معاف کیا جائے چنانچہ خداوند کریم خود فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا یعنی اللہ کسیکو اُسکی طاقت اور وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اسلئے ہمیں یقین کامل ہے کہ اسوقت کی خطائیں ہرچند خطائیں ہیں لیکن بسبب عموم رحمت اور وعدہ مذکور کے معاف کیجائیں **اقول** اس قول میں ہتانا ہے جیسا کہ تھا ہے بعضی امور قابل تعرض کے ہیں لیکن اُنکے ذکر میں ہمکو کچھ فائدہ نہیں ہے اسواسطے ترک کیا **قال الشیخ الاشعری** اب سنئے کہ انبیا سے جو لغزشیں ہوتی ہیں تو شاید اس قسم کی ہوں جن پر عتاب ہوا ہے اور احتمال ہے کہ اُنکی بسبب علو رتبہ کے موافق مشہور نیکاں را بیش بود حیرانی اُنکی زلات سب از قسم غلط فہمی ہوں اوروں کو گو اُسپر ثواب ملے پر انپر اُسپہ عتاب ہو لیکن صحیح اول ہے بات معلوم ہوتی ہے بہرحال ہرچہ بادا باد انبیا کے سوا کو خدا جانے یا انبیا پر یہاں تو فقط اتنی بات سے غرض ہے کہ یہہ صفت کہ جو اشداء علی الکفار رحماء بینہم کا خدا نے معرض تعریف میں بیان کیا اور پھر تعریف بھی ایسے وصف کے ساتھ کہ بعد رسالت اُسی کا رتبہ ہے اسیہ وصف ایسا نہیں کہ صدور گناہ یا صدور خطا اُسکے ساتھ محال ہو محال البتہ جب ہوتا کہ اس وصف والوں کو حقیقت نفسی کی تبدیل کا اختیار ہوتا سو یہہ تو معلوم یہ بھی اس وصف والوں کو تبدیل نہیں ہو سکتا کہ ایک حال پر قرار رہے اور کیونکر رہ سکیں چیزیں مخالف ایک دوسرے کے دشمن اُنکو پالا پڑا ایک شی ہو تو ایک حال پر رہے انکو واسطے یہی بہت ہے کہ شیطان کا انپر تسلط نہیں ہو سکتا خداوند کریم انسے برائیوں کو ہٹا رہتا ہے چنانچہ حضرت یوسف سے برائی اور فحش کے ہٹانے کی وجہ یہی بیان فرمائی ہے کہ وہ چنے ہوؤں میں سے ہیں فرمایا ہے کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ یعنی یوں ہی ہوا اسواسطے کہ ہٹا دیں اُس سے برائی البتہ وہ ہی ہماری چنے ہوئے بندوں میں سے القصہ یہہ لازم نہیں کہ جو اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہو اگر ان سے لغزش کا ہونا محالات میں سے ہو ہاں البتہ " بادات میں فتور نہو انکے کام میں ریا کو دخل نہو طالب اگر ہوں تو رضاء خداوندی کے ہوں نظر ہو تو اُسکے ایک فضال پر ہو سوا سی لئے بعد ان دونوں وصفوں کے بطور علامات کے اور دلائل کے یوں بیان فرمایا تراہم رکعا الخ **اقول** غلط فہمی تو انبیاء علیہم السلام میں ہرگز نہتی جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور گناہ کے صادر کرنیمیں احتیاج حقیقت نفسی کے تبدیل کرنے کی نہیں ہے انسان کو خداتعالی نے اختیار بخشا ہے چاہے اپنے ارادہ سے فعل نیک صادر کرے یا فعل بد شیطان کا انپر مسلط ہونا ہی کچھ محال نہیں ہے سب جائز الخطا تھے اور ہمراہ حضرت کے تو سب طرح کے آدمی تھے منافق بھی اور ضعیف الایمان بھی اور مؤلفۃ القلوب بھی اور مؤمنین بھی اور یہ اوصاف مؤمنین صالحین کے ہیں جنکو کہ ابتدا میں ہم بیان کر آئے ہیں اور نہ ہمراہیوں کی اور آیت کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْٓءَ الخ حضرت یوسف کے مقدمہ میں ہے کہ وہ پیغمبر تھے اور خداتعالی کے بندگان مخلصین میں سے تھے اور جو لوگ کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ تھے وہ سب کے سب مخلصین میں سے نہ تھے اگر تھے تو بعضے تھے چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ ان سب کی عبادات میں فتور نہو اور اُنکے کام میں ریا کو دخل نہو اور اگر طالب ہوں تو رضاے خداوندی کے ہوں بلکہ اُنمیں طالب دنیا اور طالب جاہ دنیا بھی موجود تھے اور وہ مہاجرین اور انصار میں سے بھی تھے چنانچہ پہلے اس سے شرح مقاصد کی عبارت میں گزرا ہے اور تَرٰىہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا بھی ان مومنین صالحین کی علامات میں سے ہے نہ سب ہمراہیوں کی علامات میں سے **قال الشیخ الاشعری** جب یہ بات مقرر ہو چکی تو اب ہماری عرض علماء شیعہ کی خدمت میں یہ ہے کہ

اول تو بسا اوقات یوں ہوتا ہی کہ بڑے بڑے کسی غلطی کے سبب سے بھلی بات کو بُری سمجھ جاتے ہیں حضرت خضر کی کشتی توڑنے کو حضرت موسیٰ جیسے اولو العزم نے بُرا سمجھا اور خلاف شریعت سمجھکر یوں فرمایا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا حاصل یہ ہی کہ تونے بُرا کام کیا حالانکہ اُنہوں نے بُرا نہیں کیا تھا بلکہ بھلا کیا تھا اگر نہ توڑتے وہ کشتی پکڑی جاتی سو اسیطرح حضرات شیعہ بلکہ حضرات ائمہ بعض اصحاب کے افعال کو مثلاً فدک کے نہ دینے کو اور سوا اسکے اور افعال کو سر دست اگر بُرا سمجھ گئے ہوں اور حقیقت میں وہ بُرے نہوں تو حضرات شیعہ ہی نقل کی رُو سے فرمائیں کیا محال ہی اور یہ نہی شاید کہ کسیکو یہ گمان ہو کہ حضرت خضرؑ اہل مکاشفہ میں تھے اُنکی بات اگر سمجھ میں نہ آئی تو بجا ہی ابوبکر کو ہم اہل مکاشفہ میں سے نہیں سمجھتے اسلئے یہ التماس ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو باہم جو شکر رنجی ہوگئی اور منشا اُسکا یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حقیقت الامر کو نہ سمجھے اور اس سبب سے دست و گریبان ہوگئے اور ایسے ہی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا حقیقت الامر کو سر دست نہ سمجھی ہوں تو کیا حرج ہی حالانکہ یہاں کوئی مکاشفہ کی بات بھی نتھی اسلئے کہ حضرت ہارون نے تو کچھ خطا کی ہی نتھی اگر معصوم ہونے کی ہیبت سے اگر بات کو مستبعد سمجھتے ہو تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا تو فقط شیعوں ہی کے نزدیک معصوم تہیں حضرت موسیٰ تو بالاتفاق معصوم ہیں اور مسلمنا یہ ہی نہیں تو یہ ناکارہ ابھی عرض کرکے آیا ہی کہ اولیا مخلصین سے چوک ہو ہی جاتی ہی اور خطا ہونا اُنسے کچھ محال نہیں جو اسوجہ سے اُنکی بزرگی کے منکر ہو جائے بزرگی اور چیز اور صدور گناہ اور چیز وہ گناہ جو مخالف لائیت ہے وہ یہ ہی کہ نفس اپنی خاصیت اصل پر باقی ہو اور روح اُسکے مغلوب ہو جائے نہ یہ کہ بمقتضای بشریت بھی نہو ورنہ ہم تو نہیں کہ سکتے حضرت آدم کی شان میں جو یہ آیا ہی وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ یا حضرت یونس کی طرف تعریض ہو کہ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ان سب کے کیا معنے ہونگے حالانکہ یہ سب وقائع کلام اللہ میں مذکور ہیں گنجائش انکار ہی نہیں اور صحابہ کی زلات اگر زلات بھی ہوں اور از قبیل غلط فہمی نہوں تب وہ کچھ کلام اللہ میں مذکور نہیں کسی حدیث متواتر میں نہیں ممکن ہی کہ غلط ہو اور یہ نہی ہم کہتے ہیں کہ غلط نہیں لیکن جو تم جواب انبیا کی طرف سے دو گے وہ ہی صحابہ کی طرف سے سمجھ لو بلکہ اُنکی طرف سے یہی عذر بہت ہے کہ وہ معصوم نہ تھے اگر خطا ہوگئی تو بلا سے جب باایں ہمہ خدا نے اُنکی تعریف کردی تو پھر کیا حاجت جواب و عذر کی کیا ضرورت ہے ہر عیب کہ سلطاں بپسندد ہنر است • **اقول** اگر کسی آدمی غیر معصوم سے غلطی ہو جائے تو کچھ عجب نہیں ہے لیکن حضرت موسیٰ سے کشتی کے توڑنے میں ہرگز غلطی نہیں ہوئی بلکہ کشتی کے توڑنے پر اُنکا اعتراض کرنا بہت صحیح اور درست تھا ظاہر کے اعتبار سے کہ کشتی کے توڑنے میں احتمال آدمیوں کے غرق ہونیکا تھا اور اُسکے توڑنے کے فائدہ کا علم نہ تھا یہ کہ غلطی اُنسے ہوئی ہو اور وہ ایک خبر غیب کی تھی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت خضر کو تو اُس سے آگاہ کر دیا تھا اور حضرت موسیٰ سے اُسکو پوشیدہ رکھا تھا ایک مصلحت کے واسطے اور اگر حضرت موسیٰ کشتی کے توڑنے کی بھلائی کو نہیں سمجھے تو یہ کوئی مسئلہ فقہیہ اور حکم حلال و حرام یا جائز اور غیر جائز کا نہ تھا کہ سب بندوں کو جسکا جاننا چاہئیے تھا بلکہ ایک امر غیب کا تھا کہ جسکو سوای خدا کے کوئی نہیں جانتا ہی یا وہ شخص کہ جسکو خدا تعالیٰ مطلع کرے اصحاب کہف کا حال جناب رسول خدا صلعم سے کفار نے پوچھا تو بتلا نہ سکے اور وعدہ بتلانے کا کیا اور قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا مختصر یہ ہے کہ بعد ہلاک ہونے قبطیوں کے جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی یہ ہی کہ ایک روز حضرت موسیٰ نے خطبہ بہت فصاحت اور بلاغت سے پڑھا تو ایک شخص نے اُنسے پوچھا کہ یا نبی اللہ کوئی آدمی تم سے بھی زیادہ عالم ہی فرمایا کہ نہیں خدا تعالیٰ کو یہ خودی حضرت موسیٰ کا پسند نہ ہوا اور چاہا کہ حضرت موسیٰ کو دکھلائے کہ بعضے بندے اُسکے ایسے ہیں کہ بعضی چیزوں کا علم اُنکو موسیٰ سے زیادہ ہی اسلئے حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ تو فلانی جگہ جا اور ایک بندہ ہمارا وہاں ملیگا اُس سے ملاقات کرکے علم سیکھ سو وہ علم چند باتوں کا تھا اور نہ جو علم کہ حضرت موسیٰ کو تھا اُسقدر علم حضرت خضر کو نتھا حضرت موسیٰ وہاں پہنچے اور اُس بندۂ صالح سے کہ وہ حضرت خضر تھے ملاقات کی اور دونو بزرگ وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک دریا پر پہنچے اور خدا تعالیٰ نے تین چار باتوں کا علم حضرت خضر کو تعلیم کیا اور حضرت موسیٰ سے پوشیدہ رکھا اور وہ دونو بزرگ کشتی پر سوار ہوئے تو حضرت خضر نے کشتی کا تختہ توڑ ڈالا اُسوقت حضرت موسیٰ نے اُنپر اعتراض کیا کہ تونے کشتی کا تختہ جو توڑا ہے تو چاہتا ہے تو کہ آدمی غرق ہو جائیں سو بظاہر یہ امر بہت بُرا تھا اسواسطے اُنہوں نے حضرت خضر پر اعتراض کیا اور اس توڑنے کا فائدہ اور بھلائی جو تھی کہ کشتی عیب دار ہو جائیگی تو بادشاہ ظالم اسکو گرفتار نکریگا اسکی حضرت موسیٰ کو کیا خبر تھی اور اُس توڑنے کی بھلائی جو تھی خدا تعالیٰ نے حضرت خضر کو تو تعلیم کی کہ تو کشتی کو توڑ ڈالنا اور حضرت موسیٰ پر اسکو ایک مصلحت کے واسطے پوشیدہ رکھا کہ موسیٰ کو تو معلوم نہو اور حضرت خضر حضرت موسیٰ کو اُسکے توڑنے کی بھلائی سے مطلع کریں اور حضرت موسیٰ کو معلوم ہو کہ مجھ سے زیادہ بھی عالم ہیں اسکے بندوں میں سے سو اس مصلحت کے واسطے خدا تعالیٰ نے علم اسکا حضرت موسیٰ سے پوشیدہ رکھا اور حضرت فاطمہ سے پوشیدہ رکھنے میں کیا مصلحت تھی بجز اسکے کہ لوگ ابوبکر کو غاصب ٹھیرائیں یہ تو ایک مسئلہ فقہ کا تھا اس سے تو سب کو مطلع کرنا چاہئے تھا اور علی الخصوص حضرت فاطمہ زہرا کہ وہ وارث تھیں رسول خدا صلعم کی کہ ایسا نہو کہ وہ دعوی کر بیٹھیں اور نزاع واقع ہو اور جسوقت

حضرت فاطمہؑ نے دعوی فدک کا کیا تھا اُسوقت تو سوائے ابوبکر کے کسینے بھی گواہی نہ دی کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اگر انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی تو خدا تعالی
نے جیسے کہ میراث پہنچنے کا ذکر کیا ہے کہ فلانے کو اسقدر پہنچے اور فلانے کو اسقدر تو ایسے ہی یہ بھی ذکر کرتا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی اپنے پیغمبر ختم المرسلین ہی کو حکم
کرتا کہ تیرا کوئی وارث نہیں ہوسکتا یہ کیا کہ قرآن میں تو ذکر نہ کیا اور ابوبکر کو زبانی پیغمبر کے کہلا بھیجا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اور اصحاب رسولخدا صلعم انبیاء سب
سے نیچے کہ انبیاء خلاف شرع محمدی کے وحی آتی ہو کہ ظاہر میں تو اُنکے افعال بد او مخالف شرع کے ہوں اور حقیقت میں وہ بُری نہوں کہ علیحدہ خدا تعالی نے اُن فعلوں
کی بھلائی کی خبر اُنکو کردی ہو اور سوائے اُنکے اور لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو جیسے کہ کشتی کے توڑنے کی بھلائی کی خبر حضرت خضر کو تو کردی اور حضرت موسیٰ کو نہ کی اور از روے
نقل کے محال کیونکر نہیں ہی کہ خدا تعالی تو جمیع بندوں کو حکم توراثت کرے خواہ پیغمبر ہو خواہ غیر پیغمبر اور پیغمبر کے موروث ہونے کا ذکر نہ کرے اور حضرت ابوبکر فرمائیں کہ پیغمبر کا کوئی
وارث نہیں ہوتا ہی تو کیونکر اُنکے قول کی تصدیق کی جائیگی جو مخالف قرآن ہے اور اس شیخ کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسولخدا صلعم مخالف قرآن کی اگر کچھ کہیں یا کریں
جیسے کہ زنا کرتا ہی یا شراب پیتا ہی یا گوشت خوک کھاتا ہی تو بے عذر شرعی اسکو ہم برا نہیں کہہ سکتے کہ گو ہم اُسکو برا سمجھ گئے ہوں لیکن حقیقت میں وہ برا نہو سو یہ بات اہل سنت ہی کو
مبارک رہے اور حضرت خضر کو تو ہم اہل مکاشفہ میں سے نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے اُنکو تو تعلیم کردیا تھا اور حضرت موسی کو تعلیم نہ کیا تھا تاکہ حضرت موسیٰ کو معلوم ہو
کہ مجھسے بھی زیادہ عالم ہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے درمیان ہرگز شکر رنجی بھی نہیں ہوئی تھی اور پہلے اسکے ہم لکھ چکے ہیں کہ قوم کے دکھانے کو اپنی طرف حضرت
ہارون کو کھینچا تھا تاکہ وہ لوگ سمجھیں کہ یہ بڑا سخت گناہ ہی کہ جسمیں اپنے بھائی کو کھینچا اور اپنے اس فعل سے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت نکریں اور حقیقۃ الامر کو حضرت موسیٰ سے
سب کچھ سمجھے ہوئے تھی اور دست گریبان کب ہوئے تھے جھوٹ کسواسطے لکھتا ہی سر اُنکا البتہ اپنی طرف کو کھینچا تھا سو ہوسکتا ہی کہ واسطے دریافت کرنے کے غصہ میں جو بھرے ہوئے تھے
اپنی طرف کو سر اُنکا کھینچا ہو اور حضرت زہرا حقیقۃ الامر کو کیونکر نہ سمجھی ہونگی وہ تو خوب سمجھی ہوئی تھیں اور جانتی تھیں کہ ابوبکر اس روایت میں جھوٹے ہیں اور کیونکر
ایسا نہ سمجھتیں کہ دیکھتی تھیں کہ ایک شخص خلاف قرآن کے جھوٹ بول رہا ہی اور جسوقت ابوبکر نے بیان کیا تھا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی اور ظاہر میں یہ امر برا تھا
اور حقیقت اسکی جسمیں بھلائی تھی اُسکو حضرت فاطمہ نہیں سمجھیں تو ابوبکر نے اُسکی حقیقت بیان کی ہوتی جیسے کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے حقیقت کشتی کے توڑنے کی
جسمیں بھلائی تھی بیان کی لیکن ابوبکر کے پاس اور کیا حقیقت اسکی تھی بجز اسکے کہ ایک روایت جھوٹی بناکر کہدی بھلا یہ بھی کچھ جواب ہے واہی اور بیہودہ اور یہاں معصوم
ہونیکو کچھ دخل نہیں ہی اور نہ حضرت موسی اور حضرت ہارون کے قصہ کو کچھ دخل ہی اور نہ حضرت زہرا کے معصوم ہونے کی جہت سے اسکو ہم مستبعد سمجھتے ہیں بلکہ ہم خود جانتے
ہیں کہ واقع میں ابوبکر نے مخالف قرآن کی ایک روایت بناکر بیان کی اور اول تو ابوبکر کا اولیاء مخلصین میں سے ہونا ثابت نہیں ہی اور اولیاء مخلصین سے گو خطا صادر ہو لیکن
اُس خطا کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسی ہی اور ایسی خطا عمداً اپنے نفس کے فائدہ کے واسطے کہ جسمیں آزار رسولخدا صلعم ہو وہ منجر بکفر ہوگی اور ایسی خطا میں ولایت و اخلاص
باقی نہیں رہتا ہی اور جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی کہ جسنے فاطمہ زہرا کو آزار پہنچایا اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ جب ابوبکر اپنی خطا بخشوانے کے واسطے پاس حضرت
فاطمہ کے گئے تو حضرت فاطمہ نے اپنا منہ اُنکی طرف سے دیوار کی طرف پھیر لیا اور فرمایا کہ تُنے مجکو آزار پہنچایا ہی تمہاری شکایت رسولخدا صلعم سے کرونگی اور بزرگی جبھی تک ہے کہ
گناہان کبیرہ عمداً صادر نہوں اور جب گناہ اکبر الکبایر جان بوجھکر کیا تو بزرگی کہاں تھی اور اُنکے نفس ہی روح پر غالب تھے اور بمقتضاء البشریت یہ گناہ اُنکا تھا اور حضرت
آدم اور حضرت یونس اور جناب رسولخدا صلعم نے تو کسیکا حق غصب نہیں کیا ہی اور اگر تمہارے نزدیک اُنسے خطائیں سرزد ہوئی ہیں تو وہ اُنکی ہی نفسوں کے واسطے ہیں کسی دوسرے
کو آزار نہیں پہنچایا ہی اور سوائے اسکے وہ معصوم ہیں اُنکے واسطے تاویل کر کے معنی صحیح بتلائے جائینگے اور ابوبکر تمہارے نزدیک بھی معصوم نہ تھے تاکہ اُنکے حق میں تاویل
کی جاتی اور اگر انبیاء کو بھی تم فاسق اور جائز الخطا مثل ابوبکر کے جانتے ہو تو پھر یہ کاہیکو دعوی کرتے ہو کہ انبیاء معصوم تھے یہ دعوی تمہارا جھوٹا ہی اور وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰى
میں عصیان امر مستحب کا تھا اور مستحب ترک کرنے کو بھی عصیان کہتے ہیں چنانچہ یہ مصرع ایک شعر کا ہی ع والامر ان تسمی تارک النفل عاصیا اور مستحب کا ترک کرنا گناہ نہیں ہے
اور مستحب اسواسطے تھا گندم کا نہ کھانا کہ وہ حضرت آدم ہی کو فائدہ کے واسطے تھا کہ ہمیشہ بہشت میں رہتے اور غویٰ سے مطلب یہ ہے کہ جیسے تفسیر بیضاوی میں ہی کہ گم اور ناامید ہو مطلوب
سے کہ وہ ہمیشہ بہشت میں رہنا تھا اور بعد اسکے فرمایا کہ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ اور وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ میں یہ ہی کہ خدا تعالی حضرت صلعم کو فرماتا ہی کہ اور نہو تو مثل صاحب مچھلی کے
عذاب کے جلدی طلب کرنے میں یعنی مثل یونس کے کہ اُنکو مچھلی نگل گئی تھی یعنی عذاب کے نازل ہونے میں مثل یونس کے جلدی نکر سو یہ دونو حضرت آدم کے اور یونس کے کچھ گناہ نہیں
ہیں اور بعد اسکے حضرت آدم کے واسطے تو ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ اور حضرت یونس کے واسطے فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فرمایا بعد اسکے کہ اس ترک اولی سے اُنہوں نے توبہ کی اور توبہ اُنکی قبول
کی اور ابوبکر کے واسطے بھی خدا تعالی نے کہیں فاجتباہ ربہ فرمایا ہی اور ابوبکر نے اپنی اس گناہ کبیرہ سے توبہ بھی کی تھی فدک کو فاطمہ زہرا علیہا السلام پر رد کرتے تاکہ خدا تعالی

تو یہ اُنکی قبول کرنا اور باکان لبنی میں تو کوئی گناہ کی بات ہی نہیں ہی بلکہ یہ حکم ہے کہ اُن قیدیوں کو قتل کرنا چاہئے اور رسولخدا صلعم کا یہ حکم تھا کہ قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دو بلکہ ابو بکر نے یہ مشورہ دیا تھا کہ یارسولخدا یہ تیری قوم کے آدمی ہیں ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دی کہ یہ فدیہ تیری اصحاب کے کام آئیگا جب ابو بکر نے یہ مشورہ دیا تو اُنکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا یعنی چاہتے ہو تم مال دنیا کا سو اس میں بھی اگر گناہ ہی تو ابو بکر کا ہی نہ رسولخدا صلعم کا یہ ہیں معنی ان آیات کے جو کچھ کہ ہمنے بیان کئے اور انکار ان آیتوں کا کسیکو نہیں ہے اور معانی صحیحہ انکے وہ ہیں جو کہ ہمنے بیان کئے نہ وہ کہ جو تو سمجھا ہی اور زلات کیا بلکہ کبائر بعضے صحابہ کے وہ ہیں کہ جو از قبیل روایت ہیں نہ روایت امر اگر روایتیں بھی ہیں تو وہ اصح الکتب کی کہ جنمیں امکان غلطی کا اہلسنت کے نزدیک نہیں ہے اور آجتک کسی نے اُن روایتوں کا انکار بھی نہیں کیا ہی اور اگر انکار کرتے ہو تو بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ نہیں بلکہ اغلط الکتب بعد کتب الضلال کہو اور مدار جو اہل سنت کے مذہب کا صحاح ستہ پر ہے اُس سے دست بردار ہو کر کوئی اور مذہب اختیار کرو اور انبیاء کی طرف سے تو ہم جواب دیچکے کہ وہ معصوم تھے اُن سے کوئی فعل بد صادر ہی نہیں ہوا ہی اور اگر بالفرض اُن سے قرآن میں کوئی لغزش کی صورت ظاہر ہوگی تو اُس میں ہم تاویل کر کے معنی صحیح پیدا کرینگے اُنکی عصمت کے باقی رکھنے کے واسطے اور خلفاء ثلثہ معصوم نتھے کہ اُنکے افعال میں تاویل کیجائے جو کچھ اُنہوں نے کیا ہے وہ قابل گرفت کے ہوگا اور غیر معصوم کے قول و فعل میں تاویل ہو ہی نہیں سکتی چنانچہ ملا علی قاری شارح مشکوۃ نے اپنی رسالہ میں لکھا ہی کہ غیر معصوم کے قول و فعل میں تاویل نہیں ہو سکتی ورنہ اگر اُنکے بھی قول و فعل میں گنجایش تاویل کی ہو تو ہر ایک کا قول و فعل کفر کا تاویل کر کے درست کر دیا جائے اور گو وہ معصوم اور نبی نہیں ہیں لیکن جب گناہ ہائے کبیرہ اور سخت اُن سے صادر ہوئے تو وہ سزاوار نار جہنم کے ہوئے اور تعریف خداتعالی نے اُنکی کسی آیت میں نہیں کی ہی اور اگر مجملاً کسی آیت میں تعریف کی ہی تو ایسے ہی مجملاً دوسری آیت میں مذمت بھی اُنکی کی ہی اور گناہ اُنکے ایسے سخت ہیں کہ جواب اور عذر اُنکا کچھ نہیں ہو سکتا اور خداتعالی عیب کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہے بلکہ عیبدار کو سزائے سخت پہنچاتا ہی **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس قسم کے قصور قابل گرفت نہیں ہیں اور عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ اُنپر محاسبہ اور مواخذہ ہو بلکہ اُن اوصاف کے بیان ہی میں اس بات کیطرف اشارہ فرمایا اس لئے کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہونا کچھ اس بات کو نہیں چاہتا کہ اُن سے کوئی خطا نہوئی ہو اور جب اس بات کا التزام نہوا اور خداوند کریم نے باوجود امکان صدور خطا اُنکی تعریف فرمائی تو یہ معنی ہوئے کہ یہ صفت ایسی نہیں کہ اُنکی سامنے اس قسم کی باتوں کا حساب کیا جائے بلکہ یہ خوبی فقط اسقدر ہے کہ سب کو محو کئے دیتی ہی تو ضمناً اشارہ اُنکی مغفرت کی طرف ہوا اور جواب بھی وہ معذب ہو سکیں تو بعید کیا التعریف جہنمی سہی تو سو درجہ بلکہ پاخانہ پیشاب بھی اچھی ہیں چنانچہ ظاہر ہی القصہ نظر انصاف چاہئے خدا کی تعریف کے بعد پھر کہیں ہو سکتا ہی کہ صحابہ جہنم میں جائیں پھر اس صورت میں ایک کیا لاکھ گناہ اُنکے ذمہ میں لگادو جو کریگا وہ اپنی عاقبت خراب کریگا اور سمجھنے والے اُسکو تعریف سمجھینگے اور حق بھی تو ہی جب کوئی بادشاہ دانشمند جسے انتظام مملکت کا خیال ہو اور وہ ملازموں کے حال کا نگراں ہو اپنے چند ملازموں کو باوجود خطاؤں کے کچھ نکہے تو ظاہر میں یہی سمجھ میں آتا ہی کہ یہ کوئی بہت ہی پیارے ہیں کہ اسحال پر بھی ان سے مواخذہ نہیں اور جو اُلٹی تعریف کرے اور اُنکے غمازوں اور دشمنوں سے جو اُس سے کینہ رکھتے ہوں بری طرح پیش آئے اور اُنکے ان کمالات کو جو اپنے نزدیک اور اُنکے دشمنوں کے نزدیک اُنکے مسلم الثبوت ہوں اُنکے دشمنوں کو سنا سنا کہے کہ ان میں سے جس میں یہ اوصاف پائی جائیں ہمنے اُنکی سب خطائیں معاف کیں بلکہ اُسکے لئے اور انعام قرار واقعی تیار کیا ہی تو اس صورت میں بجز اسکے اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کو ان ملازموں سے محبت ہے اور اُسکو اُنکی بیچ ہی جو اُنکا دشمن ہی وہ اُسکا دشمن جو اُنکا دوست وہ اُسکا دوست ہے **اقول** قرآن شریف کی اکثر آیتوں میں مجملاً تعریف مومنین کے لکھی ہی جیسے کہ مجمل مذمت اُنکی لکھی ہی اور اُن تعریف والوں ہی میں سے مرتد بھی ہوگئی ہیں اور جن صحابہ کی یہ تعریف ہی اُنکا کسکو انکار ہی مگر کل ہمراہیان رسولخدا صلعم کی یہ تعریف نہیں ہی کہ تمام حضرات کے منافقین اور ضعیف الایمان بھی تھے کہ جو بعد حضرت کے مرتد ہوگئے اور حضرت نے خود فرمایا ہے کہ جو حوض کوثر پر سے ملائکہ کچھ آدمیوں کو ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے میں کہونگا کہ انکو کہاں لیجاتے ہو یہ تو میری اصحاب ہیں اُسوقت ملائکہ مجھ سے کہینگے کہ تو نہیں جانتا ہی یہ بعد تیرے جسوقت کہ تو نے وفات پائی ہی اُسیوقت سے مرتد ہوگئے تھے اور دین میں احداث کیا تھا چنانچہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھی ہی سو بعد وفات حضرت کے اُسیوقت سوائے خلافت کے اور کونسا امر حادث ہوا تھا اور اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ سب صحابہ کے حق میں نہیں ہی جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے بلکہ بعضے تو ایسے تھے کہ وہ اشداء علی المومنین یعنی ابو بکر اور عمر تھے کہ جسنے اُنہوں نے آل رسولخدا صلعم پر ہاتھ اپنا صاف کیا اور رسولخدا صلعم کے مرتے ہی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کے جلانیکا مع علی و حسنین اور جماعت بنی ہاشم کے ارادہ کیا اور آگ اور لکڑیاں واسطے جلانیکے لیگئے اور دروازہ اُس مظلومہ کے گھر کا توڑا اور سعد اور زبیر وغیرہ صحابہ کبار کی بے عزتی کی اور حقوق اہل بیت کے غصب کئے کہ یہ سب اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی اور ابو بکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں لکھا ہی کہ حضرت علی کی گلی میں چادر ڈالکر جبر و قہر گھر میں سے باہر اُنکو لائے اور

ملل نحل میں بروایت نظام معتزلی لکھا ہے کہ بضرب عمر حضرت فاطمہ کے شکم سے اسقاط محسن ہوا اور عثمان نے تو مومنین پر وہ تعدی کی تھی کہ جسکے وبال میں خود مقتول
ہوئے اور بعد اُسکے ہزاروں مومنین کو جو کہ حضرت علی کے ہمراہ تھے بعضے صحابہ نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتل کیا اور قتل کروایا یہ لوگ رحماء بینہم کیونکر ہو جائینگے
اور سوائے انکے اور صحابہ جو ہیں اور مرتد نہیں ہوئے تھے البتہ اُنکی یہ تعریف ہے تو کچھ کہ اس شیخ نے اس قول میں لکھی ہے اور سب ہمراہیوں کے یہ تعریف نہیں ہو سکتی
جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ بعضے اُن میں ضعیف الایمان بھی تھے اور مرتد بھی ہو گئے تھے اور قصور اُنکے بہت بڑے بڑے ہیں اور وہ کونسا عقل کا اندھا ہے کہ ایسے
بڑے قصوروں کو سنکر کہے گا کہ اُن سے مواخذہ نہوا اور خطا جو اُن سے ہوئی ہے تو وہ ایسی نہیں ہے کہ قابل عفو ہو کہ وہ باعث ضلالت امت ہوئی ہیں اور اُن لوگوں کی
تعریف خدا تعالی نے ہرگز نہیں فرمائی ہے اگر وہ تعریف اُنکی ہو تو چاہیئے کہ منافقین کی بھی وہ تعریف ہو جائے کہ وہ بھی رسول خدا صلعم کی ہمراہ تھے اور اگر منافقین
اس سے مستثنے ہیں تو وہ لوگ بھی اپنے افعال شنیعہ کی جہت سے مستثنے ہیں اور خوبی اُنکی کوئی نہیں ہے اور نہ کوئی اشارہ اُنکی مغفرت کیطرف ہے اور تعریف تو اصل میں
اُن لوگوں ہی کے ہی نہیں پھر پاخانہ اور پیشاب کے اُنسے اچھے ہونے میں کیا شبہ ہے کہ پاخانہ اور پیشاب نے تو کوئی ظلم نہیں کیا ہے اُنہوں نے تو ظلم کیا ہے لوگوں کو گمراہ کیا ہے
ہاں جنکی تعریف خدا نے کی ہے وہ جہنم میں نہ جائینگے اور جنکی تعریف خدا نے نہیں کی ہے اُنکے جہنمی ہونے میں کیا شبہ ہے اور ایک ہی گناہ اُنکا ایسا ہے کہ وہ اُنکو جہنم
میں لیجائیگا اور گناہونکا تو کیا ذکر ہے اور جو کہ گدہے اور اُلو ہیں وہ اُنکے گناہوں کو تعریف سمجھینگے اور جو کہ منصف اور دانشمند ہیں وہ کاہیکو سمجھینگے اور بادشاہ
اپنے ملازموں کو باوجود خطا کرنیکے کچھ بھی تو وہ خطائیں قابل عفو کرنے کی ہی ہوتی ہیں اور اگر ایسی خطائیں ہوں کہ جس سے فساد اُسکی سلطنت میں پڑ جائے اور رعیت
اُسکی بے راہ ہو جائے تو بے شک سزائے کامل اُنکو پہنچائیگا ایسے ہی بعضے صحابہ جنہوں نے ظلم کئے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کیا ہے وہ مرتے ہی اپنی سزا کو پہنچ گئے اور
مواخذہ اُن سے ہو گیا اور آخرت کا عذاب باقی ہے اور یہ اوصاف خیر انمیں تھے ہی نہیں یہ اوصاف پائے جائیں تو اُنکی خطائیں معاف ہوں اور اگر سردست
کوئی وصف پایا گیا تو چاہیئے کہ وہ ثبت الدوام ہوا اور جب دائم نہوا تو معاف ہونا خطاؤنکا معلوم اور انعام تو کہاں اور ہاں البتہ سوائے اُن لوگوں کے کہ جنکو ہم
لکھ چکے ہیں کہ اُنکی یہ تعریف نہیں ہے اُن سب سے خدا تعالی کو محبت بھی ہے اور اُنکی پیروی بھی ہے اور جو اُنکا دشمن ہے وہ اُسکا دشمن ہے اور جو اُنکا دوست ہے وہ اُسکا دوست
ہے نہ وہ لوگ کہ جنکو ہمنے اس تعریف سے مستثنے کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** سو بفضلہ تعالی یہ سارا قصہ بعینہ ان آیات کے ملاحظہ سے سمجھ میں آتا ہے کیونکہ اول تو
صحابہ کی تعریف ایسی بڑہ کر کی ہے کہ اُس سے زیادہ کوئی تعریف کی صورت امتیوں کے حق میں سمجھ میں نہیں آتی پھر بعد ازاں فرمایا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ یعنی تو جو کچھ صحابہ
کے حق میں کہا تو کفار یعنی اُنکے دشمنوں کے جلانے اور چڑانیکے لئے کہا گیا ہے سبحان اللہ کیا علم محیط خداوندی ہے کہ بعد کے تمام احوال کے طرف اشارہ فرما دیا تھا کہ تو پہلے
ہی معلوم تھا کہ شیعہ اور نواصب اور خوارج صحابہ کے حق میں غمازیاں کرینگے اور اُنکی قدر و منزلت کا جو خدا کی درگاہ میں ہے کچھ خیال نکرینگے باقی رہی یہ بات کہ
لیغیظ بہم کے ساتھ اعدا ہم کا ہونا چاہیئے تھا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ کافروں ہی کو اُنسے دشمنی ہو تو ہو مسلمانوں کا کام تو یہ نہیں کہ خدا اُنکی تعریف کرے اور اُنکی
سب خطائیں معاف کرے اور پھر بھی اُن ہی پر حسد ہی کئے جائے جنکی خدا تعریف کرے اور خدا کی بات بات سے اُنکی محبت ٹپکے پھر کمبختی ہی نہیں کہ اُنکی بدی
کرے اور بُرائیاں گائے اور خدا کو اپنا دشمن بنائے **اقول** ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے تعریف صحابہ کی بہت بڑہ کر کے لیکن جن لوگوں کو ہمنے
اس سے پہلے اس تعریف ہی سے مستثنے کر دیا ہے وہ اس تعریف سے خارج ہیں اور لیغیظ بہم الکفار جو فرمایا ہے کہ یہ بڑھ جانا اور ضعف سے قوت کیطرف پہنچنا مثل زراعت
کے کفار کو غیظ میں لائے سو وہ بدولت ضرب ذوالفقار حیدر کرار اور دیگر اصحاب نامدار تھا کہ جو ڈٹ کر کفار سے تلوار کرتے تھے نہ ثلثہ کہ جو ہمیشہ بھاگتے رہتے تھے
اور اُن تلوار مارنیوالوں ہی کو دیکھ کر وہ کفار غیظ اور غضب میں آتے تھے اور جب تعریف اُن مجاہدین کی ہوئی تو وہ بھگوڑے حسد کر کے جلتے ہوں گے اُنکے
جلانے اور چڑانیکے لئے ایسا کہا گیا ہے اور شیعہ تو اُن ڈٹ کر جہاد کرنیوالوں کے دوست اور مداح ہیں اُنکی حق میں یہ کاہیکو ہوتا اور غمازیاں اُن سے حسد کرنیوالوں اور اُنکی
دشمنوں کی کرتے ہیں کہ اُنکی دشمنوں کی قدر و منزلت درگاہ خدا میں کچھ ثابت نہیں ہے اور اُن مجاہدین کے حاسدوں اور دشمنونکے افعال جو منجر بکفر ہیں اسیواسطے لیغیظ
بہم کے ساتھ کفار کہا اور اعدا نکہا کہ کافروں ہی کو اُن سے حسد تھا اور مومن کا تو یہ کام نہیں کہ خدا اُنکی تعریف کرے اور پھر بھی اُنسے حسد کئے جائے اور جنکو یہ کہتا ہے کہ
خطائیں اُنکی معاف کیں یہ سب غلط ہے اور اُنکی خطاؤنکا معاف کرنا کہیں ثابت نہیں ہے اور نہ اُنکی تعریف کی ہے اور تعریف خدا نے اُن لوگوں کی کی ہے جو اُسکی راہ میں جاں
بازیاں کرتے تھے اور خدا کی بات بات سے اُنکی ہی محبت ٹپکتی ہے چنانچہ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ یعنی تحقیق خدا دوست رکھتا ہے
اُن لوگوں کو کہ جنگ کرتے ہیں بیچ راہ خدا کے صف باندھنے والے ہو کر گویا کہ وہ ایک بنیاد ہے مضبوط سیسہ پلائی گئی اور بھگوڑوں کو خدا دوست نہیں رکھتا ہے اور

بعضے بھگوڑوں کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ قول آئندہ میں ہم لکھیں گے یہی ورجو کوئی کہ ان مجاہدین سے حسد اور دشمنی کرے پھر بدبختی ہے اسکی نہیں کہ خدا کو دشمن اپنا بنائے قال الشیخ الاشعری یا یوں کہیئے کہ منکران صحابہ کو جو نوبت کلمہ گوئی آئی اور بزعم خود مسلمان ہوئے تو یہ صحابہ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے نہ وہ جہاد کرتے نہ اسطرح اسلام پھیلتا اور نہ یہ کلام اللہ کا رواج ہوتا کہ شیعہ تک باوجودیکہ کلام اللہ کو اُن سے کیا نسبت کلام اللہ کی تلاوت سے مستفید ہوتے ہیں پھر باینہمہ اگر اُنکے شکرگزار نہوں تو پھر کس کے ہونگے اور انکی حق میں گستاخی کرینگے تو پھر کسکا ادب کرینگے ان سے زیادہ بڑھکر اور کون کافر نعمت ہوگا اسی لئے جناب باریتعالیٰ نے دشمنان صحابہ کو کافر فرمایا پھر چونکہ علم غیبی میں صحابہ کی نسبت بدگوئی اور گستاخی کا ہونا متحقق تھا تو جیسے مثال مذکور میں غمازوں کے لئے بیان کیا تھا ایسے ہی ایسے ہی غمازان صحابہ کو سنا سنا کر یہہ ارشاد فرماتے ہیں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا یعنی حاصل اسکا اس صورت میں یہ ہوا کہ اے منکران صحابہ یہ جماعت صحابہ جنکی ہم تو تعریف کرتے ہیں اور تم پھر بھی اُنکی بدگوئی سے باز نہیں آتے اور تسپر بھی نہیں سمجھتے اگر بالفرض ایسے ہی ہیں جیسے تم کہتے ہو اور واقعی اُنسے خطائیں ہوئیں ہیں جنکو تم گاتے پھرتے ہو تب کیا ہوگا ہمنے تو یہ وعدہ کرلیا ہے کہ انمیں سے جو ایمان رکھتا ہوگا اور اُس نے اچھے اچھے عمل کئے ہوں گے ہم اُسکے خطائیں بھی معاف کردینگے اور اُنکو اجر عظیم بھی دینگے پھر جب وہ کافروں کے ساتھ تیز و تند ہوں اور آپس میں محبت رکھتے ہوں نماز میں ہمیشہ مشغول رہیں سوا خدا کے رضامندی اور اُسکے افضال کے اور کہیں کے طلبگار نہوں تو ہم اُنکے گناہ کیونکر نہ معاف کریں اور اُنہیں کسی عذر سے اُنکی ایمان اور اعمال صالحہ کا اجر نہ دیں اس سے زیادہ ایمان اور اعمال صالحہ کے اور کیا سوا ہے اگر یہ شرط ہوتی کہ ایمان اور اعمال صالحہ کی ساتھ گناہ بھی کسی قسم کا نکریں تب بھی ایک بات تھی اُس وعدہ میں تو یہ شرط نہ تھی اہل فہم اس سے سمجھ گئے ہونگے کہ منہم جو بعد عملوا الصالحات بڑھایا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بلحاظ حقیقت میں منکروں کے جواب کے لئے بیان کیا گیا ہے اور اسکی یہ صورت ہے جیسے مرقوم ہوئی ورنہ یہ معنی اگر ہوں کہ کوئی اُنمیں سے ایمان لایا اور عمل صالح کیا اور کوئی کافر بھی رہا نعوذ باللہ تو اسکو ہم جانتے ہیں شیعہ بھی باور نکرینگے اسلئے کہ خدا کے لئے تو یہ بھی معتقد ہیں کہ خدا جسے مؤمن بتلائے وہ مومن ہی ہے کافر نہیں سو خدا نے اُنکے ایمان اور اعمال صالحہ کی پہلی ہی گواہی دیدی بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ میں سے بھی اول قسم کے ایمان اور اول قسم کے اعمال صالحہ کی گواہی دی کیونکہ ایمان میں تو اس سے بڑھکر کوئی ایمان نہیں کہ خدا سے محبت اس درجہ کو پہنچے کہ اُسکے دشمنوں سے کیسے ہی باشد اپنا ہو یا بیگانہ عداوت ہوجائے اور اُسکے دوستوں سے کیسے ہی باشد محبت ہوجائے کیونکہ سب کے نزدیک بالاتفاق محبت اعلیٰ مقامات ایمان میں سے ہے اور پھر وہ بھی اسقدر اور وجہ اسکی ظاہر ہے اسلئے کہ ایمان کہتے ہیں کسی چیز کے یقین کرکے تسلیم کرلینے کو سو اصطلاح شرع میں خاص خدا کے کمالات پر یقین کرلینا اور پھر اُنکو تسلیم کرلینا یعنی مثلاً احکم الحاکمین ہے تو اُسکے یہ معنی ہوئے کہ اول تو خدا میں اس وصف کو یقین سمجھے پھر تسلیم بھی کرے سو حاکم کی حکومت کی تسلیم کرنے کے یہی معنی ہیں کہ اُس سے منحرف نہو جائے علیٰ ہذا القیاس سب کمالات کو سمجھو **اقول** جو کہ صحابی ہے کہ جس نے صحبت رسول خدا صلعم کی حاصل کی اور ایمان پر مرا اُسکا تو کوئی بھی منکر نہیں ہے اور اگر منکر ہیں تو اُن لوگوں کے ہیں کہ جنہوں نے صحبت تو رسول خدا صلعم کی حاصل کی لیکن بعد وفات حضرت کی اُنکو کچھ اثر نہ کیا آخر کو بسبب حب جاہ اور طمع دنیا کے ایمان صحیح پر باقی نرہے اور مرتد ہوگئے اور مسلمانوں کے ایمان کے حاصل ہونے میں صدقہ اُن صحابہ کی جوتیوں کا ہے جنہوں نے جہاد کئے راہ خدا میں اور مقتول ہوگئے یا زخمی ہوگئے یا کفار کو قتل کیا اور کفار کے مقابلہ سے رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگے نہیں مثل ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ کے چنانچہ خداتعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ اور قرۃ العینین میں شاہ ولی اللہ پدر مولوی عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ جنگ احد میں صحابہ نے فرار کیا تو پہلے جس نے کہ معاودت کی ابوبکر تھے اور پیچھے اُنکے ابو عبیدہ تھے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ عمر اور عثمان وغیرہ اصحاب جہاد میں سے بھاگے اور رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑا اور ایسے بیخود ہو کر بھاگے کہ پیچھے کی کچھ خبر نہ رہی جناب رسول خدا صلعم اُنکو پکارتے تھے کہ کہاں بھاگے جاتے ہو ادھر آؤ میں ہوں رسول خدا کیا خدا اور رسول سے بھاگتے ہو کوئی پھر کر نہ دیکھتا تھا اور اگر کہیں کہ اس بھاگنے کا قصور تو معاف ہوگیا تھا تو ہمکو اس سے کیا کہ ہمارا کلام تو اسمیں ہے کہ وہ ہمیشہ بھاگتے رہتے تھے اُنکے جہاد سے کچھ فائدہ نہیں ہوا گو یہ گناہ ضمن میں سب بھگوڑوں کے معاف ہوگیا ہو اور بعد اسکے پھر بھی تو بھاگے ہیں جنگ حنین میں بھاگے اور جنگ خیبر میں بھاگے اور سوائے اسکے کئی جہادوں میں سے بھاگے اُنہوں نے کچھ جہاد نہیں کیا ہے جو کہا جاوے کہ یہ کلمہ گوئی اُنکی جوتیوں کا صدقہ ہے بلکہ حضرت علی کی جوتیوں کا صدقہ تھا کہ جس نے بضرب ذوالفقار ترقی اسلام کی کرکے مسلمانوں کو بڑھایا اور ابوبکر اور عمر نے اُنکے صدقے سے بادشاہی مسلمانوں کی حاصل کی اور جسوقت صحابہ بھاگ گئے اور جماعت کفار کی رسول خدا صلعم پر حملہ کرتی تھی تو حضرت فرماتے تھے کہ اے علی ع دفع کر انکو حضرت علی تن تنہا اُنکو قتل کرتے تھے اور متفرق کردیتے تھے اسقدر لڑے کہ تلوار اُنکی ٹوٹ گئی اور رسول خدا صلعم نے ذوالفقار عنایت کی تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ سترہ زخم علی کے بدن پر لگے تھے اور لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار جو مشہور ہے اسی روز ہاتف نے اسکی آواز دی تھی اور جنگ خندق میں تو حضرت علی ع نے

ایسے زبردست پہلوان عمرو بن عبدود کو مار کر اسکے ہی مارے جانے سے لڑائی فتح ہوگئی اور خیبر کی لڑائی مشہور و معروف ہے کہ جب ابوبکر اور عمر بلکہ عثمان بھی بھاگ کر چلے گئے تو حضرت علی نے وہ لڑائی فتح کی اور مفصل حضرت علی کی شجاعت اور جانبازی کا حال تواریخ کی کتابوں میں لکھا ہے سو جو کچھ ترقی اسلام اور رواج کلام اللہ ہوا ہے سو وہ حضرت علی کی تیغ کے طفیل سے ہوا ہے نہ ثلثہ کے سبب سے اور کلام اللہ شیعوں کا تو دین و ایمان ہے تیری ثلثہ ہی کو نسبت قرآن سے کچھ نہ تھی کہ قرآن انکو یاد نہ تھا تو مسائل میں غلطیاں کرتے تھے اور عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور عمر کو تو ایسے عدم مناسبت قرآن سے تھی کہ بارہ برس میں ایک سورہ بقر یاد ہوا تھا جسکی خوشی میں گائے ذبح کی تھی اور عثمان نے تو یہ غضب کیا ہے کہ کثرت سے آیتیں بلکہ بعضی سورت بھی قرآن میں سے نکال ڈالی اور جو قرآن کہ کامل تھے اور جناب رسولخدا صلعم نے انکی اوپر عمل کرنیکا حکم دیا تھا انکو جلوا دیا چنانچہ پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور بیشک ہم ان لوگوں کے شکرگزار ہیں جنہوں نے جہاد کر کے دین کو بڑھایا اور بھگوڑوں کے شکرگزار کیونکر ہو جائیں اور مجاہدین ہی کا ہم ادب کرتے ہیں نہ بھگوڑوں کا اور جو کچھ گستاخی کرتے ہیں وہ بھگوڑوں کی نسبت کرتے ہیں نہ مومنین خالصین کی اور کافر نعمت وہ ہیں کہ جنہوں نے کفران نعمت ان لوگوں کا کیا کہ جن لوگوں نے بڑی جانبازیوں سے جہاد کر کے اسلام کو قوی کیا تھا کہ ان سے حسد کیا اور انکے حقوق دبا بیٹھے اسواسطے باریتعالی نے حاسدان صحابہ مجاہدین کو کافر فرمایا پھر چونکہ علم غیبی میں صحابہ مجاہدین کی نسبت حسد کا ہونا متحقق تھا جیسے مثال مذکور میں حاسدوں کے لئے بیان کیا گیا تھا ایسے ہی حاسدان مجاہدین کو بھی سنا سنا کر یہ ارشاد فرماتے ہیں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اسواسطے کہ رسولخدا صلعم کے ہمراہیوں میں سے خدا تعالی ان لوگوں کو فرماتا ہے اور وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا ان لوگوں سے کرتا ہے کہ انہیں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور اعمال نیک انہوں نے کئے ہیں سب ہمراہیوں سے اور جنکے اعمال اچھے نتھے اور جہادوں میں سے بھاگتے تھے ان سے یہ وعدہ نہیں ہے اور سوائے اسکے یہ ہے کہ ان میں یہ اوصاف بھی نہ تھے کہ مومنین سے سختی پیش آتے تھے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور اگر انکا ایمان ظاہر ہے اور اعمال نیک فرض کئے جائیں تو بھی وہ موافق تحریر اس شیخ کے اس وعدہ سے خارج ہیں کہ اسنے آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ کی تفسیر میں پہلے اس سے لکھا ہے کہ من بیانیہ ضمیر پر نہیں آتا ہے بلکہ من تبعیضیہ آتا ہے سو اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ جو کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہیں انہیں سے بعضوں کے واسطے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا ہے نہ کل کے واسطے سو اس علت سے وہی لوگ خارج ہونگے جو جہادوں میں سے بھاگتے تھے اور مومنین پر سختیاں کرتے تھے اور یہ جو اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اے منکران صحابہ الخ سو جو کہ صحابہ ہیں کہ جنہوں نے صحبت رسولخدا صلعم کی پائی ہے اور ایمان پر مرے ہیں انکا تو کوئی منکر ہی نہیں ہے اور انکی ہی خدا تعالی تعریف کرتا ہے نہ انکی جو کہ مرتد ہو گئے تھے اور اسیواسطے موافق تحریر اس شیخ کے من تبعیضیہ مناسب ہے اسواسطے کہ ارتداد سے پہلے تو وہ بھی کچھ ایمان اور اعمال صالحہ رکھتے تھے سو مومنین صالحین میں سے بعض سے ہی وعدہ ہے اور خلفا کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسے ہیں اگر وہ خطائیں منجر بکفر اور موجب ضلالت مردم اور حقوق الناس ہیں تو وہ ہرگز بخشے نہ جائینگے اجر عظیم تو کجا اور جب ایسا حال ہے تو ایمان صحیح اور عمل نیک بھی نہوا اور موافق تحریر اس شیخ کے اگر وہ ایمان اور عمل نیک رکھتے ہیں تو انہیں سے بھی مغفرت بعضوں ہی کی ہے نہ کل کی اور سوائے اسکے یہ ہے کہ مغفرت انکے واسطے ہے جن میں وصف اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا تھا اور جو لوگ کہ برعکس اسکے تھے کہ کفار پر تو سختی نہیں کرتے تھے بلکہ جہاد میں انکے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے تھے اور سختی مومنین پر کرتے تھے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ان لوگوں کی مغفرت کا وعدہ نہیں ہے اور جن لوگوں میں ہمارا کلام ہے نہ وہ تیز و تند کفار پر تھے اور نہ محبت آپس میں رکھتے تھے انکی گناہ معاف نہونگے اور جو کہ بعضے انمیں سے مرتد ہو گئے ہیں ارتداد سے پہلے وقت نزول اس آیت کے وہ بھی کفار پر تیز و تند تھے اور آپس میں محبت رکھتے تھے اور نماز میں مشغول رہتے تھے اور خدا کی رضامندی کو طلب کرتے تھے لیکن بعد ارتداد کے کچھ فائدہ اسنے انکو نہ بخشا اور ارتداد بعضے صحابہ کا ثابت ہے اور رسولخدا صلعم نے بھی اسکی خبر دی ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور سبکے سب کافروں پر تیز و تند ہونا یہ کہاں سے تو کہتا ہے خدا تعالی تو حضرت کے ہمراہیوں کو فرماتا ہے اور ہمراہ حضرت کے منافقین اور ضعیف الایمان اور مولفۃ القلوب بھی تھے وہ کاہیکو کفار پر تیز اور تند ہونگے اور اجر ایمان اور عمل صالح کا ان لوگوں کے واسطے ہے کہ جو دم واپسیں تک مومن رہے نہ کل کیواسطے اور بیشک ایمان اور عمل صالح کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ کوئی گناہ ایسا نکریں کہ جو موجب دخول نار ابدالاباد ہو اور اگر یہ شرط نہو تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو فرمایا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اور رسولخدا صلعم نے جو فرمایا ہے کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ صرف خدا کے پروردگار کہنے سے اور محمد صلعم کے رسولخدا کہنے سے ہمیشہ بہشت میں رہے چاہے اپنی ماں اور بہن اور دختر سے زنا کرے اور شراب نوش کرے اور مومنین کے حقوق غصب کرے اور انکو آزار پہنچائے اور صالح سے تو یہ مراد ہے کہ عمداً گناہ کبیرہ عمل میں نہ لائے چہ جائے کہ اکبر الکبائر پہلے سب کا صالح ہونا ثابت کرلو تب گفتگو کرو اور منہم کا بعد عملوا الصالحات کے اسواسطے نہیں بڑھایا ہے جیسا کہ تو کہتا ہے قرآن میں تحریف کسواسطے کرتا ہے بلکہ اسواسطے بڑھایا ہے کہ جو کہ مومنین صالحین ہیں انکی ہی واسطے

مغفرت ہے نہ اُنکے غیر کے واسطے یہ من منہم میں بیانیہ ہو اور تیری تحریر کے موافق تبعیضیہ ہے تو مومنین صالحین میں سے بھی بعضوں ہی کے واسطے مغفرت ہو نہ کل مومنین کے واسطے
اور منکرین بعض صحابہ کا جواب معقول تو کسیطرح نہیں ہوتا وہ تو محال ہے اور خدا تعالی اس آیت میں والذین معہ فرماتا ہے سو ہمراہ حضرت کے سب کے سب مومنین کب تھے بلکہ
بعضے منافقین اور بعضے ضعیف الایمان بھی تھے پھر یہ معنی کیونکر ہونگے کہ کوئی ان میں سے ایمان لایا اور عمل صالح کئے اور کوئی کافر ہی رہا نعوذ باللہ کہنے کا یہاں کون
محل ہے اور شیعہ کیا جو کہ سمجھ رہے ہونگے وہ ایسا ہی کہیگا جیسا کہ میں کہتا ہوں لیکن خدا تعالی نے اُن ہمراہیوں میں سے مومنین صالحین کو مستثنی کر لیا ہے کہ جو کہ تا دم واپسیں
ایمان صحیح اور عمل صالح پر باقی رہا اور ان میں سے بھی کچھ مرتد بھی ہوگئے ہیں جنکی ارتداد کی رسولخدا نے خبر دی ہے کہ میرے بعضے صحابہ کو دوزخ میں لیجائیں گے اور ان لوگوں
ہی کیطرف خدا تعالی خطاب کرتا ہے کہ یاایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ اور انکے ہی حق میں فرماتا ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ اور خدا تعالی نے اُن سب کو مومن بھی
نہیں فرمایا ہے بلکہ یہہ فرمایا ہے کہ جو کوئی مومن ہو وے غیر تعین کے ساتھ اور خدا تعالی نے ہرگز اُن سب کے ایمان اور عمل صالح کی گواہی نہیں دی ہے اور نہ وصف اشداء
علی الکفار رحماء بینہم اُن سب میں ثابت ہے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور بعضے اُن میں سے ایسے تھے کہ یقین ہی اُن میں نہ تھا بلکہ نبوت میں رسولخدا صلعم کے شک کرتے تھے جیسا کہ ہم
پہلے اس سے لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** مگر یقین کے چند مرتبہ میں ایک تو علم الیقین یہ تو ادنے مرتبہ ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی معتبر آدمی سے ہم سنیں کہ
فلانے جگہہ فلانی چیز ہے ایسا یقین تو ہر ادنے مسلمان کو حاصل ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بالاتفاق سچے ہیں اُنکی خبر سے معلوم ہوا کہ خدا میں سب کمالات
ہیں اگر اتنا یقین بھی نہو تو ایمان ہی نہیں دوسرا مرتبہ عین الیقین یعنی جو کانوں سے سنا تھا وہ آنکھوں سے دیکھ لیا سو اس مرتبہ میں یقین پہلے مرتبہ سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ
سنکر گو کسی چیز کا یقین ہو جاے لیکن وہ بات نہیں ہوتی جو آنکھ سے دیکھنے میں ہوتی ہے اسیواسطے خوبصورتوں کی وصفے اکثر کانوں سے سنتے ہیں اور محبت نہیں ہوتی اور
آنکھوں سے دیکھنے میں جو کچھ ہوتا ہے سب جانتے ہیں لیلی اور شیرین اور حضرت یوسف ع کی اُن کے مرنیکے بعد کسیکو محبت نہوئی حالانکہ شہرہ اُنکے حسن جمال کا جتنا اب ہی
جب نہوگا بلکہ اس سے صاف یوں معلوم ہوگیا کہ سننے سے کسیکو محبت ہوتی ہی نہیں ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام سے کسیکو تو محبت ہوتی اپنے زمانہ کی خوبصورتوں
سے تو محبت ہو جائے اور اُن سے نہو وجہ اسکی اور کچھہ نہیں کہ سننے سے بوجہ صورت محبت پیدا نہیں ہو سکتی ورنہ حضرت یوسف تو حضرت یوسف ہی تھے اور جو کہیں سنتے
ہے ہو بھی ہے تو وہ بھی دیکھنے کا ہی طفیل ہے یعنی آنکھوں سے جو خوبصورت نظر آتے ہیں اور اُنکو دیکھنے سے ایک کیفیت ہوتی ہے تو پھر اگر سنتے ہیں کہ فلانا خوبصورت
ہے تو اُسے اپنے تجربہ سابق پر قیاس کر لیتے ہیں اور اسوجہ سے گونہ اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے ورنہ فقط سننے سے کچھ نہیں ہوتا اسلئے مادر زاد اندھے کو جسے تصور صورت کا
ہی نہیں ہوتا اور خوبصورت اور بدصورت کو ہرگز نہیں سمجھتا اُسے بوجہ صورت کسی سے محبت نہیں ہو سکتی چنانچہ سب جانتے ہیں بالجملہ عین الیقین کے درجہ میں اگر کوئی چیز
جمیل اور مجموعہ کمال ہوتی ہے تو اس سے بشرط مناسبت طبیعت محبت ہو جاتی ہے پھر ایک مرتبہ یقین کا حق الیقین ہے وہ یہ ہے کہ جس چیز کو آنکھوں سے دیکھا ہو اُسکے استعمال
اور برتنے کا بھی اتفاق ہو جیسے پانیکا ایک تو دیکھنا پھر دیکھ کر اُسے پی بھی لینا اب پینے کے بعد یہ احتمال ہے کہ شاید شراب ہو یا دیکھنے میں غلطی ہوئی ہو باقی نہیں رہتا
غرض یہ مرتبہ یقین ہونے میں عین الیقین سے بڑھ کر ہے اس مرتبہ میں وہ محبت جو دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور بھی بڑھ جاتی ہے بلکہ حقیقت میں دیکھئے تو محبت اسی درجہ
میں پیدا ہوتی ہے اسلئے کہ پانی سے جو محبت ہے تو اسی وجہ سے ہے کہ وہ پیاس کو بجھاتا ہے سو یہ بات تو پینے ہی سے معلوم ہوئی اگر کوئی شخص ایسا فرض کرو کہ اُسنے
نہ کبھی پانی دیکھا ہو سنا ہو نہ اسکے یہ تاثیر معلوم ہو اور نہ کبھی اُسے پانی کی ضرورت ہوئی ہو پھر اُسے ایکدفعہ ہی پیاس لگی اُسوقت اُسکے سامنے اگر پانی آجائے
تو وہ کیا جانے کہ اس میں یہ تاثیر ہے اور اس سے میری پیاس بجھ جائیگی بجز اسکے کہ یا تو خدا اُسکے جی میں ڈالدے کہ اسے استعمال کیجو یا کوئی اُسے بتلا دے اُسے ہرگز
پانی کیطرف یہ گمان نہوگا لیکن خوبصورتوں کو دیکھنا اسوجہ سے برتنا ہی ہے کہ جیسے گلزار کے دیکھنے سے جی کو راحت ہوتی ہے ویسے ہی اُنکے دیکھنے سے جان و دل کو آرام
ہوتا ہے بالجملہ عقل سلیم یوں کہتی ہے کہ محبت حق الیقین کے مرتبہ میں ہوتی ہے چنانچہ واضح ہوگیا اگر اندیشہ طویل نہوتا تو اس بحث کو پورا بیان کرتا مگر ناچار ہوں فرصت
کم پھر اپنا خرچ اوقات اور یہ جواب خط کی جلدی لہذا اتنی ہی پر اکتفا کرتا ہوں بالجملہ محبت مرتبہ حق الیقین میں پیدا ہوتی ہے اور یہ اعلے قسم یقین کی ہے اور محبت
میں اعلے قسم یہ ہے کہ محبوب کے لواحق و توابع تک محبت پہنچ جائے اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اُسکے دشمنوں سے عداوت ہو جائے **اقول** اس مقام میں اس تطویل
لاطائل سے کیا فائدہ ہے اور معنی علم الیقین اور عین الیقین کے استطرادی تھی عبارت مختصر میں ادا ہو سکتی تھی اور اس مقام میں جو لکھا ہے خارج بحث سے
اور معلوم نہیں رسولخدا صلعم سے بھی محبت چاہیئے کہ نہیں سو اُنکے لواحق اور خدا تعالی کی توابع سے تو بعضوں نے یہ محبت کی کہ اُنکو آزار پہنچایا اور اُنکے حقوق غصب کئے اور بعضوں نے اُنکو قتل کروایا
قال الشیخ الاشعری سو جب جناب باریتعالی نے سب صحابہ کی حق میں اس بات پر گواہی دی کہ اُنکے دلمیں ہمارے دشمنوں کی دشمنی اور ہمارے دوستوں کی دوستی ہے تو صاف واضح ہوگیا کہ اُنکے دل میں

خدا کی محبت پہلی ہی باقی کوئی یوں کہے کہ مسلمانوں سے محبت ہونے کو یہ کیا لازم ہے کہ خدا ہی کے سبب سے ہو محبت کے بہت اسباب ہیں نسب کے وجہ سے ہوتی ہے احسان
اور سلوک کی دوستی اور سوا اسکے اور بہت صورتیں ہیں علی ہذا القیاس دشمنی کی بہت وجوہ ہیں جبتک یہ محقق نہو کہ وہ محبت اور دشمنی خدا کے سبب سے ہے تب تک
مطلب ثابت نہیں ہوتا تو جواب اسکا اول تو یہ ہے کہ جب کسی وصف کے ساتھ محبت اور دشمنی کو متعلق کرتے ہیں تو عرف میں وہ محبت اور دشمنی اس وصف ہی کی وجہ
سے سمجھی جاتی ہے مثلاً کوئی یوں کہے کہ مجھے خوبصورتوں سے محبت ہے یا عالموں سے محبت ہے علی ہذا القیاس کوئی یوں کہے کہ مجھے متکبروں سے عداوت ہے یا کافروں سے عداوت ہے
تو کوئی نا انصاف بھی اسکے سمجھنے میں تامل نہیں کرتا کہ یہ محبت اور یہ عداوت ان اوصاف ہی کی وجہ سے ہے اور یوں کسیکو احتمال ہی نہیں ہوتا کہ شاید کسی اور وجہ سے ہے
سو خدا نے بھی اشداء علی الکفار کہا ہے یعنی کافروں پر تیز اور تند ہیں اور کافر کے یہی معنی ہیں کہ خدا کا دشمن ہو تو معلوم ہوا انکی عداوت بوجہ کفر ہی کسی اور وجہ سے نہیں اور جب
بوجہ کفر ہوئی تو خدا ہی کی محبت کے سبب ہوئی ایسی ہی رحماء بینہم کو سمجھئے یعنی ایک دوسرے کو جو آپسمیں محبت ہے تو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور آپکے زمرہ میں داخل
ہوجانے کے باعث ہے اور اسکا حاصل یہی ہے کہ خدا کے متعلقوں میں سے ہیں اور جب یہ سمجھکر ہوئی تو وہی خدا واسطے کی محبت ہوئی **اقول** نہ تو خدا تعالی نے سب
صحابہ کے حق میں یہ گواہی دی ہے کہ ہمارے دشمنوں کی دشمنی انکے دلمیں ہے اور نہ یہ کہ ہمارے دوستوں کی دوستی انکے دل میں ہے بلکہ یہ فرمایا کہ محمد صلعم اور انکے ہمراہی
کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپسمیں وہ مہربانی کرتے ہیں اور بڑی سختی کافروں پر یہ ہے کہ انکو قتل کریں اور مہربانی آپسکی یہ ہے کہ کسی مومن کو آزار نہ پہنچاویں سو جو لوگ
کہ جہاد میں کفار کے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے ہیں اور کفار پر کچھ سختی نکرتے تھے اور مومنین کو آزار پہنچاتے تھے اور انکے حقوق غصب کرتے تھے وہ اس سے خارج ہوگئے کہ انمیں وصف
اشداء علی الکفار رحماء بینہم کا نہ تھا اور اس صورت میں وہ سوال و جواب ہی بے موقع ہے اور حال تیزی اور تندی کا انکی کافروں پر جہادوں میں معلوم ہوگیا اور
بار بار عداوت کو جو بیان کیا ہے عداوت کا تو ذکر ہی اس آیت میں نہیں ہے اسمیں تو کفار پر سخت ہونے کا ذکر ہے البتہ سختی کرنیکو عداوت لازم ہے سو سختی انسے کفار پر کچھ
نہو سکی اور نہ آپسمیں رحم اور مہربانی ہو سکی بلکہ مومنین کو رنج پہنچائے اور جب انکو رنج پہنچایا تو خدا تعالی کی محبت ثابت نہوئی **قال الشیخ الاشعری** بعد ہذا
یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا اثبات کو خوب ثابت کردیا کہ انکے ہر کام میں خدا کی رضامندی مد نظر ہے سو کفار سے سختی کی باتیں اور آپسکی عنایتیں سب خدا
کی رضامندی کے لیے کرتے ہیں اور خدا کی رضامندی کی طلبگاری عین نشان محبت ہے سو محبت کے اور کوئی وجہ رضا کی طلبگاری کی ممکن ہی نہیں اور بہشت کی
تمنا میں جو لوگ خدا کی مرضی کے کام کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں خدا کی مرضی کی طلب نہیں ہوتی جنت کی طلب ہوتی ہے جیسے فقیر روٹی کی وجہ سے مالداروں کی خوشامد
کرتے ہیں تو حقیقت میں وہ انکی رضا کے طالب نہیں مقصود اصلی انکا روٹی ہی ہوتا ہے بالجملہ رضا جوئی محب ہی کا کام ہے الغرض صحابہ کرام کو جو کفار سے عداوت تھی اور
اپنے لوگوں سے محبت تھی تو فقط خدا ہی کی محبت کا ثمرہ تھا اور چونکہ محبت مرتبہ حق الیقین میں ہوتی ہے اور وہ اعلی درجہ یقین کا ہے تو لازم آیا کہ سب صحابہ کو خدا کی عظمت
اور جاہ و جلال اور کمال اور جمال کا اتنا یقین ہو کہ اس سے اوپر کوئی یقین کا مرتبہ ہی نہیں اور ہر تسلیم اس درجہ کو تھی کہ اسکے آثار خود موجود تھے چنانچہ باری تعالی نے خود اسکی
خبر دی اور کہا تراہم رکعا سجدا الخ اگر تسلیم نہوتی تو یہ اعمال کیوں کرتے اور یہی الفاظ معیت جملہ یبتغون الخ اعمال صالحہ کی بھی خبر دیتے ہیں تو اب بوجہ اکمل انکا ایمان کامل
اور اعمال صالحہ جن پر وعدہ مغفرت اور اجر عظیم تھا ثابت ہوگیا تو یہ احتمال کہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہیوں میں سے کوئی مسلمان تھا اور کوئی نتھا اور اسوجہ سے منہم
فرمایا تو یہ شیعوں ہی سے ہو سکتا ہے کیونکہ انکے نزدیک اگر بدیہیات کا انکار اور محال کے تسلیم ممنوع نہوتی تو سنیوں کے مذہب سے روگرداں ہوکر مذہب شیعہ پر کیوں مستقیم ہوتے
اگر اندیشہ تطویل نہوتا تو اس دعوی کی دو چار دلیلیں بیان کرتا مگر سمجھنے والے اسی رسالہ میں سے اس مطلب کو سمجھ جائینگے انکے لیے یہی دلیل بہت ہے **اقول** کئی مرتبہ ہم
لکھ چکے ہیں کہ جن لوگوں کو تم اچھا کہتے ہو اور سب سے افضل مقرر کرتے ہو اور ہم انکو اچھا نہیں جانتے ہیں انکو رضامندی خدا کی ہرگز مد نظر نہتی اور اگر رضامندی خدا کی
منظور ہوتی تو معرکہ جہاد میں سے رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگتے نہیں اور رسول خدا صلعم کے ارشاد کو رد نکرتے اور ہذیان نہ ٹھیراتے کہ وہ وحی خدا کی تھی اور کونسا کام
رضامندی خدا کا انہوں نے کیا ہے کسی کافر کو اپنے ہاتھ سے مارا نہیں کوئی زخم جہاد میں کھایا نہیں اور اپنی خلافت میں لوگوں کو اپنی ترقی ریاست کے واسطے لڑنیکو بھیجدیتے
تھے اور خود اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے آرام کرتے تھے کفار پر سختی انہوں نے کس روز کی اور مومنین کاملین کو تو وہ آزار ہی پہنچاتے تھے جیسا کہ ہم لکھ چکے اور طالب رضامندی
خدا کے کس دن ہوئے اسکی رضامندی تو اسکی راہ میں جانبازی کرنے کی جہت سے تھی سو انسے وہ ظہور میں آئی اور محبت بھی خدا کی منحصر اسکی راہ میں تکلیفیں اٹھانیکی
جہت سے تھی جہادوں میں اور مجاہدین ہی کو خدا تعالی دوست رکھتا ہے نہ بھگوڑوں کو چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ اور انہوں نے تو بہشت کی
تمنا میں بھی کوئی تکلیف نہ اٹھائی وہ تو تمنا ریاست دنیا کی رکھتے تھے اور اسی کے طالب تھے اور عداوت کا جو تو بار بار ذکر کرتا ہے آیت میں تو یہ نہیں ہے اور عداوت کفار کی تو

اُسوقت معلوم پڑتی کہ جب عداوت کا کوئی کام کرتے بعضے مومنین ہی سے اپنی عداوت نکالی کہ کسیکا حق غصب کیا کسیکو ذلیل اور بےعزت کیا اور نبوت میں رسولخدا کی شک کیا اور انہی لوگوں سے محبت کہاں کی پس اس جہت سے خدا سے بھی محبت نہوئی اور حق الیقین کا تو مرتبہ بہت بڑا ہے وہ تو اسوقت حاصل ہوتا کہ جب خدا کی محبت میں کوئی چوٹ کھاتے انکی تو کبھی تکبیر ہی جاری نہوئی اور رکوع اور سجدہ کا حال بھی انکے کہیں کو نہیں ہے جیسا کہ اوروں کا مذکور ہے تو کہاں سے کہتا ہے اور صرف دعوی ہی تیرا ہے دروغ اور کوئی سند بھی انکی واسطے بیان کی ہے بقولہ تعالی یہ تو فرماتا ہے انکو واسطے کہ جنمیں یہ اوصاف تھے اور لکھتا ہے انکے واسطے کہ جنمیں یہ اوصاف پائے نہیں جاتے تھے انکا ایمان کامل اور عمل صالح کونسی وجہ سے ثابت ہوا اور رسولخدا صلعم کے ہمراہیوں میں کسیکا مسلمان ہونا اور کسیکا مسلمان نہونا تو قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت کے ہمراہ منافق بھی کئی آدمی تھے اور اصحاب ہی میں مخلوط تھے اور حذیفہ کو انکے حال ہی حضرت نے خبر دی تھی اور سوا انکے اور کسیکو مطلع نہیں کیا تھا صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ قَالَ ابْنُ مُلَيْكَةَ اَدْرَكْتُ ثَلٰثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ یعنی کہا ابن ملیکہ نے کہ پایا میں نے تیس آدمیوں کو اصحاب پیغمبر میں سے کہ کل انکے خوف کرتے تھے نفاق کا اپنے نفسوں پر اور احیاء العلوم میں امام غزالی نے ایکسو تین اور دوسری روایت میں پانسو لکھی ہیں اور حذیفہ جو مطلع تھے منافقین سے تو حضرت عمر حذیفہ سے پوچھتے تھے کہ مجھکو تو رسولخدا نے شمار نہیں کیا ہے منافقین میں سے چنانچہ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عمر نے حذیفہ سے پوچھا کہ هَلْ عَدَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْمُنَافِقِيْنَ یعنی کیا شمار کیا ہے مجھکو رسولخدا صلعم نے منافقین میں سے اور میزان ذہبی میں لکھا ہے کہ عمر نے حذیفہ سے کہا ہے کہ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ یعنی اے حذیفہ قسم دیتا ہوں میں تجھکو ساتھ خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور بعد اسکے انشاء اللہ تعالی فدک کے ذکر میں نفاق شیخین کا اہل سنت کی کتب صحاح سے ہم ثابت کرینگے منتظر رہنا چاہیے اور بدیہیات کا انکار شیعوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ وہ محال کو تسلیم کرتے ہیں یہ کام تو اہل سنت کا ہے اور دیکھ تو رسولخدا صلعم کے ہمراہیوں میں کسیکا مسلمان ہونا اور کسیکا مسلمان نہونا قرآن سے اور تیری کتابوں سے ثابت ہے کہ نہیں تو نے کیسی بدیہیات کا انکار کیا اور تو وہ ہے کہ فدک کے سبب کے دعوی کو تو نے انکار کیا ہے ایسی بدیہی بات کو جو چھپیں تیس کتابوں میں اہل سنت کے لکھی ہوئی ہے اور ثلاثہ کے عیبوں کو جو بدیہیات میں سے اور درایات میں سے ہیں انکا تو انکار کرتا ہے اور اس طرح سے چھپاتا ہے کہ جیسے بلی اپنی گوہ کو چھپاتی ہے اور عورت لتہ حیض کو پوشیدہ کرتی ہے اور ریا اور ضد کا جو کہ محال ہے اسکو تو تسلیم کرتا ہے انکار بدیہیات کا اور تسلیم محالات کی تمہارا کام ہے اور اب تو نے کیا لکھا ہے دو دو چار دلیلیں لکھتا اگر لکھتا تو وہ بھی رد ہو جاتیں اور جو کوئی ہماری تحریر کو اس کتاب میں دیکھیگا وہ بخوبی سمجھ جائیگا کہ جو کچھ تو نے لکھا ہے وہ سب پوچ اور باطل ہے

قال الشیخ الاشعری باقی کوئی یوں کہے کہ صحابہ کو اگر مرتبہ حق الیقین تھا اور وہ اعلی مراتب یقین ہے تو رسول اللہ صلعم لے لیتے انہوں نے کوئی مرتبہ ہی نہ چھوڑا اصحابہ کیوں کہتے ہو رسول کہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ علم الیقین میں سو آدمیوں سے اگر ایک خبر سنیں اور اسمیں یقین ہو جائے تو وہ بھی علم الیقین ہے اور ہزار سے سنیں تب علم الیقین ہے اور ایک ہاتھ کے فاصلہ سے دیکھئے وہ بھی علم الیقین ہے لیکن دوسری صورت میں جو وضاحت ہے وہ پہلی صورت میں نہیں اسی طرح ایک دفعہ پانی پیجیے یا تھوڑا سا پیجیے وہ بھی حق الیقین ہے اور کئی بار پیجیے یا بہت سے پیجیے وہ بھی حق الیقین ہے سو جو دوسری صورت میں جو بات ہے وہ پہلی صورت میں نہیں یکدفعہ میں بسا اوقات چنداں حال معلوم نہیں ہوتا ہاں کئی بار میں البتہ خوب معلوم ہوتا ہے الغرض حق الیقین میں شریک ہونے سے مساوات لازم نہیں آتی بالجملہ افضلیت کا محبت پر ہی معلوم ہوتی ہے پر یہ نہیں بسا اوقات ایک صورت کو دو آدمی برابر دیکھتے ہیں ایک کو محبت ہوتی ہے ایک کو نہیں جو حق اللہ ہوتی بھی ہے تو برابر نہیں ہوتی سو صحابہ کو خدا سے کبھی وہ نہ محبت تھی جتنی رسول صلعم کو خدا سے تھی

اقول یہ سوال ہم نہیں کرتے ہیں تم اپنی طرف سے کیوں تراشتے ہو اسواسطے کہ ہمارے نزدیک تو حق الیقین اُن صحابہ کو حاصل ہی نہ تھا جنکو تم کہتے ہو اور اگر کسیکو حاصل تھا تو وہ رسول کیونکر ہو جائیگا حق الیقین میں برابر ہونے سے اور حضرت علی کو حق الیقین حاصل تھا تو انہوں نے فرمایا ہے لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا

قال الشیخ الاشعری اب ایک بات قابل بیان کے ہے اور باقی ہے وہ یہ ہے کہ شاید حضرات شیعہ کو موافق قول مشہور خوے بد را بہانہ بسیار صحابہ کی بزرگی کی تسلیم میں یہ حیلہ اور باقی ہو کہ صحابہ میں باہم اکثر مناقشات ہوئے اور انکے باہم اکثر رنج رہے اور نزاع ظہور میں آئے چنانچہ طرفین کی کتابوں میں موجود ہی پھر انکو رحماء بینھم کیونکر ہم کہیں اور جب یہ نہیں تو پھر کسوجہ سے یوں کہا جائے کہ وہ کامل الایمان تھے بلکہ یوں احتمال ہوتا ہے کہ جن سے حضرت امیر علیہ السلام کو رنج پہنچا یا ان سے لڑے نہ وہ رحماء بینھم کے مصداق تھے نہ ان پر اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ صادق آتا تھا اور لفظ مِنْهُمْ جو بعد عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بڑھایا ہے تو انہیں کے اخراج کے لیے بڑھایا ہے اس شبہ کا جواب ہر چند ہمارے ہی ذمہ نہیں کیونکہ بعینہ یہی احتمال خوارج اور نواصب بھی پیش کر سکتے ہیں شیعوں کو بھی اس اعتراض کا فکر جواب لازم ہے مگر بغرض تسکین خاطر شیعہ وسنی یہ معروض ہے کہ رنج دو وجہ سے ہوتا ہے ایک بوجہ عداوت ایک بوجہ محبت بوجہ عداوت کے تو صورت اظہر ہے دشمنوں سے رنج ہوتی ہیں وہ اسی قسم کے ہیں باقی بوجہ محبت کے یہ صورت ہے کہ کسیکا دوست کسی خلاف مرضی اور خلاف توقع کرے تو یہ رنج بوجہ محبت اسلئے کہ اگر اجنبی ایسی باتیں کرتے ہیں تو انسے کچھ رنج نہیں ہوتا اس سے خوب معلوم ہوتا ہے کہ یہ رنج فقط محبت کا ثمرہ

ثمرہ ہے اگر محبت نہوتی تو یہ رنج نہوتا ایسے ہی اگر صحابہ کو بھی سمجھ لو تو بہت ہوگا تو یہی ہوگا کہ خدا کے کلام کو تسلیم کرنا پڑیگا **اقول** جو کچھ سوال میں لکھا ہے یہ سب صحیح اور درست ہے اور جسقدر صحابہ میں آپس میں نزاعیں اور عداوتیں اور قتل و قمع وقوع میں آیا ہے سب کتابوں میں مندرج ہے انکار اسکا کسیطرح نہیں ہوسکتا اور باقی رہا فرقہ خوارج اور نواصب وہ نہایت قلیل اور خال خال ہیں اُنکا کچھ اعتبار نہیں ہے اور سواد اعظم اسلام میں یہی دو فرقہ ہیں اہل سنت اور شیعہ اثنا عشریہ اگرچہ اہل سنت بہ نسبت شیعوں کے کچھ زیادہ ہیں ان دونوں ہی کے مذہب میں کتب متداولہ کثرت سے موجود ہیں اور ان دونوں مذہبوں ہی میں ہمیشہ سے گفتگو چلی آئی ہے اور سوا اسکے یہ ہے کہ خوارج کو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ یمرقون من الدین یعنے باہر نکل جاوینگے دین سے جب وہ دین ہی سے خارج ہوگئے تو اُنکے جواب کی کچھ احتیاج نہیں ہے وہ تو مثل یہود اور نصاریٰ کے ہوگئے اُنکا جواب وہ ہے جو ملحدوں کا جواب ہے اور نواصب ایک شاخ اہل سنت ہی کے مذہب کی ہے مگر فرق اسقدر ہے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے بظاہر عداوت رکھتے ہیں اور اہل سنت بظاہر عداوت اُن سے نہیں رکھتے ہیں لیکن اُنکے فضائل کی توضیع اور تنقیص کرتے ہیں اور اُنکے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں اور اُنکو اچھا جانتے ہیں اور جو کتب احادیث کہ اہل سنت کی ہیں وہ ہی نواصب کے ہیں اور خوارج اور نواصب بھی تو اپنے تئیں مسلمان جانتے ہیں اور جب وہ مسلمان ہوئے تو خود اُنپر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے آیت میں اُن لوگوں کی تعریف کی ہے کہ جنہوں نے آپس میں عداوتیں اور نزاع اور فساد کئے وہ ہمپر کیا اعتراض کرینگے خود اُنپر ہی اعتراض ہوتا ہے البتہ یہود اور نصاریٰ سب مسلمانوں پر اسکا اعتراض کرسکتے ہیں اور نصاریٰ نے ایسے ایسے بہت اعتراض کئے ہیں اور مسلمانوں نے اُنکا جواب لکھا ہے اور باقی رہی آیت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ سو ظاہر ہے کہ ہمراہ حضرت کے سب طرح کی آدمی تھے مگر جن میں اوصاف اس آیت کے ہیں اور اُنمیں ایمان اور عمل صالح تادم مرگ باقی رہا وہ لوگ مراد ہیں اور اُن سے ہی وعدہ مغفرت کا اور بموجب آیت قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ دوستی حضرت کے قریبوں کے کہ وہ علیؑ اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں بموجب روایات کے واجب ہے پس جن لوگوں نے اُن سے عداوت کی ہے اور نزاع کیا ہے واسطے حب ریاست کے اور طلب مال و جاہ کے اور انکے حقوق کو غصب کیا ہے وہ ایمان صحیح اور اعمال صالحہ پر باقی نہیں رہے ہیں وہ لوگ اُس وعدہ سے خارج ہونگے اور رنج کے جو تفریق کی ہے دو وجہ کی ایک تو بوجہ عداوت اور ایک بوجہ محبت سو جو رنج کہ بوجہ محبت ہوتا ہے اُسکو تو یہاں کسی طرح دخل ہی نہیں ہے اور نہ اُس سے بحث ہے یہاں تو مراد اُس سے ہے کہ جو بوجہ عداوت ہے اگر کوئی کسیکا حق غصب کریگا اور وہ اپنے حق کے غاصب کو خائن اور غادر کہیگا تو وہ کونسا عقل کا اندھا ہے کہ اس رنج کو دوستانہ بتلائیگا صلاح الدین رومی نے حاشیہ میں شرح عقائد نسفی کے لکھا ہے کہ ابوبکر میں اور فاطمہ زہرا میں فدک کی بابت سے عداوت پیدا ہوگئی تھی اور اسقدر رنج ہوا ابوبکر سے کہ تادم واپسیں ابوبکر سے کلام نہ کیا اور کسی کے گھر کے جلانے کو آگ اور لکڑیاں لیجانا کیا یہ دوستی ہی کی راہ سے ہوگا اور ہزاروں مومنین کا قتل کرنا اور قتل کروانا جنگ جمل اور جنگ صفین میں اور عثمان کا قتل کروانا جو بعضے صحابہ سے وقوع میں آیا چنانچہ بعد اسکے عثمان کے قتل کے ذکر میں آئیگا کیا یہ دوستی ہی کی رنج سے ہوگا اور عثمان کو کہنا اقتلوا نعثلا اور لعن اللہ نعثلا اور اقتلوا احراق المصاحف اور صحابہ کبار کو بےعزت کرنا اور مدینہ منورہ سے اخراج کرنا اور زدوکوب کرنا اور زدوکوب کرکے مروا ڈالنا یہ کیا محبت ہی کی رنج سے ہوگا اور تفصیل اسکی سب اس کتاب میں موجود ہے کچھ تو گزر گئی ہے اور کچھ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ کو لکھی جائیگی اور جو رنج کہ محبت کی راہ سے ہوتے ہیں وہ اور رنج ہیں ایسے رنج نہیں ہوتے ہیں اور بعض صحابہ کے رنجوں اور عداوتوں کو ایسا نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ یہ لکھتا ہے اور آیت کا مطلب ہم بیان کر چکے کہ مراد اُس سے کل صحابہ نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** سو نعوذ باللہ مثل زرارہ بن اعین اور احول طاق وغیرہ مقتدایان شیعہ جو بشہادت ائمہ اور کتب شیعہ جھوٹے اور کذاب ہیں چنانچہ انشاء اللہ مذکور ہوگا کچھ خداوند کریم تو جھوٹا اور کذاب نہیں جو تنا دشوار معلوم ہو مگر جنکو جھوٹی باتوں کے تسلیم کرلینے کی خو ہو وہ سچ کلام اگرچہ خدا ہی کے کیوں نہو کیونکر تسلیم کریں معہذا ہم یوں پوچھتے ہیں کہ سنی تو حسب اعتقاد شیعہ اس قابل ہی نہیں کہ اُنکی کتابوں کی روایت کو تسلیم کیا جائے باقی رہی شیعوں کی روایتیں اُنکا حال یہ ہے کہ جن راویوں سے شیعہ اپنے دین و ایمان کی باتیں لیتے ہیں اور درمیان شیعہ اور حضرات ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ واسطہ ہیں اُنکا حال یہ ہے کہ ہشام بن سالم اور میثمی اور صاحب طاق یعنی احول طاق وغیرہم جو اُنکے مقتدا اور پیشوا اور احادیث معمول بہا کے راوی ہیں اُنکی جو کچھ برائیاں اور خوبیاں ہیں اور حضرات ائمہ نے اُنکے فضائل بیان کئے ہیں وہ سب تو اس رسالہ میں نہیں آسکتے پر بطور نمونہ کے کچھ معروض ہی ہے کلینی جو اصح کتب شیعہ ہے اُسمیں یہ حدیث ہے عن ابراهیم بن محمد الخزاز و محمد بن الحسین قالا دخلنا علی ابی الحسین الرضا علیه السلام فقلنا ان هشام بن سالم والمیثمی وصاحب الطاق یقولون ان الله تعالی اجوف الی السرة والباقی صمد فخر لله ساجدا ثم قال سبحانک ما عرفوک ولا وحدوک فمن اجل ذلک وصفوک حاصل روایت کا یہ ہے کہ ابراہیم بن محمد خزاز اور محمد بن حسین بیان کرتے ہیں کہ ہم امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کے پاس گئے ہمنے کہا کہ ہشام بن سالم اور میثمی اور صاحب الطاق یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناف تک تو کھوکھلا ہے اور باقی ٹھوس ہے آپ سنتے ہی سجدہ میں جا پڑے اور یہ فرمایا کہ الٰہی تو پاک ہے اِن

ان عیبوں کے نہ ان لوگوں نے تجھے پہچانا اور نہ انہوں نے تجھے وحدہ لاشریک لہ جانا اسی سبب سے جو کچھ انکے تشبیہ میں آیا ہے سب کا فی ہے تیرے ہیں دوسری روایت بھی
کلینی ہی کی ہے علی بن حمزہ قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام سمعت ہشام بن الحکم یروی عنکم ان اللہ جسم صمدی نوری معرفتہ ضرورۃ یمن بہا علی من یشاء من عبادہ فقال سبحان
من لا یعلم کیف ہو الا ہو لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر لا یحد ولا یحس ولا یحیط بہ شیء ولا جسم ولا صورۃ ولا تحدید
حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ ابن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ہشام بن حکم تم سے روایت کرتے ہیں کہ خدا جسم ہے ٹھوس
سو اسکے جواب میں حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسا ہی فرمایا جیسا امام ابوالحسن رضا نے فرمایا تھا مطلب قریب قریب ہے اب ان روایتوں کو دیکھیے کہ مقتدایان
امامیہ کیا کیا معرفتیں تراشتے ہیں پھر تس پر اماموں کا حوالہ دیتے ہیں **اقول** زرارہ وغیرہ کو جو لکھا ہے کہ یہ مقتدایان شیعہ بشہادت ائمہ اور کتب شیعہ جھوٹے اور
کاذب ہیں اول تو یہ مقتدا شیعوں کی نہیں ہیں راویان اقوال ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور راوی سب طرح کے ہوتے ہیں اور انحصار
کچھ ان کی ہی روایتوں پر نہیں ہے اور مدار ہماری مذہب کا روایات مستفیضہ قویہ پر ہے اور واسطے تکثیر روات کے انکی بھی آمیزش ہو گئی تو کیا قباحت ہے اور ان
لوگوں کے حال کی تجھے خبر بھی نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور تکذیب کی کوئی روایت کسی امام سے اور کسی کتاب سے لکھے نہیں کہ حال انکا معلوم ہوتا اور بعد اسکے جو ہشامین
کے حال کی دو روایتیں لکھی ہیں وہ انکی بد اعتقادی پر البتہ دلالت کرتے ہیں سو اسکا جواب سن لینا اور اگر اس راہ سے وہ کاذب تھے کہ اہل بیت علیہم السلام کے
فضائل اور ثلثہ کے عیوب بیان کرتے تھے تو ہم انکے فضائل میں اور انکے عیوب میں ان روایتوں کو لیتے ہیں کہ جن پر طرفین کا اتفاق ہے اور روایتیں ثلثہ کے عیوب کی
تو دونو مذہبوں میں ہیں اور انکے فضائل کی روایتیں صرف تمہارے ہی مذہب میں ہیں وہ اعتبار سے ساقط ہونگی اور صرف عیوب ہی کی روایتیں
قابل تسلیم ہونگی اور کاذب تمہارے مقتدا ہیں کہ جن کو حضرت علی اور حضرت عباس کاذب اور خائن اور غادر جانتے تھے چنانچہ فدک کے ذکر میں اسکا بھی ذکر ہوگا
اور راوی تمہاری کتابوں کے جھوٹے ہیں جن پر مدار تمہاری مذہب کا ہے چنانچہ یہ بھی معلوم ہوگا اور کتابیں اہل سنت کی گو ہمارے نزدیک قابل اعتبار
نہیں ہیں کہ ان میں روایات موضوعہ بھی مندرج ہیں لیکن اہل سنت کے نزدیک وہ معتبر ہیں اور اگر انکے نزدیک وہ معتبر نہوں تو مذہب ہی انکا باطل
ہو جائے اور جب انکے نزدیک وہ معتبر ٹھہریں تو انکو الزام کے لئے کفایت کرتے ہیں اور انکے حوالہ سے اہل سنت کو ہم الزام دے سکتے ہیں کہ وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے
اور ہشامین شیعوں کے راویوں میں سے بڑے معتمد تھے اور ابو حنیفہ کو اکثر انہوں نے الزام دئیے ہیں اور یہ دو روایتیں کافی کے جو لکھی ہیں یہ حال انکا اس زمانہ کا
ہے کہ مذہب حق انہوں نے ہنوز اختیار نکیا تھا اور حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں وہ مشرف نہوئے تھے اور مذہب انکا جہمی تھا اور جس روز سے کہ انہوں نے
حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچکر توبہ کی ہے اور مذہب کو اختیار کیا ہے اس روز سے مومن کامل اور بڑی معتمدین میں سے ہوگئے ہیں اور زمانہ ہدایت کے
اعتقاد کا قیاس زمانہ ضلالت کے اعتقاد پر نہیں ہو سکتا اگر کوئی سنی علاوہ اپنے مذہب کے موافق کتاب لکھکر شیعہ ہو جائے اور کوئی شیعہ اپنے مذہب میں کتاب
لکھکر سنی ہو جاوے تو سنی اور شیعہ اسکے پہلے مذہب کی تحریر کو ہرگز معتبر نجانینگے اور ہمنے فرض کیا کہ وہ تجسیم خدا کی قائل تھے لیکن ہمارا تو یہ اعتقاد نہیں ہے
اور تمہاری عندیہ میں جس وقت کہ وہ ہمارے پیشوا ٹھہرے تو چاہئے تھا کہ ہم انکے دین کے مطابق اپنا دین رکھتے اور ہمارا دین جو انکی تجسیم دین کے مطابق نہیں ہے
تو معلوم ہوا کہ انکی جو کوئی روایت امام علیہ السلام سے ہماری کتاب میں ہے وہ زمانہ انابت اور رجوع الی الحق کے ہے اور زمانہ ضلالت کی وہ روایتیں نہیں ہیں
اور اگر امام علیہ السلام کیطرف منسوب کر دیا ہے تجسیم کی روایت کو تو امام علیہ السلام نے خود اسکو رد کر دیا اور جیسے کہ انکی روایتیں ہیں زمانہ حق کے ایسی ہی اور انکی
بھی روایتیں ہیں اور جو روایت کہ انکے زمانہ ضلالت کی ہے اسکے مطابق اور کسی راوی امام کی روایت نہیں ہے اور یہ حال انکی بد مذہبی کا انکو ہماری کتابوں سے
معلوم ہوا ہے ایسے ہی انکا حال ہماری کتابوں میں انکی کمال ایمان اور علم اور قربت اور مصاحبت امام علیہ السلام کا بھی لکھا ہے بعد رجوع کرنیکے طرف دین حق کے
صحابہ بھی تو پہلے آخر بت پرست ہی تھے پھر کیسے مصاحب رسول خدا صلعم کے ہو گئے انکے زمانہ کفر کی بات کا کب اعتبار ہے اور ہشامین کو تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد
انکا زمانہ ضلالت کا تھا اور تمہاری صحاح میں تو روایتیں تجسیم کی مومنین سے منقول ہیں اور ان روایتوں کو رسول خدا صلعم کیطرف منسوب کرتے ہیں چنانچہ ابن
اثیر نے جامع الاصول میں حدیث طولانی صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ سے روایت کی ہے ابو سعید خدری سے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جس وقت مشرکین
اور یہود اور نصاری بحکم خدا معذبین داخل جہنم ہونگے اور موحدین باقی رہجائیں گے تو خدا تعالی بروز قیامت موحدین کے آگے آئیگا اور اپنی صورت کو دکھلائیگا
اور کہیگا کہ میں تمہارا خدا ہوں وہ کہیں گے کہ پناہ بخدا ہم کسیکو شریک خدا کا نہیں کرتے ہیں تو ہمارا خدا نہیں ہے خدا تعالی کہیگا کہ تمہارے پاس کوئی

علامت ہے کہ خدا کو اپنے اُس سے پہچانو وہ کہیں گے کہ ہاں وہ برہنہ کرنا خدا کا اپنے ساق کو ہے اُسوقت خدا تعالی اپنے ساق کو کھولیگا اور وہ سجدہ میں پڑ جائیں گے
اور خدا کو اُس پہلی صورت میں دیکھیں گے اور خدا کا اقرار کرینگے اور صحیح بخاری اور مسلم سے روایت کی ہے کہ بروز قیامت مومن خدا کے پاس جائیگا تو خدا تعالی اپنا
دامن اُسپر ڈالکر گناہونکا اُس سے اقرار کرائیگا اور صحیح بخاری اور مسلم اور ترمذی سے روایت کی ہے کہ خدا تعالی دوزخ کو پُر کریگا تو وہ کہیگا کہ ہل من مزید یعنی اور زیادہ ہے
اُسوقت خدا تعالی اپنا قدم اُسپر رکھیگا تو وہ پُر ہو جائیگا اور ترمذی نے عایشہ سے روایت کی ہے اور اُس میں یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالی نیمہ شعبان کو
آسمان دنیا پر اُترتا ہے اور اکثر کو بخشتا ہے اور مشکوۃ میں عبد الرحمن بن عایش سے لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو بہت نیک صورت میں دیکھا
مجھ سے کہا کہ کس چیز میں تو جھگڑتا ہے ملاء اعلی سو بعد اسکے اپنی ہتیلی میری شانوں کے درمیان رکھی تو اُسکی خنکی میری پستان کو پہنچی اور کتاب الاعتقادات
میں ابی اسمعیل حنبلی نے کہ وہ امام احمد حنبل کے مذہب پر تھا لکھا ہے کہ خدا تعالی اعضاء اور جوارح مثل بنی آدم کے رکھتا ہے اور غنیۃ الطالبین میں پیر دستگیر
نے لکھا ہے کہ نازل ہوگا جبار اپنی عرش پر اور قدم اُسکے کرسی پر ہونگے اور اہل حدیث یعنی تابعین امام مالک مثل مضر و کہمس و احمد الہجیمی وغیرہ کی قائل تشبیہ
خدا تعالی کے ہوئے ہیں چنانچہ ملل نحل میں لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ لوگ خدا تعالی کے اعضا اور ابعاض ثابت کرتے ہیں اور تجویز کرتے ہیں خدا تعالی سے مصافحہ
اور معانقہ کو اور داؤد جواری سے کہ وہ اُنہیں میں سے ہے حکایت کرتے ہیں کہ فرج اور ریش سے تو مجھکو معاف کرو اور سوائے اُسکے اور سب اعضاء سے سوال کرو کہ وہ خدا تعالی
کے واسطے ہیں اور داؤد جواری سے منقول ہے کہ خدا تعالی اوپر سے سینہ تک خالی اور مجوف ہے اور سوائے اُسکے پُر اور ٹھوس ہے اس طرحکی بہت نقلیں اہل سنت کے بزرگوں
کی ہیں ان روایتوں کو دیکھئے کہ مقتدایان اہل سنت کیا کیا صفتیں تراشتے ہیں پھر پیغمبر خدا صلعم کا حوالہ دینے میں ہشامین کا کیا قصور ہے اور ہمتو ہشامین
کو اُس حالت میں کہ جو دونوں روایتوں میں ہے مومن نہیں جانتے اور یہ لوگ اُن مجسمہ کو مومن اور اپنا پیشوا و مقتدا اور بزرگ سمجھتے ہیں اور جو کہ رسول خدا صلعم سے روایات
جسم خدا بیان کرتے ہیں وہ وہ ہیں کہ جنکو تم کہتے ہو کہ رسول خدا صلعم نے اُنکے حق میں فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور ہم ہشامین کو ایسے نجوم تو نہیں جانتے
ہیں **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس بعضی انکے مقتدا اور پیشوا خدا کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا ازل میں جاہل تھا جیسے زرارہ بن اعین اور بکر بن اعین
اور سلیمان جعفری اور محمد بن مسلم وغیرہم اور کہانتک بیان کروں ایسے ایسے بزرگواروں سے دین کی باتیں روایت کرتے ہیں اور پھر اُن روایتوں کو صحیح سمجھتے ہیں
اور اُنکا نام صحاح رکھتے ہیں اور یہ فسانے انہیں کے معتبر کتابوں سے معلوم ہوتی ہیں یقین ہے کہ علماء سب تسلیم کرینگے اور اگر موافق عادت بزرگان دروغ پسند
سنیوں کے سامنے جھوٹ بولجائیں اور انکار کر جائیں تو اپنے دل میں ضرور منفعل ہونگے **اقول** جو کچھ اسنے اس قول میں لکھا ہے اور خدا تعالی کا ازل میں جاہل ہونا
زرارہ وغیرہ کے نزدیک لکھا ہے سب غلط ہے اور ہماری کسی کتاب میں نہیں ہے اور جو کسی ناصبی نے یہ لکھا ہے تو اُسکا اعتبار نہیں ہے مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی
سے کہ جنہوں نے شیعوں پر سیکڑوں اتہام کئے ہیں یہ بھی لکھتا ہے اور اگر کسی کتاب میں ہوتا تو اُسکا حوالہ دیتا جیسے کہ کافی کی روایتونکا حوالہ دیا ہے اور ان بزرگوں
میں کچھ قباحت نہیں ہے سب صحیح الاعتقاد تھے اور اُن سے ہم وہ روایتیں لیتے ہیں کہ جو موافق قرآن اور احادیث نبوی کے ہیں ان سے روایتوں کے لینے میں کیا قباحت
ہے عنقریب تیری کتابوں کے راویوں کا حال آتا ہے اُسکو معلوم کریگا تو تجھکو خبر ہوگی کہ تیری کتابونکی راوی کیسے ہیں اور ہمارے راویوں میں کچھ قباحت نہیں ہے
اور ہماری کتابوں میں جو کوئی روایت کسی بعضی بدمذہب کی ہے تو وہ اُس زمانہ کے نہیں ہے جس زمانہ میں کہ وہ فاسد العقیدت تھے بلکہ زمانہ صحت ایمان کے ہیں جیسے کہ
صحابہ کہ اُن سے اکثر روایتیں ہیں اور حال یہ ہے کہ پہلے وہ کافر تھے لیکن روایتیں اُنکی زمانہ ایمان کی ہیں نہ زمانہ کفر کی اور تمہاری کتابوں کے راوی وہ ہیں
کہ جو وقت روایت کے فاسد العقیدہ تھے اور اہل بیت علیہم السلام سے عداوت رکھتے تھے اور ہمارے راویوں کی روایتوں کو تم اگر اسواسطے اچھا نہیں جانتے کہ وہ خلفاء اور دشمنان
آل رسول کے عیب بیان کرتے ہیں تو اُنکے ہی روایتوں پر ہم اکتفا نہیں کرتے بلکہ اہل سنت کی کتابوں کی روایتوں سے مطابقت کر لیتے ہیں اور جو روایت کہ
دونوں فریقین میں ہے اُسکو ہم پیش کرتے ہیں اور جو روایت کہ خاص ہماری ہی کتاب کی ہے اُسکو ہم پیش نہیں کرتے اور جو طعن کہ ہم ثلثہ پر کرتے ہیں وہ بموجب روایات
اہل سنت کرتے ہیں نہ اپنی روایتوں سے اور اگر اہل سنت ہماری کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو ہم اُسکا انکار نہیں کرتے بلکہ تسلیم کرتے ہیں لیکن جواب معقول اُسکا
دیتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ جب وہ جواب سے عاجز ہوتے ہیں بالکل انکار کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ روایت ہماری کسی کتاب میں نہیں ہے جیسے کہ روایت دعوے
ہبہ فدک کہ یہ روایت اہل سنت کی بیس تیس کتابوں میں لکھی ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے اسکا بالکل انکار کیا اور تحفہ میں لکھا کہ ہماری کسی کتاب میں یہ
روایت نہیں ہے اور اُنکی پیروی سے تو نے بھی انکار لکھا ہے اور فدک کی گفتگو میں انشاء اللہ تعالی اسکا ذکر ہوگا منتظر رہنا چاہئے کہ تیرا اور مولوی صاحب مذکور کا

کیسا جھوٹ ثابت کرتا ہوں اور شیعوں کے منفصل ہونے کی کوئی بات ہی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اسبات کی رعایت تو سنیوں میں ہے کہ جن
کتابوں کا نام صحاح رکھتے ہیں اور انہیں معتبر سمجھتے ہیں اُنمیں بجز پارساؤں اور متقیوں اور دینداروں کے اور کسی سے روایت نہیں لاتے تو اس غرض سے کہ
کوئی اس روایت کی وجہ سے دھوکا نہ کھا جائے اسلئے بتلا جاتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا موضوع یعنی بنائی ہوئی جھوٹی روایت ہے **اقول** سنیوں میں ہرگز اسبات
کی رعایت نہیں ہے صحاح ستہ میں اہل سنت کی راوی جیسے کہ دروغگو اور بدمذہب اور روایتوں کے وضع کرنیوالے ہیں ایسے کسی مذہب میں نہونگے اور ہماری
کتابوں میں جو کوئی روایت ضعیف یا تقیہ کی ہے تو ہمارے علماء بھی اُس سے خبر کر دیتے ہیں لیکن موضوع اور جھوٹی روایتیں ہماری کتابوں میں نہیں ہیں
جیسے کہ اہل سنت کی کتابوں میں ہیں اور اُن روایتوں کو صحیح کہتے ہیں اور اکثر روایتیں اہل سنت کی بدمذہبوں سے منقول ہیں کہ جنکو صحاح ستہ
میں داخل کیا ہے اور اُن روایتوں کو صحیح لکھتے ہیں اور اب اہل سنت کی روایتوں کے راویوں کو سننا چاہئیے کہ بعضے تو مجسمہ ہیں اور اس سے پہلے دوسرے
قول میں ہم مفصل بیان کر چکے ہیں حال اُنکا کہ خدا تعالیٰ کے واسطے جسم ثابت کرتے ہیں مثل احمد اور ہمس وغیرہ کے اور بعضی راوی اہل سنت کے کذاب اور وضع کرنیوالے
روایتوں کے ہیں مثل احمد بن صالح مصری کے اور بخاری بہت روایتیں اُس سے لیتا ہے اور رجال سکا نسائی نے لکھا ہے چنانچہ کہا کہ سالت یحیی بن معین عن احمد
فقال کذاب یعنی پوچھا میں نے یحیی بن معین سے احمد بن صالح کے حال سے پس کہا کہ دروغگو ہے اور اسید بن زید ہاشمی کوفی کہ بخاری کی راویوں میں سے ہے قال ابن
معین حدث بالاکاذیب یعنی کہا ابن معین نے کہ جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے اور نعیم بن حماد کہ ابن عدی اُسکے شان میں کہتا ہے کان نعیم یضع الحدیث
فی تقویۃ السنۃ یعنی تھا نعیم کہ بناتا تھا حدیث کو قوت دینے سنت میں اور بخاری نے اپنی کتاب میں اُس سے روایت کی ہے اور مثل ابوہریرہ کے کہ وہ خود اقرار اپنے متہم
بکذب ہونیکا کرتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں باب استحباب بدو النعل بالیمنی میں لکھا ہے اور ابی زرین سے روایت ہے کہ ابوہریرہ نکلا ہماری طرف اور اپنے ماتھے پر ہاتھ مارکر کہا
کہ تم بیان کرتے ہو کہ میں رسول خدا صلعم پر جھوٹ بناتا ہوں اور اہل سنت کی کتابوں کے راوی خوارج بھی ہیں جو کہ دین سے خارج ہوگئے ہیں اور اکثر راوی صحاح ستہ
شیعہ ہیں جو کہ ابوبکر اور عمر کی خلافت کے قائل نہیں ہیں اور منکر خلافت ابوبکر و عمر بعضوں کے نزدیک تو بدعتی ہیں اور بعضوں کے نزدیک کافر ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر
ہم انکی روایتوں کو ترک کردیں تو اکثر احادیث ضائع ہو جائیں خصوصاً طبقہ تابعین میں اور تبع تابعین میں کہ وہ شیعہ تھے اور مجہول حال سے بھی اہل سنت روایت
کرتے ہیں اور اطلاق صحیح کا اُسکی روایت پر کرتے ہیں جیسے کہ عباد بن آدم الہذلی کہ ابن ماجہ اُس سے روایت کرتا ہے اور منصور بن النعمان لشکری ابو حفص بصری کہ
بخاری تفسیر میں اُس سے روایت کرتا ہے اور مجہول ہونا اُنکا تقریب میں لکھا ہے اور عمر بن سعد کہ جس نے حضرت امام حسینؑ کو مع اقارب کے قتل کروایا اور مخدرات عصمت
طہارت کو سر برہنہ شتران بے کجاوہ پر بٹھلا کر کوچہ و بازار میں اور شہر بشہر پھرایا ثقہ جانتے ہیں اور اُس سے روایتیں لیتے ہیں چنانچہ مفصل تہذیب الکمال میں لکھا ہے اور
شمر ذی الجوشن کہ جو خود قاتل حسین علیہ السلام تھا اور اپنے ہاتھ سے اُسنے سر اُن حضرت کا تن سے جدا کیا اُس سے روایتیں اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں چنانچہ ابن
عبد البر نے استیعاب میں شمر ذی الجوشن کے ترجمہ میں لکھا ہے اور اکثر راوی اہل سنت کے وہ ہیں کہ طریقہ حق سے تجاوز کر گئے تھے اور حد ظلم اور فسق کو پہنچے تھے بسبب
دشمنی اور حسد اور طلب ملک اور ریاست کے اور میل لذات اور شہوات کے چنانچہ ملا سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے وما وقع بین الصحابۃ
من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتاب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن
طریق الحق و بلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات
اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما اور ترجمہ اسکا پہلے اس سے گذر گیا ہے اور سوائے اسکے راویوں کی بے اعتبار ہونیکی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں
بہت ہیں اور یہ سب صحاح ستہ کی راوی ہیں اور اُنکی روایتوں پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے مذہب کا مدار اُنکی روایتوں پر رکھا ہے اور یہ دروغگو اُنکو پارسا اور متقی
لکھتا ہے **قال الشیخ الاشعری** الغرض شیعوں کی دین کی روایتوں کا جب یہ حال ہے تو کتب تواریخ تو نور علی نور ہے ہونگے اور سنیوں کی روایت خود قابل
اعتبار نہیں تو اس صورت میں جو روایتیں کہ نزاع صحابہ اور باہم کی چپقلش پر دلالت کرتے ہیں کلام اللہ کے مقابل میں کیونکر اعتبار ہونگے بہرحال کلام اللہ تو متواتر
ہے جس صورت میں کلام اللہ میں رحماء بینہم ہوا اور اسکے تمہارے نزدیک بھی یہی معنی ہوں کہ اُنمیں ہرگز کبھی رنج ہوتا ہی نہیں تو موافق قاعدہ اصول کے اُن روایات
کا اعتبار نہو گا جو کلام اللہ کے مخالف ہیں **اقول** شیعوں کے روایتوں کی کوئی قباحت نہ معلوم ہوئی کہ کیا ہے پہلے تو اپنی دو روایتیں لکھی ہیں کہ اسمیں شیعوں کی
دو راویوں کے بدمذہبی ظاہر ہوتی ہے سو وہ بدمذہبی اُنکی اُس زمانہ کی ہے جس زمانہ میں وہ ہمارے راوی نتھے اور اگر اُنمیں سے کسینے بدمذہبی کے زمانہ میں اپنے قول کہ

امام کی طرف منسوب کردیا اپنی اعتبار کے واسطے تو خود حضرت امام علیہ السلام نے اُسکی تکذیب کی اور بعد اُسکے زرارہ وغیرہ کا مذہب جو بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا ازل
میں جاہل تھا اسکا کہیں پتا بھی نہیں ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور اپنی راویوں کی خبر نہیں لیتے کہ وہ کیسے بدمذہب اور دروغگو تھے اور سنیوں کی کتابیں ہماری سند
کے واسطے نہایت معتبر ہیں اور گرفت تو ہم اسیواسطے کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ سنیوں کی کتابوں میں موجود ہے اور کلام اللہ کے مخالف یہ مضمون نہیں ہے اور کلام اللہ میں
نہ صحابہ کے نام سے ذکر ہے اور نہ مومنین کے نام سے اسمیں تو یہ لکھا ہے کہ والذین معہ یعنی اور جو لوگ کہ ہمراہ اُس حضرت کے ہیں اور ہمراہ حضرت کے منافقین بھی تھے اور وہ
صحابہ ہی میں تھے اور اُنکا ہمراہ حضرت کے ہونا قرآن ہی سے ثابت ہے سو وہ قرآن اوصاف کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے جو اوصاف کہ اس آیت میں ہیں پس مراد اُس
سے مومنین خاصین ہونگے اور مومنین کے اوصاف میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا اور فرماتا ہے کہ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ
اور فرماتا ہے کہ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ تو اس سے معلوم ہوا
کہ جو لوگ ایمان لا کر اُس پر قائم رہے اور اپنے ایمان کو ظلم سے ملتبس کیا اور خدا اور رسول پر ایمان لا کر پھر شک کیا خدا میں یا رسول خدا صلعم کی نبوت میں اور جہاد راہ خدا میں
نکیا بلکہ جہادوں میں سے بھاگ گئے وہ لوگ حضرت کے ہمراہیوں میں سے مراد نہیں ہیں اور ایسے جو لوگ کہ ایمان لائے اور بعد ایمان کے کفر کیا چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ
كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا وہ بھی مراد نہ ہونگے اور یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے مومنین صادقین سے نزاعیں کیں اور جنگ کئے اور اُنکے حقوق غصب کر کے اُنکو رنج پہنچائے
اور اُن پر ظلم کئے ایمان کو اپنے ظلم سے آمیزش کر کے اور نبوت میں رسول خدا صلعم کے شک کیا اور جہادوں میں سے بھاگ گئے رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر اور مومنین کو آزار پہنچائے
یہ لوگ مصداق رحماء بینہم کا نہونگے اور سوا اُنکے اور لوگ جو ہیں کہ وہ منافق نہ تھے اور نادم واسبین اپنے ایمان پر قائم رہے اور ایمان کو اپنے ظلم سے آمیز نکیا اور خدا کے
وجود میں اور اُسکی وحدانیت میں اور پیغمبر کی نبوت میں شک نکیا اور جہادوں میں کفار کو قتل کیا اور مقتول ہوئے یا زخم کھائے وہ لوگ مصداق رحماء بینہم کا ہونگے اور
کلام اللہ تو ایک چیز مجمل ہے اور اسی پر تہتر فرقے میں اُسکا مفصل تو روایتوں ہی سے واضح ہوتا ہے سو کلام اللہ کی آیت اُن روایتوں کے مخالف نہیں ہے اور اگر
اُس مجمل آیت پر عمل ہو تو چاہئے کہ منافقین اور مولفۃ القلوب اور ضعیف الایمان بھی جو حضرت کے ہمراہ تھے مثل مومنین کے مصداق رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کا ہو جائیں **قال الشیخ الاشعری** اب بفضلہ تعالی جمیع امور متعلقہ آیۃ مرقومہ بالا سے فراغت پائی لازم
یوں ہے کہ ایسی آیت بھی جو صحابہ کی بزرگی پر ایسی دلالت کرے کہ اظہر من الشمس ہو اور بسہولت فہم میں آجائے اور اُس روایت کا حسن خاتمہ بھی معلوم ہو جائے بیان کی جائے شاید
کوئی راہ پر آجائے **اقول** صحابہ کی بزرگی میں کسکو کلام ہے جن لوگوں نے کہ صحبت رسول خدا صلعم کی پائی ہے اور ایمان پر مرے ہیں اور خاتمہ اُنکا خیر پر ہوا ہے لیکن وہ صحابہ کہ
ایمان جن کا ظلم سے آمیزش رکھتا تھا اُنکے واسطے حسن خاتمہ ہرگز نہیں ہے اور نہ اس آیت سے جو لکھیگا ثابت ہے اور تم خود گمراہ ہو بموجب اس مصرعہ کے ؎ او خویشتن
گم است کرا رہبری کند تم کسکو راہ پر لاؤگے پہلی اپنی راہ پر آنے کی فکر کرو **قال الشیخ الاشعری** لہذا آیت ششم معروض خدمت ہے وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ
حاصل اسکے معنوں کا یہ ہے کہ جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑ نیوالے اور مدد کرنیوالے اور جو اُنکے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی اُنسے اور وہ راضی اُس سے اور تیار کر رکھی ہیں
اللہ نے اُنکے لیے باغ جنکے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں وہ اُنمیں ہمیشہ ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی اس آیت کے بعد ہم جانتے ہیں کہ حق پرستی مد نظر ہوگی تو مولوی عمار علی
صاحب تو کس گنتی میں ہیں شیعہ صدسالہ بھی جسکے رگ وپے میں تشیع سما گیا ہو حق بول اُٹھے اور کیونکر نہ حق بولے جناب باری تعالی نے اس آیت میں منکرین اکابر صحابہ
کے لئے حیلہ و حجت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی اگر ایمان کا ذکر ہوتا یا اعمال صالحہ کا ذکر ہوتا تو شیعہ اور خوارج اور نواصب آنکھیں بند کر کے یوں بھی کہہ سکتے کہ
صاحب اسمیں مومنوں اور اچھے عمل والوں کے لیے خدا کا وعدہ ہے سو ہم کہتے ہیں کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہیں سبقت ہجرت خلفاء ثلاثہ اور حضرت زبیر اور حضرت
طلحہ وغیرہم مہاجرین اولین کچھ لگی چھپی بات نہیں جو انکار کر سکیں اور کہدیں کہ صاحب کسی نے تہمت لگا دی ہوگی خصوصاً خلیفہ اول کی ہجرت کہ وہ حضرت علیؓ
کی ہجرت سے بھی سابق ہے اور مہاجرین اولین تو اُنہیں لوگوں کی نسبت اول گنے جائیں گے جو بعد جنگ بدر کے آئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو مہاجرین
اولین میں سے بھی مہاجر اول نکلے اس صورت میں تو اسی آیت سے اُنکی افضلیت نکل آئی کیونکہ درصورتیکہ اس آیت میں جتنے وعدے ہیں وہ سب سبقت ہجرت پر
موقوف ہوئی تو جو کوئی سبقت میں بھی سابق ہوگا وہ استحقاق وفاء وعدہ میں بھی اول نمبر ہوگا اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو البتہ ابو بکر صدیق
سے اتنا پہلے گھر چھوڑ کر گئے کہ ابو بکر صدیق کے گھر تک پہنچے باقی سب اُنکے پیچھے ہی نکلے **اقول** شیعہ اثنا عشریہ ہمیشہ سے حق پرست ہیں اور باطل پرستی کا کام تمہارا ہے کہ جو

حقوق آل رسول کی حمایت میں قرآن شریف میں تم تاویلیں کرتے ہو اور تمہارا مطلب کسی طرح سے ثابت نہیں ہوسکتا اور جو کچھ تو اس مقام میں لکھتا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے اور جو کہ حقیقت میں صحابہ ہیں کہ جنپر تعریف صحابہ کی صادق آتی ہے اُنکا کوئی منکر نہیں ہے اور اُنکے ہی واسطے خدا تعالیٰ نے گنجایش حیلہ اور حجت کی نہیں چھوڑی نہ وہ لوگ کہ جنہوں نے ایمان اپنا ظلم سے آمیز کیا اور نبوت میں رسولخدا صلعم کی شک کیا اور ایمان کا گو ذکر نہیں ہے لیکن نجات بایمان ہی ہے کیا خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ خواہ ایمان رکھتے ہوں خواہ نہ رکھتے ہوں سب کے واسطے بہشتیں ہیں اور شیعوں کے ہمراہ تو خوارج اور نواصب کو بیفائدہ ذکر کیا ہے وہ تو تمہارے ہی برادر ہیں کہ ابوبکر اور عمر کے مریدوں میں سے ہیں جو کہنا ہے وہ شیعوں کو کہہ کر وہ تیری خبر لیونگے اور ہمیشہ سے اہل سنت کے مذہب کو رد کرتے آئے ہیں اور تونے یا اور کسی نے کوئی کتاب اُنسے گفتگو کر کے لکھی ہے ہی جیسے کہ شیعوں کی گفتگو میں تمہاری کتابیں ہیں مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں نواصب کی طرف سے چند اعتراض حضرت علیؑ پر جا کر اپنی رائے سے لکھدیے ہیں اور بحث اور گفتگو اُنسے تم اسواسطے نہیں کرتے ہو کہ آخر وہ تمہارے بھائی تم میں ہی سے ہیں اور تجھکو خبر نہیں مراد سبقت سے سبقت الی الایمان اور طاعت ہے ہی نہ سبقت الی الہجرت کہ جو تو بھول کر لکھتا ہے اور یہ سبقت ہجرت تو نے کہاں سے نکالی ہے کیا قرآن میں سبقت الی الہجرت لکھی ہوئی ہے اور قرأت مشہورہ اس آیت کی یہ ہے کہ انصار کا لفظ مجرور ہے اور عطف اسکا مہاجرین پر ہے اور من المہاجرین والانصار بیان ہے سابقون اولون سے اگر سبقت الی الہجرت مراد ہو تو چاہئیے کہ اس صورت میں انصار کے واسطے بھی ہجرت کہی جاوے اور یہ درست نہیں ہے اور اگر انصار کو مرفوع قرار دیکر اور سابقون پر اسکا عطف کر کے ہجرت سے انصار کو خارج کرو تو یہ قرأت شاذہ اور مرجوح ہے اسپر عمل نہوگا پس مراد سبقت سے سبقت الی الایمان اور طاعت ہے پس اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان و طاعت میں سابق ہیں اور سب سے پہلے وہ ایمان لائے ہیں اور اطاعت خدا تعالیٰ کی قبول کی ہے سب سے پہلے اور وہ جناب رسولخدا اور علی مرتضیٰ اور خدیجۃ الکبریٰ ہیں سید ابوطالب ہروی اور صاحب تفسیر ثعلبی جو علماء اہل سنت میں سے ہیں وہ روایت کرتے ہیں اسمعیل بن ایاس ابن عفیف سے اور روایت طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ اسمعیل کہتا ہے کہ میرا دادا بیان کرتا تھا کہ میں حج کے دنوں میں بطریق تجارت مکہ معظمہ کو گیا اور عباس بن عبدالمطلب کے پاس جا کر ٹھیرا اور میں اور عباس منا میں تھے کہ ایک جوان آیا اور کعبہ کے طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور ایک لڑکا آیا اور اُس جوان کی جانب راست کھڑا ہوا اور ایک عورت آئی وہ اُس جوان کے پیچھے کھڑی ہوئی اور اُس جوان نے رکوع کیا اور اُن دونو نے بھی رکوع کیا اور جب اُس جوان نے سجدہ کیا تو اُن دونو نے بھی سجدہ کیا میں نے عباس سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اُس نے کہا کہ یہ جوان تو بھتیجا میرا ہے عبداللہ کا بیٹا اور یہ لڑکا علی ہے ابوطالب کا بیٹا اور یہ عورت زوجہ اس جوان کی ہے اور یہ جوان کہتا ہے کہ مجھکو خدا نے پیغمبر کیا ہے اور اسکے دین کی پیروی اِن دو شخصوں ہی نے کی ہے اور سوا اِن تین شخصوں کے اس مذہب کا آدمی تمام روے زمین پر کوئی نہیں اور احمد حنبل اور ابن مغازلی شافعی نے لکھا ہے کہ نماز پڑھی علیؑ نے ہمراہ رسولخدا صلعم کے سات برس سب آدمیوں سے پہلے اور سید ابوطالب ہروی و ابن مغازلی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ درود بھیجا ہے مجھپر اور علی پر فرشتوں نے سات برس پہلے سب سے پہلے اور ایسے ہی عبداللہ بن موسیٰ نے روایت کی ہے عباد بن عبداللہ سے کہ حضرت علی کہتے تھے کہ میں نے سات برس پہلے سب آدمیوں سے نماز پڑھی ہے رسولخدا صلعم کے ہمراہ اور بعضی روایت میں اہل سنت کے یہ ہے کہ پہلے سب سے حضرت خدیجہ ایمان لائیں اور بعد اسکے علی اور بعضی میں یہ ہے کہ بعد خدیجہ کے ابوبکر ایمان لائے اور بعضی میں یہ ہے کہ زید بن حارثہ لیکن اکثر روایتیں اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے اور پھر حضرت خدیجہ سو سابقون اولون سے یہ مراد ہونگے کہ جو سات برس پہلے سب سے ایمان لائے ہیں مہاجرین میں سے اور انصار میں سے وہ ہیں سابقین میں کہ جو بیعت عقبہ اولیٰ والے ہیں اور وہ سات آدمی تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ مراد سبقت سے سبقت الی الموت ہے کہ جو لوگ مہاجرین اور انصار میں سے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ایمان صحیح پر مرگئے ہیں بہشت میں اپنے درجوں کو دیکھکر بہت راضی ہوئے اور خدا تعالیٰ اُنکے ایمان پر مرنے سے اُنسے بہت راضی ہے اور اسیواسطے خدا تعالیٰ رضی لو ماضی کا صیغہ لایا ہے اور یہی قول بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اور سبقت الی الہجرت تو یہاں بن سکتا ہی نہیں موافق قرأت مشہورہ کے جبتک انصار کے لفظ کو مہاجرین کے لفظ پر عطف کر کے مجرور مقرر کریں جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور اگر موافق قرأت غیر مشہورہ کے انصار کے لفظ کا عطف سابقون پر کر کے اسکو مرفوع مقرر کریں واسطے اخراج انصار کے ہجرت سے تو اسمیں قباحت ہے کہ اول تو انصار سابقیت سے خارج ہو جاینگے اور دوسرے یہ کہ انصار کا مرتبہ مہاجرین سے بڑھ جائیگا کہ مہاجرین میں سے تو بہشتیں صرف سابقین کے واسطے ہونگی نہ لاحقین کے واسطے اور انصار کے کل آدمیوں کے واسطے بہشتیں ہونگی اور حال یہ ہے کہ مہاجرین نے سب سے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور خدا کی راہ میں اپنے وطن اصلی مالوف کو ترک کیا ہے وہ انصار کم کس وجہ سے ہیں بخلاف ایمان اور طاعت کے کہ جو مرتبہ پہلے اقرار کرنیوالوں وحدانیت خدا کا ہے وہ بعد والونکا نہیں ہے اور ہجرت میں تو پہلے ہجرت کرنیوالے اور بعد اُنکے ہجرت کرنیوالے سب برابر ہیں اور اگر ہم تسلیم بھی کریں سابقیت ہجرت کو تو خدا تعالیٰ تو پہلے ہجرت والوں کا ذکر کرتا ہے اور وہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنیوالے ہیں نہ مدینہ کی ہجرت کرنے والے اور اگر ہم

فرض کریں کہ سابقون اولوں سے وہ سب لوگ مراد ہیں کہ جو ہجرت سے پہلے ایمان لائے تھے اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ رضامندی خدا اور حصول جنت کچھ ہجرت پر ہے موقوف نہیں ہے بلکہ رضامندی خدا اور حصول جنات ایمان اور عمل صالح سے بھی حاصل ہوتا چنانچہ خداتعالی فرماتا ہے ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ جزاؤہم عند ربہم جنات عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابداً رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ اب تم دیکھو اس آیت میں خداتعالی فرماتا ہے کہ مومنین صالحین کے واسطے جنتیں ہیں اور خداتعالی اُن سے راضی ہے اور تم کہتے ہو کہ بعد رسولخدا کے لوگ مرتد ہوگئے اور ابوبکر نے اُنپر جہاد کیا اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ لوگ تو مومنین تھے اور خداتعالی اُن سے راضی تھا اور فرمایا تھا کہ جزا اُنکی جنات عدن ہے پھر ابوبکر نے اُنپر جہاد کیوں کیا کیا خداتعالی نہیں جانتا تھا کہ یہ مرتد ہو جائیں گے کہ ایسے آدمیوں سے راضی ہوا اور کیونکر خدا راضی ہوا اُن لوگوں سے کہ جنہوں نے زنا کیا ہو اور شراب نوشی کی ہو اور عائشہ پر تہمت زنا کی لگائی ہو چنانچہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں مطاعن عثمان کے جواب میں لکھا ہے کہ اہل سنت صحابہ کو معصوم نہیں جانتے ہیں اور اسیواسطے حضرت امیر اور شیخین نے صحابہ پر حد بھی جاری کی ہیں جن سے خدا راضی ہوا پھر کہیں حد بھی جاری ہوسکتی ہے ایسا ہی حال ہجرت کا ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ بعد ہجرت کے اگرچہ کوئی مرتد ہو جاتا ہے پھر بھی وہ ناجی ہے معلوم ہوا کہ سب سلامتی ایمان پر موقوف ہے کہ وقت مرنیکے ایمان صحیح پر باقی رہا ہو اور جو اعمال کہ موجب نارضامندی خدا کے ہیں وہ عمل میں لایا ہو اور ہجرت بھی چاہئے کہ خالص واسطے رضامندی خدا کے ہو چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے اور عمر بن خطاب نے فرمایا ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ سوائے اسکے نہیں کہ سب اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور سوائے اسکے نہیں کہ واسطے ہر مرد کے وہ چیز ہے کہ نیت کی ہے پس وہ شخص کہ ہووے ہجرت اُسکی طرف دنیا کے تو پہونچیگا وہ اُسکو اور طرف عورت کے ہو تو نکاح کریگا اُس سے پس ہجرت اُسکی طرف اُس چیز کی ہے کہ ہجرت کی ہے طرف اُسکے انتہے اور بعضے مسلمان جو رسولخدا صلعم کی زبانی آیندہ کی کوئی خبر سنتے تھے تو وہ راست ہوتی تھی اور یہ بھی سنتے تھے کہ یہ دین سب دینوں پر غالب ہوگا اور ریاست اس دین کی بہت بڑی ہوگی اور قرآن شریف کی آیتوں سے بھی ثابت ہوتا تھا اس طمع میں ہجرت کر گئے تھے کہ تدبیر کرکے ریاست دین کی نامزد اپنی کریں گو بالفعل وہ فقیر تھے اور جب یہ ثابت کر دیا کہ اس آیت میں سبقت ہجرت مراد نہیں اور اگر سبقت ہجرت مراد ہو تو بھی مخالف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا سو جو کچھ اس شیخ نے اس قول میں لکھا ہے وہ سب باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** اور ہجرت حبشہ اگرچہ ہجرت مدینہ منورہ سے سابق ہے لیکن اسکی وجہ سے چنداں موجب افضلیت نہیں اُس ہجرت کی باعث کا تو فقط قلت صبر تھا مکہ معظمہ میں رہکر بیکار رہنا اور احکام خداوندی کا بجالانا بہت دشوار تھا ثبات ایمان اور حفظ جان کے لئے ضعفا کو رخصت ہوگئے تھے اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہجرت حبشہ نہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم نہونیکی اگر کوئی وجہ تکلف نکال بھی لی تو اسکا تو کچھ جواب ہی نہیں کہ جسنے حبشہ کیجانب ہجرت نکی اُسپر کچھ عتاب نہوا اور مدینہ منورہ کی ہجرت بغرض امداد دین تھی اُسکو رخصت نہیں کہہ سکتے عزیمت بھی کہئے تو اول درجہ کی عزیمت کہئے اسی لئے اُسکی تارکین مورد عتاب رہے ہرچند ہجرت حبشہ کا رخصت ہونا اور ہجرت مدینہ منورہ کا عزیمت ہونا قطع نظر ظاہر ہونیکی اس تقریر سے اور بھی واضح ہوگیا **اقول** آیت میں تو ہجرت کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے خواہ ہجرت حبشہ ہو خواہ ہجرت مدینہ لیکن تیری لکھنے سے ہمکو پھر لکھنا پڑا اسواسطے ہم بھی لکھتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کی افضیلت کسواسطے نہیں رکھتی ہے خداتعالی تو مطلق ہجرت کی تعریف کرتا ہے اور کسی ہجرت کو مقید بہجرت مدینہ یا حبشہ نہیں کرتا ہے اور صحیح بخاری میں ایک روایت طولانی لکھی ہے اسماء بنت عمیس اور عمر بن خطاب کے درمیان گفتگو اور تکرار ہونیکی سبقت ہجرت کے مقدمہ میں کہ اسماء نے طرف حبشہ کے ہجرت کی تھی اور عمر نے طرف مدینہ کے آخر الامر جناب رسولخدا صلعم نے اسماء کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ لیس ھذا باحق بی منکم لہ ولاصحابہ ہجرۃ واحدۃ ولکم وانتم اہل السفینۃ ہجرتان یعنی نہیں ہے کوئی حقدار زیادہ تمسے واسطے اُس عمر کے اور ہمراہیوں اُسکے کے ایک ہجرت ہے اور واسطے تمہارے اور تم کشتی والے ہو دو ہجرت ہیں آخر جناب رسولخدا نے ہجرت حبشہ کو احقیت میں شمار کرکے فرمایا کہ تم حبشہ کے ہجرت والوں کو فضیلت ہے اگر یہ ہجرت شمار میں نہوتی تو حضرت اُسکی جہت سے حبشہ والوں کو حقدار زیادہ کیوں فرماتے اور تسلیم کیا ہمنے کہ ہجرت مدینہ کی افضل ہے ہجرت حبشہ سے کہ مدینہ کی طرف رسولخدا صلعم کو حکم ہوا تھا اور حبشہ کی طرف حکم نہوا لیکن حبشہ کی طرف کی ہجرت بھی ہجرت ہی ہے اور وہ پہلی ہے تو ہجرت اول اسی سے مراد ہوگی اور جناب رسولخدا صلعم کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم اسواسطے ہوا کہ مدینہ میں اعوان و انصار موجود تھے تاکہ اُنکی ہمراہ ہوکر جہاد کریں اور اسیواسطے مدینہ کو ہجرت نہ کرنیوالوں کو عتاب ہوا کہ وہاں رسولخدا صلعم تشریف لیگئے تھے اور مقصود باہم ہوکر جہاد کرنا تھا اور جہاد سے بیٹھ رہنا اور دار اسلام کو چھوڑکر کفار کے پاس دار الکفر میں قیام کرنا موجب غضب خدا ہے اور مدینہ کی ہجرت افضل تھی اور عزیمت تھی اور رخصت نہتی اور واسطے امداد دین کے تھی لیکن حبشہ کی ہجرت کو یہ ہجرت باطل نہیں کرتی ہے کہ وہ ہجرت ہونیسے جاتی رہے بلکہ وہ بھی ایک ہجرت ہے جس قسم کی کہ ہو اور جسوقت کہ پہلے ہی مدینہ کی ہجرت سے تو ہجرت سابق وہ ہی مراد ہوگی اور اول ہوگی

اور مدینہ کی ہجرت دویم ہوگی **قال الشیخ الاشعری** مگر مزید توضیح کے لیے اسقدر اور بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہجرت مدینہ میں جان پر کھیلنا تھا اور ہجرت حبشہ میں جان کا بچانا اسمیں دین کا بڑھانا تھا اسمیں اپنی نماز روزہ کا بجالانا اسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و نصرت تھی اسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تنہا چھوڑ جانا اسمیں مارنا مرنا اقربا سے روبشار سے جہاد کرنا اسمیں اعداء کے ہاتھ سے چھوٹ کر سلامت گزرنا ہے ببیں رہ از کجاست تا بکجا۔ غرض ہجرت حبشہ کوئی فضیلت قابل نہیں خصوصاً تعریف خداوندی اسی لئے فریقین میں سے کسی نے اُس ہجرت کو مصداق آیات تاکید ہجرت یا آیات فضائل ہجرت نہیں سمجھا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ آیت او نیز اور آیات ہجرت مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد نازل فرمائی اور پھر اس آیت میں اور نیز اور آیات میں مہاجرین کے فضائل میں انصار کو بھی فرمایا اور سورہ حشر میں مہاجرین کے حال میں لفظ ینصرون اللہ بڑھایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ فضیلت ہی ہجرت کے لئے ہے جو انصار کی نصرت کے ہمدوش اور انکے کام سے ہم آغوش ہے سو ایسی ہجرت اگر ہے تو مدینہ منورہ کی ہجرت ہے حبشہ کی ہجرت میں انصار تھے نہ نصرت تھی **اقول** اگرچہ ہجرت مدینہ میں جان پر کھیلنا تھا لیکن اول تو جان کا بچانا ہے اسمیں بھی تھا کہ کفار کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھاتے تھے اور آزار پاتے تھے اور انکے ہاتھوں سے ہلاکت جان کا خوف تھا اسواسطے کہ کفار نے جناب رسول خدا صلعم کے قتل کا دارالندوہ میں مشورہ کیا تب ہی تو حکم ہجرت کا ہوا اور دین کا بڑھانا اور رسول خدا صلعم کی نصرت اور مارنا مرنا اور اقربا پر جہاد کرنا تو کبھی ہوگا اور بالفعل تو نماز روزہ کا بجالانا اور اعداء کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گزرنا ہی انکے واسطے بھی تھا اور یہ امور اگرچہ افضلیت پر دلالت کرتے ہیں لیکن حبشہ کی ہجرت کے شرف کو باطل نہیں کر سکتے کہ رسول خدا صلعم نے موافق روایت بخاری کے حبشہ کی ہجرت کے سبب سے مدینہ والوں کی ہجرت پر فضیلت دی ہے اس سبب سے کہ حبشہ والوں کی دو ہجرتیں ہیں اور انکی ایک ہجرت اگر اُس ہجرت کو کچھ شرف تھا تو فضیلت ہوئی اور جان پر کھیلنے والے اور دین کو بڑھانیوالے اور رسول خدا صلعم کی نصرت کرنیوالے اور مارنے مرنیوالے اور اقربا اور روساء سے جنگ کرنیوالے تو وہ شخص تھے کہ جو پاؤں اپنے زمین میں گاڑ کر خوب تلوار کرتے تھے اور قتل کرتے یا قتل ہوتے تھے اور جہاد میں سے بھاگتے نتھے اور جو لوگ کہ اپنی جان بچا کر معرکہ جہاد میں سے رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے جیسے ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ وہ لوگ مراد نہونگے اور نہ یہ لوگ سابقین میں داخل ہونگے کہ علت ہجرت کی جو کہ مقصود ہے وہ انمیں مفقود تھی اور ہجرت حبشہ کی خالی تو فضیلت سے نہیں ہے چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اور گو خدا تعالیٰ نے اس ہجرت کی تعریف نہیں کی ہے لیکن ہجرت ہونے سے وہ خارج نہیں ہو سکتی اور گفتگو ہجرت کی سابقیت میں ہے نہ اُسکی افضلیت میں کہ کونسی افضل ہے اور کونسی مرتبہ میں کم ہے اور مرتبہ میں کم ہونے سے وصف ہجرت اُس سے زائل نہیں ہوتا ہے اور کچھ فضیلت تو آخر اُسکے واسطے بھی ہے جیسا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ہاں یہ کہنا چاہئے کہ جو کچھ آیت میں لکھا ہے یہ فضیلت تو حبشہ کی ہجرت کی ہے اور مدینہ منورہ کی ہجرت اس سے افضل اگر بہ نیت خالص خاص خدا کے واسطے ہجرت کی ہے اور مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد جو یہ آیت نازل ہوئی ہے تو اسیواسطے تو خدا تعالیٰ نے سابقون اولون فرمایا ہے اور حبشہ کی ہجرت والے مراد لیے ہیں اور اگر یہ آیت ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے نازل ہوتی تو پھر سابقون اولون کے کہنے کی کیا احتیاج تھی ہجرت تو ایک ہی تھی اور اگر نصرت کو دخل دیتے ہو ہجرت میں اور شامل نصرت انصار کے اور ہم آغوش انکی نصرت کے کہتے ہو تو وہ ہی مراد ہونگے جنہوں نے نصرت کی ہے نہ کل مہاجرین کہ جن میں ثلاثہ بھی شمار کئے جائیں **قال الشیخ الاشعری** بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہم کے سبقت ہجرت میں کلام نہیں پھر اس سبقت ہجرت ہی کی سبب خداوند کریم یوں فرماتا ہے کہ اللہ اُنسے راضی ہوا سو اول تو یہی نہایت کرامت تھا کیونکہ رضا سے آگے کوئی مقام ارفع نہیں جب خدا اُنسے راضی ہوا تو انمیں کمال ایمان بھی اس درجہ کا ہوگا کہ کہا نہیں جاتا اور اعمال صالحہ بھی اُنکے قرار واقعی صالح ہونگے سو اول تو موافق آیت وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منہم مغفرۃ واجراً عظیما مرقومۂ بالا کے اُنکی مغفرت میں کلام کی گنجائش نہ رہی کیونکہ بزرگان مذکور سب کے سب غزوہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے معہذا پھر یوں ارشاد فرمایا کہ اُنکے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُسپر بھی اُنکی بزرگی میں شک کرے تو بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ بزرگی کے معنی اسکے نزدیک یہ ہوں کہ خدا اس سے ناخوش ہوا اور اسکے لیے جہنم تیار کر رکھی ہو سو حضرات شیعہ جو اِن بزرگواروں کی بزرگی میں کلام کرتے ہیں اور انکے دشمنوں کو اگر بزرگ سمجھتے ہیں تو شاید اسی اصطلاح کے موافق سمجھتے ہیں لیکن اس صورت میں لازم آئیگا کہ حضرت امیر بھی دست بردار ہوں کیونکہ وہ بھی اس بشارت میں داخل ہیں بہرحال ان اولیاء اللہ کے برا کہنے والے انکو کیا کہتے ہیں خدا کو جھٹلاتے ہیں سو انکا کافر یا فاسق کہنا ایسا ہے جیسے آفتاب کو کوئی بے نور بتلائے تو وہ آفتاب کو کیا اپنی آنکھوں کو بے نور بتلاتا ہے **اقول** ان لوگوں کی سبقت ہجرت کے تسلیم ہونے سے کچھ نہیں ہوتا اور سبقت ہجرت تو یہاں مراد ہی نہیں ہے جیسا کہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور اگر ہجرت ہی فرض کی جائے تو سابق حبشہ کی ہجرت والے ہونگے نہ مدینہ منورہ کی ہجرت والے اور اگر مدینہ ہی کی ہجرت کے سابقین مراد ہوں تو پھر کچھ فائدہ نہیں ہے جبتک کہ تا دم واپسیں ایمان صحیح پر باقی نہوں اور راضی تو خدا تعالیٰ سب مومنین سے ہے جیسا کہ سورہ لم یکن الذین کی آخر آیت میں ہے اور رضا جب تو اُنسے راضی ہو گیا تھا پھر بعضے اُنمیں سے مرتد کیوں ہو گئے کہ جو تم کہتے ہو کہ ابوبکر نے مرتدین پر جہاد کیا کیا وہ شخص مرتد ہو سکتا ہے جس سے خدا راضی ہوا ایسا ہی حال ہجرت کا ہے اور ایمان تو انکا ایسا کامل تھا کہ رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور ہر چند جناب رسول خدا صلعم آواز

دیتے تہے کہ کہاں بھاگے جاتے ہو کیا خدا اور رسولخدا سے بھاگتے ہو تو پھر کر دیکھتے بھی تہے اور اعمال صالحہ ایسے تھے کہ رسولخدا صلعم کی زوجہ عائشہ پر تہمت زنا کی جمائی اور لعنت خدا میں گرفتار ہوئے چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہی کہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ عائشہ پر تہمت زنا لگانیوالوں کے حق میں نازل ہوئی ہی اور وہ اہل بدر تھے اور منہاج السنت میں لکھا ہی کہ ابو العادیہ بدریوں میں سے تھا اور اُس نے معاویہ کے طرف ہو کر عمار یاسر کو قتل کیا ہی جو کہ علی کی طرف تھے اب فرمانا چاہئے کہ یہ اعمال انکے نیک تھے جنپر خدا نے لعنت کی ہی اور بڑے بڑے گناہوں والوں کا تو میں ذکر نہیں کرتا ہوں جنہوں نے کہ اہل بیت علیہم السلام کو رنج پہنچائے ہیں اور حقوق انکے غصب کئے ہیں کیا ایسے ہی فعلوں سے انکے خدا راضی تھا جو انکے ایمان کامل اور اعمال صالحہ پر دلالت کرتے ہیں اور اگر ہجرت حق بھی تو ایمان والوں کے واسطے تھی اور جو کہ ایمان سے خالی تھے انکو ہجرت سے کچھ فائدہ نہیں ہے از انجملہ ایک میاں عمر ہیں کہ حضرت صلعم کی نبوت میں شک کیا کرتے تھے چنانچہ فتح الباری میں شک کرنیکی طرف اشارہ ہی اور عینی شرح بخاری میں لکھا ہی کہ اگر کوئی کہی کہ یہ شک کرنا عمر کے عدم ایمان پر دلالت کرتا ہی تو ہم جواب میں کہیں گے کہ احتمال رکھتا ہی کہ اُسوقت حضرت عمر مؤلفۃ القلوب میں سے ہوں اور ایمان صحیح پر بعد اسکے قائم ہوئے ہوں اور میں کہتا ہوں کہ یہ شک تو بوقت صلح حدیبیہ کے وقت تھا اس صورت میں ہجرت انکی معتبر کیونکر ہوگی کہ وقت ہجرت کے ایمان ہی نہ رکھتے تھے اور آیہ وعد اللہ الذین آمنوا کے ذکر میں ہم مفصل لکھ آئے ہیں کہ جن لوگوں کے واسطے مغفرت اور اجر عظیم ہی وہ بعضی صحابہ ہیں جنمیں اوصاف اُس آیت کے پائے جاتے تھے نہ کل صحابہ اور تو آیت استخلاف کے ذکر میں لکھ چکا ہے کہ لفظ من بیانیہ ضمیر پر نہیں آتا ہی بلکہ من تبعیضیہ آتا ہی سو تیری تحریر سے بھی معلوم ہوا کہ وہ بعضی ہی صحابہ ہیں حضرت علی اور احباب انکے نہ ثلاثہ اور ابو عبیدہ اور طلحہ و زبیر وغیرہ جنمیں نہ اوصاف اس آیت کے تھے اور غزوہ حدیبیہ کونسا ہی حدیبیہ میں تو جنگ ہوا ہی نہیں صلح حدیبیہ کہنا چاہئے اور اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے تو انہوں نے کیا کام بنایا تھا اور یہ صلح حدیبیہ وہ صلح ہی کہ جس صلح کے کرنے سے عمر نے نبوت میں جناب رسولخدا صلعم کے شک کیا تھا چنانچہ ہم فتح الباری وغیرہ سے لکھ آئے ہیں اور جنتیں انکے ہی واسطے ہیں جو تا دم والپسیں ایمان پر قائم رہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا وہ لوگ کہ جو بعد ایمان کے مرتد ہوگئے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ سو جنکو ہم کہتے ہیں ہمارے نزدیک انکی کوئی بزرگی ثابت نہیں ہے اور نہ خدا اُنسے راضی ہی اور بزرگی کی بحث اپنی جگہ پر ہیں لیکن بزرگی ثابت ہی نہیں ہی اور جب بزرگی ثابت نہوئی تو خدا تعالی کا انسے خوش ہونا کیا بعید ہے اور جس سے خدا ناخوش ہوگا اُسکے واسطے جہنم بھی تیار ہی اور شیعہ انکی بزرگی میں کلام اسواسطے کرتے ہیں کہ انہوں نے بزرگی کا کوئی کام نہیں کیا ہی اور انکے دشمن تو خدا اور رسولخدا ہیں انکو اچھا کیونکر سمجھیں اور اصطلاح شیعوں کی کوئی نہیں ہے جو کہ واقعی ہی اُسکو شیعہ بیان کرتے ہیں اور حضرت امیر سے کیونکر دست بردار ہوں کہ نتیجہ جو ہجرت کا تھا کہ مدینہ منورہ میں پہنچکر رسولخدا صلعم کی نصرت کریں اور اپنی تلوار کے زور سے دین کو بڑھائیں وہ اُنسے وقوع میں آیا اور دست بردار تو انسے ہونا چاہئے کہ جو رسولخدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور راہ خدا میں کبھی ایک پتھر کا بھی نہ کھایا اور جنکو تم اولیاء اللہ کہتے ہو برخلاف ہمارے وہ ہرگز اولیاء اللہ میں سے نہیں ہیں اور نہ خدا تعالی نے اپنے اولیاء میں انکو قرار دیا ہی اولیاء اللہ تو اُسوقت ہوتے کہ جب خدا کی دوستی میں کوئی جانبازی کرتے جہاد سے بھاگنے والے کیونکر اولیاء اللہ ہو جائینگے اور خدا تعالی نے جو کچھ فرمایا ہی سب سچ ہے مراد خدا تعالی کی اس آیت میں ان لوگوں سے نہیں ہے کہ جو اپنے ایمان صحیح پر باقی نہ رہے تھے جیسا کہ ہم مفصل لکھ چکے اور خدا تعالی نے مجملاً تعریف انکی کی تھی جیسے کہ اور مومنین کی بہت سی آیتوں میں کی ہی اور پھر انمیں سے مرتد بھی ہوگئے اور اُن مرتدوں کو کوئی کافر یا فاسق کہے تو خدا کا جھٹلانا اسکو نہ کہیں گے ایسا ہی ان لوگوں کا حال تھا جیسے کہ انکے کافر یا فاسق کہنے سے کوئی کافر یا فاسق نہیں ہو سکتا ہی ایسے ہی انکے کہنے سے نہیں ہو سکتا ہی اور جبتک آفتاب صاف ہے تو اسکو کوئی بے نور نہیں کہہ سکتا اور جسوقت کہ منکسف ہو کر سیاہ ہو جائے تو اسکو بے نور کہنے سے اپنی آنکھوں کو بے نور نہیں بتلاتا ہی بلکہ سچ کہتا ہی اسی پر انکو قیاس کر لینا چاہئے **قال الشیخ الاشعری** اسکے بعد اتنی اور گزارش ہی کہ بعضے ہٹ دھرم شاید یوں تکرار کریں کہ خدا پہلے راضی ہوگیا ہو اور پھر جب جناب امیر سے مخالفت کی ہو تو ناراض ہو گیا ہو اور انکے لیے جو جنتیں تیار کر رکھیں ہیں تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ انکو عذاب ہو ہی نہیں خصوصاً شیعہ کے مقابلہ میں کیونکہ خوارج بھی بہ نسبت حضرت امیر کے اس قسم کی آیات میں بعینہ یہ احتمال پیدا کر سکتے ہیں یہانتک کہ جن آیات میں مغفرت کا ذکر آیا ہی اُسے بھی یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ مغفرت ہے جو بعد عذاب کے ہوگی **اقول** خدا تعالی جو کسی سے راضی ہی تو اُسکے ایمان اور فعل نیک کی جہت سے راضی ہی نہ یہ کہ بدون اُسکے راضی ہی پس جبتک کہ اُسمیں ایمان باقی ہی اور افعال نیک بجا لاتا ہی تو اُس سے راضی رہتا ہی اور جب ایمان اُس میں سے زائل ہو گیا تو خدا اُس سے ناراض ہو گیا اور افعال بد سے بھی ناراض ہی اور اُن افعال کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسے ہیں اگر وہ منجر بکفر ہیں تو پھر کوئی صورت نجات کی نہیں ہی اور اگر وہ منجر بکفر نہیں ہیں تو خدا تعالی کو اختیار ہے چاہے موافق اُن افعال بد کے عذاب کر کے نجات دیوے اور اگر چاہے اپنے فضل و کرم سے سب گناہوں کو بخشدے اور قول خوارج کا پایہ اعتبار سے ساقط ہی کہ جو کچھ وہ جناب امیر پر اعتراض کرتے ہیں حقیقت میں وہ اعتراض ہی نہیں ہیں اور اگر اعتراض انکے قابل اعتبار ہوتے تو اُن سے ہی کوئی گفتگو کرتا جیسے سنی اور شیعہ کے درمیان گفتگو ہی اور سوا اسکے یہ ہی کہ رسولخدا صلعم نے انکو

مارقین فرمایا ہے یعنی دین سے خارج ہو جانیوالے وہ حکم کفار کا رکھتے ہیں اور اسیواسطے ہمارے مذہب میں سوا انکا نجس ہے اور اقوال انکے اس قسم کے نہیں ہیں کہ جو قابل اعتبار اور جواب ہوں اور اسیواسطے وہ کسی سے گفتگو بھی نہیں کرتے ہیں اور اہل سنت کیا خوارج سے کم ہیں وہ بھی انبیاء علیہم السلام کی خطائیں ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں فلانے پیغمبر سے یہ خطا ہوئی اور فلانے سے یہ خطا ہوئی اور فلانے نے یہ غلطی کی چنانچہ تو بھی اس رسالہ میں کئی جگہ لکھ چکا ہے اگر خوارج حضرت علی کی خطائیں نکالتے ہیں تو تم جناب رسولخدا صلعم اور دیگر انبیاء کی خطائیں نکالتے ہو ثلاثہ کی خاطر سے اور حضرت علی کے فضائل کی تضعیف اور توضیع کرتے ہو اور خوارج کا تو قول یہ نہیں ہے تم اپنی طرف سے ایجاد کرکے کہتے ہو اور منسوب انکی طرف کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کہیں تو جواب دندان شکن پائیں اور اگر وہ کچھ کہیں تم اس عداوت سے کہ حضرت علی نے انکی بیخ کنی کی ہے اور ہم جن لوگوں سے عداوت رکھتے ہیں وہ لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے خاندان نبوت کی بیخ کنی کی ہے خوارج کی بیخ کنی اور خاندان نبوت کی بیخ کنی برابر نہیں ہو سکتی **قال الشیخ الاشعری** لیکن نقل مشہور ہے کہ حیلہ جو را تا بدروازہ باید رسانید اسلئے کہا جاتا ہے کہ اول تو سورہ تحریم میں یوں ارشاد ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ یعنی جس روز کہ رسوا نہ کریگا اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اسکے ساتھ ایمان لائے ہیں سو انکے ایمان میں تو شیعہ بھی کلام نہیں کر سکتے اسلئے کہ کلام اللہ موجود ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ یعنی اللہ راضی نہیں ہوتا کافروں سے بلکہ یوں بھی آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ یعنی اللہ راضی نہیں ہوتا فاسقوں سے جب خدا انسے راضی ہوا تو انکے رسول کے ساتھ ایمان لانے میں تو کچھ شک نہوا بلکہ اسبات میں بھی تردد نرہا کہ وہ ایک زمانہ میں رسول اللہ صلعم کے زمان حیات ہی سے صالحین میں سے تھے فاسق تک نتھے تو بیشک موافق وعدہ الہی کے وہ لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ قیامت کو معزز اور محترم رہینگے پھر عذاب آخرت کے کہ اس سے بڑھکر کوئی رسوائی نہیں کیا معنی مگر شاید ان الٹی کے سمجھنے والوں کے نزدیک یہی معنی ہونگے دوسرے یہ کہ سورہ انبیاء میں یوں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ هٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ حاصل اسکا یہ ہے کہ جنکے لیے ہمارے یہاں عمدہ مرتبہ مقرر ہو لئے ہیں وہ اس دوزخ سے دور رہینگے نہیں سنینگے اسکی ایک آہٹ تک اور وہ اپنی جی چاہتی مزوں میں ہمیشہ رہینگے نہ غم ہوگا انکو اس بڑی گھبراہٹ میں اور لینے آوینگے انکو فرشتے یوں کہتے ہوئے یہ وہ دن ہے جسکا تمسے وعدہ تھا اب خیال کیجئے کہ جسے خداوند کریم ورحیم فرمائے اسکے عمدہ مرتبہ جب اسمیں تو ہم جانیں شیعہ بھی شامل ہونگے اور پہلے ہی سے مقرر ہو تو آپ ظاہر ہے کہ ابھی ہی وعدہ ہو لیا اور وہیں وعدہ کے موافق تیاریاں ہولیں پھر انکے لیے عذاب کا ہونا بے اسکے نہیں ہو سکتا کہ نعوذ باللہ خدا اپنے وعدہ سے ہٹ جاے سو خدا تعالیٰ شیعیان علی ہے تو یہ ہی نہیں نعوذ باللہ منہا کہ آج تقیہ کرکے سب کچھ کہہ لیا پھر وقت پڑے آنکھیں بدل لیں **اقول** حیا جوئی تمہارا کام ہے تو صاف لکھنے والے ہیں اور اس آیت یوم لایخزی اللہ النبی الخ کے اعتبار سے ہم بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قیامت کے روز جناب رسولخدا صلعم کو اور جو کہ ہمراہ آنحضرت کے ایمان لائے ہیں اور تا دم واپسیں اپنے ایمان پر قائم رہے ہیں عذاب کرکے انکو رسوا نکریگا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضرت کے روبرو تو ایمان لایا اور بعد حضرت کے بے ایمانی کے کام کئے اسکو بھی رسوا نکرے بلکہ بیشک رسوا کریگا چنانچہ ان مومنین کی ہی طرف جو کہ ہمراہ رسولخدا صلعم کے ایمان لائے تھے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اور حضرت کے زمانہ میں بہت آدمی ایسے تھے کہ وہ ایمان لائے تھے اور شیعہ بھی انکے ایمان لانے کو جانتے ہیں اور حق میں انکے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ لیکن بعضے انمیں سے بعد رسولخدا صلعم کے مرتد ہوگئے اور خدا تعالیٰ انسے راضی اسوقت تک تھا کہ جبتک وہ اپنے ایمان پر قائم تھے اور جب وہ مرتد ہوگئے تو خدا انسے ناراض ہوگیا اور مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں لکھا ہے کہ بعد رسولخدا صلعم کے بہت قومیں اور کئی آدمی مرتد ہوگئے جو کہ رسولخدا کے زمانہ حیات میں تھے اور یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ الخ کی تفسیر میں اہل سنت کے علماء لکھتے ہیں کہ بہت آدمی مرتد ہوگئے تھے بعد رسولخدا صلعم کے اور ابوبکر نے ان پر جہاد کیا تھا سو یہ لوگ وہ ہی تو تھے کہ جنکے حق میں خدا تعالیٰ نے اس آیت خَیْرُ الْبَرِیَّةِ میں رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ فرمایا ہے اور رسولخدا کے زمانہ میں وہ مومن تھے ہیں اور رضی اللہ کے کہنے نے انکے ایمان کو کچھ فائدہ نہ بخشا اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اور سب آیتوں میں جسمیں کہ خدا تعالیٰ نے رضامندی اپنی بیان کی ہے اور وعدہ مغفرت اور جنت کیا ہے وہ لوگ مراد ہیں کہ تا زمانہ مرگ ایمان پر قائم رہے ہیں اور اپنے ایمان کو ظلم سے آمیز نہیں کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اور ان لوگوں ہی کے حق میں آیت یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ ہے اور وہ ہی معزز اور محترم رہینگے نہ مرتد ہو جانیوالے اور اپنے ایمان میں اپنے ظلم کی آمیزش کرنیوالے اور رسول اللہ ہی کے زمانہ حیات تک مومن رہے تو کیا خوبی ہے جب ان حضرت کے بعد مرتد ہوگئے اور آیت اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی الخ حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ اور ملائکہ کے حق میں ہے جیسا کہ تفسیروں میں لکھا ہے جناب رسولخدا صلعم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جنکی کفار پرستش کرتے ہیں جائینگے کہ یہ بھی دوزخ کے ایندھن ہوں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ یہ بہشتی ہیں اور بہشت کو روانہ ہونگے اور خدا تعالے نے یہ آیت نازل کی انکے حق میں وہ لوگ کہ جیسے

ہو چکی ہے اور گزر گئی ہے ہماری طرف سے اُنکے واسطے خصلت نیک کہ وہ سعادت دنیا اور آخرت کی یا توفیق طاعت یا بشارت جنت ہے وہ لوگ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں سو اُنکے واسطے
تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور بہشت میں وہ داخل ہوگئے اُنمیں کیا کلام ہے اور اگر عام فرض کیا جائے اور کہا جائے کہ یہ آیت سب مؤمنین کے حق میں ہے سوائے اسکے اور آیتوں میں
بھی اور خداتعالیٰ نے مؤمنین سے وعدہ جنت کیا ہے تو چاہیے کہ جو مؤمنین کہ اپنے ایمان پر قائم رہے ہیں اور جو مؤمنین کہ بعد نزول اس آیت کے مرتد ہوگئے ہیں سب کے سب بہشت میں
داخل ہوں کہ وہ وعدہ سب سے ہے کچھ تفصیل نہیں ہے کہ ایمان سے پھر جانیوالے بہشت میں نجائیں اور ایمان پر باقی رہنے والے بہشت میں جائیں اور جب یہ صحیح نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ
جیسے خداوند کریم فوز عظیم فرمائے اور ابھی سے اُسکا وعدہ فرمالیا اور وعدہ کے موافق تیاریاں ہولیں وہ اُنکے واسطے ہے کہ جنکا ایمان وقت مرنے کے صحیح اور درست ہو اور وہ شیعیان
علی ابن ابیطالب اور دوست اُنکے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ یعنی اے علی تو اور
شیعہ تیرے بیچ بہشت کے ہیں اور اہل سنت معاویہ کے گروہ کے آدمی ہیں اسواسطے کہ یہ لقب اُنکا معاویہ کا بخشا ہوا ہے چنانچہ صواعق محرقہ وغیرہ میں ہے اور معاویہ اور اُسکے گروہ کے آدمیوں کو
رسول خدا صلعم نے جہنمی فرمایا ہے چنانچہ کتب صحاح اہل سنت مثل بخاری اور اُسکی شرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ تدعوھم الی
الجنۃ ویدعونک الی النار یعنی اے عمار قریب ہے کہ قتل کرے تجھکو گروہ باغی کہ بلاتا ہوگا تو اُنکو طرف بہشت کے اور بلائینگے وہ تجھکو طرف آتش دوزخ کی اور عمار معاویہ کے گروہ کے
آدمیوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے ہیں جنکی طرف دوزخ تھا اور اہل سنت معاویہ کے گروہ کے آدمی ہیں کہ اُسکو خلیفہ حق اور امام صادق جانتے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ
اور غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے اور خداتعالیٰ اپنے وعدہ سے ہٹا ہوا نہیں ہے جن کے واسطے کہ وعدہ کیا ہے اُنکو بہشت میں داخل کریگا اور وہ مؤمنین وہ ہیں کہ ہمیشہ تادم مرگ اپنے
ایمان پر قایم رہے ہیں اور راہ خدا میں جہاد کرکے اسلام کو بڑھایا ہے نہ وہ لوگ کہ جو ایمان صحیح سے برگشتہ ہوگئے ہیں اور لوگوں پر ظلم کرکے اور اُنکے حقوق غصب کرکے اپنے ایمان کو
ظلم کے ساتھ مخلوط کیا ہے اور تقیہ بموجب حکم خدا ہے اور قرآن اور حدیث اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے چنانچہ بعد اسکے اُسکا ذکر بتفصیل مرقوم ہوگا اور شیعہ جو کچھ کرتے ہیں موافق
حکم خدا کے کرتے ہیں اور سنی حکم خدا سے منحرف ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس تقریر سے یہ واضح ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محاربہ یا شکر رنجی نہ موجب کفر ہے
جیسے اکثر شیعہ کہتے ہیں نہ موجب فسق ہے نہیں تو خدا ان لوگوں سے کیوں راضی ہوتا اسلئے کہ وہ خود فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ
بلکہ انکار امامت حضرت بھی موجب کفر و فسق نہیں کیونکہ تمام جماعت مہاجرین و انصار سوا دو چار آدمیوں کے سب اُنکی امامت کے شیعوں کے نزدیک منکر تھے اور اسی کی مؤید
نہج البلاغت جو اصح الکتب شیعہ ہے حضرت امیر سے درباره محاربہ امیر معاویہ یوں مروی ہے اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج یعنی ہم اپنے
مسلمان بھائیوں سے اس سبب سے لڑتے ہیں کہ اسلام میں کچھ کجی کی باتیں داخل ہوگئی ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ منکر امامت حضرت امیر اور اُنسے لڑنیوالے کافر نہیں اور
امیر معاویہ باوجود اس مخالفت اور انکار امامت کے چنانچہ سب کو معلوم ہے حضرت امیر کے نزدیک مسلمان ہی تھے **اقول** اس تقریر سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ حضرت علی سے
محاربہ یا شکر رنجی کرنی موجب کفر اور فسق نہیں ہے اور خدا اُنسے راضی ہے اور راضی تو خدا اُن مؤمنین سے بھی تھا جو کہ ارتداد سے پہلے مؤمن تھے چاہیے کہ اُنکا بھی ارتداد موجب
کفر اور فسق نہو یا یہ کہو کہ خداتعالیٰ نے جو وعدہ جنت کا مؤمنین سے کیا ہے تو وہ مؤمنین وہ ہیں کہ جو اپنے ایمان کو ضائع نہ کرینگے نہ کل مؤمنین اور حضرت علیؑ کے محاربہ کے مقدمہ میں
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا علی حربک حربی اور رسول خدا صلعم سے محاربہ کرنا کفر ہے حضرت علیؑ سے بھی محاربہ کرنا کفر ہوگا اور ان لوگوں ہی کی مقدمہ میں خداتعالیٰ
نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ اور راضی خدا اُنسے ہرگز نہیں ہے اور انکار امامت حضرت علی علیہ السلام موجب خروج از ایمان ہے اگرچہ ظاہر میں حکم اسلام کا اُسپر جاری ہو چنانچہ
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً یعنی جو شخص کہ نہ پہچانے امام زمانہ اپنے کو مریگا وہ مرنا جاہلیت کا یعنی کفر کا اگرچہ حکم اسلام کا اُسپر جاری ہو اور کل
جماعت مہاجرین اور انصار کی سوائے دو چار آدمیوں کے ہرگز منکر امامت علی نتھی بلکہ شیخین کی جلسازی سے حضرت علیؑ کی اعانت نکرنے پائے تھے اور آخر حضرت علی کی طرف
اُنہوں نے رجوع کی اور حق کو اختیار کیا اور ہمراہ اُنکے ہوکر ناکثین اور مارقین اور قاسطین سے لڑے البتہ جن لوگوں نے کہ حضرت علی سے محاربہ کیا ہے اہل جنگ جمل اور خوارج اور ہمراہیان
معاویہ انکو ہم موجب روایت یا علی حربک حربی کے دائرہ ایمان سے خارج جانتے ہیں گو حکم اسلام کا اُنپر جاری تھا اور وہ روایت چار پانچ آدمیوں کی حضرت علی کے ہمراہ ہوگئے
اور باقیوں کے پھر جانے کی ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے کہ مخالف ہے اکثر روایات مستفیضہ کے جو خوبی صحابہ پر دلالت کرتی ہیں اور اُسمیں جو ارتداد کا لفظ ہے اگر اُس روایت کو ہم
تسلیم کریں تو ارتداد سے معنی عام مراد ہونگے ارتداد عن الدین ہے اور ارتداد عن سلوک الخیر ہے اور ارتداد عن احسان اہل البیتؑ واعانتہم سے جیسا کہ قاضی عیاض نے ارتدوا علی
اعقابہم میں جو کہ صحابہ کی شان میں کتب صحاح میں مندرج ہے ارتداد عام کے معنی عام مراد لیے ہیں اور نہج البلاغت کو جو شیعوں کے نزدیک اصح الکتب لکھا ہے یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ اکثر
خطب اُسکے اہل سنت کے کتابوں سے ماخوذ ہیں اور حضرت علی نے جو معاویہ کو اخواننا فی الاسلام فرمایا ہے اسکا کیا مضائقہ ہے اخواننا فی الایمان تو نہیں فرمایا اور مسلمان تو ہم سب کو جانتے ہیں

جو لوگ کہ حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اور لڑتے تھے اور حقوق انکے غصب کرتے تھے اور کلمہ گو بھی تھے لیکن انکو ہم مومن نہیں جانتے تاکہ آخرت میں انکے واسطے کچھ فائدہ ہو آخرت میں تو انکے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کفار کے ہمراہ ہوگا اور محض مسلمان ہونا بدون ایمان کے کچھ فائدہ نہیں بخشتا ہے جیسے کہ خدا تعالی اعراب کے مقدمہ میں فرماتا ہے کہ قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا اسواسطے کہ اسلام یہی ہے کہ ظاہر میں اقرار شہادتین ہو سو معاویہ کو حاصل تھا اور ایمان جسمیں تصدیق بقلب و طمانیت ہوتی ہے وہ اسمیں نتھا اسواسطے حضرت نے اسکو مسلمان بھائی فرمایا اور برادر مومن کہا اور حضرت علی نے علے ما دخل فیہ الزیغ والاعوجاج جو فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تو درکنار اسکا تو اسلام بھی صحیح نہیں ہے کہ اسمیں بھی کجی کی باتیں داخل ہوگئی ہیں پھر جب اسلام بھی صحیح نہو تو کفر میں اسکے کیا شبہ ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں مقصد اول قصے میں آیت استخلاف کے جواب میں کہ حضرت امیر نے معاویہ پر اور عمرو عاص پر اور ابو موسیٰ اشعری وغیرہ پر لعنت کی ہے اگر وہ کافر نہوتا تو لعنت اسپر نکرتے اور ابھی گزرا ہے حضرت عمار کے قتل کے ذکر میں کہ رسولخدا صلعم نے معاویہ کے جاب والونکو ناری فرمایا ہے اور پہلے اس سے ربیع الابرار سے اور کتاب محصول امام رازی سے منقول ہوا ہے کہ رسولخدا صلعم نے ابو سفیان اور معاویہ اور یزید تینوں پر لعنت کی ہے اور معاویہ حضرت علی کو گالیاں دیا کرتا تھا چنانچہ کئی مرتبہ ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ من سب علیا فقد سبنی یعنی جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھ کو گالی دی اور رسولخدا کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا ہو سکتا ہے کہ خدا تعالے ایسے شخصوں سے راضی ہو اور منار ... لیا اور اس حظ

امامت علی کو تو میں لکھ چکا کہ وہ مومن نہیں ہے اور ...

یعنی زمرہ اہل علم میں سے نہیں ہیں سو ... سلمکو مسلمان کہا تو کیا فائدہ خالی ایمان سے تو اسلام کا انجام بھی کفر

تو انکو کسی سے مناظرہ کرنا منظور نتھا اسواسطے تغلیط اور تکذیب کریں جنسے محاربات و مشاجرات انکے حضرت

صاحب ممدوح کا میر نادر علی صاحب کے پاس عثمان نے حضرت امیر کے استحقاق امامت کے مخفی کرنے کے لیے گیارہ ہزار

اس طرح کی بیہودہ کلمات لکھے کہ شان اہل ... در جب حضرت امیر سے لڑنا اور انکی امامت کا انکار تک موجب کفر و فسق

کا کلام ہوتا ہے مطلب تو تھوڑا اور خرافات بہت ... سے کمتر ہیں وہ کا ہیکو موجب کفر و فسق ہونگے اس صورت میں حضرت امیر

مضامین جواب میں ایسے تحریر کئے کہ جن ... سابقون نے شیعوں کو جواب دندان شکن سنایا نہ یہ بن پڑے ہے کہ اصحاب

اہل انصاف کو کہ انہوں نے فدک کے مقدمہ ... سورۂ توبہ میں ہے اور سورہ توبہ کل ایک دو برس پہلے رسول اللہ صلعم

جواب میں احتمالات ہی پر اکتفا کرتا ہے اور یا کیتہ یا نہ ملی وصینگا دھینگی سے مہاجرین و انصار کے ساتھ ملا کر کچھ باب گفتگو کشادہ کریں

ہیں اور اس خط کے جواب سے پہلے اس شیخ ... ہیوں کو کچھ احتیاج نہیں روایات محاربات و مشاجرات کے تغلیط اور تکذیب

ابطال میں موافق اپنے زعم ناقص کے لکھے ہیں ... تا یقین مثل قرآن کے ہے اور نہ وہ محاربات مخالف قرآن کے ہیں قرآن بھی

کلو خ انداز را پاداش سنگ ... ہیں ان کا یقینی ہونا تحریر کر چکے ہیں اور تو کس شمار قطار میں ہے کہ تیرے کلام کی طرف

او ہرزہ درائی کو کام میں لایا ... اس کار وائی سے راضی نہیں ہے اسواسطے کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ مراد اس آیت میں سبقت سے سبقت

تو کیا حاصل ہے ہاں اگر کوئی شخص نامی گرامی ... مگر ہم لوگ جو پیروان ... مراد سبقت سے سبقت الی الموت ہے کہ جو کوئی مہاجرین و انصار میں سے ایمان صحیح پر مر گیا ہے

سعی کی جاتی اور اس شخص بازاری متعصب کو ... فی مومنین میں سے مر گیا تھا وہ ایمان ہی پر مرا تھا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالے

اوقات کا ہے یہ خیال کر کے خموشی اختیار کی گئی ... افعال ناشایستہ کرینگے کی انکے حق میں تو یہ فرمایا ومن یرتدد منکم عن دینہ الی سو ... آیات

قال الشیخ

ہے ... جیسے کہ ہم لکھ چکے

امر مسالہ ثابت ہوتے ہیں ... ہے

آیتوں کی تحریف اڑا دیں حالانکہ

نہو حالانکہ اما میہ کے نزدیک مشا

معاویہ اور انکے اصحاب بھی اسر

ثلاثہ وغیرہم مذکورین کی نسبت یا

کی وفات سے نازل ہوئی ہے یہ سب صلحہ

کیونکہ تبعوہم کے متعلق ہے اور پھر وہ

کرینگی انکا مطلب بہر منہج ثابت ہے

حق ہے اور وہ محاربات و مشاجرات

التفات کی جائے اور جواب اسکا

ہجرت نہیں ہے کہ آیت سے سبقت ہے

اس سے خدا راضی ہے اور واقع میں

اپنی رضامندی ان لوگوں کے

لے لکھا تھا اور آیات کا اڑا دینا کام تمہارا ہے کہ تمہارے بزرگوں نے بہت آیتیں اڑا دی

کی آیت صحابہ کی مشاجرات و محاربات

ہا ہے تیری کتابوں میں کہ قرآن کثیر اڑا دیا ہے اور حضرت علی کی امامت کی بھی تید

ہیں اور تیری ہی کتابوں میں لکھا ہوں۔

اڑا دی ہیں اور ہم پہلے اس سے معتبر سنی کتابوں سے قرآن کے ذکر میں لکھ سے ہیں اور حضرت امیر کی امامت کا انکار بے ایمانی کی بات ہے اور حضرت علی نے جو معاویہ کو مسلمان فرمایا ہے تو کیا مضائقہ ہے کہ انجام اسکا کفر ہے اور جو لوگ کہ ظاہر میں اقرار کرتے تھے شہادتین کا وہ سب مسلمان ہی تھے مثل یزید اور شمر اور ابن زیاد اور عمر سعد کے لیکن موت انکی مرتد ہے کہ وہ مومن نتھے اور نجات کے واسطے چاہیے محض اسلام کفایت نہیں کرتا ہے اور اسیواسطے اہل سنت نماز جنازہ کی دعا میں کہتے ہیں کہ اللھم من احییتہ منا فاحیہ علے الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علے الایمان اور اگر معاویہ میں ایمان ہوتا تو جناب رسولخدا اور حضرت علی اسپر لعنت نہ بھیجتے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور جامع الاصول میں بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی سے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلعم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر یعنی دشنام دہی مسلمانوں کی بدکاری ہے اور محاربہ کرنا

اُس سے کفر ہے پس جسوقت کہ قتال مسلم کا کفر ہوا تو قتال امیر المومنین اور امیر المسلمین کا کیونکر کفر نہ ہوگا اور اگر یہ تسلیم نہیں کرتے تو نعوذ باللہ علی کو کافر کہو معاویہ کی حمایت اب تو خاطر خواہ معاویہ کا کفر ثابت ہوگیا اور امامت حضرت علی کی ہمارے نزدیک البتہ جزو ایمان ہے اور منکر امامت کا حضرت علی کی اگرچہ ناجی ہو جاتا ہے لیکن اسلام اسکا باقی رہتا ہے اگر اقرار شہادتین کرتا ہے اور ہم لکھ چکے اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر چکے کہ قتال کرنا حضرت علی سے کفر ہے اگر تم حضرت کو امام جانتے ہو اور اس صورت میں معاویہ اور اُسکے اصحاب موافق روایات اہل سنت کے ملعون ہو گئے اور بری لعن سے وہ ہرگز نہیں ہوئی اور آیہ السابقون سے نیز ثابت نہیں ہوا اور جو کچھ تونے لکھا تھا ہمنے اسکو باطل کر دیا اور ایسا جواب دنداں شکن ہمنے تجھ کو دیا ہے کہ اگر تو کچھ سمجھ رکھتا ہے تو پھر ایسی گفتگو بیہودہ ہے دیا اور اصحاب ثلاثہ وغیرہ کے مقدمہ میں ہمکو احتیاج نہیں ہے اس امر کی کہنے کی کہ وہ بعد ہجرت کے ایمان لائے تھے اور نہ لفظ باحسان کو مہاجرین اور انصار سے گفتگو کرنیکی کچھ احتیاج ہے ہم تو کہتے ہیں کہ مراد سبقت سے سبقت الی الہجرت نہیں ہے اور اگر سبقت الی الہجرت فرض کریں تو بھی مطلب ہمارا ہاتھ سے نہیں جاتا ہے ان وہ ہی لوگ مراد ہیں جنہوں نے مہاجرین اور انصار کی نیکی میں متابعت کی ہے **قال الشیخ الاشعری** بعد ظرفہ تماشا یہ ہوگیا کہ اس آیت اور آیات کے وسیلے سے جو اس آیت کی ذیل میں مذکور ہوئیں سنی اصحاب ثلاثہ کیا بلکہ تمام مہاجرین اور انصار کا ایمان ثابت کرتے تھے اور عقیدہ کو نہیں وہ عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرات ائمہ سب سے تو کیا انبیاء سے افضل ہیں اور وجہ اس عقیدہ کی پامالی کی یہ ہے کہ سورہ توبہ ہی میں ان جو ایمان بھی لائے اور ہجرت بھی کی اور جان اور مال خدا کی راہ میں جہاد بھی کیا یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ انکا مرتبہ اور امتیوں سے اعلے ہے یہ امام اور غیر امام کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سوا حضرت علی کے اور ائمہ اطہار اس رتبہ کو نہ پہنچے تھے جو اُن صحابہ کا ہے نبی کا رتبہ تو درکنار تسکین خاطر کے لئے الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے وطن چھوڑ دیا اور خدا کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا وہ سب میں بڑے درجہ والے ہیں اور مراد کو پہنچنے والے ہیں بشارت دیتا ہے انکو رب انکا اپنی رحمت اور اپنی رضامندی اور باغوں کی جن میں انکے لئے دوام کی نعمت ہے وہ اسمیں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے پاس اسکے بڑا اجر ہے اب حضرات شیعہ سے بجز اسکے نہیں بن پڑتی کہ یا تو حق بول اٹھیں یا یہ کہ موافق مشہور الضرورات تبیح المحظورات بحکم ضرورت رجوع کریں **اقول** نہ اس آیت سے اور آیتوں سے ثلاثہ وغیرہ کا ہمیشہ کو ایمان پر باقی رہنا ثابت نہیں ہوتا ہے اور کسی آیت میں یہ بھی ہے کہ ایمان لائے ہیں اور ہمیشہ کو اپنے ایمان پر باقی ہیں انکی طرف سے آیتوں میں تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لایا ہے اسکے واسطے ایسے ایسے درجے ہیں تخصیص کسیکی نہیں ہے اور سوائے اسکے اور بہت آیتیں ہیں اور فرمایا اِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا اور اول یہ ہے کہ اے مومنین جو کوئی بھی خطاب ہے کہ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ تم میں سے اپنے دین سے پھر جائیگا تو اسکی مغفرت نہ ہوگی اور ہمیشہ کو وہ دوزخ میں رہیگا اب ہم دیکھیں گے کہ ان میں سے کون باقی رہا ہے اور کون اپنے دین سے پھر گیا ہے اور جسکا پھر جانا دین سے ثابت ہوگا تو ہم خواہ مخواہ کیونکر اسکو مومن کہدینگے جیسا کہ تم مرتد عقیدہ کو جو کچھ ائمہ معصومین علیہم السلام سے ہے کیا خاک میں ملاؤگے اور کیا تمہارا منہ ہے اور تمہارے ثلاثہ کو جو ہم نے خاک دئے ہو کر خاک میں سے نکالو لیکن وہ نہیں نکل سکتے اور تمہارا عقیدہ جو انکے ساتھ تھا اسکو بھی ہم نے خاک میں ملا کر برابر کر دیا ہے اور ائمہ کے افضل ہونے کا ذکر تو انشاء اللہ تعالی بعد اسکے آئیگا جس جگہ کہ تو اس مسئلہ کا ذکر کریگا اور اس آیت سے جو کہ اس نے لکھی ہے اسواسطے کہ اس آیت میں تین اوصاف خدا تعالی نے مومنین کے بیان کئے ہیں ایمان اور ہجرت اور جہاد سو جس میں یہ تینوں ہوں ان کا تو ہم پہلی آیتوں میں ذکر کر چکے ہیں کہ مراد وہ مومنین ہیں کہ تا دم واپسین ایمان پر قائم رہے ہوں اور یہ بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں جیسا کہ عمر بن خطاب کے قول میں ہے اور جہاد میں سے رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگے نہیں ہوں سو بعضے مرتبہ انکا اعلےٰ ان لوگوں سے ہے کہ جو اس بیں معلوم ہوا کہ مستحق اس مرتبہ کے اس آیت میں وہ لوگ ہونگے جنمیں یہ تینوں اولین سے اور آخرین سے اور تخصیص جیسے کہ امام اور غیر امام کی نہیں ہے ایسے ہی نبی اور غیر نبی کی بھی نہیں ہے اس واسطے کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اور اس زمانہ میں موجود تھے جیسے کہ انصار کہ جنکو ہجرت نصیب نہیں ہوئی یا جنکو بھی اعلیٰ ہو جائیں اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے رتبہ کو نہ کیا جانے کہ وہ متقی تھے اور خدا تعالی کے نزدیک متقی

اور آئمہ کے متقی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مولوی عبد العزیز صاحب آئمہ کے حق میں لکھتے ہیں کہ وہ معصوم تو نہ تھے مگر محفوظ تھے گناہوں سے اور صحابہ کو ایسا نہیں لکھتے
بلکہ خاطی اور گنہگار لکھتے ہیں چنانچہ مطاعن عثمان کے جواب میں لکھا ہے کہ صحابہ معصوم نہ تھے اور اُن پر حدیں جاری ہوتی تھیں اور شراب نوشی بھی کرتے تھے اور ملا
سعد الدین تفتازانی نے تو شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ وہ حق سے تجاوز کر گئے تھے پس جب وقت صحابہ کا یہ حال ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام متقی ثابت ہوئے تو خدا تعالےٰ
کے نزدیک مہاجرین سے زیادہ بزرگ وہ ہی ہونگے اور اگر مہاجرین ممدوحین اعظم درجہ ہیں تو اُنسے بھی زیادہ درجہ میں ہیں اور جو کچھ کہ مرتبہ ائمہ معصومین کا اہل سنت کے اور انبیا اللہ
کے نزدیک ہے اُسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے آویگا جس جگہ کہ یہ شیخ ذکر کریگا کہ شیعہ اپنے ائمہ کو انبیاء علیہم السلام سے افضل جانتے ہیں اب دیکھو تو شیعہ کیسے حق بولے ہیں کہ
افضلیت کو ائمہ معصومین علیہم السلام کی مہاجرین سے ثابت کر دیا اور تمہارے قول لغو کو باطل کر دیا اب تم کو رجوع کرنی چاہئے طرف مذہب حق قدیم کے جن کے حق
میں رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے حضرت علی سے کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ **قال الشیخ الاشعری** اور یوں کہیں کہ ہم نے دیکھا کلام اللہ سے وہی ثابت
ہوتا ہے جو سنیوں کا مطلب ہے لیکن خدا کا کیا اعتبار جیسے اور بہت سے امور میں ہمارے عقیدہ کے موافق آج کوئی مانے نہ مانے خدا کو بدا واقع ہوا ہے صحابہ کی شان
میں اور سنیوں کے حق میں اور کلام اللہ کی حفاظت میں بھی بدا واقع ہوا پہلے یوں ہی ارادہ ہو جیسا کلام اللہ میں فرمایا بعد میں رائے بدل گئی ہو اور یہی معنی بدا کے ہیں
اقول ہم ایسا باطل قول کا ہیکو کہیں گے کہ کلام اللہ سے وہ ہی ثابت ہے جو سنیوں کا مطلب ہے سنیوں کا مطلب تو بالکل مخالف کلام اللہ کے ہے اور ہمارا عقیدہ
وہ ہی ہے جو کلام اللہ سے ثابت ہے اور موجب حکم خدا کے ہے اور اعتبار خدا کا اہل سنت کے مذہب میں نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اے مومنین تم میں سے اگر کوئی مرتد ہو جاویگا
تو اسکی مغفرت نہوگی اور ہمیشہ وہ دوزخ میں رہیگا اور تم اکثر مومنین کو دیکھتے ہو کہ بعد رسول خدا صلعم کے اُنسے ایسے افعال سرزد ہوئے ہیں کہ وہ ان افعال کی جہت سے مرتد ہو گئے
ہیں لیکن تمکو اُن فعلوں پر نظر نہیں ہے اور خواہ مخواہ اُنکے افعال کی اصلاح کرتے ہو اور خدا کا اعتبار نہیں کرتے اور شیعوں کا مذہب وہ صاف ہے کہ اُسمیں کوئی بات
گرفت کی نہیں ہے جب اہل سنت نے اُسکی صفائی اور پاکیزگی دیکھی تو عداوت کی راہ سے بدا کا یہ افترا کیا جو کہ باعتبار لغت کے ہے اور بدا کا جو تو نے ذکر کیا ہے جو بدا کہ
ہمارے نزدیک ہے اُس بدا میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جس بدا کو تم ہماری طرف منسوب کرتے ہو جو کہ باعتبار لغت کے ہے اُسکے معتقد کو ہم کافر کہتے ہیں اور ملعون جانتے ہیں تو نے
جو کچھ کہ یہ لکھا ہے مولوی عبد العزیز صاحب کے تحفہ میں سے لکھا ہے اور مولوی صاحب مذکور کا یہ حال ہے کہ سینکڑوں افترا اُنہوں نے شیعوں پر کئے ہیں اور علماء اہل سنت
میں ایسا دروغ نویس کوئی نہیں گزرا ہے اگر اُنکے دروغوں کو جمع کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو اول تو اسباب کو جان لینا چاہئے کہ ضروریات مذہب امامیہ
میں سے یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو عالم کلیات اور جزئیات کا ازل سے ابد تک جانتے ہیں اور کوئی چیز اُس پر پوشیدہ نہیں ہو سکتی اُنکے نزدیک علم اُسکا عین ذات ہے
چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کان اللہ و لا شیٔ غیرہ و لم یزل عالما بما یکون فعلمہ بہ قبل کونہ کعلمہ بعد کونہ یعنی خدا تعالیٰ تھا اُس وقت کہ سوائے اُسکے کوئی چیز نہ تھی
اور ہمیشہ عالم تھا اُس چیز کا کہ آئندہ کو پیدا ہو گی پس علم اُسکا ساتھ اُس چیز کے کہ پہلے پیدا ہوئی ہے اُسکے مثل علم اُسکے کے ہے بعد پیدا ہونے اُسکے کے یعنی جیسا علم
کہ اُسکو اُسکے پیدا ہونے کے بعد ہے ایسا ہی پیدا ہونے سے پہلے بھی تھا اور یہ شیخ بیچارا اعتراض کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ روایت بدا کی اہل سنت کی بھی کتابوں
میں موجود ہے چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ بدا للہ ان یبتلیھم یعنی بدا ہوا واسطے خدا کے یہ کہ آزمائے اُنکو اور بدا کے دو معنی ہیں ایک
لغوی اور ایک اصطلاحی جو کہ اہل اسلام کے نزدیک مقرر ہیں معنی لغوی تو یہ ہیں کہ تبدل اور تغیر رائے کا ہو بسبب ظہور خطا اور ندامت کے رائے پہلی میں
اور عدول کرنا اُس رائے سے طرف رائے دوسری کے اور ہمارے نزدیک خدای تعالیٰ پر یہ محال ہے اور اس کے معتقد کو ہم کافر اور ملعون جانتے ہیں اور
یہ وہ معنی ہیں کہ اس کو اہل سنت ہماری طرف منسوب کرتے ہیں بسبب جہل کے یا تجاہل کے اور ایک بدا کہ جس کے شیعہ قائل ہیں کہ وہ تغیر احکام کا ہے
باعتبار مصالح اور اوقات کے کہ پہلے ایک حکم دیا تھا اور بعد اسکے پہلے حکم کی مخالف اور حکم دیا باعتبار مصلحت اُس وقت کے لیکن پہلے حکم کے وقت
جانتا تھا کہ بعد اس کے اس حکم کے خلاف دوسرے حکم کی مصلحت ہو گی اُسی وقت ہم دوسرا حکم دینگے اور جب دوسرے حکم کا وقت آیا تو وہ
حکم دیا اور اپنے ہی کسی کو مارتا ہے اور کسی کو پیدا کرتا ہے اور کسی کی عمر زیادہ کرتا ہے اور کسی کی عمر کم کرتا ہے اور کسی کو تونگر کرتا ہے اور کسی
کو تنگ دست کرتا ہے لیکن اُس کے وقت ظہور سے پہلے روز ازل سے اس کو بہ تفصیل جانتا ہے کہ ہم یوں کرینگے فلانے وقت جیسے کہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا اسمعیل علیہ السلام کے ذبح کا اور پھر اُس کو موقوف کر دیا اور قوم یونس علیہ السلام پر عذاب نازل کر کے بند
کر دیا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ایک عروس کو جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے کہا کہ آج کی شب یہ مر جائیگی اور پھر وہ نہ مری اور آیات اور احادیث

ثابت ہوتا ہی کہ خدا تعالی کی دو لوح ہیں ایک تو لوح محفوظ کہ اس میں جو لکہا ہی اُسکا تغیر اور تبدل نہیں ہوتا ہی کہ وہ موافق علم خدا کی ہی اور دوسری لوح محو و اثبات ہی کہ اُس میں موافق مصالح الہی کے لکہا ہی جاتا ہی اور مٹایا ہی جاتا ہی مثلاً زید کی عمر پنجاہ سال کی اُس میں لکہی تہی اُس نے صلہ رحمی کے یا صدقہ راہ خدا میں دیا تو پنجاہ سال کو محو کرکے ستر برس لکہدیے اور اسی مقدمہ میں خدا تعالی فرماتا ہی یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ یعنی مٹاتا ہی خدا جو چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہے اور نزدیک اُسکے ام الکتاب ہے اور یمحو اللہ ما یشاء و یثبت سے تو مراد لوح محو و اثبات ہی اور ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور اسیطرح ہمارا عقیدہ ہی اور ہماری اصطلاح میں یہی بدا ہی جو کہ خدا تعالی پر ہم کہتے ہیں اور اسمیں کچھ قباحت نہیں ہی اور جو کچھ کہ مینے لکہا ہی یہ خلاصہ ہے ہمارے علما کی تحریر کا اور روایتیں بہی ہماری اسی بدا پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ کافی میں حضرت صادق ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا ما بدا للہ فی شئ الا کان فی علمہ قبل ان یبدو لہ یعنی نہیں بدا ہوا ہی خدا کو کسی چیز میں مگر کہ تہی وہ چیز اُسکے علم میں پہلی اس سے کہ ظاہر ہووے اُسکے اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ان اللہ لم یبد لہ من جہل یعنی تحقیق کہ خدا نہیں بدا ہوا ہی واسطے اُسکے جہل سے کہ پہلے وہ اُسکو نجانتا ہو اور حضرت صادق علیہ السلام سے پوچہا گیا کہ ہل یکون الیوم شئ لم یکن فی علم اللہ بالامس قال لا من قال ہذا فاخزاہ اللہ قلت ارایت ما کان وما ہو کائن الی یوم القیامۃ الیس فی علم اللہ قال بلی قبل ان یخلق الخلق یعنی کیا ہی آج کوئی ایسی شی کہ نتہی وہ علم خدا میں کل کے روز کہا کہ نہیں جو کوئی کہی ایسا تو بس رسوا کریگا اُسکو خدا راوی کہتا ہی کہ مینے کہا کہ خبر دی تو مجہکو جو کچہہ کہ ہولیا ہی اور جو کچہہ کہ ہونیوالا ہی روز قیامت تک کیا نہیں ہی علم خدا میں کہا کہ ہاں ہی پہلے اس سے کہ پیدا کرے خلقت کو اور ایک حدیث دوسری حدیث سے تفسیر کیہوتی ہی اور سوا اسکے اور روایتوں میں جو بدا کا ذکر آیا ہی کہ خدا کے واسطے بدا ہوتا ہی اور بدا کے معنے بیان نہیں کئی اور ان روایتوں میں جو ہمنے بیان کی اُنسے معلوم ہوا کہ بدا جہل سے نہیں ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ سب روایتوں میں مراد بدا سے یہی ہی کہ جسمیں جہل نہو سو ہمارا مذہب تو یہی ہی اور یہی مراد ہی ہماری نزدیک بدا سے اور اگر تیری نزدیک بدا کا لفظ مکروہ اور بُرا ہی کہ جہاں یہ لفظ آئیگا اُسکے معنی لغوی ہی مراد ہوں گے تو اپنی کتابو نکی تو خبر لے کہ تیری کتابوں میں بہی تو آیا ہی ابن اثیر نہایہ میں حدیث اقرع و ابرص میں جو کہ بخاری کی حدیث ہی لکہتا ہی بدا للہ عز وجل ان یبتلیہم یعنی بدا کیا اللہ نے یہ کہ آزماوی اُنکو سو جو بدا کہ شیعوں کے نزدیک ہی اور ہمنے اُسکے معنے لکہے ہیں اگر وہ بدا خدا کو واقع ہو تو اُسمیں کیا قباحت ہی اور صحابہ کے اور سنیوں کے حق میں بدا واقع نہیں ہوا ہی بعضے صحابہ نے اور سنیوں نے اپنی شامت نفس سے افعال بد قبیلہ کئی ہیں اور خدا تو یہی چاہتا تہا کہ یہہ ایمان پر قایم رہیں اور اب جو یہہ ایمان صحیح پر قایم نرہے تو اپنے ارادہ سے اور خدا تعالی اس سے راضی نہیں ہی قال الشیخ الاشعری اور یہی معنی بدا کے ہیں چنانچہ نظام الدین جیلانی نے جنکو آج کل کے شیعہ شاید منافق تبلائیں رسالہ علم الہدی فی تحقیق البدی میں لکہا ہی بدا لہ اذا ظہر لہ رای مخالف للرای الاول یعنی کہا کرتے ہیں کہ فلانی کو بدا واقع ہوا جب اُسکو پہلے رای کے مخالف کوئی دوسری رائے سوجہی ملا نظام الدین جیلانی مذکور اوسی رسالہ میں لکہتا ہی کہ شیخ ابو جعفر طوسی اور شیخ ابو الفتح کراجکی کا بہی بدا کے معنوں میں یہی مذہب ہے اسلئے کہ شیخ طوسی نے عدہ میں اور شیخ کراجکی نے کنز الفوائد میں تحقیق کی ہی مگر شریف مرتضی نے ذریعہ میں جو کچہہ تحقیق کرکے لکہا ہی اور طبرسی کے کلام میں سے بہی کچہ اُسکی بو آتی ہی وہ اُسکے خلاف ہی کہ یہ لکہتے ہیں معنے قولنا بدا لہ تعالی انہ ظہر لہ من الامر ما لم یکن ظاہرا یعنے ہم جو کہتے ہیں کہ خدا کو بدا ہوا تو اُسکے یہ معنی ہیں کہ خدا کو کوئی ایسی بات معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نتہی پہر اسکے بعد ملا نظام الدین لکہتے یوں لکہتا ہی کہ حاصل یہ ہی کہ خدا کو اشیاء نو پیدا کا علم اُنکے وجود کے بعد حاصل ہوتا ہی اور پہر اسکے بعد یہ لکہتا ہی اور وہ تحقیق دوسرے معنوں پر منطبق آتی ہی وہ یہہ ہی کہ خبر میں بہی بدا ہوتا ہی یعنی یوں بہی کبہی ہوتا ہی کہ آیندہ کی خبر بہی باطل کر دیا ہی اور جو کچہہ ہمارے نزدیک بدا سے مراد ہی وہ تو ہم لکہہ چکے اور تو اپنی سند کے واسطے مولوی عبد العزیز صاحب کے لکہنے پر اعتماد کرکے ایک شخص … میں کوئی بہی اُسکو نہیں جانتا کہ وہ کون ہی اور نہ کوئی اُسکی کتاب اعلام الہدی کو جانتا ہی کہ وہ کیسی ہی اور کہاں ہی ہمپر اُسکا اکثر … معلوم نہیں کہ وہ کس مذہب کا آدمی ہی اور اگر وہ شیعہ ہی تو اس سے کیا ہوتا ہی اور جسوقت اُس نے ایسا اعتقاد بدا اختیار کیا تو شیعوں کے زمرہ سے وہ خارج ہو گیا … برخلاف اہل سنت کے مذہب کے لکہا کہ ختم المرسلین سات آدمی ہیں اور تیری حق میں مکہ معظمہ سے ارتداد کا حکم آیا اور پہلے اس سے ہم لکہہ چکے کہ مذہب ہمارا یہ ہی کہ شئی کو ازل سے ابد تک عالم جمیع کلیات اور جزئیات کا ہی اس صورت میں اسکا قول کہ خالی کفر سے نہیں اور مخالف آیات قرانیہ کے ہی ہمپر حجت نہیں ہو سکا معلوم ہوتا ہی کہ مولوی عبد العزیز صاحب نے یا نصر اللہ کابلی نے اپنی طرف سے گہڑ لیا ہی اور اعتبار کے واسطے سید مرتضی کا اور شیخ ابو جعفر طوسی وغیرہ کا نام لکہدیا اور جو کچہہ چاہا خاطر خواہ لکہدیا لیکن شیعہ اس جعل میں کب آتے ہیں اور جو کچہہ کہ اُس نے اپنی اعتماد کے واسطے حوالہ شیخ ابو جعفر طوسی اور ابو الفتح کراجکی کا دیا ہی غلط ہی سید مرتضی علیہ الرحمہ نے جواب مسائل اہل ری میں

لکھا ہی کہ مراد بدا سے نسخ ہی اور دعوی کیا ہی کہ معنی لغوی سی خارج بھی نہیں ہی اسواسطے کہ بدا بمعنی ظہور ہی اور مراد بدا سے یہ نہیں ہی کہ دلالت کری خدا تعالی کے جہل پر
اور شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے عدہ میں سید مرتضی علیہ الرحمہ سے تفسیر دوسری لکھی ہی جسکا کہ تو نے ایک ٹکڑا لکھا ہی اور آخر کے فقرہ کی خیانت کرکے اڑا دیا ہی سو کو
عبد العزیز صاحب کی پیروی سی اور ترجمہ اُسکا تو نے غلط کیا ہی اور وہ یہ ہے بدا اللہ معنے ان ظہر لہ من الامر مالم یکن ظاہرا لہ وبدا لہ من النہی مالم یکن ظاہرا لہ
لان قبل وجود الامر والنہی لا یکونان ظاہرین مدرکین وانما یعلم انہ یامر او ینہی فی المستقبل فاما کونہ امرا او ناہیا فلا یصح ان یعلمہ الا اذا وجد الامر والنہی
یعنی بدا اللہ اسکے معنی ہیں ہی کہ ظاہر ہوا واسطے اُسکے امر سے جو کچھ کہ نتھا ظاہر اور ظاہر ہوا واسطے اُسکے نہی سی جو کچھ کہ نتھا ظاہر واسطے اُسکی اسواسطی کہ پہلے وجود امر و
نہی کے نہیں ہوتے ہیں وہ دونوں ظاہر ادراک کئی گئی اور سوا اسکے نہیں جانتا ہی وہ کہ حکم کریگا یا منع کریگا آیندہ کو پس لیکن ہونا اُسکا حکم کرنیوالا اور منع کرنیوالا پس نہیں
صحیح ہی یہہ کہ جانے اُسکو مگر جسوقت کہ پائی جائیں امر اور نہی انتہی اور یہ گفتگو بصراحت دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ مذہب سید علیہ الرحمہ کا کل اہل اسلام کی مانند
یہہ کہ چیزیں جبتک موجود نہیں ہوتی ہیں جناب باری عز اسمہ جانتا ہی کہ فلانی چیز فلانے وقت موجود ہوگی اور جسوقت کہ موجود ہو جاتی ہی تو اُسوقت اسطرح
جانتا ہی کہ اب موجود ہی اور یہ ایسا ہی جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہی وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ یعنی اور البتہ آزماوینگے ہم تمکو یہانتک
کہ جانیں ہم جہاد کرنیوالوں کو تم میں سے اور صبر کرنیوالوں کو یعنی تاکہ جانیں ہم تمہاری جہاد کو جسوقت کہ تم متصف بوجود جہاد ہو یہ آیت اسطرح سی کہ اب متصف بجہاد ہی
اسواسطی کہ قبل وجود جہاد کے جانا نہیں جاتا ہی جہاد اسطرح سے کہ اب متصف بوجود ہی جہاد البتہ اسقدر جانتا ہی کہ آیندہ کو جہاد مجاہدین کا وجود پکڑیگا اور جو کہ جہاد
کریگا اُسکو جانتا ہی لیکن جہاد ابھی ظاہر نہیں ہوا ہی اور جانتا ہی کہ ظاہر ہوگا اور جب ظاہر ہوگا تو جانیگا کہ اب ظاہر ہے اور پہلے ظاہر نتھا یہی حال بدا کا ہی اور فرمایا
کہ آزماوینگے ہم خبروں تمہاری کو یعنی قسم اعمال سی کہ ظاہر ہو حسن اور قبح اُنکا کہ جو اب ظاہر نہیں ہی اور یہی بیضاوی میں لکھا ہی اور تو نے ظہر لہ من الامر میں اول تو خیانت کی مولوی
عبد العزیز صاحب کے پیروی سی کہ آخر کی عبارت نہ لکھی اور امر جو کہ نہی کے مقابلہ میں ہی اُسکے معنی بات کے مقرر کئے اور ظہور جو کہ پیدا شدن کے معنی میں ہے
اُسکے معنی علم ٹہیرائے کتنی بڑی غلطی کی ہی اور پھر شیعان علی کا مقابلہ کرتا ہی غلام معاویہ اور عمرو عاص کا ہوکر اور شیخ ابو جعفر طوسی کتاب غیبت میں بعد ذکر
احادیث بدا کے لکھتے ہیں کہ بعد تسلیم صحت ان اخبار کے کہہ سکتے ہیں کہ بعید نہیں ہی کہ جناب باری نے عالم تقدیر میں واسطے اس امر کے ایک وقت معین کیا ہو لیکن بسبب
حدوث و تجدد بعضی امور مصلحت کے لیے تغیر پایا ہو اور اس سبب تاخیر میں پڑا اور اسی پر محمول ہیں وہ احادیث کہ جو درباب تاخیر کرنے موت کے ہی اپنے وقت سی بسبب صدقہ اور صلہ رحم
اور دعا کے اور کم ہونا عمر کا بسبب ظلم اور قطع ارحام کے اور خدا تعالی اسکا عالم ہوتا ہی اور بعد اُسکے حضرت امام رضا علیہ السلام سی روایت لکھی ہی کہ وہ اپنے آبا طاہرین
کا قول بیان کرتے ہیں آیت يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ کو بدا کے مقدمہ میں اور اُسکے بعد لکھا ہی کہ جو شخص کہتا ہی کہ جناب باری نہیں جانتا ہی کسی
چیز کو مگر بعد اُسکے حادث ہونیکے وہ شخص کافر ہے اور بعد اسکے حضرت امام حسن عسکری کا قول لکھا ہی کہ فرمایا تعالی اللہ الجبار العالم بالاشیاء قبل کونہا یعنے
خدا تعالی کہ برتر اور جبار ہی سب اشیاء کو اُنکی پیدا ہونے سے پہلے جانتا ہی اور کثرت سی ہماری روایتیں خدا کے عالم ہونے پر اشیاء کے قبل وجود اُنکی کے منقول
ہیں اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب التوحید میں لکھتے ہیں کہ مراد ہماری بدا سے بدا ندامت نہیں ہے کہ بسبب بے علم ہونیکے پہلی رای میں قباحت ظاہر ہوئی تو نادم ہو
اور دوسری رای سے اُسکو بدلا اور ایسے ہی مذہب مولانا طبرسی اور ابو الفتح کراجکی کا ہے غرض یہ ہے کہ ہماری سب علماء کا یہی مذہب ہے اور یہ کسیکا مذہب نہیں ہی کہ بسبب بے علمی کے
پہلی رای کو دوسری رای مخالف اُسکی سے اُسکو بدلا ہو اور یہ جو لکھتا ہی کہ خدا کو علم اشیاء کا اُنکی وجود کے بعد ہوتا ہی سو ہم لکھہ چکے کہ جو کوئی ایسا اعتقاد رکھتا ہی وہ کافر
ہی یہ بھی خوب بات ہی کہ ایک شخص بد مذہب مجہول الحال کے قول سی کہ وہ بھی معلوم نہیں کہ راست ہے یا دروغ ہے شیعوں پر اعتراض کری کہ جو ایسے قول سی بری ہیں اور بیچ
تحقیق نظام الدین مفروض کی ہی وہ سب ہمارے نزدیک کفر کی ہی اور باطل ہی اور شیعوں کا یہ اعتقاد ہی نہیں ہے اور اگر کوئی روایت اُس نے شیعوں کے عقیدہ کے مخالف
اُنکی کتاب میں دیکھی ہی در روایات صحیحہ مستفیضہ کے مقابلہ میں تو اُسکا اعتبار نہیں ہی اہل سنت کے کتب صحاح میں روایات تجسیم باریتعالی اور آسمان دنیا پر اُسکا آنا اور جانا موجود
ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھہ چکے اہل سنت کو اُن روایتوں کو دیکھکر تو شرمانا چاہیئے اور ہم کہتے ہیں کہ نظام الدین نے جو لکھا ہی کہ بدا کے یہ معنی ہیں کہ ظہر لہ رای مخالف
الرای الاول اس سے یہ کہاں سی معلوم ہوا کہ اُسکو پچھلی رای کا پہلے سی علم نتھا بلکہ ہو سکتا ہی کہ خدا تعالی پہلے اس سے جانتا ہو کہ ہماری اس رای کے بعد ایک اور رائے
مخالف اسکی ظاہر ہوگی کہ مصلحت اُسوقت اُسی رای کی ہوگی اور یہ جو تو نے لکھا ہی ترجمہ میں کہ دوسری رائے سوجہی یہ غلط ہی سوجہی تو نے کس لفظ کا ترجمہ کیا ہی اور جب
وقت اُس رای کا آیا تو وہ ظاہر ہوئی اب کہہ سکتے ہیں کہ ظہر لہ رای مخالف للرای الاول اور اگر نظام الدین سب مسلمانوں پر اعتراض کرکے کہے کہ خدا تعالی قرآن میں

فرماتا ہی حتی نعلم المجاہدین منکم اُس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی کو علم مجاہدین کا بالفعل نتہا بعد اسکے معلوم ہوگا کہ کون جہاد کرتا ہی اور کون
جہاد نہیں کرتا ہی تو اسکا تو بدون تاویل کے کیا جواب دیگا **قال الشیخ الاشعری** اب سنیئے کہ متاخرین امامیہ کو کچھ بدا کے باب میں ہوش آیا ہی اور سنیوں کے اعتراضوں
کو سن سنا کر کچھ فکر آبرو ہوا ہی اسلیئے بات بدلکر اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ بات فقط خاص اُس علم میں ہوتی ہی جس کی کسیکو خبر نہیں کرتے اور جو علوم کہ انبیاء
کو بھیجے جاتے ہیں اُس میں خدا جھوٹ نہیں بولتا سو اگر اس بات پر امامیہ جم جائیں تو سنیوں کی طرف سے اُنکو مرحبا اور آفرین اس صورت میں کلام اللہ کی بات
تو باون تولے پاو رتی کی ہوگی پھر ہمیں کیا ضرورت کہ بدا کے عذر کی وجہ سے کسی اور وجہ سے اثبات مدعا کریں **اقول** متاخرین میں سے کسیکا نام تو لکہا ہوتا کہ فلانی
نے یہ کہا ہی یا اپنے جی سے ہی جوڑ کر کہتا ہی اور متقدمین کا مذہب ہم بیان کر چکے اُنکے کسی قول پر اعتراض ہی نہیں ہوتا ہی پھر سنیوں کے اعتراض متاخرین نے کیا
سنی ہونگے اور ہماری متقدمین اور متاخرین کا اس باب میں سب کا ایک مذہب ہے اور اگر اہل سنت افترا کے شیعوں پر اعتراض کریں تو اسکا جواب بجز لعنة اللہ
علی الکاذبین کے کچھ جواب نہیں ہی اور متاخرین نے ہماری کوئی بات نہیں بدلی ہی اور یہ بھی کسی نے نہیں لکھا ہی کہ یہ بات خاص اُس علم میں ہوتی ہی جسکی کا
خبر نہیں کرتے اور جو علوم کہ انبیاء کو بھیجے جاتے ہیں اُس میں خدا جھوٹ نہیں بولتا اور اخبار اس مقدمہ میں مختلف وارد ہوئے ہیں بعضی میں تو یہ ہی کہ بدا واقع نہیں
ہوتا ہی اُس شے میں کہ جسکا علم انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کو پہنچا ہی اور بعضے میں یہ ہی کہ وارد ہوتا ہی تو اُن اخبار کے جمع کرنے میں البتہ اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے یہ فرمایا
ہی کہ اُن احادیث سے کہ جو عدم وقوع بدا پر دلالت کرتے ہیں اُسمیں کہ جو اُنکو پہنچی ہیں یہ مراد ہی کہ جسوقت مامور ہوتے ہیں اُنکی تبلیغ کے تو اُسمیں بدا واقع نہیں ہوتا ہی
اور جسوقت کہ لا علی التبلیغ ہوں اُسمیں گنجایش بدا کی ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ جو بر سبیل وحی ہو تو اُس میں بدا نہیں ہوتا ہی اور جو بر سبیل الہام ہو تو اُسمیں
بدا ہوتا ہی اور ایک وجہ یہ ہے کہ جو کہ بقید تحتم ہی تو اُس میں بدا نہیں ہوتا ہی اور اسی سے جناب ائمہ علیہم السلام اُسکو بقید حتم اظہار فرماتے ہیں اور جو مقید بحتم نہیں ہے
اُس میں احتمال وقوع بدا کا ہی اور اسی واسطے جناب ائمہ علیہم السلام بعضی وقات اُسکی طرف اطلاع فرماتے ہیں جیسے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے بعد الاخبار بالسبعین
فرمایا یمحو اللہ ما یشاء اور ایک وجہ یہ ہے کہ مراد اُن اخبار سے کہ بدا واقع نہیں ہوتا ہی یہ ہے کہ جسوقت وجہ حکمت کے ظاہر ہو تاکہ تکذیب لازم نہ آئی اور دوسرے اخبار جنمیں
وقوع بدا ہی وہ ہیں کہ حکمت اُسکی ظاہر ہوجائے جیسے کہ خبر دی حضرت عیسی نے اُس عروس کے مرنے کی سو اُسمیں قباحت ہے اور بدا سے ہماری نزدیک وہ ہی مراد ہی جو ہم
بیان کر چکے اور جھوٹ ہمارے نزدیک خدا تعالی ہر گز نہیں بولتا ہی اور جو کوئی خدا کو جھوٹا جانے وہ کافر ہی حضرت جبرئیل نے حضرت عیسے کو خبر دی کہ یہ عروس آجکی شب مر جائیگی
اور حضرت عیسی اور جبرئیل تو خبر غیب جانتے ہی نتھے خدا تعالی کی خبر کرنے سے کہتے تھے کہ وہ مر جائیگی اور وہ نہ مری تو معلوم ہوا کہ تمہاری نزدیک خدا تعالی جھوٹ بولا
اور امامیہ تو جو بات کہتے ہیں آسیر حجت ہوئی ہیں اور بے شک کلام اللہ کی بات باون تولہ پاو رتی ہی لیکن تیرا دعوی ثابت نہیں ہو سکتا ہی کہ ہم تیرے دعوی کو پہلے اُسے
باطل کر چکے ہیں اُسکا بطلان بدا کے ہونے نہونے پر موقوف نہیں ہی **قال الشیخ الاشعری** مگر مانتے ہیں ملا نظام الدین کو کہ سنیوں کی طعن اُٹھائی اور مذہب کے ٹٹا لگجانے
سے گھبرا کے مذہب کو سنبھالا اور متاخرین کی ناک بچانی اس تخصیص میں جو متاخرین نے نسبت علم مخصوص کے کرتے تھی اُنکی ہم نے کہی اور بہت روایات احادیث مذہب نقل کرکے متاخرین کے بات کو خاک میں
رلایا اور کیوں نہ رلاوے آخر شیعوں میں بڑے محقق ہیں یہی وجہ ہوئی کہ اس باب خاص میں رسالہ لکھا کہتا ہی یہ بھی جھوٹ بولنا تو جب ہے جب خدا جان بوجہ کر کچھ کا کچھ کہدے
اور جب نعوذ باللہ خدا ہی کو غلط معلوم ہو تو پھر خدا کا کیا قصور جو متاخرین کہتے ہیں کہ خدا اپنے دوستوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا **اقول** شیعوں میں کوئی نظام الدین
صاحب علم نہیں ہی یہ سب ساختہ پرداختہ مولوی عبد العزیز صاحب کا ہی اور اگر بالفرض تھا تو وہ شیعوں کے مذہب سے خارج ہوگیا اور اُسکا قول مثل بول کے ہے اور اُسی کا
یہ مذہب ہوگا شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہی اور نہ متاخرین شیعہ کا یہ مذہب ہے جو کچھ کہ تو اُنکی طرف منسوب کرتا ہی اور نہ متاخرین نے یہ کہا ہی اور ہمکو اُسکا بھی اعتبار نہیں ہے کہ
اس نظام الدین مفروض نے ایسا کہا ہو اُسکو تو کوئی شیعہ جانتا بھی نہیں چہ جائیکہ اُسکے محقق ہونیکو کوئی جانے اور نہ ہماری روایتیں ہمارے عقیدہ کے مخالف ہیں
جو عقیدہ کہ ہمنے لکھا ہی اور اگر کوئی روایت مخالف ہوگی تو اُسکا اعتبار نہوگا اہل سنت کی کتاب صحاح میں روایات تجسم اور تنزل خدا موجود ہیں اور ہمارے نزدیک
خدا تعالی نہ عمداً جھوٹ بولتا ہی نہ خطا سے اور جو کوئی ایسا اعتقاد رکھی کہ خدا جھوٹ بولتا ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہی اور جو کوئی ہماری طرف گمان کرے وہ ملعون ہے
بحکم آیت لعنة اللہ علی الکاذبین اور نہ متاخرین نے ہمارے یہ کہا ہی کہ خدا اپنے دوستوں سے جھوٹ نہیں بولتا جھوٹے کا تو بجز لعنت کے کچھ علاج ہی نہیں ہے اور خدا
اگر جھوٹ بولتا ہوگا تو تمہاری نزدیک بولتا ہوگا اور انبیاء علیہم السلام کی غلطیاں تو خود لکھتا ہی چلا آتا ہی اور اب ہم بھی مثل تیری کہتے ہیں کہ اہل سنت میں ایک شخص
مولوی عماد الدین ہیں پانی پت کے رہنے والے مخدوم جی کی درگاہ پر بہت حال کھیلتے تھے اُنہوں نے ایک کتاب لکھی ہی ہدایة المسلمین اور اُسمیں لکھا ہی کہ یہ قرآن خدا کا

کلام نہیں ہے اور نہ اُسمیں فصاحت اور بلاغت ہے کہ فلانا لفظ فصاحت سے خالی ہے اور فلانا جملہ بلاغت سے خالی ہے اس قرآن کو محمد نے بنالیا ہے اور آیتوں میں اُسکی اختلاف ہے اور اور تحریف بھی اُسمیں واقع ہوئی ہے یہ مذہب بنا جو کہ اہل سنت کا مذہب ہے بیان کیا اور متاخرین نے اِن امور کا انکار کیا مگر جانتے ہیں مولوی عماد الدین کو کہ شیعوں کی طعن اُٹھائی اور مذہب کے ٹوٹ لگنے سے گھبرائے اور مذہب کو سنبھالا اور متاخرین کی نہ مانی کہ جو وہ انکار کرتے تھے اُنکی تکذیب کی اور بہت اقوال فصحاء عرب کے اور روایات احادیث مذہب اہل سنت نقل کر کے متاخرین کی بات کو خاک میں رلایا اور کیوں نہ رلاوے آخر سنیوں میں بڑے محقق ہیں یہی وجہ ہوئی کہ اسباب میں خاص کتاب لکھی اور جو کچھ یہ شیخ نجدی نظام الدین مذکور کی طرف منسوب کرتا ہے اُسکی مطابق ہے میں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کرتا ہوں انصاف کے کانوں سے سننا چاہئے کہ نظام الدین کے مذہب کے موافق اہل سنت کی کتابوں میں بہت روایتیں موجود ہیں چند روایتوں پر اکتفا کرتا ہوں تفسیر درمنثور میں اور ایسی ہی کتاب الاکتفا میں کعب سے روایت ہے کہ زمانہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا جسوقت اُسکا ہم ذکر کرتے تو عمر کا ذکر کرتے اور جسوقت عمر کا ذکر کرتے تو اُسکا ذکر کرتے اُس زمانہ کے پیغمبر کو خدا تعالےٰ نے وحی کی کہ اُس بادشاہ سے کہدے کہ جو کچھ تجھ کو وصیت کرنی ہے کر لے کہ تو تین روز میں مرنیوالا ہے اُس بادشاہ نے سنکر دعا کی تو وہ مرا نہیں اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو بھائی دو بادشاہ تھے ایک نیک اور عادل تھا اور دوسرا بدافعال تھا خدا تعالیٰ نے اُس زمانہ کے پیغمبر کو وحی کی کہ اس نیک کی عمر میں تین برس باقی رہے ہیں اور اُس ظالم کی عمر میں تیس برس اس عادل کی رعیت کو یہ سنکر رنج ہوا تو اُنہوں نے متفق ہو کر دعا کی اُسکی عمر تین برس سے تیس برس کی ہو گئی اور تین برس میں وہ نہ مرا اور مختصر تاریخ بغداد میں بھی بروایت صاحب کنز العمال یہ روایت لکھی ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی بستان المحدثین میں اس روایت کو لکھا ہے اور حیوۃ الحیوان اور تاریخ ابن النجار میں مذکور ہے بروایت ابوہریرہ کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک مرد تھا کہ وہ ایک طائر کے بچے گھونسلے میں سے نکالکر لیجاتا تھا اُس طائر نے خدا تعالیٰ سے شکایت کی خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ اگر پھر یہ شخص ایسا کریگا تو اُسکو میں ہلاک کرونگا وہ پھر اُس طائر کے بچے نکالکر لیگیا لیکن مرا نہیں صدقہ دینے کے سبب سے اور اس طرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں بہت ہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو وحی کی کہ تین روز میں یہ مریگا اور وہ نہ مرا اور یا یہ کہ اسکی عمر تین برس ہی کی ہے نہ زیادہ کی اور تیس برس زندہ رہا اور ایسی ہی طائر کے بچے پکڑنیوالے کو کہا کہ اُسکو ہلاک کرونگا اور پھر اُسکو ہلاک نہ کیا تو خدا تعالیٰ کو اسکا علم تھا کہ وہ صدقہ دیکر بچ جائینگے یا نہ تھا اگر اسکا علم تھا کہ وہ مرینگے نہیں اور باوجود علم نہ مرنے کے جو وحی کی کہ یہ تین روز میں مرجائیگا اور ایسے ہی باوجود علم تین برس سے زیادہ کی عمر ہونے کے جو وحی کی کہ اسکی عمر میں تین برس ہی باقی ہیں نہ زیادہ تو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے جھوٹ بات کی وحی کی اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولا اور اگر خدا کو پہلے سے اسکے بچ جانیکا اور تین برس سے زیادہ عمر ہونیکا علم نہ تھا تو یہ وہی عقیدہ ہے جسکو تو نظام الدین کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اور تم دونو اس اعتقاد میں متفق نکلے اور ہم ایسے اعتقاد والے کو کافر جانتے ہیں

قال الشیخ الاشعری بالجملہ ان سب روایات سے جو محقق مذکور نے اثبات مدعا کے لئے نقل کریں یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدا کی تین قسمیں ہیں ایک تو بدا فی العلم یعنی خدا نے پہلے سے کچھ جان رکھا تھا پیچھے سے حقیقت الامر کچھ معلوم ہوئی دوسرے بدا فی الارادہ یعنی پہلے کچھ ارادہ تھا پھر یوں معلوم ہوا کہ یہ ارادہ ٹھیک نہیں ہے تیسرے بدا فی الامر یعنی پہلے کچھ حکم دیا پھر بعد ازاں یوں معلوم ہوا کہ پہلے حکم میں کچھ غلطی تھی اُس حکم کو بدلکر دوسرا ایسا حکم جس میں کہ وہ نقصان نہو بلکہ مصلحت وقت معلوم ہوتی ہو صادر فرمائیں یہ یعنی آخر خوب ذہن نشین رکھنی چاہئیں ایسا ہو کہ نسخ سے مشتبہ ہو جائیں کیونکہ نسخ حقیقت میں اسی کہتے ہیں کہ ایک حکم کا زمانہ آخر ہو جاوے اور دوسرے حکم کا زمانہ آجائے مثلاً رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم ہے جب عید ہوئی تو وہ زمانہ آخر ہوا اور افطار کا زمانہ آگیا اسے یوں نہیں کہتے کہ پہلے حکم میں کچھ غلطی تھی اسلئے موقوف کیا گیا بلکہ وہ حکم اسی زمانہ تک تھا اسکے بعد دوسرے زمانہ کا حکم آگیا اتنا فرق ہے کہ کہیں پہلے سے زمانہ کے مقدار کی اطلاع ہو جاتی ہے جیسے مثال مذکور میں اطلاع ہے اور کہیں نہیں ہوتی وقت ہی پر ہوتی ہے مثلاً حضرت عیسیٰ کی شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھی یہ بات سوا خداوند کریم کوئی نہیں جانتا تھا اور جو کوئی جانتا تھا بھی تو یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ زمانہ کسوقت آئیگا

اقول وہ روایتیں کہ جو تمہارے اُس محقق نے اثبات مدعا کے لیے نقل کی ہیں وہ ہماری کتابوں کی روایتیں نہیں ہیں کہ جنسے بدا کی تین اقسام نکلتے ہیں تو بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹا ہے اور ہماری کتاب کی اگر کوئی روایت ہے تو اُسکو بیان کیا ہوتا کہ کس کتاب کی وہ روایت ہے اور یہ تینوں قسمیں بدا کی جو نکالی ہیں یہ سب باطل ہیں نہ ہمارے نزدیک بدا فی العلم کوئی چیز ہے نہ بدا فی الارادہ اور نہ بدا فی الامر ہم ان سب کو باطل اور انکے معتقد کو کافر جانتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو وہ بدا معتبر ہے کہ جس میں ہے ایک نسخ بھی ہے اور نسخ کی تفسیر جو کچھ تو نے بیان کی ہے اسکو نسخ نہیں کہتے ہیں یہ تو احکام سال کے ایام ہیں کہ فلانے مہینے میں ایسا کرنا چاہئے اور فلانے بعد ایسا کرنا چاہئے اور ہر سال میں یہ احکام پھرتے رہتے ہیں اور نسخ میں یہ ہے کہ پہلا حکم جاتا رہتا ہے اور دوسرے حکم کے کرنیکا حکم ہوتا ہے جیسے والذین عاقدت ایمانکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حلیف کو چھٹا حصہ میں وراثت تھی اور آیت اولو الارحام کے نازل ہونے سے وہ حکم جاتا رہا اور باعتبار قرابت کے وارث ہوتے تھے اور جب آیت توریث قرابت نازل

[illegible] ہوئی [illegible] جیسے [illegible] کا معلوم نہ تھا اور پھر منسوخ ہوگیا اور اگرچہ نسخ اسکو بھی کہتے ہیں کہ ایک حکم کا زمانہ آخر ہو جاے اور دوسرے حکم کا زمانہ آجاے لیکن یہ
[illegible] میں یہ مثال صحیح نہیں ہوسکتی جیسا کہ ہم لکھ چکے اور دوسرا حکم اسوقت کی مصلحت کے واسطے تو ہی جسکو خدا تعالیٰ روز ازل سے جانتا تھا کہ فلانے وقت
[illegible] مصلحت ایسی ہوگی تو پہلے حکم کو موقوف کرکے دوسرا حکم ہم اور دینگے اور غلطی خدا سے تیرے نزدیک ہوتی ہوگی یا تیرے بھائی نظام الدین مفروض کے نزدیک اور غلطیاں
انبیا علیہم السلام کی تو تو لکھتا چلا آتا ہے اگر تیرے نزدیک خدا سے بھی غلطی ہوجاے تو کیا تعجب ہے اور شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہے جو کچھ تو کہتا ہے اور تو نیر افترا کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ بدا فی الامر جسے شیعہ بدا فی التکلیف کہتے ہیں وہی ہے نسخ اور بہی بدا کی یہ صورت ہے کہ رمضان کے مثلاً روزہ رکھنے کا حکم دیا اور جبتک نقصان اسمیں
معلوم ہوتا تھا اور اسی لئے جبتک یوں نہ ٹھہرایا تھا کہ یہ حکم فلانے وقت تک رہیگا پھر لیا یک یہ سوجھی کہ مصلحت وقت کے خلاف میں ہے اسلئے اسکو بدل دیا جب بات سمجھ
میں آگئی تو اس ہیچمدان کی گزارش بھی سنیے کہ یہ صورت بدا فی التکالیف کے واقع ہوئیکے بدا فی الارادہ بھی جسے بدا فی التکوین بھی کہتے ہیں لازم ہوگا کیونکہ بدا فی الارادہ تو اسی
ہی کہتے ہیں کہ جو کسی مصلحت تازہ کے سبب ارادہ سے پلٹ جاے تو جب مصلحت ہی کے لحاظ سے حکم بدلا گیا تو پہلا ارادہ جو اس حکم کی ہمیشگی کا تھا وہ آپ بدلا گیا اور اسیطرح بدا فی الارادہ کو
بدا فی العلم جسے بدا فی الاخبار بھی کہتے ہیں لازم ہے اسلئے کہ ارادہ تو نئی مصلحت کے معلوم ہونے پر بدلتا ہے پھر جب مصلحت تازہ معلوم ہوئی تو لاجرم یہ بات صحیح ہوئی کہ جو علم اب حاصل
ہوا وہ پہلے نہ تھا اور جو پہلے تھا وہ اسے غلط معلوم ہوا اسی بدا فی العلم کہتے ہیں سو اگر شیعوں میں سے کوئی بدا فی الامر اور بدا فی الارادہ کا تو قائل ہوا اور سنیوں کے سامنے بدا
فی الاخبار سے مکر جائیں تو یہ مکر جانا پیش نہ جائیگا **اقول** ارے اکذب الکاذبین شیعوں کے نزدیک نہ بدا فی الامر کوئی چیز ہے نہ بدا فی التکلیف تونے مولوی عبد العزیز
صاحب کی موافقت نے اپنی عاقبت کیوں خراب کی اور جو کچھ تونے مثال ماہ رمضان کے روزہ کی دی ہے یہ نہ یہ نزدیک شیعوں کے نزدیک نہیں ہے اور شیعوں کے
نزدیک یہ بھی نہیں ہے کہ لیکایک سوجھی بلکہ انکے نزدیک تو یہ ہے کہ وہ ہر امر کے حسن اور قبح کو روز ازل سے جانتا تھا اور بدا انکے نزدیک مثل نسخ کے ہے اور تو جو لکھتا ہے کہ اس
ہیچمدان کی سنیے تو کیا تو نے باواجی کے گھر سے لایا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس مفتری کی لکھنے سے تو لکھتا ہے اور بدا فی الارادہ تو کوئی چیز ہی ہمارے
نزدیک نہیں ہے اور بدا فی التکوین تو مثل بدا تشریعی کے ہے جیسے کہ کسیکی عمر کا بڑھانا اور گھٹانا اور روزی کا دینا اور کم کرنا باعتبار مصلحت کے ہوجسکا کہ علم پہلے سے
رکھتا تھا نہ یہ کہ اب سوجھی میر باقر داماد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں منزلت بدا در تکوین منزلت نسخ ہست در تشریع پس نسخ گویا بدا تشریعی است و بدا نسخ تکوینی پس نسخ چنانچہ
انتہای حکم ست بدا انتہای افاضہ وجود است اور بدا تکلیفی اور بدا ارادی تو باطل ہے اسواسطے کہ کوئی دلیل انکے وقوع کی شیعوں کی کتابوں میں نہیں ہے اور جب حقیقت
کہ یہ باطل ہوئی تو بدا فی العلم بھی لازم نہ آئیگا اور جو شخص کہ یہ اعتقاد رکھے کہ خدا تعالیٰ کو جو علم اب حاصل ہوا وہ پہلے نہ تھا اسکو ہم کافر جانتے ہیں اور جو شخص افترا کرے شیعوں کی
اس اعتقاد کا اسپر شیعہ لعنت کرتے ہیں اور بدا فی الامر اور بدا فی الارادہ کا شیعوں میں کوئی قائل نہیں ہے یہ قول تمکو اور تمہارے بھائی جیلانی ہی کو مبارک ہو اور شیعہ تو
اس قول کے قائل سے تبرا کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** حاصل کلام یہ ہے کہ شیعوں کے نزدیک مسئلہ بدا مجمع علیہا ہے اگر وہ آیات مذکورہ کے دباؤ سے سنیوں سے
امن چھڑانے کو یوں کہنے لگیں کہ اگر تم اپنے پیشواؤں کی بزرگی کلام اللہ سے ثابت کرتے ہو تو ہمنے مانا کلام اللہ میں ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو لیکن کلام اللہ کا نعوذ باللہ کیا اعتبار
خدا کی رای گھڑی گھڑی بدلتی رہتی ہے اور نعوذ باللہ غلط صحیح رطب یابس سب اسکے کلام میں ہوتا ہے ہمارے ائمہ کو البتہ علم ما کان وما یکون تھا انکے اقوال سے اگر انکی بزرگی ثابت ہو تو
مبتک تم تسلیم کریں **اقول** البتہ شیعوں کے نزدیک وہ بدا ہے جسمیں خدا کی جہل کا احتمال ہو اور جسمیں ہم بھی خدا کی جہل کا قائل ہو وہ باطل ہے اور یہی بدا ہمارے ائمہ معصومین
کے نزدیک ہے جسکو علماء اہل سنت لکھتے ہیں کہ ائمہ روافض نے اپنی شیعوں کے واسطے بدا مقرر کیا ہے چنانچہ فخر رازی نے آخر کتاب محصل اور شہرستانی نے ملل نحل اور مولوی
عبد العزیز صاحب نے حاشیہ کید صد و ہفتم میں اور سوا اسکے بہت علماء اہل سنت نے لکھا ہے اور حاصل سب کا یہ ہے کہ ائمہ روافض نے دو مقالے اپنے شیعوں کے واسطے وضع کیے ہیں
اسواسطے کوئی انپر غالب نہیں ہوسکتا ایک تو بدا کہ جسوقت وہ اپنے تابعین کو خبر دیتے ہیں کہ انکے لئے شوکت اور قوت ہوگی اور وقوع میں نہیں آتا ہے تو کہتے ہیں کہ اسمیں بدا واقع ہوا
ہے اور دوسرے تقیہ کہ جب کوئی کلام کرتے ہیں اور بعد اسکے بطلان اسکا واضح ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہمنے تقیہ سے کہا تھا اور آیات مذکورہ ہی جو تم ثابت کرتے ہو اسکو تو ہم رد کرتے چلے آئے
ہیں اور آیات سے تو ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے تمہارا اگر دباؤ آیات کا ہے تو تم پر ہے اور قرآن ہی سے ہم تمہارے بزرگوں کی بے ایمانی ثابت کرتے ہیں بزرگی کہاں تھی اسواسطے کہ
کلام اللہ کی آیتوں میں مجمل یہ لکھا ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اور ہجرت کرے اور جہاد کریگا تو اسکے واسطے مغفرت اور اجر عظیم ہے اور نام کسیکا لکھا نہیں ہے اور ایسے ہی یہ بھی لکھا
ہے کہ جو کوئی تم میں سے مرتد ہوجائیگا تو اسکے واسطے جہنم ہے سو اب ہم رجوع کرینگے طرف روایات فریقین کے اگر ان روایات فریقین سے کسیکا ارتداد ثابت ہوتا ہے تو ہم اسکو بزرگ
کیونکر کہنے لگیں گے اور تمہارا حال یہ ہے کہ بموجب نُؤْمِنُ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ مغفرت کی آیات کو تو صحیح جانتے ہو اور ارتداد کی آیات کو غلط سمجھتے ہو اور جنکی

بزرگی ثابت ہی کلام اللہ سی کہ وہ تادم والپسیں ایمان صحیح پر قائم رہے ہیں اُنکو ہم مانتے بھی ہیں اور ایسا ہی ہی جیسے کہ تم کہتے ہو نہ کل صحابہ بشمول ثلاثہ وغیرہ کے جو اپنے ایمان پر قائم نہیں رہی اور کلام اللہ تو ہمارا ایمان ہی اور ہمارے نزدیک اُسکے برابر کوئی کتاب معتبر نہیں ہے اور جو کچھ اُسمیں ہے سب حق ہی اور معتبر تمہارے ہی نزدیک وہ نہیں ہے کہ اُسکی بعضی آیتوں پر تم عمل نہیں کرتے ہو اور بعضی پر کرتے ہو اور جو کچھ کلام اللہ میں ہے ہمارے نزدیک سب صحیح ہی اور غلط بعضی آیتوں کو تم ہی جانتے ہو نہ ہم اور بعضے صحابہ کے عیوب کو ہم اہل سنت کی کتابوں سی ثابت کرتے ہیں بدا کو اُس سے کچھ تعلق نہیں ہی اور خدا کی رائے کا بدلنا گھڑی گھڑی تو خدا ہی کے کلام سے ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہے یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ اور فرماتا ہے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَاْنٍ اور فرماتا ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ اور خدا تعالیٰ کا معطل بیٹھا رہنا اور کچھ نکرنا یہودیوں کا اعتقاد ہی اور یہ بدا صحیح جسکے ہم معتقد ہیں وہ یہودیوں ہی کے اعتقاد کے رد کے واسطے ہے اور تمہارا اور یہودیوں کا اعتقاد خدا تعالیٰ کے بیکار رہنے میں ایک ہے تم اس مقدمہ میں یہودیوں کے پیرو ہوا اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کو جو کچھ علم ہے وہ خدا ہی کی جانب سے ہی اور آنحضرت کا تعلیم کیا ہوا ہے کہ خدا سے اُنکو پہنچا ہے رسولخدا صلعم کے واسطے سے اور بعد رسولخدا صلعم کے جس چیز کے علم کو وہ چاہتے تھے تو خدا تعالیٰ اُنکو الہام کر دیتا تھا اور علم ما کان ما یکون کا ذکر بعد اسکے تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا کہ اہل سنت کی کتابوں سے بھی ہم اسکو ثابت کرینگے اور یہی ہم لکھینگے کہ مراد علم ما کان ما یکون سی کیا ہی اور تمہارے نزدیک تو ہر دو بنے اور جولاہے کو علم ما کان ما یکون تھا نفحات الانس جامی کو اور تذکرۃ الاولیاء کو دیکھ لو اور بیشک ہمکو تمسک ائمہ معصومین علیہم السلام ہی کی ارشاد سے ہی کہ کلام انکا وہی ہی کہ جو کلام خدا کا اور رسولخدا کا ہی اور ہمکو اُنکی ہی پیروی کا حکم ہی موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا ہے حضرت نے انی تارک فیکم الثقلین ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی کلام اللہ و عترتی اہل بیتی **قال الشیخ الاشعری** اس صورت میں ہمیں بھی یوں لازم ہی کہ شیعوں کی اس حجت کو بھی ختم کر دیں اسلئے سامعہ خراش اہل انصاف ہوں کہ یہی بدا ہے تو اول تو ہمیں چہاردہ معصوم کی مغفرت میں کلام ہے نعوذ باللہ اور شیعوں کا تو گویا ذکر ہی جیسے اصحاب کرام سے وعدہ ہے مغفرت کا کے بعذر بدا پھر گئے اگر حضرت ائمہ کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی ہو تو فرمایئے اماموں کا خدا پر کیا دباؤ ہے خاصکر یہ بہانہ بھی موجود ہو کہ آنکے تقیہ اور نامردہ پن نے تمام دین کا ستیاناس کر دیا **اقول** اس مقدمہ میں شیعوں کی حجت بدا نہیں ہے اور بدا کو اس سے کیا تعلق ہی اور حجت تو شیعوں کی کلام اللہ اور روایات کتب اہل سنت ہیں اور جس بدا کو تو لکھتا ہی وہ بدا تو ہمارے نزدیک باطل ہی اور بدا صحیح وہ ہے کہ جس میں جہل خدا لازم نہ آئے اور چہاردہ معصوم میں بدا کی کوئی صورت نہیں ہی اور نہ ہم صحابہ میں بدا کو دخل دیتے ہیں اور چہاردہ معصوم کی مغفرت یقینی اسواسطے ہی کہ اُنسے کوئی فعل خلاف ایمان کے صادر نہیں ہوا اور بعضے صحابہ سے صادر ہوئے ہیں چنانچہ کتب اہل سنت اسپر دلالت کرتی ہیں اور بدا کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے جو صحابہ سے وعدہ کیا تھا مغفرت کا تو یہ بھی کہدیا تھا کہ جو کوئی تم میں سے ایمان سی پھر جائیگا تو اُسکی مغفرت نہوگی اور بعضے جو اُنمیں سے ایمان سی پھر گئے اور خدا تعالیٰ نے اُنکو نہ بخشا تو خدا تعالیٰ کے وعدہ میں کچھ فرق نہیں آیا اور جو لوگ کہ اپنے ایمان پر قائم رہے آخر اُنکو جنت اور اجر عظیم بخشا اور بعضے صحابہ سے جو خدا تعالیٰ وعدہ کر کے پھرا تو اُنکے ارتداد کی جہت سے پھرا نہ بعذر بدا اور اماموں کا اگرچہ خدا پر کچھ دباؤ نہیں ہے لیکن اُنسے یہ صورت پیش ہی نہیں آسکتی کہ وہ تو پاک اور صاف تھے اور تقیہ تو قرآن اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے چنانچہ بعد اسکے تقیہ کے ذکر میں بیان ہوگا اور تقیہ کو نامردی نہیں کہہ سکتے کہ وہ شعار انبیاء کا ہی جیسا آئندہ تجھ کو معلوم ہوگا اور وہ تو جو کچھ کرتے تھے مصلحت کی راہ سے کرتے تھے ظالموں کے ظلم سے جیسے کہ خدا تعالیٰ نے جو کرایا ہو مصلحت سے کرایا ہی حضرت موسیٰ سے بھاگے چلے جاتے تھے فرعون کے خوف سے طرف مدین کے اور جناب رسولخدا صلعم کو مکہ معظمہ میں قتل کرنا چاہا تو یہ حکم دیا خدا نے کہ مدینہ منورہ کو چلا جا اور اپنے حبیب کو اور حضرت موسیٰ کو خدا تعالیٰ بچا نہ سکا اُنکے شہروں میں ہجرت کرنیکا حکم دیدیا تو تیرے نزدیک یہ خدا تعالیٰ کی اور جناب رسولخدا کی نامردی ٹھیری اور خدا تعالیٰ کا حکم تھا کہ لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ اسواسطے بموجب حکم خدا کا پابند ہوتے تھے اور ثلاثہ کے معتقدین کے ظلم سی اپنی جان کو بموجب حکم خدا بچاتے تھے لیکن اماموں کو تو باوجود اس تقیہ کے پھر زہر دلوا کر قتل کروا ڈالا تمہارے بزرگوں نے اور تیرے ثلاثہ کے معتقدین نے اور دین کا تو اُنہوں نے کچھ ستیاناس نہیں کیا دیکھ انکا دین کیسا روشن ہو رہا ہی اور اگر دشمن عداوت کی جہت سے اُنکی طرف رجوع نکریں تو اُنکا کیا قصور ہی دین کا ناس کیا اہل سنت کی بزرگوں نے کہ جھوٹی روایتیں وضع کروائیں اور علماء نے اُنکی خوشامد میں وطمع زر میں جھوٹی روایتیں بنا کر دین کا ستیاناس کیا اور بہتیرا بتاؤ ہے اہل سنت کی کتابوں سی **قال الشیخ الاشعری** پھر تیسرا امام آخر الایمان نے تو نعوذ باللہ یہ ستم ڈالے ہیں کہ باوجودیکہ دوست دشمن کی خبر دیں بالیقین معلوم ہے کہ تمام ملک ایران میں مخلصان شیعہ سالہا سال سی منتظر زیارت اور مشتاق ملازمت بیٹھے ہیں جان و مال فدا کرنیکو تیار ہیں ادھر ہندوستان میں روز بروز ترقی شیعہ ہے امام کے انتظار میں مرے جاتے ہیں اگر حسب حال اُنکے یہ شعر کہا جائے تو بجا ہے ؎ اے اشتیاق رویت دلہا کباب کردہ * سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ * معہذا اپنی موت اپنے اختیار میں ہی اور تیسرا یہ معلوم کہ میں فلانے وقت سے پہلے نہ مرونگا باوجود اس فراہمی اسباب و انتظار احباب کے خدا جانے کیا نامردہ پن ہی کہ روز بروز زیادہ ہی چھپتے جاتے ہیں

اور باہر نہیں آتے اگر خدا نخواستہ کچھ اندیشہ ہوتا رسول اللہ صلعم کے ساتھ تو کل تین سو تیرہ ہی آدمی جمع ہونے پائے تھے جو جہاد شروع کر دیا پھر وہ بھی برعم شیعہ اکثر منافق اور منافق نہیں تو ایسے مخلص بھی نہ تھے جیسے امام زمانہ امام زماں سے اخلاص و محبت رکھتے ہیں اور مخلص تھے جب شہادت امامت حضرت امیر چھپائی بلکہ خلافت اور سوا اسکے اور حقوق اہل بیت دبا بیٹھے بہر حال جائے حیرت ہے کہ باایں ہمہ سامان امن و اطمینان غیبت امام کی انتہا ہی نہیں کہیں اماموں کا یہ نسبت ماکان و مایکون کے عالم ہونا غلط ہے یا شیعوں کی دوستی غلط اور ہم جانتے ہیں کہ یہ صحیح ہے ایک دوستی کی آڑ میں ہزار عیب اماموں کے ذمے لگاتے ہیں چنانچہ کچھ کچھ تو اس رسالہ کے دیکھنے والوں کو بھی واضح ہو جائیگا الحاصل امام زماں باایں ہمہ انتظار احباب و فراہمی اسباب دہر بہر طرح سے بے اندیشہ غار سر من رای سے باہر تشریف نہیں لاتے اور دین محمدی اور امت احمدی کی خبر نہیں لیتے کہ کس گمراہی میں پھنسی ہوئی ہے دین ابوبکر بجائے دین محمدی اور بیاض عثمانی بجائے کلام ربانی اور دو امام کے بدلے ابو حنیفہ شافعی اس گمراہی سے زیادہ اور کیا گمراہی ہوگی جسکا انتظار ہوگا الغرض اور اماموں کو تو یہ بھی عذر تھا کہ ہم بے بس بیکس ہیں امام زماں جو باہر تشریف نہیں لاتے تو انکو کیا عذر ہے **اقول** پہلے اس سے ہم قرآن کے ذکر میں اور بعد اسکے بھی اہل سنت کی کتابوں سے مثل فتوحات مکیہ اور یواقیت و جواہر اور رسالہ مناقب ائمہ اطہار شیخ عبد الحق دہلوی اور روضۃ الاحباب اور تذکرہ خواص امت سبط ابن جوزی اور شواہد النبوت وغیرہ کے امام آخر الزمان کا پیدا ہونا اور موجود ہونا یہانتک کہ اہل سنت کے اولیاء اللہ کا انسے ملاقات ہونا بھی اس سے دو جگہ تفصیل سب کچھ لکھ چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں اب جو وہ ظاہر نہیں ہوتے ہیں تو یہ اعتراض مابہ الاشتراک دونوں فرقوں پر ہے سنیوں پر بھی اور شیعوں پر بھی شیعوں کی کیا تخصیص ہے اور بعضے متعصب مثل مولوی عبد العزیز صاحب و ابن حجر صاحب صواعق محرقہ کے کہ جو تعصب میں تیرے ہی زیادہ سخت ہیں اگر امام مہدی کے وجود کا انکار کرتے ہیں تو کیا ہوتا ہے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ اس مقدمہ میں اہل سنت کے نزدیک اختلاف پایا جائیگا لیکن اختلاف کی صورت میں ایسا سخت نہیں لکھتے ہیں کہ اسکے لئے یہ ستم ڈالے ہیں اور بڑا نامرد ہے جو ابتک غار سر من رای سے باہر نہیں نکلتا سو ستمگار تو تیرے ثلاثہ تھے کہ تجھ کو بھی انکے ظلم کی خبر ہے اور نامرد بھی وہ ہی تھے کہ جو رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر چند آدمیوں کے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے تھے اور وہ تو حیدر کرار کا پوتا ہے جسکے دادا نے صفیں کفار کی مارے تلواروں کے برہم و درہم کر دیں اور جسوقت وہ نکلیگا تو تمام عالم کو زیر کر کے اپنے قبضہ میں کر لیگا اور جسوقت کہ تو جانتا ہے کہ لاکھوں شیعہ انکی ملاقات کے مشتاق ہیں اور انکے خروج کے منتظر ہیں تو پھر نامردی کی کون بات ہے لیکن تجھ کو برا کہنے کے واسطے ایک یہ بھی بہانہ سہی اور تو امام مہدی کو برا کیوں نہ کہے کہ تیرا خلیفہ حق اور امام صدق معاویہ بن ابی سفیان انکے دادا علی مرتضی کو گالیاں دیا کرتا تھا اور جسوقت کہ وہ باوجود کثرت اتباع اور معتقدین کے جو خروج نہیں کرتے ہیں تو اس صورت میں انکو نامرد نہیں کہہ سکتے ہیں معلوم ہوا کہ کوئی مصلحت ہے اور جو وقت کہ انکے خروج کا خدا تعالے کے نزدیک مقرر ہے اسیوقت نکلیں گے اس سے پہلے کیونکر نکلیں اور انکا نکلنا کثرت انصار پر موقوف نہیں ہے بلکہ مصلحت خدا پر موقوف ہے جسوقت انکو الہام ہوگا اور زمین جور اور ظلم سے پر ہو جائیگی اسوقت نکلیں گے بموجب حدیث کے کہ کما ملئت ظلما و جورا اسمیں ہے اور انکا نکلنا کثرت پر انصار کے اسواسطے موقوف نہیں ہے کہ جسوقت نکلیں گے اسوقت ابتدا میں تو کل تین سو تیرہ ہی آدمی انکے ہمراہ ہونگے جسقدر کہ پہلے رسول خدا صلعم کے ہمراہ تھے اور ایک وجہ امام آخر الزمان کے دیر کر خروج کرنے میں یہ ہے کہ تا کہ شیعہ انکے انتظار میں ثواب حاصل کریں جیسے کہ قیامت کے انتظار میں ثواب حاصل کرتے ہیں اور اگر انسے کہا جاتا کہ ہزار برس یا دو ہزار برس کے بعد خروج کرینگے تو وہ مایوس ہو جاتے بلکہ کہتے ہیں انکی تسلی اور انتظار کھینچنے کے واسطے کہ بہت جلد خروج کرینگے تاکہ شیعہ ہمیشہ انکے مشتاق زیارت رہیں کہ موجب انکے مزید ثواب کا ہو اور جسوقت وہ خروج کرینگے تو کفار کو قتل کرینگے اور جو مومنین کہ انکے اصلاب میں ہیں وہ متولد ہونے نہ پائینگے اسواسطے بھی انکے خروج میں دیر ہے کہ وہ مومنین پیدا ہولیں تو خروج کریں اور جو لوگ کہ اہل سنت میں سے انکے موجود ہونیکے قائل نہیں ہیں یہ تو وہ بھی کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہونگے پھر کسواسطے خدا تعالی انکو پیدا نہیں کرتا ہے کہ لوگ گمراہ ہوئے جاتے ہیں نصاریٰ کا تمام عالم میں غلبہ ہو گیا ہے بڑی سلطنت مسلمانوں میں توران اور روم کی تھی سو توران پر تو قبضہ روسیوں کا ہو گیا اور رومی انسے مغلوب ہو گئے اور لوگ نصرانی ہوئے جاتے ہیں پھر خدا تعالی کس روز امام مہدی کو پیدا کریگا اور یہ جو لکھا ہے کہ امام مہدی کی موت انکے اختیار میں ہے شیعوں کے نزدیک یہ لکھنا اسکا بالکل غلط ہے اور ہماری روایتوں میں ہرگز ایسا نہیں ہے اور جو کچھ اسنے یہ سمجھا ہے اس مضمون کو یہ اسکا مضمون ہی نہیں ہے بلکہ مضمون اسکا یہ ہے کہ جسوقت موت آتی ہے تو وہ اسکو اختیار کرتے ہیں اور پسند کرتے ہیں مکروہ نہیں جانتے اور موت انکے اختیار میں کیونکر ہو کہ بے اختیاری میں تو وہ مارے گئے ہیں کہ کسیکو تو قتل کیا اور کسیکو اہل سنت کے بزرگوں نے زہر دلوایا اور یہ مطلب اس روایت سے نہیں ہے کہ انکو اختیار ہے جب چاہیں مریں چاہیں مریں اور موت آئے تو اسکو ٹال دیں یہ اعتقاد گمراہوں کا ہے ایسی ایسی ہی باتیں جھوٹی بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے ہیں عوام کے نفرت دلانے کے واسطے اور نہ مرنے کا حال انکو معلوم ہو سکتا تھا کہ کسوقت مرونگا ہاں اگر خدا تعالے الہام کر کے بتلا دے تو ہو سکتا ہے اور اہل سنت کے مذہب

میں تو جولاہوں اور دُھنوں کو الہام ہونا لکھا ہے اور وہ تو اولاد رسول خدا صلعم تھے اور نامردہ بن امام زمانہ کا جواب میں لکھ چکا اور جس وقت حضرت امام آخر زماں کو حکم جہاد کا ہوگا تو اُنکے وقت
اُنکے ہمراہ تین سو تیرہ ہی آدمی ہونگے اور امامیہ سب اصحاب رسول کو منافق نہیں جانتے ہیں اور جن لوگوں نے تلوار کی ہے رسول خدا کی ہمراہ ہو کر وہ بھی مخلصین ہی میں سے تھے
اور جیسے کہ امامیہ کو اخلاص ہے امام زماں سے اور ایسے ہی امام صحابہ مخلصین سے ہے شہادت امامت اُنہوں نے نہیں چھپائی تھی بلکہ رحبہ مسجد کوفہ میں شہادت ادا کی اور وقت خلافت
ابو بکر کے شیخین کی جعلسازی سے کچھ نہ کہہ سکے اور بعضوں نے جو حقوق اہل بیت دبا لئے ہیں اُسمیں کیا شک ہے یہ تو سب اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور سامان وار من کا
جواب بھی ہم لکھ چکے اور جس طرح کہ اماموں کو علم ماکان ما یکون تھا اُسکو ہم لکھ چکے وہ سب صحیح ہے اور دوستی ہی شیعوں کی اُن سے صحیح اور کامل ہے اور اُنکی دوستی کی آڑ میں
اُنکو کچھ عیب نہیں لگاتے اسکو سب جانتے ہیں بلکہ اُنکے فضائل بیان کرتے ہیں اور اُنکے دشمنوں پر لعن اور تبرا کرتے ہیں اور جو کچھ تو نے اس رسالہ میں بیچ اور واہی لکھا
ہے وہ سب رد اور باطل کر دیا ہے اور امام زمان جو با انتہا تھا اور قرابتی سے باہر نہیں نکلتی ہیں اسکا جواب تو ہم لکھ چکے اور دین محمدی اور اُمت محمدی کی خبر لینی خدا کے
اوپر ہے کہ اُس نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے تمہارے مذہب کے موافق اور امام مہدی کو پیدا نہیں کرتا ہے کہ وہ ہدایت کریں اور دین ابو بکر بجائے دین محمد نہیں ہے دین محمدی
بجائے خود موجود ہے کہ وہ مذہب شیعہ ہے اور سوائے دین محمدی کے بہتیرے مذہب روئے زمین پر ہیں یہود اور نصارا اور بت پرست ایسے ہی ایک دین ابو بکر ہے لیکن اسقدر فرق ہے
کہ وہ کفار ہیں اور یہ دین مسلمانوں کے دین جیسے ہے اور قرآن کو اگر بایں عثمانی اس اعتبار سے کہیں کہ وہ عثمان کا جمع کیا ہوا اور ترتیب اُسکی موافق رائے عثمان کے ہے
تو اسکا کچھ مضایقہ نہیں ہے لیکن کلام تو وہ خدا ہی کا ہے اسواسطے ہمارا اعتقاد اُس سے ہے اور عثمان نے اگر اُسکو جمع کر لیا ہے تو کیا ہے وہ کلام اُسکا تو نہیں ہے اور ابو حنیفہ اور شافعی
اگر ہیں تو ہمارے دین میں تو نہیں ہیں وہ تو ابو بکر کے دین میں ہیں اور ہمارے دین میں تو وہی دوازدہ امام ہیں اور دنیا میں تو بہتیرے مذہب ہیں اور اُن میں علما بھی ہیں
ہمکو اس سے کیا نصارا میں پادری ہیں اور ہنود میں پنڈت اور اگر ابو حنیفہ اور شافعی ہیں تو سنیوں کے مذہب میں ہیں ہمارے مذہب میں تو نہیں ہیں جو کہ مذہب حق ہے اور
اگر خلقت گمراہ ہے تو اُسکا انتظام خدا کو کرنا چاہیے کہ حکم دیوے امام مہدی کو خروج کا اور اگر پہلے انبیا کی ہے تو اُنکو پیدا کرے اور اماموں کے بے بس اور بیکس ہونے میں
کیا شبہ ہے کہ اہل سنت کے بزرگوں نے اور معتقدین ثلاثہ نے اُنکو مخذول اور منکوب رکھے قتل کیا کسیکو تو تلوار سے شہید کیا اور کسیکو زہر دلوا کر اور امام آخر الزماں کو بھی مدت
کہ ابتک حکم خدا کا اُنکے خروج کے مقدمہ میں نہیں ہوا ہے اور اُنکا خروج کثرت اسباب پر موقوف نہیں ہے بلکہ صلاح خدا پر موقوف ہے جب کہ خدا تعالی کی مصلحت ہوگی تو حکم خروج کا
فرمائیگا **قال الشیخ الاشعری** درصورتیکہ بدا کو تم تسلیم کرو تو یہ ایسی بے انتظامی ہے کہ … عقائد کے موافق بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتی کہ خدا سے دوازدہ امام
کے مقرر کرنے میں بڑی چوک ہوئی ابو بکر عمر عثمان کو مقرر کرنا تھا جو دین کو رونق دیتے اور بے انتظامی نہ ہوتی العقل لا یدبیہ سمجھ اسکے اور کچھ توجیہ بن نہیں پڑتی
ہاں اگر اسکے قائل ہو جائیں کہ خدا کے ذمہ یہ واجب نہیں کہ جو بندہ کے حق میں اصلح ہو وہی کیا کرے تو البتہ یوں بھی کہہ سکیں لا یُسئل عما یفعل وہم یُسئلون یعنی خدا سے
کوئی یوں نہیں پوچھ سکتا کہ یوں کیوں کیا اور خدا سب سے پوچھ سکتا ہے کہ تم نے یوں کیوں کیا ہے حال عجب ہیچ بدا واقع ہوا ہو تو امام زماں کی معزولی کا حکم صادر ہو چکا
ہوا اور شاید یہی وجہ ہے کہ تخمینًا سے زیادہ امام کو غیبت میں گذر گئے **اقول** … بدا … اس بدا میں کچھ قبح نہیں ہے اور اہل سنت کے نزدیک بھی وہ مذموم
نہیں ہے چاہے تو تسلیم کر چاہے نہ کر اور جس بدا کو تو ہماری طرف منسوب کرتا ہے اُس بدا کے معتقد کو ہم کافر جانتے ہیں اور بے انتظامی لوگوں کی بداعمالی کی جہت سے
ہے بدا کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہے اور اس بے انتظامی کا اعتراض تیرا امامیہ پر نہیں ہے بلکہ خدا پر ہے کہ وہ امام زماں کو پیدا نہیں کرتا ہے تاکہ وہ انتظام کریں اور خدا تعالی
نے دوازدہ امام کو بہت مناسب سمجھکر مقرر کیا تھا اگر لوگوں نے شامت نفس اور حب جاہ اور ظلم کی جہت سے اُنکی طرف رجوع نہ کی تو قصور لوگوں کا ہے خدا تعالی سے اسمیں
چوک نہیں ہوئی اور حضرت نوح کو جو خدا تعالی نے پیغمبر کرکے بھیجا اور لوگوں نے اُنکی طرف رجوع نہ کی اور ایمان نہ لائے تو معلوم ہوا کہ تیرے نزدیک خدا تعالی سے بڑی چوک
ہوئی حضرت نوح کے مقرر کرنے میں کسی اور کو پیغمبر مقرر کرتا اور ابو بکر و عثمان نے دین کو رونق کیا دی تھی بلکہ دین کو خراب کر دیا تھا اور انتظام کی جہت سے اگر کہتا ہے
تو معاویہ کے اور اُسکے مابعد کے زمانہ میں تو زیادہ انتظام تھا اور عثمان کا تو وہ انتظام ہوا کہ مقتول ہی ہو گیا صحابہ کے غضب اور غصہ سے اور عایشہ اُسپر لعن کرتی رہیں
اور اگر مراد مجرد انتظام ہی تھا اور حق و ناحق کا اور احکام خدا کا لحاظ نہ تھا تو خدا تعالی کو چاہیے تھا کہ کسی انگریز کو مقرر کرتا تاکہ وہ خوب انتظام کرتا اور البتہ خدا تعالی پر واجب ہے
کہ جو کچھ کرتا ہے موافق حکمت اور مصلحت کے کرتا ہے اور کوئی فعل اُسکا عبث نہیں ہے گو ہماری عقل اُسکی مصلحت کے دریافت کرنے میں قاصر ہو اور جس وقت کہ اسکا فعل موافق حکمت اور مصلحت ہو تو ہم اسکے فعل میں چون و چرا
نہیں کر سکتے اور اسی واسطے لا یسئل عما یفعل یعنی نہیں پوچھا جاتا ہے اُس چیز سے کہ کرتا ہے کیونکہ جو کرتا ہے اسکا موافق مصلحت کے ہے جیسے کہ طبیب حاذق کوئی نسخہ واسطے بیمار کے لکھے تو بیمار نہیں پوچھ سکتا ہے کہ تو نے
یہ کیوں لکھا ہے اور امام حق میں بدا ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ فریقین کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ وہ خروج کرینگے اور زمین کو عدل و داد سے بھر دینگے اور برخلاف اسکے امام کی معزولی کا احتمال نکالنا باطل ہے کہ خلاف عقیدہ

قال الشیخ الاشعری اہل سلام کے ہی اور تخمین سے زیادہ ہوتا تو حضرت خضر اور الیاس کے واسطے بھی گزر گیا ہی چاہئے کہ وہ بھی اپنی نبوت سے معزول ہو جائیں اور یہہ جو امامیہ کے ذہن نشین ہی کہ ابو بکر عمر وغیرہم آخر زمانہ میں پیدا کئے جائینگے یہ بالکل غلط نہو بلکہ امام زمان کو معزول کرکے شاید انکو پہر سے پیدا کرکے مامور کریں پر امامیہ نے باتباع خداوندی اسبات میں غلطی کہائی ہو کہ وہ سزا دینے کے لئے پیدا کئے جائیں گے خیر یہ بات تو شیعوں کو ناگوار ہو بپاس خاطر شیعہ اسبات سے اعراض کرکے یوں ملتمس ہوں کہ اگر خدا سے چوک ہوتی ہی تو انبیا سے تو ہوتی ہوگی اور اتنا ہم جانتے ہیں کہ شیعہ بھی نکہیں کہ خدا اخبار گزشتہ میں غلطی کہاتا ہی کیونکہ یہہ تو صاف جہوٹ ہی جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ خداوند کریم سورہ طہٰ میں حضرت موسی کے قصہ میں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بہت پہلا قصہ ہے حضرت موسی کا مقولہ فرعون کے سوال کے جواب میں یوں نقل فرماتا ہی لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی یعنی حضرت موسی فرماتے ہیں کہ میرا رب چوکے ہی نہ بہولے ہے اس آیت کو غور کیجے کیا ارشاد کرتی ہی حضرت موسی علیہ السلام کو تو ہم جانتے ہیں شیعہ بھی یوں نہ کہیں گے کہ وہ چوک جاتے تہے یہ برائی تو اس فرقہ کے پیشواؤں نے خدا ہی کے لئے رکہہ چہوڑی ہی اور نہ لازم آوے گا کہ معصوم بھی خطا کرے پہر یہ طعن جو سنیوں پر کرتے ہیں کہ انکے امام اور خلیفہ معصوم نہ تہے حالانکہ امام اور خلیفہ کو چاہئے کہ معصوم ہو تا کہ خطا نکرے ورنہ حق اور باطل کی تمیز محال ہو جائیگی اور جو غرض کہ انکے مقرر کرنے سے ہوتی ہی یعنی احکام شریعت معلوم ہونا اور انکا عملدرآمد ہونا وہ حاصل نہوگی سوا اس طعن کس منہ سے کرینگے **اقول** ابو بکر عمر وغیرہما اگر زندہ ہونگے تو واسطے سزا پانیکے زندہ ہونگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ یعنی اور البتہ چکہائیں گے ہم انکو عذاب نزدیک میں سے کہ وہ عذاب رجعت ہے سوائے عذاب بڑے کے کہ وہ عذاب آخرت ہی شاید کہ وہ رجوع کریں دنیا میں اور کون شخص زیادہ ظالم ہی اُس شخص سے کہ نصیحت کیا جاوے ساتہہ نشانیوں یا آیتوں پروردگار اپنے کے پہر روگردانی کرے اُن سے تحقیق کہ ہم گنہگاروں سے بدلا لینے والے ہیں اور حساب کر لے کہ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ کے عدد سے اعداد ابو بکر عمر عثمان کی برابر ہیں بدون تعمیہ اور تخرجہ اور آمیزش کسی صفت کی اور جرم ان تینوں کا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہی اور علمائے اہل سنت بھی اقرار کرتے ہیں اور اگر کسی متقی کے نام کے اعداد اتفاقیہ اسکے اعداد کی برابر ہوں گے تو وہ شمار میں نہ آئیگا کہ وصف مجرمیت اسکے واسطے ضرور ہے اور امام زمان کو معزول کرکے وہ کیونکر مامور کئے جائیں گے کہ معلوم نہیں وہ کس ہیئت اور بدن میں زندہ ہونگے انسانوں کی شکل میں بھی ہونگے یا نہیں اور نہ خدا تعالی نے اسمیں غلطی کی ہی نہ امامیہ نے بلکہ امامیہ صحیح بیان کرتے ہیں کہ وہ سزا دینے کے واسطے پیدا کئے جائینگے اور امامیہ کے نزدیک خدا سے چوک ہوتی ہی نہ انبیا سے تو انبیا کے غلطی اور چوک بیان کرتا چلا آتا ہی خدا سے بھی تیرے ہی نزدیک چوک ہوتی ہوگی اور نہ شیعوں کے نزدیک اخبار گزشتہ اور آئندہ میں خدا سے چوک ہوتی ہی اور سورہ طہٰ کی آیت لا یضل ربی ولا ینسی جو لکھی ہی وہ حق ہی اور یہی اعتقاد شیعوں کا ہی کہ خدا تعالی نہ بہولتا ہی اور نہ چوکتا ہی اور یہ آیت ہمارے اعتقاد کے مطابق ارشاد کرتی ہی اور جیسے کہ خدا تعالی بہولتا اور چوکتا نہیں ہے ایسے ہی ہمارے نزدیک حضرت موسی بھی چوکتے نہ تہے لیکن تیرے نزدیک حضرت موسی چوک جاتے تہے تو نے کئی جگہہ لکھا ہی کہ حضرت موسی نے جو حضرت ہارون کے بال پکڑے تو اُنسے غلطی ہوئی اور یہ جو لکھتا ہی کہ یہ برائی تو اس فرقہ کے پیشواؤں نے خدا ہی کے لیے رکھ چہوڑی ہے یہ بالکل غلط ہی اور شیعوں کے پیشواؤں میں سے کسینے ایسا نہیں کہا ہی اور اگر تو نظام الدین جیلانی کو کہتا ہی تو شیعوں کا پیشوا تو اس نام کا کوئی شخص نہیں ہے اور اُسنے جو حوالہ ہمارے علما کا اپنے رسالہ میں لکھا ہے وہ بھی غلط ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور یہ بھی معلوم نہیں اُسنے حوالہ دیا ہی یا نہیں یا مولوی عبد العزیز صاحب کا ایجاد ہی اور ہمنے فرض کیا کہ اس نام کا کوئی شخص شیعوں میں تہا ہی لیکن جسوقت کہ اُسکا یہ اعتقاد ہوا برخلاف اعتقاد شیعوں کے تو وہ کافر ہی شیعوں کو اس سے کیا اور مسلمان کیا مرتد نہیں ہو جاتا ہی تیری ارتداد کا بھی تو فتوی مکہ معظمہ سے آیا ہی بلکہ سنیوں کا یہ مذہب ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے محمد صلعم نے بنا لیا ہی چنانچہ تمہاری مولوی عماد الدین صاحب لکھتے ہیں اور یہ تو بہی ذالک اسی نصیب ہو انکے جواب میں لکھتا ہی کہ یہ قرآن خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہی بلکہ آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے اور خدا تعالی نے رسول خدا صلعم کی طرف سے تصنیف کرکے بہیجدیا ہی اور معصوم ہمارے نزدیک خطا نہیں کرتا ہی اور نہ حضرت موسی نے خطا کی ہی اور طعن شیعوں کا سنیوں پر صحیح اور درست ہی کہ خلیفہ رسول متبعوں اور امام امت کو چاہئے کہ معصوم ہو تا کہ احکام شرع میں غلطی نکرے اور ہمارے اس طعن کرنے میں کوئی خلل عائد نہیں ہوتا ہی اور جس منہ سے ہم کہتے ہیں وہ منہ ہمارا بہت سرخ اور چہرہ ہمارا بشاش ہی کہ ہمارے کہنے کا تم جواب نہیں دیسکتے **قال الشیخ الاشعری** الغرض قواعد عقائد شیعہ سے یوں ثابت ہوتا ہی کہ خدا سے گو خطا ہو جاوے پر معصوم سے خطا نہو سو حضرت موسی علیہ السلام جو بالاتفاق معصوم تہے انہوں نے جو فرمایا کہ میرا رب بہکتا اور چوکتا ہی اور نہ بہولتا ہی تو اسمیں ہرگز احتمال غلط نہیں اور خدا نے جو یہ قصہ نقل فرمایا تو ایک قصہ گزشتہ ہی کچھہ آئندہ کی بات نہیں جو بدا فی الاخبار کی گنجائش ہو پہر کیا معنے جو خدا بہک جاے کچھہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ عقاو

جو اس میں اختلال آگیا ابوبکر و عمر ہر چند صاحب عیب اور مردیابیت تھے مگر نہ اتنے کہ خداوند کریم کی بھی عقل و حواس میں فرق آجائے یا سوا اسکے اور کچھ سبب نہ ہے نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا ایک سنیوں کے الزام کے لئے خدا کی عظمت بھی تو ہاتھ سے دے بیٹھے فدک چھینا تھا تو ابوبکر نے چھینا تھا اور قرطاس اور دوات کو نلانے دیا تو عمر نے طلانے دیا اُنپر تبرا کیا تو کیا خداوند کریم کو جو ان برائیوں میں سان لیا تو کیا اس سبب سے کہ باوجودیکہ نصر المظلوم یعنے مظلوم کی مددگاری حق ہے اور یہ مظلوم تھے مددگاری انکی خیر خداوند کریم ان بے باکوں کا سیاہ مونہہ کرے کہ سخت بے ادب ہیں اور جس لائق ہیں اہنیں وہاں ہی پہنچائے **اقول** قواعد عقائد شیعہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ خدا سے خطا ہو جاتے تو جھوٹ لکھتا ہے اور حکم میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے گرفتار ہوتا ہے اور جو شخص کہ یہ اعتقاد رکھے کہ خدا تعالی سے خطا ہوئی شیعہ اُسکو کافر جانتے ہیں اور اُسپر لعنت کرتے ہیں اور جو کوئی شیعو نپر ایسا افترا کرے اُس پر بھی لعنت کرتے ہیں اور خطا تو جیسے خدا سے نہیں ہوتی ایسی ہی شیعوں کے نزدیک معصوم سے بھی نہیں ہوتی اور جو کچھ حضرت موسی نے فرمایا وہ حق ہے اور ہرگز اُس میں احتمال غلطی کا نہیں ہے اور بدا فی الاخبار جو کہ تو نے بیان کر کے شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے وہ باطل ہے اور معتقد اُسکا کافر ہے اور شیعوں کے نزدیک خدا بہک سکتا نہیں ہے سنیوں کے نزدیک بہکتا ہوگا اور اُنکے ہی نزدیک رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں عقل و حواس میں اختلال آگیا ہوگا اور ابوبکر اور عمر ایسے صاحب عیب اللہ مرد یابیت تھے کہ ہمیشہ جہادوں میں رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر کفار کے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے تھے اور حضرت عمر اگر فظ غلیظ بد مزاج اور تند خو تھے تو مومنین سے تھے کہ اسیواسطے مومنین خلافت سے اُنکی ناخوش تھے اور ابوبکر پر اعتراض کرتے تھے کہ تو ایسے بد مزاج کو ہمپر خلیفہ کسواسطے کرتا ہے تو اپنے خدا کو کیا جواب دیگا اگر اُسکو ہمپر خلیفہ کریگا چنانچہ ترمذی اور ریاض النضرت وغیرہ میں لکھا ہے اور خداوند کریم کی عقل و حواس میں فرق اہل سنت کے نزدیک ہے نہ شیعوں کے نزدیک اور سنیوں کو جو شیعہ الزام دیتے ہیں تو سنیوں کی روایات کتب معتبرہ سے الزام دیتے ہیں بالسے اور بدا کو اس سے کیا تعلق ہے کہیں تو نے بدا ابوبکر اور عمر پر طعن کرتے دیکھا ہے جھوٹ کیوں لکھتا ہے اور جو عظمت خدا تعالی کی ہمارے مذہب میں ہے وہ سنیوں کے مذہب میں ہرگز نہیں ہے تم خدا تعالی کو مجسم جانتے ہو چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور تمنے خدا تعالی کی عظمت کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دیا ہے اور جو کچھ تو لکھتا ہے وہ غلط ہے اور عظمت کو خدا تعالی کی تمنے ہی ہاتھ سے دیا ہے نہ ہمنے اور ابوبکر اور عمر پر جو تبرا ہوا تو اُنکے افعال ناشایستہ کی جہت سے ہوا اور خداوند کریم کو برائیوں میں تمنے سانا ہے ہمنے نہیں سانا ہے اس جھوٹ کے لکھنے کو تیری کون عقل کا اندھا استبار کریگا اس جھوٹ ہی سے تو تمنے اپنے مذہب کی محافظت کر رکھی ہے اور اصل یہ ہے کہ شیعوں کے مذہب میں کوئی گرفت کی بات نہ تھی اور اہل سنت پر شیعوں کے صدہا اعتراض ہوتے تھے اس لیے یہ افترا شیعوں پر کیا لوگوں کے نفرت دلانیکے واسطے کہ یہ بدا کے قائل ہیں اس طرح سے کہ خدا تعالی ایک بات کو نہیں جانتا تھا اور بعد اُسکے جانا اُسکو اور پہلے ایک امر کیا اُسوقت اُسکی برائی معلوم نہ تھی اور بعد اُسکے برائی اُسکی معلوم ہوئی تو اُسکو بدلدیا سو شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہے اور ایسے مذہب والی کو شیعہ کافر جانتے ہیں اور یہ کون کہتا ہے کہ خدا نے مظلوموں کی نصرت نکی اور مظلوموں کے نصرت ہی کے واسطے تو دار الجزا خدا تعالی نے مقرر کیا ہے کہ وہاں ظالموں کو سزا کو پہنچائیگا اور دنیا میں ہزاروں ظالم ہیں اور ہزاروں مظلوم لیکن دار الجزا میں اُنکو نہ اٹھیگی اور سیاہ رو تو وہ ہیں جنہوں نے جناب رسول خدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان بتایا اور حقوق اُنکے اہل بیت کے غصب کئے اور یا مطیع اُنکے سیاہ رو ہیں اور شیعہ تو وہ روشن اور سرخ رو ہیں کہ جنکے حق میں جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ تاتی یوم القیامۃ راضین مرضیین اور جس امر کے وہ لائق تھے رسول خدا صلعم نے فرما دیا انشاء اللہ تعالی وہیں وہ پہنچینگے اور اہل سنت کو جو معاویہ کے پیرو ہیں اور اُسکو خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہیں اُنکے حق میں بغاوت اور نار جہنم کی خبر دی جسوقت کہ حضرت عمار سے فرمایا کہ یا عمار ستقتلک الفئۃ الباغیۃ تدعوھم الی الجنۃ ویدعونک الی النار کہ عمار جو کہ حضرت علی کے شیعوں میں سے تھے اُنکی طرف بہشت تھا اور معاویہ والوں کی طرف دوزخ تھا **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ کلام اللہ میں بدا کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ دیا اور اگر شیعہ خدا کا اتنا ہی اعتبار نکریں و اخبار گذشتہ میں بھی غلطی فہم کے احتمال سے نعوذ باللہ اس بات کے طالب ہوں کہ ہم کلام اللہ کی گواہی پر بدا سے انکار نہیں کرتے جبتک کہ کلینی کی کوئی حدیث اس بات میں ہو کلینی کی حدیث بھی لیجے فی الکافی عن منصور بن حازم عن ابی عبد اللہ قال منصور سالتہ یکون شیئ لم یکن فی علم اللہ قال لا من قال ھذا فاخزاہ اللہ قلت ارایت ما کان وما ھو کائن الی یوم القیامۃ الیس فی علم اللہ قال بلی قبل ان یخلق الخلق — کلینی کافی میں منصور بن حازم سے روایت کرتا ہے کہ منصور نے [illegible] سے پوچھا کوئی ایسی چیز بھی ہوئی کہ کل خدا کو معلوم نہ تھی اور آج ہو گئی ہو آپنے فرمایا کہ کوئی نہیں جو یہ کہے خدا اُسے رسوا کرے پھر مینے پوچھا کہ یہ تو بتائے جو ہو لیا اور جو ہونیوالا ہے قیامت تک کیا خدا کو معلوم تھا اُنہوں نے فرمایا کیوں نہیں خلق کے پیدا کرنے سے پہلے معلوم تھا اس روایت سے دو فائدہ حاصل ہوئے ایک تو یہ کہ بدا ایک عقیدہ غلط ہے کیونکہ بدا آفتوں میں جو تحقیق گذر چکی اُس سے صاف ثابت ہے کہ بدا بے اسکے ہو ہی نہیں سکتا جو کوئی علم نیا پیدا ہو دوسرا یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق

رضی اللہ عنہ نے بدا کے قائلوں کے لیئے بددعا فرمائی سو حضرات شیعہ کو ہماری طرف سے ہی مبارک مبادیہ ساری خرابیاں کلام اللہ کے نہ سمجھنے کے ہیں اور انکا ہی کیا قصور اپنی روایتوں کے معنوں کو نہیں سمجھتے اگر سمجھ ہوتی ہو تو پہلے اُنہیں ہی سمجھتے کلام اللہ تو سنیوں کا ہے **اقول** جس بدا کو تو کہتا ہو اُس بدا کو ہم بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے اُسکی بیخ و بنیاد اُکھاڑ دی ہے جس میں جہل خدا کا لازم آتی اور وہ بدا کہ جسکے شیعہ قائل ہیں وہ بدا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ یعنی جسکو مٹاتا ہے اور اسکی عوض اور لکھتا ہے اُسکا علم ہے ازل سے ہوتا ہے یہ نہیں کہ تازہ علم ہو اور جو کچھ کلام اللہ میں ہے اُسی پر اعتقاد شیعوں کا ہے اور خدا کا اعتبار اہل سنت کے نزدیک نہیں ہے اور شیعوں کے نزدیک تو خدا کی برابر کوئی معتبر نہیں ہے اور غلطی فہم بھی تمہاری ہی نزدیک ہے نہ ہماری نزدیک حضرت موسی کی تو غلط فہمی تو بیان کر چکا ہے خدا کی بھی ہے نزدیک سبھی اور کلام اللہ کی گواہی ایمان ہے ہمارا اور جس بدا کے ہم قائل ہیں وہ کلام اللہ میں موجود ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے اور جس بدا کو تو کہتا ہے اُسکے قائل کو ہم کافر جانتے ہیں اور گواہی کلام اللہ کی تمہاری نزدیک معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ کلام اللہ میں لکھا ہے کہ مرتدین کے واسطے مغفرت نہیں ہے اور جن لوگوں کا تمہاری کتابوں سے ارتداد ثابت ہوتا ہے تم اُنکو اچھا ہی کہے چلے جاتے ہو اور کافی کی روایت ہماری نزدیک کلام اللہ کی آیت کے برابر معتبر نہیں ہے اور جو روایتیں کہ تنے ابتدا میں بدا کے مقدمہ میں بیان کے ہیں اُنمیں سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ تونے لکھی ہے اور یہی ہمارا اعتقاد ہے جو کچھ کہ اس روایت میں ہے اور یہ روایت ہمارے کتاب کی ہے دیا تیری کتاب کی اے عقل کے دشمن اسقدر تو سمجھ کہ جس وقت شیعوں کے اماموں سے ایسی روایتیں منقول ہیں تو پھر وہ اپنے اماموں کے مخالف کیونکر ایک عقیدہ فاسدہ کے قائل ہوں گے اور اس روایت کا حاصل جو لکھا ہے کہ بدا عقیدہ غلط ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ جو بدا تیرا مقصود ہے وہ عقیدہ غلط ہے کہ جس سے جہل خدا لازم ہوتا ہو نہ وہ بدا کہ جو علم کے ساتھ ہو کہ وہ قرآن سے ثابت ہے اور یہ جو تو لکھتا ہے کہ بدا بے علم تازہ کے نہیں ہوتا وہ بدا لغوی ہے اور اُسکے قائل لوگ تم کافر جانتے ہیں اور یہ کہنا تیرا کہ بدا بے اسکے نہیں ہوتا غلط ہے بلکہ بدا جو کہ ہماری اصطلاح میں ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالی نے ایک شخص کو بادشاہ کیا اور بعد چند سال کے مصلحت اُسکی وہیں زائل ہوئی تو اُسکو فقیر کیا اور اسوقت گو یہ رای پہلی رای کے مخالف ہے لیکن جس وقت اُسکو بادشاہ کرتا تھا اُسوقت یہ جانتا تھا کہ بعد اسکے فلانے وقت مصلحت اسکی فقیری کی ہوگی اُسوقت اُسکو فقیر کرینگے اور جس وقت فقیر کیا تو اُسوقت کہیں گے کہ بدا ہوا یعنی ظاہر ہوئی رائے دوسری جو کہ اُسکے علم میں تھی مخالف پہلی رائے کے اور یہ ایسے نہیں ہے کہ اُسکو بادشاہ کیا تو بعد اُسکے بادشاہ کرنیکی رائے میں قباحت معلوم ہوئی اور پہلے سے وہ قباحت معلوم نہ تھی یہ بالکل غلط ہے اور اسی بدا کے حال میں جسکے ہم قائل ہیں حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے چنانچہ کافی میں ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ما بدا للہ فی شیٔ الا کان فی علمہ قبل ان یبدو لہ یعنی حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا کہ نہیں بدا ہوا ہے خدا کو کسی چیز میں مگر کہ تھا بیچ علم اُسکے کے پہلے اس سے کہ ظاہر ہو واسطے اُسکے اور ایسے ہی دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ ان اللہ لم یبد لہ من جہل یعنی جہل اور بے علمی سے خدا کو بدا نہیں ہوا ہے اور حضرت صادق نے بدا کے قائلوں کے واسطے بد دعا نہیں کی ہے جیسا کہ تو لکھتا ہے بلکہ اُنکے حق میں بد دعا کی ہے کہ جو خدا کو ایسا جانتے ہیں کہ اُسکو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا ہے اور جو ہمارا اعتقاد ہے وہ مبارک ہے نہ یہ کہ جو کچھ تو کہتا ہے اور ہماری اعتقاد کے حضرت صادق علیہ السلام نے بد دعا کی نہیں ہے کہ جو تو ہمکو مبارکباد کہتا ہے اور قرآن کو تم سمجھتے نہیں ہو اور جو کچھ سمجھتے تو اُسپر عمل کرتے یہ سب خرابیاں تمہاری واسطے ہیں اور ہمارا عمل موافق قرآن ہے کہی ہے نہ مخالف اُسکے اور روایتوں کو بھی اپنی ہم خوب سمجھتے ہیں اور اُنکے مطابق ہی ہمارا عمل ہے لیکن اگر تو ایک جھوٹ بات مخالف ہماری عقیدہ کے ہماری طرف منسوب کرے تو اُسکا جواب نہیں ہے بجز اسکے کہ ہم کہیں لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ اور کلام اللہ تو سب مسلمانوں کا ہے اہل سنت کی کچھ تخصیص نہیں ہے لیکن عمل قرآن پر سوای ہماری کسی فرقہ کا نہیں ہے اسواسطے کہ جو مضمون قرآن کا ہے وہ اہل بیت علیہم السلام کے پاس ہے اور پیروی اُنکی سوای ہمارے کوئی نہیں کرتا ہے اور اگر عثمان نے اُسکو جمع کیا ہے تو کیا ہے کلام تو اُسکا وہ نہیں ہے بہت آدمی خطب و اشعار فصحا کے جمع کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اسوقت لازم یوں ہے کہ منشا اس غلطی کا بیان کیا جائے تاکہ مزید اطمینان ہو جائے اور ناظرین پر یہ خلجان باقی نہ رہے کہ تنہا پیش قاضی آئے راضی محرر رسالہ کی طمطراق کی باتیں فقط سنکر ہم یوں کیونکر بدا سے دست بردار ہوں ہماری علماء شیعہ بھی تو آخر کسی وجہ سے کہتے ہونگے جبتک اُنکی نہ سن لیں تسلی نہیں ہوتی ہے پس یہ عذر اُس قبیل کا ہے کہ مشہور ہے عذر گناہ بدتر از گناہ کیونکہ جب کسی آدمی کو کسی وجہ سے حق واضح ہو جاے تو پھر اُسے اُسکا کیا انتظار کہ دوسرونکی بھی سن لوں اگر کوئی شخص قریب شام کے در و دیوار پر دھوپ دیکھے یا خود آفتاب کو بچشم خود دیکھے اور دوسرا پردہ میں بیٹھا ہوا گھڑی گھنٹے کے وسیلہ سے یوں کہے کہ دن چھپ گیا تو آفتاب دھوپ کا دیکھنے والا کتنا ہی جاہل کیوں نہو اور گھڑی سے وقت کا بتلانے والا کتنا ہی علامہ روزگار اور حساب میں پرکار کیوں نہو لیکن تسپر بھی آفتاب یا دھوپ کے دیکھنے والیکو دن کے یقین ہونے میں اسکا انتظار نہوگا کہ میں اسکی تو سن لوں کہ جو گھڑیکے وسیلے سے رات بتلاتا ہے اسیطرح جب بات خوب واضح ہو گئی کہ بروے کلام اللہ نیز

بروی احادیث شیعہ بدا غلط ہے تو پہر اسکا کیا انتظار ہے کہ بدا کے قائلوں کی بات بہی سن لینی چاہئے بلکہ ایسے وقت میں مناسب یوں ہے کہ جیسے آفتاب کا بچشم خود دیکہنے
والا باوجود جاہل ہونیکے بے تامل یوں سمجہ جاتا ہے کہ گہڑی والا ہرچند محاسب اور بڑا ہوشیار ہے اسکے علم میں کچہ شک نہیں لیکن اسمیں ہی کچہ شک نہیں کہ اسکی گہڑی
بگڑی ہوئی ہے یا اسوقت اتفاق سے بمقتضای بشریت کچہ غلطی ہوگئی ایسے ہی بدا کی غلطی کا سمجہنے والا بہی بے تامل مان اٹہے کہ ہرچند قائلین بدا بڑی بڑی عالم اور فاضل
تہے لیکن تاہم آدمی تہے غلطی کہا گئے نہ اس بات پر انہیں دہیان ہوا کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا یعنی اللہ ہمیشہ سے علیم ہے اسکا علم کچہ اب پیدا نہیں ہوتا اور نہ آیت مذکورہ
لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی انکے خیال میں گزری اور نہ حدیث کلینی کا کچہ خیال کیا بلکہ ادب کی بات تو یوں ہے کہ یہ کہیئے ان لوگوں کو کلام اللہ تو یاد نتہا یہ تو سنیوں کا
کام ہے کلینی بعد میں تصنیف ہوی معہذا انکا کیا قصور سب جانتے ہیں دروغگو را حافظہ نباشد **اقول** شیعوں سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی ہے اور نہ کسی شیعہ نے
غلط بات لکہی ہے اور تونے بہی حوالہ کسی عالم کے غلطی کا نہیں دیا ہے ایک شخص مجہول نظام الدین جیلانی کے رسالہ کا تونے حوالہ دیا ہے سو معلوم نہیں کہ وہ شخص نفس الامر میں
تہا یا نہیں یا مولوی عبدالعزیز صاحب نے گہڑ لیا ہے اور اگر کوئی تہا بہی تو معلوم نہیں کہ وہ سنی تہا یا شیعہ تہا اسواسطے کہ اسنے اپنے رسالہ میں علماء شیعہ کا حوالہ جو موجب
تیری تحریر باطل کے دیا ہے وہ غلط ہے اور اگر بالفرض وہ شیعہ ہی تہا تو اس اعتقاد کے اختیار کرنے سے کافر ہوگیا اگر اسکے قول کا حوالہ ہماری مقابلہ میں دیتے ہو تو ہم تم سے
گفتگو کرنے میں مولوی عمادالدین کی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ رسولخدا صلعم نے بنالیا ہے اگر تو سچا ہے تو ہماری
کسی کتاب کا حوالہ دے جیسے کہ تونے حوالے دیئے ہیں اور ہمارے علماء ہرگز اس بدا کے قائل نہیں ہیں جس میں جہل خدا ہو اور کسی وجہ سے ہم نہیں کہتے ہیں اور کون تجہ سے پوچہے
عذر کرتا ہے عجب طرح کا نامعقول ہے خود ہی تو ایک سوال ایجاد کرتا ہے اور پہر اسکا جواب دیتا ہے اور اپنی طرف سے ایک عذر پیدا کرکے اسکو بدتر از گناہ کہتا ہے کوئی اس کذاب ناتراش
دروغ نویس سے پوچہے کہ کس شیعہ نے یہ عذر کیا ہے شیعوں کا تو یہ مذہب ہے نہیں ہے اور آفتاب اور دہوپ کا جو یہاں ذکر کیا ہے اس مثال کو یہاں کچہ تعلق ہی نہیں ہے اور ہم بہی
کہتے ہیں کہ بدا لغوی جسکو تو بکتا چلا آتا ہے وہ ہمارے نزدیک بہی غلط ہے لیکن جس بدا کو بعضے علماء کہتے ہیں وہ قرآن سے اور احادیث سے دونوں سے ثابت ہے اور وہ بدا وہ ہے کہ جسمیں
خدا کو علم روز ازل سے ہوتا ہے اور شیعوں میں جو کوئی قائل بدا کا ہے وہ یہی کہتا ہے اور جب کسی دہوکا دینے والے دروغگو نے شہور کیا کہ شیعہ بدا کے قائل ہیں تو البتہ شیعوں سے پوچہنا
چاہیئے کہ تمہارے نزدیک بدا سے کیا مراد ہے کیا یہی بدا ہے کہ جسکا بطلان قرآن اور حدیث سے ثابت ہے یا مراد تمہاری اس سے کچہ اور ہے اسوقت شیعہ جواب معقول دندان شکن
دینگے کہ جس سے انپر کوئی اعتراض وارد ہوگا اور دروغگو اور تہمت کرنیوالے تو دنیا میں بہت ہیں اور بڑا تو کیا چہوٹا بہی عالم شیعوں کا کوئی اس بدا کا قائل نہیں ہے جسکو
تو کہتا ہے تاکہ یہ کہا جائے کہ اس سے غلطی ہوئی اور نہ تونے ہمارے کسی عالم کا بدا کے مقدمہ میں حوالہ دیا ہے ایک نظام الدین جیلانی مفروض کا حوالہ دیا ہے کہ وہ بہائی عبدالقادر
جیلانی کا ہوگا اور حال اسکا ہم کئی مرتبہ لکہ چکے جسکا یہ اعتقاد فاسد ہوگا اسکو البتہ ان دونوں پر اور حدیث کلینی پر نظر نہوگی اور کلام اللہ تو یاد حضرت عمر کو نتہا کہ جو عمر بہر لوگ
کلام اللہ کے مقدمہ میں الزام کہاتے تہے اور رسولخدا صلعم کو کہتے تہے کہ وہ حضرت نے نہیں ہیں اور کلینی بعد میں تصنیف ہوئی ہے تو کیا ہے اسکو بہی عرصہ دراز ہوا اور کلمہ
دروغگو را حافظہ نباشد حضرت عمر کی شان میں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ عذر کہ شیعوں کی دیلیں معلوم ہونے دیا ہے یہ عذر بعد کلام اللہ اور حدیث
مذکور جنکے معنوں میں کچہ تاویل نہیں ہوسکتی اور خدا کے علم کے قدیم ہونے پر مثل آفتاب روشن کے گواہی دیتی ہیں عقلا کے نزدیک قابل سماعت نہیں مگر باینہمہ بپاس خاطر
مولوی عمار علی صاحب معروض ہے کہ منشاء غلطی شیعہ اس قسم کی آیتیں ہیں لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا حاصل یہ کہ خدا نے موت حیات کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ تمہیں
آزمائے کہ کونسا تم میں اچہی عمل والا ہے سو اس آیت سے اور ایسے ہی مضمون کی اور آیتوں سے علماء شیعہ کو یوں دہوکا پڑا کہ امتحان اور آزمائش تو وہاں ہوتی ہے جہاں حقیقت الامر
پہلے سے معلوم نہیں ہوتی پہر یہ تماشا ہوا کہ ایک جگہ خداوند کریم یوں ہی فرماتے ہیں یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ یعنی اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے
باقی رکہتا ہے اس آیت کے مضمون کو جو پہلے آیت کے مضمون سے ملا کر دیکہا تو علماء شیعہ کو بجائے خود اس بات کا یقین ہوگیا کہ خدا کو پہلے سے تو حقیقت الامر خوب معلوم تہی ہی نہیں
یوں ہی اٹکل اور اندیشہ سے ایک بات مقرر کر رکہی تہی سو اس میں جہاں کہیں کچہ غلطی معلوم ہوتی ہے اسے بدل دیتے ہیں اور یہی معنی بدا کے ہیں **اقول** شیعوں کے
نزدیک کوئی دلیل نہیں ہے سوای قرآن اور حدیث کے اور جو بدا کہ انکے نزدیک ہے وہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور جس بدا کو تو قرآن اور حدیث سے باطل کرتا ہے
اسکے تو وہ معتقد ہی نہیں ہیں بلکہ اسکے معتقد کو وہ کافر جانتے ہیں اور جو کوئی انپر اتہام لگائے اس بدا کا اسپہ وہ لعنت کرتے ہیں اور علم خدا کو وہ قدیم ہی
جانتے ہیں اور جو کوئی شیعوں سے دلیل پوچہیگا تو وہ آیات قرآنیہ اور احادیث کو پیش کرینگے لیکن معلوم نہیں کہ وہ عذر کرنیوالا کون ہے اور بپاس خاطر مولوی
عمار علی صاحب لکہنا چاہئے تہا کہ منشاء غلطی شیعہ اس قسم کی آیتیں ہیں اگر انکی خاطرداری منظور تہی تو لکہنا چاہئے تہا کہ بپاس خاطر مولوی عمار علی صاحب

ہم لعنت کرتے ہیں اُس شخص پر کہ جس نے جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان بتلایا اور جس نے حق علی اور فاطمہ زہرا علیہما السلام کو غصب کیا اور جو شخص کہ فاطمہ علیہا السلام
کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگیا اور جس نے کہ اصحاب رسولخدا صلعم کو بے عزت کیا حق کرنے اور کہنے پر جس میں کہ مولوی صاحب ممدوح راضی ہوں اور اُنپر جو تو تہمت
کرتا ہے غلطی کو تو تہمت کرتے میں پاس خاطر نہوا ایک عذاب تہام میں تو گرفتار ہوگا اور ای اکذب الکاذبین وہ کونسا شیعہ ہے کہ جو آیت لیبلوکم الخ وغیرہ کو بدا بر باطل کی
سند میں لایا ہے کہ اُس سے غلطی ہوئی کیا تو نام لکھا ہو تو ماری جوتے یہ کتابیں شیعوں کی موجود ہیں دیکھ لے کس کتاب میں لکھا ہے یہ تو تمہارا کام ہے کہ آیات متشابہات
کے ظاہر معنے پر عمل کرتے ہو اور اسیواسطے فرقہ حنبلیہ خدا تعالی کو مجسم کہتا ہے اور از انجملہ ایک حضرت پیر دستگیر ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور اس آیت کے
معنے تو ہماری تفسیروں میں یہ لکھی ہیں تا کہ معاملہ از مانیوالوں کا سا کرے تمسے یعنی ہر چند ہم جانتے ہیں کہ جو عمل تم کروگے لیکن تمہاری ساتھ معاملہ آزمانیوالوں کا سا
کرتے ہیں تا کہ ظاہر ہوجائے کہ کون تم میں سے عمل نیک کرتا ہے اور یہ کسینے نہیں لکھا ہے کہ تا کہ آزمائے تمکو کہ اُس آزمانے سے تمہارے اعمال کا علم حاصل ہوجائے جو کہ ہمکو پہلے
وہ علم حاصل نہیں ہے اور یہ دہو کا کہ امتحان اور آزمائش تو وہاں ہوتی ہے جہاں حقیقت الامر پہلے سے معلوم نہو اہل سنت کو ہوتا ہے کہ وہ سب آیات متشابہات کے ظاہر
معنے پر عمل کرتے ہیں اور اسی لئے آیت یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ سے خدا تعالی کے واسطے ساق پا ثابت کرتے ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم روایات اہل سنت سے لکھ چکے ہیں اور
ای اکذب الکاذبین آیت یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ میں کس شیعہ نے یقین کیا ہے اور کس شیعہ نے کہا ہے کہ خدا کو پہلے سے تو حقیقت الامر خوب معلوم تھی ہی نہیں یونہیں
اٹکل سے ایک بات مقرر کر رکھی تھی سو اُس میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے تو اُسے بدل دیتے ہیں شیعہ تو اس بات کے یقین کرنیوالیکو کافر جانتے ہیں اور اُسپر لعنت کرتے ہیں اور جو کوئی
تہمت کرکے ایسے اعتقاد کو اُنکی طرف منسوب کرے تو اُسپر خدا تعالی خود لعنت کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ اور شیعوں کا تو یہ مذہب ہے کہ خدا تعالی ازل سے
ابد تک ہر جزئی اور کلی کا عالم ہے اور کوئی شے اُسکے علم سے باہر نہیں ہے اور بعضے شیعہ جو بدا کے قائل ہیں اُنکی مراد بدا سے یہ نہیں ہے کہ جو تو لکھتا ہے یہ تو تیرے نزدیک یا تیرے
بھائی نظام الدین جیلانی کے نزدیک ہوگا جو کہ ایک آدمی بد مذہب کا نام فرض کرکے تو نے لکھا ہے اور جو شیعہ کہ بدا کے قائل ہیں وہ بدا کو اسی آیت سے ثابت کرتے ہیں لیکن یہ
نہیں کہتے ہیں کہ خدا کو حقیقت الامر پہلے سے معلوم نہ تھی بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی پہلے سے جانتا تھا کہ ہم فلانے وقت فلانی چیز کو مٹا دینگے اور اُسکے بدلے فلانی چیز ثابت کرینگے
کہ اُسوقت مصلحت یہی ہوگی اور بدا اسکو اسواسطے کہتے ہیں کہ وہ اُسوقت ظاہر ہوا اور پہلے وہ ظاہر نتھی اور بدا کے معنی ظاہر ہونیکے ہیں اور پہلے سے تو خدا اُسکو اسیطرح سے جانتا تھا کہ فلانے
وقت وہ ظاہر ہوگی اور جب ظاہر ہوئی تو جانا کہ اب ظاہر ہوئی ہے اور تو ظاہر کو معنی علم سمجھتا ہے اور شیعونکی سیکڑوں کتابیں ہندوستان میں موجود ہیں لیکن کسی کتاب کا
حوالا اسنے نہیں دیا کہ اسمیں یہ لکھا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ اگر جھوٹ نہ لکھیں اور شیعوں پر اتہام نکریں تو شیعوں پر کیونکر غالب ہوں کہ اُنکا مذہب ایسا صاف ہے کہ کوئی اعتراض ہی نہیں
ہوسکتا اور حفاظت اہل سنت کے مذہب کی جھوٹ ہی سے ہے اگر جھوٹ نہ بولیں تو حفاظت اپنے مذہب کی شیعوں سے کیونکر کریں **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اسوجہ سے شیعوں کے
نزدیک عقیدہ بدا مستحکم ہوگیا اور یہ غلطی جو اول کسیکو بوجہ کوتاہی عقل پڑی تھی خوب مضبوط ہوگئی اور کیوں نہو بے استاد ہمیشہ خراب رہتا ہے اگر ماہران کلام اللہ کی کفش برداری
اختیار کرتے تو اس آیت کے معنوں میں ایسے کیوں بہکتے مگر یہ فرقہ تو ایسا بے نصیب ہے کہ کلام اللہ کے جاننے والوں کے دلی دشمن ہیں جناب سن ہر کارے و ہر مردے صحابہ کرام جو رسول اللہ
صلعم کے شاگرد تھے کلام کو وہ سمجھتے تھے پھر جو اُنسے مستفید ہوگا وہ کلام اللہ کو سمجھیگا یا شیعہ سمجھیں گے **اقول** شیعوں میں سے کسی کا یہ اعتقاد بدا کے مقدمہ میں نہیں ہے جو کہ تو کہتا ہے
وہ تو خدا تعالی کو ازل سے ابد تک ہر چیز کا عالم جانتے ہیں اور وہ قائل اُس بدا کے ہیں جس میں خدا کا جہل لازم آئے چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ان اللہ لم
یبدا لہ من جھل اور فرمایا کہ ما بدا للہ فی شیء الا کان فی علمہ قبل ان یبدا لہ اور اسی کا اعتقاد اُنکو مضبوط اور مستحکم ہوگیا ہے نہ اُس بدا کا اعتقاد کہ جسکی تہمت تو شیعوں پر کرتا ہے
اور ایسا بدا تیرے مذہب میں بھی آیا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے اور بے استادے شیعہ نہیں ہیں بلکہ اُنکا استاد بڑا زبردست ہے کہ جو ماہر علم شرع تھا کہ جو کہتا تھا سلونی قبل
ان تفقدونی اور کہتا تھا کہ میں کلام اللہ کی ہر آیت کو جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی اور کس مقدمہ میں نازل ہوئی اور تیرے ثلاثہ اُسکی طرف رجوع کرتے تھے اور اُنکے حق میں
رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا اقضاکم علی اب دیکھ تو شیعہ کیسے ماہران کلام اللہ کی کفش برداری کرتے ہیں اور بے استادی اہل سنت ہیں کہ ایسے ماہروں کا ترک کرکے
جہلا کی پیروی کرتے ہیں کہ جو خود اپنی جہالت کا اقرار کرتے ہیں اور وقت پوچھنے معنی آیت کے کہتے ہیں کہ میں کیا جانوں کہتا ہوں اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے
ہے اور بعضے لولا علی لہلک عمر کہتے کہتے مرگئے اور عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور تیمم کو جایز نہیں جانتے تھے اور اگر دشمنی بھی شیعوں کو ہے تو ان جہلا ہی سے نہ ماہران معانی
کلام اللہ سے اور سچ ہی ہر کارے و ہر مردے کہ جاننا کلام اللہ کا کام ہر مرد کا نہ تھا جو کہ جاننے والے تھے وہ ہی جانتے تھے جنکو کہ شاگردی رسولخدا صلعم سے حاصل تھی نہ ہر صحابی
اور جو کہ کلام اللہ کے جاننے والے اور شاگرد رسولخدا صلعم کی تھے اُنسے ہی شیعہ مستفید ہوتے ہیں نہ اُنکے غیر سے اور تم جہلا کی طرف رجوع کرتے ہو اسیواسطے گمراہ ہو اور ہمارا رجوع کرنا

قال الشیخ الاشعری اگر آیت لیبلوکم سے کلام اللہ کے جانچنے والوں کی طرف کتب اہل سنت سے ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم کلام اللہ کے ذکر میں مفصل لکھ چکے
یہ بات نکالی ہے کہ خدا کو پہلی کسی چیز کے پیدا ہونے کی علم اسکا نہیں ہوتا ہے تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسوقت تو ضرور ہی ہوجاتا ہے چنانچہ اول تو شیعہ اسکے قایل ہی ہیں
معہذا کلام اللہ میں بیسیوں جگہ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ موجود ہے یعنی خداوند کریم جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے پہلے پیدا ہونے سے تو ہمنے مانا نہیں دیکھتا تھا لیکن یہ تو فرمایئے
کہ بعد پیدا ہونے کی بھی کیا کچھ اسمیں تامل باقی ہے نور آفتاب کا خدا محتاج نہیں شمع چراغ کی اسکو ضرورت نہیں آگے پیچھے ہونا اسکے نزدیک سب یکساں ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے اِنَّ
اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنی اللہ ہر چیز کو محیط ہے القصہ بعد وجود اشیا کے انکے پیش نظر ہونے میں کچھ شک نہیں ہے پھر با اینہمہ بھول جانے کا اندیشہ نہیں کیونکہ سورۂ طٰہٰ میں لا ینسی موجود ہے
یعنی خدا بھولتا نہیں پھر کیا ضرورت ہوئی کہ کرام کاتبین مقرر کئے گئے اور حساب کتاب قیامت کو ہونا ضرور پڑا اور نامۂ اعمال اور صحیفہ ہائے کردار بنی آدم لکھے گئے جو علماء شیعہ اسکا
جواب دینگے وہی ہماری طرف سے نوازش نوماکر قبول فرمالیں اگر یوں جواب دیں کہ ہرچند خداوند عالم الغیب کو ہر ایک چھپی بڑی چھوٹی چیز کی خبر ہے لیکن تو لوٹ و عظمت و حکمت
خداوندی کے مناسب یہی ہے کہ یہ سارا کارخانہ برپا ہو تو ہمیں تسلیم ہے یہی جواب ہمارا ہے **اقول** کون کافر یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو اشیاء کے پیدا ہونے سے پہلے ان اشیاء کا علم
نہیں ہوتا ہے اور کس کافر کا یہ اعتقاد ہے کہ اسکو آیت لیبلوکم سے نکالا ہے ایسے کاذب مفتری کسی شیعہ کا نام لکھا ہوتا یا کسی کتاب کا حوالہ دیا ہوتا اگر تو نظام الدین جیلانی کو کہتا ہے
تو اس نام کا تو شیعوں میں کوئی عالم معتبر نہیں ہے اور ہمنے فرض کیا کہ کوئی نظام الدین ہوگا تو اسکا یہ مذہب شاید ہو لیکن شیعوں کا تو مذہب نہیں ہے تو سب شیعوں کو کسواسطے
کہتا ہے شیعہ تو ایسے مذہب والے پر لعنت کرتے ہیں اور شیعوں کا تو یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ ازل سے ابد تک تمام کلیات و جزئیات کو جانتا ہے اور اسی طرح سب اشیاء کو دیکھتا بھی ہے اور نہ اسکے
نزدیک خدا کچھ بھولتا ہے اور کرام کاتبین واسطے لکھنے نامۂ اعمال کے اسواسطے مقرر نہیں کئے ہیں کہ نعوذ باللہ خدا کو سہو و نسیان ہوتا تھا بلکہ کرام کاتبین کے مقرر کرنے کی بھی ایک مصلحت
اور وجہ اسکی کتب کلامیہ میں لکھی ہوئی ہے دیکھ لے یہاں اسکے ذکر سے کیا تعلق ہے اپنی طرف سے تو ایک بات لکھتا ہے اور خود ہی شیعوں کی طرف سے جواب تجویز کرتا ہے اور آیت لیبلوکم خود تیرے
دل میں کھٹکتی ہے اور تجھکو اسکے معنی میں تردد ہوا ہے اور اسکے معنی تیری سمجھ میں آئے نہیں ہیں اسواسطے تو اپنے دل سے جبر کرکے کہتا ہے کہ شیعہ اس آیت سے نکالتے ہیں خدا کا عالم نہونا پیدا ہونے
سے پہلے اور شیعہ ہرگز یہ نہیں کہتے ہیں شیعوں کو تو بالکل جھوٹ لگاتا ہے تیرے دل میں بات کھٹکتی ہے اور شیعہ تو معنی اس آیت کے بہت صحیح کرتے ہیں کہ جس میں کسی طرح کا خلجان نہیں ہے
قال الشیخ الاشعری اور اگر شیعوں کو نسبت نامہائے اعمال اور حساب کتاب و دست و پاؤں کی گواہی کے جو قیامت میں ہوگی یہ عذر ہے کہ یہ سب تعلیم بنی آدم کے لئے ہے تو ہم بھی یہ
کہتے ہیں کہ یہ امتحان خداوندی بھی تعلیم بنی آدم کو ہے **اقول** شیعوں کو یہ عذر نہیں ہے تو اپنی طرف سے جو کچھ چاہتا ہے تجویز کرتا ہے حساب و کتاب مقرر کرنے میں بھی ایک مصلحت
اسکی ہے کہ کسیکو عذر باقی نرہے اور جو کچھ وہ مقرر کرے سب حق ہے اور یہ امتحان کرنا خدا کا امتحان حقیقی نہیں ہے اسواسطے امتحان میں تو اعادت کرنیوالیکو بعد امتحان کے علم حاصل ہوتا
ہے اور خدا تعالیٰ پہلے ہی سے عالم ہے اسکا جو کچھ کہ بعد امتحان کے ظاہر ہوگا سو وہ اس سے یہ نہیں کہتا ہے کہ ہر بندہ خدا کو اسکا علم ہو کہ جو کچھ تم کروگے لیکن مثل معاملہ آزمانیوالے
کرتا ہے تاکہ لوگوں پر تمہارے اعمال ظاہر ہوجائیں کہ جو کچھ تم کروگے **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکو ہاتھ پاؤں کی گواہی اور حساب کتاب اور وزن اعمال میں شک ہو تو یہ
کلام اللہ کی آیتیں موجود ہیں آیت یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ جس کا یہ حاصل ہے کہ فلانی لوگوں کو دن وہ عذاب ہوگا جس روز انکی زبان
پاؤں انپر گواہی دینگے اور آیت قَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ یعنی قیامت کو جب کفار کے کان آنکھیں کھالیں انکی کرتوت کی گواہی دینگے تو وہ انکو ملامت کرینگے
سو اسکا بیان ہے کہ کہینگے کفار اپنی کھالوں کو کہ تمنے کیوں ہمارے حق میں بری گواہی دی تو وہ کہینگے کہ جس خدا نے سب کو بلایا تھا اور بولنا سکھایا تھا اسنے ہمیں بھی بلا دیا اور سوا اسکے اور
بہت سی آیتیں وزن اعمال پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ یعنی تول اس دن ٹھیک ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ حاصل اسکا یہ ہے کہ رکھیں گے
ہم ترازوئیں انصاف کے قیامت کے دن فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ حاصل اسکا یہ ہے کہ جسکے اعمال تولنے میں بھاری ہونگے اسنے اچھے گزران ہونگے ایسے ہی حساب کے
مقدمہ میں کثرت سے آیتیں وارد ہیں منجملہ ایک کو لکھے دیتا ہوں اِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ یعنی ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ خدا حساب
ضرور لیگا وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ یعنی جو کوئی منکر ہوگا اللہ کے حکموں کا تو اللہ حساب شتاب لینیوالا ہے الغرض ان باتوں سے انکار نہیں ہوسکتا
اور نہیں کسی کی کیا کام امامیہ و اثنا عشریہ سے غرض تھی سو وہ منکر ہی نہیں اہل سنت اور وہ دونوں ان باتوں کی ایمان میں متفق ہیں مدعیہ سمعیہ سمجھتے تو یوں بھی یہی
الحاصل جو کچھ شیعہ تجویز فرمائیں ہیں کچھ دریغ نہیں اگر وہ یوں کہیں کہ بنی آدم کی حجت ختم کرنے کے لئے حساب کتاب وغیرہ ہے ورنہ کچھ حاجت نہتھی تو ہماری طرف سے بھی یہی
جواب معروض خدمت سمجھیں بلکہ اسکے ساتھ میں شکرانہ ہم سے لیں کہ ہمیں ان آیات کے معنی کی تحقیق میں تخفیف ہاتھ آئی الغرض بہرحال چشم ما روشن دل ما شاد صلاح ما
ہمہ آنست کاں صلاح شماست **اقول** عبث تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اور تطویل لاطائل سے تیرا جی نہیں گھبراتا ہے بھلا ان باتوں کی تحریر سے یہاں کیا حاصل ہے

اور وہ کونسا مسلمان ہے جو منکر امور مذکورہ کا ہے اور جسواسطے خدا تعالیٰ نے حساب و کتاب مقرر کیا ہے اسکی وجہ بھی ظاہر ہے لیکن تیرے واسطے ان امور کی تحریر سے کچھ فائدہ نہیں ہے تو عبث لکھتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اور کسی مثال سے سمجھانا منظور ہے تو ایسی مثال لیجئے جیسے مولوی عمار علی صاحب ان جائیں الٓمٓ کا پہلا سیپارہ تو شیعوں کو غالباً یاد ہو نہیں . . . تو قریب یاد کے ہوگا کیونکہ اکثر دستمال اطفال رہتا ہے چہ جائیکہ بڑے بوڑھے عالم فاضل سو پہلے سیپارہ میں رکوع واذ قال ربک میں کچھ یہہ بیان ہے کہ جناب باری تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم کے زمانہ میں خلیفہ بنانے کی خبر دی تو فرشتوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ آدم کو اور آدم کی اولاد کو خلیفہ بناتے ہیں جو زمین میں فساد کریں اور خونریزیاں مچائیں حالانکہ ہم اسکا استحقاق رکھتے ہیں آپ کی تسبیح ہم کرتے ہیں آپکی تقدیس میں ہم مشغول رہتے ہیں تو اسکے جواب میں سردست تو جناب باری تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے مگر انکی حجت قطع کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام یا حقیقت تعلیم فرما کر پھر فرشتوں سے ان چیزوں کے نام یا حقیقت دریافت کی اور فرمایا کہ اگر تم دعویٰ استحقاق میں سچے ہو تو ہمارے سوال کا جواب دو چونکہ فرشتوں کو معلوم نہ تھی تو انہیں بجز یوں کہے نہ بن پڑی سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ حاصل اسکا یہ ہے کہ الٰہی تو پاک ہے ہمیں تو جتنا تو نے بتلا دیا اسکے سوا اور کچھ معلوم نہیں تو ہی اسرار کا جاننے والا اور حکمتوں والا ہے جب انسے نہ بتلایا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تو انہیں ان چیزوں کے نام بتلا دے جب حضرت آدم علیہ السلام نے انکے نام بتلا دیئے تو خداوند کریم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں آسمان زمین کی سب لکی چھپی باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو وہ سب مجھے معلوم ہیں **اقول** تمہاری مثال کو سمجھنے کا کوئی محتاج نہیں ہے معلوم نہیں تم کیا بکتے ہو اور بڑبڑاتے ہو اور جو تم کہتے ہو وہ مطلب ہی یہاں نہیں ہے چنانچہ ہم کبھی مرتبہ لکھ چکے اور جو کچھ کلام اللہ مراد ہے وہ شیعوں ہی کے پاس ہے نہ تمہارے پاس اور باقی رہا قرآن کے لفظوں کا یاد کرنا سو اس سے تمہارے ملا تو ہی محروم تھے اور عورتوں سے الزام اٹھاتے تھے حضرت عمر سے بارہ برس میں سورہ بقر یاد ہوا تھا دیکھئے اپنی کتابوں کو ان میں لکھا ہے یا نہیں سو یاد تو ملا فہ کو نہیں ہوتا تھا اور کہتا ہے تو شیعوں کو اور اگر شیعوں سے تجھے حفظ سننا منظور ہے تو بہتیرے ہیں چلا آ **قال الشیخ الاشعری** ارے خدا علماء شیعہ اس قصہ میں غور فرمائیں یہ امتحان فرشتوں اور حضرت آدم کا جو لیا تو کیا اسلئے لیا تھا کہ اپنے آپکو حقیقۃ الامر معلوم ہو جائے یا فرشتوں کی حجت قطع کرنے کے لیے درصورتیکہ حضرت آدمؑ کو پہلے سے اپنے سوال کا جواب بتلا چکے ہوں اور فرشتوں کو نہ بتلایا ہو تو کسی نادان کو بھی یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جناب باری تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ کون استحقاق رکھتا ہے کون نہیں سو جیسے یہ امتحان فقط فرشتوں کی حجت قطع کرنے کے لئے اور انکے اعتراض کے اپنے ذمہ سے اٹھا دینے کے لیے تھا ایسے ہی یہ امتحان جو لیبلوکم یا اور اسی مضمون کی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے تو فقط اسی لئے کہ بنی آدم بوجہ حسد یکدوسرے کے رتبہ بڑھانے پر خدا کے ذمہ ناانصافی کی تہمت لگانے لگیں اور انکو گنجائش گفت و شنود اور جائے اعتراض و انکار جو انکی جبلت میں رکھی ہوئی ہے باقی نرہے اور واقعی اس حکم احکام کے قصد اور رسولوں اور انبیاؤں کی بھیجنے کے سلسلہ کی وجہ اور حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب ملائکہ باینہمہ عصمت و فرمانبرداری کہ آیت لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ سے جسکا حاصل یہ ہے کہ فرشتے خدا کے نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں ثابت ہوتی ہے خدا کی بات میں دخل دے بیٹھے اور بوجہ حسد بنی آدم اعتراض کر اٹھے یہ تو بنی آدم ہیں پھر باوجودیکہ گناہوں سے انکا خمیر ہے انکی شان میں تعریف بھی آئی ہے وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا یعنی انسان سب میں زیادہ جھگڑالو ہے پھر اگر خداوند کریم موافق اپنی علم ازلی کے رسول اللہ صلعم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جنت میں اور ابوجہل اور فرعون کو دوزخ میں داخل کر دیتا تو فرعون اور ابوجہل کاہیکو ٹھنڈے جو ملے مبتنی اعتراض پر اعتراض کئے جاتے اور اپنی استحقاق جنت کے دعوی کیا کیا کچھ نہ کرتے اسی لئے خداوند کریم علیم حکیم نے کلام اللہ میں اکثر مواقع میں وجہ اس سلسلہ ہدایت کے بھی بیان فرمائی ہے تسکین خاطر ناظرین کے لئے ایک گزارش کرتا ہوں وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللّٰهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللّٰهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ حاصل اسکا یہ ہے کہ چلو بہتر بات پر جو تم پر نازل کی گئی تمہارے رب کی طرف سے پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر عذاب اچانک اور تمکو خبر نہو کہیں کہنے لگے کوئی جان ہائے افسوس ہے میں نے قصور کیا اللہ کے مقدمہ میں اور میں ہنستا ہی رہا یا کوئی کہنے لگے اللہ مجھکو راہ بتاتا تو میں متقی ہوتا یا کوئی کہنے لگے جب دیکھے عذاب کسی طرح مجھکو پھر جانا ملے تو میں نیکی والوں میں سے ہو جاؤں کیوں نہیں پہنچ چکے تھے تجھ کو میرے حکم پھر تو نے انکو جھٹلایا اور غرور کیا اور تو کافروں میں سے تھا یہاں تک ترجمہ تھا اب اس آیت کو مطالعہ کرنیوالے فرمائیں کہ یہ جو حکم ہوا کہ خدا نے تمہاری طرف عمدہ بات نازل کی ہے اسکا اتباع کرو اور اسپر چلو خدا نے اسکی کیا وجہ فرمائی ہے بجز اسکے اور بھی کچھ ہے کہ یہ اندیشہ تھا کہ کوئی یوں کہنے لگے کہ خدا اگر مجھے راہ بتلاتا تو میں متقی پرہیزگار ہوتا اور یہ اندیشہ جب ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے پہلے تجویز کر رکھا ہو کہ اسکو دوزخ میں پہنچائینگے اسکو جنت میں سو اسی تجویز کے موافق اگر کاربند ہوتے اور جسکو برا بھلا جیسا سمجھ رکھا تھا اسکے مناسب ہی جگہ دیتے تو بیشک دوزخی بھی اپنا استحقاق جتاتے اور دعوی

اپنی بھلائی کا کرکے کہتے کہ ہمارا امتحان کیوں نہ لیا ہمکو راہ دکھایا ہوتا ہم بیشک متقی اور پرہیزگار نکلتے معہذا کُنْتَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ فرمایا اور کفرت نہ فرمایا عربیت میں جو مہارت کما ینبغی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر کفرت فرماتے تو یہ معنی ہوتے کہ جب آیات آئیں اور تم انکا انکار کیا تب کافر ہوگیا پہلے سے نہ تھا اور اب یہ معنی ہیں کہ ازل سے تیرا جو کافر و اور نکمّا ہونا ہی میں لکھا ہوا تھا سو تو موافق اُس لکھے ہوئے کے نکلا باوجودیکہ ہماری آیات تیرے پاس آئیں پھر تو نے اُنہیں نہ مانا اور اترا غرور کیا ایسے ہی سورۂ اعراف میں ہے اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِیْنَ یعنی عہد الست جو لیا گیا تھا فقط اسی لئے کہ تم عذاب کے وقت یوں نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اسکی خبر ہی نہیں الغرض جو کچھ صورت حال بنی آدم سے جیسا کہ مذکور ہوا اعتراض و جھگڑا اٹھ سکتا تھا جناب باریتعالی نے اعمال مقرر کردیا تاکہ انکی حجت منقطع ہوجاے اور کل کو غل نہ مچائیں۔ ربنا انصافی کی تہمت لگائیں اسی لئے اُن کے سُنانے کو فرماتے ہیں لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَکُمْ حاصل یہ نکلا کہ اگر تمکو ہماری بدگمانی ہو اور یوں سمجھتے ہو کہ خدا کو کیا معلوم کون اچھا ہی کون برا ہے آزما کے دیکھا تو ہوتا جو اچھے بُرے کا فرق معلوم ہوتا ورنہ فقط اٹکل سے بُرا بھلا سمجھ لیا اور پھر اُسکے موافق دوزخ جنت میں داخل کردینا کار انصاف نہیں تو اب ہم بھی امتحان ہی لیں گے تاکہ معلوم تو ہو کہ کون بھلا ہے کون بُرا ہی کون مجاہد ہی کون صابر ہے غرض یہ امتحان قطع حجت بنی آدم کے لیے ہے خداوند علیم کو تحصیل مدنظر نہیں چنانچہ دوسری آیت میں جو لفظ اخبارکم ہی وہ بھی باواز بلند اس بات پر شاہد ہی کہ خداوند علیم پہلے سے بیخبر نہیں اچھے بُرے نیک بد حال سے خبردار ہی کیونکہ اس صورت میں حاصل اس آیت کا یہ ہی کہ ہمکو جو تمہاری حقیقتوں کی خبر ہی اُسے تمکو اسمیں شک ہے اور ہم بھی اُسے جانچ ہی گئے اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ خدا کو پہلے سے ہر چیز کی خبر ہے پہلے اور پیچھے کو جانتا ہے

اقول ارے اکذب الکاذبین یہ کون شیعہ کہتا ہی کہ خدا تعالے نے امتحان فرشتوں کا اور حضرت آدم کا لیا تو اسواسطے لیا کہ اسکو حقیقت الامر معلوم نہ تھی شیعہ تو ایسے اعتقاد والے کو کافر جانتے ہیں اور اُسپر لعنت کرتے ہیں اور جھوٹے اور مفتری پر تو خدا تعالی خود لعنت کرتا ہی چنانچہ فرماتا ہی لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ اور حقیقت الامر کے معلوم نہونے کی جہت سے جو خدا تعالی نے امتحان لیا تو یہ اہل سنت کے نزدیک ہوگا نہ شیعوں کے نزدیک شیعوں کے نزدیک تو حق تعالی ازل سے ابد تک عالم ہر امر کا جانتا ہیں اور جس امر کا وہ امتحان لیتا ہی خواہ فرشتوں سے خواہ آدمیوں سے اسکی حقیقت کو وہ پہلے ہی جانتا ہی کہ یوں ہوگا اور جسقدر آئتیں کہ امتحان لینے کی ہیں شیعوں کے نزدیک انکا یہی مطلب ہے کہ خدا تعالی جس چیز کا امتحان لیتا ہی اسکو پہلے ہی سے جانتا ہی اور امتحان علم کے حاصل ہونے کے واسطے نہیں لیتا ہی کہ علم تو ہر چیز کا اُسکو روز ازل سے ہے بلکہ انکی حجت کے قطع کرنے کے واسطے کہ اگر وہ کچھ عذر کریں تو کل کو کہنے کی جگہ ہو کہ ہمنے تمہاری ہدایت کے واسطے آئتیں اور انبیاء بھیجے تمنے انکا انکار کیا اور اگر امتحان میں اچھا نکلا تو اسکے واسطے مدارج عالیہ بہشت میں موجود ہیں موافق اپنی اپنے عمل کے کسیکو زیادہ اور کسیکو کم اور امتحان لینا خدا کا حق ہے نہ اسواسطے کہ امتحان کی وجہ سے جو علم کہ اسکو حاصل نہ تھا امتحان کرنے سے اسکو حاصل کرے اگر یہ مذہب ہوگا تو اہل سنت کا ہوگا کہ امتحان کرنے سے علم حاصل کرے شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہے سارے قول کا اسکے جواب ہوگیا جو کچھ کہ اس نے فضول اور لاطائل لکھا تھا **قال الشیخ الاشعری** ایسا نہیں ہے جیسا امامیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز پیدا ہوتی ہی خدا کو جبھی خبر ہوتی ہی چنانچہ ملا نظام الدین جیلانی کے حوالے سے اوپر گزر چکا لیکن بنی آدم کی حجت قطع کرنیکے لیے یہ کھڑاگ کیا جیسے فرشتوں کے ساکت کرنیکے لیے سوال و جواب مذکور کی نوبت پہنچائی ورنہ خداوند کریم پہلی سی جانتا تھا کہ حضرت آدم خلافت کے لائق ہیں فرشتوں میں وہ بات نہیں جو آدم میں ہے ایسے ہی ازل سے جنتیوں کا جنت کے لائق ہونا اور دوزخیوں کا دوزخ کے لائق ہونا خداوند کریم اسطرح جانتا تھا جسطرح ہم لڑکوں کا چوتھی کے لائق ہونا اور دوسری کا ٹھانیہ قابل ہونا سمجھتے ہیں اگر خداوند کریم علم ازلی کے موافق جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں پہنچا دیتا تو کچھ ظلم نہ تھا لیکن بنی آدم کا جھگڑا اٹھنے کا کھٹکا تھا فرشتوں نے تو کیا انکار کیا جو یہ کرتے اسلئے پیارے کا جھگڑا اٹھانے و امتحان مقرر کیا **اقول** امامیہ ہرگز یہ نہیں کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز پیدا ہوتی جبھی خدا کو خبر ہوتی ہی تو جھوٹ لکھتا ہی امامیہ تو ایسے شخص کو جو کہ یہ اعتقاد رکھے کافر جانتے ہیں اور امامیہ کا تو یہ مذہب ہے کہ خدا تعالی روز ازل سے ہر چیز کا عالم ہی اور نظام الدین جیلانی کا جو تو حوالہ دیتا ہی اسکا جواب کئی مرتبہ ہم دے چکے کہ شیعوں میں اس نام کا ملا کوئی شخص نہیں ہے اور اگر کوئی کٹھ ملا ہوگا تو ایسا اعتقاد کرنے سے کافر ہوگیا جیسے کہ تو سات ختم المرسلین کہنے سے علماء مکہ معظمہ کے نزدیک مرتد ہوگیا اور اگر اس نے کوئی روایت بھی شیعوں کی کتب احادیث میں سے لکھی ہی تو اس سے کیا ہوتا ہی شیعوں کے اعتقاد کو دیکھنا چاہئے اہل سنت کی کتب صحاح میں جناب رسولخدا صلعم سے ایسی روایتیں نقل کی ہیں کہ جنسے خدا تعالی کے مجسم ہونے پر دلالت پائی جاتی ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم بہت سی لکھ چکے اکثر علماء کا مذہب بھی خدا تعالے کے مجسم ہونیکا ہی اور اب جو اہل سنت سے پوچھو تو کہینگے کہ ہم ایسے کاہیکو ہیں چنانچہ انکی احادیث میں باین ذکر ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو جوان امرد کی صورت میں دیکھا اور بیہقی نے رسالہ کتاب الاسماء والصفات میں محدثین کے نزدیک خدا تعالی کا ایک مکان ہے اور وہ آسمان دنیا پر نازل ہوتا تحریر کیا ہی اور کہتے ہیں کہ آسمان دنیا پر خدا تعالی نزول جلال فرماتا ہی اور جلال الدین دوانی نے شرح عقائد میں تصریح کی ہی کہ اکثر مجسمہ فرقہ محدثین ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ واکثر المجسمة الظاهریون المتعولون بظواهر الکتاب والسنة واکثرهم المحدثون اور ابن جوزی نے تو تمام محدثین کو مشبہ میں سے لکھا ہی تلبیس ابلیس میں جب محدثین کا یہ حال ہو تو انکی روایات کا کیا اعتبار اور مدار اہل سنت کے مذہب کا انکی روایات ہی پر ہی اور ہمپر ایک شخص مجہول نظام الدین جیلانی کا حوالہ ہی کہ جسکو کوئی نہیں جانتا ہی کہ وہ کون تھا تو اعتراض کرتا ہی اپنے محدثین اور علماء کی خبر نہیں لیتا

قال الشیخ الاشعری اب بفضلہ تعالیٰ وہ دھوکا جو بوجہ آیات امتحان علماء شیعہ کو واقع ہوا تھا مرتفع ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ کلام اللہ یوں سمجھا کرتے ہیں نہ یہ کہ ایک آیت پر تو پہنچ گئے اور جو کچھ فی الفور سمجھ میں آگیا اُسپر جم گئے اور یہ نہ دیکھا کہ اور آیات سے ملکر اس آیت کے کیا معنی ہوتے ہیں اگر یہی تفسیر دانی ہے تو ہم جانتے ہیں کہ علماء شیعہ کل کو وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ اور وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ اور وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ وغیرہا اس قسم کی آیات کے معنوں میں فرمانے لگیں گے کہ یہ سب قصے ہو چکے ہیں اسلئے کہ قطع نظر ان آیات کے اور احادیث کے جنسے قیامت کا آئندہ کو ہونا ثابت ہوتا ہے سرِدست ان آیات کے یہی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ یہ باتیں سب ایام گزشتہ کے افسانہ ہیں کیونکہ نادیٰ ماضی کا صیغہ ہے جب تلک یوں نہ کہیں کہ جو چیز ہونیوالی ہے اور اُسکے ہونے میں کچھ شک نہیں ہوتا اُسے عرف میں یونہی کہا کرتے ہیں کہ ہو ہی چکی چنانچہ جو شخص لب مرگ ہوتا ہے اُسکو کہا کرتے ہیں اسمیں کیا رہا ہے مر ہی چکا ہے جب تلک ان آیات کے معنی اور آیات کے موافق نہو نگے ادنے سے ادنے عربی خواں بھی یوں جانتا ہے کہ باعتبار لغت کے وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ کے یہ معنی ہیں کہ ندا کی جنتیوں نے دوزخیوں کو اب تلک دوزخ اور جنت میں۔ گیا ہے کون ہے جو یہ سوال و جواب ہوئے ہونگے البتہ یہ سب سرگزشتیں بروز قیامت ظہور میں آئینگی چنانچہ سیاق اور سباق سے ظاہر ہے اور نیز امامیہ اور اثناعشریہ بھی یہی فرماتے ہیں **اقول** اے دروغگو جھوٹوں کے بادشاہ علماء شیعہ کو آیات امتحان سے ہرگز دھوکا نہیں ہوا ہے تو سراپا کاذب و مفتری ہے اور اگر تو راست گو ہوتا تو کسی امامیہ کا حوالہ دیتا کہ فلانے نے اس آیت سے دھوکا کھا لکھا ہے ابتداء سے تو برابر جھوٹ لکھتا چلا آتا ہے اور سچ ہے اگر تو جھوٹ نہ لکھے تو امامیہ پر کیونکر غالب ہو امامیہ کے مذہب میں تو گرفت کی بات ہی کوئی نہیں ہے جیسے کہ مذہب اہلسنت کا عیبوں سے بھرا ہوا ہے و صدہا اعتراض شیعوں کی اُنکے مذہب پر وارد ہوتے ہیں اور کلام اللہ کا سمجھنا تم کیا جانو کہ تمہاری پیرو مرشد تو کلام اللہ کے معنی میں غلطیاں کیا کرتے تھے اور دوسروں کی طرف رجوع کرتے تھے اور شیعوں پر جو کہ ماہران مضامین قرآن سے اخذ کرتے ہیں نہ سمجھنے کی تہمت کرتے ہو اور نادیٰ اصحاب الجنۃ اصحاب النار جو قرآن شریف میں ہے تیرے ہی نزدیک قصص گزشتہ ہونگے نہ شیعوں کے نزدیک اور شیعوں کی نزدیک تو یہ ہے کہ جس امر کے ہونیکا یقین ہوتا ہے اُسکو بلفظ ماضی بیان کرتے ہیں اور اُنکے نزدیک تو قیامت کا ہونا حق ہے اسواسطے بلفظ ماضی اُسکے بیان کرنیکو بھی حق جانتے ہیں لیکن تیرے دلمیں قیامت کے ہونے میں تردد معلوم ہوتا ہے اسواسطے تو ایسی باتیں تراشتا ہے

قال الشیخ الاشعری سو جیسے ان الفاظ کو بقرینہ دیگر آیات اپنے معنی حقیقی یعنی زمانہ ماضی سے پھیر کر معنی مجازی یعنی زمانہ مستقبل مراد لیتے ہیں ایسے ہی اگر لنبلونکم وغیرہ کلمات کو جو زمانہ مستقبل پر دلالت کرتے ان آیات کے قرینہ سے جن سے خداوند علیم کے علم کا قدیم ہونا ثابت ہوتا ہے اپنے معنی اصلی یعنی بازمانہ مستقبل سے پھیر کر زمانہ ماضی مراد لیں تو کیا گناہ ہے اور تصحیح مجاز کی وجہ درکار ہو تو سنیئے جیسے امور آئندہ میں سے اُن امور کو جن کا آئندہ کو واقع ہونا یقینی ہوتا ہے باینوجہ کہ اُنکا تحقق ضرور ہے اور یقینی ہے الفاظ ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں ایسے ہی امور گزشتہ میں سے اُن امور کو جنکا تحقق اور وقوع اور اُنکا وجود ایک نوع سے مخفی ہو اور باینہمہ اُنکا اثر بھی ہنوز ظاہر نہوا ہو تو باین لحاظ کہ ایسے امور کا ہونا نہونا اکثر اثر کے ہونے نہونے سے معلوم ہوتا ہے الفاظ مستقبل سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں مثال کی ضرورت ہو تو سنیئے کہ اگر کوئی بیمار بوجہ امتداد مرض اور شدت بیماری صاحب فراش ہو جائے یعنی چارپائی کا سوار بن جائے اور پھر شافی مطلق اُس بیمار کو ایکدفعہ ہی شفا عطا فرمائے تو ظاہر ہے کہ وہ طاقت رفتہ مرض کی جاتے ہی نہ آجائیگی بلکہ آئیگی تو رفتہ رفتہ آئیگی سو اگر بمجرد زوال مرض عطار وغیرہ قرضخواہ آکر اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگیں تو وہ مرد ضعیف و نقیہ اگر مفلس ہوتا ہے تو باوجود اطلاع اس امر کے کہ میرا مرض زائل ہو گیا اور میں اچھا ہو گیا اکثر یہی جواب دیتا ہے کہ میں اچھا ہو جاؤں تو کہیں سے فکر کے آپکا حق پہنچاؤں یا فرض کرو بیمار کو تو زوال مرض کی اطلاع نہو چنانچہ اکثر ہوتا ہے پر طبیب کامل آثار و دلائل سے اسکی صحت سے مطلع ہو کر خواستگار انعام ہو اور بیمار بسبب بقاء آثار مرض مثل نقاہت وغیرہ کے اعطاء انعام میں متردد ہو تو طبیب اکثر کہا کرتے ہیں کہ اچھا جب تم اچھے ہو جاؤگے تبھی دینا سو جیسے طبیب یا مریض مذکور باین لحاظ کہ ابتک ظہور اثر صحت کچھ نہیں ہوا یعنی طاقت نہیں آئی تو صحت کو جو واقع ہو چکی بمنزلہ غیر واقع سمجھ کر صیغہ استقبال سے تعبیر کرتا ہے **اقول** کیا فریب اور مکر کی گفتگو کرتا ہے یہ شیخ کوئی جانے کہ شیعہ ایسا ہی کہتے ہونگے انکو اس طرح سے سمجھانا چاہیئے لیکن جو کچھ یہ لکھتا ہے سب غلط ہے شیعوں کا یہ قول ہی نہیں ہے جو کہ یہ شیعوں کی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ شیعوں کا تو آیت لنبلونکم میں یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ جس چیز کی آزمائش کرتا ہے اُسکو روز ازل سے جانتا ہے کہ آزمائش میں یہ ایسی نکلیگی ایسا اتمام حجت تمام کرنیکے واسطے کرتا ہے اور یہ اسکو منظور نہیں ہے کہ انکا حال جو مجھکو معلوم نہیں ہے تو امتحان کرنے سے معلوم ہو جائے اسواسطے کہ اسکے اُسکو احتیاج ہی نہیں ہے اور علم اُسکا قدیم ہے اور روز ازل سے وہ سب جانتا ہے بس بعد اسکے جو مثال وغیرہ اس نے لکھی ہے سب باطل ہے کہ اسکو یہاں کچھ تعلق ہی نہیں ہے نہ شیعہ ایسے ہیں کہ انکے واسطے ایسی باتیں بلا فریب لکھنی چاہئیں

قال الشیخ الاشعری ایسے ہی جناب باری بھی اپنے اس علم قدیم لوکہ صحابہ مجاہد اور صابر ہیں اور اعداء صحابہ فاسق و فاجر اصحاب کرام بوجہ سعادت ازلی و شرافت لم یزلی اور خوبی ذاتی اور کمال صفاتی اس لائق ہیں کہ اُنسے اچھے کام لیے جائیں اور اُسکے ثمرہ میں کمالات کسبی دیے جائیں اور اعداء صحابہ بسبب شقاوت ازلی اور رذالت لم یزلی اور زبونی ذاتی اور

نقصان صفاتی اس قابل ہیں کہ اُنسے بری کام لئی جائیں اور اسکی پاداش میں اُنکی قلوب سیاہ کئی جائیں باین نظر کہ قبل تکلیف اعمال اُس علم پر کوئی ثمرہ متفرع نہیں ہوا اور اُس کا اثر یعنی اچھی بُرے کاموں کا اُنسے لینا ہنوز ظاہر نہیں ہوا **اقول** البتہ جو کہ صحابہ تھی کہ جنہوں نے رسولخدا صلعم کی صحبت پائی اور ایمان پر مری اُنکو خدا تعالی اپنے علم قدیم سے جانتا تھا کہ یہ خوب جہاد کرینگے اور کفار کو قتل کرینگے اور یا اُنکے ہاتھوں سے مقتول ہونگے یا زخمی ہونگے اور صبر کرینگے اُنکے ہی حق میں فرماتا ہی اور اُنکو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ یہ مجاہد ہیں اور جو لوگ کہ جہادوں میں سے بھاگے جیسے کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور ابو عبیدہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ یہ مجاہدین کی زمرہ میں داخل نہیں ہیں کہ یہ جہادوں میں سے بھاگتے رہے ہیں چنانچہ احد میں بھاگے حنین میں بھاگے خیبر میں بھاگے اور سوا اسکے بہت غزووں میں سے بھاگے ازالۃ الخفاء میں بیا مولوی عبد العزیز نے عائشہ سے روایت کی ہی کہ ابوبکر نے کہا کہ روز احد میں سب سے سب بھاگنے کی بعد اُلٹا پھر کر آیا اور بعد میرے ابو عبیدہ تھا اور مثل اسکے تاریخ خمیس میں لکھا ہی اور کنز العمال میں بھی ابوبکر کا بھاگنا لکھا ہی اور تفسیر در منثور میں لکھا ہی کہ عمر نے ایک روز بروز جمعہ خطبہ پڑھا اور جسوقت الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ پر پہنچا تو کہا کہ بروز احد ہم بھاگے اور میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ بھگوڑوں میں سے حضرت عمر تھی لیکن پہلے بھاگنے والوں میں سے نہتے اور عثمان تو ایسے بھاگے تھی کہ تین دنکی بعد پھر کر آئے تھے چنانچہ روضۃ الصفا وغیرہ تواریخ میں لکھا ہی اور روضۃ الاحباب اور مدارج النبوت اور سیر ملا معین میں لکھا ہی کہ بروز جنگ احد جسوقت مسلمان جناب رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگے تو اُسوقت حضرت غضبناک ہوی اور پھر نظر کی تو علی مرتضی کو اپنے پہلو میں کھڑا ہوا دیکھا فرمایا کہ اے علی تو اپنے بھائیوں کے ساتھ ملحق کیوں نہیں ہوا کہا کہ یا رسول اللہ لا اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ یعنے اے رسولخدا نہیں کفر دبعد ایمان کی تحقیق کہ واسطے میری پیروی تیری ہی دیکھو حضرت علی نے اس بھاگنے کو فرمایا ہی اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں سبب نزول آیت لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے بھاگنے والوں کا سب کیا ہی اور صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم صبح کی نماز کے دوسری رکعت کے رکوع سے سر اُٹھاتے تھے تو کہتے تھی کہ اللھم العن فلانا وفلانا وفلانا اور عینی شرح صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ یہ لعن اُن لوگوں کے حق میں ہی کہ جو صحابہ جنگ احد میں جہاد سے بھاگے تھی رسولخدا کو چھوڑ کر اور اُن بھگوڑوں میں عثمان بھی تھی سو خدا تعالے نے ان لوگوں کا مجاہد اور صبر کرنیوالا ہونا نہیں جانا بلکہ اُنکا بھگوڑا ہونا جانا ہی اور جسوقت کہ جناب رسولخدا صلعم نے اُنکا سب کیا اور حضرت علی نے اُنکے بھاگنے کو کفر کہا تو اُنمیں سعادت ازلی اور شرافت علم ازلی اور خوبی ذاتی اور کمال صفاتی ہرگز ثابت نہوگا مگر جن لوگوں نے کہ توبہ کی ہی لیکن ثلاثہ کا توبہ کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے کہ وہ بعد اسکے بھی بھاگے ہیں اور جہاد آخر تر سے جہادوں میں سے جنگ خیبر تھا اُسمیں سے بھی ثلاثہ بھاگے اور یہ جو لکھا ہی کہ اعدا صحابہ فاسق و فاجر تھے سو اسکا تو اس آیت میں کچھ ذکر ہی نہیں ہے تم اپنی طرف سے ایجاد کرکے کہتا ہی اور اعداء صحابہ بھی وہ ہی لوگ تھی کہ جنکو تو صحابہ میں شمار کرتا ہی جنہوں نے حقوق اہل بیت غصب کیے اور عائشہ علی مرتضی سے عداوت رکھتی ہی تھی اور عثمان پر لعنت کرتی تھی اور کہتی تھی کہ اقتلوا نعثلا اور لعن اللہ نعثلا اور عثمان کو صحابہ نے قتل کروایا اور عثمان نے کسی صحابہ کو بے عزت کیا اور کسیکو مارا اور کسیکو جلاوطن کیا اور یہ سب حال انشاء اللہ تعالی ہم مفصل خط کے جواب کے رد میں لکھینگے اور ملل و نحل میں صحابہ کا عداوت کرنا حضرت علی سے لکھا ہے کہ قالوا قد بلغ حقدھم وعداوتہم مع امیر المومنین الی ان سعد ابی وقاص وابن عمر واسامۃ بن زید مولی رسول اللہ صلعم ورافع بن خدیج الانصاری ومحمد بن مسلمۃ وزید بن ثابت الانصاری وابا ھریرۃ وابا الدرداء وجماعۃ غیر ھؤلاء لم یبایعوا علیا اذ ولی الخلافۃ ثم بایعوا معاویۃ ویزید ابنہ مزاد کہ منہم یعنی کہا انہوں نے کہ تحقیق پہنچا کینہ اُنکا اور دشمنی اُنکی ہمراہ امیر المومنین کے یہانتک کہ ان اشخاص مذکورین نے اور ایک جماعت نے سوائے انکے نہ بیعت کی علی سے جسوقت وہ خلیفہ ہوی پھر بیعت کی اُنہوں نے معاویہ سے اور اُسکے بیٹے یزید سے جس نے کہ پایا یزید کو اُنمیں سے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہی کہ قال شیخنا ابو جعفر الاسکافی کان اھل البصرۃ کلھم یبغضون علیا وکثیر من اھل المدینۃ واما اھل مکۃ فکلھم یبغضونہ قاطبۃ وکان قریش کلھا علی خلافہ یعنی کہا شیخ ہمارے ابو جعفر اسکافی نے کہ اہل بصرہ کل بغض رکھتے تھے علی سے اور بہت سے مدینہ والے اور لیکن مکہ والے پس کل بغض رکھتے تھے علی سے اور کل قریش مخالف تھی علی کے پس حضرت علی کے برابر کون صحابی ہوگا کہ وہ ہمیشہ جناب رسولخدا صلعم کی صحبت میں رہے ان لوگوں نے علی سے دشمنی کی ہی اور یہ اعدا صحابہ ہیں سو یہ لوگ تیرے نزدیک فاسق و فاجر ہیں اور شقاوت ازلی اور رزالت علم ازلی انمیں ہی اور اگر تیرے نزدیک اعدا صحابہ سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو بعضے صحابہ کا سب کرتے ہیں سو ہم عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے ابھی لکھ چکے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے جہاد سے بھاگنے والوں کا سب کیا ہی اور ملل نحل اور شرح مقاصد میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ جھزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ یعنی رسولخدا صلعم نے جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالوں پر لعنت کی ہی اور کئی شخصوں نے اسامہ کے لشکر سے تخلف بھی کیا ہی پس جسوقت کہ رسولخدا صلعم نے ایسا کیا ہو تو اور کسیکا کیا قصور ہے اگر کوئی بعضے صحابہ کا سب کرے **قال الشیخ الاشعری** باایں خیال کہ سب نابکاروں کو خدا کے اس علم کے صحیح ہونے میں ایسا تردد ہی جیسا بیمار مذکور کو قول طبیب میں اگر بصیغہ استقبال بیان فرمائی تو شیعوں کو اسقدر حیرت کیوں ہو رہی یہ بات کہ یہ فرق نیک بد ازلی اور خلقی ہے

کسبی اور عارضی نہیں ہے سو یہ ہر چند ایک امر دقیق ہے لیکن اہل فہم کے نزدیک یہ فرق بعینہ ایسا ہے جیسا کہ غنی و غنی اور حلیم اور خونخوار اور بخیل و سخی اور شجاع و نامرد عالم و جاہل کا فرق ہے جیسے بادشاہان عاقل عالم سے کار علم اور جاہل سے کار جہل لیتے ہیں ایسے ہی جناب باری بھی ہر کسی سے اُسی کے لائق کام لیتا ہے بلکہ تحقیق تو یوں ہے کہ زمانہ تمامہ ازل سے لیکر ابد تک ایک شی موجود ہے نہ زمانہ ماضی فنا ہوا اور نہ زمانہ آیندہ معدوم ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ اگر کوئی یوں کہے ان زیداً قائم یعنی زید قائم ہے تو بمجرد اس کلام کے سننے کے ہر کوئی یہ سمجھ جاتا ہے کہ زید موجود ہے اور اُسکا یہ حال ہے اور ظاہر بھی تو ہے کہ کوئی حال تو جب ہو کہ جب وہ خود پہلے ہو لے جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو گزارش یہ ہے کہ قیامت کے باب میں جو وقائع آیندہ میں سے ہیں خداوند کریم یوں فرماتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ خدا سچا ہے کہ اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ یعنی قیامت بیشک آنیوالی ہے یا دوسری جگہ یوں فرماتا ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ یعنی بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے سو موافق قاعدہ مذکورہ کے ہم بھی یوں ہی سمجھتے ہیں کہ قیامت بالفعل موجود ہے اور اُسکا یہ حال ہے کہ ہماری طرف آنیوالی ہے اور وہ بہت بڑی چیز ہے اور ہم اسپر بے تکرار ایمان لاتے ہیں اور چون و چرا نہیں کرتے اور کوئی نیم ملاؤں میں سے چون و چرا بھی کرے کہ بہت اوصاف ایسے بھی ہیں کہ اُنسے اُس چیز کا وجود معلوم نہیں ہوتا جسکا وہ وصف ہوتا ہے مثلاً کوئی یوں کہے کہ فلانا مر گیا یا فلانا معدوم ہو گیا تو ہر چند یہ شبہ قابل جواب نہیں اور اسکا جواب بھی یہ ہے کہ یہ باتیں اوصاف نہیں بلکہ اوصاف کا نہونا ہے لیکن مسلمانوں یوں کہنا کہ فلانی چیز آنیوالی ہے یا فلانی چیز بڑی ہے یہ تو ایسے نہیں جنسے ہونا معلوم نہو بلکہ یہ باتیں تو دونوں کے نزدیک بھی وجود ہی پر دلالت کرتی ہیں سو در صورتیکہ یہ اوصاف وجود پر دلالت کرتے ہوں ہم قیامت کے بجائے خود موجود ہونے میں کیوں تامل کریں اور یوں جب مقرر ہو چکا تو ہم ایک اور بھی التماس کرتے ہیں کہ جیسے قیامت آنیوالی ٹھیری اور وہ اس صفت کے قرینہ سے موجود معلوم ہوئی تو زمانہ گزشتہ بشہادت تمام عالم گزرنیوالا ہے اسیواسطے اُسکا نام گذشتہ رکھا ہے سو جب قیامت وغیرہ اجزاء زمانہ متحرک ٹھیرے تو ایک روز ہم تک پہنچکر گزر بھی جائینگے اور یوں کہنا کہ فلانا شخص جاتا ہے وجود پر دلالت کرنے میں کچھ اس سے کم نہیں کہ یوں کہئے کہ فلانا شخص آتا ہے اور جب دونوں طرفین زمانہ گزشتہ اور آیندہ برابر بجائے خود موجود نکلے تو موافق فرمودہ باریتعالیٰ اعنی آیت اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ سارا زمانہ اول سے لیکر آخر تک احاطہ خداوندی میں داخل ہوا سو احاطہ خداوندی کے جو کچھ کوئی معنی لے ہمیں کچھ انکار نہیں کم سے کم یہ معنی ضرور ہونگے کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے جیسا کہ دوسری آیت بعینہ اسی معنی پر دلالت کرتی ہے وہ آیت یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا یعنی اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اس صورت میں کیفیت سارے زمانہ کے وجود کی باوجود اس روانگی کے کہ ایک جزء آتا ہے اور ایک جزء جاتا ہے ایسی ہوگی جیسے اجزاء آب رواں کہ سب کے سب بجائے خود موجود ہیں لیکن سب اگلی اجزاء گزر جاتے ہیں تب پچھلے آتے ہیں اور خدا کے پیش نظر اور معلوم ہونیکی ایسی مثال سمجھئے جیسے کوئی لب دریا جا کھڑا ہو تو ادہر سے اُدہر تک تمام دریا کا پانی اور جو جو اُس پانی کے اندر ہوتا جاتا ہے حباب یا خس و خاشاک اُسکے پیش نظر ہوتا ہے اور اُسکو سب ایک ہی واحد نظر آتا ہے گو اجزاء آب اور جو کچھ اُنمیں ہے باہم مقدم اور موخر ہیں الغرض اجزاء زمانہ اور جو کچھ زمانہ میں واقع ہوتا ہے سب کا سب تمامہا خداوند کریم کے پیش نظر ہے اور سارا مجموعہ اُسکو بمنزلہ شئے واحد معلوم ہوتا ہے اور بایں سبب سب اُسکو یکساں نظر آتے ہیں اُسکے حساب سے سب زمانہ حال کا حکم رکھتے ہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کے نسبت مقدم اور موخر گنے جاتے ہیں اور فرق حال اور استقبال اور ماضی کا بہ نسبت ایک دوسرے کے ہے سو جیسے کوئی مکان میں ہوتا ہے تو اُسکے سوا جو مکان کہ اُسکے سامنے ہوتا ہے اُسکو آگا کہتے ہیں اور جو اُسکے پیچھے ہوتا ہے اُسے پیچھا کہتے ہیں ایسے ہی جس زمانہ میں کوئی چیز ہوتی ہے اُسکے پہلے زمانہ کو بہ نسبت اُسکے ماضی کہتے ہیں اور اُسکے اگلے زمانہ کو بہ نسبت اُسکے مستقبل کہتے ہیں اور خاص اُس زمانہ کو جسمیں وہ چیز ہوتی ہے اُسکی نسبت زمانہ حال کہتے ہیں سو ہر چند خداوند کریم کے پیش نظر ہونے میں اور اُسکے سامنے موجود ہونے میں سب یکساں ہیں لیکن باہم مقدم اور موخر ہیں اور ایک دوسرے کی نسبت ماضی اور مستقبل اور حال ہے سو خداوند کریم کبھی تو موقع دیکھکر بلحاظ اپنے معلوم ہونے اور اپنے پیش نظر ہونے کے کلام کرتا ہے اور کبھی مناسب وقت اُن وقائع کے تقدم اور تاخر کا لحاظ ہوتا ہے سو پہلی صورت میں تو ہمیشہ ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے اور دوسری صورت میں ماضی کے موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی جگہ استقبال اور باوجود سب کے سب یکساں مستحضر ہونے کے ماضی کا صیغہ جو استعمال کرتے ہیں اور حال کا لفظ نہیں بولتے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی کبھی کسی فعل کے صدور اور حدوث سے خبر دینی مد نظر ہوتی ہے اور کبھی اُس فعل کے استمرار وجود کی خبر سو جن افعال کے خبر دیتے ہیں وقت خبر جو وہ حاضر ہوتے ہیں تو باعتبار استمرار وجود کے حاضر اور پیش نظر متکلم ہوتے ہیں ورنہ باعتبار صدور اور حدوث کی وقت خبر حاضر نہیں رہتے بلکہ غائب ہو جاتے ہیں کیونکہ صدور اور حدوث آنی ہے زمانی نہیں اور قبل وجود کسی فعل کے جو اُس فعل کی خبر دیجاتی ہے تو وہ تو لاجرم بصیغہ استقبال ہونی چاہئے غرض حدوث کے لئے صیغہ حال ممکن نہیں یا لفظ ماضی ہوگا یا لفظ استقبال اگر قبل حدوث کسی وجہ سے مطلع ہو کر خبر دینگے اور بعد حدوث معائنہ کرکے خبر دینگے تو بصیغہ ماضی خبر دینگے حال جب ہو سکتا تھا کہ حدوث بھی مثل استمرار یعنی حاصل مصدر زمانی ہوتا آنی نہوتا بہر حال بہ نسبت علم خداوندی کے سب بمنزلہ حال کے ہے سو جہاں کہیں وقائع آیندہ کو ماضی کے الفاظ سے بیان کیا ہے جیسے ونادی اصحاب الجنۃ یا اور

سوا اسکے تو وہاں رعایت اسکی ہے کہ خدا کو سب مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہاں امور گزشتہ میں صیغہ استقبال کا مذکور ہے جیسا حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ یا لِنَبْلُوَ وغیرہ تو وہاں یہ مد نظر ہے کہ بہ نسبت اپنی ماقبل کے مستقبل ہے اس بحث کو اہل انصاف انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اور پھر فرمائیں کہ یہ ہیچمدان ہرچند دیوانہ ہے لیکن کسقدر ٹھکانے کی بات کہتا ہے مگر برائے خدا ذرا بوجھ سمجھکر دیکھیں مبادا اپنی جلدی میں میری ذمہ یہ تہمت نہ لگاویں کہ فلانی رسالہ والا وقائع عالم کے قدیم ہونیکا قائل ہے تنبیہ کے لئے میں ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ کسی واقع کے قدیم ہونیکے لئے یہ ضرور ہے کہ اسکا استمرار وجود یعنی حاصل بالمصدر بقدر تمام زمانہ من اولہ الے آخرہ ہو یعنی ازل سے لیکر ابد تک اُسکا استمرار وجود موجود ہو اس سے قدم ثابت نہیں ہوتا کہ ایک زمانہ محدود الطرفین پر منطبق ہو اگرچہ وہ زمانہ قطع نظر حرکت لازمہ کے بذات خود ایک امر مستقر ہو یعنی مثل حرکات ایسا نہو کہ ایک جزء حادث ہوا تو ایک فانی ہوگیا اللھم انت الهادی لا هادی الا انت **اقول** اگر خدا تعالی کے علم کے صحیح ہونے میں تردد ہوگا تو تجھکو ہوگا شیعوں کو تردد نہیں ہے اور نہ شیعوں کو حیرت ہے اور تو حیرت کو شیعوں کی طرف منسوب جو کرتا ہے تو دروغگو اور مفتری ہے اور خدا تعالی کو انکے نزدیک ازل سے ابد تک ہر چیز کا علم حاصل ہے اور یہ سلسلہ جو ازل سے ابد تک ہے اور جو کچھہ اُسکے درمیان ہے خدا تعالی کی ذات کے سامنے سب حاضر اور موجود ہے اور ماضی اور حال اور استقبال بہ نسبت ایک دوسرے کی ہے اور خدا تعالی کی ذات کے سامنے تو سب حاضر اور موجود ہے وہاں کچھہ لحاظ ان زمانوں کا نہیں ہے اور خدا تعالی کا علم ہر شے کو یکساں احاطہ کئے ہوئے ہے اور اُسکو اختیار ہے چاہے ماضی کے صیغہ میں بیان کرے چاہے استقبال کے کہ سب اُسکے پیش نظر ہے اور جو کچھہ اس قول میں اس شیخ نے لکھا ہے سب فضول ہے کہ جو کچھہ اسنے لکھا ہے اسکو سب جانتے ہیں اور بعض قول اسکا قابل مناقشہ کے ہے لیکن اُسکے تعارض میں کچھہ فائدہ نہیں ہے اسواسطے ہمنے اُسکو ترک کیا اور یہ جو لکھتا ہے کہ یہ ہیچمدان ہرچند دیوانہ ہے سو سچ کہتا ہے اسکا دیوانہ پن بعد اسکے خط کے جواب کے رد میں ہم بیان کرینگے کہ بعضی جگہہ گفتگو اسکی پاگلوں کی سی ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی عقل کا پورا اس تقریر میں کچھہ الجھنے لگے اور اس طریق سے مطالب تک پہنچنا اُسکو دشوار معلوم ہو تو ایک دوسرا طریق جس سے بوضاحت خدا کے علم کا قدیم ہونا اور ان آیات کا بھی بلا تکلف اُسکے مطابق آجانا ثابت ہو جائے درج اوراق ہے پر توجہ خاطر ناظرین ضرور ہے اپنی علوم کے تجسس کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ علم اشیاء دو طریق سے حاصل ہوتا ہے ایک تو بلا واسطہ دوسرا بواسطہ لوازم یا ملزومات مثلاً آفتاب یا دھوپ کا علم کبھی بیواسطہ ہوتا ہے آنکھ سے دیکھا معلوم ہو گیا اور کبھی بواسطہ ہوتا ہے آفتاب کا علم دھوپ کے وسیلے سے یا دھوپ کا علم آفتاب کے وسیلے سے اگر آدمی گھر میں ایسی جگہ بیٹھا ہو جہاں آفتاب نظر نہ آتا ہو پر دھوپ نظر آتی ہو تو دھوپ کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ آفتاب آسمان پر ہے اور نکلا ہوا ہے سو یہ علم جو آفتاب کا حاصل ہوا تو بواسطہ لازم کے حاصل ہوا اور اگر آفتاب کو صحن میں بیٹھے ہوئے دیکھیں اور یوں سمجھیں کہ چھت پر دھوپ ہوگی تو یہہ دھوپ کا علم بواسطہ ملزوم حاصل ہوا علی ہذا القیاس آگ اور دھوئیں کے علم کو سمجھیں کہ کبھی تو بیواسطہ حاصل ہوتے ہیں جیسے آگ کو یا دھوئیں کو خود آنکھ سے دیکھ لیا کبھی بواسطہ یکدیگر ہوتا ہے مثلاً دھوئیں کو دیوار کے پیچھے سے دیکھہ کر آگ کو سمجھہ جانا یا دور سے جہاں چراغ کا دھواں نظر نہ آتا ہو چراغ کے شعلہ کو دیکھہ کر دھوئیں کو جان لینا لیکن ایک شی کے علم بیواسطے کو اُسکا علم بواسطہ بھی بیشتر لازم ہوتا ہے اور دونوں ساتھہ ہی پیدا ہوتے ہیں اور کسیطرح کا تقدم اور تاخر نہیں ہوتا مثلاً آگ کو قریب سے دیکھئے تو دھواں بھی اُسکے ساتھہ ہی نظر آئیگا سو اس صورت میں آگ کا علم دو طرح حاصل ہو سکتا ہے ایک تو بیواسطہ کیونکہ آنکھ سے خود نظر آتی ہے دوسرا دھوئیں کے واسطے سے کیونکہ اگر آگ نظر نہ آتی اور دھواں ہی نظر آتا تو بیشک آگ کا علم حاصل ہوتا سو در صورتیکہ آگ بھی نظر آئی تو بطریق اولی آگ کا علم دھوئیں کے واسطے سے ہونا چاہیے اور ظاہر بھی تو ہے اب دھوئیں میں کیا کمی آگئی ہے جو دلالت نکرے بلکہ غور سے دیکھیے تو لازم جس سے علم بالواسطہ حاصل ہوتا ہے اسی صورت سے معلوم ہوتا ہے مگر آگ کا علم جو بواسطہ دھوئیں کے اس صورت میں حاصل ہوتا ہے گو علم بیواسطہ کے ساتھہ حاصل ہوتا ہے لیکن علم بیواسطہ میں ایسا مضمحل اور محو ہے کہ اُسکی خبر بھی نہیں ہوتی اور کسیکو اُس طرف دھیان بھی نہیں گذرتا اسکی ایسی مثال ہے کہ دن کو ستاروں کا نور بھی ہوتا ہے مگر آفتاب کے نور میں ایسا محو ہے کہ معلوم بھی نہیں ہوتا جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی کہ ایک شی کا علم بیواسطے اور بواسطے بسا اوقات دونو ساتھہ ہی پیدا ہوتے ہیں ایسا ہی یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ کبھی دو چیزوں کا علم بیواسطہ بھی ساتھہ ہی حاصل ہوتا ہے مثلاً آگ کو اور دھوئیں کو ایک ساتھہ دیکھو علی ہذا القیاس ایک شی کا علم بیواسطہ اور دوسری شے کا علم بواسطہ پہلی شی کے واسطے سے بھی اکٹھے ساتھہ ہی حاصل ہوتے ہیں مثلاً دھوئیں کا علم بیواسطہ اور آگ کا علم بواسطہ دھوئیں کے واسطے سے اور ایسے ہی آگ کا علم بیواسطے اور دھوئیں کا علم بواسطہ اس واسطے سے دونوں ساتھہ ہی پیدا ہوتے ہیں اور اکثر کچھہ تفاوت نہیں ہوتا جو ایک کو یوں کہیں کہ یہ علم تو فلانی ساعت میں حاصل ہوا اور یہ علم اُس سے پہلی ساعت میں یا اُسکے بعد کی ساعت میں حاصل ہوا لیکن تاہم عقل کے نزدیک ایک ترتیب ہے کہ اُسکی رو سے مقدم مؤخر کہہ سکتے ہیں یعنی ایک شے کے علم بیواسطہ کو دوسری شے کے علم بالواسطہ سے جو بواسطہ پہلی شی کے حاصل ہوتا ہے عقل ایک طرح سے مقدم سمجھتی ہے یعنی یوں سمجھتا ہے کہ دوسری شے کا علم اس صورت میں پہلی شے کے علم پر موقوف ہے سو جیسا ہاتھہ میں کسی چیز کو لیکر ہلاؤ تو گو وہ چیز ہاتھہ کے ساتھہ ہی ہلتی ہے لیکن پھر یوں کہتے ہیں کہ ہاتھہ اول ہلتا ہے ایسا ہی گو اس صورت میں گو دونوں چیزوں کا علم برابر ہی حاصل ہوتا ہے لیکن جسکا علم بیواسطہ ہے بہ نسبت اُسکے علم کے جسکا علم اُسکی واسطے سے حاصل ہوتا ہے مقدم گنا جاتا ہے اور جیسا یوں

کہہ سکتے ہیں کہ ہاتھہ کو اس لئے ہلایا تہا کہ وہ چیز لے جو ہاتھہ میں لئے ایسا ہی یوں بہی کہہ سکتے ہیں کہ دہوپ اس لئے دیکھا تا کہ آفتاب ہی معلوم ہو جاوے جب تمام مقدمات ذہن نشین ہو چکے تو اب التماس ہے کہ خداوند کریم نے علم کو اگر قدیم کہئے تو حتی نعلم کے استقبال میں کچھہ فرق نہیں آتا اور حتی نعلم وغیرہ کے استقبال سے اُسکے علم قدیم ہونے میں کچھہ تفاوت نہیں پڑتا وجہ اسکی یہ ہے کہ خداوند علیم کو ہر چیز کا علم دو طرح سے حاصل ہے بیواسطے اور بواسطہ اور بواسطہ یکدیگر کیونکہ تمام موجودات کے ساتھہ لوازم لگے ہوئے ہیں سو جیسا لوازم اور ملزومات دونوں کا علم بیواسطہ اُسی حاصل ہے ایسی ہی لوازم کا علم ملزومات کے واسطہ سے ملزومات کا علم لوازم کے واسطہ سے بہی اُسی حاصل ہے اور دونوں ازل سے برابر ساتھہ ہیں گو علم بالواسطہ کسی چیز کا اُسکے علم بیواسطہ میں محو اور مضمحل ہو اور ایسا ہی کسی چیز کا علم دوسری چیز کے علم کے واسطے سے اور اُس دوسری چیز کا علم برابر ساتھہ ہی ازل سے خداوند لم یزل کو حاصل ہیں اور دونوں قدیم ہیں مگر کسی چیز کے علم بالواسطہ کو بہ نسبت اُس چیز کے علم کے جسکے واسطے سے یہ علم حاصل ہوا ہے موخر گنینگے اور یہ علم بہ نسبت اُس علم کے مقدم سمجہا جائیگا سو جہاں کہیں علم خداوندی کے ذکر میں صیغہ استقبال کا یا معنی استدلال کے پائے جاتے ہیں وہ باعتبار علم بالواسطہ کے ہے ورنہ باعتبار زمانہ کے کچھہ تفاوت نہیں اور جہاں کہیں ماضی یا حال مستعمل ہے وہاں علم بیواسطہ مراد ہے۔ **اقول** اسقدر طول دینے سے اور فضول لکہنے سے کیا فائدہ ہے مطلب تو تہوڑی مضمون سے بہی واضح ہو جاتا ہے اور جسطرح سے تو نے لکہا ہے خدا کی علم کو مقدم اور موخر اور لازم کے واسطے سے یا ملزوم کے واسطے سے اسطرح سے خدا کا علم نہیں ہے بلکہ روز ازل سے اُسکی ذات پر بدون واسطہ کے سب ظاہر اور حاضر ہے اور لازم اور ملزوم ایک دفعہ ہی سب منکشف ہو گئی ہیں اور نہ کسی چیز کے علم کو کسی چیز کے علم پر تقدیم یا تاخیر ہے گو تقدیم یا تاخیر ذاتی ہو بلکہ سب اُسکی ذات کے سامنے برابر حاضر ہے اور نہ اُسکے علم میں لحاظ ماضی اور استقبال کا ہے اور حتی نعلم المجاہدین جو فرمایا ہے تو اسواسطے نہیں فرمایا ہے کہ تمہاری جہاد اور صبر کا جو علم ہمکو نہیں ہے وہ تمہاری آزمانے سے ہمکو حاصل ہو جاوے بلکہ مراد اُس سے یہ ہے کہ ہم پہلے سے جانتے تو ہیں جیسے کہ تم نکلو گے بعد امتحان کے لیکن تکالیف شاقہ سے ہم تمکو مثل آزمانیوالے کے آزمائیں کہ جیسے کہ پہلے سے تمہاری حال کو ہم جانتے تہے بعد امتحان کے اسطرح سے جانیں کہ اب تم متصف بجہاد یا صبر ہوئے یا نہیں اور یہ آیت منافقین کے حق میں ہے اور خداتعالی کے علم سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس جگہہ خداتعالی نے بصیغہ استقبال ذکر کیا ہے وہاں تو علم بالواسطہ مقصود ہے اور جس جگہہ بصیغہ ماضی ذکر کیا ہے وہاں علم بلاواسطہ مراد ہے اسواسطے کہ اگر خداتعالی کے واسطے علم کسی چیز کے واسطے سے ہو تو خداتعالی اپنے علم میں اُس چیز کیطرف محتاج ہوا اور خداتعالی احتیاج سے پاک ہے

قال الشیخ الاشعری اور باعتبار علم بالواسطہ کے کلام کرنیکی وجہ یہ پیش آئی ہے کہ کلام اللہ کے مخاطب آدمی ہیں اور آدمی بلکہ تمام ذوی العقول کو اکثر چیزوں کا علم بالواسطہ ہی ہے بیواسطہ نہیں روح بنی آدم یا بنی آدم کے کمالات نفسانی جیسے سخاوت شجاعت خلق مروت اگر ہیں تو دل میں ہیں آنکہوں سے یا کانوں سے یا سوا اسکے اور حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوتے انکو اگر کوئی دوسرا معلوم کرتا ہے تو انکے آثار اور لوازم سے معلوم کرتا ہے سخاوت دینے والے سے جو ہاتھہ کا کام ہے سجاعت مارنے مرنے سے جو ہاتھہ پاؤں سے تعلق رکہتا ہے خلق شیرین بانی سے جو زبان سے متعلق ہے معلوم ہوتی ہیں علی ہذا القیاس روح کا ہونا نہ ہونا دوسروں کو حرکات سکنات سے جو بدن سے متعلق ہیں معلوم ہوتا ہے اور جہاں کہیں جناب باری نے اپنے علم میں صیغہ استقبال استعمال کیا ہے وہ ایسی ہی اُمور ہیں جو بنی آدم کو بے واسطہ معلوم نہیں ہو سکتی سو اُن سے باعتبار علم بیواسطہ کے کلام کرتے تو اُنپر کچھہ حجت نہیں ہو سکتی تہی اس لئے الزام دینے کے موقع میں باعتبار علم بالواسطہ کے کلام کی ہے اور جہاں یہ غرض نہیں ہاں باعتبار علم بیواسطہ کے کلام کی ہے اور وہاں صیغہ ماضی کا یا حال کا مستعمل ہے مگر بنی آدم کو چونکہ اُن اشیاء کا علم بیواسطہ ہو ہی نہیں سکتا اور بغیر اُن واسطوں کا علم قبل اُنکے وجود کے بنی آدم کے حق میں ممکن ہی نہیں اور اس وجہ سے اُنکے تمام علوم برابر حاصل نہیں سمجہے تو وہ خدا کو اپنے اوپر قیاس کر کے صیغہ استقبال سے حدوث سمجہہ جاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ کلام اللہ میں ایکجا تو یوں مذکور ہے کہ خداوند علیم کو تمام اشیاء کے علوم ازل سے حاصل ہیں جیسا کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیءٍ عَلِیماً اور ایک سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعضی علوم حادث ہیں جیسے الفاظ حتی نعلم وغیرہ مگر جو لوگ فہمیدہ ہیں اور نکتہ مذکورہ سے متنبہ ہو گئے ہیں دونوں کو مطابق یکدیگر سمجہتے ہیں **اقول** خدا کے علم کا قیاس آدمیوں کے علم پر نہیں ہو سکتا کہ آدمیوں کا علم بالواسطہ ہے تو خدا کا علم بہی بالواسطہ ہونا چاہئے اسواسطے کہ خدا کا علم تو قدیم ہے اور آدمیوں کا علم حادث ہے اور نہ یہ بات ہے کہ آدمی جو آثار سے معلوم کرتے ہیں تو خداتعالی بہی آثار سے معلوم کرے اسواسطے کہ اُسکی ذات پر تو سب واضح ہو رہا ہے اُسکو آثار کے واسطے کی کیا احتیاج ہے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ جس جگہہ خداتعالی نے اپنے علم کو صیغہ استقبال میں استعمال کیا ہے تو وہاں علم بالواسطہ مراد ہے اور یہاں علم بالواسطہ ظاہر ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس جگہہ خداتعالی نے اپنے علم کو ایک امر پر معلق کیا ہے اور یہ عام ہے کہ اکثر ایک امر کو دوسری امر پر معلق کر کے کہا کرتے ہیں کچھہ خصوصیت علم کی نہیں ہے یعنی ہم ایسا کریں تا کہ یوں ہو ہم عذاب نازل کریں تا کہ وہ ہلاک ہوں اور ایسا ہی حتی نعلم المجاہدین میں ہے کہ ہم اُنکو آزمائیں تا کہ جانیں ہم کہ اب متصف بجہاد ہے یعنی جہاد اُسکا ظاہر ہو جاوے موافق ہماری علم کے اور جن لوگوں کا عقیدہ خدا کے علم قدیم کا ہے وہ صیغہ استقبال سے بہی اُسکے علم کو حادث نسمجہیں گے اور علم تو اُسکا بیشک قدیم ہے اور حتی نعلم المجاہدین کے معنی ہم بیان کر چکے کہ اپنی علم قدیم سے تو وہ روز ازل سے جانتا ہے جیسے کہ بعد امتحان کے وہ نکلینگے اور حتی نعلم کے علم سے مراد یہ ہے کہ اسطرح سے ہم جانیں کہ اب متصف بجہاد ہوئے ہوا اور

یہ نہیں جانا جاتا ہے مگر بعد وقوع اُس امر کے اور جبتک کہ وہ امر مثلاً جہاد ظہور میں نہیں آتا ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب متصف بجہاد ہے اسواسطے کہ اُس نے ابھی جہاد کیا ہی نہیں ہے
اور یہ اُسیوقت کہا جائیگا جسوقت کہ متصف بجہاد ہوگا اور جبتک کہ اُسنے جہاد کیا نہیں تو خدا اسکو اس طرح سے نہیں جانتا تھا کہ اب متصف بجہاد ہے اور اگر خدا جانے کہ اب متصف بجہاد
ہے اور جہاد اُسنے کیا نہیں ہے تو علم اسکا خلاف واقع کے ہوگا پس مراد خدا تعالی کے حتی نعلم المجاہدین سے یہ ہے کہ ہر چند ہم تمہارے عزم ہمت جانتے تو ہیں جیسے کہ تم بعد امتحان کے
نکلو گے لیکن مثل امتحان لینیوالوں کے تمہارا امتحان ہم لیں گے یہانتک کہ ہم تمکو جانیں کہ اب تم متصف بجہاد ہو رہے ہو اور اب معنی کان اللہ بکل شیء علیما اور معنی
حتی نعلم المجاہدین میں کچھ مخالفت نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اب مناسب یوں ہے یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کے معنی بھی بیان کیے جائیں کہ منصفان علماء شیعہ کو
شاید انتظار ہو مخدوم من اول ساری آیت گوش گزار ہے بعد اُسکے اپنا ما فی الضمیر بھی معروض خدمت ہوگا ساری آیت یوں ہے و ما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا
باذن اللہ لکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب حاصل اسکا یہ ہے کہ کسی رسول سے یوں نہیں ہو سکتا کہ کوئی معجزہ جو اُسکی نبوت کی نشانی ہو خدا
کی بے اجازت لے آئے اللہ کے یہاں ہر مدت کی ایک کتاب جدی ہے اُسمیں سے جو چاہے مٹائے ہے جو چاہے ہے باقی رکھے ہے اور اُسکے پاس ایک اور بڑی کتاب ہے جو سب کی اصل ہے یہ تو اس
آیت کا حاصل ہوا اب اہل فہم سے یہ امید ہے کہ بعد ملاحظہ ان دونو لفظوں کے ایک تو لکل اجل کتاب اور دوسرا و عندہ ام الکتاب اور نیز بعد لحاظ اس امر کے کہ جملہ یمحو اللہ الخ اول کے بعد
واقع ہے بے تنبیہ کے اب سمجھ جائینگے کہ خداوند کریم کے یہاں دو دفتر ہیں ایک بڑا جسکی طرف ام الکتاب کا لفظ اشارہ کرتا ہے دوسرا چھوٹا دفتر جسکی طرف جملہ لکل اجل کتاب ہدایت کرے ہے
اور محو و اثبات یعنی مٹانا نہ مٹانا یہ چھوٹے دفتر میں ہوتا ہے بڑے میں نہیں ہوتا سو بعینہ یہی اہل سنت کا مذہب ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بڑا دفتر جو علم خداوندی کے موافق ہے یا
خود علم خداوندی ہے اُسمیں گھٹاؤ بڑھاؤ نہیں ہوتا **اقول** علماء شیعہ تو ہمیشہ انصاف پر چلتے چلے آئے ہیں مگر علماء اہل سنت کی طبیعت میں انصاف نہیں ہے اور سوائے ان
اور دروغ نویسی اور افترا کے انکا کام نہیں ہے اور مُٹھی پر لیبنا لیتے ہیں اور بدیہی باتوں کا انکار کرتے ہیں چنانچہ ناظرین رسالہ ہذا کو معلوم ہوگا اور آیت و ما کان لرسول
ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ الخ کی جو تفسیر میں اس شیخ نجدی نے لکھی ہے اور بعد اُسکے لکھا ہے کہ بعینہ یہی اہل سنت کا مذہب ہے سو میں کہتا ہوں بعینہ یہی مذہب شیعہ کا ہے کہ
بڑی کتاب کہ جو مطابق علم خدا کے ہے یا علم خدا ہی اُسمیں کسیطرح کا تغیر اور تبدل نہیں ہوتا اور چھوٹے دفتر میں جسکو محو و اثبات کہتے ہیں اُسمیں مٹانا اور ثابت کرنا موافق مصلحت
خداوندی کے واقع ہوتا ہے اور اسیکو شیعہ بدا کہتے ہیں چنانچہ ابتدائی بحث بدا میں ہم لکھ چکے اور میں جو کہتا ہوں کہ آیت مذکورہ میں یہی مذہب ہمارا ہے جسکو تو لکھتا ہے
کہ بعینہ یہی مذہب اہل سنت کا ہے اسواسطے کہ ہمارے علماء یہی لکھتے ہیں بدا کے معنی میں از انجملہ علیین مکان جناب سید حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ حدیقہ سلطانیہ میں تحریر فرماتے
ہیں کہ و نیز باید دانست کہ آیات و اخبار بسیار دلالت میکند بر اینکہ خدا تعالی دو لوح خلق نمودہ و در آں جمیع کائنات و حوادثات را ثبت فرمودہ یکے ازاں مسمی بلوح محفوظ
است کہ آنچہ در آں بحکم حضرت باری جلت قدرتہ نوشتہ میشود تغیر در آں اصلا واقع نمیشود و آں مطابق علم الہی ست دومی مسمی بلوح محو و اثبات کہ در آں بحسب مصالح
و حکم با مر الہی چیزہا ثبت نمودہ میشود و چیزہا از و محو ساختہ میشود قال اللہ عز و جل یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب مثلاً اول در آں مینویسند کہ عمر زید
پنجاہ سال است یعنی مقتضائے حکمت آنست کہ عمر او بایں قدر باشد تا وقتیکہ سبب زیادتی یا نقصان از وی بعمل نیاید پس وقتیکہ عمل خیر مثل صلہ رحم یا صلہ عترت اطہار و
ذریت اخیار رسول مختار یا تصدق بر مساکین مومنین را بجا آورد عمر پنجاہ سالگی محو میشود و بجائے آں عمر شصت سال نوشتہ میشود و ہرگاہ قطع رحم یا ترک صلہ سادات و
مومنین بظہور میرسد بجائے پنجاہ چہل نوشتہ میشود و دہ سال از عمرش می کاہد و در لوح محفوظ از اول امر نوشتہ میشود کہ زید صلہ رحم بجا خواہد آورد و عمرش بایں سبب کہ قطع
رحم و مانند آں بعمل خواہد آورد الخ اور یہی اخوند مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں لکھا ہے کہ ثم اعلم ان الآیات والاخبار تدل علی ان اللہ تعالی خلق لوحین اثبت فیہما
ما یحدث من الکائنات احدہما اللوح المحفوظ الذی لا تغیر فیہ اصلا و ہو مطابق لعلمہ تعالی والاخر لوح المحو والاثبات فیثبت فیہ شیئا ثم یمحوہ الخ اور اسکا وہی حاصل ہے جو کہ عبارت
فارسی میں گزرا اب بتلاؤ کہ جسطرح سے تو کہتا ہے اُسی طرح ہم کہتے ہیں یا نہیں اور ام الکتاب جو کہ مطابق علم خدا کے ہے اُسمیں تغیر کون کہتا ہے اُسکی تغیر کے تو ہم قائل ہی نہیں ہیں اور
علماء اہل سنت خوب جانتے ہیں کہ شیعوں کا اس مقدمہ میں وہ ہی مذہب ہے جو کہ ہمارا ہے لیکن جھوٹ اور دروغ تجاہل واسطے الزام کے ہمکو کہتے ہیں کہ شیعہ اُس بدا کے قائل ہیں کہ
جسمیں خدا تعالی کو پہلی رائے میں خطا یا ندامت معلوم ہوتی ہے تو اُس رائے کو بدلتا ہے اور حال یہ ہے کہ شیعہ ایسے اعتقاد والے کو کافر جانتے ہیں تجھکو اپنے مذہب کی تو خبر ہی نہیں ہے
اوروں کے مذہب کو تو کیا جانے **قال الشیخ الاشعری** پھر شیعہ کس خوبی پر یہ دعوی کرتے ہیں کہ بدا کلام اللہ سے ثابت ہوتا ہے اگر اسی آیت کے بھروسے کودتے ہیں تو یہ بعینہ
ایسا استدلال ہے جیسا کسی ملا نے کہا تھا کہ کلام اللہ میں خدا نے نماز سے منع فرمایا اسلیئے ہم نہیں پڑھتے کسی نے پوچھا کہ صاحب ہمیں بھی بتلاؤ ہمنے تو آج تک یہ بات نہیں سنی
اگر یہ حکم ہے تو کلام اللہ کے قربان جائیے بڑے آرام کی بات نکل آئی ملا نے کہا صاحب سورہ نساء میں ہے نہیں لا تقربوا الصلوۃ یعنی نماز کے پاس نہ پھٹکو اس نے

اُس نے کہا صاحب اسکے بعد و انتم سکاریٰ ۔ بھی تو ہے یعنی نشہ کی حالت میں نماز مت پڑھو سو ساری آیت کے معنی پر عمل کرنا چاہیے بانو نے کہا بابا سارے کلام اللہ پر
کس سے عمل ہوا ہے یہ بھی غنیمت ہے جو اتنا بھی عمل ہو جائے سو علماء شیعہ نے بھی اسے قاعدہ پر عمل کیا ہے **اقول** بیشک بدا کلام اللہ سے ثابت ہے اور اسی کو ہم بدا کہتے ہیں
کہ جو تو نے لکھا ہے مٹانا نہ مٹانا چھوٹے دفتر میں ہوتا ہے اور یہی بعینہ اہل سنت کا مذہب ہے پھر ہم کس امر میں مخالفت کرتے ہیں اُسکو بیان کیا ہوتا لیکن اس سے خدا تعالیٰ کے
کے علم میں تغیر کیونکر لازم آیا اور تغیر تو اُسوقت لازم آتا کہ جب اُم الکتاب کے تغیر کا کوئی قائل ہوتا کہ جو مطابق علم خدا کے ہے اور پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے
چھوٹے دفتر میں لکھا کہ عمر زید کی چالیس برس کی ہے سو چالیس برس لکھی جب اُس نے صلہ رحمی کی تو چالیس کو مٹا کر پچاس برس مثلاً لکھے لیکن جسوقت خدا تعالیٰ
اُسکی عمر چالیس برس کی لکھتا تھا تو اُسکے علم میں یہ تھا کہ فلانے وقت یہ صلہ رحمی کریگا تو اُسکی عمر کے چالیس برس کو مٹا کر پچاس برس ہم لکھیں گے اور کل اُسکا
لوح محفوظ میں ہوتا ہے کہ جو موافق علم خدا کے ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہم مقرر کرینگے اور جب وہ صلہ رحمی کریگا تو اُسکے عمر پچاس برس کی کر دی جائیگی اور یہ لوح جو مطابق
علم خدا کے ہے اُسمیں کسیطرح کا تغیر اور مٹانا نہیں ہو سکتا ۔ بدا ہم اُس چھوٹے دفتر ہی کے موافق کہتے ہیں نہ بڑے دفتر کے موافق کہ جو مطابق علم خدا کے ہے کہ اُسمیں
تغیر ہو ہی نہیں سکتا اور نہ علم خدا میں تغیر لازم آئے اور وہ ہمارے نزدیک محال ہے اب فرمائیے کہ ہمنے ساری آیت پر عمل کس طرح نہیں کیا ہے کہ جو تو نے بانو کی نقل لکھی ہے لا تقربوا
الصلوٰۃ کی کہیں تو راست راست لکھا کر یا شعار تیرا جھوٹ ہی لکھنے کا ہے اور آیت کے اول پر عمل کرنا اور اُسکے مابعد پر عمل کرنا تمہارا کام ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے
تم نے کئی روایتوں اول تو لکھا ہے اور اُسکے مابعد کو جس سے فساد تیرے مطلب میں پیدا ہوتا تھا ترک کر دیا سو ایسا کام تمہارا ہے نہ ہمارا **قال الشیخ الاشعری** اور یہ نزدیک
ایک اور عذر شیعوں کے لئے اس موقع میں خفت اُتارنے کے لئے بہت عمدہ ہے وہ یہ ہے کہ سارے کلام اللہ کے یاد نہونے میں تو شیعہ معذور ہی ہیں اتفاق سے نکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء
و یثبت تک فقط اُنکو یاد ہو گیا تھا بسبب کمال غبوبیت دوسرا پابند ہو نیکی اسی پر اعتقاد جما بیٹھے سو یہ بات قابل تعریف ہے اگر و عندہ ام الکتاب بھی اُنکو معلوم ہوتا اور
پھر سنیوں کی موافق اُنکا اعتقاد نہوتا تب البتہ جای گرفت تھی سبحان اللہ اس تفسیر دانی اور کلام اللہ کے محفوظ ہونے پر سنیوں سے مقابلہ کا دعویٰ ۔ مگر موشی بخواب اندر شتر
شد جناب سنی شیعوں کے اگلے استدلال تو بانو مذکور کے سے استدلال ہیں اور کلام اللہ اور کلام اللہ کی یادداشت ہے ایسے ہی جیسے مرزا نوشہ شاعر بتقاضا تاثیر مذہب اپنی
سرگزشت لکھتے ہیں ع لاتقربوا الصلوٰۃ زنہیم بخاطر است + دوام یاد ماند کلوا واشربوا مرا **اقول** اسکا جواب تو ہم لکھ چکے کہ بدا ہمارے نزدیک اُس چھوٹے دفتر
کے موافق ہے کہ اُسمیں سے خدا جو کچھ چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے ثابت کرتا ہے اور بڑا دفتر لوح محفوظ کہ جو مطابق علم خدا کے ہے اُسمیں مٹانا اور پھر ثابت کرنا نہیں
ہو سکتا کہ اُسمیں تغیر اور تبدل محال ہے اب یہ تو کہ ساری آیت پر ہمارا عمل ہوا یا نہیں اور جو کچھ میں شیعوں کے اعتقاد کے موافق لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو اہل سنت کی
کتابوں میں کثرت سے اُسکی روایتیں لکھی ہیں تفسیر درمنثور میں ابن عباس سے روایت ہے قول حقتعالیٰ میں یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ کے معنی میں قال ینزل اللہ
فی کل شہر رمضان الی سماء الدنیا فیدبر امر السنۃ فی لیلۃ القدر فیمحو اللہ ما یشاء و یثبت الا الشقاوۃ والسعادۃ والحیوۃ والممات ۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ نازل
ہوتا خدا ہر ماہ رمضان میں طرف آسمان دنیا کے پس تدبیر کرتا ہے اُس سال کے امر کے لئے شب قدر میں پس مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے مگر شقاوت اور سعادت
اور زندگی اور موت کو اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ افادۃ الخبر میں اور تفسیر درمنثور میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لباب میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ حضرت
علی نے جناب رسولخدا صلعم سے تفسیر آیت یمحو اللہ کی پوچھی تو قال لاقرن عینیک بتفسیرہا ولاقرن عین امتی بعدی بتفسیرہا الصدقۃ علی وجہہا وبر الوالدین و
اصطناع المعروف یحول الشقاوۃ سعادۃ و یزید فی العمر الخ ۔ یعنی کہا کہ البتہ خنک کروں میں آنکھیں تیری اُسکی تفسیر سے اور خنک کروں میں آنکھ امت اپنی کی اُسکی
تفسیر سے صدقہ دینا صدقہ کے طور پر اور نیکی کرنی والدین سے اور مطلق نیکی کرنی پھیر دیتی ہے شقاوت کو طرف سعادت کے اور زیادہ کرتا ہے عمر میں اور تفسیر درمنثور میں جلال الدین
سیوطی نے ابن جریر اور ابن مردویہ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے کلبی سے روایت کی ہے آیت یمحو اللہ ما یشاء کے مقدمہ میں کہ یمحو اللہ من الرزق و یزید فیہ و یمحو
من الاجل و یزید فیہ فقیل من حدثک بہذا قال ابو صالح عن جابر بن عبد اللہ بن رباب الانصاری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مٹاتا ہے خدا روزی میں سے اور زیادہ کرتا
ہے اور مٹاتا ہے اجل کو اور زیادہ کرتا ہے اُس میں پس کہا گیا اُسکو کس نے حدیث کی ہے یہ تجھ کو کہا ابو صالح نے اور اُس سے جابر بن عبداللہ انصاری نے اور اُس سے
رسولخدا صلعم نے اور اس طرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں خصوصاً تفسیر درمنثور میں کثرت سے لکھے ہیں اور اسیکو ہم بدا کہتے کچھ فرق نہیں ہے اور اب اہل سنت اُسکو
بدا چاہیں کہیں نہ کہیں اور اُس نے طعن جو کیا ہے کہ شیعوں کو سارا کلام اللہ یاد نہیں ہوتا تو جھوٹ لکھکر یہ لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہے اور ثلاثہ کا حال ظاہر کرواتا ہے کہ اُنکو قرآن یاد
نہ تھا اور حضرت عمر نے بدشواری تمام بارہ برس میں سورہ بقر کو یاد کیا تھا بسبب کمال غبوبیت کے اور تفسیر کو تو قرآن کی وہ کیا جانتے تھے کہ احکام قرآنی میں غلطیاں کرتے تھے

اور عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور دوسروں کی طرف رجوع کرتے تھے اور جو کہ تفسیر قرآن کی ہے وہ اہل بیت علیہم السلام کے پاس تھی موافق ارشاد رسول خدا صلعم لے اور شیعہ
انکی پیروی کرتے ہیں پھر تفسیر دانی کا جو حق ہے وہ شیعوں کے واسطے ہے یا اہلسنت کے واسطے جو کہ جہلا کی پیروی کرتے ہیں اور جھوٹے کی زبان ترس نے یک ٹری ہی ہو جا ہی تہمت
لیسے ور اہل سنت شیعوں کا کیا مقابلہ کرینگے جو ایسے جاہلوں کے مرید ہیں اور شیعہ تو اہل سنت کا ایسا مقابلہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ سے انکو رد کرتے چلے آتے ہیں اور دیکھے مولوی
عبدالعزیز صاحب کی کتاب کی کیسی خاک اڑائی ہے کہ اہل سنت دم نہیں مار سکتے **قال الشیخ الاشعری** حق یوں ہے کہ علم الٰہی میں کچھ تغیر نہیں آتا اور کیونکر تغیر ہو سکے
خداوند کریم جابجا ایسے ہی توہمات کے دفعیہ کے لئے فرماتا ہے کان اللہ علیما حکیما۔ کان اللہ بکل شیء علیما۔ کان اللہ بکل شیء محیطا حاصل سب کا یہ ہے کہ خداوند کریم ازل
سے ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز کے حقیقت پہچانتا ہے اور ہر چیز ازل سے اسکے احاطہ علمی اور اسکے احاطہ وجودی میں ہے چنانچہ تصویر اسکی کچھ مذکور بھی ہوئی **اقول** پہلے
سے ہم لکھ چکے اور اب بھی ہیں واسطے تنبیہ کے لکھتا ہوں کہ یہی مذہب شیعوں کا ہے جو کہ اس قول میں لکھا ہے اور خلاف اسکے جو کچھ اہل سنت ہماری طرف منسوب کرتے ہیں بالکل
کاذب اور مفتری ہیں **قال الشیخ الاشعری** پھر جب ازل سے ہر چیز کو محیط ہے تو بعد اسکے غلطی کا باعث اگر ہو سکے ہے تو یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی چیز بیچ میں خدا کے اور خدا کی
معلومات کے حائل ہو جائے سو اگر یہ احتمال ہے تو اسکا جواب تو کلام اللہ ہی میں بہت جگہ موجود ہے نحن اقرب یعنی ہم سب سے زیادہ نزدیک ہیں یا شیعہ یوں تجویز فرمائیں کہ نعوذ باللہ
خداوند کریم کے حواس میں فتور ہے سو اتنی جرات شیعوں ہی کو ہے سو ہذا لا یخفی علی اللہ من شیء فی الارض ولا فی السماء یعنی اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ
زمین میں نہ آسمان میں یہ بھی کلام اللہ ہی میں ہے کسی پنڈت کی پوتھی کی آیت نہیں تیسر طرفہ یہ ہے کہ اکثر علماء شیعہ معقولات میں دخل در معقولات کہتے ہیں مگر تیسرا اتنا
نہیں سمجھے کہ علم غلط حقیقت میں علم نہیں وہ اقسام جہل سے ہے اسیواسطے اسکو جہل مرکب کہتے ہیں اس اصطلاح کو منطق کے چھوٹے رسالے پڑھنے والے تو درکنار ان پڑھ
بھی سمجھتے ہیں بلکہ زبان زد عام و خاص ہے کہ جہل مرکب سے تو جہل بسیط ہی بھلا با اینہمہ جو یہ حضرات والا صفات جناب کبریا کو جہل مرکب کا بٹا لگاتے ہیں تو اول تو ان آیات
مرقومہ پر خط نسخ کھینچنا پڑا سبحان اللہ خدا کے کلام کو بندے نسخ کریں اور وہ بھی اعتقادات میں کہ باتفاق شیعہ و سنی بلکہ باتفاق عالم قابل نسخ ہی نہیں دوسرے خدا کو جاہل
مرکب کہا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات تیسرے جمادات وغیرہ جنکو بالکل علم نہیں بلکہ تمام موجودات ایک وجہ سے خدا سے افضل ٹھیری کیونکہ کوئی ہو سوائے خدا کے سب
کچھ نہ کچھ جہل بسیط ہے اور خدا میں جہل بسیط نہیں کیونکہ کلام اللہ کی آیات سے خود واضح ہو چکا کہ خدا کو سب چیز کی خبر ہے سو وہ خبر اور وہ علم اگر غلط ہو تو جہل مرکب کا اور جہل
مرکب سے جہل بسیط افضل ہی ہے تو سب مخلوقات ایک وجہ سے خدا سے افضل نکلی واہ سبحان اللہ کیا خدا کی قدر شناسی ہے **اقول** جو کچھ اس قول میں شیخ نجدی نے
لکھا ہے خدا سے غلطی ہونی بباعث حائل ہو جانے کسی چیز کے درمیان اسکے اور درمیان اسکی معلومات کے اور خدا تعالے کے حواس میں فتور ہو جانا اور دخل در معقولات اور خدا
کے واسطے جہل بسیط یا جہل مرکب ہونا اور خدا کے کلام کو بندہ کا نسخ کرنا اور جمادات کا خدا سے افضل ہونا بلکہ تمام مخلوقات کا خدا سے افضل ہونا اور سوا اسکے اور جو کچھ
نے لکھا ہے یہ اعتقاد تو اہل سنت کا ہے اور طعن اسکا شیعوں پر کرتا ہے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے سبحان اللہ کیا خدا کی قدر شناسی ہے لیکن انکے مذہب میں خدا بہت ہیں بایزید بسطامی
کہ جو کہتا تھا سبحانی ما اعظم شانی اور منصور کہ وہ کہتا تھا انا الحق سو کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان خداؤں کے ساتھ یہ اعتقاد انکا ہے بلکہ جو کچھ بد اعتقادی انکی ہے وہ خدا
معبود حقیقی کی نسبت ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی کوئی ہم سے یوں پوچھے کہ وہ کونسا ہے جس میں محو و اثبات ہوتا ہے سو لوح میں بعد اسکے کہ بعد ہو گیا وہ نفی
سوائے علم الٰہی کوئی ہے کچھ اسکی جواب کی حاجت نہیں **اقول** اسی کو ہم مانتے ہیں علم الٰہی کے ذو میں وہ ام الکتاب ہے ہرگز محو و اثبات کی گنجائش نہیں ہے
ہمارے نزدیک بھی **قال الشیخ الاشعری** لیکن اسکی تسکین خاطر اپنی بھی ایسی ہوتی ہے سلئے معروض ہے کہ ان امور کی حقیقت تو خدا ہی جانے یا اسکو وہ اطلاع
کردے مگر بطور امکان احتمال اس مقام میں ہمیں بیان اپنا لازم پڑا اس سے ہم اپنی فہم نارسا میں جو مہونت تقاریر ہے بزرگان آتا ہے تو یہ ہے کہ تمام عالم دفتر خداوندی
ہے مگر اسمیں بعض شیء تو بمنزلہ اوراق ہے اور بعض کو بمنزلہ نقوش اور حروف کے سمجھئے تفہیم کے لئے اول ایک مثال گوش گذار ہے موم کا ایک یا کسی اور نرم چیز کو جو کسی
شکل میں لا سکتے ہیں جو چاہیں سو کر لیں بتالیں بنا لیں جیسا مگر اس موم پر ان اشکال میں ذو ایک وقت میں ایک ہی شکل آسکتی ہے دو جمع نہیں ہو سکتیں جب دوسری
شکل آئیگی پہلی مٹ جائیگی مکین جو یہ مثال یک قسم کے نقش و نگار ہیں تو انکو بمنزلہ حروف و نقوش سمجھئے اور اس موم کو بمنزلہ اوراق سمجھئے جب یہ مثال ذہن نشین ہو چکی
تو اب سنیئے کہ تمام اجسام میں تبدل اشکال و کیفیات نظر آتا ہے زمین سے جو کھیتی نکلتی ہے تو وہی اجزاء خاکی ہوتے ہیں پھر یہ خدا کی نیرنگی سے اپنی شکل اول بدل جاتی ہے اور کی
کھیتی کی شکل کیا سے کیا ہو جاتی ہے آخر رفتہ رفتہ وہی غذا جو حقیقت میں اجزاء خاکی ہیں شکل ملکر غذا بنگئے ہیں ملاحظہ ہو جاتے ہیں وہ نطفہ بنکے
کچھ اور رنگ و روپ پیدا کر لیتے ہیں علی ہذا القیاس اور اجسام میں یہ لیجیے کہ گرمی سردی وغیرہ جتنے تغیرات ہیں سب اس قسم کے ہیں یہی

تبدل رہتا ہے رنج خوشی خوف امن وغیرہ سو جو چیزیں کہ بدلتی رہتی ہیں آخر تو اس فقر خداوندی کے حروف و نقوش سمجھئے اور اجسام اور ارواح وغیرہ کو جو ان سب احوال میں بمنزلہ موم بجای خود رہتی ہیں اوراق اس فقرے کے سمجھئے بعد اسکے یہ ذہن نشین کیجے کہ جو جو اشکال معدوم ہو گئی وہ تو محو ہو گئی اور جو انکی جگہ قائم کی گئی وہ ثبت اور اثبات ہو گئی چنانچہ محاورہ والے عربی و فارسی جانتے ہیں کہ اثبات اور ثبت لکھنے کے موقع میں بولا کرتے ہیں مگر چونکہ ہر شکل کے لیے کچھ نہ کچھ زمانہ چاہئے اور اسکی بقا کے لئے زمانہ میں سے کچھ مقدار معین ہوتی ہے تو خداوند کریم نے ارشاد فرمایا لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ یعنی ہر زمانہ کے لیے جدے جدے نقوش ہیں جب ایک زمانہ ہو لیتا ہے اور دوسرے نقوش اور گلہائے اشکال و کیفیات کی بہار آتی ہے اور انکے زمانہ کی آمد ہوتی ہے تب پہلے نقوش کو مٹا دیتے ہیں اور دوسرے زمانہ کے مناسب نقوش اُن اوراق میں لکھی جاتے ہیں مگر یہ وہ اوراق نہیں کہ پہلے نقوش کے مٹانے سے بگڑ جائیں یا آلودہ ہو جائیں بلکہ جیسے دفتریں یا سلیٹ کے تختی یا لکڑی کے تختے پر جو چاہا لکھدیا پھر جب چاہا مٹا دیا اور اسکی جگہ اور لکھ دیا ایسے ہی ان اوراق میں بھی جو چاہا لکھدیا اور جب چاہا مٹا دیا لیکن پہلے پچھلے سب نقوش کی نقل بلکہ اصل ایک بڑی دفتر اور بڑی کتاب میں ہے جیسے تحریر پڑھنے والے جس شکل کو پڑھتے جاتے ہیں سلیٹ پر کھینچ کھینچ سمجھتے جاتے ہیں اور جب سمجھ لیتے ہیں اور دوسری شکل کی سمجھنے کی نوبت آتی پہلی کو مٹا دیتے ہیں اور دوسری کھینچ لیتے ہیں اور یہ ہمہ اُن سب کی نقل بلکہ اصل تحریر اقلیدس میں موجود ہے باقی ربط اس آیت کا اپنے ماقبل سے اس صورت میں یہ ہوگا کہ کسی نبی سے کیونکر ہو سکے کہ اپنے آپ کوئی آیت لے آئے ہمارے یہاں تو ہر زمانہ کے لئے نقوش مقرر ہیں گنے چنے ہوئے رکھتے ہیں اسمیں کمی بیشی کب ہو سکتی ہے جو کوئی اپنی طرف سے اسمیں اپنی خواہش کے موافق آیت کا نقش بھی لاوے **اقول** اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر ایجاد کرنی اور جو روایات کہ تفسیر میں جناب رسولخدا صلعم سے مروی ہیں اُن پر نظر نہ کرنی اس سبب ہی سے تو تہتر فرقے ہو گئے ہیں اور اپنی رائے سے جیسی تفسیر چاہی ایجاد کی اور آیت میں تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو کتابیں خلق کی ہیں ایک تو ایسی ہے کہ اسمیں جو کچھ لکھا ہوا ہے اسمیں سے جو چاہا مٹا دیا اور جو چاہا لکھ دیا اور دوسری ایسی ہے کہ اسمیں محو و اثبات نہیں ہو سکتا اور مثال جو دی ہے اُسکے مطابق کیونکر ہوگی کیونکہ ذکر تو ان کتابوں کا ہے جنمیں لکھا جاتا ہے اور مثال میں یہ بات کہاں ہے اور آیت میں تو یہ ہے کہ جو کچھ چاہتا ہے خدا مٹاتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے ثابت کرتا ہے اسکو اختیار ہے اور مثال میں یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ ایک سلسلہ ہے کہ علی الدوام اپنے نفس سے بعد ایک ہیئت کے دوسری ہیئت بدلتا رہتا ہے بحکم خدا کہ اسمیں کسیطرح کا فرق نہیں ہوتا ہے اور ہمیشہ اسی حالت مستمرہ پر رہتا ہے جیسے تخم سے زراعت بنی اور زراعت سے پھر تخم بنا اور اسمیں یہ نہیں ہوتا ہے کہ زراعت سے پتھر یا لوہا بنجائے اور خدا فرماتا ہے کہ جو چاہے خدا مٹائے اور جو چاہے ثابت کرے اور ہمنے اسکو بھی تسلیم کیا کہ یہ مثال صحیح ہے لیکن یہ بھی ایک قسم بدا کی ہوگی کہ آیت میں مٹانا اور ثابت کرنا علی العموم ہے اور وہ جو اوراق میں سے مٹایا جاتا ہے اور ثابت کیا جاتا ہے یہ ہی بدا پر دلالت کرتا ہے لیکن روایات فریقین سے جو کہ اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو بعضے امور اور احکام مقرر کیے ہیں انمیں سے بعضے امر کو اپنی مصلحت کے موافق جب چاہی موقوف کر دی اور اسکی جگہ دوسرا امر مقرر کر دے چنانچہ عمر کو کسی کی زیادہ یا کم کر دی اور تونگر کو مفلس اور مفلس کو تونگر کر دے اور بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو بادشاہ کر دے اور گنہگار کے گناہ مٹا کر بے گناہ کر دے اور عذاب کو دفع کر دے اور آئی ہوئی بلا کو ٹالدے اور روایتیں اس مضمون کی کچھ تو ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں میں سے بیان کر چکے ہیں اور کچھ اور سنئے جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں اور رسالہ افادۃ الخیر میں لکھا ہے اخرج ابن جریر عن الضحاک رضی اللہ عنہ فی الآیۃ قال یقول انسخ ما شئت واصنع فی الاجال ما شئت ان شئت زدت فیہا وان شئت نقصت وعندہ ام الکتاب قال جملۃ الکتاب وعلمہ یعنی بذلک ما ینسخ منہ وما یثبت اور تفسیر در منثور میں روایت ہے عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر سے کہ مفسرین اہل سنت کے ہیں اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن عمر بن الخطاب رض انہ قال وہو یطوف بالبیت اللہم ان کنت کتبت علی شقاوۃ او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں تفسیر آیت یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ میں لکھا ہے کہ فی ہذہ الآیۃ قولان الاول انہا عامۃ فی کل شیء کما یقتضیہ ظاہر اللفظ قالوا ان اللہ یمحو الرزق ویزید فیہ وکذا القول فی الاجل والسعادۃ والشقاوۃ والایمان والکفر وہو مذہب عمر وابن مسعود ورواہ جابر عن رسول اللہ صلعم پہلی روایت کا تو حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ نسخ کرتا ہوں میں جو کچھ چاہتا ہوں اور اجلوں میں کرتا ہوں میں جو کچھ چاہتا ہوں اگر چاہوں میں زیادہ کروں میں انمیں اور اگر چاہوں میں کمی کروں اور وعندہ ام الکتاب کو کہا کہ وہ ایک کل کتاب ہے اور علم اسکا ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اسمیں سے کچھ نسخ کرتا ہے اور نہ ثابت کرتا ہے اور دوسری روایت کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت عمر طواف کعبہ کا کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ اے خدا اگر تو نے مجھپر کوئی شقاوت یا گناہ لکھا ہے تو اسکو مٹا دے کہ تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور تیرے پاس ام الکتاب ہے اور تیسری روایت کا حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں دو قول ہیں اول تو یہ کہ عام ہے ہر امر میں جیسے کہ ظاہر لفظ تقاضا کرتا ہے کہا انہوں نے کہ خدا مٹاتا ہے روزی کو اور زیادہ کرتا ہے اسمیں اور ایسے ہی اجل میں گفتگو ہے اور سعادت اور شقاوت میں اور ایمان اور کفر میں اور وہ مذہب عمر کا اور ابن مسعود کا ہے اور روایت کیا ہے اسکو جابر نے رسولخدا سے

اور اسی طرح کی روایتیں اس آیت کی تفسیر میں اہلسنت کی کتابوں میں کثرت سے ہیں اور اسی کو ہم بدا کہتے ہیں کسی طرح کا فرق نہیں ہے اور ام الکتاب جو کہ علم خدا کے مطابق ہے اسمیں
ہم محو و اثبات کے ہرگز قائل نہیں ہیں بلکہ اہل سنت کی بعضی روایت میں آیا ہے کہ ام الکتاب میں بھی محو و اثبات واقع ہوتا ہے چنانچہ لباب میں ابو درداء سے روایت ہے مروی ابو
الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل اللہ تعالی فی اخر ثلث ساعات یبقین من اللیل فینظر فی الساعة الاولی منهن فی ام الکتاب الذی لا ینظر فیه احد غیره
فیمحو اللہ ما یشاء ویثبت انتہی یعنی کہا کہ کہا رسول خدا صلعم نے کہ نازل ہوتا ہے خدا تعالی تین ساعت آخر میں کہ جو باقی رہتی ہیں رات میں سو پس نظر کرتا ہے ساعت پہلی میں ان
ساعتوں میں سے ام الکتاب میں کہ جسمیں سوائے اسکے کوئی نظر نہیں کرتا ہے پس مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے اس شیخ کو اپنے گھر کی تو خبر نہیں ہے اور دوسروں پر جھوٹے
اعتراض اپنی طرف سے ایجاد کرکے کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اب اس تقریر کو اہل انصاف غور فرمائیں کہ کیسی برجستہ ہے اور پھر باایں ہمہ اسمیں کہیں اسکی گنجائش نہیں
کہ قائلین بدا انگشت رکھ سکیں یا تمسک کرسکیں پھر کوئی کیونکر کہہ دے کہ آیت میں محو و اثبات کا ذکر ہے تو علم الہی میں محو و اثبات ہوگا مگر جو بات اپنے ذہن میں جمی ہوئی ہوتی
ہے اُسکی طرف ذہن دوڑا کرتا ہے بھوکے کے نزدیک دو اور دو چار روٹیاں ہی ہوتی ہیں **اقول** یہ تقریر خلاف تحریر مفسرین اہل سنت کی ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور اُس سے بدا کو
بھی ثابت کرچکے اور بدا اسمیں اسطرح ہوسکتا ہے کہ کسی مزارع نے صلہ رحمی کی تو خدا تعالی نے اُسکی زراعت کو خوب سرسبز کرکے بربار کردیا اور اگر قطع رحمی کی تو اُسکی زراعت کو
آفت آسمانی یا ارضی سے فاسد اور تباہ کردیا اور یہی بدا ہے اور شیعوں کے نزدیک علم میں خدا تعالی کے محو و اثبات نہیں ہوسکتا اگر ہوگا تو اہل سنت کے نزدیک ہوگا اور ابھی ہم
لباب سے بیان کرچکے ہیں کہ محو اور اثبات ام الکتاب میں واقع ہوتا ہے جو کہ مطابق علم خدا کے ہے سو سنیوں کے نزدیک تو علم خدا میں پایا گیا اور شیعوں کے کہیں نہیں ثابت ہے اور شیعہ جس
بات پر جمے ہوئے ہیں وہ بہت خوب ہے اور قرآن اور حدیث سے ثابت ہے مگر خدا کے علم میں محو و اثبات کے راہ پانیکے قائل نہیں ہیں اور جو حق ہے اُسکی طرف دوڑتے ہیں **قال
الشیخ الاشعری** اور اگر اس تقریر کو سنکر کسیکے یوں کان کھڑے ہوں کہ مشہور تو یوں سنا تھا کہ لکل اجل کتاب سے جو لکھا نکلتا ہے تو یہی لکھا ہے جیسے عرف میں
لکھا کہتے ہیں سو وہ تو کسی کلام اور الفاظ کے مقابلہ میں جو حروف اور نقوش ہوتے ہیں انکے لیے ہوتا ہے تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ حق بات چاہے مشہور ہو کہ نہو ہاں
اگر یہ معنی چسپاں نہوں تو جبھی کہو یہ بجا ہے اور صاحبوں کی مرضی ہے ہم بھی اسی راہ چلتے ہیں دوکانداروں کے یہاں اکثروں نے دیکھا ہوگا کہ روزمرہ کی برداشت کیلئے تختے پر
لکھتے جاتے ہیں بعد ازاں بہی میں نقل کرکے تختی کو دھو لیتے ہیں اور پھر دوسرے دن کی برداشت اسی تختی پر لکھنی شروع کرتے ہیں سو ہر روز یہ لکھنا اور مٹانا رہتا ہے اور بہی ایک بھی
وہ ایسی ہے کہ تمام ایام کی برداشت کی تفصیل تاریخ وار درج ہے کہ اسمیں بجز لکھنے کے مٹانے کا اتفاق نہیں ہوتا ہے سو ایسا ہی جناب باری تعالی کے کارخانہ قدرت میں سمجھ لیجیے
جیسے یہاں روزمرہ کی برداشت تختی پر لکھتے ہیں وہاں قرن وار کسی لوح پر ایک تحریر ہوتی ہو اور پھر اُسکو اُس لوح سے مٹا کر بڑی کتاب میں کہ اُسکو ام الکتاب کہتے ہوں
درج کرتے ہوں بعد ازاں پھر دوسرے قرن کا حساب کتاب لکھنا شروع کردیتے ہوں مثلاً رسول اللہ صلعم کے قرن کا حساب کتاب ایک لوح پر لکھ کے اُسکو کسی بڑی لوح میں
نقل کردیا ہو پھر اُس لوح سے اُس تحریر کو مٹا اصحابہ کے قرن کا حساب کتاب لکھکر اُسی طرح بڑی کتاب میں درج کردیا اسی طرح یہ محو اثبات متعینہ ہوتا ہو مگر سب جانتے ہیں کہ یہ محو
اثبات بوجہ غلطی تحریر نہیں کہ جس سے بدا ثابت ہو جاتا **اقول** یہ بھی کتاب اسیکو کہتے ہیں کہ جسمیں لکھا جاوے اور بدا اسطرح ہے کہ ایک بات لکھی اور اُسکے بعد جب مصلحت اُس بات
کی باقی نرہی اور دوسری بات کی مصلحت ہوئی تو پہلی کو مٹا کر دوسری لکھی اور یہ ہر روز ایسا ہوتا رہتا ہے اور ہر روز کا حساب کتاب جو لکھا ہوتا ہے وہ بڑی کتاب میں
لکھا جاتا ہے کہ اُسمیں پھر تغیر نہیں ہوتا اور اُس بڑی کتاب کو ام الکتاب کہتے ہیں اور خدا تعالی کے کارخانے میں لکھنا اور مٹانا ہر روز ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ فرماتا ہے کُلَّ
یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ اور اس ہر روز کے مٹانے اور لکھنے کو ہم بدا کہتے ہیں اور یہ مٹانا اور لکھنا غلطی کی راہ سے نہیں ہوتا بلکہ بہت صحت سے ہوتا ہے اور اگر اسمیں احتمال غلطی خدا
کا ہو تو وہ ہمارے نزدیک بدا نہیں ہے بلکہ وہ کفر ہے کہ جسمیں نعوذ باللہ منہا احتمال غلطی کا خدا کی طرف ہو اور اگر وہ بدا ہوگا تو باعتبار لغت کے ہوگا اور ہماری اصطلاح کے نزدیک
وہ بدا نہیں ہے اور ہمارے نزدیک بدا کہ جسکے ہم قائل ہیں وہ ہے کہ جسکو ہم ابتدا سے بیان کرتے چلے آتے ہیں اور بدا لغوی کے قائل کو ذات خدا میں ہم کافر جانتے ہیں اور بدا
ہمارے نزدیک بعینہ وہ ہے کہ جو اہل سنت کی روایتوں میں تفسیر میں آیت یمحو اللہ کے وارد ہوا ہے اور ہم لکھ چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور مسلّمنا کہ یہی نسخ ہی بلکہ علم الہی
کے تبدل و تغیر کے باعث یہ محو اثبات ہوتا ہو تب بھی تو مقتدایان شیعہ کا دعوی ثابت نہیں ہوسکتا تصویر اگر مطلوب ہے تو اسکی یہ صورت ہے کہ بیمار اگر طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ پہلے
اسکے موافق قواعد طب کے مثلاً منضج تجویز کرتا ہے جب اسکی میعاد پوری ہولیتی ہے تو انہیں دواؤں میں سے بعض دواؤں کو کاٹ دیتا ہے اور سنا وغیرہ بڑھاتا ہے اور بعد اسکے تبرید
کا نسخہ لکھتا ہے اور پھر مقویات تجویز کرتا ہے تو اس صورت میں جو کچھ طبیب تجویز کرتا ہے وہ سب موافق کتب طب کے ہوتا ہے اور منضج اور مسہل اور تبرید اور مقویات کے جو تبدیل کرتا ہے تو وہ تبدیل
اسوجہ سے نہیں ہوتی کہ پہلی تجویز میں کچھ غلطی ہوگئی تھی بلکہ عین فہم و خوبی طبابت یہی ہے کہ اپنے اپنے وقت پر منضج اور مسہل اور تبرید کا استعمال ہوا کرے سو جیسے یہ قصہ ہے ایسا ہی

کارخانہ قدرت خدا کا کارخانہ سمجھئے جناب باریتعالی کو جو حکیم مطلق ہی بجائے طبیب حاذق خیال فرمائیے اور ام الکتاب کو بجای کتب طب قرار دیجے اور اُس کتاب کو جو لکل اجل کتاب میں ہی یعنی ہر ہر مدت کی جدی جدی کتاب کو بمنزلہ نسخہ منضج اور مسہل رکھیے اور فرشتوں کو بیماردار اور مجموعہ عالم کو جو اصطلاح محققین میں مسمی بشخص اکبر ہی بیمار فرض کیجے اور محو و اثبات کو ایسا سمجھیے جیسا منضج کی جگہ مسہل بدلتی ہیں و مسہل کی جگہ تبرید سو اس تبدیل کو بدا مصطلح شیعہ سمجھنا کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہی ہاں اگر یہ تبدیل اس قسم کی ہوتی جیسے تشخیص کی غلطی سے اول تو کچھ تجویز کیا تھا پھر کچھ سمجھ میں اور آیا تو البتہ ایک موقع تھا لیکن لکل اجل کتاب اسبات کو چاہتا ہی کہ مدت وار جدی جدی تحریریں ہوتی ہیں و روہ تبدیل بوجہ تبدیل مدت ہے بوجہ غلطی تجویز نہیں۔ **اقول** حکم و احکام میں بھی تبدل اور تغیر ہوتا ہی اور سوا اسکے اور امور میں جسمیں مصلحت خدایتعالی کی ہوتی ہی اور شیعوں کا دعوی بخوبی ثابت ہے اور یہانتک ہم بخوبی ثابت کرتے چلے آئے ہیں اور یہ مثال طبیب کی اور بیمار کی بہت خوب ہے کہ جیسے کہ طبیب بیمار کے واسطے ایک نسخہ لکھی اور بعد چند روز کے اُس نسخہ کی مصلحت باقی نرہی تو دوسرا نسخہ حکیم بدلتا ہی لیکن جو کچھ لکھتا ہی موافق قاعدہ طب کے لکھتا ہی غلطی اُس سے نہیں ہوتی ہی ایسے ہی خدایتعالی جو کچھ واسطے بندہ کے ایک وقت کرتا ہی تو بعد اسکے مصلحت دوسرے وقت میں اسکے خلاف کو چاہتی ہی تو وہ کرتا ہی لیکن خدایتعالی میں اور طبیب میں یہ فرق ہی کہ طبیب سے تو کبھی غلطی ہو جاتی ہی اور خدایتعالی سے غلطی کا ہونا ممکن نہیں ہے اور جو کچھ مثال میں طبیب اور بیمار کی لکھا ہی یہی بدا ہے شیعوں کے نزدیک اور جگہ جگہ غلطی کا جو ذکر کرتا جاتا ہی شیعوں کے نزدیک تو بدا میں کسی طرح سے غلطی کو دخل نہیں ہے اسواسطے کہ غلطی کا احتمال خدایتعالی کی طرف شیعوں کی نزدیک کفر ہی اور پھر انکی طرف منسوب کرنا ایسے بدا کو بڑی بے انصافی اور افترای محض ہے۔ **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ تینوں تقریریں جو مذکور ہوئیں ایک سے ایک چڑھتی ہیں اور بعد ملاحظہ ان تقریرات کے مدعیان بدا کا حوصلہ معلوم نہیں ہوتا کہ پھر اس آیت کی طرف منہ کر کے بھی سو دیں یا اس آیت سے تمسک کا نام بھی لیں مگر جسکے دل میں انصاف نہو اُسکے آگے ق بات کا بیان کرنا بھی لاحاصل خیر کوئی سمجھے یا نہ سمجھے جو اس سے بہی نہ سمجھے اُس سے خدا نہ سمجھے **اقول** یہ تینوں تقریریں جو بیان کی ہیں بالکل لغو اور فضول ہیں اور جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکے دفع کرنے کو کچھ مس نہیں کرتی ہیں چنانچہ ہم تینوں تقریروں کا جواب دیکیے ہاں اگر بدا لغوی کو کہو تو ہو سکتا ہی اور اسکو ہم بھی باطل جانتے ہیں اور جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکو اُس آیت سے بلکہ روایات کتب اہل سنت سے ثابت کرتے چلے آئے ہیں اور اسی آیت سے ہمکو تمسک ہے اور جو کچھ ہمنے لکھا ہی دیکھنے والے کہ سب حق ہی اور بے انصافی کی کوئی بات نہیں ہے لیکن جو شخص کہ ہم پر افترا کرے اور ایک عقیدہ باطل کو ہماری طرف منسوب کرے اُسکا تو کچھ علاج ہی نہیں ہے بجز اسکے کہ ہم کہیں اُسکے جواب میں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ **قال الشیخ الاشعری** اور بعض علماء شیعہ کو بدا کی حقیقت پر ایک اور نئی دلیل سوجھی ہی آیت وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ سے حقیقت پر استدلال لاتے ہیں تفصیل اس اجمال کی سنیے ہم سناتے ہیں حاصل اس آیہ کریمہ کا اول معروض ہی وہ یہ ہے کہ وعدہ ٹھیرایا ہمنے موسی سے تیس رات کا اور پورا کیا ہمنے اس مدت کو ایک عشرہ اور بڑھا کر سو پورا ہو گیا وقت اسکے رب کا چالیس راتیں انتہی اب تقریر استدلال سنئے اول تو جناب باری نے تیس شب کی محنت پر توریت کا وعدہ کیا پھر تیس رات کے مجاہدہ پر توریت عطا ہوئی بلکہ فرماتے ہیں کہ تیس رات کے بعد دس روز اور بڑھا دیے سبب اس زیادتی کا بجز اسکے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تیس رات کی خلوت پر توریت کا عطا ہونا خلاف مصلحت معلوم ہوا یہ کثیر اجرت اس قلیل مدت پر نا زیبا نظر آئے تعظیم اجرت کے لیے مدت و بڑھا دی سو اگر خدا ہی کو یہ بات پہلے سے سوجھی تھی تو بدا کا ثبوت موافق اصطلاح متقدمین ظاہر ہی ورنہ اسکے تو کم بھی نہیں کہ خداوند علیم تو جانتا تھا پر حضرت موسے اور بنی اسرائیل کو کچھ کا کچھ بتلا دیا سو اس بات میں اور اسبات میں گو زمین و آسمان کا تفاوت ہے پر ہمارے حق میں جیسا بدا حسب اصطلاح متقدمین و یسا ہی تو آیت رب العالمین اس صورت میں خدا کے کلام پر اعتماد نہ اس صورت میں کلام ربانی قابل استشہاد ہیہ اگر فضائل صحابہ وغیرہ معتقدات اہل سنت پر کلام ربانی شاہد بھی ہو تو کیا ہوا ایک بانی بات ہے۔ قابل التفات نہیں **اقول** اگر کوئی شیعہ اس آیت کو بدا کے جواز پر دلیل لایا ہے تو ہو سکتا ہی اور کچھ رد اسمیں نہیں ہی اسواسطے کہ خدایتعالی نے وعدہ تیس شب کا کیا تھا اور بعد گزرنے تیس روز کے وہ وعدہ وفا نہوا بلکہ دس روز اسپر اور بڑھائے اور بعد گزرنے چالیس دن کے وعدہ وفا ہوا اور پہلی وعدہ میں خلف لازم آیا یہانتک کہ قوم بے تمیز اور جاہل نے طعن کیا کہ موسی نے تیس دن کا وعدہ کیا تھا اور چالیس روز میں اُسکو وفا کیا چنانچہ تفسیر درمنثور میں لکھا ہی اور یہی بدا ہی کہ پہلے حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم دیوے لیکن خدایتعالی جانتا تھا اپنے علم قدیم سے پہلے ہی سے کہ ہم تیس روز کا وعدہ کرینگے اور جب موسی مسواک کر کے اپنے منہ کی بدبو دور کریگا تو ہم تیس روز کے حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم دینگے کہ دس روز تیس روز پر اور بڑھائینگے اور حقیقت میں خلف وعدہ بھی لازم نہ آیا کہ ایفای وعدہ بھی شروط پر موقوف ہوتا ہی اور اسمیں تمام شروط میں سے ایک مسواک کا نکرنا بھی تھا اور یہ کچھ ضرور نہیں ہی کہ خدایتعالی نے بندوں کو شروط پر بھی مطلع کرے اور وعدہ اُسکا حق ہی اور اگر بسبب کسی شرط کے اُسکا ایفا نہوا اور بندوں کو اُس شرط کی خبر نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وعدہ کو وفا کیوں نہیں کیا بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ کسی شرط پر موقوف ہوگا اور اسی طرح محدث عبد الحق دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ سیدی احمد زروق کہ از محققین علماء صوفیہ و از مشاہیر علماء مغرب است ذکر کردہ کہ بعضے از رعایت

ادب مقام ربوبیت آنست کہ باوجود وثوق تصدیق وعدہ سبحانہ تعالیٰ واجب ست اعتقاد بآنکہ واجب نیست ہیچ حق بروی تعالیٰ واعتبار این دو اصل و قاعدہ و تطبیق میان آنہا نزد تعارض واجب ترین ایمان است اگر وعدہٗ اجابت در وقت معین نیست فلا اشکال واگر بالفرض در وقت معین نیز شدہ باشد واجابت آں موعود دراں وقت بوقوع نیاید نیز تصدیق وعدہ در شک وتردد نیفتد ازانکہ تواند بود کہ وقوع وعدہ معلق باشد باسباب شروطی کہ دانائے مطلق عزشانہ بعلم آں مستاثر باشد وبندہ را براں اطلاع ندادہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وبروے تعالیٰ واجب ست کہ ہرچہ علم اوست از قیود وشروط بیان فرماید وبندہ را براں اطلاع بخشد الخ اور جو کچھ لکھا ہے یہی بدا میں ہوتا ہے کہ پہلے ایک حکم دیا اور بعد اسکے کسی مصلحت سے وہ حکم موقوف کرکے دوسرا حکم دیا لیکن بندہ اسکی وجہ کو نہیں جانتا اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ سے پہلے حکم میں غلطی ہوئی ہو اور پہلے سے وہ اسکو سمجھا نہیں تھا جیسا کہ یہ دروغ گو مفتری لکھتا ہے کہ پہلے سے یہ بات سوجھی تھی تب تو بدا کا ثبوت موافق اصطلاح متقدمین ظاہر ہے یہ شیخ بالکل جھوٹ لکھتا ہے اور اصطلاح متقدمین شیعہ کی ہرگز یہ نہیں ہے کہ خدا کو پہلے سے یہ بات سوجھی نہتھی اور اگر حضرت موسیٰ نے اور بنی اسرائیل کو کچھ کا کچھ بتلا دیا تو اسکا بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ جو کچھ بتلایا وہ ایک شرط پر موقوف تھا اور اسکا جواب ہم لکھ چکے اور توریہ خدا تعالیٰ نے ہرگز نہیں کیا ہے جیسے کہ ہم لکھ چکے اور بدا البتہ واقع ہوا ہے نہ اس طرح سے جیسا کہ تو کہتا ہے کہ خدا کو پہلے سے سوجھی نہتھی بلکہ پہلے سے علم قدیم سے خدا تعالیٰ سب جانتا تھا اور نہ جاننے کا مذہب تیرا ہوگا شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہے اور بدا کی کچھ یہی ایک لیل تیس شب کے وعدہ کی نہیں ہے بلکہ بہت سی صورتیں ہیں کہ اہل سنت کی روایتوں سے ثابت ہیں اور ہم کئی روایتوں کو پہلے اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ معاذ اللہ خدا سے غلطی ہوئی ہو یا پہلے سے وہ نہ سمجھا ہو اور اعتماد اگر خدا پر نہ ہوگا تو تمکو ہوگا اور شیعوں کا اعتماد تو سب خدا پر ہے اور اسی کے قول سے استناد ہے یا اسکے مقربوں اور خاصوں کے قول سے نہ ہر دشمنا ورجہلاء جاہل کے قول سے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فضائل پر جو کلام خدا شاہد ہے اسکا ہمکو بھی اعتقاد ہے اور سب صحابہ کو ہم ممدوح جانتے ہیں مگر بعضے انمیں سے جو بسبب حب ریاست اور طمع مال دنیا کے طریق حق سے منحرف اور برگشتہ ہوگئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے کہ وہ آیات مدح سے مستثنے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر کوئی سمجھ دار ہو تو ہم بھی اپنے جی میں اسکا جواب لئے بیٹھے ہیں غلطی یا غلط گوئی متکلم اور ہے اور غلط فہمی مخاطب اور حضرات شیعہ اپنی غلط فہمی سے اپنی غلط فہمی کو غلطی یا غلط گوئی خداوندی سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ غلط فہمی اپنی سمجھ کا قصور ہے خداوند علیم کا اسمیں کیا قصور ہے **اقول** شیعہ سب سمجھدار ہیں اور سمجھ تجھ کو ہی نہیں ہے کہ تو سمجھداروں کو بے سمجھ کہتا ہے اور تو شیعہ جو غلطی پر ہیں اور نہ وہ خدا کو غلطی پر کہتے ہیں تو انپر تہمت کرتا ہے کہ وہ خدا کی غلط فہمی کے قائل ہیں ناحق انکی طرف منسوب کرتا ہے انکا دامن اعتقاد ایسے عیبوں سے پاک ہے **قال الشیخ الاشعری** یہ سب جانتے ہیں کہ جناب باری نے اس قصہ کو مختصر بیان فرمایا ہے روزوں کا اسمیں ذکر نہیں مسواک کا اسجگہ مذکور نہیں سو جیسے روزوں کا ذکر نہیں فرمایا حالانکہ حدیث تفسیر سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ فقط تیس دن رات مقصود تھے بلکہ اتنے دنوں صائم رہنا مطلوب تھا ایسا ہی ہوسکتا ہے کہ بعض اور شرائط بھی ہوں کہ انکا ذکر نہیں فرمایا منجملہ مسواک کا نہ کرنا بھی ہو اور اگر فرض کیجے روایات سے ثابت ہو جائے کہ توراۃ کی اجرت میں فقط تیس دن کے روزے ہی ٹھیرے تھے اور سوا اسکے اور کوئی بات مشروط نہوئی تھی تو قطع نظر اسکے کہ اس امر کا ثبوت غیر ممکن معلوم ہوتا ہے فقط عدم ثبوت نکلے تو نکلے ثبوت عدم محال نظر آتا ہے ہم کہتے ہیں کہ بہت سی ایسی شرائط ہوتی ہیں کہ وقت تقرر اجرت انکا مذکور نہیں آتا انکا معروف ہونا کافی ہوجاتا ہے کچہری یا فوج کے ملازموں کو دیکھیے کیسا ہر خاص اور عام کا احکام اور تعدیم تسلیم کا وقت تقرر انسے کوئی مذکور نہیں کرتا باینہمہ ان امور کے ترک پر انسے مواخذہ کیا جاتا ہے جرمانہ لیا جاتا ہے تاوان لیتے ہیں سزا دیتے ہیں اور اگر ملازمان بادشاہی کی بات باینوجہ کہ قابل قیاس نہو کہ انسے تو اصل کار اور اجرت کی مقدار کا بھی ذکر آتا ایک بات معین ہوتی ہے جسے ہر خاص و عام جانتا ہے علی ہذا القیاس اور امور بالائی مثل لباس وغیرہ بھی معلوم ہوتے ہیں سو اس حساب سے انکا حال مثل اصل امر رہا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو ہمارا اور بھی مفید مطلب ہے کیونکہ جب شہرت کے سامنے تمام امور کے ذکر کی حاجت نہیں تو بعض امور کے مذکور ہونے کی تو بشرط شہرت لاجرم حاجت نہو گی **اقول** یہ ذکر تو ہم اول ہی کر چکے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شروط مذکور نہیں ہوتی اور اگر انکو ذکر نہ کیا تو کچھ مضائقہ نہیں اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ بعد تیس دن کے توراۃ کے عطا کرنے کی شرط جو تھی وہ وقوع میں نہیں آئی تھی اسواسطے دس روز اور بڑھائے تھے اسقدر کیوں طول دیا اور بدا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب پہلے حکم کی جو شرط مفقود ہوجاتی ہے تو دوسرا حکم صادر ہوتا ہے اور یا یہ کہ اس حکم کی مدت گزر جائے لیکن خدا تعالیٰ دوسرا حکم جو بدلتا ہے تو اس سے بے خبر نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ کہ پہلے حکم میں غلطی معلوم ہوئی تو اسکو بدلا بلکہ روز ازل سے ہر ایک امر کو جانتا ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا یہ مثال ناپسند ہے تو اور مثال لیجے گھوڑے کو کہیں جانے کی لیے کرایہ کرتے ہیں تو چار جامہ یا نوزی لگام رکاب وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں کرتا باینہمہ اگر گھوڑے والا گھوڑے کے ساتھ یہ چیزیں حوالہ نہیں کرتا تو کرایہ چاہنے والا ایسا کچھ لڑتا جھگڑتا ہے اور بن پڑتا ہے تو کرایہ میں سے بھی کچھ نہ کچھ کر لیتا ہے ایسے ہی اگر ابین بندگان خاص خداوندی حضرات انبیاء اور جناب باری کچھ قوانین ادب مقرر ہوں اور بندگان خاص کے نزدیک

مشہور معروف ہوں اور اسکے ترک پر اگرچہ ذکر نہ آئے مواخذہ ہو تو عین حق اور عین صواب ہے مگر اسکو بدا نہیں کہہ سکتے بدا کہنا جب مناسب ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہرگز اسکی اطلاع نہو اور در صورتیکہ اسکی اطلاع ہو اور فقط بمقتضائے بشریت اُنسے خطا ہو جائے تو پھر بدا کہا اور یہ بھی نہ سہی کلام اللہ سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ تیس دن کے مجاہدہ پر توراۃ کا عطا ہونا ٹھیرا تھا اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک ماہ کا کسیکا کچھ مشاہرہ مقرر کردیں سو جیسے ایک ماہ کی تنخواہ کے یہ معنی ہیں کہ ایک مہینے کی بیمزدوری ہوئی خواہ تیسویں دن ملی خواہ دس دن بعد ایسے ہی تیس رات دن کے مجاہدہ پر توراۃ کے عطا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ تیس دن کے مجاہدہ کا یہ ثمرہ اور یہ پھل ہے خواہ تیسویں دن ملی ہو یا دس دن بعد باقی رہی دس روز زیادہ کی محنت کی وجہ اسکا بیان ہمارے ذمہ ضرور نہیں **اقول** مثال گزشتہ ہمکو ناپسند نہیں ہے بلکہ ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں اور بعد اُسکے جو مثالیں لکھی ہیں اور اُجرت اور مزدوری کا ذکر کیا ہے اسکے کیا تعلق ہے بدا تو ہم اس جہت سے کہتے ہیں کہ خدا تعالے نے حضرت موسیٰ سے وعدہ تیس شب روز کا کیا اور جب تیس روز گزر گئے تو وعدہ کو وفا نہ کیا اور تیس روز کے حکم کو منسوخ کر کے دس روز اور زیادہ کئے اور چالیس روز میں وعدہ کو وفا کیا یعنی حکم کیا تھا کہ ہم تیس روز میں وعدہ کو وفا کرینگے سو تیس روز میں تو وفا نکیا بلکہ چالیس روز میں وفا کیا اور یہی بدا ہے اور مزدوریوں کا کیا ذکر ہے کہ تیس دن میں اگر ادا نکی تو چالیس دن میں ادا کی جا ہو ہزاروں میں دا کرو ذکر تو اسکا ہے کہ تیس دن کا وعدہ کیا اور پھر تیسویں دن نہ دیا ذکر تو کچھ ہے اور لکھتا کچھ ہے اور بدا کی دلیل کچھ یہ قصہ توراۃ کے دینے ہی کا نہیں ہے اسکی دلیلیں تو کثرت سے ہیں کہ جو روایات اہل سنت میں موجود ہیں اور پہلے اس سے ہم بہت سا کچھ لکھ چکے ہیں تو نے ایک آسان بات سمجھکر حضرت موسیٰ کے قصہ کی اُسکا ذکر کیا اور سوا اسکے اور دلیلوں سے اعراض کیا کتب تفاسیر اور احادیث میں لکھا ہے کہ حضرت یونس نے اپنی قوم سے وعدہ کیا کہ فلانے روز تمپر عذاب نازل ہوگا اور قوم نے دعا کی اور زاری کی تو وہ عذاب مرتفع ہوگیا اور حضرت یونس کے خبر دینے میں خلاف لازم آیا اور حضرت یونس وہاں سے نکلگئے اس خیال سے کہ میں قوم کے نزدیک جھوٹا ٹھیرا کہ اُنپر عذاب نازل نہوا اب کچھ تو کہ یہ بدا نہیں تو کیا ہے اور حیوۃ الحیوان دمیری شافعی میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایک جانور کے بچے جب وہ دیتا جبھی اُسکے آشیانہ میں سے نکالکر لیجاتا اُس جانور نے خدا تعالے سے شکایت کی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اب وہ تیرے بچہ لیجائیگا تو اُسکو میں ہلاک کرونگا اس وعدہ کے بعد ہی وہ شخص آیا اور وہ بچے اُس جانور کے لیگیا اور اُس نے صدقہ جو دیا تو ہلاک ہونے سے محفوظ رہا چنانچہ حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ وفی تاریخ ابن النجاری وعوالی ابی عبد اللہ بن اللتنی برانس بن مالک الانصاری فاضی البصرۃ وعالمہا ومسندہا وہو من کبار شیوخ البخاری من حدیث الحسن بن ابی الحسن البصری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال کان فیمن قبلکم رجل یاتی وکر طائر کلما افرخ یاخذ فرخہ فشکی ذلک الطائر الی اللہ تعالیٰ ما یفعل بہ فاوحی اللہ الیہ ان عاد فسا اہلکہ فلما افرخ الطائر خرج ذلک الرجل کما کان یخرج فبینما ہو فی بعض الطریق فسالہ سائل فاعطاہ رغیفا کان معہ یتغداہ ثم مضی حتی اتی الوکر فوضع سلمہ ثم صعد واخذ الفرخین وابواہما ینظران الیہ فقالا ربنا انک لاتخلف المیعاد وقد وعدتنا ان تہلک ہذا اذا عاد وقد عاد واخذ فرخینا ولم تہلکہ فاوحی اللہ الیہما الم تعلما انی لا اہلک احدا تصدق فی یومہ بمیتۃ سوء انتہیٰ ملخصا اب انصاف کر ناچاہئے کہ یہ روایت بدا پر دلالت کرتی ہے یا نہیں اور روضۃ العلماء میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام مع حواریوں کے بیٹھے تھے کہ گزر ایک دھوبی کا ہوا اور اُسکی پشت پر گٹھا کپڑوں کا تھا حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ یہ دھوبی اسی ساعت میں مریگا اور اُسکا جنازہ میرے پاس آئیگا شام کے وقت دھوبی صحیح و سلامت اُلٹا پھر کر آیا مع کپڑوں کے حواریوں نے اُسے زندہ دیکھکر بہت تعجب کیا حضرت عیسیٰ نے دھوبی سے فرمایا کہ تو اپنا قصہ بیان کر کہا کہ میں صبح کو نکلا اور میرے پاس تین روٹیاں تھیں ایک سائل میرے آگے آیا میں نے اُسکو ایک روٹی دی اُس نے دعا کی کہ خدا تعالیٰ تجھسے بدی کو دفع کرے میں آگے چلا اور دوسرا سایل آیا اُس نے سوال کیا تو دوسری روٹی میں نے اُسکو دی اُس نے بھی دعا کی کہ خدا تعالے تجھ سے بلا کو دور کرے اور جس وقت میں نے گٹھا کپڑوں کا کھولا تو اُسمیں ایک کالا سانپ دیکھا کہ اُسکی آنکھوں میں آگ چمکتی تھی اور اُسکی گردن میں دو زنجیریں پڑی تھیں اور دو فرشتے اُسکو کھینچتے تھے یہانتک کہ گٹھے سے کپڑوں کے اُسکو نکالدیا حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ روٹی کے صدقہ دینے کے سبب سے خدا تعالیٰ نے تجھ کو سلامت رکھا اور تیری عمر کو زیادہ کردیا چنانچہ لکھا ہے کہ حدثنا ابو عبد اللہ المطوعی باسنادلہ عن وہب رحمہ اللہ قال کان عیسے النبی صلوات اللہ علیہ قاعدا مع الحواریین اذ مر قصار علے ظہرہ حزمۃ ثیاب فقال عیسے علیہ السلام للحواریین ان ہذا القصار یحمل الساعۃ ویرد علے جنازتہ فحلوا فلما کان عند المساء فرجع القصار سالما مع ثیابہ فتعجب الحواریون بذلک فقال عیسے للقصار اخبرنی عن قصتک قال خرجت بالغداۃ ومعی ثلثۃ ارغفۃ فاستقبلنی سائل فدفعت الیہ واحدا فدعا وقال صرف اللہ عنک السوء فمضیت فاستقبلنی سائل آخر فسالنی فدفعت الیہ الرغیف الثانی فقال صرف اللہ عنک البلاء واذا فتحت حزمۃ ثیابی رایت فیہا حیۃ سوداء تلتہب النار من عینیہا وفی عنقہا سلسلتان واذا بملکان یمدان تلک الحیۃ حتی اذا اخرجاہا من حزمۃ ثیابی فقال عیسے ان الرغیف سلمک اللہ تعالیٰ وزاد فی عمرک اب دیکھ تو یہ بدا نہیں تو کیا ہے اور اس طرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں بہت ہیں اور جب ہم اس طرح کی روایت کسی امام سے بیان کرتے ہیں تو یہ لوگ اُسپر طعن کرتے ہیں کیا اسکو انصاف

کہتے ہیں کہ خود تو جسقدر چاہیں بیان کریں اور جب کوئی دوسرا ایسا بیان کرے تو اُسپر طعن کریں **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی نادان لفظ اتممناہا سے دس رات کی نسبت تیس رات کی تتمہ ہونا سمجھ کر اُلجھنے کو تیار ہو تو اسکا جواب یہی ہے کہ سنن و نوافل کا بہ نسبت فرائض کے متمم ہونا اور علی ہذا القیاس صدقۃ الفطر کا بہ نسبت صیام رمضان کے متمم ہونا احادیث صحیحہ سے ظاہر و باہر ہے مگر کسیکے نزدیک اسکے یہ معنی نہیں کہ فرائض پنجگانہ کے مقدار بہ نسبت زمانہ سابق کے زیادہ کی گئی بلکہ یہ معنی ہیں کہ بمقتضای بشریت ہر عمل میں کچھ نہ کچھ قصور رہ ہی جاتا ہے کتنا ہی اہتمام کیوں نکرو اس صورت میں مقدار اصلی خدا کے نزدیک بھی اور بندوں کے علم میں بھی وہی رہی اور یہ سب اوپر کا بکھیڑا از قبیل قضاء مافات اور جبر نقصان اور مکافات تقصیرات ہے سو ایسے ہی ان دس دن کو سمجھئے بلکہ لفظ اتممناہا ہی خود اس بات پر شاہد ہے کہ یہ دس دن کی محنت از قبیل جبر نقصان ہے ورنہ میعاد اصلی وہی تیس دن تھے اگر ان تیس رات کا مجاہدہ بہمہ وجوہ قابل پسند ہوتا اور بمقتضاء بشریت جس سے سب چارہ نہیں نبی ہو یا ولی ہو چنانچہ واقف کار واقف ہیں کوئی قصور و فتور عارض حال موسوی نہوتا تو جناب باریتعالی کیطرف سے اور دس دن کا مطالبہ نہوتا باقی رہا لفظ میقات ربہ کا اس بات پر دلالت کرنا کہ میعاد اصلی چالیس راتیں تھیں سو اسکا جواب یہ ہے کہ بازار خداوندی میں ہر عمل کی ایک اجرت ہے اور ہر اجرت کے لئے ایک محنت معین ہے کلام اللہ حدیث اسکی گواہ ہیں نائل عظیمہ مثل حصول توراۃ وغیرہ کا نرخ چالیس رات کی محنت اصل سے مقرر ہو مگر کمال جود اور عموم رحمت کے باعث حضرت موسی علیہ و علی نبینا السلام کیلئے دس دن یعنی تہائی محنت کی تخفیف کی گئی ہو جیسے اس امت کے عوام کے لئے نو حصہ محنت کے تخفیف کی گئی ہے باور نہو تو اس آیت کو دیکھیے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا یعنی جو ایک نیکی لائیگا دس گنا ثواب پائیگا سو دس گنا تو جبھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک نیکی کی عوض دس نیکیوں کا ثواب ملے یہ جب ہی ہے کہ ایک ہی نیکی پر دس نیکیوں کا ثواب ملا تو نو حصہ محنت کے تخفیف آپ نکل آئی آیات اور احادیث میں اس مضمون کی اور بھی بہت شواہد ہیں پھر بعضے آیات و احادیث تو ایسی ہیں جن سے اس سے زیادہ تخفیف بھی بعض بعض افراد کے لئے ثابت ہوتی ہے باندیشہ تطویل تفصیل سے معذور ہوں **اقول** ذکر تو کچھ اور ہے اور یہ شیخ لکھتا کچھ اور ہے کہیں تو لکھتا ہے کہ کوئی دس دن کو تیس روز کا تتمہ سمجھے جیسے کہ نوافل فرائض کا تتمہ ہے اور کہیں دس دن کو قبیل قضاء مافات اور جبر نقصان سے کہتا ہے یہ سب صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو بھی ہمنے ان سب تحریروں کو تسلیم کیا اگر ہمارا تو مطلب وہ ہے کہ جو کئی مرتبہ ہم لکھ چکے کہ خدایتعالی نے تیس روز کا وعدہ کیا اور تیس روز گزر گئے تو وعدہ کو وفا نکیا اور اس حکم کو منسوخ کرکے اور دس روز زیادہ کرکے چالیس روز میں وعدہ وفا کیا اور یہی بدا ہے اور اجر تو نکا اور ثوابوں کا ذکر جو کرتا ہے بھلا اسکا کون منکر ہے لیکن گفتگو تو اور ہے اور لکھتا کچھ اور ہے اور لفظ میقات ربہ سے کچھ مراد نہیں ہے ذرا جو تونے لکھا ہے بلکہ مراد اُس سے یہ ہے کہ پہلے تو میعاد اصلی تیس روز تھی اور جب وہ منسوخ ہوگئی کہ اُسکے گذرنے پر ایفای وعدہ نہوا اور دس روز اُسپر بڑہائی تو اب میعاد چالیس روز مقرر ہوئی یہ دوسرا علم ہے **قال الشیخ الاشعری** غرض یہ ہے کہ حضرت موسی کے لیے بحکم عنایت قدیمانہ دس دن کی تخفیف ہوئی ہو پر بمقتضای بشریت حضرت موسی علی نبینا و علیہ السلام سے یہ عمل کامل بن پڑا جیسا توراۃ کے معاوضہ کے لئے درکار تھا بلکہ کچھ نقصان نکلا جسکی مکافات اور دس دن کی خلوت اور مجاہدہ سے ہو سکے اس لئے بنظر رحمت خاصہ حضرت موسی کی تیس دن کی محنت کو رد تو نکیا اگرچہ رد کرنیکا موقع تھا ہاں دس دن کی اور ہدایت فرمائی تا کہ کامیاب جائیں اور غیروں کے سامنے ندامت نہ اٹھائیں جب اس طریقہ سے وہی چالیس دن آپڑے تو جناب باری نے بھی یہ ارشاد فرمایا فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً یعنی بس تمام ہوگئی وہی چالیس راتیں جو اُسکے رب کا میقات تھا یعنی وہ وقت جو ایسی نعمتوں کے لئے اُس نے مقرر کر رکھا تھا سو انجام کار وہی پورا ہوا **اقول** تخفیف حضرت موسی کو دس دن کی ہرگز نہیں ہوئی اور نہ یہ کہیں سے ثابت ہے اہل سنت کی روایتوں میں تو یہ آیا ہے کہ ابتدا میں خدایتعالی نے تیس روز ہی کی میعاد مقرر کی تھی تورات کے دینے کی اور یہ ملحوظ تھا کہ اس میں دس روز کے تخفیف ہے تو کہاں سے کہتا ہے احتمالات باطلہ سے کام نہیں چلتا ہے اور اُن روزوں میں مسواک کا نکرنا شرط تھا جب حضرت موسی نے مسواک کی اور مسواک کرکے اپنے دہن مبارک کی بو کو زائل کیا تو خدایتعالی کو پسند نہ آیا کہ وہ صائم کی دہن کی بو کو مشک سے بہتر جانتا ہے اسواسطے دس روز اور بڑہائے اور حضرت موسی کا عمل تو وہی روزے تھے اور روزہ رکھنے میں اُنہوں نے کوئی قصور نہیں کیا مگر اُسکی شرط کہ جسکی اُنکو خبر نتھی وہ عمل میں نہ آئی اُنکی طرف سے تو عمل کامل ہی ہوا ہے گو پسندیدہ خدا بسبب فقدان شرط کے نہوا اور دس دن اسواسطے بڑہائی کہ کچھ اور روزہ رکھے اور اسکے منہ سے بو آئے تا کہ میں توراۃ اسکو دوں سو تیس روز منسوخ ہوکر چالیس روز آپڑے اور خدایتعالی نے فرمایا فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً اور یہ وقت خدایتعالی نے بعد منسوخ کرنے تیس روز کے مقرر کیا **قال الشیخ الاشعری** یا یوں کہئے کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بذات خود قابل اہتمام اور شایان تاکید نہیں ہوتیں کسی بندہ خاص سے جو ایک وقت خاص اور ساعت اخلاص میں بضرورت کسی امر عارضی کے ظاہر ہوتے ہیں تو جناب باری بروے کمال بندہ پروری اور غلام نوازی اُس عمل کو ایسا قبول کرتا ہے کہ اسکو داخل عبادات خاصہ کر دیتا ہے اور پھر ہر خاص و عام سے اسکے کرنے کرانے کا طالب ہوتا ہے تا کہ خدا کی قدر شناسی اور اس بندہ کی رفعت قدر معلوم ہو جائے مثال اسکی اگر مطلوب ہے تو حضرت ہاجرہ کا

صفا مروہ کے بیچ دوڑنا اور اس سببسے اس سعی کا داخل سنن یا واجبات حج ہو جانا حالانکہ عقل سلیم کو اس دخل میں کوئی مضمون تعبد کا نظر نہیں آتا سبکا منشاء ہوا قصہ ہے علی ہذا القیاس اگر چالیس رات کی مقدار اول ہی خداوند کریم کے نزدیک قابل اہتمام نہو بلکہ اُس تک وہی تیس رات کی مقدار مہتم بالشان ہو مگر چونکہ بندہ خاص سراپا اختصاص حضرت موسی علیہ و علی نبینا الصلوۃ والسلام سے ایک وقت خاص میں جسکا مذکور ہی چالیس رات کا مجاہدہ بضرورت معلوم ظہور میں آیا تو بوجہ کمال اخلاص حضرت موسی علیہ السلام جناب باری نے اس عمل کو ایسا قبول فرمایا کہ آیندہ سے فضائل جلیلہ کی تحصیل کے لئے عدد اربعین ہی مقرر ہو گیا اور جب اس وجہ سے یہ عدد مہتم بالشان ٹھہرا تو جناب باری عز اسمہ کے اس قول کی فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً یہ معنی ہونگے کہ ہر چند ایسی نعمتوں کے لئے اصل میں وہی تیس راتیں تھیں لیکن چونکہ حضرت موسی علیہ السلام سے بضرورت معلوم حالت اخلاص میں چالیس رات کا مجاہدہ ظہور میں آیا تو خداوند کریم نے اس عمل کو اُنکے اخلاص کے باعث ایسا قبول فرمایا کہ اب سے تقرب بارگاہ خداوندی کے لئے پوری چالیس شب و روز کی خلوت مقرر ہو گئی چونکہ پہلی تقریر اور اس تقریر میں فرق ظاہر ہے ان دونوں کے بیان فرق سے معذور ہوں **اقول** ایسا تو ہو سکتا ہی کہ خداتعالی اپنے بندہ خاص کی کسی عمل کو داخل عبادات کر دے لیکن حضرت موسی سے چالیس رات کا مجاہدہ بے حکم خدا ظہور میں نہیں آیا بلکہ جسوقت خداتعالی نے تیس رات کے مجاہدہ پر دس رات کو زیادہ کیا تو اُسوقت اُنہوں نے بحکم خدا چالیس شب کامل کے اور پہلے تو خداتعالی نے موافق اپنے علم کے تیس رات ہی مقرر کی تھی اور چالیس رات کی حکمت نتھی مگر تیس شب کی شرط جو تھی وہ حضرت موسی کے ہاتھ سے جاتی رہی اسواسطے تیس رات کے حکم کو منسوخ کیا اور راتیں اُسپر زیادہ کرکے چالیس شب مقرر کیں لیکن تیس راتیں جو خداتعالی نے مقرر کی تھیں اُسوقت خداتعالی جانتا تھا کہ موسی اسکی شرط کو بجا نہ لائیگا اور ہم اُس مجاہدہ اور اُسپر زیادہ کرینگے اور چالیس رات کا مجاہدہ جو حضرت موسی سے ظہور میں آیا ہی وہ پہلی پہل بحکم خدا کے ظہور میں نہیں آیا ہی تاکہ تقرب بارگاہ خداوندی کے لئے بلحاظ شب و روز کی خلوت مقرر ہو بلکہ پہلے تیس شب کا وعدہ کیا اور بعد اُسکے مصلحت چالیس رات کی ہوئی تو دس رات اور زیادہ کیں اور یہی بدا ہے **قال الشیخ الاشعری** ہاں نتیجہ اس طول بیانی کا عرض کرنا پڑا اس لئے سامع خراش اہل انصاف ہوں کہ بدا کا ثبوت اس آیت سے جب ہو سکتا ہی کہ یا تو خود جناب علام الغیوب نے ہی پہلے سے یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ بعد مرور تیس شب کے حضرت موسی علیہ السلام کو توراۃ عطا کریں گے اور جبتک ہرگز چالیس رات کی تاخیر کا دھیان نتھا اتفاق سے کسی مصلحت تازہ کے باعث ارادہ سابق سے پلٹ گئے اور تیس رات کے بعد عطا فرمائی یا جناب باری عالم الغیب الشہادت کے علم و ارادہ میں تو یہی تہا کہ بعد انقضائے مدت چہل شب عطائے توراۃ سے حضرت موسی مشرف ہوں مگر عمداً حضرت موسی علیہ السلام کو تیس شب کے بعد توراۃ کے عطا ہونیکی خبر دی حضرت موسی علیہ السلام باعتماد صدق خبر خداوندی یہی سمجھتی رہی کہ لاجرم بعد مرور تیس شب کے توراۃ عطا کی مگر چونکہ مدنظر خداوندی کچھ اور تھا توراۃ کی بات بعد چالیس رات پر جا پڑی اس صورت میں گو صفت خداوندی اور ارادہ عیب و نقصان سے منزہ رہی پر کلام خداوندی میں دروغ کا بٹا لگا **اقول** جو کچھ تو نے بیان کیا ہی پہلے قول میں نتیجہ اُسکا یہ نہیں ہی کہ جو تو اب بیان کرتا ہی اور ثبوت بدا کا اس آیت سے تو ہم برابر لکھتے چلے آتے ہیں اور خداتعالی نے البتہ یہ مقرر کر رکھا تھا کہ بعد گزرنے تیس شب کے موسی کو ہم توریت دینگے اگر اُسکی شرط کو وہ بجا لایا اور اسی واسطے وعدہ کیا تہا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ موسی اُسکی شرط کو بجا نہ لائیگا اور جب شرط کو بجا نہ لائیگا تو ہم دس روز تیس روز پر زیادہ کرکے چالیس روز کر دینگے اور البتہ چالیس شب کا پہلی ہی سے اسکو دھیان ہی تھا اور تازہ مصلحت کوئی نہیں سوجھی تہی کہ وہ عالم الغیب ہے اور ہر امر کو ازل سے ابد تک جانتا ہی اور پہلے سے نہ جاننے کا اور تازہ مصلحت کے سوجھنے کا اعتقاد ہماری نزدیک کفر ہے اور بدا ہماری نزدیک جسکو کہ ہم خدا پر روا رکھتے ہیں یہ نہیں ہی کہ جس میں خدا کا جاہل ہونا لازم آئے اور جناب باری کے علم اور ارادہ میں یہ تھا کہ بعد انقضائے مدت چہل شب کے حضرت موسی کو توراۃ عطا کرینگے جسوقت کہ وہ تیس شب کی شرط کو بجا نہ لائیگا اور عمداً حضرت موسی کو تیس شب کے بعد دینے کی البتہ خبر دی جسوقت کہ وہ اسکی شرط کو بجا لائی اور یہ جھوٹ نہیں ہے اور نہ جھوٹ کا بٹا اسکو لگا ہی چنانچہ ہم مدارج النبوت عبد الحق دہلوی سے لکھ چکے ہیں کہ اگر خداتعالی وقت معین کا وعدہ کرے اور اُسکا ایفا نکرے تو اُسکے صدق وعدہ میں شک اور تردد نہیں ہو سکتا ہو سکتا ہی کہ وقوع وعدہ اسباب اور شروط پر معلق ہو کہ جو اُسکے علم میں ہی اور اُسکی ذات پر واجب نہیں ہی کہ بندہ کو اُن اسباب اور شروط سے مطلع کرے اور اگر یہی دروغ ہی کہ جو تو کہتا ہے ایسا تو خداتعالی نے بہت سا فرمایا ہے کہ چاہئے کہ تیری نزدیک خداتعالی جھوٹ بولا ہو اور ابہی ہم حیوۃ الحیوان دمیری شافعی سے لکھ چکے ہیں کہ خداتعالی نے طائر سے کہا کہ جو شخص تیرے بچہ لیجاتا ہے اُسکو میں ہلاک کرونگا اور خداتعالی نے اُسکو ہلاک نکیا اور روضۃ العلما سے لکھا ہی کہ حضرت عیسیٰ نے باطلاع خداتعالی حوارئین سے کہا کہ یہ دھوبی اسی ساعت مریگا اور وہ نہ مرا اور درمنثور میں کعب سے روایت ہی کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ عادل تھا اُس زمانہ کے پیغمبر کو خداتعالی نے وحی کی کہ اُس بادشاہ سے کہہ کہ تین روز میں تو مرنیوالا ہے اور وہ نہ مرا اور بستان المحدثین میں مولوی عبد العزیز صاحب نے لکھا ہی کہ بنی اسرائیل میں دو بادشاہ تھے کہ وہ دونوں آپس میں بھائی تھے اور ایک تو عادل تہا اور دوسرا ظالم تہا اور اُس زمانہ کا جو

مدارج النبوت ۲۵۲

پیغمبر تھا اُسکو خدا تعالی نے وحی کی کہ اس عادل کے عمر میں تین برس باقی رہے ہیں اور اس ظالم کی عمر میں سے تیس برس باقی رہی ہیں اور ایسا نہوا بلکہ جسکو خدا تعالی نے کہا تھا کہ تین برس میں مریگا وہ تو تیس برس میں مرا اور جسکو خدا تعالی نے کہا تھا کہ تیس برس میں مریگا وہ تین برس میں مرا اور اس طرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں بہت ہیں اور اثبات بدا میں ہم کئی جگہہ لکھ چکے ہیں اب تجھکو لازم ہے کہ تو خدا تعالی کو جھوٹا ٹھیرا کر دروغگوئی کا بٹا لگاوے **قال الشیخ الاشعری** یہ اسواسطے جتلایا کہ بعض محققان شیعہ بپاس صفت علم وارادہ بدا کی تقریر کچھہ ایسی کرتے ہیں جس سے نقصان و عیب جو کچھہ ہوا اخبار تک رہی علم وارادہ تک نہ پہنچی پر جو لوگ خدا کی عظمت و جلال کو کسیقدر سمجھتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ خداوند عظیم الشان کے کوئی صفت کیوں نہو عیب و نقصان سے مبرا ہے محقق مذکور نے بزعم خود اچھی روش اختیار کی تھی اور صفت علم وارادہ کو بچا کر یوں خوش تھے کہ اہل سنت سے دامن چھڑا لیا پر یہ نسمجھے کہ صفتیں اگر منزہ رہیں تو کیا ہوا ایک وصفت میں نقصان لازم آیا ارے ہو دروغگو را حافظہ نباشد **اقول** نہ شیعوں کے نزدیک نقصان صفت علم وارادہ خدا میں ہے اور نہ خبر کرنے میں اور بعض محققان شیعہ معلوم نہیں کسکو کہتا ہے اگر جانتا تھا تو نام اُسکا کیوں نہیں لکھا جھوٹ لکھنے سے کیا فائدہ جھوٹ کو کون تسلیم کرتا ہے اور جیسی کہ خدا تعالی کی تنزیہ شیعوں کے مذہب میں ہے ایسی کسی مذہب میں نہیں ہے بلکہ سب اسکو پاک جانتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ طرح طرح کے عیبوں سے خدا تعالی کو آلودہ کرتے ہیں اور معلوم نہیں محقق مذکور کون شخص ہے کوئی اہل سنت میں سے ہوگا شیعوں میں تو ایسا کوئی شخص نہیں ہے اور اگر نظام الدین جیلانی کو کہتا ہے تو وہ تو ایک شخص مجہول ہے اُسکو تو کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور کس زمانہ میں تھا پس خدا اُسکا محقق ہونا اور جو کچھہ اعتقاد اُسکا تو نے لکھا ہے ایسے اعتقاد والے پر تو شیعہ لعنت کرتے ہیں ایسے اعتقاد والے کا شیعوں کے جواب میں ذکر کرنا بڑی حماقت کی بات ہے جو ایکہ تو خدا تعالی کو جمیع عیوب سے پاک جانتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بہر حال یہ دو صورتیں بدا کے ثبوت کی نہیں اور درصورتیکہ یہ دونوں صورتیں نہوں بلکہ محتمل عقد اجارہ اور تعلیق شرط و جزا ہو تو اگر بوجہ عدم وقوع شرط جزا ظہور میں نہ آئی اور بسبب ناپسندی عمل اجرت نملی تو اس میں خدا کی جانب کونسا قصور عائد ہوتا ہے جو بدا کے ثبوت کی گنجایش ملی ہاں حضرت موسی علیہ السلام غلطی فہم کے باعث جس سے انبیاء معصوم نہیں ہیں اگر کچھہ کا کچھہ سمجھہ جائیں تو ہم تو نہیں کہہ سکتے یہ اُنکا قصور ہے مگر اسکو بدا سے کیا علاقہ ایسی بدا کی تو خود اہل سنت جو بدا کے نہایت منکر ہیں بکثرت قائل ہیں اختلاف ائمہ جو لاجرم ایک نہ ایک کی غلط فہمی کو مستلزم ہے اُنکے نزدیک رحمت غلطی ہے **اقول** ان دو صورتوں سے کیا ہے بدا کو تو ہم برابر ثابت کرتے چلے آتے ہیں لیکن جس بدا کو تو ہماری طرف منسوب کرتا ہے اُس بدا کے ہم قائل نہیں ہیں اگر وہ بدا ثابت نہیں ہوتا تو نہو جو کہ ہمارے نزدیک آیات و روایات اہل سنت بھی بدا پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ بسبب عدم وقوع شرط جزا ظہور میں نہ آئی اور پہلا حکم منسوخ ہوا اور اسی کو ہم بدا کہتے ہیں اور خدا کی طرف ہمیں ہمارے نزدیک کوئی قصور عائد نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے مفصل مدارج النبوت سے لکھ چکے اور بدا بہر نہج ثابت ہے اور حضرت موسی کا بھی کچھ قصور نہیں ہے اور نہ اُنکی کوئی غلط فہمی ہے دلیل حصول اُس امر کا ایک شرط پر موقوف تھا اور حضرت موسی اُس شرط سے آگاہ نہ تھے اور خدا تعالی پر اُس شرط سے مطلع کرنا واجب بھی نہ تھا اور نہ حضرت موسی کچھ کا کچھ سمجھے بلکہ جو کچھ خدا تعالے نے فرمایا تھا وہی سمجھے تھے اور انبیاء علیہم السلام تمہارے نزدیک غلط فہم ہیں ہمارے نزدیک نہیں ہیں اور اگر وہ غلط فہم ہوں تو خدا کے حکم کو غلطی سے امت پر کچھ کا کچھ پہنچائیں اور جو کہ علم خدا ہی غلطی ہے اسکو نہ پہنچا سکیں اور بدا کی منکر اہل سنت اپنی تعصب اور عداوت سے ہیں نہ جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکے اہلسنت بھی قائل ہیں اور جس بدا کے اہلسنت منکر ہیں جسمیں غلطی علم الہی ہوئی ہو اور پہلے نہ سمجھا ہو اور بعد اسکے سمجھکر پہلی رائے کو بدل دیا اسلئے ہم بھی منکر ہیں یہ بدا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور اسکے معتقد کو ہم کافر جانتے ہیں اور ائمہ علیہم السلام میں ہرگز اختلاف نہیں ہے اور اگر اختلاف ہے تو راویوں کے بیان کی جہت سے ہے نہ کہ وہ قصور اُنکی سمجھ کا ہے اور ائمہ کی غلط فہمی نہیں ہے اور ائمہ علیہم السلام تو معصوم ہیں اگر اُنکی روایتوں میں اختلاف ہو بھی تو کچھ بعید نہیں ہے تمہارے یہاں تو ایک جناب رسول خدا کے اقوال میں اختلاف ہے اور یہ روایت تو تمہاری کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا اختلاف امتی رحمۃ یہانتک کہ ایک کتاب تمہارے مذہب میں ہے کہ نام اُسکا اختلاف الامۃ رحمۃ للامۃ ہے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ بدا کی حقیقت یہ ہے کہ متکلم یعنی جناب باری خود غلط سمجھے جیسے متقدمین شیعہ کی رائے معلوم ہوتی ہے یا عمداً غلط کہدے جیسے بعضے محققین زمانہ تاویل کرتے ہیں نہ یہ کہ مخاطب یعنی انبیا یا علماء وغیرہم اپنی قصور فہم سے کچھ کا کچھ سمجھ جائیں اسکو غلطی اجتہاد اور غلطی فہم اور قصور فہم کہتے ہیں بدا کو اس سے کچھ علاقہ نہیں ہاں کوئی قاصر الفہم اگر اسکو بدا سمجھ جاوے تو تا دم وضوح حق گو نہ معذور ہے گو ایسی باتوں میں عذر جہل مقبول نہیں اور بعد وضوح حق اور اتمام حجت پھر یہ قصور اعلی درجہ کا قصور ہے نعوذ باللہ من سوء الفہم **اقول** یہ بدا کہ جو تو نے لکھا ہے یہ ہمارے نزدیک باطل اور کفر ہے اور اسکے ہم ہرگز قائل نہیں اور جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکو ہم ثابت کرتے چلے آئے ہیں کہ جسمیں خدا تعالی کی غلطی کا وہم نہو اور متقدمین شیعہ کی ہرگز یہ رائے نہیں ہے جو کہ تو کہتا ہے تو بالکل جھوٹ لکھتا ہے اور متقدمین کے اقوال کو اس مقدمہ میں ہم پہلے اس سے لکھ چکے کہ وہ اس بہتان سے بری مبرا ہیں اور متقدمین میں سے تو نے کسیکا قول بھی تو نہیں لکھا کہ اُنکی رائے یہ ہے کہ ایک نظام الدین جیلانی مجہول الحال کا تو نے حوالہ دیا ہے کہ وہ یوں لکھتا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ مولوی عماد الدین سنی لکھتے ہیں کہ یہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اپنی طرف سے بنا لیا ہی اور خدا کی طرف جو منسوب کرتے ہیں یہ غلط ہی اور تیرے ہی محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ عمداً خدا جھوٹ کہدیوے اور اسکی روایتیں بھی ہیں جیسا اہل سنت کی کتابوں میں لکھ چکے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ فلانا تین روز میں مریگا اور وہ نہ مرا اور فلانے کی عمر تیس برس کی ہوگی اور تیس برس کی عمر نہوئی بلکہ تین برس کی ہوئی اور تمہارے مذہب میں جایز ہی کہ شارع جھوٹی خبر دیوے چنانچہ مولوی عبد العلی نے شرح مسلم میں لکھا ہی خبر کے نسخ کرنے کے مقدمہ میں کہ جایز ہی کہ شارع حکم کرے ایک شی سے خبر دیجائے کہ وہ سچی ہوا اور بعد اسکے کوئی مفسدہ اسکو عارض ہو اور دروغگوئی کی مصلحت ہو تو اسکی نقیض یعنی دروغ سے خبر دے سکتا ہی اور راست کو دروغ سے منسوخ کر سکا اور عبارت اُس کتاب کی یہ ہی بل یجوز ان یامر الشارع بالاخبار عن شئی وهو صدق ثم یعرضه بعد حین مفسدة ویکون فی الکذب مصلحة غالبة فیجب فیامر بالاخبار عن النقیض اور بعد اسکے لکھا ہی کہ والحنفیة قد صرحوا بجواز النسخ اور سوائے اسکے اور انبیا بھی اپنے قصور فہم کے سبب سے تمہارے ہی نزدیک کچھ کا کچھ کہتے ہیں ہمارے نزدیک ہم تو اس قول کو باطل جانتے ہیں ورنہ یہاں ہمارے نزدیک اجتہاد ہی اور نہ اسکو ہم بدا کہتے ہیں ایسی بے سمجھی اور سوء فہمی کی گفتگو کیوں کرتا ہی اور بیوقت کی راگنی کس واسطے گاتا ہی اور نشہ والوں کی سی باتیں کیوں لاتا ہی **قال الشیخ الاشعری** مگر ناظرین تقریر ہذا کو اسقدر یاد رہی کہ غلطی اجتہاد کی گنجایش اگر ہی تو ماسوا محکم اور عبارت النص سے ہی، عبارت النص اور محکم میں اہل فہم نہیں بہکتے جو اسمیں بھی خطا کرے وہ جاہل ہی عالم نہیں سو تلاوت کرنیوالے کلام اللہ کے خود جانتے ہیں کہ آیات فضائل صحابہ در باب فضیلت صحابہ محکم اور عبارۃ النص ہیں کہ نہیں اور اگر کوئی اب بھی نہ سمجھے تو اسکو خدا سمجھے **اقول** کوئی اس بے سمجھ سے یہ پوچھے کہ یہاں اجتہاد کا اور انبیا اور علما کی غلطی کا کیا ذکر ہی اور انبیا کی غلطی کون کہتا ہے اور ہم تو انبیا کی غلطی کے قائل ہی نہیں ہیں اور محکم اور متشابہ کو تم کیا جانو کہ تمہارے پیر و مرشد تو سب جہلا تھے ابو حنیفہ کوفی جنکی تم پیروی کرتے ہو انکا حال سننا چاہیے کہ امام غزالی منخول میں کہتے ہیں اما ابو حنیفة فقد قلب الشریعة یعنی ابو حنیفہ نے شریعت کو پلٹ دیا اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ فانی اقطع بخطائه فی تسعة اعشار مذهبه یعنی میں یقین کرتا ہوں اُسکی خطا کا نو عشر مذہب اُسکے میں اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ وهذا اشد المطعن والملعن من سلف الائمة فيه یعنی اور اسیواسطے سخت ہو طعن اور لعن اسلاف ائمہ سے اُسکے حق میں اور بعضی بے انصافوں نے اس زمانہ کی جو مذمت ابو حنیفہ کی منخول میں دیکھی تو انکار کیا کہ منخول تصنیف امام غزالی کی نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ ابن خلکان تاریخ وفیات الاعیان میں اور ابن عسقلانی درر کامنہ میں اور مولوی جامی نفحات الانس میں اور امام یافعی مراۃ الجنان میں اور سوائے اسکے اکثر علما لکھتے ہیں یہ منخول تصنیف امام غزالی کی ہی اور تاریخ بغداد میں نوع عجیب غریب اقوال ابو حنیفہ کے لکھی ہیں کہ ایمان ابو بکر کا اور ابلیس کا ایک تھا اور کہا کہ اگر کوئی اس جوتے کی عبادت کرے تو خدا سے اسکو تقرب حاصل ہوگا اور کہا کہ کعبہ اگرچہ حق ہی لیکن معلوم نہیں کہ جو مکہ میں ہے یہی ہی یا نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد صلعم پیغمبر ہے لیکن معلوم نہیں جسکی قبر مدینہ میں ہے وہی ہی یا نہیں اور ابو حنیفہ سے دو مرتبہ زندقیت سے توبہ کرائی گئی ہی اور کفر سے کئی مرتبہ اور ابو حنیفہ دجال ہی اور ایسی مضرت مولود کوئی پیدا نہیں ہوئی جیسا کہ ابو حنیفہ تھا اور غنیۃ الطالبین میں پیر دستگیر نے حنفیوں کو اہل نار میں سے لکھا ہی اور دہلی کی چاندنی چوک میں ایک شخص مولوی نذیر حسین صاحب کے معتقدین میں سے دو تین سو آدمیوں کے روبرو وعظ کہتا تھا اور کہتا تھا کہ ابو حنیفہ گمراہ تھا اور جو کوئی اسکی پیروی کرے وہ بھی گمراہ ہی یہ حال ہی تمہارے بزرگوں کا تم محکم اور عبارت النص کو کیا جانو کہ جسکی تم تقلید کرتے ہو وہ بھی بہکتا تھا اور اسکو کچھ فہم نہ تھا سوا ابو حنیفہ جہلا میں سے تھے اور عالم نہ تھے اور آیات فضائل صحابہ اگرچہ محکم ہوں لیکن انکی مذمت کی آیتیں اور یہ کہنا کہ اگر کوئی تم میں سے مرتد ہو جائیگا تو وہ ناری ہی یہ بھی محکم ہی اور اگر کوئی اب بھی نہ سمجھے تو اسکو خدا سمجھے **قال الشیخ الاشعری** بر نقل مشہور ہے جیسے کو تیسا ایسے نادانوں کا یہ علاج ہی کہ یوں کہا جائے ثلثین لیلة یا مفعول بہ ہے چنانچہ ظاہر ہی یا مفعول فیہ اگر مفعول بہ ہی تو قدر موعود تو وہی تیس راتیں تھیں اور مطلب تھا کہ تم طور پر آنا ہم اپنا ایک خاص کام یعنی تیس رات کی عبادت جو اہل عقل کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں تم سے لینگے سو اُس وعدہ کو پورا فرمایا اور پھر بمقتضائے کرم خداوندی دس ان کا اور اضافہ فرمایا سو از قبیل لدینا مزید ہی اور اُس نعمت اول کو اسکی کون سمجھنا چاہیے جب عوام امت محمدی کو تو گنتی اصل ہی رو کن ملتی ہو اگر حضرت موسیٰ کو ایک تہائی روکن ملگئی تو شیعوں کو اتنا برا کیوں معلوم ہوتا ہی اس صورت میں توراۃ کو اس وعدہ سے کچھ علاقہ نہیں یا تو وہ از قسم وعدہ وعید ہی نہو بلکہ از قبیل لدینا مزید ہو یا موعود تو ہو پر بالاستقلال موعود ہو تیس رات کی محنت کا بطور تعلیق و شروط سود نہو بالجملہ آیت سے اس صورت میں اگر ثابت ہوگا تو تیس رات کی عبادت کا موعود ہونا ثابت ہوگا توراۃ کا موعود ہونا جسپر مدار کار اثبات بدا تھا ہرگز ثابت نہوگا اور اگر مفعول فیہ ہی تو یہ معنی ہونگے کہ تیس راتوں تک وعدہ ہوتا رہا باقی رہا موعود کیا ہی اسکے بیان سے یہ آیت ساکت ہے اگر موعود عطاء توراۃ تھا تب کچھ نقصان نہیں اور اگر امر دیگر تھا تب کچھ خلجان نہیں اول تیس رات تک یہ بشارت آتی رہی جب بایں لحاظ کہ ایک مہینے کی مقدار عرف میں آدمیوں میں ایک مقدار کثیر ہے اسی سبب سے اکثر معاملات اجرت اسپر منعقد ہوتے ہیں اسقدر بشارت سے تسلی ہوگی تب مزید اطمینان کے لئے پورا چلہ کیا اور اسیواسطے ایک بار ہی واعدنا موسیٰ اربعین لیلة کہکر خاتمہ نکر دیا بلکہ ثلثین لیلة کہکر واتممناها بعشر فرمایا بہرحال مطلب یہ ہے کہ دونو صورتوں میں یہ نہیں کہ کسی امر کے لیے اول کچھ ایک مدت فرمائی پھر وقت پر اور مدت کام میں آئی جو بدا کی یہ صورت آویز اور مذہب حق سے جا سے گریز ہو چنانچہ ظاہر ہی مگر دیکھنے والونکو یہ معلوم ہے

اگر یہ تقریر اخیر موافق مثل مشہور جواب ترکی بہ ترکی اہل جدل کی مقابلہ میں بطور مجادلہ لکھی گئی ہو ورنہ طالبان حق کی لئے یہی حق و باطل خود ظاہر ہی **اقول** نادان تو وہ ہی کہ قرآن کی تفسیر میں اپنی رای کو دخل دیتا ہی اور ایک بات مخالف مذہب اہل اسلام کے پیدا کرتا ہی اور جو کوئی بدا کو اس آیت سے ثابت کرتا ہی وہ اُس تفسیر سے ثابت کرتا ہی جو کہ فریقین کے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں لکھی ہی اور جناب رسولخدا صلعم سے منقول ہی اور سب تفسیروں میں یہی لکھا ہی کہ خدا تعالی نے حضرت موسیٰ سے وعدہ توراۃ کے عطا کرنیکا بعد تیس شب کے کیا اور جب تیس شب گزر گئی تو موافق وعدہ کے توراۃ عطا نہ کی بلکہ دس روز اُس پر اور زیادہ کئی اور ہم احتمال عقلی نکالکر نہیں کہتے ہیں بلکہ موافق تفسیر منقول کے کہتے ہیں اور اکثر آیتیں قرآن کی مجمل ہیں لیکن تفصیل اُنکی شارع کے بیان پر موقوف ہے اور احتمال تو ہر ایک آیت سے طرح طرح کا نکلتا ہی اور اسیواسطے مسلمانوں میں کئی فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے مذہب کے موافق احتمال نکالتا ہی اور جو تفسیر کہ بالاتفاق سب مسلمانوں میں منقول ہوئی ہی اُسکے خلاف نہیں ہو سکتا اور جو کوئی کہ خلاف مسلمانوں کی راہ چلے وہ دین اسلام سے خارج ہی اور اگر ایسے ہی احتمالات غیر منقولہ پر عمل ہو تو اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ میں احتمال پیدا کرکے ان ارکان مخصوصہ سے بری ہو سکتا ہی کہ اسمیں کیفیت اور تفصیل نماز کی جس طرح سے کہ مسلمان عمل میں لاتے ہیں کہاں ہی اور ایسے ہی حال وآتوا الزکوۃ کا ہی اور اکثر آیات اسی قبیل سے ہیں بس گفتگو ہماری اُس تفسیر کے موافق ہے جو کہ فریقین کی کتابوں میں ہی اور احتمالات کو یہاں کچھ دخل نہیں ہی اور اب ہمکو ہر فقرہ کی ذکر کرنیکی احتیاج بھی باقی نہ رہی کہ اس قول کی اصل ہی غیر مقبول ہی اور یہ مجادلہ اس شیخ کا بالکل باطل ہی اور حق کو ہم ابتدا سے ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکو ہم ثابت کرتے چلے آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب اسقدر ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ شیعہ بدا کے وقوع کے مدعی تھے اور یہ آیت بزعم خود اُنہوں نے دلیل دعوی سمجھ رکھی تھی اور یہ سب اہل فہم جانتے ہیں کہ مدعی کے لیے دلیل ایسی چاہئے جسمیں خلاف دعوی کے اسکے کوئی احتمال نہو اور جو کوئی احتمال خلاف دعوی اُس دلیل سے سمجھ میں آتا ہو اور پھر وہ احتمال بھی ایسا کہ بہ نسبت معنی مدعی کے زیادہ چسپاں بلکہ عین مفہوم مطابقی ہو یا ہو اور دلائل سے اسکی ثبت ہوں اور دعوی مدعی کو رد کرتے ہیں تو اہل عقل پھر ہرگز اس دعوی کو قبول نہ کرینگے ... احتمال کو سمجھیں گے سو یہاں بعینہ یہی صورت ہے چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہ رہیگی **اقول** شیعہ البتہ بدا کا دعوی تو کرتے ہیں جو بدا کہ اُنکے نزدیک ہے ... شیعوں کی طرف ... کیا ہی اور بدا کے اثبات کے لئے آیت یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ الخ سے نہ یہی آیت اور نہ آیت بھی اسکی تائید کے لئے کسی نے ذکر کی ہوگی موافق تفسیر فریقین کے اور دلیل تو اُس دعوی کی بڑی کامل ہی کہ جو شیعہ و سنی کی تفسیر میں مرقوم ہی اور جناب رسولخدا صلعم سے منقول ہی پھر احتمال کو یہاں کیا گنجایش ہی کہ وہ احتمال ہی باطل ہی اور بہت سے آدمی خلاف حکم رسولخدا صلعم کے احتمال پیدا کرکے مرتد ہو گئے ہیں ان احتمالوں ہی کے لئے تو اس امت کے تہتر فرقے کر دیے ہیں ہاں اگر شارع سے اس آیت کی اور کچھ تفسیر منقول ہوتی اور ہم نہ ... کے اثبات کے واسطے اس آیت سے استدلال کرتے تو ہمارے مدعی کی مخالف کوئی احتمال آیت سے اگر پیدا ہوتا تو ہماری دلیل کا مقابلہ کر سکتا تھا اور جب شارع ہی سے ایک امر منقول ہو چکا تو پھر احتمال نے کیا ہی کیسا ہی چسپاں احتمال ہو اور ایسی دلیل کہ مدعی کی دعوی کو رد کری وہ تو اب تک نظر میں نہیں آئی اور جس چیز کے ابطال میں کوئی دلیل بیان کی ہو اُسکے مقابل ہی نہیں ہیں دعوی کسی چیز کا اور جواب کسی چیز کا اور جس وقت کہ دعوی ایک امر منقول پر مبنی ہو اور احتمال تو مخالف اُسکے کسی کی رای نے تجویز کیا تو اہل عقل و اہل ایمان کے نزدیک اس صورت میں وہ دعوی ہی مقبول ہوگا اور وہ احتمال باطل ہوگا چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں **قال الشیخ الاشعری** جب بدا کی ابطال سے بفضلہ تعالی فراغت پائی تو ہم اپنی طاقت کے موافق اُن لوگوں کی عذر کا جواب بھی لکھ چکے جو خلفاء ثلاثہ اور باقی مہاجرین و انصار کی بزرگی کو باوجودیکہ کلام اللہ میں اُنکی بزرگیاں مذکور ہیں اور اُنکے لیے بڑے بڑے وعدے کئے ہیں اس عذر سے قائل نہیں ہوتے ہیں کہ شاید خدا کو بدا واقع ہوا ہو اور یہ سارے وعدے اور سب اُنکی تعریفیں غلطی سے اول ظہور میں آئی ہوں اور پھر بعد میں حقیقت حال صحابہ کی جناب باریتعالی کو معلوم ہوگئی ہو اور برو انصاف یہ ہمیں روا نہیں کہ امہ کے اقوال سے اُنکی تسلی کر دیں **اقول** جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکے ابطال کی کوئی بھی دلیل بیان نہیں کی البتہ بدای نحوی کے رد میں کچھ بیان کیا ہی سو اُسکو ہم بھی باطل جانتے ہیں اور مہاجرین و انصار کی بزرگی مجملاً البتہ قرآن سے ثابت ہے اسکا انکار ہمکو نہیں ہے لیکن خدا تعالی نے اگر اُنکی تعریف کی ہی تو بھی قرآن میں اُنکے حق میں فرمایا ہی کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ یعنے اے وہ لوگو کہ ایمان لائے ہو جو کوئی مرتد ہو جاوے تم میں سے دین اپنے سے اور فرمایا مہاجرین اور انصار کی طرف خطاب کرکے وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ اور سوا اسکے ایسی اور بھی آیتیں ہیں اب ہم دیکھیں کہ کون اُنمیں سے مرتد ہو گیا ہی اور کون مرتد نہیں ہوا ہے اور جو کوئی مرتد ہو گیا ہے اُسکو اس فضیلت سے خارج سمجھیں گے اُنکے افعال نا شایستہ کی جہت سے اور بدا کو اسمیں کیا دخل ہی اگر وہ مرتد ہوئے تو اپنے افعال بد کی جہت سے ہوئے اور خدا سے اسمیں غلطی کیوں ہوئی تھی خدا تعالی نے کسیکا نام لیکر تو تعریف نہیں کی ہی بلکہ مجملاً تعریف اور وعدہ مغفرت کیا ہی اور یہ بھی کہدیا ہی کہ جو کوئی تم میں سے مرتد ہو جاویگا تو دوزخ میں رہیگا لیکن خدا تعالی اپنے علم ازلی سے جانتا تھا کہ کون کون اُنمیں سے مرتد ہوگا اسیواسطے اُسنے مجملاً تعریف کی ہی اور غلطی اُس سے نہیں ہوئی ہی اور خدا تعالی قرآن میں جا بجا مومنوں کی تعریف کرتا ہی اور وعدہ جنت اور مغفرت اور رضامندی کا

بیان کرتا ہی اور اہلسنت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ بہت سے مومنین مرتد ہوگئی تہے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں لکھا ہی کہ بعد رسول خدا صلعم کی کئی قومیں مرتد ہوگئی تہیں
اور اُن قوموں کے نام بہی لکھی ہیں کیا اُنکے حق میں بہی بدا ہی واقع ہوا ہی کہ خدا تعالی نی پہلے تو اُنکی تعریف کی غلطی سی اور بعد میں حقیقۃ الامر اُنکی معلوم ہوئی ہو جو یہاں
کہوگے وہ ہی سب جگہ کہنا چاہئی جسوقت خدا تعالی مومنین کی تعریف کرتا تھا اُسوقت جانتا تھا کہ نہیں کہ بعضے اُنمیں سے مرتد ہو جاوینگے اگر نہیں جانتا تھا تو جہل لازم آیا اور اگر
جانتا تھا تو کیا وجہ ہی اُنکی تعریف کرنیکی اور جسکی خدا تعریف کری اور وعدہ جنت و مغفرت کری وہ مرتد بہی ہو سکتا ہی جو تم جواب یہاں دوگی وہ ہی جواب ہمارا مہاجرین و انصار کے
باب میں ہی **قال الشیخ الاشعری** اور اگر ہم اسپر بہی خاک ڈالیں تو یہ بات کیونکر سنی جائی کہ ائمہ کو ما کان و ما یکون کا علم تہا اسلئے اگر اُنکی اقوال سے خلفا یا اصحاب کی بزرگی
ثابت ہو جائی تو پہر کوئی شبہ باقی نہ رہیگا سبحان اللہ خدا کے کہی سے تو تسلی نہو اور اماموں کے فرمانے پر قرار آجائی اول تو صدہا آیات اسبات پر دلالت کرتی ہیں کہ سوای جناب باری تعالی
کسیکو علم غیب نہیں ہے تسکین کو تین آیتیں لکہی پڑیں مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا یعنی نہیں جانتا کوئی کہ کل کو کیا کریگا اس آیت میں کسیکا استثنا نہیں سب کو
امام ہو یا غیر امام برابر فرماتے ہیں کہ کل کی خبر نہیں کہتی قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کہدے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ نہیں جانتی زمین و آسمان والے
غیب کو مگر خدا جانتا ہی دوسرے اس صورت میں خدا کے علم میں اور ائمہ کے علم میں مساوات لازم آیگی حالانکہ جناب باری تعالی سورہ یوسف میں ارشاد فرماتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ
ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ یعنی ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہی اور اگر کوئی یوں کہی کہ اگر اس آیت سے استدلال کرتے ہو تو اس آیت سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ خدا سے بہی زیادہ کوئی علم والا ہو
کیونکہ اس آیت میں کلیۃ فرمادیا ہی خدا اور غیر خدا کی تخصیص نہیں کی تو یہ بات اول تو اہل فہم کے نزدیک قابل جواب نہیں اور جواب کے قابل بہی ہی تو اس جواب کی کیونکر عقل ادراک
جائے بریں فہم و دانش بباید گریست۔ کون نہیں جانتا کہ ایسی مقامات میں جناب باری تعالی باستثناء عقلی مستثنی ہوا کرتا ہی اِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کسی نادان کو بہی آج تک یہ شبہ
نہیں پڑا کہ جب اللہ ہر چیز پر قادر ہوا تو اپنے معدوم کرنے یا اپنے شریک کے پیدا کرنے پر بہی قادر ہوگا اتنا ہر کوئی سمجھ لیتا ہی کہ انبیاء اور اماموں کے پیدا کرنے اور معدوم کرنے پر قادر
ہے ایسے ہی وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ سے جاہل سا جاہل بہی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ خدا سے بہی کوئی زیادہ عالم ہوگا پہر اگر کوئی اس قسم کی گفتگو کری بجز تعصب اور ہٹ دھرمی کے
اور کچھ نہیں کہا جاتا معہذا ذی علم کے لفظ میں ایک اشارہ لطیف اسبات کے جواب کیطرف بہی ہی جیسے اِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ میں جو لفظ شیء ہی اسمیں ایک اشارہ لطیف خلجہ
مذکورہ کے جواب کی طرف ہی بیان اسکا یہ ہی کہ ذی علم اور علیم ہر چند بظاہر دونو لفظ ہم معنی ہیں لیکن ذی علم میں ایک گونہ اتنی بات نکلتی ہی کہ علم غیر ذات ہے کیونکہ اضافۃ بالاتفاق
تغائر پر دلالت کرتی ہی بخلاف علیم کے کہ اسمیں یہ بات نہیں سو چونکہ خدا کا علم غیر ذات نہیں بالاجماع خصوصا شیعہ کے نزدیک تو اسکو ذی علم کہنا مناسب نہیں بلکہ علیم کہنا چاہئے
جیسے کہ شے اسی کہنا چاہئی جو مشیت کے تلے داخل ہو اور ذات خداوندی مشیت کے تلے داخل نہیں بلکہ معاملہ بالعکس ہے القصہ جیسے خداوند کریم مشیت کے تلے داخل نہیں ہے جو اشیاء
میں معدود ہو اور قدرت کے تصرفات اس پر چل سکیں ایسی ہی خداوند کریم ذی علم میں داخل ہی نہیں جو اُس سے اوپر کوئی علیم ہوگا **اقول** مولوی عبد الرحمن جامی کی گور پر جاکر
فریاد کرو اور کہو کہ آپنے شواہد النبوت میں کیوں لکھا ہی کہ ائمہ کو علم ما کان و ما یکون تھا ہم سے یہ سنا نہیں جاتا اور کچھ ہم ہی تو اسمیں منفرد نہیں ہیں چنانچہ شواہد النبوت میں
حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ انہ قال عندنا علم ما کان و ما یکون لیکن تم اسکو سمجہا ہی نہیں ہو کہ مراد اس سے کیا ہی مراد اس سے یہ نہیں ہی کہ اُنکو گذشتہ اور آیندہ کا
اور سب کا علم بالفعل حاصل تھا جیسا کہ خدا کو ہی بلکہ مراد اُس سے یہ ہی کہ متمکن تہے وہ ہر چیز کے علم پر کہ جس چیز کا علم حاصل کرنا اُنکو مطلوب ہوتا تھا تو خدا تعالی اُنکو بتا دیتا تھا اور الہام
کرتا تھا اور ایک باب کافی میں اسی ذکر کا ہی اور احادیث مستفیضہ میں وارد ہوا ہی ان الامام اذا شاء ان یعلم اُعلم یعنی امام جسوقت چاہی یہ کہ جانے تو بتلایا جاتا ہی اور دوسری
روایت میں ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمہ اللہ ذلک یعنی جسوقت ارادہ کری امام یہ کہ جانے کسی چیز کو تو بتلا دیتا ہی اُسکو خدا
اُس چیز کو یہی مراد علم ما کان و ما یکون سے نہ یہ کہ امام کو بدون آگاہ کرنے خدا کے کچھ معلوم ہو اور یا یہ کہ جو کچھ اُنکو جناب رسول خدا صلعم سے سینہ بسینہ پہنچا تھا وہ جانتی تہی اور امام محمد باقر
علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ یبسط لنا العلم فنعلم و یقبض عنا فلا نعلم یعنی جسوقت علم کو واسطے ہماری منبسط کرتے ہیں تو ہم جانتے ہیں اور جسوقت منقبض کرتے ہیں تو ہم نہیں جانتے
اور ابو بصیر اور داؤد وغیرہ کئی شخص حضرت صادق علیہ السلام کی مجلس میں بیٹہی تہی حضرت صادق خشمگین اور غضبناک برآمد ہوئی اور فرمایا کہ یا عجبا لاقوام یزعمون انا نعلم الغیب ما
یعلم الغیب الا اللہ عز و جل لقد هممت بضرب جاریتی فلانة فهربت منی فما علمت فی ای بیوت الدار هی یعنی تعجب ہے واسطے لوگوں کے کہ گمان کرتے ہیں وہ کہ ہم علم غیب کو جانتے ہیں نہیں جانتا ہی غیب کو
سوائے خدا تعالی کی تحقیق میں نے قصد کیا کہ فلانی کنیز اپنی کو ماروں تو وہ بہاگ گئی میرے پاس سے پس میں نے نہ جانا کہ وہ گھر کی کونسی کوٹھڑی میں ہے اور جو کچھ ائمہ کسی بات کو جانتی تہے اور دوسرا کوئی
نہیں جانتا تھا تو وہ علم غیب نہیں ہے بلکہ ایک شخص کا بتلایا ہوا ہی اور غیب وہ ہی کہ جو بدون تعلیم کسی کی جانے چنانچہ امیر علیہ السلام نے ایک مرتبہ صفات قوم ترک سے خبر دی کہ اسکو کوئی نہیں جانتا تھا
ایک شخص تہے حضرت کے اصحاب میں سے کہا کہ یا امیر المومنین آپکو علم غیب ہی فرمایا کہ لیس ہو بعلم غیب وانما ہو تعلم من ذی علم یعنی نہیں وہ علم غیب بلکہ وہ ایک خبر ہی صاحب علم کی

جناب رسول خدا صلعم نے تعلیم کیا ہے اور علم غیب علم ساعت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اور یہ کون کہتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کے اقوال سے بزرگی خلفاء اور اصحاب کی ثابت ہوجاتی تو شبہ نہیں اور خدا کے کہے سے تسلی نہو کیوں جھوٹ لکھتا ہے اور افترا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ نے جو بزرگی اصحاب کی قرآن میں لکھی ہے اسکا جواب اس سے پہلے فصل میں ہم بھی لکھ چکے ہیں اور امام جو فرماتے ہیں وہ بعینہ فرمودہ خدا ہے لیکن تجھ کو اُنکا قول مخالف فرمودہ خدا معلوم ہوتا ہے اور علم غیب کا تو ہم جواب دے چکے کہ بیشک غیب کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے نہ پیغمبر نہ امام اور نہ اور کوئی اور یہی مذہب ہمارا ہے اور امام جو کچھ جانتا ہے بتعلیم خدا جانتا ہے اور یہ علم غیب نہیں ہے دو تین آیتیں کہ سو تو نے لکھیں ہم تو پہلے ہی لکھ چکے اور مساوات تو اُنکی اور خدا کی علم میں اُسوقت لازم آتی کہ جسوقت خدا کا سا علم اُنکو ہووے تو خود علم میں خدا کی محتاج ہیں اور جو کچھ بعد اسکے لکھا ہے وہ اصل بحث سے علاوہ و خارج ہے اور جس امر کا جواب ضروری تھا اُسکو ہم لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل علم میں کوئی خدا کی ہم پلے نہیں جیسے وہ ذات میں یکتا ہے ویسے ہی صفات میں یکتا ہے نہ انبیاء اُسکے علم میں برابر ہیں نہ امام نہ ملائکہ جن نہ خواص عوام **اقول** ہمارا بھی یہی قول ہے اور کسی طرح کا اسمیں ہم فرق نہیں کرتے **قال الشیخ الاشعری** اس عقیدہ میں شیعوں کا بعینہ ایسا غلو ہے جیسا نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ کی بزرگی میں قدم حد سے بڑھ گیا ہے اور وہ تشبیہ جو سرور کائنات صلعم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عیسیٰ سے دی ہے اور یوں فرمایا ہے کہ تیری مثال ایسی ہے جیسے حضرت عیسیٰ کی مثال کہ ایک فرقہ اُنکی محبت میں ہلاک ہوا اور ایک اُنکے بغض میں وہ تشبیہ اور تمثیل سب بجا اور درست نکلی کہ خوارج نے جو بغض لیا تو روافض نے وہ محبت لی کہ جس سے حضرت امیر کو انبیاء سے تو بڑھایا ہی تھا خدا تک پہنچایا جنہوں نے لدنیا مزید کا کام کیا رسول اللہ صلعم نے تو فقط حضرت امیر کی نسبت یہ فرمایا تھا حضرات شیعہ نے آپکے فرمانے کی ایسی تصدیق کی کہ کچھ اُس سے بھی بڑھکر دکھلا دیا خوارج سے تصدیق نبی جو اُنکی میں وہ کار گزاری نہیں بن پڑی تھی جو شیعہ سے بن پڑی القصہ خوارج سے حضرات ائمہ کے باب میں وہ تفریط نہیں ہوئی جو شیعوں سے افراط ہوئی اور کسی نے سچ کہا ہے دشمن دانا بہتر از نادان دوست **اقول** اگر اہل سنت اپنے مذہب کی حفاظت کے واسطے جھوٹ نہ بولیں اور شیعوں پر افترا نکریں تو شیعوں پر کیونکر غالب ہوں کہ شیعوں کے مذہب میں تو کسی طرح کی قباحت نہیں ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب عیبوں سے بھرا ہوا ہے پہلے تو بدا لغوی کی تہمت کی تھی کہ جس سے شیعہ ہزاروں کوس بھاگتے ہیں اور اب یہ تہمت کی کہ شیعوں کے نزدیک ائمہ کو علم ماکان و مایکون کا ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا کو ہے اور اسکا جواب تو ہم لکھ چکے کہ ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے اور اپنی خبر لیتا ہی نہیں ہے اپنے اولیا کے باب میں کیا اُس سے کچھ کم لکھتے ہیں تذکرۃ الاولیا اور نفحات الانس اور اخبار الاخیار وغیرہ کو دیکھنا چاہیے کہ ہر دہنے اور جہلا ہے تے مقدمہ میں ائمہ سے بھی بڑھکر لکھتے ہیں اور جسوقت توجہ لیتے ہیں اور مراقبہ میں جاتے ہیں تو علم ماکان و مایکون سب واضح ہوجاتا ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے جو حضرت علیؑ کی مقدمہ میں فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ کی مثال دی ہے خدا کے فضل و کرم سے شیعہ اُس سے پاک و برتر ہیں اور سب جانتے ہیں کہ مراد غلو سے یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام یا کسی اور امام کو خدا کے مرتبہ میں پہنچاوے یا صفات مخصوصہ خدا کو اُنکی ثابت کرے اور شیعہ ایسے شخص کو کافر جانتے ہیں اور تفریط یہ ہے کہ اُن سے کوئی بغض رکھے اور اُنکے فضائل کی تنقیص کرے اور اہلسنت اگرچہ اُنسے بظاہر عداوت نہیں رکھتے لیکن اُنکے فضائل کی تنقیص کرتے ہیں اور اُنکے فضائل کی روایات کو تضعیف اور توضیع کرتے ہیں اور جہلا کو جنہیں کہ کسی طرح کی فضیلت نہیں ہے اُنپر فضیلت اُنکو دیتے ہیں یہ بھی ہم پلہ خوارج اور نواصب کے ہیں اور شیعہ تو اُنکو بندگان مختصہ خداوندی جانتے ہیں اور اُنکی محبت میں کسی طرح کا غلو نہیں کرتے بلکہ اُنکے مرتبہ پر کہتے ہیں اور علم میں یا اور کسی صفت مختصہ خداوندی میں خدا کی برابر اُنکو نہیں جانتے کجا خالق و کجا مخلوق اور نہ مرتبہ نبوت میں اُنکو جانتے ہیں کہ پیغمبر اُنکو ہم نہیں کہتے ہیں اور باقی رہا اُنکا انبیا علیہم السلام سے افضل ہونا اسمیں اختلاف ہے اور جو لوگ اُنکو انبیا سے افضل کہتے ہیں اُنکے پاس بھی بہت سی دلیلیں ہیں بیوجہ نہیں کہتے ہیں اور اگر کسیکو تفصیل اسکی ملاحظہ کرنی منظور ہے تو حسام الاسلام جواب باب نبوت تحفہ اثنا عشریہ کو دیکھے اور دو روایتوں پر میں اقتصار کرتا ہوں مودۃ القربیٰ اور مسند احمد حنبل اور فردوس الاخبار میں روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ یا علی انت خیر البشر اور مناقب ابن مردویہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے مہاجرین اور انصار کے روبرو فرمایا کہ اے علی اگر کوئی بندہ عبادت کرے خدا کی جیسے کہ حق اُسکا ہے اور پھر وہ شک کرے تیرے اور تیرے اہل بیت کے افضل الناس ہونے میں تو وہ آتش جہنم میں ہوگا چنانچہ لکھا ہے کہ عن جابر قال قال رسول اللہ صلعم یوما بحضرۃ المهاجرین والانصار یا علی لو ان احدا عبد اللہ حق عبادتہ ثم شک فیک واهل بیتک انکم افضل الناس کان فی النار اور انبیاء علیہم السلام بشر اور ناس میں داخل ہیں اُنسے بھی افضل ہونگے اور مناوی نے فیض القدیر میں لکھا ہے کہ ترمذی ولایت کو نبوت پر فضیلت دیتا تھا اور مولوی روم اپنی مثنوی میں حضرت علیؑ کی مدح میں کہتے ہیں ~ او خوی انداخت بر روی علی ÷ افتخار ہر نبی و ہر ولی ÷ اور اگر نائب کسیکا اپنے منیب سے افضل ہوا ایسا تو نہیں ہو سکتا لیکن اگر نائب کسی افضل المخلوقات کا دوسرے نبیوں سے افضل ہو تو یہ کچھ قبیح نہیں ہے اور اس صورت میں اگر کوئی جناب رسول خدا صلعم کے نائب کو کہ وہ افضل المخلوقات کا نائب ہے اور انبیا سے افضل کہے تو یہ غلو نہیں ہے اور بعد اسکے ہم خط کے جواب کے رد میں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ لکھینگے اور نبوت کو حضرت علی میں ہم ہرگز نہیں کہتے ہیں اور نہ خدا کی علم کے برابر اُنکا علم جانتے ہیں لیکن علم حضرت علی کا اور انبیا علیہم السلام کے علم سے زیادہ جانتے ہیں کہ حضرت علی کو علم جناب رسول خدا صلعم سے پہنچا اور جناب رسول خدا صلعم کا علم اور انبیاء کی علم سے زیادہ تھا **قال الشیخ الاشعری**

اور اگر سلیں ائمہ کو علم ماکان وما یکون تھا بھی تب جو خدشہ کہ بوجہ بدا خدا کے فرمودہ میں تھا وہ بجائے خود رہیگا کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ جو افضل الائمہ اور اعلم الائمہ ہیں یوں فرماتے ہیں فی حدیث الکافی وامالی الصدوق عن امیر المومنین لولا آیۃ فی کتاب اللہ لاخبرتکم بما یکون الی یوم القیامۃ یرید بالآیۃ قولہ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ کافی جو کلینی کی تصنیف ہے اور امالی جو شیخ صدوق کی کتاب ہے ان دونوں میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر ایک آیت یعنی یمحو اللہ ما یشاء نہوتی تو میں تمہیں جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے سب کی خبر دیتا یہانتک حاصل روایت ہوا اب غور فرمائیے کہ جو دلیل انکی عالم ماکان اور عالم مایکون ہونیکی تھی وہی دلیل اسبات کی بھی ہے کہ انکا علم خدا کے علم سے بڑھکر نہیں باینہمہ جس وجہ سے خدا کا علم قابل اعتماد نتھا اسی وجہ سے ائمہ کے علوم بھی قابل اطمینان نہیں خدا کے بدا سے وہ بھی تنگ تھے اور اپنی کسی علم پر بھروسا نکرتے تھے اس خیال سے شاید شیعوں کو تو یہ رنج ہو کہ ہمارا دین ہی ہاتھ سے چلا جب ائمہ کو اپنے علم پر اعتماد نہو تو یہ دین جو انہیں کے علوم کا پرتو ہے کیا قابل اعتماد رہا **اقول** یہ روایت ہی ثبوت بدا میں ہے اور ہم پہلے اس سے بیان کر چکے کہ ائمہ علیہم السلام کا علم ماکان و مایکون بسطرح سے تھا کہ بالفعل انکو سب کچھ حاضر ہو بلکہ اسطرح سے تھا کہ جس چیز کا علم وہ چاہتے تھے خدا تعالیٰ انکو تعلیم کر دیتا تھا اور اس روایت کا مطلب نظر بروایات دیگر یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بتعلیم خدا قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے اسکی خبر دیتا اگر آیت مذکورہ یمحو اللہ ما یشاء نہوتی اسواسطے کہ خدا مجھکو ایک امر پر اطلاع بخشی اور اسکی نزدیک مقرر یہ ہو کہ بعد اس کے فلانے وقت اس کو محو کرکے دوسرا امر ثابت کرونگا تو جس امر کی مجھ کو اطلاع بخشی تھی بعد محو کے وہ امر باقی نہ رہیگا اور علم ماکان اور مایکون سے جو کچھ مراد ہے وہ تو ہم بہ تفصیل لکھ چکے اور یہ بھی لکھ چکے کہ ائمہ علیہم السلام کا علم خدا کے علم کے برابر نہیں ہے بلکہ ان کا علم اسی قدر ہے بقدر کہ خدا سے ان کو پہنچا ہے اور خدا کے علم کے معتمد نہ ہونے کی کون وجہ ہے وہ تو ازل سے ہر چیز کا عالم ہے اور جس وجہ سے تو خدا کے علم کو غیر معتمد کہتا ہے اسکا بطلان ہم متعدد مرتبہ لکھ چکے الیسی وجہ کوئی نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ خدا کا علم قابل اعتماد نہیں ہے جب خدا کا علم معتمد ہوا تو ائمہ کا علم بھی معتمد ہوا اور بدا واقع ہونیکی روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے گزر گئی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایک امر کی خبر دی اور وہ نہوا خدا نے فرمایا کہ فلانا مریگا اور وہ نہ مرا اور دین کے مقدمہ میں انکا وہ ارشاد ہے کہ جو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اور اس میں بدا کی گنجایش نہیں ہے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور جسکو خدا تعالیٰ نے کامل کیا اسمیں نقصان کسی طرح سے نہیں ہو سکتا اور بعد اکمال کے اس میں سے کسی امر کو منسوخ کرے اور محو اور اثبات ان امور میں ہے کہ آیندہ کو جو کچھ علم خدا میں ہے اور دین ہمارا جو کچھ ہے اس کو کامل کرکے اس سے ہمکو آگاہ کر دیا ہے کمی و زیادتی اس میں نہیں ہو سکتی بموجب ارشاد خدا کے اور جناب امیر نے تو امور آیندہ کے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ لاخبرتکم بما یکون الی یوم القیامۃ اور دین تو جو کچھ تھا وہ تو پہلے ہی سے کامل ہو چکا تھا اور اس سے ہمکو مطلع کر دیا تھا کامل کرکے اسکے ہاتھ سے جانیکی کیا وجہ ہے اور مقدرات الٰہی میں تغیر اور تبدل ہونیکی روایتیں تمہاری کتابوں سے کئی مرتبہ میں لکھ چکا ہوں تمہارے مذہب کے موافق بھی بھروسا خدا کے فرمانیکا اور اعتماد اسکے علم پر باقی نرہا اور امور آیندہ میں سے کسی امر کی خبر دینی یہ تو تمنے اپنے اولیاء اللہ کے حال میں بھی اکثر لکھا ہے دیکھو تم اولیاء کے احوال کی کتابوں کو کیا کچھ لکھا ہے اور اگر ہم کوئی ایسا امر کسی امام کے مقدمہ میں بیان کریں تو تمکو ناگوار اور مکروہ معلوم ہوتا ہے اور ہمپر طعن کرنے لگتے ہو دیکھو یہی روایت بعینہا کعب الاحبار کی تمہاری کتابوں میں موجود ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں لکھا ہے اخرج ابن جریر عن کعب رضی اللہ عنہ انہ قال لعمر رضی اللہ عنہ یا امیر المؤمنین لولا آیۃ فی کتاب اللہ لانبأتک بما ھو کائن الی یوم القیامۃ قال وما ھی قال قول اللہ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ سو اسیطرح حضرت علی نے فرمایا تھا انکے فرمانے پر تو اعتراض ہے اور کعب کا کہنا مسلم ہے اور اس روایت سے ظاہر ہوا کہ مقدرات الٰہی میں کہ جنپر انبیاء اور مقربین خدا کو اطلاع ہوتے ہے احتمال تغیر اور تبدیل و بدا کا باقی رہتا ہے سو کعب تو آیندہ کی خبر دیوے اور اگر حضرت علی خبر دینے کا ذکر کریں تو مطعون ہوں کیا خوب انصاف ہے قربان جائیے ایسے انصاف کے **قال الشیخ الاشعری** بڑی ہی خوشی ہے کہ اصحاب ثلثہ اور سوا انکے اور مہاجرین اور انصار کی برائیاں جو شیعہ حضرات ائمہ سے روایت کیا کرتے تھے قطع نظر اسکے کہ ان روایات کے راوی کذاب و مفتری تھے چنانچہ کچھ بیان اسکا بیان ہو چکا یوں بھی قابل اطمینان نرہے اور ما سوا اسکے اور جو کچھ انکی کتابوں میں خلاف مذہب اہل سنت حضرات ائمہ سے مروی ہے سب ساقط الاعتبار ہو گیا **اقول** برائیاں بعضی صحابہ کی شیعہ اہل سنت کی کتابوں سے بیان کرتے ہیں اور جو کچھ ائمہ علیہم السلام سے بیان کرتے ہیں وہ بھی پر متفرع ہے جو اہل سنت کی کتابوں میں ہے اور ائمہ علیہم السلام کی روایتوں پر وہ اقتصار نہیں کرتے ہیں اور موافق تمہارے مذہب کے تو خدا پر اعتماد نہیں ہے کہ اسکے کلام میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے تمہاری روایتوں کے موافق پس جو کچھ تمنے جناب رسول خدا صلعم سے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے اسپر کب اطمینان ہو سکتا ہے اور اسکا کیونکر اعتبار ہو جس وقت کہ خدا کے کلام میں تغیر ہوتا رہتا ہو پس جو کچھ تمہاری کتابوں میں خلاف مذہب شیعہ جناب رسول خدا صلعم سے منقول ہے سب ساقط الاعتبار ہے اور راوی تو تمہاری دروغگو اور کاذب ہیں اور ہماری کتابوں کا کوئی راوی کاذب نہیں ہے

چنانچہ ہم لکھ چکے اور تیری قول کو باطل کر چکے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی یہ بات کہ اگر ایسا ہی ہوگا تو کہیں قدر قلیل ہوا ہوگا تو جواب سکتا ہے کہ اعتبار کے قابل نہ رہا انکو اتنا ہی بہت ہے انجیل اور توریت کونسی ساری کی ساری اول سے آخر تک بدل گئی تہیں دس پانچ جگہ کی تحریف نے سب کا اعتبار کہو دیا **اقول** یہی الزام تمہارا ہے مذہب میں جو اہل سنت کی کتابوں میں تغیر کی روایتیں لکھی ہیں انہیں اگر کوئی یہ کہے کہ اگر تغیر ہوا ہوگا تو کہیں قدر قلیل ہوا ہوگا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جواب سکتا ہے کہ اعتبار کے قابل نہ رہا جانیکو اتنا ہی بہت ہے انجیل اور توریت کونسی ساری کی ساری اول سے آخر تک بدل گئیں تہیں دس پانچ جگہ کی تحریف نے سب کا اعتبار کہو دیا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی یہ فرق نکالے کہ کلام اللہ میں جو کچہ اصحاب کے فضائل نازل ہوئے ہیں یا خلفاء ثلثہ کی بزرگیوں کی طرف اشارہ ہے وہ سب قبل وفات اکثر اصحاب نازل ہوا تہا اور وفات سے پہلے آدمی کا کچہ اعتبار نہیں ہاں خاتمہ کا اعتبار ہے سو خدا کی تشخیص میں غلطی کا احتمال ہے پر امیر المومنین یا اور ائمہ نے جو کچہ فرمایا ہوگا وہ سب بعد وفات کا قصہ ہے اسمیں غلطی کا احتمال نہیں اگر انہی کلام سے انکی بزرگی خاص کر اصحاب ثلثہ میں سے کسیکی ثابت ہو جائے تو پہر گنجایش انکار نہیں **اقول** کلام اللہ میں جو کچہ اصحاب کے فضائل بالاجمال نازل ہوئے ہیں اسکا ہمکو انکار نہیں ہے لیکن خلفاء ثلثہ کے فضائل کا بالتخصیص کلام اللہ میں کہیں اشارہ نہیں ہے اور فضائل اصحاب کے جو کچہ نازل ہوئے ہیں وہ بعضے اصحاب کی وفات تو پیچہے نازل ہوئے ہیں اور اکثر اصحاب کے وفات سے پہلے اور یہ ہے وفات سے پہلے آدمی کا کچہ اعتبار نہیں ہے ہاں خاتمہ کا اعتبار ہے اور خدا تعالی کی تشخیص میں غلطی ہرگز نہیں کہ خدا تعالی نے کسیکا نام لیکر تو تعریف کی نہیں ہے مجمل گول گول تعریف کی ہے اور جنکی تعریف کی ہے انہی طرف خطاب کر کے یہ بھی فرما دیا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ الخ اور فرمایا کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وهو کافر سو ہم دیکہینگے کہ کون کون انمیں مرتد ہوا ہے اور جو کوئی مرتد ہو گیا ہے اسکو آیات فضائل سے مستثنی سمجہینگے اور صحابہ تو کیا بلکہ جناب رسول اللہ صلعم کو حقتعالی خطاب کر کے فرماتا ہے کہ لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین جب پیغمبر کو اسطرح ارشاد ہو تو صحابہ کس شمار میں ہیں اور کلام اللہ کے اکثر مقام میں مومنین کے فضائل اور انکا جنتی ہونا ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ بعد رسول اللہ صلعم کی اکثر صحابہ مومنین مرتد ہو گئے تہے اب کہتا ہوں میں کہ کیا خدا تعالی کی تشخیص میں غلطی واقع ہوئی کہ جو ایسے لوگوں کی تعریف کی کہ جو مرتد ہو جائینگے کیا انکی ارتداد کی خدا تعالی کو خبر نہتی پس معلوم ہوا کہ اہل سنت کی نزدیک خدا تعالی کو آیندہ کا علم نہیں ہے اور اگر ائمہ معصومین نے اصحاب ثلثہ کی یا اور کسیکی تعریف کی ہے تو ہمکو بہی اسکا انکار نہیں ہے اگر تمہیں ہے تو انہوں نے نام لیکر تعریف کی ہے **قال الشیخ الاشعری** اس بیان کی روایات پیش نظر کرتا ہوں نہج البلاغت تصنیف علامہ رضی میں جسکی روایات شیعوں کے نزدیک متواترات میں سے ہیں یوں منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے ان اصحاب کا حال پوچھا جنکا انتقال ہو چکا تہا تو ایسے انکے وہ اوصاف فرمائے کہ جو بجز اولیاء کے ہو ہی نہیں سکتے وہ عبارت بلاغت آمیز بعینہ منقول ہے کانوا اذا ذکروا اللہ ہملت اعینہم حتی تبل جیوبہم و مادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب و رجاء للثواب اور یہ دوسری دفعہ انکے حق میں فرمایا کان احب اللقاء الیہم لقاء اللہ وانہم یتقلبون علی مثل الجمر من ذکر معادہم حاصل ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ اصحاب کا حال تہا کہ جب خدا کا ذکر کرتے تہے بہ نکلتی تہی آنکہیں انکی یہانتک کہ انکی چہرے تر ہو جاتے تہے اور خدا کے ڈر اور امید ثواب میں ایسے لرزتے اور جہومتے تہے جیسے درخت تیز ہوا سے اور سب سے زیادہ محبت انکو خدا کے ملنے کی تہی و آخرت کو یاد کر کے ایسے بیچین ہو کر روئیں لیا کرتے تہے جانو انگاروں پر لوٹتے ہیں اور حضرت امام سجاد کے صحیفہ کاملہ میں بڑی طویل دعا جس میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور انکو دعاء خیر سے یاد ہے منقول ہے سو ساری دعا کی نقل کی گنجایش نہیں فقط دو چار لفظ لکہے دیتا ہوں اللہم واصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ اسکے آگے کہتے ہیں فارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ وقاتلوا الاباء والابناء فی تثبیت نبوتہ اسکے بعد میں فرماتے ہیں فلا تنس لہم اللہم ما ترکوا لک وفیک وارضہم من رضوانک اسکے بعد تابعین تک نوبت پہنچائی اور انکے حق میں بہی اسیطرح کی دعائیں فرمائیں حاصل ان الفاظ کا یہ ہے یا اللہ اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جنہوں نے خوب یاری کا حق ادا کیا اپنی بیویوں اور اولاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بول بالا کرنیکے لئے چہوڑ دیا اور باپوں اور بیٹوں سے انکی نبوت کے جمانیکے لئے لڑائی سو مت بہولیو خدا وندا جو حق میں الٰہی جو انہوں نے تیری لئے اور تیری سبب سے چہوڑ دیا اور راضی کر دی تو انکو اپنی رضامندی سے یہانتک تہا مذکورہ کا مضمون ان روایات سے تو مطلق صحابہ کی تعریف اور بزرگی ثابت ہوتی ہے **اقول** نہج البلاغہ سید رضی کی تالیف ہے کہ خطبے جناب امیر علیہ السلام کے انہوں نے کتب شیعہ و سنی سے نقل کر کے جمع کئے ہیں اور تصنیف امام کی نہیں ہے اور اگر انکی تصنیف ہوتی تو علماء اہل سنت مثل تفتازانی اور قوشجی اور کازرونی وغیرہ کی اسکا اقرار کرتے بشارت کلام جناب امیر کا دیکہا ہے کیوں انکار اور حضرت علی نے تعریف جو اصحاب کبار کی لکہی ہے اسکا انکار کسکو ہے بیشک وہ ایسے ہی تہے بلکہ زیادہ اس سے فضائل رکہتے تہے اور بعضے انمیں سے اولیاء کمل تہے ہمارے نزدیک لیکن تعریف کرنی جناب امیر کی خدا تعالی کی تعریف کرنے سے زیادہ نہیں ہے اور جیسے کہ خدا تعالی نے مجملا تعریف صحابہ کی ہے ایسے ہی حضرت علی نے کی ہے مراد اس سے سب صحابہ نہیں ہیں کہ بعضی انمیں سے مذہبی ہو گئے تہے اور بعضے حضرت علی سے عداوت رکہتے تہے اور عداوت کی جہت سے حضرت علی کے ہاتہ پر بیعت کی اور حضرت علی کی طرف سے کینہ بہی اپنے سینوں میں رکہتے تہے چنانچہ ولی اللہ محدث

پدر مولوی عبد العزیز نے ازالۃ الخلفا میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم باغوں کی سیر کرتے تھے اور حضرت علی باغکی تعریف کرتے تھے تو رسولخدا فرماتے تھی کہ ای علی تیرا باغ
جنت میں اس سے زیادہ اچھا ہی اور یہ فرماکر حضرت صلعم بہت روئے اور رونیکا سبب حضرت سے پوچھا تو فرمایا حضرت علی سی خطاب کرکے کہ ضغائن فی صدور قوم لا یبدونہا لک
حتی یفقدونی یعنی کینے لوگوں کے سینوں میں کہ ظاہر نہیں کرینگے وہ واسطے تیرے یہانتک کہ گم کرینگے مجھکو یعنی میں مرجاؤنگا تو وہ کینوں کو تیرے ظاہر کرینگے اور ابن
قتیبہ نے کتاب امامت و سیاست میں ایک خطبہ حضرت علی کا لکھا ہی اور اسمیں فقرہ ہی کہ حضرت علی نے بیان کیا اللھم انی استعیذ بک علی قریش فانہم قطعوا رحمی
وصغروا عظیم منزلتی وفضلی واجمعوا علی منازعتی دیکھو اس میں سراسر شکایت ہی قریش کی خدا تعالی سی کہ انہوں نے مجھہ سی قطع رحمی کی اور میری مرتبہ کو خفیف اور حقیر
سمجھا اور مجھہ سے نزاع کرنیکو مجتمع اور متفق ہوئی ایسی لوگوں کی تعریف حضرت علی کاہیکو کرینگے بلکہ مراد اس سے صحابہ اخیار ہیں کل صحابہ اور ایسا ہی حضرت سجاد کی دعا سی
واضح ہوتا ہی اسواسطے کہ فرماتے ہیں وہ کہ احسنوا الصحبۃ جسکا ترجمہ کرتا ہی خوب رفاقت کا حق ادا کیا سو ایسا حق ادا کیا کہ کافروں کو پیغمبر خدا کی طرف ہوکر قتل کیا اگرچہ بیگانہ ہی تھے
یا خود انکے ہاتھوں سے مقتول ہوئی نہ خلفاء ثلثہ وغیرہم کہ انہوں نے تو ایسا حق صحبت ادا کیا کہ جناب رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑکر بہاگ جاتے تھے اور حضرت رسولخدا
پکارتے تھے کہ کہاں بہاگے جاتے ہو کیا خدا اور رسول سے بہاگتے ہو تو پہر کر دیکھتے بہی نتھی پس مراد وہ ہی صحابہ ہیں کہ جنہوں نے حق صحبت خوب ادا کیا اور مفارقت ازواج اور اولاد بہی
اختیار میں اُسکی کلمہ ظاہر کرنیکے واسطے ان صحابہ اخیار ہی نے کی ہی جنہوں نے اپنی جانیں لڑائی ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے واسطے کسی غرض دنیا کی مفارقت کی ہی **قال
الشیخ الاشعری** انتہی سنیے کہ جس سے حاصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہو رضی نے نہج البلاغہ میں جو شیعوں کے نزدیک مثل وحی آسمانی ہی روایت
کیا ہی عن بعضہم منہ انہ قال للہ بلاد ابی بکر فلقد قوم الاود وداوی العمد اقام السنۃ وخلف الفتنۃ ذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا
ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی حاصل سکا یہ ہی کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
خدا ہی کے واسطے ہیں شہر ابوبکر کے یعنی ابوبکر میں خداداد خوبیاں ہیں پس قسم ہی کہ انہوں نے سیدہا کر دیا کجی کو اور اصلاح کردیا ستون کو اور قایم کیا سنت کو اور پس پشت ڈالا
فتنہ و بدعت کو پاک دامن بے عیب گئے خوبی خلافت کی انکو نصیب ہوئی اور اسکے شر سے بچے خلافت کے فسادوں سے ادا کی انہوں نے خداوند کریم کی طاعت پرہیزگار رہی حق پرہیزگاری کا
چہوڑ گئے وہ لوگ مختلف رستوں میں حیران ہیں کہ نہ گمراہوں کو راہ ملتی ہی اور نہ ہدایت والوں کو اپنی ہدایت کا یقین ہی یہانتک حاصل معنی خطبہ مرقوم ہوا **اقول** اس خطبہ میں ابوبکر کا
نام کہاں ہی جس سی فضیلت ابوبکر کی ثابت ہو مولوی عبد العزیز صاحب نے لفظ فلان کی جگہ ابوبکر کا نام لکھدیا ہی اور انکی پیروی سی تم نے لکھا ہی اصل خطبہ میں تو للہ بلاد فلان ہے
نہ کہ بلاد ابی بکر یہ تحریف مولوی صاحب موصوف کی ہی اور اگر ابوبکر ہی کو فرض کیجئے تو بھی فضیلت نبی اس سے ثابت نہیں ہی بلکہ انتظام کی تعریف ہے اور اگر ایسی تعریف کسی کافر کی
کریں تو بھی ہوسکتا ہی جناب رسولخدا صلعم نوشیرواں کے عدل کی تعریف کیا کرتے تھے اور خدا تعالی قرآن میں نصارا کی تعریف کرتا ہی چنانچہ فرماتا ہی وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور یہ جو لکھا ہی کہ نہج البلاغت شیعوں کے نزدیک وحی آسمانی ہی بالکل غلط کہتا ہے
اسواسطے کہ اکثر کتب و خطب اسکے مخالفین کی کتب سیر اور تواریخ سی منقول ہیں شیعہ اسکو مثل وحی آسمانی کے کیونکر سمجھیں گے اگر راستگو تھا تو شیعہ کی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہوتا البتہ
مولف اسکا شیعہ ہی لیکن کل خطب اسکی شیعوں کی کتابوں سے منقول نہیں ہیں ہوسکتا ہی کہ یہ خطبہ کتب اہل خلاف سے منقول ہو بلکہ بعد اسکے اسی کے قول سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ خطبہ کتب
اہل سنت سے ماخوذ ہی اور ترجمہ جو اس نے خطبہ کا کیا ہی وہ بہی غلط ہی حضرت علی نے فرمایا کہ للہ بلاد فلان یہ محاورہ عرب کا ہی وقت مدح کی للہ بلادہ و للہ درہ و للہ دریہ کہا کرتے ہیں اور مقام
مدح شعر میں کہا کرتے ہیں للہ درہ اگرچہ وہ شاعر جسکا وہ شعر ہی بدمذہب اور فاسد العقیدہ ہو اور اگر فلان سے ابوبکر کو فرض کریں تو یہ معنی ہونگی للہ بلاد ابی بکر کے کہ واسطے خدا کی ہیں شہر ابوبکر
کہ خدا نے انکو پیدا کیا ہی اور یہ اسمیں کہاں ہی کہ ابوبکر میں خداداد خوبیاں ہیں اور بعد اسکے لقد قوم الاود ہے اور قسم کے معنی اس نے اسمیں اپنی طرف سے گھڑے ہیں اور معنی اسکے یہ ہیں
کہ البتہ تحقیق راست کیا کجی کو سو یہ ابوبکر پر صادق نہیں آتا ہی اسواسطے کہ وہ خود فرماتے تھی ان لی شیطانا یعترینی فان زغت فقومونی یعنی تحقیق واسطے میری شیطان ہے کہ دبا لیتا
ہے مجھکو پس اگر کجی کروں میں تو پس سیدہا کرو تم مجھکو پس جو شخص کہ کجی پر ہو تو وہ اوروں کو کیا سیدہا کریگا ؎ او خویشتن گم است کرا رہبری کند وہ اپنی کجی کو تو درست کر سکتے ہی نہ تھے
بلکہ لوگوں سے فرمایش کرتے تھے اپنی کجی کی دور کرنے کو لوگوں کی کجی کیونکر راست کرتے اور اگر راست کرتے ہونگے تو اپنی ریاست کے انتظام کی کجی کو راست کرتے ہونگے اور دین کی کجی کا تو درست کرنا
تو انکی ذات سے ممکن ہی نہ تھا کہ اسکے واسطے علم چاہئے اور وہ علم سے بے بہرہ تھے اور حضرت خلیفہ ثانی تو فرماتے تھے کہ کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال اور بعد اسکے فرمایا
وداوی العمد اور معنی اسکے یہ ہیں کہ دوا کرتا تھا بیماری کو کہ جو ایک بیماری شتر میں ہوتی ہی اور مراد اس سے حسن سیاست ہے چنانچہ ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہی اور اس نے جو لکھا ہی اسکے
معنی میں کہ اصلاح کر دیا ستون کو یہ غلط ہی اور یہ معنی اسکے نہیں ہیں اور بعد اسکے فرمایا کہ واقام السنۃ یعنی اور قایم کیا سنت کو اور سنت بمعنی طریقہ ہی اور اگر مراد اس سے شعائر اسلام ہو

ایسا بھی وہ کرتے تھے کہ دین اور دنیا کو مخلوط کر رکھا تھا اور بظاہر شعائر اسلام کو بھی جاری رکھتے تھے تاکہ تالیف قلوب اہل اسلام ہوتی رہے اور اگر اسلام کے طریقہ کو بالکل ترک کرتے تو لوگوں کو کیونکر مطیع کرتے بلکہ لوگ انسے نفرت کرنے لگتے اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ ان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر اور اقام السنۃ کے کچھ سے حقیقت ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہ مدح بالنسبت عثمان کے ہے یعنی بہ نسبت عثمان کہ اُس نے سنت کو بالکل مٹا دیا تھا اور ابوبکر جیسی کہ بدعت اسنے بعد چھوڑی تھی ایسے ہی بعضی سنتوں کو بھی جاری کر رکھا تھا واسطے انتظام خلافت کے اور جیسے کہ بظاہر اسلام کے امور کو جاری رکھتے تھے ایسے ہی بدعتیں بھی جاری کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں حضرت علی وخلف البدعۃ اور پیچھے چھوڑا بدعت کو کہ بعد اپنے بدعت چھوڑ گئے اور یہ فقرہ مذمت ہے سو انہوں نے دین کو اور دنیا کو دونوں کو واسطے انتظام کے مخلوط کیا تھا کہ بعضے امور دین بھی جاری رکھتے تھے اور اپنی رائے سے واسطے انتظام کے خلاف شرع بھی عمل میں لاتے تھے کسی نے حضرت علی سے پوچھا کہ یہ کیا کہ شیخین کے زمانہ میں تو انتظام خوب ہوا اور عثمان اور آپکے زمانہ میں انتظام نہوا فرمایا کہ شیخین نے دین کو دنیا سے خلط کیا اسواسطے انتظام خوب ہوا اور عثمان نے محض دنیا چاہی اور میں محض دین چاہا اسواسطے انتظام نہوا اور اسنے جو خلف البدعۃ کے معنی لیس لیٹ دالا لکھتے ہیں یہ معنی نہیں ہیں اسواسطے کہ اطلاق خلف اُس آدمی کا اُسکے متروکات پر نہیں ہوتا ہے اسواسطے متروکات میں بدعت نہیں اور اگر معنی اسکی لیس پشت ڈالا ہی ہوں تو معلوم ہوا کہ بدعت پہلی سے رسولخدا صلعم کے زمانہ سے چلی آتی تھی اور سنت کو قائم کیا اسواسطے کہ مقابل سنت کا بھی چاہتا ہے دوسرا اسی طرح کہتے کہ اقام السنۃ لم یدع البدعۃ سو دو امر کرتے تھے سنت بھی اور بدعت بھی اور بعد اسکے نقیم فرمایا نقی الثوب یعنی گیا پاک کپڑے کا کہ دامن اُسکی ہمت کا نجاست تہمت خلق سے آلودہ نہوا جیسے کہ عثمان کہ مال خدا کو اُس نے بیجا صرف کیا اور حقوق مومنین کو اپنے یگانوں اور دوستوں پر تقسیم کیا اور بسبب اہانت اور ایذائے صحابہ کے متہم ہو کر مقتول ہوا اور فرمایا کہ قلیل العیب یعنی کم عیب والا تھا اس سے معلوم ہوا کہ عیب تو تھا مگر کم تھا اور کثرت سے مثل عثمان کے عیب نہ تھا کہ جسکی جہت سے حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اور اُن عیبوں ہی کی جہت سے مقتول ہوئے اور طعن کرنیکو عیب قلیل ہی کفایت کرتا ہے ابلیس ایک ہی عیب سے کہ وہ سجدہ منکر حضرت آدم کا تھا ملعون ہو گیا اور قلیل العیب کے معنی بے عیب معلوم نہیں اس شیخ نجدی نے کہاں سے لکھے ہیں اور بعد اسکے فرمایا کہ اصاب خیرہا وسبق شرہا یہ فقرہ بھی فضیلت پر دلالت نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ معنی اسکے یہ ہوئے کہ پہنچا خیر اُس دنیا کو اور سبقت لیگیا شر دنیا کو کہ جو مقصود خلافت سے تھا جاری کرنا احکام کا سیاست کے اور انتظام امور ریاست کا بخوبی وقوع میں آیا اور خیرہا اور شرہا کی ضمیر خلافت کی طرف نہیں پھرتی ورنہ لازم آئیگا کہ حضرت علی اپنی خلافت کو شر میں داخل کرتے تھے اور بعد اسکے فرمایا کہ ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ یعنی ادا کیا طرف خدا کی طاعت اُسکی کو اور پرہیزگاری کی ساتھ حق اُسکے کہ سو ظاہر میں طاعت خدا میں مشغول بھی ہوتے تھے نماز پڑھتے تھے روزہ رکھتے تھے شراب اور قمار وغیرہ سے پرہیز کرتے تھے لیکن جو کچھ تھا باعتبار ظاہر کے تھا واسطے دام میں لانے لوگوں کے اور حقیقت میں یہ سب استحکام ریاست کے واسطے تھا کہ مسلمان یہ حال دیکھکر فرمانبردار رہیں اور فرمایا کہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی یعنی کوچ کیا اور چھوڑ دیا اُن لوگوں کو طرح طرح کی راہوں میں کہ نہیں راہ پاتا ہے انمیں گمراہ اور نہیں یقین کرتا ہے راہ پانیوالا اور یہ صریح مذمت ہے کہ لوگوں کو گمراہی میں چھوڑ گئے کہ کسیکو راہ نہیں ملتی سب حیران ہیں اور جو کچھ خرابی اس دین میں پڑی ہے وہ انہیکے طفیل سے ہے اور جو ظلم اور تعدی کہ اہلبیت پر گزری ہے وہ انکی ہی بنیاد ڈالی ہوئی ہے اگر وہ خلافت کو غصب نکرتے تو بعد انکے کسیکو مجال غصب کی نہوتی اور نہ کسیکو شک ہوتا بانی مبانی مفاسد کے اسلام میں وہ ہی ہوئے ہیں کہ ابتدا ظلم کی انسے ہوئی چنانچہ بعضے مرثیہ میں امام حسین کی طرف خطاب کرکے کہتے ہیں لے کشتہ سقیفہ وشوری وکربلا۔ سو فقرات اس خطبہ کے کہ اکثر میں بعضی میں تو مدح انتظام ریاست کی ہے اور بعضے میں تصریح مذمت انکی ہے اور بعضے خطبہ میں جو مدح انکی ظاہری افعال کی ہے وہ لوگوں کی تالیف قلوب کے واسطے ہے کہ دلوں میں انکی محبت شیخین کی راسخ ہو رہی تھی تاکہ جماعت برہم نہو جاوے کہ مذمت کے فقروں کو سننے سے ورنہ سوا اسکے اور کیا وجہ ہے حضرت علی تو انکو کاذب و خائن و آثم جانتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ ہم اس خطبہ کو تسلیم کریں کہ مراد فلاں کے لفظ سے جو کہ اس خطبہ میں ہے ابوبکر ہو یا عمر ہو کہ آجتک اُس شخص کی تشخیص ہی نہیں ہوئی کہ وہ کون ہے کوئی تو کہتا ہے اہل سنت میں سے کہ وہ ابوبکر ہے اور کوئی کہتا ہے کہ وہ عمر ہے چنانچہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں اور نام اُس شخص کا کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے سب قیاس اور تخمین سے کہتے ہیں اور حقیقت کسیکو معلوم نہیں ہے پھر کس شخص کی مدح اور ہجو کا تعیین کیا جاوے قال الشیخ الاشعری اب گوش گزار ناظرین رسالہ یہ ہے کہ علامہ رضی نے بپاس داری مذہب ابوبکر کے لفظ کی جگہ لفظ فلاں کا لکھدیا تاکہ سنیوں کو گنجایش استدلال نرہے اور ان علامہ رضی کی کچھ عادت ہی یہ ہے مگر اتنا نہ سمجھے کہ نام کے چھپانے سے کیا فائدہ حضرت امیر المومنین سے پہلے کل تین خلیفہ تھے سو جسکی تعریف ہوگی سنیوں کا مطلب کہیں نہیں گیا معہذا وہ وصاف ایسے ہیں کہ خود ابوبکر کا ہاتھ پکڑ دیتے ہیں خیال کرو پہلا وصف اور دوسرا وصف یہ دو وصف سوا ابوبکر کے کوئی بتلائے تو کس پر منطبق ہوتے ہیں اور کس کی خلافت میں کجی آگئی تھی اور کس رکن یعنی ستون میں ارکان اسلام میں سے نقصان آگیا تھا کہ اُس نے اُسکی درستی کی ہاں انکی خلافت میں بعد وفات رسول اللہ صلعم کے چار طرف سے شور اٹھا اُٹھا بہت لوگ زکوۃ سے جو رکن اسلام ہے مانع آئے سو ابوبکر صدیق ہوں نہ یہ فتنے دبے اُنکی برکات اور حسن انتظام اور خوبی خلافت کے باعث جو حضرت امیر کی آنکھوں میں کبھی ہوئی تھی اور شیعہ بھی تو اپنے جی میں جانتے ہیں زبان سے کہیں یا نہ کہیں حضرت امیر اپنے زمانہ کے فساد اور فتنوں کو دیکھ دیکھ انہیں یاد کرتے ہیں اور تاسف کرتے ہیں کہ ایسے زمانہ میں ایسا شخص ہونا چاہیے تھا اور کیوں نہو کہ ابوبکر صدیق وہ تھے کہ بعد وفات رسول صلعم کے جب چار طرف سے مرتدین کا زور ہوا اکثر صحابہ گھبرا گئے یہانتک کہ حضرت عمر جیسے جری اور ذی ہوش اور صاحب رائے کے بھی ہوش ٹھکانے نرہے یا انہیں کی ہمت مند تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اجبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام یعنی اے عمر کیا کفر کے زمانہ میں تو زور شوری تھی اور اسلام میں ان لگے

اقول علامہ رضی علیہ الرحمۃ نے ابوبکر کے لفظ کی جگہ لفظ فلاں ہرگز نہیں لکھا ہے تو جھوٹ لکھتا ہے اگر درست گو تھا تو کسی کتاب معتبر کا حوالہ دیا ہوتا کہ فلانی کتاب میں جو یہ خطبہ ہے اسمیں فلاں
کی جگہ ابوبکر لکھا ہوا ہے بلکہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس خطبہ میں تحریف کی ہے کہ فلاں کی جگہ ابوبکر کا نام لکھدیا ہے اور انکی پیروی سے بلا سند تو بھی ابوبکر کو گائے جاتا ہے اور بعد اسکے تو خود لکھتا ہے
اور بعضے شارحین کا حوالہ دیتا ہے کہ انہوں نے مصنف کے ہاتھ کا یعنی علامہ رضی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا کہ لفظ فلاں کے نیچے عمر کا نام لکھا ہوا تھا جب مصنف خود عمر کو لکھ چکے تو انہوں نے ابوبکر کے نام
فلاں کو کیوں بدلا وہ تو لکھ گئے کہ فلاں سے عمر مراد ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغت میں یہی لکھا ہے کہ فلاں کے لفظ کے نیچے میں نے عمر کا نام لکھا ہوا دیکھا ہے تو ابوبکر کو کہاں سے کہتا ہے
اور اس سے معلوم ہوا کہ علامہ رضی نے تو اسمیں تحریف نہیں کی اسواسطے کہ علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام لکھدیا اور اگر انکو ابوبکر یا عمر کی مدح ناپسند ہوتی تو عمر کا نام کیوں
لکھتے اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی طرف سے فلاں کا لفظ نہیں لکھا ہے بلکہ اصل خطبہ میں فلاں کا لفظ ہے اور مصنف تحریف سے بری ہے اور فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام کسی نے اپنی طرف سے
قیاس کر کے لکھدیا ہے اور قیاس کرنے میں اکثر غلطی ہوا کرتی ہے اور خود مصنف نے قیاس کر کے فلاں کے نیچے عمر کا نام نہیں لکھا ہے اسواسطے کہ اگر انکے نزدیک فلاں سے مراد عمر ہوتے تو فلاں
کی جگہ فلاں کو محو کر کے عمر کا نام لکھتے فلاں کے نیچے عمر کا نام کیوں لکھتے اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت علی نے ابوبکر کی جگہ یا عمر کی جگہ فلاں کا لفظ فرمایا سو علی تمہارے نزدیک ابوبکر یا عمر کی
تعریف کرتے ہیں پھر انہوں نے نام کو انکے ظاہر کیوں نہ کیا کیا تقیہ کرتے تھے نام کے ظاہر کرنے سے کیسی عقل میں بھی آتا ہے کہ ایک شخص کی کوئی تعریف کرے اور اسکے نام کے ذکر سے پرہیز
کرے اس سے معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور شخص ہے حضرت علی کے زمانہ کے عالموں میں سے کہ جسمیں اوصاف تھے اور وہ مرگیا تھا اور اسکے نام کے بدلنے کی بابت کسی کاتب کی ہوئی کسی مصلحت کے
واسطے اور پہلے اس سے ہم بیان کر چکے کہ اس خطبہ میں کسیکی فضیلت نہیں ہے کہ اس میں جمیع الوجوہ ذکر نہیں ہے انتظام کی تعریف ہے اور بعضے فقرہ میں فضیلت ہی نہیں مذکور ہے تو بعضے فقرہ میں مذمت بھی
ہے خواہ ابوبکر مراد ہو فلاں کے لفظ سے خواہ عمر تمہارے نزدیک خواہ کوئی اور آدمی ہو اور یہ کیا ضرور ہے کہ فلاں کے لفظ سے ابوبکر یا عمر ہی مراد ہوا کرے اور اگر یہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ
صحیح بخاری میں جو لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم جسوقت نماز صبح کی اخیر رکعت میں رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو کہتے تھے اللھم العن فلانا و فلانا و فلانا پس معلوم ہوا کہ مراد ان تینوں فلاناً سے
ابوبکر اور عمر اور عثمان ہیں اور محمد اسمعیل بخاری نے ان تینوں نام کی جگہ فلانا و فلانا و فلانا لکھدیا ہے تاکہ شیعوں کو واسطے لعنت کرنے خلفاء ثلاثہ کے گنجائش استدلال کی باقی نہ رہے
اور وہ روایت بخاری کی یہ ہے حدثنا حبان بن موسی اخبرنا معمر عن الزہری قال حدثنا سالم عن ابیه انه سمع رسول اللہ صلعم اذا رفع راسه من الرکوع فی الرکعة الاخیرة من الفجر
یقول اللھم العن فلانا و فلانا و فلانا بعدما یقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد میں لکھا ہے کہ فلاں و فلاں و فلاں سے مراد وہ ہیں جو جنگ احد میں سے بھاگ گئے تھے اور احد کے جھگڑوں میں سے خلفاء ثلاثہ بھی تھے ہمارا مطلب
ثابت ہوا اور سید رضی علیہ الرحمۃ کی عادت نام کے پوشیدہ کرنیکی کہاں سے معلوم ہوئی ان مقامات کا نام لکھا ہوتا اور جبکہ نہیں لکھا تو معلوم ہوا کہ تو بڑا کاذب ہے اور اگر حضرت علی نے پہلے تین
خلفا بھی تو ہوا کرے لیکن یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ کسی خلیفہ ہی کے حال میں حضرت علی فرماتے ہیں کیا خلیفہ کا لفظ خطبہ میں لکھا ہوا ہے ہاں بعضے اوصاف خطبہ میں ایسے ہیں کہ ابوبکر کا ہاتھ پکڑتا ہو
ہیں جیسے انتظام کا خوب کرنا اور بدعت کو بعد اپنے چھوڑ جانا اور خود رحلت کر لی اور لوگوں کو طرح طرح کے طریقوں گمراہی میں چھوڑ جانا کہ نہیں رہ پاتا ہے انہیں گمراہ اور نہیں یقین کرتا
ہے راہ پانیوالا اور پہلا وصف اور دوسرا وصف جو ابوبکر کا ہاتھ پکڑتا ہے تو حسن انتظام پر دلالت کرتا ہے اگر ابوبکر سے یہ وقوع میں آیا تو انتظام کی مدح ہوئی انگریزوں کے بھی انتظام کی
بہت تعریف کرتے ہیں اور ابوبکر کیونکر مراد ہوں فلاں کے لفظ سے کہ خطبہ شقشقیہ میں حضرت علی تصریح نام ابن ابی قحافہ مذمت کرتے ہیں اور خلافت کے مغصوب ہونیکا ذکر کرتے ہیں
اور کجی جو ابوبکر کی خلافت میں دین کے مقدمہ میں آئی تھی وہ بدستور باقی ہے کہ کجی انکی ہی ڈالی ہوئی تھی ہاں ریاست کے انتظام کی کجی کو انہوں نے درست کر دیا ہوگا اور کس کا سیدھا
کرنا تو اسمیں ذکر ہی نہیں ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ اس فقرہ کو تو سمجھا ہی نہیں ہے اور اگر شور ارتداد چاروں طرف سے اٹھا تو وہ خود ہی اس بلا میں مبتلا تھے اور جو لوگ کہ مانع زکوۃ
کے تھے وہ ابوبکر کو سزاوار زکوۃ دینے کا نہیں جانتے تھے کہ وہ ابوبکر کو خلیفہ ہی نہیں سمجھتے تھے اور ابوبکر نے زکوۃ کے مدعی سے ان مومنین بیگناہ کو قتل کروایا اور اسی وجہ سے ابوبکر پر میاں عمر
صاحب بہت خفا ہوئے کہ تو نے مومن کو قتل کروایا ہے خالد سے قصاص لینا چاہیے اور یہ قتل و قمع انہوں نے اپنی ریاست کے انتظام کے واسطے کروایا اور اسیواسطے مرتدین کو بھی قتل
کروایا کہ اسلام کی ترقی میں اپنی ترقی سمجھے ہوئے تھے اور یہی مقصود تھا انکا خلافت کے غصب کرنے سے اور صرف دین کی ترقی سے انکو کیا کام تھا اور انتظام انکی خلافت میں البتہ اچھا تھا
اور حضرت علی نے دیکھا ہی تھا پھر حضرت علی نے بالفرض اگر انکے انتظام کی تعریف کی تو کیا فضیلت ہوئی جناب رسولخدا صلعم نوشیرواں کی عدالت کی تعریف کیا کرتے تھے اور انگریزوں
نے بھی خوب انتظام کیا ہے اور لوگ انکی انتظام کی بھی تعریف کرتے ہیں اور حضرت علی نے تاسف کب کیا تھا کہ ایسے زمانہ میں ایسا شخص ہونا چاہیے تھا جھوٹ لکھکر لعنت کی بلا میں کیوں
گرفتار ہوتا ہے اور لوگوں کے مرتد ہونے سے صحابہ کا سبکو گھبرا لیے تھے اگر گھبرائے ہونگے تو ابوبکر گھبرائے ہونگے کہ انکی ریاست میں خلل پڑتا تھا اور مسلمان تو کافروں کو خود ہی قتل کرتے تھے اور ابوبکر کی ریاست
مفت میں تو کیا پڑتی تھی اور حضرت عمر کس وجہ سے جری ہوئے تھے انکی جرأت تو جنگ احد اور حنین اور خیبر میں جیسے کہ تھی معلوم ہوگئی تھی کہ سب سے پہلے جہادوں میں سے بھاگا کرتے تھے یہاں بھی
انکے ہوش ٹھکانے رہے ہونگے البتہ خانہ جنگ اور بد مزاج تھے اور ایسے بد مزاج اور بد خلق تھے کہ لوگ انکی خلافت سے راضی نہ تھے تھی ابوبکر نے موافق وعدہ کے کہ جو تو مجھکو خلیفہ کروایگا اپنی کوشش

تو میں بعد اپنے تجھ کو خلیفہ مقرر کرونگا خلیفہ کردیا **قال الشیخ الاشعری** القصہ حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ ایسے میں اگر لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نہ بھیجا جاوے تو مناسب معلوم ہوتا ہے
مبادا مدینہ منورہ لشکر مجاہدین سے خالی ہو جاوے اور دشمن تاخت کر بیٹھیں لیکن آفریں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت و استقامت پر کہ باوجود ان ہنگاموں کے ہرگز نہ گھبرائے اور فرمایا
کہ جس لشکر کی تیاری خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کر گئے ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکو روانہ نکروں ایسے ہی مرتدین کے قتال میں جو لشکر کے بھیجنے کا ارادہ فرمایا اور اکثر صحابہ کی رائے
اسباب میں انکی رائے کے مخالف ہوئی تو ایسا کچھ فرمایا کہ اگر کوئی نجائیگا تو میں تن تنہا جاکر لڑونگا اور اسیطرح زکوۃ کے انکار کرنیوالوں کے قتال کے باب میں جب حضرت عمر نے یہ شبہ کیا کہ وہ
کلمہ گو ہیں تو یہ ارشاد فرمایا کہ جو نماز اور زکوۃ میں فرق کریگا نماز کو فرض کہیگا اُسے فرض نہ سمجھیگا میں اُس سے بے تامل لڑونگا واللہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بکری کا
بچہ لوگ زکوۃ میں دیتے ہونگے اور اب نہ دینگے تو میں اُن سے جہاد میں دریغ نکرونگا **اقول** ۔ حضرت عمر کی یہ رائے ہوئی تو اُنہوں نے رائے رسولخدا صلعم کو رد کیا اسواسطے کہ اُن حضرت نے
تو ابوبکر اور عمر وغیرہ کو اسامہ کے تابعین میں سے مقرر کرکے حکم دیا تھا کہ واسطے جہاد کے جاؤ اور اسقدر تاکید کی اور فرمایا کہ جهزوا جيش اسامة لعن الله من تخلف عن جيش اسامة تو ابوبکر
اور عمر وغیرہ نے لعنت کو تو گوارا کیا اور اسامہ کے لشکر سے واپس ہوکر چلے آئے اس اندیشہ سے کہ رسولخدا صلعم بیمار ہیں ایسا نہو کہ بعد ہمارے وفات حضرت کی ہو جاوے اور علی خلیفہ بن بیٹھیں حضرت
کی بیماری کا بہانہ کرکے چلے آئے اور لعنت کا کچھ خیال نکیا اور مہاجرین و انصار باوجود مامور ہونے کے لشکر اسامہ سے مراجعت کرکے چلے آئے اور لعنت خدا کا کچھ لحاظ نکیا اور مقصود حضرت کا اخراج ابوبکر
اور عمر کا تھا مدینہ منورہ سے کہ میری وفات کے وقت یہ دونو مدینہ میں موجود نہوں اور جناب رسولخدا صلعم کا یہ حکم دینا شرح مواقف اور ملل نحل وغیرہ میں اس لعنت کے ساتھ لکھا ہوا موجود ہے اور ابوبکر اور
عمر کا ہمراہ اسامہ کے متعین ہونا اور اُسکے تابعین میں سے انکا قرار دینا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے وكان ممن انتدب مع اسامة كبار المهاجرين والانصار
منهم ابو بكر وعمر وابو عبيدة وقتادة بن النعمان وسلمة بن اسلم الخ حاصل یہ کہ اور تھے اُن لوگوں میں جو کہ مامور تھے ہمراہ اسامہ کے بزرگان مہاجرین و انصار کہ انہیں سے ابوبکر اور عمر
اور ابو عبیدہ و قتادہ بن النعمان و سلمہ بن اسلم وغیرہ تھے اور یہی قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے اور ذہبی نے تذہیب التہذیب میں ترجمہ اسامہ بن زید میں لکھا ہے اور اقوال
متقدمین و متاخرین اہل سنت سے مثل واقدی اور ابن جوزی اور ذہبی اور صاحب روضۃ الاحباب و عبدالحق دہلوی کی بھی یہی ثابت ہے اور شجاعت تو ابوبکر میں کہاں تھی ہمیشہ جہادوں
میں سے جناب رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑکر بھاگا کرتے تھے اور ابوبکر نے لشکر کو کب روانہ کیا تھا یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے جھوٹ کسواسطے لکھتا ہے اور مرتدین سے جو قتال کیا تھا وہ اپنی ریاست کے انتظام کے
واسطے کیا تھا اگر ایسا نکرتے تو ریاست برہم و درہم ہو جاتی اور تنہا تو وہ جہاد کو کیا جاتے اور کیا لڑتے جسوقت ہزاروں مسلمان اُنکے ہمراہ معین و مددگار ہوتے تھے جہادوں میں اُسوقت دشمن کفار
کے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے تھے اور جو لوگ کہ ابوبکر کو زکوۃ نہیں دیتے تھے بیشک وہ مسلمان تھے چنانچہ کتب اہل سنت سے ثابت ہے اور زکوۃ اسواسطے وہ نہیں دیتے تھے کہ وہ ابوبکر کو خلیفہ حق نہیں جانتے تھے اور عمر
نے اس مقدمہ میں ابوبکر کو بہت ملامت کیا اور کہا کہ تو نے مالک بن نویرہ مسلمان کو قتل کروایا ہے اور خالد اُسکی زوجہ کو جو اپنے تصرف میں لایا ہے اُسکو سنگسار کر ابوبکر نے جواب میں کہا کہ اُس نے
اجتہاد میں خطا کی **قال الشیخ الاشعری** الحاصل یہ انکی شجاعت اور فہم و فراست تھی جو یہ رائے صائب تھی اور دین تھا ورنہ دین میں وہ فتور پڑے تھے کہ خدا ہی حافظ تھا چنانچہ
امیرالمومنین رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے فسادوں اور بدعتوں کو جو لوگوں نے برپا کر رکھی تھی دیکھ دیکھکر اُنکو یاد کرتے تھے چنانچہ الفاظ خطبہ مذکورہ خود گواہی دیتے ہیں اسواسطے اکثر شارحین
نہج البلاغت کی یہی رائے ہے اور کیونکر ہم کو دم کشی ان اوصاف کو منطبق کردیں بہت کرتے تو یہ کرتے کہ کسی ایسے شخص کا احتمال پیدا کرتے جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مرگیا ہوتا جیسے بعض نواصب
نے کیا ہے شارحوں کے ذمہ معنی کا درست کرنا بھی تو تھا پھر ان اوصاف کو اُسپر کیونکر منطبق کردیتے رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں جو کچھ خوبی ظہور میں آئی وہ سب آپ کا طفیل تھا اور کسی کا کام اسمیں کیا
اجارہ تھا اور خود رسول اللہ صلعم کا نام مبارک اسلئے زبان پر نہیں لا سکتے کہ سنیوں سے اسکا کیا عذر کرینگے کہ حضرت امیر نے یا جس نے فلاں کہا کسقدر گستاخی کی کہ رسول اللہ صلعم کو کس طرح ذکر کیا اور
پھر کیا باعث ہوا کہ محل تعریف میں جو مقام تصریح و اعلام ہوتا ہے یہ اخفا اور ابہام بلکہ اسی نظر سے کہ یہ محل تعریف ہے یوں خیال میں آتا ہے کہ یہ تعریف ابوبکر کی تعریف ہے اور یہ کنایا بلا جرم اعدائے صحابہ
کی تعریف ہے ورنہ رسول اللہ صلعم کے ذکر میں تو کچھ اندیشہ ہی نتھا جو کسی نے یوں چھپایا اور نام نہ بتایا ہاں ابوبکر کی ضد میں بایں غرض کہ یہ مدح ابوبکر کی طرح نہ ہو جاوے گو رسول اللہ صلعم کی دشمنی
بھی اپنے ذمہ لازم آئے اگر رسول اللہ صلعم کی عداوت تو باعث اخفاء نام ہو گی گوارا کریں اور اس طرح سے اسکو مدح نبوی قرار دیں تو ممکن ہے مگر اوصاف مذکورہ انپر چسپاں کرنے سے یہ بات آتی کہ زمانہ میں
اول تو اقامت سنت اور تخلیف بدعت کے کیا معنی جس سے چاہو پوچھ دیکھو اقامت سنت کے لفظ سے کیا متبادر ہوتا ہے ہر کوئی اتنا جانتا ہے کہ اقامت کیلئے سنت کا وجود اور اُسکی سستی ہونی چاہئے نہیں تو پھر
اقامت کسکی ہو گی سو جو کچھ رسول اللہ صلعم احکام فرماتے تھے یا خود عمل کرتے تھے تو وہ اقامت سنت نہوتی تھی بلکہ اسکو خود سنت سمجھنا چاہئے ہذا بعد مقرر ہونے احکام سنت کے رسول اللہ صلعم کے
زمانہ میں کونسا فتور پڑ گیا اور پڑ ہی گیا تھا تو آپ نے اُسکی کیا اصلاح فرمائی **اقول** شجاعت تو انمیں کہاں تھی جیسا کہ ہم لکھ چکے البتہ فراست نبوی خوب تھی انتظام ریاست کیلئے اور اسکے
تھامنے کیلئے کہ اسکو غصب کیا تھا اور دین میں فتور تو انکا ہی ڈالا ہوا ہے کہ آجتک وہ فتور چلا آتا ہے اور حضرت علی کے دشمنوں نے جو فساد اور بدعتیں برپا کی تھیں وہ لوگ شیخین ہی کے مریدوں
میں سے تھے انکو حضرت علی کا خلیفہ ہونا ناگوار تھا اور انکے پیروں اور مقتداؤں نے تو خلافت کو علی سے غصب کیا اور اُنہوں نے خلافت میں علی کی فساد برپا کیے اس صورت میں اگر حضرت

علی نے پہلے انتظاموں کو بیان کیا ہے اور اگر بعضے شارحین نے اپنی رائے سے ابوبکر کو تجویز کیا ہے تو ایک تخمین اور احتمالی بات ہے اور جو اوصاف کہ اس خطبہ میں لکھے ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ کسی اور میں بجز ابوبکر کے نہ پائی جائیں اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ شخص حضرت علی ہی کی خلافت کے زمانہ کا آدمی تھا انکے عمال میں سے جب وہ مرگیا تو حضرت علیؑ اسکا حال بیان کرتے ہیں اپنے خطبہ میں اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ خطبہ اہل سنت کی کسی کتاب سے ماخوذ ہے اور وہ شخص حضرت علیؑ کے دوستوں میں سے جو تھا تو اسکے نام کو محو کرکے کسی ناصبی نے فلاں کا لفظ لکھدیا ہے اور اگر مراد اس شخص سے ابوبکر ہی ہے تو کونسی فضیلت ہے کہ بعضے فقرے مذمت کے بھی تو اسمیں ہیں اور اگر بعضے فقرہ سے مدح ظاہر ہوتی ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ مصلحتاً بعض فقرہ میں ایسا فرمایا ہے واسطے استمالت حال ہمراہیوں کے اور انکے قلوب کی تالیف کے واسطے کہ یہ جماعت فقرات مذمت سنکر برہم اور منتشر ہو جائے اسواسطے کہ اکثر ہمراہی حضرت علیؑ کے ابوبکر اور عمر سے دوستی رکھتے تھے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ معاویہ حضرت علی کو لکھتا تھا کہ تو ابوبکر و عمر کو گالیاں دیتا تھا اس وہم کے بھی رفع کرنیکو ہمراہیوں کے دلوں سے یہ کہ وہ یہ سنکر بدگمان نہو جائیں ایسا فرماتے تھے اور یہ بڑی مصلحت تھی جیسے کہ رسولخدا صلعم نے واسطے دلداری چند کس کفار کے قصد کر کے سفر کو موقوف کیا اور رسول اللہ کا لفظ اپنے ہاتھ سے مٹادیا اور رسولخدا صلعم ہمیشہ تالیف قلوب منافقین اور کفار فرماتے رہے ہیں اسی مصلحت کے اور یہاں بنا صرف کر رہے ہیں اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ حقیقت میں حضرت علیؑ تعریف انکی کرتے ہوں اسواسطے کہ خطبہ شقشقیہ میں صاف صاف مذمت ثلاثہ کی منبع ہے اور غاصب خلافت انکو لکھا ہے اور خطبہ شقشقیہ وہ ہے کہ جسکا اقرار کرتے ہیں علماء اہل سنت کہ یہ کلام جناب امیر علیہ السلام کا ہے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ خائن اور کاذب جانتے تھے ابوبکر اور عمر کو اور صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن شوری کے آدمیوں کا افسر حضرت علیؑ کو بعد عمر کے خلیفہ کرنا چاہتا تھا بشرطیکہ علی ابوبکر اور عمر کی سیرت پر چلیں حضرت علی نے انکی سیرت کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ موافق حکم خدا اور رسولخدا کے عمل کرونگا جب یہ حال تھا تو تعریف حقیقی انکی کیونکر سمجھی جائے اور جناب رسولخدا صلعم کا نام تو فلاں کے لفظ کی جگہ کوئی بھی نہیں لیتا ہے اسقدر فضول عبارت لکھکر کاغذ کو ناحق سیاہ کیا ہے اور کیونکر حضرت کا نام کوئی لیوے کہ مذمت کے فقرے بھی تو اس خطبہ میں موجود ہیں جو کچھ چاہتا ہے یہ شیخ نجدی سر پا لکھتا ہے اور یہ کتا یہ بھی خود حضرت علی ہی کا یا اور کسی کا بیان کیا ہوا ہے کہ مولف نے تو اسکے نیچے تیرے نزدیک عمر کا نام لکھدیا ہے جیساکہ تو بعد اسکے بعض شارحین کا حوالہ دیتا ہے اس صورت میں مولف کا کیا گناہ ہے اور اگر مولف خطب تحریف کرکے لفظ فلاں لکھتا واسطے اخفا کرنے نام کے تو فلاں کے نیچے عمر کو کیوں لکھتا سو علاوہ صحابہ ہونگے تو تیرے نزدیک حضرت علی ہی ہونگے کہ انہوں نے اوصاف تو بیان کئے خواہ اچھے خواہ برے اور نام کا اخفا کیا یا کوئی اور شخص راویان اہل سنت میں سے ہے اور بالکل وہ مدح اس خطبہ میں کہاں ہے کہ جو فضیلت دینی پر دلالت کرے تاکہ ابوبکر کا نام کا اسقدر بس ہے کوئی اخفا کرے کہ ابوبکر کی مدح نہو جائے وہ خطبہ تو حسن انتظام اور مذمت پر دلالت کرتا ہے اور اگر واسطے مصلحت کے کچھ مدح بھی انکی قلیل ہی باعتبار ظاہر کے بیان کردی تو بالکل مدح نہیں ہو سکتی اور اس صورت میں ہے کہ اگر فرض کریں ہم کہ وہ ابوبکر تھا یا عمر تھا ورنہ حقیقت تو اسکی کسیکو معلوم نہیں ہے اور بعد اسکے جو کچھ رسول اللہ صلعم کے نام پر بنا کرکے لکھا ہے وہ سب باطل ہے کہ رسولخدا صلعم کے نام مبارک کو تو کوئی زبان ہی پر نہیں لاتا ہے اسواسطے کہ اس خطبہ میں مذمت کے بھی فقرے ہیں **قال الشیخ الاشعری**

بہرحال یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ اوصاف ڈھلتے ہیں سو یہ کرامت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی ہے کہ ہر چند علامہ رضی نے انکے کلام کو خراب کرنا چاہا مگر معنی وہی رہے اور بدنامی اپنی دیرنگائی بھلا اتنا بھی خیال نکیا کہ تعریف کے محل میں ایسی کنایات کون باتیں کرتا ہے کسی نے سچ کہا ہے عیب کرنیکو ہنر چاہئے **اقول** کئی مرتبہ ہم اس شیخ نجدی کے قول کو رد کرچکے ہیں اور ایک بات کو یہ شیخ کئی مرتبہ لکھتا ہے اور اب اسکے قول کو تسلیم کرکے کہتا ہوں کہ ہم نے مانا کہ یہ اوصاف خطبہ کے ابوبکر کی طرف ڈھلتے ہیں لیکن اس سے فضیلت دینی ابوبکر کی ثابت نہیں ہے اول تو یہ کہ اسمیں انتظام کی تعریف کی ہے سو انتظام بعضے کفار بھی خوب کرتے ہیں کہ جس سے ممدوح خلائق ہو جاتے ہیں اور اقام السنت میں اور اداء الی اللہ طاعتہ واتقاہ ہیں اگر مدح پائی جاتی ہے تو خلف للبدعۃ میں اور ترکہم فی طریق متشعبۃ لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی میں مذمت ہے اور یہ اس سبب سے ہے کہ وہ پابند شرع کے بھی تھے ظاہر میں اور نماز روزہ وحج سب کچھ کرتے تھے اور بدعتیں بھی کرتے تھے اور دین کو دنیا سے مخلوط کر رکھا تھا واسطے انتظام ریاست کے جیسا مناسب جانتے تھے ویسا کرتے تھے واسطے انتظام کے موافق شرع کی بھی کرتے تھے اور خلاف شرع کے بھی کرتے تھے اور اگر امور شرعیہ سے بالکل اعراض کرتے تو انکی اطاعت کوئی نکرتا اور انتظام نہوتا کسی نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ شیخین کے زمانہ میں تو انتظام ہوا اور عثمان کے اور آپکے زمانہ میں انتظام نہوا فرمایا کہ شیخین نے تو دین سے دنیا کو مخلوط کیا اسواسطے انکے زمانہ میں انتظام ہو گیا اور عثمان نے صرف دنیا چاہی اسواسطے اسکے زمانہ میں انتظام نہوا اور میں نے محض دین چاہا تو انتظام نہوا سو حضرت امیر کے کلام سے کوئی فضیلت دینی ابوبکر کی ثابت نہوئی اور اس خطبہ میں اگر تعریف ابوبکر کی ہے تو ابوبکر کے انتظام کی تعریف ہے اور ظاہر میں بعضے امور شرعیہ بجالانا اور بعض اوقات مخالف شرع کے کرنا جیسا کہ خطبہ کی فقرہ سے پایا جاتا ہے یہ سب واسطے انتظام ریاست کے تھا اور علامہ رضی علیہ الرحمۃ نے کوئی خرابی نہیں کی ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور اہل سنت کی کتابوں اور شرح نہج البلاغۃ سے ثابت ہے کہ علامہ موصوف نے فلاں کے لفظ کی جگہ نیچے عمر کا نام لکھدیا تھا پھر بدنامی انکی طرف کیونکر عاید ہوا اگر اعتراض ہے تو تمہارے نزدیک حضرت علی پر ہے کہ جسکی تعریف کی اسکا نام ظاہر نکیا سو حضرت علی سے پوچھنا چاہئے کہ تعریف کے محل میں کون کنایات سے باتیں کیا کرتا ہے اور علامہ رضی علیہ الرحمۃ پر تو یہ اعتراض ہو ہی نہیں سکتا کہ انہوں نے تو تمہارے نزدیک فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام لکھدیا تھا **قال الشیخ الاشعری**

اور بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ اس خطبہ میں حضرت عمر کی تعریف ہے سو حضرت عمر میں کونسی برے ہیں اور حضرت عمر پر جو وہ اس تعریف کو منطبق کرتے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ مجھے مصنف کے
ہاتھ کا یعنی علامہ رضی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہج البلاغت کا نسخہ ملگیا تھا سو اسمیں لفظ فلاں کے نیچے عمر کا نام لکھا ہوا تھا اور اسکے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ سے فخار بن معد موسوی ادیب شاعر
نے ایسا ہی بیان کیا اور میں نے ابو جعفر یحییٰ بن زید علوی سے پوچھا کہ اس لفظ سے کون مراد ہے تو انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں میں نے کہا کہ امیر المومنین نے اسقدر انکی تعریف کی انہوں
نے کہا کہ ہاں الغرض یہ توجیہ ہے اور نیز اسکی وجہ یہ ہے کہ بعضے خطبوں میں جو حضرت عمر کے نام سے تعریف ہے تو اسکے الفاظ اسی سے ملتے ہیں بعض شارحین حضرت عمر کی طرف ڈھلتے ہیں یہ انکا
یہی ہے کہ مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں **اقول** جسوقت شارحین لکھتے ہیں اور انکی رائے یہ ہے کہ یہ تعریف عمر کی ہے تو تو کہاں سے کہتا ہے کہ یہ تعریف ابوبکر کی ہے اور تو
کس شمار میں ہے کہ جو برخلاف شارحین کے لکھتا ہے کہ اظہر یہی ہے کہ ابوبکر مراد ہے اور عمر کو ابن ابی الحدید اپنی شرح میں لکھتا ہے اور ہمارے نزدیک تیرا قول معتبر ہے نہ ابن ابی الحدید کا کہ وہ بھی
مرید اور معتقد حقیقت خلافت ثلاثہ کا ہے اور جسوقت کہ اس نے یہ لکھا ہے کہ میں نے مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا کہ فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام لکھا ہے تو مصنف تو تحریف کی تہمت سے بری
ہوگیا اور تیرا قول تحریف کو مصنف کی طرف منسوب کرنے میں باطل ہوا اور ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ فلاں کا لفظ کنایہ عمر سے ہے اور حدیث کی ہے مجھ سے اسکی فخار
بن معد موسوی ادیب شاعر نے اور پوچھا میں نے نقیب ابو جعفر یحییٰ ابن ابی زید علوی سے انہوں نے کہا کہ مراد اس سے عمر ہے لیکن یہ سب بیان اصحاب ثلاثہ میں انکا قول حجت نہیں ہوسکتا او
بعد اسکے اور فرقوں کا مذہب اسمیں لکھا ہے لیکن ہر ایک کی بات احتمالی ہے اور حقیقت اسکی کسیکو معلوم نہیں اور عمر کے نام سے تو کسی خطبہ میں تعریف نہیں ہے جھوٹ کیوں لکھتا ہے اور اگر
کسی سنی کی کتاب میں لکھا ہے تو اسکا اعتبار نہیں ہے اور ہمارے نزدیک تو نہ ابوبکر مراد ہے نہ عمر مراد ہے رجماً بالغیب کچھ کیونکر کہدیں اور اگر کسی کے حق میں ائمہ میں سے کہا جائے تو کیا ہے کہ بعضے فقرے اسکی
مذمت پر دلالت کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن جب شیعوں نے دیکھا کہ آخر یہ تعریف ہے تو کیسیکی اصحاب ثلاثہ میں سے ہے تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر کو بتلاؤ حضرت عمر آخر حضرت
امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے داماد تو ہیں ابوبکر صدیق سے تو بہر حال کچھ انکا پاس لحاظ زیادہ ہی چاہئے لیکن ہمارا ادھر بھی لیکھا ہے اسیواسطے جو روایت کہ خاص انکی تعریف میں ہے
اسکو بھی زیب رقم کرتا ہوں ابن سمان کتاب الموافقت میں فور بن حکیم سے روایت کرتا ہے کہ جب حضرت عمر کا انتقال ہوا تو میں نے کہا حضرت علیؑ کے پاس چلنا چاہئے اور انکی سنیں وہ کیا کہتے
ہیں سو میں جو انکی محفل میں آیا تو بہت لوگ انکے منتظر بیٹھے تھے سو کچھ یوں ہی دیر ہوگئی جو حضرت علی تشریف لائے اول تو سر مبارک جھکایا پھر اوپر اٹھا کر فرمایا کہ للہ در باکیۃ عمر یا عمراہ قوم الاود
وداوی العمد مات نقی الثوب قلیل العیب واعمراہ ذھب بالسنۃ واتقی الفتنۃ واصاب للہ ابن الخطاب خیرھا ونجی عن شرھا ولقد نظر لہ صاحب فضل علی الطریقۃ ما استقامت ثم قال
فقال رحل المرکب فتستھم الطریق لا یھتدی الضال ولا یستیقن المھتدی اس عبارت کے معنے بھی قریب قریب پہلی ہی روایت کے ہیں اسلیے بعض شارحین جنکا ذکر ہوچکا ہے روایت مقدم کو بھی حضرت عمر ہی پر محمول کرتے ہیں لیکن اوصاف
کو دیکھئے تو حضرت ابوبکر صدیق پر منطبق ہیں چنانچہ مرقوم ہوچکا باقی اس روایت کے الفاظ اور اس روایت کے الفاظ کی تطابق بھی یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں ایک ہی آدمی کی تعریف میں ہوں اگر دونوں ہوں تو انکو علیحدہ علیحدہ شخص کے لیے سمجھئے تب بھی کچھ محال نہیں
آخر حضرت عمرؓ کی خلافت بھی تو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا تتمہ تھا بنیاد ساری باتوں کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باندھ گئے تھے ملک شام اور ایران پر جو جہاد ہوا تو پروانے انکی
خلیفہ اول ہی کے دلگئے تھے اور جو لوازم خلافت تھے سب کی جڑ وہی درست کرگئے تھے چنانچہ ماہران تواریخ پر پوشیدہ نہیں وہ موجد قوانین انتظام تھے اور حضرت عمر اسکے برتنے والے تھے غرض حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک رستہ ڈالگئے تھے حضرت عمر اسی رستے چلے گئے اگر اسوجہ سے کہ ابوبکر صدیق کے کاموں کو حضرت عمر نے پورا کیا انکو بھی موصوف باوصاف مندرجہ روایت
اول سمجھیں تو چنداں بعید نہیں **اقول** شیعوں نے تو ہرگز یہ نہیں سمجھا کہ اصحاب ثلاثہ میں سے کیسیکی یہ تعریف ہے بلکہ انکے نام کی تعریف فرض کرکے جواب دیتے ہیں اور نہ کسی شیعہ نے
عمر کو بتلایا ہے کہ یہ انکی تعریف ہے ایک ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ میں نے فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام لکھا ہوا دیکھا اسکا کیا اعتبار ہے اور تو بھی اسکو تسلیم نہیں کرتا ہے بلکہ اظہر ابوبکر ہی کو کہتا ہے اور
کہ اوصاف خطبہ کے ابوبکر ہی میں پائے جاتے ہیں اور عمر کو تو خارج کرتا ہے برخلاف جمیع شارحین کے اور میں کہتا ہوں کہ یہ کیا ضرور ہے کہ فلاں کے لفظ سے ابوبکر یا عمر ہی مراد ہو اور سوا انکے
اور کوئی مراد ہو اور اگر یہی ہے کہ فلاں سے انکے ہی نام مراد ہوں تو میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ فلاں اور فلاں اور فلاں یہ دین میں
سے کچھ نہیں جانتے تھے تو معلوم ہوا کہ مراد ان تینوں فلاں سے ابوبکر و عمر اور عثمان ہیں اور محمد اسمعیل بخاری نے یہ تحریف کی کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان کی جگہ فلاں اور فلاں اور فلاں
لکھدیا ہے تاکہ شیعہ خلفاء ثلاثہ کے عیوب کے بیان کرنے میں اس روایت سے تمسک کرنے پائیں اور حضرت نے جو فرمایا ہے کہ یہ تینوں دین میں سے کچھ نہیں جانتے یہ سب اسی سبب سے ہے اسواسطے کہ خلفاء
ثلاثہ دین سے بقدر برابر جاہل محض تھے اور عمر حضرت علی کے داماد بھی تھے چنانچہ عنقریب اسکے خط کے جواب کے رد میں معلوم ہوگا اور عمر کسی طرح سے پاس لحاظ نہیں ہے اور کیونکر عمر کو کہدیں کہ
بانی مبانی مفاسد تو وہی تھے اس امت میں اور لکھا تو نے عجب ہے کہ جب عمر کو کوئی شیعہ کہتا ہو کہ انکی یہ تعریف ہے اور یہ روایت کتاب الاکتفا سے بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطبہ نہج البلاغۃ
کا اہل سنت کی کتابوں سے ماخوذ ہے اور کچھ اسمیں تحریف کی ہے اور یہ جو ہمنے اسی روایت کی جو بات ذکر کیا ہے کہ انکی روایت سے معلوم ہوگا کہ یہ خطبہ انہی کی کتابوں سے ماخوذ
ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطبہ انکی ہی کتاب کا ہے اور شیعوں کی کسی کتاب میں یہ خطبہ نہیں ہے مگر اہل سنت کی کتاب الاکتفا سے اس کا پتا لگا

مثل اُسکے قریب اُسکے اسکی بھی عبارت ہے البتہ سید رضی علیہ الرحمۃ نے مثل اور خطبوں کے کہ اکثر خطب اہل سنت کی کتابوں سے نقل کئے ہیں اس خطبہ کو بھی نہج البلاغہ میں درج کیا ہے
اب اگر اس خطبہ کے اوصاف ابو بکر کی طرف ڈہلتے ہیں تو ڈہالا کرو ہمپر یہہ خطبہ حجت نہیں ہو سکتا کہ جیسے کہ کتاب الاکتفاء کا خطبہ عمر کے حق میں ہے وہ خطبہ ابو بکر کے حق میں اہل سنت
ہی کی کسی کتاب سے نقل کیا ہوا ہے اور جیسے کہ یہہ تہمت ہے حضرت علی پر کہ اُنہوں نے تعریف کی ابو بکر کی یا عمر کی ایسی ہی رسول خدا صلعم پر تہمت کی ہے کہ اُن حضرت نے تعریف
بتوں کی کی ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم سورہ والنجم پڑہتے تہے اور جسوقت اس آیت کو پڑہا أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ تو شیطان نے حضرت کی زبان پر
اسکے آگے یہہ الدیا تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى جو بمثل نازل ہوئی اور کہا کہ میں اسطرح سے لیکر نہیں آیا ہوں اور مولوی عبد العزیز صاحب اسکی جواب میں بڑی ہاتہہ
مارتے ہیں کبھی تو کہتے ہیں کہ یہہ روایت ضعیف ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ شیطان نے پاس کہڑے ہو کر کہدیا تہا حضرت کی آواز کے مشابہ اپنی آواز کو کر کے اور ہم کب کہتے ہیں کہ دونوں کے واسطے
جدا جدا نہیں ہو سکتا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہو گا لیکن دونوں روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں ہیں اور شیعوں کی تو کسی کتاب میں یہ خطبے نہیں ہیں سوای نہج البلاغہ کی کہ سید رضی نے
اہل سنت کی کتابوں سے نقل کر کے یہہ خطبہ اصل نہج البلاغہ کر دیا ہے مثل اور خطبوں کے اور عمر کی خلافت البتہ ابو بکر کی خلافت کا تتمہ تہا اس اعتبار سے کہ ابو بکر نے باوجود ناراضی ہونے
صحابہ کے عمر کو خلیفہ اپنا کیا تہا لیکن خلافت ابو بکر کی جاری ہوئی عمر ہی کی تہی سب سے پہلے ابو بکر کے ہاتہہ پر بیعت کرنا اور اُنکی خلافت کے واسطے رسول خدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہنا
اور حضرت کے ارشاد کو رد کرنا اور فاطمہ زہرا کے گہر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیجانا اور بعضے صحابہ کو بے عزت کرنا اور سوا اسکے بہت اُمور نا مناسب عمل میں لانا اور یہہ اسواسطے کیا کہ دونوں
صاحبوں کا مشورہ ہو گیا تہا اور عمر نے ابو بکر سے کہا تہا کہ اگر میں تجہکو خلیفہ کروں تو اپنے بعد تو مجہکو خلیفہ کرنا اسواسطے عمر نے ابو بکر کو خلیفہ کیا اور ابو بکر نے عمر کو اور جو کچہہ ابو بکر کرتے تہے
وہ عمر کے مشورہ سے کرتے تہے سو بنیاد تو ساری باتوں کی عمر نے ڈالی تہی اور ابو بکر تو برائے نام تہے اور جہاد بہی ملک شام اور ایران پر عمر نے اپنی رای سے کیا تہا ابو بکر نے کیا پر ڈالے تہے اور لوازم
خلافت کی جڑ بہی عمر ہی نے درست کی تہی سب اہل تواریخ یہی لکہتے ہیں اور قوانین انتظام مثل قوانین انگریزاں دونوں کی رای سے مقرر ہوتی تہی سو انہیں قوانین پر عمر بہی
چلتے تہے اور اگر کوئی بعضی خرابی ابو بکر کے زمانہ میں باقی رہگئی ہو گی تو اسکو عمر نے اپنے زمانہ میں جاری کیا ہو گا انتظام ریاست البتہ وہ خوب جانتے تہے اور یہہ روایتیں ان دونوں
کے حق میں ہونگی ہم کب انکار کرتے ہیں لیکن اہل سنت کی کتابوں کی یہہ روایتیں ہیں چنانچہ ہم لکہہ چکے **قال الشیخ الاشعری** بہر حال اگر شیعوں کو یہی مرکوز خاطر ہو
کہ ہم بجز اماموں کے فرمانے کی اصحاب ثلثہ یا اور اصحاب کی قیامت تک معتقد نہوں گے تو یہہ عذر بہی ہمنے اُنکا باقی نرکہا اس سے زیادہ کیا ہو گا جو مرقوم ہوا مگر ہم جانتے ہیں کہ خوئے بد را
بہانہ بسیار شیعہ اپنی ناانصافی سے باز نہ آئیں اور بسبب عداوت صحابہ کے جو اہل بیت کی محبت سے پہلے انکی رگ و پے میں رچ گئی ہے عجب نہیں کہ خلاف اسکے یوں بہی کہہ اُٹہیں کہ حضرات ائمہ کی
بات کا ہی کیا اعتبار ساری عمر اُنہوں نے تقیہ میں گزاری اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق کہتے ہوئے چل دیئے **اقول** شیعوں کو تو فرمانا خدا کا اور بعد اُسکے جناب رسول خدا صلعم کا اور ائمہ
معصومین علیہم السلام کا سب کا منظور خاطر ہے اگر ثابت ہو اور صحابہ کے شیعہ بیشک معتقد ہیں مگر چند آدمی جنہوں نے آل رسول مقبول کے حقوق غصب کئے اور اُنکو آزار پہنچایا اور اُن سے
عداوت کی اُنکو اچہا نہیں جانتے اور جو کچہہ عذر ہمکو تہا وہ ہرگز دفع نہیں ہو سکتا اور جو کچہہ تونے لکہا ہے وہ کافی نہیں ہے چنانچہ ہم لکہہ چکے اور بدا ور بڑا نا انصاف تو تم ہو کہ جس پر
بینا لیتے ہو اور دشمنان آل رسول خدا کے افعال کی اصلاح کرتے ہو معاویہ غاویہ دشمن خاندان نبوت کہ اُسکے باپ نے تو رسول خدا صلعم سے جنگ کی کہ جس میں رسول خدا صلعم کے
دندان مبارک شہید ہوئے اور اُنکے چچا حضرت امیر حمزہ مارے گئے اور وہ باغی خود حضرت علی سے لڑا اور ہزاروں مومنین پاک مثل عمار یاسر و اویس قرنی وغیرہ کے قتل کروائے اور حضرت
امام حسن کو زہر دلوایا اور اُنکے مرنے کی خبر سنکر تکبیر خوشی میں کہیں اور سجدہ کیا اور حضرت علی کو برملا منبر پر گالیاں دیتا تہا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکہا ہے کہ ثم اشتد الخطب
فتنقصوه واتخذوا لعنه على المنابر سنة ووافقهم الخوارج على بغضه وزادوا حتى كفروه یعنی بعد اسکے سخت ہوا امر پس تنقیص کی اُن بنی امیہ نے اور اختیار
کیا اُنہوں نے بحکم معاویہ لعن کرنے علی کو سنت اور موافق ہوئے اُنکے خوارج دشمنی اسکی پر اور زیادہ کیا اُنہوں نے یہانتک کہ کافر شمار کیا اُنہوں نے اُس علی کو اور اسکے فرزند نے جو کچہہ کیا ہے
کر اولاد رسول خدا صلعم کو قتل کروایا اور اُسکے حرم محترم کی ہتک اور بے عزتی کی اُنکو تو تم اچہا جانتے ہو یہانتک کہ صواعق محرقہ اور حلیۃ طالبین وغیرہ میں اُسکو لکہا کہ خلیفہ حق و امام عادل
اور اُسکے فرزند کو ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور امام غزالی نے لکہا ہے کہ یزید مومن تہا لعن کرنا اُسپر جائز نہیں ہے اور اُسکے لعنت کرنیوالے پر لعن کی ہے سو یہہ لوگ جنکی ایسی اعمال اور افعال تہے
کہ جنہوں نے آل رسول خدا کو قتل کیا اور ہمیشہ اُنکو گالیاں دیتے رہے اُنکو تو خلیفہ حق اور امام صادق اور مومن پاک کہتے ہیں اور شیعہ کہ جو اُنہوں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے مگر دشمنان آل
نبی کو بد دعا کرتے ہیں اہل سنت کے نزدیک اس جہت سے ایمان سے خارج ہو جائیں یہی انصاف ہے اور اُنکے افعال بد کو اجتہاد پر محمول کرتے ہیں اور ہمارے افعال کو اجتہاد پر محمول نہیں
کرتے ہیں بلکہ عداوت پر محمول کرتے ہیں إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ یہ انصاف تو خود میں اور شیعوں کو نا انصاف کہتے ہیں اور شیعوں کی رگ و پے میں جو عداوت بعضی صحابہ کی رچگئی ہے کیا تحقیق
نے کوئی جاگیر شیعوں کی غصب کر لی ہے تو نہی انصاف کر کہ وہ بعضی صحابہ جو خود دشمن تہے آل رسول کے کس جہت سے عداوت رکہتے ہیں شیعہ تو جو کوئی کہ جیسا ہوتا ہے اسکو ویسا ہی سمجہتے ہیں

اچھے کو اچھا اور برے کو برا اور آل رسول خدا کی دشمنوں کو کیونکر اچھا کہدیں جسوقت کہ حضرت علی نے انکو برا کہا ہو چنانچہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے اور تم ہی ہو کہ انکے دشمنوں کے ظلم کو خطای اجتہادی پر محمول کرتے ہو یا انکے ظلموں کی تاویل کرتے ہو اور ہمسے یہ ہو نہیں سکتا ہے اسواسطے تم ہمکو برا کہتے ہو اور کہتے ہو کہ اصحاب کی عداوت انکے رگ و پے میں جگہ پکڑی اور ائمہ علیہم السلام کے اقوال پر تو مدار ہمارے مذہب کا ہے جسوقت کہ ثابت ہو جاوے کہ یہ قول انکا ہے ہم اسکا اعتبار کیوں نکریں مگر بعضے وقت جو انہوں نے مصلحت سے جمیع اقوال کے مخالف کچھ فرمایا ہو تو اسکا ہم البتہ اعتبار نکرینگے اور تقیہ کو تو بار بار زبان پر لاتا ہے عنقریب اسکا بیان آتا ہے کہ جسکو سنکر تیرے حواس منتشر ہو جائیں اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق انہوں نے ہرگز نہیں کہا مگر مقتضا بر وقت کا ہے چنانچہ معلوم ہوگا تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مامون نے علماء کو طلب کر کے خلق قرآن سے استفسار کیا انہوں نے تقیہ سے جواب دیا اور قرآن کو مخلوق کہا چنانچہ لکھا ہے کہ وسبب ذلک انہم توقفوا اولا ثم اجابوا تقیة یہ علماء اہل سنت تھے جنہوں نے قرآن کو مخلوق کہا اور اہل سنت کی نزدیک قرآن کا مخلوق کہنا کفر ہے اور ایسے ہی امام احمد حنبل کو لکھا ہے کہ انہوں نے تقیہ کیا قرآن کے مقدمہ میں اب دیکھو تو اہل سنت کے علماء نے حق کو ناحق اور ناحق کو حق کہا کہ نہیں **قال الشیخ الاشعری** جب امام الائمہ حضرت امیر المومنین با اینہمہ شہرہ شجاعت اور زور کرامت کہ شیر خدا اور علی ولی اللہ انکا لقب ہے خلفاء ثلثہ سے اتنا کچھ ڈرتے تھے کہ انکے زمانہ میں تو کیا اپنے زمانہ میں بھی اظہار مذہب حق نکر سکیں ہوں تو اور ونکا تو کیا ذکر ہم جبتک ہرگز نہ مانیں گے کہ یا تو تقیہ کو کوئی باطل کر دکھلائے یا کسی ایسی کی سند تبلائے کہ وہ تقیہ نکرتے ہوں اس لئے ناچار تقیہ کی اصل حقیقت بھی کہو لیکن کچھ کچھ دکھلائی پڑی انصاف سے پالا پڑا ہے دیکھیے کتنی چپکیاں کھائیں اور ہم انکی دم کے ساتھ لگی ہوئی کہاں کہاں تک جائیں **اقول** حضرت علی خلفاء ثلثہ سے ہرگز نہیں ڈرتے تھے اور حضرت علی کے سامنے انکی حقیقت کچھ نتھی اور حضرت علی نے جو خلفاء ثلثہ کے زمانہ میں تلوار نہیں اٹھائی اور خاموش ہوکر بیٹھ رہے یہ وصیت تھی جناب رسول خدا صلعم کی کہ اے علی بعد میرے بہت مکروہات تجھ کو گزرینگے تو صبر کرنا اور طریق مصابرت اختیار کرنا چنانچہ روضة الاحباب میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم از علی وصیت فرمودہ بودند کہ یا علی بعد از من بسے امور مکروہ بہ تو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق مصابرت پیش گیری و چوں بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردہ اند تو آخرت اختیار کنی انتہی اور سوائے خلافت کے اور کونسی دنیا تھی بعد رسول خدا صلعم کے کہ جسکو لوگوں نے اختیار کیا تھا اور خلافت تو غاصبونکو ناحق دی بزور نہ چھین لینی کی وجہ سننی چاہیے کہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں ترجمہ رفاعہ بن رافع میں ذکر بن شیبة عن المدائنی عن ابی مخنف عن جابر عن الشعبی قال لما خرج طلحة والزبیر کتبت ام الفضل بنت الحارث بخروجهم فقال علی العجب لطلحة والزبیر ان اللہ عزوجل لما قبض رسولہ قلنا نحن اهله واولیاؤه فلا ینازعنا سلطانه احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافة الفرقة وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا بعض الالم ثم لم نر بحمد اللہ الا خیرا ثم وثب الناس علی عثمان فقتلوه ثم بایعونی ولم استکره احدا وبایعنی طلحة والزبیر ولم یصبرا شهرا واحدا حتی خرجا الی العراق ناکثین اللهم فخذهما بفتنتهما للمسلمین یعنی روایت شعبی سے کہا جسوقت خروج کیا طلحہ و زبیر نے واسطے محاربہ علی کے تو لکھا ام الفضل بنت حارث نے اور اطلاع کی ساتھ خروج انکے کے پس کہا علی نے تعجب ہے ساتھ طلحہ و زبیر کی تحقیق کہ خداتعالی نے وفات دی پیغمبر اپنے کو تو کہا ہمنے ہم ہیں اہل اور وارث اسکے پس نزاع کریگا ہمسے سلطان اور حکومت اسکی میں کوئی پس انکار کیا ہمپر قوم ہماری نے پس حاکم اور والی کر دیا ہمارے غیر کو اور قسم ہے خدا کی کہ نہوتا خوف مفارقت کا اور اس امر کا کہ عود کرے کفر اور ہلاک ہو فاسد ہو دین تو البتہ متغیر کر دیتے ہم پس صبر کیے ہم بعضے الم پر پس نہیں دیکھا ہمنے بحمد اللہ مگر خیر کو بعد اسکے کود پڑے آدمی عثمان پر کہ خلیفہ کیا تھا اسکو پس قتل کیا انہوں نے اسکو پھر بیعت کی مجھسے اور نہ جبر کیا تھا میں نے کسیکو اور بیعت کی مجھسے طلحہ اور زبیر نے اور نہ صبر کیا انہوں نے ایک مہینہ کامل یہانتک کہ نکلے وہ طرف عراق کی جسوقت کہ توڑنیوالے تھے وہ بیعت میری کو اے خدا لے تو انکو بسبب قتل کرنے انکے کے مسلمانوں کو انتہی اور عقیلی اور محدثین اہل سنت نے ابو طفیل عامر بن واثلہ سے روایت کرتا ہے قال کنت علی الباب یوم الشوری فارتفعت الاصوات بینهم فسمعت علیا یقول بایع الناس لابی بکر وانا واللہ اولی بالامر منه واحق منه فسمعت واطعت مخافة ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضهم رقاب بعض بالسیف ثم بایع الناس عمر وانا واللہ اولی بالامر منه واحق به منه فسمعت واطعت مخافة ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضهم رقاب بعض بالسیف ثم انتم تریدون ان تبایعوا عثمان اذن اسمع واطیع ان عمر جعلنی فی خمسة نفر انا سادسهم لا یعرف لی فضلا فی الصلاح ولا یعرفونه کلنا فیه شرع سواء وایم اللہ لو اشاء ان اتکلم ثم لا یستطیع عربیهم ولا عجمیهم ولا المعاهد منهم ولا المشرک رد خصلة منها لفعلت حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو طفیل کہتا ہے میں دروازہ پر تھا بروز شوری کہ آوازیں بلند ہوئیں علی کو میں نے سنا کہ کہتے تھے آدمیوں نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور میں قسم ہے خدا کی بہتر اور زیادہ لائق تھا اس سے خلافت کے واسطے میں نے سنا اور اطاعت کی خوف پھر جانے آدمیوں کے سے طرف کفر کے کہ ماریں بعض انکا گردن بعض کی تلوار سے بعد اسکے بیعت کی آدمیوں نے عمر کے ہاتھ پر اور میں قسم ہے خدا کی بہتر تھا خلافت کے واسطے اور زیادہ لائق تھا اس سے اسوقت بھی سنا میں نے اور اطاعت کی میں نے اس خوف سے کہ آدمی طرف کفر کے پھر جائیں اور بعض انکا گردن بعض کی مارے تلوار سے بعد اسکے تم ارادہ کرتے ہو کہ بیعت کرو تم عثمان کے ہاتھ پر اسوقت بھی میں سنتا ہوں اور اطاعت کرتا ہوں تحقیق کہ عمر نے کر دیا ہے مجھکو پانچ نفروں میں کہ چھٹا انکا میں ہوں کہ نہیں جانتا ہے کسی فضیلت کو میری اور وہ جانتے ہیں گویا کہ میں فضیلت نہیں رکھتا ہوں اور سب کی برابر ہوں اور قسم ہے خدا کی

اگر میں چاہوں کہ کلام کروں تو نہیں طاقت ہے عربی کو انکی اور نہ عجمی کو انکی اور نہ معاند اور مشرک کو انکی کہ رد کرے کسی خصلت کو اُس میں سے اور نسخ کرے میری فضیلت کو انتہی اور یہ روایت لسان المیزان میں ابن حجر کے اور کتب دارقطنی میں بطرق متعددہ لکھی ہے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جسوقت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر نیکو حضرت علی سے لوگوں نے متفق ہوکر کہا تو شاہ عرصۂ ولایت فرمود بخدا سوگند کہ شما میدانید کہ احق بخلافت کیست معہذا بمقتضاء علم خود عمل نمی نمائید و بنا بر اغراض مصالح دنیوی خود وا لہ کہ مسلم داشتم این امر را بر غیر خود زیرا کہ می دانم کہ سلامت مسلمانان درین تنزل و تسلیم است چہ درین تسلیم حیف خاصہ بر من است: بر اسلام و مسلمانان ترک مناقشہ کردم طلبا للاخیۃ الموجود و با عثمان بیعت فرمود انتہی ان تینوں روایتوں میں تامل کرنا چاہیئے کہ حضرت علی نے بزور اور جنگ کسواسطے خلافت کو نہیں لیا ہے اُن سے خوف کرتے تھے اور ڈری ہوئی تھی یا اسواسطے کہ لوگ مرتد ہوجائینگے اور ماری جائینگے اور اسلام میں فساد پڑجائیگا اور مسلمان سلامت نرہینگے تو کیا بار بار لکھتا ہے اور کس مونہہ سے کہتا ہے کہ علی خلفاء ثلثہ سے ڈری ہوئے تھے اور بیشک خلافت حق علی کا تھا اور موافق وصیت رسولخدا صلعم کے اور لوگوں کے مرتد ہوجانیکے خوف سے اور اسلام کے فاسد ہوجانیکے اندیشہ سے صبر کرکے بیٹھ رہے اور خوف اُنکو کیسا تھا اور اس میں تقیہ اُنکا تھا بلکہ ایک مصلحت تھی اور اپنے زمانہ میں جو اظہار مذہب حق نکیا وہاں بھی ایک مصلحت تھی کہ اُنکے اکثر ہمراہیوں کے دلوں میں محبت ثلثہ کی جمی ہوئی تھی اگر کچھہ کرتے تو لوگ مرتد اور منتشر ہوجاتے منتظر تھے کہ سب آدمی یکسو میری طرف ہوجائیں تو کچھہ کروں سو وہ نصیب ہی نہوا اور اسیواسطے جب قاضیوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ اب ہم کیا کریں پہلے حکموں کو جاری رکھیں یا آپ کچھہ اور فرماتے ہیں تو جواب میں اُنکو لکھا کہ ابھی بدستور جاری رکھو یہانتک کہ سب میرے متفق ہوجائیں یا میں مرجاؤں چنانچہ سنیونکی روایت ہے کہ بخاری میں لکھی ہے کہ قاضیوں کے جواب میں لکھا اقضوا ما کنتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی اور تقیہ تو ثابت ہے قرآن اور حدیث سے اور روایات اہل سنت سے چنانچہ عنقریب معلوم ہوجائیگا اور باطل تو اُسکو کوئی کیا کریگا اور جو کچھہ لکھیگا ہم اُسکو باطل کرینگے ورنہ انصاف تو تم ہو کہ حق اور باطل میں تمیز نہیں کرتے اور جواب نہیں آتا ہے تو طرح طرح کی چکھیاں لیتی ہو اور بسن پینا پیتے ہو **قال الشیخ الاشعری** مخدوم من آفرین ہے اُن لوگوں کی ہوشیاری پر کہ جنکا یہہ دین ساختہ پرداختہ ہے ایسے نامعقول باتوں کا بجز بدا اور تقیہ کے رواج ہوہی نہیں سکتا اگر سنیوں نے کلام اللہ کا حوالہ دیا تو بدا کا عذر لیا اماموں کا قول پیش کیا تو تقیہ سے الزام دیا اب بیچارہ سنی اپنا سا مونہہ لیکر رہ نجائیں تو اور کیا کریں غرض جسنے اس مذہب کو تراشا واقعی نہایت ہوشیار تھا پر کم فہم بھی ہونگے اتنی ہی ہوں جتنی حضرات شیعہ کہ دام و دانہ کے انکو کچھہ تمیز نہیں ہے کیسے کیسی لوگ اس دام میں پھنس گئے یہ نسمجھا کہ دین خداوندی کو ایسی باتوں سے کیا علاقہ یہہ فقط یاروں کی گہڑی ہوئی باتیں ہیں عبداللہ بن سبا یہودی منافق اور اُسکے شاگرد پیشہ ہونگے یہہ قواعد تشیع تصنیف ہوں **اقول** ـ شیعوں کا تو وہ دین ہے کہ جو خدا اور رسول خدا صلعم کا ارشاد کیا ہوا ہے اور اُس دین والوں کی حق میں رسولخدا صلعم نے حضرت علی سے خطاب کرکے فرمایا کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ اور اہل سنت کا دین البتہ تراشا ہوا معاویہ و یزید کا ہے کہ نام اس مذہب کا سنت جماعت انکی ہی زمانہ میں کہا گیا ہے چنانچہ تاریخ الخلفا اور صواعق محرقہ سے ثابت ہوتا ہے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ جسوقت سنہ ۴۱ھ میں معاویہ اور حضرت امام حسن کے درمیان صلح ہوئی تو معاویہ نے اُس سال کا نام جماعت رکھا اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ جسوقت سنہ ۶۱ھ میں حضرت امام حسین شہید ہوئے تو یزید نے نام اُس سال کا سنت رکھا یہ ترکیب نامعقول اس لقب کی معاویہ اور یزید کے زمانہ سے ہے جسپر اہل سنت فخر کرتے ہیں اور ابتدا مذہب کی ابلیس سے ہے کہ پہلے سب سے ابلیس نے ایک عرب کی صورت بنکر ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہے شرح نہج البلاغہ میں کہ معاویہ نے اس مذہب کی تائید میں فضائل ثلاثہ وغیرہم میں بہت سی روایتیں بنوائیں اور بدا تو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے اور روایتیں اُسکی پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے اور تقیہ کو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کرینگے اور شیعوں نے کلام اللہ کے حوالہ میں ہرگز ہرگز بدا کا عذر نہیں کیا تو مفتری اور دروغگو ہے اور تقیہ کرنا تو رسولخدا صلعم کا اور صحابہ کا تیری کتابوں سے ثابت ہے اور عنقریب اُسکا ذکر آتا ہے اگر کسی امام نے جناب رسولخدا صلعم کی پیروی سے تقیہ کیا تو اعتراض نہیں ہوسکتا سنی اپنا سر کھاؤ کہ جب انکی کتابوں سے ہر کوئی بات ثابت ہوگئی تو وہ تو لاجواب ہوہی جائینگے اور شیعوں کے مذہب کا تراشنے والا تو خدا تھا اُسکے برابر کون ہوشیار ہوگا اور شیعہ بھی ہوشیار تھے تو انہوں نے خدا تعالی کی تراشے ہوئی مذہب کو اختیار کیا اور کم فہم سنی ہیں کہ جنہوں نے دانہ اور دام میں کچھہ تمیز نہ کی اور ثلاثہ اور معاویہ کے دام میں پھنس گئے اور یہ نہ سمجھے کہ دین خداوندی کو ان باتوں سے جو کہ جاہلوں کی گھڑی ہوئی ہیں کیا علاقہ یہ فقط یاروں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں نہ ابلیس اور اُسکے شاگرد پیشہ ہونگے یہ قواعد تسنن تصنیف ہوں اور عبداللہ بن سبا پر تو شیعہ لعنت کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بہر حال اس حیلہ کا جواب بھی دے لیجے شاید خداوند کریم کسیکو ہدایت نصیب فرماوے مخدوم من اول تو یہ عذر روایات مذکورہ میں منظر غور پیش نہیں جاتا خاصکر پہلی دو روایات میں حضرت امام سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام نے جو کچھہ اصحاب کرام کی تعریف فرمائی تو عین مناجات خداوندی اور دعا کے وقت فرمائی ہے خدا سے کیا تقیہ پڑا تھا اگر کسی بنی آدم سے کلام گفتگو ہوتی تو یہ بھی احتمال ہوتا کہ شاید طرفداران صحابہ میں سے ہوا اگر خدا پر بھی صحابہ کی طرفداری کی تہمت تھی تو سنیوں کے نہ بے نصیب کہ اُنکے پیشوا اُنکی خدا بھی طرفداری

کرتا تھا لیکن شیعوں کو اپنا فکر چاہیئے معہذا حق مذہب سوا اسکے اور کسے کہیں ہیں کہ خدا انکی پشتی پر ہو سارا کلام اللہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ اور اسی قسم کی آیات سے بھرا ہوا ہے باقی خدا کی طرف یہ احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا بھی اصحاب ثلاثہ سے ڈرے تھا نعوذ باللہ منہا ہاں اگر شیعہ کہدیں تو کچھ نہیں کیونکہ ان کے عقاید کے موافق تو حضرت علی کا تقیہ بھی کچھ اس سے کم نہیں شیر خدا بھی تھے باانیہمہ اپنی موت اپنے اختیار میں جیسا نچہ کلینی نے اسبات کو ثابت ہی کیا ہے کہ اماموں کی موت انکے اختیار میں ہے اور کلینی کیا سارے امامیہ اسپر متفق ہیں علم ما کان ما یکون جدا تھا اتنا یقینا جانتے تھے کہ فلانے وقت فلانے کے ہاتھ سے شہید ہونگا اس سے پہلے نہ اس سے پیچھے اور تمام عمر اس طرح آسایش گزار دونگا باوجود کثرت انبوہ دشمناں میرا کوئی مزاحم حال یا درپے جان و مال نہوگا اور اگر ہوگا بھی تو میرا کچھ نقصان نہوگا پھر ان سب اختیارات اور علوم کے بعد شجاعت تو ایسی کہ ہزار رستم بھی ہوں تو مان جائیں ابوبکر عمر تو کسکی گنتی ہیں اور کرامت اسقدر کہ درۂ خیبر کو اٹھا کر پھینکدیا بیچارہ ابوبکر اور عمر کی کیا حقیقت پھر باانیہمہ ابوبکر اور عمر سے ڈرے کوئی انصاف کرکے بتلائے کہ یہ تقیہ خدا کے تقیہ سے کس بات میں کم ہے علاوہ بریں وقت تعریف مذکور ابوبکر عمر کا بجز نام کے نام و نشان باقی نہ رہا تھا اور ظاہر ہے کہ مرے ہوئے سے تو گیدڑ بھی نہیں ڈرتے شیر خدا پھر وہ بھی علی مرتضیٰ مرے ہوئے سے ڈرے تو قیامت آگئی **اقول** حیلہ گر تو تو بہر ادہ کام تیرا سوائے دروغگوئی کچھ نہیں ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے تو طرح طرح کے اتہام شیعوں پر کرتا ہے اے اکذب الکاذبین یہ کس شیعہ نے لکھا ہے یا کہا ہے کہ حضرت سجاد نے تعریف جو صحابہ کی کی ہے تقیہ سے کی ہے کسیکا تو نام لیا ہوتا یا تیرا کام سوا دروغ اور کذب کے اور کچھ نہیں ہے اے دروغگو تعریف صحابہ کی تو عین اعتقاد شیعوں کا ہے تقیہ کیسا تھا شیعوں کے نزدیک تو صحابہ میں بعضے بعضے اولیا اکمل تھے اور شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب خصال میں حضرت صادق ع سے روایت کی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار آدمی تھے آٹھ ہزار تو مدینہ میں سے اور دو ہزار مکہ میں سے اور دو ہزار آزاد کئے گئے آدمیوں میں سے نہ کوئی انمیں قدری تھا نہ مرجی تھا نہ حروری تھا نہ معتزلی تھا نہ صاحب رائے تھا روتے تھے رات کو اور دن کو اور کہتے تھے کہ قبض کر تو ہماری روحوں کو پہلے اس سے کہ کھائیں ہم نان خمیر اور قاضی شوستری علیہ الرحمۃ نے مجالس المومنین میں ایک سو ستر یا اور زیادہ صحابہ کے نام لکھے ہیں کہ جو شیعوں کے نزدیک ممدوحین میں سے ہیں سو حضرت سجاد نے جو اپنی مناجات میں صحابہ کا ذکر کیا وہ یہ صحابہ اخیار ہیں نہ وہ لوگ کہ جو بسبب غصب کرنے حقوق اور ایذا پہنچانے اہل بیت علیہم السلام کے اور انکی عداوت کے ایمان صحیح سے پھر گئے اور حضرت سجاد علیہ السلام نے کسیکا نام لیکر تعریف نہیں کی ہے بالاجمال ان صحابہ کا ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے صحبت کو نیک طرح سے ادا کیا ہے جیسے کہ خدا تعالی نے بالاجمال تعریف کی ہے اور حضرت سجاد کی تعریف خدائے تعالی کی تعریف کرنے سے بڑھکر نہیں ہے جب آیتوں میں کل صحابہ مراد نہوئے جیسا کہ ہم لکھ چکے تو روایتوں میں کل صحابہ کیونکر مراد ہونگے بلکہ صحابہ اخیار مراد ہونگے جو کہ تا دم مرگ اپنے ایمان صحیح پر باقی رہے سو ہم خود مقر اسکے ہیں اور تقیہ کی اسمیں کوئی صورت نہیں ہے اسمیں جو تقیہ کو شیعوں کی طرف منسوب کرتا ہے وہ سراسر جھوٹ لکھتا ہے اور بعد اسکے جو اس نے تقیہ پر بنا کرکے لکھا ہے خدا سے تقیہ کرنا اور خدا کا طرفدار اہل سنت کے بزرگوں اور پیشواؤں کا ہونا اور انکی پشتی پر ہونا اور خدا کا اصحاب ثلاثہ سے ڈرنا سب باطل ہے کہ حضرت سجاد کی مناجات کو کوئی شیعہ کہتا ہی نہیں ہے کہ یہ مناجات تقیہ سے کی ہے اور حضرت علی کے تقیہ کا تو ہم اس سے پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت علی کسی سے ڈرتے نہ تھے اور نہ کسی آدمی کا خوف انکو تھا اور ثلاثہ کی زمانہ میں جو بزور شمشیر خلافت کو غاصبوں کے ہاتھ سے چھینا نہیں سے اور صبر کرکے بیٹھ رہے تھے تو مسلمانوں کے مرتد ہو جانے کی خوف سے نہ کسیکے ڈر سے اور موت کے ائمہ علیہم السلام کے اختیار میں ہونیکا بھی جواب ہم مفصل لکھ چکے کہ اختیار سے مراد یہ ہے کہ وہ موت کو اختیار اور پسند کرتے ہیں اور مکروہ نہیں جانتے لیکن یہ شخص ایک امر کو دس بارہ مرتبہ لکھتا ہے اور ہم کو ہر بار جواب دینے کی احتیاج ہوتی ہے اور میں اب ان روایتوں کو لکھتا ہوں جنکی روسے یہ لکھتا ہے کہ انکو مرنے میں اختیار تھا اول حدیث تو یہ ہے کہ جعفر صادق نے فرمایا کہ ای امام لا یعلم ما یصیبہ والی ما یصیر فلیس ذلک بحجۃ اللہ یعنی جو امام کہ نہ جانے کہ کیا پہنچتا ہے اسکو اور طرف کس چیز کے رجوع کریگا پس وہ حجت خدا کی خلقت پر نہیں ہے اور مفہوم اس روایت کا یہ ہے کہ امام کو خبر دیجاتی ہے کہ زہر سے شہید ہوگا یا شمشیر سے یا فلانی بلا تجھپر نازل ہوگی اور اسمیں کہاں ہے کہ موت امام کی اختیار میں ہوتی ہے اور دوسری روایت طولانی ہے اور حاصل اسکا بھی یہی ہے کہ خدا تعالی امام کو خبر دیتا ہے مرنے کی اور اسمیں نہیں ہے کہ امام کو موت کا اختیار ہے اور تیسری روایت میں بھی یہی ہے کہ امام زین العابدین نے امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ آج کی شب میری رحلت ہے دنیا سے کہ آج ہی کی شب جناب رسولخدا صلعم نے وفات پائی تھی اور چوتھی روایت میں یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے قاتل کو اور شب ضربت کو اور موضع ضربت کو جانتے تھے اور اس روایت میں خیّر کا لفظ آیا ہے یعنی اختیار دیا گیا ہے وفات میں اور زندہ رہنے میں سو انہوں نے وفات کو اختیار کیا اور خیّر سے یہ مراد نہیں ہے کہ انکو موت کا اختیار ہے اور اکثر نسخوں میں کافی کے خیّر کی جگہ حیّر اور بعضی تحبین کے حسنا کی اور وگیر کریا زندگانی دنیا سے ہے اور پانچویں روایت میں یہ ہے کہ حضرت موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالی شیعہ پر غضبناک ہوا اور شرح میں اس حدیث کی لکھا ہے کہ غضبناک ہوا مخالفت اور عدم اطاعت کی جہت سے امام نے فرمایا کہ اختیار دیا مجھکو میرے اور انکے نفس کے درمیان میں نے اپنی جان سے انکی حفاظت کی کہ اپنی شہادت کو وسیلہ شیعوں کی نجات کا کیا اور چھٹی روایت میں

یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ ای علی تیرے واسطے ہمارے پاس بہتر ہے اور ساتویں حدیث یہ ہی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں وقت وفات پدر عالیقدر اپنی کے موجود تھا مجھکو کئی وصیتیں کیں اور فرمایا کہ ای فرزند کیا علی بن الحسین کو نہیں سنتا ہی کہ دیوار کے پیچھے سے آواز دیتا ہی کہ ای محمد جلدی کر اور آٹھویں حدیث میں یہ ہی کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام کو اختیار دیا تھا کہ نصرت کو اختیار کریں یا ملاقات پروردگار کو انہوں نے ملاقات پروردگار اختیار کیا یہیں کل حدیثیں جو اس مقدمہ میں آئی ہیں لیکن کہیں نہیں ہی کہ انکو موت کا اختیار تھا یہ شخص یعنی مولوی عبدالعزیز صاحب کے پیروی سے بالکل جھوٹ لکھتا ہی مگر یہ بات ہی کہ اس باب کے عنوان میں لکھا ہی کہ یعلمون متی یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار منہم یعنی جانتے ہیں ائمہ علیہم السلام کہ کسوقت مرینگے وہ اور تحقیق کہ وہ نہیں مرتے ہیں مگر ساتھ پسند کرنے اپنی کے کہ موت کو پسند کرتے ہیں سو اختیار منہم کے لفظ سے جو کہ عنوان میں ہے شاہ صاحب نے دہوکا کھایا ہی اور مراد کو سمجھے نہیں اور اس باب کی جسقدر حدیثیں ہیں اور ہمنے بیان کی ہیں خلاصے انکی دیکھو کہ کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہی کہ موت امام کے اختیار میں ہوتی ہی البتہ یہ بات ہی کہ مرنے سے پہلے انکو خدا تعالی خبر کر دیتا ہی اور اس کذاب دروغگو کے دروغکو تو دیکھو کہ لکھتا ہے کہ کلینی نے اس بات کو ثابت کیا ہی اور حال یہ ہی کہ کلینی نے جو روایتیں کہ جسکے نیچے لکھی ہیں اس بات کے تحت میں انکو لکھدیا ہی اور ثابت کرنیکا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہی تو پہر یہ دروغ دیکھو کہ لکھتا ہی کہ کلینی کیا ساری امامیہ اسپر متفق ہیں ایسی جھوٹ پر آسمان بھی نہیں گرتا ہی سچ کہا ہی مرزا رفیع سودا نے کہ جس دن سے ہی باندھے ہیں بوٹنے نکلے : شیعنت خلق ساری جھوٹے نکلے : اصحاب ثلثہ کی محبت ہی یہانتک : داڑہی بھی جو نکلی تو کھوٹی نکلی : اور علم ماکان ومایکون کا جواب مفصل ہم لکھ چکے ہیں جا دیکھ لے کہ مراد ماکان کے علم سے یہ ہی کہ وہ قادر تھے ہر ایک چیز کے علم پر کہ جس چیز کا علم وہ چاہتے تھے تو خدا تعالی انکو تعلیم کر دیتا تھا اور جس روایت میں امام نے فرمایا ہی کہ ہمکو علم ماکان ومایکون ہی تو مراد اس سے یہی ہی اسواسطے کہ حضرت صادق نے فرمایا ہی اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمہ اللہ ذلک اور یہ مراد نہیں ہی کہ بالفعل انکو سب حاضر ہو بلکہ خدا کی ذات کو حاضر ہی اور انکو جو مرنے کی خدا تعالی نے آگاہ کر دیا سو البتہ جانتے تھے اور جو کچھ انپر واقع ہونا تھا سو گزرنا اور بعضے وقت مصلحت وقت سے احتیاج تقیہ کے ہوئی انکو بھی خدا کی آگاہ کرنے سے جانتے ہونگے سو کچھ بڑی بات نہیں ہی اہلسنت کی کتابوں میں تو بعضے بعضے جلاہوں کو جنکو اولیاء اللہ کہتے ہیں ایسا لکھا ہی کہ ہر جانب کا حال انکو معلوم ہو جاتا تھا شجاعت علی کی ایسی ہی تھی کہ ہزار رستم کی کچھہ حقیقت انکی سامنے نہتی اور در خیبر کے اکھاڑ دینے میں کچھہ شبہ نہیں اور ابوبکر اور عمر تو حضرت علی کے سامنے مثل چیونٹی اور مچھر کے تھے ہرگز کبھی انسے ڈرے نہیں ہیں ابوبکر سے اور نہ عمر سے یکمرتبہ عمر کو پکڑ کر اٹھالیا اور کہا کہ ای ابن صنحاک حبشیہ اگر وصیت رسول خدا صلعم کی نہوتی تو تیری ہڈیاں توڑ ڈالتا اور ثلثہ کی مدح تقیہ سے ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہی اور خلافت ینیر میں تامل کیا تو لوگوں کی مرتد ہو جانیکے خوف سے چنانچہ ہم ابہی لکھ چکے ہیں اور حضرت علی نے کسیکی خوف سے ہرگز تقیہ نہیں کیا ہی اور جو کسی امر میں خاموش ہوکر بیٹھہ رہی تو مقتضائے مصلحت یہی تھا نہ خوف کیا کا اور ہمارے نزدیک ابوبکر اور عمر کی تعریف ہی ثابت نہیں ہی چنانچہ ہم لکھ چکے پھر تقیہ کیا تھا اور فرض و تسلیم کرکے بھی ہمنے جواب دیدیا تھا کہ اسوقت لوگوں کی برہم اور منتشر ہو جانیکا خیال تھا اسواسطے ان معتقدین ثلثہ کی تالیف کرتے تھے ثلثہ کی تعریف کرکے اور ثلثہ اسوقت کہاں موجود تھے کہ انکا خوف ہوتا وہ تو اپنی مقر اصلی کو پہنچ گئے تھے صلح حدیبیہ میں جناب رسول خدا صلعم نے رسول اللہ کے لفظ کو کیوں مٹا دیا وہ تو ہر امر میں حضرت علی سے زیادہ تھے علم میں اور شجاعت میں سب میں اور خود حضرت علی جو شیر خدا تھے وہ بھی حضرت کے ہمراہ تھے لیکن حضرت نے اس لقب کو کہ جسکے ذریعہ سے واسطے ہدایت کے آئے تھے اسکو مٹا دیا اور ایسے ڈر گئے کفار سے کہ طواف کعبہ سے محروم ہوکر واپس چلے گئے یہانتک کہ عمر نے رسول خدا صلعم کی نبوت میں شک کیا اور کہا کہ جیسا کہ میں نے آج شک کیا ایسا پہلے نکیا تھا پہر کہاں گئی شجاعت رسول خدا اور علی مرتضی کی تیری نزدیک کیا جو کثرت اصحاب حضرت کے تیری نزدیک کفار سے ڈر کر صلح کرلی اور کون ضرورت تھی صلح کرنیکی سیدہی خانہ کعبہ کو چلی جاتی لیکن تو نہیں جانتا ہی کہ ہر ایک امر کی ایک مصلحت ہوتی ہی اور جیسے کہ پیغمبر اپنی مصلحت کو جانتا ہی ایسے ہی امام اپنی مصلحت کو جانتا ہی اور تو اسکو خوف پر محمول کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** خیر کہانتک کہیں مطلب اتنا ہی کہ دعا کے وقت کہ جو وقت مناجات عالم السر والخفیات ہی اسوقت تقیہ ہونا ایسا ہی جیسا کہ منافقین کا نماز پڑہنا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر منافق بندہ و خدا میں کا دینے ہے اور درصورت تقیہ نعوذ باللہ حضرت امام سجاد دغا کو یہ نکتہ بہیہ تو ہم یقیناً جانتے ہیں اور شیعہ بھی کتنے ہی نادان کیوں نہوں اس کے خلاف نکہیں گے کہ حضرت امام کی عبادت کی رو سے دریافت ہی کہ کسی سنی یا معتقد خلفاء کی سترضا کا تو انکی عبادت میں احتمال ہی نہیں بجز اسکے کہ بخیال جانب داری خلفاء جو خدا سے علحدہ دین آئی یہ خیال میں ہو کہ ایسا نہو کہ خداوند کریم سب خلفاء اور بے اعتقادی صحابہ سے اگرچہ حق ہی ہو ناراض ہو جائے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات جناب من ایسے محل میں تقیہ کا احتمال کرنا جس ہیلو پلٹ کر دیکھو دین کو برہم درہم کئے دیتا ہی یا خداوند کریم کیطرف جبر کا عائد ہوگی تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا یا ائمہ کیطرف نعوذ باللہ کثیرا بہر حال تقیہ کے پردہ میں دشمنان اہل بیت ائمہ کو کیا کیا کچھ نہیں کہہ لیتے واقعی بہت خوب صورتی سے ہجو کرتے ہیں بہلا امام سجاد تو ستمدیدہ اور ظلم کشیدہ دشمنان سفاک تھے نہ تو وہ شجاعت تھی جو حضرت امیر میں تھی نہ وہ کرامت تھی جو حضرت امیر میں تھی اگر انکے حق میں کوئی تقیہ کا دعوی کرے تو شاید کوئی بیوقوف اور جاہل مان بھی جائے **اقول** ہم مفصل لکھ چکے کہ حضرت سجاد نے جو صحابہ کی تعریف کی ہی یہ عین ایمان اور اعتقاد ہمارا ہی اور تقیہ کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہی اور بیشک وہ ایسی ہی تھے لیکن جو لوگ کہ بسبب حب جاہ اور طمع ریاست و مال دنیا کے ایمان صحیح سے خارج ہو گئے وہ اس

مع سے مستثنے ہیں اسواسطے کہ صحابی کی تعریف میں ہے کہ صحبت رسولخدا صلعم کی پائے ایمان پر مرے اور جس صورت میں کہ ہم حضرت سجاد کے تقیہ کی راہ سے دعا کرنیکے قائل نہیں ہیں اور تعریف کو انکی واقعی جانتے ہیں تو جو کچھ کہ اس دروغ نویس نے تقیہ پر بنا کرکے جھوٹ اور پوچ لکھا ہے سب باطل ہوگیا اور اب ہمیں اس کے قول کے ہر فقرہ کے رد کرنیکی احتیاج نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری لیکن ستم تو یہ ہے کہ حضرت امیر کی نسبت باوجود شجاعت و باوجود دریائے علم و کرامت استمرار صحت سلامت کہ زمان خلفائے ثلاثہ سے لیکر اپنی خلافت تک بے اندیشہ گزاری اپنی نیند سوئے اپنی بھوک کھایا یا یہ احتمال کیا جائے کہ انہوں نے ایسے دس جھوٹ پر قسم کھائی کہ انکی بدولت آسمان گرجائے تو عجب نہیں اور زمین پھٹ جاوے تو دور نہیں کہ جایئے وصاف جمیلہ کہ الگ بجگ انبیاء کے اوصاف اور لوازم کے ہیں کہ جا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ بزعم شیعہ ابلیس سے بھی بڑھکر کہ اسکا تبرا مستحب بھی نہو اور انکا تبرا فرض بلکہ اس سے بھی بڑھکر کہا جائے تو عجب نہیں کیونکہ موافق مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا کے ایسے ویسے لوگوں کے فرضوں کا ثواب دس گنا ہو تو ہو اسلئے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو ایک نیکی لیکر آئیگا تو اسکو دہ چند ثواب ملیگا اور لعن شیخین اسقدر مقبول ہے کہ انکی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما پر ہر صبح لعنت کرنی ستر نیکیوں کے برابر ہے اور پھر طرفہ یہ ہے کہ ابلیس اور نمرود اور شداد اور فرعون اور ابوجہل اور امیہ بن خلف اور ابولہب وغیرہم دشمنان خدا اور رسول کا لعن اور تبرا ماشہ بھر نیکی کے برابر نہیں کسی نے ایسوں ہی کی تعریف میں کہا ہے ؎ برین عقل و دانش بباید گریست۔ بالجملہ ایسے لوگوں کی تعریف جو ابلیس اور نمرود اور فرعون اور ابوجہل وغیرہم سے بھی بڑھکر ہوا اور پھر تعریف بھی تھوڑی کہ دس بڑے بڑے کمالات تقسیم بیان کئے جائیں ایسے کاملوں سے جنکا نام حضرت علی شیر خدا جنکی اوصاف اوپر مذکور ہوچکے بھی ہوسکتی ہے کہ کافر ہونیکے یہ معنی ہوں کہ بڑا ہی مطیع و فرمانبردار ہو سوا اگر کفر کے یہی معنی ہیں تو کون مردود بڑا مانتا ہے اپنی گالیاں تو شیعہ جتنی چاہیں دے لیں بجز تسلیم اس طرف سے انشاء اللہ جواب ہی نہوگا ؎ بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا + سبحان اللہ کس کس پیچ سے حضرات ائمہ کی معصومیت بلکہ بزرگی کو بٹا لگاتے ہیں خوارج سے شیعہ ہم جانیں کچھ دو انگشت زیادہ ہی ہونگے برا تنا ہی شیعہ سنوار کر جہاں تجویز کر عیب لگاتے ہیں اور خوارج اناڑیوں کی طرح بے سوچے سمجھے گنوار کا لٹھ مار بیٹھے ہیں **اقول** حضرت امیر کی شجاعت اور علم میں کیا شبہ ہے کہ اپنا مثل نرکھتے تھے اور کسیکے خوف سے انہوں نے تقیہ بھی نہیں کیا چنانچہ پہلے اس سے ہم مفصل اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے اور بے اندیشہ گزارنا اور اپنی نیند سونا جبھی نصیب ہوا ہے کہ موافق وصیت رسولخدا صلعم کے صبر کرکے بیٹھ رہے اور اگر رسولخدا صلعم کی وصیت پر عمل نکرتے اور ذوالفقار میان سے باہر نکالتے تو کشتوں کے پشتے لگ جاتے اور پھر کفر ظہور میں آتا اور اسلام برہم ہوجاتا اور دس جھوٹ پر انہوں نے ہرگز قسم نہیں کھائی ہے کہ اسکو بھی ہم لکھ چکے اور آسمان تو اسوقت گرے اور زمین اسوقت پھٹے کہ جب انہوں نے جھوٹ بولا ہو اور ابوبکر کے حق میں وہ اوصاف بیان کئے ہوں ابوبکر کے حق میں تو انہوں نے فرمایا ہی نہیں ہے اور کیونکر ابوبکر یا عمر کے حق میں فرماتے کہ انکو تو وہ خائن اور کاذب اور غادر اور آثم جانتے تھے جو کہ اوصاف منافقین کے ہیں چنانچہ خطبہ کے جواب کے رد میں فدک کے ذکر میں معلوم ہوگا اور خطبہ شقشقیہ میں تصریح انکی مذمت کرتے ہیں اور تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ انکو عبدالرحمن وغیرہ خلیفہ کرنے لگے اس شرط پر کہ ابوبکر اور عمر کی سیرت پر عمل کرو تو اسکو قبول نکیا اور سیرت کو انکی بدعت سمجھے تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ ان الفاظ سے انکی تعریف کریں کیا انکا نام خطبہ میں لکھا ہے کہ خواہ مخواہ انہی کے واسطے کہا جاوے علی الخصوص جسوقت کہ خطبہ ماخوذ اہل سنت کی کتابوں سے اور مخالف متواتر روایات تو یہ کتب فریقین کی اور ابلیس پر لعنت کرنیکی احتیاج کیا ہے کہ وہ تو پہلے ہی سے خدا کی زبان سے ملعون ہو رہا ہے اور ثلاثہ پر لعنت کرنا شیعوں کو حضرت علی ہی نے تعلیم کیا ہے چنانچہ ابن ابی الحدید کہ معتقد حقیت خلافت ثلاثہ ہے شرح نہج البلاغت میں لکھتا ہے کہ یحیی بن سعید حنبلی نے نقل کی کہ میں حاضر تھا اسمعیل حنبلی کے پاس جو کہ پیشوائے حنابلہ بغداد کا ہے اور ایک مرد کوفی کے ذمہ ایک حنبلی کا قرض تھا وہ حنبلی اسمعیل حنبلی کے پاس آیا تو اسمعیل نے اس حنبلی سے پوچھا کہ تونے اپنے مقروض کے باب میں کیا کیا اپنا قرض اس سے لیا یا نہیں اس نے کہا کہ میں بیزار ہوا ہوں قرض سے کہ بروز غدیر امیرالمومنین علی کے قبر پر میں گیا تاکہ قرض اپنا اس سے وصول کروں بڑی فضیحتیں اور دکھیں اور اقوال شیعوں کے سُنے کہ علانیہ بخوف و خطر خلفائے ثلاثہ پر لعنت کرتے ہیں خیال نکیا میں قرض اپنا بھول گیا اسمعیل حنبلی نے کہا کہ واللہ یہ جرات نہیں دلائی ہے انکو اور یہ راہ نہیں کھولی ہے واسطے انکے مگر صاحب قبر نے یعنی علی نے اور شیعوں کا اسمیں کیا گناہ ہے اس حنبلی نے سنکر کہا کہ اگر علی حق پر تھا تو ابوبکر کو خلیفہ کیوں جانیں اور اگر باطل پر تھا تو اسکو امام کیوں سمجھیں اسمعیل حنبلی نے یہ بات سُنی تو جوتیاں پہن کر چلا اور کہتا تھا کہ لعنت خدا کی ہو اسمعیل پر اگر جواب اس مسئلہ کا جانتا ہو اور نمرود اور شداد اور فرعون وغیرہ پہلی امتوں میں تھے انسے ہلاکو دنیا مطلب ہے اور ابوجہل اور ابولہب نے جو کچھ کیا اپنی جانوں کے ضرر کیواسطے کیا اور ابوبکر اور عمر نے تو اس امت مرحومہ میں خرابی ڈالی ہے کہ لوگونکو گمراہ کیا ہے اور قیامت تک وہ گمراہی چلی جائیگی اسواسطے زیادہ مستحق تبرا کے ہیں۔ مصرعہ برین عقل و دانش بباید گریست۔ اشعریہ لاشعوریہ کی شان میں ہے کہ اچھوں اور بروں کو سب کو ایک قطار میں کھینچتے ہیں اور تمیز حق اور باطل کی نہیں کرتے اور پہلو سے کے قائل ہیں اور دس بڑے بڑے کمالات حضرت علی شیر خدا نے قسم کھا کر ابوبکر یا عمر کے واسطے ہرگز نہیں فرمائے ہیں چنانچہ ہم لکھ چکے بھلا کون عقل کا اندھا کہدیگا کہ کافروں کی حق میں ایسا فرمایا ہے ہاں اہل سنت کافروں کے حق میں ایسا کہتے ہیں جو کہ مطیع اور فرمانبردار خدا کے نہیں تھے اور شیعہ گالیاں تو کسیکو نہیں دیتے ہیں لیکن بددعا انکے حق میں کرتے ہیں جنہوں نے دین خدا میں خرابی ڈالی اور ائمہ معصومین سے جو کہ شیعونکو اعتقاد ہے اور فضائل انکے بیان کرتے ہیں سب جانتے ہیں اور انکی تاریخ ولادت

خوشی کرتے ہیں اور انکی وفات کے روز خیرات کرتے ہیں اور ثواب اسکا انکی ارواح مقدسہ کو بخشتے ہیں اور انکے ناموں پر اپنی اولاد کا نام تبرکا اور تیمنا رکھتے ہیں بخلاف ثلاثہ
کے کہ علماء اہل سنت ہر چند انکو چمکاتے ہیں لیکن وہ مٹتے اور مٹے ہی جاتے ہیں کہ نہ تو کوئی انکی تاریخ ولادت کو جانتا ہے اور نہ تاریخ وفات کو اور نہ کوئی انکی فاتحہ دلاتا ہے بلکہ عوام تو انکو
جانتے بھی نہیں کہ وہ کون تھے اور نہ کوئی انکے نام پر نام رکھتا ہے ہزار آدمیوں میں شاید کسیکا نام ابوبکر یا عمر ہو اور ہر چند علماء اہل سنت اہلبیت کے مٹانے میں قصور نہیں کرتے لیکن
خداتعالی انکو روشن ہی کرتا ہے کہ شیعہ و سنی میں انکا ہی شہرہ ہے اور محمد اور احمد اور علی اور حسن اور حسین کے نام پر نام رکھتے ہیں اور انکی ہی مناقب لکھتے ہیں اور نہ تو کوئی ثلاثہ کے
نام پر نام رکھتا ہے اور نہ کوئی انکی مناقب لکھتا ہے مگر بنہایت شاذ و نادر اور خوارج اگر ہیں تو وہ انہیں میں سی ہیں کہ اہل سنت میں سے کوئی زیادہ عداوت اہلبیت سے رکھنے لگا وہ خارجی
اور ناصبی ہوگیا **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ عذر پوچ عاقلوں کے سامنے کہ ائمہ معصومین اصحاب ثلاثہ یا اور مہاجرین و انصار کی تعریف بوجہ تقیہ کرتے تھے قطع نظر اسکے
کہ عقل کے نزدیک یہ عذر لاطائل گوز شتر کی طرح بجتا ہے یوں بھی تو قابل تمسک نہیں کہ جن بزرگوں کی طرف تقیہ کی تہمت کرتے ہیں انہیں بزرگواروں کے افسانے جو انکی
معتبر کتابوں میں منقول ہیں باواز بلند تقیہ کی تکذیب کرتے ہیں ہر چند سب کا اس رسالہ میں درج کرنا ممکن نہیں لیکن مشتے نمونہ خرواری دو تین روایتیں جو امام الائمہ حضرت امیر کے اظہار
حق اور صدق حال پر دلالت کریں درج کی جاتی ہیں تا کہ بحکم متابعت بزرگان اوروں کی بزرگی اور خوبی بھی کذب و ریاسی پاک اوصاف سے معلوم ہوجائے کہ جب شمس الائمہ کا
حال یہ ہے کہ تقیہ میں جو بفتوائے شیعہ انبیر منجملہ فرائض ہی تھا اسقدر تقصیر وار تھے اور احکام کا تو کیا ذکر تو اور ائمہ کا کیا حال ہوگا نہج البلاغت میں جو شیعوں کے نزدیک اصح الکتب اور
متواتر ہے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا یہ قول تقیہ کے ابطال میں دلیل قوی اور برہان کامل ہے علامۃ الایمان ایثارک الصدق حیث یضرک علی الکذب حیث ینفعک یعنی ایمان کی نشانی
یہ ہے کہ جہاں سچ بولنا ضرر کرتا ہو ایسی جگہ سچ بولنے کو مقدم رکھے جھوٹ بولنے پر جو نفع دیتا ہو اس روایت سے صاف نکلتا ہے کہ جو تقیہ کرے اسمیں ایمان نہیں کیونکہ علامت ایمان
کی یہ ہے کہ جان و مال کا ضرر گو ہو جاوے پر جھوٹی بات زبان پر نہ لاوے **اقول** پہلی دلیلیں تقیہ کی اقوال علماء اہل سنت سے بیان کرتا ہوں کہ یہ شیخ نجدی تقیہ کے پیچھے بہت پڑا ہوا ہے تاکہ
لوگوں کو اسکا واہی بکنا معلوم ہوجاوے اور بعد اسکے اسکے قول کا جواب لکھونگا دلیل اول اللہ تعالی فرماتا ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن
يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً یعنی نہ بناویں مومنین کافروں کو دوست سوائے مومنین کے اور جو کوئی کرے اسکو تو نہیں ہے خداتعالی سے کسی چیز میں مگر یہ کہ ڈرو تم
ان کافروں سے ڈرنا بیضاوی میں اسکی تفسیر میں لکھا ہے کہ کفار سے دوستی کرنی جایز نہیں ہے إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً مگر یہ کہ خوف کرو تم انسے تو اسوقت تقیہ سے ظاہر میں دوستی کرو
اور یعقوب قاری کو اسمیں لکھا ہے کہ اس نے تقیۃ کو تقیۃ ہی پڑھا ہے اور بخاری نے کتاب الاکراہ میں تقاۃ کے معنی تقیہ کے لکھے ہیں اور فتح الباری میں بھی تقیہ لکھا ہے دلیل دوسری اللہ تعالی
فرماتا ہے مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ یعنی جو شخص کہ کفر کرے ساتھ خدا کے بعد ایمان کے مگر وہ شخص کہ جبر کیا جاوے اور دل اسکا مطمئن ہو ساتھ ایمان کے
تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت عمار کے مقدمہ میں نازل ہوئی ہے کفار نے از راہ زبردستی عمار سے کفر کے کلمے کہلالیے تو انہوں نے اپنی زبان سے سب کہے
اور لوگوں نے رسولخدا صلعم سے کہا کہ عمار کافر ہوگیا اس نے کفر کی باتیں کہیں حضرت نے فرمایا کہ نہیں عمار سر سے پاؤں تک ایمان پر ہو رہا ہے اور عمار حضرت کے سامنے رونے لگے تو فرمایا کہ روؤ نہیں
اگر تجھ سے پھر کہلاویں تو پھر کہہ اور ایسا ہی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے دلیل تیسری تفسیر بیضاوی میں آیت وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ کی تفسیر میں حضرت موسی کو
لکھا ہے کہ فانہ علیہ السلام کان یعاشرہم بالتقیۃ یعنی بیشک وہ موسی تھا کہ زندگانی کرتا تھا انمیں ساتھ تقیہ کے دلیل چوتھی حقتعالی فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ یعنی نہ ڈالو
تم ہاتھوں اپنوں کو طرف ہلاکت کے اور ترک تقیہ بعض اوقات موجب قتل ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ محل خوف ہلاکت میں تقیہ واجب ہے دلیل پانچویں کتب صحاح میں لکھا ہے کہ رسولخدا
صلعم نے عائشہ سے فرمایا کہ لولا قومک حدیث عہد بالاسلام لهدمت الکعبۃ وبنیتہا علی قواعد ابراہیم یعنی اگر نہ ہوتی قوم تیری نئی مسلمان تو ڈھاتا میں کعبہ کو اور بناتا میں
اسکو بنیاد ابراہیم پر سو حضرت نے عائشہ کی قوم سے تقیہ کرکے کعبہ کو نہ ڈھایا دلیل چھٹی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا نے ابوذر سے فرمایا کہ کیف تصنع اذا
اخرجت منہ قال اضرب بسیفی قال صلعم الا ادلک علی ما هو خیر لک من ذلک واقرب رشدا تسمع وتطیع وتنساق لهم حیث ساقوک یعنی کیونکر کریگا تو جس وقت نکالا جاوے تو اس مسجد سے کہا کہ مارونگا
میں اپنی تلوار سے فرمایا حضرت نے کہ خبردار ہو کہ رہنمائی کروں میں تجھکو اسپر کہ وہ بہتر ہے واسطے تیرے اس سے اور قریب تر ہے رشد کے یہ کہ جو کہیں وہ سن تو اور فرمانبرداری کر تو اور کھنچ جا تو جدھر
لیجاویں وہ تجھکو کھینچیں کہ کاربند تقیہ ہوا اور جو کہیں وہ ظالم وہی کہہ تو دلیل ساتویں صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کبھی جھوٹ نہیں بولے مگر تین جھوٹ چنانچہ لکھا ہے کہ عن ابی ہریرۃ ان رسول
اللہ صلعم قال لم یکذب ابراہیم النبی قط الا ثلث کذبات اور فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ فلم یصدر ذلک من ابراہیم یعنی اطلاق الکذب علی ذلک
الا فی شدۃ الخوف لعلو مقامہ یعنی پس نہیں صادر ہوا وہ ابراہیم سے یعنی بولنا جھوٹ کا اسپر مگر شدت خوف میں واسطے بلند ہونے مقام انکے کے اور قاضی نے شرح شفا میں لکھا ہے
کہ قال تقیۃ خشیۃ ان یقتلہ یعنی کہا ازروے تقیہ اور خوف کے اس سے کہ قتل کرے اور یہ حضرت ابراہیم کی زوجہ کے مقدمہ میں ہے کہ اسکو اپنی خواہر کہا تھا اگر زوجہ کہتا تو وہ قتل کرتا

دلیل آٹھویں تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ زینب دختر رسول خدا صلعم مسلمان ہوگئی تھی اور شوہر اسکا ابو العاص کافر تھا اُنمیں مفارقت نکر سکے اور عائشہ سے روایت لکھی ہے کہ قالت کان الاسلام فرق بین زینب وابی العاص الا ان رسول اللہ صلعم لا یقدر ان یفرق بینہما وکان مغلوبا بمکہ یعنی کہا عائشہ نے کہ تہا اسلام کرنیوالا جدائی ڈالنی والی تھی اُس نے درمیان زینب و ابو العاص کے مگر رسول خدا صلعم قادر نہ تھے کہ جدائی کردیں اُن دونوں میں واسطے کہ وہ مغلوب تھے مکہ میں دلیل نویں فرائض شریفی میں اور احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ایجاد عول کا عمر نے اپنے زمانہ میں کیا تہا اور بعد مرنے عمر کے ابن عباس کہتے تھے کہ عول تقسیم میراث میں جائز نہیں ہے لوگوں نے کہا کہ تو نے عمر کے زمانہ میں کیوں منع کیا کہا کہ عمر کے خوف سے اور کتاب التحقیق شرح مختصر ابی محمد میں لکھا ہے کہ کبھی سکوت واسطے مہابت اور تقیہ کے بھی ہوتا ہے جیسے کہ ابن عباس نے سکوت کیا عول کے منع کرنے میں دلیل دسویں شاہ ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے اور محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے خمس کے مقدمہ میں پوچھا تہا کہ کیا تھی رائے علی کی خمس میں یعنی ذوی القربیٰ کے حصہ دینے میں فرمایا کہ جو رائے کہ انکے اہل بیت کی تھی کہ اُنکا حصہ دینا چاہیے وہ ہی رائے علی کی تھی لیکن خلاف رائے ابو بکر اور عمر کے کرنا مکروہ جانا چنانچہ لکھا ہے کہ اخبرنی محمد بن اسحاق وعن ابی جعفر قلت لہ ما کان رای علی فی الخمس قال کان رایہ رای اہل بیتہ ولکن کرہ ان یخالف ابا بکر وعمر اور ملا علی قاری نے بھی ایسی ہی روایت شرح مشکوۃ میں لکھی ہے اور آخر میں اُسکے لکھا ہے کہ امام محمد باقر نے جواب اُسکے میں قال کرہ واللہ ان یدعی علیہ بخلاف سیرۃ ابی بکر وعمر کہا کہ مکروہ جانا قسم ہے خدا کی اسکو کہ دعویٰ کیا جائے اُس پر ساتھ خلاف سیرت ابو بکر اور عمر کے حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو بکر اور عمر نے خمس میں سے ذوی القربیٰ کے حصہ کو برخلاف حکم رسول خدا صلعم کے منع کیا تھا اور حضرت علی جانتے تھے کہ حصہ ذوی القربیٰ کا دینا واجب ہے لیکن اپنی خلافت کے زمانہ میں حصہ ذوی القربیٰ کو دینا مکروہ جانا کہ ابو بکر اور عمر کی مخالفت ہوتی تھی اور اگر دیتے تو اکثر ہمراہی حضرت علی کے کہ اُنکے دلوں میں محبت ابو بکر اور عمر کی بھری ہوئی تھی دعویٰ کرتے کہ تو نے ابو بکر اور عمر کی سیرت کی مخالفت کی اس واسطے تقیہ کیا اور وہ ہی کیا جو ابو بکر اور عمر کرتے تھے دلیل گیارھویں فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ ابراہیم خطبہ میں کلام کرتا تھا اُس سے پوچھا تو فقال انی صلیت الظہر فی داری ثم رحلت الی المسجد تقیۃ پس کہا کہ نماز ظہر پڑھی میں نے اپنے گھر میں پھر آیا میں مسجد میں تقیہ سے دلیل بارھویں جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مامون نے سات علماء کو بلا کر قرآن کے مخلوق ہونے سے استفسار کیا تو تقیہ سے اُنہوں نے جواب دیا کہ قرآن مخلوق ہے چنانچہ لکھا ہے کہ وسیطہم انہم توقفوا ولانہ اجابوا تقیۃ اور امام احمد حنبل سے پوچھا تو یہ تو نہ کہہ سکے کہ مخلوق نہیں ہے لیکن اسقدر کہا کہ کلام خدا ہے نہ اسپر میں کچھ زیادہ کرتا ہوں ورنہ کم کرتا ہوں دلیل تیرھویں صحیح بخاری میں لکھا ہے قال الحسن التقیۃ الی یوم القیمۃ یعنی کہا حسن بصری نے کہ تقیہ قیامت تک ہے دلیل چودھویں تفسیر کبیر میں لکھا ہے التقیۃ جائزۃ لصون النفس وھل تجوز لصون المال یحتمل ان یکون الحکم فیہا بالجواز لقولہ علیہ السلام حرمۃ مال المؤمن کحرمۃ دمہ یعنی تقیہ جائز ہے واسطے نگاہ رکھنے نفس کے اور آیا جائز ہے واسطے نگاہ رکھنے مال کے احتمال رکھتا ہے کہ ہووے حکم اسمیں ساتھ جواز کے واسطے فرمانے رسول خدا صلعم کے کہ حرمت مال مومن کی مثل حرمت خون اُسکے کے ہے دلیل پندرھویں فتاوای قاضی خاں میں لکھا ہے کہ ایک مرد کو ایک امیر طلب کرے تاکہ پوچھے اُس سے کئی چیزوں کو اگر کلام کرے وہ موافق شرع کے کہ پہنچے اُس کو اُس سے کوئی مکروہ سزاوار نہیں ہے اُس کو کہ مخالف حق کے کلام کرے ھذا اذا کان لا یخاف القتل علی نفسہ ولا اتلاف عضو ولا یخاف علی مالہ فان خاف ذلک فانہ لا باس یعنی یہ مخالف حق کے کلام نکرنا اُسوقت ہے جسوقت کہ نہ خوف کرے قتل کا اپنے نفس پر اور نہ تلف ہونے عضو کا اور نہ خوف کرے اپنے مال کا پس اگر خوف کرے اسکا تو نہیں ڈر ہے خلاف حق کے کلام کرنے میں دلیل سولھویں شرح اشباہ ونظائر حموی میں عینی شرح صحیح بخاری کا حوالہ دیکر لکھا ہے باب شراء المملوک میں حربی سے ظالموں سے چھڑانے کے حیلوں میں اذا علم انہ لا ینخلص الا بالکذب جاز لہ الکذب الصریح وقد یجب فی بعض الصور بالاتفاق لکونہ ینجی نبیا او ولیا ممن یرید قتلہ او لنجاۃ المسلمین من عدوھم یعنی جسوقت جانے کہ تحقیق نہیں چھوٹتا ہے مگر ساتھ جھوٹ کے تو جائز ہے کذب صریح اور کبھی واجب ہوتا ہے بعضے صورتوں میں بالاتفاق کہ نجات دیوے نبی کو یا ولی کو اُس شخص سے کہ ارادہ کرے اُسکے قتل کا یا واسطے نجات دینے مسلمانوں کے دشمن اُنکے سے دلیل سترھویں شرح اشباہ ونظائر میں لکھا ہے فی مجمع الفتاوی ان الکذب مباح لاحیاء حقہ ولدفع الظلم عن نفسہ یعنی مجمع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ تحقیق جھوٹ بولنا مباح ہوتا ہے واسطے زندہ کرنے حق اپنے کے اور دور کرنے ظلم کے اپنے نفس سے دلیل اٹھارھویں تفسیر کبیر میں تفسیر آیہ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ میں لکھا ہے کہ قال قوم الآیۃ دالۃ علی ان التقیۃ جائزۃ عند الخوف یعنی کہا قوم نے کہ آیہ دلالت کرنیوالی ہے اس امر پر کہ تقیہ جائز ہے وقت خوف کے اور تفسیر کبیر میں آیہ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ کی تفسیر میں ایک طولانی عبارت لکھی ہے اور اُسمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جاری کرنا کلمہ کفر کا جائز رکھا ہے۔ یہاں سے تقیہ انبیاء کا ظاہر ہوگیا دلیل اُنیسویں تاریخ صغیر بخاری سے بعضے علماء اہل سنت نقل کرتے ہیں کہ جابر بن سمرہ نے کہا کہ ما ابالی بایعتہ یعنی المختار مائۃ مرۃ انما البیعۃ بالقلب یعنی نہیں پرواہ کرتا ہوں میں اگر بیعت کروں میں اُسکو یعنی مختار کو سو مرتبہ سوائے اسکے نہیں کہ بیعت ساتھ دل کے ہے سو بیعت حضرت علی کی بھی خلفاء ثلاثہ سے ظاہر میں تھی اور دل سے نہ تھی چنانچہ وہ اسی سے معلوم ہوتا ہے دلیل بیسویں جناب رسول خدا صلعم جبتک مکہ معظمہ میں رہے بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اصحاب بھی طواف کیا کرتے تھے اور بیت اللہ میں بت رکھے ہوئے تھے ہر چند نیت بتوں کی طرف کی نہ ہوتی تھی بلکہ بیت اللہ کی ہوتی تھی لیکن بیت کے طواف کے ہمراہ بتوں کا

بہی طواف ہوتا تھا و یہ ایسا ہی جیسے کفار نہود طواف کرتے ہیں بتوں کا اور پہاڑوں کا اور جناب رسولخدا صلعم اور مسلمان خلوت میں تو بتوں کو برا کہتے تہے لیکن یہ مقدور کسیکا نتھا کہ کسی بت کی انگلی کو توڑے یہ تقیہ نہیں تو کیا ہی یہ ہیں وجوہ تقیہ کی میں نے لکھی ہیں اور سوا اسکے اور بہت کثرت سے دلیلیں ہیں اور اس سے زیادہ تفصیل جناب مفتی محمد قلی خانصاحب علیہ الرحمۃ کے رسالہ تقیہ میں ہی اور اصحاب ثلاثہ کی تعریف اماموں نے ہرگز نہیں کی ہی اور اگر واسطے مصلحت کے دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے واسطے کسی مرید ثلاثہ کے روبرو کچھ کہا تو تعریف نہیں ہی ایسا تو جناب رسولخدا صلعم بہی شریر کی زبان سے محفوظ رہنے کے واسطے منہ پر تو اسکو اچھا کہتے تہے اور پیٹ پیچھے اسکو برا کہتے تہے چنانچہ مشکوۃ میں لکھا ہے اور عائشہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے رسولخدا صلعم سے اذن چاہا حضرت کے پاس جانیکا فرمایا کہ اذن دو اسکو بد ہی یہ آدمی اپنی قوم میں اور جب حضرت کے پاس آکر بیٹھا تو حضرت بہت کشادہ پیشانی اور انبساط اور شگفتگی روسے پیش آئے جب وہ چلا گیا تو عائشہ نے اسکی وجہ پوچھی کہ اسکی غیبت میں تو آپنے اسکو برا کہا اور بعد ورود اسکے شگفتگی چہرہ سے پیش آئے فرمایا کہ بدتر آدمیوں کا وہ ہی کہ ترک کریں اسکو لوگ بسبب خوف شر اسکے کے اور یہ حدیث متفق علیہ بخاری اور مسلم کی ہی اور عبارت مشکوۃ کی یہ ہی عن عائشۃ ان رجلا استاذن علی النبی صلعم فقال ائذنوا له فبئس اخو العشیرۃ فلما جلس تطلق النبی صلعم فی وجهه وانبسط الیه فلما انطلق الرجل قالت عائشۃ یا رسول اللہ صلعم قلت کذا وکذا ثم تطلقت فی وجهه وانبسطت الیه فقال رسول اللہ صلعم متی عهدتنی فحاشا ان شر الناس عند اللہ منزلة یوم القیمۃ من ترکه الناس اتقاء شره

اور شیعہ ائمہ معصومین پر تہمت نہیں کرتے ہیں تقیہ کی بلکہ حقیقت میں وہ تقیہ کرتے تہے اور اہل سنت کی کتابوں سے ہم تقیہ کو ثابت کر چکے یہانتک کہ انبیاء کے تقیہ کو بہی اور تقیہ کی تکذیب کی کوئی روایت نہیں ہی اور یہ روایت جو حضرت علی سے صدق کی مدح میں لکھی ہی یہ روایت تقیہ کو باطل نہیں کرتی ہی یہ حال غیر محل تقیہ کا ہی اور مراد ضرر اور نفع سے ضرر اور نفع مال دنیا کا ہی کہ اسکے واسطے سچ ہی بولنا چاہیے گو ضرر اپنے مال کا ہو اور جہوٹ نہ بولنا چاہیے گو فائدہ ہوتا ہو نہ مطلق راست اور دروغ اور ہم اہل سنت کی کتابوں سے واسطے حفاظت نفس کے بلکہ واسطے حفاظت مال کے جواز دروغگوئی کا لکھ چکے ہیں اور یہ ایسا ہی جیسے کہ کوئی کہے کہ جہاد کرنا جایز نہیں ہے اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہی وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ سو جیسے کہ اسکی تخصیص ہوئی ہی ایسے ہی اس روایت کی بہی تخصیص ہو گئی ہی کہ حضرت علی فرماتے ہیں لا دین لمن لا تقیۃ له یعنی نہیں دین ہے واسطے اس شخص کے کہ نہیں تقیہ واسطے اسکے چنانچہ فردوس دیلمی میں ہے سو اس روایت سے مطلق صدق اور کذب ہر موقع میں مراد نہیں ہے اور صحیح مسلم میں لکھا ہی کہ حضرت ابراہیم نے تین جہوٹ بولے تیرے اعتقاد کے موافق چاہیئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایمان سے تہی پس معلوم ہوا کہ مراد صدق اور کذب حضرت علی کے قول میں واسطے ضرر اور نفع مال دنیا کی ہی اور اسی الذی لکاذب میں اس روایت میں تو کہاں ہے کہ جو تقیہ کرے وہ اسمیں ایمان نہیں ہی صدق کی تعریف اور جہوٹ کی مذمت ہے اور جان و مال کے ضرر کا اسمیں ذکر کہاں ہے اسمیں البتہ مراد ضرر اور نفع دنیا کا ہی نہ ضرر اور نفع جان کا اور اگر یہی مراد ہو تو بڑی قباحت لازم آتی ہی اور ایمان کی ایک علامت کے نہونے سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا ہی چنانچہ معلوم ہوا اور تقیہ تو حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور جناب رسولخدا اور علماء اہل سنت کا سب کا ہم تیری کتابوں سے لکھ چکے ان لوگوں نے جو تقیہ کیا تو معلوم ہوا کہ تیرے نزدیک انمیں سے کسی میں ایمان نہتھا اور جب تیرا یہ اعتقاد ہوا تو تیرے کافر ہونے میں کوئی شبہ نرہا اور علامتیں ایمان کی حدیث میں ایک تلاوت قرآن کی ہے ایمان کی علامتوں میں سے ہی اگر کوئی تلاوت قرآن نکرے تو چاہیئے کہ وہ مومن نرہے اور جہوٹ بولنے سے آدمی ایمان سے نہیں نکل جاتا البتہ گنہگار ہوگا اسکو شیعہ سنی جانتے ہیں اور کاذب تو حضرت علی ابوبکر اور عمر کو بہی جانتے تہے چنانچہ مسلم میں لکہا ہی کہ عمر نے علی اور عباس سے کہا کہ تم ابوبکر کو کاذبا خائنا سمجھتے ہو پس حسب فقرہ کے جہوٹا مومن نہیں ہی تو معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک ابوبکر اور عمر دونوں ایمان سے خارج تہے قال الشیخ الاشعری اور مروی ہے نہج البلاغہ میں قال امیر المومنین انی واللہ لو لقیتهم واحدا وهم طلاع الارض کلها ما بالیت ولا استوحشت وانی من ضلالهم الذی هم فیه والهدی الذی انا علیه لعلی بصیرة من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء اللہ لمشتاق ولحسن ثوابه لمنتظر راج مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بیشک قسم اللہ کی اگر ان سے تن تنہا مقابل ہوں اور وہ تمام زمین کو گہیرلے ہوں تو میں ہرگز کچھ پروا نکروں اور نہ گہبراؤں اور مجھے انکی گمراہی اور اپنی ہدایت کا عیان ہے اور ہدایت کا خدا داد یقین ہی اور میں خدا کے ملنے یعنی مرنے اور اسکے ثواب کی انتظار امید میں ہوں پس غور کرو ایسے جو شخص تنہا اتنے دشمنوں سے بہی نہ ڈرے جو تمام روئے زمین کو ڈہک لیں اور ڈرنا تو درکنار پروا اور گہبراہٹ تک نہو بلکہ مرنے اور جنت کے مشتاق ہو بہلا ایسے لوگوں سے تقیہ ہو سکیگا یعنی ایسے لوگ بہی اگر ڈرنے لگیں تو قیامت آگئی مہذا تقیہ بے خوف کے تو ہوتا ہی نہیں اگر مر جانے کا خوف ہے تو وہ اماموں کو ہوتا ہی نہیں کیونکہ اول تو انکی موت انکے اختیار میں ہی چنانچہ کلینی نے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہی اور تمام امامیہ اسپر اتفاق ہی پہر وہ کسی سے کیا ڈریں اور کیوں ڈریں دوسرے علم وقائع گزشتہ اور وقائع آیندہ سب انکو مستحضر خود اپنے مرنیکا حال اور کیفیت تفصیل و تشریح معلوم ہوتی ہی اسوقت سے پہلے ڈر ہو ہی نہیں سکتا اور اگر خوف مال یا آبرو یا بدگوئی خلائق کا اندیشہ یا کسی قسم کی تکلیف کا خوف ہے تو انبیاء اور ائمہ کا کام یہی ہی کہ تکلیفیں اٹھایا کریں اور تحمل کیا کریں اور دشمنوں کی قوت اور شوکت اور اپنی بے کسی اور بے سروسامانی پر لحاظ نکریں اور یہی وجہ ہی کہ حضرت ابراہیم نمرود سے نہ چہپے اور آگ میں گرنا قبول کیا اور حضرت موسی فرعون سے نہ ڈرے اور آخر نوبت جلا وطن ہونے کی پہنچی حضرت نوح علیہ السلام نے نوسے برس تک کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں شیعوں نے بہی سنی ہونگی حضرت یحیی اور حضرت زکریا کا مقتول ہونا شہرہ آفاق ہی حضرات شیعہ ہی انصاف کر کے فرمائیں کہ انکے مقتول ہونیکا باعث سوا کلمۃ الحق اور حق گوئی کے اور کیا تہا عزت چہوڑ یہاں تو جان پر کہیل گئی حضرت امیر جو انبیاء سے افضل ہیں تو مساوات میں تو شیعوں کے نزدیک کلام ہی نہیں آبرو تک کا خدا سے دریغ کریں اور خود خلف رشید

حضرت امیر رضی اللہ عنہ سید الشہدا و شہید کربلا رضی اللہ عنہ جان نازنین کو نثار راہ خدا کر گئے اگر تقیہ سنت حضرت علیؑ بلکہ فرض خداوندی تھا تو اس سے زیادہ اور کونسا موقع تقیہ کا ہوگا کہ
تیس ہزار فوج جرار بر سر کارزار زن و فرزند ہمراہ ننگ و ناموس کا اندیشہ نہ کھانا نہ دانہ نہ پانی کا سامان نہ آڑ کے لیے کوئی مکان اور اس طرف سے فقط اتنی طلبگاری کہ بیعت یزید قبول کرلو
پھر جہاں جی چاہے چلے جاؤ بڑے حیف کی بات ہے کہ جان و مال سب برباد کیے زن و فرزند پر جو کچھ گزری سب جانتے ہیں پھر تسپر خاتمہ ہوا تو یوں ہوا کہ فرض مفترض معمول اہل بیت پر عمل کیا
بیگناہوں کو مفت کے مظلمہ میں گرفتار کر کے انکا وبال نعوذ باللہ اپنی گردن پر لیا نعوذ باللہ اگر یہی تقیہ ہے تو ہم جانتے ہیں کہ یہ دوست بزار نزار دشمن نسبت حضرت سید الشہدا نعوذ باللہ عقیدۂ خسر الدنیا والآخرۃ رکھتے ہیں بعد کرت ان
الفاظ کی کتنی ہو سچی ڈرتا ہوں مگر خداوند عالم الغیب والشہادۃ خوب جانتا ہے میں تقیہ سے نہیں کہتا کہ یہ سب و کد بدولت حضرات مدعیان دروغ فروغ و فرقہ مسمے بشیعہ ہے ورنہ خاکپائے غلامان اہل بیت ان حضرات کو اکابر اولیاء اللہ و سرگروہ
اور مخلصین خلاصۂ محسنین اور زبدۂ متقین و سر حلقۂ محبوبین سمجھتا ہے جانتا و کلام جو بطور شیعہ دعوی دروغ ہوا **اقول** واقعی حضرت علی ایسے ہی تھے جیسے کہ اس روایت میں فرمایا ہے اور شجاعت انکی مشہور و معروف ہے
اور وہ ایسے تھے کہ تن تنہا کفایت کرتے تھے اور ترقی اسلام اور کثرت مسلمانوں کی انکی ہی تصدق سے ہوئی ہے کہ بضرب ذوالفقار صفیں کفار کی الٹ دیں اور تقیہ انہوں نے کسی کے
ڈر اور خوف سے نہیں کیا ہے کیا طاقت تھی کسیکی جو کوئی انسے آنکھ ملا سکتا۔ سو انہوں نے تقیہ نہ تو اپنی جان کے خوف سے کیا نہ مال کے خوف سے نہ آبرو اور نہ بدگوئی خلائق کے
خوف سے نہ اپنی تکلیف کے خوف سے بلکہ اسلام کے فاسد ہو جانے اور لوگوں کے مرتد اور ہلاک ہو جانیکے خوف سے صبر کر کے بیٹھ رہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ استیعاب میں تو یہ لکھا ہے کہ حضرت
علیؑ نے فرمایا کہ خلافت حق میرا ہے اور لوگوں نے ہمارے غیر کو خلیفہ کر دیا اور اگر میں چاہتا تو متغیر کر دیتا لیکن اسلام کے ہلاک ہو جانے اور کفر کے عود کرنیکے خوف سے صبر کر کے بیٹھ رہا اور
لسان المیزان اور کتب دارقطنی میں لکھا ہے اور عقیلی سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ تینوں خلفا کے زمانہ میں خلافت حق میرا ہی تھا لیکن میں نے دیکھا کہ اگر میں کچھ
کرتا ہوں تو لوگ مرتد ہو جائینگے اور بعضا بعضے کی گردن تلوار سے ماریگا اس سبب سے میں خاموش ہو بیٹھا اور اطاعت میں نے منظور کی اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا
کہ سلامتی مسلمانوں کی اسی میں ہے کہ میں تسلیم کروں اور اطاعت منظور کروں اگرچہ حیف میری ذات پر ہے سو واسطے حضرت علی صبر کر کے بیٹھ رہے اور کسی سے ڈر کر تقیہ نہیں کیا ہے اور رسول خدا
صلعم کی وصیت بھی صبر کرنیکی چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم سب کچھ لکھ چکے ہیں اور موت کے اختیار میں ہونیکا بھی ہم جواب لکھ چکے کہ کسی روایت
کلینی کی یہ ثابت نہیں ہے کہ موت انکے اختیار میں تھی، ورنہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہے اور نہ امامیہ کا اسپر اتفاق ہے تو بالکل جھوٹ لکھتا ہے اور علم ماکان و مایکون کا بھی ہم جواب مفصل
لکھ چکے کہ جس چیز کا علم وہ چاہتے تھے تو خدا تعالی انکو تعلیم کر دیتا تھا اس طرح سے انکو علم ماکان و مایکون کا تھا نہ اس طرح سے کہ ہر چیز کا علم انکو ایسا ہو کہ جیسے خدا تعالی کو ہے اور انبیاء
علیہم السلام کو تقیہ کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اگر وہ تقیہ کریں تو فائدہ بعثت کا عبث ہو جائے اور احکام شرع کے خلقت کو کیونکر پہنچیں مگر جسوقت کہ تقیہ وصول حق کو مانع نہو اور
اگر پہنچنا کسی حکم کا امام پر منحصر ہو تو اسمیں اسکو بھی تقیہ نہیں چاہئے اور اگر حضرت نوح اور ابراہیم اور موسی وغیرہ انبیاء علیہم السلام نے تکلیفیں اٹھائیں تو جواز تقیہ کو مانع نہیں ہے
اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کا تقیہ تو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لم
یکذب ابراہیم النبی قط الا ثلث کذبات اور بعد اسکے کذبوں کی تفصیل لکھی ہے اور فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے وعلی کل تقدیر فلم یصدر ذلک من
ابراہیم یعنی اطلاق الکذب علی ذلک الا فی شدۃ الخوف لعلو مقامہ اور بعد اسکے لکھا ہے اگرچہ کذب فی نفسہ قبیح ہے لیکن کبھی حسن بھی ہوتا ہے اور حضرت موسی کے حال میں
تفسیر بیضاوی میں تفسیر میں آیہ وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ کے لکھا ہے کہ فانہ علیہ السلام کان یداریہم بالتقیۃ اور خدا تعالی انکے قول کو بیان فرماتا ہے
وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ اور فرماتا ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ و حضرت زکریا اور یحیی وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو ہم لکھ چکے کہ انپر تقیہ تھا اور حضرت جرجیس پر جو روز
مصائب و آلام گزرے ہیں لیکن علت مذکورہ کی جہت سے انپر بھی تقیہ تھا اور امام بادی احکام شرع نہیں ہوتا ہے بلکہ جاری کرنیوالا ان احکام کا ہوتا ہے جو کہ پیغمبر نے پہنچائے
ہیں اسواسطے اسکو تقیہ کرنا جائز بلکہ بعضی صورت میں واجب ہے اور اگر امام ہی کی جہت سے علم حاصل ہوتا ہے تو اسکو بھی تقیہ کرنا جائز نہیں ہے اور امام حسین علیہ السلام کو جو لکھا ہے کہ انہوں
نے تقیہ نہیں کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مطلق اور سب حالات میں تقیہ نہیں ہے اور حضرت امام حسین کو کئی ہزار خطوط کوفیان غدار نے لکھے اور بڑی مضبوط عہد کیے اور معاملے
تمام حجت کے کوفہ کو روانہ ہوئے اور احکام خدا ظاہر پر محمول ہوتے ہیں اور جسوقت انکی بیوفائی ظاہر ہوئی تو ارادہ پھر جانیکا کیا اور چاہا کہ مدینہ یا کسی اور طرف کو چلا جاؤں تو حر ریاحی
سد راہ ہوئی اور فوج یزید کثرت سے آ پہنچی بجز لڑائی کے چارہ نہ دیکھا اور بیعت یزید کی اسواسطے اختیار نہ کی کہ بیعت واسطے محافظت جان کی ہوتی ہے اور حضرت امام حسین کو قراین سے معلوم
ہو گیا تھا کہ بیعت کا ایک بہانہ ہے اور یہ اپنے غدر سے باز نہ آئینگے کہ حضرت امام حسن نے بلوجودیکہ معاویہ سے بیعت کر لی تھی اور خلافت سے دست بردار ہو کر معاویہ کے سپرد خلافت کر دیا تھا اور پھر
معاویہ نے انکو زہر دلوایا اور جب وفات کی حضرت امام حسن کے خبر سنی تو تکبیر کہی اور سجدہ کیا جیسا کہ اہل سنت کی کتب تواریخ میں لکھا ہے اور علم امامت سے بھی ظاہر ہو گیا تھا پھر
کسواسطے اس فاسق کی بیعت کرتے کہ جہاں آتش درکار ہو خود تھا کہ بیعت سے کچھ فائدہ نہوتا اور ایسے فاسق شرابخوار کی بیعت کر کے اسلام کو بٹا لگاتے اور پھر تک بیعت کا یہ بہانہ تھا اور

مد نظر یزید کو کینہ کشی اور عداوت کا ظاہر کرنا تھا اگر حضرت امام حسینؓ کے ذمہ صرف بیعت نہ کرنے کا گناہ تھا تو انکو تو قتل کر ڈالا تھا اور عوض بنا لیلیا تھا لیکن انکی حرم محترم اور
جناب مولف العلم کی نواسیوں کا کیا قصور تھا کہ انکا ہتک کیا اور سر برہنہ بازاروں میں اور شہروں میں پھرایا اور یزید نے اپنے دربار عام میں ان پردگیان عصمت اور
طہارت کو سینکڑوں اہل دربار کے سامنے سر برہنہ کھڑا کیا کہ اپنے ہاتھوں کو مونہوں پر رکھے ہوئے تھیں اور بال سروں کے بکھرے ہوئے تھے اور وہ چہرہ نورانی انکے غبار صحرا سے
اٹے ہوئے تھے اور امام علیہ السلام کی نعش مبارک کو تو بے گور و کفن صحرا میں ڈالدیا اور گھوڑے اسپر دوڑا کر ہڈیوں کا چورا کر دیا اور سر مبارک انکا نیزہ پر چڑھا کر شہر شہر پھرایا اور
یزید نے اپنے دربار میں سر مبارک کو طلب کرکے دہن مبارک کو چھڑی سے کھولا اور دانتوں پر لگاتا تھا اور ایسے ظلم کئے کہ آجتک کسی نے کسی پر ایسے ظلم نہیں کئے یہ کیا سزا بیعت کی
نکرنے کی تھی یا عداوت دیرینہ تھی اور اشعار یزید کے مشہور و معروف ہیں کہ انمیں لکھا ہے کہ کہاں ہیں وہ اشیاخ مقتولان بدر و احد کہ میں نے انکے قاتل کی اولاد کو کیا انتقام لیا ہے
جب ایسا حال تھا اور حضرت امام حسینؓ پر بعضی وجوہ سے بیعت کا عبث ہونا واضح ہوگیا تھا تو وہ کیونکر بیعت کرتے اب تجھ کو بنظر غور تامل کرنا چاہئے کہ یہ فرض مفترض معمول بہ اہلبیت
تھا اور بصفت مظلومیت میں گرفتار ہوئے مظلمہ میں تو اسوقت گرفتار ہوتے کہ ایسے فاسق متظاہر الفسق کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور جب وہ ایسے کی ہاتھ پر بیعت کرتے تو وہ سند ہوجاتی لوگوں کو
اور اسلام میں فسق و فجور پھیل جاتا اور ایسے بدکار کافر کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے سے جو مقتول ہوگئے تو درجات عالیات کو پہنچے اور اسی جگہ سے ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا ہے ؏ سر داد ندا داد
دست در دست یزید ÷ حقا کہ بنای لا الہ است حسینؓ ÷ اور دوستی ہماری جیسی انکی ساتھ ہے تمام عالم جانتا ہے اور علامت دوستی کی یہ ہے کہ دوست کے کہنے پر چلے اور اسکی پیروی کرے اب
منصف فرمائیں کہ پیروی انکی شیعہ کرتے ہیں یا سنی اور تجھ کو انکی مذمت کرنی منظور ہے اس پیرایہ میں کہ سبھی اور جو کچھ تو عذر کرتا ہے اور اپنے تئیں دوستداران و غلامان اہل بیت میں سے
کہتا ہے یہ دروغ اور تیرا فریب ہے اور دل میں تیرے جو محبت ثلاثہ کی پلائی گئی ہے تو ہرگز تو اہل بیت کا دوست نہیں ہو سکتا اور تو فریبی ہے یہاں تو کہتا ہے کہ میں غلامان اہل بیت
میں سے ہوں اور بعد اسکے فدک کی دعویٰ میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کو جسکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے خاطی لکھتا ہے ایک شخص فاسق کو مقابلہ میں اور اسکی طرف احتمال خطا کو
روا نہیں کہتا ہے سو تیرا غلامان اہل بیت میں سے اپنے تئیں کہنا بالکل غلط ہے بلکہ غلامان خلفاء ثلاثہ اور معاویہ و عمرو عاص میں سے کہنا چاہئے اور شیعوں کی دوستی اہل بیت سے دروغ
ہونی تو محال ہے کہ دوستی اہل بیت کی شیعہ کے مذہب کی حقیقت میں اصل ہے سنی جو دعوی اہل بیت کی دوستی کا کرتے ہیں جھوٹے ہیں مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی جب لکھا کہ شیعوں
کی مدح میں حدیثیں منقول ہوئی ہیں تو جھوٹا دعوی کرکے لکھا کہ شیعہ ہم ہیں بھلا کہیں سیاہی بھی سفیدی ہو سکتی ہے **قال الشیخ الاشعری** تیسری روایت راوندی کہ
کہ مقتدائے شیعہ و شارح نہج البلاغت ہے کتاب خرائج الجرائح میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے ان علیا بلغہ عن عمر انہ ذکر شیعتہ فاستقبلہ فی بعض طرقات
بساتین المدینۃ وفی ید علی قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکرک شیعتی فقال اربع علی صلعتک فقال علی انک لھھنا ثم رمی بالقوس علی الارض فاذا ھی ثعبان کالبعیر فاغر فاہ وقد
اقبل نحو عمر لیبلعہ فقال عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعدھا فی شیئ وجعل یتضرع الیہ فضرب یدہ الی الثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیتہ روایت بہت بڑی ہے کہاں تک
نقل کروں اتنے الفاظ بھی بہت ہیں بہ حاصل معنی اسکا بیان کئے دیتا ہوں حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو یوں خبر پہنچی تھی کہ عمر کچھ شیعہ علی کو برا کہتے ہیں سو اتفاقاً
سے بعضے مدینہ کے باغوں کی راہ میں انکے سامنے آگئے حضرت علی نے فرمایا اے عمر مجھے یوں خبر پہنچی ہے کہ تو میرے شیعہ کو برا کہتا ہے عمر نے کہا میاں اپنی خیر مناؤ حضرت علی نے فرمایا تم
اتنے ہو گئے پھر کمان کو جو زمین پر ڈالا تو ایک اژدہا تھا اونٹ کے برابر منہ کھولے ہوئے حضرت عمر کی طرف نگلنے کے ارادہ دوڑا عمر نے کہا خدا کے واسطے خدا کے واسطے اے ابو الحسن پھر اسکے
بعد ایسی بات نکہونگا اور لگے گڑگڑانے حضرت علی نے اس اژدہا کی طرف جو ہاتھ لگایا پھر وہی کمان کی کمان ہوگئی خیر عمر اپنے گھر چلے گئے اس روایت کو دیکھو تو تقیہ کی گردن ہی
توڑ دی ضعیفوں اور اصحاب میں بڑی مہوم دہام حضرت عمر ہی کی تھی اور سنی بھی انہیں کی شوکت اور دبدبہ کو بہت زبان پر لایا کرتے ہیں سو جب نکا یہ حال ہو کہ ایک کرشمہ سے
انکو ڈرادیا اور وہ بیچارہ تو فقط اشارے کے تھے اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت امیر کا سکوت جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے افعال اور
حرکات پر تھا یہاں تک کہ غصب فدک دیکھا کئے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا اور ان سے بیعت کر لی اور انکے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے یہ سب بوجہ
سہانیت تھا نہ بوجہ تقیہ ورنہ اسقدر اور قدرت و اس کرامت کا آدمی وہ کون تھا جو ان سے اندیشہ یا ہراس ہوتا اور اگر بالفرض زور اور بل و یہ قدرت خداداد کسی میں ہوتی
بھی تب غصب دختر طاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہوتا اہل ہند جو تمام ولایتوں کی لوگوں کے نامرد ہیں میں امام ہیں انمیں کا ہنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹھے نہیں دیدیتا جسطرح حضرت امیر
نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالہ کر دیا اب بھی دیکھتے رہے اور مصاحبزادی بھی پھر صاحبزادیں بھی ایک وہ تھی کہ جنھوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور
تحمل کا تھا اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا اور تیسرا تماشہ یہ ہے کہ ہنگامہ کربلا میں جب دشمنان سفاک نے حرم محترم اور زنان اہل بیت کی طرف جانیکا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا تھا
کو تو شہادت نامہ کربلا از بر بھی ہوگا لکھنے کی کیا حاجت بالجملہ روایات شیعہ خود تقیہ کے جڑ اکھاڑتی ہیں فقط سنیوں ہی کا قصور نہیں اور اب آگے اور لکھنا ہمیں ضرور نہیں کہ بحمد اللہ

فلان مصنف کمینہ یہ بھی بہت ہے **اقول** اگر یہ روایت معتبر ہے تو کیا مضایقہ ہے خدا تعالی نے انکو سب طرح کی کمالات بخشی تھے لیکن اس وقت ایکے تقیہ گردن نہیں توڑی اور نہ اسکو باطل کیا ہے کہ تقیہ انہوں نے کسیکے خوف سے اور کسی آدمی کے ڈر کر نہیں کیا ہے چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں بلکہ موافق وصیت رسول خدا صلعم کی اور لوگوں کے مرتد ہو جانیکے اندیشے سے اور وہ غاصبان حقوق سے ڈرے ہوئے اور ڈرے ہوئے نہ تھے اور یہ بھی ایک کرشمہ تھا کہ جو دکھلا دیا تاکہ معلوم ہو کہ انمیں سب طرح کی قدرت ہے اور خاموشی کسی مصلحت سے ہو رہی ہیں بلکہ ایکمرتبہ عمر کو پکڑ کر اٹھا لیا اور کہا کہ اے پسر صہاک حبشیہ تیرا کیا مقدور کہ جو تو مجھسے اسطرح سے پیش آتا اگر وصیت رسول خدا صلعم کی مجھکو نہوتی تو تیری ہڈیاں توڑ ڈالتا اور اگر ابو بکر اور عمر کے افعال اور حرکات پر سکوت تھا تو اسی مصلحت مذکورہ کی جہت سے تھا اور امر اہم تو خلافت تھی کہ مدار ہدایت و ضلالت کا اسپر تھا جب اسپر ہی صبر کیا تو فدک تو فوائد دنیا میں سے تھا سو ہمیں ابو بکر اور عمر کو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے ہی تھے اور شوکت عمر کی کیا تھی اور کیا دہوم دہام انکی اصحاب میں تھی بلکہ بڑے بد مزاج اور فظ غلیظ تھے اور اسیواسطے لوگ انکی خلافت کو قبول نہیں کرتے تھے اور ابو بکر سے کہتے تھے کہ تو کیا کہیگا اپنے پروردگار سے جسوقت کہ وہ تجھسے عمر کے خلیفہ کرنیکو پوچھیگا چنانچہ ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ ان جماعۃ من الصحابۃ دخلوا علی ابی بکر لما ہموا باستخلاف عمر فقال له القائل منهم ما انت قائل لربک اذا سألک من استخلافک عمر علینا وقد تری غلظته اور اس قائل کو تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ طلحہ اور زبیر تھے اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ وہ علی مرتضی اور طلحہ تھے اور ایسکی تقریب مذی اور مستدرک میں لکھا ہے سو لوگ انکی بدمزاجی سے ڈرتے تھے اور انکی فظ غلیظ ہونیکی دہوم دہام تھی اور ترمذی میں لکھا ہے کہ لوگوں نے کہا اگر تو ایسے فظ غلیظ کو خلیفہ کریگا تو وہ فظ اور غلاظ ہو جائیگا اور نکاح اپنی بیٹی کا عمر سے حضرت علی نے ہرگز نہیں کیا ہے بلکہ وہ ابو بکر کی بیٹی تھے اسماء کے شکم سے اور اگر بالفرض بیعت بھی کی ہے تو اسی مصلحت سے اور اگر نماز انکے پیچھے پڑھے تو اسی مصلحت سے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میرے امام اور پیشوا ہونگے کہ میری سنت اور ہدایت پر نہونگے حذیفہ نے پوچھا کہ پھر میں کیا کروں فرمایا کہ اطاعت انکی کر اگرچہ مال تیرا لوٹا جائے اور پشت تیری زخمی کیجائے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ ویجوز تقلید القضاء من السلطان الجائر کما یجوز من العادل لان الصحابۃ تقلدوا من معاویۃ وکان الحق بید علی اور بوجہ حقانیت انمیں سے کوئی بھی لائق امر نہ تھا اور اگر تقیہ تھا تو اسی مصلحت سے تھا نہ کسی آدمی کے ڈر سے اور زور اور قدرت اگرچہ سب کچھہ تھا لیکن منع اور قدرت کے صرف کرنیکا حکم نہ تھا اور غصب انکی دختر کا تو وقوع ہی میں نہیں آیا اور یہ بھی تیری ہی کتاب فتح الباری میں لکھا ہے کہ علی کو مضطر کر کے انکی دختر سے نکاح کیا اور بعد اسکے ہم مفصل انشاء اللہ تعالی حلے کے جواب کے رد میں لکھینگے اور ہمارے یہاں جو غصب لکھا ہے تو وہ اسے کلثوم دختر اسماء کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ وہ بھی علی کی دختر کہلاتی تھی چنانچہ معلوم ہوگا اور زوجہ عمر دختر فاطمہ زہرا ہرگز نہ تھی سو اسلئے کہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ زید بیٹا عمر کا کسی خانہ جنگی میں مارا گیا اور اسی وقت اسکی ماں کا انتقال ہوا دونوں کے جنازہ پر امام حسین نے اور ابن عمر نے نماز پڑھی سو وہ دختر فاطمہ خواہر امام حسین کیونکر ہو سکتی ہے کہ جو ام کلثوم کہ خواہر امام حسین تھی وہ تو کربلا میں اپنے بھائی کے ہمراہ تھی اور امام حسین کے بعد مدت تک زندہ رہیں اور انکے حال کے مرثیہ کہے گئے اور دختر ابو بکر کا نام ایک جو تھا تو اتحاد نام کی جہت سے اور اس جہت سے کہ وہ بھی حضرت علی ہی کے گھر میں تھی اور انکی دختر کہلاتی تھی کہ انکی زوجہ کی بیٹی تھی لوگوں نے واسطے فضیلت عمر کے دختر فاطمہ زہرا مقرر کر دی اور بہت سی روایتیں اس مقدمہ میں وضع کیں اور غصب کا ظاہر ہونا تیری روایت سے بھی ثابت ہے سو تجھکو بھی کہہ سکتے ہیں کہ علی نے باوجود اس شجاعت کے کہ تھی اور چار ہی اس بیٹی کے تو گوارا کی مضطر اور ناچار ہو کر اپنی دختر عمر کو دی مگر فرق اسقدر ہے کہ تم فاطمہ زہرا کی دختر کو کہتے ہو اور ہم اسماء کے دختر کو کہتے ہیں اور حضرت علی کے نطفہ سے تو وہ تھی ہی نہیں ہمارے نزدیک تاکہ طعن اسکا ہمپر وارد ہو کہ آپ ہی دختر رہیں اور صاحبزادی بھی دیکھتے رہے اور دو نو میں ایک تو وہ تھی کہ جسنے تیس ہزار کا مقابلہ کیا تھا اور مفصل اسکا جواب انشاء اللہ تعالی بعد اسکے آئیگا اور تقیہ کی جڑ کسی روایت سے نہیں اکھاڑی ہے اور تقیہ ثابت ہے فریقین کی کتابوں سے اور سنی خود روایتیں تقیہ کرنیکی لکھتے ہیں کئی روایتیں پہلے اس سے انکی کتابوں سے ہم لکھ چکے ہیں اور جو کچھ تو نے لکھا ہے ہمنے اسکو باطل کر دیا ہے **قال الشیخ الاشعری**

مگر بنظر اتمام حجت اور مزید توضیح یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقل اور نقل اور عرف سے بھی اس بات میں استفتا کیجئے تاکہ شیعونکی آنکھیں تو کھلیں کہ ہم کس خواب خرگوش میں ہو رہے ہیں جناب من عقل کی رو سے دیکھئے تو پیغمبروں اور اماموں کا تقیہ ایسا ہی ہے جیسے کسی معلم کو لڑکوں کے پڑھانے اور تادیب کیلئے نوکر رکھا جائے اور وہ معلم تعلیم و تادیب درکنار انہیں لڑکوں کے ہمرنگ ہو کر گیند بلا یا گلی ڈنڈا کھیلنے لگے اور پیغمبروں اور اماموں کے لیے خدا کی طرف سے تقیہ کا فرض ہونا ایسا ہی ہے اور جیسا معلم اور مودب اہل کتب حکم دے کہ پڑھائی پر جائیے کہ تمہاری اور لڑکوں کی سو یہ ہے کہ کوئی لفظ نکل لے خبردار ہاں یا نکرنا اور انکی تادیب میں تقصیر نہو لیکن جس طرح سے لڑکے چاہیں سرمو اس میں تفاوت نہو نہ انکو ڈرائیو نہ مارئیو نہ اپنی طرف سے کچھ کہیو بلکہ وہ کھیلیں تو انکے ساتھ کھیلنے لگو اب اہل انصاف انصاف فرمائیں کہ یہ بات کچھ عقل کی ہے اور اس میں اور پیغمبروں اور اماموں کے تقیہ میں کیا فرق ہے اور پھر تقیہ بھی اتنا کچھ کہ دین برباد ہو گیا تمام امت محمدی گمراہ ہو گئی پر اپنا ننگ و ناموس جاتا رہا پر چاہئے زبان سے کلمۃ الحق نکلا اسکی نوبت نہ آئی کھل کھیلنا تو کجا اور پھر باینہمہ حضرات شیعہ معتقد اس بات کے ہیں کہ دین شیعہ عین مطابق عقل ہے اور کیونکر نہو کہ خدا وند کریم تو انکے اعتقادات کے باینہمہ خداوندی اور احکم الحاکمین ہونیکی محکوم عقل ہے اور عقل کی اطاعت اسکے ذمہ فرض ہے واہ سبحان اللہ کیا خدا کی قدر دانی ہے جب خدا کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو کسیکا کیا شکایت اول تو

خدا کو محکوم بنایا اور اُسکے احکم الحاکمین ہونے سے جو کلام اللہ میں بعینہ انہیں الفاظ سے مذکور ہی ہاتھ اُٹھایا دوسرا ایسا خلاف عقل حکم اُسکے نام لگایا کہ جس سے بزعم خود نعوذ باللہ
خدا کو گنہگار اور تارک فرض ٹہیرایا تعالی اللہ عن ہذہ العیوب علوا کبیرا **اقول** تو کیا حجت تمام کر چکا تیری سب حجت باطل ہی اور عقل کے اور نقل کے اور عرف کے سب کی رو سے
محافظت جان کی واجب ہے اور یہی تقیہ ہی اور خواب خرگوش میں تم مدہوش ہو کہ تمہاری کتابوں میں سے تقیہ کرنا ثابت ہی اور پھر تم انکار کرتے ہو اور پیغمبروں پر تو ہم تقیہ کہتے ہی نہیں ہیں
گر تمہاری کتابوں سے پیغمبر و نکا بہی تقیہ کرنا ثابت ہی چنانچہ ہم لکھ چکے اور امام پر بہی تقیہ اُسوقت ہی کہ جسوقت ساری احکام لوگونکو پہنچ گئی ہوں اور امام سے کسی حکم کے حاصل کرنیکی
احتیاج نرہی ہو اور بعضا حکم ایسا ہو کہ وہ امام ہی کی جہت سے حاصل ہوتا ہے تو اُسمیں امام کو بہی تقیہ نہیں چاہیئے اس صورت میں مثال تیری معلم کی اور لڑکونکی باطل ہوئی کہ یہاں
یہ صورت ہے نہیں ہی یہ تو جب ہو کہ جسوقت سارے احکام تقیہ کی راہ سے خلاف حق کے لوگوں کو پہنچائی یا بعضے احکام کہ جو وہ نہیں پہنچے ہیں اور امام ہی کی جہت سے وہ پہنچ سکتے ہیں اُن احکام
کو تقیہ سے خلاف حق کے بیان کرے سو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اُن احکام میں ہمارے نزدیک امام پر تقیہ نہیں ہے اور اگر تقیہ ہی تو اُن احکام میں ہے کہ جو پہلے پہنچ لیے ہیں اور اب واسطے محافظت جان اپنی کے مطابق
وصی دشمن کی بیان کریں سو تقیہ اور یہی اور مثال معلم اور لڑکوں کی اور ہی اور مثال معلم اور لڑکونکی تو البتہ عقل کی بات نہیں ہے لیکن تقیہ موافق عقل کے ہی اور اگر تقیہ تھا تو بعضے امور
میں ہوا ہی نہ کل شرایع دین میں تاکہ دین برباد ہوگیا ہوا ور دیکھ لے باوجود تقیہ بعض اُمور کے دین حق جو ہی وہ چلا آتا ہی اور برباد ہوگیا مذہب اہل سنت کا ابو حنیفہ کی پیروی میں
کہ جسکو امام غزالی منخول میں لکھتے ہیں کہ وہ گمراہ تھا اور لکھا ہی کہ ابو حنیفہ نے شریعت کو منقلب کردیا اور اولٹ پلٹ دیا اور تاریخ بغداد میں لکھا ہی ابو حنیفہ کو کہ ایسے خلقت اشر کوئی پیدا نہیں
ہوئی اور بنگ و نام جناب رسولخدا صلعم کا تمنے باقی نہیں رکھا ہی کہ اُنکی زوجہ عایشہ کو تہمت زنا کی لگائی چنانچہ سورہ نور کی تفسیر میں موجود ہی اور رسولخدا صلعم پر تہمت کی کہ وہ اپنی
زوجہ عایشہ کو حبشی مردوں نامحرموں سنڈی مردوں کا ناچ دکھانے کو لیگئے اپنے کا مذہب پر سوار کر کے اور کلمہ حق ہمارے اماموں سے ہمیشہ نکلتا رہا ہی جسکا یہ بیان ہی کہ جو ہماری
کتابوں میں موجود ہی اور بعضے وقت اگر خوف سے دشمنان دین کے واسطے حفاظت جان وا برو کے تقیہ کیا تو وہ کلمہ حق کا مضر نہیں ہے کہ کلمہ حق پہلے ہی سے معلوم ہی اور
اگر جناب رسولخدا صلعم اکثر کلمات ہدایت بیان کرتے تہی تو بعضے وقت یہ بہی کہتے تہی کہ لکم دینکم ولی دین اور حال یہ ہے کہ اپنی تہی آنحضرت دین کے مٹانیکو اور جبتک مکہ معظمہ
میں ہی کُہل کہیلنا نصیب ہی نہوا اور کفار کے خوف سے نماز کو پوشیدہ خانہ ارقم میں پڑہا کرتے چنانچہ انسان العیون میں لکھا ہی اور تاریخ خمیس میں معالم التنزیل سے
لکھا ہی کہ ولما اکثرا نواع الاذی من المشرکین استتر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اصحابہ فی دار الارقم یعنی اور جسوقت بہت ہوئے انواع اذیت
مشرکوں سے تو مخفی ہوئی رسولخدا صلعم مع اصحاب اپنے کے خانہ ارقم میں اور کُہل کہیلنا تو کہاں اور جب روپوش ہو گئے تو اظہار حق علانیہ کہاں باقی رہا اور یہی مواہب
لدنیہ میں اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ جبتک آیت فاصدع بما تومر نازل نہیں ہوئی تہی تو پوشیدہ رہتی تہی اور تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہی قالوا وما زال النبی مستخفیا
حتے نزلت ہذہ الایۃ اور دین شیعہ کے مطابق عقل ہونے میں کیا شبہ ہی لیکن تو جسطرح سے بیان کرتا ہی وہ بات ہم ہی نہیں ہی اور خدا تعالی کو محکوم عقل کون کہتا ہی بلکہ
یہ کہتے ہیں کہ واجب ہے کہ خدا ایسا ہو اور ہم جسطرح سے کہتے ہیں تم بہی اُسی طرح درست جانتے ہو گو زبان سے نکہو ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالی پر ایفای وعدہ واجب ہے کہ عقل
یہی تقاضا کرتی ہی اور جو نہیں تو خدا تعالی کی ذات پر لذب لازم آئے اور عقل حکم کرتی ہی کہ افعال خدا تعالی کے مطابق اُسکے علم کے صادر ہوں ورنہ جہل خدا تعالی کا
لازم آئی سو ہماری عقل یہ تجویز کرتی ہی اور انحراف اس سے تم بہی نہیں کر سکتے ہو اسمیں محکوم ہونا عقل کا کیا ہوا کیا ہماری عقل کے حکم کرنے سے وہ ایسا ہی اور اسمیں عقل
کی طاعت سے کیا واسطہ ہی کہ وہ ہماری عقل کے تجویز کا مکلف ہی کہ ہماری عقل کی تجویز کی پیروی کرے بلکہ وہ تو ایسا ہی ہی فی نفسہ نہ کہ ہماری عقل کے حکم کرنے سے اور ہماری
عقل نے اُسکو محکوم نہیں بنایا ہی اور فی نفسہ وہ ایسا ہی ہی لیکن ہماری عقل بہی حکم کرتی ہی کہ وہ ایسا ہی ہو اور جو کچھ حکم لگایا ہی وہ موافق عقل کے ہی خلاف عقل نہیں ہے
اور گنہگار ہونا تو اُسوقت لازم آئی کہ وہ تارک سکا ہو ترک تو اُسکا اُس سے ممکن ہی نہیں ہے جیسے کہ علم اور قدرت کا منفک ہونا خدا تعالی سے ممکن نہیں ہی لیکن اُسکو
اپنے مذہب کی خبر ہی نہیں ہی امام رازی تفسیر کبیر میں آیت یا اہل الکتاب قد جاءکم رسولنا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وجب علی کرمہ ورحمتہ ان یبعث الرسل
الیہم لیکن یہ فرقہ اشعریہ لاشعوریہ عقل سے جو بہرہ نہیں رکھتے ہیں ان باریکیوں کو نہیں پہنچتے ہیں اور بے شعوروں کی سی باتیں کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ واجب ہے
خدا تعالی پر کہ انبیاء علیہم السلام و خیر ہم بندگان صالحین کو کہ طرفۃ العین جنہوں نے گناہ نکیا ہو بہشت میں داخل کرے اور یہ کہتے ہیں کہ اختیار ہے چاہے دوزخ
میں ڈالدے اور اس وجوب کی لم کو تو سمجھتے نہیں ہیں کہ اُسکے ترک میں کیا قباحت ہی اور بسبب بے وقوفی کے کہنے لگتے ہیں کہ خدا کو محکوم عقل کا ٹہیرایا اور اُسکے ذمہ
فرض کیا بہلا ہمارے فرض کرنے سے فرض ہوتا ہی ہماری عقل تو تجویز کرتی ہی **قال الشیخ الاشعری** اور از روی نقل تقیہ کا حال پوچہئے تو پہر سگنون آیتیں
ایسی تقیہ کی برائی پر جیسے حضرات شیعہ آپ کرتے ہیں اور اماموں کے ذمہ لگاتے ہیں دلالت کرتے ہیں بلکہ اُلٹے تقیہ نکرنیکے خوبیاں کلام اللہ سے جتنی چاہو

نکالا تو یہانتک کہ جان کے جانیکے وقت بھی تقیہ کرنے کی بہبودگی کلام اللہ سے ثابت ہوتی ہے کلام اللہ کوئی عنقا چیز نہیں جو کلی اگر شیعوں کو بوجہ یاد نہو تو
کلام اللہ کے میری طرح جعل کا احتمال ہو تو مطابق کر دیکھیں کہ کلام اللہ میں سورہ بقر میں دوسری سیپارہ میں نصف سے کچھ بعد یہ آیت ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○
یعنی کیا تمکو اے مسلمانوں یہ گمان ہوگا کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ اور تم پر وہ حالت نگذری ہو جو پہلوں پر گزری کہ اُنکو شدت کا خوف اور تکلیفیں پیش آئیں
اور جھڑ جھڑائے گئے یہانتک کہ رسول اور جو اُسکے ساتھ ایمان دار تھے گھبرا کر یوں کہنے لگے کہ خدا کی مدد کب ہوگی سو خبردار ہو اللہ کی مدد قریب لگی ہوئی ہے اور اس
آیت کو بھی دیکھیں سورہ آل عمران چوتھے سیپارہ میں مابین ربع اور نصف کے یہ آیت ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙمَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ یعنی بہت سے نبی ہوئے ہیں جنکی ساتھ ہوکر بہت سے اللہ والے دشمنوں سے لڑے ہیں سو جہادوں میں
جو انکو انہیں پیش آئیں تو ان تکلیفوں کے سبب وہ کچھ ڈھیلے ہوئے نہ سست ہوئے نہ کفار کچھ دب نکلے اور اللہ صابروں سے محبت کرتا ہے ان دونوں آیتوں کو خدارا بنظر غور
اور بچشم انصاف دیکھیے اور بے روئے ریا فرمائیے کہ مرضی جناب باری کسطرف ہے درصورتیکہ عوام مومنین کے حق میں یوں کہا جائے تو امام اور پیغمبر تو امام اور پیغمبر ہیں تو دین کی بات میں عوام سے بڑھکر
ہوتے ہیں پہلی آیت کی رو سے تو تقیہ کی صورت میں جنت کی امید ہی منقطع ہے پھر اس سے زیادہ تقیہ کو اور کیونکر دفع کرینگے باقی سو یہ بی بی سی اور سی کا عذر ہو تو جناب باری تعالیٰ
نے پہلے اُسکا دفعیہ فرمادیا ہے اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ یعنی گھبراؤ مت ہماری مدد پاس ہی لگی ہوئی ہے اور دوسری آیت میں تقیہ تو تقیہ کفار کی خوف سے سست ہوجانے اور ضعیف ہوجانے
پر تنبیہ کرتے ہیں کیونکہ تقیہ کی برائی کیطرف اُنکو اشارہ مَا اسْتَكَانُوْا میں آگیا تھا اس لئے کہ اُسکے معنی یہی ہیں اُن لوگوں نے کفار کے آگے باوجود تکلفات کے پھر ظاہر کی چاپلوسی نکی
اور یہی تقیہ ہے تقیہ کئے اور کیا سر سینگ ہیں پھر دو جدا باتیں اور فرمائیں کہ نہ سست ہوئے اور نہ ضعیف ہوئے تقیہ سے دو بمراد اُدھر کو کھینچا ہے تاکہ اس سے دور رہیں اور اسمیں گرفتار نہو جائیں
سبحان اللہ خدا بھی کیا منتظم اور مدبر ہے یہ وہی قصہ ہے مرگ کیا تا بہ تپ راضی شود **اقول** نقل سے تمنے کیا ثابت کیا ہے جو نقل سے ثابت کروگے اور پہلے سے جو علماء اہل سنت تقیہ
کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے کیا اُنکو ان آیتوں کی خبر نتھی ابن عباس نے عول کے مسئلہ میں تقیہ کیا عمر کے خوف سے چنانچہ فرائض شریفی میں اور احیاء علوم میں لکھی
ہے وہ تو بڑے مفسر تھے انہوں نے کیوں تقیہ کیا اُنکو ان آیتوں کی کیا خبر نہتی اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ سات علماء متقین نے مامون کے سامنے تقیہ کیا کیا وہ آیات قرانیہ سے واقف
نتھے اور یہ دو آیتیں جو لکھی ہیں ابطال تقیہ میں ان دونوں کو تقیہ کے ابطال میں کچھ بھی مس نہیں ہے پہلی آیت کا تو یہ مضمون ہے کہ کیا گمان کیا ہے تمنے اے مومنین کہ داخل ہو
تم بہشت میں کفار کے ہاتھ سے آزار پانیکی جہت سے اور ابھی نہیں آیا ہے تمکو حال اُن لوگوں کا جو گزری ہیں پہلے تمسے انبیاء اور مومنین کہ پہنچتی تھی اُنکو سختی اور بیماری اور دکھ دیئے
گئے تھے وہ بلاؤں کی کثرت سے یہانتک کہ کہتا تھا پیغمبر اور جو لوگ کہ ایمان لاتے تھے ہمراہ اُسکے کہ کب ہوگی مدد خدا کی سو اسمیں بلاؤں اور سختیوں کا ذکر ہے کہ جو خدا کیطرف سے اُنکو
پہنچتی تھی یہانتک کہ کثرت سے بلاؤں کے قدم اُنکے متزلزل ہوگئے اور زلزلوا کے لفظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلائیں اور بیماریاں اور گرسنگی اُنپر کثرت سے تھی جس سے گھبرا گئے سو یہاں
تقیہ کی کون صورت ہے اور کس سے تقیہ کرتے اور اگر ان سختیوں میں سے کفار کے آزار پہنچانیکی بھی سختی تھی تو چند روز کی سختی تھی جیسے کہ جناب رسولخدا صلعم کی سختی مکہ معظمہ میں تھی
آخر کو منصور اور مظفر ہوگئے اور پھر وہ لوگ تو مع اپنے پیغمبر کی ایک جماعت تھے اور پیغمبر کو تقیہ جائز نہیں چنانچہ ہم لکھ چکے اور جب مع پیغمبر کی کثرت سے ہوں تو تقیہ کی کون ضرورت
ہے اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کا یہ حال تھا کہ حضرت علی نے تو پہلی خوف سے تقیہ کیا ہی نہیں چنانچہ ہم لکھ چکے کہ وہ ایک مصلحت تھی اور باقی کی ائمہ بعد امام حسین علیہ السلام
کے ہمیشہ بے یار و مددگار رہے ہیں کہ کسی نے انکا ساتھ ندیا اور بعضے قید صدمے اٹھاتے تھے اور بعضے اور طرح ظالموں کے ہاتھ سے آزار پاتے تھے اور خوف جان سے تقیہ کرتے تھے
اور پھر بھی اُنکو نچھوڑا آخر کو زہر دلوا کر شہید کروایا اور ایسا ہی حال دوسری آیت کا ہے اس میں لڑنا جماعت کثیر کا ہے کہ جو راہ خدا میں جہاد کرتے تھے اور جہاد میں تکلیفیں
ہوتی ہی ہیں کہ مقتول بھی ہوتے ہیں اور مجروح بھی ہوتے ہیں اور جب سقدر کثرت سے تھے وہ کفار پر جہاد کرتے تھے تو اُنکی واسطے تقیہ کی کون صورت تھی اُنپہ تو تقیہ حرام
تھا اور کیوں وہ کفار سے دبتے اور اُنکی خوشامد کرتے اور ائمہ علیہم السلام کے پاس کوئی جمعیت تھی اور جو چند آدمی اُنکی شیعوں میں سے ہوتے تھے اور اُنکے پاس آمدورفت رکھتے
تھے ظالموں نے ایسا انتظام کیا تھا کہ اُنکی بھی نگران حال رہتے تھے اسواسطے وہ خود ہی ڈرتے ہوئے تھے اور اپنی حفاظت کا اُنکو خیال رہتا تھا جیسے رسولخدا صلعم جبتک
مکہ معظمہ میں رہے تو یہی حال تھا کہ کفار کے خوف سے چھپکر نماز پڑھتے تھے ارقم کے گھر میں اور جسقدر حضرت کے ہمراہ جماعت مومنین تھی کسی امام کے ہمراہ اسقدر بھی نہوتی تھی لیکن
حضرت صلعم کے ہمراہ جو تھی وہ بھی جہاد کیواسطے کافی نہوئی آخر کو حکم ہجرت کا ہوا اسواسطے بعضے وقت میں اتفاقیہ نہ کہ ہمیشہ خوف سے حاکم ظالم کے کہ کوئی آزار انکو یا انکے شیعوں کو
نہ پہنچے تقیہ بھی کبھی کر لیتے تھے سو یہ بحکم خدا تھا کہ فرماتا ہے خدا وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور مرضی جناب باری اگر تقیہ کی طرف نہیں ہے تو اسوقت ہے کہ جب

جماعت کثیر قابل جہاد کے نکلے ہو کہ ایک دو آدمی اور وہ ایک جماعت تھی اور امام اگر تنہا اور بے یار و مددگار ہو تو وہ کیا کرے اور امام تو درکنار حضرت ابراہیم پیغمبر نے اُس بادشاہ ظالم کے خوف سے تین جھوٹ بولے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں سے ہم لکھ چکے اور پہلی آیت سے جنت کی اُمید تقیہ کرنے سے ہرگز منقطع نہیں ہوئی چنانچہ ہم لکھ چکے اور دوسری آیت میں جماعت کثیر کا حال ہے کہ وہ جہاد کرنیوالی تھے اور ایسی جماعت کو تقیہ کرنا حرام ہے اور اسی واسطے ما لکم کے لفظ میں اشارہ تقیہ کی برائی کا ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن افسوس ہے شیعوں کی بھی ہٹ دہرمی پر کہ تپ پر بھی راضی نہیں ہوئے موت تو درکنار اور کیوں راضی ہوں جہاد کو کیوں سر دھرتے اور جہاد تو جب ہوگا جب کہ سنیوں کی گھر کی پلاؤ اور قورمی کیوں اپنے ہاتھ سے کھوئی اور کیوں اُنکی تیر ملامت کے نشانے ہو کر اپنی نصیبوں کو روئی نقد را بنسیہ گزاشتن کار خردمنداں نیست **اقول** شیعوں کو ہٹ دہرمی کیوں نہو تقیہ پر کہ جب تقیہ فریقین کی کتابوں سے ثابت ہو اور سنی کونسا جہاد کرتے ہیں غدر میں انگریزوں نے مسجدیں ڈھائیں اور قرآنوں کی بے ادبی کی کہ مثل اینٹ اور پتھر کے اُنکو پھینکتے تھے اور مومنین بے گناہوں کو پھانسیاں دیتے تھے لیکن اہل سنت تقیہ کر کے بیٹھ رہے اور کسی نے بھی اُن سے انتقام نہ لیا اور ہم پر تقیہ کا طعن کرتے ہیں اور سنیوں کی پلاؤ اور قورمے کو کون شیعہ کہتا ہے تقیہ کیا کہ کھانیکے واسطے ہوتا ہے شیعوں کی یہ عادت نہیں ہے کہ تقیہ کر کے کسی سنی کے دسترخوان پر جا بیٹھیں اہل سنت کی البتہ یہ شیوا ہے کہ حضرت عباس کی حاضری ہوتی ہے تو وہ بھی موجود ہو جاتے ہیں دہلی میں نواب حامد علیخاں صاحب مرحوم کے مکان پر جب حاضری ہوتی تھی تو بڑی بڑی لمبی ڈاڑھی والے سنی موجود ہوتے تھے اور باقرخانی شیرمال چٹ کرتے تھے اور خوب تبرا سنتے تھے اور یہ بات اپنی آنکھوں کی دیکھی ہوئی ہے تف ہے ایسی سنیت پر کہ اپنی بزرگوں کی لعن واسطے ایک روٹی کے اپنے کانوں سے سنیں موافق مذہب اہل سنت کے جنت گئی بلا سے گئی نقد را بنسیہ گزاشتن کار خردمنداں نیست **قال الشیخ الاشعری** اور میں نے جو یہ عرض کیا کہ اس آیت میں تقیہ وغیرہ سے روکتے ہیں ہر چند اہل فہم کے نزدیک محتاج بیان نہیں لیکن باندیشہ خوش فہمی شیعہ گزارش ہی لازم ہے اس آیت کے سیاق سباق سے واضح ہے جسے تامل ہو دیکھ لے کہ جناب باریتعالی اس اُمت کی لوگوں کو خاصکر صحابہ کو پہلی اُمتوں کے حال سنا سنا کر سست ہونے اور ضعیف ہونے اور تقیہ کرنے سے روکتے ہیں اب اہل انصاف سے التماس ہے کہ باوجود ان تنبیہات کے اگر کوئی نمانے اُسکو کیا کہئے وہ ناکارہ لوگوں میں سے ہوگا یا عمدہ اور عمدہ بھی اسقدر کہ مستحق ثواب ہو جیسا اہل تقیہ فرماتے ہیں حق تو یوں ہے کہ تقیہ والے مورد عتاب ہیں چنانچہ ان آیات سے ظاہر باہر ہے اور ثواب کجا **اقول** یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اور اُسوقت نازل ہوئی ہیں کہ جب جنگ بدر اور جنگ احد سے فراغت ہو گئے تھے اور مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تھی اور جہاد کرنیکی تاکید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں کیا یہ جماعت کثیر تقیہ کرتی کیسا عقل کا دشمن ہے کہ دیوانوں کی سی باتیں کرتا ہے اور ہجرت سے پہلے ایسی آیتیں کیوں نازل ہوئیں اور صحابہ کو پہلی لوگوں کی سست ہونیکی باتیں دکھیوں نہ لائیں کہ صحابہ جیتے پھرتے تھے اور اب اسواسطے یاد دلائی کہ باوجود کثرت کے وہ جہاد میں سستی کرتے تھے اور مثل ثلثہ اور طلحہ اور زبیر اور ابو عبیدہ وغیرہ کے رسول اللہ صلعم کو تنہا چھوڑ کر جہادوں میں سے بھاگتے تھے جانوں کو اپنی بچا کر اور ایسے وقت میں تقیہ کیا کرتے ڈوب پڑ گئی جو ایسے وقت میں بھی تقیہ کرتے رہے تقیہ واسطے دو چار ضعیفوں ناتوانوں کیواسطے ہوتا ہے یا فوجوں کیواسطے اور پھر انصاف چاہتا ہے اور شیعہ تو ایسے مقام میں تقیہ کرنیوالیکو مورد عتاب جانتے ہیں اور تو کیا کہتا ہے ہم پہلے ہی کہتے ہیں کہ تقیہ بے مقام اور بے موقع پر درست نہیں ہے بلکہ بعضی جگہہ واجب ہے اور بعضی جگہہ جائز ہے **قال الشیخ الاشعری** اور تقیہ کر کے منصب پیغمبری اور مرتبہ امامت پر مامور ہونا تو درکنار ویسی بھی خبر نہیں خاصکر ایسے تقیہ کے ساتھ کہ بزعم شیعہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ کرتے تھے کہ صحابہ ملعونین کے ساتھ کہ جو اُنکی عقیدہ کے موافق نعوذ باللہ ابلیس سے بھی بڑھ کر تھے چنانچہ اسکی طرف اشارہ ہو چکا ہمیشہ ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہے اور ہمیشہ اُنکی رضا جوئی میں عمر عزیز کو بسر کیا خداوند کریم تو ارشاد فرماتا ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگر تو بعد حق و ناحق کے معلوم کرنیکے اُنکی خواہشوں کے موافق کچھ بھی کریگا تو تیرا کہیں ٹھکانا نہیں کوئی تیرا دوست تجھے چھڑا سکے گا نہ کوئی تیری مدد کرنیوالا جو خدا سے بچا لیگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باایں ہمہ ممانعت تہدید پھر بھی اُنکی دلجوئی سے باز نآئے خدا کی خواہش پر اُنکی خواہش کو مقدم رکھا **اقول** پیغمبر پر تو ہمارے نزدیک تقیہ ہی نہیں ہے اور اگر حکم کا معلوم ہونا ایام ہی کی جہت سے ہو تو اُسمیں اُسکو بھی تقیہ نہ چاہئے اور صحابہ ملعونین سے رسول خدا صلعم کو تقیہ کرنے کی کون وجہ تھی کہ وہ تو قائل تھے شہادتین کے اور اُس زمانہ میں کوئی ایسا عمل بھی ان سے ظہور میں نہ آیا تھا کہ جو اُنکو ایمان سے خارج کردے اور جب تک آدمی سے کوئی ایسا فعل صادر نہو تو وہ ماخوذ نہیں ہو سکتا اور جناب رسول خدا صلعم نے حضرت علی کو خبر دی تھی کہ فلاں شخص تیرا قاتل ہوگا اور حضرت علی اُسکو جانتے تھے اور لوگوں نے حضرت علی سے کہا کہ اُسکو سزا دیجے تو فرمایا کہ پیش از صدور جرم سزا نہیں ہو سکتی سو جو لوگ کہ اقرار شہادتین کر کے مسلمان ہو گئے تھے سب کے ہی ہمراہ جناب رسول خدا صلعم دلجوئی سے پیش آتے تھے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ اُن سے رہتے تھے یہانتک کہ منافقین سے بھی اور صحابہ ملعونین نے کیا امر مخالف حضرت کے اُسوقت میں کیا تھا جو اُن سے پرہیز کرتے اور ائمہ کا حال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام جو ہم نوالہ اور ہم پیالہ تھے اُسکی وجہ تو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے کہ وہ ایک

مصلحت تھی واسطے سلامت رہنے اسلام کے اور اہل اسلام کے اور باقی کے ائمہ جو ہیں وہ گوشہ نشین تھے کسی سے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوئے ہی نہیں ہیں اور جو کوئی دشمن انکے پاس واسطے امتحان کے آتا تھا تو بعضے وقت اسکی مرضی کے موافق کہنے کی ضرورت ہوتی تھی واسطے محافظت جان و آبرو کے اور اس آیت میں جو خدا تعالی منع کرتا ہے متابعت خواہشوں سے رسول خدا صلعم کو تو یہود اور نصاری کی خواہشوں کی متابعت سے منع کرتا ہے اور دلجوئی تو جناب رسول خدا صلعم سب کی کرتے تھے یہانتک کہ مشرکین کی بھی واسطے طمع ایمان لانے انکی اور خدا کی خواہش پر تو حضرت نے کسیکی خواہش کو مقدم نہیں کیا ہے اور آیت میں اگرچہ خطاب رسول خدا صلعم کیطرف ہے لیکن مراد اس سے مومنین ہیں اور ایسا قرآن میں بہت آیا ہے اور یہ ممانعت اسوقت کے واسطے ہے جبوقت کہ غلبہ دین حق کا ہوا اور باوجود دعوی قرآن کے یاد ہونیکے ایسے اوندہے موہنہ کے بل گرے کہ آیت کو غلط لکھا آیت تو اسطرح سے ہے کہ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ اور آپ اس طرح سے لکھتے ہیں کہ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ مِنْ نَصِيرٍ اور بعد اس آیت میں نہیں ہے اور جس آیت میں بعد ہے وہ آیت دوسری ہے اور وہ اسطرح ہے کہ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ اور ایک غلطی کی ہے کہ ولا نصیر کی جگہہ من نصیر لکھا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ خداوند کریم تو عوام تک کو تقیہ کرنے سے روکے اور شیعہ خواص کو بھی تقیہ کرنیوالا اور وہ بھی دایم التقیہ سمجھیں حالانکہ خاص رسالت امانت کے پہنچانیوالے جو شیعوں کے نزدیک بھی پیغمبر اور امام ہیں جناب باری علانیہ یہ فرماتا ہے کہ وہ کسی سے ڈرتے نہیں اور اللہ کے پیام کے پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے سورہ احزاب کے پانچویں کوع میں آیت موجود ہے انبیاء کے حق میں فرماتے ہیں الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ یعنی انبیاء کے اوصاف یہہ ہیں کہ پہنچاتے ہیں اللہ کے پیام اور اسی سے ڈرتے ہیں اور سوا اللہ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے اس آیت کو دیکھیے کہ فقط انبیاء کا ڈرنا ہے اس میں نہیں سوکوئی شیعہ یوں کہنے لگے کہ تقیہ دین کے چھپانیکو کہتے ہیں کیا ضرور ہے کہ ڈر ہی کے سبب سے چھپاتے ہوں بلکہ کچھہ اور مصلحت ہو سو یہ احتمال اول تو انکا جی جانتا ہے کہ کیسا نامعقول ہے پھر با ایں ہمہ شاید کوئی اس بات میں کچھہ زبان زوری بھی کرتا لیکن جناب باری تعالی تو علام الغیوب ہے شیعوں کی ہٹ دہرمی تو پہلے ہی سے جانتا تھا اسی لئے پہلے ہی یہہ بچہ لگادی الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ انبیاء میں سے بھی خاصکر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصکر حکم جدا گانہ سنایا تاکہ زیادہ تاکید ہو اور کوئی کسیطرح کی سستی اور مداہنت ظہور میں آجائے چنانچہ سورہ حجر میں فرماتے ہیں فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ یعنی منادی کہو لوگوں کو بات اور مشرکین کا کچھہ بیان نکر **اقول** خداوند کریم تقیہ کرنے سے ہرگز نہیں روکتا ہے نہ عوام کو نہ خواص کو اور خواص کو شیعہ کیا اہل سنت بھی تقیہ کرنیوالا لکھتے ہیں چنانچہ ہم دلیلوں میں جواز تقیہ کے لکھہ چکے اور پیغمبر انکو تو شیعہ رسالت کے پہنچانے میں تقیہ کرنیوالا جانتے ہی نہیں ہیں تو کہاں سے کہتا ہے اور باقی رہے امام اگر حکم کا حاصل ہونا انہیں کی جہت سے ہوا اور انہی ہی تک منحصر ہو تو اس میں امام کو بھی تقیہ کرنا جائز نہیں جانتے ہیں اور بعد منتشر ہونے احکام حقہ کے اگر ضرورت تقیہ کی ہو تو امام تقیہ کرسکتا ہے ہمیشہ سو ہم خود کہتے ہیں کہ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام پیغام خدا کے پہنچانے میں دریغ کرتے ہیں نہ کسی سے ڈرتے ہیں مگر اہل سنت کی کتابوں میں مثل تفسیر کبیر اور مواہب اللدنیہ اور تاریخ خمیس وغیرہ کے لکھا ہے کہ جبتک آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل نہیں ہوئی تھی تو مستخفیا رہے اور جب مخفی ہو گئے تو تبلیغ احکام کے علانیہ کہاں باقی رہی اور سواے خدا کے کسی سے انبیاء کو خوف نہ کرنا تھا یہ کلیہ نہیں ہے اسواسطے کہ دوسرے آدمیوں سے خوف کرنا انبیاء کا ثابت ہے چنانچہ حضرت موسی کا کلام قرآن میں ہے فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ اور فرمایا کہ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ اور پہلے جناب رسول خدا صلعم کفار سے خوف رکھتے تھے چنانچہ فرماتا ہے وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ یعنی اور ڈرتا ہے تو آدمیوں سے اور خدا زیادہ سزاوار ڈرنیکی ہے سو حضرت جو کفار سے ڈرا کرتے تھے اسواسطے خدا تعالی حضرت کو سمجھاتا اور نصیحت کرتا ہے کہ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ جو لوگ کہ پہنچاتے ہیں پیغاموں کو خدا کے اور نہیں ڈرتے ہیں کسی سے سوا خدا کے پس معلوم ہوا کہ حضرت جو کفار سے ڈرتے تھے تو خدا تعالی نے فرمایا کہ پیغام پہنچانے والوں کو ڈرنا نچاہیے کہ جو پیغام خدا کے پہنچاتے ہیں وہ کسی سے ڈرتے نہیں ہیں اور یہ خوف ہی موجب تقیہ کا ہوتا ہے اور شیعہ یہہ نہیں کہتے ہیں کہ کسی اور مصلحت سے تقیہ کیا ہو یہ خوف سی تو خود ہی ایجاد کرکے کہتا ہے اور پھر خود ہی اسکو نامعقول ٹھہراتا ہے اور فریقین کی کتابوں میں حروف ہی سے تقیہ کرنیکو لکھا ہے اور بیشک انبیاء رسالات پروردگار کو پہنچاتے تھے اور سر مو اس میں فرق نہیں کرتے تھے ہم خود کہتے ہیں اور جناب رسولخدا صلعم ایسا کہو کہ دلوں بات ہی سنتے تھے **قال الشیخ الاشعری** اور پھر اسکے آگے برا بڑا کیا یہ تا کبد اسی بات کی چلی جاتی ہے کہ کتنے ہی قصور نکرے جسے شک ہو دیکھہ لے اور پھر انہیں سورہ احزاب ہی میں یوں فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ حاصل یہ ہے تمہارے حق میں رسول ہی کا اقتدا انہیں کی چال ڈھال اور راہ روش پر رہنا چاہئے جسے اللہ کی اور پچھلے دن کی امید ہے اس آیت نے ساری امت کے ذمہ یہ بات واجب کردی کہ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حق کے کہنے اور اظہار دین میں دریغ نہیں کرتے تھے تم بھی نکرو پھر خاصکر ائمہ تو ائمہ ہیں وہ تو تبلیغ دین اور اظہار حق ہی کے لیے بھیجے گئے ہیں بلکہ شیعوں کے نزدیک رسولوں سے زیادہ نہیں تو برابری میں تو حرف نہیں اور برابری نسہی جب ایک کام پر مامور ہوئی تو الا نہیں اور دوں سے تو زیادہ ہے کہنے کو اچھا ہے نعوذ باللہ خداوند کریم

فرماتے ہیں **اقول** جس بات کو تو لکھتا ہے اس بات کی تائید میں ہرگز یہ آیت نہیں بلکہ جو کچھ تفسیروں میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس آیت میں مسلمانوں کو رغبت جہاد کی دلاتا ہے کہ تم جہاد میں ثابت قدم رہو اگر مر جاؤ اور بھاگو نہیں جیسے پیغمبر قائم اور ڈٹا ہوا رہتا ہے اور ٹھہرا رہتا اور بھاگتا نہیں ہے ایسا ہی تم کو بھی چاہئے اسکی پیروی سو لوگ وہ تھے کہ جنکو عادت بھاگنے کی تھی مثل ثلاثہ وغیرہم کہ انہی طرف خطاب ہے اور یہ اس لڑائی کا ذکر ہے جسمیں حضرت علی نے عمرو بن عبدود کو مار ڈالا تھا اور اس اکیلے ہی کے مارنے سے لڑائی فتح ہو گئی ورنہ اگر ہم اس طرح کے مراد لیویں اس آیت سے جیسے کہ شیخ نے لکھا ہے کہ ساری امت کے پیچھے یہ بات لگا دی کہ حق کہیں اور اظہار دین حق کریں تو ہم منکر ائمہ۔ اسکا شیعوں کو کب انکار ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ائمہ معصومین تبلیغ دین کے اور اظہار حق کا ہی کرتے تھے اور جس کام پر وہ مامور تھے اسکو ادا کرتے تھے اور اس میں قصور نہیں کرتے تھے اور نہ تقیہ کرتے تھے اور تقیہ ان احکام میں بعض اوقات کرتے تھے کہ جو کچھ حق ہے وہ پہلے اس سے اہل حق کو پہنچ لیا اور جس حکم حق کا حاصل ہونا امام علیہ السلام کی ہی جہت سے ہوتا تھا تو اسمیں وہ تقیہ نہیں کرتے تھے اور یہی ہمارا مذہب ہے ائمہ علیہم السلام کے تقیہ میں **قال الشیخ الاشعری** معہذا خداوند کریم فرماتے ہیں وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ یعنی ہم نہیں بھیجتے مرسلین کو مگر فقط بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے اور مرسلین کلام اللہ کی اصطلاح کے موافق پیغمبر ہی کو نہیں کہتے بلکہ جو خدا کے احکام پہنچائے پیغمبر ہو یا نائب پیغمبر چنانچہ سورہ یسین میں جو انا الیکم مرسلون ہے اس سے نائبان حضرت عیسیٰ مراد ہیں حالانکہ وہ نبی نہ تھے نائب ہی تھے اور امام کے تو خود یہی معنی ہیں شیعوں کے نزدیک کہ نائب نبی ہو باقی کوئی یوں کہے کہ حضرت عیسیٰ کے یاروں کو جو رسول کہا تو بایں معنی کہ وہ حضرت عیسیٰ کے بھیجے ہوئے تھے اور آیت وما نرسل المرسلین میں وہ مراد ہیں جو خدا کے بھیجے ہوئے ہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے نائبوں کے بھیجنے کو بھی خداوند کریم نے اپنی طرف نسبت کیا اور یوں فرمایا ہے اذ ارسلنا الیہم اثنین یعنی ہم نے بھیجا اور یوں نہیں فرمایا کہ عیسیٰ نے بھیجا جب حضرت عیسیٰ کے نائبوں کو خداوند کریم اپنا بھیجا ہوا مرسل کہے تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تو اُسکے بھیجے بھیجے ہوئے اور مرسل ہی ہیں تو موافق آیت مذکورہ وما نرسل المرسلین اُنکا کام بھی یہی بشارت اور ڈرانا چاہئے پھر اب فرمائیے کہ تقیہ کہاں سے آگیا ہم سے تو نہیں ہو سکتا کہ موتہ الاول کر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اطہار کی نسبت یوں گمان بھی کریں کہ وہ فرمودہ الٰہی میں سر مو بھی تفاوت کرتے ہوں ہمہ تن اظہار دین میں مشغول تھے اور کیوں نہوں اول تو آیت مذکورہ سے ہی خود مترشح ہے کہ پیغمبر تبلیغ رسالت میں قصور نہیں کرتے پھر نائب کیونکر اخفا کرینگے نہیں تو پھر نائب ہی کیا ہوئے اور مخالف ہوئے جیسے لکھنے کے مٹانیوالے **اقول** جو کچھ اس آیت کا مضمون ہے وہ ہی ہم بھی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بشارت دینے والے اور ڈرانیوالے ہیں اور اصطلاح قرآن میں تو مرسلین پیغمبروں ہی کو کہتے ہیں اور نائبان پیغمبر مراد نہیں ہوتے اور انا الیکم مرسلون میں معنی لغوی مراد ہیں یعنی بھیجے گئے اور ایسے ہی اذ ارسلنا میں اگرچہ بھیجنے والا انکا خدا ہے اور ہمنے مانا کہ جیسا پیغمبر بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا ہو ویسے ہی اُسکا نائب ہے اور وہ ائمہ علیہم السلام ہیں لیکن تقیہ کہاں سے جاتا رہا ہم پہلے قول میں لکھ چکے کہ تقیہ احکام حقہ کے پہنچانے میں نہیں ہے اور احکام حقہ کے پہنچانے میں سر مو انہوں نے تفاوت نہیں کیا ہے اور تقیہ انکا بعض اوقات بعد پہنچنے احکام حقہ کے ہوتا تھا کہ جب لوگوں کو احکام حقہ معلوم ہو لیتے تھے خواہ اس امام سے خواہ اُس سے پہلے امام سے خواہ رسول خدا صلعم سے اور اگر کوئی حکم ایسا ہوتا تھا کہ اس امام کی بتانے پر حاصل ہوتا تھا تو وہ اس میں تقیہ نہیں کرتے تھے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے

قال الشیخ الاشعری دوسری جناب باری تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے کی غرض بھی بیان فرماتے ہیں کہ اظہار دین کے لئے انکو بھیجا ہے سورہ فتح اور سورہ صف اور سورہ توبہ میں ہے هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ مطلب یہ ہے کہ خدا ہی نے بھیجا ہے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر تاکہ ساری دینوں پر غالب اور ظاہر کر دے اب سنئیے اظہار دین اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس آیت میں منسوب ہے تب مطلب ظاہر ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ اظہار دین خدا ہی کو کرنا مد نظر تھا پر اسطور پر اور اس سامان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا سو جو کچھ دین کی ترقی انکے سبب ہوئی وہ سب خدا ہی نے کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں ایسے تھے جیسے کاریگر اور کار کے بیچ میں آلات ہوتے ہیں تو اس صورت میں مطلب ظاہر کیا اظہر ہے کیونکہ خدا کا ارادہ اظہار کا ہوگا تو پھر کون چھپا سکے گا الغرض اس آیت میں ایک دلیل کامل ہے سنیوں کے مذہب کی حقیقت کی کیونکہ در صورت تقیہ شیعہ جو سنی بنجاتے ہیں تو ظاہر میں دین اہل سنت ہوتا ہے اور باطن میں مذہب شیعہ تو مذہب اہل سنت ہی دین حق ٹھہرا اسلئے کہ لیظہرہ میں جو ضمیر ہے تو دین الحق کی طرف راجع ہے اور مذہب شیعہ علی الدین کا میں داخل ہوا اور ظاہر ہے کہ ماسوا دین حق کے سب دین باطل ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ اظہار جو اس آیت سے مقصود ہے وہ حضرت امام مہدی کے زمانہ سے پہلے ہونا چاہئے وجہ اسکی یہ ہے کہ غالب ہونیکے لئے دو چیزیں ہونی چاہئیں ایک غالب ایک مغلوب ایسی ہی ایک چیز جو ایک چیز سے ظاہر ہو تو وہ دوسرے بھی ہونی چاہئے سو اس آیت میں ظاہر ہے علی الدین کلہ بھی لیظہرہ کے ساتھ ہے اور اسکے لئے سے یہ معنی ہوگئے ہیں کہ اور دینوں سے یہ دین ظاہر ہوگا نہ یہ کہ اور دین باقی ہی نرہینگے سو حضرت امام کے وقت میں شیعہ ہی فرمائیں کہ اور دین رہیگا یا نہیں معہذا لیظہرہ ارسل سے متعلق ہے تو وہ اظہار ارسال کے متصل ہی چاہئے سو ایسا اظہار سوا مذہب اہل سنت کے اور کسی دین کو ابتک میسر نہیں آیا شیعہ ہی فرمائیں کہ میں جھوٹ کہتا ہوں یا سچ ہے اسکے بعد ہر چند اب کچھ ضرورت نہیں کہ منقولات میں سے ابطال تقیہ کی کوئی اور سند بیان کیجائے **اقول** معنی اس آیت کی یہ نہیں ہیں کہ جو تو کہتا ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ اس دین کو غالب کرے سب دینوں پر کہ دین مغلوب ہو کر نیست و نابود

ہوجائیں اور سب دینوں پر غالب ہوتا سوائے زمانہ حضرت امام مہدی کے معلوم نہیں ہوتا اور نہ جناب رسول خدا صلعم کے زمانہ سے آجتک ایسا ہوا ہے اور ظاہر کرنا ہی یہاں مراد نہیں ہے اور محض ظاہر ہونے میں کیا فائدہ ہے اسواسطے کہ جب دین ہوگا تو ظاہر ہی ہوگا اور سب سے زیادہ ظاہر تو نصاریٰ کا دین ہے اور اگر ظاہر ہونا ہی بالفرض ہم مراد لیویں تو ظاہر تو شیعوں کا دین بھی ہے کچھ پوشیدہ نہیں ہے اور اگر کسی ایک شخص نے تقیہ سے دین کو چھپایا تو دین نہیں چھپ سکتا جسوقت کہ کروڑوں آدمی سوائے اُسکے اُس دین پر ہوں اور جیسے کہ بعضے شیعہ سنی ہوجاتے ہیں ایسے ہی بعضی شیعہ بھی ہوجاتے ہیں طمع دنیا کی واسطے یہانتک کہ تبرا بھی کہہ لیتے ہیں اور بعد اُسکے جب اعتراض ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ تبرا کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوجاتا اور یہ آنکھوں کی دیکھی بات ہے اور ایران میں بعضی سنی کا گزر ہوجاتا ہے تو ہاتھ کھولکر نماز پڑھنی لگتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے اور اہل سنت زبان سے تو کہدیتے ہیں کہ ہم تقیہ نہیں کرتے اور شیعہ تقیہ کرتے ہیں لیکن تقیہ سنی بھی بعضے وقت کر بیٹھتے ہیں اس صورت میں دین شیعہ ظاہر ہوتا ہے اور دین اہل سنت باطن میں تو مذہب شیعہ تو دین حق ٹھہرا اسلیئے کہ لیظہرہ میں جو ضمیر ہے تو دین الحق کیطرف راجع ہے اور مذہب اہل سنت علی الدین کا مصداق رہا اور ظاہر ہے سوا دین حق کے سب دین باطل ہیں اور اگر کسی ایک شخص نے تقیہ کیا تو اس سے یہ کہاں سے لازم آیا کہ سارا دین ہی مخفی ہوگیا اور اگر مخفی ہوا تو ایک شخص کا دین مخفی ہوا نہ کل دین اور حضرت امام مہدی کے زمانہ سے پہلے غلبہ سب دینوں پر نہیں ہوسکتا چنانچہ روایات کتب فریقین اسپر دلالت کرتے ہیں اور ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ غالب ہونیکے واسطے دو چیزیں چاہئیں ایک غالب ایک مغلوب لیکن دین باطل کے باقی نرہنے کو غلبہ لازم ہے جب پہلے دین حق غالب ہوگا اور اہل حق اُنکو فنا کرینگے تب وہ نیست و نابود ہونگے نہ خود بخود بغیر کسیکے سعی کے یا یوں ہی فنا ہوجائیں گے کیا کوئی وبا اُنمیں پھیل جائیگی یا رات کو اپنے بستروں پر سوتے ہی رہجائیں گے سو مغلوب کا ہمیشہ باقی رہنا کچھ ضرور نہیں ہے اور یہ اس سے لازم آیا ہے اور اگر لیظہرہ ارسل سے متعلق ہے تو یہ کیا ضرور ہے کہ ظہور ارسال کے متصل ہو اور اگر متصل ہوگا ارسال کے تو وہ دین وہ ہوگا کہ جو جناب رسول خدا صلعم کے زمانہ میں تھا کہ وہ دین شیعہ ہی ہے نہ دین اہل سنت کہ وہ ابوبکر اور عمر کا ایجاد کیا ہوا ہے اور بعد ہی اُس دین کے جو ارسال سے متصل ہے اور اگر اہل سنت کے مذہب کو مثل نصاریٰ کے کثرت ہی تو کیا ہوا ارسال کے متصل تو نہیں ہے اور جو کچھ تونے لکھا ہے وہ سب غلط ہے اور تو تقیہ کو باطل کیا کہ یکجا تقیہ کا حکم تو تیری کتابوں میں موجود ہے اور اگر تو باطل کریگا تو اپنے مذہب کو باطل کریگا اور ہم تقیہ کو تیمناً ثابت کرتے ہیں اور نہ ہم کو احتیاج اسکی ثابت کرنیکی نہیں ہے جسوقت کہ اہل سنت کی کتابوں سے تقیہ ثابت ہوتا ہو اور جو کچھ تونے لکھا ہے تقیہ کو ہرگز باطل نہیں کرسکتا چنانچہ ہم لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** لیکن مزید توضیح کے لئے اتنا اور معروض ہے کہ جب کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے تو اول دفعہ وہ اکیلا ہی ہوتا ہے اگر وہ اظہار حق نکرے اور بالکل چپکا بیٹھ رہے تو فرض تبلیغ احکام اُنکے ذمہ سے ہے اور فرضیت تبلیغ احکام کی انبیاء اور درویشوں اور علماء کے ذمہ سب کے نزدیک مسلم ہے اور اگر کسی کو اور شبہ ہو ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ پر تبلیغ احکام کی فرضیت اس آیت سے وہ نکال دے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ یعنی اے رسول پہنچادے جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے تیرے رب کیطرف سے اور اگر نکیا تو تونے کچھ نہ پہنچایا اُسکا پیغام اسیطرح اور لوگوں کو فرماتے ہیں وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی اور چاہیئے کہ رہیں تم میں ایک جماعت بلاتے نیک کام پر اور حکم کرتے پسند بات کو اور منع کرتے ناپسند کو سو حکم ظاہر ہے کہ معروف و منکر کے جاننے والوں کو ہے سو سیکا نام عالم اور درویش ہے جتنا کوئی زیادہ جانے وتنی ہی اُسکے ذمہ فرضیت زیادہ ہوگی سو انبیاء سے زیادہ اس باب میں اور کون ہوگا بالجملہ اگر انبیاء مہر سکوت منہ پر لگاکر بیٹھ رہیں اور سر منہ کو لپیں ہی نہیں تب انبیاء گنہگار ہونا لازم آئیگا اور احکام الٰہی پہنچائینگے تو ظاہر ہے کہ احکام الٰہی تو نفس کے خلاف ہی ہونگے اسیواسطے مطیع اور فرمانبردار کوئی کوئی ہوتا ہے ورنہ پھر بدبخت کوئی کوئی ہوتا اور جب نفس کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو لاکھ میں سے ایک تو مثل ابوبکر صدیق کے بے کھٹکے مانتا ہے ورنہ سو حجتیں نکالتے ہیں بلکہ اُلٹے دشمن ہوجاتے ہیں پھر اُسوقت اگر آدمی لوگوں کی بدگوئی اور ایذارسانی سے ہٹ رہے تو اسمیں اور دنیادار میں کیا فرق رہا ہر کوئی اسکو مطلب کا یار سمجھ کر دو تین تکذیب پر کمر باندھیگا اور جو سا نہ ہوگی تھی وہ ہٹ رہینگے سو دین کی خیریت ہوئی اور نبوت بھی ختم ہوئی اور اگر اسیوقت میں پکارا اور لوگوں کی بدگوئی اور نقصان جان و مال سے نڈر ہوا تو آگے پھر آسانی کا وقت ہے اللہ کا وعدہ ہے کہ بعد شدت اور کلفت کے نصرت پہنچاوے چنانچہ آیہ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ آخر تک میں أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ سے اسی اقبال ملکر یہی کہتا ہے اور جب آسانی ہوئی اور خدا کی مدد آپہنچی تو پھر تقیہ کس مرض کی دوا ہے **اقول** پیغمبر پر ہمارے نزدیک تقیہ نہیں ہے اور اگر اُنپر کبھی تقیہ ہو تو اُسکے مبعوث ہوکر آنیکا واسطے ہدایت خلقت کے کیا فائدہ ہے کہ احکام خدا کو چھپا رکھے البتہ اگر ابلاغ حق کو تقیہ مانع نہو اور ضرورت تقیہ کی ہو کہ ایسا ہی موقع آپڑے تو تقیہ بھی کرسکتا ہے اپنی جانکی حفاظت کے واسطے اور اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے تین جھوٹ بولے خوف جان سے چنانچہ فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے اور رسول خدا صلعم احکام تو سب پہنچاتے تھے لیکن کسی امر میں تقیہ بھی کرتے تھے جیسے کہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ عائشہ سے رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اگر تیری قوم کے آدمی تازہ مسلمان نہوتے اور میں ڈرتا ہوں کہ دل اُنکے انکار کریں تو میں خانہ کعبہ کو ڈھاکر بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر اُسکو نئے سر سے بناتا سو لوگوں سے تقیہ کرکے بیٹھ رہے اور اُسکو ڈھانے نپائے اور تفسیر کبیر میں یہ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے کلمہ کفر کا اُنکی ہدایت کے لئے اپنی زبان پر جاری کیا اور لکھا ہے کہ ومعلوم عند الله انه یجوز کلمة الکفر علی اللسان قال الله تعالیٰ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ

اور آیت یا ایہا الرسول خاص حکم کے مقدمہ میں ہے اسواسطے کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی ہے اور جبتک رسولخدا صلعم کو سب احکام پہنچ چکے تھے اور جس حکم کے پہنچانیکی تاکید ہوئی ایک خاص ہے اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ اگر تو ایسا نکریگا تو گویا کوئی حکم نہیں پہنچایا ہے اور وہ حضرت سب احکام پہنچا چکے تھے کوئی ایسا ہی حکم باقی رہگیا ہوگا اور وہ حکم خاص حضرت علی کے خلافت کا حکم تھا کہ حضرت کو اس حکم کے پہنچانے میں تامل تھا لوگونکے انکار کے خوف سے اسیواسطے اسکے پہنچانیکی تاکید ہوئی اور لوگوں کے خوف کے دفع کو خدا تعالی نے اسکے آخر میں فرمایا واللہ یعصمک من الناس یعنی اور خدا بچائیگا تجھکو آدمیوں سے اور تفسیر کبیر میں کئی وجوہ اس آیت کی تفسیر میں لکھی ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو رسولخدا صلعم نے علی کی فضیلت میں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اس آیت سے تقیہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ حضرت بعضی مخالفین اور معاندین سے خائف تھے اور بسبب بغض اور حسد حاسدین کے اور ظہور فتنہ اور فساد کے اظہار حق نہیں کرسکتے تھے اسواسطے یہ آیت بتاکید نازل ہوئی اور واللہ یعصمک من الناس فرمایا لیکن یہ محل اس گفتگو کا نہیں ہے فقط اشارہ ہی کردیا گیا اور معلوم نہیں درویش جو اسنے لکھا ہے یہ کون لوگ ہیں ظاہر ہے تو دو قسم ہدایت کرنیوالے ہوتے ہیں انبیا اور علما اور درویش اگر عالم ہے تو علما کے قسم میں داخل ہے پھر اسکے ذکر کے کیا احتیاج ہے اور اگر درویش ہے تو کسی کام کا نہیں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ انبیا سکوت کرکے بیٹھ رہیں قطع نظر اسکے کہ انکے ذمہ ابلاغ احکام فرض ہے اگر وہ خاموش ہو کر بیٹھ رہیں تو انکے مبعوث ہونیکا کیا فائدہ ہے جس لئے وہ پیغمبر ہوکر آئے تھے وہ تو ان سے ادا ہوا ہی نہیں اور اگر ایک ابوبکر نے مان بھی لیا تو کیا لطف ہوا انکے مان لینے کا انجام تو انہوں نے اپنا خراب کیا اور ہم تو یہی کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے احکام کے پہنچانے میں کبھی خیال لوگوں کی ایذا رسانی کا نہیں کیا اور احکام کے پہنچانے سے کبھی نہیں ہٹے تو کہاں سے کہتا ہے اور ایسے ہی ائمہ کا حال تھا کہ وہ بھی اپنے مطیعوں اور فرمانبرداروں کو تعلیم حق کرتے تھے لیکن خود سلطان جو انکے مخالف ہو رہے تھے اور ظالموں کی اطاعت کرتے تھے اور ان ظالموں کی خوشامد میں انکے آزار کے درپے ہوتے تھے اسلئے وہ بعضے وقت انکی مرضی کے موافق بھی کہدیتے تھے واسطے محافظت آبرو اور جان کے موافق حکم خدا کے اس حکم میں کہ جسکو پہلے اپنے مطیعوں کو موافق حق کے کہہ چکے ہیں پہلے امام سے انکو حکم حق معلوم ہو گیا ہے اور جو حکم حق کہ انکی ہی جہت سے معلوم ہو سکتا تھا اسمیں وہ بھی تقیہ نہیں کرتے تھے غرض یہ ہے کہ حق کے پہنچانے میں وہ تقیہ نہیں کرتے تھے اور در النفس شریفی اور احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ عول شرع میں جائز نہیں ہے لوگوں نے کہا کہ تونے عمر کے زمانہ میں یہ کیوں نہ کہا کہا کہ اسکے خوف سے اب بتلاؤ کہ یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے کہ حکم شرع کو عمر کے خوف سے چھپایا اور تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ ساتھ علما نے مامون کے خوف سے تقیہ اور کہکے قرآن کو مخلوق کہا البتہ پیغمبر کو حق کے پہنچانے میں تقیہ نہیں چاہئے اور انکے واسطے تقیہ کسی مرض کی دوا نہیں ہے مگر بعضے امور میں حسب ضرورت انکو بھی احتیاج تقیہ کی ہوتی تھی چنانچہ پہلے اس سے ہم کتب صحاح سے لا چکے کہ رسولخدا صلعم نے خانہ کعبہ کے ڈھانے میں اپنی قوم سے تقیہ کیا **قال الشیخ الاشعری** الغرض انبیا کے حق میں کوئی ضرورت تقیہ کے روا ہونے کی معلوم نہیں ہوتی اور چونکہ ائمہ ہدیٰ بھی نائبان پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور نائب وہی کام ہوتا ہے جس کام کے لئے منوب ہوا کرتا ہے تو بیشک تبلیغ احکام انکے ذمہ فرض ہوگی اور انکی کیا تخصیص ہے سب ہی پر فرض ہے چنانچہ ابھی مرقوم ہوا لیکن یہ خاص اسی کام کے لئے ہوتے ہیں پھر ائمہ ہدیٰ معصوم بھی ہیں صدور گناہ کا احتمال نہیں تو انکو بھی تقیہ کا کہنا ممکن نہیں جیسے کہ انبیا سے ممکن نہیں سو بفضلہ تعالی رسول اللہ صلعم اور انبیاء کے احوال کے مطابق کرنے سے یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ حق گوئی میں انہوں نے ذرہ برابر دریغ نہیں کیا بلکہ اس سبب سے جان و مال عزت و آبرو سب برباد کیا ہے اور اپنی بات سے نہیں ٹلے رسول اللہ صلعم کا حال تو ظاہر ہے سب اہل اسلام نے سنا ہوگا انکی ایذاؤں کی نوبت یہانتک پہنچی ہے کہ سالہا سال تک کفار نے ذات برادری سے ڈالے رکھا مکہ سے باہر پڑے رہے یہ عہد کر لیا تھا کہ انسے نہ کوئی بیع و شرا کرے نہ انکو کوئی کام مزدوری خیر مزدوری کا کرنے دے اور زبانی طعن و تشنیع اور دشنام و درست بازی تو جا بجا ہی آخر یہ ہوا کہ قتل کا ارادہ ہوا اور آپ بھاگکر مدینہ منورہ کو تشریف لیگئے اگر تقیہ فرض کیا درست بھی ہوتا تو آپ کیوں اتنی مصائب اٹھاتے اور کیوں بیت اللہ جیسی اشرف چیز کو چھوڑ کر آتے ابوجہل اور ابولہب دشمن ہوتے بری خلا کی مبتلا ہوتے تو بھی کہ ان ملعونوں کو سوای حق گوئی کے اور کیا ستایا تھا زمین ملک انکی نہیں دبالی تھی ملک دولت انکی نہیں چھین لی تھی علی ہذا القیاس حضرت ابراہیم جو آگ میں ڈالے گئے اور ہجرت کرکے وطن سے چلے ... تو آپنے سوای حق گوئی اور اظہار حق اور کیا گناہ کیا تھا **اقول** انبیا کو تو ہم بھی نہیں کہتے کہ وہ تقیہ کرتے تھے لیکن اہل سنت کی کتابوں سے بعضے بعضے انبیا کا تقیہ کرنا ظاہر ہوتا ہے اور انبیا اور ائمہ علیہم السلام میں فرق ہے کہ پیغمبر تو ابتدا احکام کا خدا کے پہنچانیوالا ہوتا ہے کہ وہ احکام منتشر ہو جاتے ہیں اور لوگونکو معلوم ہو جاتے ہیں اسکو احکام کے پہنچانے میں تقیہ کیونکر روا ہو اور اگر وہ تقیہ کرے تو احکام حقہ لوگوں کو کیونکر معلوم ہوں اور امام پیغمبر کے ان احکام کا جاری کرنیوالا ہوتا ہے کہ جو لوگونکو معلوم نہیں ہیں ان احکام میں امام بھی تقیہ نہیں کرتا ہے ورنہ حق لوگوں کو کیونکر معلوم ہو اور اگر تقیہ کرتا ہے تو ان احکام میں تقیہ کرتا ہے کہ جو لوگونکو پہلے سے پہنچ گئے ہیں اور مخالفین انکے جس وقت انکے پاس ہوتے اور انکی جانب سے مظنہ آزار پہنچنے کا ہوتا تو وہ ان احکام کو انکی مرضی کے موافق بیان کرتے اور تبلیغ جن احکام کی انپر فرض ہے اسمیں وہ بھی تقیہ نہیں کرتے تھے اور سوا انکے اور لوگوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر البتہ واجب ہے لیکن اسکے مراتب ہیں اور جس مرتبہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قائم کرنے میں خوف ضرر کا ہو تو وہاں اسکا حکم نہیں ہے اور زبان سے کچھ نہ کہنا چاہئے البتہ دل سے کراہت رکھے اور ائمہ ہمارے نزدیک معصوم ہیں لیکن تقیہ کرنا محل تقیہ میں گناہ بھی نہیں ہے کہ تقیہ انبیا علیہم السلام نے کیا ہے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم لکھ چکے ہیں مگر ہمارے نزدیک احکام حقہ کے پہنچانے میں نہ انبیا پر تقیہ ہے نہ ائمہ پر مگر بعد پہنچانے احکام حقہ کے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حق گوئی میں انہوں نے ذرہ برابر دریغ نہیں کیا اور رسول اللہ صلعم کا جو کچھ حال لکھا ہے سب راست اور درست ہے لیکن

وہ احکام کے پہنچانے میں تقیہ کرتے تو لوگوں کو احکام کیونکر پہنچتے انکو تو تقیہ چاہیے ہی نہیں اور کفار جو انسے عداوت کرتے تھے تو وہ مذہب کے سبب سے عداوت کرتے تھے کہ مذہب اسلام کو حضرت
لیکر آئے تھے اور وہ بت پرست تھے اور جو لوگ کہ ائمہ سے عداوت رکھتے تھے وہ سب مسلمان ہی تھے اور نبی کو پیاسے تھے اور انکو انسے عداوت ذاتی تھی کہ وہ لوگ انکے مٹ جانے کے درپے تھے کہ یہ دنیا سے نابود
ہو جائیں اور خیال یہ تھا کہ اگر یہ باقی رہیں گے تو لوگ انکی طرف رجوع کرینگے اسلئے درپے انکے مٹنے کے تھے اور بہانہ انکے ہلاک کرنیکا تلاش کرتے تھے اور علماء اس زمانہ کی بلکہ اکثر خوشامدی انکے دشمنوں
کے خوشامد میں جو کہ حکام اس زمانہ کے تھے بنی امیہ اور بنی عباس ان مظلوموں کی مخالفت تلاش کرتے تھے تاکہ حکام کو خبر کریں کہ ذریعہ انکی ہلاکت کا ہو اور وہ مظلوم بحکم آیت وَلَا تُلْقُوا
بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ہر امر میں اپنے نفس کی محافظت کرتے تھے اور ظاہر میں انکی مرضی کو موافق بھی کہتے تھے ہر چند تدبیریں حسب الشرع بچاؤ کی کرتے تھے لیکن پھر انکو نہ چھوڑا اور زہر دلوا کر انکو قتل
کروایا یہ تھا حال ان مظلوموں کا اور یہی سبب تھا بعضے امور میں تقیہ کرنیکا لیکن حق کہنے میں انہوں نے کبھی تقیہ نہیں کیا ہے چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور ہمارے نزدیک تو حضرت ابراہیم
نے بھی تقیہ نہیں کیا اور نہ وہ جھوٹ بولے ہیں لیکن اہل سنت کی کتب صحاح میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم لوگوں کے خوف سے تین جھوٹ بولے نعوذ باللہ منہ **قال الشیخ الاشعری**
بالجملہ مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ انبیا نے نہ تقیہ کیا اور نہ انسے تقیہ ہو سکے علی ہذا القیاس جو انکے نائب ہیں نہ انہوں نے تقیہ کیا نہ انسے ہو سکے چنانچہ حضرت امام حسین سید الشہداء کی
جان نازنین پر جو کچھ گزرا جانتے ہیں باعث انکا فقط حق گوئی تھا ورنہ یزید کا کلمہ کہہ لیتے تو جان کی جان بچتی اور الٹی مال و دولت اور اعزاز و اکرام ہوتا اور حضرت امام الائمہ حضرت امیر کا ماجرا
سے ڈرتا سب پر روشن ہے سوا اسکے اور اماموں کا حال بھی سنا ہو گا کہ سلاطین غاصبین سے کیا کیا ایذائیں انکو نصیب ہوئیں قید خانوں میں محبوس ہوئے اگر تقیہ کر لیتے تو کیوں ذلت و خواری
اور کیوں یہ محنت و دشواری اٹھاتے **اقول** تجھ کو یہ کہنا نہیں پہنچتا کہ انبیا نے تقیہ نہیں کیا اور نہ انسے ہو سکے تیری کتابوں میں تو انبیا کا تقیہ کرنا لکھا ہوا ہے چنانچہ ہم لکھ چکے
اور ہمارے نزدیک جو کچھ انبیا اور ائمہ علیہم السلام کا حال تقیہ میں تھا اسکو بھی ہم کئی دفعہ لکھ چکے اور امام حسین علیہ السلام کا حال بھی ہم مفصل لکھ چکے کہ انہوں نے تقیہ کیوں نہیں کیا اور کیونکر
وہ تقیہ کرتے کہ تقیہ کرنے میں انکو کچھ فائدہ نہ تھا اور وہ قرائن و دلائل سے جان گئے تھے کہ اگر اسکی بیعت کرونگا تو بھی یہ مجھکو نہ چھوڑیگا کہ عداوت ذاتی رکھتا ہے پھر کیا فائدہ تھا تقیہ کرنے میں اور
ہم پہلے اس سے مفصل تقیہ نہ کرنیکی وجوہ کو لکھ چکے اور جناب امیر علیہ السلام جو معاویہ سے ایک لشکر انکے ہمراہ تھا اس صورت میں باغی سے لڑنا واجب ہے اور باقی ائمہ علیہم السلام جو تھے نہ ظالموں
اور نہ یار و مددگار تھے اور جانتے تھے کہ یہ حکام معتقد ہیں لا مذہب اور عداوت ذاتی ہم سے رکھتے ہیں اور کسی نہ کسی بہانہ سے ہمکو قتل کرینگے انہوں نے سب طرح سے احتیاط کی اور اپنے نفوس مقدسہ بچانے کی
تدبیریں کیں اور ظاہر میں انکی موافقت بھی کی اور انکی مخالفت سے اپنے تئیں محفوظ رکھا لیکن تب بھی نہ چھوڑا کہ عداوت ذاتی رکھتے تھے اور انہوں نے تقیہ بعضی امور میں کیوں نہیں کیا انہوں نے تو سب کچھ
کرکے دیکھ لیا لیکن پھر بھی بچ کر ان ظالموں کو تو انکا شان ایسا منظور تھا ایسا ہو کہ لوگ انکو لائق قبول و وارثان علم رسول سمجھکر انکی طرف رجوع کریں اور ہماری سلطنت میں خلل آوے اور اطاعت اپنی
کرانی انکو منظور تھی ہر چند وہ بظاہر موافقت کیے چلے پڑتے تھے **قال الشیخ الاشعری** ہاں عوام مومنین کی نسبت اگر کوئی کہے تو خصوصیت درکنار البتہ جواز معلوم ہوتا ہے اگر عذر قرار واقعی ہو مثلاً
لڑکے اور عورتیں اور اندھے اور لنگڑے لولے اور اپاہج اور قیدی اور سوا اسکے جو کوئی ایسا ہی ناچار ہو تو اسکو بقدر ضرورت کفار سے موافقت جائز ہے بشرطیکہ جان کا یا کسی عضو کا اندیشہ ہو اپنی یا
اپنی اولاد یا ماں باپ وغیرہ کا اور اگر کچھ یونہی تکلیف کا اندیشہ ہے جسے تحمل کر سکے پھر کفار سے موافقت کرنی ہرگز جائز نہیں اور باایں ہمہ ثواب اسمیں ہے کہ تقیہ نہ کرے کیونکہ صبر کی جو جا بجا تعریف
کتاب اللہ میں آئی ہیں تو ایسے ہی دکھ کے واسطے ہیں نہیں تو تقیہ میں کیا ایذائیں جو صبر کی ضرورت ہوتی اسمیں تو بلا اور تکلیف میسر آتے ہیں اور خصوصاً علماء تو قبلہ بن جاتے ہیں اسلیے کلام اللہ میں
جتنی صبر کی تاکید ہے اتنی اور کسی چیز کی نہیں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی سب انسان ٹوٹے میں ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور آپس میں ایک دوسرے کو حق گوئی اور
حق پر قائم رہنے اور صبر کی نصیحت کی **اقول** پہلے تو تجھے مطلق تقیہ سے انکار تھا کہ تقیہ کسی طرح جائز نہیں ہے اور اب تو عوام کے واسطے اقرار کرتا ہے یہ تو کہہ کہانسے کہتا ہے اور کس آیت کی تفسیر
میں لکھا ہے کہ لنگڑے لولے کے واسطے تو جائز ہے اور صحیح و سالم کے واسطے جائز نہیں ہے ابن عباس کیا اندھے اور لنگڑے اور اپاہج تھے جو انہوں نے عول کے مسئلہ میں عمر کے خوف سے تقیہ کیا جیسے
کہ احیاء العلوم اور فرائض شریفی میں لکھا ہے اور سات علماء معتبرین نے جو اذان کے مقدمہ میں تقیہ کیا مامون کے سامنے اور قرآن کو کہا کہ مخلوق ہے جیسے کہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کیا وہ اندھے و
اپاہج اور لڑکا و عورتیں تھیں جو تو نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں کو تقیہ جائز ہے اور صحیح و تندرست کو جائز نہیں ہے اور کیا تو جانتا نہیں ہے کہ ایک آدمی یا ایک یا دو یا چار آدمی مقابلہ میں ہزار ظالموں
کے اندھے لولے اپاہج اور لڑکے اور عورت سے زیادہ بدتر ہیں ناتوان اور بے بس ہونے میں تخصیص اندھے اور اپاہج کی بیجا ہے اور تقیہ کے احکام بھی مختلف ہیں بعضی محل میں واجب ہے اور بعضی محل
میں جائز اور بعضی میں حرام اور واجب موجب حکم خدا ہے جس جگہ کہ خوف ہلاکت ہو چنانچہ فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں واجب لکھا ہے کہ
دفع الضرر عن النفس واجب اور شرح اشباہ و نظائر میں عینی شرح صحیح بخاری سے منقول ہے کہ وقد یجب فی بعض الصور بالاتفاق اور اگر ضرر ایسا ہو تو البتہ وہاں جائز ہے
جہاں کسی طرح کا ضرر اور کھٹکا نہیں ہے تو وہاں حرام ہے اور دیکھ تو تیری ہی کتابوں میں سب لکھا ہے یا نہیں اور تو وجوب کی نفی کرتا ہے اور جہاں کے اندیشہ میں البتہ واجب ہے خواہ اپنی جان ہو
خواہ مال اور ماں باپ اور اولاد کی کہ دفع ضرر کا نفس سے واجب ہے اور البتہ جواز کی صورت میں کہ جہاں تھوڑا سا ضرر ہو [illegible] کر سکتے ہیں تقیہ ایسے محل میں ممنوع ہے

اور پلاؤ اور متنجن کے واسطے اہل سنت تقیہ کرتے ہیں شیعوں سے اور حاضری میں حضرت عباس کی حلوا چپٹ کرتے ہیں اور تبرا بھی سنتے ہیں او ۔ ہم کہتے ہیں کہ جواز کی صورت میں صبر اولیٰ ہے اور تقیہ کا بھی مضائقہ نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** شیعوں کے مذہب میں تو حق گوئی کہاں حق کو دبانا تاکید ہے ابو بکر صدیق کو تو یا فدک کی دبا لینے میں تعداد تبرا کہتے ہیں جو تمام حق خداوندی یعنی دین حق کے دبانے کی فضیلت کے قائل ہیں بہر کتنی ہزار لعنت چاہئے اور سوا اسکے ان اللہ مع الصابرین اور ان اللہ یحب الصابرین وغیرہ وغیرہ آیات صبر سے کلام اللہ بھرا ہے اگر تقیہ فرض ہوتا تو صبر کرنے کا کہا ہی تھا مقصد ہی کہیں ایک جگہ تو اسکا حکم آتا بالجملہ اگر تقیہ ہے بھی تو عوام کے واسطے ہے اور انمیں بھی معذوروں کے لئے نہ سب کیلیے پھر اونکے واسطے بھی جان کے خوف سے اور بھی جائز ہے واجب نہیں بلکہ ثواب کی بات یہی ہے کہ نکرے **اقول** شیعوں کے برابر کسی مذہب میں حق گوئی نہیں ہے اور تقیہ کرنے سے حق گوئی نہیں جاتی اور حق کا دبانا نہیں ہے اور دین حق دبایا خلفاء ثلاثہ نے کہ حق کو پس پشت ڈالکر خلاف دین حق کے طریقے مقرر کیے اور اگر کسی نے کسی ظالم کے خوف سے تقیہ کیا تو کیا مضائقہ ہے کہ وہ بھی بموجب حکم خدا ہے اور حق گوئی اہل سنت کے مذہب میں نہیں ہے کہ وہ انبیا پر تہمت حق چھپانے کی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی زبان پر کلمۂ کفر جاری ہوا اور تین جھوٹ وہ بولے اور جناب رسولخدا صلعم کی زبان پر کلمہ کفر کا تعریف میں بتوں کی جاری ہوا اور فرمایا کہ تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی اور ابو بکر نے فدک کیا خلافت کہ جو مدار ہدایت اور ضلالت کا تھا اسکو دبا کر لوگوں کو گمراہ کیا اور جو شخص ایسا کرے اسکو کیونکر برا نہ کہیں اور دین حق ہمنے تمسے چھین کر دبایا ایسا ہے تم خود گمراہ ہوگئے ہو اور تم جو حضرت ابراہیم کو اور جناب رسولخدا علیہما السلام کو حق کا دبانیوالا کہتے ہو تم پہ لعنت چاہئے اور جیسے کلام اللہ میں صبر کی آیات ہیں ایسی ہی تقیہ کی بھی آتیں موجود ہیں اور صبر کچھ تقیہ نکرنے کے واسطے نہیں ہے بلکہ صبر کرنے کی بہت صورتیں ہیں بلاؤں کے نازل ہونے پر اولاد اور مال کے ضائع ہونے پر و مکروہات اور مصائب اور حوادث کے نازل ہونے پر اور درد اور بیماری اور فقیری پر کہ صبر ان امور کے واسطے ہے کوڑی کے کام کا کیوں نہیں ہے اور حکم تو اسکا کلام اللہ میں موجود ہے الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان اور ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة سوا اسکے اور تقیہ میں عوام کی کہیں تخصیص نہیں ہے اور نہ معذوروں کی تیرے نزدیک حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور جناب رسولخدا صلعم جو کعبہ کو نہ ڈہا سکے عائشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور ابن عباس اور وہ سات علماء کہ جنہوں نے قرآن کو مخلوق کہا اور سوا انکے اور لوگ جنکا تقیہ کرنا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے عوام میں ہے اور لنگڑے لولے اندہے ہونگے اور تقیہ جان کی خوف سے واجب ہے اور سوا اسکے جائز ہے اور ثواب کی بات تقیہ نکرنے میں نہیں ہے اور جواز کی صورت میں یہ ہے کہ چاہے کرے چاہے نکرے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کرے بھی تو واجب ہے کہ بقدر ضرورت کرے اور عین حالت تقیہ ہجرت کے فکر میں رہے اور جب قدرت پائے آنکھ بچا کر کہیں ایسی جگہ بھاگ جائے جہاں اظہار حق سے کوئی مانع نہو کیونکہ کلام اللہ میں ہجرت کی بڑی تاکیدیں ٹھہری ہوئی ہیں ان ارضی واسعة فایای فاعبدون یعنی میری زمین واسع ہے گھر کی کیا تخصیص ہے جہاں بن پڑے وہاں چلی جاؤ اور میری ہی عبادت کرو دوسرے ان الذین توفٰهم الملئکة ظالمی انفسهم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعة فتهاجروا فیها فاولئک ماوٰهم جهنم وساءت مصیرا یعنی جو لوگ کہ ظالم اپنی جانیں قبض کرتے ہیں اور وہ ہجرت کے مقدمہ میں تقصیر وار ہیں تو فرشتے اونسے کہتے ہیں تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم ضعیف بے بس ایک زمین میں پڑے ہوئے تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین واسع نہ تھی سو تم ہجرت کر جاتے سو ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے انجام کی اور سوا ان آیات کے اور بہت آیات میں ہجرت کا حکم ہے سو ہجرت کا حکم اسی مدینہ سے ہوتا ہے کہ احکام دینی ظاہر نہیں ہو سکتے **اقول** اگر ایسا حال ہو کہ شعار اسلام بسبب خوف کفار کے کچھ نہیں ادا ہو سکتے اور دار الحرب میں رہتا ہے تو البتہ واسطے دار الاسلام کی کہ جہاں امن ہو وہاں ہجرت کرنی چاہئے اور اس صورت میں ہجرت کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ اپنے مذہب کے موافق نماز روزہ وغیرہ سب کچھ ممکن ہے اگرچہ پوشیدگی سے ہو جیسے کہ رسولخدا صلعم مکہ معظمہ میں قبل نزول آیت فاصدع بما تؤمر کے پوشیدہ نماز پڑہتے تھے تو ہجرت کی کچھ زیادہ تاکید نہیں ہے اور اگر کنایہ طرف ائمہ علیہم السلام کی ہے تو انکے واسطے تو کوئی صورت ہجرت کی نہتی اسواسطے کہ وہ تو اظہار حق کرتے تھے اور اپنے معتقدوں کو مسائل حقہ تعلیم کرتے تھے اور علماء یہود و نصاریٰ کو اور اہل سنت کو اور ملحدوں کو گفتگو کرکے ساکت کرتے تھے اور تقیہ کا اتفاق بہت نادر کسی بعضی امر میں ہوتا تھا انکے واسطے ہجرت کی کون صورت تھی اور سوا اسکے یہ ہے کہ جاتے کہاں جہاں جاتے وہاں دشمنان جانی موجود تھے یا کفار تھے کہ وہ دشمن اسلام تھے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ عوام کو بشرائط مذکورہ جائز ہے واجب نہیں ہے ۔ رہ ایسے ہی ہٹے کٹوں کو جو زمین میں لات ماریں تو پانی نکل آئے ہرگز اخفاء حق جائز نہیں انکو یہ لازم ہے کہ اگر وطن میں یا جہاں کہیں وہ ہوں اظہار حق نہ کر سکیں تو وطن چھوڑ کر چلے جائیں چنانچہ آیہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من الله فی شیء الا ان تتقوا منهم تقٰة ویحذرکم الله نفسه والی الله المصیر فقط اتنی ہی اجازت پر دلالت کرتی ہے کہ اپنا بچاؤ کرو پر کفار سے موالات اور دوستی مت کرو سو بچاؤ تو یوں بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی اس جگہ سے چلدے تسکین خاطر کے لیے معنی ساری آیت کے لکھے دیتا ہوں حاصل یہ ہے کہ مومن کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور اونسے موافقت اور صلح نرکھیں مومنوں کو سوائے خدا کے اور کسیکی موافقت اور دوستی نہیں چاہئے اور جو ایسا کریگا وہ اللہ کے حساب سے کسی شمار میں نہیں مگر ہاں یہ تمہیں اختیار ہے کہ کچھ اپنا بچاؤ کرو اور پھر یہ ہے کہ اللہ آپسے ڈراتا ہے اور پھر اللہ کیطرف سب کا ٹھکانا ہے یعنی مجھ سے ڈرنا چاہئے کہ میری طرف آنا ہے کافروں سے کیا ڈرتے ہو اونسے موافقت تو جب کرتے جب انکی طرف ہرگز تمہیں جانا ہوتا فقط ہاں اگر آدمی انکے پنجوں میں پھنس جائے محبوس ہو یا مثل محبوسوں کے ہو جیسے اندھے اپاہج لنگڑے لولے بچے اور عورتیں بیمار اور پھر تس پر کفار زبردستی بھی کریں اور وہ زبردستی بھی ایسی ہو کہ جان کے سوا فق اٹھا نہیں سکتا جیسے قید اور قتل تو اختیار ہے اگرچہ ثواب اسمیں ہے کہ کھل کھیلے کیونکہ الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان سے اجازت ہی معلوم ہوتی ہے کہ اکراہ کی صورت میں فقط بظاہر موافقت کرے

اقول شرط تقیہ میں اندھا اور لنگڑی ہونے کی نہیں ہے یوں معلوم ہوتا ہی کہ ثواب اظہار ہی میں ہی فضائل انمیں بیان ہیں جو خدا کی راہ میں مارے جائینگے لیکن ان آیات سے سوا اکراہ اسی ہی کہی ہیں جو کہ کور ہو
اور نہ کسی کتاب مذہب اہل سنت میں یہ لکھا ہی بلکہ مطلق ہے خواہ لنگڑا لولا ہو خواہ ہٹا کٹا ہو اور ایک یا دو آدمی کیسے ہی ہٹے کٹے ہوں مگر مقابلہ میں ہیں بیسیوں دمیوں کے لنگڑے لولے سے زیادہ ناتوان اور بودے
ہیں ایسی صورت میں انکو اخفاء حق بدرجہ اولی روا ہوگا اور یہی کتب فریقین سے ثابت ہے نہ جسطرح سے کہ تو لکھتا ہی اور اگر شروط ہجرت کی پائی جائیں تو البتہ ہجرت کرنی چاہئے اور تقیہ میں بچاؤ ہی اپنا کیا جاتا ہی
اور کیا ہوتا ہی اور جو کچھ اس آیت سے ثابت ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ کفار سے دوستی نہ کرنی چاہئے اور ظاہر کی موافقت کا مضائقہ نہیں ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اکثر کفار سے مصالحہ کیا ہی اور قرآن شریف میں خدا تعالیٰ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کرتا ہی صلح کرنیکا اور حدیث میں آیا ہی کہ کفار سے بھی موافقت اور ملاقات رکھنی چاہئے کہ اگر وہ تمہاری موافقت میں ایمان لائینگے تو تمکو انسے آزار تو نہ پہنچیگا اور ترجمہ آیت کا
تو غلط کسواسطے کرتا ہی کہ انسے موافقت اور صلح نہ کہیں آیت میں کہاں ہی آیت میں تو یہ ہی کہ دوستی انسے مت کرو اور دوسری آیتوں میں صریح موافقت اور صلح کرنیکا حکم موجود ہی اور رسولخدا صلعم اسکو عمل میں
لائے ہیں چنانچہ کتب فریقین اسکی گواہ ہیں اور جو کہ خوف حقیقی ہی وہ تو خدا ہی سے چاہئے نہ اور کسی سے اور اسیواسطے خدا تعالیٰ اپنے خوف کرنیکا حکم کرتا ہی لیکن بچاؤ نفس کے واسطے کافروں کی خوف سے
موافقت کرنیکا حکم بھی دیتا ہی اور تقیہ آدمی جب ہی کرتا ہی کہ جب کافروں کے پنجہ میں پھنسا ہوا ہو کہ بے اسکے اسکو چارہ نہیں ہی لیکن پنجوں میں پھنسنے سے یہ مراد ہی نہیں ہے کہ قیدی ہو یا
اندھا اور لنجا ہو بلکہ کافروں یا ظالموں میں اُسکی بود و باش ہو اور بسبب عذرات چند اُس مقام کو ترک نہیں کر سکتا ہی چنانچہ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہی کہ مامون نے سات علماء کو طلب
کرکے خلق قرآن سے سوال کیا تو اُنہوں نے تقیہ کرکے قرآن کو مخلوق کہا اور ایسی ہی امام احمد حنبل نے بادشاہ کی خوف سے مخلوق ہونیکا قرآن کے انکار کیا اگرچہ مخلوق بھی نہیں کہا تو وہ اندھے اور
اپاہج نہتے مگر کیا ہے کہ وہ باشندے وہاں تھے اور ہجرت کر جانا انکو وہاں سے ثابت نہیں اور ایسے ہی ابن عباس نے عمر کے خوف سے عول کو منع نہ کیا اور زبردستی بھی انپر کسی نے نہیں کی لیکن بمقتضی
آزار پہنچنے کا بادشاہ کی طاقت تھا اور قید اور قتل کی بھی شرط نہیں ہے اور قید اور قتل کیا اپنے مال کے واسطے بھی تقیہ کر سکتے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ وھل یجوز لصون المال یحتمل
ان یکون الحکم فیہ بالجواز لقولہ علیہ السلام حرمۃ مال المسلم کحرمۃ دمہ لقولہ علیہ السلام من قتل دون مالہ فہو شہید اور جو بوقت مال کے واسطے تقیہ جائز ہوا تو
آبرو کے واسطے تو بدرجہ اولی ہو گا اور ثواب خدا کی راہ میں مارے جانے کا بہت ہے اگر کوئی جہاد میں مارا جائے یا کوئی کافر مسلمان سمجھا مار ڈالے اور اگر جانتے کہ میں اگر تقیہ نہ کرونگا تو مارا جاؤنگا امید بھروسہ تقیہ
نہ کرے اور مارا جاوے تو ثواب نہیں ہے کہ اس نے خود اپنے نفس کو قتل کیا کہ عمداً اُسکو ہلاکت میں ڈالا اور خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ **قال الشیخ الاشعری**
باقی حضرت ابراہیم کا جھوٹ بولنا کوئی زبان پر لائے تو کمال بیحیائی کی بات ہے اُنہوں نے بظاہر جھوٹ بولا حقیقت میں جھوٹ نہیں بولا قصہ انکا معروف ہی معلوم ہو جاوے جب حضرت
ابراہیم نے اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا اور بت پرستی سے منع کیا اور بتوں کی ہجو کرنی شروع کی تو حضرت کے باپ ہی اول تو مخالف ہوگئے اور انکا کہنا ماننا تو درکنار انکو دھمکانا شروع کیا اس فکر
میں تھے کہ کسی طرح سے یہ تو ہوتے ہیں اتفاقاً کفار کی عید کا دن آگیا لوگ انکو بلانے بھی آئے کہ چلو انہوں نے ستاروں کی طرف دیکھکر یوں فرمایا کہ میں بیمار ہونیوالا ہوں کفار نے سمجھا کہ جیسے ہم نجوم کا
اعتبار کرتے ہیں یہ بھی نجوم کو مانتے ہیں انہیں نجوم کی راہ سے کچھ یوں معلوم ہوا ہی کہ میں جاؤنگا تو بیمار ہو جاؤنگا اور یہاں حقیقت میں ستاروں کو یا کتاب کو برائے نام ہی دیکھا تھا اور یہ جو کہا تھا
کہ میں بیمار ہو جاؤنگا یا تو یہ کہ آثار بیماری کے ہونگے یا آدمی بیمار ہو ہی جاتے ہیں ورنہ انسے کہا ہی نہ تھا کہ مجھے ستاروں کے حساب سے معلوم ہوتا ہی کہ میں بیمار ہو جاؤنگا جو جھوٹ ہوتا ہاں وہ یہی
سمجھ گئے کہ انہیں نجوم سے یہ بات معلوم ہوئی جب وہ اپنی عید میں چلے گئے تو انہوں نے انکے سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ایک بڑے بت کو کچھ نہ کہا آخر جب کفار پلٹ کر آئے تو انہیں خبر ہوئی انہیں
ہی اپنے بتوں کا دشمن سمجھتے تھے سو انہیں ہی پکڑ لائے جو پوچھا تو انہوں نے استہزا کے طور پر کہا کہ صاحب اس بڑے بت نے یہ کام کیا ہی سو یہ وہ سراسر جھوٹ ہی کہ جسے کوئی دیوانہ بھی یوں کہے کہ یہ ایسا
جھوٹ ہے جسے ہم سچ سمجھتے ہیں بلکہ ایسی بات ہمارے محاورہ میں بڑا سچ گنا جاتا ہی ان دونوں قصوں کو برائے خدا غور کیجئے اور پھر فرمائیے کہ یہ اخفاء حق ہی یا اظہار حق ہی اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اسی کام
کی بدولت آگ میں ڈالے گئے خاطر کیوں کہنا کہ بڑے نے کیا ہی یہ جھوٹ کیا سچ سے بھی زیادہ ہی اسلئے مطلب پر دلالت کرتے ہیں سب جانتے ہیں کہ یہ جواب کیا تھا ایک چڑانا تھا ایسی مدت تک نجوم
غصہ آتا آتا اور حقیقت میں چھپاتے تو دین کو اس وقت چھپاتے سو چھپانا تو درکنار حضرت نے اول تو انکو چڑایا اور پھر انسے کیا سوال جواب کئے کہ ستم کا تو صاف نہیں جو ایسے وقت ایسی بات
کہے اور اول دفعہ جو انکو نجوم کیطرف دیکھکر دھوکا دیا تو کچھ جان کا بچاؤ آپکو مدنظر نہ تھا ماں کا بچاؤ آپکو مدنظر تھا آبرو کا بچاؤ آپکو تھا بلکہ اپنی جان کی کھونیکا شوق لگا تھا فقط مطلب اتنا تھا
کہ یہ چلے جاویں تو تنہائی میں انکے بت ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں سو یہ کام کرنا جان پر کھیلنا تھا ہاں اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ سوم کفار اور انکی عبادت اور شعار ہی بھی یکسو ہیں بہرحال یہ جان مال نہی کا
سامان تہا اور جانا بہی کو تقیہ کہنا ایسوں ہی کا کام ہی کہ جنکو دم کی اور ناک کی تمیز نہ ہو باقی رہا تیسرا جھوٹ وہ یہ ہے کہ حضرت اپنی بیوی سارہ کو لئے ہجرت کئے ہوئے جاتے تھے ایک بستی میں جا کر ٹھہرے
جہاں کا حاکم بڑا ظالم اور نہایت زانی تھا اسکے شیطانی لشکر میں سے کسی نے حضرت سارہ کے حسن جمال کی خبر کر دی اس مردود نے انکو بلوا بھیجا تب حضرت ابراہیم نے یا یوں خیال کہ اگر اس مردود
کو حضرت سارہ کا کچھ زیادہ خیال ہوا تو یوں سمجھکر کہ خاوند کی سب سے زیادہ غیرت ہوتی ہی ایسا نہو کہیں مجھکو مروا نہ ڈالے جب حضرت سارہ لیجانے کو اسکے پیادے آگئے تو یوں فرمایا کہ ابسیا
اگر وہ ظالم تجھسے پوچھے تو یوں کہنا کہ میں ابراہیم کی بہن ہوں کیونکہ میں تو دونوں دینی بہن بھائی ہیں علاوہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کے چچا کی بیٹی بھی تھیں تو بھی حقیقت میں جھوٹ نہ تھا

اور اگر بالفرض و التقدیر یہ کہنا جھوٹ ہی تھا تب بھی دین کا اخفا تو نہ تھا اگر اخفا تھا تو علاقۂ زوجیت کا اخفا تھا اور وہ بھی بایں غرض کہ یہ جان جو حق گوئی میں جانے کے لائق ہے ایسا نہ ہو کہ ایسے قصہ میں جاتی رہے۔ خدا کی راہ میں جان نثاری کا ارمان دل کا دل ہی میں رہ جائے غرض اس جگہ جان کا بچانا بھی اسی لیے تھا کہ کل اظہار حق کروں اور خدا کے کام میں جان دوں نہ ایسے قصہ میں مروں بالجملہ حضرت ابراہیم کے معاملہ سے تقیہ کا ثابت کرنا کمال دانشمندی اور خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے **اقول** شیعہ تو حضرت ابراہیم کی طرف کذبوں کو منسوب ہی نہیں کرتے ہیں اور نہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم جھوٹ بولے یہ حوصلہ اہل سنت ہی کا ہے کہ بلحاظ ثلاثہ کے وہ طرح طرح کے عیبوں میں بھرے ہوئے تھے انبیاء علیہم السلام کو بھی عیبوں میں آلودہ کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم کو کہتے ہیں کہ وہ تین جھوٹ بے خوف ہو کر بولے اور بغیرت ہیں تو اہل سنت کے علما ہیں جو تین جھوٹ کہتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الفضائل میں لکھا ہے عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لم یکذب ابراھیم النبی علیہ السلام قط الا ثلث کذبات ثنتین فی ذات اللہ قولہ انی سقیم وقولہ بل فعلہ کبیرھم ھذا و واحدة فی شان سارة یعنی روایت ہے ابوہریرہ سے کہ تحقیق رسول خدا صلعم نے کہا کہ نہیں جھوٹ بولا ابراہیم پیغمبر نے کبھی مگر تین جھوٹ دو جھوٹ تو خدا میں ایک تو ان کا کہنا کہ تحقیق میں بیمار ہوں اور کہنا ان کا بلکہ کیا ہے اسکو بڑے انکے نے اسکو اور ایک جھوٹ شان سارہ زن کے وہ جو بیبی تھی حضرت ابراہیم کی اور اسکو بہن کہنا بتلایا اور فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ وعلی کل تقدیر فلم یصدر ذلک من ابراھیم یعنی اطلاق الکذب علی ذلک الا فی شدة الخوف لعلو مقامہ والا فالکذب المحض فی مثل تلک المقامات یجوز وقد یجب لتحمل اخف الضررین یعنی ہر تقدیر پر پس نہیں صادر ہوا حضرت ابراہیم سے یعنی بولنا جھوٹ کا اسپر مگر شدت خوف سے اسکے درجہ کے بلند ہونے کی جہت سے اور جو نہیں محض کذب ایسے مقام میں جائز ہے اور کبھی واجب ہوتا ہے واسطے محمل ہونے زیادہ خفیف ضرر کے دو ضرروں میں سے اور جھوٹ جو بولتے ہیں تو ظاہر ہی میں ہوتا ہے اور تیرے علماء تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ حقیقت میں جھوٹ بولے اور قصہ جو انکا لکھا ہے اس سے کیا فائدہ ہے اس قصہ کو تو تیرے علما ہی جانتے ہیں جنہوں نے انکا جھوٹ بولنا لکھا ہے اور قرآن شریف میں یا اور روایت حدیث میں دو ہیں تو لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے فرمایا انی سقیم یعنی تحقیق میں بیمار ہوں اور تو اسکا ترجمہ لکھتا ہے کہ میں بیمار ہونیوالا ہوں اور اگر ان حضرت نے استہزاء کہا تو تیرے علما تو اسکو بھی جھوٹ ہی لکھتے ہیں اور استہزا میں جھوٹ بولنا کب جائز ہے تیرے علما تو اسکو بھی جھوٹ ہی لکھتے ہیں استہزا ہو یا غیر استہزا سو حقیقت میں بولنے کیا بڑے پاگل تھے تیرے علماء جو انہوں نے اسکو جھوٹ مقرر کیا سو تیرے ہی محاورے میں تو جھوٹ بڑا سچ ہے کہ جسکو تیرے علماء بڑا جھوٹ مانتے ہیں اور انکے قول کے سامنے وہ کون دیوانہ ہے کہ جو تیری بک بک کو سنیگا اور تیرے علما تو انکار حق لکھتے ہیں کہ جو امر حق ور واقعی تھا اسکو تو چھپایا اور خلاف واقع کے بیان کیا اور تو اسکو اظہار حق کہتا ہے اور لکھتا ہے کہ برائے خدا غور کیجے اور توڑا تو بتوں کو حضرت ابراہیم نے اور سر دھرا بڑے بت کے یہ کیونکر سچ سے زیادہ ہو جائیگا اور مخالف اسکو کیونکر تسلیم کریگا لیکن سفینہ اہل بیت سے جو تم متخلف ہو اسواسطے تم بھٹکتے پھرتے ہو اور تفسیر قرآن سے آگاہ نہیں ہو اور اسیواسطے ظاہر کے اعتبار سے تمہارے علماء نے اسکو جھوٹ حضرت ابراہیم کا قرار دیا اور جواب سکا نہیں جانتے اور اس جرأت کو تو دیکھو کہ پھر اسکو حق ظاہر کرنا کہتا ہے اور یہاں دین کے چھپانیکا کیا ذکر ہے یہاں تو جھوٹ بولنے کا ذکر ہے اور جھوٹ دین کے خوف سے کیلئے یہ بھی تقیہ نہیں تو اور کیا ہے گو دین کو نہیں چھپایا اور گو ان حضرت نے سوال کا جواب مردانہ کہی لیکن وہ حضرت علیہ السلام تمہارے علماء کے نزدیک جھوٹ ہی بولے اور جسکو وہ جھوٹ لکھیں اسکو تو جانبازی لکھتا ہے اور جھوٹ کسی کے خوف سے تقیہ ہی سے ہوتا ہے یا کسی اور جہت سے اور حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ کو جو بہن کہا گو خواہر دینی ہو سکتی ہیں لیکن تیرے علماء نے تو اسکو بھی جھوٹ ہی لکھا ہے کہ بادشاہ کی خوف سے وہ جھوٹ بولے اور گو اس میں دین کا اخفا نہ تھا اور تقیہ دین ہی کی اخفا کو نہیں کہتے ہیں بلکہ جس امر کا کہ اخفا کسی کے خوف سے کریں اپنے بچاؤ کے واسطے وہ تقیہ ہے خواہ دین کا اخفا کریں یا کسی اور امر کا سو حضرت ابراہیم کا قصہ موافق روایات اہل سنت کے تقیہ پر دلالت کرتا ہے اور یہی ہمارا مقصود تھا **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اور غار ثور میں چھپنا یہ سب کا سب اظہار حق کے باعث تھا ورنہ ابوجہل اور کفار مکہ کی موافقت میں تو کچھ زیاں ہی نہ تھا اسکو تقیہ کہنا اس سے بڑھکر ہے

اقول ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ سب جناب رسولخدا صلعم کے واسطے اظہار حق کی جہت سے تھا اور تقیہ پیغمبر سے نہیں ہوتا ہے ہاں اگر بعد تبلیغ احکام حق کے کسی بعض امر میں تقیہ کرے جیسے رسولخدا صلعم نے قوم عایشہ سے تقیہ کیا کہ خانہ کعبہ کو انکے انکار کے خوف سے نہ ڈھا کے بنیاد ابراہیم پر بنانے کے واسطے ایسے ہی امام کے واسطے بھی ہے **قال الشیخ الاشعری** ایسا تقیہ تو یہی ہے کہ آدمی دشمن کے وار کو ڈھال ہی روکتا ہے اگر بچاؤ کر لینے کے معنی تقیہ ہیں تو یہ عین اظہار حق ہے کیونکہ بچاؤ کی تو جبھی ضرورت پڑتی ہے کہ دوسرا کوئی درپے ایذا ہو اس مقام پر کسی غالباً تقیہ شیعہ اور بچاؤ میں فرق سمجھ لیا ہوگا پر مزید توضیح کیلئے میں بھی کچھ عرض کئے دیتا ہوں تقیہ مصطلح شیعہ میں دشمن کے دل سے خیال ایذا ہی نکلجاتا ہے کیونکہ تقیہ میں تو فقط اپنے مذہب کا بدل لینا اور اپنے آپکو ہم مذہب دشمن بنالینا ہوتا ہے سو چونکہ اختلاف مذہب میں دشمنی دینی کے باعث تقیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو در صورت تبدیل مذہب وہ دشمنی ہی نہ رہیگی بلکہ برعکس دوستی بنجائیگی اور بچاؤ کی صورت میں دشمنی اور بڑھ جاتی ہے اور خیال ایذا رسانی دو بالا ہو جاتا ہے کیونکہ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جبتک دشمن اپنے قابو میں رہتا ہے اور ایسا موقع ملتا ہے کہ اسکو ایذا دے سکیں تو اسکا اور تو چنداں کچھ شک نہیں ہوتا ہے دوسرے یوں بیفکری ہوتی ہے کہ جب چاہینگے اسے ذلیل و خوار کرینگے پر جب وہ کچھ اپنا بچاؤ کر لیتا ہے تو پھر اپنا ہی اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا اب یہ ہمیں وار نکرے تو ان وجوہ سے اعدا کو خیال ایذا رسانی تا مقدور زیادہ ہوتا ہے ایسے میں جو کچھ انسے بن پڑا کرتا ہے دریغ نہیں کیا کرتے تو اس صورت میں مقربان الہی کو سخت مصیبت پیش آیا کرتی ہے بالجملہ یہ فرق لطیف یاد رکھنا چاہئے کہ بہت کار آمد ہے **اقول** دشمن کے وار کو ڈھال سے بچا لینا اگرچہ تقیہ باعتبار لغت کے ہو سکتا ہے لیکن تقیہ مصطلح نہیں ہے اور بچاؤ تقیہ میں بھی ہوتا ہے اور تقیہ مصطلح

محض تبدیل مذہب ہی کو نہیں کہتے ہیں بلکہ فتنہ اور فساد کے خوف سے بھی ہوتا ہے گو تبدیل مذہب نہو اور تقیہ کچھہ شیعوں ہی کی اصطلاح میں نہیں ہے بلکہ اہل سنت کے نزدیک
بھی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حسن سے یہ روایت ہے کہ التقیۃ الی یوم القیامۃ اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے التقیۃ جائزۃ لصون النفس اور سوا اسکے بیلوں میں ہم لکھ چکے ہیں اور محض
بچاؤ کو تقیہ نہیں کہتے ہیں بلکہ تقیہ کو بچاو لازم ہوتا ہے اور بچاؤ لازم عام تقیہ کا ہے کہ تقیہ کے سوا اور مقام میں بھی پایا جاتا ہے اور محض بچاؤ کو تقیہ نہیں کہتے ہیں اور تقیہ کا بچاؤ
تو اسطرح ہوتا ہے کہ دشمن کو اسکی مخالفت معلوم ہی نہو **قال الشیخ الاشعری** جب یہ بات مقرر ہو چکی تو اب اہل انصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کو جو ہنگام قیام
مکہ معظمہ اور اثناء ہجرت میں پیش آئی حضرت امیر کے احوال سے جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش آئی ملا کر دیکھیں اگر اصحاب کرام مرتد ہو گئے تو بیشک حضرت امیر بھی
بحکم متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے ساتھہ ویسی ہی پیش آتے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل اور اُمیہ بن خلف وغیرہم سے پیش آئی اور آپ پر بھی وہ سانحے گزرتے
جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرے آخر کو ایک دن نہ ایک دن نوبت ہجرت پہونچتی اور سنت احمدی اور سنت ابراہیمی و سنت موسوی کی تکمیل ہو جاتی لیکن شکایت تو یہ ہے کہ
حضرت امیر نے کبھی موںہہ کہولکر ایکدفعہ بھی یوں نہ فرمایا کہ میں دین حق پر ہوں اور تم دین باطل پر **اقول** اصحاب کرام بایں معنی مرتد نہوئی تھے کہ مشرک ہو گئے ہوں اور اسلام سے
خارج ہو گئے ہوں بلکہ بسبب کینہ اور حسد اہل حق اور حب جاہ اور طمع مال دنیائی ناپائدار کے ایمان صحیح سے مرتد ہو گئے تھے چنانچہ سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان
بعضہم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق یعنی بعضوں نے اُنکی تجاوز کیا راہ حق سے اور پہنچے وہ حد ظلم اور فسق کو اور کیا ضرور ہے کہ بحکم متابعت رسول خدا
صلعم جناب امیر اُن سے اُسی طرح پیش آتے جیسے کہ وہ حضرت صلعم ابو جہل وغیرہ سے پیش آئی تھے مصلحتیں مختلف ہوتی ہیں باختلاف ازمنہ و اوقات اور ہمنے تسلیم کیا کہ اُسی طرح پیش آنا چاہئے
تھا لیکن جناب رسول خدا صلعم کی وصیت پر عمل کیا کہ فرمایا تھا اے علی بعد میرے تجھہ پر بہت مکروہات گذرینگے تو صبر کرنا چنانچہ روضۃ الاحباب میں ہے اور لوگوں کے مرتد ہو جانے
اور اسلام کے فاسد ہو جانیکی خوف سے آپ اُس طرح سے پیش آئی چنانچہ استیعاب و لسان المیزان اور کتب دار قطنی میں لکھا ہے اور ہم مفصل پہلے اس سے لکھ چکے اور حکم جہاد کا نہیں
ہے جبتک کہ انصار بہم نہ پہنچیں اور اگر حضرت امیر تنہا ارادہ کرتے تو کچھہ آدمی تو مرتد ہو جاتے اور کچھہ مقتول ہوتے اور اسلام درہم و برہم ہو جاتا اس لئے خاموش ہو کر بیٹھہ رہے
اور رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ یا علی لا تخلعہم الا منہ علیہ اور یہ کچھہ ضرور نہیں کہ جو سانحے رسول اللہ صلعم پر گزرے وہ حضرت امیر پر بھی گزرتے رسول خدا صلعم کے زمانہ میں تو مکہ معظمہ میں
کثرت مشرکین کی تھی اور بعد حضرت کے کثرت مسلمانوں کی ہو گئی تھی اور حضرت صلعم کو تو نوبت ہجرت کے اسواسطے پہنچی تھی کہ مشرکین اُن حضرت صلعم کا قتل کرنا چاہتے
تھے اور مشورہ کیا تھا اُنکی قتل کا اور حضرت علی کا قتل کرنا کسی کو منظور نہ تھا منافقوں نے خلافت کی لینے کی تھی سو پہلی پہر علی سے کیا واسطہ تھا اور سنت احمدی بھی اسکے ہمراہ ساتھہ
اسکے چلی جاتی تھی اہل حق میں اگرچہ وہ تہوڑی تھی اور جس وقت دعویٰ لیا حضرت علی نے کہ خلافت حق میرا ہے اور اس مصلحت مذکورہ میں کچھہ نہیں کرسکتا تو آپ معلوم ہو گیا
کہ میں حق پر ہوں اور یہ باطل پر ہیں اور کاذب اور خائن اور غادر اور آثم تو اُنکو جانتے ہی تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے خود اپنا دین حق پر اور اُنکا دین باطل پر ہونا معلوم ہو گیا
قال الشیخ الاشعری اور اگر آپنے اظہار حق کیا تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا اصحاب نے انکار فرمانا تسلیم کیا تب تو تقیہ کی کیا ضرورت اور اُنپر کیا اعتراض ہے بلکہ جو کچھہ
اُنہوں نے کیا وہ عین موافق مرتضوی ہوا اور نہ مانا تو کیا سبب ایسی دشمن کو کسی قسم سے ایذا نہ دی اور اگر یوں کہئے کہ بسبب شجاعت مرتضوی یا امداد خداوندی تے وہ کچھہ
ایذا نہ پہنچا سکے تو اول تو یہ خلاف معقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسے حضرت امیر سے کم تھے جو آپ پر یہ آفتیں آئیں **اقول** اصحاب کا مقصود تو یہ تھا کہ خلافت ہماری
ہاتھہ لگے سو اسکو وہ لے چکے تھے اور تقیہ اُنہوں نے بھی کیا کہ مصلحت مذکورہ کے جہت سے صبر کرکے بیٹھہ رہے اور کیسے خوف سے تقیہ نہیں کیا اور سوای خلافت کے اور امور میں
کہنا حضرت امیر کا تسلیم بھی کرتے تھے اور جب کوئی مشکل پڑتی تھی احکام دین میں اور مصلحت نیک پانے میں تو اُنکی طرف وہ رجوع بھی کرتے تھے اور حضرت امیر کو مقصود بھی
تھے لیکن وسطی ترقی اسلام کے اظہار حق کرتے تھے اور مشورہ نیک دیتے تھے اور حضرت امیر کے ایذا دینے سے کیا واسطہ تھا اُنکا حق تو غصب کیا تھا پہر ایذا بھی دیتے جو اُنکا مقصود تھا وہ
حاصل ہو گیا ایذا کی کیا احتیاج تھی اور دشمنی حضرت علی کی جانب سے تو کچھہ نہ تھی اپنی حقوق کے جاتے رہنے کا البتہ رنج تھا سو صبر کرکے بیٹھہ رہے **قال الشیخ الاشعری**
حاشا و کلا جو حضرت امیر نے کبھی تقیہ کیا ہو اگر تقیہ کرتے تو مکہ معظمہ ہی میں کرتے اور اگر کبھی کیا تو امیر معاویہ کے ساتھہ ضرور کرلیتی بہت ہوتا تو یہ ہوتا کہ قاتلان عثمان مارے
جاتے وہ کونسے آپکے ایسے عزیز تھے کہ جن کے پاس و لحاظ میں اتنی کچھہ شر و فساد کی دین میں روادار ہوئے حضرت سید الشہداء نے تو بیگناہ تھے اور وہ بیگناہ بھی کیسی کہ انکی
قوت بازو اور اپنی لخت جگر اس دین ہی کی بابت قتل کروایا اور اپنے آپ بھی جان بحق ہوئے اور زنان و فرزند و ننگ ناموس کا بھی کچھہ خیال نفرمایا حالانکہ یہ سب کشت و
خون بظاہر لاحاصل تھا تیس ہزار آدمیوں کے مقابلہ میں اتنی آدمیوں اور اس بے سرو سامانی پر کیا اُمید کامیابی تھی بخلاف حضرت امیر کے کہ وہ اگر قاتلان عثمان
غنی کو امیر معاویہ کے حوالہ کردیتے تو خلافت کی خلافت بنی رہتی ایک باغی جو مفسد دین تھا اپنا مطیع و منقاد ہو جاتا دین کی ترقی ہوتی اور پہر یا نہمہ کچھہ بیجا بھی نتھا

آخر قاتلان حضرت عثمان ظالم تھے مظلوم نتھے اور نہیں ہمراہیان امام الشہدا کے برابر تو نکلتا ہی نہیں تھی حق ۔ یہ ہی کہ یہ سب تہمت اخفار حق اور عیب نامردی پن ان حضرات شیعہ کا لگایا ہوا ہے سبحانک ہذا بہتان عظیم ۔ **اقول** کئی مرتبہ ہم لکھ چکے کہ تقیہ حضرت امیر کا کسیکے خوف سے نتھا بلکہ مصلحت مذکورہ کی جہت سے کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے صبر کرکے بیٹھ رہنا اور مکہ معظمہ میں کیا تقیہ نکیا تھا کہ جناب رسول خدا صلعم کو آزار پہنچتے تھے اور علی مرتضی اور سب اصحاب بیٹھے ہوئے دیکھتے تھے کیا تقیہ مذہب کی چھپانے ہی کو کہتے ہیں اور یہ بھی تقیہ ہی ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے تکلیفیں پائیں اور خاموش بیٹھے رہیں قتل ہونے کے اندیشہ سے خوف کرکے گھر کیا ہی کہ بدون ہم پہنچے انصار کے حکم جہاد کا نہیں ہے اور معاویہ سے تقیہ کیوں کرتے جسوقت کہ انصار واسطے جہاد کرنے اور مرکٹنے کے موجود ہوگئے ہوں کیسا بیعقل ہے شیخ نجدی کہ ایک فوج سے تقیہ کراتا ہے ہماری اگر اسقدر آدمی ابوبکر کی خلافت کے وقت حضرت علی کو میسر ہوتی تو پھر حضرت ابوبکر خلافت کو حضرت علی سے لے ہی سکتے تھے اور کون ضرورت تھی کہ جو قاتلان عثمان کو کہ اُن میں بعضے صحابہ بھی تھے قتل کرواتے اور فساد دین میں معاویہ کی شرارت سے تھا اور عداوت جبلی سے جو اس نالایق کو خاندان نبوت سے تھی اور حضرت علی کے خلافت سے ناراض تھا ایک بہانہ لڑنیکے واسطے قاتلان عثمان کا کیا تھا کہ وہ تمہارے پاس ہیں انکو میرے سپرد کرو اور حضرت سید الشہدا کا حال اسطرح سے تو پہلے اس سے اسی بحث میں دو مرتبہ بیان کر چکا ہے اور ہم مفصل جواب اسکا دو مرتبہ لکھ چکے ہیں اور سید الشہدا کیونکر بیعت اُس متظاہر الفسق کرتے کہ اُس سے تقیہ کرنے میں کچھ فائدہ نتھا تقیہ واسطے امن میں رہنے کے ہوتا ہے اور وہ حضرت جان گئے تھے کہ صرف بہانہ ہی بیعت کا ہے اور اگر میں بیعت کرونگا تو بھی یہ کسی اور حیلہ سے مجھکو نچھوڑیگا کہ مجھکو یہ قتل کریگا کہ جناب رسول خدا صلعم نے میرے مقتول ہونیکی خبر دی ہے اور سوا اسکے اور کوئی میرا دشمن جانی نہیں ہے اور ہمارے یہاں یہ ہے کہ ہر ایک امام کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے کہ موافق اُسکے وہ عمل کرتا ہے اور انکے صحیفہ میں اسیطرح لکھا تھا کہ جو کچھ اُنہوں نے کیا اور بعد اسکے خط کے جواب میں تو لکھتا ہے کہ حضرت امیر قاتلان عثمان کو فتنہ و فساد کے برپا ہوجانے کی جہت سے سپرد نہیں کرتے تھے اور یہاں لکھتا ہے کہ سپرد کردیتے تو خلافت نہی رہتی یہ بھی خوب بات ہے جیسا اپنے مطلب کے موافق دیکھتا ہے ویسا ہی لکھ دیتا ہے خواہ بیجا ہو خواہ بجا ہو اور معاویہ قاتلان عثمان کے سپرد کرنے سے کبھی مطیع ہوتا کہ اُسکو عداوت قلبی حضرت علی سے تھی اور قاتلان عثمان کا ایک بہانہ ہی تھا اسواسطے کہ بعد وفات حضرت علی کے جو حضرت علی کو گالیاں دیتا رہا ہے اور باوجود صلح کرنے حضرت امام حسن کے اور سپرد کردینے خلافت کے جو اُنکو زہر دلوایا ہے یہ عداوت کی جہت سے تھا یا اور کسی وجہ سے اور قاتلان عثمان ظالم نہیں تھے کہ اُنمیں صحابہ بھی شریک تھے چنانچہ بعد اسکے جواب خط کے رد میں تجھے معلوم ہوگا اور اصحاب کو اہل سنت کہتے ہیں کہ کلہم عدول اور تو انکو ظالم کس جہت سے کہتا ہے اور عیب اور نامردی پن کی کوئی صورت نہیں ہے کہ ائمہ علیہم السلام بسبب نہ ہونے انصار کے ناچار تھے اور اگر یہ عیب ہے تو رسول خدا صلعم کیطرف بھی عائد ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں بہت وقت تک وہ نامرد تھے کہ جناب رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور ائمہ علیہم السلام کیطرف عیب نامردہ پن لگانا تہمت اہل سنت کی ہے سبحانک ہذا بہتان عظیم ۔ **قال الشیخ الاشعری** اور طرفہ تر شیعوں کا گذشتہ اور سنئے سید مرتضی جو بڑے محقق مذہب شیعہ ہیں وہ اسبات کے قائل ہیں کہ حضرت امیر پر اپنی خلافت اور حکومت کے زمانہ میں بھی تقیہ باقی تھا الہی یہ تقیہ نہوا ایک جان کا وبال ہوا کسی رہ حضرت امیر کا پیچھا نہیں چھوڑتا مگر کوئی اُن سے پوچھے کہ اگر اُسوقت تقیہ اُنپر واجب تھا تو امیر معاویہ کو کیوں معزول کیا حضرت تو اُنسے پہلے سے ڈرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص کا مکر بہت بڑا ہے حالانکہ مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس کے صلاح بھی یہی تھی کہ ابھی معزول نفرمائیے بعد استقامت معزول فرمائیگا مگر آپنے نہ مانا اور یہ نماننا آخر کو موجب کیا کیا خرابیوں کا ہوا یہ سب شیعوں ہی کی کتابوں میں ہے سید مرتضی صاحب کی دلیل سنئے وہ فرماتے ہیں کہ خلافت مرتضوی برائے نام تھی امیر معاویہ ہمیشہ اُن سے لڑتے رہے معہذا آپکی فوج اور آپکے ساتھی اکثر اولاد صحابہ تھے جو آپکے دشمن جان گذرے ہیں اور اُنکے دلمیں خلیفہ اول و ثانی کا عدل و فضل جما ہوا تھا اگر حضرت امیر اُسوقت کما ینبغی اظہار حق کرتے تو بہت دشواری ہوجاتی گمان غالب تھا کہ فوج بھی پھر جاتی اس سبب سے عالم خلافت میں بھی اُنپر تقیہ واجب تھا اور اظہار حق حرام اس اعتقاد میں ہر چند سید مرتضے نے تمام امامیہ کا خلاف کیا ہے کیونکہ وہ سب اسبات کے قائل ہیں کہ قبل خلافت آپ پر تقیہ واجب تھا اور بعد خلافت آپ پر بھی حرام تھا لیکن بزعم خود بڑی دوراندیشی اور کمال چالاکی کری تھی پر چلا نے چلنے ندی اُنہوں نے اپنی عندیہ میں سکا بچاؤ کیا تھا کہ مبادا کوئی سنی حضرت کے ایام خلافت کے خطبوں اور ملفوظات کو جن میں اصحاب کرام خصوصا خلیفہ اول و ثانی کی تعریف ہی دیکھکر ناک میں دم کردے یا یہ گرفت کر بیٹھے کہ دین شیعہ حق ہے تو حضرت امیر کی خلافت تو عین اخیر تھی آپنے کیوں نہ اُسکو شایع ذایع کیا اگر آپ دین شیعہ کو رواج دیتے اور اسے مشہور کرتے تو روئے زمین میں یہی دین ہوتا اور سنیوں کا دین نیست و نابود ہوجاتا جیسے ابوبکر و عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تمہارے گمان کے موافق نیست و نابود کردیا اور اپنا ساختہ پرداختہ مروج کردیا اور آپکے بعد کسینے دین کتاب میں کنج وکاو نہیں کی سو آپ ہی کا دین باقی رہنا چاہیے تھا القصہ حضرت امیر آخر میں خلیفہ ہوئے تھے یہ بات دین کی ترقی کے لئے ایسی مفید ہوئی تھی کہ در صورت برعکس ترتیب کی ہرگز متصور نہیں پھر کیا سبب کہ دین اہل سنت ہی مشہور رہا اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بھی دین اہل سنت ہی پسند تھا ۔ **اقول** جو کچھ سید مرتضی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں گو شتر نہیں ہے بلکہ موافق تحقیق کے فرماتے ہیں اور انکا زمانہ ائمہ علیہم السلام کے زمانہ سے قریب تھا

اور اپنے آبا و اجداد سے سنتے چلے آتے تھے اور البتہ اکثر ہمراہیان جناب امیر صحابہ و اولاد صحابہ معتقدین ابوبکر و عمر تھے اور علی کی خلافت کو مبنی بر خلافت شیخین جانتے تھے اگر خلاف اُنکی مرضی کے کچھ کرتے تو وہ لوگ منتشر ہو جاتے اور غدر ڈال دیتے اور حضرت علی قلیل الانصار ہو جاتے اور مقابلہ میں دشمن کے مشکل ہوتی اور اب ہمراہ ہو کر دشمنوں سے لڑتے تو ہیں سو یہ اصحاب و اولاد اصحاب جو حضرت علی کی طرف تھے استقدر نتھی جسقدر کہ معاویہ کی طرف تھے اور معاویہ کی طرف والے امیدوار خاص شیخین کے تھے اور حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اسی لئے معاویہ کی طرف ہو گئے تھے اور جو کہ حضرت علی کی طرف تھے وہ شیخین اور حضرت علی دونو سے اختصاص رکھتے تھے لیکن شیخین کے کئے ہوے کو مقدم جانتے تھے اسیواسطے جسوقت حضرت علی نے تراویح کی جماعت کا موقوف کرنا چاہا تو واعمراہ واعمراہ کر کے فریاد ہونے لگی سو اسواسطے حضرت علی علیہ السلام تفرق ہو جانے جماعت کے خوف سے اور فتنہ و فساد برپا ہو جانے کے اندیشہ سے ان لوگوں کا لحاظ کرتے تھے جیسے کہ تمہارے نزدیک قاتلان عثمان کے سپرد کرنے میں فساد کے برپا ہونے کی جہت سے تامل کرتے تھے اور خود تو یہی بعد اسکے خط کے جواب میں لکھتا ہے عثمان کے قتل ہونیکے ذکر میں کہ حضرت امیر بنا چاری انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ بسبب کثرت و شورہ پشتی کے کسی سے نہ دبتے تھے سو انصاف کرنا چاہئے کہ تم تو قاتلان عثمان کے باب میں حضرت امیر کے تقیہ کے قائل ہو کہ اپنی خلافت میں قاتلان عثمان سے ناچار تھے اور اگر ہم کہیں کہ وہ محبان شیخین سے اپنی خلافت میں ناچار تھے تو اس مقدمہ میں تم ہم پر طعن کرو واہ کیا خوب انصاف ہے اے بے انصافو اور سید مرتضی علیہ الرحمۃ کا جو قول لکھا ہے وہ بعینہ اسطرح سے نہیں ہے جیسے کہ لکھا ہے کہ خلیفہ اول اور ثانی کا عداوت اور بغض انکی دل میں جا ہوا تھا اور تقیہ حضرت علی پر واجب اور اظہار حق حرام تھا مگر اسکے قریب قریب ہے اور قول انکا سب امامیہ کے خلاف بھی نہیں ہے بلکہ سب امامیہ یہی کہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے اور امامیہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ قبل خلافت تقیہ انپر واجب تھا اور بعد خلافت حرام تھا بلکہ دونو وقتوں میں ایک مصلحت تھی اور قبل خلافت کا حال تو مفصل ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور خلافت کے بعد کا حال اب تحریر ہوا جسطرح سے کہ تم قاتلان عثمان کے سپرد نہ کرنے میں عذر کرتے ہو ایسے ہی ہم عذر کرتے ہیں اور دور اندیشی اور رجال اللہ سید مرتضی نے کچھ نہیں کی بلکہ جو امر کہ واقعی تھا وہ لکھا ہے تیری ہی بدگمانی انکی طرف ہے بسبب تعصب کے ہے اور خطبوں میں حضرت علی کی اصحاب اخیار کی تو البتہ تعریف ہے اور خلیفہ اول و ثانی کی کہیں نہیں ہے بلکہ مذمت انکی ہے اور خاص خطبہ شقشقیہ تو انکی مذمت ہی میں ہے اور دین شیعہ اپنی خلافت میں جو بخوبی شائع اور ذائع نکیا تو اسکی وجہ تو ہم لکھ چکے لیکن اسکے ضمن میں دین شیعہ بھی چلا آتا تھا اور اگر دین شیعہ دین حق تھا تو باوجود اس غلبہ اور کثرت مخالفین کے چلا آیا اور وہ حضرت تو یہ چاہتے تھے کہ دین حق کہ جو دین شیعہ ہے بخوبی رواج پاوے لیکن دشمنوں نے مہلت نہ دی کہ مطمئن ہو کر بدعات ثلاثہ کو موقوف کریں اول تو خلیفہ ہوتے ہی حضرت عائشہ نے ابتدا کی طلحہ و زبیر انسے جنگ کیا اور بعد اسکے خوارج لڑے اور معاویہ تو ہمیشہ لڑتا ہی رہا یہانتک کہ شہید ہو گئے سو کس روز چین سے بیٹھے تھے کہ دین کو پاک صاف کرتے اسطرف تو دشمنوں نے توجہ ہی نہیں لینے دی اور چاہتے تھے کہ آدمی یکسو میری طرف ہو جائیں تو میں احکام حقہ جاری کروں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ زمانہ خلافت علی میں قاضیوں نے عرض کی کہ احکام شرعیہ کو بدستور سابق جاری رکھیں یا اور طرح سے آپ فرماتے ہیں ان حضرت نے فرمایا کہ اقضوا ما کنتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی یعنی حکم کرو تم جو کچھ کہ تھے تم کہ حکم کرتے تھے تحقیق کہ میں ناخوش جانتا ہوں اختلاف کہ یہاں تک کہ ہو جائیں آدمی ایک جماعت متفق یا مر جاؤں میں جیسے مر گئے اصحاب میرے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی منتظر اتفاق کے تھے کہ سب میری مطیع ہو جائیں تو کل احکام کو موافق شرع کے جاری کروں سو اتفاق سب کا نصیب ہی نہوا اور اہل سنت کا دین تو یہ ہے کہ دین معاویہ ہے اسواسطے کہ اہل سنت معاویہ کو بھی خلیفہ حق اور امام صادق جانتے ہیں جیسا کہ صواعق محرقہ میں ہے اور ابوبکر اور عمر کا دین کوئی دین جدید نہ تھا بلکہ یہی دین اسلام تھا لیکن انہوں نے اس دین میں اپنا تصرف کیا تھا کہ اپنی رای سے اسمیں خلاف شرع کے افراط اور تفریط بھی کی تھی اور اسیواسطے حضرت علی نے خلافت کو بعد عمر کے بشرط اتباع سیرت شیخین قبول نکیا تھا چنانچہ صواعق اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے اور حضرت علی کے زمانہ میں خلیفہ ہوتے تھے لیکن ترقی دین کی اس سبب سے نہیں ہوئی کہ جو ہم لکھ چکے اور دین اہل سنت جو کہ دین معاویہ ہے وہ دین تو حضرت علی کو ہرگز پسند نتھا اسی دین والوں سے تو حضرت علی جبتک زندہ رہے جنگ کرتے رہے اور مشہور دین اہل سنت ہی نہیں رہا بلکہ دین شیعہ بھی ساتھ ہی چلا آیا ہے مگر کیا ہے کہ بنی امیہ دشمنان خاندان نبوت کا جو غلبہ اور حکومت رہی ہے تو دین اہل سنت میں آدمی کثرت سے ہے اور دین شیعہ میں قلیل اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی روایتیں جو کہ شیعہ بھی صحاح ستہ میں موجود ہیں اور اہل سنت لکھتے ہیں کہ یہ بڑی ثقہ اور معتمد تھے انکی روایتوں کو ترک نہیں کر سکتے اور اگر ترک کریں تو احادیث نبی ضائع ہو جائیں سو شیعہ بھی ہمیشہ سے چلے آتے ہیں گو تھوڑے ہیں اور شہرت اہل سنت کی بسبب کثرت انکے کے ہے نہ باعتبار دین کے

قال الشیخ الاشعری الغرض اس اندیشہ سے سید مرتضی صاحب نے یہ چکر کھایا اور یہ بیٹی لی تھی لیکن یہ نہ سوجھی کہ خلافت اور ولایت اسے کہتے ہیں کہ ملک میں تصرف ہو حکم احکام چلتی ہو اور محصول اور خراج رعیت سے وصول کرسکے جور قزاق کو سزا دے سکے سو یہ بات سوائے شام کے اور کونسے ملک میں حاصل تھی خصوصاً حجاز اور حرمین اور عمان اور بحرین اور آذربایجان اور عراقین اور فارس اور خراسان میں بے کھٹکے آپکی حکومت تھی پھر یہ تھوڑی سلطنت تھی امیر معاویہ کے پاس تو اتنا ملک تھا بھی نہیں وہ اپنے ملک میں جو حکم چاہتے تھے جاری کرتے

تھے ادہر ابوبکر صدیق کو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط ملک عرب میں حکومت چھوڑکر اس عالم سے تشریف لیگئے تھے اور پھر تسپر چار طرف معاندین زوروں پر تھے مسیلمہ کذاب اور بنوحنیفہ ملک یمامہ میں ایک طرف اور سجاح شعبہ بنی تمیم میں کہ انسے بڑھکر عرب میں کوئی قبیلہ تھا عدد سے ہے برسر پرخاش منکرین زکوۃ اپنی ہی طرف کھینچ رہے تھے بنوغسان جدا رہے سے باہر حدود سے نکلے جاتے تھے ادہر گرد و نواح مدینہ کے مرتدین کا جدا زور و شور تھا آپکے ساتھ گنتی کے چند مکہ مدینہ والے ہی تھے اور باایں ہمہ کسی بات میں کسی سے نہ دبے - اور کسی حکم میں مداہنت نکی اگر زکوۃ نہ دینے والوں کو انکے طور پر راضی کر لیتے اور لوگوں کو انکی رائے کی طور پر تو کچھ مشقت نہوتی ابوبکر صدیق باوجود اس قلت سامان اور عدم شجاعت کے اتنے دشمنوں سے بھی نگھبرائے حالانکہ اکثر انکے دشمن لڑائی کے مشتاق تھے اور بعضے بعضے تو چھوٹے سے بادشاہ تھے اور حضرت علی باایں ہمہ شجاعت و کرامت و زور و قدرت اور شوکت سلطنت اور امامت اور ولایت کہ ابوبکر کو ایک بھی ان اوصاف جزئیہ میں سے نصیب نتھا اظہار حق میں لاچار رہے کہیں ہیں نہیں اتنی سستی فرمائیں اگر ابوبکر صدیق کو یہ اوصاف کہیں سے ملجاتے پھر کافر نام کو کوئی بہونس کا آدمی بھی دنیا میں رہتا تو ہمارا ذمہ تھا **اقول** اس اندیشہ سے سید مرتضی علیہ الرحمۃ نے جگہ نہیں لکھا یا ہے جو کہ تحقیق ہے وہ انہوں نے لکھا ہے اور یہ ہی شیعہ کہتے ہیں اگرچہ احکام خلافت انکے زمانہ میں جگہ جاری تھی لیکن عذر مذکور کی جہت سے اور بسبب اختلاف باقی رہے کہ آپ موافق شرع کے احکام کو جاری کرتے اور ادہر معاویہ کیطرف کہ ادہر ایک کثرت تھی اور سوا شام کے اور شہر بھی اُس کے پاس بہت تھے وہاں خلاف شرع کے احکام باقی رہتے تو اس اختلاف کو پسند نہیں کرتے تھے اور منتظر تھے کہ سب جماعت متفق ہوجائے تو میں احکام کو جاری کروں اور یہی قاضیوں کے جواب میں آپنے فرمایا تھا اور اگر کثرت ملک حضرت علی کے پاس تھی تو کیا ہوا ہمراہی حضرت علی کی جو تھی تو وہ تو ہر ایک امر میں مطیع نتھے جن سے صبح و شام معاشرت رہتی تھی اور ابوبکر سے علی کو کیا نسبت ہے کہ ابوبکر کے ہمراہ جو تھے وہ ہر امر میں مطیع اور ایک دل تھے اور اتفاق کی جہت سے اپنے مخالفوں پر غالب ہوتی تھے چنانچہ مشہور ہے کہ ع دو دل یک شود بشکند کوہ را : پراگندگی آرد انبوہ را :: اور حضرت علی کے ہمراہیوں کا یہ حال تھا کہ وہ ہر بات کو حضرت علی کے مانتے ہی نتھے ایک مرتبہ عمرو عاص کی حیلہ سازی سے معاویہ نے قرآنوں کو نیزوں پر لٹکوایا اپنی فوج سے کہکر اور حضرت علی کی فوج کے سامنے قرآنوں کو لیکر کھڑی ہوئی حضرت علی کی فوج نے انپر وار کرنے میں تامل کیا کہ قرآنوں کو لٹکائے ہیں اور حضرت علی نے ہر چند اپنی فوج سے کہا کہ انکو مارو کہ یہ انکا فریب ہے اور یہ کلام اللہ صامت ہے اور میں کلام اللہ ناطق ہوں کہ تمکو حکم کرتا ہوں لیکن کسی نے کہنا نہ مانا اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی تحفہ میں لکھا ہے کہ ہمراہی حضرت علی کی اطاعت نکرتے تھے پھر حضرت علی ابوبکر کے برابر کیونکر ہو جائیں گے انتظام میں اور ابوبکر کے پاس سامان قلیل نتھا جہاد کرنیوالے بہت ہی تھے لاکھ آدمیوں کے قریب تو جناب رسول خدا صلعم کے ہمراہ حجۃ الوداع میں تھے جس وقت خم غدیر پر پہنچے تھے وہ سب کے سب اور سوائے انکے ابوبکر کے ہمراہ تھے اور ایسے وقت میں شجاعت اور کرامت اور زور قوت کام نہیں آتی ہے اور اگر یہ اوصاف بکار آمد ہوتے تو جناب رسول خدا صلعم کی برابر تو ان اوصاف میں کوئی بھی نتھا اور علی بھی حضرت کے ہمراہ مکہ میں تھے لیکن بسبب قلت انصار کے درگاہ جناب باری عز اسمہ سے حکم ہجرت کا نازل ہوا اگر یہ اوصاف کافی ہوتے تو اپنے وطن اصلی کو کیوں چھوڑتے **قال الشیخ الاشعری** باقی یہ کہنا کہ انکی فوج اکثر اولاد صحابہ تھی اگر کوئی سنی کہتا تو زیب بھی دیتا سید مرتضی صاحب کس منہ سے کہتے ہیں قاضی نوراللہ صاحب کے نہیں سنتے وہ کیا فرماتے ہیں کہ حضرت علی کے ساتھ قریش میں سے کل پانچ ہی آدمی تھے باقی تیرہ قبیلہ معاویہ کے ساتھ اسی لئے انکو فتح میسر نہوئی بالجملہ شیعوں کی اقرار سے آپکے ہمراہ کوفیان جاں نثار تھے جو مقتدایان شیعہ ہیں اگر وہ نہوتے اور صحابہ کی اولاد ہی ہوتی تو جیسی انکو عدل اور فضل شیخین کا دیکھے بھالے اعتقاد تھا اور اسکے باعث انکی راہ روش پسند تھی ایسے ہی اپنی ماں باپ سے رسول اللہ صلعم کا طریقہ بھی سنے سنائے یاد تھا معہذا اگر پھر جاتے تو کیا تھا آخر دین مرتضوی ہیں وہ آسائشیں اور سہولتیں ہیں کہ منکر بھی معتقد ہو جاتے متعہ کا آواز سنکر امیر معاویہ کے ہمراہی بھی ہمراہ ہوجاتے بلکہ جس اہل مذہب کے کان میں بشارت پہنچتی کہ جیتے جی یہ مزے ہیں اور مرکر سیدھے بہشت کیسے ہی دین کے پکے کیوں نہوتے حضرت امیر کی ہمرکابی اختیار کرتے علاوہ بریں غسل جنابت کی تخفیف تراویح سے بے کھٹکے ایسا دین اور ایسا ایمان تو قسمت ہی سے ملتا ہے اگر اظہار دین خود کرتے تو تمام ملک اور طوائف عجم ممد و معاون ہوتے **اقول** جو کچھ لکھتا ہے بے سند لکھتا ہے دروغ گو کی پیروی ہے اور اصحاب رسول خدا صلعم کے کچھ قریش ہی تو نہیں تھے تاکہ مخالفت و نوبزرگوں کی لکھنے میں لانے آئے بلکہ اصحاب حضرت صلعم کی قریش سے سوا کثرت سے تھے اور اکثر کے معاویہ کے ہمراہ ہونے میں تو کچھ شبہ بھی نہیں ہے کہ دوست علی کی صحابہ میں سے تھوڑے ہی تھے اور یہ شیعوں نے کب اقرار کیا ہے کہ سب آدمی ہمراہ حضرت علی کی کوفے ہی تھے کوفی بھی ہونگے اور مقتدا تو شیعوں کا کوفیوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے سنیوں کا مقتدا البتہ ابوحنیفہ کوفی ہیں اور صحابہ اور اولاد صحابہ حضرت علی کی طرف کیونکر ہوتی کہ علی نے جہادوں میں رسول خدا صلعم کے ہمراہ ہوکر کسی کے باپ کو قتل کیا تھا اور کسی کے بیٹے کو اور کسی کے بھائی کو اور کسی کے بھتیجے کو اور کسیکے بھانجے کو اور کسیکے ماموں کو اور کسیکے چچا کو جس وقت کہ ابوبکر اور عمر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور یہی سبب تھا علی کی دشمنی اور ابوبکر و عمر کی دوستی کا اور ابوبکر و عمر کا عدل و فضل بھی ہمنے فرض کیا کہ علی کی عداوت میں بیان کرتے ہونگے لیکن اپنے باپ دادا سے جو سنا تھا وہ یہ تھا کہ اس علی نے ہمارا ناس کر دیا ہے اور ہمارے قبیلے کے قبیلے اس نے مارے تلواروں سے فنا کر دیے ہیں علی سے ہرگز دوستی نکرنا کہ یہ ہمارا قاتل ہے اور طریقہ رسول خدا صلعم کا تو وہ کیا سنتے بلکہ شیخین کا طریقہ اپنے باپوں سے سنکر اعتقاد کرتے تھے اور دین مرتضوی کی جو آسائشیں لکھی ہیں اول تو متعہ کہ اسکے حکم کی آیت قرآن شریف میں موجود ہے اور اہل سنت کی تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ یہ آیت

اخبار شیعہ کے ہرگز ایسے نہیں ہیں جو بالکل جھوٹ لکھ [illegible] انکا صدیق ہونا متخیل نہو گا یا متعہ سو جو اصحاب کے زمانہ میں تھے اور [illegible]
اور اس زمانہ سے پہلے اگر کوئی مخالف مذہب حق کا فر ہی تھا تو اس تنہائی [illegible] صلے اللہ علیہ و آلہ [illegible] عمر نے ایک شب [illegible] دیکھا خود کہا کہ [illegible]
سب کے سب [illegible] منافق و مطلق ہی تھے اور اگر سنیوں کی کتابوں [illegible] رہنماؤ کہ وہ غسل پاؤں کو کہتا ہے یا مسح پاؤں کو کہتا ہے [illegible]
[illegible] کوئی کافر بھی نہ تھا جو مدد و رہتے اپنے مذہب میں رہا جو حضرت علی سوائے اپنے دوستوں کے انکو جاری کرنے ہی نہیں پائے اور اگر لوگ حضرت علی کے دین کی طرف [illegible]
اور خود [illegible] کی کون صورت تھی [illegible] تو مزہ کی جہت سے متعہ کو برا جانتا ہے تو نکاح دائمی کو بھی ترک کر دے کہ اسمیں بھی تو مزہ ہے اور یہ دونوں مذہب موافق [illegible]
ہے ورنہ احکام علی کا مقابلہ دشمنان علی کی قسمت میں نہ تھا اسواسطے جاری ہونے نہ پایا **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ سنیوں سے تو مقابلہ پھر [illegible]
ابتدا حسبمدن سے لیکر آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ممد و معاون یہی لوگ تھے جو آپکے دشمنان جانی کے بھائی برادر یا اولاد تھے خالد بن الولید عکرمہ بن ابی جہل
[illegible] ابو جہل کے بھانجے اور ابو بکر صدیق ابو قحافہ کے بیٹے حضرت عثمان ابو سفیان کے قرابتی علی ہذا القیاس اور لوگ ایسے ہی تھے **اقول** سنیوں کے مقابلہ میں
تو شیعہ ہمیشہ گفتگو میں غالب رہے ہیں سنی کیا مقابلہ کرینگے شیعوں کا اور رسولخدا صلعم کے ممد و معاون ابو بکر اور عمر اور عثمان کس روز ہوئے تھے ہمیشہ تو جہادوں میں سے بھاگا کرتے تھے
رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر اور خالد بن الولید اور عکرمہ اکثر جہادوں میں تو کفار کے طرف ہو کر مسلمانوں کو قتل ہی کیا کرتے تھے اخیر میں مسلمان ہوگئے تھے اور ممد و معاون حضرت صلعم کا
وہ شخص تھا کہ جو ہمیشہ ابتداء سے آخر تک دین کی کمک میں کفار کو قتل کرتا رہا ہے اور سوا انکے اور لوگ ایسے تھے کہ حضرت علی نے جو انکے اقارب کو قتل کیا تھا اس جہت سے انسے عداوت
رکھتے تھے **قال الشیخ الاشعری** اب بس کیجئے اور ایک وہ آیت لکھ دیجئے جس سے معلوم ہو جائے کہ مقربان الٰہی کا کام ہمیشہ سے ستم کشی اعداء دین ہا ہے اور مدام اچھے لوگوں نے
انکے ہاتھ سے ایذائیں اٹھائی ہیں اور خداوند کریم کے نزدیک مقدمہ میں سختی اور پختگی پسندیدہ ہے نہ کہ سستی اور مداہنت اِنَّ الَّذِيْنَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ
بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یعنی جو لوگ کہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو کہ جو حق بات کہتے ہیں انکو سخت عذاب کی بشارت سنا دے اس سے معلوم ہوا کہ
انبیاء اور اچھے لوگ تقیہ نہیں کیا کرتے بلکہ حق گوئی میں دریغ نہیں کرتے اور اسی سبب سے انکو قتل کر دیتے تھے **اقول** ستم کشی اعداء دین کے ہاتھ سے تو آل رسول مقبول کا کام
تھا کہ بعد رسولخدا صلعم کے ہمیشہ اعداء دین کے ہاتھوں سے ایذائیں پاتے رہے ہیں اور یہ آیت بھی انبیاء علیہم السلام کی اور انکے حق میں ہے کہ حق گوئی سے انکو آزار پہنچتے ہیں
یہانتک کہ مقتول ہوگئے اور تقیہ کو یہ آیت باطل نہیں کرتی ہے اگر بعض اوقات کسی نے کسی امر میں تقیہ کیا ہو بعد حق گوئی کے اسواسطے کہ حق کے کہنے میں تو وہ تقیہ کرتے ہی
نہتے وہ تو حق کو ہمیشہ کہتے رہتے تھے چاہے کوئی مانے چاہے نہ مانے اور جو کہ انکے مطیع تھے وہ تو اسکو تسلیم کرتے تھے اور جو کہ مخالف تھے وہ انکو نہیں مانتے تھے اور زبردستی منوانے کی قدرت نہتی
اور جب حق کو بیان کر دیتے اور دشمنوں کو وہ حق بیان ناگوار ہوتی تو پھر کسی ایسے امر میں وہ تقیہ کرلیتا اور جناب امیر کو اپنی خلافت میں اگرچہ حق گوئی کی قدرت تھی لیکن مصلحت نہتی
جیسا کہ ہم لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ یعنی اے ایمان والو جو تم میں سے مرتد ہو جائیگا تو لاوے گا اللہ ایسے لوگوں کو لے آئیگا جنسے خدا کو محبت ہوگی اور خدا
انکو محبت ہوگی مومنوں کے سامنے تو ذلیل نظر آئینگے اور کافروں کے سامنے بڑے سخت ہونگے اور راہ خدا میں جہاد کرینگے اور کسیکے بھلا برا کہنے سے نہ ڈرینگے اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے
محب و محبوب یہی لوگ ہیں جو کافروں کے سامنے دبکر نہیں رہتے اور انکی خوشامد نکریں بلکہ انسے کھچے رہیں اور کسیکی ملامت سے نہ ڈریں اب ظاہر ہے کہ تقیہ میں سوا کفار کی خوشامد اور
انکی موافقت اور مداہنت اور ملامت کے اور کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ محبوبوں اور محبوں کا کام نہیں بلکہ دشمنان خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے **اقول** مطلب آیت کا کچھ
ہے اور اپنی رائے سے شیخ لکھتا کچھ ہے اور کلام خدا میں تحریف کر کے اپنے ایمان کو برباد کرتا ہے اور اول تو ترجمہ ہی بیجا کرتا ہے چنانچہ اذلة علی المومنين اعزة علی الکافرين کا ترجمہ یہ ہے
کہ مومنوں کے سامنے ذلیل نظر آئینگے اور کافروں کے سامنے بڑے سخت یہ ترجمہ ہی نہیں ہے اور یہ کیا تعریف ہوئی کہ محبوبان خدا مومنوں کے سامنے ذلیل نظر آئینگے یہ تو مذمت
ہوئی اور مومنوں کو کافروں کا ذلیل نظر آنا چاہئے یا محبوبان خدا کا اور معنی صحیح اسکے یہ ہیں کہ نرمی اور تواضع کرنیوالے مومنین پر اور سختی کرنیوالے ہونگے کافروں پر ہونگے اور یہ معنی
میں کہاں ہے کہ کافروں کے سامنے دبکر نہیں رہتے اور انکی خوشامد نکریں بلکہ انسے کھچے رہیں تاکہ تو اس مضمون تراشی ہوئے سے جو کہ آیت میں نہیں ہے تقیہ کو باطل کرے خدا تعالیٰ تو
اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے کہ جو دوستان خدا ہیں اور خدا انکا دوست ہے اور مومنین کے سامنے تو تواضع سے پیش آتے ہیں اور کفار پر سختی کرتے ہیں اور راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں
اور جہاد کرنے میں کسی ملامت کرنیوالے سے ڈرتے نہیں ہیں بتلاؤ تقیہ کو یہ آیت کیونکر باطل کرتی ہے اور جو مضمون کہ آیت میں ہو اور تو اپنی رائے سے ایجاد کرکے بیان کرے تو سچ
کون مسلمان معتقد قرآن تسلیم کریگا اور حضرت موسی نے جو تقیہ کیا ہے جیسے کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور جناب رسولخدا صلعم نے جو قوم عائشہ سے کہ انکے انکار کی خوف سے خانہ کعبہ کو تعمیر

دوبارہ نہ بنا سکے جیسا کہ صحاح اہل سنت میں لکھا ہی تو
سے وہ دشمنان خدا و رسول ہوگئی اور تو جانتا بھی ہی کہ آیت جناب امیر اور میں حکومت چھوڑ کر اس عالم سے تشریف لیگئے تھے اور پھر تیسرا چار طرف معاندین زور پر تھے مسلیمہ
معاویہ وغیرہ مرتدین پر انہوں نے جہاد کیا اور یہ سب اوصاف اس آیت کے حضرت علی ہی میں پائی جاتے تھی قبیلہ تھا عدیکہ بر سر پرخاش منکرین زکوٰۃ اپنی ہی طرف کھینچ رہے تھی بنو غسان
اور رسو لخدا کو دوست رکھتا اور خدا اور رسو لخدا کا اسکو دوست رکھنا چنانچہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہی کہ جنگ ہونیوالی ہی تھی اور باوجود اسکے کسی بات میں کسی سے نہ تھے - اور
کل کو میں ایسے شخص کو اپنا علم دونگا کہ بھاگنے والا نہیں اور خدا اور رسو لخدا کو دوست رکھے اور وہ اسکو دوست رکھیں بعدہ علی بن ابیطالب تھے چنانچہ ابوبکر سے بوجہ قلت سامان اور عدم شجاعت کے زور و قدرت اور شوکت و سلطنت
علم دیا کرار غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ اور ابوبکر اور عمر کے بھاگنے پر بنا کر کے جو حضرت نے یہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر و عمر
کو دوست نہیں رکھتی تھی اور نہ خدا اور رسو لخدا انکو دوست رکھتے تھے اور جہاد کرنیکا وصف جو آیت میں ہے وہ بھی حضرت علی کی واسطے ہی کہ اپنی ذات سے وہ خود جہاد کافر نام کوئی بھی نہیں کا اپنے زمانہ خلافت میں
اور معاویہ پر جہاد کیا اور کسی ملامت کرنیوالی کا خوف نکیا اور ملامت کرنا مسلمانوں پر جہاد کرنے ہی سے ہوتا ہے نہ کفار پر جہاد کرنے سے سو آیت حضرت علی اور انکے ہمراہیان مخلصین کے حق میں ہے
بعضے اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوبکر کے حق میں ہی سو غلط ہی اسواسطے کہ ابوبکر میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے تھی نرمی اور تواضع تو مومنین کے ساتھ یہ تھی کہ زبردستی انسے بیعت لی
اور سعد بن عبادہ کو ذلیل کیا اور زبیر وغیرہ کو بے عزت کیا اور سختی کفار پر یہ تھی کہ جنگ بدر میں کفار پر رحم کھا کر فدیہ لینے کا مشورہ دیا جسپر آیت عتاب نازل ہوئی اور خدا اور رسولخدا کا
دوست رکھنا اس روایت مذکورہ لاعطین الرایۃ غدا الخ سے معلوم ہوگیا کہ وہ ایسے نتھے اور جہاد کرنا تو معلوم ہے کہ ہمیشہ جہاد میں سے بھاگا کرتے تھی ایک کافر کو بھی کبھی قتل نکیا اور نہ اپنی خلافت میں
کبھی اپنی ذات سے جہاد کیا اگر لوگو نکو جہاد کا حکم دیتے تھی اور خدا تعالے انکو کہتا ہی کہ جو خود اپنی ذات سے جہاد کریں **قال الشیخ الاشعری** اب الحمد للہ کہ عاقلان منصف کے لیے خوبی تقیہ کی
عقل اور نقل سے خوب واضح ہوگئی مناسب وقت یوں ہی کہ عرف اور دستور خلائق پر بھی اسی کو منطبق کر کے کچھ اسکی بزرگی بتلا دیجئے جبکہ آفاق میں پسندیدہ خلائق پختگی اور استقامت ہے
اور تلون کو سب لوگ ناپسند کرتے ہیں خلاصکر دین کے مقدمات میں اور وہ بھی پہر اتنا کہ ایکدفعہ شورا شوری اور پھر بالکل بے نمکی سو پیغمبر ان دین اور ائمہ ہدی اگر ایکدفعہ احکام دین سنا کر بخوف
جان یا خوف آبرو اسی وہم کا سنکر کفار ہو جائیں تو سب کے نزدیک یہ ذہن نشین ہو جائیگا کہ یہ لوگ خام طمع دنیا طلب ہیں پھر وہ معجزات کا عطا ہونا جو محض حسن اعتقاد خلائق کیلیے ہے سب ایگاں
ہو جائے اور جو لوگ کہ آمادہ ہدایت ہوں وہ منحرف ہو جائیں اور جو راہ پر آگئے ہوں وہ اس حب جاہ کو دیکھکر بے اعتقاد ہو کر ہٹ جائیں بلکہ ایسے لوگوں کو سخت دنیا دار سمجھیں معہذا
ظاہر ہے کہ نصیحت کی تاثیر کیلیے خود عمل کرنا رکن اعظم ہی جب تقیہ ہوا تو عمل کجا لاجرم اس صورت میں ہدایت کے کرنیکی کوئی صورت نہیں بالجملہ تقیہ کے بطلان پر عقل اور نقل اور
عرف تینوں متفق ہیں پر جسکی چشم انصاف کور ہو اسکو کیا نظر آئے اور نقل مشہور ہے بلکہ حدیث شریف ہے حبک لشئ یعمی ویصم یعنی تجھے اگر کسی چیز سے محبت ہوجائے تو اسکے عیوب اور
نقصانات کی دیکھنے سننے میں وہ محبت تجھکو اندھا بہرا بنا دیتی ہی اگر محبت مذہب دل ہی ایک طرف کر کے ان تقریروں اور اثبات تقیہ کے تقریروں کو موازنہ کریں تو انشاء اللہ تعالی
مولوی عمار علی صاحب بھی توبہ کر اٹھیں میرزا در علی کو تو شیعہ کیا بنائیں اور اب ہمکو اسکی ضرورت نہیں ہی کہ بعد اسکے بھی کچھ بیان کریں **اقول** البتہ عقلمندوں
کو معلوم ہوگیا ہی کہ تقیہ عقلا اور نقلا اسی طرح سے درست ہے نہ جو کچھ کہ تم نے اسکے بطلان میں لکھا ہی کہ ہمنے اس سب کا جواب معقول دیدیا ہی اور عرف کو منقولات شرع میں کیا دخل ہی
جبوقت کہ خلاف حکم خدا کے ہو اور عرف بھی تقیہ کے بطلان کو نہیں چاہتا ہی کہ عرف میں بھی آدمی کو اپنی نفس کا محفوظ رکھنا واجب ہے نہ ہلاکت میں ڈالنا اور ہر چند پختگی اور استقامت
پسندیدہ خلایق ہی اور تلون غیر پسندیدہ لیکن بعضی وقت ضرورت میں استقامت بیکار ہی چنانچہ مشہور ہے کہ الضرورۃ تبیح المحظورات اور تمہارے شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ ؎ نہ ہر جائے
مرکب توان تاختن ٭ کہ جاہا سپر باید انداختن ٭ اور دین کے مقدمہ میں تلون کا تو قائل کوئی نہیں ہے اور نہ کوئی انبیاء کو یہ کہتا ہی کہ وہ خوف جان یا خوف آبرو کے لیے ہم کا سنکر کفار ہو جاتے
ہیں اور جو کفار کہتی ہیں وہ ہی کہنے لگتے ہیں اور نہ یہ ہی کہ وہ طمع دنیا اور جاہ و مال کے لئے تقیہ کرتے ہیں مگر یہ ہی کہ جس امر میں سوائے تبلیغ احکام کے مظنہ آزار پہنچنے کا اور فتنہ و فساد کے برپا
ہونیکا ہوتا ہی تو وہاں جو کہ حق کہنا یا کرنا ہوتا ہی تو اسکو نہ کہتی ہیں نہ کرتے ہیں چنانچہ بروایت مسلم حضرت ابراہیم نے تین جھوٹ بولے اور جو کہ حق اور امر واقعی تھا اسکو بیان نہ کیا اور جناب
رسو لخدا صلعم خوف انکار قوم عائشہ سی خانہ کعبہ کو ڈھا کر بنیاد ابراہیم پر نہ بنا سکے اور باقی رہی ائمہ علیہم السلام جو کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں تھے سو انسے کچھ عداوت مذہبی نتھی
بلکہ ان لوگو نکو خاندان نبوت سے عداوت ذاتی تھی اور حق کے پہنچانے میں طالبان حق کی روبرو تو کبھی وہ خلاف حق کے بیان نہیں کرتے تھے اور جسکو جانتے تھے کہ اسکو طلب حق
منظور نہیں ہے اور یہ محض سعایت اور غمازی کی واسطے آیا ہی تو اسوقت اسکے روبرو تقیہ کا کلام کرتے تھی کہ حاکم سے جا کر نہ کہدے اور ہم نوالہ و ہم کاسہ تو وہ اپنے دوستوں ہی کی ساتھ
ہوتے تھے نہ دشمنوں کے ساتھ پس جو کچھ اس نے لکھا ہی سب باطل ہی یہ بات ہی نتھی اور باقی رہی عوام سو دنیا کی طمع کے لیے انکے واسطے بھی تقیہ نہیں ہے مگر واسطے حفاظت نفس کے
چنانچہ صحیح بخاری اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی بلکہ تفسیر کبیر میں تو یہ لکھا ہی کہ مال کی حفاظت کے واسطے بھی تقیہ کرنا درست ہے چنانچہ پہلے اس سے عبارت اسکی ہم لکھ چکے اور جبکہ

اخبار شیعہ کے ہرگز ایسے نہیں ہیں تو بالکل جھوٹ لکھ ... انکا صدیق ہونا متخیل نہو گا اور شیعوں ...
اور اس زمانہ سے پہلے اگر کوئی مخالف مذہب حج کا فرہی تھا تو اس تنہائی کی ... صلے اللہ علیہ وآلہ ... چھپکر نماز کا ہیکو پڑہتے تھے علانیہ پڑہنی چاہئے تھی تاکہ
سب کے ... کافر مطلق ہی تھے ... کتابوں ... و محبت ... ابراہیم نے تو واسطے ... ایک کلمہ کفر اپنی زبان پر جاری کیا تھا چنانچہ تفسیر
... ہندی کا فر بھی ... ترجمہ ... ہندو اپنے مذہب میں رام اور ... عرفہ سے جیسے کہ ہم لکھ چکے اور تقیہ سے ہمکو دوستی موافق حکم خدا کے ہے اور موافق روایات کتب
... اور خود ... کتاب مذہب کے واسطے اور ... اندھا کیا ہے جیسے کہ تم ابوبکر کی دوستی میں اندھے ہوگئے ہو اور حق صریح کو مٹاتے ہو اور تمہاری کتابوں
... ہیں ... دوستی میں ایسے اندھے ہوگئے ہو کہ کہتے ہو شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کردی ہیں بھلا یہ کسکی عقل میں آتا ہے
... اور آخرت میں بھی ... سب جمع کرلیا تھا اسکو پہچانتے نہیں پائے تھے اور محبت تقیہ سے اپنی خوشی نہیں ہے بلکہ شارع کی جانب سے اسکا حکم ہے اور جو کچھ تو نے لکھا
... حسب فرمان الٰہی ... بر خلاف عمل علماء اہل سنت کے ہے اور مولوی عمار علی صاحب کیا توبہ کرینگے کہ انکے نزدیک تو حقیت تقیہ کی ثابت ہے اب تجھکو ہماری تحریر دیکھکر اُسکے انکار
... امیر معاویہ کے حوالے ... نے ... جو کچھ لکھا تھا سب باطل ہوگیا اور کیا لکھیگا اور میر نادر علی صاحب باپ دادا سے شیعہ بنے ہوئے ہیں انکو کوئی کیا غیعہ کریگا **قال الشیخ الاشعری** لیکن اتمام
حجت کے لیے اتنا اور معروض خدمت علماء شیعہ ہے کہ اگر بالفرض التقدیر فرض محال تقیہ ثابت بھی ہو جائے تو موافق جمہور شیعہ حضرت امیر پر ہنگام خلافت تقیہ حرام تھا پھر تعریف صحابہ کو تقیہ پر
کیوں محمول کیا جائے اور سلمنا کہ ہنگام خلافت بھی امیر پر تقیہ فرض تھا تو قطع نظر اسکے کہ یہ تعصب ہے تعصب ہے اور اس قول کے قائل نے عقل کی بھی ناک کتر لی ہے اسمیں کیا عذر کرینگے کہ حضرت امام
باقر بھی ابوبکر صدیق کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ موافق مذہب شیعہ وہ خدا کی طرف سے تقیہ کرنے سے ممنوع تھے اور تقیہ انپر حرام تھا علی بن عیسیٰ اردبیلی اثنا عشری اپنی کتاب کشف الغمہ
عن معرفۃ الائمہ میں نقل کرتے ہیں سئل الامام ابو جعفر عن حلیۃ السیف ہل یجوز فقال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ فقال الراوی تقول ہکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم
الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ یعنی حضرت امام ابوجعفر یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام سے کسی نے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر
چاندی سونے کا کچھ نقش نگار یا تہنی وغیرہ بھی درست ہے یا نہیں آپنے فرمایا ہاں درست ہے اسلئے کہ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا جھول کرایا تھا راوی نے کہا کیا آپ ابوبکر کو
صدیق فرماتے ہیں آپ غصہ میں آئے اور جگہ سے اچک بیٹھے اور فرمانے لگے ہاں صدیق ہاں صدیق ہاں صدیق جو انہیں صدیق نکہے اللہ اسکی بات کو دنیا اور آخرت میں سچی نکرے فقط اب
گوش گزار اہل انصاف یہ ہے کہ سب امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ علی بن عیسیٰ اردبیلی علم و فضل میں یکتا اور نقل و روایت میں بڑے معتمد علیہ ہیں انکی روایت پر کوئی سقم نہیں بلکہ تحتانی
اقول آجتک کوئی حجت بھی تمہاری تمام نہوئی اور تقیہ کو علماء اہل سنت نے تو جایز کیا بلکہ بعض جگہ واجب لکھتے ہیں چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ تو خود تقیہ میں
وہ بھی گیا رہویں باب میں جایز لکھتے ہیں اور تو اسکو محال لکھتا ہے اور جب تو عاجز ہوا اور دیکھا کہ قرآن اور حدیث سے تقیہ ثابت ہے تو خود اقرار کیا لیکن تاویل اسکی یہ کی کہ وہ لنگڑے لولوں کے واسطے ہے
اور یہاں اسکو محال لکھتا ہے تیرے قول کا کچھ ٹھکانا نہیں اور حضرت امیر نے تقیہ کسیکے خوف سے اپنی خلافت میں نہیں کیا ہے چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے بلکہ ایک مصلحت سے جیسے کہ قاتلان عثمان
کو خوف برپا ہونے فتنہ اور فساد سے سزا نہ دے سکے جیسا کہ تم بھی کہتے ہو اور تعریف صحابہ اخیار کی حضرت امیر نے اپنی خلافت میں کی اور خلفاء ثلاثہ کی بلکہ انکی تو مذمت کی ہے اور تعریف انکی
کیونکر کرتے انکو تو وہ پہلے ہی سے کاذب اور خائن جانتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی تعریف ابوبکر کی ہرگز نہیں کی ہے یہ اتہام علماء اہل سنت کا انپر ہے اور
اور کشف الغمہ کا جو تو حوالہ دیتا ہے صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی محدث اہل سنت سے نقل کی ہے اور وہ اکثر روایتیں اہل سنت کی کشف الغمہ میں نقل کرتے ہیں منجملہ انکے یہ روایت بھی ہے
مولوی عبد العزیز صاحب نے واسطے دھوکا دینے کے یہ تو لکھا نہیں ہے کہ یہ روایت اسمیں ابن جوزی سے منقول ہے اسیقدر لکھدیا کہ کشف الغمہ میں لکھا ہے اور انکی پیروی سے تو نے بھی
ایسا ہی لکھدیا اور مولوی عبد العزیز صاحب کے لکھنے پر تو نے اعتماد کرکے اکثر مقام میں دھوکا کھایا ہے اور دروغ لکھدیا ہے پہلے تجھکو چاہئے تھا کہ تحفہ کے حوالوں کو دیکھ لیتا تاکہ معلوم ہو جاتا کہ یہ سچ
لکھتے ہیں یا جھوٹ لکھتے ہیں تو نے انکی پیروی میں مفت اپنا ایمان کو خراب کیا اور صریح یہ روایت اہل سنت کی کتابوں کی ہے اور صواعق محرقہ میں موجود ہے اور دارقطنی نے اسکی تخریج
کی ہے چنانچہ اسمیں لکھا ہے اور اسطرح کی اور روایتیں بھی اسمیں ہیں اور دارقطنی بڑے استاد کامل تھے ایسی روایتوں کو وضع کرکے طرف ائمہ علیہم السلام کے منسوب کرنے میں اور شیعوں کی
کسی کتاب میں یہ روایت نہیں ہے مگر کشف الغمہ میں اہل سنت کی کتابوں سے منقول ہے سو یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے کہ سراسر جھوٹ اور موضوع ہے یہی عذر ہے اس روایت کا جو کہ
ہمنے لکھا ہے اور تقیہ سے اسکو ہم نہیں کہتے ہیں اور علی بن عیسیٰ اربلی کے علم و فضل میں کیا شک ہے اور نقل روایت میں بھی وہ بڑے معتمد علیہ ہیں لیکن اس روایت کو انہوں نے ابن جوزی
سے نقل کیا ہے اسواسطے یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے اور علی بن عیسیٰ اربلی تھے اردبیلی نتھے اسمیں بھی مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے تو نے دال کا اضافہ کرکے غلطی کی
قال الشیخ الاشعری باقی رہی یہ بات کہ حضرت امام محمد باقر پر تقیہ کے حرام ہونے کی کیا دلیل سو یہ وجہ معقول اسکا جواب انہیں سے منقول ہے سنئیے کلینی میں روایت ہے کہ عن معاذ بن
کثیر عن ابی عبد اللہ قال ان اللہ عز وجل انزل علی نبیہ کتابا فقال یا محمد ہذہ وصیتک الی النجباء فقال من النجباء یا جبرئیل فقال علی بن ابی طالب وولدہ وکان علی الکتاب خواتیم من ذہب فدفعہ رسول اللہ صلعم الی

واْمرہ ان یفک خاتمہ منہ فیعمل بما فیہ ثم دفعہ الی ...
نفسک للہ ففعل ثم دفعہ الی علی بن الحسین ففک خاتما فوجد فیہ ان اب حکومت چھوڑ کر اس عالم سے تشریف لیگئے تھے اور پھر تیسرے چار طرف معاندین زور پر تھے سلیمہ
علی بن الحسین علیہم السلام ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس وافتہم کھلی قبیلہ تھا عدیسے برسر پرخاش منکرین زکوة اپنی ہی طرف کھینچ رہے تھے بنو غسان
لاحد علیک ثم دفعہ الی جعفر الصادق ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس وافتہم ولا تخافن بتیہ والے ہی تھے اسباب اینہمہ کسی بات میں کسی سے نہ تھے۔ اور
فی حرز وامان ففعل ثم دفعہ الی ابنہ موسی علیہ السلام وھکذا الی قیام المہدی علیہ السلام ورواہ من طریق آخر عن معاذ ایضاً اس لئے تھے چنانچہ اس قلت سامان اور عدم شجاعت کے
حاصل روایت کا یہ ہے کہ کلینی میں معاذ بن کثیر سے روایت ہے وہ حضرت امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالی نے نازل کیا ابوبکر و عمر زور و قدرت اور شوکت و سلطنت اور
وصیت ہے نجباء کو آپنے فرمایا اے جبرئیل نجباء کون ہیں جبرئیل نے کہا علی بن ابیطالب و انکی اولاد اور اس کتاب پر کئی مہریں لگی ہوئی تھیں سے یہ خود دھیہ کافر نام کوئی مونس کا
ایسے ہی اس خط پر لاکھ کی جگہ سونے کی مہریں لگی ہوئی تھیں سو حضرت پیغمبر صلعم نے اس وصیت نامہ کو حضرت علی کو دیا اور یہ فرمایا کہ ایک مہر کو توڑیں اور جو اسکے نیچے مخصصین کو الفت انکے زمانہ میں

نے حضرت امام حسن کو دیا انہوں نے بھی ایک مہر کو توڑ کر اسکے نیچے جو کچھ نکلا اسپر عمل کیا پھر انہوں نے حضرت سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیا انہوں نے مہر توڑی تو اسکے نیچے سے یہ نکلا کہ ایک قوم کو شہادت کی طرف لیجا اسلئے کہ انکی شہادت تیرے ہی ساتھ ہے اور اپنی جان کو اللہ کے واسطے خرید دے انہوں نے ایسا ہی کیا بعد اسکے انہوں نے حضرت امام زین العابدین کو وہ وصیت نامہ دیا انہوں نے مہر کو توڑا تو اسمیں نکلا کہ سر جھکا چپکا ہو کر بیٹھ رہ اور اپنی گھر ہی میں بیٹھ اور اپنے رب کی عبادت کیے جا یہانتک کہ موت آجاے سو انہوں نے ویسا ہی کیا پھر انہوں نے وہ وصیت نامہ اپنے بیٹے امام محمد باقر کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا تو اسمیں پایا کہ لوگوں سے حدیثیں بیان کر اور فتوے دے اور اپنی اہل بیت کے علوم کو پھیلا اور اپنے آبا و اجداد صالحا کو سچا کر اور سوا خدا کے کسی سے مت ڈر اسلئے کہ کوئی تجہپر قادر نہو سکیگا پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام جعفر صادق کو وہ وصیت حوالہ کی انہوں نے جو مہر توڑی تو اسمیں یہ پایا کہ حدیثیں بیان کر لوگوں سے اور فتوے دے اور کسی سے سوا خدا کے مت ڈر اور اپنی اہل بیت کے علوم کو پھیلا اور اپنے آبا و اجداد صالحین کی تصدیق کر اسلئے کہ تو خدا کی حفظ و امان میں ہے سو انہوں نے بھی ویسا ہی کیا پھر انہوں نے اپنے بیٹے موسی کو وہ وصیت دی اور اسیطرح امام مہدی تک برابر چلا گیا اور دوسری سند سے کلینی ہی معاذ بن کثیر مذکور کی واسطے سے امام محمد باقر سے روایت کرتا ہے اور اس روایت میں پانچویں مہر میں یعنی حضرت امام محمد باقر کی نوبت میں تھا اور بھی ہے کہ اور کہتا رہ حق بات امن میں اور خوف میں اور سوا خدا کے کسی سے مت ڈر غرضکہ اس روایت میں غور فرمائیے کہ حضرت امام باقر کو کس تاکید سے تقیہ کی ممانعت ہے پھر بھی حضرت امام محمد باقر جنکو یہ وصیت تھی کہ حق کے سوا کبھی کچھ اور مت کہیو حضرت ابوبکر صدیق کی اتنی کچھ تعریف فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھکر اور کوئی مرتبہ بجز نبوت کے نہیں ہے اسلئے کہ بعد انبیاء کے کلام اللہ میں صدیقین ہی کو ذکر فرماتے ہیں اور پھر بھی اس تاکید سے کہ بد دعا فرماتے ہیں ان لوگوں کے حق میں جو انہیں صدیق نہ کہیں اور پھر کہنے کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں **اقول** اس روایت سے حرمت تقیہ کی ہرگز ثابت نہیں ہے اور نہ اس روایت میں تقیہ کی ممانعت ہے جھوٹ کیوں لکھتا ہے اس روایت میں تو حکم احادیث کی پھیلانے کا اور علوم اہل بیت کے منتشر کرنیکا ہے کہ بخوف علم کو ظاہر کر اور کسی سے خوف نہ کر سو انہوں نے کثرت سے احادیث کو پھیلایا اور حق کو بیان کر نہیں کسی سے خوف نہیں کیا دیکھ تو کہ یہ ہزاروں لاکھوں احادیث جو شیعوں کی کتابوں میں ہیں یہ انہی سے ہیں یا کسی اور کی خاصکر امام جعفر صادق کہ انکے زمانہ میں کثرت سے انتشار احادیث ہوا اور علوم دین جاری ہوئے اور حق کو بیان کرنے میں کبھی انہوں نے تامل نہیں کیا اور نہ کسیکا خوف کیا مگر بعضے وقت جو کوئی دشمن مخالف واسطے سعایت کرنیکے اور واسطے غمازی کرنیکے نزدیک حاکم ظالم کے کسی حکم کو سنکر آتا تھا اور اسمیں استفسار کرتا تھا تو وہ اس حکم میں کہ جسکو پہلے ظاہر کر چکے تھے یا تو ذو معنیین یا اسکی مرضی کے موافق بیان کرتے تھے اور جو کہ حق ہے اسکو تو وہ پہلے ہی بیان کر چکے تھے اور ابوبکر کی تعریف تو حضرت امام محمد باقر نے ہرگز نہیں کی ہے یہ تہمت علماء اہل سنت کا ہے آپ اور پھر مولوی عبد العزیز صاحب کی اس روایت کے بیان میں خیانت کرنی کہ یہ لکھا کہ کشف الغمہ میں روایت بن حجر سے منقول ہے اور اگر کوئی سنی اپنی کتاب میں شیعہ کی کسی روایت کو لکھے کہ عن ہشام بن الحکم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ قال ان ابابکر و عمر کانا غاصبین ظالمین غصبا حق اہلبیت الرسول صلعم اور کوئی شیعہ سند پکڑے کہ اہل سنت کی فلانی کتاب میں اسطرح سے لکھا ہے تو فرمایئے کہ اہل سنت کے علماء اسکو قبول کرینگے ہرگز نہ قبول کرینگے اور اگر تقیہ سے ابوبکر کی تعریف بیان کرتے ابوبکر کے کسی معتقد کے ڈر سے تقیہ کرکے تو مضائقہ بھی نہ تھا کہ جناب رسولخدا صلعم نے ایک شخص کو اسکے پیٹھ پیچھے تو برا کہا ہے اور اسکے روبرو کشادہ پیشانی اور خاطر داری سے پیش آئے ہیں تاکہ اسکے شر سے محفوظ رہنے کے واسطے چنانچہ پہلے اس سے ہم مشکوة کے باب الادب سے لکھ چکے سو تعریف ابوبکر کی تو امام محمد باقر نے کی ہی نہیں ہے کہ اسمیں ہم تقیہ کو دخل دیں **قال الشیخ الاشعری** ہمیں اس روایت سے فقط یہی فائدہ نہیں ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق کا صدیق ہونا بے غل و غش ثابت ہو گیا اور کسیکو تقیہ کے احتمال کی گنجائش نہ رہی بلکہ شیعوں کے مذہب کا بطلان اور سنیوں کے مذہب کی حقانیت بھی تحقیق ہو گئی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت شیعہ قاطبۃً امامیہ خواہ غیر امامیہ خواہ اثنا عشریہ خواہ غیر اثنا عشریہ اس بد دعا کے اندر داخل ہیں جو حضرت امام مستجاب الدعوات امام محمد باقر کی زبان مبارک سے صادر ہو سکو تو شیعوں کو بھی اسکے قبول ہونے میں تامل نہیں سو اس سبب سے بالیقین ہم کو معلوم ہو گیا کہ انکے دعوے محبت اہل بیت اور دعوی اسلام اور دعوی ایمان سب خداوند کریم کے نزدیک جھوٹا ہے اور آخرت میں بھی خداوند کریم انکی تکذیب فرمائیگا سو اس سے

اخبار شیعہ کے ہرگز ایسے نہیں ہیں تو بالکل جھوٹ لکھ ... انکا صدیق ہونا متخیل نہوگا اور شیعوں کے مذہب کو باطل او
اور اس زمانہ سے پہلے اگر کوئی مخالف مذہب حق کا فرہی تھا تو اُس تنہا کی ... صلے اللہ علیہ وآلہ دیتے ہیں اور معاویہ جسنے مذہب اہل سنت ...
سکیے ... کافر مطلق ہی تھے اور اگر شیعوں کی کتابوں ... ہے اس سے بطلان مذہب اہل سنت کا بخوبی واضح ہو گیا اور
... کوئی کافر بھی ہے ترجمہ ... مذہب میں رام اور لچھمن کی بہت تعریف لکھتے ہیں سو ... اہل سنت کو
... اور خوب ... بیان ہو ... کہ بات مذہب کے واسطے اور شیعوں کے مقابلہ میں اُسکا ذکر کرنا اس سے بالیقین ہمکو معلوم ہو گیا کہ ... دعوی اسلام اور دعو
ہے ... آخرت میں بھی خدا وند کریم انکی تکذیب کریگا سو اس سے زیادہ اور کونسا مرتبہ باطل ہونیکا ہوگا **قال الشیخ الاشعری**
... حسب فرمان الٰہی اور موافق وصیت پیغمبری تھا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان سے جو بیعت کی ...
... معاویہ کے حوالہ فرمائی سب حسب ایمائے خداوندی اور ارشاد پیغمبر تھا بوجہ تقیہ نہ تھا اور جب ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت
... حضرت علی نے بیعت موافق ارشاد خداوندی کی تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ قابل اسی کے تھے علی ہذا القیاس نکاح دختر مطہرہ حضرت ام کلثوم ...
... نکاح بھی خدا کے حکم کے موافق ہونے میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح سے کچھ کم نہیں جیسے انکا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
... تھا ویسے ہی حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عمر سے حسب فرمان الٰہی تھا ... الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ سب حیلہ و حجت امامیہ کا جواب ...
... کا کام ہے کہ حق کو حق کر دکھایا اور باطل کو باطل **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ حضرت علی نے کیا حسب فرمان الٰہی اور موافق وصیت پیغمبری تھا
... بیعت کرنا بھی موافق وصیت ... صلعم کے تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ روضۃ الاحباب ...
... فرمایا اے علی بعد از ... گھر میں بیٹھ ... وہیں ... دنیا اختیار
... اور ... انکار ... لئے ... گھر ... میں بیٹھے ... جب تک بیعت نہ کی اور جب فاطمہ ...
... وکان لعلی وجہ
... التونیت ... وسلم ...
... فقال لا واللہ ...
... لوگوں کا منہ ...
... چھ مہینے ... وفات پائی ...
... اسوقت علی نے لوگوں سے منہ ...
... اور ناچار ہو ... کا کون ...
... ناچار ہو کر کی چنانچہ لفظ صریح کا ...
... قال ...
... ھدای ولا تستنون بسنتی وسیقوم
... تسمع وتطیع وان ضرب ظہرک واخذ مالک
... دل اُنکے شیطانوں کے دل ہونگے بدن ...
... کہیں اور ... داری کرلو اگرچہ پشت تیری زخمی کی جائے اور مال تیرا لوٹ لیا جائے ...
... تھے تو یہ ہو نہیں سکتا حذیفہ کی زندگی میں ان کا ہونا ...
... ہو کہ ابوبکر کے نطفہ سے تھی اور اسماء بنت عمیس ... حضرت علی نے نکاح ... ام کلثوم ...
... اسکا مفصل ... خط کے جواب ... انشاء اللہ تعالیٰ **قال الشیخ الاشعری** ...
... میں آکر یہ حجت کریں کہ واقعی کلام اللہ اور اقوال عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الشیخ الاشعری

نقل خط مولوی عمار علی کہ جو میر نادر علی کے خط کے جواب میں لکھا تھا

میر صاحب مظہر عنایت و کرم مجمع محامد شیم زاد فضلہ و کرمہ بعد سلام کے واضح خدمت عالی ہووے کہ عنایت نامہ تمہارا پہنچا جو کچھہ آپنے تحریر فرمایا تھا معلوم
ہوا آپنے لکھا تھا کہ مجھے صحت علماے شیعہ سے فدک کے غصب ہونیمیں نہیں ہوئی صورت اوسکی یہ ہے کہ آپکی ملاقات کسی عالم واقف اور خبردار سے
آج تک حاصل نہیں ہوئی اگر مجھسے آپکی ملاقات ہووے اور میری زبانی آپ سنیں تو آپ پر واضح ہوجائے کہ اہل سنت بالکل غلطی پر ہیں
اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور بھس پر لیپنا لیپتے ہیں اور تین سوال جو آپنے عبدالحق کیطرف سے لکھے تھے اونکا جواب مختصر یہ ہے کہ سوال
اول میں آپنے لکھا تھا کہ رسول خدا کی بیٹیونکا نکاح کس سے ہوا یہ سوال بیمحل ہے اسواسطے کہ جناب رسول خدا کے نطفہ سے ایک بیٹی تھی فاطمہ
زہرا سو وہ حضرت علی سے منسوب تھی اور دو بیٹیاں جو اور آنحضرت کی اہلسنت مشہور کرتے ہیں وہ دونو حضرت کے نطفہ سے نتھیں بلکہ وہ حضرت
خدیجہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تھیں ہمراہ حضرت خدیجہ کے آئیں تھیں اور نام اون دونو صاحبزادیونکا رقیہ اور ام کلثوم تھا ابن حجر محدث
اہل سنت کی کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ ایک کا نکاح تو اونمیں سے عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا اور دوسریکا نکاح ابو العاص بن الربیع سے
اور یہہ دونو کافر تھے انتہے بعد اسکے نکاح اون دونو کا عثمان سے ہوا جسوقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہی ہیں
اور پیغمبر خدا نے اونسے علاحدہ نکیا اگر عثمان کے نکاح میں آئی تو کیا قباحت ہے عثمان تو خود مسلمان تھا حضرت کے روبرو اور اون کافروں سے
بدرجہ بہتر تھا البتہ بعد وفات جناب رسول خدا صلعم کے ایسی بدعتیں عثمان نے کیں کہ عائشہ اوسکے حق میں کہتی تھی اقتلوا النعثلا لعن
اقتلوا حراق المصاحف یعنے قتل کرو اس ریش دراز کو لعنت کرو اس ریش دراز پر قتل کرو اس قرآن کے جلانیوالیکو چنانچہ استیعاب میں لکھا
بدعتیں کیں کہ صحابہ رسول نے تنگ ہوکر اوسے قتل کیا یہہ سب ماجرا اہل سنت کی کتابونمیں مذکور ہے اگر سند اسکی مطلوب ہوگی تو ہم
اور اگر یہہ دونو صاحبزادیاں رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے فضائل کچھہ مذکور ہوتے جیسے کہ حضرت فاطمہ کے فضـ
شیعہ کی کتابونمیں مذکور ہیں سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ الفاطمۃ بضعۃ منی اور سوا اسکے فضائل فاطمہ کے صدہا کتابونمیں مذکور ہیں اور
فضائل ایسے مذکور نہیں ہیں اگر آنحضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو البتہ مذکور ہوتے سوال دوسرا علی نے عائشہ سے بہتر جنگ کیے اگر باغ فدک صحابہ
تھا تو علی نے اوسپر جہاد کیوں نکیا جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ سوال ہی غلط ہے اسواسطے کہ علی نے عائشہ سے بہتر جنگ نہیں کیے بلکہ ایک جنگ
شکست ہوئی چنانچہ اہل سنت کی کتابونمیں لکھا ہے اور فدک کے غصب کرنے سے جہاد و لازم نہوا تھا اسواسطے کہ جہاد مال نہ

نہیں ہے بلکہ پیغمبر اور امام واسطے ترقی دین کے جہاد کرتے ہیں نہ واسطے مال دنیا کے اور علی کے پاس جہاد کرنیکو انصار کب تھے کہ وہ جہاد کرتے جہاد
کرنیکا حکم تنہا کے واسطے نہیں ہے بلکہ جسوقت انصار اور مددگار بہم پہونچیں اوسوقت جہاد کرنا چاہیئے جیسے کہ رسولخدا صلعم جب تک مکہ میں رہے بسبب نہونے
انصار کے حکم جہاد کا نہوا جب مدینہ گئے کافروں کے خوف سے ہجرت کرکے اور انصار بہم پہونچے تو جہاد کفار پر کیا اور جبتک مکہ میں رہے کچھہ نہوسکا
بلکہ کچھہ کچھہ مددگار بھی وہاں موجود تھے اون مددگاروں میں ایک علی بھی تھے اونسے بھی کچھہ نہوسکا آخر کفار کے خوف سے سبنے اپنا وطن اصلی
چھوڑدیا مگر ایسے ہی حال علی کا بعد رسولخدا کے تھا کہ خلفا ثلثہ کے زمانہ میں اونکو انصار اور مددگار بہم نہ پہونچے تو جہاد نکیا اور جب بہم پہونچے
تو عائشہ پر بھی جہاد کیا اور معاویہ پر بھی اور سوال تیسرا یہہ کہ علی کی بیٹیونکا نکاح کس سے ہوا تھا جواب اوسکا یہہ ہے کہ فاطمہ کے پیٹ سے علی کی دو
بیٹیاں تھیں بڑی بیٹی زینب کہ جسکا نکاح عبد اللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا اور دوسری بیٹی کلثوم تھی کہ جسکا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا
فقط یہی سوال تھا جسکا جواب ہوا اور کچھہ زیادہ لکھتے تو زیادہ لکھا جاتا اور فدک کا غصب ہونا جو آپنے دریافت کیا تھا اوسکو ایک دفتر چاہیئے لیکن
کچھہ مختصر تھوڑا سا آپکی خدمت میں تحریر کرتا ہوں اگر آپکی طبیعت میں انصاف ہے تو اسی قدر کفایت کرتا ہے اور جو کچھہ لکھتا ہوں یہہ سب
اہلسنت کی معتبر کتابوں سے ہے جس شخص کو کچھہ تردد ہو مطابق کر لیوے اور بعد اسکے انصاف کرے کہ یہہ ظلم ہے یا نہیں جلال الدین سیوطی نے
تفسیر درمنثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابو علی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب معارج النبوۃ نے معارج النبوۃ میں اور سوا اسکے
اور علما اہلسنت نے روایت کی ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ یعنے دے تو اے محمد قریبونکو حق اونکا تو اوسوقت پیغمبر خدا نے
جبرئیل سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں اور حق اونکا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اوسکا فدک ہے فدک اوسکو
دیدو اوسوقت رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علما کے ثابت ہوا کہ رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیا اور فاطمہ مالک فدک کی تھی
جب رسولخدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابو بکر خلیفہ ہوئے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور اونکا قبضہ اوٹھا دیا اب فرمائیے کہ یہہ غصب نہیں تو کیا ہے
اور تفصیل اسکی یہہ ہے کہ تاریخ آل عباس کہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ہے اوسمیں لکھا ہے کہ جسوقت اولاد حسنین نے مامون رشید خلیفہ عباسی سے عوض
فدک کا کیا تو اوسنے دو صد علما اہل سنت جمع کرکے کہا کہ حال فدک کا راست راست بیان کرو اونہوں نے بروایت واقدی اور بشیر بن ولید بیان کیا
بعد فتح خیبر آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ نازل ہوئی تو رسولخدا نے جبرئیل سے پوچھا کہ ذو القربے میرے کون ہیں اور حق اونکا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی
کہ فاطمہ زہرا تمہارے قریب ہے اور حق اوسکا فدک ہے اوسوقت رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا جب ابو بکر نے اپنی خلافت میں فاطمہ کو فدک سے منع کیا تو فاطمہ
نے فرمایا کہ فدک مجھکو میرے باپ نے دیا ہے ابو بکر نے قبول کیا اوسوقت عمر نے کہا کہ فاطمہ سے گواہ طلب کر کہ پیغمبر خدا نے اوسکو دیا ہے اوسوقت فاطمہ زہرا
علی اور ام ایمن کہ ایک بی بی تھی اور حسنین علیہم السلام کو گواہ لائے اور اونہوں نے گواہی دی کہ پیغمبر خدا نے فاطمہ کو فدک دیا ہے تو اوسوقت ابو بکر نے فاطمہ کو
کاغذ فدک کا لکھدیا کہ اپنے حق پر قابض ہووے عمر نے وہ کاغذ ابو بکر سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہے اور علی اوسکا شوہر ہے اپنی غرض
کے لئے کہتا ہے ابو بکر نے بھی قبول کیا اور یہہ دعوی کرنا فاطمہ کا ابو بکر سے ہبہ فدک کا اور گواہی دینا علی اور حسنین کا اور ام ایمن کا اور رد کرنا اور
نامنظور کرنا ابو بکر کا اونکی گواہی کو اہل سنت کی بہت کتابوں میں لکھا ہے مثل صواعق محرقہ اور فصل الخطاب اور معجم البلدان اور ریاض النضرۃ اور
کنز العمال اور تاریخ حاکم اور جمع الجوامع اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور سوا اسکے بہت کتابوں میں ہے لیکن ابو بکر نے فاطمہ کو اور اوسکے
گواہونکو اس دعوے میں جھوٹا جانا اور سوائے فاطمہ کے جس کسینے ابو بکر سے دعوے کیا اوسکو ابو بکر نے سچا جانا اور گواہ اوس سے طلب نہ کئے جو کچھہ اوسنے
دعوی کیا دیدیا چنانچہ صحیح بخاری میں جابر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابو بکر کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ پیغمبر خدا نے اپنی زندگی میں مجھسے وعدہ
کیا تھا کہ مال بحرین کا آویگا تو تجھکو میں اوسمیں سے اسقدر مال دونگا اور مال بحرین کا حضرت کی زندگی میں نہ آیا لیکن اب تمہارے پاس آیا ہے
اوس میں سے مجھکو دو کہ حضرت نے مجھسے وعدہ کیا تھا ابو بکر نے یہہ بات سنکر اوسیوقت تین مٹھی مال کی مجھے بھر دی اور گواہ مجھسے
اوس وعدہ کرنیکی طلب نہ کیئے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں وجہ اسکی اسطرح سے لکھی ہے کہ ابو بکر نے جو جابر سے گواہ طلب نکیئے
اور یونہی مال اوسکو دیدیا سبب اوسکا یہہ ہے کہ جابر صحابی معاذ اللہ پیغمبر خدا پر جھوٹا دعوے کرے اگر جابر سچا ہوگا تو پیغمبر

کون سچا ہو سکتا ہے سو ہٹے ابو بکر نے اوس سے گواہ طلب نہ کئے اور بدون گواہی اوسکو مال دیدیا اب کہتا ہوں میں کہ واسے بہ دیندارئی اہلسنت
کہ فاطمہ کو جو پارہ جگر رسول خدا صلعم ہے جابر کے برابر بھی نجانا کہ ادنے صحابی تھا اور اونکے نزدیک فاطمہ کا مرتبہ جابر کے برابر بھی ہوا کہ جابر کو تو بدون
گواہوں کے مال دیدیا اور اوسکو جھوٹ سے بچایا اور کہا کہ اگر جابر سچا ہو گا تو کون سچا ہو گا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھکر اوس سے گواہ طلب کئے جب گواہوں نے
اوسکی گواہی دی تو اونکی گواہی کو رد کیا علی کو تو کہا کہ یہہ شوہر اوسکا ہے اپنے نفع کے لئے کہتا ہے علی کو بھی جھوٹا جانا ہر چند علی بھی صحابی تھے
لیکن جابر کے برابر سچے نتھے اور حسنین کو کہا کہ یہہ فرزند اوسکے ہیں اور لڑکے ہیں اور ام ایمن جو باقی رہی وہ ایک عورت ہے اوسکی گواہی کیسی درست
ہووے اب فرمائیے یہہ غصب نہیں تو کیا ہے سوا اسکے اور غصب کسکو کہتے ہیں اور یہہ عداوت ہے یا دوستی اور مروّت اور رعایت حق رسول اور
حق اور سچ تو یہہ ہے کہ اہلبیت کی دشمنی میں حق رسول کی بھی رعایت نکی آپنے لکھا تھا کہ مجھے غصب فدک کی کسی سے صحت نہیں ہوئی اب آپکو چاہئے
کہ میری صحت علمائے اہلسنت سے کرائیے اور میری باتونکا جواب لکھوا کر بھجوائیے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اور اوس
مظلومہ کے گواہونکو بھی رد کیا آور بھی سننا چاہیئے کہ جب فاطمہ نے جانا کہ ابو بکر نے مجھے ہبہ فدک میں جھوٹا سمجھا تو اوس معصومہ نے دعوے وراثت کا کیا
اور ابو بکر سے کہا کہ میں پیغمبر خدا کی بیٹی ہوں مجھے اون حضرت کا مال ارث میں پہونچتا ہے اور فدک میرے باپ کا مال ہے مجھے دیدے اوسوقت
ابو بکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کے خلاف بنا کر کہا کہ مینے پیغمبر خدا صلعم سے سنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیاء کا مال سب صدقہ ہے
کسیکو اونکے وارثوں میں سے نہیں پہونچتا اول تو یہہ کہ یہہ روایت خلاف قرآن کے ہے دوسرے یہہ کہ پیغمبر خدا نے اپنے وارثوں سے نہ بیٹی سے
نہ اپنی بیبیوں سے کسی سے نکہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہونچتا تم دعوے نکرنا اور حکم خدا کا جو کچھ اونکے واسطے تھا اوسکو اونسے چھپا رکھا اور ایک
اجنبی شخص سے کہ اوسکو کسی طرح کا دخل پیغمبر خدا کی وراثت میں نہ تھا اوسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بھی نکہا لیکن باوجود
اسکے پھر ایکمرتبہ فاطمہ ابو بکر کے پاس گئی اور اوسوقت ابو بکر منبر پر تھا کہا کہ اے ابو بکر تیری بیٹی تو تیرا ترکہ پائے اور میں اپنے باپکا ترکہ نہ پاؤں اوسوقت
ابو بکر منبر کے نیچے اوترا اور کہا کہ لے میں تجھکو فدک دیتا ہوں یہہ کہکر فاطمہ کو کاغذ فدک کا لکھدیا اتنے میں عمر آیا اور ابو بکر سے پوچھا کہ یہہ کیسا
کاغذ ہے کہا کہ مینے فاطمہ کو فدک لکھدیا ہے عمر نے وہ کاغذ ابو بکر کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ لوگونکو کیا دیگا عرب تو تجھسے لڑائی ہو ہی
رہی ہے چنانچہ یہہ روایت سبط ابن جوزی نے اپنی سیرۃ میں تحریر کی ہے اور واقدی محدث اہلسنت اور برہان الدین حلبی شافعی نے اپنی سیر میں لکھا ہے
کہ فاطمہ نے ابو بکر سے دعوے فدک کا کیا کہ فدک میرا ہے میرے باپ نے مجھکو دیا تھا اوسوقت ابو بکر نے فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھدیا جب فاطمہ وہ کاغذ لیکر وہاں سے پھریں
تو رستہ میں عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہہ کیسا کاغذ ہے فاطمہ نے کہا کہ ابو بکر نے مجھکو فدک لکھدیا ہے عمر نے وہ کاغذ فاطمہ سے چھین کر
پھاڑ ڈالا اگر کوئی کہے کہ ابو بکر کا اسمیں کیا قصور ہے اوسنے تو لکھدیا تھا جواب اوسکا یہہ ہے کہ ابو بکر حاکم تھا اوسکو اس امر میں تابعداری عمر کی نچاہیے تھی
عمر کو اس شر سے باز رکھتا اور اوسکے کہے پر عمل نکرتا لیکن وہ تو اوسکا ہر امر میں شریک تھا اوسکے مشورہ بدون کچھہ نہیں کر سکتا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر صحابہ ابو بکر
کو اس امر میں سچا جانتے تھے اور علی بھی ابو بکر کو سچا جانتے تھے کہ ابو بکر سچ کہتا ہے پیغمبر خدا کا سب کہ صدقہ ہے کسیکو نہیں پہونچتا تو پھر علی اور عباس نے
عمر کی خلافت میں عمر سے جا کر کیوں دعوے کیا پیغمبر کے ترکہ کا اوسوقت عمر نے علی اور عباس کو کہا کہ تم ابو بکر کو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے تھے
اور مجھے بھی تم دونو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور میں وہی کرونگا جو کہ ابو بکر نے کیا تھا یہہ روایت صحیح مسلم میں لکھی ہے اور مسند
احمد حنبل میں لکھا ہے کہ عثمان کی خلافت میں عثمان سے بھی پھر دعوے کیا تھا پس اگر ابو بکر سچا ہوتا تو اونکے زمانہ میں دعوے ہر گز نکرتے معلوم ہوا کہ ابو بکر اس
روایت میں بالکل جھوٹا تھا ازراہ عداوت کے روایت بنا کر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی اور عباس سے اقرار کرتا ہے کہ تم ابو بکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے
اور مجھے بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس جسوقت علی نے اونکو کاذب اور خائن جانا تو بیشک ہم بھی کاذب اور خائن اونکو جانیں گے اور یہی مطلب
غضب سے ہے اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جسوقت ابو بکر نے فدک کے دینے سے انکار کیا تو فاطمہ زہرا اوسپر غضبناک ہوئی اور تمام عمر بھر کبھی اوس سے
کلام نکیا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ فاطمہ نے وقت مرنیکے وصیت کی کہ ابو بکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں **جواب خط** یہانتک خط مذکور کی عبارت
تھی بلا کم و کاست لفظاً لفظاً نقل کر دیا ہے **اقول** ہمکو کیا معلوم ہے کہ اوس خط کی بعینہ یہی نقل ہے اور اوسمیں تصرف کسی طرح کا نہیں ہوا ہے اوس خط کی نقل

ہمارے پاس موجود ہوتی تو اوس سے مقابلہ کرکے دیکھتے اور جو کچھ کہ اس خط میں لکھا ہے خصوصاً مقدمہ فدک میں اس متانت کے ساتھ ہے کہ اوسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابوں کا اہلسنت انکار کریں اور اپنے راویوں کو منسوب بکذب کریں اور روایات معتبرہ کو اپنی کتابوں کی ضعیف ٹھیرائیں جیسا کہ یہہ شیخ نجدی کہیں تو راویوں کا انکار کرتا ہے اور کہیں اپنے علماء کو دروغ گو کہتا ہے اور کہیں روایات معتبرہ کو ضعیف او موضوع بیان کرتا ہے اور اپنی رائے سے ایجاد کرکے بے سروپا بکتا چلا جاتا ہے چنانچہ بعد اسکے واضح ہوگا **قال الشیخ الاشعری** لیکن اب ہماری بات سننے کے لئے تیار ہوجیے تا کہ مولویصاحب کی طمطراق کی حقیقت اور مولویصاحب کی قابلیت اور علمائے شیعہ کی فہم و فراست بخوبی معلوم ہوجائے کہ یہہ خط ہر چند عبارت میں تو زیادہ لیکن مثل غذا قلیل الکیموس کہ باوجود قلت کیموس کے سیئ الکیموس بھی ہو خلاصہ نکالئے تو کل دو چار باتیں ہیں **اقول** ہم بھی علماء اہلسنت کی فہم و فراست اور ہٹ دھرمی اور بے انصافی اور حق پوشی بخوبی واضح کر دینگے کہ جس سے معلوم ہوجائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے اور ان دو چار باتوں ہی کو دیکھنا کہ مثل غذا قلیل الکیموس کے تمام کیموس اوسکا جید ہے **قال الشیخ الاشعری** پھر بھی وہ غلط اگر اعتبار نہ آئے تو دیکھیئے اول تو مولویصاحب یہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نطفہ سے فقط ایک ہی بیٹی تھی جنکا نام فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھا اور اہلسنت جو دو بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی او مشہور کرتے ہیں وہ آپکے نطفہ سے نتھیں بلکہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند کے نطفہ سے تھیں خیر غنیمت ہے کہ جناب مولوی عمار علیصاحب نے اتنا تو لحاظ رکھا کہ حضرت خدیجۃ الکبری کی اولاد ہونے سے تو اونکو خارج نہیں کیا ہم ایسی نا انصافی پر اسکے بھی شکر گزار ہیں ورنہ جہاں مولویصاحب نے جرأت کرکے اونکا نسب منقطع کیا تھا اگر حضرت خدیجۃ الکبری سے بھی اونکا نسب منقطع کر دیتے جیسے بعضے ایسے ہی دشمنان اہلبیت نے کیا ہے تو کون مانع تھا یہہ ہے کہ اسجگہہ تو مولویصاحب نے غیرت کی ناک ہی نہ لی ہے اور بموافق مشہور دروغ گویم بر روے تو یہہ ستم کئے ہیں کہ سُنیوں کی ضد میں اہلبیت پر جفا کرکے اپنے ایمان پر بھی تو قلم پھیر گئے نہ کلام اللہ کی سُنی نہ اپنی معتبر کتابوں کا لحاظ کیا آفریں ہے کیوں نہوں مولوی عمار علی

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ✦ ارے خدا اہل انصاف بے روے و ریا ہو کر میری گزارش کو سنیں اگر بے جا ہو جب ہی کہیں کلام اللہ موجود ہے اگر مولوی عمار علیصاحب کو یہہ عذر ہو کہ شیعوں کو کلام اللہ یاد نہیں ہوتا ہے ہم کلام اللہ کے حوالے کیونکر تصدیق کریں تو میں پتے وار بتلاتا ہوں سورہ احزاب میں بائیسویں سیپارہ میں قریب ربع کے آخر کے رکوع سے پہلے رکوع کے شروع ہی میں یوں ارشاد فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ یعنے کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بیبیوں اور بیٹیوں کو اور مومنوں کی عورتوں کو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں فقط اب گزارش یہہ ہے کہ اتنی بات تو مولویصاحب بھی سمجھتے ہونگے کہ بنات جمع ہے اور جمع کم سے کم تین پر بولی جاتی ہے اور اگر کبھی توسع کرکے دو پر بھی اطلاق کرتے ہیں تب بھی ایک سے تو زیادہ ہی ہوگا بہر حال یہہ کہنا کہ حضرت فاطمہ کے سوا اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی بیٹی ہی نتھی تب بھی غلط ہوگا **اقول** سوائے حضرت فاطمہ زہرا کے جو حضرت خدیجہ کے شکم سے لڑکیاں پیدا ہوئیں تھیں خواہ دو ہوں خواہ تین ہوں علے اختلاف الروایات وہ سب ہمارے نزدیک مومنہ صالحہ تھیں اگر وہ واقع میں جناب رسولخدا کے نطفہ سے تھیں تو ہمیں ہمارا کچھہ ضرر نہیں ہے اور نہ اوس سے ہمارے مذہب میں کچھہ خلل ہوتا ہے اور اگر وہ صاحبزادیاں جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے نہ تھیں تو ہمیں کچھہ ہمارا فائدہ نہیں ہے لیکن ہماری کتابوں میں اون صاحبزادیوں کے مقدمہ میں روایتیں مختلف وارد ہوئی ہیں بعضے روایت میں یہہ ہے کہ وہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور بعضی روایت میں یہہ ہے کہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اور جسوقت کہ روایتوں میں اختلاف ہوتا ہے تو اونکے مرجحات کی طرف نظر کرتے ہیں اور رسولخدا کے نطفہ سے نہونیکی اون صاحبزادیوں کے بڑی دلیل ہے یہہ کہ کیا سبب ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے تو فضائل مذکور ہوں اور اون دونو صاحبزادیوں کے فضائل کچھہ بھی مذکور نہوں اگر وہ دونو یا تینوں بھی رسولخدا کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے بھی فضائل مذکور ہوتے اور جسوقت کہ اونکے فضائل مذکور نہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہوں کی اسواسطے مولویصاحب نے فرمایا کہ وہ دونو صاحبزادیاں جنکو اہلسنت حضرت کی بیٹیاں مشہور کرتے ہیں وہ حضرت کے نطفہ سے نتھیں اور قاضی نور اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہ جو مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسی

ترجیح اور فضائل کی جہت سے کہتے ہیں اور اس مقدمہ میں مختلف روایتیں کتابوں میں مذکور ہوئی ہیں چنانچہ حیات القلوب میں لکھا ہے اگر
اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے کہ قول اوسکا مخالف دوسری روایت کے ہو تو علماء فریقین کے نزدیک اسکا کچھہ مضائقہ نہیں ہے
اور اوسکے قول کو غلط نہیں کہہ سکتے ہیں جیسا کہ یہہ شیخ نجدی کہتا ہے کہ پھر وہ بھی غلط پس معلوم ہوا کہ بڑی شرافت اور فضیلت حضرت
فاطمہ کو رسولخدا صلعم کے دختر ہونے سے تھی اور اسی جہت سے اونکے فضائل مذکور ہوئے ہیں اور اون صاحبزادیوں کے فضائل مذکور نہوئے اور دیکھو حضرت
علی کی اولاد بہت سی تھی لیکن جو فضائل حضرت علی کے اوس اولاد کے ہیں کہ جو حضرت زہرا کے شکم سے ہیں وہ فضائل اوس اولاد کے نہیں ہیں
کہ جو سوا حضرت زہرا کے اور بیبیوں کی اولاد ہے بلکہ کچھہ بھی فضیلت اونکی نہیں ہے معلوم ہوا کہ جو کچھہ کہ شرف حضرت علی کی اولاد کو ہے وہ
رسولخدا کی اولاد ہونے سے ہے کہ اسقدر فضائل اونکے مذکور ہیں اور وہ صاحبزادیاں بھی اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے فضائل بھی مذکور
ہوتے اور حضرت فاطمہ زہرا بالغہ ہوئیں تو بہت لوگوں نے اونکے نکاح کی خواستگاری کی اور لکھا ہے کہ ابوبکر نے اور عمر نے بہت رغبت کی حضرت زہرا سے
نکاح کرنیکی لیکن حضرت نے قبول نکیا اب میں پوچھتا ہوں کہ اونکو زیادہ رغبت طرف فاطمہ زہرا کے رسولخدا کی دختر کے ہوئی تھی یا اور کسی
سبب سے اور اون صاحبزادیوں کے طرف تو کسی کی بھی رغبت کرنی نہیں لکھی اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو کیونکر نہ رغبت کرتے اپنا شرف
اور منزلت جانکر اور رسولخدا صلعم ابتدا سے خداپرست تھے اور نبوت سے پہلے بھی ہمیشہ خداپرست رہے ہیں اگر وہ صاحبزادیاں حضرت کے
نطفہ سے ہوتیں تو بت پرستونکو ہرگز ندیتے ابن حجر نے کتاب صابہ میں ابن سعد سے روایت کی ہے کہ نکاح رقیہ اور ام کلثوم کا ابولہب کے
دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے دس برس پہلے نبوت سے ہوا تھا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسواسطے کہ نکاح رسولخدا صلی اللہ
علیہ وآلہ کا پچیس ۲۵ برس کی عمر میں خدیجۃ الکبری سے ہوا تھا اور چالیسویں برس حضرت کو نبوت ہوئی اس صورت میں نکاح رقیہ و ام کلثوم کا چاہیے کہ
دو یا تین برس کی عمر میں عتبہ اور عتیبہ سے واقع ہوا ہو اور یہہ بحسب عادت بعید ہے اور ایسی کون ضرورت تھی کہ اون کافرونسے دو تین برس کی عمر
میں نکاح کر لیتے اور کیونکر حضرت کے نطفہ سے یہہ ہوں کہ نہ تو آیہ الا المودۃ فی القربی کی تفسیر میں کسینے انکو حضرت کے قریبوں میں سے لکھا ہے
اور نہ آیہ مباہلہ میں نساءنا کی تفسیر میں کسینے انکو حضرت کی عورتوں میں سے لکھا ہے اور نہ آیہ تطہیر میں انکا عبا میں داخل ہونا لکھا ہے پھر یہہ کیونکر
حضرت کے نطفہ سے ہوں **قولہ** اور موافق مشہور دروغ گویم برروے تو الخ کہتا ہوں یہ کہ مولوی صاحب نے ہرگز دروغ نہیں فرمایا بلکہ راست
فرمایا ہے اسواسطے کہ اس مقدمہ میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ حیات القلوب اور قند مکرر میں لکھا ہے اگر کوئی شخص ایک روایت کے
موافق کہے کہ وہ مخالف دوسری روایت کے ہو تو اوسکو دروغگو نہیں کہہ سکتے ہیں اگر ایسے شخص کو دروغگو کہیں تو چاہیے کہ تیری نماز اور تمام
اعمال تیرے کہ جنکے مقدمہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں تو ایک روایت کے موافق اوس سے عمل کرتا ہے کہ وہ عمل تیرا مخالف دوسری روایت کے
ہے تو سب اعمال تیرے باطل ہو جائیں احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور رفع یدین کرنا چاہیے اور
تو یہہ دونوں امر نہیں کرتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ رسولخدا صلعم نے دو نمازونکو ملا کر پڑھا ہے ظہر کو عصر کے ساتھہ اور مغرب کو عشا کے ہمراہ
اور تو دو نمازونکو ملا کر پڑھنے کو اچھا نہیں جانتا ہے پس چاہیے کہ تیرے ہی قول کے موافق نماز تیری باطل ہو اور خدا تعالی نے جو فرمایا ہے یَا اَیُّھَا
النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ سب حق ہے اور اوسپر ایمان ہمارا ہے لیکن تجھکو یہہ کہانسے معلوم ہوا کہ بنات کا لفظ جو اس آیت
میں آیا ہے مراد اوس سے فاطمہ اور رقیہ اور ام کلثوم تینوں ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ مراد اوس سے تنہا فاطمہ ہوں اور لفظ جمع کا باعتبار توسع کے ہے
جیسے کہ آیہ مباہلہ میں نساءنا کا لفظ جمع کا ہے اور مراد اوس سے تنہا حضرت فاطمہ زہرا ہیں اسواسطے کہ رقیہ و ام کلثوم تو اس سورہ کے نازل ہونے سے پہلے
ہی جسمیں کہ یہہ آیت ہے انتقال کر گئیں تھیں اونکی طرف اشارہ اس آیت میں نہوگا اور اگر زندہ ہوتیں تو آیہ تطہیر جو کہ اسی سورہ میں ہے انکی شان میں بھی آتی
اور جیسا کہ علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کو حضرت صلعم نے اپنی عبا میں لیکر فرمایا تھا کہ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ انکو بھی اپنی عبا میں لیتے اسواسطے کہ اکثر
روایات صواعق محرقہ وغیرہ میں آیا ہے کہ مراد اہلبیت سے آیہ تطہیر میں اہلبیت نبی ہیں اگر یہہ دونو حضرت صلعم کے نطفہ سے ہوتیں تو بیشک حضرت کے
اہل اور نسب میں داخل ہوتیں اور انکو بھی اپنی عبا میں لیتے پس معلوم ہوا کہ یہہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اور یا یہہ کہ آیہ تطہیر کے نازل ہونے سے پہلے ہی

مرگئیں تھیں اور جب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے انتقال کر گئیں تو وقت نازل ہونے اس آیت کے موجود نہونگی اسواسطے کہ دونو آیتیں ایک ہی صورت میں ہیں پس معلوم ہوا کہ آیہ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ میں اشارہ انکی طرف نہیں ہے بلکہ فاطمہ زہرا تنہا اوس سے مراد ہونگی یا فاطمہ زہرا اپنی صاحبزادیوں سمیت مراد ہونگی اگرچہ اوسوقت وہ صغیر سن تھیں لیکن بعد اوسکے تو مثل اور احکام شرع کے قابل پردہ کے ہوئیں اور ہمنے تسلیم کیا کہ اس آیت میں مراد بنات سے فاطمہ اور رقیہ اور ام کلثوم تینوں ہیں لیکن ان دونو کو خدا تعالےٰ نے عرف کے اعتبار سے رسولخدا صلعم کی بیٹیاں فرما دیا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اونکو پرورش کیا تھا وہ متبنے حضرت کی تھیں اور مرد کی زوجہ کی دختر جو کہ دوسرے شوہر سے ہوتی ہے وہ بھی اور اولا دلے پالک سب اوس مرد کی اولاد کہلاتی ہے جیسے کہ باعتبار عرف کے چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالے فرمایا ہے کہ یعقوب کی اولاد نے اپنے باپ سے کہا کہ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ عبادت کرینگے ہم معبود تیرے کی اور معبود باپوں تیرے کی ابراہیم کی اور اسمعیل کی او اسحاق کی دیکھو یہاں حضرت اسمعیل کو یعقوب کی اولاد نے باپ یعقوب کا کہا ہے اور حقیقت میں وہ باپ اونکے نتھے بلکہ چچا اونکے تھے ایسے ہی وہاں بھی خدیجہ کی بیٹیوں کو جو کہ پہلے شوہر سے تھیں رسولخدا صلعم کی بیٹیاں فرمایا ہے **قال الشیخ الاشعری** افسوس مولویصاحب کو اتنی شرم بھی نہ آئی کہ کوئی سُنیگا تو کیا ہوگا مگر مولویصاحب نے ہم جانتے یہہ سُن رکھا ہے الحیاء یمنع الرزق یعنے حیا رزق روک دیتی ہے اس لئے شاید اسپر بھی دھیان نفرمایا الحیاء شعبة من الایمان کیونکہ ایمان کا ثمرہ کچھہ ہوا بھی تو آخرت میں ہوگا رزق تو آج ہاتھہ سے جاے ہے اور پہلے لوگ فرما گئے ہیں نقد را بنسیہ گذاشتن کار خردمنداں نیست **اقول** ہمارے مولویصاحب سر سے پاؤں تک حیا اور ایمان سے بھرے ہوے ہیں اور آخرت میں امیدوار اوسکے ثمرہ کے ہیں اور بیحیائی کا کام تم لوگونکا ہے کہ پیری اور مریدی کا ایک ایسا طریقہ مقرر کیا ہے کہ اوسمیں بڑی کمائی ہوتی ہے اور پیر بیحیائی اختیار کرکے دہنوں اور جلاہوں سے جو کہ اونکے مرید ہیں خوب حاصل کرتے ہیں اور اگر کسی بیچارہ کے پاس کچھہ نہیں ہوتا ہے تو وہ عذر کرتا ہے اور پیر اوسکا اوسوقت اوسکو دھمکا کر کہتا ہے کہ اچھا ندے کل کو قیامت کے روز تجھکو کون بخشوائیگا پھر وہ قرض وام کرکے پیر کو کچھہ دیتا ہے اسطرح سے پیر اہلسنت کے بیحیائی اختیار کرکے کمائی کرلیتے ہیں اور دوسرونکے شوق لگاتے ہیں لیکن پیر کی تو خبر ہی نہیں ہے کہ وہ بہشت میں جائیگا یا دوزخ میں دوسرے آدمی کو وہ کیونکر بخشوائیگا اور غدر سے پہلے دہلی میں بڑی بڑی لمبی ڈاڑہی والے سُنی شیعوں کی مجلسونمیں حاضر ہوتے تھے اور ایک سیر مال یا باقر خانی کی طمع میں وہاں بیٹھے ہوے خوب تبرا سُنتے تھے اسکو کہتے ہیں بیحیائی اور بے غیرتی کہ بیحیائی سے روٹی حاصل کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ یا تو مولویصاحب یہہ تسلیم فرمائیں کہ رسولخدا صلعم کی کئی بیٹیاں تھیں پھر آپ تسلیم کرینگے کہ وہ حضرت رقیہ وغیرہا تھیں اسواسطے کہ سواے انکے اور کسیکی نسبت تو کسینے یہہ دعوےٰ کیا ہی نہیں ورنہ آیات ربانی کے منکر کے لئے یہہ تازیانہ موجود ہے وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ یعنے نہیں انکار کرتے ہماری آیات سے مگر کافر اور اگر کافر بنجانا گوارا کریں اور اس بات کو نہ مانیں کہ سواے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اور بھی کوئی بیٹی تھی تو ناچار ہمیں پھر شیعوں ہی کی کتابونکی سند دینی لازم ہوگی اور نہیں تو جھوٹا ہی بنائیگے اور اگر بہائی ضد میں اونسے بھی دست بردار ہوں تو سبحان اللہ چشم ما روشن دل ما شاد **اقول** ہم کیونکر تسلیم کریں کہ رسولخدا صلعم کی کئی بیٹیاں تھیں اور اگر تو اسواسطے کہتا ہے کہ آیت میں قرآن شریف کی جمع کا لفظ آیا ہے اسلئے کئی دختران حقیقی حضرت کی سمجھنی چاہئیں یہہ کیا ضرور ہے کہ جس جگہہ کہ قرآن میں جمع کا لفظ آوے وہاں جمع ہی مراد لینی چاہئیے اسواسطے کہ قرآن شریف کے اکثر مقامات میں خدا تعالےٰ واحد کے واسطے جمع کا لفظ بولا ہے ازانجملہ آیہ مباہلہ ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ یعنے کہہ تو اے محمد صلعم نصاریٰ سے کہ آؤ تم کہ بلائیں ہم بیٹوں اپنونکو او بیٹوں تمھاریکو اور عورتوں اپنونکو اور عورتوں تمھاریونکو دیکھو اس آیت میں نساء کا لفظ کہ جو جمع کے واسطے ہے وہ فاطمہ تنہا کے واسطے خدا تعالے نے فرمایا کہ دوسری اور کوئی عورت اسمیں شریک نہیں ہے اسواسطے کہ جناب رسولخدا صلعم مباہلہ کے واسطے مباہلہ کی عورتوں کی جگہہ فقط فاطمہ زہرا ہی کو لیگئے تھے کسی اور عورت کو نہ لیگئے او بیضاوی میں لکھا ہے اس آیہ کی تفسیر میں کہ ندع کل منا ومنکم نفسه واعزة اهله والصقهم بقلبه الی المباهله یعنے بلائیں ہم ہر ایک اپنی جان

اور ہر ایک تم میں سے نفس اپنے کو اور عزیز تر اہل اپنی کو اور جیسا پیارا اونکے کو ساتھ دل اپنے کے دیکھو یہاں جمع کے لفظوں کی تفسیر واحد کے لفظوں کی
ہے اور جو کہ زیادہ عزیز اور زیادہ پیارا دل سے تھا جناب رسول خدا صلعم ہمراہ اپنے اوسکو لیگئے پس عورتوں میں زیادہ عزیز فاطمہ ہی تھی اسواسطے اوسکو لیگئے
سو فاطمہ تنہا کو خدا تعالے نے بلفظ جمع یاد کیا اگر وہ دو نو یا تینوں صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکو بھی ہمراہ اپنے لیجاتے اسواسطے کہ اولاد اپنی
سب ہی عزیز زیادہ سب سے ہوتی ہے اور اس آیت سے ثابت ہوئی فضیلت علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کی بعد رسول خدا صلعم کے سب آدمیوں پر اور اس آیت میں
خدا تعالے نے علی کو نفس رسول فرمایا اسواسطے کہ یہہ دونو ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے علی کو کہ نفسک نفسی یعنے نفس تیرا نفس میرا ہے اور فرمایا
کہ انت منی وانا منک یعنے تو مجھسے ہے اور میں تجھسے ہوں چنانچہ احادیث میں وارد ہوا ہے پس علی کا نفس بمنزلہ نفس رسول خدا صلعم ہے اسواسطے خدا تعالے نے انفسنا
فرمایا اور بعضے نواصب کہتے ہیں کہ انفسنا سے مراد نفس رسول خدا صلعم ہے لیکن یہہ نہیں سمجھے کہ کوئی اپنے نفس کو بھی بلایا کرتا ہے کیا نفس آدمی کا آدمی سے جدا
ہوتا ہے کہ اونکو بلایا اور یہہ جو لکھتا ہے یہہ شیخ نجدی کہ آیات ربانی کے منکرین کے لئے یہہ تازیانہ موجود ہے سو ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے اور موافق
اہلسنت کے جس وقت کہ مراد انفسنا سے رسول خدا صلعم ہوئے تو حضرت کے ساتھ دوسرا کوئی شریک ہی نہیں ہو سکتا اور رسول خدا صلعم تنہا کے واسطے لفظ انفسنا
کہ جمع ہے خدا تعالے نے بیان کیا ہے پس معلوم ہوا کہ واحد کے واسطے بھی جمع کا لفظ آتا ہے اور ہم کسی آیت کے منکر نہیں ہیں اور جو کوئی کہ انکار کرے
آیہ قرآن کا وہ بیشک کافر ہے لیکن یہہ لکھو کہ آیات قرآنیہ کا جلانیوالا بھی کافر ہے یا نہیں اور اس جلانیکی ضمن میں انکار بھی ثابت ہے کہ جسنے اپنے قرآن
کے رواج کیواسطے اور قرآنونکو جلایا اور کلام ربانی کی ہتک کا کچھہ خیال نکیا اور جو لوگ کہ اوسکے افعال بد کی تاویل کرکے اوسکو اوس فعلی سے بری
کہتے ہیں وہ بھی شامل اوسکے ہیں یا نہیں **قال الشیخ الاشعری** بہر حال اس امید پر اس باب میں روایات کتب معتبرہ شیعہ نقل کرتے ہیں نہج البلاغہ
میں جو شیعہ کے نزدیک مثل صحیفہ آسمانی اور آیات قرآن کے ہے اور اوسکے مرویات کو سب اثنا عشریہ متواتر سمجھتے ہیں علامہ رضی جو اوسکے جامع
ہیں حضرت امیر کا قول حضرت عثمان کے خطاب میں یوں نقل فرماتے ہیں قد بلغت من صهره صلی اللہ علیہ وسلم ما لم ینالا یعنی الشیخین حاصل ہے
کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذی النورین کو کسی مقام میں یوں فرماتے ہیں کہ تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا وہ شرف میسر
آیا ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو میسر نہیں آیا اور شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی تہذیب میں جو صحاح اربعہ شیعوں میں سے ہے اور ہم سنگ
کافی کلینی ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں کان یقول فی دعائہ اللهم صل علی رقیة بنت نبیك اللهم صل علی ام
کلثوم بنت نبیك یعنے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دعا میں یوں کہا کرتے تھے کہ یا اللہ رحمت بھیج حضرت رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں یا اللہ
رحمت بھیج حضرت کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں **اقول** نہج البلاغہ مثل صحیفہ آسمانی اور آیات قرآنی کے تو کا ہے کو ہے لیکن بعضے
علماء اہلسنت اوسکے حق میں لکھتے ہیں کہ تحت کلام الخالق وفوق کلام المخلوق اور کتاب نہج البلاغہ جو ہے تو وہ تو البتہ ایسی ہے کہ سید
رضی علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے آج تک متواتر اوسکو کہتے چلے آتے ہیں کہ اسمیں خطبے حضرت امیر کے ہیں لیکن حال اوسکے خطبونکا یہہ ہے کہ سید علیہ الرحمۃ
کے زمانہ سے پہلے یہہ خطبے منتشر تھے اور اہل حق کی اور اہل باطل کی کتابوں میں تھے کسی کتاب میں تو کوئی خطبہ اور کسی کتاب میں کوئی خطبہ بعضے
مخالفین نے بعضے خطبونکا جو کہ حق پر دلالت کرتے تھے محو کرنا چاہا اسواسطے سید علیہ الرحمۃ نے بڑی سعی اور کد سے ان خطبونکو لوگوں سے لیکر جمع کیا اور
وہ فقرہ جو نہج البلاغہ کے خطبہ کا لکھا ہے کہ حضرت امیر نے عثمان کو فرمایا کہ تو بسبب دامادی رسول خدا صلعم کے اوس مرتبہ کو پہونچا کہ ابوبکر اور عمر اوس مرتبہ کو
نہیں پہونچے معلوم نہیں یہہ کونسے خطبہ کا فقرہ ہے نام اوس خطبہ کا نہیں لکھا تا کہ تلاش کیا جاتا کہ یہہ فقرہ اوسمیں ہے یا نہیں اور اگر یہہ فقرہ حضرت امیر کے
خطبہ میں ہے تو مراد اوس سے یہی ہے کہ باعتبار عرف کے داماد فرمایا ہے کہ زوجہ کا داماد اپنا داماد کہلاتا ہے اور اکثر خطبے مخالفین کی کتابوں سے
لئے گئے ہیں اگر کسی مرید عثمان نے یہہ فقرہ اوس خطبہ میں زیادہ کر دیا ہو تو کیا بعید ہے اور روایت شیخ الطائفہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی حال ہے
کہ حضرت صادقؑ نے باعتبار عرف کے اونکو بنت نبیک فرمایا ہے کہ زوجہ کی دختر اپنی دختر کہلاتی ہے اور اس روایت سے یہہ معلوم ہوا کہ حضرت
زہرا کے سوا حضرت خدیجہ کے بطن سے دو ہی بیٹیاں تھیں اور درود کے بھیجنے کا اونپر کچھہ مضائقہ نہیں ہے چنانچہ زمخشری تفسیر کشاف میں
یصلی علیکم کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ موجب اس آیت کے ہر ایک مومن پر درود بھیج سکتے ہیں لیکن روافض نے جو اپنے اماموں پر درود بھیجنے کا

شعار کیا ہے ہو بعلت چھینے درود بھیجنے کو ترک کیا **قال الشیخ الاشعری** اور ہے یہ بھی تسلین خاطر ہوا اور جناب مولویصاحب قبلہ وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جائیں اور ہکی یوں تاویل کرنے لگیں کہ عرف کی روسے اونھیں بیٹیاں کہدیا ہوگا بالکل سارا جہان بیٹا بیٹی کہا کرتے ہیں ورنہ حقیقت میں حضرت فاطمہ ہی بیٹی تھیں سو میں انشاء اللہ تعالےٰ مولویصاحب سے تسلیم کرا کر چھوڑونگا کلینی میں روایت موجود ہے تزوج رسول الله صلی الله علیه وسلم خدیجه وهو ابن بضع وعشرین سنة فولد له منها قبل مبعثه علیه السلام القاسم ورقیه و زینب و ام کلثوم وولد بعد المبعث الطیب والطاهر والفاطمة

حاصل اس روایت کا یہہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے جب نکاح کیا تو اوس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کچھ اوپر بیس برس کی تھی کہ حضرت خدیجہ سے آپکے نطفہ سے پہلے نبوت کے تو حضرت قاسم اور حضرت رقیہ اور حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم پیدا ہوئے اور بعد نبوت کے حضرت طیب اور طاہر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئے اس روایت میں شیعوں کو کچھ تین پانچ کرنیکی گنجایش نہیں ہے بالک ہونیکے احتمال کو بھی پیش نہیں کرسکتے اور اس روایت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں ایک تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور تین اور حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن اور یہی سنیونکا دعوے ہے پر مولویصاحب نے کمال تورع کے باعث تین کی عدد کو منہ پر لانا بھی گوارا نکیا اور اہلسنت کی طرف دو ہی صاحبزادیونکا سوا حضرت فاطمہ زہرا کے دعوے کرنا بیان کیا معہذا انہوں نے سمجھا حریف کی باتکو جتنا گھٹایا جائے مناسب ہے **اقول** یہہ روایت کافی کی مخالف ہے اور روایتوں کے وہ روایتیں کہ جنمیں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کی سوا حضرت زہرا کے دو بیٹیاں اور تھیں کہ وہ دونو حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تھیں اور انہیں روایتوں کے موافق دعوے مولویصاحب کا ہے اور یہہ روایت کافی کی موافق روایات اہلسنت کے ہے اور یہہ روایت تقیہ کی راہ سے ہے اور اس روایت کافی کے موافق اگر ہم کہیں کہ حضرت صلعم کی سوا حضرت زہرا کے تین بیٹیاں اور تھیں تو ہمیں بھی کچھ قباحت نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارے مذہب میں کسی طرح کا نقصان ہے اور مولویصاحب نے جو لکھا ہے کہ سوا حضرت زہرا کے اور کوئی بیٹی نہیں ہے یہہ موافق دوسری روایت کے ہے اور ہمارے علماؤں میں بھی یہی مشہور ہے اور اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ مولویصاحب نے لکھا ہے اور انکار ہمکو کافی کی روایت سے بھی نہیں ہے اگر اوسکے موافق ہم کہیں **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اس تبحر پر اہلسنت کی بیسیوں کتابوں کے نام گناتے چلے جاتے ہیں کوئی جانے مولویصاحب کی نظر میں کو سب گزری ہوئی ہیں حضور کو اوس بات کی تو خبر بھی نہیں جو زبان زد خاص و عام اہلسنت ہے اہلسنت کی کتابونکو دیکھنا تو کہاں نصیب میں جانوں کسی سنی طالبعلم سے کتابونکا نام سن بھاگے ہیں ورنہ بعضی بعضی کتابیں جو حضور نے رقیمہ کریمہ میں اونکے حوالے سے غصب فدک بیان فرماتے ہیں شاید خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں خصوصاً جمع الجوامع اور مسند احمد بن حنبل علی ہذا القیاس اور کتابیں بھی ایسی ہی ہیں **اقول** اگر تیری نظر سے یہہ کتابیں نہیں گزری ہیں تو یہہ کیا ضرور ہے کہ کسی اور کی نظر سے بھی نہ گزری ہوں اور کہیں نام بھی نجانتی ہوں بلکہ یہہ سب وہ کتابیں کہ مشہور ہیں اور ہندوستان میں موجود ہیں اگرچہ بعضے نسخے کم پائے جاتے ہیں اور جسوقت جناب مرزا محمد صاحب دہلوی تحفہ کا جواب دہلی میں لکھتے تھے تو مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے کتب خانہ تک کی کتابیں ایک حکمت سے اونکے پاس آتی تھیں اور وہ جواب لکھتے تھے اور اس زمانہ میں شیعوں کے کتب خانہ میں یہہ سب کتابیں موجود ہیں جس کتاب کو تو چاہے دیکھہ لے اور جمع الجوامع اور مسند احمد بن حنبل بھی موجود ہے تو جانتا ہے کہ جیتنے جو یہہ کتابیں نہیں دیکھی ہیں تو کسی اور نے بھی نہ دیکھی ہونگی اور اگر مولویصاحب نے خود اونمیں کوئی کتاب نہ دیکھی ہو اور دوسرے علماء کے لکھنے سے لکھا ہے کہ جنہوں نے ان کتابونکو دیکھکر لکھا ہے تو کیا مضائقہ ہے تو بھی تو تحفہ اور منتہی الکلام سے دیکھکر لکھتا ہے کہ جنمیں شیعونکی کتابونکا حوالہ ہے اور تجھکو آجتک دیکھنا شیعوں کی اون کتابونکا نصیب نہیں ہوا مولویصاحب پر تو کیا طعن کرتا ہے اپنی تو خبر لے **قال الشیخ الاشعری** ہر چند بعد اس تحریر کے مجھکو کچھہ ضرورت تحریر نہیں ہے اہل فہم اور اہل انصاف کے نزدیک تو دو ٹوک بات ہو گئی **اقول** ایسا تو نے کیا لکھا ہے کہ جسپر تو نازاں ہے ایک روایت کافی پر بنا کرکے تو غلبہ اپنا ڈھونڈتا ہے اور اوس روایت کے مخالف جو اور روایتیں ہیں اونپر کچھہ نظر نہیں ہے اور اگر ایسا ہے تو چاہیے کہ تو متعہ زناں کو جائز اور حق جانے اسواسطے

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور سوا انکے اور کتابوں میں روایتیں متعہ کے جواز کی مندرج ہیں اور تو اون روایتوں پر عمل نہیں کرتا ہے بلکہ اون روایتوں
پر عمل کرتا ہے کہ جو جواز کی روایتوں کے مخالف ہیں اور حضرت عمر کی رعایت کے واسطے وہ روایتیں بنائی گئی ہیں کہ اونہوں نے متعہ کو حرام کردیا
تھا **قال الشیخ الاشعری** لیکن مولویصاحب کی خوش فہمی کی تعریف بھی ہمارے ذمہ واجب ہے جناب مولویصاحب اس دعوے کی دلیل کہ حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سوا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کوئی صاحبزادی نتھی یوں رقم فرماتے ہیں کہ اگر حضرت رقیہ اور
حضرت ام کلثوم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہوتیں تو اونکے فضائل بھی مذکور ہوتے جیسے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے
فضائل طرفین کی کتابوں میں موجود ہیں **اقول** جو کچھہ مولویصاحب نے لکھا ہے سب حق ہے اور بہت خوب لکھا ہے اسواسطے کہ جسوقت اس
باب میں روایتیں مختلف وارد ہوئیں تو کسی روایت کو انمیں سے ترجیح دینی چاہیئے اور بجز اوس وجہ کے جو مولویصاحب نے تحریر فرمائی ہے اور
کوئی وجہ بہتر نہیں ہے کہ جسکے رد کرنیمیں تو ہاتھہ اور پاؤں مارتا ہے اور تجھسے کچھہ بن نہیں پڑتا بجز اسکے کہ مولویصاحب کی مذمت کر یعنے اپنی
روسیاہی اختیار کرے اور اونکی ہجو سے اپنی کتاب کو پر کرے **قال الشیخ الاشعری** کیا دلیل ہے کسی نے ایسے ہی کی تعریف میں کہا ہے
برین فہم و دانش بباید گریست **اقول** یہہ سخن تجھپر ہی صادق آتا ہے کہ تو ایسی صاف باتکو نہ سمجھا اور سیدھی باتکو اولٹا کردیا یہہ
دلیل عجز کی جواب ہے **قال الشیخ الاشعری** اگر مولویصاحب کو تو قواعد استدلال سے خبر نہ تھی تو کسی سے پوچھہ لینا تھا آخر اتنا
بھی اوروں کے ہی تقی حسینی کے بھروسے ہے جبھی تو بے تحقیق جو چاہا لکھدیا **اقول** مولویصاحب نے وہ استدلال قائم کیا ہے کہ جسکا جواب
تجھسے نہیں ہوسکتا اور اہل انصاف کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اثبات مدعی کے لئے بڑی دلیل مستحکم لکھی ہے کہ جسکو جنبش نہیں ہوسکتی
اور ایسی دلیل قوی بجز ماہر فن مناظرہ کے کوئی نہیں لکھہ سکتا ہے اونکو کسی سے پوچھنے کی کیا احتیاج ہے کہ وہ خود باخبر ہیں بلکہ جو کوئی نہیں
جانتا ہے وہ اونسے دریافت کرلے اور تقی حسینی تو کام تیرا ہے کہ تو فضلہ خوار صاحب تحفہ کا ہے اور ہر مقدمہ میں اونکی ہی قی کو تو چاٹتا ہے
جیسے کہ اونہوں نے نصر اللہ کابلی کی قی چاٹی ہے کہ اونکی کتاب کی عبارتکا ترجمہ کرکے تو جابجا لکھتا ہے اور تجھکو رہت اور دروغ کی انکے
کچھہ خبر نہیں ہے اور تو یہہ نہیں جانتا ہے کہ اونہوں نے سچ لکھا ہے یا جھوٹ **قال الشیخ الاشعری** جناب مولویصاحب معقولات کے طور
تو اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشئی پر دلالت نہیں کرتا **اقول** جناب شیخ صاحب جو کچھہ آپنے بیان کیا
سچ ہے لیکن اس مقام میں یہہ فقرہ صحیح نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ اس دلیل سے ہر شخص کے فضائل ثابت ہوسکتے ہیں گو اوسکے واسطے کوئی
فضیلت مذکور نہو اسواسطے کہ کہہ سکتے ہیں اوسکے فضائل کے ہونیمیں کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشئی پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ
یزید اور شمر کے واسطے بھی کہہ سکتے ہیں کہ انکے واسطے فضائل ہیں اگرچہ مذکور نہیں ہیں اسواسطے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشئی پر
دلالت نہیں کرتا ہے اگرچہ وہ اپنی شامت اعمال سے مومن بھی ہوگئے ہیں اون صاحبزادیوں کی کچھہ خصوصیت ہمیں نہیں ہے
اور رسولخدا صلعم کی دختر ہونیکی جہت سے کوئی فضیلت اونکے واسطے نہوئی کہ ایک منقبت بھی اونکی مذکور نہیں ہے اور اونکے ادنے
صحابی کے فضائل مذکور ہیں اور اگر یہی امر کفایت کرتا تھا تو فاطمہ زہرا علیہا السلام کے فضائل بھی مذکور نہوتے اور اونکے فضائل سے
حضرت صلعم سکوت فرماتے کہ کہہ سکتے تھے کہ فاطمہ کے واسطے نفس الامر میں فضائل ہیں گو مذکور نہیں ہیں اسواسطے کہ عدم الذکر عدم الشئی پر
دلالت نہیں کرتا ہے اور یہہ کیا کہ فاطمہ کے تو فضائل مذکور ہوں اور اونکی کوئی فضیلت مذکور نہو **قال الشیخ الاشعری** لیکن آپکے
سامنے تو بے نقل کام نہیں چلتا کیونکہ کمال تورع سے معقولات کے ذکر کو تو آپ حرام ہی جانتے ہونگے **اقول** نہ آپکے معقولات
قابل سماعت ہیں نہ منقولات کہ جو کچھہ آپ لکھتے ہیں بیجا بے موقع اور بے محل لکھتے ہیں اور اگر معقولات آپکے اپنے طور پر ہوں تو ہم اونکو البتہ تسلیم کرینگے
لیکن آپکی جدلیات کو ہم نہ مانینگے اور بطور معقول کے اپنا کونسا مدعا آپنے ثابت کیا ہے کہ جو ہم نے اوسکو حرام جانا ہے **قال الشیخ الاشعری**
جناب باریتعالے سورہ نساکے آخر میں ارشاد فرماتا ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ یعنے بہت رسول تو ایسے ہیں کہ اونکا
قصہ ہمنے تجھسے کہلایا ہے پہلے سے اور بہت رسول ایسے ہیں کہ اونکا قصہ و احوال ہمنے تجھسے بیان ہی نہیں کیا غرض اگر کسی کا ذکر نکرنا اوسکے

عدم کی دلیل ہو تو لازم آئے کہ سوا اون رسولوں کے جنکا کلام اللہ مین مذکور ہے نعوذ باللہ اور کوئی رسول پیدا ہی نہوا ہو **اقول** یہہ مقدمہ کا قیاس
اس آیت پر نہیں ہو سکتا یہہ قیاس قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعضے رسول ایسے ہیں کہ ہمنے کسی طرح سے اونکا ذکر نہیں کیا نہ اونکے
نام و نشان کا نہ اونکی نبوت کا نہ اونکے اور قصونکا اور یہاں تو اون صاحبزادیونکا ہر طرح سے ذکر ہے اونکے ایمان اور اسلام کا اور بیاہ اور نکاح کا اور زندگی
اور موتکا اور سوا اسکے مگر اونکی فضیلت ہی کا کوئی ذکر نہیں ہے یہہ کیا کہ سب طرح کے تو اونکے ذکر ہوں اور باوجود دختر رسولخدا ہونیکے اونکی فضیلت کا
کوئی ذکر نہو فاطمہ زہرا کو بھی اسیطرح رکھا ہوتا اور اونکی کسی فضیلت کا ذکر نکیا ہوتا اور یہہ آیت تو خود دلالت کرتی ہے اون رسولوں کے وجود پر کہ جنکا خدا تعالیٰ
نے ذکر نہیں کیا ہے اسواسطے کہ فرماتا ہے کہ ایسے رسول بھی ہیں کہ جنکا ہمنے ذکر نہیں کیا ہے اور اگر اس طرح سے خدا نفرماتا تو تمکو کہانسے معلوم ہوتا کہ اور
بھی رسول ہیں کہ جنکا ذکر نہیں کیا ہے اور اون صاحبزادیوں کی فضیلت پر کونسا امر دلالت کرتا ہے اس آیت کے مطابق کوئی ایسی روایت بیان کرو
کہ جو دلالت کرتی ہو اس بات پر کہ حضرت نے فرمایا ہو کہ اونکے واسطے فضائل تو ہیں لیکن ہمنے اونکو ذکر نہیں کیا ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ اگر کسیکا ذکر
نکرنا اوسکے عدم کی دلیل ہوا کرے تو لازم آئے کہ سوا اون رسولونکے جنکا کلام اللہ میں مذکور ہے نعوذ باللہ منہ کوئی اور رسول پیدا ہی نہوا ہو کہتا ہوں
میں کہ اس سے یہہ کب لازم آتا ہے خدا تعالیٰ تو خود فرماتا ہے کہ اور رسول بھی ہیں لیکن ہمنے اونکا ذکر نہیں کیا ہے اور فضیلت پر اون صاحبزادیونکے کونسا
امر دلالت کرتا ہے اسطرح سے کہ فضائل تو اونکے ہیں لیکن مذکور نہیں ہیں اسکا قیاس اوس پر کرنا بڑی نادانی ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا
یہہ کچھہ لازم ہے کہ کسی بزرگ کی اولاد سب برابر ہوا کریں **اقول** یہہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ سب کی سب اولاد برابر نہیں ہوتی لیکن فاطمہ زہرا
پیغمبر تھی یا امام تھی کہ اونکے اسقدر فضائل مذکور ہیں اور جسوقت کہ وہ معصومہ پیغمبر ہوئیں اور نہ امام ہوئیں تو پھر اونکی فضیلت کونسی ہے کہ وہ
اون صاحبزادیوں مین نہ تھی اور اولاد ہونیکی جہت سے تو سب برابر ہیں اور جیسے کہ فاطمہ زہرا مومنہ صالحہ تھی ایسے ہی وہ دونوں صاحبزادیاں
بھی مومنہ صالحہ تھیں پھر فاطمہ کو اونپر کس جہت سے فضیلت ہے پس معلوم ہوا کہ باعث فضیلت فاطمہ زہرا کا یہی ہے کہ وہ معصومہ رسولخدا
صلعم کے نطفہ سے تھیں اور وہ دونوں صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے نتھیں دیکھو اولاد علی علیہ السلام کی کثرت سے تھی لیکن اونکی اوس اولاد کو جو
کچھہ کہ فضیلت تھی کہ جو حضرت فاطمہ کے شکم سے تھی وہ فضیلت اوس اولاد کو نہ تھی کہ جو اونکی اور ازواج سے تھی اسی جہت سے کہ اولاد فاطمہ
زہرا اولاد رسولخدا ہے اور دوسری ازواج علی کی اولاد رسولخدا صلعم کی اولاد نہیں ہے ورنہ اولاد علی کی سب برابر ہے اور تعجب ہے کہ فاطمہ زہرا کو
تو جناب رسولخدا صلعم فرمائیں کہ الفاطمۃ بضعۃ منی یعنے فاطمہ پارہ گوشت مجھسے ہے اور اون صاحبزادیونکو کبھی نفرمایا کہ یہہ پارہ گوشت
میرے ہیں اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکو بھی فرماتے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر اس باتکو مانیں تو مولویصاحب سنبھل کر مانیں
پھر حضرت امام محمد باقر اور زید شہید کو جو اونکے بھائی تھے برابر کہنا پڑیگا **اقول** حضرت امام محمد باقر کو حضرت زید شہید پر اسواسطے فضیلت
زیادہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام امام تھے اور زید شہید ہمارے نزدیک امام نہ تھے اور حضرت فاطمہ امام نہ تھیں کہ اونکو اونکی بہنوں پر فضیلت ہو
قال الشیخ الاشعری یہہ تو مولویصاحب نے فرمایا ہوتا کہ اہلسنت حضرت زہرا اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو برابر سمجھتے ہیں حاشا وکلا
حضرت فاطمہ کو جو شرف ہے وہ اور کے لئے نہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء **اقول** جسوقت کہ حضرت فاطمہ زہرا کے فضائل اہلسنت
کی کتابوںمیں کثرت سے ہوں اور اون صاحبزادیوں کی فضیلت مذکور نہو تو اہلسنت کیونکر برابر سمجھہ سکتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کو جو
شرف اونپر ہے وہ اسی جہت سے ہے کہ وہ معصومہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور وہ صاحبزادیاں نہ تھیں ورنہ حضرت زہرا کے
بہ قدر فضائل کا کتابوںمیں مذکور ہونا اور اونکی فضیلت کا ذکر نہونا اور کس سبب سے ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی یہہ جو مولویصاحب
رقم فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم میں سے ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا یہہ مولویصاحب کے قوت حافظہ کی دلیل ہے
آرے دروغ گو را حافظہ نباشد جناب من ابو العاص سے حضرت زینب کا نکاح ہوا تھا اور وہ دونوں صاحبزادیاں جنکا نام آپنے لکھا ہے
ابولہب کے دو بیٹوں سے منسوب ہوئیں تھیں اور حافظ ابن حجر کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں خطا تو آپ ہی لگاتے ہیں اور اونکے ذمہ **اقول**
جیسے کہ یہہ روایت ہے ایسے ہی وہ بھی ایک روایت مین آیا ہے کہ دو بیٹیاں سوا حضرت زہرا کے اور تھیں ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور

دوسریکا نکاح ابولہب کے بیٹے سے ہوا چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے اور سوا حضرت زہرا کے تین بیٹیاں نہیں لکھی ہیں بلکہ دو بیٹیاں لکھی ہیں اور عبارت تفسیر نیشاپوری کی تفسیر آیہ ہؤلاء بناتی میں یہہ ہے فلعل تزوج المسلمات من الکفار کان جائزًا فی اول الاسلام تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتیہ من عتبہ بن ابی لہب وابی العاص بن الربیع وہما کافران پس شاید کہ نکاح کرنا مسلمان عورتونکا کافروں سے تھا جائز جیسا کہ اول اسلام میں نکاح کیا رسول خدا صلعم نے دو بیٹیوں اپنی کا عتبہ بن ابی لہب اور ابو العاص بن الربیع بن عبد العزی سے اور وہ دونو کافر تھے اور یہہ شیخ انکار کرتا ہے دو بیٹیوں کی روایت کا یعنے جو روایت کہ اسنے دیکھی ہے اوسی کو حق جانتا ہے اور جو کہ اسنے دیکھی نہیں اور اسکے عقائد کے مخالف ہے اوسکو صحیح نہیں جانتا اور یہہ نہیں جانتا کہ اس مقدمہ میں روایات مختلفہ بہت آئی ہیں اور جس روایت میں ذکر تین بیٹیونکا ہے سوا حضرت زہرا کے اوسمیں اسی طرح سے ہے کہ زینب کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح ابولہب کے دونو بیٹوں سے ہوا تھا اور جس روایت میں یہہ ہے کہ سوا حضرت زہرا کے دو صاحبزادیاں اور تھیں رقیہ اور ام کلثوم اوسمیں یہہ ہے کہ اون دونوں میں سے ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور دوسریکا نکاح ابولہب کے بیٹے سے **قال الشیخ الاشعری** اور یہہ جو مولویصاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ باوجود قوت اسلام کے وہ کافروں کے نکاح میں رہیں یہہ مولویصاحب کی جرأت ہے سبحان اللہ وہ حضرت رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں نہ تھیں تو حضرت خدیجہ کی بیٹیاں تو تھیں اور ہم جانیں کہ شیعہ بھی ام الاطہار حضرت خدیجۃ الکبرے کی اتنی تو پاسداری ضرور کرتے ہونگے کہ اونکی بیٹیونکو مسلمان تو سمجھتے ہونگے اور خیر کوئی سمجھے یا نسمجھے مولویصاحب تو اونکو مسلمان سمجھتے ہیں کیونکہ اگر وہ دونو کافر ہوتیں تو اسکے کہنے کی کیا حاجت تھی جسوقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے علاحدہ نکیا اگر عثمان کے نکاح میں آئیں تو کیا قباحت ہے عثمان تو خود مسلمان تھا حضرت صلعم کے روبرو اور اون کافروں سے بدرجہا بہتر تھا **اقول** جو کچھہ مولویصاحب نے تحریر فرمایا ہے سب راست اور درست ہے اور آئندہ جو کچھہ یہہ شیخ لکھیگا ہم اوسکا جواب لکھینگے **قال الشیخ الاشعری** پھر کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہے کہ باوجود قوت اسلام اور شوکت اہل اسلام کے رسول اللہ صلعم اونے مسلمان عورت کو بھی چہ جائیکہ حضرت خدیجہ کی بیٹیاں کفار کی قید میں رہنے دیتے **اقول** تواریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ زمانہ بعثت میں وہ صاحبزادیاں کافروں کے تحت میں تھیں اور اوس زمانہ میں مسلمان بھی بہت آدمی ہو گئے تھے اور ایک صورت قوت کی حضرت کو بہم پہونچی تھی کہ حضرت عمر نے اسلام کو قبول کر لیا تھا اور اہلسنت لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بہت قوت ہو گئی تھی جسوقت کہ اہلسنت کے علماء کہتے ہوں کہ اسلام کو قوت ہو گئی تھی تو اگر مولویصاحب نے بھی کہا ہے تو کیا گناہ کیا اگر قوت کاملہ ہوئی تھی تو بہن وجہ کچھہ تو قوت ہوئی ہوگی پھر حضرت نے اونکو کافروں کے قبضہ سے کیوں نہیں نکالا اور حضرت امیر حمزہ جو بڑے زبردست تھے وہ حضرت کے ہمراہ تھے لکھا ہے کہ حضرت حمزہ شکار سے تشریف لائے اور سنا کہ لوگوں نے حضرت رسول پر بڑی زیادتی اور تعدی کی ہے یہہ سنکر ابوجہل کے ہفدر کمانیں ماریں کہ سر کو اوسکے زخمی کر دیا اور پھر ایمان لائے یہہ حال تھا حضرت کے ہمراہیونکا اوس زمانہ میں اور اگر سب کفار پر بسبب اونکے کثرت کے قابو نتھا تو اون دونو تینوں پر جو کہ اون صاحبزادیوں کے شوہر تھے اونسے تو بہر نہج غالب ہی تھے لیکن اونکے نکاح سے اونکو چھڑایا نہیں اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تو ہمیشہ سے موحد اور خداپرست رہے ہیں اگر وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو کبھی اونکو ندیتے اگرچہ حضرت خدیجۃ الکبرے کے شکم سے وہ تھیں لیکن نطفہ سے تو اور شخص کے تھیں کہ وہ بھی اسلام سے پہلے تھا اور مسلمان نہ تھا **قال الشیخ الاشعری** خداوندکریم تو ہر خاص و عام کو اسکی تاکید فرماتا ہے کہ مسلمان عورتونکو کفار کی قید سے چھڑاؤ یقین نہو تو سورہ نسار کی یہہ آیت موجود ہے وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا یعنے خداوندکریم مسلمانونکو یوں ارشاد فرماتا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم خدا کی راہ میں قتال نہیں کرتے اور ضعیفوں کے چھڑانے کے لیے نہیں لڑتے یعنے واسطے ناتوانونکے مردوں سے اور عورتوں سے اور بچوں سے جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس بستی سے نکال جسکے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کوئی ہمارا خبرگیراں اور مددگار بنا دے سو ہندا شیعونکو بھی معلوم ہوگا کہ ان آیات کا نزول قبل فتح مکہ ہے اور فتح مکہ

سے پہلے ایسی شوکت اسلام نہ تھی اب ملک عرب میں جو چاہیں سو کرلیں سو اگر مولویصاحب کا یہہ مطلب ہے کہ اس آیت کے نزول تک وہ مکہ معظمہ میں تھیں تب تو اونکا کفار کے پنجہ میں رہنے کا قائل ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس پردہ میں طعن کرنا ہے اور اگر اس آیت کے نزول سے پہلے ہی وہ تشریف لائیں تھیں تو شوکت ہی آپکو کونسی تھی جو باوجود اوسکے آپنے اونکا کافروں کے نکاح میں رہنا گوارا کیا **اقول** یہہ آیت قبل فتح مکہ نازل ہوئی ہے لیکن اس آیت کو یہاں کیا تعلق ہے یہہ آیت تو اون لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ جو چند آدمی مکہ معظمہ میں تھے اور ایمان لائے تھے اور کفار اونپر ظلم اور تعدی کرتے تھے اور آزار بہت پہنچاتے تھے اور طرف مدینہ کے اونکو ہجرت نہیں کرنے دیتے تھے خدا تعالے مومنین کو حکم کرتا ہے کہ تمکو کیا ہو گیا ہے کہ تم راہ خدا میں بیچارہ ضعیفوں کے چھڑانے کے واسطے جہاد نہیں کیتے ہو اس سے کچھہ مقصود ہی نہیں ہے مولویصاحب کا تو بیان یہہ ہے کہ رسول خدا نے عثمان سے اون صاحبزادیوں کا نکاح کیا تو کیا قباحت ہے پہلے اوس سے وہ کافروں کے نکاح میں رہی ہیں اور باوجود قوت اسلام کے رسول خدا صلعم نے اونکو اونکے نکاح سے چھڑایا نہیں کیا اون صاحبزادیوں کے شوہر بھی اونپر ظلم اور تعدی کرتے تھے کہ بموجب اس آیت کے اونکو اونکے ظلم سے رہائی دلوادیتے اسکا تو یہاں ذکر ہی نہیں ہے نہ اسکی کچھہ بحث ہے مقصود تو یہاں یہہ ہے کہ اونکے نکاح میں اونکو رہنے دیا اور چھڑایا نہیں اور کافروں کے پاس اونکے رہنے کو روا سمجھا عثمان کے بھی نکاح میں رہیں تو کیا ہے اور یہہ اس آیت میں کہاں ہے کہ تم مسلمان عورتونکو کافرونکے نکاح میں نہ رہنے دو خدا تعالے تو اس طرح فرماتا ہے کہ عاجزوں غریبوں پر جو کفار ظلم کرتے ہیں اونکے ظلم سے اونکو چھڑاؤ جو آیت سند میں لاتا ہے ایسی ہی آیت تمام کہ جسکو بحث سے کچھہ تعلق نہیں ہے اب بتلاؤ رسول خدا پر طعن کیونکر ہوا اور فتح مکہ سے پہلے قوت اسلام کیونکر نہ تھی اور اگر قوت نہ تھی تو ہر جہاد میں کیسے فتحیاب ہوتے تھے اور جسقدر جہاد ہوئے تھے وہ فتح مکہ سے پہلے ہی تھے البتہ اسقدر فرق ہے کہ فتح مکہ کے بعد زیادہ قوت ہو گئی تھی اور جو کہ قوت کاملہ ہے وہ تو فتح مکہ کے بعد بھی نہ تھی بلکہ ابتک نہیں ہے مسلمانوں میں سب سے بڑی سلطنت روم کی ہے سو شاہ روم کی شاہ روس سے اکثر لڑائی رہتی ہے اور جسقدر فرنگستان ہے روس اور فرانسیس اور انگریز اور پرشیا وغیرہ کوئی بھی مسلمانوں سے مغلوب نہیں ہے اور مولویصاحب کی قلم سے جو قوت اسلام کا لفظ نکلا ہے تو اوسکی ہی بحث شروع کردی اور قوت اور عدم قوت کا ذکر کرتا چلا جاتا ہے اصل مطلب کو چھوڑ کر مولویصاحب کی مراد قوت سے یہہ نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کا دخل تمام دنیا میں ہو گیا ہو بلکہ اونکا مقصود تو قوت سے وہ قوت ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے اسلام کو قوت ہو گئی تھی کسیطرح کی قوت ہو مولویصاحب کا مطلب ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر ہمسے پوچھیے تو حق یوں ہے کہ قبل بعثت نبوی کے دو نو صاحبزادیوں کا نکاح ابو لہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا بعد بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جب ابو لہب بر سر پرخاش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو عداوت کے باعث اپنے بیٹوں سے کہہ کے آپکی صاحبزادیوں کو طلاق دلوادی سو وہ دونوں اول سال ہجرت ہی میں مدینہ منورہ آگئیں تھیں یہانتک کہ غزوہ بدر میں جو پہلے ہی سال ہجرت میں واقع ہوا ایک صاحبزادی تو حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں اور اونہیں کی بیماری کے باعث حضرت عثمان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دی تھی مگر تاریخ دانی اور بہت بیانی مولویصاحب پر ختم ہے جو چاہیں فرماویں **اقول** اگرچہ حق آپکے نزدیک یہی ہے تو اس سے آپکا مطلب ثابت نہوا بلکہ مولویصاحب کا مطلب ثابت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اونکو اون کافرونکے نکاح سے نہیں چھڑایا بلکہ ابو لہب نے اپنے بیٹونکو کہکر طلاق دلوادی تھی ہو سکے کہ مولویصاحب کا تو مطلب یہہ تھا کہ اگر وہ صاحبزادیاں حضرت عثمان کے نکاح میں رہیں تو کیا ہے کافرونکے نکاح میں بھی رہیں تھیں اور باوجود قوت اسلام کے حضرت نے اونکو کافرونکے نکاح سے نہیں چھڑوایا سو آپکے لکھنے سے بھی یہی ثابت ہوا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اونکو کافرونکے نکاح سے نہیں چھڑوایا بلکہ ابو لہب نے اونکے شوہروں سے طلاق دلوادی تھی اور آپنے رقیہ اور ام کلثوم کا حال لکھا اور حضرت زینب کے ذکر سے خاموشی اختیار کی کچھہ اونکی بھی خبر ہے وہ تو جنگ بدر میں بھی ابو العاص کے تحت میں موجود تھیں دیکھو تفسیرونکو اور تواریخ کی کتابونکو کہ لکھا ہے کہ جنگ بدر میں ستر آدمی کفار میں سے مسلمان قید کرکے رسولخدا صلعم کے پاس لائے تھے اور اون ستر میں ابو العاص شوہر زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ بھی تھا زینب نے اوسکی رہائی کے واسطے زیور اپنا جو کچھہ خدیجۃ الکبریٰ نے جہیز میں اوسکو دیا تھا رسولخدا صلعم کے پاس بھیجا حضرت نے وہ زیور دیکھا

آبدیدہ اور متالم ہوئے اور مومنین سے اوسکو بحل کروا کے زینب کے پاس واپس بھجوایا یہی مولویصاحب کہتے ہیں کہ وہ کفار کے نکاح میں رہی
تھیں اور جناب رسولخدا نے اونکو اونکے نکاح سے مدت تک نہیں چھڑوایا اسمیں دروغ کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی حضرت عثمان کے
باب میں جوکچھہ مولویصاحب نے لکھہ کر اپنی عاقبت خراب کی ہے اوسکا جواب ہمسے نہیں ہوسکتا **اقول** اگر عاقبت اپنی خراب کی ہے تو اہلبیت
علماء نے کی ہے کہ جنہوں نے یہہ لکھا ہے مولویصاحب نے تو اونکے لکھنے سے لکھا ہے اپنی طرف سے نہیں لکھتے ہیں اور جواب اوسکا تم کیا دوگے کہ جو وقت
تمہارے علماء ہی نے یہہ کچھہ لکھا ہو **قال الشیخ الاشعری** ہم کسکو کہیں ہمیں حضرت علی اور حضرت عثمان دونو بمنزلہ دو آنکھوں کے
ہیں بجز اسکے کہ یوں کہیں کہ مولویصاحب کو خدا سمجھے اور کیا کہیں **اقول** تمہارا کیا ہے تم تو شیر اور گیدڑ کو دونو کو برابر سمجھتے ہو جناب رسولخدا
صلے اللہ علیہ و آلہ کو اور ابوجہل کو برابر سمجھنے لگو تو ہمکو کیا اور یہہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمکو تو علی اور معاویہ اور عمرو عاص سب برابر ہیں معاویہ کو
تم خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہی ہو چنانچہ صواعق محرقہ میں اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں لکھا ہے اور معاویہ وہ تھا کہ جسنے کہا تھا
کہ میں عمر سے زیادہ مستحق خلافت کا ہوں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے بلکہ تم تو یزید کو مومن پاک جانتے ہو چنانچہ صواعق محرقہ میں
لکھا ہے کہ وہ مومنین سے تھا لعن کرنی اوسپر جائز نہیں ہے اور ایسا ہی احیاء العلوم میں ہے اور یزید کی خلافت کو حق جانتے ہیں اسکی
دلیل سے کہ خلیفہ حق معاویہ نے اپنی زندگی میں اوسکو خلیفہ کیا تھا اور عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ نے اوسکے ہاتھہ پر بیعت کی تھی اور تاریخ
ابن خلکان میں امام غزالی کا قول لکھا ہے کہ یزید کیواسطے ہر نماز میں دعاے مغفرت پڑہنی چاہیئے کہ وہ مومن تھا اور ملا علی قاری نے
شرح مشکوۃ میں عمر سعد کو جو کہ کربلا کے معرکے میں حضرت امام حسین سے جنگ کرتا تھا اور آخر کو حضرت کو اوسنے قتل کیا مجتہد لکھا ہے اس جنگ میں کہ
باعتبار رائے اور اجتہاد کے لڑتا تھا کم سے کم اوسکو ایک اجر تو ہوگا حسین سے لڑنے میں اور شرح عقائد نسفی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ صحابہ نے
متابعت یزید کی کی تھی اسلیئے واجب تھی حسین پر اور جمیع مسلمین پر اطاعت یزید کی اور امام غزالی تو کہتے ہیں کہ جو کوئی یزید پر لعنت کرے
وہ لعنت اوس لعنت کرنیوالے ہی پر عائد ہوتی ہے اور ہمارا کام یہہ نہیں ہے کہ دشمنان اور قاتلان آل رسول کو بھی اچھا جانیں
ہم تو اچھے کو اچھا جانتے ہیں اور برے کو برا جانتے ہیں اور تمہارے نزدیک تو بہت اچھا وہی شخص ہے کہ جو اہلبیت سے عداوت رکھتا ہے
تاریخ ابو الفداء میں لکھا ہے کہ معاویہ جمعہ کے خطبہ میں عثمان کے واسطے دعاے خیر کرتا تھا اور علی بن ابیطالب کو گالیاں دیا کرتا تھا
اور لکھا ہے کہ بنی امیہ کی پیروی سے اکتالیسویں سن سے ننانویں سن تک حضرت علی کو گالیاں دیتے رہے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ معاویہ
نے سعد کو کہا کہ تو کسواسطے علی کو گالیاں نہیں دیتا ہے اوسنے عذر کیا اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک یہودی سے کہا
کہ میری دختر کے نکاح کا پیغام دے اوسنے پیغام دیا تو عمر نے کہا کہ تو کسواسطے پیغام دیتا ہے تو تو یہودی ہے یہودی نے کہا کہ تمہارے
پیغمبر نے اپنی دختر کا نکاح علی ابن ابیطالب سے کیونکر کردیا عمر نے کہا کہ واے تجھپر علی تو بزرگان دین میں سے تھا یہودی نے کہا کہ پھر تم علی پر
لعنت کسواسطے کرتے ہو عمر نے لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا کہ اسکا جواب دو پس جسوقت کہ عاجز ہوئے جواب دینے سے تو عمر نے حکم کیا اون
کے ترک کرنیکا اور اوس روز سے علی پر لعن کرنی موقوف ہوئی ہے اور ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا اور ایسا ہی استیعاب
اور تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ میں لکھا ہے اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ جسوقت معاویہ نے امام حسن کے مرنیکی خبر سنی تو تکبیر کہی اور تمام اہل شام نے
اوسکی متابعت سے تکبیر کہی یہہ حال ہے عداوت اہلبیت کا تسپر اہلسنت اونکو خلفاء حق اور امام صادق جانتے ہیں اور شیعوں نے کبھی کسیکو قتل نہیں کیا ہے
اور نہ کسیکو گالیاں دیتے ہیں لیکن بعضے دشمنان اہلبیت کے واسطے جو دعاے بد کرتے ہیں اونکو ایمان سے خارج جانتے ہیں اور قاتلان اور دشمنان
علی اور اولاد علی کو امام اور خلیفہ سمجھتے ہیں شیعہ کیونکر سبکو برابر جانیں اچھے اور برے کو سبکو **قال الشیخ الاشعری** اور یہہ جو ارشاد ہے کہ بعد
وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عثمان رضی اللہ عنہ نے بدعتیں کیں اسکا جواب تو جب لکھا جاتا جب اونکو لکھتے **اقول** عثمان کی
بدعتیں اب لکھی جاتی ہیں اونکا جواب انصاف سے لکھنا چاہیئے اول یہہ کہ مال بیت المال کہ حق تمام مسلمانونکا تھا اور خمس کہ حق اہلبیت کا تھا
اپنی اولاد اور قریبونکو اور دوستونکو دیتا تھا کہانے جانے والوں نے نام اونکا عثمان غنی رکھا اپنے چاروں دامادونکو چار لاکہہ دینار دیئے

اور مال افریقیہ سے مروان کو ایک لاکھ دینار دیئے اور بروایت کلبی اور شہرستانی دو لاکھ دینار دیئے اور کہا کہ ابو بکر عمر اپنے اقارب کو دیتے تھے میں بھی اپنے اقارب کو دیتا ہوں اور واقدی نے روایت کی ہے کہ مال کثیر بصرہ سے آیا تھا اسکو اپنی اہل و عیال پر تقسیم کیا اور شتر بہت سے زکوۃ میں آئے تھے انسکو حارث بن حکم کو دیدیا اور حکم بن ابی العاص کو حاکم زکوۃ قضاعہ کا کیا تیس ہزار کا کہ وہ مال زکوۃ پہونچا تھا سب اوسکو دیدیا لوگوں نے عثمان کو طعن و ملامت کرنا شروع کیا اور کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کہ کلید بردار بیت المال کا تھا کنجیوں کو اوسنے مسجد میں پھینکدیا اور کہا کہ میں کلید بردار بیت المال کا نہیں ہوتا باوجود اس سلوک تمہارے کے کہ جو شخص کہ نکالدیا گیا رسولخدا کا تھا اوسکو تین لاکھ دینار دیئے اور اسکے جواب میں یہہ جو کہتے ہیں کہ یہہ خرچ کرنا عثمان کا بیت المال میں سے نہ تھا بلکہ پہلے سے جو عمر کے زمانہ سے اوسکے مال چلا آتا تھا وہ ذاتی مال اپنا خرچ کرتا تھا یہہ جواب بالکل غلط ہے اور ایک بناوٹ ہے اپنی طرف سے اول تو یہہ کہ میاں عثمان خود اقرار کرتے ہیں کہ یہہ بیجا خرچ کرنا بیت المال میں سے تھا چنانچہ ابن قتیبہ نے کہ جسکو شاہ عبد العزیز صاحب نے باب دویم تحفہ میں کہ جو باب مکائد ہے اہلسنت میں سے لکھا ہے کتاب السیاستہ والامامتہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص انصار میں سے کھڑا ہوا اور کہا کہ اے عثمان کیا ہے ان مدینہ والوں کو کہ بخشش لیتے ہیں اور جہاد راہ خدا میں نہیں کرتے ہیں اور یہہ مال اوسکے واسطے ہے جو کہ جہاد کرے راہ خدا میں مگر وہ پیر ضعیف لوگ صحاب محمد صلعم میں سے عثمان نے کہا کہ بخشش چاہتا ہوں میں خدا سے اور توبہ کرتا ہوں اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور علی متقی نے کنز العمال میں اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ روایت کی ہے ابن سعد نے زہری سے کہا کہ جسوقت حاکم ہوا عثمان تو عتاب نکیا لوگوں نے اوسپر چھہ برس تک بلکہ وہ دوست دار تھا قریش کا عمر سے اسواسطے کہ عمر اونپر سختی کرتا تھا اور عثمان جسوقت حاکم ہوا تو اونپر نرمی کرتا تھا اور چھہ برس اخیر میں اپنے اقارب و یگانوں کو عامل کیا شہروں کا اور دیا اونکو مال جسوقت کہ تاویل کرنیوالا تھا اسکی کہ میں صلہ رحمی کرنیوالا ہوں بموجب حکم خدا اوس مال سے اور کہا کہ ابو بکر او عمر نے چھوڑا تھا اس مال کو جو کچھہ کہ اونکے واسطے تھا اور میں نے اوسکو لیکر اپنے قریبوں پر تقسیم کیا بس انکار کیا لوگوں نے اس امر کو عثمان پر فقط بس اقرار کیا عثمان نے کہ وہ مال بیت المال اپنے قریبوں پر تقسیم کرتا تھا صلہ رحمی کی تاویل کر کے کوئی پوچھے کہ صلہ رحمی اپنے مال میں سے ہوتی ہے یا غیروں کے مال میں سے اور تو ابو بکر او عمر کے چھوڑے ہوئے مال میں سے صلہ رحمی کرنیوالا کون تھا وہ مال تو جمیع مومنین کا تھا اور بھلا یہہ بات عقل میں آتی ہے کہ حضرت عثمان کے پاس پہلے سے اسقدر مال تھا کہ اوسمیں سے لاکھوں دینار و درہم وہ لوگوں کو دیتا تھا اگر پہلے سے اسقدر مال ہوتا تو عمر کی خلافت میں اس سے پہلے اسقدر خرچ بھی کرتا اوسوقت کون مانع تھا یہہ کیا کہ عمر کی خلافت میں جو کثرت سے غنیمت آتی تھی اوسکو اسقدر لاکھوں اور کروڑوں حصہ میں ملی اور اوسوقت تو اوسکو خرچ نکیا لیکن اپنی خلافت میں خرچ کیا اور اگر اوسکو اسقدر مال غنیمت میں سے حصہ میں آیا تو اوروں کو بھی حصہ میں اسیقدر ملا ہوگا لیکن کسیکو ایسا مالدار لاکھوں خرچ کرنیوالا سوائے عثمان کے نہیں سنتے اور اگر ہر ایک کے حصہ میں اسقدر مال دیا ہو تو تمام دنیا کا خرچ بھی کفایت نہیں کرتا ہو اسواسطے کہ ہزاروں مومنین تھے اور جن لوگوں کو حضرت عثمان دیتے تھے اونکے حصہ میں بھی تو اسیقدر مال آتا ہوگا پھر اونکو کیا حاجت تھی عثمان سے لینے کی کیسی کیسی تاویلیں پوچ اور بیجا کرتے ہیں خلیفہ صاحب کے بچانیمیں لیکن صاف نہیں کہتے کہ بیت المال کا مال اپنے قریبوں کو اور یاروں کو دیا مگر خطا ہوئی اور بعضے انکے جواب میں ایسے تنگ ہوتے ہیں اور کچھہ بن نہیں پڑتا ہے تو خلاف عقل کے واہی اور پوچ تاویل کر کے کہتے ہیں کہ عثمان کیمیا بنایا کرتے تھے اسواسطے اونکو ثروت ہوگئی تھی اوسمیں سے اپنے قریبوں کو دیتے تھے بلکہ بیت المال کے مال کے بیجا خرچ کرنیکی رسولخدا صلعم نے خبر دی ہے چنانچہ مشکوۃ اور مصابیح میں مذکور ہے عن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه کیف انتم وائمة بعدی یستاثرون بهذا الفئ حاصل یہہ کہ ابی ذر سے روایت ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ کیا حال تمہارا ہوگا اون اماموں کے ساتھہ کہ اختیار کرینگے بخود ہی خود اور چن لیوینگے واسطے اپنے اوس مال غنیمت کو کہ بدون جنگ کرنیکے حاصل ہوتا ہے اور سب مسلمان اوسمیں شریک ہوتے ہیں اور اسمیں بھی اشارہ ہے ابو ذر کی طرف کہ تو اون اماموں کو پاویگا اور ابو ذر نے زمانہ عثمان میں وفات پائی ہے پس مراد اون اماموں سے تینوں خلفا ہونگے نہ سلاطین بنی امیہ وغیرہ کہ بعد اونکے ہوئے ہیں اور ابن تیمیہ بڑا متعصب ہے باوجود انکار کرنے احادیث صحیحہ کے کہ جو حضرت علی کی شان میں ہیں یہ انکار نکر سکا او منہاج السنہ میں اقرار کیا کہ عثمان اپنے قریبوں کو بیت المال میں سے جو کچھہ دیتا تھا وہ غیروں کو نہیں دیتا تھا اور استیعاب و ازالۃ الخفا و تاریخ الخلفا و غیرہ

اکثر کتابوں میں عثمان کا اپنے قریبوں کو بیت المال میں سے زیادہ دینا لکھا ہے اور خمس افریقیہ کا مروان کو دینا استیعاب میں مذکور ہے اور اس
مضمون کے کچھ اشعار لکھے ہیں اور ملل ونحل میں بھی لکھا ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں بیان کیا ہے اور کتاب المختصر فی اخبار البشر میں بھی
یہہ لکھا ہے اور تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں لکھا ہے کہ عثمان نے مروان کو خمس افریقیہ دیا اور عائشہ نے اوسپر بہت انکار کیا اور اسی جہت سے
اوسکو نعثل اور کافر کہا اور اوسکے قتل پر لوگونکو حرص دلاتے تھے جو شخص کہ اسکا انکار کرتا ہے بڑا متعصب ہے اور دوسرے یہہ کہ فدک کہ جو حق فاطمہ زہرا کا تھا
اور ابوبکر اور عمر نے وہ فاطمہ کو ندیا تھا عثمان نے مروان کو دیدیا چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری ذیل میں شرح احادیث فرض الخمس
کی میں لکھا ہے اور سوا اوسکے اور کتابوں میں بھی موجود ہے اب کہاں گیا وہ عذر ابوبکر اور عمر کا فاطمہ سے کہ تجھکو یہہ فدک نہیں پہونچتا ہے
تو حق جمیع فقراء مسلمین کا ہے اور تنہا مروان کس طرح سے اوسکا مالک ہو گیا اس امر میں عثمان نے خلاف کیا سیرت شیخین کے باوجودیکہ اقرار کیا تھا
خلافت کے لینے میں سیرت شیخین پر عمل کرنیکا جسوقت کہ علی نے اوس سے انکار کیا تھا اور یہاں اونکی سیرت کے خلاف کیا اور حق یہہ ہے کہ فدک فاطمہ
زہرا ہی کا تھا اور عذر کرنا ابوبکر اور عمر کا اوسکے ندینے میں بیجا تھا اور یہہ فدک حق سب مسلمانونکا ہوتا تو عثمان مروان تنہا کو ہرگز ندیتا خلاف
رائے شیخین کے اور تیسرے یہہ کہ حکم پدر مروان کہ جسپر رسول خدا صلعم نے لعنت کی تھی اور مدینہ سے نکلوا دیا تھا کہ یہہ مخالفت کریگا کتاب خدا کی اور
سنت پیغمبر کی اور ہر چند عثمان نے سفارش کی لیکن حضرت نے نہ مانا اور ابوبکر اور عمر نے بھی اوسکو نہیں آنے دیا تھا عثمان نے اوسکو اپنی
خلافت میں مدینہ میں طلب کر لیا برخلاف مرضی رسول خدا کے اور اوسکے بیٹے مروان کو دولت سے مالامال کر دیا اور حکم منافق تھا اور
حضرت کے رفتار کی اور حضرت کے چلنے کی نقل کیا کرتا تھا اور کفار کو مسلمانوں کی خبریں پہونچایا کرتا تھا یہہ مضمون تھوڑے تھوڑے
فرق سے تذکرہ سبط ابن جوزی میں اور ملل ونحل میں اور تاریخ خمیس میں اور سیرت حلبی میں اور رجال مشکوۃ میں ترجمہ مروان میں شیخ عبد الحق
محدث دہلوی نے لکھا ہے اور کل تواریخ میں یہہ مضمون مرقوم ہے عثمان نے اوسکے طلب کرنے میں سراسر مخالفت رسول خدا صلعم کی اور ابو
بکر اور عمر کی کی اور حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور سعد وقاص اور عبد الرحمان اور عمار یاسر وغیرہ صحابہ اور عائشہ نے ہر چند عثمان کو اس حرکت پر
ملامت کیا کچھہ فائدہ نہوا اگر قرابت کی جہت سے بلایا تو قرابت کو کیا دخل ہے جسوقت کہ رسول خدا صلعم نے منع کیا ہو اور نکالدیا ہو اور لعنت کی ہو
اور کافر کی دوستی کا حکم کب ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ الآية
یعنے نہ پائیگا تو کسی قوم کو کہ ایمان لاتے ہیں وہ ساتھہ خدا کے اور دن آخرت کے کہ دوست رکھیں وہ اوس شخص کو کہ مخالفت کرے خدا کی اور
پیغمبر اوسکے کی اگرچہ ہوئیں وہ باپ اونکے یا بیٹے اونکے یا بھائی اونکے یا کنبہ کے لوگ اونکے اور اس آیت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کو
ایمان خدا اور دن آخرت پر نتھا کہ جو ایسے لوگونکو دوست رکھتے تھے کہ جو مخالفت کریں خدا اور رسول کی اور دوستی منافقین کی علامت
نفاق کی ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ یعنے منافق مرد اور منافق عورتیں بعضے اونمیں کے دوست
بعضے کے ہیں اور حکم وہ شخص ہے کہ جسکو حضرت عائشہ نے بھی لعنت کی ہے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور بعد نقل شعر حسان کے ہجو میں عبد الرحمان
بن الحکم کے کہا کہ لیکن قول حسان کا کہ ان اللعین ابوک یہہ سہو سے ہے کہ عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ کہا عائشہ نے مروان کو اپنے بھائی
عبد الرحمان کی مذمت سنکر کہ تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے لعنت کی ہے تیرے باپکو جسوقت کہ تو اوسکی صلب میں تھا اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے
کہ سب آدمیوں سے زیادہ دشمن اہلبیت کا مروان بن الحکم تھا اور یہہ وہ شخص ہے کہ پوشیدہ کیا اوسنے اوس حدیث کو کہ تصحیح کی اوسکی حاکم نے
عبد الرحمان بن عوف سے اور وہ یہہ ہے کہ جسکے لڑکا پیدا ہوتا تھا تو وہ رسول خدا صلعم کے پاس اوسکو لایا کرتا تھا اور حضرت اوسکے واسطے دعا
کرتے تھے مروان بن الحکم پیدا ہوا تو اوسکو بھی حضرت کے پاس لائے حضرت نے اوسکے حق میں فرمایا کہ مینڈک بیٹا مینڈک کا یا گھرگٹ بیٹا
گھرگٹ کا اور ملعون بیٹا ملعون کا ایسے شخص دشمن رسول خدا کو کہ جسپر رسول خدا نے لعنت کی ہو اوس سے عثمان دوستی رکھے اور بلاوے معلوم ہوا
کہ اہلسنت جو اہلبیت کے دشمنونکو دوست رکھتے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ عثمان رسول خدا کے دشمن کو دوست رکھتا تھا اور شیخ عبد الحق
دہلوی نے رجال مشکوۃ میں ترجمہ مروان میں لکھا ہے کہ حکم پدر مروان کی اسلام میں طعن کیا گیا ہے اور اوسنے اسلام کو بروز فتح مکہ ظاہر کیا تھا

اور پیچھے رسول خدا صلعم کے چلتا تھا تو آنکھ سے سین مارتا تھا اور ناک چڑھاتا تھا یہہ حال تھا اوسکا رسول خدا صلعم کی نسبت اور سبط ابن جوزی نے تذکرۂ خواص الامۃ میں لکھا ہے اور خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ حکم کو اور اوسکے بیٹے کو رسول خدا صلعم نے طرف طائف کے نکال دیا تھا جسوقت رسول خدا صلعم نے وفات پائی تو عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ اوسکو بلا لوں اسواسطے کہ وہ اوسکا چچا تھا ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ جو کچھ رسول خدا صلعم نے کیا ہے میں اوسکے خلاف ہرگز نہ کرونگا کبھی اور جب ابوبکر نے وفات پائی اور عمر خلیفہ ہوئے تو اونسے جا کر کہا کہ حکم کے یہاں آنیکا حکم ہو جائے عمر نے کہا کہ اے عثمان تجھکو حیا نہیں ہے رسول خدا صلعم سے اور ابوبکر سے کہ تو دشمن خدا اور دشمن رسول کو بلاتا ہے مدینہ میں قسم ہے خدا کی ایسا کبھی نہو گا اور جب عمر نے بھی وفات پائی اور عثمان حاکم ہوئے تو اونہوں نے حکم کو اوسی روز مدینہ میں طلب کر لیا اور اپنا مصاحب اوسکو بنایا اور مال عظیم اوسکو دیا اور مرتبہ اوسکا بلند کیا اور مسلمانوں نے اس سبب سے عثمان پر انکار کیا اور اوسکو ملامت کیا اور یہہ پہلا انکار تھا مسلمانونکا عثمان پر اور کہا مسلمانوں نے کہ تو نے دشمن خدا اور رسول خدا کو بلا لیا اور خدا اور رسول کی تو نے مخالفت کی کہا کہ رسول خدا صلعم نے مجھسے وعدہ کیا تھا اوسکے پھر بلانیکا ایک جماعت نے عثمان کے پیچھے نماز پڑہنی چھوڑ دی اس سبب سے اور بعد اسکے حکم مر گیا عثمان کی خلافت میں عثمان نے اوسپر نماز پڑھی اور اوسکے جنازہ کے پیچھے دفن کے واسطے جاتا تھا مسلمانوں نے اوسکو خلافت سے معزول کیا اور قتل کیا اوسکو اور اوسکے بیٹے مروان کو عثمان نے خمس افریقیہ کے غنیمت کا دیا پانچ لاکھ دینار اور جسوقت عائشہ کو خبر ہوئی تو عثمان کے پاس آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تجھکو اوس منافق کا بلا لینا کافی نہوا یہانتک کہ دیتا ہے تو اوسکو مال مسلمانوں کے اور نماز پڑہتا ہے تو اوسکے جنازہ پر اور اوسکے جنازہ کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور اسی سبب سے عائشہ نے کہا کہ اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر یعنے قتل کرو اس ریش دراز کو قتل کرے اوسکو خدا بتحقیق کہ کفر کیا اوسنے مروان نے سنا تو عائشہ کے پاس جا کر عائشہ پر عتاب کیا عائشہ نے کہا کہ نکل یہاں سے اے فرزند گربہ چشم عورت کے میں گواہی دیتی ہوں رسول خدا صلعم پر کہ اونہوں نے تیرے باپ پر لعنت کی ہے اور تو اوسوقت اوسکی صلب میں تھا اس روایت میں سب مطلب آ گیا اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ عثمان نے حکم کو قرابت کی جہت سے بلایا تھا نہ کسی اور وجہ سے اور یہہ اسکے اور وجوہ جو بیان کرتے ہیں سب باطل ہیں کبھی کہتے ہیں کہ حضرت نے حکم کو منافقین کی دوستی اور فتنہ انگیزی کی جہت سے درمیان مسلمانونکے نکالا تھا اور بعد آنحضرت کے اور ابوبکر کے یہہ امر باقی نرہے تو عثمان نے اپنی خلافت میں اوسکو بلوا لیا یہہ دعوی ہی اونکا غلط ہے اسواسطے کہ اوسکو تو حضرت نے اس جہت سے نکالا تھا کہ وہ حضرت کی رفتار کی نقل کرتا تھا اور راز حضرت کا کفار کے روبرو ظاہر کرتا تھا یافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حکم نے حضرت کے راز کے ظاہر کرنیمیں دلیری کی اسواسطے حضرت نے اوسکو مدینہ سے باہر نکلوا دیا اور ایسے ہی افندی لکھتا ہے اور بعضے جواب میں کہتے ہیں کہ عثمان نے رسول خدا صلعم سے مرض الموت میں حکم کے بلا لینے کا اذن لیا تھا کہتا ہوں میں کہ اگر حضرت نے اذن دیدیا تھا تو حضرت کے روبرو ہی کیوں نہ بلوا لیا تاکہ زحمت پوچھنے کی ابوبکر اور عمر سے اونکی خلافت میں نہ پڑتی یہہ ایسا ہے جیسے کہ فاطمہ نے ہبہ کا دعوی فدک کا کیا اور خلیفہ اول نے کہا کہ مینے رسول خدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ مال یہہ میرا وارثونکو نہیں پہونچتا ایسا ہی عثمان نے دعوی اذن کا کیا کہ جسکو کوئی نہیں جانتا ہے یہانتک کہ ابوبکر اور عمر نے بھی عثمان کے کہنے کو نہ مانا اور اگر اذن حضرت نے دیدیا تھا تو ابوبکر اور عمر سے کیوں نکہا کہ مجھکو حضرت نے اذن دیدیا ہے حضرت اذن دیتے تو عثمان اونسے ظاہر کرتے بلکہ یہہ ایک بات عثمان کے مریدونکی بنائی ہوئی ہے بیچارہ عثمان نے کیوں کہا تھا کہ مجھکو اذن دیدیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر سے عثمان نے اذن دینے کا ذکر کیا تھا لیکن اونہوں نے کہا کہ شاہد دوسرا لاؤ بھلا یہاں مدعی کون تھا کہ جسکے واسطے دو شاہد درکار ہوں اور اگر یہہ امر درست ہو تو اسکے کیا معنے ہیں جو کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر اوسکے آنیکے واسطے روادار نہوئے کہ ہنوز فتنہ و فساد کا اوسکے احتمال باقی تھا اگر فتنہ ہی کا احتمال تھا تو عثمان کے قول کو سماعت ایکے دوسرا گواہ کیوں طلب کیا ہی کہا ہوتا کہ ابھی احتمال فتنہ کا اوسکے آنے سے ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے عثمان سے کہا تھا کہ تو اپنی خلافت میں اوسکو بلا لینا اگر حضرت نے ایسا فرمایا تھا تو عثمان نے بڑی خیانت کی کہ شیخین سے اوسکے بلانیکی اجازت چاہی حضرت نے تو اذن کو مقید کر دیا تھا کہ تو اپنے زمانہ میں بلانا بلکہ سیرۂ حلبیہ میں لکھا ہے کہ ابوبکر اور عمر تو اجازت چاہنے میں عثمان کو بہت ملامت کرتے تھے اور پہلے اس سے سبط ابن جوزی کی روایت میں گزر گیا ہے کہ مسلمانوں نے عثمان کو کہا کہ تو نے دشمن خدا اور رسول کو بلا لیا تو عثمان نے عذر کیا کہ مجھسے جناب رسول خدا صلعم نے وعدہ کیا تھا اوسکے بلانیکا مسلمانوں نے اوسوقت عثمان کو بہت ملامت کیا اور یہہ بھی بعضے کہتے ہیں کہ حکم آخر عمر میں نفاق سے توبہ کر کے مومن ہو گیا تھا یہہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ پہلے اس سے سبط ابن جوزی کی روایت میں گزر گیا ہے کہ حکم کے

جنازہ پر نماز پڑھنے سے مسلمانوں نے عثمان کو بہت ملامت کیا اور عائشہ نے کہا کہ اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر اور جس روایت میں یہہ ہے کہ عثمان نے مرض الموت میں رسولخدا صلعم سے سرگوشی کی اوسمیں حکم کے اذن دینے کا ذکر نہیں ہے کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ اوس سرگوشی میں اذن لے لیا ہو لیکن احتمال سے کیا کام نکلتا ہے صاف اذن اہلسنت کی روایتوں سے بھی ثابت نہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت نے وعدہ اذن کا فرمایا تھا لیکن اذن نہیں دیا تھا طرح طرح سے عثمان کے بدعت رفع کرینمیں جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں اور چوتھے یہہ کہ منا میں چار کی دو رکعت نماز پڑھنی چاہئیں نماز قصر کی مدینہ سے آنیوالونکو جو کہ ایام حج میں وہاں آتے ہیں اور جناب رسولخدا صلعم اور ابو بکر اور عمر نے بھی وہاں دو ہی پڑھی ہیں لیکن حضرت عثمان نے برخلاف شرع کے پوری چار ہی پڑہیں اور شفای قاضی عیاض میں ابن عمر سے روایت ہے کہ صلوٰۃ السفر رکعتان من خالف السنۃ فقد کفر یعنے نماز سفر کی دو رکعت ہیں جو کوئی مخالفت کرے طریقہ رسولخدا کو پس تحقیق کافر ہوا وہ اور صحابہ نے اس حرکت پر عثمان کو ملامت کیا اور اسکے جواب میں جو کہتے ہیں کہ عثمان مقیم ہو گئے تھے اور مکہ میں اونہوں نے نکاح کر لیا تھا وہاں خانہ دار ہو گئے تھے اور مسافر نرہے تھے یہہ جواب نہایت واہی اور پوچ ہے اسوسطے کہ مکہ میں اقامت کرنی مہاجر کو تین روز سے زیادہ حرام ہے اور یا یہہ کہو کہ عثمان مہاجرین میں سے نہ تھا اور شرف ہجرت سے اوسکو خارج کرو اور یا کہو کہ تین روز سے زیادہ جو اقامت کی عثمان نے تو فعل حرام عمل میں لایا اور مکہ میں اپنی اہل کے چھوڑنیکا بھی عذر مسموع نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم اپنی ازواج کو سفر میں ہمراہ رکھتے تھے تو نماز کو قصر کرتے تھے اور اگر مکہ میں عثمان کی اہل تھی تو چاہیئے تھا کہ اپنی اہل کو ہمراہ رکھتے تا کہ مخالفت سنت رسولخدا کی لازم نہ آتی چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ عثمان نے عذر اپنے تاہل کا مکہ میں کیا تو عبد الرحمان نے جو کہ بانی خلافت عثمان کا ہے یہی جواب عثمان کو دیکر ساکت کیا کہ تو نے اپنی اہل کو ہمراہ اپنے کیوں نرکھا کہ مخالفت سنت رسولخدا کی لازم نہ آتی جب عثمان لاجواب ہو تو کہا کہ میری رائے میں ایسا ہی آیا تھا اور علمائے اہلسنت عثمان کی عیب پوشی میں سوائے اسکے اور بھی تاویلیں کرتے ہیں کہ قابل سماعت نہیں ہیں اور پانچویں یہہ کہ اصحاب رسولخدا صلعم کو تکلیفیں اور آزار پہونچائے کسیکو مارا اوسکو شہر سے نکالدیا ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ اتفاق اہلسنت کا جمیع صحابہ کی عدالت پر ہے اور سند میں اسکے بہت سی آیات قرآن لکھی ہیں اور بعد اسکے لکھا ہے کہ اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ فاعلم انہ زندیق یعنے جس وقت دیکھے تو کسی مرد کو کہ نقصان بیان کرتا ہے اور عیب لگاتا ہے کسیکو صحاب رسولخدا میں سے تو جان تو کہ وہ بدمذہب ہے پس عثمان نے جو بعضونکی اہانت کی ہو جب اس قول اہلسنت کے علماء کے زندیق ٹھیرا بلکہ کافر چنانچہ مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ من اغاظ الصحابۃ فہو کافر یعنے جو شخص کہ غصہ میں لائے اصحاب کو وہ کافر ہے اور عثمان اونکو غصہ میں لایا تھا اور یا یہہ کہو کہ جو لوگ اصحاب رسولخدا میں سے عثمان کو عیب لگاتے تھے اور ملامت کرتے تھے اوسکو اوسکی حرکتوں پر وہ زندیق ہو اور عثمان نے اون لوگونکو نصیحت کرنے پر زد و کوب کیا اور مارا اور ابن مسعود کو قرآن کے ندینے پر مارا کہ عثمان چاہتا تھا کہ اوسکا جمع کیا ہوا قرآن اوس سے لیکر آگ میں جلا دوں اور صاحب تحفہ نے تحفہ کے باب مطاعن میں صحابہ کے آٹھویں طعن میں آیہ اِنَّ مَکَّنّاھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ اور آیہ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ الخ سے حجت پکڑی ہے کہ اصحاب فعل شنیع و فسوق و عصیان نہیں کر سکتے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ جو عثمان کی مذمت کرتے تھے اور خلافت سے اوسکو معزول کرتے تھے اور اوسکو حرکات خلاف شرع سے منع کرتے تھے اگر یہہ امور فعل شنیع ہوتے تو اصحاب ایسا نکرتے اسوسطے کہ فعل شنیع کا اون سے صادر ہونا موجب تحریر صاحب تحفہ ممکن نہیں ہے پھر عثمان نے اونکو کسوسطے مارا کہ اونکی گفتگو تو بہ ثابت عثمان کے افعال شنیعہ اور عصیان میں سے تھی اور عثمان نے جو زد و کوب کی صحابہ جلیل القدر کو تو صاحب تحفہ اوسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ وہ ہمصفیر منافقین کے اور اصحاب شر اور فتنہ کے تھے اور جو کچھ عثمان سے اونکو پہونچا اہانت اور تحقیر اونکو مستحق اوسکا جانا ارے یارو یہہ کیسی بیہودہ گفتگو ہے ایسے نامی آدمی کی کہ ایک مقام میں تو لکھا کہ صحابہ سے صادر ہونا عصیان کا ممکن نہیں اور دوسری جگہہ لکھا کہ وہ ہمصفیر منافقین اور اصحاب شر اور فتنہ تھے اور موافق روایت صاحب اصابہ کے جو پہلے گزری ہے کہ جو کوئی انتقاص صحابہ کا کرے وہ زندیق ہے تو اس روایت سے صاحب تحفہ بھی زندیقوں میں محسوب ہوئے کہ اونہوں نے صحابہ کو جنکو کہ عثمان نے زد و کوب کی تھی ہمصفیر منافقین اور اصحاب شر و فتنہ لکھا ہے عجیب و غریب ہے حال علما اہلسنت کا کہ کبھی تو صحابہ کو آسمان پر پہونچاتے ہیں اور کبھی تحت الثریٰ میں ڈالتے ہیں اور باوجود اس ڈھول اور دھینگے کے اور زد و کوب باہمی کے کہتے ہیں کہ الصحابۃ کلہم عدول اور کہتے ہیں کہ فرمایا حضرت نے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور خود ہی اونکی مذمت میں جو چاہتے ہیں سو لکھتے

ہیں ایک جگہہ مولوی عبدالعزیز صاحب باب مطاعن میں لکھتے ہیں کہ صحابہ سے فسوق و عصیان صادر نہیں ہو سکتا اور دوسری جگہہ باب مطاعن ہی میں مطاعن عثمان میں لکھتے ہیں کہ نزد اہلسنت عصمت خاصہ انبیا است صحابہ معصوم نبود اند و لہذا حضرت امیر و شیخین بعضے از صحابہ را حد زدہ اند و خود جناب پیغمبر مسطح را کہ از اہل بدر بود و حسان بن ثابت را زیر حد قذف گرفتہ اند و بعد اسکے لکھتے ہیں کہ و ماعز اسلمی را رجم فرمودہ اند و بسیارے را تعزیر و حد شرب خمر جاری فرمودہ اند اور پھر لکھتے ہیں کہ الصحابۃ کلہم عدول معلوم نہیں کہ یہہ کیسی عدالت تھی کہ جسمیں سنگسار ہوتے تھے اور حدیں اونپر جاری ہوتی تھیں اور شراب پیتے تھے اور زنا کرتے تھے اور زن عفیفہ کو تہمت زنا کی لگاتے تھے اور پھر عادل کے عادل باقی رہتے تھے و تعجب تو یہہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کی زوجہ کو تہمت لگا کر اور پھر عادل بھی باقی رہیں اور بعضے تقیہ پر طعن کر کے لکھتے ہیں کہ عثمان نے اونکو اسواسطے زدوکوب کیا کہ انہوں نے تقیہ نکیا عثمان سے اور بے ادبانہ گفتگو کی تو ترک تقیہ پر اونکو مارا بھلا اوسوقت تقیہ کا کون محل تھا اوس زمانہ میں تو سب ایک ڈہنگ پر تھے اور عثمان کا مذہب مخالف اہل اسلام کے نتھا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے تو اسواسطے اونہوں نے حرکات ناشایستہ کو جو موافق مذہب اہلسنت کے وہ حرکات بدعتیں اوسکو منع کیا تھا اسپر اسنے اونکو آزار پہونچایا ہاں پہلے سے اگر اونکو معلوم ہوتا کہ عثمان خدا اور رسولخدا سے برگشتہ ہو کر کافر ہو گیا ہے اگر اسکو ہم موافق شرع محمدی کے نصیحت کرینگے تو یہہ ہمکو اذیت پہونچائیگا تو اس صورت میں البتہ اونکو تقیہ کرنا چاہیئے تھا لیکن ایسا معلوم ہی نتھا بلکہ عثمان کو مسلمان سمجھکر نصیحت کی تھی پھر کیونکر تقیہ کرتے اور چھپتے یہہ مصاحف مقدسہ کو آگ میں جلایا اپنے جمع کیئے ہوئے قرآن کے جاری کرنیکے واسطے اور پاس حرمت کلام خدا کا نکیا اور یہہ جو کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود اور ابی ابن کعب نے ادعیۂ قنوت اور عبارات تفسیر قرآنوں میں درج کر دی تھی یہہ قول بالکل غلط ہے بلکہ رسولخدا صلعم نے حکم دیا تھا قرآن کے پڑھنے کا موافق قرأت ابن مسعود کے اور ابی ابن کعب کے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ پڑھو تم قرآن کو چار آدمیوں سے لیکر اور سب سے پہلے ابن ام عبد کا نام لیا اور دوسری روایت میں ابن ام عبد اور معاذ بن جبل اور ابی ابن کعب اور سالم مولے ابو حذیفہ سے ہے کہ انسے قرآن لو اور بعضے کہتے ہیں کہ اونمیں آیات منسوخہ تھیں اسواسطے جلایا میں کہتا ہوں کہ اب بھی تو آیات منسوخہ قرآن میں موجود ہیں اگر اس وجہ سے جلاتے تو اونکو کاہیکو باقی رکھتے یہہ عذر بھی نامعقول ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر وہ قرآن بھی جاری رہتے تو امت میں اختلاف ہو جاتا میں کہتا ہوں کہ ایک قرآن ابن مسعود کا یا ابی ابن کعب کا جاری کیا ہوتا جنکی قرأت کا جناب رسولخدا نے حکم دیا تھا پھر ایک قرآن ناقص جمع کر کے کاہے کو جاری کیا اور سوا اسکے یہہ ہے کہ اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سات قراتوں پر نازل ہوا ہے کہ سب وافی اور کافی ہیں اور یہہ اختلاف اونکے نزدیک مباح ہے یہہ جو عذر بھی اختلاف کے خوف کے نامعقول ہے اور ابن مسعود اپنے قرآن کے دینے سے جو انکار کرتا تھا تو اوسکو ایسا مارا کہ اوسکی پسلی ٹوٹ گئی اور اوسکو شہر سے باہر بھی نکالدیا بڑے ظلم کیئے ہیں عثمان نے اور سوا اسکے بہت سی بدعتیں عثمان نے کیں ہیں نماز عید سے پہلے خطبہ کا پڑھنا ایجاد کیا اور نماز جمعہ میں ایک اذان سے زیادہ دوسری اذان ایجاد کی جیسا کہ تاریخ الخلفا میں ہے اور تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے کہ عائشہ انکار کرتی تھی عثمان پر ہمراہ اون لوگوں کے کہ جو اوسپر انکار کرتے تھے اور جناب رسولخدا صلعم کے بال اور کرتہ نکال کر دکھلاتی تھے اور عثمان سے کہتی تھے کہ دیکھ یہہ پرانے نہیں ہوئے اور دین اونکا تو نے پرانا کر دیا اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ عثمان نے عمار کو مارا اسسبب سے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم جمع ہوئے اور پچاس آدمی اونمیں مہاجرین و انصار میں تھے اونہوں نے حدث یعنی بدعتیں عثمان کی لکھکر عمار کو دیں اور کہا کہ عثمان کے پاس یہہ خط لیجا تاکہ اسکو پڑھ کر اپنی حرکتوں سے باز آئے اور اگر باز آئیگا تو اوسکو خلافت سے معزول کر کے کسی اور کو خلیفہ کرینگے عمار نے وہ خط عثمان کو دیا اور کہا کہ یہہ خط رسولخدا صلعم کے اصحاب کا ہے پڑھ اور خوف کر کہ میں تجھکو نصیحت کرنیوالا ہوں یہہ سنکر عمار کو اسقدر مارا اور اپنے غلاموں سے پٹوایا کہ عمار غش کھا کر گر پڑے اور بیچارے [illegible] نمازیں حالت غش میں اونکی فوت ہو گئیں اور جلال الدین سیوطی نے بھی رسالہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ صحابہ رسولخدا صلعم معائب عثمان [illegible] عمار [illegible] غرض اسکے لکھنے سے یہہ ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ بدعتیں عثمان کی کسقدر ہونگی جو اصحاب رسولخدا صلعم نے لکھا بھیجی تھیں قال الشیخ الاشعری [illegible] آیتونکے ترجمہ میں بزرگی صحابہ ثلثہ بالخصوص و باقی صحابہ بالعموم مذکور ہوئی ہے اسلئے ہم کو تشریح کرنی [illegible] قول وآیت یہہ ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم [illegible] یعنے وعدہ کیا اللہ نے اون لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور کام کئے ہیں اونہوں نے اچھے البتہ جانشین کریگا اونکو بیچ زمین کے جیسے کہ جانشین کیا تھا اون لوگوں کو جو پہلے

اون سے تھے یعنی بنی اسرائیل اور البتہ متمکن کریگا واسطے اون مومنوں کے دین اونکا کہ پسند کیا ہے واسطے اونکے اور البتہ بدل دیگا اونکو بعد ڈرنے اونکے سے امن کو کہ عبادت کرینگے وہ میری نہ شریک کرینگے ساتھ میرے کسی چیز کو اور جو کوئی کفر کرے بعد اس وعدہ کے پس یہہ لوگ وہی ہیں حکم خدا کا باہر ہونیوالے انتہی اس آیت سے بزرگی اصحاب ثلثہ کی بالخصوص ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ و لیمکنن لہم پس مراد تمکین سے تمکین فی الجملہ ہے یا تمکین سے مراد تمکین کامل ہے کہ جو تمام روے زمین پر غلبہ ہوگیا ہو اگر تمکین فی الجملہ مراد ہے کہ بعضی جگہہ غلبہ ہوا ہو اور بعضی جگہہ نہوا ہو تو رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں حاصل ہوگیا تھا خلفاء ثلثہ کے زمانہ کی اور اونکے ما بعد زمانہ کی احتیاج نہوئی اور تفسیر بیضاوی میں آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت کے زمانہ میں غلبہ ہوگیا تھا اور مراد استخلاف سے معنی لغوی ہیں یعنے جانشین کریگا تمکو جیسے کہ جانشین کیا تھا پہلے لوگونکو یعنے بنی اسرائیل کو بعد ہلاک کرنے جبابرہ کے اور منکم کے لفظ میں من بیانیہ ہے چنانچہ کشاف اور بیضاوی میں لکھا ہے اور مراد اوس سے جمیع مومنین ہیں اور اگر مراد تمکین سے تمکین کامل ہے کہ تمام روے زمین پر غلبہ ہو سو وہ آج تک مسلمانوں کو نصیب نہیں ہوئی ہے اور تمکین کامل ہوگی مگر زمانہ میں حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے اور حق یہہ ہے کہ مراد اون لوگوں سے اس آیت میں حضرت صاحب الزمان اور اونکے مقلدین ہیں اور مراد تمکین سے تمکین کامل ہے کہ اونکے زمانہ میں ہوگی اور سوا اسکے اور وجہ بھی سننی چاہئیں کہ بعد نبی لا یشرکون بی شیئا کے کہنے سے زمانہ رسول خدا صلعم کا اور زمانہ خلفاء ثلثہ کا دونوں نکل گئے اسواسطے کہ اونکے زمانہ میں شرک موقوف نہوا تھا اکثر بلاد میں شرک تھا چنانچہ ابتک شرک موجود ہے پس زمانہ حضرت صاحب الزمان کا ہے جسمیں بالکل شرک نہوگا اور خدا ایتعالی فرماتا ہے کہ بدل دینگے ہم خوف سے امن کو خوف بھی سب جگہہ سے موقوف نہوا تھا اور اگر بعضی جگہہ کا خوف اور شرک مراد ہو تو یہہ نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہہ وعدہ فی ہے اور جسوقت یہہ آیت نازل ہوئی تھی تو مدینہ منورہ میں اوسوقت نہ خوف باقی رہا تھا اور نہ شرک تھا اور اگر کوئی کافر بھی تھا تو وہ مغلوب دبا ہوا تھا پھر وعدہ کرنے سے کیا فائدہ کہ بعضی جگہہ تو اوسوقت بھی خوف اور شرک نتھا اور بعضی جگہہ شرک ہوتا اور بعضی جگہہ نہوتا اب بھی موجود ہے کبھی دفع ہی نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ مراد دفع ہونے شرک سے کل زمین سے ہے اور وہ ابتک وقوع میں نہیں آیا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ حکیم علی الاطلاق بعضی جگہہ کے شرک کے دفع کرنیکا وعدہ کرے اور نہیں ہوگا وہ مگر زمانہ حضرت صاحب الزمان کا کہ جسمیں کل زمین پر سے شرک جاتا رہیگا پس خلفاء ثلثہ کی کوئی فضیلت اس آیت سے ثابت نہوئی بلکہ وہ تو اوس زمانہ میں عذاب میں گرفتار ہونگے اور اس سے پہلے جس جگہہ کہ سنی اس آیت کو خلفا کے صحابہ کے فضائل میں ہم مفصل اسکے جواب میں لکھ چکے ہیں قال الشیخ الاشعری اور باقی حضرت عائشہ کا حضرت عثمان کی نسبت اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا احراق المصاحف کہنا یہہ سب ابن قتیبہ و ابن اعثم کوفی شماطی کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں اور یہہ جماعت کذابوں کی جماعت مشہور ہے اور شیعہ غالی ہیں اونکے کہنے کو سنیوں کی طرف منسوب کرنا اوسی مثل مشہور کا مصداق بننا ہے پاد آپ لگاوے اور ونکو مولویصاحب کو شرم نہیں آتی ہے کہ ان افسانہا دروغ کو سنیونکی کتابوں کی طرف منسوب کیکے ایک دوسرا جھوٹ اپنی گردن پر رکھتے ہیں اقول مولویصاحب تو سنیوں کی اور کتابوں سے لکھتے ہیں کہ عائشہ عثمان کو ایسا فرمایا کرتی تھیں لیکن اس شیخ نجدی کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ اعثم کوفی اور ابن قتیبہ بھی ایسا لکھتے ہیں اور یہہ جو کہتا ہے کہ یہہ شیعہ غالی ہیں اور کذاب مشہور ہیں یہہ سب غلط ہے اور شیعہ تو انسے تبرا کرتے ہیں یہہ لوگ شیعہ کاہیکو ہیں مگر عادت علماء اہلسنت کی یہہ ہے کہ جو کوئی اہلسنت میں سے کوئی روایت حق بیان کرتا ہے کہ جس سے حقیت شیعہ کی پائی جاتی ہو تو اوسکو کہتے ہیں کہ یہہ بڑا رافضی اور شیعہ غالی ہے اور جو کوئی خارجی اور دشمن اہلبیت ہے اوسکو بہت معتبر جانتے ہیں دیکھو صحیح بخاری کے راوی اوسکے خوارج بھی بہت ہیں اور سنی مصنف کو رافضی ٹھیرا دینا سب سے زیادہ دستور شاہ عبدالعزیز صاحب کا ہے اور اس شیخ نجدی نے بھی اونکے ہی لکھنے سے لکھا ہے اور شاہ صاحب کا عجیب و غریب حال ہے باب مطاعن میں مطاعن عثمان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ و ابن قتیبہ و ابن اعثم کوفی و شماطی کہ عمدہ مورخین شیعہ اند میں کہتا ہوں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین باوجود اس شہرت اور نام کے تعجب ہے ایسے بزرگ سے کہ جن لوگوں سے شیعہ بیزار ہوں اور اون سے تبرا کرتے ہوں اونکو لکھتے ہیں کہ عمدہ مورخین شیعہ کے ہیں اور حال یہہ ہے کہ مورخ کوئی شیعہ نہیں ہے جسقدر کہ مورخین ہیں سب اہلسنت میں سے ہیں مگر اخوند ملا محمد باقر مجلسی نے حیات القلوب تاریخ اپنے مذہب کے موافق البتہ لکھی ہے اور یہی ابن قتیبہ مولف کتاب الامامۃ والسیاسۃ شاہ صاحب جسکو شیعہ لکھتے ہیں اسکو وہ باب کید تحفہ کے میں لکھتے ہیں کہ یہہ اہلسنت میں سے ہے ایک شخص کی کسی روایت کو اگر مفید شیعوں کے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہہ شیعہ ہے اور اگر سنیوں کے مفید دیکھتے ہیں تو اوسیکو جسکو شیعہ کہا تھا سنی کہنے لگتے ہیں عجب حال ہے انکا اور ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ ابو محمد صاحب التصانیف سچا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ قال الخطیب کان ثقۃ دینا فاضلا وقال السلفی کان ابن قتیبۃ من الثقات واهل السنۃ یعنے خطیب نے کہا ہے کہ تھا وہ ابن قتیبہ معتمد دیندار فاضل اور سلفی نے کہا ہے کہ تھا ابن قتیبہ معتمدوں میں سے اور اہلسنت میں سے تھا اور یہہ جو شاہ صاحب نے باب مکائد تحفہ میں لکھا ہے کہ ایک ابن قتیبہ شیعوں میں سے بھی ہے

بالکل غلط ہے شیعوں میں کوئی علما دین سے اس نام کا نہیں ہے اور نہ کوئی کتاب دنیا میں ابن قتیبہ شیعہ کی ہے ابن قتیبہ سنی صاحب کتاب الامامۃ والسیاسۃ ہے جسکے قول کو
ہم سند میں لاتے ہیں اور ابن اعثم کوفی کو شیعہ کہنے کی وجہ یہہ ہے کہ لسان المیزان میں لکھا ہے کہ یاقوت کہتا ہے کہ وہ شیعہ تھا چنانچہ صاحب تحفہ نے حاشیہ تحفہ میں لکھا
اور میں یہہ بات کہتا ہوں کہ وہ جو اوسکو شیعہ کہتا ہے وہ دشمن علی اور خارجی تھا چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ کان متعصبا علی علی ابن ابیطالب یعنے تھا متعصب علی
ابن ابیطالب پر اور اوسی میں لکھا ہے کہ اوسنے خوارج کی کتابیں مطالعہ کی تھیں اور اوسکے ذہن میں عداوت علی کی جم گئی تھی اس جہت سے اعثم کوفی کو کہ وہ فضیلت علی
کی جو بیان کرتا ہے تو اوسکو شیعہ کہتا ہے اور شیعہ کہنے کا سنی کو مضائقہ بھی نہیں ہے اسواسطے کہ مولوی عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ شیعہ ہم ہیں اور شماطی تاریخ
طبری کا اختصار کیا ہے اور اپنی طرف سے اوسنے کچھ اوسمیں زیادہ نہیں کیا ہے اور اعثم کوفی نے جو حضرت علی کی تعریف میں روایتیں بیان کیں ہیں اور اونکے اعدا کے
ظلموں کی روایتیں لکھی ہیں اسواسطے اوس خارجی نے اوسکو شیعہ کہدیا اور شاہ صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں لسان المیزان سے اوسی قول کو نقل کیا ہے اعثم کوفی کے
تشیع میں اور اب ایک اور امر ہم سننا چاہیے کہ مولوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ حضرت عائشہ عثمان کے حق میں فرمایا کرتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا ابن قتیبہ اور
ابن اعثم کوفی کے لکھے ہوئے ہیں نہیں لکھتے اہلسنت بلکہ علما معتبرین نے لکھنے سے لکھتے ہیں چنانچہ ابن اثیر صاحب جامع الاصول کتاب نہایہ میں باب النون مع العین میں نعثل
کے لغت میں لکھتے ہیں کہ النعثل الشیخ الاحمق وذکر الضباع ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا یعنی عثمان وہذا کان منہا لما غاضبتہ وفی بیت المحکمۃ یعنی نعثل شیخ احمق
کو کہتے ہیں اور اسی سے حدیث عائشہ کی ہے کہ جو کہتی تھی قتل کرو شیخ احمق کو قتل کرے خدا شیخ احمق کو یعنے عثمان کو اور یہہ عائشہ نے اوسوقت کہا تھا
جسوقت اوسپر غصہ ہوئے تھے اور مکہ کو روانہ ہوئے تھے اور انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون تصنیف علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی میں جنگ جمل کے ذکر میں
لکھا ہے کہ حضرت علی نے طلحہ اور زبیر اور عائشہ کو خط لکھا پہلے تو طلحہ اور زبیر کو لکھا بیعت کے توڑنے میں اور پھر حضرت عائشہ کو لکھا کہ اما بعد فانک قد خرجت
من بیتک تزعمین انک تریدین الاصلاح بین المسلمین وطلبت بزعمک دم عثمان وانت بالامس تولبین علیہ فتقولین فی ملا من اصحاب رسول اللہ صلعم اقتلوا نعثلا فقد کفر قتلہ اللہ والیوم تطلبین بثارہ
حاصل اسکا یہہ ہے کہ نکلی تو اپنے گھر سے گمان کرتی تھی تو اس امر کا کہ تو درمیان مسلمانوں کے صلح کرانیکا ارادہ رکھتی ہے اور طلب کرتی ہے تو اپنے گمان میں خون
عثمان کا اور کل کی بات ہے کہ اوسپر تو لوگوں کی چڑہائی کراتی تھی اور کہتی تھی تو اصحاب رسول خدا صلعم کے روبرو کہ فقد کفر قتلہ اللہ والیوم تطلبین بثارہ فاتقی اللہ وارجعی
الی بیتک واسبلی الیک سترک قبل ان یفضحک اللہ قتل کرو اس ریش دراز کو کہ تحقیق کفر کیا ہے اسنے قتل کرے اسکو خدا اور آج طالب کرتی ہے تو خون اوسکا ڈر تو خدا اور پھر جا تو
اپنے گھر کو اور پردہ کو اپنے لٹکا دے پہلے اس سے کہ رسوا کرے تجھکو خدا اور سبط ابن جوزی کہ جو شاہ عبد العزیز صاحب کے نزدیک معتبرین میں سے ہیں اور تحفہ میں اونکے
قول کو سند میں لاتے ہیں اوسنے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے کہ حکم خلافت عثمان میں مر گیا تو اوسکے جنازہ پر عثمان نے نماز پڑھی اور اوسکے دفن کرنیکو اوسکے
جنازہ کے ہمراہ گیا یہہ خبر عائشہ کو ہوئی تو عثمان کو کہلا بھیجا آدمی بناکر کہ تجھکو اشتیاق کا مدینہ میں لانا کافی نہوا حتی تعطیہ اموال المسلمین وتصلی علیہ وتشیعہ وبہذا السبب
قالت اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر یہانتک کہ بخشتا ہے تو اوسکو مال مسلمانوں کا اور نماز پڑہتا ہے تو اوسکے جنازہ پر اور اوسکے جنازہ کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور اسی سبب سے کہا عائشہ نے
عثمان کو کہ قتل کرو تم شیخ احمق ریش دراز والے کو قتل کرے اوسکو خدا کہ تحقیق کفر کیا اوسنے اور استیعاب میں بھی اشارہ طرف اسکے ہے اور حبیب السیر میں لکھا ہے
کہ عائشہ چون بسبب نقصان وظیفہ خود از عثمان رنجیدہ بود دم بدم بر قتل او حریص وترغیب نمود وسیگفت اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ
بالجملہ بعضے ازین امور کہ حامل وباعث شد عائشہ را کہ در شان عثمان سیگفت لعن اللہ نعثلا وقتل اللہ نعثلا اور یہہ وہ کتابیں ہیں کہ صاحب تحفہ کے نزدیک معتبر ہیں اور سوا اسکے بہت
کتابوں میں لکھا ہے اور یہہ شیخ نجدی انکار کرتا ہے اور اب ہم پوچھتے ہیں کہ شیخ جیو اگر ابن اعثم کوفی اور ابن قتیبہ کو اہلسنت سے خارج کر دیگی تو انکو تو خارج نکر دیگی کہ بڑے
معتبرین میں سے ہیں اور دیکھو تمہارے علما ہی یاد ہیں یا نہیں اور جھوٹے تم ہو یا ہم ہیں اب تمکو شرمانا چاہیے ایسے جھوٹ بولنے سے قال الشیخ الاشعری
خیر جو صاحب کہ ان کتب کو سچا سمجھتے ہیں وہ تو حقیقۃ الامر کو آپ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے اونکی اطمینان کے لیے اتنی بات بہت ہے کہ اقتلوا جو ہے اوسکے ترجمہ میں تو قتل کر جو
واحد کا ترجمہ ہے رقم فرماتے ہیں چنانچہ ملاحظہ نقل خط مولوی صاحب سے معلوم ہو جائیگا اسمیں تو خیر یہہ بھی احتمال ہے کہ کرو کے واؤ سہو مولوی صاحب کے سے رہگئی ہو مگر اسمیں تو
کچھ بھی گنجایش نہیں کہ لعن کا ترجمہ لعنت کرے ذریت رقم ہے کہ جو ماضی کی جا امر یا انہیں لفظ اللہ کے ترجمہ میں ضمیر جمع غائب کے معنے نہ معلوم یہہ کس نے محاورہ کے موافق مولوی صاحب
نے ترجمہ کیا ہے ادنے ادنے طالب علم جانتا ہے کسی طفل مزاج کو مصدر کے معنے بتلادیجیے تو اگر اوسمیں پایہ فہم ہوگا تو وہ صیغ اقتلوا اور لعن کے معنے بتلا سکتا ہے مگر حیا ہے لوگوں کو
اس تحریر کہ مقتدا شیعہ اور امام الاسیہ ہوگئے ہیں کہ انہوں نے جمع اور واحد و ماضی اور امر کے فرق نہیں سمجھتے بجز اسکے کہ نہیں اور کیا کہا جائے کہ یا تو حضور کو میزان لکھنے کا سلیقہ نہیں اور یہہ

عمامہ بندی و رکرتہ پوشی اور دعوی علم اور امامتہ کرنیکے پر ہے کہ دو چار باتیں کہیں سے سُن بہاگتے ہیں اور بوجہ جالسازی عوام کی نظربندی کرکے روٹیاں مروڑتے
ہیں یا قدر قلیل بائیہ علم تو ہے پر خداوند کریم نے موافق وعدہ اللہ لا یہدی القوم الظالمین مولویصاحب کو بوجہ شامت بد اعتقادی اور بدگوئی مقربان ابن صحابہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ
وصحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولویصاحب کے لیئے اتنی بھی توہدایت نہیں کی ترجمہ ہی ٹھیک کرلیں بہر حال اس سلیقہ اور اس استعداد پر ایسے ایسے مضامین عالی میں گفتگو کرنیکو لکہا
ہے اور اہل سنت کہ اونکا طریقہ ہو بہو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اوسمیں ہرگز گنجایش حرف گیری نہیں اور مجہنے کو موجود ہیں اقول ترجمہ کی غلطی پر اسقدر دار و گیر کرنی
اور مذمت کرنی سزاوار اہل علم کے نہیں ہے اسیقدر تنبیہ کفایت کرتی ہے کہ ترجمہ اسکا غلط کیا ہے لیکن وہ عداوت جو معاویہ کو علی سے تھی وہ کہاں جاوے اگر مریدان معاویہ
اولاد علی کی مذمت نکریں تو معاویہ کے طریقہ سے خارج ہو جاویں اور توجو کہتا ہے کہ خط میں ترجمہ اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا کا غلط لکھا ہے وہ خط مولویصاحب کا نہیں ہے
بلکہ مولویصاحب کے خط کی نقل ہے اوسکے نقل کرنیوالے نے پہلے غلط لکھدیا ہے جس شخص کے پاس مولویصاحب نے خط روانہ کیا تھا اوسنے وہ خط تو اپنے پاس رکھا اور اوسکی نقل کرا
کسی سُنی کو دیدیا کہ جسنے تیرے پاس اوسکو بہیجا ہے اور مولویصاحب عمداً ایسی غلطی نہیں کرسکتے بھلا جو شخص کہ عربی عبارتیں لکھتا ہو اور عربی کی کتابیں پڑھاتا ہو عقل میں
کب آتا ہے کہ وہ جمع کا ترجمہ واحد کرے اور ماضی کا ترجمہ امر کرے یہہ بات تو ہرگز کسیکی عقل میں نہیں آتی ایسا کام تو اونکے شاگرد بھی نکرینگے اور ہمنے فرض کیا کہ تیرے پاس جو
خط پہونچا ہے وہ مولویصاحب ہی کے ہاتہ کا لکھا ہوا تھا مگر وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے کہ ہر ایک لفظ کا علیحدہ علیحدہ ترجمہ کیا ہو بلکہ حاصل فقرہ کا لکھدیا ہے اور لعن اللہ کا ترجمہ
لعنت کرے خدا چاہیئے تھا اگر اوس خط میں اسکی جگہہ لعنت کرو لکھدیا تو کیا مضائقہ ہے کہ جب خدا کی لعنت ہوگی تو بندونکی بھی لعنت ہوگی اوسکے اصلی معنے کی جگہہ
یہہ لکھدیا ہے اسواسطے کہ یہہ حاصل ہو سکتا ہے نہ لفظی ترجمہ اور سوا اسکے یہہ ایک خط تھا ایک شخص کے نام اور ہر کوئی خط کو مکرر نہیں دیکھتا ہے کوئی کتاب مناظرہ کی نہ تھی کہ اوسکو
مکرر سہ کرر دیکھتے اور خط بھی ایسے شخص کے نام تھا کہ وہ عربی عبارت کو نہیں سمجھتا تھا بے تامل لکھدیا اور دوبارہ اوسپر نظر نکی یہہ کیا معلوم تھا کہ یہہ خط کسی ناصبی کے ہاتہ جا
پڑیگا وہ اوسکو دست کرکے بہیجیگا اور مولویصاحب بیچارہ کب کہتے ہیں کہ میں متبحر اور بڑا عالم ہوں جیسے کہ تو تعلیاں کرتا ہے اور جا بیجا اونکی مذمت لکہتا ہے لیکن تجکو دیکھئے
کہ باوجود اس خود ستائی اور دعوے کے تو بھی کیسا اوندھے موںہہ گرا ہے کہ جعل سازی کی لفظ میں عین کی جگہہ الف لکھا ہے یہہ تو نے لغت کا تو نے نفظ لکھا ہے مولویصاحب
کو تو یہہ کہہ سکتے ہیں کہ اونسے سہو ہوا اور تجکو ایسا نہیں کہہ سکتے بلکہ تیری تحقیق یہی ہے کہ تو لفظ غلط کو صحیح نہیں جانتا ہے مولویصاحب کی غلطی میں وہ تیری غلطی میں بڑا
فرق ہے کہ تجہیں جہل مرکب ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ بوجہ جالسازی عوام کی نظربندی کرکے روٹیاں مروڑتے ہیں اسکا جواب بعد اسکے آتا ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ
موافق وعدہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین مولویصاحب کو بوجہ شامت بداعتقادی و بدگوئی مقربان و من صحابہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولویصاحب کے
لیئے اتنی بھی توہدایت نہیں کرتا کہ ترجمہ ہی ٹھیک کرلیں سو ظالم تو تیرے پیر تھے کہ جنہوں نے اہل بیت علیہم السلام کے حقوق غصب کیئے اور فاطمۃ الزہرا دختر سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ کا گہر
جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے اور اصحاب رسول مقبول کو تکلیفیں اور آزار پہونچائے کسی کو مارا اور کسیکو شہر بدر کیا اور اصحاب رسول ہمارے نزدیک سب ممدوح اور نیک ہیں مگر چند شخص
کہ جنہوں نے حقوق اہل بیت غصب کیئے اونکو البتہ برا کہتے ہیں اور صحبت رسول مقبول کو لازم نہیں ہے کہ فعل بد کسی سے صادر نہو حضرت کی صحبت میں منافق بھی بہت تھے کہ ظاہر
میں مسلمان بنے ہوئے تھے مولوی جامی کہتے ہیں بیت هر کرا دید بہ بہبود نبود * دیدن روئے نبی سود نبود * اور اسی طرح سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکہتے ہیں اور وہ ترجمہ
غلط مولویصاحب کا کیا ہوا نہیں ہے اور کیونکر عقل میں آوے کہ جسنے تمام قرآن کا ترجمہ کیا ہو وہ ایسا غلط ترجمہ کرے اور اگر ماضی کا ترجمہ امر ہوتا تو اسطرح ہوتا کہ لعنت
کر تو خدا بلکہ اوسمیں تو امر کے جمع کا ترجمہ ہے اور اللہ کا لفظ ترجمہ میں مذکور نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ لعن اللہ کے لفظ کا ترجمہ یہہ نہیں ہے نہ غلط نہ صحیح بلکہ العنوا کی لفظ کا
ترجمہ ہے کہ برعایت اور مطابقت اقتلوا کے لکھدیا ہے اور لعن اللہ کے ترجمہ میں غلطی نہیں کی ہے کہ ماضی کے معنے امر لکھدیئے ہوں اور یہہ جو لکھا ہے کہ اور اہل سنت سے کہ اونکا طریقہ
ہو بہو سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اوسمیں ہرگز گنجایش حرف گیری کی نہیں اور مجہنے کو موجود ہیں اہل سنۃ کا طریقہ بالکل خلاف سنۃ رسول اللہ صلعم ہے اور یہہ طریقہ
اونکا طریقہ معاویہ کا ہے کہ اوسنے اس طریقہ کا نام اہل سنت رکھا ہے اور اوسی روز سے اہل سنت و جماعت کہلاتے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفا میں
لکھا ہے اور معاویہ وہ شخص ہے کہ جسپر لعنت کی ہے رسولخدا صلعم نے چنانچہ بعد اسکے آئیگا اور پہلے اسسے بھی ہم لکہہ چکے ہیں اور معاویہ اور اوسکے ہمراہیونکو جناب رسالتمآب نے
جہنمی فرمایا ہے چنانچہ فرمایا عمار یاسر کو کہ تجکو گروہ باغی قتل کرینگے کہ تو اونکو طرف بہشت کے بلاتا ہوگا اور وہ تجکو طرف دوزخ کے بلاتے ہونگے چنانچہ
فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور عمار یاسر کو قتل کیا ہے معاویہ کے ہمراہیوں نے جو کہ بقول رسولخدا ناری تھے پس معاویہ کے ہمراہی اور مرید جو کہ اوسکو امام
صدق جانتے ہیں اور اپنے تئیں اہل سنت کہتے ہیں اور فخر کرتے ہیں معاویہ کے رکھے ہوئے نام پر وہ بھی ناری ہیں اور مطابق سنت رسولخدا صلعم کے مذہب شیعہ ہے کہ

کہ جنکے حق میں ارشاد ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ یعنے اے علی تو اور شیعہ تیرے بیچ جنت کے ہونگے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو حضرت علی کے شیعوں کی
بشارت سنی تو دعوی کیا کہ ہم ہیں شیعیان علی بھلا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی سیاہی کو سفیدی کہے۔ برعکس نہند نام زنگی کافور + اور شرح مواقف وغیرہ میں لکھا
کہ شیعہ وہ ہے کہ جو متابعت علی کی کرے اور بعد رسول خدا کے خلیفہ حق حضرت علی کو جانے پس شیعہ حیدریوں میں محسوب ہیں او اہل سنت بکریوں کی ریوڑ میں داخل ہیں اور
بڑے تعجب کی بات ہے کہ پھر کہتا ہے کہ اہل سنت کے طریقہ میں گنجایش حرف گیری کی نہیں ہے ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں گنجایش حرف گیری کی نہیں ہے
اور ایسے ہی نصرانی کہتے ہیں لیکن یہہ سب تو بے دلیل ہیں لو شیعوں کے مقابلہ سے بھاگتے پھرتے ہیں اور شیعہ سنیوں سے او جھتے کیا ہیں بلکہ اونکے مزعومات
فاسدہ کو باطل کرتے ہیں قال الشیخ الاشعری اور باانیہمہ ایسی ایسی کتب کا حوالہ دیتے ہیں کہ بجز ادیب کامل اونکا مطلب صحیح نہیں سمجھ سکتا ہے اس
اسلئے اونکو دیکھکر تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اگر بالفرض کچھ فریب نہیں تب غلطی فہم سے تو مولویصاحب کی باتیں خالی نہونگی اقول اگر تیری سمجھ میں نہیں آتا ہے
مطلب کتابکا تو یہہ کیا ضرور ہے کہ اور کسی کے بھی سمجھ میں نہ آئے سچ کہتے ہیں کہ المرء یقیس علے نفسہ ایسی کیا چیستانیں ہے وہ کتابیں اور کیا فائدہ ہے اونکے لکھنے سے
کہ اگر کوئی بڑا ادیب کامل ہو تو اونکو سمجھے اور نہیں تو بیکار ہیں جو شخص عربی پڑہا ہوا ہے اور عربی کا ترجمہ کرسکتا ہے وہ البتہ اون کتابوں کو پڑہ لیگا یہہ دلیل عاجزی
کی ہے جو ایسے جب آدمی کو جواب نہیں آتا ہے تو ایسا ہی کہتا ہے خصوصا اہل سنت کہ جسوقت شیعوں کے جواب سے عاجز ہوتے ہیں تو کبھی تو کہتے ہیں کہ اسکا مطلب اور
کچھ ہوگا تمہاری سمجھ میں نہیں آیا اور کبھی کہتے ہیں کہ ایسی روایتیں رافضیوں نے ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ اسکا راوی بڑا
شیعہ غالی ہے ایسے ایسے عذر پیش کرتے ہیں قال الشیخ الاشعری مگر ایک توجیہ ہوسکتی ہے یعنے یوں کہیئے کہ مولویصاحب بھی سمجھ فرماتے ہیں کہ
اہلسنت کی کتابوں میں ان روایات کو لکھا ہوں لکھدیا ہے کہ یہہ روایات موضوع و افترا ہے شیعوں کے گھڑے ہوئے وہاں کچھ اور مطلب تھا مولویصاحب کمال
فطانت سے اپنا مطلب سمجھ گئے اقول ایسا کسی سنی نے نہیں لکھا ہے کہ ان روایات کو لکھکر بعد اوسکے لکھدیا ہو کہ یہہ افترا شیعوں کا ہے بلکہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب
کو جواب اسکا نہ آیا تو لکھدیا کہ یہہ افترا ابن اعثم کوفی اور ابن قتیبہ کا ہے اور یہہ دونو شیعوں میں سے تھے سو اسکو ہم پہلے اس سے باطل کرچکے ہیں اور اگر یہہ بات ہوتی
کہ وہاں مطلب کچھہ اور تھا اور مولویصاحب کچھہ اور سمجھہ گئے تو یہہ کیوں لکھتے کہ یہہ رافضیوں کی بنائی ہوئی بات ہے یہی لکھتے کہ اسکا مطلب یہہ ہے
اور جو کچھہ تم سمجھے ہو وہ نہیں ہے بھلا ایسی بیہودہ سرائی سے کیا فائدہ کہ جسکو کوئی عقلمند قبول نکرے قال الشیخ الاشعری سو اس قاعدہ پر اگر
مولویصاحب جمے رہیں تو ہمیں یقین ہے کہ رفتہ رفتہ ترقی کرکے کتاب اللہ سے مال کے ندینے کے مضمون نکالکر مال دار لوگوں سے بہت سا کچھہ کما لیگے کیونکہ کلام
اللہ میں ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاہم اللہ من فضلہ کے بعد خیرا لہم لکھا ہے تو کل کو مولویصاحب فرمانے لگیں گے زکوۃ کا ندینا بہتر ہے اور فرعون
کے حق میں ربکم الاعلے مذکور ہے تو فرعونکو رب اعلی بتائیں گے اقول شیعوں کے علماء ان امور سے پاک اور صاف ہیں یہہ کام اہل سنت کے علماء کا ہے
کہ خوشامد میں سلاطین بنی امیہ اور بنی عباس کے صدہا روایتیں بنائیں تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے کہا کہ میرے محل میں ایک عورت ہے
اور میرا دل اوسکی طرف بہت مائل ہے جب میں اوس سے مجامعت کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ کہتی ہے کہ میں تیرے باپ مہدی کی مدخولہ ہوں اسکی حلت کی
کوئی صورت پیدا کرنی چاہیئے ابو یوسف نے کہا کہ تم اوسکو اپنے تصرف میں لاؤ عورت کے کہنے کا کچھہ اعتبار نہیں ہے یہہ فتوی دیکر ابو یوسف نے انعام
حاصل کیا صاحب کتاب بعد بیان کرنے اس روایت کے تعجب کرکے کہتا ہے کہ میں کسکو کہوں اوس بادشاہ کو کہوں یا اوس امام کو کہوں کہ جسنے یہہ فتوی دیا
اور ایسے ہی قریب اس روایت کے ایک اور روایت اوسی کتاب میں لکھی ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ عثمان
کے فضائل تو بہت ہو گئے ہیں اب خلفاء اولین کے فضائل بناؤ اور ابوتراب کے حق میں کوئی روایت نکلنے پائے یہہ سبب ہے کہ جو فضائل خلفاء کے مشتہر
ہوئے اور نفس الامر میں کوئی فضیلت اونکے واسطے نہیں ہے قال الشیخ الاشعری علے ہذا القیاس مولویصاحب کا یوں رقم فرمانا کہ استیعاب میں لکھا ہے
یہانتک بہتیں کہ صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنگ ہو کر اونکو قتل کیا سراسر دروغ اور بہتان صاف ہے اقول مولویصاحب کا فرمانا
دروغ نہیں ہے بلکہ راست ہے چنانچہ جانیگا تو اور بہت سی کتابوں کے حوالہ اوسکا سنیگا تو اور بدعتوں کا تو ذکر ہم ابھی کرچکے ہیں اور کچھہ بدعتیں بھی کہ جنکو
ہوگئے قتل کے ذکر میں دروغ اسمیں کچھہ نہیں ہے اہل سنت کی کتابوں میں سب مذکور ہے قال الشیخ الاشعری اتنی بات تو عوام اور نادان بھی جانتے
ہیں کہ اہل سنت میں سے کوئی شخص حضرت عثمان کی نسبت حرف گیر نہیں دل و جان سے ہر کوئی اونکا معتقد خالص ہے اور مبتدع اور اہل بدعت کو اہل سنت سمجھہ

گمراہ سمجھتے ہیں اور جو مخالفت اونسے لکھتے ہیں اور کیونکر مخالفت نرکھیں بدعت تو خلاف سنت ہی کو کہتے ہیں **اقول** یہہ سب اہل سنت ہی تو ہیں جو کہ عثمان کی بدعتوں کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور جو کچھ شیعہ کہتے ہیں سنیونکی کتابوں سے کہتے ہیں نہ اپنی کتابوں سے اور اگر ایسے بدعتی آدمی سے اعتقاد خالص رکھیں یا وجود علم اوسکی بدعتوں کے تو خوبی اس مذہب کی معلوم ہوگئی او رہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ایسے آدمیونسے کہ جسکا یہہ حال ہے اعتقاد رکھکر اپنے دین کو خراب کرتے ہیں اور پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ عثمان نے اکثر کام خلاف سنۃ رسول مقبول اور مخالف حضرت کی مرضی کے کئے ہیں اور یہی بدعت ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اگر ایسے معتبر کتابوں میں حضرت عثمان کی نسبت مبتدع ہونا مذکور ہوتا تو اہل سنت میں سے اونکا کوئی نام بھی لیتا چہ جائیکہ یہہ اعتقاد **اقول** اگر عثمان کو مبتدع کسی نے نہیں لکھاہے تو اوسکے وہ افعال تو لکھے ہیں جو اوسکے مبتدع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور آدمی کا حال اوسکے افعال ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ کیسا ہے اور افعال حضرت عثمان کے پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں ان افعال کو دیکھو کہ بظاہرہ افعال مبتدع کے ہیں یا نہیں اور عثمان نے حد شرع سے تجاوز کیا ہے یا نہیں اور مخالفت خدا اور رسول اللہ اور شیخین کی کی ہے یا نہیں **قال الشیخ الاشعری** یہہ سب مولوی عمار علی صاحب کی جالسازی ہے مگر موافق نقل مشہور حق برزبان جاری شود مولویصاحب بلکہ پیشوایان مولویصاحب اس جھوٹ میں بے ساختہ حق کہہ گزرے **اقول** جعلساز تو اہل سنت کے علماء ہیں کہ جسکی پیروی کریں اوسکے عیبوں کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور جب کوئی دوسرا اون عیبوں کا تعرض کرے تو اوس سے دست بگریباں ہوتے ہیں اور اون عیبوں میں تاویلیں کرنے لگتے ہیں اور اگر ایسا ہی تھا تو عیبونکو کتابوں میں درج کیا ہوتا لیکن حق برزبان جاری وہ عیب اور ظلم اونکے پوشیدہ کب ہوسکتے ہیں آخر کو علماء اہلسنت ہی کی قلم سے وہ ظاہر ہوگئے اور معلوم نہیں وہ کونسا حق ہے کہ جھوٹ میں مولویصاحب کہہ گزرے ہیں اوسکو بیان کرنا چاہیئے تھا اور کام تو ہمارے علماء کا ہمیشہ حق ہی کہنے کا ہے حق سے کبھی تجاوز نہیں کرتے ہیں بخلاف علماء اہل سنت کے کہ جھوٹی روایتیں بناکر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں جیسا کہ زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس میں ہوا اہل بیت علیہم السلام کی عداوت میں **قال الشیخ الاشعری** اتنا تو معلوم ہوا کہ اہل بدعۃ قابل قتل ہیں سو اہل سنت کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کس درجہ کے مقبول ہونگے او جب اہل سنت مقبول ہوئے تو لاجرم شیعی مردود اور داخل زمرۂ اہل بدعۃ اور قابل قتل ہونگے **اقول** ہاں البتہ اہل بدعت قابل قتل ہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں اور حضرت عثمان جو قتل ہوئے ہیں اسی واسطے تو قتل ہوئے ہیں کہ اونہوں نے بدعتیں کی تھیں اور صحابہ رسول اللہ صلعم نے اونکو قتل کروادیا اور اونکی کمک نہ کی اور بعضے اونکے قتل میں بھی شریک ہوئے چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوگا اور اس زمانہ میں اہلسنت کے دو فرقے ہیں وہابی اور بدعتی سو مولوی اسمعیل صاحب کے گروہ کے آدمی جو کہ وہابی کہلاتے ہیں اس شیخ نجدی کو اور اوسکے گروہ کے آدمیونکو سبکو بدعتی کہتے ہیں اب ہمکو انکے بدعتی ثابت کرنیکی کچھ احتیاج نہیں ہے کہ انکے مذہب ہی کے آدمی انکو بدعتی کہتے ہیں اور یہہ جو آپنے فرمایا کہ سو اہل سنت کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کس درجہ کے مقبول ہونگے اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہو کوئی دلیل بھی ہے اہل سنت کے مقبول ہونیکی اولٹی ہی کہتے ہو پیر تو تمہارا بدعتی تھا تم جو مرید اوسکے ہو تم کیونکر مقبول ہوگی اور تم پیروی کرتے ہو معاویہ کی اور اوسکو امام صدق اور خلیفہ حق جانتے ہو جیسا صواعق محرقہ میں لکھاہے اور معاویہ وہ شخص تھا کہ جسپر رسول خدا صلعم نے لعنت کی ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور جب معاویہ تمہارا امام ملعون ہوا تو تم کیونکر مقبول ہوجاؤگے اور یہہ معاویہ وہی تو ہے کہ جسنے تمہارے مذہب کا نام اہل سنت رکھا ہے اور شیعہ جو کہ بشارت دئے گئے ہیں دخول جنت کی اونکو تم مردود کہتا کیا تو نہیں سنا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہولیا اور قابل قتل تو البتہ شیعہ ہیں سو اسواسطے کہ اہلبیت رسول مقبول سے دوستی رکھتے ہیں اور اونکے دشمنوں سے بیزار ہیں اور آل رسول کی دوستی میں بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ سے قتل ہوتے چلے آئے ہیں تمہارے مرشدوں کے ہاتہہ سے اور جن بیدردوں نے عباسیوں نے سادات کو زندہ ہی چن دیا ہے بعضے اونکے اب بھی بغداد کہنہ میں موجود ہیں **قال الشیخ الاشعری** القصہ اگر آدمی فہمیدہ ہو اور مولویصاحب کی ان فریب بازیونکو دیکھے تو بلا تامل دجال نہیں تو کو چک دجال تو سمجھے **اقول** فریب سے ہمارے مولویصاحب بالکل پاک اور مبرا ہیں فریب کی کوئی بات اونہوں نے نہیں لکھی ہے اہلسنت کی کتابوں سے لکھتے ہیں اپنی کتابونکو دیکھو اونمیں لکھاہے یا نہیں اور صرف دعوے زبانی سے کام نہیں چلتا ہے اور اگر سنیونکی کتابوں سے اونہوں نے کچھہ لکھا تو اسکو فریب نہیں کہتے ہیں اور دجال اور مرید دجال کے تو اہلسنت خود ہیں اور تماشا یہہ ہے کہ مولویصاحب کو دجال کہتے ہیں اب سنا چاہیئے کہ دجال کون ہے ذہبی نے کتاب مغنی میں ایک روایت لکھی ہے اوسمیں یہہ فقرہ ہے کہ ان خرج الدجال تبعہ من کان یحب عثمان یعنے اگر نکلیگا دجال تو پیروی کریگا اوسکی وہ شخص کہ دوست رکھتا ہے عثمان کو دیکھہ لو تم کہ کون ہے دجال کے زمرہ میں سے مریدان عثمان ہیں یا شیعہ ہیں تجھکو منظور تھا اپنی دجالی ظاہر کروانا اسواسطے تونے بلاوجہ مولویصاحب کو دجال لکھا **قال الشیخ الاشعری** اللہ اللہ ایسے ایسے فریب باز بھی نہ دیکھے تھے نہ سنے تھے اپنی کتابونکی آیا تو

جو حضرت رقیہ و حضرت کلثوم کے بنت رسول اللہ صلعم ہونے پر دلالت کرتی ہیں چھپا کر اگر جھوٹ بولدیا تو بظاہر یہہ احتمال تھا کہ اہلسنت کو شیعونکی روایت کی کیا خبر ہوگی پر اس بیحیائی کو دیکھنا کہ اہلسنت کے سامنے اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے جھوٹ بولتے ہیں دروغ گویم بر روے تو **اقول** حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم کی دختران رسولخدا ہونیکی روایات کو مولویصاحب نے ہرگز نہیں چھپایا ہے اور مولویصاحب نے یہہ نہیں کہا ہے کہ اونکی دختران رسولخدا ہونیکی کوئی روایت نہیں آئی ہے بلکہ دوسری روایت کے موافق یہہ کہا ہے کہ وہ دونو صاحبزادیاں رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے نطفہ سے نہیں اور دستور ہے کہ کسی امر میں روایات مختلفہ ہوتی ہیں تو ایک روایت کو بسبب اوسکے مرجحات پائے جائیں تو ترجیح دیتے ہیں اور وہاں ایسا ہی حال تھا کہ اونکی دختران رسولخدا ہونیکے مرجحات پائے جاتے تھے جیسا کہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے اسی واسطے اوس روایت کے موافق مولویصاحب نے فرمایا کہ جو درج تھے یہہ کچھہ فریب کی بات نہیں ہے اور تیرے مذہب میں یہہ ہے کہ ظہر اور عصر کی اور مغرب و عشا کی نماز کو ملا کر پڑھنا بیجا ہے اور اسی پر تیرا عمل ہے اور تیری کتابوں میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ نے دو دو نمازونکو ملا کر پڑھا ہے پس تو خلاف عمل رسولخدا صلعم کے عمل کرتا ہے یہہ تیرا عمل باطل ہے اور رسولخدا صلعم کے عمل کی روایتونکو تو چھپاتا ہے بڑا فریب باز ہے تو اللہ اللہ ایسے فریبی کبھی دیکھے تھے نہ سنے تھے اور کیسا فریب باز ہے تو کہ اپنی کتابونکے حوالہ کو سنکر دل میں تو اپنے تو یقین کرتا ہے اور ظاہر میں کس بیحیائی سے اون حوالونکو جھوٹ کہتا ہے اون لوگونکے سامنے کہ جنہوں نے اون حوالونکو دیکھکر درست درست لکھا ہے کیسا جھوٹ بولتا ہے تو دروغ گویم بر روے تو اور کیسا دھوکا دیتا ہے تو لوگونکو کہ کوئی جانے کہ مولویصاحب نے جھوٹ لکھدیا ہوگا لیکن جو کہ فہمیدہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہہ لکھنا تیرا اسلوب سے فریب سے خالی نہیں ہے جو کہ عاقل ہیں وہ تیرے فریبوں کو جانتے ہیں اور تجھکو سر پاؤں تک دروغ کا پتلا جانتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** خیر مولویصاحب کو تو اس زمانے کے شرم آتی ہے حیا تو حیا والونکو ہی آتی ہے اس لیے لازم ہوا ہے کہ صحابہ کا اور اہلبیت کا بدل و جان حضرت عثمان کے بچانیکی تدبیر میں مصروف رہنا اور منعی اجازت حضرت عثمان در باب قتال اہل بلوا ہونا روایات صحیحہ اور تواریخ طرفین سے ثابت کیجے تا کہ مسلمانان دہ لوح مولوی محمد علی صاحب کے ان ابلہ فریبیوں کے فریب میں نہ آجائیں اور شاید مولویصاحب کی بھی خواب غفلت سے آنکھہ کھل جاوے اور نشہ ضلالت جو نکے اوتھیں **اقول** بیحیائی کا کام تم لوگونکا ہے کہ جن لوگوں سے اعتقاد رکھتے ہو اور جنکے عیبوں سے کتابونکو پر کرتے ہو اور جب کوئی اون عیبونکا تعرض کرتا ہے تو جھگڑا کرنیکو مستعد ہوتے ہو اور شرماتے نہیں ہو کہ جن عیبوں پر اعتراض کرتے ہیں ہماری کتابوں ہی میں موجود ہیں مولویصاحب کو تو سر پاؤں تک حیا بھرا ہوا ہے اور خواہ مخواہ بوجہ کسی پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ تیری کتابیں ہماری جو ہیں اونکو دیکھنا اور یہہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ صحابہ اور اہلبیت عثمان کے بچانیمیں مصروف تھے یا اوسکے قتل کروانے میں اور اوسکی اعانت کی ترک کرانیمیں موافق روایات صحیحہ و تواریخ اہل سنت تا کہ مسلمان سادہ لوح اس شیخ نجدی ابلہ فریب کے فریب میں نہ آجائیں اور شیخ جی کی بھی اس خواب غفلت سے آنکھہ کھل جاوے اور نشہ ضلالت جو نکو اوتھیں **قال الشیخ الاشعری** بغور سنیے کہ جو کچھہ مولویصاحب نے رقم فرمایا ہے محض افترا اور سراسر بہتان لڑکے اور دیوانے بھی ہوں تو سمجھہ جائیں کہ یہہ مولویصاحب کی شرارت ہے **اقول** جو کچھہ مولویصاحب نے تحریر فرمایا ہے سب راست اور درست ہے اور موافق روایات کتب اہلسنت کے ہے چنانچہ بعد اسکے مفصل معلوم ہوگا اور مولویصاحب نے جو فرمایا ہے اسمیں کسیطرح کا شائبہ شبہ نہیں ہے اور لڑکے اور دیوانے بھی سمجھہ جائینگے کہ جو کچھہ مولویصاحب نے لکھا ہے موافق روایات اہل سنت کے ہے اور اپنی طرف سے وہ کچھہ نہیں لکھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس سے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ اور امیر معاویہ اور حضرت عمرو عاص جو حضرت امیر سے لڑتے تھے تو حضرت عثمان کے قصاص ہی کے لئے لڑتے تھے **اقول** اس شیخ نجدی نے اس مقدمہ میں آخر تک مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کی عبارت کا ترجمہ کیا ہے لیکن یہہ دریافت نکیا کہ کسی نے اسکا جواب بھی لکھا ہے یا نہیں درحال یہہ ہے کہ جناب مفتی محمد قلی خانصاحب اعلی اللہ مقامہ تشئید المطاعن میں جواب اونکی خرافاتکا لکھہ چکے ہیں اور سیر نظر اور یہہ جو لکھتا ہے کہ حضرت عائشہ اور امیر معاویہ وغیر حضرت امیر سے عثمان کے قصاص کے واسطے ہی لڑتے تھے اول تو یہہ کہ بموجب ارشاد جناب رسولخدا صلعم کہ حضرت علی سے فرمایا تھا یا علی حربک حربی یہہ سب جہنمی اور ناری ٹھیرے کہ علی سے جنگ کر گئے اور اگر یہہ سب علی سے بطلب قصاص عثمان کے لڑتے تھے تو معلوم ہوا کہ علی نے عثمانکو قتل کیا یا قتل کروایا ہے اور علی نے نہیں قتل کروایا کفار کو چنانچہ اونکی شان میں لکھا ہے امام البررة قاتل الکفرة اس سے بھی عثمانکا کفر ثابت ہوا اور اگر اسواسطے لڑتے تھے کہ قاتلان عثمان علی کے ہمراہ تھے اور علی اونکو اپنا حامی اور دوست بکار جانکر اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور اپنی دوست ہونیکی جہت سے اونکو حوالہ اونکے نہیں کرسکتے تھے تو پھر بھی قاتل عثمان کے علی ہی ٹھیرے کہ قاتلان عثمان کے دلداری اور دلجوئی کرتے اور اگر علی اونکے حوالہ کرنیمیں مجبور نہ تھے کہ وہ لوگ بڑے زبردست جیسا کہ لکھا ہے تو لکھتا ہے تو علی کا اسمیں کیا قصور ہے کہ وہ تو اونکو حوالہ کرنیوالا تھا پر یہہ علی سے کیوں لڑتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہہ سب صاحب عثمان کے قصاص کیواسطے نہیں لڑتے تھے بلکہ علی کی عداوت کی جہت سے لڑتے تھے اور قصاص عثمانکا درمیان میں لا کر جنگ کرنا ایک بہانہ تھا اصلی ظاہر نے عداوت علی کے جو اپنے سینوں میں رکھتے تھے بموجب ارشاد رسولخدا کے اور سوا معاویہ کے یہہ ہی لوگ تو ہیں کہ جو عثمان کے قتل پر لوگونکو رغبت دلاتے تھے اور عثمان کی اعانت سے اونہوں نے اغماض کیا تھا اور اوسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا کہیں عقل میں بھی آتا ہے کہ زندگی میں تو اوسکے اوسکو قتل کروایا اور اوسکی کمک سے روگردانی کی اور قصاص اوسکا علی سے لینے کو کھڑے ہوا اور اگر عثمان حق پر ہوتا تو اوسکی اعانت اوسکی زندگی ہی میں کرتے اور نوبت اوسکے قتل کی کاہیکو پہنچتی صحابہ سوا [illegible] اوقت قتل عثمان کے کئی ہزار آدمی تھے قاتلان عثمان

کیا ایسے زبردست تھے کہ اون ہزاروں آدمیوں پر غالب ہوئے یہہ نہیں تھے بلکہ اصحاب رسول خدا نے خود اونکی اعانت سے اغماض کیا اونکے قتل پر لوگونکو ترغیب کی اور فرض
اگر یہہ لوگ عثمان کے قصاص کے واسطے لڑتے تھے تو لڑنا انکا عثمانکو بے یار چھوڑ دینے اور اعانت نکرنے اور اونکے قتل کی ترغیب و تحریص کرنے کے منافی بھی نہیں ہے استیعاب
میں لکھا ہے کہ ابو الطفیل کہ صحابی جلیل القدر تھا اوس سے معاویہ نے کہا کہ تو زمرہ میں اون لوگوں کے تھا کہ جنہوں نے عثمانکو محصور کیا تھا کہا کہ نہیں لیکن تھا میں زمرہ میں اون
لوگوں کے کہ جو عثمان کے پاس حاضر تھے جسوقت کہ وہ گھیر لیا گیا تھا معاویہ نے کہا کہ تجھکو کونسا امر مانع ہوا اونکی نصرت کرنے سے کہا کہ تجھکو کونسی چیز مانع ہوئی اونکی نصرت سے جس وقت
کہ تو شام میں تھا اور شام کے لوگ سب تیرے تابع تھے معاویہ نے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ میں اوسکا خون طلب کرتا ہوں اوسنے کہا کہ ہاں لیکن مثل تیری اس نصرت میں ایسی ہے کہ شاعر نے کہا ہے
اور مضمون اوسکا یہہ ہے کہ پاتا ہوں میں تجھکو کہ بعد میرے مرنیکے مجھپر گریہ کرتا ہے اور حال یہہ ہے کہ میری زندگانی میں مجھکو تو نے زاد نہ دیا اور شیخ عبد الحق دہلوی نے بھی رجال مشکوٰۃ میں ابو الطفیل
ترجمہ میں یہی لکھا ہے اور سیرۃ المحمدیہ میں لکھا ہے کہ عثمان دو مہینے اور بیس روز محصور رہے ہے کہتا ہوں میں کہ اگر معاویہ کو نصرت عثمان کی منظور ہوتی تو کیا اس عرصہ میں شام سے مدینہ کو نہیں پہنچ
سکتا تھا لیکن اوسکو تو یہہ امر پسند ہی نہ تھا اور واسطے طلب دنیا اور علی کی عداوت سے عثمان کا قصاص لینے کو کھڑا ہو گیا اور استیعاب میں مجمع بن جاریہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اوسی ہی تھا
عمرو بن العاص جسوقت کہ معزول کیا تھا اوسکو عثمان نے مصر سے کہ لوگونکو عثمان کے قتل پر رغبت دلاتا تھا اور طعن کرتا تھا عثمان پر اور حضرت عائشہ کا حال تو ہم لکھ چکے ہیں
تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ سے کہ فرماتی تھیں قتل کرو اس نعثل کو کہ تحقیق اسنے کفر کیا ہے اور طلحہ تو شریک ہی تھے عثمان کے قتل کرنے میں چنانچہ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں عسقلانی
لکھا ہے اور قیس ابن ابی حازم سے روایت کی ہے کہ مروان بن الحکم نے جنگ جمل میں طلحہ کو دیکھکر کہا کہ اسنے اعانت کی تھی عثمان کی قتل میں یہہ کہکر طلحہ کے زانو پر ایک تیر
مارا اور خون اوس سے جاری ہوا یہانتک کہ وہ مر گیا اور مثل اسکی استیعاب میں ترجمہ طلحہ میں لکھا ہے کہ مروان نے تیر طلحہ کے مارا وہ مر گیا اور کہا کہ طلحہ اون لوگوں میں سے تھا کہ
جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا تھا سنا حال عثمان کے قصاص کا کہ یہی تو تھے وہ لوگ جو عثمان کے قتل کرنے میں شریک تھے اور قصاص لینے کو جو ظاہر کرتے تھے یہہ ایک بہانہ تھا اور واسطے
لڑنے اور ظاہر کرنے عداوت جناب امیر کی کسی حیلہ کے ہے اور اسنے جنگ کرنے کے خلافت سے اونکو معزول کرنا چاہئے اور عداوت ان لوگونکی حضرت علی سے ظاہر ہے طلحہ اور زبیر کا تو یہہ حال تھا
کہ پہلے تو حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد اوسکے بیعت کو توڑ کر عائشہ کے لشکر میں جا ملے علی سے جنگ کو نکلے اور حضرت علی نے اونکے حق میں بد دعا کی چنانچہ استیعاب میں ترجمہ
رفاعہ بن رافع میں لکھا ہے کہ جسوقت طلحہ اور زبیر نے خروج کیا علی پر تو ام الفضل بنت حارث نے حضرت علی کو اونکا خروج لکھا علی نے فرمایا کہ تعجب ہے طلحہ اور زبیر سے جسوقت رسول خدا صلعم
نے وفات پائی تو ہمنے کہا کہ ہم اہل اور اقارب رسول خدا صلعم کے ہیں ہم سے کوئی نزاع نکریگا حضرت کی سلطنت میں ہماری قوم نے ہمسے نکال کے غیر ونکو ہمارا حاکم کر دیا اور قسم
خدا کی اگر خوف نہوتا ہمکو کہ مفارقت پیدا ہو گی اور پھر کفر اعادہ کریگا اور دین ہلاک ہو جائیگا تو البتہ متغیر کر دیتے ہم پس صبر کیا بعض الم پر پس شکر ہے خدا کا کہ نہ دیکھی ہمنے لغزش کہ سکے مگر منابی بعد
اسکے کہ وہ لوگ عثمان پر پس قتل کیا اوسکو اور بعد اوسکے بیعت کی میرے ہاتھ پر اور بیٹھے کچھ جبر نکیا تھا کسی پر اور بیعت کی مجھسے طلحہ اور زبیر نے اور ایک مہینے بھی صبر نکیا یہانتک کہ نکلے
طرف عراق کے کہ توڑنیوالے تھے وہ بیعت میری پکڑلے خدا اونکو تو انکو بسبب قتل کرنے انکے مسلمانونکو پس روایت سے کئی امر ظاہر ہوے اول تو یہ کہ حضرت علی نے فرمایا کہ خلافت حق
میرا تھا اور لوگوں نے ہمارے غیر ونکو خلیفہ کر دیا اور دوسرے یہہ کہ علی جو خاموش ہو کر بیٹھ رہے تو کیسے خوف سے نہ بیٹھے تھے بلکہ اس واسطے بیٹھ رہے کہ اگر میں تلوار کھینچونگا تو لوگ مرتد
ہو جائینگے اور تیسرے یہہ کہ جن لوگوں نے عثمانکو خلیفہ کیا تھا اون لوگوں ہی نے اوسکو قتل کیا اور چوتھے یہہ کہ علی نے جو طلحہ اور زبیر کے حق میں بد دعا کی تو معلوم ہوا کہ یہہ دونو حضرت علی
کے دشمن تھے اسواسطے کہ اپنے دوست کے حق میں بد دعا کوئی نہیں کرتا ہے اور کتاب عقد بن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے جنگ جمل میں طلحہ پر لعنت کی ہے اور اپنے دوست پر
لعنت کوئی نہیں کرتا ہے اس سے بھی دشمنی طلحہ اور زبیر کی ثابت ہوئی اور عائشہ تو ظاہر ہے کہ دشمن تھی علی کی اسقدر عداوت تھی اوسکو علی سے کہ بسبب عداوت کے نام علی کا
اپنی زبان سے نہیں لیتی تھی چنانچہ بخاری کی احادیث کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ جسوقت رسول خدا صلعم مرض الموت میں حجرہ مبارک سے طرف مسجد کے روانہ ہوے تو عائشہ کہتی ہیں کہ
ہاتھ حضرت پیغمبر کا ایک مرد کے شانہ پر تھا اور نام علی کا نلیا بلکہ ایک مرد کہا ابن عباس سے کسی نے کہا تو پوچھا ابن عباس نے کہ نام اوس مرد کا عائشہ نے لیا یا نہیں کہا کہ نہیں ابن
عباس نے کہا کہ وہ علی بن ابیطالب ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ زاد الاسمعیلی من روایۃ عبد الرزاق لکن عائشۃ لا تطیب نفسا لہ بخیر
یعنے اسمعیلی نے روایت عبد الرزاق سے جو کہ معمر سے ہے نقل کی ہے کہ ابن عباس نے بعد قول مذکور کے کہا کہ لیکن نہیں خوش ہوتا ہے نفس عائشہ کا کہ واسطے اونکے علی کا
ذکر خیر کرے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ بعد قتل ہونے عثمان کے اور خلیفہ ہونے حضرت امیر کے عائشہ مکہ سے مدینہ کو جاتی تھی رستہ میں ایک شخص سے کہ وہ مدینہ
آتا تھا مدینہ کا حال پوچھا اوسنے کہا کہ عثمان قتل ہو گیا پھر پوچھا کہ بعد اوسکے کیا ہوا اوسنے کہا کہ لوگوں نے علی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے وہ خلیفہ ہو گئے یہہ سنتے ہی کہا
کہ کاش آسمان زمین پر گر پڑا ہوتا اور میں اس خبر کو نہ سنتی اور عثمان تو مظلوم مارا گیا ہے اور وہیں سے بصرہ کو پھر گئی علی سے سامان لڑائی کا کرنے لگی اور حیوۃ الحیوان میں

لکھا ہے کہ عائشہ نے قتل علی کی خبر سنی تو خوش اور مطمئن خاطر ہوئی اس سے زیادہ کیا عداوت ہوگی اور صاحب منہاج السنہ کہ بڑا ناصبی ہے منہج الکرامۃ کے جواب میں لکھتا ہے اقتلوا نعثلا کے جواب میں کہ ملامت کرنا عائشہ کا اور جمہور صحابہ کا علی کو زیادہ تھا عثمان کو ملامت کرنے سے لیکن میں کہتا ہوں کہ عثمان کا ملامت کرنا بعد قتل کے عائشہ کے دل سے جاتا رہا لیکن علی کو ملامت کرنا بعد قتل کے بھی باقی رہا اور اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ علی کو طرح طرح ملامت کیا کرتے تھے پس دعویٰ کرنا اہل سنت کا کہ صحابہ علی کے دوست اور مددگار تھے باطل ہوا اور حال عداوت معاویہ کا سننا چاہیے کہ اوسکو اسقدر عداوت تھی علی سے کہ ہمیشہ وہ حضرت علی کو گالیاں دیا کرتا تھا اور عمر بن عبد العزیز کے زمانہ تک بنی امیہ معاویہ کی پیروی سے گالیاں دیا کئے چنانچہ پہلے اس سے میں ذکر کر چکا ہوں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں جو کہ صحاح ستہ میں داخل ہے روایت کی ہے کہ معاویہ حج کرنے کے واسطے آیا اور سعد اوسکے پاس گیا اور ذکر حضرت علی کا ہوا معاویہ نے حضرت علی کو بدشنام یاد کیا اور سعد اوسوقت غضب میں ہوا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے او عامر بن سعد سے روایت ہے کہا کہ حاکم کیا معاویہ نے سعد کو اور کہا کہ کونسی چیز تجھکو مانع ہے ابو تراب کے گالیاں دینے سے اور کتاب ابن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسن گئے تو معاویہ حج کے واسطے آیا اور مدینہ میں داخل ہوا تو ارادہ کیا کہ جناب رسول خدا صلعم کے منبر پر جا کر حضرت علی پر لعنت کرے کسی نے کہا کہ یہاں سعد بن وقاص ہے وہ راضی نہ ہوگا اس امر سے اوسکو بلا اور اوسکے پاس کوئی آدمی بھیجا اور سعد نے اس امر کا ذکر کیا سعد نے کہا کہ اگر ایسا تو کریگا تو تجھکو مسجد سے نکالدینگے جب سعد مر گیا تو معاویہ نے منبر پر جا کر لعنت کی اور اپنے عاملوں کو لکھا کہ تم بھی منبروں پر لعنت کرو عاملوں نے ایسا ہی کیا حضرت ام سلمہ زوجہ رسول خدا صلعم نے معاویہ کو لکھا کہ تم خدا کو اور رسول کو لعنت کرتے ہو اپنے منبروں پر اور یہ اس واسطے ہے کہ تم علی بن ابیطالب کو لعنت کرتے ہو اور سنے کہ یہ سنا اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمہ میں اور محب طبری نے ریاض النضرہ میں معاویہ کا علی کو گالیاں دینا لکھا ہے اور سوا اسکے اکثر علما نے لکھا ہے اور سنن بیہقی میں مذکور ہے کہ ابن عباس ایام حج میں عرفات میں تھے سعید سے پوچھا کہ لوگ تلبیہ کیوں نہیں کہتے ہیں کہا کہ معاویہ کے خوف سے ابن عباس اپنے خیمہ سے نکلے اور تلبیہ کہنا شروع کیا اور کہا کہ خداوندا لعنت کر تو اون پر کہ ترک کیا اونہوں نے سنت کو علی کی بغض کی جہت سے اور ایسے ہی کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ لعنت کرے خدا اوسکو کہ منع کرتا ہے تلبیہ کہنے سے یوم عرفہ میں اسواسطے کہ علی تلبیہ کہتا تھا اور حضرت امام حسن کو زہر دلوایا معاویہ نے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور قتادہ اور ابوبکر سے روایت کی ہے کہ حسن بن علی کو زہر دیا اوسکی زوجہ جعدہ نے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ زہر معاویہ نے دلوایا اور کتاب انعام دیکر اور تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی میں جسکی سند صواعق محرقہ اپنی کتاب میں لاتا ہے لکھا ہے اور شعبی نے روایت کی ہے کہ معاویہ نے جعدہ زوجہ امام سے کہا تو امام حسن کو زہر دے تجھکو یزید کے نکاح میں لاؤنگا اور ایک لاکھ درہم تجھکو دونگا جسوقت امام حسن اوسکے زہر دینے سے مر گئے تو اوس عورت نے معاویہ سے کہا کہ وعدہ کو وفا کرنا چاہیے اوس درہم تو اوسکو دیئے اور یزید کے نکاح سے عذر کیا اور تہذیب الکمال اور مرآۃ العجائب وغیرہ بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسن کو زہر دلوایا اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ جسوقت معاویہ نے امام حسن کے مرنے کی خبر سنی تو تکبیر کہی خوش ہو کر اور سب اہل شام نے اوسکی متابعت سے تکبیریں کہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ایسے ہی تسل الابرار میں مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نے لکھا ہے اور ایسے ہی ربیع الابرار میں زمخشری نے لکھا ہے اور عمرو بن العاص کی عداوت ۔ ظاہر ہے قصہ تحکیم میں کہ جو کچھ کہ اوسنے علی کی عداوت میں ابو موسیٰ اشعری کو فریب دیکر اوس سے کہلایا ہے یہ باعث تھا حضرت علی سے جنگ کرنے کا طلحہ اور زبیر اور عائشہ اور معاویہ کو اور عمرو عاص کہ علی سے دشمنی رکھتے تھے اس لیے جنگ کیا اور قصاص عثمان کا دعویٰ کرنا صرف ایک بہانہ تھا واسطے جنگ کرنے کے اور بعضے آدمی جو کہتے ہیں کہ معاویہ جو علی سے جنگ کرتا تھا اجتہاد اوسکا تھا اور عداوت سے جنگ نہیں کرتا تھا یہ بھی غلط ہے چنانچہ استیعاب میں ترجمہ عبد اللہ بن بدیل میں مذکور ہے کہ اوسنے اپنے خطبہ میں کہا کہ معاویہ نے دعوا اوس امر کا کیا کہ واسطے اوسکے وہ نہ تھا اور جدال کیا باطل کی ساتھ تاکہ حق کو ڈھادے اور بعد واسطے کے کہتا ہے کہ قتل کرو ان جماعت گروہوں ظالموں کو عذاب کرے خدا اونکو تمہارے ہاتھوں سے اور رسوا کرے اونکو اور نصرت کرے تمہاری کھڑے ہو تم طرف خدا کی دشمن کی اور دشمن اپنے کی پس معلوم ہوا اس سے کہ حضرت علی سے محاربہ اوسکا کسی طرح جائز نہ تھا اور ہرگز مبنی بر اجتہاد نہ تھا کہ وہ دشمن خدا تھا اسواسطے کہ جسوقت کہ وہ دشمن خدا ہوا اور اوسکا مجادلہ باطل اور حق کے ڈھانے کے واسطے ہوا تو اجتہاد کہاں باقی رہا اجتہاد میں تو اگر خطا ہو تو بھی ایک اجر ہوتا ہے اور صواعق محرقہ میں عمر بن عبد العزیز کے حال میں مذکور ہے کہ جسوقت وہ حاکم ہوا تو کہا کہ یہ خلافت یعنی خدا کی ہے اور میرے جد معاویہ نے نزاع کیا اوس امر میں علی ابن ابیطالب سے کہ وہ حقدار اوسکا زیادہ تھا یہاں تک کہ مر گیا وہ معاویہ اور اپنی قبر میں جا کر گناہوں میں گرو ہی ہو گیا جب کیا ہو خطا گرفتار ہو تو اجتہاد کہاں رہا اوسمیں تو اجر ہوتا ہے اور کوئی اپنے بزرگ کو نیکی سے یاد کرتا ہے یا بدی سے اور معاویہ وہ شخص تھا کہ جسنے اہل مدینہ کے قتل کی وصیت کی اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیجکر قتل کروایا اور مدینہ کو تاراج کیا اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی اہل مدینہ کو بدی پہونچاوے اوسکو خدا دوزخ میں ڈالیگا اور وہ آگ میں ایسا گلیگا جیسا کہ نمک پانی میں گلتا ہے چنانچہ جذب القلوب میں عبد الحق دہلوی نے لکھا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ معاویہ نے حضرت عائشہ کو قتل کیا چنانچہ جلال الدین سیوطی نے

کتاب اول میں صحیح اوائل میں لکھا ہے کہ اوسنے فلانا امر کیا اور فلانا امر کیا اور رسول خدا صلعم کے منبر پر بیٹھے فرزند یزید کیواسطے بیعت لیتا تھا عائشہ نے اپنا حجرہ سے نکالکر کہا کہ تو بزرگوں سے اپنی اولاد کیواسطے بیعت لیتا ہے اوسنے منبر سے اوتر کر ایک گڑھا کہدوایا اوسمیں عائشہ گری اور مرگئی اور حبیب السیر میں تاریخ حافظ ابرو اور ربیع الابرار و کامل السفینہ سے منقول ہے کہ در شہور سنہ ثمانون وخمسین من الہجرۃ کہ معاویہ بن سفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبد الرحمان بن ابی بکر و عبداللہ بن زبیر را برنجانید عائشہ زبان ملامت و اعتراض بروے بکشاد و معاویہ در خانہ خویش چاہے کندہ سر آنرا بخاشاک پوشید و کرسی آبنوس بر آن نہاد و آنگاہ عائشہ را بضیافت طلب داشت و بران کرسی نشاند تا دران چاہ افتاد و معاویہ سر چاہ را باہک مضبوط نمودہ از مدینہ بمکہ رفت اس ظلم کو دیکھنا چاہیئے اور جو صحابی کو اور عبدالرحمان کو قتل کیا سوا ہے اور اصحاب کے جو جنگ صفین میں اوسکے یاروں کے ہاتھو سے قتل ہوئے تھے اور شیعہ کسیکو قتل نہیں کرتے ہیں صرف بد دعا کرتے ہیں حق میں ثلثہ کے بدین اور بدعتی بلکہ کافر ہو گئے نزدیک اہلسنت کے اور معاویہ باوجود ان ظلموں کے خلیفہ حق اور امام صدق ہو گیا کیا منصف ہیں اہلسنت باوجودیکہ رسول خدا نے معاویہ کو فرمایا ہے کہ معاویہ آگ کے تابوت میں ہوگا دوزخ میں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے اور لکھا ہے کہ تاریخ طبری میں بھی یہی مرقوم ہے اور اہلسنت کہتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نکہو وہ حضرت کے اصحاب میں سے ہے اور عمرو عاص جو کہ بڑا فتنہ انگیز اور شورپشت تھا اوسکو بہی شیخ لکہتا کہ حضرت عمرو بن العاص اور یہہ وہ شخص تھا کہ جسکے واسطے دعا بد کی ہے رسول خدا صلعم نے چنانچہ ابویعلی نے اپنی مسند میں ابوہریرہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں عبداللہ بن محمد سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے آواز گانیکی سنی فرمایا کہ دیکھو یہہ آواز کہاں سے آتی ہے لوگوں نے بیان کیا کہ معاویہ اور عمرو عاص کی آواز ہے یہہ سنکر فرمایا کہ خداوندا ان دونو کو فتنہ میں ڈال اور آتش جہنم میں انکو داخل کر اور معاویہ پر رسول خدا نے لعنت کی ہے چنانچہ زمخشری نے ربیع الابرار میں اور بیہقی نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے ایکمرتبہ ابوسفیان کو دیکھا کہ گدھے پر سوار ہوا آتا ہے اور معاویہ اوسکے ہمراہ ہے کہ وہ گدھے کی باگ پکڑ کر کھینچتا ہے اور یزید پیچھے سے اوسکو ہانکتا ہے جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ لعنت کی ہے خدا نے سوار کو اور کھینچنے والے باگ کو اور گدھے ہانکنے والیکو تینو نکو قال الشیخ الاشعری چونکہ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر کے ساتھ ہو لئے تھے اور حضرت امیر ناچار ہی او نہیں کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ بسبب کثرت اور شورپشتی کے ایسے او بستہ تھے اور آپ خود یوں سمجھتے تھے کہ جب انہیں نے بنی بنائی خلافت کو درہم برہم کر دیا اوروں کی تو کیا ہستی ہے تو طلحہ اور زبیر وغیرہم کو اس فہم تو یہ تاتے کہ حضرت علی در بارہ قصاص چاہتے کرتے ہیں اور امیر معاویہ اور انکے ذیل کے لوگ یوں سمجھتے تھے کہ حضرت عثمان حضرت علی ہی کے اشارہ سے قتل ہوئے ہیں اقول قاتلان عثمان میں تو جناب رسول خدا صلعم کے اصحاب بھی داخل تھے چنانچہ معلوم ہو جائیگا اور اکثر اصحاب حضرت کے باعث تھے قتل عثمان کے اور کسی نے عثمان کی اعانت نکی اور اوسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور سب سے زیادہ حضرت عائشہ لوگونکو رغبت دلاتی تھی عثمان کے قتل پر چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے نعثل کے ذکر میں دیکھو اب اہل انصاف کہ یہاں تو اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت امیر ناچار ہی او نہیں کچھ نہیں کہہ سکتے تھے باوجودیکہ اوسوقت حضرت علی کے ہمراہ ہزاروں آدمی صحابہ وغیرہ تھے اور وقت خلافت ابوبکر کے کہ ہمراہ علی کے بجز چند آدمیو نکے کوئی نتھا اوسوقت کو اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر خلافت حق علی کا تھا تو علی تو بڑے شجاع تھے اپنا حق ابوبکر سے کیوں نہ لیا وہاں ناچاری کا کچھ ذکر نہیں کرتے بلکہ وہاں شجاعت کو اونکی منہ پر لاتے ہیں کس سبب سے انصاف نہیں اور اوسوقت تو ایسی ناچاری ہوئی علی کو کہ عثمان کے جنازہ کی نماز بھی پڑھ سکے اور انکے قاتلوں کے خوف سے اونکے دفن کیا یہانتک کہ لاش اونکی تین روز مزبلہ پر پڑی رہی اور خلافت کے نہ لینے میں اونکی شجاعت پر طعن ہوا کیا انصاف ہے اہلسنت کا اور اگر حضرت امیر ناچار ہی او نکو کچھ نہیں کہہ سکتے تو حضرت امیر کا قصور کیا ہے پھر اونسے عائشہ اور معاویہ نے جنگ کیوں کی کوئی ناچار اور مجبور سے بھی جنگ کرتا ہے جو بات کہ حق ہے وہ نہیں کہتے کہ علی سے اونکو عداوت تھی اسواسطے لڑتے تھے اور چاہتے تھے کہ خلافت کو علی سے چھین لیں اور قاتلان عثمان ایسے کیا زبردست تھے اصحاب حضرت تو کئی ہزار آدمی تھے اور وہ لوگ سو عدد تھے اور اگر حضرت امیر کے نزدیک عثمان کا قتل ہونا ناحق ہوتا تو معاویہ کے ہمراہ والے جو کہ صفین میں حضرت علی سے لڑتے تھے اور عائشہ کے ہمراہ والے جو کہ جنگ جمل میں حضرت علی سے لڑتے تھے یہہ سب حضرت علی کے ہمراہ ہو کر اون شورپشتونکو کیا نہیں مار سکتے تھے اور جسوقت علی سے یہہ لوگ عثمان کے قصاص کیواسطے لڑنیکو آمادہ ہوئے تھے تو حضرت علی نے جمل اور صفین والوں کیوں نکہا کہ انسے کہا ہوتا تم مجھ سے کیوں لڑتے ہو ہم اور تم سب ملکر ان مفسدونکو سزا دویں اور آپسمیں خونریزی کیوں کرتے ہو تعجب کی بات ہے کہ علی کو جنگ جمل اور صفین میں ہزاروں مومنین کا قتل کروانا تو گوارا ہوا اور ان مفسدونکو سزا ندی اگر تنہا سزا نہیں دے سکتے تھے تو جمل اور صفین والونکو ہمراہ لیکر تو سزا دیسکتے تھے او ناچاری حضرت علی کو کسی طرح سے اونکی گرفتاری میں تھی کیا اون سب فرقونسے بھی وہ زیادہ زبردست تھے جو امر کہ واقعی درست ہے اوسکو تو یہہ شیخ لکھتا نہیں کہ وہ لوگ علی کے مددگار تھے اور علی کے شیعو نمیں داخل ہو گئے تھے اور علی اونکے سر پر ہاتھ شفقت کا پھیرتے تھے اور جھوٹی باتیں اپنی طرف سے بنا کر اور واہی تباہی لکھتا ہے

کر کے لکھتا ہے اور بہت بہت بیان نہیں کرتا ہے کہ عثمان حضرت علی کے اور سب اصحاب رسول مقبول کے اشارہ سے مارا گیا ہے اور عائشہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ اور معاویہ اور عمرو عاص جو باہم لڑے تو عداوت کے سبب سے لڑتے تھے کہ علی سے اونکو دشمنی تھی اور قصاص عثمان کا دعویٰ کرنا صرف ایک بہانہ تھا اور اصحاب رسول خدا صلعم جسقدر کہ تھے اگر عثمان کی طرف ہوتے تو کسی کی مقدور نہ تھا کہ عثمان کو کوئی کچھ کہہ سکتا چہ جائیکہ قتل کرنا اور تماشا کرنیکی بات ہے کہ طلحہ اور زبیر نے تو عثمان کو قتل کروایا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ طلحہ اور زبیر وغیرہم کو اس وقت یہ سمجھ تو بہات تھے کہ حضرت علی دربارہ قصاص مداہنہ کرتے ہیں جب اونہوں نے ہی قتل کروایا ہے تو پھر اونکو اس بارہ میں کیونکر توہمات ہوتے اور اگر معاویہ جانتا تھا کہ عثمان علی کے اشارہ سے قتل ہوا ہے تو وائے بر عثمان کہ جسکا قاتل علی ہو اور جسکے کہ علی قتل نہیں کرتا ہے مگر کافر کو علی کی شان میں ہے کہ قاتل الفجرہ قاتل الکفرہ اور حدیث میں آیا ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی پس معلوم ہوا کہ قتل ہونا عثمان کا حق تھا اور عثمان قتل تو ہوا ہے سب اصحاب رسول کے اشارہ سے لیکن معاویہ نام علی کا خاص کر کے عداوت کی سبب سے لیتا تھا **قال الشیخ الاشعری** تواریخ طرفین شیعہ و سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوا و قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے دبانیمیں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا پر مقدر یوں ہی تھا تا مقدور کلمہ کلام سے بلوائیونکو سمجھایا جب کچھ اونکے سمجھہ میں نہ آئی تو حضرت عثمان سے قتل قتال کی اجازت چاہی پر حضرت عثمان ہی قتل قتال اور جنگ جدال کے روادار نہو بلکہ بحال تاکید مانع آئے لاچار ہو کے صحابہ خاموش ہو کر بیٹھہ رہے با اینہمہ پاسبانی کے بہو بچانے اور بلوائیونکے ہٹانیمیں آخر تک بدل و جان میں مشغول رہے حضرت زید بن ثابت انصاری تمام انصاریونکو لیکر آئے اور جوانان انصار نے کہا اگر فرماؤ تو دوبارہ انصار خدا بنیں عبداللہ بن عمر تمام مہاجرین کے ساتھ آئے اور یہہ کہا جنہوں نے تمیر بلوا کر رکھا ہے وہی لوگ ہیں جو ہماری تلواروں سے مسلمان ہوئے ہیں اور ابتک اون صدمونکے ڈر سے پاجامہ میں ہگ دیتے ہیں سارے بڑہ بڑہ کی باتیں کرنی اونکی اس سبب سے ہیں کہ کلمہ گو ہیں اور تم کلمہ گوئی کا لحاظ کرتے ہو اگر فرماؤ تو اونہیں اونکی حقیقت دکھلادیں اور وہ پہلے دن پھر اونہیں یاد دلادیں حضرت عثمان نے فرمایا یہی بات مت کہو ایک میری جان کے لئے اتنا ہنگامہ اسلام میں برپا مت کرو مگر با اینہمہ حضرت حسنین عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر ابو ہریرہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اور سوا اونکے اور صحابہ حضرت عثمان کے ساتھ اونکے گھر میں تھے اور جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہہ سب صاحب بیچ لاٹھی مار مار ہٹاتے تھے اور دروازہ بند کر بیٹھے اور حضرت عثمان کے غلام جو ایک فوج کی فوج تھی یہانتک کہ اگر آپ اونکو حکم دیتے تو اہل بلوا کو حقیقت معلوم ہو جاتی ہتھیار اور لڑائی کا سامان لیکر حاضر ہوئے اور کمال دلیری اور بیقراری سے یہی کہا کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ خراسان سے افریقہ تک کوئی ہماری تلوار کے سامنے نہیں ٹھیرا اگر حکم ہو تو اون لوگونکا گھمنڈ نکالدیں اور تماشا دکھلادیں کیونکہ سمجھانے سے تو انکی اصلاح نہیں ہوتی انہوں نے دیکھا کہ کلمہ گوئی کے باعث ہمیں کوئی چھیڑ نہیں سکتا اسلئے رو براہ نہیں ہوتے اور تمہارے اور سوا تمہارے اور بڑے بڑے صحابہ کی بات نہیں سنتے حضرت عثمان یہی فرماتے تھے کہ اگر میری خوشی منظور ہے اور میرا حق نمک ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتیار الگ کرکے اپنے گھروں میں بیٹھہ رہو اور جو ہتیار الگ کریگا اوسے میں نے آزاد کیا واللہ خونریزی خلائق سے پہلے اگر میں مقتول ہو جاؤں تو یہہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اس بات کے کہ خونریزی کے بعد مارا جاؤں یعنی میری شہادت تو لکھی ہوئی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا تم لڑو یا نہ لڑو میں مقتول ہونگا سو کیا فائدہ کہ لوگ بھی مارے جائیں اور مطلب بھی حاصل نہو اور تواریخ طرفین میں موجود ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور اپنے بھتیجے کو حضرت عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکھا تھا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بھی اپنے بیٹونکو دروازہ پر بٹھلا دیا تھا تاکہ بلوائیونکو ہٹا دیتے رہیں جب اہل بلوا ہجوم کرتے تھے یہہ سب صاحب لاٹھی لیکر ایسے جوانمردی میں آجاتا تھا لڑتے تھے یہانتک کہ حضرت سبط اکبر امام ہمام امام حسن رضی اللہ عنہ خون آلودہ ہو گئے محمد بن طلحہ اور قنبر کے سر پر زخم لگا جب دروازہ کی راہ سے اہل بلوا کو آنیکی کوئی صورت نظر نہ آئی اور اندر گھسنے کی کوئی تدبیر نہ بنی تو پیچھے سے بعض انصاریوں کے گھر میں نقب دیکر اندر گئے اور حضرت عثمان کو شہید کر دیا نہج البلاغت جو صحیح الکتاب شیعہ ہے اس بات کی گواہ ہے حضرت امیر سے اوسمیں روایت ہے کہ اونہوں نے یہہ فرمایا واللہ لقد دفعت عنہ یعنی خدا کی قسم کہا کر فرماتے ہیں کہ واللہ میں نے تو حضرت عثمان سے اس بلا اور اس بلوا کو بہت ہی ہٹایا اسکی شرح میں تمام شراح نہج البلاغت نے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر دونوں جب حضرت عثمان کے گھر میں آتے تھے تو بلوائیونکو جابجا بار بار دفع کرتے تھے اور برا بھلا کہتے تھے اور لعنت کرتے تھے **اقول** اس شیخ نجدی نے مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے تحفہ کی باب مطاعن میں سے عثمان کے مطاعن جو تھے کا ترجمہ کر دیا ہے لیکن یہہ تحقیق کیا کہ اونہوں نے رست رست لکھا ہے یا اسمیں کچھ دروغ بھی ہے یا نہیں اور یہہ جو لکھا کہ تواریخ طرفین شیعہ و سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوائے قتل عثمان کے دبانے میں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا یہہ سب غلط ہے ہو سکے کہ اگر صحابہ کئی ہزار آدمی تھے اس بلوہ کو دبانا چاہتے تو کیا مقدور تھا بلوائیونکا کہ عثمان کو قتل کرتے اور بلوائیوں میں بعضے صحابہ بھی تو شریک تھے بلکہ بعضے قتل میں شریک تھے اول میں اون کا حال لکھتا ہوں اہل سنت کی کتابوں سے کہ جو دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ صحابہ نے عثمان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اوسکے قتل کی ترغیب لوگونکو دلاتے تھے اور جو اقوال کہ اونسے کہ وہ

استیعاب میں بیچ ترجمہ نوہ بن عمر بن ورقہ بیاضی کے لکھا ہے کہ روایت کی ہے مالک نے یحیی بن سعید سے اور اوسنے محمد بن ابراہیم بن حرث التیمی سے اور اوسنے ابی حاتم تمام
سے اور اوسنے بیاضی سے اور نام لیا بیاضی کا موطا میں اور ابن وضاح اور ابن مزین کہتے تھے کہ مالک نے اوسکے نام سے سکوت کیا ہو اسواسطے کہ اوسنے اعانت کی لوگونکی عثمان پر
اور صاحب کتاب استیعاب کہتے ہیں کہ یہہ پہچانا نہیں جاتا ہے اور نہیں ہے کوئی وجہ جو کچھہ کہا ہے اونہوں نے اس امر میں اور نہ تھا اس قوم کے کہنے والیکو علم اوس امر سے کہ جو کچھہ انصار
یوم الدار واقع ہوا ہے یعنے انصار نے قتل عثمان پر اعانت کی اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ رفع الاسل فی ضرب المثل میں حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے
مدینہ کے لوگونکو اوسنے کہا جسوقت کہ عثمان قتل ہوا اور لوگوں نے اوسکی نصرت سے پشت پھیری اور جو کچھہ کہ جاری ہوا اوسپر معرکہ جمل میں اور یہہ آیت پڑہی ضرب اللہ مثلا
قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ یاتیہا رزقہا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ابن ابی حاتم نے
اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ام المومنین نے مدینہ والونکو ان آیت کے ساتھہ مثال دی اور اکثر اونمیں صحابہ تھے اور یہہ آیت نازل ہے کفار مکہ کے حق میں اس روایت سے ثابت
ہوا کہ اصحاب رسول خدا صلعم نے عثمان کی اعانت سے پشت پھیری یہانتک کہ حفصہ نے آیت پڑھی جو کہ کفار کے حق میں نازل تھی اور کنز العمال میں لکھا ہے اور
اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے قال لما نزل اہل مصر الجحفۃ یعاتبون عثمان صعد عثمان المنبر فقال جزاکم اللہ یا اصحاب محمد عنی شرا ازعتم السیۃ
وکتمتم الحسنۃ واغریتم بی غوغاء الناس حاصل یہہ کہ اسمعیل بن ابی خالد کہتا ہے کہ جسوقت اہل مصر کے لوگ جحفہ پر تو عتاب کرتے تھے عثمان پر عثمان منبر پر
چڑہا یہہ کہا کہ بدلا دے تمکو خدا اے اصحاب محمد صلعم میری جانب سے بدی کہ مشہور کیا تمنے بدی کو اور پوشیدہ کیا نیکی کو اور برانگیختہ کیا مجھپر غوغا آدمیونکو اس روایت سے
معلوم ہوا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عثمان کی بدیونکو مشہور کیا اور نیکیونکو اوسکی پوشیدہ کیا اور لوگونکو اوسکے قتل پر آمادہ کیا یہانتک کہ
عثمان نے اونکے حق میں بددعا کی اور بعد اوسکے لکھا ہے کہ جسوقت عثمان نے محاصرہ کرنیوالونکے ارادہ سے سوال کیا تو کسینے اوسکو جواب نہ دیا مگر جناب امیر علیہ السلام نے ازراہ
محاسن اخلاق جواب دیا اور کنز العمال میں لکھا ہے عن مجاہد قال اشرف عثمان علی الذین حصروہ فقال یا ایہا الناس لا تقتلونی فانی وال واخ مسلم
مجاہد سے روایت ہے کہتا ہے کہ مطلع ہوا عثمان اون لوگوں پر کہ محاصرہ کیا تھا جنہوں نے اوسپر کہا اے لوگو نہ قتل کرو تم مجھکو کہ میں والی و بہائی مسلمان تمہارا ہوں اور اوسکے
بعد بھی عثمان نے دعاء بد اونکے حق میں کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے لوگ کہ اکثر اونمیں اصحاب تھے باقرار سیوطی عثمان کو اونہوں نے بے یار اور مددگار چھوڑ دیا اور کسینے اوسکی
کمک نکی اور عثمان نے اونکے حق میں بددعا کی اور عبد الوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف
عما شجر بین الصحابۃ و وجوب اعتقاد انہم ماجورون وذلک لانہم کلہم عدول باتفاق اہل السنۃ سواء من لابس الفتن او لم یلابسہا کفتنۃ عثمان وصفین
و وقعۃ الجمل حاصل یہہ کہ یہہ بحث چوالیسویں بیان میں اس امر کے ہے کہ جو کچھہ درمیان صحابہ کے جھگڑے اور مخالفتیں اور لڑائیاں ہوئی ہیں اونکے ذکر سے زبان کو
بند کرنا واجب ہے اور واجب ہے اعتقاد کرنا اس امر کا کہ وہ اجر دیے جائینگے اور یہہ اجر دینا اسواسطے ہے کہ وہ کل عادل ہیں باتفاق اہل سنت برابر ہے کہ شامل فتنہ کو کوئی اونمیں
ہوا ہو یا نہوا ہو مثل فتنہ عثمان کے اور جنگ صفین کے اور جنگ جمل کے اس سے معلوم ہوا کہ بعضے صحابہ فتنہ عثمان کے ملابس ہوے اور یہہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ عادل
ہیں اگرچہ خونریزی اور ستم کیشی اور غصب کرنا حقوق آدمیونکا اختیار کریں مگر اونکی عدالت میں فرق نہیں آتا ہے اور واقدی کہ جو بڑا معتبر ہے اور خطبہ استیعاب میں اوسکی توثیق
بیان ہوئی ہے اور عبد الحق دہلوی نے مثل بخاری اور مسلم کے اوسکو شمار کیا ہے حدیث غدیر کی روایت کرنے میں وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ عائشہ اپنی طاقت کی کوشش
کے موافق لوگونکو عثمان پر برانگیختہ کرتی تھی اور بہکاتی تھی اور کہتی تھی کہ ایہا الناس ہذا قمیص رسول اللہ لم یبل وقد بلیت سنتہ رسول اللہ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا
اے لوگو یہہ کرتہ رسول خدا صلعم کا پرانا نہیں ہوا اور سنت رسول خدا صلعم کی پرانی ہوگئی قتل کرو اس ریش دراز کو قتل کرے خدا اس ریش دراز کو یعنے عثمان کو کہتی تھی کہ اسنے
سنت رسول خدا صلعم کی کہنہ کردی ہے اسکو قتل کرو اور تاریخ ابو الفدا کی جلد اول میں لکھا ہے کہ کانت عائشۃ تنکر علی عثمان مع من ینکر علیہ وکانت تخرج قمیص
رسول اللہ صلعم وشعرہ وتقول ہذا قمیصہ وشعرہ لم یبل وقد بلی دینہ حاصل یہہ کہ تھی عائشہ کہ انکار کرتی تھی عثمان پر ہمراہ اون لوگونکے کہ انکار
کرتے تھے اوسپر اور نکالتے تھے کرتہ رسول خدا صلعم کا اور بال حضرت کے اور کہتے تھے کہ یہہ کرتہ اور بال ہیں رسول خدا صلعم کے کہ پرانے نہیں ہوے اور دین انکا پرانا ہوگیا کہ عثمان نے
اوسکو پرانا کردیا دین میں اون حضرت کی بدعتیں کرکے اور کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ و استیعاب میں ترجمہ طلحہ میں لکھا ہے اور عبارت استیعاب کی یہہ ہے کہ
یقال ان السہم اصاب ثغرۃ نحرہ وان الذی رماہ مروان بن الحکم بسہم فقتلہ وقال لا اطلب بثاری بعد الیوم وذلک ان طلحۃ فیما زعموا کان ممن حاصر عثمان واشتد علیہ ولا
یختلف العلماء الثقات فی ان مروان قتل طلحۃ یومئذ خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ طلحہ کی گردن پر تیر پہونچا اور مروان نے وہ تیر اوسکے مارا کہ طلحہ مرگیا اور کہا مروان نے کہ نہ طلب کرونگا بعد آج کے اپنا خون

اور اسیواسطے تیر اوسکے مروان نے مارا کہ موافق گمان اہل تواریخ کے طلحہ اون لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا تھا اور نہیں اختلاف کیا ہے علماے ثقہ نے طلحہ کے قتل ہونے میں مروان کے ہاتھ سے یعنے سب اتفاق ہے کہ مروان ہی نے طلحہ کو قتل کیا ہے اور ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں لکھا ہے کہ امیر المومنین علی نے زبیر سے فرمایا کہ ما حملک یا زبیر قال حملنی علی ذلک الطلب بدم عثمان فقال علی ان انصفت من نفسک فانت صاحبہ قتلتہ خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ حضرت علی نے زبیر سے کہا کونسی چیز تجکو باعث ہوئی اس امر پر کہ جو تونے میرے ساتھہ کیا کہ تو نے مجسے جنگ کی لوگونکو جمع کرکے کہا کہ اوٹھایا مجھکو اس امر پر عثمان کے خون کے طلب کرنے نے کہا علی علیہ السلام نے اگر انصاف کرے تو نفس اپنے سے کہ زبیر تو بس تونے اور تیرے یاروں نے اوسکو قتل کیا ہے اور کتاب فصول مہمہ وہ کتاب ہے جسکے مصنف کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے بسبب روایات انصاف کے شیعہ لکھنے کہتے ہیں حالانکہ وہ مالکی مذہب تھا اور سنی سخت تھا اور ولی اللہ پدر شاہ عبدالعزیز صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے فصل پنجم میں اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ میں تمپر سات فتنوں کا خوف کرتا ہوں کہ بعد میرے ہونگے اور سب سے بڑا فتنہ مدینہ کا ہے اوسیکا قال الراوی فکانت فتنۃ المدینۃ من قبل طلحۃ والزبیر یعنے کہا راوی نے کہ تھا فتنہ مدینہ کا طلحہ اور زبیر کیجانب سے اور یہہ وہی فتنہ قتل عثمان کا ہے نہ غیر اوسکا اور اسیطرح سے محمد بن حذیفہ کے ترجمہ میں بعد ذکر برانگیختہ کرانے اوسکے لوگونکو عثمان پر لکھا ہے کہ وکذلک عمرو بن العاص منذ عزلہ من مصر یعمل حیلۃ بالتالیب والطعن علی عثمان یعنے اور ایسے ہی عمرو عاص ہے کہ جس روز سے معزول کیا ہے اوسکو عثمان نے مصر سے تو حیلہ کرتا ہے رغبت دلانیکا اور طعن کا عثمان پر یعنے لوگونکو اوسکے قتل پر رغبت دلاتا ہے اور اوسپر طعن کرتا تھا اور تاریخ الخلفا میں ایک طولانی روایت لکھی ہے اور ابتدا میں اوسکے یہہ مضمون ہے کہ زہری نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ تجھکو خبر ہے کہ کیونکر ہوا قتل عثمان کا اور کیا تھا لوگونکو اصحاب محمد صلعم کو اور اونہوں نے اوسکو بے یار و بیمددگار چھوڑ دیا اوسنے کہا کہ عثمان مظلوم قتل ہوا اور جسنے اوسکو قتل کیا وہ ظالم تھا اور جسنے کہ عثمان کو ترک کردیا اور بے یار و بیمددگار چھوڑ دیا وہ معذور تھا ہمارا مقصود اوسکے بیان کرنے سے یہہ ہے کہ سعید بن مسیب کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول مقبول نے عثمان کو بے یار کرکے چھوڑ دیا اور اوسکی مدد نکی اور جسکے بعد یہہ لکھا ہے کہ ایک جماعت اصحاب کی عثمان کی خلافت کو مکروہ جانتی تھی اب معلوم نہیں کہ وہ اصحاب حق پر ہیں یا عثمان حق پر ہے اور یہہ بھی اوس روایت میں ہے کہ تمام اہل کہ اکثر اونکے اصحاب تھے عثمان پر غضب میں ہوے اور مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جسپر غضب میں ہوں اصحاب محمد صلعم وہ کافر ہے اور تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ مال الناس من عثمان ولیس احد من الصحابۃ ینہی عن ذلک لا یذب الا نفر منہم اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ فاقتحموا علی عثمان الدار والمصحف بین یدیہ فاخذ محمد بن ابی بکر بلحیتہ فقال لہ عثمان یا ابن اخی فواللہ لو رآک ابوک لساءہ مقامک ہذا فارسل لحیتہ وولی وضربہ نیار بن عیاض وسودان بن حمران بسیفیہما فنضح الدم علی قولہ فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم وجلس عمرو بن الحمق علی صدرہ وضربہ حتی مات وطعنہ عمیر بن ضابی بطنہ فکسر ضلعین من اضلاعہ حاصل یہہ کہ داخل ہوے وہ لوگ عثمان پر اوسکے گھر میں اور قرآن شریف اوسکے آگے رکھا ہوا تھا محمد بن ابی بکر نے داڑھی پکڑی عثمان کی عثمان نے کہا کہ اے فرزند برادر قسم ہے خدا کی اگر باپ تیرا دیکھتا اس مقام تیرا کو یعنے حرکت تیری کو تو اوسکو برا معلوم ہوتا محمد بن ابی بکر نے یہہ سنکر داڑھی اوسکی چھوڑ دی اور پیچھے کو ہٹ گیا اور نیار بن عیاض اور سودان بن حمران نے تلواریں اوسکے ماریں پس اس آیت پر خون ٹپکا فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم اور عمرو بن الحمق عثمان کے سینہ پر بیٹھا اور ایک ایسی ضرب اوسکے لگائی کہ وہ مرگیا اور عمیر بن ضابی نے عثمان کے پیٹ پر ایسی لات ماری کہ دو پسلیاں اوسکی ٹوٹ گئیں اور اس عمرو بن الحمق کے حال میں ترجمہ عمرو بن الحمق میں استیعاب میں ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ ہاجر الی النبی اسلم بعد الحدیبیۃ وقیل بل اسلم عام حجۃ الوداع والاول اصح وصحب النبی وحفظ منہ احادیث وسکن الشام ثم انتقل الی الکوفۃ فسکنہا روی عنہ جبیر بن نفیر ورفاعۃ بن شداد وغیرہما وکان ممن سار الی عثمان وہو احد الاربعۃ الذین دخلوا علیہ الدار فیما ذکروا ثم صار من شیعۃ علی وشہد المشاہد کلہا الجمل والنہروان والصفین

خلاصہ یہہ کہ ہجرت کی اوسنے طرف رسولخدا صلعم کے اور بعد صلح حدیبیہ کے مسلمان ہوا اور بعضے حجۃ الوداع کے سال کہتے ہیں اور اول ہی قول صحیح ہے اور صحبت میں رسولخدا کے رہا حدیثیں حفظ کیں اور شام میں سکونت کی پھر کوفہ کو نقل کر گیا اور وہاں رہا اور جبیر بن نفیر اور رفاعہ بن شداد اور سوا اون دونوں کے اوس سے روایت کرتے ہیں اور تھا وہ عمرو بن الحمق اون لوگوں میں سے کہ روانہ ہوے تھے وہ واسطے قتل کے طرف عثمان کے اور وہ اون چار آدمیوں میں کا ہے کہ جو عثمان پر اوسکے گھر میں داخل ہوے تھے پھر ہو گیا وہ علی کے شیعوں میں سے اور سب معرکوں میں علی کے پاس حاضر رہا ہے جمل میں اور نہروان میں اور صفین میں اور کنز العمال میں فضیلت اوسکی لکھی ہے کہ ایکمرتبہ اوسنے رسول خدا صلعم کو دودھ پلایا تو حضرت نے اوسکے حق میں دعا کی کہ الہی اسکو فائدہ بخش اسکی جوانی سے اتنی برس اوسپر گذرے لیکن بال سفید نہونے اوسکے دیکھے اور استیعاب میں عبد الرحمان بن عدیس کے ترجمہ میں لکھا ہے اور ابو حذیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ عثمان کے قتل پر لوگونکو بہت رغبت دلاتا تھا اور اوسنے زیر درخت بیعت کی ہے اور ابو عمر و کہتا ہے کہ وہ امیر تھا اوس لشکر کا مصر کہ جو مدینہ کو آتے تھے وہ لوگ کہ جنہوں نے محاصرہ کیا عثمان کا اور قتل کیا اوسکو پس معلوم ہوا کہ عمرو بن الحمق بڑا جلیل القدر صحابی تھا جو کہ عثمان کی چھاتی پر چڑھا تھا اور ایک ضرب اوسکے ایسی لگائی کہ وہ مرگیا چنانچہ اس سے پہلے روایت میں ہے اور سوا اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کو بے یار و مددگار کردیا اور اوسکی اعانت نکی اور

اوسکے قتل کرنیکی لوگونکو رغبت دلاتے تھے اور بعضے تو ایسے تھے کہ قتل کرنے ہی میں شریک تھے آور اب ایک اور امر اوسکے ذلیل کرنیکا سننا چاہیے کہ سینے اوسکے
جنازہ پر نماز نہ پڑھی اور اوسکے لاشہ کو کوڑی ور گھوری پر پھینکدیا سو تین روز تک نعش اوسکی گھوری پر پڑی رہی چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور مالک سے روایت
کی ہے کہ لما قتل عثمان القی علی المزبلة ثلثة ایام فلما کان من اللیل اتاہ اثنا عشر رجلا فیہم فلان وفلان وفلان فاحتملوہ یعنے جسوقت قتل کیا گیا عثمان
تو ڈالا گیا گھورے پر تین روز پس جب رات ہوئی تو بارہ مرد اوسکے پاس آئے پس اوٹھا لیگئے اوسکو اور ایسے ہی سیرۃ حلبی میں لکھا ہے اور سیرۃ المحمدیہ میں لکھا ونقل عن مالک قال لما قتل عثمان
القی علی المزبلة فلما دفنوہ عمّوا قبرہ مالک سے منقول ہے کہ جسوقت عثمان قتل کیا گیا تو گھورے پر ڈالدیا گیا اور جسوقت اوسکو دفن کیا تو اوسکی قبر کو چھپا دیا اور صحابہ و اہل بیت میں سے
کوئی اوسکے دفن کا روادار نتھا چنانچہ عبدالحق دہلوی نے جذب القلوب میں امام حسن کی وصیت میں لکھا ہے کہ در روایت دیگر آمدہ کہ ہم در وقت رحلت بحسین علیہ السلام فرمود کہ مرا
پہلوی جد من دفن کن اگر این قوم ازان مانع آیند چنانچہ ما صاحب ایشان را کہ عثمان است مانع آمدیم با ایشان الحاح مکن و نزاع میار و مرا در بقیع الغرقد دفن کن
اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسن وغیرہ نے عثمان کو دفن نہیں ہونے دیا تھا اور اہل بیت کے نزدیک عثمان کچھ قدر نہیں رکھتا تھا اور دفن کرنا مومن کے لاشہ کا واجب کفائی
ہے پس صحابہ نے جو تین روز اوسکے لاشہ کو ڈال رکھا اور دفن نکیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک عثمان مومن نتھا اور اگر بلوائیوں کے خوف سے دفن نہیں کیا تھا تو اس سے تقیہ کرنا
صحابہ کا لازم آتا ہے اور اہلسنت تقیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ صحابہ اوس زمانہ میں ہزاروں تھے مگر بلوائیوں میں بھی اکثر صحابہ شریک تھے اور عثمان کے لاشہ کو دفن
نہیں کرنے دیتے تھے پھر بسبب اوسکے دفن کی کیونکر ہوتی جبکہ صحابہ ہی دفن ہونے دیں پس یہ شیخ جو تواریخ طرفین کا حوالہ دیتا ہے کہ صحابہ نے بلوا و قتل عثمان کے دبانے میں قصور
نہیں کیا یہہ محض افترا اور دروغ ہے دیکھو کسقدر روایتیں ہمنے بیان کی ہیں اہلسنت کی کتابوں سے کہ صحابہ ہی باعث ہوئے قتل عثمان کے او اوسکے بلوہ یا بعد کا سمجھنا
اور کسینے اوسکی اعانت نکی اور بعضے اوسکے قتل میں شریک ہوئے خدا تعالے فرماتا ہے کہ والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر یعنے مومن مرد
اور مومن عورتیں بعضے اونمیں دوست بعضوں کے ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اگر عثمان مومن ہوتا تو عثمان کی دوستی صحابہ کے دلمیں ہوتی اور اوسکی مدد
کرتے اور اوسکے قتل کی رغبت جو دلاتے تھے تو موجب اس آیت کے یہہ امر نیک ہوا اور یا کہو یہہ صحابہ ہی مومن تھے مثل طلحہ اور زبیر و عائشہ و عمرو عاص کے جو کہ عثمان کے قتل کی رغبت
دلاتے تھے اور جب کہ اس مضمون کی روایتیں بیان کر چکا ہوں تو اس شیخ کے قول کے رد میں کہتا ہوں کہ تواریخ طرفین شیعہ و سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوا و قتل عثمان کے
برانگیختہ کرنے میں اور اوسکے قتل کی رغبت دلانے میں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا مقدر یوں ہی تھا کہ عثمان صحابہ کی بے اعتنائی سے مارا جاوے اور یہہ جو لکھتا ہے کہ
صحابہ نے عثمان سے اجازت لڑنیکی بلوائیوں سے چاہی اور عثمان نے اونکو لڑنے سے منع کیا یہہ محض افترا اور دروغ ہے ہرگز ہرگز صحابہ نے عثمان سے اجازت نہیں چاہی اور صحابہ کیوں
اجازت چاہتے کہ وہ خود ہی تو باعث اوسکے قتل کے تھے چنانچہ اس مضمون کی روایتیں پہلے اس سے ہم بیان کر آئے ہیں آور یہہ جو لکھتا ہے کہ باہمہ پانی پہنچانے
اور بلوائیوں کے ہٹانے میں آخر تک تدبیر میں مشغول رہے اگر صحابہ نے پانی عثمان کے گھر پہونچایا تو کیا مضایقہ ہے کہ گھر میں اوسکے بچے اور عورتیں ہی تھیں لعین بچا و حکا
کیا قصور تھا اور انکو آزار پہونچانے کا کام تو عثمان سے تھا اور بلوائیوں کے ہٹانیکی کوئی تدبیر نہیں بلکہ خود بلوائیونمیں صحابہ شریک تھے اور عثمان کے قتل کی اونکو رغبت دلاتے تھے
چنانچہ پہلے اس سے گزرا ہے اور یہہ جو لکھتا ہے کہ زید بن ثابت انصاری تمام انصاریونکو لیکر آئے اور جوانان انصار نے کہا اگر فرماؤ تو دوبارہ ہم انصار خدا بنیں یہہ بھی محض جھوٹ
ہے جو کہ تواریخ معتبرہ اہل سنت سے ثابت ہے وہ یہہ ہے کہ تنہا زید نے انصار سے کہا تھا کہ اگر وہ انصار ہو تم انصار خدا کے دو مرتبہ ابو الحسن مازنی نے کہ وہ بھی انصار میں سے تھا کہا کہ ہم
تیری اطاعت نکرینگے تا کہ ہو جائیں ہم جیسے کہ خدا تعالے مذمت کفار میں فرماتا ہے کہ اطاعت کی ہمنے سرداروں اپنے کی اور بزرگوں اپنے کی پس گمراہ کیا ہمکو راہ حق سے اور بعضے
کہتے ہیں کہ قائل اس قول کا نعمان زرقی تھا کہ زید بن ثابت کے جواب میں کہا تھا چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کتاب الکنی میں ترجمہ ابو الحسن میں لہ صحبة یقال انہ ممن
شہد العقبة وبدرا وابو الحسن المازنی ہو القائل لزید بن ثابت حین قال یوم الدار یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ مرتین فقال ابو الحسن لا واللہ لا
نطیعک فنکون کما قال اللہ تعالی انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ابو الحسن کو صحبت تھی رسول خدا صلعم کی کہتے ہیں کہ وہ اون لوگوں میں سے تھا کہ جو حاضر ہوئے تھے عقبہ و بدر میں ابو
الحسن وہ ہی ہے جو کہنے والا تھا زید بن ثابت کو جسوقت کہا تھا زید نے روز دار یعنے جس روز کہ عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تھا کہ اے گروہ انصار کے ہو تم انصار خدا کے دو مرتبہ
پس کہا ابو الحسن نے یہہ بات سنکر قسم ہے خدا کی نہ مانیں گے ہم کہا تیرا کہ ہو جائیں گے ہم لوگ سو جیسے کہ کہا ہے خدا نے کہ وہ کافر کہیں گے فرمانبرداری کی اور کہا مانا ہمنے سرداروں
اپنے کا اور بزرگوں اپنے کا پس گمراہ کر دیا ہمکو اونہوں نے راہ سے اور واقدی نے لکھا ہے کہ زید بن ثابت کے پاس ایک جماعت انصار کی مجتمع ہوئی اور وہ لوگوں کو واسطے
نصرت عثمان کے کہتا تھا جبلہ بن عمرو نے کھڑے ہو کر کہا کہ تجھکو ان چیز سے مانع ہوئی اوسکے اوپر سے دفع کرنیکو تو اوسکی مدد کیوں نہیں کرتا ہے کہ بخشے تجھکو عثمان نے دس ہزار دینار

اور دیئے تجھکو باغ فدک کہ نہ میراث میں پہنچے تھے تجھکو تیرے باپ سے مثل اُسکے یہ سبب تہا کہ جو زید کہتا تھا انصار سے کہ پہلے ہی انعام پائے ہوئے تہا عثمان سے مومنین کے حقوق میں سے لیکن انصار نے اسکا کہنا نہ مانا اور باقی رہا عبداللہ بن عمرو وہ بھی عثمان سے کہنے گیا تھا اُسکی کمک کے واسطے اسواسطے کہ واقدی لکھتا ہے کہ روی عن ابن عمر انه قال واللہ ماکان منا الا خاذل او قاتل یعنی روایت کی ہے ابن عمر سے کہ تحقیق اُس نے کہا کہ قسم ہے خدا کی نہتا ہم میں سے مگر بے یار چھوڑ دینے والا یا قتل کرنیوالا عثمان کا بس معلوم ہوا کہ زید بن ثابت نے اور عبداللہ بن عمر نے عثمان سے جا کر یہ گفتگو نہ کی تہی جو کہ یہ شیخ لکھتا ہے معلوم نہیں ایسی باتیں کہاں سے لکھتا ہے اگر شیعہ کی کسی کتاب سے لکھے تو البتہ تسلیم کیا جائے اور یہ جو لکھتا ہے کہ مگر امام ہمیشہ حضرت حسنین عبداللہ بن عمر وغیرہ عثمان کے گھر میں تھے اور بلوائی ہجوم کرتے تہے تو یہ لاٹھی مارتے تھے اور دروازہ بند کر دیتے تھے اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے تو سبب سکا یہ ہے کہ لوگوں کی جانب سے تعدی حد شرع سے زیادہ عثمان کے اہل و عیال کو نہ پہنچی اور اُسکے زن و فرزند کو آب و طعام پہنچتا رہے کہ اُن بیچاروں کا کیا قصور تھا کہ وہ تو محض بیگناہ تھے اور اس مقام میں اہل سنت کے علما بہت سی روایتیں پوچ اور واہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر نے امام حسن کے طمانچہ مارا بھلا حسنین کا کیا قصور تھا خود ہی یہ شیخ لکھتا ہے کہ بلوائی گھر کے پیچھے سے نقب لگا کر چلے آئے اور حسنین دروازہ پر تھے اور جناب امیر سے ہو سکتا ہے کہ حسنین کو جو کہ دو بیٹے رسول خدا ہیں بلا قصور تعزیر دیویں اور موافق لکھنے صاحب تحفہ کے یہ معصوم نہیں تو محفوظ ہیں گناہ سے پہر کسواسطے طمانچہ مارتے بے قصور کو معاذ اللہ کیسے دروغگو ہیں تین بدویوں کی جانبداری کرکے اپنے ایمان کو ضائع کرتے ہیں اور عثمان کے غلاموں کا جو حال لکھتا ہے کہ فوج کثیر تہی اگر حکم دیتا انکو تو حقیقت معلوم ہو جاتی یہ بھی سب غلط ہے جس صورت میں کہ اصحاب رسول مقبول ہزاروں تھے اور بلوائیوں کا کچھ نہ کر سکے اور اُن کے خوف سے عثمان کے لاشہ کو دفن کرنے نہ پائے یہانتک کہ تین روز تک گھوڑے پر پڑا ہوا سڑ گیا تو غلاموں کی کیا حقیقت تہی اُنکے مقابلہ میں اول تو یہ امر وقوع ہی میں نہیں آیا اور اگر بالفرض منع ہی کیا تو اسواسطے کہ یہ غلام مفت مارے جاوینگے کیا باعث بتلاتے ہیں کہ جو کوئی کمک کرنیکو کہتا ہے تو عثمان اُسکو منع کرتے ہیں ہاں سچ ہے جسوقت کہ اصحاب رسول نے اُسکو بے یار و بے مددگار کر کے چھوڑ دیا ہو تو اور کیا کہیں کوئی بات بھی تو بنانی عثمان کے واسطے تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ عثمان کو ناحق قتل کیا ہے اور حالانکہ کتابیں اُسکے قصوروں سے پُر ہو رہی ہیں اُسکو کہاں چھپاوینگے اور یہ جو لکھتا ہے کہ تواریخ طرفین میں موجود ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کو اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور اپنے غلام قنبر کو عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکھا تھا اور طلحہ اور زبیر نے اپنے بیٹوں کو اور جب بلوائی ہجوم کرتے تہے تو یہ لاٹھی لکڑی سے جو ہاتھ آ جاتا تھا لڑتے تہے اور یہانتک کہ سبط اکبر امام حسنؑ خون آلودہ ہو گئے محمد بن طلحہ اور قنبر کے سر پر زخم لگا یہ بھی سب دروغ ہے اور شیعہ کی کسی کتاب میں نہیں لکھا اگر تو راست گو ہے تو شیعوں کی کسی کتاب کا نام لکھا ہوتا اور تو لکھتا ہے کہ تواریخ طرفین میں موجود ہے حاشا کہ شیعہ کی کسی تواریخ میں یہہ مضمون لکھا ہو اور کیونکر یہ قول غلط نہو کہ میاں طلحہ اور زبیر تو خود باعث قتل عثمان تہے وہ اپنے بیٹوں کو عثمان کی حفاظت کے واسطے اُسکے دروازہ پر کیوں بٹھلاتے اور عجیب و غریب بات ہے کہ علی اور طلحہ اور زبیر خود تو بلوائیوں کے منع کرنے کو عثمان کے دروازہ پر نہ آئے جو کہ فہمیدہ تھے اور جنکے کہنے کا اثر تہا لڑکوں کو اپنی بہیجدیا بھلا یہ بات خیال میں بھی آتی ہے اور بڑا تعجب یہ ہے کہ عثمان کے غلام جو کہ فوج کی فوج تہی اور ہتہیار باندہکر آ کر لڑنے کا ارادہ رکھتے اُنکو تو عثمان نے منع کر دیا کہ تم مت لڑو اور ایسے ہی ابن عمر کو منع کر دیا اور چار پانچ لڑکوں کو یعنی علی اور طلحہ کے اور قنبر کو زخمی کروا دیا اُنکو منع نہ کیا کہ تم لاٹھیوں اور لکڑیوں سے کیوں لڑتے ہو تم یہاں سے چلے جاؤ میری شہادت تو لکھی ہوئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تہا تم کیوں زخم کھاتے ہو میں تو مقتول ہونگا سو کیا فائدہ لوگ بھی زخمی ہوں اور مطلب حاصل نہو مگر یہ کہا جائے کہ عثمان کو عبداللہ بن عمر اور غلام اُسکے بہت عزیز اور پیارے تہے اُنکے مقتول ہونیکو گوارا نہ کیا اسواسطے اُنکو لڑنے سے منع کیا اور حسنین اور قنبر اور اولاد طلحہ اور زبیر کے ساتھ جو عداوت رکھتا تھا اُنکو منع نہ کیا اور چاہا کہ یہ مقتول ہو جاویں اور یہ جو لکھا ہے کہ نہج البلاغت جو اصح الکتب شیعہ سے اسبات کی گواہ ہے حضرت امیر سے اسمیں روایت ہے کہ اُنہوں نے یہ فرمایا واللہ قد دفعت عنه مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے ایک ٹکڑا ذرہ سا خطبہ میں سے لے لیا ہے نہ اُسکے اول کی خبر ہے نہ اُسکے آخر کی کہ کیا لکھا ہے اول میں اس خطبہ کے یہ مضمون ہے کہ ابن عباس عثمان کی طرف سے حضرت امیر کے پاس نامہ لائے جسوقت کہ عثمان محاصرہ کیا گیا تہا اور سوال اُس نامہ میں نہ نکلنے کا تھا کسی طرح میں اس گھیرے سے نکلجاؤں حضرت علی نے فرمایا اے ابن عباس کیا چاہتا ہے عثمان مجھکو تو اُسنے شتر آبی کھینچنے کا بنا رکھا ہے کبھی آگے کو جاؤں اور کبھی پیچھے کو جاؤں اور بار بار آدمی بھیجتا ہے بعد اُسکے فرمایا کہ واللہ لقد دفعت عنه حتی خشیت ان اکون آثما یعنی قسم ہے خدا کی البتہ تحقیق دفع کیا تھا میں نے اُس سے یہانتک کہ ڈرا میں اس امر سے کہ گنہگار ہو جاؤں پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت امیر عثمان کے پاس سے لوگوں کو دفع کرنے سے اور اُسکی اعانت سے دست بردار ہو گئے تہے اُسکی تلون مزاجی سے اور بدعت و احداث اور معاصی سے اور یہ دفع کرنا جو حضرت امیر نے فرمایا ہے یہ پہلی مرتبہ کا ہے اور دوسری مرتبہ کہ جسوقت محصور تھا اور مارا گیا تھا اُسوقت کا دفع کرنا حضرت امیر کے کلام سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور مرتبہ آخر میں جو حق بدعات کثیرہ اُس سے صادر ہوئی تو صحابہ اُسکے قتل پر راضی ہوئے گویا ابتدا میں اُسکا قتل نہ چاہا اور آخر میں جناب امیر اُسکے قتل سے کبو ناراض ہوتے کہ بروایات معتبرہ اہل سنت ثابت ہے کہ جناب امیر نے فرمایا ہے قتل عثمان کے مقدمہ میں نہج خطبہ میں کہ ماقتلت عثمان ولا کرہت قتله وما امرت وما نهيت چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ یعنی نہ قتل کیا میں نے عثمان کو اور نہ مکروہ جانا میں نے قتل ہونے اُسکے کو اور نہ حکم کیا میں نے اور نہ منع کیا میں نے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کو عثمان کے قتل ہونیکا کسی طرح سے افسوس اور رنج نہتا اور بعد اُسکے لکھا ہے تاتارخانیہ میں کہ کہا حضرت علی نے کہ من کان سائلی من قتل عثمان اللہ قتلہ و انا معہ

یعنی جو شخص کو پوچھے مجھ سے قتل عثمان کی سے تو خدا نے قتل کیا ہے اسکو اور میں ہمراہ خدا کے ہوں۔ اور واقدی نے بھی لکھا ہے کہ عمار یاسر کہتے ہیں کہ جس وقت قتل ہوا عثمان تو دیکھا میں نے
علی کو منبر پر رسول خدا صلعم کے فرماتے تھے کہ۔ ما احببت قتلہ ولا کرھتہ ولا امرت بہ ولا نھیت عنہ اور سوائے اسکے یہ ہے کہ جسقدر بلوائیوں میں مصر کے رہنے والے تھے وہ سب حضرت
علی کے کہنے میں تھے اگر علی چاہتے تو وہ سب علیحدہ ہو جاتے لیکن علی کو تو قتل ہونا عثمان کا گوارا ہی تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ اسکی شرح میں تمام شراح نہج البلاغت نے روایت کیا ہے
کہ حضرت امیر بلوہ کے دنوں میں جب حضرت عثمان کے گھر میں آتے تھے تو بلوائیوں کو جا بجا مار مار دفع کرتے تھے اور لعنت کرتے تھے یہ بھی قابل اعتبار نہیں ہے کہ کسی شرح کا نام تو لکھا ہوتا
کہ کس شرح تصنیف شیعہ میں یہ لکھا ہے اور جھوٹے دعوی زبانی کو کون سنتا ہے اور دلالت کرتا ہے اسکے بطلان پر قول تمام اہل سنت کا کہ لعنت کسی فاسق کی بھی جایز نہیں ہے
بلکہ لعنت کرنا کسی کافر کا بھی جایز نہیں ہے جبتک کہ وہ زندہ رہے چہ جا کہ مومن اور مومن بھی کون کہ اصحاب رسول مقبول کہ جو اکثر انہیں سے بلوائیوں میں شریک تھے اور وہ بھی سب کے
سب عادل بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ علی لعنت کریں اصحاب رسول پر جو کہ عادل ہیں اور اصحاب رسول باوجود شریک ہونے فتنہ عثمان کے بھی عادل رہے تھے اور انکی عدالت میں کسیطرح کا
فرق نہ آیا تھا چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ مذھب جمھور العلماء علی ان الصحابۃ کلھم عدول قبل فتنۃ عثمان و علی و کذا بعدھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کرنا
عثمان کا گناہ نہ تھا اسواسطے کہ بعض صحابہ جو کہ عثمان کے قتل میں شریک تھے اگر اسکا قتل کرنا گناہ ہوتا تو وہ کیونکر عادل باقی رہتے اسواسطے کہ عادل تمام اسکو کہتے ہیں کہ جو کوئی گناہ عمداً
نکرے بلکہ بلوائی قاتلان عثمان خواہ اصحاب خواہ غیر اصحاب سب مومنین تھے چنانچہ ولی اللہ پدر مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ خالد ربعی کہتا ہے کہ قرأت فی
کتاب اللہ المنزل ان عثمان یاتی رافعا یدیہ الی اللہ یقول یارب قتلنی عبادک المومنون یعنی پڑھا ہے میں نے بیچ کتاب خدا کے جو کہ نازل کی گئی ہے یہ کہ عثمان آویگا بلند
کرنیوالا ہو کر دونو ہاتھوں اپنے کو طرف خدا کے کہیگا کہ اے پروردگار میرے قتل کیا مجھکو تیرے بندوں مومنین نے اس روایت سے معلوم ہوا کہ قاتلان عثمان سب مومنین تھے اور لعنت کرنا مومن
کا کسی وجہ سے جایز نہیں ہے پس نسبت کرنا لعن کا طرف جناب امیر کے محض دروغ اور افترا ہے اور جب یہ دروغ ہوا تو جناب امیر کا عثمان کے گھر پر جانا اور بلوائیوں کو جا بجا مار کر دفع کرنا بھی
افترا ہے اور ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** ابن اعثم کوفی شیعوں کا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ کا دشمن جان ہے وہی اپنے فتوح میں نقل کرتا ہے کہ حضرت امیر نے
اپنے فرزند ارجمند سبط اکبر امام حسن رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ حضرت عثمان کے پاس جاؤ اور کہو کہ میرے والد کا دل تمہارے ہی طرف لگا ہوا ہے فرماتے ہیں میں سنتا ہوں کہ یہ لوگ
تمہارے مقدمہ میں کچھ بہت غل شور کر رہے ہیں اور کسی کی نصیحت نہیں سنتے اور تمہارے قتل کا مصمم ارادہ کئے بیٹھے ہیں اسلئے تمہاری طرف سے مجھے بہت اندیشہ ہو رہا ہے اگر فرماؤ تو میں
بھی آکر تمہارا مددگار ہوں اور ان لوگوں سے لڑوں اور جسطرح بن پڑے ان لوگوں کو تمہارے دروازہ سے ہٹا دوں حضرت امام حسن حسب ارشاد والد ماجد حضرت عثمان کے پاس آئے اور
پیام پہنچایا انہوں نے فرمایا یہ مجھے منظور نہیں کہ آپ تکلیف اٹھائیں اور ان لوگوں سے لڑیں میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہے یوں فرماتے ہیں کہ اگر ان لوگوں سے لڑو تو لڑو فتح
ہوگی اور نہ لڑو روزہ ہمارے پاس کھولو سو اب یہی تمنا ہے کہ رسول خدا صلعم کی خدمت میں جا کر روزہ کھولے حضرت امام حسن چپ ہو کر چلے آئے **اقول** ابن اعثم کو جو شیعوں کا
مورخ کہتا ہے بالکل غلط ہے شیعہ تو اس پر تبرا کرتے ہیں اور پہلے اس سے ہم بیان بھی کر چکے ہیں اور شیعوں میں تو کوئی مورخ ہی نہیں ہے مگر اخوند محمد باقر مجلسی طاب ثراہ بحار الانوار میں
اور حیات القلوب میں بطور تواریخ کے کچھ لکھتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب بھی تحفہ میں تحریر کرتے اپنے مذہب کا لکھتے ہیں کہ شیعوں کے مذہب میں تواریخ کی کتابیں نہیں ہیں ہماری ہی
کتابوں سے لیتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو وہ روایت معتبر ہے کہ جسکو شیعوں نے ائمہ سے نقل کیا ہو یا اس صحابی سے جو ممدوح طرفین ہے جیسے کہ ابوذر عمار سلمان وغیرہ اور اعثم کوفی مثل اور مورخین
کے سنی ہے مثل تاریخ ابو الفدا اور تاریخ خمیس اور ملل نحل والے کی اور جو کچھ اس نے اس مقدمہ میں لکھا ہے سب غلط ہے اسکا قول ہم پر حجت نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے مذہب سے خارج ہے اور وجہ
اسکے شیعہ ہونے کی جو کچھ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں لکھی ہے ہم اسکو پہلے اس سے رد کر چکے ہیں اور شاہ صاحب ممدوح کا دستور ہے کہ جس سنی کو دیکھتے ہیں کہ وہ صحابہ کے عیبوں
کو بیان کرتا ہے اور وہ باتیں اسکی قلم سے جاری ہو جاتی ہیں کہ جو شیعوں کی حقیت پر دلالت کرتی ہیں تو اسکو متہم بتشیع کر دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ شخص سنی ہے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت
کے حق ہونیکا قائل ہے جیسے کہ ابن ابی الحدید معتزلی اور صاحب فصول مہمہ کہ وہ ابن صباغ مالکی ہے اور ابن قتیبہ اور اعثم کوفی وغیرہ اور دیکھو تو یہ شیخ کیسا دھوکا دیتا ہے
کہتا ہے اعثم کو کہ شیعوں کا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ کا دشمن جان ہے تاکہ لوگ جانیں کہ وہ شیعہ ہی ہوگا یہ سچ کہتا ہے اور حالانکہ شیعہ اس سے بیزار ہیں معلوم نہیں کہ کس وجہ سے
اسکو شیعہ کہتے ہیں اگر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ثلاثہ کے عیبوں کو بیان کرتا ہے تو عیبونکو تو سنی بھی بیان کرتے ہیں صاحب استیعاب اور صاحب ملل و نحل اور صاحب کنز العمال اور صاحب
تاریخ خمیس اور تاریخ ابو الفدا اور صاحب تاریخ طبری اور سوا انکے اس تنہا کا کیا قصور ہے ہاں اگر وہ یہ لکھتا ہو کہ خلفاء ثلاثہ غاصبان خلافت تھے اور ابوبکر نے فدک کو غصب کیا
تھا اور خلافت حق علی کا تھا اور فدک حق فاطمہ زہرا کا تھا اور سوائے اسکے جو شیعہ اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں تو اس صورت میں البتہ اسکو کہہ سکتے ہیں کہ میلان اسکا طرف تشیع کے
تھا اور اسنے ایسا اپنی کتاب میں کہیں نہیں لکھا ہے اور نہ خلفاء ثلاثہ سے بیزاری لکھی ہے تو اسکو کیونکر شیعہ کہہ سکتے ہیں اور اس نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت امیر نے عثمان کو امام

حسن کی زبانی پیغام بھیجا تھا اور مدد عثمان کی نہ کی کیا اگر کوئی دشمن مارا جاتا ہو تو اُس سے پوچھا ہی کرتے ہیں لیکن تو کہیگا تو تیری مدد کریں ایسا کہیں بھی دستور ہی اگر حضرت علی کو اعانت عثمان کی منظور ہوتی تو یہ ہجوم اُس پر نہونے پاتا وہ سب لوگ حضرت علیؑ کے کہنے میں تھے اور حضرت علیؑ نے تو جیسے کہ عثمان کو قتل نہیں کروایا ہی ایسے ہی لوگوں کو اُسکے قتل کرنے سے منع بھی نہیں کیا ہی جیسے کہ تاریخ خمیس کی روایت میں پہلے اس سے گزرا ہی کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ نہ میں نے اُسکو قتل کیا ہی اور نہ قتل کرنے سے منع کیا ہی لیکن لوگوں کو گمان ہی کہ حضرت علیؑ نے اُنکو قتل کروایا ہی اور نہ حضرت علی نے عثمان سے مدد کرنیکے باب میں کچھ پوچھا ہی اگر مدد کرنا منظور ہوتا تو پوچھنے کی احتیاج نہتی اپنے دوست کو کوئی ایسا بے یار نہیں چھوڑ دیتا ہی کہ اپنی آنکھوں کے سامنے دوست قتل ہوتا ہو اور آپ دیکھا کریں اور منتظر ہوں کہ دوست کہی تو اُسکی مدد کریں ورنہ اُسکو قتل ہولینے دیں اور یہ بات کہیں عقل میں بھی آتی ہی اور عثمان مدد کرنے سے کیوں کسیکو منع کرتا وہ تو آرزو رکھتا تھا کہ میں بچ جاؤں اور کہتا تھا کہ اے لوگو مجھکو قتل نکرو میں تمہارا بھائی مسلمان ہوں چنانچہ پہلے اس سے گزر گیا ہی کنز العمال سے اور بے وجہ نہیں مارا گیا ہی تاکہ یہ کہنا اُسکا حجت ہو بلکہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا ہے اور دین میں احداث کئے تہے اور حقوق مومنین کو غیر مستحقوں اپنے عزیز اور دوستوں پر تقسیم کیا تھا اور صحابہ رسول مقبول کو آزار پہنچائے تہے اور بے عزت کیا تھا اسکے عوض میں مارا گیا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب سنیے کہ اہل ایمان کا تو یہ کام نہیں کہ حضرت امیر کے تمام معاملات کو نفاق اور ظاہرداری پر محمول کریں شیعہ اگر بحکم المرء یقیس علی نفسہ حضرت امیر اور صاحبزادوں کے ان معاملات اور تمام ان گفتگوؤں کو منافقانہ سمجھیں تو اُنہیں اہل ایمان کون سمجھتا ہی معاذ اللہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور نفاق جو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔ اور اگر بالفرض نفاق ہی تھا تو اسوقت ہو گا اپنی خلافت میں کوفہ میں جب خطبہ میں اسبات پر قسم کھائی کہ میں نے قاتلان عثمان کو بہت ہٹایا تو اُسوقت کیا دباؤ تھا جب تو حضرت عثمان بھی شہید ہولئے تھے اور قطع نظر شجاعت کے کار فرمائی خلافت بھی آپ ہی تھی مرے ہوے سے تو نامرد بھی نہیں ڈرتے اور بے سر و سامان کے ہراس نہیں ہوتا حضرت علیؑ کو اس شجاعت اور اس شوکت پر کیا ہوا کہ ابتک بھی عثمان کا خوف لگیا اگر بزعم شیعہ اسمیں کچھ نفاق بھی ہوتا تو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آواز بلندیوں کیوں فرماتے **اقول** بیہودہ اور بے سر و پا بکتا چلا جاتا ہی اور اپنی طرف سے ایک مضمون تراش کر اُسکا اور جو چاہتا ہی سو بیان کرتا ہی اے ہم اسکو کب تسلیم کرتے ہیں کہ جناب امیر نے عثمان کو زبانی امام حسنؑ کے کہلا بھیجا تھا اگر فرماؤ تو میں بھی تمہارا مددگار رہوں یہ سب غلط ہی اور اگر اعثم کوفی نے لکھا ہی تو وہ تیرا ہم مشرب ہے سگ زرد ۔ برادر شغال اُسکا کلام ہم پر حجت نہیں ہو سکتا اور معاذ اللہ جناب امیر نے تو کوئی کام نفاق کا کیا ہی نہیں ہے البتہ تیرے نزدیک عثمان کے قتل کے دنوں میں جو صحابہ کہ مدینہ میں تہے تیرے قول کے موافق سب منافق تہے کہ اُنہوں نے کلمہ بلوائیوں کا پڑھا اور بلوائیوں کے خوف سے لاشہ عثمان کا تین روز تک گھوڑی پر پڑا رہنے دیا اور دفن اُسکو نہ کیا کہ دفن کرنا اُسکا واجب تھا اور ہر ایک ظاہرداری کو نفاق نہیں کہہ سکتے ہیں اور جو ایسا کہی وہ منافق ہی اسواسطے کہ ظاہرداری خلاف باطن کے تقیہ بھی ہی اور وہ یہ ہے کہ ظاہر میں کفر کی بات ہو اور دل میں ایمان قائم ہو اور نفاق بالعکس اسکے ہی اور تقیہ قرآن سے ثابت ہے آیت اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ سے عمار یاسر کے قصہ میں چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہی اور تقیہ کو نفاق کہنا کار منافق کا ہی اسواسطے کہ تقیہ قرآن سے ثابت ہی اور نفاق کی مذمت قرآن میں موجود ہی اور شیعہ تو حضرت امیر کے کسی معاملہ کو نفاق نہیں سمجھتے ہیں البتہ تیری تقریر سے صحابہ کا منافق ہونا لازم آیا کہ اُنہوں نے بلوائیوں سے ظاہرداری کے لیے عثمان کا لاشہ دفن نہ کیا اور اب میں بھی کہتا ہوں کہ اب سنیے کہ اہل ایمان کا تو یہ کام نہیں کہ صحابہ کے معاملات کو نفاق اور ظاہرداری پر محمول کریں اہل سنت اگر بحکم المرء یقیس علی نفسہ صحابہ کے اس معاملہ کو منافقانہ سمجھیں تو اُنکو اہل ایمان کون سمجھتا ہی معاذ اللہ صحابہ اور نفاق جو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔ اور عباس اور علی کے نزدیک تیرے ابوبکر اور عمر بھی منافق تہے چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہی کہ جسوقت علی اور عباس نے عمر کی خلافت میں عمر سے دعویٰ فدک وغیرہ کا کیا تو عمر نے کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن جانتے تہے اور مجھکو بھی تم کاذب آثم غادر خائن جانتے ہو اور یہی علامتیں نفاق کی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ کہا جناب رسول خدا صلعم نے کہ اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر متفق علیہ چار چیزیں ہیں جس شخص میں وہ چاروں ہونگی ہو گا وہ منافق خالص اور جس شخص میں ہوگی ایک خصلت ان چار میں سے تو ہوگی ایک خصلت اُسمیں نفاق کی یہانتک کہ چھوڑ دے اُنکو جسوقت امانت لیوے تو اُسمیں خیانت کرے اور جسوقت بات کرے تو جھوٹ کہے اور جسوقت عہد کرے تو غدر یعنی بیوفائی کرے اور جسوقت مخاصمہ کرے تو گناہ بدکرے کہ وہ آثم ہے اور حضرت عمر تو خود اپنی زبان سے فرمایا کرتے تہے واللہ انا من المنافقین یعنی قسم ہے خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں چنانچہ احادیث صحاح میں ہے اور امام غزالی وغیرہ جو کہتے ہیں کہ واسطے کسر نفسی کے ایسا فرمایا تھا یہ تاویل بالکل باطل ہی اسواسطے کہ کسر نفس کے واسطے کہتے ہیں کہ میں گنہگار ہوں اور کافر اور منافق بکسر نفس کے واسطے کوئی اپنے تئیں نہیں کہتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی یہ شیخ کہ اور اگر بالفرض نفاق ہی تھا تو اُسوقت ہوگا اپنی خلافت میں کوفہ میں خطبہ میں جب اسبات پر قسم کھائی کہ میں نے قاتلان عثمان کو بہت ہٹایا تو اُسکے جواب میں کہتا ہوں میں کہ جناب امیر علیہ السلام کا منافق ہونا تو کسیطرح سے لازم نہیں آتا ہی نہ اُسوقت میں خلافت میں نہ بعد خلافت کے لیکن شیخین یعنی ابوبکر اور عمر حقیقت میں منافق تہے جیسے کہ ہمنے ثابت کیا صحیح مسلم اور مشکوٰۃ سے اور اب اس شیخ کی جہالت سنی چاہئے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب تحفہ میں اس نے عثمان کے مطاعن کے جواب میں لکھا ہو واللہ دفعت عنہ دیکھکر اُسکی نقل کردی ہی لیکن اسکو نہ اسکے پہلے کی خبر ہی اور نہ اسکے بعد کی خبر ہی کہ کیا لکھا ہی اور نہ اسکی خبر ہی کہ یہ کلام جناب امیر کا کیا کلام ہی اور نہ یہ

معلوم ہی اسکو کہ یہ کلام کس زمانہ میں فرمایا تھا اپنی طرف جو چاہتا ہی سو بکتا ہی اور حقیقت سے بیخبر نہیں ہی کئی جھوٹ اس نے بیان کئی ہیں اول تو کہتا ہی کہ اپنی خلافت میں کوفہ میں خطبہ میں اور حال یہ ہی کہ عثمان کی زندگی ہی میں فرمایا تھا نہ اپنی خلافت میں اور خطبہ میں نہیں فرمایا بلکہ ابن عباس جو عثمان کی طرف سے کتابت لیکر آئے تھے اسکے محصور ہو جانیکی حالت میں اور اسمیں سوال عثمان کا واسطے نکلنے کے تھا تو اسکے جواب میں حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ میں نے اسکے اوپر سے بہت دفع کیا تھا یہانتک کہ خوف کیا میں نے کہ ایسا نہ ہو کہ گنہگار ہو جاؤں اور اپنے خطبہ میں ایسا نہیں فرمایا اور نہ اپنی خلافت میں یہ فرمایا بلکہ عثمان کی زندگی میں ابن عباس کے جواب میں فرمایا اور اس کلام سے حضرت امیر کا ثابت ہوتا ہی کہ اسوقت عثمان کی اعانت سے ہاتھ کھینچے ہوئے بیٹھے تھے بسبب اسکی احداث اور بدعات کے اور یہ دفع کرنا جناب امیر کا عثمان سے پہلے اس سے وقوع میں آیا ہی جبکہ امر کا مشورہ کرتے تھے نہ وقت محاصرہ عثمان کے کہ اسوقت کی اعانت کسی طرح سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ میں پہلے اس سے بیان کر چکا ہوں دوسرے ایک اور جھوٹ اور افترا لکھتا ہی کہ اسوقت کیا دبا وہ تھا جب تو حضرت عثمان شہید ہو گئے تھے اور حال یہ ہی کہ یہ ذکر عثمان کے قتل ہونے سے پہلے کا ہی اور یہ وہ نگو کہتا ہی کہ عثمان کے قتل کے بعد کا ذکر ہی اور نہ اسوقت علی کار فرمائے خلافت تھے کہ عثمان ہنوز زندہ تھا اور بعد اسکے جو کچھ لکھا ہی سب بیچ اور واہی ہی اور اسکا کیا جواب ہو وے کہ جسکی کوئی اصل ہی نہیں ہے اپنی طرف سے ایک بات بنا کر لکھتا ہی نہ تو علی نے مردہ کا ڈر کیا اور نہ عثمان کے قتل کے بعد ایسا کلمہ فرمایا یہ سب غلط اور جھوٹ ہی جو کچھ کہ یہ شیخ نجدی کہتا ہی اور کچھ اصل اسکی نہیں ہے اور نہ کچھ اسکو خبر ہے اور خوف مردہ سے تو نہیں ہوتا مگر اسکے معتقدین اور مریدین سے البتہ ہوتا ہی لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا جاہل اور بیخبر تھا یہ شیخ کہ کچھ خبر نہیں رکھتا تھا اور مولوی عبدالعزیز صاحب کے دھوکہ دینے سے ایسا دھوکے میں آیا تو اسکو کیا ضرور تھا باب مناظرہ میں قدم دھرنا اور طرفہ یہ ہی کہ مولوی عبدالعزیز صاحب کا جو کلام کہ اس مقام میں ہے وہ اسکی سمجھ میں نہیں آیا وہ تو کچھ کہتے ہیں اور یہ کچھ کہتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اور پھر حضرت عبداللہ بن سلام ہر صبح کو بلوائیوں کے پاس جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل مت کرو ورنہ انکے قتل کے بعد بہت سے فتنے فساد اٹھینگے اور حضرت حذیفہ بن الیمان جنکو منافقین کا علم تھا اور حضرت امیر نے بھی انکے حق میں اس علم کی گواہی دی ہی چنانچہ شیعوں کی کتابوں میں موجود ہی بلوائیوں کو حضرت عثمان کے قتل سے بتاکید منع کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ انکا مارا جانا بہت فتنوں کا باعث ہو جائیگا **اقول** اسکے واسطے کوئی سند معتبر چاہئے اور کس کتاب معتمد علیہ میں یہ مضمون لکھا ہی اسواسطے کہ کتابوں سے تو ثابت ہوتا ہی کہ سب اصحاب نے عثمان کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہی کہ زہری نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ تو مجھکو خبر دے سکتا ہی کہ کیونکر ہوا مارا جانا عثمان کا اور کیا تھا حال آدمیوں کا اور حال اسکا اور کسواسطے چھوڑ دیا اسکو اصحاب محمد نے بے یار اور بے مددگار کرکے دیکھو اسمیں لکھا ہی کہ اصحاب محمد نے اسکو چھوڑ دیا پھر منع کرنا عبداللہ بن سلام اور حذیفہ کا بلوائیوں کو کہاں سے تو کہتا ہی اور اگر بالفرض والتقدیر ان دو آدمیوں نے منع بھی کیا تو اس سے کیا ہوتا ہی اصحاب رسول مقبول تو اسوقت بھی ہزاروں تھے اور سب نے عثمان کو بے یار و مددگار کرکے چھوڑ دیا تھا چنانچہ پہلے اس سے میں لکھ چکا ہوں ہزاروں نے تو عثمان کو چھوڑ دیا اور دو آدمیوں نے بلوائیوں کو منع کیا تو کیا خوبی ہوئی اور سیر محمدیہ میں لکھا ہی کہ یہ لوگ کہتے تھے کہ قتل کرو اس یہودی کو قتل کرو عثمان کو اور اگر حضرت حذیفہ کو منافقین کا علم تھا تو تمکو کیا بلکہ تمہارے ہی حق میں انکی علم کا ذکر خوب نہیں ہی اسواسطے کہ حضرت عمر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ میں منافقین میں سے تو نہیں ہوں میزان ذہبی میں لکھا ہی کہ عمر نے حذیفہ سے کہا کہ انشدك بالله انا من المنافقين یعنی قسم دیتا ہوں میں تجھکو خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور یہ اسواسطے پوچھا کرتے تھے کہ دل میں کھٹکا رہتا تھا کہ میرا نام تو حذیفہ سے رسول خدا صلعم نے منافقوں میں نہیں لیا اور مشہور ہی کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا آخر کو جو کچھ دلمیں ہوتا ہی وہ کسی طرح سے ظاہر ہو جاتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اب کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ یہ لوگ جنکا ذکر ہو صحابہ نہیں تو اور کون ہیں پھر انمیں سے حضرت علی تو وہ ہیں کہ وہ اکیلے لاکھوں کے برابر ہیں خصوصاً شیعوں کے نزدیک سو اگر بالفرض والتقدیر صحابہ نے بھی انکو قتل کیا ہوتا تو حضرت علی تو مانع ہی تھے پھر مولوی صاحب نے کس خوبی پر اسکے موقع میں کہدیا کہ صحابہ رسول نے تنگ ہو کر اسے قتل کیا مگر میں ہی جو کہ مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام شیعہ حضرت امیر اور بزرگان سلف الاسلام کو صحابہ نہیں سمجھتے یہ تو اوباش کوفہ اور بدمعاشان مصر اور منافقان امت کو صحابہ سمجھتے ہیں سو یہی لوگ ہیں جو حضرت عثمان کے قتل کے لئے اکٹھے ہو کر آئے تھے سو مولوی صاحب نے اپنے عندیہ کے موافق سچ ہی کہا ہی نہ دوست اس عقل ناہنجار پر کہ اپنے مذہب کے پابند بھی تو نہیں بہرحال یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہی کہ صحابہ نے تنگ ہو کر قتل کیا سراسر بہتان اور دروغ صریح ہے بے حیا نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی شرم وہ جو چاہی سو کرے ہم تو اس بیحیائی اور اس جرأت پر غش ہیں کہ کس دلاوری سے فرماتے ہیں اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کردی جاوے چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد **اقول** اس شیخ نے بڑی تلاش سے دو صحابی مولوی عبدالعزیز صاحب کی کتاب تحفہ میں سے منع کرنیوالے بلوائیوں کی نکالی ہیں لیکن اس سے کام نہیں چلتا اول تو یہ کہ ہماری کتابوں کا حوالہ دینا چاہئے کہ ان دونوں نے بلوائیوں کو منع کیا تھا اور اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ انہوں نے منع کیا تھا تو جواب مولوی صاحب کے اعتراض کا کیا ہوا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے بہم ہو کر اسے قتل کیا کوئی ایسی روایت پیدا کیجے کہ جس سے ثابت ہو کہ کسی صحابی نے نہ تو عثمان کو قتل کیا ہی اور نہ اسکے قتل پر کسیکو رغبت دلائی ہی اور نہ اسکے قتل کرنیوالوں کے شریک رہا ہی اور یہ تو مولوی صاحب نہیں کہتے کہ ایک صحابی نے بھی بلوائیوں کو منع نہیں کیا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے عثمان کے قتل پر لوگوں کو رغبت دلائی اور بعضے قاتلوں کے ہمراہ رہے اور بعضے اسکے قتل کرنے میں شریک تھے سو مفصل اسکو بیان کر آئے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے جا دیکھو اپنی کتابوں میں اور عبداللہ بن سلام اور حذیفہ بن الیمان البتہ اصحاب رسول مقبول میں سے ہیں اسکا کون انکار کرتا ہی لیکن انکا منع کرنا ثابت

نہیں ہے اور مخالف ہے اُس روایت کے جو واقدی نے لکھی ہے کہ ابن عمر کہتے تھے واللہ ما کان الا خاذل اتفاق چنانچہ پہلے اس سے گزرا ہے اور درصورت فرض ان کے تو نے منع کیا تو ان کو منع کرنے سے کیا ہوتا ہے جس وقت کہ جماعت کثیر اصحاب آنحضرت کی باعث قتل عثمان ہوئی ہوں اور حضرت علی ہرگز مانع نہیں ہوئے ہیں اور جو کچھ اعثم کوفی نے لکھا ہے حضرت علی نے بلوائیوں کو مارا تا غلط ہے اسکے قول کا ہمارے نزدیک ہرگز اعتبار نہیں ہے اور صحیح موافق مذہب فریقین کے وہ ہے کہ جو کچھ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت امیر نے فرمایا نہ تو میں نے عثمان کو قتل کیا ہے اور نہ قتل کرنے سے اُسکے منع کیا ہے اور نہ اُسکے قتل کو مکروہ جانا ہے اور مولوی صاحب نے اس غوغا پر جو کے موقع میں کہدیا ہے صحابہ کے ہاتھ سے عثمان کے قتل ہونے کا اس طرح کی روایتیں کثرت سے اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں چنانچہ پہلے اس سے گزری ہیں اور جو کہ اصحاب رسول مقبول ہیں انسے شیعہ اعتقاد نیک کہتے ہیں اور بہت خوب انکو جانتے ہیں سوائے چند اشخاص کے کہ جو غاصبان حقوق اہل بیت علیہم السلام تھے اور مدعی منافقین کے اس واسطے کہ حضرت کی صحبت میں منافقین بھی تھے لیکن ہمارے نزدیک منع کرنا صحابہ کا بلوائیوں کو ثابت نہیں ہے اور بصرہ اور کوفہ کے لوگ جو عثمان کے قتل کو آئے تھے اگرچہ یہ صحابہ تھے لیکن صحابہ انکو عثمان کے قتل پر آمادہ تو کرتے تھے اور رغبت تو انکو دلاتے تھے اور بصری اور کوفی ہی تو فقط قاتلان عثمان نہ تھے بلکہ بعض صحابہ بھی تو اُسکے قتل میں شریک تھے جیسا کہ پہلے گزرا ہے اور نہ نفاق اُمت کو تو تم ہی صحابہ سمجھتے ہو نہ شیعہ چنانچہ نفاق بعضوں کا جو کہ بڑے نامی تھے ہم صحیح مسلم اور مشکوٰۃ سے پہلے اس سے لکھ آئے ہیں دیکھو کسقدر کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کے قتل کی لوگوں کو رغبت دلائی تھی اور اُسپر طعن کرتے تھے اور بعضے اُسکے قتل میں شریک تھے اور اُسکو صحابہ نے ایسا ذلیل کیا کہ تین روز تک اُسکو کوڑی اور گھوڑی پر ڈال رکھا اور کسی نے اُسپر نماز نہ پڑھی اور نہ دفن کیا اور پھر یہ شیخ انکار کرتا ہے زور سے اس عقل نابہنجار پر کہ اپنے مذہب کا بھی تو پابند نہیں ہے اپنی عقل ناقص سے جو چاہتا ہے سو کہتا ہے اور یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کو قتل کیا سب راست اور واقع ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے پر جسے نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی شرم وہ جو چاہے سو کہے اور ہم تو اس بیحیائی اور اس جرأت پر غش ہیں کہ باوجودیکہ اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے روایتیں موجود ہیں کہ صحابہ نے عثمان کو قتل کروایا اور بعضے اُسکے قتل میں شریک ہوئے اور پھر کس دلاوری سے یہ شیخ فرماتا ہے کہ قتل عثمان صحابہ کی طرف منسوب کرنا سراسر بہتان اور دروغ ہے واہ چہ دلاور ست دزدی کہ بکف چراغ دارد

قال الشیخ الاشعری اور یہ جو کچھ جناب مولوی صاحب حضرت عائشہ اور حضرت علی کی جنگ کے باب میں قلم فرماتے ہیں کہ انکے باہم بہتر جنگ نہیں ہوئی اور جہاد مال دنیا کے واسطے نہیں ہوتا یہ بجا اور درست ہے مگر تعجب ہے کہ اس بات میں مولوی صاحب نے کچھ جھوٹ کیوں نہیں لا ہم جانیں یہ مثل سچی ہے الکذوب قد یصدق یعنی جھوٹا کبھی سچ بھی بول دیتا ہے

اقول مولوی صاحب کا کام ہمیشہ راست گوئی کا ہے اور کسی مقدمہ میں جھوٹ نہیں لکھتے اور جو کچھ لکھتے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے لکھتے ہیں اور دروغگو تو یہ ہے کہ سچی بات کو جھوٹ کہتا ہے اور واقعی امور کا انکار کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن تاہم بھی چشم پوشی حق سے کر گئے حضرت علی کے اصحاب ثلاثہ سے جہاد نہ کرنے کو اس وجہ پر محمول کرتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس انصار اور مددگار کب تھے کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ انصار اور مددگار کی ضرورت جہاد میں فقط اس وجہ سے ہوتی ہے کہ تن تنہا آدمی مجمع کثیر کے مقابلہ میں کیا کریگا جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر بوجہ نہونے انصار کے قبل مدینہ منورہ کو آنے کے جہاد نکیا تو بجائے خود تھا کہ آپ میں تن تنہا تاب مقابلہ کفار کی نہتی حضرت امیر کو کیا عذر تھا جو انہوں نے تنہا تن جہاد نکیا دیکھو تو وہ خود اپنے حال میں کیا فرماتے ہیں نہج البلاغۃ میں جو اصح الکتب شیعہ ہے علامہ رضی نقل کرتے ہیں قال امیر المومنین انی واللہ لو لقیتهم واحدا وهم طلاع الارض کلها ما بالیت ولا استوحشت وانی من ضلالهم الذی هم فیه والهدی الذی انا علیه لعلی بصیرة من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء الله وحسن ثوابه منتظر وراج یعنی فرمایا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کہ تحقیق قسم ہے اللہ کی اگر میں اُنسے تن تنہا ملوں اور وہ اس کثرت سے ہوں کہ تمام روئے زمین کو ڈھکے ہوں تو میں کچھ پروا نکروں اور نہ گھبراؤں اور مجھے انکی گمراہی اور اپنی ہدایت جانو آنکھوں سے نظر آرہی ہے اور خدا کی طرف سے اُسکا یقین ہوگیا ہے اور میں اللہ تعالی کے ملنے اور اُسکے اچھے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں فقط جو شخص کہ تمام روئے زمین کے آدمیوں بلکہ اتنے آدمیوں سے بھی جو زمین کو ڈھکے تن تنہا نڈر ہو اسکو انصار اور مددگار کی کیا حاجت ہاں ماموں کی موت اپنے اختیار میں نہوتی تو یوں بھی کہہ سکتے کہ نہ گھبرانے اور پروا نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آدمی مارا بھی جائے شاید اس سبب سے جہاد نہ کیا ہو آپنے سمجھا میں تن تنہا لڑونگا تو فتح معلوم مارا ہی جاؤنگا پھر کیا حاصل جہاد اعلاء دین کیلیے ہے جب وہ تو حاصل نہوا اور فقط جان ہی جاتی ہے پھر جہاد کاہیکے لیے کیجیے کچھ خدا کو فقط جان گنوانا تو مطلوب نہیں اور درصورتیکہ امام کا انتقال اپنے اختیار میں ہو چنانچہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہے اور تمام اُنکے اسپر متفق ہیں تو پھر تن تنہا جہاد میں وہ ترقی دین ہوتی کہ مجمع کی صورت میں ہرگز ممکن نہیں مددگاروں کی جہت سے اگر آدمی نہ مارا جائے تو کرشمہ کی بات نہیں ہاں تن تنہا ہو اور تمام جہان جسکو نہ مار سکے اس سے زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا ہندو عجائب پرست میں اگر ایسا معجزہ کسی ہی دیکھ لیں تو بیشک پکار اٹھیں لا الہ الا ہو ایک دو دفعہ بھی ایسی لڑائی لڑتے تو بہت سی تکلیف ہوتی تو اتنی ہی ہوتی کہ آپ زخمی ہی ہو جاتے لیکن عموماً اعتقاد لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتا کہ حیرت سے تو نہ نکلتا اور موافق مخالف سب حلقہ بگوش حضرت امیر ہو جاتے اور حضرت رسول اللہ صلعم کی اس کرات مرات کثیر انبوہ سے جہاد کرنے میں وہ ترقی نہوئی تھی کیونکہ کفار غلبہ رسول اللہ صلعم کو بوجہ جمعیت سمجھکر معتقد نہوتے تھے اسیواسطے اپنے غلبہ کی بھی ترقی امید رکھتے تھے اگر حضرت امیر تن تنہا اٹھتے تو جو مطلوب کہ حضرت امام ہمام امام مہدی کے آنے پر موقوف تھا وہ ابھی حاصل ہو جاتا اور اہل بیت رسول اللہ صلعم پر جو کچھ گزرا وہ ظہور میں نہ آتا **اقول**

ہمیشہ سے طریقہ خدا تعالیٰ کا اسی طرح جاری رہا ہے کہ جبتک انصار نہیں ہوتے تو حکم جہاد کا نہیں ہوتا اور کسی پیغمبر کو بدون انصار کے حکم جہاد کا نہیں ہوا ہے اور اگر جہاد ایک آدمی کی شجاعت
اور زور پر موقوف ہوتا تو کیا خدا تعالیٰ انبیا کو علی کے برابر بلکہ زیادہ علی سے شجاعت عطا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تنہا ہی جہاد کرتے اور انصار کی احتیاج نہوتی اور جناب ختم المرسلین صلعم تو
کسی فضیلت میں علی سے کم نہ تھے بلکہ زیادہ ہی تھے اگر علی میں اسقدر شجاعت تھی تو حضرت رسولخدا صلعم میں اُس سے زیادہ تھی اگر شجاعت کی جہت سے جہاد کافی ہوتا تو انصار کو فراہم ہونیکی کیا احتیاج
تھی تنہا ہی کو حکم جہاد کا ہوجاتا اور خدا تعالیٰ تو بڑا قوی اور خالق اور عطا کرنیوالا شجاعت زورمندوں کا ہے اور بڑی قدرت ہے اُسکی جو چاہے سو کرے وہ طالب نصرت کا اپنے بندوں سے کسواسطے ہے
چنانچہ فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور حضرت علی نے جو ایسا فرمایا ہے سب حق ہے اور بیشک وہ ایسے ہی تھے اور اُنکی شجاعت ایسی ہی تھی کہ وہ
تمام روے زمین کے آدمیوں کے مقابلہ میں گھبراتے اور نہ خوف کرتے کہ جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے سے منہ نہ موڑتے تھے جسوقت خلفاء ثلاثہ وغیرہم بھاگ جاتے تھے اور لڑائی
کو فتح کرتے تھے اور ایک آدمی کا مقابلہ ہزار آدمیوں سے ایسا ہے جیسا کہ تمام روے زمین کے آدمیوں سے اور علی کو بجز بھاگنے کہ رسولخدا صلعم نے اُنکو فرمایا ہے کرار غیر فرار جیسا کہ صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور یہ
ایک عطیہ ہے جانب خدا سے واسطے علی بن ابیطالب غالب کل غالب کے اور اگر حضرت علی کروڑ آدمیوں سے منہ نہ موڑیں تو یہ مقتضا اُنکی شجاعت کا ہے اور ہرگز نہ بھاگیں گو مارے جائیں لیکن اس سے یہ لازم
نہیں آتا ہے کہ سب کو مار ڈالیں اور فتحیاب ہوجائیں اور اگر خدا چاہے تو فتحیاب بھی ہو سکتے ہیں اور حضرت علی نے تو یہی فرمایا ہے کہ میں تمام روے زمین کے آدمیوں کی کثرت سے پروا نکروں اور نہ
گھبراؤں سو اُنکو یہ بات بیشک حاصل تھی کہ کبھی گھبرائے اور جہاد میں سے بھاگے نہیں اور جو لکھتا ہے کہ ہاں تن تنہا ہو کر تمام جہان جسکو تار سکے اس سے زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا سو یہ حضرت
علی کے قول میں کہاں ہے کہ مجھکو کوئی مار نہ سکے فقط اسیقدر ہے کہ پروا نکروں اور گھبراؤں نہیں تو جھوٹ بولا اور حضرت علی پر تہمت کر کے لعنت خدا میں کیوں گرفتار ہوتا ہے کیا
نہ گھبرانے کو لازم ہے کہ مارا نہ جائے اور جب یہ بات نہیں ہے تو پھر احتیاج انصار کی کیونکر نہو و حق یہ ہے کہ یہ ایک مصلحت ہے خدا کی جہاد کے واسطے کہ بدون انصار کے حکم جہاد کا نہیں ہوتا ہے
ورنہ خدا تعالیٰ تو سب چیز پر قادر ہے جو چاہے سو کرے اگر ایک فرشتہ کو بھیجے تو وہ سب فرقوں کی گردنیں توڑ ڈالے پھر سوے آدمیوں کو فرماتا ہے کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ
اور آپ تو مومنین سے جو کہ بندے اسکے ہیں اپنی دین کی ترقی میں نصرت چاہے اور علی جو کہ اُسکی مخلوقات ہیں اور بندہ اسکا ہے وہ تن تنہا جہاد کرے یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور جناب رسولخدا
صلعم کو جو تو لکھتا ہے کہ اُنکو تاب مقابلہ کفار کی نہ تھی یہ اعتقاد تیرا ہے اور ہمارے نزدیک شجاعت اُنحضرت کی علی کی شجاعت سے بھی زیادہ تھی پس معلوم ہوا کہ جہاد پیغمبر اور امام کے زور اور شجاعت پر
منحصر نہیں ہے کیسا ہی زور آور ہو کہ لاکھوں آدمیوں پر غالب ہو مگر مصلحت خدا کی یہی ہے کہ جہاد کے واسطے انصار چاہئیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ تمام روے زمین کے آدمیوں سے نہ ڈرے اسکو انصار
اور مددگار کی کیا حاجت ہے میں کہتا ہوں کہ بیشک حضرت علی ایسے ہی تھے اور جناب رسولخدا صلعم بھی ایسے ہی تھے لیکن نہ ڈرنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ سب کو مار بھی ڈالے اور نہ ڈرنے سے تو یہ مراد ہے
کہ لاکھوں کے مقابلہ میں سے بھاگے نہیں گو مارا جائے اور حضرت علی بھی ایسے ہی تھے فتحیاب ہونا اور سب کا مار ڈالنا اسمیں سے کہاں پایا گیا اور رسولخدا صلعم کو تو ایک آدمی کی بھی ضرورت تھی
جسوقت وہ حضرت تنہا مقابلہ میں کفار کے کھڑے ہوتے تو چاہیے تھا کہ بحکم خدا کفار کے سر گرنے لگتے جب دو سو سر گرتے تو سب کفار حیران ہو کر اسلام کو قبول کر لیتے یا کہو کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ میں ایسی قدرت
نہ تھی اور جو کچھ کہ اس شیخ نجدی نے اس مقام میں لکھا ہے یہ جواب اس امر کا نہیں ہے کہ جہاد کے واسطے انصار کی احتیاج نہیں ہے بلکہ اصل میں اعتراض ہے اسکا علی بن ابیطالب پر کہ ایسا
کلمہ بڑھکر فرمایا کہ میں اسقدر آدمیوں سے کہ روے زمین کو ڈھکیں تو گھبراؤں نہیں اور نہ خوف کروں اور حال یہ ہے کہ یہ کچھ بڑی بات نہیں ہے بہتیرے بندگان خدا اس روے زمین پر ایسے ہیں کہ وہ
اپنی جان کو دیدیں لیکن لاکھوں کے مقابلہ سے منہ نہ موڑیں اور نہ گھبرائیں اور نہ بھاگیں کچھ حضرت علی ہی پر منحصر نہیں ہے اور حضرت علی نے جو ایسا کلمہ فرمایا تو اس شیخ نجدی نے تعجب کیا
اور حضرت علی میں اور سواے انکے اور لوگوں میں بڑا فرق ہے کہ یہ بندہ خاص اور ولی با اختصاص خدا کے ہیں اور معجزات اور کرامات بھی انسے ظاہر ہوتے تھے اور حضرت علی کے قول میں کہاں ہے کہ میں
اکیلا سب کو مار ڈالوں جھوٹ کیوں لکھتا ہے اسمیں تو یہ ہے کہ میں آدمیوں کی کثرت سے گھبراؤں نہیں سو اسمیں خصوصیت حضرت علی کی نہیں ہے بہتیرے بندگان خدا جو کہ شجاع ہوتے ہیں وہ ایسے
ہی سمجھتے ہیں آگے اور یہ جو لکھا ہے کہ ہاں اماموں کی موت انکے اختیار میں نہوتی تو یوں کہہ سکتے تھے اور بعد اُسکے لکھا ہے کہ درصورتیکہ انتقال اُنکے اختیار میں ہو چنانچہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہے اور تمام
امامیہ اسپر متفق ہیں یہ لکھنا اسکا سب غلط ہے نہ تو کلینی نے ثابت کیا ہے نہ امامیہ کا اسپر اتفاق ہے یہ سب ہوکا دہی مولوی عبد العزیز صاحب کی ہے اور اُنکی پیروی سے یہ شیخ نجدی لکھتا ہے چند روایتیں کافی
کلینی میں اس طرح کی آئی ہیں کہ جسوقت موت آتی ہے امام کو تو وہ اُسکو اختیار کرتا ہے اور پسند کرتا ہے اور مکروہ اُسکو نہیں جانتا ہے اور یہ مراد اُس سے نہیں ہے کہ اگر موت آئے تو امام کو اختیار ہے کہ چاہے اُسکو اختیار
کرے اور چاہے اختیار نہ کرے اور مرے نہیں جل تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور امام خدا کے حکم کو ٹال دے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کسی امامیہ کا یہ مذہب
ہے یہ محض اس شیخ کا امامیہ پر افترا ہے اور حدیث میں مختارون کا لفظ آیا ہے یعنی اختیار کرتے ہیں موت اور پسند کرتے ہیں موت کو نہ یہ کہ انکے اختیار میں ہے موت چاہیں مریں چاہیں نہ مریں اس طرح کی سیکڑوں
افترا مولوی عبد العزیز صاحب نے شیعوں پر کئے ہیں اور اپنی کتاب تحفہ میں لکھے ہیں اُنکی پیروی سے یہ شیخ نجدی بھی اُنکی کتاب میں دیکھکر لکھتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ شاید اس سبب سے جہاد نہ کیا ہو
آپ نے سمجھا ہو میں تن تنہا لڑونگا تو فتح تو معلوم مارا ہی جاؤنگا سو اگر اور انبیاء کے واسطے جہاد کرنے کو احتیاج انصار کی اسواسطے تھی کہ اگر وہ تن تنہا لڑینگے تو مارے جائینگے تو حضرت علی کے

واسطے بھی اسی سبب سے اختیاج انصار کی ہو تو کیا مضائقہ ہی کہ جو انبیا علیہم السلام کا حال ہی وہ ہی حضرت علی کا حال ہی اور اسمیں پیروی ہی انبیا علیہم السلام کی اِسپر تو کچھ طعن اِسکا
نہیں ہی اور یہ جو کہتا ہی کہ ہاں تنہا ہو کر پھر تمام جہان جسکو نہ مار سکے یہ تو حضرت علی کے قول میں نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں کی کثرت سے نہ گھبراؤں اور نہ خوف کروں ورنہ کلینی نے یہ لکھا ہے
کہ اگر امام چاہی تو موت کو دفع کرے اور معجزہ دیکھکر ہر کوئی کب ایمان لاتا ہی مُردوں کا زندہ کرنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا انبیا کے ہاتھ سے دیکھتے تھے اور پھر ایمان لاتے تھے اور اہل بیت علیہم السلام پر
جو کچھ ظلم گزرا ہی علت اسکی غصب خلافت ہی اگر خلافت خلافت کے مستحقوں کے پاس رہتی تو ظلم آل رسول پر کاہیکو ہوتے چنانچہ تاریخ بلاذری میں لکھا ہی کہ بعد شہادت حسین کے جب ابن عمر نے یزید
کو نامہ لکھا کہ تونے حسینؑ کو قتل کیا کچھ نہ کیا تو یزید نے اُسکے جواب میں لکھا کہ اے احمق اول جو کچھ کیا ہی تیرے باپ نے کیا ہی ابتدا میں ہم تو بچے ہوتے فرشوں اور مسندوں پر آ بیٹھے ہیں **قال**
الشیخ الاشعری لیکن افسوس تو یہ ہی کہ اڑنا تو شے دیگر حضرت امیر تو اصحاب ثلاثہ کے سامنے کبھی اتنا بھی نہ بولے جتنا رسولخدا صلعم ابوجہل اور امیہ بن خلف اور ابولہب اور ولید بن عقبہ
وغیرہم کے سامنے بول لیے تعجب طرفہ تماشا یہ ہی کہ جناب سرور کائنات کے اس زور اور بل اور قوت اور شجاعت کے باب میں کوئی روایت نہو اور وہ تو حق گوئی کی بدولت کفار نابکار کے ہاتھ سے
عالم تنہائی میں کیا کیا جفائیں اٹھائیں یہانتک کہ علاوہ دشنام ہائے نافرجام اور دست درازی ہائے بے اندازہ کی نوبت یہ پہنچی کہ گھربار سب الوداع کیا اور حضرت امیر کو ایکدفعہ بھی نوبت آئی
کہ علی الاعلان حق گوئی اختیار کریں اور جفائیں اٹھائیں یا مدینہ منورہ ہی ہجرت کر کے شرف ہجرت کو اضعاف مضاعف بلکہ اُلٹی ہم پیالہ اور ہم نوالہ اُنہیں کے پیچھے نمازیں پڑھتے عید و جمعہ میں
اُنہیں کے خطبے سنتے اُنہیں سے رشتہ پیوند قرابت پیدا کرتے تمام عمریوں ہی گزاری اور کچھ نہیں ہو سکے تھا تو جیسے رسولخدا صلعم نے تقیہ نکیا تھا آپ بھی نہ کرتے القصہ حضرت امیر کے جہاد نکرنے
کو اسباب پر محمول کرنا کہ آپکے ساتھ انصار اور مددگار نتھے کمال سفاہت سے بلکہ دیدہ حضرت امیر کی تکذیب کرنی ہی حضرت امیر تو یوں ارشاد فرمائیں کہ میرے مقابلہ میں سارا جہان آ جائے تو کچھ اندیشہ نہیں
ہے اور پھر بوجہ اختیاری ہونے موت کے تنہائی کی صورت میں اور امید ہو سکتی تھی۔ مولوی صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ حضرت امیر انصار کے محتاج تھے معہذا اور کتابوں کو تو پلٹ کر دیکھیے
انصار رسول اللہ صلعم بزعم شیعہ سب انصار اور مددگار حضرت امیر نتھے اولاد انصار آپکی مددگار رہی آپکے ایام خلافت میں اکثر اولاد انصار آپ ہی ساتھ تھی پھر کیا وجہ ہے کہ آپنے ثلاثہ کے زمانہ میں
جہاد نکیا انصاف یوں ہی کہ حضرت امیر دل معین و مددگار خلفا ثلاثہ تھے خصوصاً شیخین کہ آپنے انکی تعریفیں اپنی خلافت میں بھی کی ہیں اور ظاہر ہی کہ وہ زمانہ تقیہ کا نتھا باعتقاد جمہور اہل
اُس زمانہ میں آپ پر تقیہ حرام تھا چنانچہ پہلے مرقوم ہو چکا اور نیز اُس زمانہ میں انکا انتقال ہو چکا تھا مرے پیچھے تو نامردوں کو بھی خوف نہیں رہتا چہ جائیکہ حضرت علی پھر ان سب وقائع کے
ملاحظہ کے بعد اور حضرت علی کی شجاعت اور کمالات اور قوت ایمانی کو خیال کر کے اہل فہم کو تو بجز اسکے خیال میں نہیں آ سکتا کہ حضرت علی کا سکوت فقط اسیوجہ سے تھا کہ انکو خلیفہ برحق سمجھتے تھے
اقول جناب امیر علیہ السلام نے خلافت کے مقدمہ میں خلفا سے زبانی بہت گفتگو کی ہی اور دعوی کیا ہی کہ یہ خلافت حق میرا ہی چنانچہ ملا سعدالدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں
کہ وفی رسالة ابی بکر و عمر و ابا عبیدة الجراح الی علی رسالة لطیفة رواها الثقات باسناد صحیحة تشتمل علی کلام کثیر من الجانبین و قلیل غلظة من عمر و علی و ان علیا
جاء الیهما و دخل فیما دخلت فیه الجماعة و قال حین قام عن المجلس بارک الله فیما ساء و سر کم حاصل یہ کہ ابوبکر کے بھیجنے میں عمر اور ابوعبیدہ جراح کو طرف علی کے بہت لطیف اور
نازک ہی کہ روایت کیا ہی اسکو معتمدوں نے ساتھ سندوں صحیحہ کے کہ شامل ہیں کلام کثیر پر دونو جانب سے اور تھوڑی سختی عمر اور علی کی جانب سے اور تحقیق علی آیا انکی پاس اور داخل ہوا جس جگہ کہ
داخل ہوئی جماعت اور کہا علی نے جسوقت کہ اٹھا ہو مجلس سے برکت دیوے خدا اُس چیز میں کہ عمل میں کیا مجکو اور خوش کیا تمکو اب سمجھنا چاہیے کہ کسقدر ملال حضرت علی کو خلافت کے جانے میں ہوا اور صحیح
بخاری میں ذکر غزوہ خیبر میں عائشہ سے روایت ہے کہ علی نے ابوبکر سے کہا کہ و لکنک استبددت علینا بالامر و کنا نری لقرابتنا من رسول الله نصیبا حتی فاضت عینا ابی بکر
یعنی اور لیکن استبدادگی کی تونے ہمپر امر خلافت میں اور ہم دیکھتے تھے از جہت قرابت خود از رسولخدا صلعم نصیب و حصہ اپنا یہانتک کہ آب دیدہ ہوئیں آنکھیں ابوبکر کی اور ایسی ہی مسلم میں ہے لیکن آپ بدیدہ ہو
کی کیا وجہ تھی اگر علی کو مستحق خلافت جانتے تھے تو خلافت سے دست بردار ہوتے کیونکہ جب جاہ نابینا کر رکھا تھا کیونکر خلافت کو چھوڑتے و روضة الاحباب میں لکھا ہی کہ بعد از آنکہ از بیعت
از بیعت فراغت حاصل شد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ با وجوہ مہاجرین و اعیان انصار جمیع ساختہ کسے بافرستاد و علی مرتضی کرم اللہ وجہہ را بآن مجلس طلبید و ... آل محمد ... حاضر شد
لائق خود بنشست و از موجب طلب خویش پرسید عمر فاروق گفت موجب آنست میخواہیم کہ تو نیز چنانچہ اصحاب با ابوبکر بیعت کردی ... علی گفت کہ این سخن ...
اگر تقیہ بر شما حجت ... گوید کہ بحضرت رسالت پناہ اقرب کیست عمر گفت کہ ترا نگذاریم تا بیعت نکنی اس سے زیادہ اور کیا سختی ہوگی کہ جناب ایسی بات سنتے اور خاموش ہو رہے اور سبب اسکا یہ تھا کہ
رسولخدا صلعم نے وصیت کی تھی کہ تیری اوپر بہت سے مصیبتیں پڑینگی لیکن تو صبر کرنا چنانچہ روضة الاحباب میں لکھا ہی کہ یا علی بعد از من بسی امور مکروہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق صبر
پیش گیری چون بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو آخرت اختیار کنی اور تاکید صبر کی اسواسطے فرمائی کہ رسولخدا صلعم جانتے تھے کہ اگر علی بدون فراہم ہونے انصار کے تلوار میان سے نکالیگا تو لوگ بسبب
کینوں کے کہ علی کی طرف سے سینوں میں رکھتے ہیں مرتد ہو جائینگے اور دین میں خرابی آئیگی چنانچہ استیعاب میں رافع بن نافع کے ترجمہ میں لکھا ہی کہ ذکر عمر بن شبہ عن المدائنی عن ابی مخنف
عن جابر عن الشعبی قال لما خرج طلحة والزبیر ان الله عز و جل لما قبض رسوله قلنا نحن اهله و اولیاؤه فلا ینازعنا سلطانه احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا

وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبر علی بعض الم یعنی روایت ہے شعبی سے کہتا ہے کہ جسوقت خروج کیا طلحہ اور زبیر نے واسطے محاربہ علی کی تو لکھا ام الفضل دختر حارث نے اور اطلاع کی ساتھ نکلنے انکے کے پس کہا علی نے کہ تعجب ہے ساتھ طلحہ اور زبیر کے کہ تحقیق خدا سے عزوجل نے جسوقت روح قبض کی پیغمبر اپنے کی تو کہا ہم نے کہ ہم ہیں اہل و اقارب اسکے نہ نزاع کریگا ہم سے مقدمہ سلطنت اسکے میں کوئی پس انکار کیا ہم پر قوم ہماری نے پس حاکم اور والی کردیا غیر ہمارے کو قسم ہے خدا کی اگر نہوتا خوف فرقہ کا اور اس امر کا کہ عود کریگا کفر اور ہلاک و فاسد ہوگا دین تو البتہ متغیر کردیتے ہم پس صبر کی بعض الم پر اسکے بعد کا ترجمہ یہ ہے کہ پھر نہ دیکھا ہم نے بحمدہ و شکر خدا اگر نیکی کو پھر کودے آدمی عثمان پر کہ اسکو خلیفہ کیا پس قتل کیا انہوں نے اسکو پھر بیعت کی مجھ سے اور نہ جبر کیا تھا میں نے کسی پر اور بیعت کی مجھ سے طلحہ و زبیر نے اور نہ صبر کیا انہوں نے ایک ماہ کامل یہانتک کہ نکلے طرف عراق کے جسوقت کہ توڑنیوالے تھے بیعت میری کو اسے نہ الیس بجز تو انکو بسبب قتل کرنے انکے کے مسلمانوں کو اور عقیلی محدث اہل سنت ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایت آیا ہے کہ کنت علی الباب یوم الشوری فارتفعت الاصوات بینہم فسمعت علیا یقول بایع الناس لابی بکر وانا واللہ اولی بالامر منہ واحق بہ منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضہم رقاب بعض بالسیف ثم بایع الناس عمر وانا واللہ اولی بالامر منہ واحق بہ منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضہم رقاب بعض بالسیف ثم انتم تریدون ان تبایعوا عثمان اذن لا اسمع ولا اطیع ان عمر جعلنی فی خمسۃ نفر انا سادسہم لا یعرف لی فضلا فی الصلاح ولا یعرفونہ کلنا فیہ شرع سواء وایم اللہ لو اشاء ان اتکلم لا یستطیع عربیہم ولا عجمیہم ولا المعاند منہم ولا المشرک رد خصلۃ منہا لفعلت یعنی تھا میں دن شوری کے وقت خلیفہ کرنے عثمان کے دروازہ پر پس بلند ہوئی آوازیں درمیان ان لوگوں کے پس سنا میں نے علی کو کہ کہتا تھا کہ بیعت کی آدمیوں نے واسطے ابوبکر کے اور میں قسم ہے خدا کی بہتر اور سزاوار زیادہ تھا ساتھ خلافت کے اس سے پس سنا میں نے اور مان لیا میں نے خوف اس امر کے سے کہ پھر آدمی کفر کی طرف کہ مارے بعض لوگ گردن بعض کی ساتھ تلوار کے پھر بیعت کی آدمیوں نے عمر سے اور میں قسم ہے خدا کی بہتر اور حقدار زیادہ ہوں خلافت میں اس سے پس سنا میں نے اور مان لیا میں نے اس خوف سے کہ پھر جائیں لوگ کفر کی طرف کہ ماریں بعض انکے گردن بعض کو ساتھ تلوار کے بعد اسکے ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ بیعت کرو تم عثمان کی اسوقت بھی سنتا ہوں میں اور مان لیتا ہوں میں کہ تحقیق عمر نے کردیا ہے مجھکو درمیان پانچ نفروں کے کہ میں چھٹا انکا ہوں کہ نہیں جانتا ہے کسی فضیلت میری کو نیکی میں اور نہیں جانتے ہیں وہ فضیلت کو میری گویا کہ میں کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہوں اور سب کے برابر ہوں اور قسم ہے خدا کی اگر چاہوں میں کہ کلام کروں میں تو نہ طاقت رکھے عربی انکا اور نہ عجمی انکا اور نہ معاند اور مشرک رد کرنے خصلت اور فضیلت میری کو تو البتہ کرسکتا ہوں میں اور یہ روایت لسان المیزان میں اور کتب دارقطنی میں بطرق متعددہ موجود ہے اس روایت سے اور ماقبل کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ خلافت حق علی کا ہے اور وہ لوگ زبردستی سے اعانت دشمنان علی کی وسیلہ خلیفہ بن بیٹھے اور اگر علی نے انسے اسباب میں مقابلہ نہیں کیا اور اپنے حق کے طلب میں انسے لڑے نہیں تو ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ علی کے پاس انصار نہ تھے اور صحابہ میں سے کسی نے اس زمانہ میں علی کی نصرت کی اور اہل سنت کی ان روایتوں سے ثابت ہوا کہ علی اپنے حق خلافت کے طلب میں انسے لڑے نہیں سو واسطے کہ اگر ایسا کرتے تو اکثر لوگ مرتد ہوجاتے اور یہ جو کہتا ہے کہ طرفہ تماشا ہے کہ رسولخدا صلعم کے زور اور قوت کی روایت نہو۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت کے زور کی روایت بیان کرنیکی کچھ احتیاج نہیں جب حضرت علیؑ ایسے شجاع ہوں تو آنحضرتؐ تو علیؑ سے زیادہ شجاع ہونگے کہ وہ علی سے افضل ہیں اور اگر تجھکو یہ روایت ناگوار معلوم ہوئی ہے کہ جو حضرت علیؑ نے اپنی شجاعت کی بیان کی ہے اور تو یہی کہتا ہے کہ یہ نہج البلاغت کی خطبوں میں ہے اور خطبے نہج البلاغت کے وہ ہیں کہ جنکا اعتقاد رکھتے ہیں علماء اہل سنت مثل قوشجی شارح تجرید اور علامہ تفتازانی اور کارزونی اور ملا یعقوب لاہوری اور صاحب قاموس اور صاحب نہایہ اور سوا انکے کہ یہ کلام جناب امیر کا ہے اس صورت میں اعتراض تیرا حضرت علیؑ پر ہوا کہ انہوں نے ایسا بڑھکر کیوں کہا اب کہتا اہل سنت علی سے دوستی رکھتے ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہماری کتابوں میں جناب رسولخدا صلعم کی زور اور قوت کی روایت نہیں ہے بلکہ اس مضمون کی روایتیں بھی بہت ہیں چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولخدا صلعم نے ازراہ خوش طبعی فرمایا کہ اے علی تجھکو کیا گمان ہے کہ روئے زمین پر تجھ سے زیادہ کوئی شجاع نہیں ہے کل جنگل کو روانہ ہو اور جس سوار کو کہ دیکھے تو زور آزمائی کر اگر وہ راضی ہو دوسرے روز حیدر کرار صحرا کو تشریف لیگئے ایک سوار کو دیکھا سفید گھوڑے پر سوار صورت اپنی پوشیدہ کئے ہوئے حضرت علی سے اس نے کہا کہ کیا تو اپنا زور آزمانا چاہتا ہے یہ ہتیلی کہ زمین پر پڑی ہے اگر تو اسکو اٹھالیگا تو تیرا زور مجھ سے زیادہ ہے حضرت علی نے ہرچند زور کیا وہ ہتیلی زمین سے نہ اٹھی غصہ میں ہوئے اس سوار نے منہ اپنا کھول دیا دیکھا کہ جناب رسولخدا صلعم ہیں فرمایا کہ اے علی رنج مت کر اس ہتیلی میں آسمان و زمین کا بار ہے کہ سوائے پیغمبر کے اسکو کوئی نہیں اٹھا سکتا ہے اور حضرت امیر ہمیشہ حق گو رہے ہیں اور اپنے حق کو طلب کرتے رہے ہیں چنانچہ بیان کیا ہے ہم نے اور علی کیونکر حق گو نہوتے کہ رسولخدا صلعم نے انکو فرمایا ہے علی مع الحق والحق مع علی اور ایسے حق گو تھے کہ ثلاثہ وغیرہم مسائل میں انکی طرف رجوع کرتے تھے اور آزار بھی انہوں نے بہت پائے ہیں کہ خلافت جو حق انکا تھا اور فدک جو کہ فاطمہ زہرا کا حق تھا اسکو لوگوں نے انسے غصب کیا اس سے زیادہ اور کیا آزار و ظلم ہوگا اور انکا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے چنانچہ تاریخ عقد ابن عبد ربہ اور استیعاب وغیرہ میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب اور انکے بزرگ بھی اقرار کرتے ہیں اور اسقاط محسن کا بروایت نظام معتزلی اور گرانا فاطمہ کے دروازہ کا چنانچہ کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابوبکر وقت مرنے کے کہتے افسوس کرکے ودت انی لم اکن کشفت بیت فاطمۃ وترکتہ یعنی دوست رکھتا ہوں میں اس امر کو کہ تحقیق نہ کھولتا میں گھر فاطمہ کا اور ترک کرتا میں اسکو ایسے ظلم تو آنحضرتؐ نے بھی نہیں دیکھے اور پھر صبر کیا بموجب وصیت رسولخدا صلعم کی جیسے کہ روضۃ الاحباب سے نقل ہوئی ہے اور ہجرت مدینہ منورہ سے کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہاں تو ہجرت کرکے جاتے تھے اور ہجرت بلاد الشرک سے ہوتی ہے نہ دارالاسلام سے اور مدینہ میں شرک نہ تھا

اور نہ خلفاء مشرک تھے اور نہ کسیکو طرف شرک کی بلاتے تھے بلکہ اسلام کی طرف بلاتے تھے کہ ترقی اپنی ریاست کی اسی کی ضمن میں تھی لیکن بسبب بے علمی کی بعضے احکام میں غلطی کرتے تھے اور کچھ احکام اپنی رای سے ایجاد کرکے خلاف قانون شرع کی بھی جاری کرتے تھے اور حضرت علی جو یہاں سے ہجرت کیونکر کرتے کہ اگرچہ تو مسلمانوں کی ہدایت واجب تھی سو سب کو راہ حق بتاتے تھے اور خلفا کو غلطیوں سے سنبھالتے تھے اور گو مغصوب الحق تھے لیکن خلفا کو مشورہ نیک دیتے تھے کہ جس میں ترقی دین کی تھی اور خلفا کو تو مقصود اپنی حکومت سے تھا سو حکومت انکے پاس تھی اور علی پر ہدایت اور راہ حق کی طرف لیجانا تھا جو کہ مقصود خلافت نبوت سے ہے سو اسکو وہ بجا لاتے تھے گو خلافت ظاہری ہاتھ سے جاتی رہی تھی اور اسکے جاتے رہنے سے ہجرت کرنی کیا واجب ہے اور رسول خدا صلعم نے فقط واسطے صبر کرنیکے فرمایا تھا مگر وہ ہاتھ سے پیش آنے پر جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے نہ ہجرت کرنیکو پھر وہ کیونکر ہجرت کرتے اور باوجود اسکے حکم رسول خدا کا تھا موافق روایات اہل سنت کے خلفاء جور کی متابعت کا بعد اسکے آئیگا اور ہمراہ انکی عیدین میں اور نمازوں میں شریک ہونا اول تمہاری نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہ تو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ چھ مہینے تک علی نے بیعت ابوبکر کی نہیں کی اور مفہم شرح مسلم میں لکھا ہے کہ جبتک فاطمہ زہرا زندہ رہیں تو لوگوں کو روداری علی کی تھی اور جب فاطمہ کا انتقال ہوگیا اور وہ روداری باقی نرہی تو عاجز ہوکر علی نے بیعت ابوبکر کی کی اور اگر انکی ہمراہ نماز پڑھنا اور جمعہ اور عیدین میں شریک ہونا وقوع میں آیا ہو تو کیا مضائقہ ہے یہ امر موافق حکم رسول خدا صلعم کے ہے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور حضرت نے حذیفہ بن الیمان سے فرمایا ہے کہ تکون بعدی ائمۃ لا یہتدون بہدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال قلت کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذالک قال تسمع وتطیع وان ضرب ظہرک واخذ مالک یعنی ہونگے بعد میرے امام کہ رہنمائی نہ پائینگے ساتھ ہدایت میری کے اور سنتیں نہونگے ساتھ سنت میری کے اور قریب ہے کہ قایم ہوں اور کھڑے ہوں انمیں مرد کہ دل انکے دل شیاطین کے ہوں بدن انسان میں حذیفہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے کہ کیا کروں میں یا رسول خدا اگر پاؤں میں انکو کہا کہ سن تو اور فرمانبرداری کر تو اگرچہ زخمی کیجاوے پشت تیری اور لے لیا جاوے مال تیرا اور اس سے مراد تمہاری امیہ اور بنی عباس نہیں ہوسکتی بلکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کے بعد شمار کئے جائیں گے جنکو کہ حذیفہ نے پایا ہو پس موافق اس روایت کے حضرت علی معاملہ اپنا ان سے رکھتے تھے اور سب امور میں انکے شریک ہوتے تھے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوتے تھے اور حضرت علی ہم پیالہ اور ہم نوالہ تو قاتلان عثمان کے ساتھ بھی تھے کہ وہ ان حضرت کے لشکر میں تھے اور موافق مذہب اہل سنت کے عایشہ اور معاویہ حضرت علی سے اسی واسطے جنگ کرتے تھے کہ انکو ہمارے سپرد کرو لیکن حضرت علی نے انکو سپرد نکیا اور ہزاروں مومنین کا خون کروایا اسکی کیا وجہ تھی اور عثمان کے جنازہ پر جو نماز نپڑھی باوجودیکہ خلیفہ ہوگئے تھے اور نہ اسکو دفن کیا اسکا کیا باعث تھا جو عذر کہ تم اس مقدمہ میں بیان کروگے وہی عذر ابوبکر اور عمر سے خلافت کے نہ لینے کا ہے جو کہ حق ان حضرت کا تھا اور موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے صبر کرکے بیٹھے رہے اور شیعوں کے مذہب میں تو حکم ہی تقیہ کا ہے اور رسول خدا صلعم نے تقیہ کیوں نہیں کیا بعضے محل پر تو وہ بھی تقیہ کے ساتھ کاربند ہوتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس وقت آنحضرت قران کو نماز میں آواز بلند سے پڑھتے تھے تو مشرکین قران کو سنکر قرآن کو اور اسکے نازل کرنیوالے کو اور جسپر نازل ہوتا تھا اسکو برا کہتے تھے حکم ہوا کہ آواز کو قرآن کے پڑھنے میں بلند نکیا کرو سو کفار کے خوف سے بلند کرنا آواز کا موقوف کیا پھر یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے اور جمع بین الصحیحین وغیرہ میں لکھا ہے مسند عایشہ میں کہ جناب رسول خدا صلعم نے عایشہ سے فرمایا لولا ان یکون قومک حدیثا عہدہم بالجاہلیۃ وللخاف ان ینکر قلوبہم لامرت بالبیت فہدم فادخلت فیہ ما اخرج منہ والزقتہ بالارض وجعلت لہا بابین بابا شرقیا وبابا غربیا فبلغت بہ اساس ابراہیم حاصل یہ ہے کہ اے عایشہ اگر نہوتی قوم تیری جدید زمانہ جاہلیت کے یعنے زمانہ کفر کے اور ڈرتا ہوں میں اس سے کہ انکار کریں دل انکے تو البتہ حکم کرتا میں کہ خانہ کعبہ منہدم کیا جاوے پس داخل کرتا میں اس میں جو کچھ کہ نکل گیا ہے اس سے اور داخل کرتا میں ملحق اسکی کو زمین سے اور کرتا میں واسطے اسکے دو دروازہ ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی پس پہنچاتا میں اسکو بنیاد حضرت ابراہیم کو اور بعضی روایت میں حدیثو عہد بالکفر ہے اور بعضی میں حدیثو عہد بالشرک بھی آیا ہے تقیہ رسول خدا کا قوم عایشہ سے جو کہ عایشہ کے قریب اور عزیز تھے ثابت ہوا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسمیں ترک فعلیل امر بالمعروف کا ہے بسبب خوف ہوا اس امر کا کہ سبب ہو جائیگا فتنہ اس قوم کا کہ انکار کریں وہ حضرت امیر کے ارشاد کا جواب کہ میں مقابلہ میں آدمیوں کی کثرت کے گھبراؤں نہیں اور خوف نکروں اور موت کے اختیار میں ہونیکا جواب اس سے پہلے گزر گیا ہے اور سفینہ تو تیرا عثمان ہے کہ جسکو حضرت عایشہ نے نعثل کہا تھا اور نعثل لغت میں شیخ احمق کو کہتے ہیں اور انصار یا اولاد انصار خلافت میں جناب امیر کے گو ہمراہ تھے اور یہی سبب ہے عایشہ اور خوارج اور معاویہ پر جہاد کیا لیکن زمانہ میں ثلثہ کے کون ہوا تھا ہمراہ جناب امیر کے تا کہ وہ جہاد کرتے اور کیونکر ہمراہ ہوتے زمانہ میں ثلثہ کے جناب رسول خدا صلعم نے تو فرمایا تھا انکے اصحاب سے کہ اگر تم علی کو اپنا امیر کروگے تو وہ تمکو راہ راست کیطرف لیجائیگا لیکن نکروگے تم اسکو جیسا کہ مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ یا علی لا تجتمع الامۃ علیک بعدی ای علی نہ مجتمع ہوگی امت تجہپر بعد میرے جیسا کہ صاحب تحفہ نے باب مطاعن میں عثمان کے مطاعن میں لکھا ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ علی کے ہمراہ انصار تھے اور جناب امیر شیخین کی کس امر میں معین اور مددگار ہوتے تھے وہ تو انکی مذمت کرتے رہے ہیں جیسا کہ نہج البلاغہ کے خطبہ شقشقیہ میں لکھا ہے جسکا اقرار علمائے اہل سنت کرتے ہیں کہ یہ کلام جناب

امیر کیا ہے اور استیعاب اور میزان ذہبی وغیرہ سے ہم پہلے لکھ چکے کہ وہ ہمیشہ اپنی خلافت کے جانے سے شکایت ثلثہ کی بلکہ تمام قوم کی کرتے رہے ہیں البتہ مشورہ نیک دینی میں شیخین کے شریک ہوتے تھے سو اسمیں ترقی اسلام منظور تھی اور وہ زمانہ تقیہ کا کیونکر نہیں تھا رسول خدا صلعم نے خود اس زمانہ میں تقیہ کرنیکو فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم سے پہلے اسکے ہمنے لکھا ہے اور جو تقیہ کے جمہور امامیہ کے نزدیک حرام ہوتے ہیں پہلے اس سے لکھا ہمنے وہ سب باطل کر دیئے اور ہوئی ہوئے تھے الا تقیہ نہیں ہوتا ہے لیکن اُسکے معتقدین سے ہوتا ہے جو کہ زندہ ہیں اور جسوقت جناب رسولخدا صلعم نے کہ جنکی شجاعت اور کمالات حضرت علی سے زیادہ تھے عائشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور خوف کی جہت سے کعبہ کو منہدم نکر سکے تو علی کا مرتبہ تو ان سے کم ہے اور حضرت علی کا سکوت اسوجہ سے تھا کہ انکی پاس انصار نہ تھے اور استیعاب وغیرہ کی روایتوں سے جو کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اسواسطے خاموشی اختیار کی تھی کہ اگر میں ارادہ قتال کرونگا تو لوگ مرتد ہو جائیں گے اور دین میں خرابی ہوگی اور ثلثہ کو خلیفہ برحق ہرگز نہیں سمجھتے تھے چنانچہ نہج البلاغہ میں وہ نہج البلاغہ کہ جسکا اقرار توشجی شارح تجرید اور تفتازانی اور کازرونی وغیرہ کرتے ہیں جناب امیر کے کلام ہونیکا اُسکے خطبہ شقشقیہ میں کہ جسکو صاحب قاموس اور صاحب نہایہ اور صاحب مجمع البحار اور ابو ہلال عسکری اور ابو حیان اور ابن خشاب کہتے ہیں کہ کلام جناب امیر کا ہے مذمت ثلاثہ کی لکھی ہے اور بعضی فقرات اسکے یہ ہیں اما واللہ لقد تقمصها ابن ابی قحافة وانه لیعلم ان محلی منها محل القطب من الرحی یعنی خبردار ہو قسم ہے خدا کی کہ پہن لیا ہے ابو قحافہ کے بیٹے نے اسکو یعنی جامہ خلافت کو اور تحقیق البتہ جانتا تھا کہ محل میرا اُس سے محل کیلی کا ہے چکی سے یعنی نسبت مجھکو خلافت سے وہ ہے کہ جو نسبت کیلی کو چکی سے ہے کہ جیسے کہ چکی بدون اُس کیلی کے نہیں گردش کر سکتی ہے ایسے ہی جسوقت خلافت میرے ہاتھ میں ہو تو انتظام اسکا بعدالت اور موافق حکم پیغمبر خدا کے ہوتا باوجود اسکے انکو حق تو پوشیدہ اور بدون استحقاق اس پر قابض ہوگیا حتی مضی الاول لسبیله فادلی بها الی فلان بعده یعنی گزر گیا پہلا اپنی راہ کو اور دیا اس خلافت کو فلانے کو بعد اپنے یعنی پہنچایا طرف عمر کے بدلے میں اسکے جو پہلے سب سے اسکے ہاتھ پر بیعت کی تھی الی ان قام ثالث القوم نافجا حضنیه بین نثیله و معتلفه یہانتک کہ اٹھا تیسرا اُس قوم کا یعنی عثمان اور تخت خلافت پر بیٹھا کہ مثل شتر سیر خوردہ کے پابند کرنیوالا تھا زیر بغل اور پہلوانیکو اپنا میان سرگین و چراگاہ کے اور [illegible] وقام معه بنو ابيه يخضمون مال الله خضم الابل نبتة الربيع یعنی اٹھے ہمراہ اسکے بیٹے باپ اسکے کی یعنی اقربا اسکے کہاتے تھے مال خدا کا [illegible] کہاتے اونٹ [illegible] الی ان انتكث عليه فتله واجهز عليه عمله وكبت به بطنته یہانتک کہ بٹ گئی اوپر اسکے رسی اُس کی [illegible] ہوئی اُسکے اور واجب کیا اور قتل اُسکے کے عمل شایستہ اسکے نے اور [illegible] ڈالا اُسکو پُری شکم اور اسراف اُسکے نے اور علماء اہل سنت میں سے ابن عبد ربہ نے کتاب عقد میں اور ابو ہلال عسکری نے کتاب [illegible] میں [illegible] لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی نے اما انی لو اشاء ان اقول لقلت عفی الله عما سلف سبق الرجلان وقام الثالث کالغراب همه بطنه ویله لو قص جناحاه و قطع راسه کان خیرا له یعنی تحقیق میں اگر چاہوں میں کہ کہوں میں تو البتہ کہتا ہوں میں در گذر کری خدا اُس سے [illegible] پہلوں [illegible] سبقت کی دو مرد نے یعنی ابو بکر اور عمر نے اور کھڑا ہوا تیسرا انکا مانند کوے کے قصد اسکا صرف شکم اسکا تھا وائے اسپر اگر کاٹے جاتے بازو اسکے اور کاٹا جاتا سر اسکا تو بہتر تھا واسطے اسکے [illegible] خلافت کے دیکھیے

قال الشیخ الاشعری

باقی جناب مولوی صاحب کا یہ ارشاد کہ جہاد مال دنیا کے لئے ہوتا ہے ہرچند درست ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ نصرت مظلوم کی نصرت دین میں ہے یا دنیا میں سے اور مظلوم بھی کون جگر گوشہ جناب سید الاولین و الاخرین اگر ایسے مظلوم کی نصرت داخل دین ہے تو حضرت امیر نے باوجود اتنی استطاعت کے کہ اکیلے سارے جہان کا مقابلہ کر سکتے تھے اور اپنی جان کا کچھ زیان بھی نتھا معہذا انصار انکی انصار تھے کیوں حضرت زہرا کی مدد نکی اگر حضرت زہرا معاف کر دیتی جب بھی ایک بات تھی حسب ارشاد مولوی صاحب موصوف تا دم واپسیں ابو بکر صدیق کا ظلم انکے پیش نظر تھا اور اگر یوں کہیں کہ نصرت مظلوم کار دنیاوی ہے تو دنیا کی خوبی اور بزرگی تو سب جانتے ہیں اس صورت میں نصرت مظلوم اگر ممنوع بھی نہوگی تو موجب ثواب بھی نہوگی واجب تو درکنار پھر بابت ترک نصرت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے جو سینہائے شیعہ لبریز شکایت صحابہ اور اولاد صحابہ بغض بیجا ہوا لیکن ہم تو جانتے ہیں کہ مولوی صاحب نصرت مظلوم کو منجملہ دین بلکہ واجب ہی قرار دیں گے کیونکہ اول تو کلام اللہ اور احادیث طرفین اس مضمون سے مشحون ہیں دوسرے صحابہ کے مطاعن کی کوئی بات چاہیے مولوی صاحب تو اسپر غش ہیں بلا سے حضرت امیر پر حرف آجائے مگر ہمیں بفضل خدا اس ذات سے یقین ہے کہ ہمنے جو کچھ تقیہ کی بات میں اوپر لکھا ہے اگر مولوی صاحب بغور دیکھیں تو زبان سے ہی نکہیں تو دل سے تو بیشک اس بات کے معتقد ہو جائیں گے کہ حضرت امیر کا اصحاب ثلثہ سے بیعت کرنا اور فدک نہ دینے پر سکوت کرنا بسبب حقانیت اصحاب ثلثہ تھا نہ بوجہ تقیہ اور آگے جو کچھ آتا ہے انشاء اللہ وہ اور تقریر سابق کے تاکید کریگا اس مجموعہ کو دیکھکر سب کو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت امیر کے وہ لوگ زیادہ قدر کرتے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ آپ کسی سے ہارے ہوئے نتھے اور بسبب ضعف اور ناتوانی کے خلفاء کے ساتھ موافقت نرکھتے تھے بلکہ محض خدا واسطے یا وہ لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ آپ ذلیل و خوار بے سروسامان ناتوان ناچاری کے باعث اطاعت کرتے تھے اور دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ تھا تمام عمر اخفاء حق اور کتمان دین میں مصروف رہے اور باوجودیکہ آیت وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ جسکا یہ مضمون ہے کہ خلط مت کرو حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو جان بوجھ کر آپ کو یاد تھی پھر بھی حضرات صحابہ کے ساتھ ایسے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوئے کہ بظاہر حق و باطل کی تمیز دشوار ہی ہو گئی چنانچہ گروہ اعظم اہل سنت

اسی وجہ سے کہ میں اصحاب ثلثہ کے حد سے زیادہ توقیر کرنے لگے اور معاملہ سب منعکس ہو گیا دین اصلی بہت ضعیف و مخفی رہ گیا **اقول** مولوی صاحب نے یہ کب فرمایا ہے کہ جہاد مال دنیا کے لئے ہوتا ہے خط میں تو انہوں نے یہ لکھا ہے کہ جہاد ترقی دین کے واسطے ہوتا ہے اور مال دنیا کے واسطے نہیں ہوتا اور نصرت مظلوم کو جو تو پوچھتا ہے کہ دین میں سے ہے یا دنیا میں سے ہم اسکو دین میں سے کہتے ہیں اور تو جو کہتا ہے کہ پھر علی نے فاطمہ کی مدد کیوں نکی فدک کے لینے میں وجہ اسکی یہ ہے کہ جب خلافت کے مقدمہ میں علی نے سکوت کیا موافق وصیت رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا تھا حضرت نے اے علی بعد میرے بہت سی مکروہات تجھکو پیش آئینگے تو صبر کرنا جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے تو فدک کا مقدمہ اور اعانت مظلوم تو بدرجہا خلافت سے مرتبہ میں کم ہے کہ مدار دین کا تو خلافت ہی پر ہے جب وہ ہی ہاتھ سے جاتی رہی تو فدک کی کیا حقیقت ہے اور نہ حضرت فاطمہ زہرا کو کچھ پروا فدک کی تھی صرف حجت کے تمام کرنیکو دعوی کیا تھا اور حضرت علی کو کیا استطاعت تھی اگر استطاعت ہوتی تو پہلے خلافت ہی کو لیتے کہ جو فدک کو بھی شامل تھی اور ہر وقت کی ایک مصلحت ہوتی ہے اور نصرت مظلوم کی بعضی محل پر نہیں کرسکتی کہ وہاں مصلحت نہیں ہے اور اگر یہ مقام پر نصرت مظلوم کی واجب ہوتی تو مکہ معظمہ میں جناب رسولخدا کے برابر تو کوئی مظلوم تھا انکی نصرت وہاں کچھ نکر سکے اور ابو بکر کے مونہہ پر اُس کافر نے اتنی جوتیاں ماریں کہ بینی اور رخسارہ سوجکر برابر ہوگئی جیسا کہ معارج النبوت وغیرہ میں ہے لیکن جناب رسولخدا اور علی مرتضی اور سب صحابہ کھڑے ہوئے دیکھا کئے اور کوئی بھی نصرت اُس بیچارہ کی نکرسکا اور علی مرتضی کسی فضیلت میں رسولخدا سے زیادہ نتھے اور یہ حضرت علی نے کب فرمایا ہے کہ میں سارے جہان کو زیر کرلوں اور یہ کہنا کہ آدمیونکی کثرت سے گھبراؤں نہیں اور نہ خوف کروں مقتضا انکی شجاعت کا ہے وہ حضرت علی ہر چند اشجع الناس تھے لیکن یہ امر اُن پر مقرر نہیں ہے جو کوئی شجاع ہوتا ہے خواہ حضرت علی خواہ غیر اُنکا جان اپنی دیدیتا ہے لیکن منہ اپنا مخالف کے مقابلہ میں پھیرتا نہیں ہے اور نہ بھاگتا ہے جیسے کہ خلفا ثلثہ جہاد میں سے بھاگا کرتے تھے لیکن ایسی شجاعت کو لازم نہیں ہے کہ اگر شجاع بھاگے نہیں تو سب کو مار ہی ڈالے اور سب پر غالب ہی ہوجائے حضرت علی کے اس کلام کی فرمانے پر کہ میں آدمیوں کی کثرت سے خوف نکروں اور نہ گھبراؤں بار بار تو طعن کرتا ہے لیکن جواب بھی اُسکا پاتا جاتا ہے اور وہ انصار حضرت علی کے کونسے تھے جنکو ہمراہ لیکر فاطمہ زہرا کی مدد کرتے اگر انصار ہوتے تو خلافت ہی کو پہلے لیتے اور انصار ہونگے تو جناب رسولخدا صلعم نے بھی خبر دیتی تھی کہ یا علی لا تجمع الامۃ علیک چنانچہ مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ میں عثمان کے مطاعن میں لکھتے ہیں اور تو حضرت علی پر طعن کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں لیتا ہے میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ عثمان بھی تیرے نزدیک مظلوم تھا یا نہیں یا اسکا مارا جانا حق و موافق حکم خدا کے تھا اور اگر وہ مظلوم تھا تو صحابہ نے کہ کئی ہزار آدمی تھے عثمان کے مدد کیوں نکی اور ایک حضرت علی بھی انہیں تھے کہ جو سارے جہان کا مقابلہ کرتے تھے اکثر اصحاب رسول مقبول کی مدد کرتے تو وہ کیوں گردن مارا جاتا اور ظلم ابو بکر بیشک پیش نظر حضرت فاطمہ زہرا کے رہا اور کبھی ابو بکر سے کلام نکیا یہانتک کہ خلد بریں کو رحلت کر گئیں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے اور حضرت علی کی ترک نصرت میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور حضرت امیر پر کسی طرح کا حرف نہیں ہے تو یہ چند اپنی گفتگو کو دلیل لاتا ہے اور مطاعن اُن صحابہ کے جو مطعون ہیں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہیں تیری تاویل واہی کرنے سے کیا ہوتا ہے ملا سعد الدین تفتازانی خود شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ صحابہ بسبب حب جاہ اور طمع ریاست اپنے حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور جنہوں نے ملاقات رسولخدا صلعم کی پائی ہے لیکن اُن میں سے موصوف نہیں ہیں لیکن ہم تاویلیں کرتے ہیں خصوصا مہاجرین اور انصار کے حق میں اور جو کچھ پہلے اس سے تقیہ کے باب میں لکھا ہے سب لغو اور رد ہے اور حضرت امیر کا بالفرض بیعت کرنا اور فدک مدینہ پر سکوت کرنا ہرگز ہرگز بوجہ حقانیت اصحاب ثلثہ نہ تھا بلکہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امیر کو انصار نہ پہنچے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ لوگوں کو مرتد ہوجانیکے اور دین کے ہلاک ہوجانیکے خوف سے حضرت نے نزاع نکیا چنانچہ ہم حسب کتاب وغیرہ سے پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور تقیہ حضرت امیر کا اسی جہت سے تھا کہ رسولخدا صلعم نے صبر کرنیکی وصیت کی تھی جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے اور موافق روایت صحیح مسلم کے حکام جور کے متابعت کا حکم تھا جیسا کہ پہلے گزرا ہے اور اگر بیعت واقع بھی ہوئی ہے تو ناچاری اور اضطراری سے واقع ہوئی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں مضمون کی روایت ہے وکان لعلی من الناس وجہ حیوۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن بایع تلک الاشہر فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولا یاتنا معک احد کراہیۃ بمحضر عمر بن الخطاب حاصل اسکا یہ ہے کہ جبتک فاطمہ زہرا زندہ رہی تو لوگوں کو رو داری علی کی تھی اور جب فاطمہ نے وفات پائی تو لوگوں کے منہ علی سے پھر گئے اسلئے ابو بکر سے درخواست صلح اور بیعت کی کی اور ابو بکر کو بلایا اور کہا اور کوئی نہ آئے اسواسطے کہ عمر کے آنیکو مکروہ جانتے تھے اور مفہم شرح مسلم میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فاطمہ کی زندگی میں لوگ علی کا بہت احترام کرتے تھے بسبب اسکے کہ دختر رسولخدا اُسکے گھر میں تھے اور جب فاطمہ مر گئی تو لوگ اس احترام سے پھر گئے تب علی نے بیعت کی اور حضرت علی ہمارے نزدیک ہارے ہوئے کسی سبب اور نہ ناتوان اور کم زور تھے بلکہ اگر تیرے عمر کو پکڑ کر اٹھا لیا اور کہا کہ اے ابن صہاک حبشیہ اگر وصیت رسولخدا کی نہوتی تو تیری ہڈیاں توڑ ڈالتا اور نہ ناتوانی کی جہت سے ہے اور نہ واسطے خدا کے خلفا سے موافقت رکھتے تھے بلکہ بموجب وصیت رسولخدا صلعم کے موافقت رکھتے تھے اور موافق اُس روایت صحیح مسلم کے کہ حضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ میری ہدایت پر نہ ہونگے اور نہ میرے طریقہ پر ہونگے اُنکی پیروی کرنا اگرچہ تم زخمی ہوجاؤ اور مال تمہارا لوٹا جائے اور زبان حضرت علی کی ہرگز مخالف دل کے ہمارے نزدیک نتھی بلکہ جو کچھ دل میں تھا وہ ہی زبان پر تھا لیکن

حق کو جاری نہیں کر سکتے تھے بسبب نہونے انصار کے اور معتقدین کے اور جو کچھ حق تھا وہ ہی کہتے تھے اور خلط حق کو باطل کے ساتھ تیری ثلثہ کرتے تھے کہ بسبب بے علمی کے اپنی رائے سے ایجاب کرکے حکم دیتے تھے اور حق کو باطل سے ملا دیتے تھے اور احکام دین میں غلطیاں کرتے تھے اور اگر کوئی حق کو مصلحۃً پوشیدہ کرے تو یہ بھی بموجب حکم خدا ہے چنانچہ رسول خدا صلعم عائشہ کے قوم کے انکار کرنیکے خوف سے کعبہ کو ڈھا کر بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر اُسکو نہ بنا سکے اور حضرت امیر ہم پیالہ اور ہم نوالہ ثلثہ سے کیا ہوئے تھے اپنے گھر میں گوشہ نشین تھے اور جو کہ اہل حق تھے مثل سلمان اور ابوذر اور مقداد اور عمار وغیرہ کے اُسوقت میں بھی وہ حضرت علی ہی کیطرف رجوع رکھتے تھے احکام دین میں اور تمیز حق کے اُن لوگوں کو تھی کہ جو پیروان خاص ثلثہ کی تھی اور گروہ اہل سنت تو بسبب پیروی ثلثہ کی ایسی بد ہو کہ میں آئے ہیں کہ معاویہ اور عمرو عاص کہ جو حضرت امیر کو گالیاں دیا کرتے تھے اُنکو اپنا پیر و مرشد اور بزرگ جانتے ہیں اور معاویہ کو خلیفہ صدق اور امام حق جانتے ہیں اور قاتلان آل رسول کو مومن پاک سمجھتے ہیں سب بسبب پیروی ثلثہ کی ہے اور اہل سنت جیسے کہ توقیر اصحاب ثلثہ کی حد سے زیادہ کرتے ہیں ایسی ہی اُنکے عیب بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں لیکن نظر اہل سنت کی اُن عیبوں پر نہیں ہے اسواسطے دین اصلی اُنپر مخفی ہے اور جسوقت کہ حضرت علی ثلثہ کی شکایت اور خلافت کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا افسوس کرتے ہوں اور اُسکو اپنا ہی حق جانتے ہوں جیسے کہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ خلط اور ملط اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہونا علی کا اصحاب ثلثہ کے ساتھ مصلحۃً تھا موافق وصیت رسول خدا صلعم کے تو پھر حق کو باطل سے جدا ہونہیں کیا تامل ہے اور کہا سکے اور کونسی وجہ کامل اسطے تمیز حق کے باطل سے ہو گی لیکن اہل سنت محبت میں ثلثہ کی ایسے از خود رفتہ ہو گئے ہیں کہ حق کو باطل سے جدا کرنیکی طرف اُنکو توجہ ہی نہیں ہے اسواسطے کہ تصریح نام ثلثہ کے اور احکام شرع اور حق سے تجاوز کرنیکو عیوب لکھا ہوا پاتے ہیں لیکن اُس میں تاویلیں کرتے ہیں پھر حق کو باطل سے جدا ہونے میں کیا باقی رہا اور اہل سنت اس رو سے ہو کہ میں آکر ثلثہ کی توقیر نہیں کرتے ہیں بلکہ دشمنان علی کیطرف جو اُنکا سلسلہ منتہی ہوتا ہے ابتدا سے حضرت علی کے دشمنوں کی پیروی کرتے آج تک چلے آتے ہیں جیسے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے پہلے گزرے ہوے بزرگوں کی پیروی کرتے چلے آتے ہیں اور حق کو اختیار نہیں کرتے ہیں بعد دین حق اُنپر مخفی رہگیا جیسے کہ اہل سنت پر دین اصلی مخفی ہو گیا ہے **قال الشیخ الاشعری** تیسرا مطلب حضور کے تقیمہ میں ہے کہ حضرت ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جو حضرت علی کے صلب اور حضرت فاطمہ زہرا کے شکم سے تھیں اُنکا نکاح حضرت محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا ہر چند یہ جواب سوال سائل پر بظاہر منطبق ہے لیکن حقیقت میں دیکھیے کہ جواب سوال سائل سے ایسی ہی نسبت رکھتی ہے جیسیکہ کسی کا ہنگ کے اس سوال کے ساتھ کہ لالہ تیل دہی ہے، لالہ کا یہ جواب ہاں میاں تو ہی ہے، اتنا تو مولوی صاحب بھی سمجھے ہوں گے کہ سائل کی غرض اسبات کے پوچھنے سے کہ حضرت علی کے بیٹیوں کا نکاح کس کس سے ہوا ہے یہ ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت ام کلثوم دختر مطہرہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر سے ہوا ہے صحیح ہے یا غلط ہے اور یہ احتمال ورنہ یہ بھی احتمال ہے کہ مولوی صاحب نہ سمجھیں ہوں اس سے کہ بات بھی تو مشکل ہے **اقول** اگر سائل کو تردد ہوتا کہ عمر سے نکاح حضرت ام کلثوم کا ہوا ہے یا نہیں تو اُسکو کون مانع تھا کہ وہ اسطرح پوچھتا کہ اہل سنت میں جو مشہور ہے کہ عمر کا نکاح ام کلثوم سے ہوا ہے یہ امر راست ہے یا نہیں بلکہ شیعوں میں جو مشہور ہے کہ عمر سے نکاح اُنکا نہیں ہوا تو سائل کو دریافت کرنا اس امر کا منظور ہو کہ اگر عمر سے نکاح نہیں ہوا تو پھر کس سے ہوا ہے اس لیے یہ سوال کیا اور یہ سوال سائل کا اور جواب مولوی صاحب کا اسکی مانند کیونکر ہوا کہ جیسا لالہ نے کہا کہ تیل دہی ہے تو نقال نے جواب میں کہا کہ تو ہی ہے اسکے مطابق تو اُسوقت ہوتا کہ جسوقت سائل پوچھتا کہ عمر سے بھی نکاح ہوا ہے اور مولوی صاحب جواب میں کہتے کہ محمد بن جعفر سے بھی نکاح ہوا ہے اور عمر سے نکاح ہونیکو تسلیم رکھتے لیکن مولوی صاحب کو تو اسکا اقرار ہی نہیں ہے کہ عمر سے نکاح ہوا اگر کوئی مثال لاتا ہے یہ شیخ تو وہ مطابق نہیں ہوتے اور اگر کوئی آیت لاتا ہے تو وہ مقصود پر دلالت نہیں کرتے جیسے کہ پہلے اس سے گزرا ہے **قال الشیخ الاشعری** بہر حال جناب مولوی صاحب نے اس جواب میں طرفہ چالاکی کی ہے کر جواب کا جواب دیدیا اور بلت کی بات رکھلی مگر یہ معلوم اس جگہ اب میں پہلی چال کیوں بھول گئے یا اور کوئی مصلحت عمدہ نظر آئی یہ تو حضرت ام کلثوم کے مولوی صاحب کیطرف شکایت ہی رہ گئی کہ اُنکی خالاؤں کو تو مولوی صاحب نے جفا قطع نسب سے مستحق اجر عظیم کیا اُنہوں نے کیا قصور کیا تھا جو مولوی صاحب نے اس عنایت سے محروم رکھا کیا وہ اہل میں سے نہ تھے جو اس جفا سے دریغ کیا اگر مولوی صاحب کیطرف سے میں جواب دیتا ہوں الفضل للمتقدم یعنی بزرگی پہلوں ہی کے لیے ہے اس مثل کے خلاف کیونکر کر دیں شاید ملازمان مولوی صاحب کے یہ گمان ہوا ہو کہ حضرت ام کلثوم بنت سیدۃ النساء کی تزویج کا قصہ حضرت عمر کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے نکاح کی جو حضرت عثمان سے ہوا تھا ایک جدید ہے اور تازی بات ہے مبادا اسکا کوئی جاننے والا ہو اور قلعی کھل جائے مگر میں فہم کش ہوں اہل سنت ان دونوں قصوں کو یکساں پرانا سمجھتے ہیں اور اس فرق کو کچھ فرق نہیں سمجھتے ایکے جناب مولوی صاحب کا مگر میرا بر دعلیہ صاحب کو یہ مضمون لکھکر کہ حضرت کلثوم حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہی نہتھیں اسلام تحریر مقدم کر دیں اور اندیشہ بدظنی سنیاں ہو تو عند اللہ موجود ہی اب خدا سے تو کچھ زیادہ نہیں حسب خدا وند کریم کو باوجود علم غیب اللہ ولمع ہوتا سو تو آپ آدمی ہی ہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے سب بیچ اور واہی ہے، اور کوئی مقدمہ ایسا نہیں ہے کہ جسکی جواب کی ضرورت ہو اور حضرت کلثوم کی خالاؤں کا حال کہ وہ رسول خدا صلعم کے نطفہ سے تھیں بابتدا میں گزر گیا ہے اور جو کچھ اُنکے نزدیک ثابت ہوا وہ لکھ دیا اور تو جو اپنی طرف سے ایک نامعقول سوال پیدا کرتا ہے اور پھر آپ ہی اسکا جواب دیتا ہے اس سے کیا فائدہ ہے مفت کاغذ کا بیہودہ باتوں سے سیاہ کرنا ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ الفضل للمتقدم

ہے کلیت اسکی غلط ہو بلکہ بعضے متاخر زیادہ بزرگ ہیں پہلوں سے اور تو قلعی کیا کھولیگا اگر کچھ کہیگا تو اُسکا جواب پائیگا اور میز تو ایسی قلعی تیری ثلثہ کی کھولی ہے اگر کوئی منصف ہوگا تو اُسکو دیکھ کر اُن سے بیزار ہو جائیگا اور حضرت کلثوم جو کہ حضرت زہرا کی بیٹی تھی وہ زوجہ عمر کی ہرگز نہتی اور جو کلثوم کہ زوجۂ عمر تھی وہ حضرت زہرا کی شکم سے نہتی اور یہ جو تو اعتراض کرتا ہے جو بلا کہ مراد شیعوں کی ہے اور اُنکی اصطلاح میں مقرر ہے اس میں کسیطرح کی قباحت نہیں ہے اور جو بلا کہ تو نے اپنی نزدیک تجویز کر رکھا ہے وہ موافق مذہب شیعوں کے نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ مصلحت یوں ہے کہ اسماء بنت عمیس کی طرف منسوب کرو بچوں اور جھوٹ ہے تو بیاجواب از سر گذشت چہ یک نیزہ و چہ یکدست جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیونکی نسبت میں تصرف کیا ہے تو ہے کی نسبت میں بھی سہی معہذا اور ابنا روزگار فقط دنیا کے لئے سیکنوں جھوٹ بولتے ہیں آپ نے اگر دو جھوٹ حفظ دین کے لئے بولدیئے تو کیا غضب ہوا بلکہ بنظر پاس ننگ ناموس دین اور متابعت بزرگان اور ائمہ اطہار اُمید ثواب عظیم ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا تقیہ ہے لیکن جناب مولوی صاحب کے لوازم رای زنی اور مشورہ گوئی میں سے ہے کہ جملہ مراتب نفع و نقصان سے اطلاع کردیجائے اس لئے معروض ہے کہ باانہمہ منافع ایک اس میں نقصان بھی ہے کہ جناب باریتعالی یوں ہی فرماتا ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ یعنی حق باطل کو مت ملاؤ اور نہ چھپاؤ حق کو جان بوجھ کر دوسرے یوں بھی فرماتا ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چھپاؤ گواہی اور جو چھپائی گواہی تو دل اُسکا گنہگار ہے ان دونوں آیات پر نظر کر لیجو کہ مجھ سے غلطی ہوئی اب بڑی کون سے حق باطل کے ملانے اور شہادت حق کے چھپانے میں کمی کی ہے جو اسکا اندیشہ ہو اس سے زیادہ اور کیا ملانا ہوگا کہ حضرت عمر کے نکاح کا نام ہی نہ لیا بلکہ اصل ملانا تو یہی ہے اگر صاف انکار کرتے اور کہدیتے کہ حضرت زہرا کے یا حضرت علی کے کوئی بیٹی ہی نہتی تو یہ لانا تھا اسی انکار کہتے ہیں اور عربی زبان میں اسی جحود کہتے ہیں اور یہ جو آتا ہے وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا تو اسی مقام میں آتا ہے اور یہ نہ ذکر جواب کا جو بنا او مسرات انہوں نے بچا جیسے لوں صاحب نے اس مقام میں بیان کیا تو عین حق باطل کا ملا دینا ہے **اقول** ام کلثوم دختر ابو بکر کی جو اسماء بنت عمیس کے شکم سے تھی اور بعد ابو بکر کے حضرت علی نے اُس اسماء سے نکاح کیا تھا اور محمد اور ام کلثوم ولد ابو بکر اسکی ہمراہ حضرت علی کے گھر میں آئی تھی حضرت علی کی فرزند کہلاتی تھی عمر نے اُس ام کلثوم سے اپنا نکاح کیا تھا اور یہ امر دروغ نہیں ہے چنانچہ تواریخ محمد قواد مہد السعدا وغیرہ کتب معتمدہ اہل سنت میں مصرح ہے اور عبارت کتاب تتمۃ السعداء کی یہ ہے کہ ام کلثوم دختر ابو بکر بود و مادرش اسماء بنت عمیس کہ اول زن جعفر طیار بود و بازنکاح ابو بکر در آمدہ از ابو بکر پسر عبد الرحمن یک دختر ام کلثوم زائید بعد ازان بنکاح علی بن ابیطالب در آمد ام کلثوم ہمراہ مادر در آمدہ عمر بن الخطاب با ام کلثوم دختر ابو بکر نکاح کرد قطع نظر اس سے کہ دختر علی سے بھی عمر نے نکاح کیا تھا یا نہیں یہ تو ثابت ہے لیکن روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر نے ام کلثوم دختر ابو بکر سے بھی نکاح کیا ہے چنانچہ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے تعداد ازواج عمر میں کہ خطب ام کلثوم ابنة ابی بکر الصدیق الی عائشة اور کیونکر ام کلثوم بنت ابی بکر زوجہ عمر کی نہو گی کہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی تحفہ میں لکھتے ہیں اور بعد اسکے یہ شیخ بھی لکھتا ہے کہ ام کلثوم زوجہ عمر اور زید اسکا بیٹا ایک ہی روز وفات پائی اور دونوں کے جنازہ پر امام حسین نے اور عبد اللہ بن عمر نے نماز پڑھی پس جس صورت میں کہ امام حسین نے ام کلثوم کے جنازہ پر نماز پڑھی تو وہ خواہر امام حسین کیونکر ہو سکتی ہے جو ام کلثوم کہ خواہر امام حسین تھی وہ تو کربلا میں اپنے بھائی کے ہمراہ تھی اور اسیر ہو کر ہمراہ ساری اہل بیت کے ملک شام کو روانہ ہوئی تھی چنانچہ مقتل ابو مخنف اور روضۃ الشہدا اور شہید ابو اسحاق اسفرائنی اور روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے اور ابو مخنف نے لکھا ہے کہ مختار نے کہا ہے کہ کوئی مصیبت زیادہ سخت مجھ پر نہیں گزری اُس سے کہ ام کلثوم کو میں نے مجلس ابن زیاد میں دیکھا کہ نالہ و ماتم و واحسرتاہ و واعلیاہ جگر سے کھینچتی تھی اور مثل بید کے کانپتی تھی اور مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے کہ واقبلت ام کلثوم الی مسجد رسول اللہ باکیۃ العین حزینۃ القلب فقالت السلام علیک یا جداہ اور شہید ابو اسحق میں لکھا ہے کہ ام کلثوم نے آگے بڑھکر کہا ویلک یا یزید اور تحریر الشہادتین میں مولوی سلامت اللہ صاحب نے لئی اشعار مرثیہ امام حسین کے تصنیف ام کلثوم کی تحریر فرمائے ہیں پس معلوم ہوا کہ ام کلثوم مادر زید کی دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام نہتی بلکہ سوائے ام کلثوم دختر ابو بکر کے اور کوئی ام کلثوم زوجہ عمر کی نہیں ہے تو یہی ام کلثوم مادر زید زوجہ عمر مراد ہوگی نہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور بیہقی اور دار قطنی نے نقل کی ہے کہ علی نے اپنے بیٹیوں کو اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے علیحدہ کر رکھا تھا عمر سے ملاقات ہوئی تو عمر نے علی سے کہا کہ تو اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح مجھ سے کر دے حضرت علی نے کہا کہ میں نے اُنکو اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے رکھ رکھا ہے اور ایسا ہی صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور شرع میں اپنے برادر مومن کی منگنی پر اپنی منگنی کرنی جائز نہیں ہے چنانچہ مشارق الانوار میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ لا یخطب احد علی خطبۃ اخیہ یعنی نہ منگنی کرے کوئی تم میں سے اوپر منگنی برادر مومن اپنے کے اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ حضرت عمر خلاف حکم رسول خدا صلعم کے کہ حقیقت میں حکم خدا کا ہے دختر فاطمہ زہرا سے اپنی منگنی کرتے حضرت جعفر طیار کے بیٹوں کی منگنی پر علاوہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ زوجۂ عمر جو کہ مادر زید تھی وہ دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام نہتی بلکہ دختر اسماء تھی اب فرمائیے اگر کوئی بنت اسماء کہے ام کلثوم زوجہ عمر کو تو اس پر دروغ کونسا ہے اور کیا جھوٹ بولا اور مولوی صاحب کا کام جھوٹ بولنا نہیں ہے یہ تو تیرے علماء میں مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں اسقدر جھوٹ لکھا ہے کہ اگر کوئی انکے دروغوں کو جمع کرے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو اور تیرے علماء نے خوشامد میں بنی امیہ و بنی عباس کی سیکڑوں بلکہ ہزاروں حدیثیں بنائیں کہ وہ تیری کتابوں میں مندرج ہیں اور مولوی صاحب ہمارے نے رسول خدا صلعم کی صاحبزادیوں کے نسب میں کچھ تصرف نہیں کیا ہے اور جو کچھ انکی اور ہمارے نزدیک ثابت ہے اُس سے پہلے میں لکھ چکا ہوں اور بالفرض حضرت نے اپنی جگہ ہی اسمیں تصرف کیا ہوگا لیکن عمر کی زوجہ جو کہ

مادر زید ہے وہ نہیں ہیں اور جو کہ زوجہ عمر مادر زید ہے وہ دختر ابوبکر ہے اور جو ہمارے رونگار کہ واسطے دنیا کے جھوٹ بولتے ہیں آئیں سو تو ہے اور ہمارے مولوی صاحب کی ایسی شان نہیں ہے
کہ جھوٹ بولیں اور یا تیری علماء جھوٹ بولتے تھے دنیا کے واسطے اور جھوٹی حدیثیں بناکر بادشاہوں سے انعام لیتے تھے اور اپنے دین کی حفاظت کے واسطے تیری علماء جھوٹ بولتے ہیں جیسے کہ مولوی عبدالعزیز
صاحب نے تحفہ میں کثرت سے جھوٹ لکھے ہیں اپنی دین کی حفاظت کے واسطے اور ہمارے علماء کا یہ کام نہیں ہے اور ایسے جھوٹ کو تمہارے علماء موجب ثواب جانتے ہیں اور اسطرح کے جھوٹ کو تقیہ نہیں
کہتے ہیں تقیہ واسطے حفاظت جان اور آبرو اپنی کی ہوتا ہے اور اسمیں حفاظت جان اور آبرو کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے جیسے کہ عمار یاسر کہ انکا اعتقاد تو کچھ تھا اور کفار کے خوف سے خلاف اعتقاد
کے بیان کیا اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مامون نے علماء کو طلب کر کے قرآن کے مخلوق ہونے سے استفسار کیا انہوں نے تقیہ سے جواب دیا چنانچہ لکھا ہے کہ وسبب طلبہم انہم توقفوا
اولا ثم اجابوا تقیۃ یعنی اور سبب بلانے انکے کا یہ ہے کہ تحقیق انہوں نے پہلے تو جواب دینے میں توقف کیا اور بعد اسکے تقیہ کی راہ سے جواب دیا کہ اسکو مخلوق کہا اور قدیم نہ کہا جو کہ مذہب
اہل سنت کا ہے اور اس جواب میں موافق اعتقاد اہل سنت کے سب علماء جھوٹ بولے اور تاریخ الخلفاء ہی میں لکھا ہے کہ امام احمد حنبل سے پوچھا قرآن کو نہ تو قدیم کہا اور نہ مخلوق کہا بلکہ کہا کہ وہ
کلام اللہ ہے اسپر میں کچھ اور زیادہ نہیں کرتا اور خوف سے مامون کے یہ نہ کہا کہ قدیم ہے اور معلوم نہیں یہ سیکنوں کا لفظ جو تونے لکھا ہے یہ کس زبان کا ہے نہ فارسی ہے نہ ترکی ہے نہ ہندی ہے اگر تو اردو میں گفتگو
کرنی نہیں جانتا تو کسواسطے تونے ارادہ اس زبان میں گفتگو کرنیکا کیا تو تو ایک شخص کندۂ ناتراش دیہاتی ہے کہ کبھی شہر والوں کی صحبت میں بھی نہیں رہا ہے تجکو شہروں کی زبان سے کیا علاقہ
ہے کہ جو سینکڑوں کی جگہ سیکنوں بولا اور حق کو باطل کے ساتھ رلانا ہمارے مولوی صاحب کا کام نہیں ہے اور عمر کے نکاح کا نام کیونکر لیتے کہ وہ انکی نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور حق بات انکا
کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر عمر کی نکاح کا اقرار کریں تو حضرت زہرا اور حضرت علی کی بیٹی ہو اور جو نہیں تو نہ ہو اور ایسا تو ابوبکر اور عثمان کے لئے بھی کہہ سکتی ہیں کہ اگر انکی بیٹی سے عمر کے نکاح کا اقرار
کریں تو انکی بیٹی ہو اور نہیں تو نہ ہو اور جسوقت ہمارے نزدیک ثابت نہ ہو عمر کا نکاح دختر علی سے تو ایسا ہی ہے کہ جیسے عثمان کی بیٹی سے نہیں ہوا اور حق صریح کا انکار کرنیوالا تو تیرا خلیفہ حق اور امام صدق معاویہ
ابن ابی سفیان تھا کہ جس نے سینکڑوں آدمیوں سے اونٹ کو کہلا دیا تھا کہ یہ اونٹنی ہے اور پھر حضرت علی کو کہلا بھیجا کہ تو جتنے کیا اٹکیگا دیکھ ایسے مطیع ہیں میرے لوگ کہ میری کہنے سے اونٹ کو اونٹنی کہا اور
حق کو باطل کے ساتھ رلا دینا کام تمہارا ہے اور تمہارے پیروں ہی نے ایسا کام کیا ہے اور گواہی کو چھپایا ہے فاطمہ کا حق کہ جو موافق حکم خدا کے تھا اور قرآن سے ثابت تھا کہ فاطمہ زہرا اپنے باپ کی وارث ہے
اسکے رد کرنیکو جھوٹی روایت بنائی اور اس روایت کے بنانے والے کی رعایت سے تم قرآن میں تاویلیں کرنے لگے اور رسول خدا صلعم نے جو بعد نازل ہونے آیت یَاأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ
کے حضرت علی کو خلیفہ کیا اور انکے حق میں فرمایا کہ جسکا میں مولا تھا اسکی علی مولی ہے اور حضرت عمر نے مبارکباد کہا حضرت علی کو اور حسان شاعر نے حضرت علی کے خلیفہ کرنے کی اشعار لکھی لیکن تمنے اس تقرر کو
چھپایا اور حضرت عمر کے خوف سے کسی نے اسکی گواہی بعد انتقال رسولخدا صلعم کے نہ دی اور حضرت علی خلیفہ ہوئے تو اسوقت مسجد کوفہ میں لوگوں نے گواہی دی اور اس سے پہلے کسی نے گواہی نہ دی اور
باوجودیکہ خدا تعالی فرماتا ہے أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي اور سب اس آیت کے مضمون سے واقف ہیں کہ بے علم کی پیروی درست نہیں ہے لیکن عمر وغیرہ نے
آپسمیں مشورہ کرکے ایک مرد جاہل کو خلیفہ کر دیا اور حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر دیا قال الشیخ الاشعری معنہ حق باطل کے خلط ملط کر دینے میں جو برائی ہے تو فقط اسی سبب سے ہے کہ
دوسرا کوئی دھوکا نہ کھائے درصورتیکہ اہل سنت جماعت نے شیعوں کی روایات سے یہ ثابت کر دیا ہو کہ حضرت کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا پھر کیا اندیشہ وہ دھوکے کی بات ہی نہ رہی جس سے
ڈریئے اور اگر آپکو یقین نہ آئے دیکھیے آپکے یہاں کی روایتیں اسباب میں ہمارے پاس موجود ہیں آپ اپنی عادت دغا اور فریب کو نہ چھوڑیئے قاضی نور اللہ صاحب شوستری شہید رابع حضرت
عباس عم رسول اللہ صلعم کے احوال میں رقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس سے بہت محبت تھی اور انکے حق میں یوں فرماتے تھے کہ عباس میرے باپ کی جگہ ہے اور
سوا اسکے بہت ہی کچھ انکے فضائل لکھی اسکے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت عباس نے حضرت عمر کے کہنے کے موافق حضرت امیر سے حضرت ام کلثوم کے نکاح کی خواستگاری کی حضرت امیر نے اول بار
انکار فرمایا دوسری دفعہ سکوت فرمایا بعد ازآں حضرت عباس نے خود حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نکر سکے اسلئے چپکے ہو رہے یہ ہے قاضی صاحب کا بیان
میں نے اپنے اعتقاد کی موافق حضرت عباس اور حضرت عمر کے نام پر لفظ حضرت کا لگا دیا ہے ورنہ قاضی صاحب سے اس تعظیم کی کسی امید ہے اسلئے کہ حضرت عمر تو انکے نزدیک حضرت عمر ہیں +
اقول دھوکا بیشک برا ہے اور تیرے بزرگوں ہی نے دھوکے دیے ہیں کہ حق کو باطل کے ساتھ رلا دیا ہے جسکے سبب سے لوگ گمراہ ہوئے چلے جاتے ہیں ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے
کہ معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ خلفاء اولین کے فضائل میں روایتیں بناؤ اور خبردار ابوتراب کے شیعوں کی گواہی قبول نکرو اور اس مکار دغاباز شیخ نجدی نے جو قاضی صاحب کے حوالہ سے روایت
نکاح عمر کی حضرت ام کلثوم سے لکھی ہے اسمیں بڑا تصرف اپنا کیا ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور علماء اہل سنت نے فریب کر کے حق کو باطل سے خلط کر دیا ہے کہ نام کے متحد ہونیکی جہت سے کہ دختر فاطمہ زہرا
علیہا السلام کا اور دختر اسماء دونو کا ام کلثوم جو نام تھا تو عمر کی فضیلت کے واسطے دختر اسماء بنت عمیس کی جگہ دختر فاطمہ زہرا کو مقرر کر دیا اور طرح طرح کی روایتیں اپنے جی سے جوڑیں
کسی روایت میں تو یہ ہے کہ جسوقت عمر نے پیغام حضرت علی کو نسبت کا دیا تو علی نے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے انکو روک رکھا ہے اور کسی روایت میں ہے کہ عذر انکی خوردسالی
کا کیا اور پھر علی کو ناچار کر کے نکاح کیا انکی بیٹی سے اور سوا اسکے طرح طرح کی روایتیں بیان کی ہیں اور منظور حضرت علی کو دختر اسماء کا بھی عمر سے نکاح کرنا منظور نہ تھا کہ وہ خواہر محمد کی تھی اور حضرت کی بھی

دختر کہلاتی تھی لیکن بہر مصلحت تھیا چنانچہ قاضی نور اللہ شوشتری نے استغاثہ کے حوالہ سے لکھا ہے اور یہ شیخ جو فریب سے لکھتا ہے کہ قاضی نور اللہ نے اس طرح سے لکھا ہے سو انہوں نے اپنی تحقیق اور اعتقاد کے موافق نہیں لکھا ہے یہ شیخ حوالہ انکا غلط دیتا ہے بلکہ انہوں نے استغاثہ سے لکھا ہے اور استغاثہ میں بھی اس طرح سے نہیں ہے جیسے کہ یہ لکھتا ہے بلکہ قاضی صاحب نے استغاثہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ در استغاثہ وغیرآں مسطور است کہ چوں عمر بن الخطاب بجہت ترویج خلافت فاسدہ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر مطہرہ حضرت امیر نمود و آنحضرت بجہات قامت حجت کرد اظہار ابا و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد و گفت کہ اگر تو علی را بدامادی من راضی نمیسازی آنچہ در دفع او ممکن باشد خواہم کرد کہ منصب سقایت حج و زمزم را از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود کہ اگر این نسبت واقع نشود آں مرتکب این امور خواہد شد اور بعد اسکے عباس نے بہت الحاح کیا تو علی ساکت ہوا اور عباس نے نکاح کر دیا اس مضمون کو قاضی صاحب استغاثہ سے لکھتے ہیں نہ اپنی طرف سے اور یہ جو لکھتا ہے کہ حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نہ کر سکے سو تقیہ کا اس روایت میں کچھ بھی ذکر نہیں ہے اپنی طرف سے لکھتا ہے اور یہ روایت نکاح کی زبیر بن بکار کی ہے کہ جو استغاثہ میں لکھی ہے اور زبیر مرد ناصبی تھا اور متوکل دشمن آل رسول نے اسکو قاضی مکہ کا مقرر کیا تھا اور اہل سنت کے راویوں میں سے وہ ہے انکی روایت ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے اور ہمارے نزدیک نکاح ثابت ہی نہیں ہے اور باوجود ناصبی ہونے کے اس روایت میں بھی وہ متزلزل ہے کبھی تو کہتا ہے کہ علی نے اپنی رضامندی سے یہ عقد کیا اور کبھی کہتا ہے کہ یہ امر عباس کی طرف سے تہا اور کبھی کہتا ہے کہ علی نے باوجود انکار کے مجبور ہو کر یہ عقد کیا ایسے کی روایت کا باوجود ناصبی ہونے کے کیونکر اعتبار کیا جاے ایسی ایسی دہوکہ دہی انکے علماء کی بہت ہے اور ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمر نے پیغام نسبت کا دیا تو علی نے اپنی دختر کی خوردسالی کا عذر کیا لیکن عمر نے عذر علی کا قبول نکیا یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو۔ اور استغاثہ اور فتح الباری کی دونو روایتوں سے مقصد معلوم ہوا کہ حضرت علی کی مرضی نہتی عمر سے نکاح کرنے کی لیکن مجبور ہو کر نکاح کیا اور حضرت عباس کی خوبی میں کیا شک ہے اور نہ انکی بزرگی میں کچھ کلام ہے اور جیسا کہ قاضی صاحب نے انکو لکھا ہے ایسے ہی تھے اور عمر کے نام پر تو وہ حضرت کا لفظ کیونکر لکھتے کہ انکے نزدیک وہ حضرت کے لفظ کی لیاقت نہیں رکھتے تھے اور تم تو جسکو چاہو حضرت کہتے ہو خصوصاً دشمنان آل رسول کو چنانچہ کہتے ہو کہ حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص حضرت مروان

قال الشیخ الاشعری وہ حضرت عباس کے حق میں بھی اسی بیان کے پیش بش میں یوں لکھتے ہیں یہ تقریر بھی بطور دلیل ہی کے بیان کی ہے اور مطلب اصلی انکا یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہونگے لیکن حق بات چھپی نہیں رہتی عاقل خود جانتے ہیں کہ جو ایسے محبوب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہوں وہ اعراف میں کیونکر رہیں گے انکے تو نیاز مند بھی اگر جنت میں چلے جائیں تو کچھ بعید نہیں حیف صد حیف محبان حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا تو یہ تبہ ہو کہ انکے محبوبوں کو کوئی گناہ ضرر نکرے بلکہ گناہ تو گناہ کفر بھی ضرر نکرے چنانچہ رضی الدین بغوی نے زنبا ابن اسحاق نصرانی کے جنتی ہونیکا فقط چند بیتوں کی تصنیف کے باعث جنکے مضمون سے محبت حضرت علی کی ٹپکتی ہے حکم کر دیا ہے حالانکہ انہیں ابیات سے اسکا نصرانی ہونا ثابت ہے اور ایسے ہی ابن فضلون یہودی کو سب علماء اس فرقہ کے بزرگ سمجھتے ہیں اسکا باعث بھی یہی دو تین بیتیں ہیں

اقول برادر من گفتگو ہے یہ شیخ کہ در گفتگوئی میں شاہ عبد العزیز صاحب اور نصر اللہ کابلی پر بھی فوقیت لیگیا ہے قاضی صاحب جو مدح تو حضرت عباس کی جا بجا اپنی کتاب میں تعریف لکھتے ہیں اور انکا اعراف میں جانا انہوں نے ہرگز نہیں لکھا ہے اور ایسا کیونکر لکھتے باوجود تعریف انکے اور جو کچھ کہ انہوں نے لکھا ہے وہ اسکی سمجھ میں نہیں آیا یہ کیا بلکہ اسکے بزرگوں کی بھی سمجھ میں نہیں آیا اور یہ بھی انکی ہی پیروی سے کہتا ہے اور انکی غلطی اس سبب سے ہے کہ یہ [illegible] کہ وہ دوزخ اور بہشت کے درمیان ہے اور وہ دوزخ سے بہتر ہے اور جنت میں مرتبہ کم ہے اور وہاں جو کہ نہ دوزخی ہونگے اور نہ جنتی ہونگے وہ حاصل ہونگے اور قاضی صاحب نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہے وہاں یہ اعراف ہی نہیں ہے اور وہاں کے ہونیوالوں میں کچھ حضرت عباس ہی کو نہیں لکھا ہے بلکہ حضرت علی اور حضرت حمزہ کو بھی تو لکھا ہے اور موافق روایت ثعلبی کے لکھا ہے نہ اپنی روایت کے موافق اور وہ موافق تفسیر آیت وعلی الاعراف رجال کے ہے اور اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اور پر اعراف کے مرد ہونگے یعنی حجاب بلند پر روز قیامت کہ حجاب درمیان بہشت اور دوزخ کے ہونگا اور ہمارے یہاں مراد ان مردوں سے ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں کہ بحکم خدا وہ اپنے شیعوں کو پہچان کر بہشت میں داخل کرینگے اور ثعلبی جو کہ مفسر اہل سنت کا ہے وہ اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ مراد ان مردوں سے جو کہ اعراف پر کھڑے ہونگے علی مرتضی اور حمزہ اور عباس اور جعفر طیار ہونگے سو اس قول کو ثعلبی سے قاضی صاحب مجالس المومنین میں نقل کرتے ہیں اور یہ شیخ معنی اسکے سمجھا نہیں ہے اور حضرت عباس کا ہونا اسمیں دیکھ کر لکھدیا کہ یہ حضرت عباس کو لکھتے ہیں کہ وہ اعراف میں جائینگے اور حالانکہ علی مرتضی اور حضرت حمزہ اور جعفر طیار بھی انکے ہمراہ لکھے ہیں سو دہوکا دینے کو حضرت عباس کا نام لیا واسطے اعتراض کرنیکے اور اوروں کا نام نہ لیا علی مرتضی اور حمزہ اور جعفر طیار کا اور عبارت مجالس المومنین کی جو کہ قاضی صاحب نے لکھی ہے اور اس شیخ نے اس پر اعتراض کیا ہے یہ ہے کہ واظہر اقوال مفسرین اہل سنت کہ در تفسیر قاضی بیضاوی مجملاً و در تفسیر ابو الفتح شہرستانی مفصلاً ایراد یافتہ آنست کہ ثعلبی امام اصحاب حدیث در تفسیر خود آوردہ باسناد از جویبر از سعید از ضحاک از عبد اللہ عباس کہ گفت مراد باعراف جائیہا باشد بلند از صراط و آں مرداں کہ بر اعراف باشند حمزہ عبد المطلب و عباس و علی ابن ابیطالب و جعفر طیار ذو الجناحین و دوستان خود را از دشمناں بشناسند بعلامتے و علامت آں باشد کہ دوستان ایشاں سپید رو باشند و دشمنان ایشاں سیاہ رو یہ ہے وہ عبارت کہ جو قاضی صاحب نے لکھی ہے اور دیدہ و دانستہ اس نے اسمیں تصرف کیا کہ لکھا تو ہے اسمیں کچھ اور کہتا ہے یہ مخالف اسکے اور یہ کون کہتا ہے کہ حضرت عباس بہشت میں نہ جائینگے ہمارا یہ اعتقاد ہی نہیں ہے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ جسکو حضرت عباس چاہیں گے سفارش کر کے بہشت میں بھجوا دینگے اور دوستی علی کی بیشک باعث نجات و مغفرت عصیان ہے لیکن بشرط ایمان اور غیر مومن کی ہرگز نجات نہیں ہے کہا ہے دوست ہو وہ علی کا اور انکی مدح میں قصیدہ کہے لیکن جبتک کہ

قائل وحدانیت خدا اور نبوت حضرت خاتم الانبیاء اور امامت ائمہ ہدیٰ کا نہو تو ہرگز واسطے اُسکے نجات نہیں ہے اور معلوم نہیں یہ رضی الدین لغوی کون شخص ہے کہ جس نے حکم لگا دیا نصرانی
کے واسطے حضرت علی کی مدح کرنے سے بہشت میں جائیگا شاید کوئی سنی صوفی ہو سو واسطے کہ صوفی لوگ حضرت علی کو انبیاء سے بہتر جانتے ہیں اور مرتبہ ولایت کا فوق مرتبہ نبوت شمار کرتے ہیں اور
یا یہ شخص غالی یا مفوضہ میں سے ہے شیعہ اثنا عشریہ تو یہ نہیں ہے اور اگر اثنا عشریہ میں سے ہو تو بھی اسکے قول کا اعتبار نہیں ہے جبکہ خلاف تمام اہل اسلام بیان کرے جیسا کہ تو نے خلاف
جماہیر اسلام کے بیان کیا کہ نبی خاتم المرسلین نہیں ہیں اور علماء اہل سنت نے تیری ارتداد کا فتویٰ لکھ دیا اور تو جھوٹ بکتا ہے اور کہتا ہے کہ ابن فضلون یہودی کو سب علماء اسلام بزرگ جانتے ہیں حضرت امیر کی
مدح کرنے سے کسی ایک ہی عالم کا نام لیا ہوتا کہ وہ بزرگ جانتا ہے اور اگر بزرگ بھی جانا تو کیا فائدہ ہے یہ تو نہیں کہتے کہ اُسکی نجات ہوگی اس مدح سے اور وہ بہشت میں جائیگا جیسا کہ تو رضی الدین کی طرف
منسوب کرتا ہے نصرانی کا جنتی کہنا ہاں ایک صورت ہے نجات کی مدح کرنی جناب امیر میں کہ وہ برکت اس مدح کے مسلمان ہوگئے ہوں اور اگر یہ قول رضی الدین کا راست ہے تو ایسا ہی ہوا ہوگا کہ وہ مسلمان
ہو گئے ہونگے اور بدون قبول اسلام ہرگز نجات نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ حضرت علی کا تو یہ رتبہ کہ اُنکے محب بھی اگرچہ کافر ہی کیوں نہوں جنت میں جائیں اور رسول خدا
کے محبوب بھی جنت میں جانے پائیں اعراف سے آگے قدم رکھنے کی اجازت نہو اور پھر محبوب بھی کون چچا جان اور وہ بھی مسلمان کیوں اگر کافر ہوتے تو اعراف تک کی نوبت کہاں آتی کیونکہ
کفار کیلئے تو سعیر تیار ہی فرماتے ہیں اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا یعنی ہمنے کافروں کیلئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور سعیر دوسری آیت وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ یعنی جو لوگ کہ کافر ہوئے اُنکا ٹھکانا بجز جہنم کے اور کچھ نہیں بہرحال قاضی صاحب کی تحقیق کی خوبی دیکھنی چاہیئے کس دعوے کو کس دلیل سے ثابت کرتے ہیں اس سے واضح
ہوگیا کہ حضرت علی بھی انکو بجا ہے یہ بزرگوار سمجھتے تھے اگر بالفرض ایسا ہی بھی نہیں چاہتا تھا تب ہوجہ ہے کہ حضرت عباس کا فرمانا اس قابل نہیں کہ منا نے اُنکا فرمانا قبول کرلیا نہ کہ تقیہ کی
بجہ ہے جیسے ہو رہی مگر حق کہاں کرے ہے تو اُلٹی ہی سمجھ میں آتی ہے **اقول** جو کچھ اس نے لکھا ہے سب لغو ہے اور جواب اسکا ہو گیا ہے اور دوست علی کا اگر مسلمان ہوگا تو بہشت میں جائیگا
اور مشرک کے واسطے ہرگز نجات نہیں ہے گو دوست ہو علی کا اور محبوب ہو رسول خدا کا اگر بعد حضرت کے حضرت کے طریق پر رہا ہے تو بیشک جنتی ہے اور اگر مراد اس سے حضرت عباس ہیں تو انکے بہشتی ہونے
میں کلام کچھ نہیں ہے اور قاضی صاحب کی عبارت کا مضمون یہ کودن کندہ ناتراش ہرگز سمجھا نہیں ہے یا اپنی طرف سے دیدہ و دانستہ افترا کرتا ہے اور قاضی صاحب نے کسی مقام میں
نہیں لکھا ہے کہ حضرت عباس بہشت میں جائینگے یہ شیخ اپنے جی سے جوڑ کر کہتا ہے اور حضرت امیر بھی حضرت عباس کو البتہ بجا پدر ہی سمجھتے تھے اسکا کون منکر ہے اور یہ روایت کہ حضرت علی کو حضرت
عباس نے نکاح کے مقدمہ میں کہا تو مان لیا یہ تیری ہی کتاب کی روایت ہے اور قاضی صاحب نے اپنی کتابوں سے روایت بیان نہیں کی ہے اور تقیہ کا اُس روایت میں ذکر نہیں ہے اور تجھ
تو کہ جو کچھ قاضی صاحب نے لکھا ہے تو اُسکے برخلاف سمجھا ہے اب ہی گمراہ ہے کہ تجھ کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے اور خدا کا کام تو گمراہ کرنیکا نہیں ہے، وہ تو راہ نیک بتانیوالا ہے **قال الشیخ
الاشعری** بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا ہے باقی رہا عذر تقیہ سو اہل عقل اُسے پہچانتے ہیں کہ یہ خیال خام تشیع ہے ورنہ یہ روایت خود
ہی تکذیب اُسکی کرتی ہے کہ بیاہ بوجہ تقیہ حضرت امیر ہرگز ہوا ہو کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اول تو حضرت امیر اور پھر تقیہ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی یوں کہے کہ شیر ہو کر گیدڑ سے ڈرتے ہیں اور پھر
حضرت امیر کا تقیہ بھی ایسے قصہ میں کہ کوئی کافر بیاہ لینا اور بے غیرتی اور بے تمکینی بھی گوارا کرتے معہذا یہ بھی منجملہ محالات عادی ہے کہ محبوب رسول خدا صلعم سے آپ ہی کی خاندان کے ساتھ ایسی
جفا ظہور میں آئے اسواسطے کہ محبت نبوی تو میزان حق و باطل ہونی چاہیئے جس طرف کو آپ کی محبت جھکے وہ حق ہو دوسری جانب باطل الغرض محبوب رسول اللہ صلعم لاریب اہل حق سے ہونگے
پھر اہل حق سے ہو سکتے ہیں کہ اپنی نواسی کو ایک کافر بے دین کے حوالہ کر دے معہذا ہمنے مانا کہ بوجہ تقیہ ہی حضرت امیر نے یہ نکاح حضرت عمر سے کر دیا لیکن تاہم یہ عذر بدتر از گناہ ہے حضرت عمر کے ساتھ
حضرت علی کو بھی کیوں ساتھ لیتے ہو بالجملہ یہ نکتہ محفوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ اگر حضرت امیر مسلمان ہیں اور کامل الایمان ہیں تو حضرت عمر بالضرور با ایمان ہیں کہ اُنکے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اگر حضرت
عمر نعوذ باللہ کافر ہیں تو حضرت علی نعوذ باللہ پہلے ہیں کافر و نہیں فاجر ہی کہ اپنی بیٹی کا نکاح اُنسے کر دیا اپنے آپ کیا تو کفر میں کچھ شک نہیں اور زبردستی کر دیا تو باوجود اس استطاعت کے اتنی
بے غیرتی نعوذ باللہ کہ ادنے چمار بھی گوارا نکرے حضرت علی تو درکنار الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں اس عقیدہ سے بدل و جان ناخوش ہوں اور حضرت زہرا کی صاحبزادی کا یہ قصہ بناچاری لکھتا
ہوں کہ مولوی عمار علی صاحب حضرت علی کی طرف بدظن نہ ہیں اور خیر یہ بھی نہ سہی ہم بھی ہونگے تو انشاء اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کے اماموں کے اقوال سے جھوٹا کرینگے **اقول** قاضی صاحب
نے یہ روایت نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کی استغاثہ سے لکھی ہے اور وہ روایت زبیر بن بکار ناصبی کی ہے اور ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت
ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا اگر ثابت ہے تو تیرے نزدیک ثابت ہے ہمارے نزدیک تو ثابت نہیں اور تیری روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور روایت مجالس المومنین کی پہلی اسکے
ہمنے جو کہ استغاثہ میں لکھی ہے بیان کر دی ہے اُسمیں کہیں تقیہ کا ذکر نہیں ہے تو کہاں سے ڈھونڈ لایا ہے سارے مقدمات تیرے جو کہ تقیہ پر بنا کرکے لکھے ہیں باطل ہو گئے اب ہمکو انکے باطل کرنیکی احتیاج
نہیں ہے اور پہلی اس سے ہم سب باتوں کا جواب بھی لکھ چکے ہیں اور عمر کو ہم کافر نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور خود قاضی صاحب مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ یعنی ہمکو جو کہتے ہیں کہ شیعہ خلفاء
ثلاثہ کو کافر جانتے ہیں جھوٹ ہے تہمت کرتے ہیں بلکہ ہم انکو مسلمان جانتے ہیں اور البتہ مومن نہیں جانتے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر عمر کافر ہو تو حضرت علی بھی کافر ہوں رسول خدا صلعم کا داماد ابو العاص منافق

روایات اہل سنت کے کافر تہا یہانتک کہ جنگ بدر میں کفار کے زمرہ میں اسیر ہو کر آیا تو حضرت زینب خدیجہ کبریٰ کے دختر نے اُسکے فدیہ میں اپنا قلادہ بہیجا اور حضرت رسولخدا نے حبتک اُسکے تحت سے زینب کو علیحدہ نہیں کیا اور حضرت لوط اپنی بیٹیوں کو واسطے مصلحت کے کفار کے نکاح میں دیتے تہے اور روایت استغاثہ سے بہی جو قاضی صاحب نے لکہی ہے مصلحت ہی معلوم ہوتے ہی حضرت علی نے راضی ہو کر نکاح نہیں کیا تہا لیکن یہ درصورت فرض روایت ہی اور عمر کو ہم مسلمان جانتے ہیں کافر مشرک نہیں کہتے اور نکاح کرنا مشرک کفو ہو نہ مسلمان سے اور یہ درصورت فرض روایت ہے اور نہ ہمارے نزدیک تو ثابت ہی نہیں ہے نکاح ام کلثوم دختر زہرا کا عمر سے اور مناکحت اور مواکلت کے واسطے اسلام چاہیے بلکہ منافقین جو کہ ظاہر میں اقرار شہادتین کرتے تہے اُنکے ساتہ بہی کہانا پینا اور نکاح جایز تہا جیسا کہ شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکہا ہی اور تجہکو اس پیرایہ میں اگر مذمت حضرت علی کی کرنی منظور ہے تو تیری زبان کو کون پکڑتا ہی اور یہ عذر تیرا سب بیجا ہے اور ہم تو دختر زہرا سے نکاح کے واقع ہونیکو تسلیم ہی نہیں کرتے بغیر تقیہ سے اور بے تقیہ تو اتنی زبان درازی کس لیے کرتا ہے اپنی روایت پر بنا کر کے کہیں تو عمر کو تو کافر کہتا ہی کہیں علی کو کافر کہتا ہے کہیں علی کو ضعیر بتاتا ہے اور کہیں بے غیرت کہتا ہے اور کہیں علی سے تقیہ کو بعید لکہتا ہی جو کہ رسولخدا صلعم سے ظہور میں آیا چنانچہ ہم پہلے لکہ آئے ہیں کہ حضرت نے عائشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور اماموں کے اقوال اس مقدمہ میں ہرگز نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** کتب امامیہ میں صحیح صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ حضرت امیر نے حضرت عمر کو لائق داماد فائق سمجہکر اپنی صاحبزادی مطہرہ کا نکاح کیا نہ کہ جبراً کرہاً سئل الامام محمد بن علی الباقر عن تزویجها فقال الولانه راه اهلا لما کان یزوجها ایاه وکانت اشرف نساء العالمین جدها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخوها الحسن والحسین علیہما السلام سید شباب اهل الجنة ابوها علی ذو الشرف والمنقبة فی الاسلام وامها فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجدتها خدیجة بنت خویلد رضی اللہ عنہا حاصل اسکا یہ ہے کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کی وجہ پوچہی گئی اُنہوں نے فرمایا کہ اگر حضرت علی حضرت عمر کو حضرت ام کلثوم کے لائق نہ سمجہتے ہرگز اُنکا نکاح اُن سے نکرتے وہ سارے جہان کی عورتوں سے زیادہ شرافت والی تہیں اسلیئے کہ نانا اُنکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دو بہائی اُنکے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما جو جوانان جنت کے سردار ہیں باپ اُنکے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اسلام میں شرف و منقبت رکہتے ہیں والدہ اُنکی حضرت فاطمہ سیدۃ النساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور نانی اُنکی خدیجۃ الکبریٰ خویلد کی بیٹی رضی اللہ عنہا فقط اس روایت کو دیکہئے اور قاضی صاحب کی بنا کو دیکہیئے زہے اس دعوی محبت پر کہ اس پردہ میں کیا کہتے ہیں مشہور تو یوں کرتے ہیں کہ ہمکو اہل بیت سے محبت ہی اور اُنکے اصحابہ سے عداوت ہی **اقول** کتب امامیہ میں ہرگز ہرگز اس مضمون کی روایتیں صحیح صحیح نہیں ہیں کہ عمر کا نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے ہوا ہے اور وہ ایک روایت جو آئی ہے وہ زبیر بن بکار سے ہے کہ وہ سنی ناصبی تہا اور اہل سنت کی کتابوں سے بہی ثابت ہی کہ حضرت علی نے عمر کو لائق نکاح کے نہیں پایا بلکہ عمر نے جبراً نکاح کیا ہے علی کو ناچار کر کے چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں روایت ہی کہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنته لعمر بصغرها لم یکن یقبل منه ذلک الغدر حتی الجاء ہ یعنی تحقیق علی نے جسوقت انکار کیا نکاح کرنے بیٹی اپنی کا عمر کے ساتہ بسبب چہوٹے ہونے سن اُسکے کے تو نہ قبول کیا عمر نے علی سے اُس عذر کو یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو اور تو کہتا ہے کہ علی نے عمر کو لائق اُسکا پاکر نکاح کیا اور یہ روایت جو تونے امام محمد باقر سے نقل کی ہے ہماری کتابوں کی روایت نہیں ہے اور اس طرح کا طرز ہماری روایتوں کا نہیں ہے اہل سنت کے علماء کا دستور ہی کہ موافق اپنے مطلب کے روایت بنا کر کسی امام کیطرف منسوب کر دیتے ہیں حضرت باقر کے یا حضرت صادق علیہما السلام کی طرف اور پہر شیعوں کے جواب میں کہتے ہیں کہ دیکہو تمہارے امام نے ایسا فرمایا ہے تاکہ شیعوں پر حجت ہو لیکن شیعہ اُس روایت کو کب قبول کرتے ہیں جسوقت کہ اُنکی کتابوں میں پائی جائے اگرچہ امام سے وہ روایت منقول ہو اور ایسے ہی روایت سئل الصادق عن حلیة السیف کا حال ہی اور یہ روایت بہی سنیوں کی ہے اور اگر شیعوں کی روایت ہی تو اس کتاب کا نام کیوں نہیں لکہا جس میں کہ یہ روایت ہے صرف اتنا ہی لکہدیا ہمکو دہوکا دینے کے واسطے کہ کتب امامیہ میں صحیح صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں اور نام کتاب کا نہ لکہا اور اگر نام کتاب کا بہی لکہتا تو تیرا کیا اعتبار ہی مجالس المومنین کا حوالہ دیکر تو نے وہ مضمون لکہا کہ جو خلاف تحریر قاضی صاحب کی ہی اور اول تو اس روایت کو لکہتا ہی کہ صحیح ہی تجہکو کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ہی اور اس روایت کے مضمون میں تو خلل ہی کہ پہلے تو بیان کیا کہ اگر حضرت علی عمر کو لایق نکاح کرنیکے نہ دیکہتے تو اس سے نکاح نکرتے اور بعد اُسکے حضرت ام کلثوم کی شرافت نسب بیان کی اور عمر کی نسب کی کوئی بہی شرافت بیان نہ کی پہر وہ کیونکر لیاقت ام کلثوم کے نکاح کی رکہیں کیونکر ثابت ہوئی اسی سے وضع اس روایت کی معلوم ہوتی ہی اور وہ کیونکر لیاقت ایسی شریفہ طاہرہ کی رکہتے کہ فرزند تہے صحاک حبشیہ کے البتہ اگر لیاقت سے یہ مراد ہو کہ جیسے ام کلثوم مسلمان ہے ایسے ہی عمر بہی مسلمان تہا اس حیثیت سے تو دونوں برابر ہو سکتے ہیں اور ہم بہی عمر کے اسلام کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مقر شہادتین کے تہے اگرچہ افعال ناشایستہ اُن سے وقوع میں آئے ہیں لیکن یہ روایت جعلی ہی اور قاضی صاحب نے کوئی بناوٹ نہیں کی ہی ایک روایت کتاب استغاثہ کی بیان کی ہی کہ جس پر تو نے اسقدر زبان درازی کی ہی اور بیہودہ بکا ہے اور پاجیوں کی سی گفتگو تو نے کی ہی اور وہ روایت بہی سنی ہی کی ہی اور اگر قاضی صاحب کی جان کرنے سے کچہہ قباحت لازم آتی ہے تو تجہہ پر لازم

اسی ہی تو تجھ پر بھی لازم آتی ہے کہ تیرے ہم مذہب نے یہ روایت کی ہے زوف ہے اس گفتگو پر تیری کہ روایت تو کری تیرا ہم مذہب زبیر بن بکار اور الزام دی تو قاضی صاحب کو اور
دعوی قاضی صاحب کا محبت اہل بیت میں راست اور درست ہے اور تمام عالم میں مشہور ہے او تم اہل بیت کے دشمنوں کو دوست رکھتے ہو اور اُنکو خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہو اور
اُنکے حقوق کے غاصبوں کو اُن سے بہتر جانتے ہو اور ظاہر میں اپنی زبانوں سے اپنے تئیں محب اہل بیت کہتے ہو اور قولوں پر اُنکے عمل نہیں کرتے ہو اور اُنکے فضائل کی
روایتوں کو موضوع اور ضعیف کہتے ہو اور روایت احادیث میں علی کے دشمنوں کو ثقہ اور صدوق جانتے ہو اور روز عاشورہ کو عید کرتے ہو اور اُس روز اچھی اچھی کپڑے
خوشی میں پہنتے ہو کہ حسین فرزند رسول اُس روز قتل ہوا اور یزید پر خلافت نے قرار پایا اگر اعتبار نہو تو مکہ اور مدینہ میں جاکر دیکھ لو کہ اُس روز خوشی کرتے ہیں نہیں
اور اکثر تمہاری مثل باشندگان ماوراء النہر بغض علی کو شرط ایمان کی جانتے ہیں اور قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں علی بن جہم قرشی کے حال میں لکھا
ہے کہ محبت علی کی تسنن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی تو کہاں سے کہتا ہے کہ تم دوست ہیں علی کے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ دوستی علی کی اور دوستی علی کے دشمنوں کی ایک دل میں جمع ہو دو تلواریں
کہیں ایک میان میں بھی آسکتی ہیں اور جو شخص کہ دوست ہوگا علی کا وہ بیشک اُنکے دشمنوں سے عداوت رکھیگا جو کہ دوست کا دوست ہے وہ دوست ہے اور جو کہ دوست کا
دشمن ہے اُس سے دشمنی ضرور ہوگی صحابہ میں سے ہوا یا تا غیر ہو **قال الشیخ الاشعری** اور ہماری تشخیص میں یوں آتا ہے کہ آپکو اصل صحابہ سے عداوت ہے اور اس سبب سے
اہلبیت کو اپنی طرف کھینچتے ہیں سو اہلبیت کب اسطرف کھینچتے ہیں بلکہ اسطرف کھینچتے ہیں اور کیونکر نہ کھینچیں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر تقیہ حرام تھا چنانچہ بحث تقیہ میں اسکے سند گزر چکی ہے اُنکے فرمانے کی
اعدہی حضرت علی اور حسین کیا اُنکے ساتھ بنی ہاشم زمانہ کو بیغیرت اور بیحیا بتلائے جاتے ہیں اور طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اِنَّمَا یُرِیْدُ
اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا کے بشارت میں داخل ہے بدنام و زنا نعوذ باللہ بیش آتے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجھے پھر اہل بیت کا اپنے عصمہ
نہو تو اور کیا ہو جسکے دل میں ایمان ہے وہ ایسے واہیات کو سنکر کانپ اُٹھتے ہیں پر خدا جانے ان تیرہ درونوں کو کیا ہوا کہ اپنے اس عیب قبیح کی ہنر نہائی کے لئے اماموں پہ
بھی بہتان باندھتی ہیں یہ بے ایمان کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھتے ہیں اور اپنا گناہ اُنکے سر دھرتے ہیں اور اس نکاح کے عذر میں یہ ناپاک الفاظ
نقل کرتے ہیں کہ جنکی نقل سے دہی جی ڈرتا ہے ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہ ہیں اول فرج غصبنا ای خداوند عالم الغیب تجھپر روشن ہے کہ میں بدل و زبان اس خیال ناپاک سے
بری ہوں اور یوں سمجھ کر کہ نقل کفر کفر نباشد بایں خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بے خبران دغابازوں کے دام میں پھنسا ہوا یہ انکی کفریات سنکر شاید راہ راست پر آجائے
اقول۔ اول تو یہ کہ ہم کل صحابہ سے عداوت نہیں رکھتے بلکہ اُن لوگوں سے دشمنی رکھتے ہیں کہ جنہوں نے حقوق اہل بیت کے غصب کئے ہیں اور ہم جو اُن صحابہ سے عداوت رکھتے ہیں کیا
اُنہوں نے ہمارا کوئی گاؤں ضبط کیا ہے ہم تو اُن سے اسی واسطے عداوت رکھتے ہیں کہ اُنہوں نے حقوق آل رسول مقبول کے ضبط کئے ہیں اور اُنکو بے یار و مددگار کر دیا ہے اور
سوائے اسکے اور کوئی وجہ اُن سے عداوت رکھنے کی نہیں ہے اور اُسکو تو بھی جانتا ہے اور تیری کتابوں میں وہ بداعمالیاں اُنکی لکھی ہوئی ہیں لیکن تو اُنکی تاویل کرتا ہے اور ہمارا
نزدیک وہ قابل تاویل کے نہیں ہیں اور اس سبب سے ہم اہل بیت کو اپنی طرف نہیں کھینچتے ہیں بلکہ اس سبب سے کھینچتے ہیں کہ بعد رسول خدا صلعم کے ہم اُنکو ہی اپنا ہادی و
پیشوا جانتے ہیں اور اُنکے دوستوں سے ہم دوستی رکھتے ہیں اور اُنکے دشمنوں سے ہم دشمنی رکھتے ہیں اور موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے کہ فرمایا تھا میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا
ہوں کلام اللہ اور اہل بیت اگر اُنکے ساتھ تمسک کروگے تو گمراہ نہو گے ہم پیروی اُنکی کرتے ہیں جیسے کہ ہم کلام اللہ کی پیروی کرتے ہیں بخلاف تمہارے کہ تم اُنکو ایسا نہیں جانتے ہو بلکہ
اُنکے غیروں کو اپنا ہادی اور پیشوا جانتے ہو اور اُنکے دوستوں سے دشمنی رکھتے ہو یہانتک کہ بنی اُمیہ کے زمانہ سے آجتک اُنکو قتل کرتے چلے آتے ہو اور سادات کو تمہارے بزرگوں
نے دیواروں میں چن دیا ہے اور اُنکے دشمنوں سے جو اُنکے حقوق کے غاصب اور اُنکو قتل کرتے تھے اور اُن سے جنگ کرتے تھے اور اُنکو گالیاں دیتے تھے اُنکو تم دوست رکھتے ہو
اور خلیفہ حق اور امام صدق اُنکو کہتے ہو اور اصول میں تم ابو المنصور ماتریدی کے اور ابو الحسن اشعری کے اور فروع میں تم ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور حنبل کی
پیروی کرتے ہو اب دیکھو اہل بیت ہماری طرف کھینچتے ہیں یا تمہاری طرف کھینچتے ہیں کچھ بھی تو انصاف کرنا چاہئے اور امام محمد باقر علیہ السلام پر ہرگز تقیہ حرام نتھا اور کیونکر
حرام ہو اور نیز وہ امر کہ جو جناب رسول خدا صلعم سے ظہور میں آیا ہو اور جو کچھ تونے پہلے اس سے تقیہ کے باب میں لکھا ہے ہم نے وہ سب رد کر دیا ہے اور حضرت علی اور حسین کو تو ہی بیغیرت
ٹہیراتا ہے عمر کا کفر ثابت کرکے کہ حضرت علی نے کافر کو اپنی بیٹی دی اور نکاح صحیح نہوا بڑی بیغیرتی کی اور ہم تو عمر کو کافر نہیں کہتے بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور تو ہی طاہرہ مطہرہ
جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کہ آیۂ تطہیر کی بشارت میں داخل ہے بدنام و زنا پیش آتا ہے عمر کو کافر مقرر کرکے اور ہم خبیث نہیں ہیں بلکہ طاہر اور مطہر ہیں
کہ ہمکو جناب رسول خدا صلعم نے بشارت جنت کی دی ہے جسوقت کہ فرمایا حضرت علی سے کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ ہ اور خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے جناب رسول خدا صلعم
کو کہا کہ یہہ مرد بیماری میں بہکتا ہے اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جگر گوشہ رسول مقبول کا گہر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگیا اور حضرت فاطمہ کو غصہ اور غضب میں لایا

اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے حکم دیا آگ اور لکڑیاں لیجا نیکا اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے مال مومنین خورد و برد کیا اور اپنے قریبوں اور دوستوں پر تقسیم کیا اور اصحاب رسولخدا
صلعم کو آزار پہنچائے کسی کو زد وکوب کیا اور کسی کو شہر بدر کیا اور روایت اول فرج غصبنا در صورت صحت اُسی ام کلثوم کے واسطے ہے جو کہ دختر ابوبکر اسماء بنت عمیس کے شکم سے تہی
اور جسوقت حضرت علی نے اسماء سے نکاح کیا تو ام کلثوم بہی ہمراہ اپنی ماں کے آگئی تہی اور حضرت علی کی وہ بیٹی کہلاتی تہی اور عمر نے اُس سے نکاح کیا تہا حضرت علی پر جبر کرکے
اور ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اُس سے مراد نہیں ہے اور اگر وہ مراد ہوتی تو کہتے کہ اول فرج غصبنا یعنی اول فرج ہماری کہ غصب کی گئی ہے ہم سے اور اول فرج غصبنا میں مطلع
نہیں ہے اور تنوین فرج کی تنکیر کی ہے یعنے ایک فرج غصب کی گئی ہم سے سو وہ فرج دختر اسماء ہے اور جس سے زیادہ ربط اور اتحاد ہوتا ہے اُسکو اپنے میں سے شمار کرکے منا کہا کرتے ہیں
جیسے کہ رسولخدا صلعم نے سلمان فارسی کو السلمان منا اہل البیت فرمایا اور حال یہ ہے کہ وہ اہل بیت میں سے نہ تہے اسی ہی ام کلثوم بنت ابوبکر کو منا فرمایا امام نے اور دختر فاطمہ
زہرا تو اس سے مراد ہی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ وہ تو اُس زمانہ میں صغیر السن چار برس کی تہی چنانچہ شہاب الدین دولت آبادی نے لکہا ہے سو غصب فرج ایسے صغیرہ کا کیونکر
ہو غصب فرج تو جوان عورت کا کہہ سکتے ہیں نہ صغیرہ کا اور جسطرح کی یہ روایت ہے ایسے ہی روایت سنیوں کی کتابوں میں بہی ہے فقط الفاظ اور عبارت کا فرق ہے اور مآل دونوں کا
ایک ہی ہے چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکہا ہے کہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنتہ لعمر بصغرہا ولکن یقبل منہ ذلک العذر حتی الجاہ یعنی تحقیق
علی نے جسوقت انکار کیا نکاح کرنے بیٹی اپنی سے ساتھ عمر کے بسبب چہوٹے ہونے سن اُس لڑکی کے تو نہ قبول کیا عمر نے علی سے اُس عذر کو یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو اس
روایت میں یہ ہے کہ عمر نے علی کو ناچار کرکے زبردستی سے اُنکی دختر کو لیا اب فرمائیے کہ غصب کسکو کہتے ہیں بدون رضی زبردستی سے جبر کرکے چہین لینے کو کہتے ہیں یا نہیں یا
کسی اور چیز کو کہتے ہیں مآل دونوں روایتوں کا ایک ہے گو الفاظ میں فرق ہے جیسے کہ کہنا کہا نیکے لئے ایک تو یہہ کہ کہاؤ اور ایک یہ ہے کہ نوشجان فرماؤ اور مآل دونوں کا ایک ہے
اور ایسا ہی ان دونوں روایتوں کا حال ہے یہ شیخ نجدی غصب کے لفظ کو دیکہکر متعجب ہوا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ ناچار کرکے زبردستی سے لے لینا ہی تو غصب ہے اور جسوقت
کہ اہل سنت کی روایت سے غصب ہونا ثابت ہوا تو اب ہم بہی مطابق کہنے اس شیخ کے اہل سنت کو کہتے ہیں کہ طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اِنَّمَا یُرِیدُ
اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْراً کی بشارت میں داخل ہے بدنام و نعوذ باللہ زنا منسوب بتاتے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجہے یہہ اہل بیت کا اُنپر غصہ ہو تو اور کیا
جسکے دل میں ایمان ہے وہ ایسے واہیات کو سنکر کانپ اُٹہتے ہیں پر خدا جانے ان تیرہ درونوں کو کیا ہوا کہ اپنے اس عیب قبیح کے ہنر بنانے کے لئے ایسے ایسے بہتان اپنی کتابوں میں
لکہتے ہیں بے ایمان اور اُس نکاح کے مقدمہ میں ناپاک الفاظ نقل کرتے ہیں کہ جنکے نقل سے بہی جی ڈرتا ہے ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہ ہیں کہ حتی الجاہ الخ اور خداوند عالم الغیب تجہ پر
روشن ہے کہ میں بدل و زبان اس خیال ناپاک سے بری ہوں اور یوں سمجہ کر کہ نقل کفر کفر نباشد بایں خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بیخبر ان دغا بازوں کے دام میں پہنسا ہوا
یہ انکی کفریات سنکر شاید راہ راست پر آجائے لیکن اسقدر فرق ہے کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کی روایت ام کلثوم دختر اسماء کے حق میں ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ علی کو
ناچار کرکے اُنکی بیٹی اُنسے لی خاص دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو کہتے ہیں جو کہ نواسی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور سوائے اسکے ایسی روایتیں
یہ لکہتے ہیں کہ جس سے نبوت میں حضرت کے بٹا لگے اور لوگوں کو نفرت ہو چنانچہ اپنی تفسیروں میں لکہتے ہیں کہ عائشہ کا زنا کرنا بعضے اصحاب رسول نے مشہور کیا ہے اور حضرت صلعم کو
اپنی زوجہ کا زنا کرنا سنکر بہت رنج ہوا اور اس زنا کے روایت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بعد اسکے عائشہ کے پاکدامنی اور برأت میں سترہ آیتیں قرآن کی نازل ہوئی ہیں
یہ خیال نہیں ہے کہ پیغمبر کی زوجہ کے زنا کے بیان کرنے میں گو غیر واقع ہو اور کیونکر واقع ہوتی ایسی حرکت زوجہ پیغمبر سے کہ خدا تعالی حافظ تہا اپنے پیغمبر کی آبرو کا لیکن زیادہ
اس طرح سے ذکر کرنا ہی قبیح ہے اور اسکے ذکر میں ہتک نبوت کا ہے اور حال یہ ہے کہ یہ سترہ آیتیں مارِیہ قبطیہ ام ابراہیم کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنکو عائشہ وغیرہا نے تہمت لگائی تہی اور اس سے زیادہ ہتک
نبوت اور بے غیرتی کی بات سننی چاہئے کہ جسکو سنکر رونگٹے کہڑے ہوں مشکوٰۃ میں عمر کی فضائل میں لکہا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو ناچ حبشیوں کا ناچ دکہانے کو
لیگئے اور حبشی تو ناچ رہے تہے اور عائشہ رسولخدا صلعم کے شانہ پر منہ رکہا اُن حبشیوں کا مجرا سنتی و دیکہتی تہی اور رسولخدا صلعم اُسکو یہ موقع دکہا رہے
اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولخدا صلعم مجہ سے پوچہتے کہ تو سیر ہوئی یا نہیں تو میں اس لئے کہ دیکہوں میرا کہ حضرت کو میری چاہ کسقدر ہے تو میں کہتی کہ میں ابہی سیر نہیں ہوئی
ہوں اُسوقت حضرت نے اُن حبشیوں سے فرمایا کہ ناچے جاؤ ناچے جاؤ ابہی حمیرا تمہارے ناچ کا تماشہ دیکہتی ہے چنانچہ مرزا فصیح کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ ناچے جاؤ ابہی للو
تماشا دیکہتی ہے تمہارا رقص کرنا دیکہتی ہے دیکہو تو کیسی بے غیرتی کی بات ہے اور کیا بے حیائی ہے کہ پیغمبر آخر الزمان کہ جو افضل المرسلین ہے اپنی جورو کو نامحرموں کا ناچ دکہانے لیجاکے
اور اپنی بغل میں اُسکو لیکر سٹ کر مردوں کا ناچنا کودنا دکہلائے اور پہر اُس سے پوچہے کہ تو سیر ہوگئی ہے یا نہیں اور جب تک وہ سیر نہ ہو تو لئے ہوئے اُسکی خاطرداری کے واسطے ناچ
دکہلایا کریں جبتک وہ دیکہے جائے اور جورو پیغمبر کی جو کہڑی ہوئی اُن مشٹنڈوں کو دیکہے تو پیغمبر اُسکے اس فعل و حرکت سے اپنی موت ... تو یہ ہے ایسی نقل کے بیان کے

اگر کوئی چمار یا خاکروب کو بلوا لے تو اپنی جورو کو ہمراہ لیجا نے کا حوصلہ ہوتا ہی نامہ سلو بہت ناگوار معلوم ہوگا کہ اس نے مجھے ایسی بات کیوں کہی اور یہ تو
مردوں کے ناچ کا ذکر ہے اگر کنچنیوں کے ناچ دکھانے کے واسطے بھی کہئے اپنی جورو کو ہمراہ لیجا کر تماشا دکھلا تو وہ ہرگز قبول نکریگا چہ جائیکہ پیغمبر آخر الزماں کہ جو
تمام مخلوقات سے افضل ہو وہ اپنی زوجہ کو ہمراہ لیجا کر اور اپنی بغل میں لیکر ناچ دکھلائے نعوذ باللہ نہا اب کیا بزرگی نبوت میں باقی رہگئی کہ جو پیغمبر وہ کام کرے کہ جسکو
چمار اور خاکروب بھی پسند نکرے ای پروردگار کیسے کیسے بہتان یہ بے ایمان تیرے پیغمبر پر باندھتے ہیں صرف اسواسطے کہ رسولخدا صلعم کو بڑی چاہ تھی عائشہ کی اور عمر سے شیطان
بھاگتا تھا اور رسولخدا صلعم سے نہیں بھاگتا تھا اور دونوں روایتوں پر مولوی صاحب نے بھی اعتراض کیا ہے اس رسالہ میں لکھا ہے کہ جو مسلمانوں کے رد میں لکھا ہے اور کیونکر
نہ اعتراض ہو کہ روئے زمین کے فرقوں میں سے کوئی فرقہ اس امر قبیحہ کو پسند نکریگا **قال الشیخ الاشعری** افسوس ایک حضرت عمر کی عداوت کے سبب خاندان نبوی کو تو اتنا
بٹا لگا دیا پھر یہ نہو سکا کہ بتصدق اہل بیت حضرت عمر ہی کو شامل رحمت اور مغفرت خداوندی سمجھ لیتے کیا یہ نسبت تزویج زینب ابن اسحاق نصرانی اور ابن فضلون یہودی
کے اشعار سے بھی گئی حب علی رضی اللہ عنہ میں تو تاثیر ہے کہ ایمان کی بھی ضرورت نہیں حالانکہ کلام اللہ سے کفار کا ٹھکانا جہنم ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ مرقوم ہو چکا پھر کیا
اتنی بھی تاثیر نہو گی کہ اپنے واسطے داروں کو بخشوا لیں بہرحال علمار شیعہ حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح ہونے میں متفق ہیں یعنی بھول چوک سے حق بات بول جاتے
ہیں اور یعنی ہر طرح ادا کرتے ہیں سچ ہمارا تو مذہب یہی ہے کہ خذ ما صفا ودع ما کدر لیکن مولوی عمار علی صاحب سب سے بڑھتے رہے انہوں نے سمجھا حق کہئے تو مذہب کی
خیر نہیں بلکہ مذہب تو مذہب سنیوں سے ہزار مرتبہ زیادہ حضرت عمر کا معتقد ہونا پڑیگا کہ وہ اہل بیت میں داخل ہو جائیں گے اور تقیہ کی صورت میں بھی باوجود جھوٹ بولنے کے
وہی خرابی کی خرابی برسر بلکہ اس سے زیادہ کیونکہ بطفیل اہل بیت حضرت عمر کی ناحق میں اتنی خرابی نہیں جتنا بطفیل عمر اہل بیت کے نماننے میں خرابی ہے خصوصا
حضرت امیر کے اور درصورت تقیہ ظاہر ہے کہ کمال بیعزتی اور بزدلی اور بیحیائی اور دین کی سستی اور ... اور احکام میں مداہنت اور مداہنت بھی اسقدر لازم آتی ہے سو
مولوی صاحب نے ہمارے نزدیک بہت اچھا سمجھا کیونکہ جب جھوٹ بولنا ہی پڑا تو معقول تر یوں بولے گو کچھ زیادہ ہی سہی جو آب از سر گزشت چہ یک نیزہ چہ یکدست کیونکہ
مولوی صاحب کے اس حال سے فی الجملہ ہوشیاری ٹپکتی ہے تو عجب نہیں کہ اگر تیسے کی بات لیتے تو انکے دل میں لگ جائے اور شاید اس سبب سے درست نہیں تو رفتہ رفتہ حق کو حق
سمجھ جائیں **اقول** ہم عمر کے نکاح کو دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں تاکہ خاندان نبوی کو بٹا لگی
او بٹا تو انکو تو لگاتا ہی نکاح کا دعوی کرکے اور عمر کو کافر مقرر کرکے اور ہم تو جیسے کہ نکاح کو تسلیم نہیں کرتے ہیں ایسی ہی عمر کو کافر بھی نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں
اور عمر کے ایسے افعال نہیں ہیں کہ رحمت اور مغفرت اسکو شامل ہو اگر وہ اس قابل ہوتا تو حضرت علی اسکے مرنے کے بعد شکایت اسکی نکرتے اور یہ شکایت کرنا اہل سنت
کی کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم ذکر اسکا استیعاب وغیرہ سے کر چکے ہیں اور زینب النصرانی اور ابن فضلون یہودی کے اشعار کا جواب ہم پہلے اس سے دے چکے ہیں کہ
ہمارے نزدیک مشرک کی نجات ہرگز نہیں ہے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی مدح میں شعر تصنیف کرے یا حضرت علی کی مدح میں جبتک کہ ایمان کو اختیار نکرے اور بدون
ایمان کے حضرت علی کی مدح کرنیکو کچھ تاثیر نہیں ہے اور اپنے واسطے اوروں کو بھی اسوقت ہی بخشوائیں گے کہ جسوقت وہ مومن ہونگے اور عمر سے تو کچھ واسطہ ہی حضرت علی کا نتھا
اور اگر واسطہ بھی ہوتا تو بدون ایمان کے کچھ فائدہ نتھا اور علمار شیعہ کا حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کے عمر سے نکاح ہونیکا ہرگز اتفاق نہیں ہے بلکہ انکار کرتے چلے آتے ہیں
اور علمار شیعہ کا کام حق بولنے ہی کا ہے اور حق کو بطور حق کے ادا کرتے ہیں بخلاف علمار اہل سنت کی کہ خوشامد میں سلاطین کے سیکڑوں روایتیں جھوٹی بنائیں اور جو کچھ کہ
انکے یہاں حق مذکور ہے اسکو بطور حق ذکر نہیں کرتے ہیں بلکہ اس میں تاویلیں کرکے اسکو دگرگوں موافق اپنے مطلب ناحق کے کر دیتے ہیں صفائی انکے مذہب میں کہاں ہے
اور مولوی صاحب ہمارے جو کچھ کہتے ہیں حق کہتے ہیں موافق اپنے مذہب کے اور یہیں انکے مذہب کی خیر ہے اور یہ تمہارا ہی دستور ہے کہ تم صاف صاف بیان نہیں کرتے ہو اور اگر تم صاف صاف بیان
کرو جو کچھ کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے تو تمہارے مذہب کی خیر نرہے اور عمر سے بداعتقاد ہو جاؤ اور شیعوں سے ہزار مرتبہ زیادہ تمہاری بداعتقادی ثلثہ سے ہو جائے اور جاننے
لگو کہ یہ دشمن اور غاصبان حقوق اہل بیت ہیں اور جو شخص کہ پسر صہاک حبشیہ ہو وہ ہرگز اہل بیت میں داخل نہیں ہو سکتا کہ اہل بیت تو جناب رسولخدا صلعم کے اقارب سے وہ
اشخاص ہیں کہ ہدایت طریقہ حق کی انکے سپرد ہوئی ہے جیسے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اِنِّی تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي اَهْلَبَيْتِي اور فرمایا کہ مَثَلُ اَهْلِبَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ
نُوحٍ مَنْ رَكِبَ عَلَيْهَا نَجَى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوَى اور وہ علی اور اولاد علی علیہم السلام ہیں اور عمر کہ جو ایک مرد جاہل تھا وہ کیونکر اہل بیت میں داخل ہو سکتا ہے عثمان
تو داخل ہی نہو سکا اہل بیت میں جسکا تمہارے نزدیک آنحضرت کے دو صاحبزادیوں سے نکاح ہوا تھا اور عمر حضرت کی نواسی سے نکاح کرکے نہیں کیونکر اہل بیت میں داخل ہو جاتا اور تقیہ میں
جھوٹ بولنے کی کچھ قباحت نہیں ہے چنانچہ ثابت ہوا ہے اور ہم تو اس مقام میں تقیہ کرتے ہی نہیں تقیہ کو تو اسوقت کہیں کہ جسوقت ہم قائل ہوں کہ نکاح دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا

عمر سے حالت تقیہ میں ہوا ہے اور تقیہ کرنیکو بزدلی اور بیحیائی اور دین کی سستی نہیں کہہ سکتے ہیں قرآن سے ثابت ہی کہ حضرت موسیٰ نے تقیہ کیا اور عمار یاسر نے بھی تقیہ کیا چنانچہ بیضاوی
وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہی اور جناب رسولخدا صلعم عائشہ کے قوم کے انکار کرنیکے خوف سے کعبہ کو ڈھا کر درست نکر سکے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں لکھا ہی اور یہی تقیہ ہی اور جو کچھ کہتا ہے
یہ شیخ بے سروپا کہتا ہے اور وہ کونسا جھوٹ ہی کہ جو مولوی صاحب اس مقدمہ میں بولے ہیں انکا تو کام ہی نہیں جھوٹ بولنے کا جھوٹا تو تو ہی ہی کہ بیفائدہ بکتا چلا جاتا ہی اور وہ تو کیسا
سے حق کو سمجھے ہوئے ہیں تو ہی حق کو نہیں سمجھتا ہی اور خارج از بحث گفتگو کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** ہمیں بھی لازم پڑا کہ کوئی اور روایت بھی بیان کریں کہ ایک تو اسمیں
مولوی صاحب کا حضرت عمر پر غیظ و غضب کم ہو جائیگا دوسری کثرت روایات سے شاکر شادان اور فرحان نہیں تو ملتی ہی زبان سے تا یدان جائیں وہ روایت یہ ہے روی ابن ابی
الحدید شارح نہج البلاغۃ فی قصۃ تزویج ام کلثوم فجاء عمر الی مجلس المہاجرین بالروضۃ وقال زفونی زفونی قالوا بماذا یا امیر المؤمنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب
حاصل یہ ہے کہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ حضرت ام کلثوم کے قصہ میں بیان کرتا ہے کہ جس جگہہ مہاجرین روضہ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر آئے اور یہ فرمایا مجھے مبارکباد
دو انہوں نے کہا یا امیر المؤمنین کاہیکی مبارکباد حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے حضرت ام کلثوم علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیا ہی فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت عمر کو اس نکاح سے بڑا افتخار تھا اہل انصاف کے نزدیک تو یہی بات کفایت کرتی ہی کہ حضرت عمر کے معتقد ہو جائے کیونکہ بظاہر افتخار اسوجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے قرابت حاصل ہوگئی اور کوئی یوں سمجھے تو ہم کونسی گلے پر چھری رکھے ہوئے ہیں **اقول** پہلے تمنے کونسی روایت ہماری کتاب سے بیان کی تھی کہ جواب بیان کروگے یا تو مجالس المؤمنین
کے حوالہ سے ایک روایت لکھی ہی سو وہ روایت کتاب استغاثہ کی ہی کہ جو راوی اسکا زبیر بن بکار سنی ہی اور یا ایک روایت حضرت صادق علیہ السلام سے جو لکھی ہی وہ روایت ام کلثوم
دختر اسماء کے مقدمہ میں ہے اور اب جو تم لکھ گئے وہ روایت بھی اہل سنت کی ہی کثرت روایات انہاں سے ثابت ہوئی اور مولوی صاحب کا عمر پر کونسا غصہ ہے انہوں نے تو نکاح کے
مقدمہ میں عمر کا نام ہی نہیں لیا کہ اُس سے نکاح ہوا ہی یا نہیں ہوا ہی جسوقت ان سے سائل نے پوچھا کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا کس سے نکاح ہوا تو انہوں نے جواب دیا
کہ محمد بن جعفر سے اور یہ روایت ابن ابی الحدید کی جو بیان کی ہی ایسی ہی کہ گیدڑ اپنی دم کو گواہ اپنا مقرر کرے اور ابن ابی الحدید گو معتزلی ہی لیکن ثلثہ کی حقیت خلافت کا
وہ قائل ہی چنانچہ اسی شرح میں اُس نے لکھا ہی ہمارے نزدیک اس مقدمہ میں معتزلی اور اہل سنت برابر ہیں سگ زرد برادر شغال اور جو کتب احادیث اہل سنت کی ہیں وہ بھی
اُسکی ہیں اور یہ روایت اہل سنت کی اور کتابوں میں بھی ہے مثل تاریخ خمیس اور سیرت المحمدیہ وغیرہ یہ روایت ہمپر حجت نہیں ہو سکتی اور نہ ہمارے نزدیک اس روایت کا اعتبار ہی اور
معلوم نہیں زفونی کے معنی مبارکباد کہاں سے لئے ہیں لغت کی کتاب میں تو یہ معنی پائے ہی نہیں جاتے اور ہر ایک روایت میں ام کلثوم کو بنت علی لکھا ہی اور مراد اُس سے وہی دختر اسماء
بنت عمیس ہے اور جس کسی نے دختر فاطمہ زہرا اسکو لکھا ہی اُس نے اتحاد نام کی جہت سے دہوکا کھا کر لکھدیا ہی دختر اسماء کی جگہہ دختر فاطمہ زہرا کو اسواسطے کہ نام دونوں کا ایک تھا اور جیسے کہ
دختر حضرت فاطمہ دختر علی تھے وہ بھی دختر علی کہلاتی تھی گو حضرت علی کے نطفہ سے نہ تھی اور عمر کو افتخار اس نکاح سے تمہاری نزدیک ہو گا کہ تم ایسی روایتیں بیان کرتے ہو اور
ہماری نزدیک تو نہیں ہے اور عثمان کا تو نکاح تمہارے نزدیک جناب رسولخدا صلعم کے دو صاحبزادیوں سے ہوا تھا اُسکو تو کچھ افتخار اس سے حاصل نہوا اور نہ کسی نے اس افتخار کو مانا بلکہ
صحابہ نے اُس بیچارہ کو قتل کروا ڈالا اور بعضے اُسکے قتل میں شریک ہوئے چنانچہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے بیان کر چکے ہیں اور جو بات کہ معقول ہو وہ سمجھہ میں آتی ہی اور
نامعقول کو کوئی کیا سمجھے **قال الشیخ الاشعری** اب مناسب یوں ہے کہ اس باب کا خاتمہ کیجئے بطور تتمہ ایک اور امر معروض خدمت ہے بعضے امیوں نے سنیوں کے سامنے شرم اتارنے
کے لئے حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قصہ میں اخذ کرکے یوں بات بنائی ہی کہ حضرت عمر ام کلثوم پر قادر نہوئے اور وجہ یہ ہوئی کہ ایک جن بیچ میں حائل ہو جاتا تھا سو یہ
ایسا جھوٹا ہونا اُس روایت نامعقول سے ہی نکلتا ہی کہ جو حضرت امام جعفر صادق کیطرف بنالی ہی کیونکہ بہ تواتر ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کے شکم مبارک سے حضرت عمر کے ایک بیٹا پیدا
ہوا انکا نام زید تھا وہ جوان ہو گئے آخر کو بیس برس کی عمر میں ہی علتی کے باہم کی خانہ جنگی میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون اور انکی والدہ بھی اُسی روز بیماری میں انتقال
کر گئیں تھیں اور دونو جنازونکو ایکدفعہ نکالا اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عمر نے جنازہ کی نماز پڑھ کے دفن کیا اور یہ بھی تسنہی یہ کیا تھوڑی بات ہی بہ تمام حضرت
عمر کے پاس رہیں سارہ کسی ایسے کی نواسی تھیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انکو ایک دم میں چھوڑ دیا تو حضرت ام کلثوم کی تو زیادہ ہی قدر کرنی چاہیئے **اقول** جن بیچ
حائل ہو جانیکی روایت ہمارے یہاں نہیں آئی ہی اور وہ امامیہ مذہب کا آدمی ناواقف ہوگا جسنے ایسا کہا اور یا انکی کی روایت کو فرض و تسلیم کرکے ایسا کہا ہوگا اسواسطے کہ نکاح
دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا عمر سے ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور جیسے کہ حضرت صادق علیہ السلام کی روایت ہی ایسے ہی تمہارے یہاں بھی ایک روایت ہے چنانچہ پہلے اس
اُسکے جواب میں ہمنے بیان کی ہی اور وہ روایت زید کے اور اُسکے والدہ کے مرنے اور جنازہ نکلنے اور حضرت امام حسین کے اور عبداللہ بن عمر کے انکے جنازہ پر نماز پڑھنے کی تحفہ مولوی
عبدالعزیز صاحب سے جو نقل کرکے لکھی ہی یہ ہی بڑی دلیل ہی اس امر کی کہ فاطمہ زہرا کی بیٹی کا نکاح عمر سے نہیں ہوا کیونکہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اپنے بھائی امام حسین کے

زندہ رہیں اور آنٹ ماتم میں مرثیہ کہیں چنانچہ اس بحث کی ابتدا میں مفصل ہمنے لکھا ہے اور ہماری کتابوں میں تو کئی مرثیہ انکے لکھے ہیں ورنہ دادا بھی نام جو ام کلثوم
تھا اس اشتباہ میں اسکی جگہہ دختر فاطمہ زہرا کو مقرر کردیا ہے اور عمر کے پاس رہنا دختر فاطمہ زہرا کا اسوقت ثابت ہو کہ جب نکاح ہو عمر کا ان سے ثابت ہوا اور نکاح تو ہمارے نزدیک
ثابت ہی نہیں ہے پاس رہنا کہاں اور ایسا ہی حال اسکے بعد کے فقرہ کا ہے **قال الشیخ الاشعری** الحمد للہ کہ مولوی عمار علی صاحب کی تمام افترا پردازیوں کے جواب سے
فراغت پائی مگر انہوں نے جو کچھہ درباره فدک زبان درازیاں اور افترا پردازیاں کیں ہیں اُسکے مکافات میں حسب مثل مشہور جیسے کو تیسا اور جواب ترکی بترکی مناسب تو یوں تھا
کہ ہم بھی کچھہ نظم و نثر سے پیش آتے اور مولوی صاحب کے جواب میں مولوی صاحب کو بے نقط سناتے مگر چونکہ ایسے خرافات کا بکنا پاجیوں کا کام ہے ہمکو نازیبا ہے کہ ایسی نازیبا باتوں میں
مولوی صاحب کے ہمصفیر ہوں اور اپنی زبان کو گندہ کریں اور اہل حق اور ارباب حیا سے شرمندہ ہوں **اقول** مولوی صاحب نے ایک مقام میں بھی افترا پردازی نہیں
کی ہے جو کچھہ لکھا ہے اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے خط مولوی صاحب کا اس رسالہ میں چھپا ہوا موجود ہے دیکھہ لو کہ کس جگہہ افترا پردازی کی ہے اور اپنی کتاب کے حوالے سے کونسا
مقدمہ لکھا ہے اور ایسے ہی فدک کی بحث کو دیکھہ لو کہ جو کچھہ لکھا ہے اہل سنت کی کتاب سے لکھا ہے وہ نالایق ایسا کیوں لکھہ گئے کہ جس سے خصم کو گنجایش اعتراض کرنے اور حجت
پکڑنیکی ہوئی اُنپر تو لعنت کر کہ ایسا کیوں لکھا اور تو نے مولوی صاحب کی مذمت کرنے میں کیا کمی کی ہے اس مطلب تو تھوڑا ہی ہے لیکن تمام کتاب کو مولوی صاحب کی ہجو سے
تو نے پُر کردیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ ہم بھی کچھہ نظم اور نثر سے پیش آتے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ بے سبب بے سند کسیکی ہجو کرنی کام پاجیوں کا ہے لیکن بتلا تو مولوی صاحب نے
کسی مقدمہ میں ثلثہ پر تبرا کیا ہے یا علماء اہل سنت کے مذمت کی ہے جو تو اپنی کتاب کو انکی ہجو سے سیاہ کرتا چلا جاتا ہے البتہ افعال ثلثہ کے جو کہ ان سے صادر ہوئے ہیں اور
اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں وہ انہوں نے نقل کئے ہیں اور تو نے تو تمام کتاب کو اپنی ایسی نازیبا اور نالایق باتوں سے زبان کو گندہ کرکے پُر کیا ہے کہ دیکھنے والا اگر منصف
ہوگا تو یہی کہیگا کہ ایا یہ بھی تھا یہ شخص جس نے ایسا بیہودہ بکا ہے اور تجھہ میں شرم کہاں ہے اگر کچھہ تھوڑی سی بھی حیا تو رکھتا تو ایسی بیجا باتیں نہ لکھتا مطلب تو تھوڑا سا اور پوچ
اور بیہودہ باتیں کہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا اصحاب ثلثہ کی اہانت کے انتقام میں مولوی عمار علی صاحب سے دست و گریبان ہوتا تو ایسا ہی جیسا چاند سورج پر تھوکنے
کی سزا میں کہ کوئی تھپڑ لگائی یا آسمان کیطرف تھوکنے کی عوض میں کسی کم عقل نا ہنجار کے مونہہ میں کوئی پیشاب کی دہار لگائی ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشایستہ سے
نقصان بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت شان ہے دویم کجا شمس و قمر کجا سنگ و کم عقل سگ نژاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سنگ اور سگ مزاجوں کے اتنے میں کچھہ عزت نہیں
جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو مولوی عمار علی صاحب کے عیبونکی اہانت یا برا کہنے سے کیا نقصان بلکہ الٹا باعث رفعت شان ہے چاند سورج
کی طرح وہ روشن ہوئے تو کتے انپر بہونکے اور اوروں پر کیوں بہونکے دویم کجا اصحاب ثلثہ کجا امثال مولوی عمار علی جو انکے برا کہنے کی عوض میں انکو برا کہیکے جی ٹھنڈا ہوا اور دل کا
بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے سو مولوی عمار علی صاحب عیبونکی برا کہنے میں انکی تو کچھہ عزت نہیں جاتی جو قصاص تبرا یا اہانت اصحاب ہو ہاں اپنی اوقات خرافات میں
صرف ہوگی **اقول** تجھکو چاہیے کہ اپنے عالموں سے انتقام لینے میں دست و گریبان ہو اور انکی قبروں پر جوتیاں مار کر کہہ کہ اے نالایقو تمنے اپنی کتابوں میں ایسی باتیں اہانت
اصحاب ثلثہ کی کیوں لکھی ہیں کہ جس سے شیعہ اعتراض کرتے ہیں اور ہمکو انکا جواب نہایت دشوار ہو گیا اور مولوی صاحب کو تو کیا کہنا ہے وہ تو بمنزلہ کاتب کے ہیں کہ تیری کتابوں سے وہ روایتیں
نقل کردی ہیں اور تیرے ہی عالموں نے جو اصحاب ثلثہ کی اہانت کی روایتیں لکھی ہیں باوجودیکہ انکو بزرگ بھی جانتے ہیں تو انکے جواب دینے میں اہل سنت کو ایسا ہے کہ جیسا چاند سورج
پر تھوکنے کی سزا میں کوئی تھپڑ لگائی یا آسمان کے تھوکنے کی عوض میں کسی کم عقل نا ہنجار کے منہ میں کوئی پیشاب کی دہار لگائی ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشایستہ سے
کیا نقصان بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت مکان ہے دویم کجا شمس و قمر کجا سنگ و کم عقل سگ نژاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سنگ اور سگ مزاجوں کے اتنے میں کچھہ عزت
نہیں جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو اہل سنت کے عالموں کے عیبونکی لکھنے سے کیا نقصان بلکہ الٹا باعث رفعت
شان ہے چاند سورج کیطرح وہ روشن ہوئے تو کتے انپر بہونکے اوروں پر کیوں بہونکے دویم کجا اصحاب ثلثہ کجا یہ علماء اہل سنت جو انکے عیبوں کے لکھنے کی عوض میں انکو
برا کہکے جی اپنا ٹھنڈا ہو اور دل کا بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے سو اہل سنت کے علماء کے عیب ثلثہ لکھنے میں انکی تو کچھہ عزت نہیں جاتی جو قصاص عیب نویسی اہانت
اصحاب ہو ہاں اپنی اوقات خرافات میں صرف ہوگی **قال الشیخ الاشعری** سو ہم کونسی مجتہد ثانی طوسی ثانی مولوی میرن صاحب کے چیلے چانٹوں میں ہیں جو عقل کے
یہ شہادت درباره دشنام نسیں دشنام بمذہبی کہ طاعت باشد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم اور دشنام کو عبادت سمجھکر مولوی عمار علی صاحب کو گالیاں دیکر انکی عزت بڑہائیں
اور مولوی عمار علی صاحب یا امثال مولوی عمار علی صاحب کو چھوڑ کر کسی بزرگ کو برا کہیں تو کسکو کہیں اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں ہمارے نزدیک
اعتقاد اصحاب و اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لئے بمنزلہ دو پر کے ہیں جیسے ایک پر سے طائر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں
ہی نہیں تقیہ کو تو اُسو

اڑ سکتا ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پیروں کے شہبازی کے موجب فوز مقصد جسکی طرف اُولٰئِکَ ہُمُ الْفَائِزُوْنَ فَوْزًا عَظِیْمًا وغیرہ میں اشارہ ہی نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہے جسکا آیت لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا میں بیان ہے ان کرم قدم بقدم حضرات شیعہ مت چلے تو جیسے انہوں نے موافق مثل مشہور غیر دل کے بدشگنی کے لئے اپنی ناک کاٹ لے سینوں کے ضد میں اصحاب کرام کو برا کہکے اپنا ایمان تباہ کیا تم بھی شیعہ بنکے اہل بیت رسول اللہ صلعم کو برا کہکر مثل خوارج اور نواصب کے اپنے ایمان کو خراب کرتے لیکن ہمکو تو پابندی عقل و نقل ہے جاری ہے شیعہ نہیں کہ مثل شتر بے مہار ہر آئندہ رفتار ہیں راہ کی بات تو یہ ہے کہ ہمکو دو نو فریق منزلہ دو آنکھوں کے ہیں کسکو پھوڑ دیں اپنا ہی نقصان ہے بلکہ جیسے کوئی حسین متناسب الاعضا ہو کہ اسکی آنکھ ناک سب کی سب مناسب اور متناسب ہوں اور پھر اسکی ایک آنکھ بیٹھ جائے تو دوسری آنکھ کی زیب بھی جاتی رہیگی اور تیسرا اگر بیٹھی ہوئی آنکھ کے حصہ کی فراخی بھی دوسری ہی آنکھ میں آ جائے اور اسمیں بجائے سفیدی بھی سیاہی ہی چھا جائے تو وہ حسن ایسا قبیح المنظر ہو جائے کہ دلدار دکان قدیمی اور عاشقان صمیمی بھی اسکی صورت پر لاحول پڑھنے لگیں خاصکر دوسری آنکھ جو باقی رہی ہے بسبب کہ اپنے اندازہ سے زیادہ فراخ اور کشادہ اور سفیدی کی جگہ بھی سیاہی ہو لی ہے ایسی بری اور بدشکل ہو جائیگی کہ کچھ نہ پوچھو بلکہ اگر چشم باقیماندہ کو شعور اور اختیار ہو تو اپنی اسی حالت اصلی پر آجاوے اور دوسری آنکھ کو بھی بدستور قائم کر دکھلاوے کیونکہ خدا یا حسن کی اصلی کیفیت اور دوسری آنکھ کی معیت میں ہے سو بعینہ یہی قصہ حضرات شیعہ کے ایمان کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے اعتقاد صحابہ اور حب اہل بیت جو بمقتضاء شہادات کلام اللہ و عترت رسول اللہ صلعم ایمان کے بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں چنانچہ رسالہ ہذا کے ملاحظہ کرنے والوں پر پوشیدہ نہ رہیگا دونو آنکھوں میں سے شیعوں نے ایک آنکھ کو پھوڑ دیا اور اسکے حصہ کی فراخی اور کشادگی بھی بلکہ اس سے بھی زیادہ دوسری آنکھ کو دیکر اسکو خراب کر دیا یعنی اعتقاد صحابہ کو جو بمنزلہ چشم ایمان ہے اپنے ہاتھوں کھوکر دوسری آنکھ یعنی حب اہل بیت کو اسقدر بڑھایا کہ صحابہ کے حصہ کی محبت بھی انہیں کے لئے صرف کردی یہ جیسی کہ آنکھ میں سفیدی کی جا بھی سیاہی آ جائے ان حضرات بزرگوار سے شیعہ نے بھی ایسا ہی کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ جیسے کہ آنکھ میں تل اور سیاہی اور سفیدی غرض چند قسمیں ہوتی ہیں ایسی ہی عترت میں بھی چند قسمیں تھیں اولاد اور ازواج اور سوا انکے اور اقربا کیونکہ باتفاق اہل لغت عترت کے معنے خویش و اقربا کے ہیں ان سب میں سے حضرات شیعہ نے فقط اولاد کو اور اولاد میں سے بھی فقط دس بارہ کو اور سوا اولاد ایک دو کے کسی اور کو تو بجز دو ام کرم سمجھا باقی سب کے لیے تبرا ہے جنکو بنا بیٹیوں اور سقدر ابنایا اور مخدوم اور مکرم ٹھیرایا انکے حق میں محبت کو کچھ اسقدر بڑھایا کہ گویا صحابہ باقی ماندگان عترت کے حصہ کی محبت بھی انہیں کے نثار کی سو بعینہ وہی مثل ہے کہ آنکھ اپنے اندازہ سے کشادہ ہو گئی تھی پر سفیدی کے عوض بھی سیاہ ہی ہو گئی **اقول** گالی دینی تو بالکل حرام ہے پر یہ بتاؤ کہ شیطان کو بھی گالی دینی جائز نہیں ہے اگر گالی سے مراد فحش ہے اور اگر دشنام سے مراد لعن و طعن ہے یہ تو قرآن شریف میں بہت مذکور ہے اور خدا تعالی لعنۃ اللہ علی الظالمین اور لعنۃ اللہ علی الفاسقین فرماتا ہے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم دعائے قنوت میں لعنت کیا کرتے تھے بعضے کفار پر انکا نام لیکر پس لعن کرنے میں ظالموں اور فاسقوں پر پیروی خدا اور رسولخدا صلعم کی ہے اور وہ جو ہی اصحاب برا کہنے میں تم نے کیا کمی کی ہے جا بجا انکی ہجو لکھتا ہے اور آگے گالیاں دیتے ہیں عزت بڑھتی تو ثلاثہ کو گالیاں دینے میں تو کیوں بہر حسین جیسے ہیں تو ہے اور اگر تو ملحاظ عوام اہل بیت کو برا نہیں کہتا ہے تو تیرے بزرگ تو کہتے تھے اور حضرت علی کو گالیاں دیتے تھے جنکو تو خلیفہ حق اور امام صدق جانتا ہے اگر تو نے اپنی ناک کاٹی تو تیرے بڑوں نے اپنی ناک کاٹی علی کی عداوت میں تیری نال پہلی نکلی چنانچہ پہلے کہ سے ہم لکھ آئے ہیں اور پہ البنا لیا بلکہ اولاد رسول مقبول اور انکے دوستوں کو تو قتل ارے چلے آئے ہیں دیکھو کتب تواریخ میں اپنی اور رہے تمہارا اہل بیت سے سو ہرگز نہیں چلتا ہے نہ فروع میں نہ اصول میں بلکہ انکے مخالفوں کا تم نے دامن پکڑا ہے اور حب کے معنے یہ نہیں ہیں کہ زبان سے کہدیا اور نہ تم انکے دوست ہو اور قولوں پر انکے عمل نہ کیا کہیں بھی تمہاری کتابوں میں انکے اقوال اور یہ روی انکے اقوال کی مذکور ہے اور تم انکے دوست ہوتے تو انکے کہنے پر چلتے معلوم ہوا کہ تم انکے دوست نہیں ہو اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ہم انکے دوست ہیں قول تمہارا محض لسانی ہے اور یہ جو تو نے آنکھوں کی مثال دیکر واہی اور پوچ بکا ہے بالکل غلط ہے اسواسطے کہ ہم صحابہ رضوان اللہ علیہم سے ہرگز دشمنی نہیں رکھتے امام زین العابدین علیہ السلام تو انکے واسطے سے دعا مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہم باصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ چنانچہ صحیفہ کاملہ میں لکھا ہے اور بعضے صحابہ کو ہم اولیا اکمل جانتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ بعد رسولخدا صلعم کے بسبب تطمیع اور تخویف شیخین کے حضرت علی سے روگردانی کی تھی انہوں نے پھر حضرت علی کی طرف رجوع کی بعد ثلاثہ کے البتہ بعضے صحابہ کو کہ جو حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور حقوق اہل بیت انہوں نے غصب کیے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے اور ایسے ہی بعضے صحابہ کو اہل سنت بھی اچھا نہیں جانتے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں تحت سورہ توبہ کی وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جو بعد اسلام کے کافر ہو گئے اور تفسیر بغوی میں لکھا ہے سورہ توبہ کی وَمِنْھُمْ مَنْ یَّلْمِزُکَ فِی الصَّدَقٰتِ کی تفسیر میں کہ یہ آیت ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جسوقت مال غنیمت پاتے تو رسولخدا صلعم سے خوش ہوتے اور جب نہ پاتے تو حضرت کا شکوہ کرتے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ سورہ توبہ کی آیت فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِھِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ کے ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جو حکم رسولخدا صلعم سے منحرف ہو گئے اور جہاد کرنے سے نفرت اور کراہیت کی یہ آیتیں مذمت میں بعضے صحابہ کی ہیں کہ جنکو خدا تعالی اچھا نہیں جانتا ہے سو اہل سنت بھی انکو اچھا نہ جانیں گے اور اگر اچھا جانیں گے تو خدا تعالی کا مقابلہ کرینگے اور اسکی مخالفت کو پسند کرینگے اور اہل بیت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد رسولخدا کے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے اور صحابہ کے مرتد ہو جانے کی خبر جناب رسولخدا صلعم نے بھی دی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز کچھ آدمیوں کو فرشتے حوض کوثر سے ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے میں کہونگا کہ انکو کہاں لیے جاتے ہو یہ میرے

اصحاب ہیں طمانچہ میرے جواب میں کہیں گے کہ تو نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے بعد تیرے دین میں کیا احداث کیا ہے اور جسوقت تو مرا ہے اُسوقت ہی سے یہ مرتد ہو گئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے پس کل صحابہ اہل سنت کے نزدیک اچھے نہوے جیسے کہ کل صحابہ ہمارے نزدیک اچھے نہیں ہیں بلکہ صحابہ کے حق میں ہم اور وہ دونو برابر ہیں اور دو آنکھوں کی مثال دیکھو یہ شیخ بوچ اور واہی بکا مقاوہ باطل ہوا اور زیادہ محبت اہل بیت کی کیونکر نہو کہ خدا تعالی نے محبت انکی قرآن میں واجب لکھی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی اگرچہ قربے کا لفظ عام ہے کہ سب قریبوں کو شامل ہے لیکن مراد یہاں قربے سے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں چنانچہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول خدا صلعم قریب آپکے کون ہیں فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین یہ سبب ہے اُنسے زیادہ محبت رکھنے کا اگر کسی اور کے دوستی کے دوستی میں کوئی آیت نازل ہوئی ہو تو کہدو اور بعضے نالایق کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہوئی آیت اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے اس صورت میں چاہئے کہ عداوت اہل بیت کی جائز ہو اور اسیواسطے بعضے علما اہل سنت میں سے اہل بیت علیہم السلام سے عداوت رکھتے ہیں اور اہل بیت کے مناقب میں اور اُنسے دوستی رکھنے میں کثرت سے علما اہل سنت نے کتابیں لکھی ہیں اور بڑی تاکید ہے روایتوں میں اُنسے دوستی رکھنے میں اسواسطے اُنسے زیادہ دوستی رکھتے ہیں اور جسطرح کہ تاکید اُنکی دوستی کی ہے اور جیسے کہ مناقب اُنکی ہیں ویسے اور کسی کے نہیں ہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بھی ہم دوست رکھتے ہیں ہر ایک کو اُسکے مرتبہ کے موافق اور ازواج آنحضرت صلعم کو بھی ہم دوست رکھتے ہیں سوائے اُنکے کہ جنہوں نے حضرت علی سے عداوت کی ہے اور اولاد میں سے حضرت کی دس بارہ کو اسواسطے ہم زیادہ دوست رکھتے ہیں کہ فریقین کے علما اس بارہ میں ہیں کہ حضرت کی اولاد میں سے زیادہ بزرگ اور مستجمع جمیع صفات حمیدہ کہتے ہیں انکے برادروں کو کیونکر مجتہد مولوی عبد العزیز صاحب نے دیکھو تفسیر عزیزی میں انکو کیا لکھا ہے اور جیسا کہ انکو لکھا ہے ایسا کسی اور کو بھی لکھا ہے اور لغت میں ہرچند عترت آدمی کے نزدیکوں اور خویشوں کو کہتے ہیں لیکن مراد عترت نبی سے اولاد حضرت ہی کی ہے جیسے کہ اہل بیت گھر کے سب باشندوں کو کہتے ہیں لیکن مراد اُس سے یہی بزرگوار ہیں کہ رسول خدا صلعم نے انکو اپنی عبا میں لیکر فرمایا ہے کہ اللهم هؤلاء اهلبیتی اور آیت مودة القربی میں بھی قربے کا لفظ عام ہے اور سب نزدیکیوں کو شامل ہے لیکن حضرت سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اور تم صحابہ کو حد سے زیادہ بڑھکر دوست رکھتے ہو باوجودیکہ تمہارے علما لکھتے ہیں کہ بعضے صحابہ حق سے تجاوز کر گئے تھے اور بعضے خونریزی اور قتل کرتے تھے اور زنا کی سزا میں سنگسار ہوتے تھے اور شراب پیتے تھے اور ازواج پیغمبر خدا صلعم کو تہمت زنا کی کرتے تھے اور جناب رسول اللہ صلعم کی ازواج کی طرف نظر رکھتے تھے کوئی تو کہتا تھا کہ اگر رسول خدا مر جائیں تو میں عائشہ سے نکاح کر لوں اور کوئی کہتا تھا کہ میں ام سلمہ سے نکاح کروں اور جناب رسول خدا صلعم کو یہ سنکر رنج ہوتا تھا چنانچہ اسباب میں آیت نازل ہوئی اور تعزیریں پاتے تھے اور آپسمیں حسد اور بغض رکھتے تھے اور پھر تم کہتے ہو کہ یہ سب عادل ہیں اور جسکی چاہو پیروی کرو ہدایت پاؤگے مثل معاویہ و عمرو عاص وغیرہ کی اور انکی پیروی میں علی کو اور اُسکے دوستوں کو قتل کرو اور علی کو گالیاں دو اور پھر ہر ایک کو اُسکے مرتبہ پر کہتے ہیں اور بعضوں کو اولیا اکمل جانتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ آنکو مرتبہ میں آنسے کم جانتے ہیں اور بعضے آنمیں سے جو کہ حق سے تجاوز کر گئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے یہی ہمارا مذہب **قال الشیخ الاشعری** شاید اس اجمال میں ناواقفان شیعہ کو بحکم مثل مشہور المرء یقیس علی نفسہ کے احتمال جہل و تلبیس ہو اسلئے تفصیل اس اجمال کی کرنی ضرور پڑی تاکہ اپنی کتاب اور اہل کتاب کی مراجعت کرکے بآسانی تحقیق کرکے بعد تطبیق اس بیان کی تصدیق کریں سو تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرات شیعہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ حضرت رسول کریم صلعم کو سرے سے حضرت رسول صلعم کی بیٹیاں ہی نہیں سمجھتے یہانتک کہ زبان زد خاص شیعہ یہ بات ہو گئی ہے عام تو در کنار یا خاص بھی اس حساب سے عام ہی ہیں بلکہ عام سے بھی بد تر اور تو کیا کہوں حالانکہ انہیں کی کتب معتبرہ سے ان دونو مطہرات کا بہ نسبت رسول اللہ صلعم کی صاحبزادیاں ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ قریب ہے اسبات کے شرح مرقوم ہو چکی اور حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی اولاد اور ایسے ہی حضرت زبیر بن العوام کو بھی داخل عترت نہیں سمجھتے اور اس قرابت قریبہ کا بھی لحاظ نہیں کرتے حضرت عباس کی قرابت تو مشہور و معروف ہی ہے پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی بسبب کثرت علاقہای قرابت گویا بمنزلہ برادر حقیقی کے تھے اول تو انکی والدہ حضرت صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ اور انکی دادی ہالہ بنت وہب بن عبد مناف رسول اللہ صلعم کی حقیقی خالہ اور انکے باپ کی پھوپھی ام حبیب بنت اسد رسول اللہ صلعم کی دادی اور انکی حقیقی پھوپھی ام المؤمنین خدیجۃ الکبری رسول اللہ صلعم کی زوجہ مطہرہ پھر ان سب کے بعد حضرت کے ہمزلف انکی بیوی حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن اسوا ان سب کے پانچویں پشت یعنی قصی بن کلاب میں رسول اللہ صلعم سے جا ملتے ہیں علما انساب نے لکھا ہے کہ اتنی کثرت سے قرابت کے علاقے سوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اور کسیکو نصیب نہیں ہوئی لیکن آفرین ہے حضرات شیعہ کو کہ رسول اللہ صلعم کے اقربا کے دشمن ہیں تو ایسے ہوں کہ حضرت زبیر جیسے قریب عزیز کو باوجودیکہ مہاجرین اولین میں اور مجاہدین سابقین میں سے ہیں اور سینکڑوں بشارات فرقانی اور وعدہای قرآنی انکی بزرگی پر گواہ ہیں از جملہ کفار انکو شمار اور منافقین بدکردار سمجھتے ہیں **اقول** تیرا قول جہل اور تلبیس سے خالی کب ہے اور بے فائدہ طول دینے سے کیا حاصل ہے کافذ کو لاطائل امور سے سیاہ کرتا چلا جاتا ہے اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا کئی مرتبہ اس نے ذکر کیا ہے ہاں ہمارے نزدیک انکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نطفہ سے ہونا ثابت نہیں ہے اور کسی روایت میں انکار رسول خدا صلعم کے نطفہ سے ہونا آیا ہے تو اُس روایت سے کیا کام چلتا ہے اور روایتیں اُسکے مخالف بھی موجود ہیں کہ حضرت کے نطفہ سے یہ صاحبزادیاں نتھیں اور ان روایتوں ہی کو ترجیح ہے اور جسوقت کہ روایتوں میں اختلاف ہوا اور اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے تو اسکو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ

سر سے سے ہی یہ منکر ہیں بلکہ ایک روایت بھی کہ موافق وہ بھی کہتا ہوں اہل سنت کی کتابوں سے مثل بخاری اور مسلم وغیرہ کے جواز متعہ زنان ثابت ہے لیکن اہل سنت اُن روایتوں پر عمل نہیں کرتے باوجود اُنکی کتب معتبرہ سے ثابت ہے جو تم جواب دو گے وہی ہم جواب دینگے اور اسکا جواب ہم نے سب جگہ اسکو دیا ہی ہے اس سے جس جگہ کہ اس نے اُنکا ذکر لکھا ہے اور دیکھو تو بہت سے علما نے مناقب فاطمہ زہرا علیہا السلام میں کتب و رسالے لکھے ہیں کوئی کتاب اُن صاحبزادیوں کے فضائل میں بھی لکھی ہے اگر وہ بھی جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے ہوتیں تو اُنکے بھی بیشک فضائل ہوتے اور علما اُنکے فضائل میں کتابیں لکھتے اور حضرت عباس کی قرابت میں اور اُنکی اولاد کی قرابت میں اور حضرت عباس کی بزرگی اور شرافت میں کیا کلام ہے اور زبیر کو بھی ہم حضرت صلعم کا قریب اور اُنکی پھپھی کا فرزند سمجھتے ہیں اسکا کون منکر ہے مگر بسبب عداوت رکھنے کے نفس رسول سے اور اُنکی بیعت کو توڑ کر اُنکے ساتھ جنگ کرنے سے اُنکو اچھا نہیں جانتے کہ ہمارے نزدیک حضرت علی سے قتال کرنا ایسا ہے کہ جیسے جناب رسولخدا صلعم سے محاربہ کیا اور استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے اُنکے حق میں بد دعا کی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اللھم خذھم بقتلھما المسلمین اور پہلے اس سے ہم مفصل اسکو لکھ چکے ہیں پس جس وقت کہ حضرت علی نے اُنکے حق میں بد دعا کی ہو تو ہم اُنکو کیونکر اچھا جانیں اور قرابت سے کیا ہوتا ہے جبتک کہ ایمان صحیح حاصل نہو اور ابولہب تو زبیر سے بھی زیادہ حضرت کا قریب تھا کہ چچا حضرت کا لیکن قرابت نے اُسکے کافر ہونے کی جہت سے اُسکو کچھ فائدہ نہ بخشا اور زبیر اگرچہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن علی سے عداوت کرنے کی جہت سے ایمان صحیح اُسمیں باقی نرہا حضرت نوح کے فرزند کنعان کو نوح کی قرابت نے کیا فائدہ بخشا کہ جو زبیر کو حضرت کی قرابت سے فائدہ ہوتا خدا تعالی نے فرمایا کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے اسلیے ہی زبیر وغیرہ شرف قرابت میں سے نکل گئے جس جس نے کہ حضرت علی سے عداوت کی موجب ارشاد رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اور جبتک ایمان صحیح آدمی میں نہو اور جبتک باقی نہو تو ہجرت کیا فائدہ بخشتی ہے اور قرآن میں کسی جگہ زبیر کے نام سے کوئی اشارت مذکور نہیں ہے جیسے کہ بجملہ صحابہ میں آیتیں نازل ہوئی ہیں ایسے ہی مجملا اُنکی مذمت میں بھی نازل ہوئی ہیں مگر احتمال سے کیا کام چلتا ہے اس مقام میں تفصیل نام بنام درکار ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی بیبیاں ازواج مطہرات جو امہات مومنین یعنی سب مسلمانوں کی ماں ہیں اُنکی نسبت جو کچھ حضرات شیعہ ثنا خواں ہیں سب ہی جانتے ہیں حالانکہ اصل اہل بیت وہی ہیں کیونکہ اول تو اہل بیت کے معنی بعینہ اہل خانہ ہیں یہ اتنی بات تو کوئی کچھ نہ جانتے ہوں مولوی عمار علی صاحب بھی جانتے ہونگے دوسرے لفظ اہل بیت جو کلام اللہ میں واقع ہوا ہے تو ازواج مطہرات ہی کی شان میں وارد ہوا ہے گو حضرت علی و حضرت زہرا و حضرت حسنین بھی بوجہ عموم لفظ یا بسبب التماس حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کی فضیلت میں داخل ہو گئے ہیں مگر تسکین کے لئے جس آیت میں یہ لفظ واقع ہے ما قبل و ما بعد آیت لکھکر اُسکا ترجمہ لکھے دیتا ہوں تاکہ سب شیعہ و سنی متنبہ ہو جائیں یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی واقمن الصلوۃ واٰتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من اٰیات اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفا خبیرا یعنی اے نبی کی عورتو تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورتیں اگر تم ڈر رکھو تو دب کر نہ کہو بات پھر لالچ کرے کوئی جسکے دل میں روگ ہے اور کہو بات معقول اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے نادانی کے وقت میں اور کھڑی رکھو نماز اور دیتی رہو زکوۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اسکے رسول کی اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو اور ستھرا کرے تمکو ایک ستھرائی سے اور یاد کرو اے پیغمبر کی بیبیو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں اور عقلمندی کی بیشک اللہ ہے بھید جانتا ہے خبردار یہاں تک ترجمہ تھا اب عرض یہ ہے کہ شیعہ ہی اپنے علما سے پوچھیں کہ میں نے ترجمہ صحیح کیا یا غلط بہرحال ان آیات سے اول یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اہل بیت ازواج ہی ہیں اسیواسطے رسول اللہ صلعم نے حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک عبا میں لیکر یہ دعا کی الہی یہ بھی میری اہل بیت ہیں تاکہ وہ بھی اس فضیلت میں داخل ہو جاویں یہ ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی بادشاہ قدر شناس چشم پوش اپنے وزیر سے یوں کہے کہ تمہارے گھر کے لوگوں کو سب ہی جلدی جاگیر ملیگی تو وہ وزیر بموافق محاورہ کے یوں سمجھکر کہ ایسے موقع میں بیبی اور بیٹا مراد ہوا کرتے ہیں اور بیٹی اور نواسے مراد نہیں ہوتے کیونکہ وہ دوسرے گھر کے ہوتے ہیں کچھ اپنے جی میں سوچ کر وقت پکار بیٹی اور داماد اور نواسوں کو بھی پیش کر دے وہ بادشاہ آگاہ ہو جاوے کہ یہ کون ہیں تو با ایں لحاظ کہ بیٹی اور نواسے اور داماد بھی قرابت میں کچھ بیٹے اور پوتے اور بی بی سے کم نہیں ہیں یہ عرض کرے حضور یہ میرے گھر کے لوگ ہیں تو اس بادشاہ کو یہ معلوم ہو گا کہ یہ داماد اور نواسے اور بیٹیاں ہیں سے گھر کے لوگ نہیں پر بمقتضائے اپنی چشم پوشی ذاتی کے اُنکو جاگیر دیگا یا لفظ اہل بیت اصل سے عام ہے ازواج اور حضرت علی و حضرت زہرا و حضرت حسنین رضی اللہ عنہم سب شامل ہیں گو خصوصا ازواج ہی کی شان میں نازل ہوا ہو جیسے دلی والا ایک لفظ عام ہے سب دلی والوں کی نسبت بولا جاتا ہے اگرچہ دلی کے رہنے والوں کو دلی والا کہتے ہیں مگر جو مہمان آئے کوئی دن رہا تک بھی تو نہیں سمجھتا کہ دلی والے لفظ ہی میں اُنکے سوا اور کوئی دلی والا نہیں اس تقریر سے سب پر واضح ہو گیا کہ کلام اللہ سے ازواج کا اہل بیت ہونا اور حدیث سے حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کا اہل بیت ہونا ثابت ہے تو یہ سب صحیح اور درست ہے اگرچہ شیعوں کی سمجھ میں آتا ہو بالجملہ ازواج مطہرات کو باوجودیکہ وہ اصل اہل بیت ہیں اور کلام اللہ انکی شان میں آیا ہے وازواجہ امہاتہم یعنی رسول اللہ صلعم کی بیبیاں مومنوں کی مائیں ہیں پھر بھی حضرات شیعہ اپنی زبان نہیں سنبھالتے اور لگام نہیں دیتے اگر دوسری آیت تاویں جو دیکھ وہ مومنوں کی مائیں ہیں ہماری تو نہیں ہیں تو سلمنا پر آیۂ اول یعنی جس سے اُنکا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے کیا جواب دینگے **اقول** شیعہ بھی ازواج رسولخدا صلعم کو ام المومنین سمجھتے ہیں اور یہ ایک شرافت ہے اُنکی اور مراد ام المومنین ہونے سے یہ ہے کہ کسی مومن کو نکاح اُنہیں سے کسی کو بعد رسولخدا صلعم کے جائز نہیں ہے اور یہ آیت اسوقت نازل ہوئی ہے جسوقت لیسے

صحابہ نے کہا تھا کہ محمد مرجائیگا تو ہم اُسکی بیبیوں سے نکاح کرینگے اور کہتے ہیں کہ طلحہ نے کہا تھا کہ جسوقت رسولخدا صلعم مرجائینگے تو میں عائشہ سے نکاح کرونگا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ وازواجہ امہاتہم یعنی اور بیبیاں اسکی مائیں تمہاری ہیں تمہارا نکاح اُنسے کبھی جایز نہیں ہے اور ہم البتہ حضرت کی بیبیوں کے ثناخواں ہیں مگر جس نے اُنمیں سے حضرت علی سے عداوت کی ہو اُسکو ہم اچھا نہیں جانتے بموجب ارشاد رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا ہے حضرت نے یاعلی لایبغضک الا منافق اور عائشہ کی عداوت کو پہلے اس سے ہم بیان کر آئے ہیں اور عائشہ کو اسقدر عداوت تھی حضرت علی سے کہ نام علی کا زبان پر نہیں لاتی تھی چنانچہ صحیح بخاری میں احادیث کتاب الصلوۃ میں لکھا ہے کہ عائشہ نے وقت نکلنے حضرت صلعم کے حجرہ سے واسطے نماز کی طرف مسجد کے حالت مرض میں نام حضرت علی کا زبان سے نہ لیا بلکہ کہا کہ ایک مرد و انکیر کے ساتھ کہ مرد غیر مشہور پر دلالت کرے اس حدیث کے راوی نے ابن عباس کے روبرو اسکا ذکر کیا ابن عباس نے پوچھا کہ عائشہ نے اُس مرد کا نام بھی لیا تھا کہا کہ نہیں ابن عباس نے کہا کہ وہ علی بن ابیطالب ہے کہ اُسکا نام نہیں لیتی ہے عائشہ اور ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ لکن عائشۃ لاتطیب نفسا لہ بخیر یعنی ابن عباس نے بعد سننے قول مذکور کے کہا کہ عائشہ کا نفس خوش نہیں ہوتا ہے کہ ذکر علی کا بخیر کرے اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ عائشہ نے حضرت علی کا شہید ہونا سنا تو خرمی اور سرور ظاہر کیا اس سے زیادہ کیا عداوت ہوگی جب اسکا یہ حال ہے تو پھر ہم اسکو اچھا کیونکر جانیں اور یا در مومنین ہونے سے کیا ہوتا ہے جسوقت افعال ناشایستہ عمل میں لائی تو البتہ مورد ملام ہوگی اور اہل بیت میں ازواج حضرت کی ہرگز داخل نہیں ہیں اول تو اسواسطے کہ یہ لفظ علی اور فاطمہ اور حسنین میں اسطرح کا مستعمل و مشہور ہوا ہے کہ جس مسلمان سے پوچھو گے سنی ہو یا شیعہ ہو کہ اہل بیت پیغمبر کون ہیں تو وہ یہی کہیگا علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ہیں اور ازواج کو حضرت کی کوئی بھی نہ کہیگا اور دوسرے یہ کہ اہل بیت کا لفظ عام ہے ازواج کو اور اولاد کو اور لونڈی اور غلام کو جو کہ گھر میں ہیں سب کو شامل ہے اور نساء کا لفظ خاص ازواج کے واسطے کہا جاتا ہے نہ اُسکے غیر کے واسطے اگر کوئی کہے کہ فلانے کی عورت تو اس سے زوجہ اسکی مراد ہوگی پس جسوقت کہ لفظ نساء ہے کہ جو خاص واسطے زوجہ کے بولا جاتا ہے آیت نساءنا و نساءکم میں ازواج حضرت صلعم کی مراد نہوئیں بلکہ وہاں بھی حضرت زہرا ہی مراد ہوئیں تو لفظ عام اہل بیت سے کہ جو ازواج کو اور اُنکے غیر کو شامل ہے ہاں اُس سے ازواج کیونکر مراد ہونگی یہ شرافت اِن چار شخصوں ہی کے واسطے ہے کہ خدا تعالی انکی مدح بیان کرتا ہے اور ازواج حضرت کی وہ ہیں کہ کئی آیتوں میں اُنپر عتاب ہوا ہے وہ منع کرتا ہے انکو برے کاموں سے چنانچہ فرماتا ہے اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَہَا اور اسکی تفسیر میں اہل سنت کی کتابوں میں ابن عباس سے روایت ہے کہ بیبیاں حضرت کی حضرت سے مقدور سے زیادہ طلب کرتی تھیں علی الخصوص حفصہ حضرت نے اُس سے فرمایا کہ تو چاہتی ہے کہ تجھ میں اور اپنے میں حکم کروں اُس نے کہا کہ ہاں اور حضرت نے عمر کو بلایا حفصہ نے حضرت کو کہا کہ سچ کہنا جھوٹ نہ کہنا عمر نے طمانچہ اٹھایا حفصہ کے مارنے کو اور کہا کہ پیغمبر کہیں جھوٹ بھی کہتا ہے اور حضرت رنج کھا کر ایک مہینے اپنی بیبیوں کے پاس نہ گئے تب یہ آیت نازل ہوئی اور خدا تعالی نے فرمایا کہ تم کو مہر دیکر رخصت کریں اُسوقت انہوں نے ڈر کر خدا اور رسولخدا کو اختیار کیا یہ حال تھا حضرت کی بیبیوں کا اور فرماتا ہے خدا تعالی اُنکے حق میں کہ یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ اور فرماتا ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّۃِ الْاُوْلیٰ اور فرماتا ہے عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اور خاص عائشہ اور حفصہ کی شان میں ہے کہ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا اور خدا نے علی اور فاطمہ پر کسی آیت میں عتاب نہیں ہے اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہے کہ خدا تعالی نے کئی جگہ قرآن میں صحابہ پر عتاب کیا ہے اور علی پر کہیں عتاب نہیں کیا پس جو شرف کہ اُنکے واسطے ہے وہ اور کسیکو نہیں ہے اسلیئے خدا تعالی نے بخطاب اہل بیت انکی مدح بیان کی کہ یہ حضرت کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور حضرت فرماتے ہیں عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ اور اَلْفَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ اور زوجہ کا کیا ہے وہ ازاربند کا رشتہ ہے اگر شوہر مر جاوے یا طلاق دیوے تو وہ دوسرا شوہر کر لیتی ہے اور دوسرے کی اہل بیت میں سے ہو جاتی ہے یہ شرف زوجہ کے واسطے کہاں ہے کہ جو جگر کے ٹکڑوں کے واسطے ہے کہ وہ ہمیشہ کو اہل بیت ہیں اور زوجہ ایک وقت میں تو اہل بیت میں سے ہوتی ہے اور ایک وقت میں نہیں ہوتی اُسکا اہل بیت میں ہونا عارضی ہے اور جگر کے ٹکڑوں کا اہل بیت میں ہونا اصلی ہے کہ وہ ہمیشہ کو اہل بیت میں سے ہیں اور اس شیخ کو اسقدر جو کد ہے ازواج کی اہل بیت ثابت کرنے میں محض عائشہ اور حفصہ کی خاطر سے ہے کہ کسیطرح یہ اہل بیت میں شمار کی جائیں اور سوا انکے اور کسی بی بی سے حضرت کی اسکو غرض نہیں ہے اور قرآن شریف میں جو لفظ اہل بیت کا آیا ہے وہ ہرگز ازواج کے واسطے نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا اسواسطے کہ تفسیر قرآن کی موافق ارشاد جناب رسولخدا صلعم کے چاہیے نہ اپنی رائے سے اور جو کچھ حضرت نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور جس جگہ حضرت نے فرمایا ہے اہل بیتی وہاں ہرگز ازواج مراد نہیں ہیں بلکہ حضرت علی اور فاطمہ اور اولاد انکی مراد ہے نہ ازواج اور حضرت نے فرمایا ہے کہ انی تارک فیکم الثقلین کلام اللہ و عترتی اہل بیتی وہاں بھی حضرت علی اور اولاد رسولخدا صلعم مراد ہیں نہ ازواج اور یہی علماء اہل سنت بھی لکھتے ہیں اور ازواج حضرت کو اہل بیت آیت تطہیر میں کوئی نہیں لکھتا سوای مولوی عبدالعزیز صاحب کے کہ اُنہوں نے تحفہ میں بسبب عداوت اور تعصب کے آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد موافق روایت عکرمہ خارجی کے ازواج مراد لی ہیں اور اُن چار شخصوں کو دعاء رسولخدا صلعم سے اہل بیت میں داخل کیا ہے اور یہ امر بالکل مخالف تحریر جمہور علماء اہل سنت کے ہے اسواسطے کہ اہل سنت دو قسم ہیں اکثر علماء اہل سنت تو کہتے ہیں کہ آیہ تطہیر چار شخصوں کے حق میں نازل ہوئی ہے علی اور فاطمہ اور حسنین کے حق میں یا پانچ کے حق میں اگر رسولخدا صلعم کو اُنمیں شریک کرو اور بعضے موافق روایت عکرمہ خارجی کے کہتے ہیں کہ یہ آیت ازواج کی حق میں نازل ہوئی ہے یا دونوں فریق کو شامل ہے اور یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ آیت تو ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے اور آل عبا کو رسولخدا نے اپنی دعا سے اہل بیت میں داخل کیا ہے جیسے کہ مولوی عبدالعزیز کہتے ہیں اور یہ شیخ بھی انکی ہی پیروی سے کہتا ہے اور حق کو مٹاتا ہے اور علماء اہل سنت احادیث کی کتابوں میں مناقب اہل بیت و مناقب ازواج کی لکھتے ہیں کو علیحدہ

اہل بیت کے مناقب کی ہے اور کوئی فصل ازواج کے مناقب کی ہے اور کوئی فصل اصحاب کے مناقب کی ہے اور جو فصل کہ اہل بیت کے مناقب کی ہے اسمیں فضائل جناب امیر اور اولاد رسول خدا صلعم کے مذکور ہیں اور ازواج کے فضائل کا اسمیں کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ ازواج کے فضائل فصل علیحدہ میں مذکور ہیں جو کہ انکے فضائل کی فصل ہے اور اگر ازواج اہل بیت میں داخل ہوتیں تو انکے فضائل بھی اہل بیت کی فضائل کی فصل میں مذکور ہوتے علیحدہ کیوں مذکور ہوتے سو اس سے معلوم ہوا کہ کسی مقام میں ازواج اہل بیت کے شریک نہیں ہیں بلکہ اہل بیت کا لفظ خاص واسطے آل عبا کے ہے اور یہ جو بعضی روایت میں آیا ہے کہ سوائے حضرت زہرا کے دو اور بیٹیاں بھی جناب رسول خدا صلعم کی تھیں ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسواسطے کہ اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو انکو بھی حضرت اپنی چادر میں لیتے اور فرماتے کہ یہ بھی میری اہل بیت ہیں اور گو اہل بیت کے معنی صاحبان خانہ کے ہیں ازواج کو اور انکے غیر کو شامل ہیں لیکن جبکہ حدیث میں آیا ہو کہ وہ علی اور اولاد رسول خدا صلعم ہیں تو خاص ہو گیا جیسے کہ قربیٰ کا لفظ آیت مودة القربیٰ میں عام ہے اور سب بیبیوں کو حضرت کے شامل ہے لیکن جس وقت رسول خدا صلعم سے پوچھا گیا کہ وہ قربیٰ آپ کے کون ہیں تو فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسنین ہیں جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں ہے۔ تو سب جو کہ سوائے انکے تھے خارج ہو گئے ایسا ہی حال اہل بیت کے لفظ کا ہے اور آیۂ تطہیر کے مقدمہ میں جو لکھا ہے کہ اسکے ماقبل اور مابعد کا لحاظ کیا چاہیے تاکہ سب شیعہ اور سنی متنبہ ہو جائیں اس حیلہ سازی اور دھوکہ دہی سے تیری کوئی دھوکہ میں نہ آئے تا ہے اول تو یہ کہ ترتیب قرآن کی مطابق تنزیل کے نہیں ہے بعضے مکی سورہ میں مدنی آیت داخل ہو گئی ہے اور بعضی مدنی سورہ میں مکی آیت داخل ہو گئی ہے اور ایک مضمون کی آیت قرآن شریف میں شروع ہوئی اور بعد اسکے دوسرے مضمون کی آیت شروع ہوئی اور بعد اسکے پھر پہلے مضمون کی آیت شروع ہوئی جو کچھ کہ اسمیں باقی رہا تھا اس طرح سے کلام اللہ میں کئی جگہ آیا ہے جامع قرآن نے مشتبہ ہو جانے کے واسطے ازواج کے ذکر میں اسکو ڈالدیا ہے اور یطہرکم میں ضمیر کم کی صریح دلالت کرتی ہے کہ مراد اہل بیت سے ازواج ہرگز نہیں ہیں اور اگر ازواج مراد ہوتیں تو جیسے کہ پہلی اور پچھلی آیتوں میں جمع مؤنث کی ضمیریں آئی ہیں یہاں بھی آتیں اور یہ کہنا کہ ضمیر کم کی بلحاظ لفظ اہل ہے یہ بھی بیجا ہے اور برخلاف تحریر جمیع مفسرین ہے اسواسطے کہ اکثر مفسرین اس کم کی ضمیر ہی کی ملاحظہ سے تو اہل عبا کے حق میں اس آیت کو کہتے ہیں اور ازواج کو خارج کرتے ہیں اور آیۂ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ میں عدول مؤنث واحد اتعجبین سے طرف علیکم جمع مذکر کے نہیں ہے اور نہ مؤنث واحد کو جمع مذکر کے صیغہ میں بیان کیا ہے بلکہ علیکم میں خطاب طرف حضرت ابراہیم وغیرہ آنکے اہل بیت کے ہے اور حضرت سارہ بھی انمیں داخل ہے لیکن سارہ انکی اہل بیت میں اسواسطے داخل ہے کہ وہ آنکے چچا یا خالہ کی بیٹی تھیں نہ زوجہ ہونے کی جہت سے اور اتعجبین میں خطاب صرف سارہ کی طرف ہے اور اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ علیکم اهل البیت پیغمبر آخر الزمان کی اہل بیت کی شان میں تھی جو کہ اہل عبا ہیں اور اصل آیۂ سورہ ہود اسطرح تھی أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ لیکن جامع قرآن نے ملتبس ہو جانے کے واسطے آیت رحمة اللہ وبرکاته علیکم اهل البیت کو حضرت سارہ کے ذکر میں ڈالدیا ہے جیسے کہ ازواج کے ذکر میں آیت تطہیر کو ڈالدیا ہے اور اہل سنت کی روایتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد اہل بیت سے آیت تطہیر میں اہل عبا ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور جمع بین الصحیحین میں عائشہ سے منقول ہے اور صحیح ابن داؤد و موطا مالک میں انس سے ہے اور مسند احمد حنبل میں ام سلمہ سے اور تفسیر ثعلبی میں ابو سعید خدری سے اور سوا اسکے بہت کتابوں میں اہل سنت کی مذکور ہے کہ یہ آیت شان میں علی اور فاطمہ اور حسنین کے نازل ہوئی ہے اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت شان میں علی اور فاطمہ اور حسنین کے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی صواعق محرقہ میں روایت ہے کہ پہلے رسول خدا صلعم نے ان چاروں کو اپنی چادر میں لیا اور دعا کی کہ خداوندا یہ ہیں اہل بیت میری انسے ناپاکی کو بیجا اور پاک کر بعد اسکے حضرت کی دعا کی مطابق آیت تطہیر نازل ہوئی اب بتلاؤ کہ ازواج اہل بیت میں کیونکر داخل ہوئیں لیکن صواعق محرقہ میں یہ بھی ہے کہ یہ آیت دو دفعہ نازل ہوئی ہوگی اور ترمذی میں عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جس وقت نازل ہوئی آیت تطہیر رسول خدا صلعم پر ام سلمہ کے گھر میں تو حضرت نے فاطمہ اور حسنین اور علی کو بلا کر اپنی چادر میں لیا اور بعد اسکے فرمایا هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا۔ حضرت ام سلمہ نے کہا کہ یا رسول خدا میں بھی انکے ہمراہ ہوں فرمایا کہ تو اپنی جگہ پر ہے اور تو خیر پر ہے یعنی اہل بیت میں سے تو نہیں ہے۔ اور مسلم نے حضرت علی کے مناقب میں عامر بن سعد اور باب حسنین میں صفیہ بنت شیبہ سے بھی یہی روایت کی ہے اور مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ اسسے پوچھا کون ہیں اہل بیت حضرت کے ازواج ہیں کہا کہ نہیں قسم ہے خدا کی عورت ہوتی ہے ہمراہ ایک زمانہ تک شوہر کے پھر طلاق دیتا ہے اسکو تو اپنے باپ کے گھر چلی جاتی ہے اور اہلبیت حضرت کے وہ ہیں کہ جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ روایت میں زیادہ بزرگ روایت اسی سے مسلم کرتا ہے کہ ازواج حضرت کی اہل بیت میں سے نہیں ہیں اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ جس وقت حضرت نے اہل عبا کو عبا میں داخل کر کے فرمایا کہ یہ لوگ اہل بیت ہیں تو میں بھی چادر کا گوشہ پکڑ کر داخل ہوئی اور کہا میں نے کہ میں بھی تم میں سے ہوں حضرت نے میرے ہاتھ میں سے چادر کو کھینچ لیا اور فرمایا کہ تو خیر پر ہے لیکن اہل بیت میں سے نہیں ہے اور ایسی ہی زینب زوجہ ام موعد سے روایت ہے اور ثعلبی نے عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اے خدا ہر نبی کے واسطے اہل ہوتے ہیں اور یہ چاروں اہل میری ہیں بس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ثعلبی نے مجمع سے روایت کی ہے اور چادر میں لینے کا ذکر اور دعا کرنا رسول خدا کا سب لکھا ہے کہ حضرت نے ان چاروں کے سر پر چادر کو ڈالکر کہا کہ خداوندا یہ ہیں اہل بیت میری اور یگانہ میرے پس ناپاکی کو انسے دور کر اور انکو پاک اور پاکیزہ کر تو مجمع سے عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول خدا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں حضرت نے فرمایا کہ دور تو میری اہل بیت میں سے نہیں ہے اور ابوالقاسم حسکانی نے شواہد التنزیل میں جابر سے روایت کی ہے جابر جو فرماتے ہیں کہ آیۂ تطہیر جس وقت رسول خدا صلعم پر نازل ہوئی تھی اسوقت حضرت کی حجرہ میں سوا حضرت کے پاس علی اور فاطمہ حسنین کے کوئی نہ تھا پس خطاب کا ان پانچوں سے ہے اور اسوقت بھی اہل بیت اور اہل خانہ تھے اور اسامة البیت میں لکھا ہے کہ اہل بیت ائمہ اثنا عشریہ ہیں ان روایات اہل سنت سے معلوم ہوا کہ اہل بیت آیت تطہیر میں اہل عبا ہیں بتحقیق داخل اہل بیت میں

اور ترمذی او صحیح ابو داود اور موطا مالک میں انس سے روایت ہے کہ جسوقت جناب رسولخدا صلعم نماز صبح کو نکلتے تو حضرت فاطمہ زہرا کے دروازہ پر آواز دیتے تھے بعد نازل ہونے اس آیت کے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز صبح کو ادا کرو اہل بیت اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا اور اگر ازواج اہل بیت میں داخل ہوتیں تو کبھی تو اُنکے دروازہ پر اسطرح سے آواز دیتے اور ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ جس میں مذکور ہو کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہو کہ ازواج میری اہل بیت میں سے ہیں اور یا یہ کہا ہو کہ یہ آیت ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر عکرمہ خارجی سے روایت ہے کہ وہ بازار میں آواز دیتا ہوا پھرتا تھا کہ یہ آیت ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے اور عکرمہ ایک مرد خارجی تھا دشمن علی کا چنانچہ ملل نحل اور وفیات الاعیان میں لکھا ہے اور علی بن عبد اللہ بن عباس کہتے تھے کہ عکرمہ میرے باپ ابن عباس کیطرف جھوٹی روایتیں منسوب کرتا ہے اور عکرمہ غلام تھا ابن عباس کا بجز بد ذاتی کے اُس سے اور کیا حاصل ہوا اور دوسری روایت جو ابن عباس کیطرف منسوب کرتے ہیں وہ بھی اُس غلام کی وضع کی ہوئی ہے لیکن تعجب ہے علماء اہل سنت سے کہ عایشہ اور ام سلمہ اور زینب ازواج رسولخدا اور انس اور زید بن ارقم اور ابو سعید خدری وغیرہ کہ اصحاب آنحضرت سے ہیں اُنکی روایتوں سے چشم پوشی کر کے ایک غلام دشمن اہل بیت کی روایت پر عمل کرتے ہیں ان لوگوں کا دستور ہے کہ اگر ایک شخص معتبر اہل بیت کی فضیلت کو بیان کرے اور دوسرا اُسکے مقابلہ میں کہ نہایت غیر معتبر ہو اور اہل بیت سے عداوت بھی رکھتا ہو تو اُس غیر معتبر کی ضعیف روایت پر عمل ہوگا اور اُس معتبر کی روایت کا اعتبار نکرینگے اور ایک اور وجہ ازواج کی اہل بیت میں نہونیکی یہ ہے کہ مراد رجس سے اس آیت میں یا تو ناپاکی ظاہری ہے مثل گوہ اور پیشاب اور خون وغیرہ کی اور یا ناپاکی باطنی گناہونکی ہے اور ناپاکی ظاہری تو ہو نہیں سکتی اسواسطے کہ ازواج حضرت کچھ گوہ اور موت میں آلودہ نتھیں کہ خدا تعالی اُنکو پاک کرتا پس مراد رجس سے ناپاکی باطنی ہے کہ وہ معاصی صغیرہ اور کبیرہ ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے چنانچہ بیضاوی اور تفسیر بیرا اور اسعاف الراغبین وغیرہ میں لکھا ہے کہ مراد رجس سے معاصی ہیں اور تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے کہ یہاں استعارہ کیا ہے واسطے گناہوں کے ناپاکی کو اور واسطے تقوی کے تطہیر کو اور مجمل جو لغت کی کتاب ہے اُس میں لکھا ہے کہ تطہیر کے معنے پاک کرنا ہے ہر گناہ سے اور پاک ہونا گناہوں سے دلالت کرتا ہے معصوم ہونے پر اور ازواج رسولخدا صلعم کے معصوم ہونیکا مسلمانوں کے فرقوں میں سے کوئی بھی اقرار نہیں کرتا ہے اور کیونکر معصوم ہونگی وہ عورتیں جو باغی ہوئی ہوں اور خروج کیا ہو انہوں نے امام زمانہ پر اور عداوت کی ہو اُس سے اور افشای راز رسولخدا صلعم کیا ہو کہ جسکے سبب سے سیاہ ہو گئی ہوں دل اُنکے پس ازواج حضرت کسی طرح سے مراد نہیں ہو سکتیں اس آیت سے اور نہیں ہیں وہ مگر اہل عبا اور اعمش جو راوی اہل سنت کا ہے بیان کرتا ہے کہ جسوقت عایشہ وقرن فی بیوتکن کو پڑہتی تھی تو اسقدر روتی تھی کہ اُسکا مقنعہ آنسوں سے تر ہو جاتا تھا اور کیونکر نہ روتے کہ اُس سے عمل نکیا گیا آیۂ وقرن فی بیوتکن پر اور حضرت علی سے جنگ کرنے گئی اونٹ پر سوار ہو کر اور ہزاروں آدمیونکو قتل کروایا اور حضرت سودہ زوجہ رسولخدا سے لوگوں نے کہا کہ تم حج کو کیوں نہیں جاتے ہو فرمایا کہ ایک حج مجھ پر واجب تھا میں اُسکو بجا لائی اور بعد اسکے حج اور عمرہ میرا یہ ہے کہ بموجب حکم وقرن فی بیوتکن کے گھر سے نہ نکلوں یہانتک کہ مر جاوں اور ایسا ہی ہوا پس جسوقت کہ اُن سے ایسے گناہ سخت صادر ہوں کہ جنکو یاد کر کے تمام عمر رویا کریں وہ کیونکر آیۂ تطہیر کے لائق ہوں اور یہ شیخ نجدی رجس کے معنے گندی بات لکھتا ہے اور اگر حضرت علی سے لڑنا گندی بات نہیں ہے تو پھر وہ قرن فی بیوتکن کو یاد کر کے کیوں روتے تھی اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ گندی باتوں سے مراد فحش یا بدکاری ہو اسواسطے کہ ازواج آنحضرت سے بہت بعید ہے کہ ایسے افعال عمل میں لائیں تا کہ خدا اُنکو اُس سے پاک کرے اور یہ جو بعضے کہتے ہیں کہ آل عبا تو پاک تھی پاکونکو خدا کیا پاک کریگا سو طہر کے معنے وہ نہیں سمجھے ہیں اسواسطے کہ معنے اُسکے یہاں یہ ہیں کہ طہارت پر ثابت رکھے تمکو خدا جیسا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں ہے کہ ثابت رکھ تو ہمکو راہ راست پر اور طہارت نجاست سے بھی ہوتی ہے اور معاصی سے بھی ہوتی ہے اور ایک معنی ہر جگہہ مراد نہیں ہو سکتے اُس مقام کو دیکھنا چاہیے کہ وہاں کون سے معنی مناسب ہے اور بیت سے ازواج کا بیت مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ پہلی اور پچھلی آیتوں میں صیغہ جمع کا لفظ اگر ازواج کے گھر کے واسطے ہوتا تو جمع کا لفظ یہاں بھی ہوتا کہ مطابق ہوتا پہلی اور پچھلی آیتونکی پس بیت سے مراد بیت نبوت ہے نہ بیت گل و چوب اور یہ جو کہتے ہیں کہ آیۂ تطہیر تو ازواج کی شان میں ہے اور علی اور فاطمہ اور حسنین کو رسولخدا صلعم نے اپنی دعا سے اُس وعدہ میں داخل کیا ہے اور اس شیخ کا بھی یہی مقولہ ہے سو یہ قول نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ دعا سے حضرت کے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے دعا تو حضرت کی یہ ہے هٰؤُلَاءِ اَهْلِي یعنی یہ ہیں اہل بیت میری نہ اور کوئی اُنکے واسطے جو تو نے وعدہ کیا ہے وفا کر اور یہ دعا میں کہاں ہے کہ تو اُنکو بھی اہل بیت میں داخل کر اور صاحب قول مستحسن کہ وہ سنی ہے وہ بھی صاحب تحفہ پر اس قول کے لکھنے میں اعتراض کرتا ہے اور دعا حضرت کی تو نجاست کے دور کرنے میں ہے نہ واسطے داخل کرنے اُن چاروں بزرگواروں کے اہل بیت میں اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم نے علی اور فاطمہ اور حسنین کو اپنی عبا میں لیا اور بعد اُسکے کہا اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ یعنی خدا چاہتا ہے کہ بچاوے تمسے ناپاکی کو اے اہل بیت اس سے یہ معلوم ہوا کہ اہل بیت جو کلام اللہ میں ہیں وہ یہی چاروں اشخاص ہیں اور کوئی نہیں اسواسطے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا چاہتا ہے کہ تمسے نجاست کو بچاوے اور غیر کا اُنکے ذکر نہیں کیا دیکھو تو آیت میں اہل بیت سے مراد آل عبا تھی تو حضرت نے اُنکو چادر میں لیکر فرمایا کہ تمسے خدا نجاست کا لیجانا چاہتا ہے اور اگر ازواج بھی مراد ہوتیں تو اُنکو بھی چادر میں لیکر ایسا ہی فرماتے اور یہ دعا میں کہاں ہے کہ تو اُنکو اہل بیت میں داخل کر اور یا حضرت کی دعا یہ ہے کہ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي یعنی یہی اہل بیت میری ہیں اور بعضی روایت کتب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے دعا کی تھی اپنی عبا میں انکو لیکر کہ خداوندا یہ اہل بیت میری ہیں انکو پاک کر بعد اسکے حضرت کی دعا کے مطابق آیۂ تطہیر انکی حق میں نازل ہوئی
اور ازواج کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے لیکن بعد اسکے جو صاحب بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ دعا حضرت کی اس امر کا تقاضا نہیں کرتی ہے کہ سوائے انکے کوئی اور اہل بیت میں سے نہو یہ تعصب کی
راہ سے کہدیا ہے اسواسطے کہ اگر کوئی اور بھی اہل بیت میں سے ہوتا تو اسکو بھی ان میں شامل کر لیتے اسی طرح کہتے اور ام سلمہ کو جو حضرت نے چادر میں داخل نہیں کیا اسواسطے کہ وہ اہل بیت میں سے
نتھی نہ اسواسطے کہ وہ اہل بیت میں سے تو تھے لیکن اگر چادر میں داخل کرتے تو تحصیل حاصل کی لازم آتی اسواسطے کہ یہہ تو اسوقت لازم آتا کہ جسوقت اس طرح سے دعا کرتے کہ الٰہی تو انکو بھی
اہل بیت میں داخل کر اور بعضی روایت میں جو آیا ہے کہ حضرت نے ام سلمہ کو فرمایا کہ الگ ہو جاؤ اور چادر کو کھینچ لیا انکے ہاتھ میں سے تو ایسا کیوں کرتے بلکہ صاف صاف فرماتے کہ تم
اہل بیت میں داخل ہو اور تمہارے ہی حق میں آیت نازل ہوئی ہے - تمہاری احتیاج چادر میں داخل ہونیکی نہیں، اور چادر کو انکے ہاتھ سے کیوں
کھینچتے وانتِ علیٰ خیر کیوں فرماتے پس آل عبا کا اہل بیت میں ہونا اور ازواج آنحضرت کا اہل بیت میں نہونا اور معصوم ہونا آل عبا کا ثابت ہوا اور باطل ہوا دعوی اس شیخ
کا اور مثال جو ایک بادشاہ اور وزیر کے بے محل لایا ہے وہ بھی باطل ہوا اسواسطے کہ آنحضرت صلعم نے یہ دعا ہی نہیں کی کہ ان چاروں کو تو اہل بیت میں داخل کر بلکہ حضرت نے تو دعا میں
یوں کہا ہے کہ یہ اہل بیت میرے ہیں یعنی جن سے تو نے وعدہ کیا ہے بلفظ اہل بیت وہ یہی ہیں اور کوئی اور خدا تو جانتا تھا لیکن لوگوں کو بھی اس دعا سے معلوم ہو جائے کہ اہل بیت یہی ہیں اور دعا
کے حضرت نے نجاست سے پاک کرنیکی اور لفظ اہل بیت ایسا عام بھی نہیں ہے کہ آل عبا اور ازواج کو سب کو شامل ہو اور نہ ازواج کی شان میں نازل ہوا ہے جیسے کہ پہلے اس سے ہم ثابت
کر آئے ہیں بلکہ خاص آل عبا کے حق میں آیت نازل ہوئی ہے اہل سنت کے علماء کا دستور ہے کہ اہل بیت کے فضائل کی روایتوں کو ضعیف یا موضوع کہدیتے ہیں اور یا ایسی تاویل کرتے
ہیں کہ وہ فضیلت سے گر جائیں اسواسطے کہ ایسا نہو کہ فضیلت انکی ثلثہ کی فضیلت پر بڑھ جائے اور انکا اجماع جو بلا دلیل اس امر پر ہے کہ افضل الناس بعد رسول خدا صلعم شیخین ہیں اسمیں شکست
لازم آئے اور دلی والی کی جو مثال دی ہے تو دلی کے تو گھوڑے اور گدھے اور بیل وغیرہ کو بھی دلی والا کہتے ہیں اگر اہل بیت ایسے ہی ہیں تو چاہئے کہ حضرت کے غلام اور لونڈی
اور بلی اور چوہے جو کہ گھر میں ہیں اور حضرت کے گھوڑے اور گدھے اور اونٹ سب کو یہ فضیلت شامل ہو تخصیص ازواج اور آل عبا کے نرہی لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب عام اپنی عموم پر
باقی رہے اور جسوقت کہ خود حضرت صلعم نے اسکی تخصیص کر دی تو پھر عام کہاں باقی رہا اور قاعدہ اصول فقہ کا ہے کہ نہیں ہے کوئی عام مگر یہہ کہ خاص کیا گیا ہے جیسے کہ آیت مودت قربیٰ میں
قربیٰ کا لفظ سب رشتہ داروں کو شامل ہے اور رشتہ دار حضرت کے کثرت سے تھے لیکن علی اور فاطمہ اور حسنین ہی کے واسطے تخصیص ہوئی چنانچہ تفاسیر فریقین میں لکھا ہے اور کلام اللہ اور حدیث
سے دونوں سے یہی ثابت ہوا ہے کہ اہل بیت سے مراد آل عبا ہیں نہ ازواج حضرت کے اور نہ اور کوئی اور تو نے اسقدر طول دیا اور کہیں بھی ثابت نکیا کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہیں صرف اتنا ہی کہدیا
کہ حضرت کے گھر کے اہل خانہ انکی بیبیاں ہیں وہی اہل بیت ہونگے اور اسکی تفسیر بارشاد رسول خدا اور قول علماء پر نظر نہ کی اور شیعہ وہی کہتے ہیں کہ جو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے
کہ اہل بیت آل عبا ہیں نہ کوئی دوسرا اور ازواج کسی طرح سے اہل بیت میں داخل نہیں ہیں چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں اور اصلی ہونا تو امر ثانی ہے اور امہات ہونیکے لازم نہیں ہے کہ کوئی
امر خلاف شرع ان سے صادر نہو اور شیعہ سب ازواج حضرت کو برا نہیں کہتے ہیں بلکہ اسکو کہتے ہیں کہ جسنے حکم خدا اور پیغمبر پر عمل نکیا اور حضرت کو رنج پہنچایا اور جناب علیہ السلام
سے عداوت کی چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں اور انکے امہات مومنین ہونے سے شیعوں کو انکار نہیں ہے، اور شیعہ بیشک انکو اپنی امین جانتے ہیں لیکن [illegible]
[illegible] اہلبیت نیکا تو ہم بخوبی جواب آگے آنے ہیں سمجھ لو انصاف کر تعصب کو دور کر کہ قال الشیخ الاشعری بالجملہ ازواج مطہرات کے اعتقاد کا اور محبت کا [illegible] حال ہے باقی رہی اولاد انکا حال بھی یہی کہ
فاطمہ زہرا کی اولاد کے حضرات شیعہ دشمن جانتی ہیں اور برا کہتے ہیں منجملہ انکی حضرت زید شہید فرزند ارجمند امام ہمام زین العابدین جو عالم اور متقی اور متورع تھے اور مروانیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور انکی بیٹے یحییٰ بن زید ہیں جو بزعم اثنا عشریہ میں
اور ایسے ہی ابراہیم بن موسیٰ کاظم اور جعفر بن امام موسیٰ کاظم جنکا لقب شیعوں نے رکھ چھوڑا ہے حالانکہ وہ اولیاء اللہ کبار میں سے ہیں اور بایزید بسطامی انہیں کے مریدوں میں ہیں اور جعفر بن
علی برادر امام حسن عسکری کہ شیعوں کے عرف میں انکا بھی لقب کذاب ہے اور حسن بن حسن مثنیٰ اور انکی فرزند عبد اللہ بن حسن اور انکے فرزند محمد نام کو جو ملقب بنفس زکیہ ہیں کافر اور مرتد
سمجھتے ہیں اور ابراہیم بن عبد اللہ کو اور زکریا بن محمد باقر اور محمد بن عبد اللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحییٰ بن عمر کو بھی جو حضرت زید شہید کے پوتوں میں
سے تھے کافر اور مرتد جانتے ہیں اور جماعت کی جماعت سادات حسنیہ و حسینیہ جو حضرت زید شہید کے امامت کی اور بزرگی کے قائل ہیں گمراہ اور اہل ضلالت سے سمجھتے ہیں
حالانکہ کتب انساب اور کتب تواریخ سادات اس بات پر شاہد ہیں کہ اکثر سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامت کے اور فضیلت کے معتقد تھے حاصل یہ کہ اکثر اثنا عشریہ ان بزرگواروں کو
کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور بزعم خود یوں کہتے ہیں کہ یہ سب جگر گوشہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور لخت جگر بتول ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک جہنم میں رہیں گے اور اسکی وجہ یہی ظاہر ہے
کیونکہ انکے نزدیک دوازدہ امام میں سے کسی امام کے امامت کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کسی نبی کی نبوت کا منکر اور سب جانتے ہیں کہ کافر ابدالآباد تک جہنم میں رہیگے الغرض قول
اکثر اثنا عشریہ کا یہی ہے اور یہی انکی قواعد پر منطبق ہے کہ یہ بزرگوار ان مذکور کافر ہیں اور انکے لئے کبھی نجات نہوگی اگرچہ بعضی اسبات کے قائل ہیں کہ یہہ گروہ مثل عباس عم

بزرگوار سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم اعراف میں رہ گئے اور بعضی کہتے ہیں کہ بعد عذاب شدید کے اپنے آبا اور اجداد کی شفاعت سے نجات پائیں گے لیکن ظاہر ہے کہ یہ دونوں قول بوجوہ بے
کیونکہ جب منکر امامت کافر ہوا تو شفاعت کے ہونے اور اعراف میں رہنے کے کیا معنے شفاعت بالاجماع کافروں کے حق میں نہ کوئی کرسکے اور نہ مقبول ہو اور اعراف میں کافروں کا
جانا خلاف قرآن ہے اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ
یعنی مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے اور کفر ہی پر مرے اُنپر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہے ہمیشہ اُس میں رہینگے نہ اُن سے عذاب کم کیا جائے گا نہ اُنکو مہلت ملیگی **اقول**
یہ شیخ جو کچھ لکھتا ہے بے سند اور جھوٹ لکھتا ہے اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے تحفہ میں سے ان دروغوں کو نقل کرکے لکھدیا ہے لیکن یہ نہ تحقیق کیا کہ شاہ صاحب نے راست لکھا
یا دروغ لکھا ہے اور تمام بے سند لکھا ہے بے حوالہ کتاب کے اسکا کیا اعتبار ہے اور ازواج مطہرات جناب سرور کائنات کا حال تو ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں اور باقی رہی اولاد فاطمہ
زہرا علیہم السلام ہم اُنکو بھی سب سے بہتر جانتے ہیں اور اُن سے محبت رکھتے ہیں مگر بعضے آدمی سادات میں سے جو کہ سلاطین کے آگے ائمہ معصومین علیہم السلام کی چغلی کھاتے تھے اور باعث
اُنکے قید اور قتل کا ہوتے تھے ہم اُنکو اچھے نہیں جانتے اور کیونکر اچھا جانیں ایسی شخصوں کو کہ جو مثل یزید کے درپے آزار اور قتل ائمہ ہدا کے ہوں یزید اور شمر اور عمر سعد میں اور
اُن میں کیا فرق ہے اور ہزاروں آدمی سادات کے جو کہ شیعہ ہیں کسیکو قتل نہیں کرتے ہیں مگر ثلثہ کے حق میں دعائے بد کرنے سے تم اُنکو کافر اور بدعتی جانتے ہو تم بھی کل اولاد
رسول مقبول کو اچھا نہیں جانتے اور ماسوا اسکے تمہارے پیروں اور مرشدوں نے ہزاروں سادات کو قتل کروا ڈالا اور دیواروں میں چن دیا اور اب تک تمہارا یہی حال ہے اگر تمہارا اختیار
ہو تو اُنکے قتل کرنے میں ہرگز دریغ نکرو تمہاری اور تمہارے بزرگوں اور بڑوں کے خوف سے تقیہ میں بسر کرتے چلے آئے ہیں تم نے سادات کے ایذا رسانی میں کونسی چیز اُٹھا رکھی ہے برا
کہنا تو در کنار رہا اور علماء امامیہ نے ایسے آدمیوں کا سادات میں سے تخطیہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو ائمہ ہدی کو قید اور قتل کرواتے تھے سلاطین اہل سنت کے ہاتھوں سے جیسے کہ زید
بن الحسن کہ عبدالملک بن مروان کے روبرو چغلی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی کھا کر باعث اُنکی شہادت کا ہوا اور مانند علی بن اسمعیل بن جعفر کے کہ ہارون رشید کے روبرو
امام موسی کاظم علیہ السلام کیطرف سے جھوٹی باتیں اور بے اصل بیان کرکے اُنکو مدینہ سے طلب کروایا اور دار الخلافہ میں قید کروایا اور ہارون رشید پلید سے کہا کہ ہمنے ایک عصر میں
دو بادشاہ نہ دیکھے تھے اور اب تو یہاں بادشاہ ہے اور موسی کاظم مدینہ میں بادشاہ ہے اور اطراف سے لوگ خراج اُسکے واسطے لاتے ہیں ایک خزانہ اُس نے بہم پہنچایا ہے اور ہتھیار جمع
کرتا ہے یہ افترا ہارون رشید نے سنا تو اُنکو مدینہ سے دار الخلافہ میں طلب کرکے قید کیا اور آخر کو زہر دلوا کر اُنکو شہید کیا اور مثل جعفر بن علی ہادی کہ باوجود ارتکاب فسق و فجور و کلامی ناجیہ
مقدسہ کے چغلی خلیفہ عصر کے روبرو کہا تا تھا اور دعوی جھوٹا امامت کا کرتا تھا جعفر کذاب لقب اُسکا ہو گیا اور اس طرح کی شخصوں کو برا جاننے میں کچھ قباحت بھی نہیں ہے اہل سنت
کی کتب جرح اور تعدیل میں اس قسم کے اُمور بہت ہیں کہ اکثر سادات صحیح النسب کے تکذیب اور تفسیق کرتے ہیں اہل سنت کی کتب رجال کو دیکھنا چاہئے کہ اس امر کے گواہ ہیں
اور موافق قاعدہ کلیہ اہل سنت کے کہ سب الشیخین کفر و سب الختنین فسق بہتیرے انمیں سے سادات صحیح النسب میں سے جو کہ جناب رسولخدا صلعم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور عترت میں حضرت کے داخل ہیں
اہل سنت اُنکو کافر اور واجب القتل و التعذیر جانتے ہیں اب کہو کہ تم میں اور شیعوں میں سادات کے مقدمہ میں کیا فرق باقی رہا جیسے تم اکثر سادات کو بد جانتے ہو ایسے ہی وہ بھی
بعضے سادات کو بد جانتے ہیں اور یہہ جو کہتا ہے دیسند کہ شیعہ حضرت زید شہید فرزند ارجمند امام ہمام امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کو اور اُنکے بیٹے یحیی بن زید کو دشمن رکھتے ہیں
اور اُنکو بد جانتے ہیں قول اسکا بالکل دروغ ہے اور افترا ہے شیعہ وہ ہرگز اُنکو برا نہیں جانتے بلکہ شیعہ تو اُن سے دوستی رکھتے ہیں اور اُنکو بہت نیک اور صالح اور متقی جانتے ہیں
چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں حضرت زید کو لکھتے ہیں کہ کان زید بن علی بن الحسین عین اخوتہ بعد ابی جعفر و افضلہم و کان ورعاً عابداً فقیہاً سخیاً حاصل یہ ہے
کہ زید بن علی بن حسین بعد حضرت امام ابوجعفر محمد باقر کے سب بھائیوں میں زیادہ بزرگ تھے اور عابد و پرہیزگار اور فقیہ و شجاع تھے اور آخوند ملا محمد تقی علیہ الرحمۃ رجال روضۃ المتقین میں لکھتے
ہیں کہ روایات کی ہے مصنف نے اور غیر اُن کے نے کہ دلالت کرتی ہے وہ اُنکے مرتبہ کی بزرگی پر اور ظاہر ہوتا ہے اُس سے یہ امر کہ وہ اپنے واسطے دعوی امامت کا نہیں کرتا تھا بلکہ پسندیدہ آل محمد صلعم کے
واسطے کرتا تھا کہ وہ حضرت امام جعفر صادق ہیں اور بعد اسکے لکھتے ہیں کہ تھا زیادہ بزرگ اپنے بھائیوں میں اور تھا پرہیزگار اور عابد اور فقیہ اور شجاع اور تلوار لیکر خروج کیا حکم کرتا تھا نیکی کا اور منع
کرتا تھا بدی سے اور انتقام لیتا تھا خون امام حسین ع کا اور حضرت صادق اُنکے خروج سے راضی تھے اور عدم رضا اُنکی تقیۃ ظاہر کرتے تھے اور ایسے ہی یحیی بن زید بن علی تھے کہ صالح اور متقی تھے اور
دشمنی اُنکی شیعوں کی طرف منسوب کرنی دروغ اور باطل ہے اور تکذیب کرتی ہے اسکی عبارت دیباچہ صحیفہ کاملہ کی اور علماء رجال نے اُنکو حضرت صادق کے اصحاب میں سے لکھا ہے اور حضرت
ابراہیم بن موسی کاظم کی بھی عداوت کو طرف شیعوں کے منسوب کرنا باطل ہے بلکہ شیعہ اُنکو بزرگ اور نیک جانتے ہیں چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن موسی بن جعفر بن
محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام بڑے بزرگ اور کریم تھے اور جعفر بن موسی کو شیعہ ہرگز کاذب نہیں جانتے یہ لقب اُنکا شیعوں کی طرف منسوب کرنا افترائے محض ہے کتب امامیہ
بلکہ کتب انساب میں اسکا کچھ ذکر نہیں ہے اور جعفر برادر امام حسن عسکری کی ملقب بکذاب ہونیکی وجہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ باوجود ارتکاب فسق و فجور کی وہ دعوی جھوٹا امامت کا اپنے واسطے

کرتا تھا اور عداوت حسن بن حسن مثنی کی منسوب کرتی طرف شیعوں کی گئی ہی اس شیخ کے دروغ میں سے ہی اسواسطے کہ شیعوں نے انکو اصحاب صادق علیہ السلام میں سے شمار کیا ہی چنانچہ فاضل
استرآبادی اپنی کتاب رجال میں لکھتے ہیں اور منسوب کرنا تکفیر اور ارتداد عبداللہ بن حسن اور محمد بن عبداللہ کا جو کہ ملقب نفس زکیہ ہی طرف امامیہ کے باطل ہی اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا بن
محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحییٰ بن عمر کہ جو حضرت زید شہید کے پوتوں میں سے تھے امامیہ انکو ہرگز کافر اور مرتد نہیں جانتے انکے ارتداد کو شیعوں کی
طرف منسوب کرنا افترائے محض ہی اسواسطے کہ کتب جرح اور تعدیل امامیہ میں اسکا ذکر ہی نہیں چہ جاے کہ جرح کرنا انکا اور حسن بن حسن کا تو وجود ہی نہیں ہی معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے لکھا ہی اور بزرگی
اور فضیلت زید شہید کی سب امامیہ معتقد ہیں لیکن امام انکو نہیں جانتے اور دعوی جو امامت کا وہ کرتے تھے اپنے واسطے نہیں کرتے تھے بلکہ واسطے برگزیدہ اور پسندیدہ آل محمد کے واسطے
کرتے تھے جیسا کہ اوپر گزرا ہی اور بعضی روایت میں جرح انکو اچھا نہیں لکھا ہی وہ روایت محمول بر تقیہ ہے کہ خلیفہ وقت سے تقیہ اسوقت تھا جس نے کہ انکو قتل کرواکے سولی لٹکوایا تھا اور اگر
حضرت زید کی امامت اور بزرگی کا اعتقاد کرنیوالے سادات کو کوئی شیعوں میں سے کافر اور مرتد جانتا ہی تو اہل سنت ابوبکر کی خلافت اور فضیلت کے اعتقاد کرنیوالے سادات کو مرتد جانتے
ہیں تمنے کونسی بزرگی سادات کی قائم رکھی ہی یہانتک کہ صادق حلوائی مختی قال اقول رسالہ منطوق کا لکھتا ہی کہ صاحب قال اقول نے جو آل رسول پر دیباچہ میں اپنے رسالہ کی درود
نہیں لکھا ہی تو وجہ اسکی یہ ہی کہ آل رسول کی نوبت رفض میں یہانتک پہنچی ہی کہ وہ کافر ہو گئے ہیں اور حضرت زید کی امامت کی کوئی وجہ بھی ہو کہ جو بالاستقلال انکی امامت کا اتفاق
کیا جائے اور امام تو انکو اہل سنت بھی نہیں جانتے ہیں اور وہ جو بارہ خلیفہ ہیں اہل سنت کے نزدیک جنکی خبر جناب رسول خدا صلعم نے دی تھی وہ یہ ہیں ابوبکر عمر عثمان علی معاویہ یزید عبدالملک اور
چاروں بیٹے عبدالملک کے اور عمر ابن عبدالعزیز اور حضرت زید انمیں بھی داخل نہیں ہیں انکو کیونکر امام کہا جائے اور جیسے کہ بعضے سادات کو شیعہ نہیں جانتے ہیں ایسے ہی اہلسنت بھی بعضوں کو نہیں جانتے
ہیں ان لوگوں کو جو جگر گوشگان رسول خدا ہیں اگر بعضے سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامت کے معتقد ہیں تو اس سے کیا ہوا ہی ابوبکر اور عمر اور عثمان کی امامت کے بھی تو بعضے سادات معتقد ہیں جیسا کہ ہم انکو جانتے
ہیں ایسے ہی انکو جانتے ہیں اور اولاد رسول ہونیکو یہ لازم نہیں ہے کہ اسکی صحت ایمان میں کسی طرح کا فرق آئے لیکن ہماری کسی کتاب میں نہیں ہے کہ انمیں سے کسی نے توبہ نہیں کی ہی اور ابدالآباد جہنم میں رہینگے جیسا کہ شیعوں
کے نزدیک منکر امامت امام منکر نبوت ہے ایسے ہی اہل سنت کے نزدیک منکر خلافت ابوبکر ہی اور اگر کسی نے بر صورت فرض تسلیم ان لوگوں کو کافر کہا ہے تو کافر مشرک اور کافر متاول میں
فرق ہی اور کافر مشرک کے ابدالآباد جہنم میں رہنے کے حکم سے اور نہ قبول ہونے شفاعت کے اسکے حق میں لازم نہیں آتا ہی کہ کافر متاول کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا اور اسکے حق میں شفاعت کے قبول
نہ ہونیکا بھی حکم ہو اور کافر مشرک انکو کوئی شیعہ نہیں کہتا ہی ہو سکتا ہی کہ شفاعت سے یا بعد عذاب کے نجات پائیں حدیث میں وارد ہوا ہی کہ جو کوئی ایک نماز کو عمداً ترک کرے وہ کافر ہی
چنانچہ فرمایا ہی حضرت صلعم نے کہ من ترک الصلوۃ متعمداً فقد کفر ایسے کافر کو کوئی بھی مسلمانوں میں سے نہیں کہتا ہی کہ ابدالآباد دوزخ میں رہیگا اور حضرت عباس کے اعراف میں ہونے کو
یہ شیخ اور نہ اسکے بڑے کوئی سمجھا ہی نہیں ہی چنانچہ ہم پہلے اس سے اسکے جواب میں لکھ آئے ہیں کہ وہ ٹیلے ہیں درمیان بہشت اور دوزخ کے قیامت کے روز ان ٹیلوں پر انبیاء اور اوصیاء
ہونگے اور اپنے دوستوں کو پہچانکر بہشت میں لیجاینگے اور ہماری کتابوں میں لکھا ہی کہ جناب رسول خدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام ہونگے اور اہل سنت کے بعضی تفسیروں میں لکھا ہی کہ اعراف پر
حضرت عباس اور حمزہ اور حضرت علی اور جعفر طیار ہونگے کہ اپنے دوستوں کو پہچانکر بہشت میں داخل کرینگے اور اگر بعضے آدمی جو کہ قابل دوزخ کے نہیں بسبب بعضی معاصی کے ان ٹیلوں پر ٹھیرینگے
تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے کہ وہاں تکلیف تو نہیں اور کافر متاول کے واسطے ضرور نہیں ہے کہ وہ ابدالآباد دوزخ میں ہی اور اعراف میں جانا ممنوع کافر مشرک کے واسطے ہی اور نہ اسکی شفاعت قبول
ہوگی وہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا کافر مشرک کے حق میں ہی کہ جو بغیر توبہ کے مر گیا ہی **قال الشیخ الاشعری** الحاصل حضرت شیعہ کے دعوی محبت تو اسقدر اور پھر حضرت رسول اللہ
صلعم کی اولاد اور اقربا اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور انکے دامادوں کے ساتھ یہ سلوک خاک پڑے اس محبت پر انمیں اور ناصبیوں میں اس بارہ میں بہت کم
فرق ہی فقط اتنا ہی تو ہی کہ شیعہ دوازدہ امام اور انکے بعض اقربا کی بزرگی کے معتقد ہیں اور ناصبی معتقد نہیں سوا اس اعتقاد ہی تو انکی بے اعتقادی ہی پہلے اول تو یہ فرقہ محبت کے پردہ میں
حضرات ائمہ کے ذمے صدہا عیب لگاتے ہیں اور پھر ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنی بیگانے کے سامنے گاتے ہیں چنانچہ کچھ تو اس رسالہ کے دیکھنے والوں کو بھی معلوم ہوگیا ہوگا یہاں
ہر چند اسبات کے لکھنے کا موقع ہی لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہیں اسلیے بطور نمونہ اشارہ کیے جاتا ہوں حضرت امام الائمہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے احوال کچھ ایسے تراش رکھے ہیں
کہ جس سے ہر کوئی یہ سمجھ جائے کہ نعوذ باللہ وہ بڑے ہی بے غیرت نامرد جو تھے کذاب تھے کہ اپنی بیٹی کافروں کے حوالہ کر دی اور بخوف جان نہ اس مقدمہ میں کچھ چون و چرا کی نہ کسی اور بات میں دم مارا
کافروں کے پیچھے ساری عمر نمازیں پڑھیں اور ہمیشہ انسے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہی اور انکی تعریفیں رہا ایسی کریں کہ مومنان با اخلاص کی اسکے عشر عشیر بھی ایک دفعہ بھی کی جب تکا چال ہی
تو اور دوسروں کا کیا ذکر ہے قیاس کن ز گلستان من بہار مرا خارجی اور ناصبی ہر چند حضرت علی کو برا سمجھتے ہیں پر ایسا نہیں سمجھتے **اقول** یہ شیخ بڑا بیہودہ ہے کہ ایک مضمون کو کئی مرتبہ بار بار لکھکر
کتاب کو بڑھاتا ہی تا کہ لوگ جانیں کہ اسنے بہت کچھ لکھا ہی اور جو کچھ کہ اسنے اس قول میں لکھا ہی پہلے اس سے بھی اسکو لکھا ہی اور جواب اسکا ہم لکھ آئے ہیں اور انکی شرح ان نے اہل بیت کو اور اولاد
رسول مقبول کو بعد رسول خدا صلعم کے اسقدر رنج پہنچایا کہ جس وقت آدمی سنتا ہی تو ان آزار پہنچانیوالوں کو بجز لعنت کے یاد نہیں کرتا جگر گوشہ رسول مقبول کا حق غصب کیا اور اسکے گھر کو جلانے کو آ

اور کڑیاں لگیں اور آستانہ دروازہ گرایا اور انکے خلیفہ حق نے آسکے فرزند کو زہر دلوایا اور آسکے مرنے کی خبر سنکر تکبیر نہیں کہیں اور آسکے بیٹے یزید نے جسکو انکا امام غزالی اور ملا علی قاری مومن پاک کہتے ہیں اور مولانا شاہ عبدالعزیز اور شارح ترمذی اسکو خلیفہ حق لکھتے ہیں بھوکا اور پیاسا مع اقارب اُسکے ذبح کیا اور اُسکی حرم کو سر برہنہ دربدر پھرایا اور اُسکی اولاد کو انکے اماموں نے جنکو یا امیر المومنین لکھتے ہیں زہر دلوا کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے تا حضرت امام حسن عسکری شہید کروایا اور اکثر سادات کو یہانتک کہ اُنکے بچوں کو انکے خلفاء اور اماموں نے جا بجا سے تلاش کرکے قتل کروایا اور دیواروں میں اُنکو چنوا دیا اور اُنکے بڑوں نے ازواج رسولخدا صلعم پر نظر رکھی کسی نے تو کہا کہ اگر پیغمبر خدا مرجائینگے تو میں ام سلمہ سے نکاح کروں اور طلحہ نے کہا کہ میں عائشہ سے نکاح کروں اور جناب رسولخدا صلعم کی زوجہ کو صفوان بن حنظلہ سے تہمت زنا کی لگائی اور معاذ اللہ جناب رسولخدا صلعم پر تہمت کی انہوں نے اور ایسی بے غیرتی کی بات حضرت کی طرف منسوب کرکی کہ جو کوئی سنتا ہے وہ توبہ توبہ کرتا ہے کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو کاندھے پر چڑھا کر سنڈے مسٹنڈے نامحرموں کے ناچ کا تماشا دکھلانے کو لیگئے الحاصل اہل سنت کے دعوی محبت تو اسقدر اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کی اولاد اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک خاک پڑے اس محبت پر انمیں اور ناصبیوں میں کچھ فرق نہیں ہے اتنا فرق ہے کہ یہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم رسول اور آل رسول سے دوستی رکھتے ہیں اگرچہ واقع میں دوست نہوں اور نواصب یہ بات بھی نہیں کہتے بلکہ انکی دشمنی کا اقرار کرتے ہیں سو منافق اقرار سے تو انکی بے اقراری ہی بھلی کیونکہ اول تو انہوں نے ثلاثہ سے اور عائشہ سے حد سے زیادہ محبت اختیار کی اور اس محبت عائشہ میں جناب رسولخدا کے ذمہ عیب لگایا کہ وہ اپنی زوجہ کو کاندھے پر چڑھا کر حبشیوں کا ناچ دکھلانے کو لیگئے اور اپنی بغل میں لیکر اُسکو ناچ دکھلایا اور پھر یہ لوگ ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنے بیگانے کے سامنے گاتے ہیں یہانتک کہ ایک ہندو نے بھی اپنے رسالہ میں لکھکر مسلمانوں پر طعن کیا ہے ہر چند اسبات کی مفصل لکھنے کا موقع ہے لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہیں اسلیئے بطور نمونہ اشارہ کئے جاتا ہوں اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے ہم سب کا جواب لکھ آئے ہیں مکرر لکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور ہم سب اولاد حضرت صلعم کو برا نہیں جانتے ہیں بلکہ اُن لوگوں کو جو ائمہ ہدی کی چغلی بادشاہوں کے روبرو کھا کر انکو قید اور قتل کرواتے تھے اور ازواج حضرت کو بھی برا جانتے تھے مگر اسکو کہ جو حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اور اگر ہم بعض سادات حاسدان اور دشمنان ائمہ ہدی کو اچھا نہیں جانتے ہیں تو اہل سنت تو ہم سے زیادہ کو اچھا نہیں جانتے اُن لوگوں کو جو خلافت سے بیزار ہیں اور ہم نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کے عمر سے قائل ہی نہیں ہیں تا کہ حضرت علی کا نامرد ہونا خیال کیا جائے اور نہ ہم عمر کو کافر جانتے ہیں تو ہی اسکو کافر کہتا ہے اور ثلاثہ کے ہمراہ انکے پیچھے نماز حضرت علی کی اور ہم نوالہ اور ہم پیالہ اُن سے رہنا درصورت فرض ہونے تسلیم کے موقوف اس روایت مسلم پر ہے کہ جو حضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ میری ہدایت اور سنت پر نہ ہونگے تو انکی متابعت کرنا اگرچہ پشت تیری زخمی ہو اور مال تیرا لوٹ میں جائے اور تعریفیں ثلاثہ کی حضرت علی نے اس طرح سے کبھی نہیں کی ہیں کہ جس سے انکی زندگی دین ثابت ہو بلکہ ہمیشہ مذمت انکی کرتے رہے ہیں چنانچہ اہل سنت کی کتابوں سے اور نہج البلاغت سے ہم لکھ آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** پھر اس محبت نامعقول کو اتنا حد سے بڑھایا کہ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کو بھی گھٹایا چنانچہ مذہب امامیہ بہ نسبت تمام ائمہ ہدی کے یہ ہے کہ وہ سب تمام انبیاء سے افضل ہیں حالانکہ کلام اللہ اور خود انکی کتابیں اسبات پر گواہ ہیں کہ انبیاء سب سے افضل ہیں کلام اللہ میں بار بار انبیاء کی نسبت اصطفا اور اجتبا جو معنی چھانٹ لینے کے ہے مستعمل ہے اور ظاہر ہے کہ چھانٹی ہوئی چیز باقی سے افضل ہوتی ہے معہذا کل چار فرقوں کی خداوند کریم تعریف فرماتا ہے انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین سو ہر جگہ انبیاء ہی کو مقدم کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی باقی تین فرقوں سے افضل اور رتبے میں مقدم ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ائمہ ہدی نبی تو تھے ہی نہیں پھر ان تینوں فرقوں میں سے جونسے کو شیعہ پسند کریں اختیار ہے بہت سے اماموں کو صدیق کہیں گے اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے تب بھی انبیاء سے بعد ہی میں ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ شیعہ کلام اللہ کی کاہیکو سنیں گے اسلیئے مناسب ہے کہ انہیں کی کتابوں سے انکو جواب دیجیے لو حضرت دیکھئے کہ یہ جو مثل مشہور ہے دروغ گو را حافظہ نباشد اور ایسے ہی یہ مثل کہ حق بر زبان جاری شود دونو سچے ہیں پیشوایان شیعہ نے ہر چند اس روایات کے تراشنے میں جہد بلیغ کیا جس سے اماموں کا انبیاء سے افضل ہونا ثابت ہو جائے لیکن بمقتضاء مثل اول چوک کر بمقتضاء مفہوم مثل ثانی حق بات کہی گئی روی الکلینی عن ہشام الاحول عن زید بن علی ان الانبیاء افضل من الائمۃ وان من قال غیر ذلک فہو ضال یعنی کلینی بواسطہ ہشام احول کے زید بن علی سے روایت کرتا ہے کہ مقرر انبیاء اماموں سے افضل ہیں اور بیشک سوای اسکے جو کہے وہ گمراہ ہے اور ابن بابویہ کتاب الامالی میں بروایت صحیح ایک حدیث طویل کے ضمن میں جسمیں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا قصہ مندرج ہے اس طرح روایت فرماتے ہیں عن الصادق عن آبائہ علیہم السلام ان اللہ تعالی قال لسکان الجنۃ من الملئکۃ وارواح الرسل ومن فیہا انی زوجت احب النساء الی من احب الرجال الی بعد النبیین حضرت فاطمہ علی سے بیاہ دی ہے روایت کرتے ہیں کہ مقرر اللہ تعالی نے فرمایا ہے جنت کے رہنے والے یعنی فرشتوں سے اور رسولوں کی ارواح سے اور جو سوا انکے جنت میں تھے اُنسے خداوند کریم نے فرمایا کہ خبردار ہو کہ میں نے اُس عورت کا نکاح جو سب عورتوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے اُس مرد سے کر دیا ہے کہ جو سب مردوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے بعد انبیاء کے فقط غور فرمانے کی جائے ہے یہ روایتیں آواز بلند سے کہتی ہیں کہ حضرت امیر کا رتبہ بعد انبیاء کے ہے مگر ستم یہ ہے کہ باوجود ان روایات کے ائمہ کو انبیاء سے افضل ہی بتلاتے جاتے ہیں ظاہرا اسکا سبب یہ ہے کہ صحابہ کے حسد کی محبت اور نیز اکثر اہل بیت کے حسد سے اعتقاد فقط انہی چند اشخاص معدود حق میں صرف کرتے ہیں بسبب انعام اور اجتماع محبت بہت سے کیونکہ محبت دوازدہ امام اپنی حد سے باہر نکل گئی اور فی المثل شیعوں کی وہی مثل ہوگئی جو نصرانیوں کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ اسقدر محبت کو بڑھایا کہ اُنکو خدا ہی بنا دیا

نکالکر معبودیت تک پہنچایا **اقول** تفضیل انبیار کی ائمہ پر یا تفضیل ائمہ کی انبیار پر اختلافی ہے بعضے علماء کہتے ہیں کہ انبیار افضل ہیں ائمہ سے اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ ائمہ افضل ہیں انبیار سے اور یہ اختلاف بسبب اختلاف روایات کے ہے کہ جو ہماری کتابوں میں ائمہ علیہم السلام سے منقول ہیں اکثر روایات تو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ علیہم السلام افضل ہیں انبیاء علیہم السلام سے اور بعضی روایتیں دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ انبیاء افضل ہیں ائمہ معصومین علیہم السلام سے اور اختلافی مسئلہ محل طعن و تشنیع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی یا اختلاف اصحابی رحمۃ اور اگر اختلاف محل طعن ہو تو اشاعرہ اور ماتریدیہ اور ابو حنیفہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اختلاف آپسمیں رکھتے ہیں چاہئے کہ سب باطل پر ہوں اور یہ شیخ جو کل امامیہ کو کہتا ہے کہ امامیہ ائمہ کو انبیاء سے افضل جانتے ہیں غلط کہتا ہے دیکھو مولوی عبد العزیز صاحب بھی اس مسئلہ میں اختلاف علماء امامیہ کا اپنے تحفہ میں لکھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اثنا عشریہ درین مسئلہ باہم خرفشار بسیار است پس جسوقت کہ اس مسئلہ میں دو مذہب ہوے تو تفضیل انبیار کی ائمہ پر تحریر کرنیکی تو کچھ احتیاج نہیں ہے باقی رہا دوسرا مذہب کہ جس میں تفضیل ائمہ کی انبیاء علیہم السلام پر ہے اور یہ ناصبی اسی مذہب پر طعن کرتا ہے اسکی طرف سے جواب دیتا ہوں کہ اول تو روایات ائمہ کی اکثر اسپر دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ ائمہ معصومین افضل ہیں انبیاء سے اور سوائے اسکے آیت مباہلہ کہ وہ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ہے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ کہہ تو آؤ ہم بلائیں ہم بیٹوں اپنوں کو اور بیٹوں تمہارے کو اور عورتوں اپنیوں کو اور عورتوں تمہاریوں کو اور نفسوں اپنوں کو اور نفسوں تمہاروں کو اسمیں خدا تعالی نے حضرت علی کو نفس رسول فرمایا ہے اور جناب رسولخدا صلعم تو سب انبیاء سے افضل ہیں تو حضرت علی کہ نفس ان حضرت کے ہیں وہ بھی سب انبیاء سے افضل ہونگے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے قول محمود بن الحسین الحمصی کا کہ وہ متکلمین امامیہ میں سے ہے نقل کیا ہے کہ معلوم ہے کہ مراد انفسنا سے نفس پیغمبر نہیں ہے اسواسطے کہ آدمی نفس اپنے کو نہیں بلاتا ہے کہ وہ تو اسکے پاس ہی ہے پس مراد اس سے غیر حضرت کا ہوگا اور وہ سب کے نزدیک علی بن ابیطالب ہیں پس اس آیت نے دلالت کی اس امر پر کہ نفس علی نفس نبی ذات اور عین ہونا محالات میں سے ہے پس برابر ہونا بالجمیع وجوہ مراد ہوگا مگر جس وجہ کو دلیل نے نکال دیا ہے جیسے کہ نبوت کہ یہ علی میں نہ تھی اور فضیلت جناب خاتم المرسلین صلعم کی تو سب انبیاء پر اجماع اور ضروریات دین اسلام میں سے ہے پس فضیلت علی بن ابیطالب کی بھی سب انبیاء پر ثابت ہوگی اور ایک وجہ فضیلت ائمہ کی انبیاء پر یہ ہے کہ خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون یعنی بے علم علماء کے برابر نہیں ہیں اور ائمہ معصومین کو سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے علم پہنچا ہے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے نزدیک وفات کے حضرت علی کے کان میں کچھ کہا کہ وہ لاکھ باب تھے اور ہر باب میں لاکھ مسئلے تھے اور حضرت علی نے فرمایا کہ تم جو چاہو مجھ سے پوچھو اور آنحضرت نے فرمایا کہ تم سے پہلے اہل بیت کے حق میں تم انکو مت سکھاؤ یہ تم سے زیادہ سیکھے ہوئے ہیں اور جناب رسولخدا کا علم سب انبیاء کے علم سے زیادہ تھا تو ائمہ کا علم بھی انکے علم سے زیادہ ہوگا اور جب علم انکا انبیاء کے علم سے زیادہ ہوا تو وہ انبیاء سے افضل ہونگے اور اللہ تعالی فرماتا ہے فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه ابن مغازلی شافعی نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلعم سے پوچھا گیا کہ وہ کلمے کونسے ہیں کہ جنکے واسطے سے توبہ آدم کی قبول ہوئی فرمایا حضرت نے کہ بحق محمد و علی و فاطمہ والحسن والحسین پس جسوقت ببرکت اسماء پنجتن کے حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی تو وہ حضرت آدم سے افضل ہونگے و آیت وقفوهم انهم مسئولون کی تفسیر میں ابن شیرویہ دیلمی نے فردوس میں اور صواعق محرقہ میں ثعلبی و واحدی سے روایت ہے کہ علی کی ولایت سے سوال کیا جاویگا اور یہ بات نہیں ہے کہ فضیلت کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہے اور آیت واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا کی تفسیر میں ابن عبد البر وغیرہ نے روایت کی ہے اور ابو نعیم محدث نے بھی ذکر کیا ہے [illegible] میں بھی مذکور ہے اور مرزا معتمد خان بدخشی نے بھی مفتاح النجا میں عبد الرزاق سے روایت کی ہے کہ شب معراج آنحضرت صلعم کو اور جمیع انبیاء کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے محمد صلعم پوچھ تو ان انبیاء سے کہ تم کس امر پر مبعوث ہوئے ہو انبیاء نے اسکے جواب میں کہا کہ ہم مبعوث ہوئے ہیں شہادت لا الہ الا اللہ پر اور اقرار کرنے نبوت تیری پر اور ولایت علی پر اور جو شخص ایسا ہے کہ اسکی ولایت کے اقرار پر انبیاء مبعوث ہوئے ہوں تو بیشک انبیاء سے وہ افضل ہوگا خواہ ولایت معنی خلافت ہو خواہ معنی محبت اور کتاب مودۃ القربی میں سید علی ہمدانی نے بھی لکھا ہے اور حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ اگر جانتے آدمی کہ کسوقت علی امیر المومنین نام رکھا گیا ہے تو اسکی فضیلت کا انکار نہ کرتے نام رکھا گیا ہے وہ امیر المومنین جسوقت کہ آدم درمیان روح اور جسد کے تھے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ وقت اخذ میثاق کے ذریت آدم سے سب نے کہا کہ تو پروردگار ہمارا ہے اور ملائکہ نے بھی یہی کہا تو خدا تعالی نے فرمایا کہ میں پروردگار تمہارا ہوں اور محمد صلعم نبی تمہارا ہے اور علی امیر تمہارا ہے پس شخص کہ یہ مرتبہ رکھتا ہوگا تو البتہ انبیاء سے افضل ہوگا سوا جناب سرور کائنات کے اور جناب رسولخدا صلعم نے حضرت علی کو فرمایا ہے کہ تو بھائی میرا ہے دنیا اور آخرت میں جیسا کہ ترمذی میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے اور صحابہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیا اور علی کو اپنا بھائی مقرر کیا اور مسند حنبل میں لکھا ہے اور ابن مغازلی شافعی نے جابر سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب پیغمبر نے کہ دروازہ بہشت پر مرقوم ہوا ہے لا اله الا الله محمد رسول الله علی اخو رسول الله دو ہزار برس پہلے آسمانوں کے پیدا کرنے سے اور فرمایا حضرت نے علی تو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں چنانچہ ابن مغازلی شافعی نے لکھا ہے اور ترمذی میں بھی موجود ہے اور جناب رسولخدا صلعم تو سب انبیاء سے افضل ہیں پس حضرت علی کہ دنیا اور آخرت میں حضرت صلعم کے بھائی ہیں وہ بھی افضل ہونگے اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے میں اور علی نور تھے آدم کے چودہ ہزار برس پیدا کرنے سے پہلے اور مناقب مغازلی اور [illegible] بھی اسکی طرف اشارہ ہے اور فرمایا کہ محمد کو نبوت ہے اور علی میں خلافت اور یہ شرف کسی نبی میں نہیں ہے پس علی افضل ہوئے سب انبیاء سے اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں لکھا ہے کہ عائشہ نے کہا کہ علی کی حال

تو کہا کہ وہ خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہی اسمیں مگر کافر اور حضرت علی نے روایت کی ہی کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے اے علی تو خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہے اسمیں مگر کافر اور صاحب فردوس نے بھی روایت کی ہی اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہی کہ جابر سے سوال کیا گیا علی کی حال سے تو کہا کہ وہ خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہی اسمیں مگر منافق اور کتاب مناقب ابن مردویہ میں لکھا ہی اور جابر سے یہ روایت ہے کہ رسولخدا صلعم نے روبرو مہاجرین و انصار کے فرمایا کہ اے علی اگر کوئی عبادت کرے خدا کی جیسا کہ حق عبادت کا ہی اور پھر شک کرے تیری اور تیری اہل بیت کی افضل الناس ہونے میں تو آتش جہنم میں ہوگا دیکھو یہ روایتیں دلالت کرتی ہیں حضرت علی کی سب انبیا سے افضل ہونے پر سوائے خاتم المرسلین کے کہ علی نائب انکے ہیں اور نائب اپنے منوب سے افضل نہیں ہوسکتا اور اگر دوسرے اوصیا کی منوبوں سے افضل ہو تو مضائقہ بھی نہیں ہے اور محی الدین عربی کہ اولیاء اللہ اہل سنت میں سے ہیں فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ مرتبہ ولایت کا اشرف ہے مرتبہ نبوت سے چنانچہ عبارت فص حکمت نفسیہ فی کلمہ شیثیہ سے ظاہر ہوتا ہے اور حضرت علی سب کے نزدیک خاتم الاولیاء ہیں پس افضل ہونگے انبیاء سے اور مولوی روم اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں ع او خیو اندانست بر روے علی + افتخار ہر نبی و ہر ولی + اور اپنے اولیاء کے حال میں تو اہل سنت ایسا کچھ لکھتے ہیں کہ مخلوقات خدا میں سے کسیکو وہ رتبہ حاصل نہیں ہی کہ جو انکو تھا چنانچہ فخر الاسلام نے بزدوی میں لکھا ہی کہ جب ولی کمال کو پہنچتا ہی تو اسپر ماں اور دختر اور خواہر اور بھانجی اور بیٹی سب محرمات حلال ہوجاتی ہیں جسکے ساتھ چاہی مجامعت کرے اور نماز اور روزہ وغیرہ کل تکلیفات شرعیہ اُس سے ساقط ہوجاتی ہیں سو یہ مرتبہ تو کسی پیغمبر کو بھی حاصل نہیں ہوا اس جہت سے تم اولیاء اہل سنت سب انبیاء سے یہانتک کہ جناب سید المرسلین سے بھی افضل ہوئے کہ یہ مرتبہ تو انکو بھی حاصل نہ تھا اور اس سے بھی بڑھکر سنئے کہ اہل سنت جنکے اولیاء ہونے سے اپنا فخر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں اولیاء ہوے ہیں انکو تو یہ خدا ہی لکھتے ہیں چنانچہ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہی کہ بایزید بسطامی سفر مکہ میں ایک شہر میں پہنچا اور جسوقت اس شہر سے نکلا تو لوگ اسکے پیچھے پیچھے گئے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ یہ تیرے ہمراہ صحبت رکھینگے پس بایزید نے بعد اسکے کہ نماز صبح ادا کی تو انکی طرف منہ کرکے کہا کہ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ یعنی مقرر میں خدا ہوں نہیں ہی کوئی معبود سزاوار پرستش سوائے میرے پس عبادت کرو تم میری اور اس حکایت کو مولوی روم نے اپنی مثنوی میں اور طرح سے لکھا ہی اور بعضے اشعار اُس حکایت کے یہ ہیں ؎ بامریداں آں فقیر محتشم + بایزید آمد کہ نک یزداں منم + گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں + لا الہ الا انا ہا فاعبدون + اور بعد اسکے اور اشعار لکھے ہیں اور آخر میں یہ مضمون لکھا ہی کہ جسوقت بایزید شورش میں آیا تو کہا کہ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ یعنی نہیں ہے میرے جبہ کے اندر سوائے خدا کے کہ میں ہی خدا ہوں اور مولوی روم اسکا ترجمہ کرتے ہیں کہ اُسنے کہا ؎ نیست اندر جبہ ام غیر از خدا + چند جوئی در زمین و در سما + اور بایزید کہتا تھا سبحانی ما اعظم شانی یعنی پاک ہوں میں کیا بزرگ ہی شان میری اور منصور کہتا تھا انا الحق یعنی میں خدا ہوں اور بعضے اشعار تعریف میں شمس تبریزی کی جو لکھی ہیں وہ یہ ہیں ؎

• عالم سرمست شد انگشت بر لب میزند + پردۂ عشاق را از دل برونق میزند + انبیاء و اولیا حیراں شدہ در حضرتش + یحیی و یعقوب و یوسف چرخ مطلق میزند + عیسی و موسی بیا شدید پاکراں حضرتش + جبرئیل اندر قبولش سحر مطلق میزند + جان ابراہیم مجنوں گشت اندر عشق او + تیغ را بر فرق اسمعیل و اسحق میزند + کیست آنکس کش چنیں دعوی کند اندر جہاں شمس تبریزی کہ ماہ بدر را شق میزند + ہر کہ نام شمس تبریزی شنید اندر جہاں + روح او مقبول حضرت ندا نا الحق میزند + اور فرید الدین عطار نے جوہر ذات میں سوال و جواب بایزید و منصور حلاج کو نظم کیا ہی کہ بعضے اشعار سوال بایزید کے یہ ہیں کہ منصور حلاج کو بایزید زبان کھولکر کہتا ہی ؎ زباں بکشاد و گفت اے ذات مطلق + برحق میزنی اینجا انا الحق + منم واقف ز ذات اندر اینجا + کرمے بینم ترا من ذات یکتا + تو ذاتی و خدائے پاک ہستی + بت صورت بیکرہ در شکستی + اور جواب منصور کے بعض اشعار یہ ہیں ؎ جوابش داد آنکہ صاحب راز + کہ اے عشق ماسے سوز و مے ساز + فنا شو تا بقائے ما بیابی + پس آنگہ سوئے ما بے خود شتابی + فنا شو تا کنم ایجاد و اصل + ہمہ مقصود تو آرم بحاصل + منم حق آمدہ اللہ مطلق + درون جملہ ام آگاہ مطلق + من آوردم ترا در دار دنیا + منت بشناک برم در دار عقبی + یہ ہیں اکابر اور پیر و مرشد اہل سنت کے کہ جو کلمات کفر و ضلالت اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں اور خدا اپنے تئیں کہتے ہیں اور پھر اہل سنت انسے بڑا فخر اپنا بیان کرتے ہیں اور بعضی شیعہ کہ جو ائمہ ہدیٰ کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں تو اہل سنت ان پر طعن کرتے ہیں لیکن وہ شیعہ ائمہ ہدیٰ کو خدا تو انبیاء کا نہیں کہتے ہیں اور اولیاء اہل سنت تو اپنے تئیں خدا انبیاء علیہم السلام کا اور تمام مخلوقات کا کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کو اپنے چاکروں میں سے کہتے ہیں اور عبداللہ بن سبا جو حضرت علی کو خدا کہتا تھا اسمیں اور انمیں کیا فرق ہی بلکہ وہ تو ایک ہی شخص کو خدا کہتا تھا اور اہل سنت کے مذہب میں تو بہت سے خدا ہیں اہلبیت کی پیروی کی ترک کرنیکا یہ نتیجہ ہے کہ اگر اہل سنت انکے طریقہ پر اصول اور فروع میں بعد رسولخدا صلعم کے انکو بھی اپنا ہادی قرار دیتے اور انکے اقوال پر عمل کرتے تو اس کفریات میں کاہکو پڑتے اور جب ان قولوں پر کفر کے تشنیع کی جاتی ہی تو کہتے ہیں کہ انکے کلام کو کوئی سمجھتا ہی نہیں ہی تم دیا جاوے تو یہ اور زیادہ کفر ہی کہ کلام خدا اور کلام رسولخدا سے بھی بڑھکر انکے اقوال ہوئے کہ وہ تو سمجھ میں آئیں اور یہ سمجھ میں نہ آئیں اور اگر باب تاویل ایسا ہی وسیع ہوجاوے تو جائز ہی کہ قول کفر کا دنیا میں باقی نہ رہے تاویل کرکے درست کر دیا جاوے اب کوئی اس شیخ سے پوچھے کہ دیکھو تو شیعوں نے ائمہ ہدیٰ کی محبت کو حد سے زیادہ بڑھایا ہی انکو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینے سے یا اہل سنت نے اپنے اولیاء کی محبت کو کہ باوجود صادر ہونے کلمات کفر کے انکو اپنا پیر و مرشد جانتے ہیں اور ائمہ ہدیٰ سے جو محبت ہم رکھتے ہیں اس محبت کو تو غلو کہتا ہے اور نوجوکازوں اور گمراہوں کو جو کلمہ کفر اپنی زبان سے نکالتے ہیں اپنا پیر و مرشد جانتا ہی اور میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں کہ یہ مسئلہ شیعوں میں اختلافی ہی اور اختلافی مسئلہ

دا وگیر نہیں ہو سکتی اور جو لوگ کہ شیعوں میں سے ائمہ ہدیٰ کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیتے ہیں سوائے فضیلت نبوت کے اور فضائل میں فضیلت دیتے ہیں اور فضیلت نبوت کی انکی
ہی واسطے مخصوص کہتے ہیں اور اصطفا اور اجتبا کا لفظ قرآن میں سوای انبیاء کے اوروں کے واسطے بھی آیا ہے کچھ انبیاء ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ آل ابراہیم اور آل عمران کے واسطے
بھی آیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اور خدا تعالیٰ قرآن میں سب انبیاء کو صالحین کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے
وَكُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ اس صورت میں چاہیے کہ صدیقین اور شہدا انبیاء سے افضل ہو جائیں اور لفظ انبیاء کا جو صدیقین اور شہدا اور صالحین پر مقدم ہے اس تقدیم کو کوئی فضیلت متاخرین پر
لازم نہیں ہے اور اگر یہ تقدیم فی الذکر باعث فضیلت کا ہو تو چاہیے کہ ملائکہ انبیاء سے افضل ہوں سو واسطے کہ کلام اللہ کی اکثر آیتوں میں ملائکہ انبیاء سے پہلے مذکور ہوئے ہیں اور مذہب اہل سنت
کا یہ ہے کہ انبیاء مرسل ملائکہ سے افضل ہیں اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ مراد نبیین سے جناب رسولخدا صلعم ہیں اور صدیقین سے مراد حضرت علی ابن ابیطالب ہیں اور شہدا سے مراد حسنین علیہما السلام
ہیں اور صالحین سے مراد باقی ائمہ علیہم السلام ہیں اور کلام اللہ تو ایمان شیعوں کا ہے لیکن کلام اللہ میں کوئی ایسی آیت مصرح نہیں ہے کہ جو دلالت کرتی ہو اس امر پر کہ انبیاء افضل ہیں
ائمہ ہدیٰ سے بجز نبوت کے اور وہ روایتیں فضیلت انبیاء کی ائمہ ہدیٰ پر جو لکھی ہیں مخالف ہیں روایات کثیرہ کے جو دلالت کرتی ہیں فضیلت ائمہ ہدیٰ کو انبیاء پر اور ان روایتوں کے اختلاف
ہی سے علمائے شیعہ میں اختلاف ہے اور جو علما کہ ائمہ ہدیٰ کو افضل جانتے ہیں انبیاء سے وہ ان دونوں روایتوں کو تقیہ کی کہتے ہیں اور جو شخص کہ ایک روایت پر عمل کرے اور اسکے مخالف دوسری روایت
پر عمل نہ کرے تو اسکو جھوٹا نہیں کہتے ہیں اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے ایسی روایتیں ہیں کہ ابو حنیفہ کا مذہب انکے موافق نہیں ہے اس صورت میں چاہیے کہ مذہب ابو حنیفہ کا باطل ہو جاوے اور ان
دو روایتوں پر کیونکر عمل ہو جس وقت کہ ان روایتوں کی منافی کثرت سے روایتیں موجود ہوں اور بخاری اور مسلم میں متعہ کی حلت کے روایتیں موجود ہیں اور بپاس خاطر عمر کے کہ اسنے متعہ کو حرام کر دیا
تھا جسکی اباحت قرآن اور احادیث سے ثابت تھی تو ان روایات حلت پر عمل نہیں کرتا ہے اور ہم ائمہ معصومین علیہم السلام سے کیونکر محبت نہ رکھیں کہ محبت انکی قرآن اور احادیث سے ثابت ہے لیکن اتنی
حد سے زیادہ محبت نہیں رکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ انکو خدا کہنے لگیں بخلاف تمہارے ان اولیاء کے کہ جو تمہارے پیر و مرشد ہیں اور تم انسے اپنا فخر کرتے ہو وہ اپنے تئیں خدا کہتے تھے تم بھی انکی پیروی سے
انکو خدا جانتے ہوگے اور اگر خدا نہ جانو گے تو انکی مخالفت میں ہلاک ہوگے اپنے عقیدہ کے موافق اور جیسے کہ نصیریوں نے حضرت علی کو معبود اپنا ٹھیرایا ایسے ہی تمہارے پیروں نے اقرار اپنی خدائی کا
کیا اور شیعہ تو اپنے اماموں کو بندگان خاص خدائے حقیقی کے اور مخلوق اسکی جانتے ہیں اور جو کوئی انمیں سے کسیکو خدا جانے یا صفت خاص خدائی کی انمیں سے ثابت کرے اسکو کافر سمجھتے ہیں سو
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔ **قال الشیخ الاشعری** چونکہ یہ قصہ بعینہ آنکھ کی مثال سا ہے یعنی جیسے کسی حسین متناسب الاعضا متناسق الاطراف کی ایک آنکھ بالکل پٹ ہو جائے
اور اسکی روشنی بھی دوسری آنکھ میں آ جائے اور اس ایک ہی کی مساحت دونوں کی مساحت کے برابر ہو جاوے اور جیسے اس آنکھ میں بھی بجائے سفیدی سیاہی ہی سیاہی پھیل جائے ایسے ہی حضرات شیعہ نے حب اہل بیت
اور حب صحابہ میں سے ایک کو بالکل ہی کھو دیا اور جسکو رکھا اسکو ایسا بڑھایا کہ دونوں کے برابر اس ایک ہی کو کر دیا اور جیسے آنکھ میں سفیدی کی جا بھی سیاہی ہی چھا جائے تو انہوں نے بھی تمام
اہل بیت میں سے چند اشخاص معدود کو بزرگ سمجھا اور باقیوں کو مردود و مرتد قرار دیا اور بایں وجہ کہ جتنے ساتھ شیعہ محبت کرتے ہیں انکی محبت حد سے بڑھی ہوئی ہے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ باقیوں کے حصہ کی
محبت بھی انہیں چند اشخاص معلوم کے لئے ہے تو اس صورت میں جیسے آنکھ مذکور خوش نما نہ معلوم ہوگی اور تمام چہرہ کو بے رونق کر دیگی ایسے ہی حب اہل بیت و حب صحابہ بمنزلہ دو آنکھوں یا کان کے ہیں
انمیں سے اگر ایک جاتا ہے اور دوسرا بڑھ جائے تو دوسرا بھی نازیبا ہو جائیگا اور ایمان احسن کو بھی بے زیب کر دیگا اسلئے بالیقین یوں سمجھ میں آتا ہے کہ دوازدہ امام بھی اس محبت سے خوش نہ ہوں بلکہ
متنفر ہوں اور اصحاب کے خواستگار ہوں کہ انکی محبت اپنی اندازہ پر آ جائے تا کہ یہ معلوم ہو اور اسکے ساتھ اصحاب سے بھی اعتقاد اور محبت دل میں جمایا جائے تا کہ جیسی ایک آنکھ سے دوسری آنکھ کی زیب
اور زینت ہوتی ہے چہرہ پر حسن آتا ہے ایسے ہی حب اصحاب سے حب اہل بیت کو زینت ہو اور دونوں سے ایمان و اسلام کی خوبصورتی ظاہر ہو سو چونکہ اہل سنت رضا اہل بیت میں اپنی سعادت
سمجھتے ہیں **اقول** یہ شیخ پوچ اور واہی بنتا چلا جاتا ہے اور مطلب کی بات تو بہت ہی کم لکھتا ہے اور ایسے واہی امور کے نقل سے اوراق سیاہ اپنے کاہی اس پوتھی پر لانے کو سیاہ کرتا ہے اور
بار بار آنکھوں کی مثال دیتا ہے اور یہی مثال دو آنکھوں کی ہم اہل سنت پر جاری کر سکتے ہیں اس طرح سے کہ یہ ثلاثہ کو حد سے زیادہ دوست رکھتے ہیں اور ابو جہل اور ولید کو برا کہتے ہیں تو انکے
نزدیک دونوں اچھے نہیں ہیں لیکن اس مثال کو اہل سنت پر جاری کر سکتے ہیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ کل اصحاب کو شیعہ دوست نہیں رکھتے ہیں یہ غلط لکھتا ہے بلکہ ہم اکثر اصحاب کو دوست رکھتے ہیں
اور بعضوں کو اولیاء کامل میں سے جانتے ہیں لیکن چند اشخاص کو انمیں سے اچھا نہیں جانتے جو کہ غاصبان حقوق اہل بیت ہیں اور جنہوں نے وحی خدا کو ہذیان قرار دیا اور فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کو
آگ اور لکڑیاں لے گئے اور شیعہ تو برا ہی کہتے ہیں کسیکو شیعوں نے قتل تو نہیں کیا اصحاب میں سے عثمان کیا تیرے نزدیک اصحاب میں سے نہ تھا کہ جسکو طلحہ اور زبیر وغیرہ نے قتل کیا اور لاش اور جنازہ کو
اسکے تین روز تک مزبلہ پر پڑا رہنے دیا اور نماز نہ پڑھی اسکے جنازہ پر اصحاب نے اور عائشہ اور معاویہ نے ہزاروں اصحاب رسول کو قتل کیا اور اولاد رسول کو قتل کیا اصحاب تھے تو تیرے نزدیک اچھے ہیں
اور بروں کے برا کہنے والے تیرے نزدیک برے ہیں اور آنکھوں کی مثال تو کیا لاتا ہے مثال نیک یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم تو مثل آفتاب کے ہیں کہ تمام جہان انسے روشن ہے اور ائمہ ہدیٰ کہ جنکو دوازدہ امام
کہتے ہیں مثل ماہ شب چہاردہم کے ہیں کہ شب تاریک جہالت سے باہر نکالتے ہیں اور جیسے کہ چاند روشنی کو آفتاب سے لیتا ہے ایسے ہی انکا علم جناب رسولخدا صلعم کے سینہ بسینہ حضرت سے انکو پہنچا ہے اور

اصحاب مثل کواکب کے ہیں جیسا کہ اہل سنت ایک روایت بیان کرتے ہیں اصحابی کالنجوم لیکن کواکب سعد بھی ہیں اور نحس بھی ہیں ایسے ہی اصحاب حضرت کے ہیں اور جو کہ سعد ہیں مثل
سلمان اور ابوذر اور مقداد اور عمار اور حذیفہ وغیرہ کے بیشک ہم انسے محبت رکھتے ہیں اور جو کہ نحس ہیں مثل ابوبکر اور عمر اور عثمان اور ابوعبیدہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ کے لاریب
ہم انسے محبت نہیں رکھتے اور کیونکر محبت رکھیں کہ جو بسبب حب جاہ اور عداوت علی بن ابیطالب کے حد شرع سے گزر گئے ہوں اور ہم اہل بیت علیہم السلام کیونکر محبت بڑھکے نہ رکھیں کہ خدا تعالیٰ
نے محبت انکی ہمپر واجب کی ہے اور قرآن میں اسکا ذکر کیا ہے اور جناب سرور کائنات نے انکی محبت کی بڑی تاکید کی ہے اور ہماری محبت انسے قلبی ہے جیسے کہ تمہاری محبت انسے لسانی ہے لیکن
انکو ہم مرتبہ خدائی اور نبوت میں نہیں جانتے زیادہ محبت رکھنی انسے مخالف شرع کی بھی نہیں ہے پھر کیا قباحت ہے انکی محبت میں اور اصحاب کی محبت انکی محبت کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتی کہاں
آفتاب اور کہاں ذرہ وہ تو نفس اور پارہ جگر رسول اور یہ مثل ہواداروں اور پرستاروں کے وہ ہے یہ کیونکر برابر ہو سکتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** تو یہ خاکپاے غلامان اہل بیت کے
طرف سے بنا بر تمام شیعوں کو عموماً اور مولوی عماد علی صاحب کے خصوصاً کان کھولدیتا ہے کہ اے مدعیان محبت اہل بیت یہ محبت نامعقول جبتک مقبول نہوگی جبتک کہ سب اصحاب اسکے برابر نہو ونگے
انکے برا کہنے میں تمہارا ہی برا ہوگا خصوصاً رفیق غار جان نثار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت ابوبکر صدیق جنکے صحابی ہونیکا خدا خود گواہ ہے چنانچہ مرقوم ہو چکا اور جنکے صدیق
ہونے کی اماموں نے شہادت دی ہے اور مبالغہ تعریف کی ہے چنانچہ معلوم ہو چکا انکا برا کہنا خدا اور ائمہ کو جھٹلانا ہے ایسی صورت میں تو ہزار عیب بھی اگر آنکھوں سے نظر آتے تو یوں سمجھتے کہ ہو نہو ہماری
نظر اور فہم کا قصور ہے خدا کا فرمایا اور ائمہ ہدیٰ کا کہا غلط نہیں ہو سکتا جنکو ہم عیب سمجھتے ہیں وہ ہنر ہی ہونگے ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو مت آؤ ہم تو ہم حضرت موسیٰ نے باوجود اس جلالت
قدر اور کمال علم وفضل کے اور نور نبوت اور وفور عقل کے حضرت خضر کی کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے قتل کرنے کو کہ وہ ظلم ہرگز نہ تھا عین مطابق مرضی خداوندی تھا ظلم عظیم سمجھا حالانکہ خداوند کریم
کی ہدایت کے موافق گئی تھی اور جناب باری تعالیٰ نے پہلے ہی حضرت خضر کے علم اور بزرگی کی اطلاع کر دی تھی چنانچہ تمام قصہ سورہ کہف میں رکوع اذ قال موسیٰ لفتاہ سے لیکر رکوع یسئلونک
عن ذی القرنین تک مذکور ہے پھر جب حضرت موسیٰ ع جیسا رسول جو مرسلین اولو العزم میں سے ہے اکثروں سے زیادہ ہے آنحضرت قرآن کے قریب نہیں کے ذکر ہی ہوگا حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو
نہ سمجھیں حالانکہ حضرت خضر محققین کے نزدیک ولی ہیں نبی نہیں ہیں اور اگر نبی بھی ہیں تو بالاتفاق اس رتبہ کے نہیں جو رتبہ کہ حضرت موسیٰ کو نصیب ہوا تو حضرات شیعہ تو نہ نبی ہیں نہ ولی نہ عقل و دانش سے
انکو کچھ بہرہ چنانچہ اسلئے یہ مثل ہی ہو گئی ہے کہ الشیعۃ نسوان ہذہ الامۃ یعنی شیعہ اس امت کی عورتیں ہیں ایسے نادان اگر امت مصطفوی کے سید الاولیاء کے فعل کی حقیقت نہ سمجھیں تو کیا بعید ہے بلکہ
عین مقتضائے قیاس ہے کیونکہ یہ امت اور امتوں سے افضل ہے اس امت کے اولیاء پہلی امتوں کے اولیاء سے افضل اور یہی نہیں تو جو امت میں ایسا ہو کہ خدا اور ائمہ ہدیٰ دونوں اسکی تعریف کریں وہ تو بیشک
پہلی امتوں کے اولیاء سے افضل ہوگا ایسے شخص کے افعال کی حقیقت تو اگر ائمہ ہدیٰ بھی نہ سمجھیں اور ظلم و ستم کا گمان کریں تب بھی اہل عقل کے نزدیک کچھ حرج نہیں ہے تو شیعوں کو یہ خلجان ہو کہ ائمہ
ہدیٰ ہمارے عقیدہ کے موافق افضل الخلائق ہیں ابوبکر اگر بزرگ بھی ہوں تب انسے افضل یا انکے برابر نہیں ہو سکتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند کریم اور ائمہ ہدیٰ کی گواہی ابوبکر صدیق کی بزرگی کی بابت میں
قبول کر لو پھر اسکا جواب ہم یہ دینگے اگر بالفرض والتقدیر ائمہ ہدیٰ ابوبکر صدیق سے افضل ہی ہوں اور خدا کا مہاجرین کو علی العموم باقی امت سے صراحۃً افضل بتلایا پھر انہیں سے ابوبکر صدیق
کو اشارۃً سب سے افضل کہنا چنانچہ اول مفصل مرقوم ہو چکا تمہارے عقیدہ غلط کے موافق غلط ہو تب بھی کچھ دشوار نہیں حضرت موسیٰ بھی تو حضرت خضر سے افضل تھے پھر انکے افعال کی
حقیقت سمجھے اور احسان کا نقصان اور عدل کو ظلم سمجھکر ایسے مغلوب الغضب ہوئے کہ اپنے سب عہد و پیمان بھول گئے **اقول** یہ خاکپائے غلامان اہل بیت تمام اہل سنت کے عموماً اور اس شیخ فضلہ خوار
ثلاثہ کے خصوصاً کان کھولدیتا ہے کہ اے مدعیان محبت ثلاثہ اگرچہ محبت اصحاب پیغمبر رسول مقبول کی ضروری ہے مثل محبت اہل بیت کے لیکن محبت اصحاب کی ہرگز برابر محبت اہل بیت کے نہیں ہو سکتی
چہ نسبت خاک را با عالم پاک کہ اہل بیت مثل ماہ چہار دہم کے ہیں اور اصحاب مثل نجوم کے ہیں تو انمیں کیونکر برابری ہو سکتی ہے جب ان دونو میں فرق ہوا تو البتہ انکی محبت میں بھی فرق ہوگا
یہ ذکر ان اصحاب کا ہے کہ جو اخیار ہیں اور جو کہ حد شرع سے تجاوز کرنیوالے ہیں وہ مستثنے ہیں اور اگر ایسے لوگوں کے حق میں ہم بد دعا کرینگے تو ہمکو ثواب ہوگا نہ نقصان خصوصاً ثلاثہ کے حق میں بد دعا
کرنی کہ بانی مبانی فساد اس امت میں ہیں جو کچھ خرابی اس امت میں واقع ہوئی ہے انہی کی بدولت ہوئی ہے پہلے انہی نے ہی خصوصاً ابوبکر نے بعد رسول خدا کے خلافت کو کہ جو علی کا حق تھا عمر کے مشورہ سے اسنے غصب کیا ہے اور قرآن شریف میں
خداتعالیٰ نے ابوبکر کو حضرت کا صاحب فرمایا ہے یہ بھی ایک دلیل ہے ابوبکر کے کفر کی اسواسطے کہ خداتعالیٰ نے کافر کو مومن کا صاحب کہا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ یا صاحبی السجن یعنی ای دو صاحب جو میرے رفیق زندانہ ہیں اور وہ دونو کافر تھے اگر ابوبکر کو حضرت کا
صاحب کہا تو ابوبکر کی اس سے کچھ فضیلت ثابت نہوئی بلکہ مذمت ثابت ہوئی کہ جس لفظ سے خداتعالیٰ نے کافر کو یاد کیا اسی لفظ سے ابوبکر کو یاد کیا اور اصل یہ ہے کہ ہمراہی کو صاحب کہتے ہیں عرب کے
محاورہ میں مومن ہو یا کافر ہو جو کوئی کسی کا ہمراہ ہوگا اسکو صاحب اسکا کہتے ہیں کچھ بزرگی اور فضیلت اسمیں نہیں ہے ابوبکر جو غار میں ہمراہ حضرت کے تھے اسواسطے انکو حضرت کا صاحب کہا اور غار میں
ہمراہ حضرت کے تھے اور جانتے تھے کہ خداتعالیٰ اپنے پیغمبر کا حافظ ہے لیکن کفار کے خوف سے اپنی جان کا نہایت رنج تھا اور قریب تھا کہ کثرت رنج سے ہائے ہائے کرنے لگیں اور کفار کو خبر ہو جاے نادان اور غافل
تھے اور نشیب و فراز کی کچھ خبر نہیں رکھتے تھے اسیواسطے کہتے ہیں کہ دوست نادان سے دشمن دانا بہتر ہے اور شیخ سعدی کی یہ بیت حضرت ابوبکر کے ہی حق میں ہے ۔ ترا اژدہا گر بود یار غار ازاں
کہ جاہل بود غمگسار ۔ اور اماموں نے ہرگز ابوبکر کے صدیق ہونے کی شہادت نہیں دی ہے اور جو کچھ تو نے پہلے اس سے لکھا ہے سب باطل ہے اور انکو ہم برا جو کہتے ہیں موافق حکم کے کہتے ہیں

کہ وہ ظالم تھے اور خدا تعالیٰ نے اگر انکو صاحب رسول خدا کا کہا تو اس سے کیا ہوتا ہے کافر کو بھی صاحب کہا ہے اور اماموں نے ہرگز اسکو صدیق نہیں کہا اور نہ تعریف اسکی کی ہے اور جو کچھ تو نے پہلے اس سے لکھا ہے معنے وہ سب باطل کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ اور ائمہ علیہم السلام کے حکم سے ہم انکو برا کہتے ہیں اور یہ طریقہ انکو برا کہنے کا ائمہ علیہم السلام کے وقت سے چلا آیا ہے چنانچہ حیوۃ الحیوان میں دمیری شافعی نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے حضرت صادق علیہ السلام کے دروازہ پر جا کر اندر جانے کی اجازت چاہی تو اسکو اجازت دی اور کوفہ سے ایک قافلہ آیا تو انکو اجازت بڑی دیر بعد دی اور انکے ہمراہ یہ بھی بلا اجازت اندر چلے گئے بعد گفتگو کے ابو حنیفہ نے کہا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں اور ہزار آدمیوں سے زیادہ کو میں نے سنا ہے کہ خلفا پر لعن کرتے ہیں انکو آپ منع کیجیے فرمایا کہ ہمارا کہنا کون مانتا ہے ابو حنیفہ نے کہا کہ کیونکر نہ مانیں گے آپ فرزند رسول ہیں امام نے فرمایا کہ ایک تو تو ہی ہے کہ بے اجازت میرے گھر میں چلا آیا لیکن کوفیوں کو لعن کرنے سے منع نہ کیا اور ایسے ہی جواہر العقدین میں ملا نور الدین سمہودی نے لکھا ہے مگر انہوں نے حضرت امام محمد باقر ع کا نام لکھا ہے اور لکھا ہے کہ انسے الناس کی اس امر کی کہ لوگ خلفاء کو برا کہتے ہیں اور آپکا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ہی تو ہم کو حکم دیا ہے آپ ان کو لکھ بھیجیے کہ وہ اس حرکت سے باز آئیں اس امام نے بھی ایسا ہی عذر کیا اور ان کو منع نہ کیا پس جو کچھ کہ ہم کرتے ہیں وہ امام کے حکم سے کرتے ہیں نہ اپنی رائے سے اور ہمارا کام خدا اور امام علیہ السلام کے جھٹلانے کا نہیں ہے جھٹلانے کا وصف تمہارا ہے اور وہ روایت ابوبکر کے صدیق کہنے کی جو حضرت صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کرتے ہیں وہ روایت اہل سنت کی ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں اور اگر یہ امر ہو کہ آدمی کے ظلموں کو ہم ہنر جانا کریں اور یہ سمجھیں کہ انکے یہ افعال بہتر ہی ہونگے ہماری سمجھ کا قصور ہے کہ جو ہم انکے فعلوں کو برا کہتے ہیں تو اس صورت میں جہان میں کوئی ظلم ہی باقی نہ رہا جو کچھ کسی سے جہان میں بظاہر ظلم کی صورت صادر ہوتا ہے حقیقت میں وہ ظلم نہیں ہے بلکہ وہ ہنر ہے اور بعضے اہل سنت جو یزید کو مومن پاک جانتے ہیں مثل امام غزالی صاحب احیاء العلوم کے اور ملا علی قاری شارح مشکوۃ کے اور عمر سعد کو جو مومن جانتے ہیں اسی سبب سے کہ وہ حرکات انکی قتل کروانا اور قتل کرنا اولاد رسول کا اور انکی حرم کو سر برہنہ کوچہ و بازار میں پھرانا اور سر اقدس جگر گوشہ رسول مقبول نیزہ پر سوار کر کے شہر بشہر پھرانا یہ سب تمہاری نزدیک ہنر ہے اور بظاہر جو یہ امر برا معلوم ہوتا ہے یہ فہم میں نہیں آیا ہے اور سمجھ کا اسمیں قصور ہے ورنہ یہ سب ہنر ہے جیسا وہاں ہے ویسا ہی یہاں ہے اور اگر نظر انصاف دیکھو تو ثلثہ میں اور انکے سوا اوروں میں کچھ فرق نہیں ہے کہ ثلثہ کے افعال میں تو یہ حکم جاری ہو اور انکی اغیار میں قاعدہ جاری نہو اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا جو قصہ بیان کیا ہے بیضاوی میں لکھا ہے کہ بعد غرق ہونے قبطیوں کے حضرت موسیٰ نے بڑی فصاحت سے خطبہ پڑھا لوگوں نے کہا کہ اور کوئی کیا عالم میں مثل تمہارے نہیں ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات حضرت موسیٰ کی خدا تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور انکو حضرت خضر کے پاس بھیجا تاکہ موسیٰ کو معلوم ہو کہ مجھ سے زیادہ بعضی چیزوں کا علم اسکے بندے رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے حضرت خضر کو تو تعلیم کر دیا کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے گلا مروڑنے کا سبب اور حضرت موسیٰ پر پوشیدہ رکھا اس جہت سے حضرت موسیٰ بسبب لاعلمی کے حضرت خضر پر اعتراض کرنے لگے تھے اسکی رمز سے واقف نہ تھے اب فرمائیے کہ ابوبکر نے جو خلافت کو دبا لیا کیا حضرت جبرئیل خدا تعالیٰ کا حکم انپر لائے تھے خلافت کے دبا لینے کو اور فاطمہ زہرا کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیجانے اور دروازہ کو گرانا جیسے کہ کنز العمال میں ہے کہ ابوبکر وقت مرنیکے افسوس کرتا تھا کہ کاش میں دروازہ فاطمہ نکھولتا کیا کوئی حکم خدا کا انکو آیا تھا یا خدا تعالیٰ نے انکو تعلیم کیا تھا جیسا کہ حضرت خضر کو تعلیم کیا تھا کہ تم ایسے حرکات عمل میں لاؤ اور اب ہم بھی مثل تمہارے کہتے ہیں کہ ہم جو ثلثہ کو کہتے ہیں موافق خدا اور ارشاد ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے کہتے ہیں اور تم جو ہماری ان حرکات کو ظاہر میں برا جانتے ہو یہ تمہاری ذہن کی خوبی ہے کہ تم سمجھتے نہیں ہو اور تمہاری سمجھ کا قصور ہے حضرت موسیٰ جو پیغمبر اولو العزم تھے اور مرتبہ میں حضرت خضر سے زیادہ تھے وہ تو حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں تم ہماری رموز کو جو کہ ثلثہ کے برا کہنے میں ہیں کیا سمجھو گے کہ تمکو تو عقل و دانش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ہے اس لئے یہ مثل مشہور ہو گئی کہ اہل السنۃ نسوان ہذہ الامۃ یعنی اہل سنت عورتیں اس امت کی ہیں ایسے نادان اگر امت مصطفوی کے فرقہ حقہ کے کسی فعل کی حقیقت نہ سمجھیں تو کیا بعید ہے بلکہ عین مقتضای قیاس ہے اور معلوم نہیں ہے شیخ سید الاولیا اسکو کہتا ہے اگر ابوبکر کو یا عمر کو کہتا ہے وہ تو دونو جاہل تھے اور احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور یہ اہل بیت کی طرف رجوع کرتے تھے یہانتک کہ عورتوں سے الزام کھاتے تھے سبحان اللہ کیا اولیا ہیں اہل سنت کے ایسوں کو ولی البتہ ایسے ہی چاہئیں اور بعد اسکے جو کچھ بکا ہے بالکل پوچ ہے کہ قابل جواب کے نہیں ہے اور مہاجرین کے افضل امت ہونیکا جواب ہم پہلے اس سے دے آئے ہیں اور ابوبکر کی فضیلت کا اشارہ بھی کہیں نہیں ہے بلکہ مذمت اسکی صراحۃً قرآن میں موجود ہے چنانچہ فرماتا ہے تریدون عرض الدنیا جسوقت جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کا مشورہ ہوا تھا خلیفہ صاحب نے اسوقت انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی **قال الشیخ الاشعری** القصہ مقتضای ایمان خدا اور آداب ائمہ ہدیٰ تو یوں تھا کہ اگر بالفرض والتقدیر حضرت ابوبکر صدیق بظاہر ملحد و زندیق ہی شیعوں کو نظر آتے تو خدا کی گواہی اور ائمہ کی شہادت کے بعد جو انکی بزرگی کی نسبت عالی میں وارد ہے اور اوسط میں اس رسالہ کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہی سستی اور اپنی عقل نارسا کی تکذیب کرتے اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام کے قصہ کو پیش نظر کر کے تسکین خاطر پریشان اور تسلی طبع کج کر لیتے کیونکہ جناب باری تعالیٰ نے اس قصہ کو ایسے ہی دونوں کے واسطے بیان فرمایا ہے حضرت خضر جیسے عقل کے دشمن اپنی کج فہمی کے باعث خدا کی مقربوں اور دوستوں سے بدگمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن نہ بنالیں قربان جائیے خدا علیم کے کتنی دور کی سوجھتی ہے مگر آفریں ہے

شیعوں کی بھی عقل پر کیا پتھر ہی نہ سمجھے خیر خدا انہیں سمجھے القصہ مقتضائے ایمان و ادب تو یہہ تھا اور اگر بحکم چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر یہ بات انکو دشوار تھی ۔
اقول ہم تو ابوبکر کو ملحد اور زندیق نہیں کہتے اور نہ صدیق کہتے ہیں تم انکو صدیق کہتے ہو زندیق کہنے لگو ہم تو انکو مسلمان جانتے ہیں لیکن وہ بسبب حب جاہ کے اور طمع حکومت اور مال دنیا کے حد شرع سے تجاوز بھی کر گئے ایمان صحیح سے خارج ہو گئے تھے اور بالخصوص انکی بزرگی کی نسبت کوئی خدا کی گواہی ہی اور خاتمہ ہدی کی شہادت ہے اور اول اور اوسط میں اس رسالہ کے جو کچھ اس شیخ نے موافق اپنے اعتقاد فاسد کے لکھا ہے ہم اسکو باطل کر آئے ہیں اور ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ہم خلفاء ثلاثہ کو موافق حکم خدا اور ارشاد ائمہ ہدی اچھا نہیں جانتے بلکہ ہم بسبب انکے افعال ناشایستہ کے بد دعا کرتے ہیں اہل سنت اپنی کم فہمی کے سبب اسکو سمجھتے نہیں ہیں اور اس امر میں ہم پر طعن کرتے ہیں باوجودیکہ ثلثہ کے افعال ناشایستہ سے کتابیں انکی بہری ہوئی ہیں اور یہ کیا سمجھینگے حضرت موسی تو حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں تھے اب میں مطابق قول اس شیخ کے اہل سنت کو کہتا ہوں کہ القصہ مقتضائے ایمان خدا اور ادب ائمہ ہدی تو یوں تھا کہ اگر بالفرض والتقدیر ابوبکر بن ابی قحافہ بظاہر اچھے ہی سنیوں کو نظر آتے تو خدا کی گواہی بد افعالی کی مذمت میں کہ جن میں سے ایک یہ بھی ہیں اور ائمہ کی شہادت کے بعد جو انکی لعن اور تشنیع کی نسبت اول میں اور اوسط میں اس جواب کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہی سنتی اور اپنی عقل نارسا کی تکذیب کرتے اور حضرت موسی اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کو پیش نظر کرکے تسکین خاطر پریشان اور تسلی طبع کج کر لیتے کیونکہ جناب باریتعالی نے اس قصہ کو ایسے ہی دنوں کے واسطے بیان فرمایا حضرات اہل سنت جیسے عقل کے دشمن اپنی کم فہمی کے باعث خدا کے دشمنوں سے نیک گمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن بنا لیں قربان جائیے خدائے علیم کے کیسی دور کی سوجھتی ہے مگر آفرین ہے اہل سنت کی ہی عقل پر کیا پتھر ہی تھا سمجھے خیر خدا انہیں سمجھے القصہ مقتضائے ایمان و ادب تو یہ تھا اور اگر بحکم چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر یہ بات انکو دشوار ہی تھی **قال الشیخ الاشعری** تو یہ تو شیعہ خواہ مخواہ مانیں ہی گے کہ قیامت کو بعضے گنہگاروں کی اعمال بد کو حسنہ بنا دینگے کیونکہ کلام اللہ موجود ہی دیکھو کیا فرماتے ہیں الا من تاب و آمن و عمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات یعنی جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کئے تو انکے گناہوں کو بھی خدا نیکیاں بنا دیگا فقط اور اگر خوردہ بینیاں شیعہ کو یہ خلجان ہو کہ اس آیت میں جن گناہوں کی نیکیاں بنا لینے کی طرف اشارہ ہے ظاہر وہ ہی گناہ معلوم ہوتے ہیں جنکا سیاق میں ذکر ہے اور وہ ظاہر ایام کفر کے گناہ ہیں سو ابوبکر صدیق کا کوئی گناہ نبی کا بھی تو نہیں کا جو ایام جاہلیت کے گناہوں میں کا ہوگا ہمیں تو بہت سی ایسی باتوں میں کلام ہے جو بعد ان ایمان ان سے صادر ہوئیں مثلا غصب فدک کہ وہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات ان سے ظہور میں آیا تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ ایسا شبہ انہیں لوگوں کا کام ہے کہ جنکا دل شبہ میں پڑا ہوا ہے اور ابتک درجہ یقین اور ایمان تک نہیں پہنچا اگر ما سبق میں گناہاں زمانہ کفر ہی کا ذکر ہو اور انہیں کی نسبت تبدیل کا یعنی نیکی بنا دینے کا اشارہ ہو تب بھی اتنی بات ثابت ہو گئی کہ خدا کو گناہوں کا نیکی بنا دینا آتا ہے پھر جب کفر کے زمانہ کی گناہوں کو کہ وہ بہ نسبت گناہان ایام ایمان کے گناہوں میں زیادہ ہی ہوتی ہیں خدا کو نیکی بنا دینا آتا ہو تو ایام ایمان کے گناہوں کا نیکی بنا دینا تو سہل ہی ہوگا پھر جسکی خدا اور ائمہ ہدی تعریف فرمائیں انکے ایمان کیا بزرگی میں اسی ہی کو شک ہو سکتا ہے جسکو خدا اور ائمہ ہدی کی بات میں شک ہو غرض جب ایمان اور صلاحیت اعمال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت خداوندی اور بگواہی ائمہ ہدی ثابت ہو گئی تو اسباب میں کیوں تامل ہے کہ انکے گناہ نیکیاں ہو جائیں اور اگر یوں کہئے کہ گناہوں کا نیکیاں بنجانا توبہ کے ساتھ متعلق ہے ابوبکر صدیق کا ہی سے معلوم ہو کہ توبہ کرکے مرے تھے اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ اگر متعلق ہو بھی تو کسی ایسی نیکیاں بنا دینے کا وعدہ معلق ہوگا کچھ امکان تو معلق نہیں پھر جب خداوند کریم اور ائمہ دین انکی تعریف فرمائیں تو اگر ان سے یہ خطا ہوئی بھی تھی تب بجز اسکے انکی تعریف اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ انکی خطا کو بھی جناب باریتعالی نے نیکی بنا دیا ہو گو انہوں نے توبہ نکی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر توبہ ہی پر تبدیل سیئات بحسنات موقوف ہے تو خداوند متین اور ائمہ دین کی تعریف خود اس بات کی گواہ ہے کہ وہ توبہ کرکے اس عالم سے تشریف لیگئے ہیں تو وہ قابل تعریف تو کجا البتہ لائق ہجو اور مستوجب سزا تھے ہاں اگر شیعہ یہ گرفت کریں کہ خداوند علیم نے تو تعریف پہلے کی تھی یہ خطا اس کے بعد میں سرزد ہوئی تو اسکا جواب ہمارے پاس بجز اسکے کچھ نہیں کہ البتہ شیعوں کا خدا ایسا ہی ہوگا جسے چار دن کے بعد بھی خبر نہو ہمارا خدا عالم الغیب ہے ازل سے ابد تک سب اسکے پیش نظر ہے اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حسب گمان شیعہ بہتر نہیں ہوتے تو خداوند کریم ہرگز تعریف نفرماتا اسکو کیا ضرورت تھی کہ ایک غلط بات کہکے آج شیعوں سے شرمندہ ہوتا اگر خدا کی نہیں مانتے تو نعوذ باللہ تو ائمہ ہدی تو بزعم شیعہ خدا سے بھی بڑھکر ہیں خدا کو تو بدا بھی واقع ہوا ہے ائمہ کو تو بدا بھی نہیں ہوتا پھر ان علم ماکان و علم مایکون انکو حاصل انکی تعریف کا تو بجز اسکے جواب ہی نہیں کہ حضرت ابوبکر کے گناہ بھی نیکیاں ہی بن گئی ہوں ۔ **اقول** اس بیہودہ بکنے سے کیا فائدہ کہ ایک امر کو بار بار بیان کرتا ہے آدمی کو چاہئے کہ جب ایک بات لکھ لے تو بعد اسکے دوسری لکھے یہ کہ ایک ہی بات کو گاتا چلا جاوے اور کتاب کو لغو اور بیہودہ باتوں سے سیاہ کرے اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت کے روز گناہ نیکیوں سے بدل جائیں گے یہ سب درست ہے لیکن بشرطیکہ ایمان صحیح اور خاتمہ بالخیر کہ ایمان درست پر مرا ہو اور اعمال صحیح بجا لایا ہو اور ولاء اہلبیت دین میں نبی کے بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اگر یہ شرط نہیں ہے اور ہم جو ثلثہ کو برا کہتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک یہ ہمارا کہنا برا ہے تو یہ برائی ہماری نیکی بنجائیگی پس معلوم ہوا کہ برائیوں کا

نیکیاں بجا نا بشرط ایمان و اعمال صالحہ ہے اور ابوبکر کا وقت مرنیکے نہ ایمان صحیح تھا اور نہ زندگی میں اعمال صحیحہ خلیفہ صاحب سے صادر ہوئے تھے بلکہ دین میں احداث کرکے سر تک اعمال بد ان سے صادر ہوئے ہیں اور احداث دین میں کرنا تو موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے ہی چنانچہ جامع الاصول میں اور تیسیر الوصول میں ہے اور جذب القلوب میں بھی ظرف اسکے اشارہ ہے ان مالک قال قال رسول اللہ صلعم لشہداء احد ھؤلاء اشھد علیھم فقال ابوبکر الصدیق الستنا یا رسول اللہ باخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال النبی صلعم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال وانا لکائنون بعدک۔ یعنی تحقیق رسولخدا صلے اللہ علیہ واٰلہ نے فرمایا واسطے شہدائے احد کے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ گواہی دینا ہوں میں انکی خاتمہ خیر پس کہا ابوبکر صدیق نے کہ کیا ہم نہیں ہیں یا رسولخدا بھائی انکے اسلام لائے ہم جیسے کہ اسلام قبول کیا انہوں نے اور جہاد کیا ہمنے جیسے کہ جہاد کیا انہوں نے پس فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ واٰلہ نے کہ ہاں اور لیکن نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کروگے تم بعد میرے پس رویا ابوبکر پھر رویا پس کہا کہ اور تحقیق ہم ہونیوالے ہیں ایسے ہی بعد تیرے اب اس روایت کو لاحظہ کرنا چاہیے کہ ابوبکر کو خاتمہ بالخیر ہونا نہیں مثل شہدائے احد کے نظر آیا اور اگر حضرت کو ابوبکر وغیرہ کے خاتمہ کی خبر نہتی تو فرماتے کہ نہیں جانتا میں کہ تمہارا کیا انجام ہوگا اسطرح کیوں فرماتے کہ معلوم نہیں تم کیا احداث کروگے بعد میرے حضرت کو انکے احداث کی خبر تھی تو ایسا فرمایا اور اگر اعمال اچھے ہوتے تو وقت مرنیکے ابوبکر افسوس کرکے کیوں کہتے کہ یا لیتنی ترکت بیت فاطمۃ ولم اکشفہ چنانچہ کنز العمال میں ہے یعنے ای کاش کہ ترک کرتا میں خانہ فاطمہ کو اور کہولتا میں اسکو اور اگر اسکے اعمال اچھے ہوتے تو حضرت علی اور عباس عم رسول مقبول سے میاں عمر کیوں کہتے کہ تم دونوں ابوبکر کو خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور مجھکو بھی ایسا ہی جانتے ہو اور ایسے ہی تھے وہ کہ جناب رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر میدان کارزار سے بھاگ جاتے تھے اور جماعت نماز میں سے حضرت کو اکیلا چھوڑ کر واسطے تماشے لہو کے کہسک جاتے تھے چنانچہ قرآن میں ہے اور گناہ خواہ قبل ایمان ہوں خواہ بعد ایمان ہوں وہی گناہ نیکیاں بنجائیں گی کہ جن گناہ ہونیکا کرنیوالا ایمان صحیح پر مرا ہو اور دین میں جس نے احداث نکیا ہو اور اعمال نیک صحیحہ بجالایا ہو اور ابوبکر دین میں احداث کرکے اور افعال سخت عمل میں لاکر مرا ہے اسکے گناہ اس قابل نہیں ہیں کہ نیکیاں بنجائیں اور آیت الا من تاب وآمن ان صحابہ کی شان میں ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کیطرف رجوع کی ہے بعد منحرف ہونیکے اور انکی ہمراہ ہوکر ناکثین اور مارقین اور قاسطین سے لڑے ہیں اور فدک کے غصب کرنیکا گناہ مثل کفر کے ہے کہ اس میں جناب رسولخدا صلعم کی کچھ قدر نجانی بلکہ حضرت کو مثل عوام الناس کے مثل دہنے اور جولاہے کی سمجھا اور حضرت کی کچھ عظمت نجانی کہ ایسے کے جگر گوشہ کا حق ظلم اور تعدی سے غصب کیا اسی لیئے حکیم سنائی کہتے ہیں کہ ما مرا او بنیاد زروئے اعتقاد حق زہرا خوردن و دین پیمبر شتن بناد یخدا کہ البتہ گناہوں کا نیکی بنا دینا آتا ہے لیکن مومنین صالحین کے گناہوں کا نہ ابوبکر اور عمر کے گناہوں کا کہ وہ مومنین صالحین میں سے نتہے بلکہ منافق الایمان اور فساق و فجار میں سے تہے انکے گناہ کیونکر نیکیاں بن جائیں گے اور یہ جو بار بار کہتا ہے کہ خدا تعالی نے اور ائمہ ہدی نے ابوبکر کی تعریف کی ہے یہ سب غلط ہے خدا تعالی نے قرآن میں بالخصوص کسی جگہ ابوبکر کی تعریف نہیں کی ہے اور علی العموم جیسے کہ سب اصحاب کی تعریف کی ہے ایسے ہی علی العموم انکی مذمت بھی قرآن میں کی ہے جیسے کہ فرماتا ہے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا انْفَضُّوْا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَائِمًا اور فرماتا ہے کہ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ اور فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اور فرماتا ہے کہ وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ اور فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا اور سوا اسکے بہت سی آیتیں علی العموم مذمت میں ہیں اور ائمہ ہدی نے بھی ابوبکر کی تعریف کی ہے بلکہ اکثر روایتیں ان سے انکی مذمت اور بعض طعن میں ہیں اور جس روایت کو یہ ابوبکر کی تعریف میں کہتا ہے وہ ہماری روایت نہیں ہے بلکہ اہل سنت کی روایت ہے اور دارقطنی نے اسکی تخریج کی ہے پس یہ شیخ جو دعوی کرتا ہے خدا کی اور ائمہ ہدی کی گواہی کا ابوبکر کی بھلائی میں بالکل باطل ہے اور توبہ کرنا ابوبکر کا گناہوں سے ہرگز ثابت نہیں ہے کیا اس نے خلافت اور فدک کو واپس کرکے حضرت علی کو اور حضرت فاطمہ زہرا کو دیدیا تھا کہ توبہ اسکی ثابت ہو اور بار بار یہی کہتا ہے کہ خدا نے اور ائمہ ہدی نے اسکی تعریف کی ہے اس بار بار کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط کہتا ہے اور ہرگز تعریف اسکی نہیں کی ہے بلکہ ائمہ ہدی نے تو اسکی مذمت کی ہے اور خدا تعالی تو ازل سے بدعت اسکا دین میں احداث کرنا جانتا تہا اسواسطے کہ وہ ازل سے ابد تک ہر چیز کا عالم ہے پھر وہ کیوں تعریف اسکی کرتا تو یہی کہتا ہے کہ تعریف اسکی خدا نے کی ہے بدون دلیل کے اور بار بار کہتا جاتا ہے باوجودیکہ خدا تعالی نے بالخصوص کسی جگہ اسکی تعریف نہیں کی ہے ابلیس نے اس شیخ کو اغوا کیا ہے کہ جو بار بار ایسا کہتا ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ابلیس خدا سے بڑھکر ہے اسواسطے کہ انکے پیر چلتے ہیں اور ابلیس ہی نے انکا مذہب ایجاد کیا ہے کہ پہلے سب سے ابلیس نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی چنانچہ حضرت صادق سے یہی روایت ہے اور جس چیز کو ہم بدل کہتے ہیں اس میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جس بداء کو ہماری طرف منسوب کرتے ہو وہ ہمارا مذہب نہیں ہے اور انکے معتقد کو ہم کافر جانتے ہیں اور ازل سے ابد تک خدا تعالی ہر چیز کا ظاہر کا باطن کا جاننے والا ہے نزدیک عالم ہے اور ائمہ ہدی کو ہمارے نزدیک علم ما کان و ما یکون اس طرح نہیں ہے کہ انکو بالفعل سب حاصل ہو بلکہ ممکن الحصول ہیں کہ جسوقت وہ چاہیں خدا تعالی انکو الہام کردیتا ہے یہ مراد ہے علم ما کان و ما یکون سے اور تو یقین کی کتابوں سے ثابت ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام برگزیدہ اولاد رسول مقبول تہے اور ان حضرات سے سینہ بسینہ انکو علم پہنچا تھا لیکن تم تو بہر دیکھتے ہو اور جلاہے مداری اور پیروں میں علم ما کان و علم ما یکون بیان کرتے ہو دیکھلے تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس جامی وغیرہ اپنے اولیاء کی حال کی کتابوں کو کہ انمیں لکھا ہے یا نہیں اور ہمارے ائمہ طاہرین کو تو علم ما کان و علم ما یکون سوا اہل سنت کی کتابوں سے

ثابت ہے چنانچہ مولوی جامی نے شواہد النبوت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا کہ عندنا علم ما کان و ما یکون والی یوم القیامہ اور گناہوں کو نیکیاں کر دینے سے مقصود اس شیخ کا یہ ہے کہ دشمنان اہل بیت یہانتک کہ مروان اور معاویہ اور عمرو عاص اور یزید اور شمر اور عمر سعد اور عبد الملک و حجاج اور کل بنی عباس سب بخشے جائینگے اور بہشت میں داخل ہونگے اور یزید کو انکے علماء مثل امام غزالی اور ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ مومن تھا اور حسین کو جو اس نے قتل کروایا ہے اس سے اسکے ایمان میں کچھ نقصان نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اسیہ بھی نہ سہی ہم اور جواب رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ روایات شیعہ اسبات کی شاہد ہیں کہ ابوبکر صدیق گناہ غصب فدک سے تائب ہو کر مرے ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالی قریب ہے بحوالہ روایات کتب شیعہ یہ مضمون مرقوم ہوگا کہ حضرت فاطمہ انسے راضی ہو گئیں اب فرمایئے توبہ اور کسے کہتے ہیں اسیکا نام توبہ ہے اور اگر اسپر بھی شیعوں کے دل کا کفر نہ جاوے تو انکی بھی تدبیر ہے **اقول** ابوبکر ہرگز ہرگز فدک کے گناہ سے توبہ کر کے نہیں مرے ہیں یہ دعوی تیرا بالکل دروغ ہے اور شیعہ کی کسی کتاب میں یہ مضمون نہیں لکھا ہے اور نہ ابوبکر نے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو تادم واپسیں فدک کو واپس کیا ہے اور فاطمہ زہرا تمام عمر ابوبکر سے کبھی راضی نہیں ہوئیں صحیح بخاری میں تو لکھا ہے کہ فاطمہ ابوبکر پر غضب میں ہوئیں اور نہ کلام کیا ابوبکر سے کبھی یہانتک کہ مر گئیں کیا دھوکا دیتا ہے یہ شیخ کہتا ہے کہ اور توبہ کسکو کہتے ہیں ارے پہلے توبہ کرنے کو ثابت کر لے اور بعد اسکے کہہ کہ اور توبہ کسکو کہتے ہیں اگر ابوبکر توبہ کرتے اور فدک فاطمہ کو دیدیتے تو پھر کیا جھگڑا تھا اور کافر تو اہل سنت ہیں کہ کفر کی باتیں کرنے والوں کو اپنا پیر و مرشد جانتے ہیں اور بڑا فخر اور ناز اسپر کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** آخر شیعوں کے نزدیک بھی اتنی بات مسلم ہے کہ قیامت کو حساب کتاب کے بعد جسکے اچھے عمل زیادہ نکلیں گے وہ جنت میں جاویگا جسکے برے عمل زیادہ ہونگے وہ دوزخ میں اور اگر بنظر دور اندیشی اسوقت اس عقیدہ میں کچھ شک بھی آجاوے تو لیجئے یہ کلام اللہ کی آیت موجود ہے اور کلام اللہ میں سے عم ہی کا سیپارہ اسمیں سے اول ہی کی سورتوں میں کی ہے شیعوں کو یاد بھی نہیں مگر یاد تو ضرور ہی ہونگی وہ آیت یہ ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ یعنی جنکے عمل تول میں بھاری ہونگے تو وہ اچھی ہیں اور جنکے عمل ہلکے نکلیں گے انکا ٹھکانا ہاویہ ہے اور تجھکو کیا معلوم وہ کیا ہے وہ ایک آگ ہے گرم دہکتی فقط اب تو کچھ تکرار کی بات باقی نہیں سو اس صورت میں خداوند علیم اور ائمہ جسکی تعریف فرمائیں وہ اگر خطاوار بھی تھا تب بھی معلوم ہوا کہ اسکی اچھے عمل زیادہ تھے پھر ان خطاؤں کے باعث انسے رنجیدہ رہنا ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کہا ہے مدعی سست گواہ چست یا عربی کی مثل ہے رضی الخصمان و لم یرض القاضی یعنی مدعی مدعا علیہ تو راضی ہوگئے پر قاضی جی راضی نہوئے خداوند کریم اور ائمہ دین تو راضی ہو جائیں پر شیعہ راضی نہوں اور اسپر بھی خاک ڈالو ابوبکر صدیق کے اچھے عملوں کا زیادہ ہونا ہی شیعوں کو ناگوار ہو تو اسمیں تو کچھ دھوکا ہی نہیں کہ وہ مہاجرین اولین اور مصاحبان رسول اللہ صلعم میں سے تھے سو مہاجرین اولین اور ہمراہیان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال آیت وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الآیہ کی شرح کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے کہ خدا انسے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی اور اللہ تعالی نے انکیلئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں اور اللہ نے انسے وعدہ مغفرت گناہاں اور وعدہ اجر عظیم کا کر لیا ہے سو اگر بالفرض والتقدیر ابوبکر صدیق کے گناہ ہی زیادہ تھے یا فرض کرو کہ وہ سراپا گناہ اور ہمہ تن ظلم و جفا ہی تھے تب اس صورت میں بھی طعن باقی نہیں کیونکہ خداوند کریم اپنی وعدہ کا سچا اور بات کا ایکا ہے مثل حضرت شیعہ نہیں جنکو دین کی باتوں میں بھی جہل ہے دنیا کا تو کیا ذکر سو ہمکو یقین ہے کہ خدا انسے راضی ہے گو شیعہ ناراض ہوں وہ ناراض ہونگے خدا کو ناراض اور اہل بیت کو رنجیدہ کرینگے کیونکہ اہل بیت تو ایسے نہیں کہ گوشہ عنایت خداوندی کسی طرف کو دیکھیں پھر اس طرف کو نہ جھکیں بلکہ انکی سعادت ازلی اور ہدایت لم یزلی سے یوں یقین کامل ہے کہ اگر بفرض محال حسب مقال شیعہ ابوبکر صدیق نے کچھ ان پر ظلم اور تعدی بھی کی ہو تب اپنے حقوق سے درگزریں اور بلحاظ رضای خداوندی حسب مثل مشہور ہر عیب کہ سلطان بپسند د ہنر است اپنے اوپر جفا کو وفا سمجھیں نقل مشہور ہے جدھر رب ادھر سب اور اہل بیت اپنے حقوق سے آپ کیا درگزر ینگے اور کیا راضی ہونگے خداوند کریم جب راضی ہوگا سب کو راضی کر دیگا **اقول** البتہ جسکے اعمال نیک کا پلہ بھاری ہوگا وہ بہشت میں جاویگا اور یہ بھی درست ہے کہ جسکی تعریف خداتعالی اور ائمہ ہدی فرمائیں اسکے اعمال اچھے زیادہ ہونگے لیکن خاص خلفاء ثلاثہ کی تعریف نہ تو خداتعالی کی ہے نہ ائمہ ہدی نے اور ائمہ ہدی ہمیشہ انکی مذمت کرتے رہے ہیں اور انسے رنجیدہ رہے ہیں اور خداتعالی اور ائمہ ہدی ہرگز انسے راضی نہیں ہیں اور جب کہ خداتعالی اور ائمہ ہدی ہی انسے راضی نہیں ہیں تو شیعہ بھی انسے راضی نہیں ہیں اور ابوبکر ہرگز مہاجرین اولین میں سے نہیں ہے اول تو آیت والسابقون الاولون سے سبقت ہجرت مراد نہیں ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے اور بالفرض سبقت ہجرت اس سے مراد لیجاوے تو ابوبکر... مہاجرین اولین میں سے نہونگے بلکہ مہاجرین اولین وہ ہیں کہ جنہوں نے طرف حبشہ کے ہجرت کی ہے اسواسطے کہ پہلی ہجرت وہی ہے اور ہجرت طرف مدینہ کے بعد اسکے ہے اور مصاحب رسول خدا صلعم کے تو منافقین بھی تھے چنانچہ قرآن اسکا گواہ ہے اور ابوبکر کے اچھے اعمال کونسے تھے کہ جو شیعوں کو ناگوار ہوں سبب بے علمی کے لوگوں کو گمراہ کرتے تھے اپنی رائے سے احکام جاری کرتے اور اگر بعضے اعمال اچھے بھی ہوئے تو اس سے کیا ہوتا ہے ایک گناہ بد بعضا ایسا ہوتا ہے کہ سب اعمال نیک کو نابود کر دیتا ہے ابلیس عابد تھا اور معلم الملکوت کہلاتا تھا ایک گناہ ہی کی سزا میں کہ وہ سجدہ کرنا آدم کا تھا ملعون ہو گیا اور آیت والسابقون الاولون اور آیت محمد رسول اللہ کا جواب پہلے اس سے ہو چکا ہے اور خداتعالی تو سب مومنین سے راضی ہے کچھ مہاجرین پر منحصر نہیں ہے چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

ابوبکر صدیق نے گو فدک غصب کر لیا تھا لیکن پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو راضی کر لیا تھا

عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ یعنی تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے وہی لوگ بہتر خلقت کے ہیں جزا انکی نزدیک
پروردگار انکے کی بہشتیں ہیں عدن کی کہ جاری ہیں نیچے محلوں انکی کی نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اُن بہشتوں میں اللہ راضی ہے خدا اُن سے اور راضی ہیں وہ خدا سے وہ واسطے اُس
شخص کے ہے کہ ڈرے اپنے پروردگار سے لیکن جنتیں اور مغفرت گناہان سلامتی ایمان پر موقوف ہے کہ وقت مرنے کے ایمان سلامت ہو اور وعدہ اجر عظیم بھی انہیں لوگوں سے ہے کہ جو ایمان پر مرے
ہیں اسواسطے کہ خدا تعالیٰ ان مہاجرین و انصار اور جمیع مومنین کیطرف خطاب کرتا ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا
والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون اور جو شخص کہ مرتد ہو جائے اور پھر جائے تم میں سے دین اپنے سے پس مر جائے اور حال یہ ہے کہ کافر ہے پس لوگ وہ ہیں کہ نابود ہو گئے ہیں اعمال اُنکے دنیا
اور آخرت میں اور یہی ہیں صاحبان آتش دوزخ کہ وہ آتش دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور خدا تعالیٰ بے شک اپنے وعدہ کا سچا ہے اور بات کا پکا ہے مومنین کو جو کہ ایمان پر مرے ہیں اُنکے گناہ
بخشیگا اور جنت انکو عطا کریگا لیکن گناہ ابوبکر کا ایسا نہیں ہے کہ قابل مغفرت ہو اور خدا تعالیٰ نے سب مومنین سے وعدہ بہشت میں داخل کرنیکا کیا ہے اور اُن سے راضی ہے اور
انکی تعریف کرتا ہے لیکن بعد رسول خدا صلعم کے سیکڑوں مومنین مرتد ہو گئے چنانچہ کتب اہل سنت اسپر گواہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وعدہ خدا مغفرت اور بہشت کا انہیں مومنین سے
ہے کہ جو ایمان پر مرے ہیں اور ویسے ہی مہاجرین و انصار کہ جو ایمان پر مرے ہیں اور شیعوں کے دین کی باتوں میں ہرگز دخل نہیں ہے اسواسطے کہ شیعہ اُن عالموں کی پیروی ہیں کہ جو
وارثان علم رسول مقبول ہیں اور سینہ بسینہ انکو آنحضرت سے علم پہنچا ہے اور جہالت اہل سنت کے دین میں ہے کہ وہ جاہلوں کی پیروی کرتے ہیں لوگ کہ جو عورتوں سے الزام کہاتے تھے اور اپنی
جہالت کا اقرار کرتے تھے اور خدا تعالیٰ اُن لوگوں سے ہرگز راضی نہیں ہے اسیواسطے شیعہ بھی اُن سے راضی نہیں ہیں اور شیعہ جو اُن سے ناراض ہیں تو اسی جہت سے کہ خدا اور ائمہ ہدی
بھی شیعوں سے راضی ہیں اور وہ لوگ کہ اُن سے راضی ہیں تو خدا تعالیٰ اور ائمہ ہدی دونوں اُن لوگوں سے رنجیدہ ہیں اور اہل بیت گوشہ غضب خداوندی کو اُنکی طرف دیکھ کر طرف اُنکی
نہیں جھکتی ہیں اور اپنی حقوق سے اہل بیت ہرگز درگزر نکرینگے کہ اکثر اُنکی مذمت فرماتے رہے ہیں اور خدا تعالیٰ ہرگز اُن سے راضی نہیں ہے کہ اُنہوں نے بہت ستم کئے ہیں اور دین خدا میں
احداث کیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور رب اُن ظالموں کی طرف ہرگز نہیں ہے بلکہ اُن سے ناراض ہے اور جو کہ اُن سے راضی ہے اور اُنکو اچھا جانتا ہے اور اُنکی پیروی کرتا ہے
خدا تعالیٰ اُنکو بھی اپنے غضب میں گرفتار کریگا اور اُن سے راضی ہونیکا تو کچھ دخل ہی نہیں ہے اور تو جو کہتا ہے کہ ہر چہ سلطان پسند درست یہ تیرا اور تیرے مذہب والوں کا
اعتقاد ہے اور ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ عیب پر ہرگز نہیں ہے خدا تعالیٰ کو بھی تو نے مثل سلاطین دنیا کر دیا **قال الشیخ الاشعری** آخر کلام اللہ میں موجود ہے و نزعنا ما فی صدورہم
من غل اخوانا علی سرر متقابلین یعنی جنتیوں کے حق میں فرماتے ہیں اور نکال ڈالی ہے جو کچھ انکی دلوں میں رنج تھے بھائی ہو گئے تختوں پر بیٹھے ہوئے فقط اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ
جیسے جنتی ایسے بھی ہو گئے کہ آنکے باہم دنیا میں رنج و عداوتیں تھی پر جب خداوند کریم انکو جنت میں داخل کریگا اُن رنجوں کو اُنکے دلوں سے نکال ڈالیگا سو اسی طرح یہاں بھی تصور فرما
لینا چاہیے آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بشہادت کلام خدا اور کلام ائمہ ہدی شیعوں کو جبراً قہراً تسلیم کرنا پڑا ہے اور اہل بیت کے جنتی ہونیکا پہلے ہی سنیوں
اور شیعوں کو باتفاق یقین ہے اور اگر شیعہ سنیوں کی ضد میں انکی جنتی ہونے میں کلام کرنے لگیں تو انکی ہٹ دھرمی ہے کچھ بعید نہیں غرض جب دونوں فریق جنتی ہوئے تو اُنکے کینے
اور عداوتیں خداوند کریم آپ نکال دیگا اور اگر با شیعہ فہمائش بلیغ سبحان عبد اللہ بن سبا کو کچھ اثر نہو اور جیسے سامری کے ایک کرشمے پر بنی اسرائیل بہک گئے اور حضرت موسیٰ کے ہزار
سمجھانے پر کسی ڈھب سے راہ پر نہ آئے اُس غبار کے سخن بے سر و پا پر ایسے جمے کہ میرے اس دلائل محکم اور مستحکم سے بھی اکھڑ جائیں تو جیسے موسیٰ نے دستاویز ضلالت اسیر سامری کو باطل
کر دیا یعنی اُس سونے کی بچھڑے کو جو برکت خاک پائے جبرئیل علیہ السلام بولنے لگا تھا اور بنی اسرائیل اُسے پوجنے لگے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ کر کے بہا دیا
تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ اگر یہ معبود برحق اور خدا برحق ہوتا تو بندوں کی ہاتھوں سے یوں کیوں ذلیل ہوتا اسیطرح میں بھی حجت ناری مولوی عمار علی صاحب کو بعینہ اسی طرز و انداز میں
عبد اللہ بن سبا ثانی اور دغا ہائے تازہ کی بانی مبانی ہیں بلکہ انکی حجتیں اسی سرکردہ شقاوت پرور کی تراشی ہوئی باتیں ہیں اور اسی کی پرانی خرافات میں ہیں ادلہ قاطعہ سے قطع کرکے سولی چڑھا
کے اُڑائے دیتا ہوں تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ حجتان پریشان مولوی صاحب اگر قابل پذیرائی اہل انصاف ہوتی تو یوں مثل گرد منتشر ہوا کے سہارے نہ اُڑ جاتے **اقول** البتہ خدا تعالیٰ مومنین کے
سینوں سے جو کہ جنتی ہیں اور دنیا میں وہ باہم عداوت و بغض رکھتے تھے جنت میں اُن رنجوں اور عداوتوں کو اُنکے سینوں سے نکال ڈالیگا لیکن پہلے ابوبکر کا جنتی ہونا ثابت کر لو تب یہ کلام کرو اور
خدا تعالیٰ نے کسی آیت میں نہیں فرمایا ہے کہ ابوبکر جنتی ہے اور نہ ائمہ ہدی کے کلام سے ایسا ثابت ہے اور اگر ابوبکر کا جنتی ہونا ثابت ہو تو یہ باہم شیعہ و سنی کا اسقدر تکرار و بحث کسواسطے ہوتی
بڑا بیہودہ ہے یہ شیخ کہ جو کہتا ہے شیعوں کو تو ابوبکر کا جنتی ہونا تسلیم کرنا ہی پڑیگا اور کلام اللہ میں جیسے کہ علی العموم آیات مدح مسما بہ قدر کم ہیں ایسی ہی آیات مذمت بھی ذکر ہوئی ہیں
تاکہ کسیکا مرقوم نہیں ہے اور ان لوگوں کو بھی کہ خدا تعالیٰ خطاب کرتا ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون
اور ابوبکر کیونکر جنتی ہو جو وقت کہ رسول خدا صلعم نے اسکو خطاب کر کے فرمایا ہو کہ لا تدری ما تحدثون من بعدی جیسا کہ جامع الاصول میں ہے یعنی نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کرو گے تم بعد

میرے اور یہ مطابق ہے اُس روایت کے کہ جو کتب صحاح اہل سنت میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے روز بلا کہ کچھ آدمیوں کو حوض کوثر پر سے ہٹاتے ہوئے دوزخ میں لیجا وینگے میں
کہونگا کہ انکو کہاں لیے جاتے ہو یہ تو اصحاب ہیں میرے فرشتے حضرت سے کہینگے کہ تو نہیں جانتا ہے جو کچھ انہوں نے احداث کیا ہے بعد تیرے اور ہمیشہ مرتد رہے ہیں جب سے کہ تو نے اُن سے مفارقت کی ہے اور جو
کچھ انہوں نے احداث کیے ہیں وہ اہل سنت کی بھی کتابوں میں مرقوم ہیں وہ اُنکے عیبوں کو ایسا چھپاتے ہیں کہ جیسے بلی گوہ کو چھپاتی ہے اور وہاہی اور سست تاویلیں اُسمیں کرتے ہیں لیکن ہم نے
بڑی مستحکم دلیلوں سے اور اہل سنت کی کتابوں کی سند سے اُنکی تاویلوں کو باطل کر دیا ہے اور جا بجا ہم اُنکے احداث کو اور حد شرع سے تجاوز کرنیکو لکھ چکے ہیں اور اہل سنت پر ظاہر کر چکے ہیں اور اگر
باایں ہمہ فمالئس طبیع ان قبعان ابلیس خبیث کو کچھ اثر نہو اور جیسے سامری کے ایک کرشمے پر بنی اسرائیل بہک گئے اور حضرت موسیٰؑ کے ہزار معجزوں پر بھی سر راہ پر نہ آئے اُس و غابازی گمراہ
بے سرو پا یہ ایسے جمے تو میرے اُس اظہار اور بیان واقعی سے بھی اُکھڑ جائیں تو جیسے حضرت موسیٰؑ نے دستاویز ضلالت آمیز سامری کو باطل کر دیا یعنی اُس سونے کے بچھڑے کو جو برکت خاک قدم جبرئیلؑ
بولنے لگا تھا اور بنی اسرائیل اُسی سے پوجنے لگے تھے حضرت موسیٰؑ نے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیا تھا تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ اگر یہ معبود بحق اور خدا برحق ہوتا تو بندوں کے ہاتھوں سے یوں کیونکر
ذلیل ہوتا اسی طرح میں بھی حیلہا حجت تمام اور تاویلہا باطلہ اس شیخ نجدی کو کہ جو بھیطرز و انداز میں ابلیس ثانی اور دغابازی تازہ کا بانی مبانی ہے بلکہ اسکی حجتیں اُسی سرکردہ شقاوت پژوہ
کی تراشی ہوئی باتیں ہیں وہی کی پُرانی خرافاتیں ہیں سو ہاں دلائل قاطعہ سے قطع کر کے اس شیخ نجدی کے ہاتھ کاٹے دیتا ہوں تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ سخنان پریشان شیخ نجدی
اگر قابل پذیرائی اہل انصاف ہوتی تو یوں مثل گزشتہ ہوا کے سہارے نہ اُڑائی جاتی **قال الشیخ الاشعری** سو گوش گزاران مولوی صاحب کو یہ بات یاد رہے کہ دربارۂ غصب فدک جو کچھ مکاری
کر کے زیب رقم فرمایا ہے بزعم خود بہت ہی چالاکی کی تھی لیکن جنکا خدا حافظ ہو اُنکو ایسے دھوکوں سے کیا اندیشہ ؎ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیباں ۰ ہاں ایسے عقل کے اندھے
جیسے ملازمان مولوی صاحب البتہ اس جال میں پھنس جاتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے نامۂ موسومہ میر نادر علی صاحب میں کہ مثل نامۂ سیاہ مولوی صاحب کی خوبی کا
اُسمیں نام و نشان نہیں یوں رقم فرماتے ہیں کہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب معارج النبوۃ نے اور سوا اسکے اور علما
اہل سنت نے روایت کی ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیت ذا القربےٰ حقہ یعنی دے تو اے محمد صلعم قریبوں کو حق اُنکا تو اُسوقت پیغمبر خدا صلعم نے جبرئیل سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں اور حق اُنکا
کیا ہے جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اُسکا فدک ہے فدک اُسکو دیدو اُسوقت رسولخدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علما کی ثابت ہوا کہ رسولخدا صلعم نے فاطمہ کو
فدک دیا تھا فاطمہ مالک فدک کی تھی جب رسولخدا صلعم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور اُنکا قبضہ اُٹھا دیا اب فرمایئے کہ یہ غصب نہیں تو کیا ہے
انتہی یہانتک مولوی صاحب کی عبارت تھی **اقول** مولوی صاحب نے اس غصب فدک میں کچھ مکاری نہیں کی ہے اور نہ کچھ دھوکا دیا ہے اہل سنت کی کتابوں میں جو کچھ فدک کے مقدمہ میں لکھا
ہے وہ اُنہوں نے نقل کر دیا ہے اور اپنی کتاب سے کچھ نہیں لکھا ہے بلکہ جو کچھ لکھا ہے وہ سب قول علماء اہل سنت کے ہیں تو اُن علماء پر اپنی لعنت کر کہ تمنے ایسی باتیں کیوں لکھیں ہیں فدک کے مقدمہ
میں کہ جسمیں شیعوں کو ایک دستاویز ہو گئی اور اُنکو اعتراض کرنیکی گنجایش ہو گئی جو کچھ قصور ہے اس مقدمہ میں تیرے علماء کا ہے اور وہ ہی سکا ہی ہیں اور وہ ہی اپنے عوام کو دھوکا دیتے ہیں ایسی
عبارتیں لکھکر اور وہ ہی عقل کے اندھے ہیں کہ ایسی باتیں لکھکر اعتراض کرتے ہیں لیکن جو کچھ حق ہے وہ بے تامل اُنکے قلم سے نکلجاتا ہے اور ہر چند جانتے ہیں کہ حق کو چھپائیں مگر پھر بھی ظاہر ہی
ہو جاتا ہے اور مولوی صاحب نے تو میر نادر علی صاحب کو خط لکھا تھا کہ وہ اُنکے ہم مذہب ہیں تجھکو تو نہیں لکھا اور نہ اور کسی سنی کو لکھا ہے تجھکو کس واسطے ناگوار ہوا اور تو نے اُنکے درپے ہو کر کسلیے روسیاہی
دنیا اور آخرت کی اختیار کی **قال الشیخ الاشعری** اب ہماری سنئے کہ یہ اعتراض غصب فدک ایک پُرانی بات ہے کچھ ملازمان مولوی صاحب ہی کو نہیں سوجھی سارے شیعہ اسی بی کا گاتے
رہے ہیں لقصہ مولوی صاحب نے بھی پُرانی قے چاٹتی ہیں جو لگلے اُگلتے چلے آئے ہیں پر افسوس یہ ہے کہ ابتدا میں کسی نے یہ دروغ بے فروغ زبان سے نکالا تھا تو نکالا تھا جبتک علماء اہل سنت
کو اسکی خبر بھی نتھی لیکن جسوقت علماء اہل سنت نے جوابات دندان شکن سے شیعوں کے دانت توڑ دیے ہوں تب غیرت کی بات یہ تھی کہ اس بات کو منہ پر بھی نلاتے اگر صواقع اور صواعق کیا
تھی تو بفضلہ تعالیٰ تحفہ اثنا عشریہ تصنیف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ و منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مناظر بے بدل مولوی حیدر علی سلمہ ربہ کہ علماء لکھنؤ بھی اُنکی سانپ ہو گئے تھے
کثرت سے موجود ہیں اُنمیں اس دروغ بیفروغ کے جو کچھ جواب لکھی ہیں پہلے اُنکو رد کرنا تھا جب کہیں اس بات کو زبان پر لانا تھا کیا اگر شرم خدا سے نتھی غیرت نیادی کو بھی طاق میں اُٹھا دھرا
کیسا ہی نامعقول کیوں نہو پر اپنی بات کا جواب سنکر ایک دفعہ تو جیب ہی ہو رہا کرتا ہے ہاں نامرد بیحیا کا یہ کام ہے کہ اگر دلاوران شجاعت نژاد کسی نامرد کی سزا میں کچھ سرزنش کرتے
اور ہاتھ پاؤں ہی معقول کرتے ہیں تو وہ چونکہ ہاتھ پاؤں سے مارا ہوا ہوتا ہے اپنی زبان چلانے سے باز نہیں آتا اور اپنی وہی مرغے کی ایک ٹانگ گائے جاتا ہے مثل مشہور ہے مرد کی ہاتھ چلے پر
نامرد کی زبان سو یہی وتیرہ حضرات شیعہ کا ہے کہ اہل سنت کے جوابات دندان شکن سے سنکر بھی منہ بند نہیں کرتے اور وہی بکے جاتے ہیں اس موقع پر مناسب یوں تھا کہ
ہم بھی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ مولوی عمار علی صاحب نے اپنے عندیہ میں میدان خالی دیکھکر یہ ہاتھ پاؤں ہلائے ہیں تو ہمکو بھی لازم ہے کہ اُنکو اُنکی حقیقت دکھلا دیجے **اقول**
اگر تیرے نزدیک یہ اعتراض غصب فدک پُرانا ہے تو دین محمدی بھی پُرانا ہی ہے اگر اسکو پسند نہیں کرتا ہے تو اسکو بھی پسند نہ کر رسولخدا صلعم کی وفات کے قریب سے یہ اعتراض پُرانا ہے ابتدا سے

ایسا چلا آتا ہی کہ اہل سنت سے آجتک جواب ... اسکا درست نہیں ہو سکا واہی اور پوچ تاویلیں اسمیں کرتے ہیں اور اعتراض جدید کا تو کیا جواب نکلے اور تو اگلی ہوئی علما کی تو توجا تا ہی کہ مولوی عبد العزیز صاحب کے تحفہ کی عبارت کا تو نے ترجمہ ہو بہو کر دیا ہی اپنے گھر سے تو نے کیا لکھا ہی اور ہمیشہ سی قاضی عبد الجبار وغیرہ علماء اہل سنت اسکا جواب لکھتے چلے آئے ہیں لیکن کسی کے اسکا جواب معقول نہیں ہو سکا اور علماء شیعہ نے اس مقدمہ میں علماء اہل سنت کا ایسا سر توڑا ہی کہ سر نہیں اٹھا سکتے اور اسکے جواب سے عاجز ہیں اور نصر اللہ کابلی صاحب صواقع بڑا مفتری اور دروغ گو ہی صد ہا دروغ اُس نے شیعوں پر باندھے ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب نے اُسی کی کتاب صواقع کا فارسی میں ترجمہ کر کے کتاب تحفہ لکھی ہی اور حیدر علی کفش فروش بھی انکا ہی خوشہ چین ہی اور ہمارے علماء نے ان سب کا نقض کیا ہی اگر تجھ کو اسکی خبر نہیں ہی تو اب خبر ہو جائیگی دیکھ تو کہ میں انکی قولوں کو جو کچھ تو نے انکی کتابوں سے لکھے ہیں کیسا ریزہ ریزہ کرتا ہوں اور مثل غبار کے پراگندہ کرتا ہوں اور بے غیرت تو اہل سنت ہیں کہ اکثر کتابیں انکی علی الخصوص ابواب تحفہ رد کی ہوئی پڑی ہیں اور کسی سُنی نے انکا جواب نہیں لکھا اور منتہی الکلام کے جواب کی کیا تجھ کو خبر نہیں ہی کہ وہ کبھی کا رد ہو گیا ہی اور حیدر علی کفش فروش ہی علماء لکھنو کے سامنے بول گیا ہی اور تحفہ کے جواب اور منتہی الکلام کا جواب جو کثرت سے موجود ہی اور چھپ گیا ہے اُنمیں تیری دروغ بے فروغ کے جو کچھ جواب لکھی ہیں پہلے انکو رد کرنا تھا جب کہیں ہمارے مولوی صاحب کا جواب لکھنا تھا اگر شرم خدا سے نہتی غیرت دنیاوی کو بھی طاق میں اُٹھا دھر دیا ہی نامعقول کیوں نہو پرانی بات کا جواب معقول سنکر ایکدفعہ تو چپ ہی ہو رہا کرتا ہی ہاں نامرد بیحیا کا یہ کام ہی اگر دلاوران شجاعت نژاد کسی نامرد کی سزا میں کچھ سرزنش کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں سی معقول کرتے ہیں تو ہاتھ پاؤں سے مارا ہوا ہوتا ہی اپنی زبان چلانے سے باز نہیں آتا اور اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتا ہی مثل مشہور ہے مرد کے ہاتھ چلیں نامرد کی زبان سو یہی تیرا حضرات اہل سنت کا ہی کہ شیعوں کی جوابات دنداں شکن سنکر بھی مُنہ بند نہیں کرتے اور وہی بکے جاتے ہیں اس موقع میں مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ اس شیخ نے اپنے عندیہ میں میدان خالی دیکھکر یہ ہاتھ پاؤں ہلائے تو ہمکو بھی لازم ہی کہ اسکو اسکی حقیقت دکھلا دیجے **قال الشیخ الاشعری** سو عرض یہ ہی کہ بلا زبان مولوی صاحب کو تو کلام اللہ نہ یاد ہی نہ یاد ہو اگر یقین نہو تو کوئی صاحب بھی پوچھ دیکھیں کہ یہ آیت کونسے سیپارہ میں ہی بالجملہ اگر مولوی صاحب اور ہم مذہبان مولوی صاحب کو کلام اللہ یاد ہوتا تو اس آیت کو فدک کے باب میں زبان پر بھی نہ لاتے بلکہ اگر ہم بھی کہتے جب بھی نہ مانتے وجہ اس سخن کی یہ ہی کہ یہ آیت کل دو جا کلام اللہ میں آئی ہی ایک سورہ بنی اسرائیل میں دوسرے سورہ روم میں اور دونو مکی ہیں دونو خیر سے مکہ میں نازل ہوئی تھیں **اقول** مولوی صاحب کو تو قرآن خوب یاد ہی تجھکو ہی یاد نہو گا اور سُنیوں میں اکثر آدمی حافظ قرآن ہیں لیکن اچھا تو بعضوں ہی کو یاد ہو گا اور شیعوں میں جو کوئی حافظ ہی وہ بہت اچھا حافظ ہی اور اسکو خوب یاد ہی چنانچہ ایک مرتبہ تہران اور دوسری مرتبہ امرتسر میں سنیوں اور شیعوں کی حافظوں کا مقابلہ ہوا تو شیعوں کے حافظ غالب آئے اور تو جو بار بار لکھتا ہی کہ شیعوں کو قرآن یاد نہیں ہوتا تو جھوٹ بولکر لعنت خدا میں گرفتار کیوں ہوتا ہی کیا تو نہیں جانتا ہی کہ خدا تعالیٰ قرآن میں کاذب پر لعنت کرتا ہی اور قرآن تو تیری ائمہ کو یاد نہیں ہوتا تھا بارہ برس میں ایک سورہ بقر یاد ہوا تھا تو اسکی خوشی میں گائے ذبح کی تھی دیکھ لے اپنی کتابوں میں لکھا ہی کہ نہیں اور عورتوں سے الزام کھاتا تھا بسبب یاد نہونے قرآن کے چنانچہ تیری کتابوں میں لکھا ہی کہ حکم دیا عمر نے کہ جو کوئی عورت اپنا مہر مہر سنتی سے زیادہ مقرر کریگی تو میں وہ مہر اس سے لیکر بیت المال میں داخل کرونگا عورتیں یہ سنکر عمر کے پاس آئیں اور کہا کیا تجھ کو قرآن یاد نہیں ہی خدا تعالیٰ تو قنطار یعنی مال کثیر کا حکم کرتا ہی مہر کے مقدمہ میں اور تو منع کرتا ہی اُسوقت عمر نے عورتوں سے سنکر کہا کہ كُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ حَتَّى الْمُخَدَّرَاتُ فِي الْحِجَالِ یعنی کل آدمی زیادہ عالم ہیں مسائل میں عمر سے یہاں تک کہ زنان پردہ نشین اور خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہی کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ یعنی تو اے پیغمبر مرنیوالا ہے اور تحقیق کہ وہ سب مرنیوالے ہیں جسوقت رسول خدا نے وفات پائی تو عمر نے کہا رسولخدا مرے نہیں ہیں کہیں پیغمبر بھی مرتا ہی اُسوقت ابوبکر نے سمجھایا اور کہا کہ حضرت نے وفات پائی ہی اور یہی آیت انکے سامنے پڑھی تو یقین ہوا اگر عمر کو یہ آیت یاد ہوتی تو کیوں کہتے کہ پیغمبر نہیں مرتا اور احکام قرآنی میں جسوقت غلطیاں کرتے تھے اور حضرت علی انکو غلطی پر متنبہ کرتے تھے تو کہتے تھے کہ لولا علی لہلک عمر اور ایسے ہی حضرت ابوبکر غلطیاں کرتے تھے اگر قرآن یاد ہوتا تو کیوں غلطی کرتے یہ شیخ شیعوں پر طعن کرتا ہی دروغ و افترا کہ انکو قرآن یاد نہیں ہوتا اور اپنے بڑوں کی خبر نہیں لیتا اور آیت وآت ذا القربی حقہ کے مقدمہ فدک میں ہونیکا کچھ شک نہیں ہے اور جس سورت میں یہ آیت ہے اُس سورت کے مکی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ یہ آیت بھی مکی ہو اسواسطے کہ اکثر سورتیں مکی ایسی ہیں کہ انمیں مدنی آیتیں داخل ہیں اور اکثر سورتیں مدنی ایسی ہیں کہ انمیں مکی آیتیں داخل ہیں پس ان دو سورتوں کا مکی ہونا ہمارے مقصود کو باطل نہیں کرتا ہی اور اگر یہ آیت مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے کہ بعد ہجرت کے مدینہ میں نازل ہوئی ہو اور سوائے اسکے یہ ہی کہ مولوی صاحب نے اپنی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہی یہ سب تیرے ہی مذہب کے علما ہیں جو کہ ایسا لکھتے ہیں علی الخصوص جلال الدین سیوطی کہ جنکی دو تفسیر قرآن کی ہیں درمنثور اور اتقان تجھ سے تو وہ زیادہ ہی واقف تھے کیا وہ مثل تیرے دیوانہ تھے جو کسی آیت کو مدنی مقرر کرتے **قال الشیخ الاشعری** علما تو اس بات کو جانتے ہی ہیں پر عوام کی تفہیم اور تسکین کے لئے اتنا اشارہ بہت ہے کہ دنیا میں ہزاروں کلام اللہ موجود ہیں کھولکر دیکھ لیں ان دونو سورتوں کے اول میں مکیہ لکھا ہوا ہوگا اور اگر کوئی اُلٹی سمجھ کا ہمارے مصاحف کا بایں وجہ اعتبار نکرے کہ کلام اللہ تو سنیوں ہی کی لکھی ہوئی ہیگا تو لیجئے شیعوں کی گواہی موجود ہی طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہی سورۃ الروم مکیۃ الا قولہ فسبحان اللہ الخ یعنی علامہ طبرسی جسکے حوالہ سے یہ مذکور ہوگا کہ جب آیت وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت

فاطمہ کو عطا فرمایا وہی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ سورۂ روم سوائے آیت فسبحان اللہ الخ سب کی ہے اب کوئی مولوی صاحب سے یہ پوچھے کہ مکہ میں فدک کہاں تھا فدک تو ہجرت سے چھٹے
ساتویں سال بعد رسول اللہ صلعم کے قبضہ میں آیا تھا اس صورت میں تو سنیوں کی معتبر کتابوں میں بھی اگر تصریح یوں لکھ دیتے کہ یہ آیت بعد خیبر کے فتح کے نازل ہوئی ہے تب بھی
اعتبار نہ کرنا تھا بالجملہ پیشوایان مذہب شیعہ علیہم نے بات تو بنائی تھی لیکن کیا کریں کلیہ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد تقدیر سے چوک گئی **اقول** ہمارا کلام آیت وآت ذا القربیٰ حقہ میں ہے
نہ ان دونوں سورتوں میں اگرچہ دونوں سورہ مکی ہیں مگر ہوا کرو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ سورۂ مکیہ میں آیات مدنیہ بھی داخل ہوتی ہیں اور ان دونوں سورہ کا نام مکیہ کثرت آیات مکیہ کے سبب سے
ہوا ہے کہ اکثر آیتیں انکی مکیہ ہیں لہذا انکا سورۂ مکیہ ہونا بعض آیات کے مدنیہ ہونے کو مانع نہیں ہے اور یہ بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ آیت مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے کہ بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو
اور ہم سے کیا کہتا ہے اپنے علماء سے کہہ کہ تم نے ایسا کیوں لکھا ہے کہ شیعہ ہمکو تنگ کرتے ہیں اور جواب معقول ہم سے کچھ نہیں بن پڑتا اور کلام اللہ تو موافق مذہب شیعوں کے کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے اور سنیوں کے
مذہب کے موافق قرآن ہرگز نہیں ہے اہل سنت وضو میں مسح پا کو جایز نہیں جانتے ہیں کسی ہندو یا نصرانی عربی داں کے آگے آیت وضو کو پیش کرو دیکھو تو وہ وضو میں پاؤں کے دھونے کو کہتا ہے یا مسح
کرنیکو اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں اکثر اقوال مفسرین اہل سنت لکھتے ہیں مثل قتادہ اور ضحاک و حسن و مجاہد وغیرہ کے اور تمام کتاب انکی قولوں سے بھری ہوئی ہے اور انکے مذہب کے موافق
تو وہ روایت ہے کہ جو کسی امام علیہ السلام سے منقول ہو لیکن سورۂ بنی اسرائیل کو نہ لکھا اسمیں بھی تو یہ آیت ہے اور سورہ بنی اسرائیل اگرچہ سورہ مکیہ ہے لیکن اسمیں پانچ آیتیں مدنی ہیں چنانچہ
بعضے مفسرین نے لکھا ہے اور وہ آیتیں یہ ہیں وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ اور وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اور اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اور اَقِمِ الصَّلٰوةَ اور وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ
ہے اس سے یہ ہے کہ ترتیب کلام اللہ کی موافق تنزیل کے نہیں ہے، ترتیب میں اکثر سورتیں مدنیہ قرآن شریف میں مکی سورتوں پر مقدم ہیں اور مکی آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہیں اور
مدنی آیتیں مکی سورتوں میں داخل ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے اور اس آیت وآت ذا القربیٰ حقہ کی آیت مدنیہ ہونیکی شہادت ہمارے پاس موجود ہے کہ علماء اہل سنت اسکو مدنی کہتے ہیں
اور لکھتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی اور رسول خدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیا اور اگر ہم فرض کریں کہ یہ آیت مکی ہی ہے تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہ آیت اگرچہ مکہ میں یا نواح مکہ میں
نازل ہوئی لیکن بعد ہجرت کے نازل ہوئی اور اگر پہلے تو بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ فدک مکہ میں نہ تھا لیکن خدا تعالیٰ جو علم ازلی اپنے سے جانتا تھا کہ بعد ہجرت کے رسول خدا صلعم کے مکہ معظمہ سے طرف مدینہ منورہ کے
خیبر جو امیر المومنین علی بن ابیطالب کے ہاتھ سے فتح ہوگا اور فدک ہاتھ آئیگا تو حکم اسکا پہلے ہی سے نازل کر دیا اور نازل کرنے میں اس امر کے حکم کے کہ آیندہ کو وقوع میں آئیگا کچھ مضائقہ نہیں ہے
(یعنی ہجرت سے بعد نازل ہوئی)
اور نہ اسمیں کچھ مانع ہے اور ایسا بہت ہوا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں آیت ما جعلنا الرؤیا التی اریناک کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے منبر پر بندر کودتے ہیں اور
یہ آیت مکیہ ہے اور مکہ میں حضرت کے واسطے کوئی منبر نہ تھا اور اسکا جواب یہی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مکہ میں دکھلائی ہو حضرت کو وہ چیز کہ جو انکے واسطے مدینہ میں ہوگی اور شیعوں نے تو کچھ بات اس مقدمہ
میں اپنی طرف سے نہیں بنائی ہے جو کچھ علماء اہل سنت لکھتے ہیں انکی مطابق وہ بھی لکھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکو یہ شبہ ہو کہ کئی اسے بھی کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ یا نواح مکہ معظمہ میں
نازل ہوئی خواہ قبل ہجرت ہو یا بعد ہجرت سو ہو سکتی ہے کہ غزوہ فتح میں سورتیں نازل ہوئی ہوں اور اس سبب انکو مکی کہتے ہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت
ولا تجہر بصلوتک الخ اور سورۂ روم کی پہلی آیت کے شان نزول خود عبارت پر شاہد ہے کہ انکا نزول ہجرت سے پیشتر ہے علاوہ برین مولوی دلدار علی صاحب نے رسالہ ضیغمیہ میں ... کہ اس مسئلہ میں
کہ آیت اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ حرمت متعہ پر دلالت کرتی ہے جو اعتراض کرتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے سو یہ اعتراض جبھی وارد ہو سکتا ہے کہ مکی مدنی سے یہی
مشہور اصطلاح مراد ہو یعنی مکی وہ ہے جو قبل ہجرت نازل ہوئی ہو اور مدنی وہ جو بعد ہجرت نازل ہوئی ہو اور مولوی دلدار علی صاحب اسباب میں ہمارے موافق ہوں مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں
آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ کہ بقول تفسیر جو مولوی عمار علی صاحب اور سوا انکے اور شیعہ کہتے ہیں سراسر غلط ہوگی **اقول** میں نے تسلیم کیا کہ یہ دونوں سورہ مکیہ ہیں چنانچہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں
اور یہ دونوں آیتیں ولا تجہر بصلوتک اور سورۂ روم کی پہلی آیت بھی مکی ہے لیکن کل آیتیں انکی مکی نہیں ہیں بلکہ بعضے انکی مدنی بھی ہیں اور اکثر آیتیں جو انکی مکی ہیں اسواسطے انکا نام مکی ہے
اور رسالہ ضیغمیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی درست ہے اسواسطے کہ آیت اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ مکی ہے اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے یہ آیت آیہ متعہ کو جو کہ مدنی ہے کیونکر منسوخ کر سکتی لیکن آیت وآت
ذا القربیٰ حقہ مکی نہیں ہے اب دیکھو مولوی دلدار علی صاحب کا قول تیرے قول کے موافق ہے یا اہل سنت کے قول کے موافق اور جو کچھ ہمارے مولوی صاحب نے آیت وآت ذا القربیٰ کی تفسیر
کی ہے وہ صحیح اور درست ہوئی اور قول اس شیخ کا باطل اور غلط ہوا اور اگر آیت وآت ذا القربیٰ حقہ مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہو اور اسمیں حکم فدک
کے ہبہ کرنے کا ہو اسواسطے کہ روایتوں میں یہ حکم آیا ہے اور آیت الا علی ازواجہم وہ مکی ہے کہ جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے چنانچہ یہ سب تفسیروں سے ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** ماسوا اسکے
اہل فہم و دانش سے یہ التماس ہے کہ خدا را میری رو رعایت نکریں پر انصاف کو کام فرمائیں تو کچھ اہل بیت پر ظلم کے برابر نہیں جو اتنا بڑا بہتان ہے کیا ذا القربیٰ کے یہی معنی ہیں اور حقہ کا یہی ترجمہ ہے
جو اس روایت میں مذکور ہے بھلا سنیوں کو اول تو اہل زبان دوسرے یہ خبر بھی ہے کہ یہ روایت ساختہ و پرداختہ حضرات شیعہ ہی ہے جیسے ہو ویسی نصرانی ہندو عربی خواں کہ نہ انکو یہ خبر ہے
کہ یہ خبر سراسر غلط ہے اور نہ کچھ پاس عزت و عظمت رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس آیت کو دیکھینگے تو کیا کہینگے سو بدولت عنایات حضرات شیعہ بجز اسکے اور کیا ہوگا کہ دشمنان

رسول صلعم کو یہ تہمت دنیا طلبی اور حیلہ پردازی متہم کرکے یوں کہیں کہ یہ جبرئیل کا حوالہ فقط اسلئے گھڑ لیا تھا کہ اپنی بیٹی کو دینے میں کوئی تکرار نکرے ورنہ کلام اللہ کے الفاظ سے اس تفسیر کو مناسبت نہیں ذاالقربیٰ ایک لفظ کلی ہے بمعنی قریب فقط حضرت فاطمہ میں کیونکر منحصر ہو جائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے قرابتی کچھ ایک دو نتھے ہزاروں تھے خاصکر حضرت زینب اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم جو بشہادت قرآن اور اصح الکتب شیعہ کافی کلینی قرابت حضرت فاطمہ ہی کی برابر تھیں کچھ کم نتھیں چنانچہ اسکے اوپر مرقوم ہو چکی اور اگر یوں کہئے کہ یہ تینو صاحبزادیاں اس آیت کے نزول سے پہلے وفات پا چکی تھیں تو یہ تو غلط کیونکہ رقیہ کی ہے اور ان دونو کا مدینہ میں انتقال ہوا اور سلمنا حضرت علی اور عباس اور حسنین اور حضرت جعفر کو غیرہ تو فدک کے آنیکے وقت موجود تھے اور یہ سب باتفاق عالم رسول اللہ صلعم کے قرابتی ہیں تو اس صورت میں حضرت فاطمہ کو حق کیا دیا اور سب اقربا کا حق تلف کر دیا اور اگر ہمارا یقین نہو تو ان معنوں کی تصدیق کیلیے ہم مولوی عمار علی صاحب کو ہی شاہد لاتے ہیں ملاحظہ کیجیے وہ خود اس آیت کے معنی بھی لکھتے ہیں کہ دے تو اے محمد قرابت والونکو حق انکا دوسرے حصہ کی تفسیر میں فدک کا کہنا بعینہ ایسا ہی مہمل جواب ہے جیسا کسی نے اپنا نام ہجوں سے بتلایا تھا ع ف زبر عف ز زبر عف میرا نام محمد یوسف ہے بھلا ایسی لوچ باتیں اللہ اور رسول کی طرف نسبت کرنے میں انہیں اتنا بھی خیال نہیں آتا کہ ہمیں کسی نے کہہ لیا تو کہہ لیا پر خدا اور رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کوئی کیا کہیگا شاید ان افترا پردازیوں سے یہ غرض ہو کہ ہم سے اگر خدا اور رسول کی موافق نہیں ہو جاتا تو جتنا ہو سکے خدا اور رسول ہی ہمیں موافق کر لیں **اقول** اے اہل دانش و فہم خدارا میری بدو سے و رعایت نکرو اور انصاف سے نظر کرو کہ یہ شیخ نجدی دشمن اہلبیت حضرت فاطمہ زہرا سے کسقدر عداوت رکھتا ہے اور اُس معصومہ مظلومہ کے حق کو مٹاتا ہے اور ابوبکر کی رعایت سے کہ اُسنے حق فاطمہ زہرا کا غصب کیا تھا اپنے عالموں اور اپنی کتابوں کو جھوٹا ٹھیراتا ہے اور انکو مفتری اور دروغگو کہتا ہے اسواسطے کہ مولوی صاحب نے جو لکھا ہے اسکے علما کی کتابوں سے لکھا ہے اور اپنی مذہب کے کسی کتاب سے نہیں لکھا اور نہ اپنی طرف سے کچھ لکھا ہے اور باوجود اسکے کہ مولوی صاحب نے تو انکی کتابوں سے لکھا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ روایت ساختہ اور پرداختہ حضرات شیعہ ہی یہ ایسا ہی جیسے کہ اگر مسلمان نصرانیوں سے کہیں کہ انجیل میں لکھا ہے کہ خدا تین ہیں اور نصرانی اُسکے جواب میں کہیں کہ یہ ساختہ اور پرداختہ مسلمانوں کا ہے اور راز برائے خدا دیکھو تو ترجمہ اس آیت مذکور کا یہی ہے یا نہیں جسوقت روایات مذکورہ اہل سنت کی موافق اسکے ہم تفسیر کریں اور اگر مراد اسکی یہی ہے ترجمہ ہے کہ فدک اور فاطمہ کا لفظ اس آیت میں نہیں ہے تو ایسی آیتیں مجمل تو قرآن میں بہت ہیں لیکن جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے اسکی تفسیر بیان کرکے تفصیل کر دی ہے اور اگر مجمل لفظوں کا لحاظ ہو اور اُسکی تفسیر پر نظر نہو تو تمام شریعت لغو اور بیکار ہو جائے یہ ایسا ہی جیسے کہ قرآن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز کو پڑھو اور لوگ ظہر اور عصر اور عشا کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور صبح کی دو رکعت پڑھتے ہیں کوئی ناقص عقل کا دشمن مثل اس شیخ نجدی کی کہنے لگے کہ قرآن میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کا اور بعضی نماز کے چار رکعت ہونیکا اور بعضے کی تین رکعت ہونیکا اور بعضی کی دو رکعت ہونیکا ذکر کہاں ہے تو اسوجہ سے چاہیے کہ نماز کا پڑھنا چھوڑ دیں اور اہل سنت کو تو ایسی ایمان کا اُسوقت ہوتا کہ جسوقت انکو ایمان صحیح حاصل ہوتا انہوں نے تو محبت میں دشمنان اہلبیت کے اپنے ایمان کو خاک میں ملا دیا اور یہودی اور نصرانی اور ہنود جسوقت اس آیت کو مع تفسیر اہلبیت کی دیکھیں گے تو انکو یقین ہو جائیگا کہ جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے یہ مطابق مذہب سنیونکی ہے اور اگر بدون تفسیر کے آیت کو دیکھیں گے تو انکی سمجھ میں کچھ نہ آئیگا اور مسلمانوں پر اعتراض کرینگے اور اس دشمن اہلبیت کی شرارت اور بدذاتی کو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا دختر نیک اختر اپنی کو جو فدک دیا تو یہ بدترین بنی امیہ اسکو دنیا طلبی اور حیلہ پردازی قرار دیتا ہے اور سوا اس شیخ نجدی کے اور اُسکے ہم مذہبوں کے اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو حضرت کو متہم بہ تہمت دنیا طلبی اور حیلہ پردازی کرے اس پردہ میں یہ بدترین بنی امیہ جناب سرور کائنات پر طعن کرتا ہے کہ فاطمہ زہرا کو کسواسطے فدک دیا کہ ابوبکر اُسکے غصب کے عذاب میں گرفتار ہوا اور یہ جو کہتا ہے کہ لوگ حضرت کو متہم کرینگے یہ ایک بناوٹ اسکی ہے اور جبرئیل سے جو چھپا ہے اسکی کتابوں میں سے لکھا ہے اُن لوگوں پر اپنے مذہب کے اسکو نفرین کرنا چاہیے کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا اور تکرار کرنا لوگوں کا فدک کے مقدمہ میں درکنار رہا ابوبکر نے تو بلا تامل اُسکو غصب کر لیا مع تکرار اور ہمنے تسلیم کیا کہ ذالقربیٰ کا لفظ کلی ہے لیکن جسوقت کہ حضرت جبرئیل نے اسکو خاص کر دیا موافق روایات فریقین کے تو کلیت اُسمیں کہاں باقی رہی اور آیہ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ میں جو قربیٰ کا لفظ ہے یہ بھی تو عام ہے اور سب قریبیوں کو شامل ہے پھر حضرت رسولخدا صلعم نے کسواسطے اسکو خاص کر دیا اور فرمایا کہ مراد قربیٰ سے علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور سب قریبیونکو سوا انکے خارج کر دیا جیسا کہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے اور آیت وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ میں بھی اولو الفضل کا لفظ عام ہے پھر تم اُس لفظ سے ابوبکر کسواسطے مراد لیتے ہو اور آیہ مباہلہ نِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ میں نسانا کا لفظ حضرت کی سب بیبیوں اور بیٹیوں کو تمہاری مذہب کے موافق شامل ہے فاطمہ تنہا کو تم کسواسطے کہتے ہو اور کسواسطے نساء کو فاطمہ تنہا میں منحصر کرتے ہو باوجودیکہ وہ لفظ جمع کا ہے اور حضرت زینب اور رقیہ اور ام کلثوم جناب رسولخدا صلعم کے قریبیوں میں سے نہیں اگر قریبیوں میں سے ہوتیں تو آیت الا المودۃ فی القربیٰ اور آیہ تطہیر میں یہ بھی داخل ہوتیں اگر حضرت کے نطفہ سے یہ ہوتیں اور بشہادت قرآن اور روایت کافی کا جواب پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں انکے ذکر میں جو مولوی صاحب کے خط کے ابتدا میں گزرا ہے اور حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہ گو حضرت صلعم کے قریبیوں میں تھے لیکن خدا تعالیٰ نے ان سب میں سے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو خاص کر دیا اور زبانی حضرت جبرئیل کے خبر کر دی اور بموجب حکم خدا کے یہ حق خاص فاطمہ زہرا ہی کا تھا اور کسیکا نتھا اسواسطے حضرت نے فدک فاطمہ ہی کو دیا حق کسیکا تلف نہیں کیا اور مولوی صاحب نے ترجمہ اُسکا درست کیا ہے لیکن جبرئیلؑ کے بیان سے فاطمہ زہرا سب قریبیوں میں سے خاص ہو گئیں جیسے کہ نساءنا کے لفظ میں خاص ہو گئیں اور اولو الفضل کے لفظ میں ابوبکر خاص ہوگئے اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے وہ ایک نرا ظل ہے اُسکا جواب کیا ہو اور سیاہ مرچنی جو کچھ کہ مولوی

صاحب نے لکھا ہی یہ ہرگز پوچ نہیں ہے اور کلام اللہ میں ایسا بہت آیا ہی چنانچہ ہم کہہ چکے ہیں اور خدا اور رسول خدا کی طرف اس امر کی نسبت کرنے میں کچھ قباحت نہیں ہے جیسا کہ
ہم اُسکو بیان کر چکے البتہ حضرت ابوبکر کے واسطے خرابی ہی کہ وہ غاصب فدک کے تھے اور اسیواسطے تو سوختہ ہو کر اُنکی حمایت میں ایسی پوچ باتیں لکھتا ہی اور اگر اسمیں کچھ افترا پردازی ہی تو
تیرے علما کی ہی اُنپر نفرین کر کہ اُنہوں نے ایسا کیوں لکھا اور اس امر میں تم خدا اور رسول خدا کے موافق ہیں اور وہ ہمارے موافق ہیں اور مخالف اُنکا تو ہی کہ اُنکے حکم میں چون و چرا کرتا ہے
قال الشیخ الاشعری سبحان اللہ ان تیرہ درونوں سے یہ تو نہوا کہ اعجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ صلعم کو ثابت کریں اور ظاہر کر دکھلائیں پر ایسی باتیں کر کے دونو کو
چھپا لیا بلکہ ایسی باتیں کہ جنکو سنکر نا واقفوں کی تو ایک دفعہ کو کان کھڑے ہو جائیں اور جی میں متردد ہوں کہ یہ بلاغت اور فصاحت کلام اللہ کا شہرہ اسی خوبی پر ہی تو بلاغت اور
فصاحت معلوم اس چیستان لاحل بولنے سے کیا حاصل تھا **اقول** کوئی ان تیرہ درونان دشمنان اہلبیتؑ مطیعان خلفاء ثلاثہ سے پوچھے کہ آپ تا با عجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ صلعم
کو ہمنے دے رکھی ہی یا تمنے ارے ہم معانی کلام اللہ کو اُنسے لیتے ہیں کہ جو وارثان علم نبی کریم تھے اور تم پیروی اُنکی کرتے ہو کہ جو احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور عورتوں سے الزام
کھاتے تھے اور اپنے کئے اور کہے پر نادم ہوتے تھے تمہارے ہی پاس مضمون صحیح اور درست کلام خدا کا کہاں ہی اور یا جو کہتے ہو اپنی رائے ناقص سے ایجاد کر لیتے ہو تم فصاحت اور بلاغت کو کیا جانو
اور چیستان تمہارا کلام ہی کہ مخالف تفسیر صحیح کے کہتے ہو اور یہ تو غیر ہو سکتا ہی کہ جو کچھ تیری مرضی کے موافق کوئی کہی تو وہ درست ہو اور اُسی میں اعجاز قرآن کا اور فصاحت اور بلاغت اُسکی باقی
رہے اور جو کوئی مضمون واقعی قرآن کا اور مطابق قول علماء سلف کے بیان کرے وہ صحیح نہو اور نہ فصاحت و بلاغت قرآن کی باقی رہے اور جلال الدین سیوطی کہ جسنے دو تفسیریں لکھی ہیں
اور علماء اہل سنت اُسکے کلام کی فضیلت جانتے ہیں وہ تو اعجاز قرآن اور شرف رسول اللہ صلعم کو کچھ آپ ثابت کر سکا اور اُسنے قرآن کی تفسیر غلط لکھدی اور تو ایک متعصب کنندہ ناتراش قرآن کو
خوب سمجھا ہوا ہی **قال الشیخ الاشعری** اگر روایت فاطمہ و فدک زیادہ تیں تو لفظ مختصر اور معنی واضح ہو جاتے ہاں اگر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ وغیرہ سے حضرت فاطمہ زہرا کی ملکیت
فدک وغیرہ میں ثابت ہو جاتی اور رسول اللہ صلعم سے اُسکے دینے میں کسیوجہ سے نعوذ باللہ کچھ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورت میں فدک کی جگہ حقہ کہنا موقع پر تھا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی خاص چیز دبا لیتا ہے
تو اُسکو کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو القصہ جہاں مخاطب کے پاس کوئی کسیکی خاص چیز دبی ہوئی ہوتی ہی یا کسیکے ذمہ کوئی حق معلوم ہوتا ہی تو وہاں البتہ اُس چیز کا یا اُس حق کا لفظ
حقہ سے تعبیر کرنا بجا خود ہوتا ہی چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں کم فہم نہ سمجھے تو بلا سے نہ سمجھیں اگر مولوی صاحب کا کہنا سچ ہی ہو اور پھر رسول صلعم کی طرف یہ احتمال محال ہو بھی سکے تب بھی کام
نہیں چلتا کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہی کہ فدک اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے حضرت فاطمہ کی ملک میں ہو حالانکہ یہ بات خلاف مزعوم شیعہ ہے کیونکہ بیع کے انعقاد سے تو شیعو کو بھی انکار ہی باقی رہا
ہبہ سو اُنکے اعتقاد موافق بعد نزول اس آیت ہی کے واقع ہوا اسلئے کہ وہ اس آیت ہی کو قبالہ ہبہ سمجھتے ہیں چنانچہ اس آیت مذکورہ سے صاف ظاہر ہی اور ظاہر ہی کہ شئے موہوب قبل از ہبہ واہب ہی کی ملک
ہوتی ہی تو پھر فدک کو حقہ کی تفسیر میں کہنا بنانیوالے کی کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہی کسی نے سچ کہا ہی عیب کرنے کو ہنر چاہیے **اقول** اکثر آیات قرآنیہ مجمل ہیں اور مطلب انکا شارع کی تفسیر سے
واضح ہوتا ہی اور اگر ایسا نہو تو معنی قرآن خدا ہی کی پاس ہوں اور بندوں کو کچھ علم اُسکا حاصل نہو اب میں اسی سے پوچھتا ہوں کہ کلام اللہ میں تو صرف اسیقدر حکم ہی کہ نماز پڑھو لیکن تو ظہر اور عصر اور عشا
کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور صبح کی دو رکعت پڑھتا ہی تو یہ کلام اللہ میں نہیں ہی اور کلام اللہ میں اسیقدر ہی کہ زکوۃ دو تم لیکن یہ اُسمیں نہیں ہے کہ کس کس چیز میں زکوۃ ہی اور ہر چیز کی کیا اندازہ ہے
خدا تعالی کو چاہیے تھا کہ مفصل بیان کرتا اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کے بیان پر موقوف نہ رکھتا تاکہ بندے قرآن ہی کو دیکھ کر سمجھ جاتے اور دوسرے سے پوچھنے کی احتیاج نہوتی اور فدک فاطمہ کا حق ہونا تو خدا تعالی
کے نزدیک ازل سے ثابت ہے کہ اُسنے ہی اُسکو حق فاطمہ اپنے نزدیک مقرر کیا ہی کسیکے بیع کرنے پر موقوف نہیں ہے اور مجازاً بھی اسکو حق فاطمہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالی اپنے علم ازلی سے جانتا تھا کہ رسول خدا
صلعم فاطمہ زہرا کو فدک دینگے اور وہ حق اُسکا ہو جائیگا اسواسطے پہلے ہی سے اسکو حق فاطمہ فرمایا جیسے کہ من قتل قتیلاً فلہ سلبہ کا حال ہی اور ہو سکتا ہی کہ خدا تعالی نے وحی کی ہو حضرت کو فدک کے دینے کی اور بعد
اُسکے اُسکا حکم آیت میں نازل کیا ہو اور بعد اُسکے مسکین اور ابن سبیل جو ہی وہ بھی حضرت ہی کے قربیوں سے ہی کہ حق اُسکا خمس ہے چنانچہ دوسری آیت سے ثابت ہے اور یہ ناصبی لکھتا ہی کہ حق جو کسیکا ثابت
ہوتا ہی یا تو بیع سے ہوتا ہی کہ وہ خرید کرے یا کوئی شخص اسکو ہبہ کرے اور فاطمہ زہرا نے نہ تو فدک کو خرید کیا تھا اور نہ کسی نے پہلے سے اُنکو ہبہ کیا تھا تاکہ وہ ملک فاطمہ کی ہوتی اور فاطمہ کا حق اُسکو کہتے اس صورت
میں فدک فاطمہ کا حق کیونکر کہلائیگا اب میں پوچھتا ہوں کہ تمہاری تفسیروں میں کیا لکھا ہی تمہارے یہاں بھی تو یہی ترجمہ لکھا ہی اس آیت کا کہ دے تو قرابت والے کو حق اُسکا اور محتاج کو اور مسافر کو
سو مراد حق سے زکوۃ ہی یا اور کچھ فی سبیل اللہ ہی اب میں مطابق قول اس شیخ نجدی کے کہتا ہوں کہ اگر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ وغیرہ سے قرابت والے یا محتاج یا مسافر کی ملکیت زکوۃ وغیرہ فی سبیل اللہ
میں ثابت ہو جاتی اور رسول اللہ صلعم سے اُسکے دینے میں کسیوجہ سے نعوذ باللہ کچھ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورت میں مال زکوۃ کی جگہ حقہ کہنا موقع پر تھا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی چیز خاص دبا لیتا ہی تو اسکو
کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں کم فہم نہ سمجھیں تو بلا سے نہ سمجھیں سو اگر اہل سنت کا کہنا سچ ہی ہو اور پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کیطرف یہ احتمال محال ہو بھی سکے تب بھی کام
نہیں چلتا کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہی کہ مال زکوۃ وغیرہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے قرابت والے اور محتاج اور مسافر کی ملک میں ہو حالانکہ یہ بات خلاف عقیدہ اہل سنت ہے کیونکہ بیع کے انعقاد سے تو اہل سنت
بھی انکار ہی باقی رہا ہبہ وہ اُنکا اعتقاد موافق بعد نزول اس آیت ہی کے واقع ہوا اور ظاہر ہی کہ شئے موہوب قبل از ہبہ واہب کے ملک میں ہوتی ہی تو پھر مال زکوۃ وغیرہ حقہ کی تفسیر میں کہنا کمال خوش فہمی

علمائے اہل سنت پر دلالت کرتا ہے کسی نے سچ کہا ہے عیب کرنے کو ہنر چاہیئے اور اگر خطاب تو جناب رسول خدا صلعم سے ہو اور مراد تمام امت ہو تو یہی حال ہے اور اگر حقہ سے مراد مال فی سبیل اللہ زکوٰۃ وغیرہ ہو بلکہ
قرض جو کسی کا یا بطور امانت کے ہو یا غصب کیا ہوا ہو تو ہمیں تخصیص قرابت والے اور مسافر اور محتاج کے کیا ہے بلکہ ہر شخص کے چیز کسی کے پاس ہے یا اسکے ذمہ کچھ کسی کا ہے تو اسکو ادا کرنا لازم ہے اور روایت
کی بنانے والے علمائے اہل سنت ہیں انکو ملامت کرنا چاہیئے کچھ شیعہ ہی تو اس میں متفرد نہیں ہیں جلال الدین سیوطی وغیرہ کی گور پر جا کر جوتیاں مارکے تنے ایسا کیوں لکھا قال الشیخ
ابو الاشعری اور اگر ہم بپاس خاطر حضرات شیعہ مولوی صاحب کی بات کے بنانیکے لئے موافق نقل مشہور دروغ راجزا باشد دروغی ہم یوں کہنے لگیں کہ ہاں سچ ہے یہ روایت صحیح ہے اور ذا القربیٰ
سے مراد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حقہ کے معنی فدک ہی ہیں تو مولوی صاحب اسکا کیا جواب دینگے کہ اس صورت میں جہاں کلام اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کا ذکر بلفظ
ذا القربیٰ ہوگا تو لازم ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی مراد ہوں اور جب یہ قرار پایا تو بعد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی کسی اور کو بنی ہاشم میں سے خمس کا حصہ لینا درست نہو اور وجہ
اس نادرستی کے دو صورت امر تو یہ ہے کہ آیت وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ کا یہ ترجمہ ہے اور جان رکھو
کہ جو کچھ تم غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ رسول کے واسطے اور قرابت والے کے واسطے اور محتاج کے لئے اور مسافر کے لئے فقط یہ ہے خمس کی تقسیم جو اس آیت میں کوئی
ہماری تمہاری مقرر کی ہوئی نہیں خدا کی مقرر کی ہوئی ہے اس میں کمی بیشی مسلمانوں سے تو ہوئی نہیں سکتی پھر جب کہ ذا القربیٰ حضرت فاطمہ ٹھہریں تو بعد انکے اور کسی کو اولاد میں بنی
ہاشم میں سے انکی خمس میں سے لینا درست نہو حالانکہ مذہب شیعہ اس باب میں یہ ہے کہ نصف خمس امام وقت کا اور نصف باقی یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کے لئے اور ظاہر ہے کہ امام شیعوں کی نزدیک سوائے دوازدہ
ائمہ کے اور کوئی نہیں وہ سب کے سب باتفاق شیعہ معصوم ہیں شیعوں کی تقسیم کے موافق علی نے اپنی خلافت میں خمس میں سے لیا حضرت امام مہدی لینگے بفتوا روایت قومہ بالاظلم اور حرام
ہوگا اور اگر کوئی شیعہ مذہب جودت طبع کو کار فرما کر یوں کہیں کہ ہر چند ذا القربیٰ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی ہیں اور خمس اصل میں انہیں کے لئے ہے لیکن ائمہ کو بوجہ میراث خمس کا لینا
جائز ہے تو میری یہ عرض ہے کہ اول تو میراث بقدر حصہ وراثت ہوا کرتی ہے تو کیا بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اماموں کے وقت میں سوا اماموں کے سادات میں سے حضرت فاطمہ زہرا کا اور کوئی
وارث ہی نتھا جو نصف خمس سارا کا سارا امام کے لئے تجویز ہوا اور سلمنا کہ حضرت زہرا کے مال کی وراثت انہیں اشخاص معدودہ کے لئے ہے لیکن جو چیز کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور حضرت
امام مہدی کے زمانہ میں غنیمت میں آویگی وہ حضرت فاطمہ کے ملک ہی میں نہیں آیا کہ ملک ہونیکے لئے حیات ضرور ہے تو اس صورت میں اول تو خداوند علیم حکیم کے اس فرمانیکے کیا معنی ہونگے
کہ جو کچھ غنیمت لاؤ اسکا خمس ذا القربیٰ یعنی حضرت فاطمہ اور یتامی وغیرہ کے لئے ہے دوسرے جب وہ حضرت فاطمہ کے ملک ہی نہیں ہوئی تو بوجہ وراثت اماموں نے کیوں لیا اور یہی ہی خمس وراثت میں
نہ آیا ہو بلکہ استحقاق خمس وراثت میں آیا ہو لیکن کیا انصاف ہے کہ ذا القربیٰ یعنی حضرت فاطمہ زہرا کا استحقاق خمس تو بطور وراثت اولاد میں منتقل ہو جائے پر رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے یتیموں
اور مساکین اور مسافروں کا استحقاق خمس بطور وراثت انکی اولاد میں منتقل نہو اگر یہی تو ریت ہے تو اس زمانہ کے یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل کی اولاد ہی ہے چاہے باپ دادا یتیم ہوں اور یہ خواہ
مساکین ہوں کہ غنی مسافر ہوں یا مقیم مصرف خمس ہوں اور اماموں کے زمانہ کے یتیم اور مسکین اور ابناء سبیل کو اسمیں سے دینا درست نہو وہ یوں ہی ناک بہاتے پھریں **اقول**
اہل سنت جو معانی قرآن اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں اور جو تفسیر قرآن کی کہ شارع سے منقول ہے اور جناب رسول خدا صلعم اور وارث انکے علم کے بیان کرتے ہیں اسکی طرف لحاظ نہیں کرتے
اسواسطے وہ راہ حق کو نہیں پاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ذا القربیٰ سے مراد کسی جگہ تو کچھ ہے اور کسی جگہ کچھ ہے یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر جگہ ذا القربیٰ سے مراد حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی ہیں
اگر ہم اپنی رائے سے کہیں تو البتہ ہر جگہ ذا القربیٰ سے مراد فاطمہ زہرا لے سکتے ہیں لیکن جناب رسول خدا صلعم نے کسی جگہ تو فرمایا ہے کہ مراد اس سے فاطمہ زہرا ہیں چنانچہ اس آیت میں اور کسی
جگہ فرمایا ہے کہ مراد قرابتی حضرت کے بنی ہاشم ہیں جیسا کہ خمس کی آیت میں اور آیت إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ میں مراد قربیٰ سے علی و حسن و حسین ہیں چنانچہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے
پس مراد قربیٰ سے ہر آیت میں وہ ہی ہے کہ جو حضرت نے فرمایا ہے اور جس وقت کہ حضرت نے ہر آیت میں قربیٰ کی تفسیر کر دی ہو تو پھر کسی کو یہ نہیں چاہیئے کہ اپنی رائے کو دخل دیکر اپنی رائے سے کوئی معنی
بیان کرے پس جس وقت حضرت نے ایسا فرمایا ہو تو اس صورت میں اور تو سمجھے کیا کہتا ہے اپنی علامہ بر نفس من کر اور کہہ کہ یہ وہ تیرے نزدیک ذا القربیٰ سے مراد فاطمہ تنہا کس طرح لی ہیں بیان تنہا اور مراد
نہیں ہو سکتا میرے نزدیک ہر جگہ حضرت فاطمہ زہرا تنہا مراد نہیں ہو سکتے ہیں اگر تنہا مراد ہیں تو آیہ آت ذا القربیٰ حقہ میں مراد ہیں اور نہ آیت خمس میں وہ معنی ہیں مراد ہیں قرابت والوں
اور سوائے انکے اور بھی ہیں حضرت کے قریبوں میں سے جن پر صدقہ حرام ہے اور قربیٰ کا حصہ کچھ مخصوص حضرت فاطمہ زہرا ہی کے واسطے نہیں ہے خمس میں اور اماموں میں بھی شریک ہیں بس بعد انکے
جو کچھ اس پر تفریع کر کے لکھا ہے سب باطل ہے اور حضرت کے قریبوں میں سے فاطمہ زہرا علیہا السلام نہ تھیں تنہا مستحق خمس میں اور سوائے انکے جو بہت قریب حضرت کا ہو بنی ہاشم میں سے وہ دیا جاتا حصہ پاتا تھا
اور تقسیم خمس کی رسول خدا صلعم کے زمانہ میں اس طرح ہوتی تھی سو خمس کے چھ حصے ہوتے تھے ایک حصہ خدا کا اور ایک پیغمبر خدا کا اور ایک پیغمبر کے قریبوں کا اور تین حصے تھے رسول خدا صلعم لیتے تھے اور ایک
حصہ بنی ہاشم کے یتیموں کو اور ایک حصہ انکے مسکینوں کو اور ایک انکے مسافروں کو دیتے تھے اور بعد رسول خدا صلعم کے حصہ خدا کا اور پیغمبر کا اور قریبوں کا امام کو پہنچتا ہے اس سبب سے کہ وہ قائم
مقام پیغمبر کے ہیں لیکن بعد رسول خدا صلعم کے دشمنان آل رسول نے قرابتی حصہ کو موقوف کر دیا اور رسول خدا صلعم کے قریبوں کو نہ دیا پس امام علیہ السلام کو جو ادا ہو خمس خدا اور پیغمبر خدا اور

اقربا پیغمبر خدا کے حصہ کا پہنچتا ہی اس جہت سے کہ وہ قایم مقام پیغمبر کے ہی نہ اور کسی جہت سے کہ وہ سارا حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ہو وا امام کے نصف کس میں لی لیا ہو یا وراثۃ فاطمہ زہرا کا
حق امام کو پہنچا ہو ایسا نہیں ہے اور جو کچھ امام کو پہنچتا ہی وہ حضرت فاطمہ کی ملک نہیں ہی کہ انکی حیات کی ضرورت ہو اور نہ بطور وراثت کے امام کو ان ہی پہنچتا ہی اور رسول خدا صلعم اپنی
زمانہ میں یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو بنی ہاشم کے دیا کرتے تھے اور اب بھی شیعوں میں سے جو کوئی خمس دیتا ہی سوا مال غنیمت کے وہ انہیں یہ سب کو دیتا رہا ہے جسقدر آدمیوں کو چاہیے مثل زکوۃ
کے یہ لوگ مستحقان خمس اب بھی خاک پھانکتے نہیں پھرتے اور فاطمہ زہرا جیسے کہ فدک کی مالک ہوئیں ایسی ہی خمس میں بھی شریک ہیں اس میں سے بھی اپنا حصہ پائیں گی اور یہ تقسیم خدا تعالے
کی بہت درست ہی اور موافق استحقاق کے ہر ایک کو پہنچتا ہے نہ زیادہ والے کو کم نہ کم والے کو زیادہ **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ یہ روایت سنیوں کی
کتابوں کی حوالوں سے مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہی اگر غلط ہو تو شیعوں کو کیا نقصان ہی سنیوں کو الزام کے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ انکی کتابوں میں روایت موجود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول غلط ہی
کہ روایت شیعوں کی نہیں کیونکہ مجمع البیان طبرسی میں حضرت ابو سعید خدری سے اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق کے حوالہ سے یہ روایت موجود ہی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک عطا فرمایا اور اسکو انکی سپرد کر دیا باقی رہا یہ سنیوں کی کتابوں میں بھی روایت پائی جاتی ہی تو اسکا جواب معقول ہم سے سنیئے جناب من روایت بطرز مشعر سماعت حسنہ
پر لفظ حضرات شیعہ ہے چنانچہ تقریر سابق میں بخوبی اس بات کی تحقیق مندرج ہو چکی ہی لیکن مزید تسکین کے لئے اتنا اور بھی سنیئے کہ سنی اول تو ایسے بے عقل نہیں کہ جھوٹ سچ کی تمیز انکو نہ آتی ہو
تیسرے کلام اللہ کے حرف حرف کے اکثر سنی حافظ اور محافظ انکو ہر آیت کے سیاق اور سباق پر نظر رہتی ہی اور ایک مضمون کی جتنی آیتیں ہوتی ہیں ان سب کی خبر رکھتے ہیں جیسے شیعہ اپنی تیرہ درونی
اور کج عقلی اور کلام اللہ کی محفوظ نہونے اور موقعہ استدلال کے سیاق سباق کے یاد نہونے کی باعث صحیح مطلب کی جگہ غلط سمجھ جاتے ہیں سنی غلط نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وہ بفضلہ تعالی ان عیوب سے
کسوٹی پر چاندی سونے کو لگا کر کھرا کھوٹا پرکھ لیتے ہیں سنی روایت کو کلام اللہ پر مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں وہ کیونکر ایسی روایت بے سند کو کہ قطع نظر بے سند ہونیکے اس آیت
کا سیاق اور سباق بلکہ خود اس روایت کے لفظ اور معنی غلط ہونیکے گواہ ہوں اپنی کتب میں درج کریں سب مقتدایان شیعہ کی چالاکی ہی تا عوام اہل سنت کو اس تلبیس ابلیس سے جادہ مستقیم
بر طرف کر دیں **اقول** اس دروغ گوئی اور اپنے منہ میاں مٹھو کہنے سے کہ ہم ایسے ہیں اور ویسے ہیں کیا فائدہ ہی اس دروغ بیفروغ کو کہ جو بے سند اور بے دلیل ہی کون پسند کرتا ہی اور یہ
کون کہتا ہی کہ شیعوں کی کتابوں میں روایت نہیں ہے لیکن سنیوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے اور اسی واسطے اس روایت میں زیادہ متانت اور استحکام ہی کہ یہ روایت دونوں فرقوں میں موجود ہی اس
روایت کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا قرآن کی آیت کا انکار کرنا اور یہ روایت غلط کیونکر ہو سکتی ہی کہ جسوقت دونوں مذہبوں میں پائی جائے اور سنیوں کی ایک کتاب میں روایت نہیں
ہے بلکہ بہت سی کتابوں میں ہے مثل تفسیر در منثور اور کنز العمال اور مسند ابو یعلی موصلی اور ابن مردویہ اور تاریخ حاکم اور معارج النبوت اور تاریخ آل عباس اور مقصد اقصے وغیرہ کے اور اس
شیخ کے نزدیک تقیہ کرنا بھی جائز نہیں ہے کہ از راہ تقیہ کسی سنی نے یہ روایت درج کتاب کی ہو اب ہم ان علمار کثیرہ کا اعتبار کریں یا اس شیخ نجدی کا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ روایت کو بنائیں تو
شیعہ اور جا کو دی وہ روایت سنیوں کی کتابوں میں اور اگر شیعہ داخل کرتا تو کسی ایک شخص کی کتاب میں داخل کرتا نہ کہ اسقدر علمار کی کتابوں میں اور شیعہ کے داخل کرنے سے پہلے کوئی
ایسی کتاب بھی تو ہو گی کہ جس میں روایت نہو اس کتاب کو دکھلاؤ یا یہ کہ وہ شیعہ وقت تالیف کے ہمیشہ اس مولف کے پاس ہی بیٹھا رہتا تھا کہ اسکے مسودہ میں سے یہ روایت داخل
کر دی اور اگر داخل کی ہو گی تو اس شخص کی کتاب میں داخل ہو گی جو ان سب سے پہلے گزرا ہی لیکن اسکے بعد جو علمار گزری ہیں انہوں نے اس روایت کو نقل کر کے اپنی کتابوں میں
کس واسطے درج کیا انکو کیا خبر نہوئی کہ کسی شیعہ نے یہ روایت داخل کر دی ہی صرف مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کو اور انکے پیروی سے تجھکو ہی اسکا علم ہوا ہے
لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ اور جو کچھ پہلے اسکے جواب میں لکھا ہی وہ سب بے سر پا ہی اور جو کچھ اب لکھتے ہیں وہ بھی پوچ ہی کہ اپنے منہ سے میاں مٹھو بنتے ہیں اور اگر اہل سنت
عقلمند ہوتے تو ہرگز خلفاء ثلثہ کے اور دشمنان اہل بیت کی پیروی کرتے انکی برابر کون بیعقل ہو گا کہ سچ کو جھوٹ سے تمیز ہی نہیں کرتے ہیں اور کلام اللہ کے لفظوں کو طوطہ کی طرح حفظ
کرنے سے کیا فائدہ ہے کلام اللہ کے مضمون کو تو نہیں سمجھتی اور نہ اسکے سیاق اور سباق پر نظر ہے اور تیرہ درون شیعہ ہرگز نہیں ہیں تیرہ درون تو تیری بڑے ہیں کہ جو احکام خدا
میں غلطیاں کہاتے تھے اور قرآن کی آیتوں سے خبر نہ رکھتے تھے اسی جہت سے زن و مرد سے الزام کہاتے تھے اور صحیح مطلب کی جگہ غلط لیتے تھے بہ سبب یاد نہونے قرآن کے اور اہل سنت جو
انکی پیروی کرتے ہیں اسی واسطے صحیح مطلب کی جگہ غلطیاں کرتے ہیں اور جو کہ صحیح ہے اسکو غلط سمجھتے ہیں یہ عیوب انکی ذہنوں میں ثلثہ کی پیروی کی جہت سے راسخ ہو رہے ہیں اور سنی
ہرگز تمیز صحیح اور ضعیف کی نہیں کرتے ہیں وہ شیعہ ہی ہیں کہ بسبب پیروی معصومین اور وارثان علم نبی کریم کی جہت سے جیسے کسوٹی پر چاندی سونے کو لگا کر کھرا کھوٹا پرکھ لیتے ہیں ایسی ہی
روایت کو کلام اللہ کے مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں جیسے کہ یہ روایت کہ مطابق ہی کلام اللہ الہی کے بعضے سنی جاہل نیم ملا کو اس شیخ نجدی کے اگر اسقدر تمیز ہوتی تو
وہ کیونکر ایسی روایت اور بڑے سند والے کہ جو دونوں فرقوں میں موجود ہے غلط کہتی اور اس روایت کے الفاظ معانی جو بہت صحیح اور درست ہے اسی واسطے اہل سنت کے علمار کبار نے اپنی کتابوں میں اسکو درج کیا ہے اور
مقتدایان شیعہ تو جناب رسول خدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام ہیں سوا انکی اور کسی کی پیروی انکو قبول نہیں ہے اور روایت جو ان سے منقول ہے اسیواسطے اسکو صحیح اور معتبر جانتے ہیں اور تجھ جھوٹا بولکر یہ شیخ لعنت کا مستحق

گرفتار ہوا ہے دیکھو تو سعد کتب اہل سنت میں جو روایت موجود ہے اور بعد اسکے خود ہی اقرار کریگا اور پھر کہتا ہے کہ ایسی روایت کو اپنی کتابوں میں اہل سنت کیونکر درج کریں اور کتابوں میں اسکے
یہ روایت موجود ہے اور شیعوں کو کہتا ہے کہ یہ انکی چالاکی ہے تاکہ عوام اہل سنت کو اس تلبیس ابلیس سے جادہ مستقیم سے برطرف کردیں اور انکے علماء کو نہیں کہتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں
لکھا ہے اگر تلبیس ہے تو انکی ہے **قال الشیخ الاشعری** اول تو سیاق سباق آیت سے مخالفت تفسیر مذکور سے گوش گزار اہل انصاف ہے خدارا غور سے سنیں میں نہیں کہتا کہ میری مدد رعایت
کریں ہاں البتہ انصاف کا خواہاں ہوں سورہ بنی اسرائیل میں رکوع وقضی ربک لیکر مابعد تک آیت وآت ذالقربی حقہ کے ملاحظہ فرماکر دیکھیں کہ حروف خطاب سے مقصود حضرت نفس نفیس رسول اللہ صلعم
ہیں یا تمام امت سے اہل فہم جانتے ہیں کہ مقصود خطاب سے تمام امت کا خطاب ہے کیونکہ لا تعبدوا اور ربکم اعلم بما فی نفوسکم اور لا تقتلوا اولادکم وغیرہ میں تو ضمائر جمع ہی کی ہیں تاہم وہاں
اما یبلغن عندک الکبر وآت ذا القربی حقہ وغیرہ میں ہر چند بظاہر بوجہ وحدت خطاب اور بقرینہ وقضی ربک جس میں ظاہرا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی جانب معلوم ہوتا ہے
یوں معلوم ہوتا ہے کہ وات ذالقربی وغیرہ میں خطاب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی طرف ہے مگر نظر بعموم حکم و لحاظ قرینہ لاتعبدوا وغیرہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خطاب ہر شخص کے لئے ہے اور اسکا
مخاطب ہر خاص و عام ہے اسمیں اور لاتعبدوا میں اگر فرق ہے تو یہی ہے کہ وہاں یعنی لاتعبدوا وغیرہ میں مخاطب متعدد ہیں خطاب ایک اور یہاں دونوں متعدد ہیں یعنی مخاطب و تنہا ہی خطاب
رہی یہ بات کہ بقرینہ وقضی ربک خطاب بجانب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ الکرام معلوم ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جملہ وقضی ربک اس امر کے لئے جبھی قرینہ ہو سکتا ہے کہ جملہ وآت
ذالقربی وغیرہ اُس پر معطوف ہو سو اس بات کو اہل معانی اور بیان سے دریافت کرنا چاہئے کہ انشا کا عطف خبر پر اور ماضی کا عطف امر پر درست ہے کہ نہیں حق یہی ہے کہ جملہ وآت ذالقربی
اگر معطوف ہے تو لاتعبدوا پر معطوف ہے اور اگر یوں کہئے کہ وقضی ربک اگرچہ بظاہر خبر ہے پر حقیقت میں معنی امر ہے قرینہ لاتعبدوا موجود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی لاتعبدوا کا قرینہ
اس بات پر بھی شاہد ہے کہ اگر یہ جملہ خبر بمعنی امر ہے تو خطاب بھی عام ہے ہاں یہ بات اس صورت میں قابل استفسار ہے کہ جب دونوں جا بنیں مخاطب تمام امت ہی تھی تو نظم و نسق عبارت یوں
مختلف کیوں ہوا یا دونوں جا میں ضمیر جمع ہوتی یا دونوں جگہ ضمیر واحد آتی سو وجہ اس تغیر و تبدیل کی بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی حکم احکام متعددہ میں سے جو ایک ساتھ صادر فرمائے تمام
بہ نسبت اور احکام کے زیادہ تر عظیم الشان ہوتا ہے یا بہ نسبت کسی حکم خاص کے مخاطبوں کی طرف سے تقاعد اور تکاسل کا گمان ہوتا ہے تو ایسی صورت میں حکام والاشان بنظر مزید تاکید ہر فرد بشر
کی طرف خطاب کرکے حکم کیا کرتے ہیں سو یہاں بھی باین لحاظ کہ شرک کی برائی اور بروالدین کی بھلائی ہر عاقل کی عقل میں خود بخود جمی ہوئی ہے اسکی ضرورت نہ تھی کہ تہدید فرمائیں اور
بتاکید راہ پر لائیں فقط تقدیم ذکر ہی پر کہ یہ بھی ایک قسم کی تاکید ہے اکتفا فرمایا ہاں ادائے حقوق ذوی القربی علی ہذا القیاس بلحاظ صرف بیجا میں اکثر طبائع قاصرہ اور غافل نظر آتی ہیں مناسب
مقام یہ ہوا کہ زیادہ تر اہتمام کیا جائے علاوہ بریں امر و نہی درباره توحید و شرک سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ خالق سے کیونکر معاملہ کرنا چاہئے اور ادائے حقوق اہل حقوق اور نواہی اسراف
و تبذیر سے یہ غرض ہوتی ہے کہ خلائق کے ساتھ کیونکر رہنا چاہئے غرض معاملات کی دو قسمیں ہیں ایک خالق کے ساتھ ایک مخلوق کے ساتھ علی ہذا القیاس امر و نواہی بھی منقسم بدو قسم
ہیں اصلاح معاملات منظور ہے اور ہر معاملہ میں خصوصیت تمام ہے سو معاملہ خالق میں تو تمام مخلوقات برابر ہیں ایک ہی خالق اور سب کے ساتھ ایک ہی نسبت سکو تو ایک ہی معاملہ
تصور کیجئے اور معاملہ مخلوق میں ہر شخص کا حال جدا کیونکہ اول تو ہر ایک کے اقربا جدے ہیں اقربا میں سے بھی ہر شخص سے جدی قرابت اس لئے ہر قرابتی کے ساتھ ایک جدا ہی معاملہ ہوگا جب یہ بات
ذہن نشین ہو چکی تو اب سنئے کہ اول صورت میں تو بلحاظ وحدت معاملہ ایک ہی خطاب مناسب ہے اور صورت ثانی میں بنظر تعدد معاملہ خطاب بھی جدا جدا چاہئے **اقول** اس تطویل
لاطائل سے کیا فائدہ اول تو ترتیب سور اور آیات کی موافق تنزیل کے نہیں ہے اکثر مدنی سورتیں مکی سورتوں پر مقدم ہیں مدنی سورتوں میں آیات مکیہ داخل ہیں اور مکی سورتوں میں
آیات مدنیہ داخل ہیں ورنہ تطویل لاطائل تو اسوقت فائدہ بخشے جسوقت کہ آیت وات ذالقربی حقہ آیت مکیہ ہو اور ہمارا دعوی تو یہ ہے کہ آیت مدنی ہے اور جسوقت کہ آیت مدنی ہے تو انکو
آیات کیسے وقضی ربک اور اما یبلغن عندک الکبر لاتعبدوا وغیرہ سے کسیطرح سے ربط ہی نہیں ہو سکتا وہ آیت کہیں نازل ہوئی اور یہ آیتیں کہیں نازل ہوئیں اور تسلیم کیا ہے کہ خطاب
جناب رسول اللہ صلعم کیطرف ہو اور مراد اس سے امت ہو یہ بات درست ہے لیکن یہ قاعدہ سب جگہہ اور ہر ایک آیت میں جاری نہیں ہے اکثر آیتیں ایسی بھی ہیں کہ وہاں خطاب سے مراد خاص جناب
رسول اللہ صلعم ہی ہیں اور امت اس خطاب میں شریک نہیں ہے علی الخصوص جس آیت کی تفسیر میں روایت ہو کہ یہاں خطاب خاص رسول اللہ صلعم ہی کیطرف ہے تو اس صورت میں امت
اُس خطاب سے خارج ہو جائیگی اور وہاں صرف رسول اللہ صلعم ہی مخاطب ہونگے جیسے آیت وات ذالقربی حقہ میں پس بعد اسکے جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے وہ سب باطل ہو گیا اور لاتعبدوا کا
قرینہ باقی نرہا اور وقضی ربک سے بھی کچھ بحث نہیں ہے کہ وہ آیات مکیہ ہیں ان آیات میں بحث کرنے سے کیا فائدہ ہمارا کلام تو صرف آیت وات ذالقربی حقہ میں ہے کہ وہ مدنی آیت ہے
اور مکی سورہ میں اتفاق سے داخل ہو گئی ہے اور جو کچھ بعد اسکے لکھا ہے ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں لیکن اسکے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہیں یہ تو اسوقت درست ہوتا کہ جسوقت آیت
وات ذالقربی بھی مکی ہوتی اور خطاب طرف تمام امت کے مراد ہوتا ہے پہلے ہی اسکو دفع کر دیا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر اب بھی کسیکے دل سے خلجان نجائے تو یہ سمجھا جاسکے اور کیا
کہا جائے کہ یہ تعصب بیجا ہے مگر تاہم ہمارا مطلب کہیں نہیں گیا اگر خطاب خاص رسول اللہ صلعم ہی کیطرف ہوگا جب بھی صحیح ہے کہ مخاطب ساری ہی امت رہیگی وجہ اسکی یہ ہے کہ

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا یعنی یہی ہیں کہ اگر پہنچ جائیں تیری سامنے بڑہاپے کو ماں باپ میں سے ایک یا دونوں تو نہ کہہ انکو ہوں اور نہ جہڑک انکو اور کہہ انکو بات ادب کی الخ خطاب پوچھتا ہوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد چالیس برس کے کلام اللہ نازل ہونا شروع ہوا اور والدین آپکے بچپن ہی میں گزر گئے تھے پھر جو آپکو یہ حکم سنایا گیا بجز اسکے اور بھی کچھ معنی ہیں کہ اَوروں کو سنا سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے ہیں سو اسیطرح لفظ آت ذالقربی کو سمجھنا چاہئے اور بیشتر اس قسم کے خطاب کہ سب سے بڑے کو سونہہ پر دہرلیا وہاں کہا کرتے ہیں کہ کسی کام کا زیادہ تر اہتمام ہوا اور عوام کی طرف سے اُس میں کسیطرحکا تقاعد ظہور میں آیا ہو یا تقاعد کا گمان ہو تو ایسے میں بڑی محبوبوں اور مقربوں و افسروں کو سونہہ پر دہر کے کہا کرتے ہیں تا کہ سب سمجھ جائیں کہ جب ایسے محبوب اور مقرب کو اس حکم کی تاکید میں ہوتی ہے تو کیا ذکر ہے ہمکو بدرجہ اولے اُس حکم کی رعایت چاہئے بالجملہ اما یبلغن کے قرینہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ گو مخاطب خاص ہے پر خطاب عام ہے چنانچہ لا تبذر تبذیرا بھی فی الجملہ اسکے طرف اشارہ کرے ہے کیونکہ تبذیر سے منع کرنا کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اور نیز یہ بات بھی قرینہ مذکورہ سے واضح ہو گئی کہ ماں باپ بھی ذالقربی میں داخل ہیں بلکہ اس آیت میں زیادہ تر لحاظ اُنہیں کیطرف ہے لیکن خطاب عام جبھی ہو سکتا ہے کہ لفظ حقہ سے مطلقا صلہ رحمی مراد ہو چنانچہ ظاہر اور متبادر بھی یہی ہے ورنہ حقہ کا مصداق اگر فدک ہی ہو تو پہر کس کس مومن مسلمان کے پاس فدک ہے جو اقربا کے حوالہ کرے **اقول** پہلے اس سے میں بیان کر چکا ہوں کہ اس آیت میں خطاب رسول خدا صلعم کی طرف ہے اور وہ حضرت ہی اس خطاب سے مراد ہیں موافق روایات اہل سنت کی نامت کے آدمی اسواسطے کہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ مراد حقہ سے فدک ہے اور ساری اُمت کے پاس فدک کہاں تھا کہ جو وہ کسیکو دیتی اور بڑی دلیل فدک کو فاطمہ زہرا علیہا السلام کے دینے کی اور مراد حقہ سے فدک ہونیکی اور سب قرینوں میں سے فاطمہ کے خاص ہونیکی یہ ہے کہ بعد رسول خدا صلعم کے حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی ہبہ فدک کا کیا ہے اور یہ دعوی کرنا پچیس کتابوں میں اہل سنت کی لکھا ہے جسکا تو مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے انکار کرکے پچیس تیس کتابوں کو نگل گیا ہے اور ہم بعد اسکے اُن کتابوں کے نام لکھینگے اور اسکا کچھ جواب نہیں بن سکے کہ کہو فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعوی کیا تھا واسطے طلب دنیا کے اور اپنے باپ پر تہمت ہبہ کی کی تھی لیکن ہمسے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ایسا کہیں تم برعایت ابوبکر جو چاہو سو انکو کہو اور آیت اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ پر اسکا قیاس نہیں ہو سکتا کہ یہ آیت مکی ہے اور مراد اس سے اُمت کے آدمی ہیں اور وہ آیت مدنی ہے اور البتہ بیشتر اس قسم کے خطاب سب سے بڑے کو ہوا کرتے ہیں اور مراد اُس سے سب لوگ ہوتے ہیں لیکن اس جگہہ یہ بات نہیں ہے کہ یہاں تخصیص ہو گئی ہے اور ایسے ہی لا تبذر تبذیرا کا حال ہے مثل یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ کے کہ خطاب حضرت کی طرف ہے اور مراد اُمت کے آدمی ہیں اور آیہ وآت ذالقربی حقہ میں یہ بات نہیں ہے اور اگر ماں باپ ذوی القربی میں داخل ہوں تو ہوا کرو اس سے کیا ہوتا ہے روایتوں نے تو ذالقربی کو خاص کر دیا ہے **قال الشیخ الاشعری** سیاق سباق آیہ وآت ذالقربی الخ مندرجہ سورہ بنی اسرائیل تو بشہادت وجوہ مذکورہ اس تفسیر سے انکار کرتا ہے علی ہذا القیاس سورہ روم کو خیال فرمائیے اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ سے لفظ آت ذالقربی کے مابعد تک اگر بغور تامل کیا جائے تو صاف واضح ہو جائے کہ یہاں بھی گو مخاطب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن خطاب عام ہے کیونکہ پہلے تو یہہ مضمون ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے جس پر چاہے تنگ کردے اسی پر تفریع کرکے فرماتے ہیں کہ تو قریبوں اور مسکینوں اور مسافروں کو اُنکا حق دیتا رہ یعنی ہمنے اپنی بے نیازی سے کسی کسی کو مفلس اور تنگدست بنا دیا سو تو اُنہیں اس ترتیب کے موافق خبر لیتا رہ پہر اسکے بعد یہ مضمون ہے کہ یہ بات بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور وہ ہی لوگ فلاح کے پہنچنے والے ہیں اور اُسکے بعد اور بھی ایسے ہی مضمون عام ہیں الغرض جو لفظ ذالک کا اشارہ ہے یعنی یہ جو ارشاد ہوا کہ یہ بات بہتر ہے یہ اُسی قرابتیوں کی حقوق اور مساکین اور ابناء سبیل کے حقوق کے ادا کرنیکی طرف اشارہ ہے سو اسطرح سے اشارہ فرما کر کہنا کہ یہہ بات بہتر ہے ایمان والوں کی لئے جبھی صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی حکم عام ہو سو در صورتیکہ فدک مراد ہو تو اس تفسیر کا حال ہمتو نہیں لکھ سکتے ایسا ہو جائیگا جیسے نعوذ باللہ مشہور ہے من چہ گویم وطنبور من چہ میگوید الغرض دستاویز ہبہ فدک و فرمان عطاء فدک شیعوں کے نزدیک سورہ روم کی آیت تہی سو اسکے سیاق سباق کا بھی حال معلوم ہو گیا **اقول** سیاق سباق نفس آیہ وآت ذالقربی کا جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے ہرگز اس تفسیر کا انکار نہیں کرتا ہے جیسے کہ ہم لکھ چکے ہیں اور ایسی ہی حال سورہ روم کے اس آیت کا ہے اسواسطے کہ ہمارا کلام نفس آیہ وآت ذالقربی حقہ میں ہے اور اُسکے ماقبل و مابعد سے ہمکو کچھ بحث نہیں ہے کہ یہ ترتیب آیات کی اور سورتوں کے موافق تنزیل کی نہیں ہے کہیں کی آیت کہیں جمع کر دی ہے اور کہیں کے کہیں اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت علیحدہ ہی نازل ہوئی ہے اور سورہ بنی اسرائیل اور سورہ روم میں داخل ہو کر نازل نہیں ہوئی ہے جامع قرآن نے ان دونوں سورتوں میں اُسکو جمع کر دیا ہے چنانچہ تفسیر درمنثور اور کنز العمال وغیرہ میں لکھا ہے کہ جسوقت آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو فدک دیا اور یہ نہیں لکھا ہے کہ جسوقت یہ سورت نازل ہوئی تو فاطمہ کو فدک دیا اگر یہ آیت وقت نزول کے کسی سورت کے اندر ہوتی تو اُس سورت کا نام لکھتے اور ہمنے تسلیم کیا کہ خطاب اس آیت میں عام ہے اور خطاب سے مراد جناب رسول خدا صلعم اور تمام اُمت ہے اور حکم ہے سب کو قریبوں کے حقوق کے دینے کا ہے تو اس صورت میں ہر آدمی اپنے اپنے قریب کو حق اُسکا دیوے اور رسول خدا صلعم فاطمہ کو فدک دیوے کہ وہ حق اُس کا ہے اور اس حق کے واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ ملک موہوب کے ہو جیسے کہ اور آدمیوں کی قریبوں کی حقوق اُنکی املاک ہی کا نہیں ہوتی اور حقہ سے مراد فدک کے ہونے سے کوئی قباحت لازم نہ آئی اور دستاویز ہبہ فدک شیعوں کی نزدیک آیہ وآت ذالقربی حقہ ہے نہ کل سورہ بنی اسرائیل اور سورہ روم گو آیت کا

ان دونوں صورتوں میں مدعا نسخ کر دیگئی ہے اور مطلب شیعوں کا ہر نہج ثابت اور متحقق ہے **قال الشیخ الاشعری** معنی اخص کی تفسیر فدک ہی ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا معنی حقیقی ہو یا معنی ایک کا فرد ہو اور جیسے کوئی شخص گھوڑے کو نہ جانتا ہو اور وہ کسی سے پوچھے کہ گھوڑا کیا شے ہے تو ہر اور اتفاق سے کوئی گھوڑا اوسوقت سامنے آ جائے تو وہ دوسرا کہنے لگے کہ دیکھو یہ ہے گھوڑا تو یہ جواب بیان معنی اور تفسیر حقیقت نہیں بلکہ حقیقت اسکی ایک فرد کو بتا کر گویا یوں سمجھا دیا ہے کہ باقی افراد بھی اسی پر قیاس کر کے حقیقت مشترک کو سمجھ لو ایسے ہی رسول اللہ صلعم حقیقت حق ذی القربیٰ کو نجانتے ہوں اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کو افراد حقوق ذی القربیٰ میں سے بتلا کر مطلب کا راہ نکال دیا ہو یوں کہئے کہ نہ یہ معنی لغوی ہیں اور نہ کوئی فرد معین منجملہ اوروں کے بلکہ جناب سرور کائنات فقط مقدار حق ذی القربیٰ کی نجانتے ہوں سو اسیکا سوال کیا اور حضرت جبرئیل نے اس مقدار ہی کا بیان فرمایا بالجملہ ان تین احتمال سے زیادہ اور کوئی احتمال نہیں جسکو غرض اصلی تفسیر مذکورہ کی قرار دیجئے اور حقیقت میں دیکھئے تو ایک بھی احتمال نہیں مطلب آیت کا ظاہر ہے تفسیر کی کچھ حاجت نہیں سو خیر اگر اس معنی کو معنی لغوی قرار دیجئے تو ظاہر ہے کہ ظاہر البطلان ہے کونسا کون لغوی کہیگا کہ اس لفظ کے معنی لغوی اور موضوع لہ مطابقی یہ معنی ہیں اور اگر یوں کہئے کہ مدینۃ العلم اور معدن حکمت یعنی سرور کائنات علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ تسلیما حقیقت حق ذی القربیٰ کو نجانتے تھے اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کا بیان فرما حقیقۃ الامر سے مطلع فرما دیا تو یہ جرأت مولوی عمار علی صاحب جیسے صاحبوں سے ہو سکتی ہے اہل فہم کی زبان تو ایسی باتوں کے لئے نہیں اٹھتی عاقل چھوڑ دیوانے بھی اتنا جانتے ہیں کہ حقیقت حق ذی القربیٰ بنیاد لا ما ہی چنانچہ لفظ آت خود صاف یہی کہتا ہے پھر جبتک یہ نہ سمجھے دینے دلانیکا اتفاق ہو گو وہی ایک فرد اس حقیقت کا ہو جائیگا باقی رہا تیسرا احتمال وہ بادی النظر میں البتہ فی الجملہ کچھ آیت مذکورہ کے پاس پاس کو ٹھیرتا ہے لیکن غور کیجئے تو جواب نہیں یہی بعید ہے کیونکہ اول تو اور باکوئی ہی حدیث شیعہ سنیوں کا سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جتنا کوئی دیتا تھا ہے اور دوسرے اس صورت میں لازم تھا کہ یوں کہتے یا جو بوں سے مثلاً یا باعتبار ربع مال یا ثلث مال کی تعیین مقدار بیان فرماتے اس صورت میں اس سوال جواب کی وہی شکل ہو جائیگی سوال از آسمان جواب از ریسماں نعوذ باللہ اگر اس احتمال پر حضرات امامیہ میں تو خرابی ہے اس عقیدہ کو بھی منظور فرما لیں کہ خداوند کریم کی طرف سے حکم حضرت علی پاس وحی کے لیجانیکا ہوا تھا پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کے باعث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچا دی کیونکہ اس جواب سے ہی حضرت جبرئیل کی خوش فہمی کچھ اس خوش فہمی سے جو غرابت کے طور پر دوبارہ وحی رسانی ان سے ظہور میں آئی ہے کم نہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نجدی نے بیان کیا ہے اور احتمالات نکالے ہیں سب بیجا ہیں اور واہی ہیں یہاں اپنی رائے کو کیا دخل ہے جسوقت کہ تفسیر اسکی شارع کیجانب سے منقول ہو گئی ہو اسی طرح سے اپنی رائے کو دخل دیکر لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور جو کچھ شارع سے منقول ہے اس پر نظر نہیں کرتا ابوحنیفہ نے اکثر احادیث کو رد کیا ہے دیکھو صحاح ستہ میں بہت سی حدیثیں ایسی ہیں کہ مذہب ابوحنیفہ کا انکے مخالف ہے اور یہ شیخ بھی پیروی ابوحنیفہ کی کرتا ہے اور شہر دہلی کے چاندنی چوک میں ایک شخص مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے گروہ میں سے کھڑا ہو کر برملا کہتا ہے کہ ابوحنیفہ گمراہ تھا اور جو کوئی اسکے پیروی کریگا وہ بھی گمراہ ہے اور جناب رسول خدا صلعم عالم الغیب نہ تھے اور بدون وحی کے ایک امر کو نہیں جان سکتے تھے اور بعض مراتب ایسا ہوتا تھا کہ اگر کوئی پوچھتا تھا تو حضرت ساکت ہو جاتے تھے کچھ جواب نہیں ارشاد فرماتے تھے بلکہ منتظر وحی رہتے تھے جب اس امر میں کچھ نازل ہوتا تھا تو اطلاع فرماتے تھے جیسے کہ طرفین کی تفاسیر میں مرقوم ہے اور حق طرح طرح کے ہوتے ہیں جسوقت حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ فاطمہ کا حق اسکو دے تو حضرت کو کیا معلوم تھا پہلے سے حق کا حال کہ وہ کیا ہے اور حقوق تو قرابت کے اور صلہ رحمی انکی ظاہر ہے اسکے پوچھنے کی کچھ احتیاج ہی نہیں ہے لیکن حضرت جبرئیل نے جو کہا حضرت رسالتمآب صلعم سے کہ تو حق فاطمہ کا دے تو اسوقت حضرت صلعم متردد ہوئے کہ حق فاطمہ زہرا کا وہ کونسا ہے کہ جسکے دینے کو جبرئیل کہتا ہے اسوقت آپنے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ حق فاطمہ کا کیا ہے آخر حضرت جبرئیل نے اسکا جواب دیا اور حضرت نے اس حق کو پوچھا تھا کہ وہ کیا چیز ہے اسکی حقیقت کو نہیں پوچھا تھا کہ لازم آئے کہ حضرت حق کی حقیقت سے کیا ناواقف تھے اور اسمیں کیا قباحت ہے کہ جو لکھتا ہے کہ مولوی عمار علی صاحب جیسوں کی جرأت ہے حضرت صلعم تو اکثر باتیں حضرت جبرئیل سے پوچھا کرتے تھے کیا تجھکو خبر نہیں ہے اپنی کتابوں کو تو کھولکر دیکھ اور دیوانہ تو تو ہے کہ ایسی پوچ باتیں لکھتا ہے کہ جنکو سنکر لڑکے بھی ہنستے ہیں اور یہاں حقیقت حق سے کیا مطلب ہے اور حضرت اسکی حقیقت کو کیوں پوچھتے حضرت تو اس حق کو پوچھتے تھے کہ وہ کیا شے ہے جسکے دینے کو تم کہتے ہو حضرت جبرئیل نے اس سے آگاہ کر دیا اور اسیواسطے تو حضرت نے پوچھا کہ حق کی تو کچھ حد نہیں ہے جسقدر دو تھوڑا ہے تئیں تم جو مجھکو حق کے دینے کو کہتے ہو وہ کیا حق ہے کہ میں فاطمہ کو دوں اور جسوقت جواب میں ایک شے معین کر دی کہ فلانا گاؤں دو تو پھر سکھیوں اور حصوں کے مقرر کرنیکی کیا احتیاج ہے جواب مطابق سوال کے ہو گیا اور جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت جبرئیل کو علی کے پاس وحی کے پہنچانیکا حکم ہوا تھا اور جبرئیل غلطی سے محمد صلعم کے پاس وحی لیگئے شیعہ ایسے شخص کو کافر جانتے ہیں اور یہ اعتقاد تو تمہارے ہی بزرگوں کا ہے شمس تبریز کے نظم کا شعر ہے کہ ع جبرئیل کہ آمد ز بر خالق بیچون * در پیش محمد شد و مقصود علی بود * اور ایسے ہی بڑی تہمت شیعوں پر کی ہے کہ وہ تو کچھ کہتے ہیں اور یہ اپنی طرف سے افترا کرکے اور طرح سے انکی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جس سے شیعہ کوسوں بھاگتے ہیں اور یہ شیخ نجدی تو کہتا ہے کہ شیعہ دوازدہ امام کو خدا سے زیادہ جانتے ہیں یہ لوگ ایسی ایسی افترا ہیں لوگوں کے گمراہ کرنیکے واسطے کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ تینوں احتمال اس تفسیر کے ابطال ہی کو لا ال ہیں ہاں اگر فدک پہلے سے مملوک حضرت فاطمہ زہرا ؑ ہوتا اور بوجہ غلطی مثلاً رسول اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں ہوتا تو البتہ یہ تفسیر باعتبار ظاہر ٹھیک ہو جاتی لیکن اسکو کیا کیجئے کہ اتنی بات کے سنی تو درکنار شیعہ بھی قائل نہیں بلکہ باتفاق شیعہ فدک مملوک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا پر بعد نزول اس آیت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیا علیٰ ہذا القیاس ذا القربیٰ کی تفسیر میں جو حضرت زہرا ؑ کا نام ہے اسمیں بھی ان تینوں احتمالوں کا بطلان سمجھے

اقول ہمکو ان احتمالوں سے کچھ سروکار نہیں ہے اگر باطل ہیں تو ہوا کرو جو کہ حق ہے اور روایات شیعہ و سنی اسکے باب میں وہ ہوئی ہیں ہم اسکو بیان کر چکے اور اگر یہی امر ہے جسکو کوئی کچھ دیا کرے تو وہ موہوب لہ کی پہلے ہی سے ملک ہو واہب کی بات تو اس صورت میں کسیکو بخشش کرنی درست نہوا اسواسطے کہ جو کچھ واہب کے پاس ہے وہ موہوب لہ کی ملک نہیں ہے اور جہاں کہیں کہ خدا تعالی نے قرآن میں فرمایا ہے کہ قریبوں اور مسکینوں کو اور مسافروں کو حق انکا دو یہ سب بیجا ہوا اسواسطے کہ دینے والے کے پاس ان لوگوں کی ملک نہیں ہے کہ وہ حق انکو دیوے ایسا ہی حال فدک کا ہے اسمیں اور اسمیں کچھ فرق نہیں ہے اب ہم یہی مثل اس شیخ کی کہتے ہیں مال اگر پہلے سے عطیہ مملوک ان لوگونکا ہوتا اور بوجہ غلطی مثلاً دینے والے کے قبضہ میں ہوتا تو البتہ یہ تقریر باعتبار ظاہر صحیح ہو جاتی لیکن اسکو کیا کیجے کہ اتنی بات کے شیعہ تو درکنار سنی بھی قائل نہیں بلکہ باتفاق اہل سنت عطیہ مملوک رسول اللہ صلعم تھا پر بعد نزول اس آیت کے رسول اللہ صلعم نے ان لوگوں کو ہبہ کے حوالہ کر دیا اب جو جواب تم اسکا دوگے وہی جواب ہم فدک کا دینگے اور ذوالقربی کی تفسیر میں جو حضرت زہرا کا نام ہے اسکی وجہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور ان سب باتوں کو جانے دیجے اگر ذوالقربی اور حقہ کے معنی رسول اللہ صلعم کو معلوم تھے تو لفظ مسکین و ابن سبیل بھی اسی طرح کے اشکال اور اخفاء معنی میں کچھ ذوالقربی اور حقہ سے کم نتھا علے الخصوص تعیین مقدار حق مسکین اور حق ابن سبیل کہ ان دونوں کا عرف میں بھی کوئی قانون نہیں بخلاف قرابتیوں کے کہ انکے دینے لینے کا ہر قوم میں ایک دستور بندھا ہوا ہے پھر کیا وجہ کہ رسول اللہ صلعم نے اقربا اور اقربا کے حقوق کو تو حضرت جبرئیل سے پوچھا اور مسکین و ابن سبیل بیچاروں کی بات بھی نہ پوچھی اگر یہ عذر ہے کہ اس روایت میں نسہی کسی اور روایت میں ہوگا تو مسلم لیکن کسی دوسری ہی روایت سے مثل ذوالقربی کے مسکین و ابن سبیل کی تخصیص معین کیجے اور تعیین مقدار حق مسکین و ابن سبیل بیان فرمائیے اور قطع نظر اسبات کے جناب باریتعالی اس آیت میں ایک ساتھ تینوں کو ذکر فرماتا ہے آیت واعلموا انما غنمتم وغیرہ کے ملاحظہ سے بھی یوں سمجھ میں آتا ہے کہ مسکین و ابن سبیل استحقاق میں ذوالقربی کے ہم پلہ ہیں جیسا انکا دینا ضروری ہے ویسا ہی انکا پھر کیا وجہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کو ذوالقربی کے حق کے ادا کرنیکا تو فکر ہوا اور اسبات میں کنجکاو اور تفتیش اور استفسار فرمایا اور دربارہ مسکین اور بیچارہ ذلیل ابن سبیل کچھ لب کشا نہوئے **اقول** پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ بوقت تفسیر آیت کی روایتوں سے معلوم ہوگئی تو ہمکو ان احتمالات واہیہ کے جواب دینے سے کچھ کام نہیں ہے اور ذوالقربی اور حقہ کے معنی بیشک رسولخدا صلعم جانتے تھے اور معنی میں انکی کچھ کلام ہی تو نہیں ہے اور نہ کچھ معنی سے انکے بحث ہے اور نہ کچھ معنی سے مسکین و ابن سبیل کے بحث ہے کیا جناب رسولخدا ان لفظوں کے معنے انسے پوچھتے تھے جو ایسی واہی باتیں لکھتا ہے حضرت کے قریب جو متعدد تھے اسواسطے حضرت نے قریب کو پوچھا کہ وہ قریب میرا کون ہے جسکو میں دوں قریب کے معنی کو نہیں پوچھا تھا اور قریب حضرت کے جو معین اور منحصر تھے اور معلوم نتھا کہ قریبوں میں سے کس قریب کو دینا چاہیے اسواسطے حضرت نے پوچھا کہ وہ قریب کون ہے جسکو میں دوں اور حضرت فاطمہ جو سب بیبیوں سے زیادہ محبوب تھیں انکا ہی نام حضرت جبرئیل نے لیا اور مسکین و ابن سبیل غیر منحصر تھے انمیں سے کسیکو دینے کی خصوصیت نہیں ہے جو کوئی ملے ہوا اسکو دینا چاہیے اور جسقدر چاہے دیدے اسواسطے انسے سوال نہیں کیا اور مسکین کے حق کی مقدار کچھ معین نہیں ہے جسقدر چاہے دیوے اسکے پوچھنے کی کیا احتیاج تھی اور مسافر کا دینا بھی معلوم ہے اسکو اسقدر دیوے کہ وہ وطن کو اپنے پہنچ جاوے اسکے پوچھنے کی بھی احتیاج نہیں تھی اور قریب کو بھی دینے کا بھی کوئی قانون مقرر نہیں ہے جسقدر چاہے دیوے لیکن حضرت جبرئیل نے قریب کو خاص کرکے جو حضرت صلعم سے کہا کہ اسکا حق دے اور مسکین اور مسافر کے واسطے نکہا کہ انکا حق دے جیسے کہ روایتوں میں ہے اسواسطے حضرت صلعم نے قریب ہی کو حضرت جبرئیل سے پوچھا اور مسکین اور مسافر کو نہ پوچھا یہی وجہ قریب کے پوچھنے کی اور مسکین مسافر کے نہ پوچھنے کی اور ایسے ہی حق کا حال ہے کہ قریب کے حق کو جو حضرت جبرئیل نے کہا تھا کہ اسکا دے اسواسطے حضرت نے پوچھا کہ اسکا حق کیا ہے اور مسکین اور مسافر کے حق کے دینے کو نہ حضرت جبرئیل نے کہا نہ حضرت صلعم نے اسکو پوچھا اور بیشک ذوی القربی اور مساکین اور ابناء سبیل تینوں مستحق ہیں فئی میں لیکن مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ تینوں کو برابر دیوے بلکہ دینے والے کو اختیار ہے جسقدر جسکو چاہے دیوے اور نہ یہ مراد ہے کہ جو چیز کہ ایک قسم کو دیوے اسیطرح کی دوسری قسم کو دیوے ان تینوں قسموں میں سے بلکہ ہوسکتا ہے کہ کسیکو نقد دیوے اور کسیکو غلہ دیوے اور کسیکو زمین دیوے اور کسیکو کپڑا دیوے اور کسیکو گھر دیوے اور حضرت کو ذوالقربی کے حق کی ادا کرنیکا فکر اسواسطے ہوا کہ حضرت جبرئیل نے اسکے ہی حق کی دینے کو کہا تھا اور مسکین اور مسافر کے حق کی دینے کو نہیں کہا تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان دونو کا حق ندیا جاوے اور ذوالقربی کے ذکر کا اسواسطے زیادہ اہتمام ہوا کہ خدا تعالی کو منظور تھا ایک شے خاص کا حضرت فاطمہ زہرا کو دینا جیسے کہ اور فضائل اس معصومہ مظلومہ کے ہیں یہ بھی ایک فضیلت انکی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ لیکن تم کیوں سوختہ ہوتے ہو حضرت زہرا کے دینے سے اور قرآن میں بیجا تاویلیں اور انکار کرتے ہو تمکو اسبات کا رنج ہے کہ حضرت عائشہ کو کوئی جاگیر کیوں نہ عطا ہوئی اگر فاطمہ زہرا کو جاگیر ملی تھی تو عائشہ کو بھی ملتی **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی روایات طرفین کی جو درباب فضیلت خدمتگزاری مساکین اور ابناء سبیل کے وارد ہیں سو ایسی روایتیں صلہ رحمی کی فضائل میں بھی بہت مشہور معروف ہیں اگر مساکین اور ابن سبیل اور انکے حقوق کی تفصیل و تحقیق کا پہلے سے معلوم ہونا اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے تو ذوالقربی اور انکے حقوق کی تفصیل و تحقیق کا معلوم ہونا بھی صلہ رحمی کے فضائل روایات سے معلوم ہوتا ہے مسکین و ابن سبیل کے باب میں اگر پوچھنے کی حاجت نتھی تو یہاں بھی نتھی اور اگر احادیث فضائل صلہ رحمی میں یہ احتمال ہے کہ شاید بعد اس آیت کے نزول کے لب مبارک نبوی سے صادر ہوئی ہوں تو یہاں بھی وہی احتمال نہ انکے کسی کے پاس تاریخ لکھی ہوئی نہ انکی یہ سب ردو کد تو

تو اس صورت میں ہے کہ جیسا تمام امت خاصکر شیعہ اس آیت کو مکی کہتے ہیں مکی ہی کہیں اور اگر سارے جہان کے برخلاف جیسے مولوی عمار علی صاحب نے واقدی اور بشیر بن ولید کے حوالہ سے اس آیت کا مدنی کہا بعد خیبر کے نازل ہونا بیان فرمایا ہے ہم بھی اسکے بعد خیبر بطرح فتح کے قائل ہوں تب ایک بات میں جھگڑا ہو جو کہتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ آیت بعد خیبر کے نازل ہوئی تو آیت واعلموا انما غنمتم پہلے نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ تقسیم آیت واعلموا میں ہے اسی تقسیم کے موافق فتح خیبر سے پہلے ہمیشہ غنیمتیں تقسیم ہوتی رہیں سو اس صورت میں کیا حاجت تھی کہ رسول صلعم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کیونکہ ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر آیہ آت ذا القربی حقہ میں تقسیم مذکور کی طرف اشارہ ہوگا اور جو تھا اس تقدیر پر بھی ذا القربی اور مسکین اور ابن سبیل تینوں کے حق کی شرح مشرح معلوم ہوچکی تو جو جو خرابیاں بر تقدیر صحت روایت معلوم ہوتی تھیں سب کی طرف اطمینان حاصل ہوجائیگا **اقول** - البتہ روایات فضائل خدمتگزاری مساکین و ابن سبیل اور ذا القربی کی سبب تفصیل اور تحقیق انکے حقوق کی معلوم ہوگئی ہے لیکن آیہ ذا القربی میں حق جناب رسول خدا صلعم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا تو اسواسطے پوچھا کہ حضرت جبرئیل نے حضرت صلعم سے کہا تھا کہ تو ذا القربی کا حق دے اور خود اپنی طرف سے حضرت نے ابتدا نہیں کی تھی اور حضرت جبرئیل نے صرف ذا القربی کے حق دینے کو کہا تھا اور مسکین اور ابن سبیل کا کچھ ذکر نہیں لیا اسواسطے حضرت صلعم نے انکے حق کو پوچھا اور انکے حق کو نہ پوچھا خواہ احادیث فضائل صلہ رحمی کو بعد نزول آیت مذکورہ کے صادر ہوں خواہ پہلے اس سے اور شیعہ اس آیت کو مکی نہیں کہتے ہیں بلکہ مدنی کہتے ہیں اور بعضے اہل سنت جو اسکو مکی کہتے ہیں اس جہت سے کہتے ہیں کہ یہ آیت سورہ مکی میں داخل ہوگئی ہے اور وہ سورہ جو مکی ہے تو اس آیت کو بھی مکی کہتے ہیں اور واقع میں نزول اس آیت کا دونو سورتوں بنی اسرائیل اور روم سے علیحدہ ہے اور یہ آیت تنہا ہی نازل ہوئی ہے جیسے کہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے اور اسکے نزول کی روایت واقدی اور بشیر بن ولید ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ راوی اسکے اور اشخاص بھی ہیں اور گو آیہ واعلموا انما غنمتم گو آیہ مذکورہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے غنیمتیں تقسیم ہوتی رہی ہیں اور حضرت بھی اس تقسیم سے واقف تھے اور اسیطرح تقسیم کرتے تھے لیکن جناب رسول خدا صلعم سے جو حضرت جبرئیل نے کہا کہ تو ذا القربی کا حق دے تو حضرت نے یہ تصور کرکے کہ ذا القربی کا تو میں حق دیتا رہتا ہوں پھر مجھ سے جبرئیل حق کرنے کو کیوں کہتا ہے شاید کوئی امر جدید ہو اسواسطے حضرت نے پوچھا حضرت جبرئیل سے کہ قریب میرا کون ہے اور حق اسکا کیا ہے اور یہ گفتگو حضرت صلعم کی اور حضرت جبرئیل کی اسواسطے ہوئی کہ خدا تعالی کو منظور عطا کرنا فدک کا فاطمہ زہرا علیہا السلام کو تھا اور روایات جو دینے کی فدک میں آئی ہیں وہ بہت صحیح اور درست ہیں کوئی خرابی انسے لازم نہیں آتی ہے ہر چند تم خاک چھانا کرو **قال الشیخ الاشعری** بہرحال چار طرف وجوہات متعددہ اور قرائن داخلی اور خارجی اسبات پر شاہد ہیں کہ یہ روایت محض موضوع اور سراسر بہتان ہے بالجملہ باعتبار روایت کے تو سنیوں کو اس روایت کے غیر معتبر کہنے میں ان وجوہ سے تامل نہیں ورنہ تامل یہ سمجھتے ہیں کہ مطلب اس آیت کا یہ ہو کہ مومنو اقربا اور مساکین اور مسافروں سے سلوک کرتے رہو اور اقربا میں سے ہر ایک کے ساتھ درجہ بدرجہ احسان اور محبت اور ادب اور تواضع سے پیش آو ماں باپ کے ساتھ خدمتگزاری اور اولاد کے ساتھ محبت اور دلداری اور بھائی بندوں کے ساتھ اخلاق اور مددگاری سے ملتے رہو لفقط علی العموم سب مومنوں کو یہ حکم ہے گو مخاطب فقط رسول اللہ صلعم ہی ہیں یہ کہ فقط رسول اللہ صلعم اکیلے حضرت فاطمہ کو فقط فدک حوالہ کرکے اس بار حکم سے سبکدوش ہو کر فارغ البال ہو جائیں **اقول** اس روایت کے موضوع ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ کوئی قرینہ ہے اور پہلا اس سے جو کچھ اس شیخ نے اپنی رائے ناقص سے احتمالات لا یعنی نکالکر لکھا ہے سب ہیچ ہے اور ہم نے ان سب کا تو بخوبی رد کردیا ہے اور اگر کوئی شخص سوا اہل سنت کے ایسی روایت کو کہ مخالف مذہب اہل سنت کے ہو لکھتا تو اہل سنت تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ موضوع اور افترا ہے اور جس وقت کہ ایک جماعت علمائے اہل سنت کی کسی روایت کو اپنی کتابوں میں لکھیں تو اہل سنت اسکو موضوع اور افترا نہیں کہہ سکتے ہیں کیا کوئی اپنے مذہب پر افترا کریگا اور سب اہل سنت اس روایت کو غیر معتبر نہیں جانتے ہیں بلکہ ایک جماعت علماء اسکی تصدیق کرتی ہے اور اپنی کتابوں میں درج کرتی ہے اور ایک دو شخص کے لکھنے پر تو احتمال کرسکتے ہیں اور ایک جماعت کے لکھنے پر ایسا گمان نہیں ہوسکتا اور جو وجوہ کہ اس روایت کے ابطال میں لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور جو کچھ بعضے اہل سنت مثل اس شیخ نجدی کے اس آیت کے سمجھتے ہیں ہرگز اس سے متبادر نہیں ہے اسواسطے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کے ظاہر پر عمل کرنا چاہیئے اور ظاہر معنی اس آیت کے یہی ہیں کہ خطاب اس آیت میں خاص رسول اللہ صلعم کیطرف ہے اور وہ حضرت ہی اس خطاب سے مراد ہیں اور جبتک ظاہر پر عمل ہو سکے دوسرے معنے کی طرف رجوع نہیں کرسکتے اور اگر حضرت ہی اس آیت کے خطاب سے مراد ہوں تو اسمیں کچھ قباحت بھی نہیں ہے اسواسطے کہ دینا اقارب اور مساکین اور ابنا سبیل کا حضرت کے مخالف نہیں ہے ہاں اگر جو امر کہ حضرت کی شان کے مخالف ہے اور خطاب اس کا حضرت کیطرف ہے جیسے کہ ولا تبذر تبذیرا میں ہے تو البتہ اس خطاب سے مراد امت کے آدمی ہونگے اسواسطے کہ اسراف اور بیجا خرچ کرنا مخالف حضرت کی شان کے ہے اور اگر آیت وآت ذا القربی حقہ میں حضرت ہی مراد ہوں تو اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے پھر تم ظاہر کو چھوڑکر دوسرے معنے کیطرف جائیں کہ خطاب حضرت کی طرف ہو اور مراد اس سے ہم کل مومنین ہوں اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے بجز اسکے کہ قرآن کے معنے کو بگاڑنا اور اسمیں تحریف کرنی پس معلوم ہوا کہ اس آیت کے خطاب سے خاص جناب رسول خدا صلعم مراد ہیں اسکے اور آیتیں جو دینے اور احسان کرنے کی ہیں اس سے اور مومنین مراد ہیں اور اس آیت میں حضرت کو قرابتوں میں سے صرف حضرت فاطمہ کے دینے کا حکم ہوا اور سوا اسکے اور آیتوں میں حضرت کو علی العموم سب قرابتوں کے دینے کا حکم ہو اسمیں کسیطرح کی قباحت نہیں ہے اور ہمنے تسلیم کیا کہ اس آیت مذکورہ میں خطاب سے مراد جمیع مومنین ہیں اور سب مومنین کو اپنے قرابتوں اور مسکینوں اور مسافروں کے دینے کا حکم ہے اور رسول خدا صلعم بھی مومنین میں سے ہیں تو ان حضرت کو بھی حکم ہے دینے کا لیکن حضرت کو اس آیت میں قرابتوں میں سے جناب فاطمہ زہرا کے دینے کا حکم ہے اور سوا اس آیت کے اور آیتوں میں حضرت کو سب کے دینے کا حکم ہے اور حضرت ہمیشہ سب کو دیتے رہے ہیں کچھ فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی کو فدک دیکر اس بار حکم سے سبکدوش ہوکر فارغ البال نہیں ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا بعد ہونا فدک

روایت کے اس روایت کا غلط ہونا سو اول تو اس روایت کے غلط ہونے میں اسوجہ سے شک و شبہ نہیں کہ مولوی عمار علی صاحب اسباب کے ناقل ہیں کہ یہ روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں ہے اس سے زیادہ اس روایت کے غلط ہونے کی اور کیا نشانی ہوگی کیونکہ مولوی صاحب کا صدق مقال اور درستی گفتار دربارۂ نقلیات اُن تحریروں سے جو قریب ہے حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام کلثوم جگر گوشۂ حضرت بتول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدمہ میں گزری ہیں بلکہ سوا اسکے اور تحریروں سے بھی واضح ہو چکا ہے پھر جب مولوی صاحب روایت میں ایسے امانت دار ٹھہرے کہ شیعوں کی سند میں اپنے علما اور اپنی معتبر کتابوں کی طرف ناحق جھوٹ کی نسبت کردی ہو اور سب دین و آئین کا اعتبار کھو دیا ہو سنیوں کے ذمہ تو یہ بہتان باندھتے ہوئے انکو کیا اندیشہ رہ گیا ہے ایسی باتوں میں یا خدا کا ڈر ہوتا ہے یا دنیا کی شرم ہوتی ہے سو قربان جائیے تقیہ کے اُسکے صدقہ سے دونو کو بغل میں دبا رکھا **اقول** مولوی صاحب ممدوح اس نقل میں بیشک راست گو ہیں اور بیشک اہل سنت کی معتبر کتابوں میں یہ روایت لکھی ہے اور تبرا اور دروغگو تو ہے جو ان روایتوں کا انکار کرتا ہے اور حضرت ام کلثوم اور رقیہ کے مقدمہ میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے سب سچ ہے اور جو کچھ تو نے انکے لکھے پر اعتراض کیا ہے ہم اسکو دفع کر آئے ہیں اور انہوں نے کسی عالم شیعہ اور کتاب شیعہ کو جھوٹا نہیں کہا ہے تو الٹا تو انپر تہمت کرتا ہے اور انکے برابر تعصب ... کوئی امانت دار ہے اور خائن تو ہے کہ جو حق کو چھپاتا ہے اور اپنے دین کا اعتبار کھوتا ہے اور سنیوں پر انہوں نے کچھ بہتان نہیں باندھا ہے اپنی کتابوں میں دیکھ لے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے راستی اسی میں ہے تقیہ پر تو کیا طعن کرتا ہے تقیہ شعار انبیا کا ہے اور کثرت سے روایتیں تقیہ کرنے کی اہل سنت کی کتابوں میں خود ہیں اور اس شیخ نجدی کی شرارت کو دیکھنا کہ یہاں تو لکھتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے ہماری کتابوں میں نہیں ہے اور بعد اسکے اسکا اقرار کریگا اور کہیگا کہ یہ روایت تو ہے لیکن ایسی روایتوں کو بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے اور جہاں تک اسکی نہیں کی ہے اس شیخ کو نہ خدا کا خوف ہے نہ دنیا سے شرم ہے اور کہیں لکھتا ہے مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی ہے کہ اس روایت کو شیعوں نے ہماری کتابوں میں داخل کر دیا ہے کبھی انکار کرتا ہے اس روایت کا کبھی اقرار کرتا ہے اگر راستگو ہوتا تو ایک بات کہتا لیکن جب قرآن کیا تو مولوی صاحب ہماری ہی جھوٹ کا کہنے سے بری ہو گئے اور جب جواب نہیں آتا ہے تو ایسے ایسے مضامین پوچ اپنے جی سے تراشتا ہے کہ جسکو اطفال بھی ناپسند کریں **قال الشیخ الاشعری** مگر اہلسنت منتظر ہیں کہ اطمینان خاطر اور ناظرین دفع خلجان کے لیے لازم ہے کہ کچھ مفصل بھی بیان کیا جاتا کہ یہ جواب الاجمال ہو مولوی صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہو ... اور شیعوں کا بطلان کالعیان ہو جاتا مگر شاید مولوی صاحب کو اپنی اہانت کی شکایت ہو سو ملازمان مولوی صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ معاذ اللہ ... آپکے دین کی دروغ ہی سے فروغ ہے سو فروغ کی باتوں میں اگر آپکی استقامت ہماری تقریر یا تحریر سے ثابت ہو جاے تو ہمارا ممنون احسان ہونا چاہیے بالجملہ مزید اطمینان کے لئے اسباب ... زیب قلم ہے مگر اول بطور تنبیہ یہ گزارش ہے کہ کتابیں آدمیوں ہی کی تصنیف ہوتی ہیں جیسے آدمی سب طرح کے ہوتے ہیں جھوٹے سچے معتبر غیر معتبر بد عقیدہ ... ویسے ہی کتابیں ہیں ... ہیں ملحدان بے دین نے بہت سی کتابیں تصنیف کر کے اچھے اچھے بزرگوں کے نام لگا دیئے ہیں اور اُسمیں اپنی واہیات سینکڑوں بھر دی ہیں اور بہت کتابیں کہ اکابر اہل سنت کی تصنیف ہیں سو بعض اکثر ایسی ہیں کہ لوگوں کی نہفیر سانی کے لئے تصنیف نہیں ہوئیں بلکہ بطور بیاض کے جمع کی گئیں تاکہ نظر ثانی کر کے اسکی روایات کا حال معلوم کریں اور اتفاق سے نظر ثانی کا اتفاق نہوا یا ہوا اور کسی وجہ سے وہ بیاضیں لوگوں کے ہاتھ پڑ گئیں اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ وہ بہت کمیاب اور بدرجہ غایت نادر الوجود بلکہ بمنزلہ مفقود ہیں اور ملحدوں اور مبتدعوں کے وہ ہاتھ لگ گئیں تو انہوں نے اپنی گھڑی ہوئی روایتیں اسمیں داخل کر دی ہیں تو اہل سنت کے مقابلہ کے وقت کسی روایت کو اُن کتابوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تا کہ اہل سنت خاموش ہو جائیں سو اہل تشیع اکثر ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور ایسی کتابوں کا حوالہ دیا کرتے ہیں اسلئے اہل حق کو لازم ہے کہ جب کسی شیعہ سے کسی کتاب کا حوالہ سنے تو اول تو یہ دریافت کرے کہ یہ روایت اس کتاب میں ہے کہ نہیں دوسرے اس کتاب کا حال تحقیق کرے کہ معتبر ہے کہ نہیں اور معتبر ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی کتاب کی روایات کے معتبر ہونے میں چند باتیں ضروری ہیں اول تو یہ کہ اس کتاب کے مصنف کو تصریح طبع تحریر کے لیے فقط قصہ گوئی اور افسانہ خوانی مد نظر نہو بلکہ واقعات واقعی کے مشتاقوں کی تسکین کے لئے اس کتاب کو تصنیف کیا ہو ورنہ چاہیے کہ بہار دانش اور بوستان خیال کے افسانے اور چہار درویش اور بکاولی کی کہانیاں اور فسانہ عجائب اور فسانہ غرائب کے طوفان سب کے سب دستاویز خاص و عام ہو جائیں دوسرے یہ کہ مصنف کتاب کسی کی رو رعایت اور کسیکی بغض و عداوت رکھتا ہو اور اُسکا حفظ اخبار اور صدق گفتار مندرجہ کو مشہور ہو سحر کہ اسکی تحریر کی نسبت کسیکے دل میں شک و شبہ ہو ورنہ طومار کے طومار اخباروں کے رقعوں کی زبانوں میں انگریزوں کی شجاعت اور انکے غنیموں کی بزدلی سے مشحون ہوا کرتے ہیں بالاتفاق مسلم ہو جائیں اور یہ جو زبان زد خاص و عام ہے کہ اخباروں کا کیا اعتبار ایک حرف بیجا اور عقیدہ ناسزا ہو جائے اور شیعہ سنیوں کی اور سنی شیعوں کی نقلیات کو بسر و چشم رکھنے لگیں اور ہر کس و ناکس کی بات قبول ہونے لگیں اور سیہ فرق قوت و ضعف حفظ و تفاوت صدق و کذب سب علی ہذا القیاس یہ تہمت رو رعایت و کینہ و عداوت ہر کس قابل لحاظ ہے تیسرے یہ کہ مصنف کتاب باوجود صدق و دیانت اور حفظ و عدالت کے اس فن میں جس فن کی وہ کتاب ہے دستگاہ کامل اور ملکہ کما ینبغی رکھتا ہو نہ یہ کہ دین میں مثلاً نیم ملا ہو جس سے خطرہ ایمان ہو یا طب میں مثلاً نیم طبیب کہ بیماروں کو خطرہ جان ہو چوتھے یہ کہ وہ کتاب باوجود شرائط مذکورہ کے قدیم سے مشہور معروف اور ایسی قسم کے لوگوں کے واسطے سے جو مجموعہ اوصاف مرقومہ ہیں دست بدست ہم تک پہنچی ہو ورنہ لازم کیا الزم تھا کہ انجیل و توریت جو کلام ربانی ہیں اور اُس خدا کی تصنیف ہیں جو بوجہ اتم جامع اوصاف مذکورہ کیا مجموعہ جمیع صفات کمال اور معدن جملہ کمالات جلال و جمال ہے اعتبار اور اعتماد میں ہم پلہ قرآن مجید اور فرقان حمید کی ہو جاتے پانچویں یہ کہ روایت کی کتاب میں اعتبار کے لئے ضرور ہے کہ مصنف کتاب نے

اول سے الزام اسبات کا بھی کیا ہو کہ بجز صحیح روایتوں اور محقق حکایتوں کے اور اپنی کتاب میں درج نکرونگا جیسے صحاح ستہ کہ انکے مصنفوں نے یہ شرط کرلی ہے کہ بجز صحیح روایت کے اپنی کتاب میں
درج نکرینگے اسیواسطے انکا نام صحاح ستہ مشہور ہوگیا سو اگر کوئی کتاب کسیکی بیاض ہو کہ اُسنے اسمیں ہر قسم کی رطب و یابس باتیں اور صحیح و غلط حکایتیں اس غرض سے فراہم کرلی ہیں کہ
بعد میں نظر ثانی کرکے صحیح صحیح کو قائم رکھکر باقیوں کو نقل کے وقت حذف کردونگا جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے کیا یا صحیح کو صحیح بتلا کر موضوع یعنی بنائی ہوئی باتوں اور گھڑی ہوئی
حکایتوں و ضعیف وغیرہ کو لکھکر اُسکے بعد لکھ جاؤنگا کہ یہ موضوع ہے یا ضعیف ہے مثلاً جیسے امام ترمذی نے کیا لیکن اتفاقاتِ تقدیر سے اُنکا یہ ارادہ پورا نہ ہوا اور آرزو پوری ہونے نہ پائی تھی
جی کی جی ہی میں تھی کہ اجل نے آدبایا تو ایسی کتاب کی روایات کا ہرگز اعتبار نہوگا ورنہ کونسا مصنف نہیں کہ اول اُس نے ایک مجموعہ بیاض بطور کلیات کے فراہم نہیں کیا امام بخاری
بہت سندوں سے منقول ہے کہ اُنہوں نے چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر بخاری شریف کی حدیثیں نکالی ہیں اور عبدالرزاق بخاری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کوئی تین دفعہ حدیثوں
کی بیاض اکٹھی کی تھی چھانٹ کر بخاری شریف کا مسودہ کیا تھا چنانچہ یہ مضمون بخاری شریف مطبوعہ دہلی مطبع احمدی کے مقدمہ کی دوسری و تیسری فصل میں مندرج ہے بہرحال ایسی بیاضوں کا
جمع کرنا ایسے ایسے ائمہ حدیث کی نسبت بھی ثابت ہے سو اگر اتفاق سے امام بخاری مثلاً بعد فراہمی بیاض قبل اسکے کہ بخاری شریف کی حدیثیں اسمیں سے چھانٹ کر بخاری تصنیف کریں اس دار فانی سے
کوچ کر جاتے تو گو وہ بیاض امام بخاری ہی کی تصنیف سمجھی جاتی لیکن کوئی بتائے تو کیا وہ قابل اعتبار سمجھی جاتی سب جانتے ہیں کہ اگر وہ ایسے ہوتے تو امام بخاری کو چھانٹنے ہی کی کیا ضرورت
تھی تو اس صورت میں خود امام بخاری اسبات کے گواہ ہیں کہ وہ میری بیاض قابل اعتبار نہیں ہے چہ جائیکہ اور [illegible] کہ وہ ایسے بڑے محدث امام المحدثین کی تصنیف سے
کہ جہاں میں کوئی انکا ثانی نہوا ہو غرض اگر کوئی کتاب اس قسم کی کسیکو ملجائے اور اُسکے مصنف [illegible] تہذیب و تالیف کا اتفاق ہوا ہو تو وہ کتاب کسیطرح علماء دنیا جہان
کے نزدیک بھی بشہادت عقل اطمینان نہیں ہاں مولوی عماد علی صاحب جیسے ماہر حدیث کا ذکر نہیں کہ وہ [illegible] اگر ایسی بات نامعقول کہہ بیٹھیں چنانچہ انکا خط ایسی باتوں
مشحون ہے تو اسکا جواب بجز اسکے کچھ نہوگا کہ باضافۃ المصدر الی المفعول کہدیں جواب جاہلاں باشد خموشی بہرحال یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیے کہ سبب اسکے [illegible] اکثر عالم نامہ [illegible] اوہام
اوہام ہوتے ہیں چہ جائیکہ جاہل **اقول** اور وہ گفتگو ہے تو کر جو لکھتا ہے کہ میں نے [illegible] مولوی صاحب [illegible] بالا اجمال ثابت کیا ہے [illegible] جگہ ثابت نہیں کیا نہ باجمال نہ بتفصیل بلا
مولوی صاحب نے [illegible] بیان کیا ہے جس سے شیعوں کی حقانیت اور اہل سنت کا بطلان ثابت ہوگیا [illegible] جناب مولوی عماد علی کی مذمت سے اپنی کتاب کو پر کیا ہے [illegible] طریقہ
کا نہیں ہے لیکن کیا مضائقہ ہے تیرا [illegible] علی ابن ابیطالب [illegible] جھوٹی باتیں لکھکر اپنے دین کو فروغ دیتا ہے اور تمہارا
بڑے بڑے علماء کا بھی یہی طریقہ ہے کہ شیعوں پر بہتان و افترا کرکے اپنے دین کو فروغ دیتے ہیں بالخصوص [illegible] شاہ عبدالعزیز [illegible] اسبات [illegible] مقدمہ میں کوئی دروغ گوئی [illegible] اپنی
کتاب تحفہ میں بے شمار دروغ لکھے ہیں [illegible] ایک کتاب تیار ہو [illegible] لکھتا ہے کہ آدمی اور کتابیں جھوٹی اور [illegible] ہوتی ہیں یہ سچ
کہ وہ تمہارے بھی علما اور تمہاری ہی کتابیں اور تمہارے علماء نے [illegible] اصلاحات کرتے ہیں
جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہے وہ [illegible] باصول کے نہیں ہیں [illegible] معتبر ہیں کہ جنکو علما متقدمین نے [illegible] اصول
میں صحیح صحیح کو چن کر جمع کیا تھا ان روایتوں کو متاخرین نے اپنی کتابوں میں لکھا [illegible] علم [illegible] اپنی کتابوں کو باوجود علم
اور بخیر ختم ہونے روایتوں کے ایسی روایتوں سے [illegible] اپنی اوقات کو ضائع کیا [illegible] جلال الدین سیوطی [illegible] کنز العمال کہ جو استاد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تھی اور
ابو یعلی موصلی اور ابن مردویہ جمع کرنا بیاضوں کا کام متقدمین کا تھا اور واسطے متاخرین کے [illegible] معتبر کو غیر [illegible] علیحدہ کردیں یہانتک کہ بعضوں نے [illegible] باب میں
تصنیفیں کی ہیں اور موضوع کو صحیح سے علیحدہ کر دیا ہے اور اب کوئی وقت باقی نہیں [illegible] ہندوستان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں ان کتابوں
لے کر یہ روایت ہے یا نہیں اور دریافت کرلے انسے علماء [illegible] کتابیں معتبر ہیں یا نہیں [illegible] واسطے اطلاع اہل اسلام [illegible] ہدایت کے [illegible]
یہ بھی دریافت کرلے کہ مصنف ان کتابوں کے صادق القول ہیں یا نہیں یہ کتابیں انہوں نے واسطے [illegible] فوائد [illegible] رعایت اور بغض عداوت کے واسطے اور
بھی دریافت کرلے کہ جس فن میں انہوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں اسمیں دستگاہ رکھتے تھے یا نہیں اور جو جو متقدمین [illegible] معتبر کو غیر معتبر سے جدا کرنے میں [illegible] اطلاع بھی اچھی تھی
یا نہیں یا مثل تیری نیم ملا تھے کہ جس سے خطرہ ایمان ہو اور یہ بھی دریافت کرے کہ باوجود ہونے شرائط مذکورہ کے حسن نیت [illegible] یہ کتابیں تالیف ہوئی ہیں [illegible] مشہور و معروف اور [illegible] سینہ بسینہ
چلی آتی ہیں یا نہیں اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایسے ایسے بڑے علماء مثل جلال الدین سیوطی وغیرہ کے باوجود علم جمیع شرائط احادیث معتبرہ اپنی کتابوں میں غیر [illegible] روایتوں کو درج کریں ملت
میں ہرگز انصاف نہیں ہے اگر انصاف کریں تو ہرگز اپنی مذہب [illegible] میں جسوقت کہ شیعوں سے الزام کھاتے ہیں تو کیسے کیسے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور اپنی احادیث صحاح کو موضوع اور ضعیف
کہنے لگتے ہیں جسوقت شیعہ انکی ہی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے اور اگر صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین میں نہیں ہے

اور جس وقت صحیح مسلم کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصح الکتب صحیح بخاری میں یہ روایت نہیں ہے اور جب صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہیں تو پھر طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں یہانتک کہ اُسکی روایتوں کو بھی موضوع اور ضعیف کہہ لکھتے ہیں چنانچہ مولوی حیدر علی کہ اس شیخ کے نزدیک بڑے مناظر ہیں اس بحث کے صحیحین میں روایتیں قرطاس اور فدک کی آئی ہیں اپنی کتاب ازالۃ الغین میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں دو سو اور دس حدیثیں ضعیف ہیں اسی تو بخاری میں اور ایک سو مسلم میں اور تیس میں دونو بزرگ شریک ہیں جب یہ حال اصح الکتب اور مسلم کا ہے تو اور کتابوں کا تو کیا ذکر ہے اب کس کتاب پر اعتماد رہا باوجودیکہ احادیث بخاری کی صحت پر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے اسکی احادیث کے روایت کرنیکی اجازت دی ہے اور یہ شیخ بھی اُسکی سب احادیث کو صحیح کہتا ہے لیکن شیعوں کے مقابلہ میں تو اُسکی روایتوں کو ضعیف اور موضوع کہدے تو بعید نہیں اب یہیں سے ان لوگوں کا حال دریافت کر لینا چاہیے کہ اگر شیعہ انکی کسی کتاب کا حوالہ دیویں ورنہ اسکو غیر معتبر کہیں تو یہ عادت ہی انکی ہے کچھ راست راست اور موافق تحقیق کے نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ جس وقت انھوں نے بخاری اور مسلم کو کہدیا ہو شیعوں کے مقابلہ میں کہ یہ کتابیں ضعیف روایتوں پر شامل ہیں تو اور کتابوں کا تو کیا ذکر ہے اور مولوی صاحب نے جتنی ہبہ فدک میں روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے لکھی ہیں اور یہ شیخ اُنمیں قدح کرتا ہے تو یہ قدح کرنا اسکا صحیح اور معتبر نہیں ہے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قدح کیا کہ جسکی صحت پر اتفاق اہل سنت کا تھا تو ان کتابوں کے قدح کرنیمیں کب دریغ کرینگے باوجودیکہ روایت ان کتابوں کی صحیح اور معتبر ہے اور جو کچھ اس نے شرائط لکھی ہیں روایت کے صحیح ہونے میں یہ سب بیجا ہیں یہ لوگ ازراہ تعصب ان شرائط کا بھی اعتبار نہیں کرتے ہیں اور انکے پابند نہیں ہیں اگر کوئی روایت انکی مطلب کے موافق ہو تو اُسکو تسلیم کرینگے گو یہ شرائط اُسمیں نہ پائی جائیں اور اگر انکے مطلب کے موافق نہو تو ہرگز اُسکو تسلیم نہ کرینگے گو اُسمیں سب شرائط پائی جائیں دیکھو یہ شیخ امام بخاری کو بخاری شریف لکھتا جاتا ہے اور بڑے ادب سے انکا نام لیتا ہے لیکن جب شیعوں سے مقابلہ ہو اور شیعہ اُسکا حوالہ دیں تو اُسکی بھی قدر و منزلت انکے نزدیک نہیں رہتی اور جمع کرنا روایتوں کا کام متقدمین کا تھا کہ وہ معتبر اور غیر معتبر کو واضح کر گئے ہیں اور متاخرین کا عمل اُنکے لکھنے پر ہے اور متاخرین میں سے جس کسی نے کوئی کتاب لکھی ہے اُسکو معتبر اور غیر معتبر روایت کا حال پہلے علماء کے لکھنے سے سب معلوم تھا انھوں نے روایت غیر معتبر اپنی کتابوں میں ہرگز درج نہیں کی ہے اور اگر درج بھی کی ہے تو اُس روایت کے حال سے اطلاع کر دی ہے اور مولوی صاحب نے ہماری جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ اسی قسم کی ہیں اور متاخرین کی کتابیں ہیں اور مولوی صاحب مجتہد تو نہیں ہیں لیکن محدثین کے اقوال کو انھوں نے نقل کیا ہے اور تجھسے اُسکا جواب معقول نہیں ہو سکا اسواسطے تو بے سر و پا بکتا ہے اس سے تو تیری خاموشی ہی بہتر تھی اسواسطے کہ آدمی را زبان فضیحت کند جوز بے مغز را سبکسار اور ان حوالوں کو ہمارے مولوی صاحب کے دیکھکر جو کہ منصف ہیں بیشک طرف مذہب حق کی کہ وہ مذہب شیعہ ہے رجوع کر جاتے ہیں اور جو کہ بے انصاف اور متعصب ہیں وہ اسپر لحاظ نہیں کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** چھٹے یہ کہ اگر چند روایتیں باہم مختلف ہوں اور پھر اختلاف بھی حد تضاد یا تناقض کو پہنچ جاوے دونو کا صحیح ہونا فقط مستبعد ہی نہو تو پھر مرجح باعتبار قوت سند ہی کے ہوگی ورنہ لازم ہے کہ شیعوں کے نزدیک روایات شیعہ اور روایات اہل سنت جو مخالف روایات شیعہ ہیں دونو صحیح ہوں ایسے ہی کلینی کی یہ روایت کہ کلام اللہ کی سترہ ہزار آیتیں تھی لیکن باستثنائے سند رجا مصاحف متداولہ کے سب جاری گئیں اور ابن بابویہ صدوق کی روایت کہ کلام اللہ اتنا ہی تھا جتنا اب ہے دونو صحیح ہو جائیں سب جانتے ہیں کہ اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین دونو محال ہیں جب یہ بات مقرر ہو چکی تو گوش گزار اہل انصاف ہو کہ اول تو یہ روایت اور نیز باقی روایتیں جو الزام اہل سنت کے لیے اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے مولوی عمار علی صاحب نے اپنے رقیمہ میں جمع فرمائی ہیں اُن کتب میں نہیں پہنچی چاہئیں کیونکہ اعتبار کو ساقط ہو جانیکے لئے آدمی کا ایک جھوٹ ہی بہت ہے مولوی صاحب کا دروغ تو امور متعددہ میں متحقق ہو چکا چنانچہ ناظران بحث متعلقہ نکاح حضرت ام کلثوم جگر گوشہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور ملاحظہ کنان تقریر نسب حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم بنات مطہرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جانتے ہیں کچھ گزارش کرنیکی کچھ حاجت نہیں اگر یاد نرہا ہو تو پانچ سات ورق الٹ پلٹ کر ملاحظہ فرمالیں معلوم ہو جائیگا کہ جیسے مولوی عمار علی صاحب نے اپنی کتب مشہورہ معتبرہ کی مرویات سے چشم پوشی کر کے ایک غرض خفیف یعنی سنیوں کی بات ہلکا کرنے کے واسطے رقیمہ موسومہ میرزا نادر علی صاحب میں بہت سا کچھ خلاف واقع لکھدیا اور پھر جرأت کر کے یہ کہدیا کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جائے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ ہماری صحیح روایات ممتنع غلط ہوئی جاتی ہیں اگر سنیوں کے سر پر ایک طوفان بھی دھر دیں تو یہ بھی کچھ اندیشہ نہیں اور بڑی دلیل اثبات کی یہ ہے کہ جن کتابوں کے حوالہ سے یہ روایت درج رقیمہ مولوی صاحب ہے خود اُنہیں کتب کے مصنفوں کی مشہور کتابیں رد کرتی ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالی آیندہ مذکور ہوگا **اقول** جس وقت دو روایتیں باہم مختلف ہونگی تو اُسی روایت کا اعتبار ہوگا کہ جسپر اتفاق دونو فریق کا ہے اور دوسری روایت کہ اُسکے مخالف ہے متروک ہوگی اور یہی قوت سند ہے اور کلینی کی روایت قرآن کے ناقص ہو جانیکی کہ جو مخالف روایت ابن بابویہ علیہ الرحمۃ کی ہے اُس پر عمل نہوگا اور ابن بابویہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی روایت کہ جو موافق اکثر اہل اسلام کے ہے اُس پر عمل ہوگا اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی روایات ناقص ہو جانے قرآن کے کثرت سے ہیں لیکن اتفاق علماء کا عدم نقصان پر ہے یہی حال شیعوں کا ہے اور مولوی صاحب نے جسقدر روایتیں اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے لکھی ہیں اگر کوئی روایت ان روایتوں کی مخالف پائی جاوے تو وہ معتبر نہوگی اسواسطے کہ معتبر وہ ہے کہ جسپر اتفاق فریقین کا ہے اور مولوی صاحب نے کسی جگہ جھوٹ نہیں لکھا ہے یہ شیخ اُنپر تہمت کرتا ہے اور حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت خدیجہ کبری کی صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم کے حال میں مولوی صاحب نے کوئی دروغ تحریر نہیں فرمایا ہے

حضرت ام کلثوم دختر حضرت فاطمہ کا تو یہ حال ہے کہ ایک شخص نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کا کس سے نکاح ہوا تھا انہوں نے اسکے جواب میں فرمایا کہ محمد بن جعفر طیار کے اور عمر کا کچھ ذکر نہ لکھا نہ تو یہہ کہ اُس سے نکاح ہوا تھا اور نہ یہہ کہ اُس سے نکاح ہوا تھا اسمیں اُنہوں نے جھوٹ کیا لکھا اور عمر کا کچھ ذکر جو نہیں لکھا ہے اسواسطے کہ اس مقدمہ میں شیعوں میں باہم اختلاف ہے کوئی تو کہتا ہے کہ عمر سے نکاح ہوا تھا اور کوئی کہتا ہے کہ عمر سے دختر فاطمہ کا نکاح ہونا ثابت نہیں اور مولوی صاحب ممدوح کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہے چنانچہ ہم عدم ثبوت کے وجوہ اس شیخ کے جواب میں بیان کر آئے ہیں اور رقیہ اور ام کلثوم کے مقدمہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہہ دونوں صاحبزادیاں جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں یا نہیں سو مولوی صاحب کے نزدیک ترجیح اُسی روایت کو تھی کہ جسمیں حضرت کے نطفہ سے اُنکا ہونا ہے اور ترجیح کی وجہ بھی ہم اس شیخ کے جواب میں لکھ آئے ہیں اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے اور دوسری روایت جو مخالف اسکے ہے اُسکے موافق نہ کہے تو اُسکو جھوٹا نہیں کہتے ہیں یہ نہیں جانتا ہے کہ اس صورت میں مذہب ابو حنیفہ کا باطل ہو جاتا ہے اسواسطے کہ اُسکا مذہب مخالف اکثر احادیث صحاح کے بن جاتا ہے کہ مذہب ابو حنیفہ کا بھی خلاف واقع ہو جاوے اور اپنی خبر لیتا نہیں کہ صحیح صحیح روایتوں کا جو کہ مولوی صاحب نے انکی کتابوں کے حوالہ سے لکھی ہیں انکار کر کے خلاف واقع بیان کرتا ہے اور ایک امر کو پانچ پانچ چھ چھ بار لکھتا ہے اور اس مقدمہ کو کئی مرتبہ لکھ چکا ہے اور پھر لکھا ہے اور ہمکو بھی ہر بار جواب دینے کی احتیاج ہوتی ہے اور مولوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جاے بیشک ایسا ہی ہے اور سنیوں کی کتابوں میں موجود ہے اور میں بھی کہتا ہوں کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جاوے اسواسطے کہ ہمارے علما غلط نہیں لکھتے ہیں جیسے کہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے سیکڑوں افترا شیعوں پر اپنے تحفہ میں لکھے ہیں یہانتک کہ کتابوں کے نام ایجاد کر کے شیعوں کی طرف منسوب کر دیے ہیں جیسے کہ نصر اللہ کابلی نے صواقع میں محاج السالکین کتاب کا نام تجویز کر کے لکھدیا ہے کہ شیعوں کی محاج السالکین میں ایسا لکھا ہے اور مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے یہ تحقیق نکیا کہ نصر اللہ کابلی نے یہ درست لکھا ہے یا دروغ اور واقع میں کوئی کتاب محاج السالکین ہے یا نہیں اُنہوں نے بھی تحفہ میں اپنی لکھدیا کہ محاج السالکین میں ایسا لکھدیا ہے اور جو کچھ اُن حوالہ دی گئی کتابوں کے مصنفوں کی اقوال مولوی صاحب کے تحریر کے خلاف میں شیخ لکھیگا ہم اُسکو انشاء اللہ تعالیٰ رد کرینگے **قال الشیخ الاشعری** اور سلمنا کہ یہ روایتیں سنیوں کی بعضی کتابوں میں ملتی ہیں لیکن وہ کتابیں ایسی غیر مشہور ہیں کہ کمیابی میں بیضہ عنقا سے کم نہیں سنیوں کو اُن کتابوں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا حفظ اور ضبط تو درکنار سو یہ روایتیں اُن کتابوں میں ہوں بھی تو بیش بریں نیست کہ جیسے بعض سیہ کاران قبیلہ یہود نے منافقانہ نصرانی بنکر انجیل میں بہت سے خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح درج کر دیں ہیں ایسے ہی مقتدیان عبد اللہ بن سبا یہودی منافق یعنی حضرات شیعہ بھی کہ بالیقین تبدیل تحریف میں کوچک ابدال یہود اور موافق نقل مشہور سگ زرد برادر شغال تیرہ درونی اُنکے جو نکہ اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں اُنکی ہمسنگ ہیں قدیم سے درپے تخریب دین احمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین محمدی علیہ افضل الصلوۃ والسلام رہے ہیں اوّل اہل سنت جماعت پر پیستے چلے آئے ہیں لیکن بایں وجہ کہ اتباع مسیح علیہ السلام کو نہ حفظ و محافظت انجیل سے کچھ کام تھا اور نہ اسکے تلاوت اور یادداشت میں چنداں اہتمام تھا یہود مردود کا انجیل پر بھی داؤ چل گیا حیہ جائیکہ دیگر کتب نادر غیر مشہور لیکن یہاں یہ حال ہے کہ ایک حرف قرآن پر لکھو کہا سنیوں نے جو بیڑا باندہ رکھا ہے اور ہر ہر روایت صحاح ستہ وغیرہ کتب صحاح پر ہزاروں محدثین بیدار مغز نے تنقیح اور تفتیش اور حفظ اور ضبط کی یہ نوبت پہنچادی کہ کسی ملحد بیدین کو مجال زیادہ کم کرنیکی باقی نرہی چنانچہ کثرت حفاظ قرآن اور شیوع محدثین ربانی فرقہ اہل سنت میں اس حد کو پہنچی ہے کہ مابہ الامتیاز اور مابہ الافتراق اہل سنت اور شیعہ ایک یہ بات بھی ہوگئی ہے الغرض اسوجہ سے کتاب اللہ اور صحاح ستہ وغیرہ کتب مشہورہ اہل سنت تلک تو ان تیرہ درونوں کا دست نرپہنچا گو بہت سے کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور ان وعدہ ہائے انا لہ لحافظون اور واللہ متم نورہ نے ان نابکاروں کی سعی بیجا کو انجام تک پہنچایا لیکن نقل مشہور ہے اصل بد از خطا خطا نکند جیسے اسبات سے ہارے تھکے ہار کر چپ ہو رہے **اقول** کبھی تو یہ شیخ نجدی کتابوں کا انکار کرتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ یہہ کتابیں ایسی ہیں کہ اہل سنت نے انکو دیکھا نہیں ہے اور کبھی کہتا ہے کہ یہ روایتیں اُن میں نہیں ہیں اور کبھی کہتا ہے کہ شیعوں نے یہ روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں عجب حال ہے ان لوگوں کا کہ جب شیعوں کی مقابلہ میں انکو جواب نہیں آتا ہے تو طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اسیطرح جو لکھتا ہے یہ شیخ کہ جن کتابوں میں یہ روایتیں ہیں وہ کتابیں غیر مشہور ہیں ہم کہتے ہیں کہ لعنت ہے خدا کی جھوٹے پر بھلا دیکھو تو تفسیر در منثور اور کنز العمال اور معارج النبوت اور سوا اُنکے جن کتابوں میں یہ روایت ہے کیا وہ کتابیں غیر مشہور ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا نے جو ابو بکر سے ہبہ کا دعوی کیا تھا کہ میرے باپ رسولخدا صلعم نے مجھکو یہ دیا ہے تو یا تو یہہ کہو کہ فاطمہ نے جو دعوی ہبہ کا کیا تھا وہ اس دعوی میں جھوٹی تھیں اور یا کہو کہ وہ سچی تھیں اور اگر وہ سچی تھیں تو معلوم ہوا کہ یہ روایتیں جو کیفیت ہبہ کرنیکی میں مولوی صاحب نے تفسیر در منثور وغیرہ سے لکھی ہیں سب سچی اور واقعی ہیں یا کوئی اور صورت ہو ہبہ کرنیکی کہ کس طرح سے حضرت نے ہبہ کیا تھا وہ بیان کرو یا حضرت فاطمہ کو اس دعوی میں جھوٹی کہو اور دعوی کرنا ہبہ کا تو اہل سنت کی بڑی معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ وہ کتابیں بہت مشہور و معروف ہیں جیسے کہ مغنی قاضی القضات اور ملل نحل شہرستانی اور معجم البلدان اور تفسیر کبیر اور نہایت العقول امام رازی اور ریاض النضرۃ اور فصل الخطاب اور مواقف اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور معارج النبوت اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور جواہر العقدین اور حاشیہ صلاح الدین صفدی بر شرح عقائد نسفی وغیرہ بہت کتابوں میں لکھا ہے پس معلوم ہوا کہ ہبہ ثابت ہے اور دیکھنا چاہئے اس شیخ نجدی کو کہ جواب سے عاجز ہوا ہے تو کہتا ہے کہ شیعوں

ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں بھلا کسیکی عقل میں یہ بات ہی آتی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو پہلے سے کسی کتاب میں تو لکھا ہوا ہوتا کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں شیعوں نے داخل کر دی ہے یہ تہمت کسیکو نہیں سوجھتی تھی سوا نصر اللہ کابلی کے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے اُس کی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرکے تحفہ اُسکا نام رکھا ہے ایسی ہی ہزلیات اُنہوں نے لکھی ہیں ورنہ شیخ پیروا نکلے اور کوچک ابدال یہود کے برابر تو حضرت عمر ہیں کہ یہود کے اقوال کو پسند کرتے تھے اور جناب رسول خدا صلعم ان حرکات سے انکی ناراض ہوتے تھے چنانچہ مشکوۃ کے کتاب الاعتصام میں مذکور ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ آیا جناب رسولخدا صلعم کے پاس عمر پس کہا حضرت سے کہ ہم سنتے ہیں احادیث کو یہود سے پس تعجب کیا ہمنے کیا مناسب ہے کہ لکھیوں میں بعضی کو اُنمیں سے حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ کیا متحیر ہوئے ہو تم جیسے کہ متحیر ہوئے یہود اور نصاری تحقیق کہ لایا ہوں میں واسطے تمہارے شریعت روشن اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ تو نہ گنجایش رکھتی اُسکو مگر پیروی میری روایت کیا ہے اسکو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں انتہی لیکن حضرت کے ارشاد پر عمر نے عمل نکیا آخر کو نسخہ توریت کا لکھکر لایا ہے اور حضرت کے سامنے اُسکو پڑھا چنانچہ مشکوۃ کی کتاب الاعتصام میں لکھا ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ جابر سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب لایا رسولخدا صلعم کے پاس نسخہ توریت کا پس کہا کہ یا رسولخدا یہ نسخہ توریت کا ہے پس خاموش ہوئے حضرت اور شروع کیا عمر نے پڑھنا توریت کا اور چہرہ مبارک جناب رسولخدا صلعم کا متغیر ہوتا تھا پس کہا ابوبکر نے تجھے روئیں تجھکو عورتیں رونیوالیاں کیا نہیں دیکھتا ہے تو روئے مبارک رسولخدا صلعم کو پس کہا عمر نے پناہ لیتا ہوں ساتھ خدا کے غضب خدا کے سے اور غضب رسول اُسکے سے راضی ہوئے ہم ساتھ خدا کے ساتھ پروردگاری کے اور ساتھ محمد کے ساتھ پیغمبری کے پس کہا رسولخدا صلعم نے قسم ہے اُس شخص کی کہ جان محمد کی اُسکے دست قدرت میں ہے اگر ظاہر ہوتا موسیٰ واسطے تمہارے تو البتہ پیروی کرتے تم اُسکی اور ترک کر دیتے تم مجھکو پس گمراہ ہو جاتے راہ راست سے اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ اور پاتا وہ مجھکو تو البتہ پیروی کرتا وہ میری اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بھی اسی طرح سے لکھا ہے اس روایت سے ایمانداری حضرت عمر وغیرہ کی معلوم ہوگئی کہ حضرت نے منع فرمایا تم مجھکو ترک کرنے اب دیکھو یہود کے موافق ہوں ہے کہ جو یہود نے تحریف کتابوں کی طرف رغبت کرتا ہے اور سگ زرد برادر شغال کا مصداق آتا ہے جسوقت اہل سنت کو منظور ہوتا ہے اپنے بزرگوں کے عیبوں کا ظاہر کروانا تو جھوٹے جھوٹے فقرے بنا کر شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ شیعہ اُنکے بزرگان خاص کے عیوب ظاہر کریں اور غالب ہے کہ اہل سنت اپنے مذہب کے موافق اس امر میں گنہگار بھی نہوتے ہونگے اور بڑی قسی القلب اور سنگدل بھی حضرت عمر ہی تھے اور ایسے بدمزاج تھے کہ صحابہ ابوبکر کو طعن کرتے تھے عمر کے خلیفہ کرنے پر اور کہتے تھے کہ اگر تو ایسے فظ غلیظ کو ہمپر خلیفہ کریگا تو اپنے پروردگار کو کیا جواب دیگا چنانچہ ازالۃ الخفاء میں ولی اللہ محدث پدر مولوی عبد العزیز صاحب نے ترمذی اور مستدرک سے روایت نقل کی ہے ان ابابکر اذا حضره الموت ارسل الی عمر لیستخلفه فقال الناس استخلف علینا فظا غلیظا ولو قد ولینا کان افض و اغلظ فما تقول لربک اذا لقیته و قد استخلف علینا عمر یعنی تحقیق ابوبکر نے جسوقت کہ قریب ہوئی اُسکو موت بھیجا طرف عمر کے کسیکو تاکہ خلیفہ کرے اُسکو پس کہا آدمیوں نے کہ کیا خلیفہ کرتا ہے تو ہمپر تندخو اور بدمزاج کو اور اگر خلیفہ کریگا تو ہمپر تو ہو جائیگا وہ تندخو زیادہ اور بدمزاج زیادہ پس کیا کہیگا تو پروردگار اپنے کے جواب میں جسوقت ملاقات کریگا تو اُس سے اور حال یہ ہے کہ خلیفہ کیا ہے تو نے ہمپر عمر کو اور ریاض النضرۃ میں بھی لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ایک جماعت داخل ہوئی ابوبکر پر جسوقت کہ ارادہ کیا اُس نے خلیفہ کرنے عمر کا اور کہنے والے نے کہا اُنمیں سے کہ کیا کہنے والا ہے تو پروردگار اپنے کو جسوقت پوچھیگا وہ تجھ سے خلیفہ کرنے عمر کے سے اور حال یہ ہے کہ دیکھتا ہے تو بدمزاجی اُسکی کو اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ یہ اعتراض ابوبکر پر عمر کے خلیفہ کرنے میں طلحہ اور زبیر کیا تھا اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ علی مرتضی اور طلحہ نے انکار کیا تھا لیکن ابوبکر نے کہنا نمانا اور عمر کو بعد اپنے خلیفہ کر دیا اس عوض میں کہ عمر نے ابوبکر کو خلیفہ کیا تھا اور پہلے سے یہی مشورہ تھا ان دونوں کا کہ بعد رسولخدا کے تو ابوبکر خلیفہ ہو اور عمر اس میں سعی کرے اور ابوبکر بعد اپنے عمر کو خلیفہ کرے اور سوا سنگدل ہونیکے یہ بھی ثابت ہوا ان روایتوں سے کہ صحابہ عمر کے خلیفہ ہونے سے راضی نتھے اور تحریف اور تبدیل میں بڑا اُستاد عثمان تھا کہ جس نے کلام اللہ میں تحریف کی اور جلوا دیا قرآنوں کو اور سیکڑوں آیتیں کلام اللہ میں سے کم کر دیں چنانچہ کثرت سے روایات اہل سنت اسپر دلالت کرتی ہیں اور بعضی روایت اہل سنت کی آیت کے زیادہ ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم قرآن کے ذکر میں مفصل بیان کر چکے ہیں اور دین محمدی کی ان تین خلفا ہی نے تخریب کی ہے بسبب بے علمی اور جہالت کے کہ اپنی رائے سے ہی تجویز کرکے احکام جاری کرتے تھے اور لوگوں کو گمراہ کرتے تھے چنانچہ پہلے اس سے ہم مسلم سے نقل کر آئے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میرے ائمہ ہونگے کہ وہ میری سنت اور ہدایت پر نہونگے اور اہل سنت نے بعد تحریف کے قرآن حفظ کر لیا تو کیا فائدہ ہے کہ عثمان کی تحریف سے صدہا احکام کم ہو گئے ہیں بلکہ صحیح بخاری میں بھی تحریف معلوم ہوتی ہے چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ بخاری میں لکھا تھا کہ حضرت صلعم نے فرمایا آل ابی طالب لیسوا لی باولیاء یہ روایت اسمعیل بخاری ناصبی نے اپنی کتاب میں علی بن ابی طالب کی عداوت سے لکھی تھی اور اس عداوت ہی کی جہت سے خوارج کی روایتیں اپنی کتاب میں داخل کی ہیں لیکن بعد اسکے لوگوں نے ایسی ایسی روایتوں کو بخاری میں سے نکال ڈالا تاکہ لوگ اسمعیل بخاری پر طعن نکریں اور اُسکو ناصبی قرار ندیں اور دربارہ لا امتیاز اور افتراق شیعہ اور سنی میں ہرگز یہ بات نہیں ہے کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتا

تو جھوٹ لکھتا ہے اور لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہے بسبب دروغگوئی کے اور حافظ قرآن سنیوں میں بہت ہیں اگر تجھ کو کسی شیعہ سے قرآن کا حفظ سننا مرکوز خاطر ہے تو یہاں ہر مورد میں
چلا آیا امروہہ کو چلا جا اور تیری عمر ہی کو قرآن یاد نہیں ہوتا تھا کہ اکثر قرآن کی آیتوں میں غلطی کرتا تھا چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور کوئی اس شیخ نجدی سے پوچھے کہ صواعق محرقہ
اور مواقف اور شرح مواقف اور تفسیر کبیر وغیرہ جنمیں لکھا ہے کہ فاطمہ نے واسطے دعوی ہبۂ فدک کا کیا تھا ابوبکر سے کیا یہ کتابیں غیر مشہور ہیں اور کیا ان کتابوں میں شیعوں نے
ہبہ کی روایت کو داخل کر دیا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اگر اہل سنت کے مذہب میں دروغ نہوتا تو انکے مذہب کی ہرگز رونق نہوتی اور شیعہ ہو جاتے اور یہ ہبہ فدک کی روایت جو
کہ اہل سنت سے ہے اسکا جواب نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کر دی ہیں جیسے کہ بہتیرے جھکمار خاموش ہو رہتے لیکن ٹالا کئے
جاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو غیر مشہور کہکر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں اور اہل سنت ہمیشہ سے زبردست رہے ہیں اور شیعہ عاجز اور دبے ہوئے بسبب اپنی قلت کے اور سنیوں نے
ازراہ زبردستی بعضی بعضی روایتیں جو ہمارے مذہب کے مخالف ہیں ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں کہ جیسے بعض سے کہا ان قبیلہ یہود نے منافقانہ نصرانی بنکر انجیل میں
بہت خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح کر دی ہیں ایسے ہی مقتدایان ابلیس لعین فرقہ نواصب دشمنان آل رسول یعنی حضرت اہل سنت بھی یہ بالیقین تبدیل
و تحریف میں مثل مقتدا اپنے عثمان بن عفان کے کہ جکی بلال یہود مردود اور موافق نقل مشہور سگ زرد برادر شغال تیرہ دروغی نہیں انکے ہمرنگ اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں انکے
ہمسنگ ہیں قدیم سے ویسے تخریب دین محمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین احمدی علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام رہتے ہیں اور دوستان و شیعیان علی بن ابیطالب بر دانستہ پیستے
ہیں اس جہت سے کہ شیعہ جو عیوب کہ دشمنان آل رسول کی ظاہر کرتے ہیں انکو ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اسیواسطے ہمیشہ سے شیعوں کے درپے ایذا اور آزار دہی رہتے ہیں اور انکو انکے اکابر بنی امیہ
اور بنی عباس قتل کرتے چلے آئے ہیں یہانتک کہ انکے بزرگوں نے اولاد رسول مقبول کو دیواروں میں چن دیا ہے اور ان تیرہ دلوں اور نابکاروں نے ہر چند کوشش کی
اپنی کثرت اور قوت کے وسیلے سے دین حق کی مٹانے اور بگاڑنے میں لیکن بمقتضاء وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ خداتعالی نے انکی سعی کو برباد کیا اور دین حق
کو زمین پر باقی رکھا گو بعضوں نے تقیہ ہی میں گزارہ کیا **قال الشیخ الاشعری** اور بہت سے طوفان ایسے جوڑ کر عوام بلکہ بعض علما سادہ لوح بھی اپنا نعرہ کو جیسے سونکھا انکی
روایات مندرجہ رقیمہ مذکورہ بھی ہیں لیکن بحمد اللہ فرقہ اہل سنت جماعت کہ ایک جماعت کلاں ہی محققین سے کبھی خالی نہیں رہا انکو خداوند کریم جزا خیر دے وہ لوگ انکے دھوکے بازیوں کو سمجھ کر
اور بامداد خداوندی انہیں روایات میں سے علامات اور امارات کذب و دروغ ایسا کہ غافلوں کو متنبہ کر دیا اور عاقلوں کو طریقہ تمیز حق و باطل کا بتلا دیا چنانچہ اس روایات کی ابطال کی
تقریر کو دیکھکر انشاء اللہ یہ دعوی مدلل ہو جائیگا القصہ خانہ بازان شیعہ کی یہ چالاکی کتب غیر مشہورہ میں چل گئی اسیواسطے علماء اہل سنت ان کتب کو مہر سنگ روایات مجہول سمجھتے ہیں اور
انکی روایات کو معتبر نہیں رکھتے ہاں انکی روایات کو روایات صحاح ستہ و دیگر کتب صحاح مشہورہ پر پیش کیے جو مطابق نکلا اسکو برسر و چشم رکھتے ہیں اور جو مخالف نکلا بحوالہ ان عبث کیشوں
دروغ پیشہ شیعہ خوارج وغیرہ کے سر مارتے ہیں اور جو روایت خلاف وفاق سے برطرف ہو اگر دلائل عقلیہ کے مخالف ہو تو اسکا بھی یہی حال ہے ورنہ اگر تکذیب نہیں ایسے تو تصدیق بھی
نہیں کرتے بہرحال جو روایت کہ ان کتب میں بلا شرکت غیر بھی پائی جائے اگر روایت صحاح کے مخالف بھی نہو تب بھی قابل تمسک اور لایق حجت نہیں سمجھتے اور مثل مرویات اہل کتاب
بلکہ خود انجیل اور توراۃ نہ انکی تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب **اقول** یہاں سے اہل سنت کی عاجزی جواب میں شیعوں کے ملاحظہ کرنی چاہیے کہ کیسا انکار کرتا ہے اپنی روایتوں کا اور اپنے
عالموں کو جھوٹا کرتا ہے بھلا یہ بات عقل میں بھی آتی ہے کہ علمائے اہل سنت تو اپنے مذہب میں کتابیں تصنیف کریں اور شیعہ انکی کتابوں میں اپنی روایتیں داخل کر دیں ایسا تو یہود و نصاری بھی
جسوقت کہ مسلمانوں کے جواب میں عاجز ہوں تو کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کر دی ہیں اور ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں جو روایتیں ہمارے مذہب کے
مخالف ہیں اہل سنت نے داخل کر دی ہیں اب موقع گفتگو کا کچھ نہ رہا بہت آسان جواب ہاتھ لگ گیا اور خلاص نجات حاصل ہو گئی کہ ہماری کتابوں میں تم نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں
آجتک کسی نے ایسا جواب نہیں دیا تھا جسقدر کہ اس نے اس قول میں لکھا ہے سوائے بکواس کے کوئی بات نہیں ہے اور اس دروغ نویس سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی شیعہ نے تمہاری کتاب میں اپنی
روایت ملا دی تو ایک دو نسخہ میں ملائی ہو گی آخر کوئی نسخہ تو صحیح بھی باقی رہا ہوگا اسکو دکھلانا تھا یا یہ کہ مصنف کے مسودہ ہی میں ملا دی کوئی بھی عقل کی بات یہ لکھتا ہے اور انکے محققین نے
کچھ ثابت نہیں کیا ہے مگر یہ لکھا ہے کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں اپنے مطلب کی روایتیں داخل کر دی ہیں یہ لکھا ہے کہ ہماری کتابوں کے مصنفوں نے رطب و یابس سب جمع کر دیا ہے جو جیسا فہم
نہ پاتے تھے کہ مرگئے اور یہ شیخ بھی یہی لکھتا ہے اور ہمنے سب کو رد کیا ہے اور سب روایتوں میں سے علامات کذب و دروغ کسی نے نہیں نکالی یہ شیخ جھوٹ لکھتا ہے واسطے دھوکا دینے کے اور جس کسی سنی نے
ان روایتوں کو دیکھ کر انصاف کیا اور مذہب حق کو اختیار کیا وہ انکے نزدیک سادہ لوح ہے اور بہکا ہوا ہے جیسے کہ قرآن کی آیتوں کو سنکر آدمی حضرت کے زمانہ میں اللہ تعالی پر ایمان لاتے تھے اور کفار
انکو سادہ لوح اور بہکا ہوا کہتے تھے ایسے ہی یہ کہتے ہیں اور یہ علمائے محققین انکی خوب سمجھتے ہیں کہ جسوقت جواب انکو نہ آیا تو کہدیا کہ یہ روایتیں ہماری کتابوں میں شیعوں نے داخل کر دی ہیں
کیا یہی عقلمندی ہے علمائے محققین کی اور جو کچھ کہ ان روایات میں قباحت نکالیگا ہم اسکو رد کر چکے اور بڑے غضب کی بات ہے کہ ایسی معتبر اور مشہور کتابوں کو غیر مشہور کہتا ہے اگر علمائے اہل سنت

اسباب کو سنیوں کے توا سکے منہ پر کیا تھوکیں گے کہ جو ایسی کتابوں کو غیر مشہور کہتا ہے اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور مدارج النبوت وغیرہ کہ جنمیں ہبہ کرنا فدک کا
لکھا ہے اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور ریاض النضرۃ اور معجم البلدان اور معارج النبوت اور فصل الخطاب وغیرہ کہ جنمیں دعوی ہبہ فدک کرنا فاطمہ زہرا علیہا السلام کا
ابو بکر سے لکھا ہے کیا یہ کتابیں مشہور نہیں ہیں اور کونسی کتاب ہے اہل سنت کی کہ جسمیں شیعوں کا مطلب کچھ نہ کچھ نہیں لکھا ہے اس جہت سے تو کوئی کتاب اہل سنت کی معتبر نہو۔ اور سب
لغو اور مہمل ہوجائیں پس معلوم ہوا کہ انکی سب کتابیں مثل توریت اور انجیل کے ہیں کوئی کتاب قابل اعتبار نہیں ہے اور جبکہ انکی کتابیں قابل اعتبار نہوئیں کہ جن پر انکا اعتماد تھا تو انکا
مذہب بھی باطل ہے اور اس شیخ نجدی سے زیادہ کون ملحد اور بے دین ہوگا کہ شیعوں کی ضد میں اپنے دین کو باطل کرتا ہے اور اپنی کتابوں کو مثل توریت اور انجیل کی ثابت کرتا ہے اور یاجیوں کی
سی گفتگو کرتا ہے اور اولاد رسول مقبول کو ایسی گفتگو نالایق سے یاد کرتا ہے۔ ازادۂ زیاد بخرد دست ہیچ کہ ۔ نمرود این عمل کہ تو شداد کردہ ۔ با دشمنان دین نتوان کرد آنچہ تو ۔ با مصطفی
حیدر اولاد کردہ ۔ اور یہ جو کہتا ہے کہ صحاح ستہ اور دیگر کتب صحاح پر ان روایتوں کو پیش کرتے ہیں سو سننا چاہیے کہ سب کتابوں میں زیادہ انکے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور انمیں جو
روایتیں قرطاس اور فدک کی آئی ہیں تو اس واسطے انکا اعتبار بھی انہوں نے کھو دیا چنانچہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین میں لکھا ہے کہ دو سو اور دس روایتیں انمیں ضعیف ہیں اور شارح عینی
میں لکھتے ہیں کہ بخاری میں اکاذیب اور افترا ات اور موضوعات اور مجعولات ہیں باوجودیکہ تمام اہل سنت کا اجماع انکی صحت پر ہے اور اپنے مذہب کی حقیقت اسی پر جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں
احادیث صحاح آئی ہیں اور یہی مولوی حیدر علی بھی کسی جگہ لکھتے ہیں کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہے عجب حال ہے ان لوگوں کا کہ اپنی کی کچھ خبر نہیں کہتے اور جو چاہتے ہیں بے سر و پا کہہ دیتے
ہیں اور جب شیعوں سے مقابلہ ہوتا ہے تو اپنی کتب صحاح کو غیر معتبر لکھ دیتے ہیں اور جب یہ کتابیں بھی مہمل ٹھہریں تو انکا مذہب کہ جسکا مدار ان کتابوں پر تھا وہ بھی مہمل اور باطل ہوا اور کوئی
کتاب انکے نزدیک معتبر نہوئی اور ان کتابوں پر کہ جن میں غیر معتبر روایتیں ہیں اور کتابوں کی روایتوں کو یہ شیخ نجدی کس وجہ سے پیش کرتا ہے اس شیخ نجدی کے قول سے اور مولوی حیدر علی
کے بیان سے تو معلوم ہوا کہ اہل سنت کی سب کتابیں مثل توریت اور انجیل کے ہیں اور بخاری اور مسلم بھی مثل توریت اور انجیل کے ہیں اس واسطے کہ جیسی کہ انمیں تحریف ہوئی ہے ایسے ہی انمیں بھی
تحریف ہوئی ہے کہ بقول مولوی حیدر علی شیعوں نے قرطاس اور فدک کی روایتیں انمیں داخل کردی ہیں اور اہل سنت کے علما میں سے پہلے اس سے کسیکو یہ مضمون نہ سوجھا تھا کہ سنیوں
کی کتابوں میں شیعوں نے اپنی مطلب کی روایتیں داخل کردی ہیں سید مرتضی علم الہدی کہ انکو نو سو برس کا زمانہ ہوا انکو قاضی القضات سے گفتگو رہتی تھی اور علامہ حلی کو سات سو برس ہوئے
ہونگے کہ اہل سنت کے علما سے انکی گفتگو رہی ہے اور بعد انکے طرفین سے رسائل تصنیف ہوچکے تھے لیکن کسی عالم نے اہل سنت کے علما میں سے یہ نہیں لکھا کہ سنیوں کی کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں
لکھدی ہیں سنیوں کو دھوکا دیکر مگر نصر اللہ کابلی اسکے موجد ہیں کہ جو صواقع میں انہوں نے یہ لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب اور مولوی حیدر علی نے انکی پیروی کی ہے مگر اس شیخ نجدی دغاباز
دشمن فاطمہ زہرا کو یہی کہنا چاہیے کہ انکے معصومہ کے حق کو کیا اسما ہے اس حق کو شادی کو اسقدر مبالغہ کیا کہ اپنی کتابوں کو بھی غیر معتبر مقرر کردیا اور اپنے مذہب کا کچھ پاس نہ کیا کہ اہل سنت کا مذہب اس میں باطل ہوتا ہے قال الشیخ الاشعری
سو اگر کسی غلیعہ کم فہم کو ان کتب کے معتبر ہونے میں جسے وثوق ہو کہ ان کتب کے مصنف منجملہ مستندیان اہل سنت ہیں تو کوئی اسے پوچھے کہ انجیل اور توریت کے مصنف کو خود خداوند اکرم الاکرمین ہیں اگر مصنف کا معتبر ہونا موجب اعتبار
کتاب ہوجاتی تو قرآن اور انجیل و توریت شیعوں کے نزدیک معتبر ہوجاتیں نہ لازم آتی کہ نعوذ باللہ خدا خلیفہ لوند لقا کا شیعوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہو مگر ہم جانتے ہیں کہ شیعوں کو اس الزام سے کچھ اندیشہ نہو کیونکہ جب تو نسے خدا کا اعتبار کرتے ہیں اور اس
سخن لیعہ و کہ لیا اعتبار ہے کہ خدا کی رائے اور علم کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور بدا کے قائل ہوگئے لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب بہرحال اہل سنت و جماعت کتب غیر مشہورہ متداولہ کو ہرگز قابل اعتماد نہیں جانتے
اور بلاخطہ عداوت اور بحیرہ عادت دروغ بر گو ارانِ شیعہ اس سے مطمئن نہیں کہ جیسے انجیل و توریت کو دشمنان دین نے تحریف کردیا کتب غیر مشہورہ کو ان حضرات نے حسب مطلب اپنے بدلا ہو اقول
حاشا و کلا کہ شیعہ اہل سنت کی کتابوں کو معتبر جانتے ہوں البتہ وہ روایات انمیں کی کہ جو شیعوں کی موافق ہیں انکو معتبر جانتے ہیں اور جو روایتیں انمیں کی موافق شیعوں کے نہیں ہیں انکو ہیچ اور
رذل جانتے ہیں اور اسکے مصنف کا کچھ لحاظ نہیں ہے اگرچہ کوئی ہو اور مصنف کا اعتبار اسوقت کرتے کہ جسوقت اہل سنت کی کوئی بھی کتاب تحریف سے خالی ہوتی موافق انکے اعتقاد کے اسواسطے کہ جب
بخاری اور مسلم ہی محرف ہوگئیں انکے نزدیک تو پہر کس مصنف کا اعتبار کریں اور خدا تو شیعوں کا ایک ہے اور اسکی رای اور علم شیعوں کے نزدیک سب معتبر ہے اور جس بدا کے شیعہ قائل ہیں اسمیں
کچھ قباحت نہیں ہے اور جس بدا کو کہ اہل سنت شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اسکے قائل کو شیعہ کافر جانتے ہیں اور وہ جو کہتا ہے کہ کونسے خدا کے قائل ہیں یہ مذہب تیرا ہی ہے تعدد خدا کا
اور ہر سنگ و خوک کو تم خدا کہتے ہو مشہور ہے کہ مولوی عبد الرحمن صوفی لکھنوی کی مسجد کا چراغ ایک کتا گل کر گیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ لو اپنے گھر کا چراغ آپ ہی گل کر دیا اور فرید الدین عطار
نے بایزید بسطامی کا حال لکھا ہے کہ وہ سبحانی ما اعظم شانی اور لا الہ الا انا کہا کرتا تھا اور ایک شعر اسکے اشعار میں سے یہ ہے آہا کہ طلبگار خدائید خدائید حاجت بطلب نیست شمائید شمائید
اور منصور انا الحق کہتا تھا غرض یہ ہے کہ ہر چیز کو یہ خدا کہتے ہیں لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب اور اہل سنت تو کسی کتاب کو اپنی معتبر نہیں جانتے نہ مشہور کو نہ غیر مشہور کو اسواسطے کہ
شیعوں نے اپنے مطلب کی روایتیں اہل سنت کی سب کتابوں میں داخل کردی ہیں سب سے زیادہ مشہور بخاری اور مسلم ہیں جب انہیں بھی شیعوں نے اکاذیب و افترا ات داخل کردئیے تو اور کتابوں کا
کیا ذکر ہے جب یہ کتابیں صحیح نہ ٹھہریں تو اہل سنت کا مذہب بھی باطل ہوگیا اسواسطے کہ انکے مذہب کا مدار ان کتابوں پر تھا جب کتابیں موضوعات کو شامل ہوئیں تو انکا مذہب بھی باطل ہوا

قال الشیخ الاشعری ادام اللہ اگر کوئی سادہ لوح میری اس بات کو دور کی بات اور واہیات سمجھے تو بڑوں کی بات تو بڑی ہوتی ہی دیکھئے شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جو شیعوں سے
بھی زیادہ شیعوں کی عادات اور اصول و فروع مذہب سے واقف ہیں تحفہ اثنا عشریہ میں باب مکاید شیعہ میں جو دوسرا باب ہے کیا فرماتے ہیں احتیاطاً بعینہا انہیں کی عبارت بلاغت آئینہ
نقل کرتا ہوں کید بستی و دوم آنکہ جمعے کثیر از علماء ایشاں سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب اہل سنت خصوصاً تفاسیر کہ بیشتر در استعمال علماء و طلباء می باشند و بعضے از کتب احادیث کہ شہرت ندارند
و نسخہ آں کتب بدست نیاید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیاں باشند الحاق نمایند چنانچہ قصہ ہبہ فدک در بعض تفاسیر داخل نمودہ اند کہ سیاق آں حدیث چنیں
روایت نمودہ کہ لما نزلت و آت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ و اعطاہا فدک الی آخرہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد بیاد شاں نماند کہ ایں آیت مکی است و در مکہ فدک کجا بود
و نیز عجائب است کہ برای مساکین و ابن السبیل نیز حقی در وقف میکوید عمل بر تمام آیہ میسر شد و نیز اعطاہا فدک دلالت صریح بر ہبہ و تملیک نمی کند بس لفظ وہبہا بایستے وضع کرد و علی ہذا القیاس در تفاسیر
و سیر حسب الحاقات ایشاں یافتہ میشود و دریں کید ہم اکثر مغفلان از علماء اہل سنت خبط میکنند و تشویش میکنند در شہر دہلی در عہد بادشاہ محمد شاہ کسے بود از امراء ایں فرقہ کہ کتب اہل سنت
مثل صحاح ستہ و مشکوۃ و بعض تفاسیر بخط خوش می نویسانید و در آں حدیث مطلب خود را از کتب امامیہ بر آوردہ داخل می نمود و آں نسخ را مجدول و مطلا و مذہب نمودہ بقیمت سہل بگذری
میفروختند و در اصفہان آں فاضلی ابراہیم بن علی شاہ کہ یکے از امراء کبار سلاطین صفویہ بود ہمیں اسلوب عمل کردہ لیکن بایں کید ایشاں حاصلی نشد زیرا کہ کتب مشہورہ اہل سنت بجہت کمال شہرت و کثرت
نسخ قابل تحریف نیستند و کتب غیر مشہورہ را اعتبارے نہ و معہذا المحققین اہل سنت از غیر کتب مشہورہ نقل اجازت ندادہ اند مگر در ترغیب و ترہیب در حکم صحائف انبیاء بیشتر یشمارند کہ بہیچ عقیدہ
و عمل را از آں اخذ نتواں کرد بجہت احتمال تحریف انتہی کلامہ الشریف اور اگر ہم بالفرض مولوی عمار علی صاحب اور بھی چشم پوشی کریں اور انکی اور انکے بزرگوں کے ذمہ اتہامات کی نسبت تحریف
کہ انہوں نے اپنے مطلب کے موافق بعضی روایتیں سنیوں کی غیر مشہور کتابوں میں لا ملادیں ہیں تب بھی مولوی عمار علی صاحب کی بات کا بننا معلوم **اقول** بڑے دروغگو تو مولوی
شاہ عبد العزیز صاحب ہی ہیں کہ انہوں نے یہ افترا شیعوں پر کیا ہے اور علماء اہل سنت میں مثل شاہ عبد العزیز صاحب کے کاذب کوئی نہوگا کاذب کیا بلکہ اکذب الکاذبین ہیں کہ اپنی کتاب تحفہ کو دروغوں
سے پُر کر دیا ہے اور وہ شیعوں کے اصول و فروع سے کیا واقف تھے بانی ان دروغوں کے نصر اللہ کابلی ہیں کہ اول انہوں نے اپنی کتاب صواقع کو دروغوں سے پر کیا ہے اور طرح طرح کے افترا شیعوں پر کئے ہیں اور مولوی
عبد العزیز صاحب نے اسکی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کر کے نام اسکا تحفہ رکھا ہے اور کچھ اکاذیب و افتراءات اپنی طرف سے اضافہ کئے ہیں مد تو نے جو کچھ کہ دروغ لکھا ہے انکی ہی پیروی سے لکھا ہے اور ہم سب کا
جواب پہلے اس سے لکھ چکے ہیں شاہ صاحب تفسیر در منثور میں روایت ہبہ فدک کو دیکھکر سوختہ ہوئے ہیں اسواسطے لفظ خصوصاً تفاسیر کا لکھتے ہیں اور مولوی اسکا اور کتابوں کی انکو خبر نہیں ہے کہ اور کتابوں میں بھی ہے علاوہ شاہ صاحب وہ
ہیں کہ جنہوں نے دعوی ہبہ فدک کے مقدمہ میں پچیس تیس کتابوں کی روایت کا انکار کیا ہے کہ جو کتابیں مشہور ہیں علماء اہل سنت میں اور جھوٹی کتابیں کہ انکا وجود دنیا میں نہیں ہے شیعوں کی
طرف منسوب کر دی ہیں جس وقت کہ جواب نہیں دے سکے عاجز ہوئے یہ مقدمہ فدک وہ ہے کہ اہل سنت کے علما سے جواب سکا نہیں بن پڑا اور آیت کے مدنی ہونے کو بھی ہم لکھ چکے اور اگر آیت مدنی نہوتی تو فاطمہ
علیہا السلام ہبہ کا دعوی ابوبکر سے کیونکر کرتے جیسا کہ صواعق محرقہ اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں لکھا ہے اسواسطے کہ اگر ہبہ ہوا ہوگا تو مدینہ میں ہوا ہوگا اور آیت بھی مدینہ میں نازل ہوئی ہوگی
یا اور کوئی وجہ ہبہ کی بیان کرو اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جسکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے وہ عمداً اپنے باپ پر ہرگز ہرگز افترا نکرتے کہ پدر نے مجھکو ہبہ کیا ہے اور تمام آیت پر عمل ہم لکھ چکے
ہیں کہ فاطمہ زہرا کو فدک دیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ مسکین اور ابن سبیل کو کچھ نہ دیا ہو اگر فاطمہ کو فدک دیا تو مسکین اور ابن سبیل کو اور کچھ دیا ہوگا اور ذکر فدک کے دینے کا اسواسطے ہوا کہ خدا تعالی کو منظور
تھا فاطمہ زہرا کو خاص فدک کا دینا اور مسکین اور ابن سبیل کے واسطے خاص شے دینی منظور نہ تھی بلکہ جو چاہیں دیں اسواسطے انکے دینے کا ذکر نہوا اور یہ جو لکھا ہے اس شیخ نجدی نے مولوی عبد اللہ صاحب
دروغ نویس کی پیروی سے کہ اعطاہا کا لفظ لکھا ہے وہبہا کا لفظ چاہیے تھا کوئی پوچھے کہ معنی میں ہبہ اور عطا کے کیا فرق ہے لغت میں تو دونوں کے معنی دادن اور بخشیدن کو لکھتے ہیں لفظ تو دو ہیں لیکن
معنی انکے ایک ہیں جیسے کہ قعود اور جلوس اور فتاوی حمادیہ کی کتاب الشہادت میں کشف الغوامض سے نقل کی ہے کہ انما تمنع المخالفۃ بینہما باللفظ دون المعنی نقبل الشہادۃ
و ذلک نحو ان یشہد احدہما علی الہبۃ والآخر علی العطیۃ یعنی اگر ہووے مخالفت درمیان ان دونوں گواہوں کے ساتھ لفظ کے سو معنی کے تو قبول کی جائیگی گواہی اور وہ اسطرح ہے کہ گواہی دیوے ایک ان گواہوں کا اوپر
ہبہ کے اور دوسرا اوپر عطیہ کے پس معلوم ہوا کہ ان دونوں لفظوں سے ایک ہی مراد ہے اور شرح وقایہ کی کتاب المہر میں لکھا ہے کہ صحیح ہے اگر کہے وہبت و نحلت و اعطیت معلوم ہوا کہ ان لفظوں کے ایک معنی ہیں
اور دوسرے اسکے یہ بات ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے لینے کو جو حضرت نے دیا تھا تو اس میں ہبہ نہیں تو اور کیا مراد تھی کچھ حضرت فاطمہ کے پاس امانت رکھنی تو یا مستعار دینے کو فدک کہتے تو کہا ہی نہ تھا اور یہ جو لکھا
کہ در تفاسیر و سیر حسب الحاقات ایشاں یافتہ میشود سوا نصر اللہ کابلی اور اسکے پیرو مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے یہ افترا کسی نے نہیں کیا تھا پہلے اس سے اور یہ بہتان اسواسطے باندھا ہے کہ شیعہ سنیوں کو
گفتگوی مذہبی میں تنگ و لاجواب کیا کرتے ہیں جب انسے نجات کسی طرح سے نہ دیکھی اور انسے پیچھا چھڑانا محال جانا تو یہ امر تجویز کیا کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں تا کہ شیعہ ان
روایتوں سے ہم پر حجت نہ پکڑیں اور دین میں ہمارے خرابی آتی بھلا یہ بات کہیں عقل میں بھی آتی ہے کہ کوئی اپنی روایت دوسروں کی کتابوں میں نقل کرے اور ملا کر داخل کر دی ہے تو کوئی ایسا
نسخہ بھی تو ہوگا ان نسخوں میں سے کہ جسمیں داخل کرنے کی نوبت پہنچی ہو اسکو دکھلاؤ اور ان نسخوں میں سے مثل تفسیر در منثور اور کنز العمال اور معارج النبوت کی کہ جسمیں الحاق نہوا ہو اگر واقعہ

نسخہ قم ہند کھلاؤ گے تو واقع میں بڑے مفتری ہو یا یہ کہ جسوقت مصنفوں نے تصنیف اور تالیف کی تھی آنکی وقت تصنیف ہی کی یہ آیتیں الحاق کر دی جسمیں کسی وقت تصنیف ہی یہ کتابیں کسی نے لکھی تھی اور پھر
مصنفوں کو آنکی دیکھنی کی نوبت نہیں پہنچی اور یہ بہتان جس سے آسمان شق ہو جائے یہ ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شہر دہلی میں محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں دو شخص صحاح ستہ میں الحاق کر کے گذری میں
فروخت کیا کرتے تھے اول تو یہ کہ صحاح ستہ کے سینکڑوں نسخے دنیا میں اُسوقت میں تھے یہ جعل کیونکر رونق پکڑتا ایسا کون عقل کا دشمن تھا کہ ایسا بیہودہ کام کرتا اور اگر ایسا امر وقوع میں آتا تو
مشہور ہو جاتا اور ہر شخص کو خبر ہو جاتی کیا شاہ صاحب ہی کو اسکی خبر ہوئی اور سوائے انکے اور کسیکو خبر نہوئی اور اگر ایسا انہوں نے کیا تھا اور لوگوں نے اُن نسخوں کو خرید کیا تھا تو اب
بھی تو کوئی نسخہ موجود ہوگا اور شاہ صاحب نے وہ دیکھا ہوگا اُسکو دکھلانا چاہئے تاکہ صدق اور کذب شاہ صاحب کا معلوم ہو بڑا تعجب ہے ایسے نامی ملا سے کہ ایسا امر غیر بے سود اپنی قلم سے لکھے
اور ایسا بہتان ابراہیم بن علی شاہ پر باندھا ہے اور ایسے ہی ہم بھی کہتے ہیں کہ شاہ عالم بادشاہ نے اپنے زمانہ میں کتب شیعہ کو زر کثیر صرف کر کے خرید کیا اور علماء اہل سنت کو جمع کر کے اپنے
مذہب کی تائید کی روایتیں اُنمیں داخل کروائیں اور پھر شیعوں پر اعتراض کرنے لگے کہ تمہاری کتابوں میں ایسا لکھا ہے جواب باب گفتگو مسدود ہے اور تم الحاق کہتے ہو تو ہم بھی الحاق کہتے
ہیں اور معلوم نہیں وہ کتب غیر مشہورہ کونسے ہیں جنکی نقل کو منع کیا ہے جن کتابوں میں کلام ہے وہ تو غیر مشہور نہیں ہیں سینکڑوں پائی جاتی ہیں اور علماء اہل سنت کتابوں
کے اقوال کو سند پکڑتے ہیں اور اگر مراد غیر مشہور سے یہ ہے کہ جسمیں الحاق ہوا ہے وہ کتب غیر مشہورہ میں سے ہیں تو الحاق تو بخاری اور مسلم میں بھی ہوا ہے جیسا کہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین اور
اثارۃ الغین میں لکھا ہے غرض یہ ہے کہ اہل سنت کو اپنی کسی کتاب کا اعتبار نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ جن کتابوں کا حوالہ مولوی صاحب نے دوسرے رقیمہ کریمہ میں فرمایا ہے انمیں بعض
کتابیں تو ایسی ہیں کہ سنیوں میں سے کسی نے اُنکا نام ہی نہیں سنا اور نہ اُنکے مصنفوں کا اہل سنت میں سے کوئی نام و نشان جانے بعینہ مثل تاریخ آل عباس کہ علماء اہل سنت نے اس کتاب کو
شاید کبھی سنا بھی نہو بلکہ یہ اس قسم کی کتابیں ہیں جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کید بست و نہم آنکہ کتابے را نسبت کنند بیکے از کبرائے اہل سنت و در آں مطاعن صحابہ و مبطلات مذہب
اہل سنت درج نمایند الی آخرہ اگر یہ کتاب موجود بھی ہو تب کسی شیعہ مکار کی ہوگی **اقول** غلط کہا ہے تو کہ سنیوں میں سے کسی نے تاریخ آل عباس کا نام نہیں سنا تو نے ہی نہ سنا ہوگا اور
اگر تو نے نہیں سنا تو کیا لازم یہ ہے کہ کسی اور نے بھی نہ سنا ہو سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں سنیوں کی کیا تو نے اُن سب کا اور اُنکے مصنفوں کا نام سنا ہے اور تیرے نہ سننے کو لازم نہیں
ہے کہ کوئی اور بھی نہ سنے اور شاہ صاحب نے جو اپنے اکیسویں کید میں لکھا ہے کہ شیعہ بعضی کتاب کو کبرائے اہل سنت کی طرف نسبت کر دیتے ہیں جسمیں مطاعن صحابہ کے ہوتے ہیں مراد شاہ صاحب
کی اس کتاب سے سر العالمین ہے کہ جو تصنیف امام غزالی کی ہے اُس کتاب کو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکو امام غزالی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کتاب تصنیف امام
غزالی کی ہے اور حال یہ ہے کہ وہ کتاب اُنکی تصنیف نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ بیشک وہ کتاب تصنیف امام غزالی کی ہے اسواسطے کہ علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور اُسکی
عبارت کو نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام غزالی نے سر العالمین میں ایسا لکھا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان میں ترجمہ حسن بن صباح میں لکھا ہے کہ قال ابو حامد الغزالی فی کتاب
سر العالمین شاهدت قصة الحسن بن صباح لما تزهد تحت حصن الموت اس قول سے ذہبی کے معلوم ہوا کہ کتاب سر العالمین تصنیف امام غزالی کی ہے
اور شاہ صاحب جو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی طرف شیعہ اسکو منسوب کرتے ہیں اور تصنیف انکی وہ کتاب نہیں ہے اسی سبب سے کہتے ہیں کہ اسمیں امام غزالی نے حدیث
غدیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے علی بن ابیطالب کو روز غدیر خلیفہ کر دیا تھا لیکن بعد اُنکے جو حب ریاست اور طمع حکومت ہوئی لوگوں کو تو علی سے وہ منصب امامت
چھین کر نام دنیا کے کر لیا اس مضمون کو دیکھ کر شاہ صاحب خفا ہوئے ہیں لیکن کتاب کا انکار کیوں کرتے ہیں کہ انکی نہیں ہے یہی کیوں نہیں کہتے کہ وہ آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے
تب یہ کتاب لکھی تھی اور تاریخ آل عباس کسی شیعہ کی نہیں ہے بلکہ کسی سنی دغاباز ہی کی ہے اور عقل بھی نہیں چاہتی کہ شیعہ کی تصنیف ہو اسواسطے کہ شیعہ تو آل عباس کو
دشمن کہتے ہیں اس جہت سے کہ وہ دشمنان اور قاتلان اولاد رسول ہیں اور اہل سنت کے وہ امام ہیں کہ اہل سنت انکو امیر المومنین لکھتے ہیں پس شیعہ ایسے لوگوں کی تواریخ کہ جو دشمنان آل رسول ہیں کیا لکھ
لکھیں گے بلکہ سنی ہی لکھینگے کہ انکے وہ امام اور پیشوا تھے اور یہ کتاب ایسی ہے کہ جیسی تاریخ الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی کی اور جھوٹ کہنا کام اہل سنت کا ہے جیسے کہ نصر اللہ کابلی نے کہہ دیا کہ مجالس المومنین
شیعوں کی کتاب ہے اور اُسمیں یہ لکھا ہے اور حال یہ ہے کہ اُس کتاب کا وجود بھی دنیا میں نہیں ہے اور تاریخ آل عباس ایسی نہیں بلکہ جو روایت کہ اُسمیں ہے وہ روایت اور کتابوں میں بھی
اہل سنت کے پائی جاتی ہے **قال الشیخ الاشعری** اور بعضی کتابیں اس قسم کی ہیں کہ اُنکے مصنفوں کو فن حدیث اور فن تاریخ میں دستگاہ کامل اور تمیز صحیح و غلط ہرگز نہ تھی جیسے
معارج النبوت ہاں مدارج النبوت کا حوالہ اگر زیب رقم ہوتا تو ہمارے بر سر و چشم تھا لیکن ایسی معتبر کتابوں میں سے مولوی صاحب کے ہاتھوں میں کیا آتا اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ ہر چند انکے مصنف
فن حدیث میں مہارت کامل اور مشق کماینبغی اور تبحر وافر رکھتے تھے جیسے شیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ لیکن انہوں نے اپنی اُن کتابوں میں جنکا حوالہ مولوی صاحب کے رقیمہ میں مندرج ہے
یہ التزام نہیں کیا کہ بجز روایات صحیح اور کچھ داخل نکرینگے بلکہ رطب و یابس بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے جیسے جمع الجوامع کہ اسکا نام ہی مسبات پر شاہد ہے اور نیز اسکا حال شہرت علماء آفاق
ہے یا بغرض تفریق و تمیز صحیح و غلط جمع کیا ہے جیسے تفسیر در منثور اور علی ہذا القیاس موضوعات ابن جوزی کہ ان دونو کتابوں میں اگرچہ ہر قسم کی مخالف و موافق روایتیں پائی جاتی

ہیں لیکن اُن روایتوں کیساتھ اُسمیں بہی ساتھ ہی لکھا ہے کہ یہ روایات غلط ہیں اسواسطے کیا ہی کہ کل کو مولوی عمار علی صاحب جیسے مکار دغاباز اِن روایتوں کی بہروسے کسی سادہ لوح کو دہوکہ نہ دیں شبہیں ہو اُسی غرض کے لئے متقدمین محدثین بہی ایسا کرتے ہیں چنانچہ ترمذی اور امام ابوداؤد اکثر جگہ لکھ جاتے ہیں **ہذا حدیث ضعیف** اور بعضی کتابیں ایسی کمیاب ہیں کہ اگر مولوی عمار علی صاحب یوں فرمانے لگیں کہ اُسکی تمام ... نیست ہو بہو مطابق مذہب شیعہ او اصول فروع شیعہ تہا جہاں اسکی روایات کے مطابق ہے تو وجہ کمیابی اُن کتب کے مولوی صاحب کی کسی سے زبان نہ پکڑی جائے سچا تو خدا سے ڈرے جہوٹے کو کسکا ڈر اُسکی زبان کو تو لگام ہی نہیں ہوتا مگر جبنا اس خط میں مولوی صاحب نے کیا ہو وہ بہی کچھ کم نہیں اور انہوں نے کیا کیا **اقول** اگر بعضے علماء کو فن حدیث میں مہارت کامل نہتی تو ہو لیکن انہوں نے اُن روایتوں کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے کہ جن روایتوں کو متقدمین صحیح کرکے لکھ گئے تھے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ روایات غیر معتبرہ کو اپنی کتابوں میں وہ داخل کرتے اور ایسے ہی معارج النبوۃ ہے اور معارج النبوت اور مدارج النبوت میں کچھ فرق نہیں ہے دونو کے مصنف سنی معتبر ہیں اہل سنت کے نزدیک بلکہ علم صاحب معارج النبوت کا مدارج النبوت کے مولف کے علم سے زیادہ تہا اور اس جگہ مدارج النبوت کو پسند کرتا ہے اور دوسری جگہ ہم اسکے مصنف کے قول کو ذکر کرینگے تو وہاں تاویلیں کریگا اور اُسکو بہی ضعیف کہیگا اور بطور بیاض کے حدیث کی کتاب اول دفعہ میں لکہی جاتی ہے اور بعد اسکے روایات میں تمیز کی جاتی ہے اور تفسیر میں تا نہیں ہوتی ہے اور نہ وہ بطور بیاض کے جمع ہوتی ہے جمع الجوامع اور موضوعات ابن جوزی کہ وہ احادیث کی کتابیں ہیں ایسی ہونگی اور تفسیر درمنثور ہرگز ایسی نہیں ہے اسواسطے کہ تفسیر میں روایات ضعیفہ نہیں لکھ سکتے اس سبب سے کہ وہ راجع طرف تحریف قرآن کی ہوتی ہے اور مر گئے تو اہل کو وبال جان ہے اس اندیشہ سے جو کچھ کہ اپنے نزدیک معتبر ہے وہ لکہی ہیں اور صاحب درمنثور کا دستور ہے کہ اگر کوئی روایت ضعیف لکہتے ہیں تو بعد اسکے یہ بہی لکہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے چنانچہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے تفسیر میں یہ روایت لکہی ہے کہ مراد اس اکمال دین سے خلافت علی ہے اور بعد اسکے لکہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور روایت ہبہ فدک کو لکھکر یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت انکے نزدیک نہایت معتبر ہے اور جہوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے کہ ایسے مکاری اور دغابازی ہے ایک بات مہمل لکھ دی اور دیکھو مولوی عبدالعزیز صاحب تو لکہتے ہیں کہ یہ روایت تفسیر میں اہل سنت کی شیعوں نے ملحق کر دی ہے اور یہ لکہتا ہے کہ مثل بیاض کے ہے کہ رطب و یابس سبہیں ہے اگر سچ ہوتا تو دونو کی ایک بات ہوتی اور جب جہوٹ بولنا مقرر کیا تو پہر کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ اہل سنت کی کتاب ہو بہو شیعوں کے موافق ہو اور اسکو کون کہیگا البتہ بعضی روایتیں اہل سنت کی کتابوں کی شیعوں کے مذہب کے موافق ہیں اور وہ کثرت سے پائی جاتی ہیں کمیاب نہیں ہیں اور جو کچھ مولوی صاحب نے تحفہ میں اپنی درج فرمایا ہے سب حق ہے اور اہل سنت کی مشہور کتابوں میں موجود ہے او مکار اور دغاباز اہل سنت ہیں کہ جو ایسی کتابوں کو کمیاب کہتے ہیں

قال الشیخ الاشعری یہ مکاریاں اور دغابازیاں تو میراث شیعہ ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں فرماتے ہیں کید بست و دوم آنکہ مطاعن صحابہ و منقبات اہل سنت از کتب نادر الوجود و کمیاب ایشاں نقل نمایند حالانکہ در آں کتب اثرے از آں نباشد و نسبت آنکہ آں کتب پیش ہر کس و در ہر وقت و ہر مکان موجود نمیشود اکثر ناظران در شبہ و شک افتند و بخاطر شان رسد کہ اگر ایں نقل صحیح باشد تطبیق در میان او و در روایات اہل سنت چہ قسم خواہد بود حالانکہ ایں بیچارہا سبب در دسر نشوند و نمی فہمند کہ اگر بالفرض نقل صحیح ہم باشد محتاج تطبیق وقتے خواہیم باشد کہ ہر دو روایت در یک درجہ باشند از شہرت و صحت ماخذ و صحت دلالت و کیفیت و چوں ایں امور در آں نقل مخفی و مستور است مقابل روایات مشہورہ صحیحۃ المآخذ صریحۃ الدلالت چرا باید کرد و کتابہائے کہ از آں فرقہ شیعہ برائے الزام اہل سنت نقل میکنند ہمہ از قبیل است کہ نادر الوجود و کمیاب می باشند و علی تقدیر الوجدان مصنف آں کتب التزام صحت جمیع ما فیہا نکردہ اند بلکہ بطریق بیاض رطب و یابس در آں جمع نمودہ محتاج نظر ثانی گذاشتہ اند از دیلمی صاحب کشف الغمہ و حلی صاحب الفین از ہمیں قبیل دفتر دفتر نقل کنند و بزعم خود گوئے از میدان مناظرہ بردند و ابن طاؤس نیز در مولفات خود از ہمیں خر خروارہا پر کردہ و باعتقاد خود اہل سنت را الزام دادہ انتہی کلامہ الشریف بہرحال جب ان بزرگواروں کی ایسی ایسی بزرگیاں تجربہ معلوم ہو چکی ہوں تو پہر انکی کیا کے حوالہ کا کیا اعتبار رہیگا اول تو یہی یقین کرنا چاہئے کہ اِن کتب میں اصل سے اِن روایات کا نام و نشان بہی نہیں لہذا یوں کی ترتیب ہوتی ہیں پہر تیسرا یہ کہ کتابیں بطور بیاض کے مجموعہ رطب و یابس میں انکے مصنفوں کو نظر ثانی کا اتفاق نہوا جو تخمیص کرکے صحیح صحیح روایتیں جدی کرکے باقیوں کو حذف کر دیتے یا لکھ جاتے کہ یہ روایتیں موضوع ہیں یا ضعیف ہیں **اقول** مکار اور دغاباز تو اہل سنت ہیں کہ جو ان روایتوں کے مقدمہ میں طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں ورسے زیادہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھو ہیں جو دور دعوں سے اپنی کتاب کو پر کرتے ہیں اور مطاعن صحابہ کو کتب نادر الوجود اور کمیاب سے لکہتے ہیں تسعینہ لمطاعن جواب باب مطاعن تحفہ کو دیکھنا چاہئے کہ مطاعن صحاح ستہ اور جمع بین الصحیحین اور جامع الاصول و فتح الباری اور کرمانی اور مسند احمد بن حنبل و تفسیر بیضاوی او تفسیر بغوی او تفسیر معالم التنزیل اور مدارک اور تاریخ طبری او تاریخ خمیس اور استیعاب و کنز العمال وغیرہ کتب مشہورہ احادیث اور تفاسیر اور تواریخ سے ثابت کیا ہے یا نہیں کیا ایسی کتابیں بہی نادر الوجود و کمیاب ہیں اور جن روایتوں سے شیعوں نے حجت پکڑی ہے وہ سب معتبر ہیں اور معتبر اور مشہور کتابوں میں موجود ہیں اور جو کچھ روایتوں کے عذر میں شاہ صاحب لکہتے ہیں سب بیجا ہے او قبیل ہذیانات سے ہے اور اگر بعضی کتاب میں بطور بیاض کے ہو اسکے

کیا ہوتا ہے ہمکو حجت پکڑنیکے واسطے کفایت کرتے ہیں کہ سنیونکی کتابوں میں ہیں اور راوی بھی انکے سنی ہیں اور تقیہ کا اُنمیں وہم بھی نہیں ہے کہ یہ قول اُسکو مذموم جانتے ہیں اور صحبت اربلی صاحب کشف الغمہ
اور علامہ حلی علیہما الرحمہ نے یہ روایتیں لکھی تھیں اُسوقت کتابیں اُن روایتونکی مشہور ہونگی اور یہ کتابیں اگر ہندوستان میں مشہور نہوں تو کیا ضرور ہے کہ اُس ملک میں بھی مشہور نہوں اہل سنت
کو انہی کتابوں سے الزام دینا ثابت ہے اور اب ہندوستان میں تو شیعہ اُن کتابوں سے سنیونکی حجت پکڑتے ہیں کہ جو بہت مشہور ہیں اور ہندوستان میں موجود ہیں اور یہ شیخ عجیب و غریب گفتگو کرتا ہے
کبھی تو کہتا ہے کہ ان روایتوں کا اُن کتابوں میں نام و نشان نہیں ہے اور پھر کبھی کہتا ہے کہ وہ کتابیں بطور بیاض کے ہیں یہاں اُن روایتوں کا اقرار کرتا ہے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے اگر
راست گو ہوتا تو ایک بات کہتا اس گفتگو سے یقین ثابت ہو گیا کہ یہ روایتیں موجود ہیں اور معتبر ہیں لیکن احتمالات بے سروپا ایجاد کر کے عذر نامعقول پیش لاتا ہے اور اربلی کو اردبیلی لکھا ہے غلطی سے یہ
لفظ اردبیلی نہیں ہے بلکہ اربلی ہے اور اردبیلی وہ لوگ ہیں کہ جو اردبیل میں رہتے ہیں اور یہ غلطی اس شیخ ہی کی نہیں ہے بلکہ شاہ عبد العزیز صاحب کی ہے اور اس نے اُنکی پیروی سے اردبیلی لکھا ہے

قال الشیخ الاشعری معہذا مولوی صاحب نے بعضے ایسے کتابوں کا حوالہ لکھ دیا ہے نہ اُن کتابوں کو کوئی جانے نہ اُسکے مصنف کو کوئی پہچانے جیسے تاریخ آل عباس پھر جرات تو دیکھو کس دلیری
سے کہتے ہیں کہ تاریخ آل عباس اہل سنت کی معتبر کتابوں میں سے ہے پھر تسپر اُس کتاب میں یہ روایت بھی ہے تو واقدی کی روایت ہے جنکی جھوٹی تو جھوٹی سچی بات بھی جھوٹی سمجھی جاتی ہے اُنکی
تعریف میں جو کچھ محدثین نے لکھا ہے دیکھئے پیش نظر کرتا ہوں مجمع البحار میں امام نسائی کے حوالہ سے جو فن حدیث میں امام ہیں اور اُنکی کتاب منجملہ صحاح ستہ ہے یوں لکھا ہے کہ امام نسائی نے
فرمایا ہے کہ ایسے کذاب کہ جو حدیثوں کے بنانے میں معروف ہوں چار ہیں ابن ابی یحیی مدینہ میں واقدی بغداد میں مقاتل بن سلیمان خراسان میں محمد بن سعید مصلوب شام میں اور پھر ذیلے
شرح الشفا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ واقدی کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے بعد ازاں امام شافعی کا قول واقدی کی شان میں مقاصد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ واقدی کی کتابیں جھوٹی ہیں اب کوئی صاحب
انصاف فرمائیں کہ جب تاریخ آل عباس کا تو یہ حال ہو کہ علماء اہل سنت میں سے کوئی اُسے جانتا ہی نہیں اور پھر اُنکے راوی ایسے نور علی نور وزیری چنیں شہریار چنیں پھر اہل سنت کیونکر اُن
روایت پر اعتماد کریں اگر شیعوں کی طرح سنیونکو دین کا جھوٹ پر دار و مدار ہوتا تو البتہ مضایقہ تھا سو ایسی کتابونکا نام و نشان اہل سنت کے سامنے حوالہ دینا کمال بدیانتی اور دغابازی اور
بیحیائی کی بات ہے اہل فہم پر مثل آفتاب روشن ہے کہ یہ کتاب اگر ہے بھی تو کسی شیعہ دغاباز کی تصنیف ہے پر اس دغاباز کا حوصلہ مولوی صاحب کا تو معلوم نہیں ہے تا ہاں البتہ کسی بڑے اپنے اہلبیت
کے کرتوت ہیں وہ اس استعداد اور اس سلیقہ پر کہ ماموں عباسی کے نام پر لفظ رشید بھی بڑھا دیا یہ فتنہ گری ممکن معلوم نہیں ہوتی کیونکہ عجیب ہے کیونکر ہو جائے فلک کا مونہہ نہیں اس فتنہ کے اٹھانے
کا مگر ایک تیر انداز ہی زمانہ کا ہے سبحان اللہ مولوی صاحب کے اس تبحر اور اس علم و فضول پر کہ اب تک یہ بھی نہیں جانتے کہ ملقب رشید ہاروں تھا یا ماموں تھا در بارہ غصب فدک یقین ہو گیا ہے
کہ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا شاید آپکو اتنا یقین نہو اور تنہائی میں سینوں پر یہ جوش و خروش ہے کہ جامہ سے باہر نکلے جاتے ہیں **اقول** یہ شیخ
ایک امر کو کئی مرتبہ لکھکر کتاب کو بڑھاتا ہے اور تاریخ آل عباس کا حال تو ہم بھی لکھ چکے ہیں کہ وہ کتاب کسی سنی دغاباز کی ہے اور اگر اس شیخ نے اُسکو دیکھا نہیں ہے یا سنا نہیں ہے تو اس پر الزام نہیں
آتا ہے اس لئے کہ کسی اور نے بھی اُسکو نہ دیکھا ہو اور روایت ہبہ فدک کا ہونا منحصر اُسپر نہیں ہے اُس سے سوا اور پانچ چھ کتابوں میں ہے اصل راوی اسکا کچھ ایک واقدی نہیں ہے اُسکے سوا اور بھی راوی
اس روایت کے ہیں کہ ہر ایک کتاب میں راوی علیحدہ کا نام لکھا ہے اور واقدی کو یہ شیخ کاذب لکھتا ہے اور حال یہ ہے کہ علماء اہل سنت نے اُسکی توثیق کی ہے چنانچہ خطبہ استیعاب میں اُسکی
توثیق موجود ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اُسکو مرتبہ میں مثل بخاری اور مسلم کے لکھا ہے چنانچہ روایت حدیث غدیر کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ روایت کردہ اند آنرا از اہل حفظ و اتقان
کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی و غیر ایشان از اکابر اہل حدیث اور صاحب مجمع البحار کا قول محدث دہلوی کے قول کے برابر نہو گا کہ اُسنے نسائی کے قول
کا حوالہ دیا ہے اور نہ شارح شفا کا ایسا قول ہے اور اگر نسائی کے قول کا اعتبار ہے تو اُسکے اس قول کو بھی معتبر جانو کہ اُسنے لکھا ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی روایت نہیں ہے البتہ یہ روایت تو ہے کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ نہ پر کرے خدا اُسکی شکم کو چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے اور امام شافعی تو تمہاری ابو حنیفہ کو بھی جھوٹا کہتے تھے دیکھو تفسیر کبیر میں جا بجا ابو حنیفہ پر اور اُسکے مذہب پر طعن اور
تشنیع لکھی ہے اور تم اُسکی پیروی کرتے ہو اور ہم لکھ چکے ہیں کہ سوا تاریخ آل عباس کے اور کتابوں میں بھی ہے اور اہل سنت کو سوائے تسلیم اس روایت کے اور کوئی مفر نہیں ہے ہر چند تاویلیں کریں اور جھوٹ
پر مدار تو اہل سنت کے مذہب کا ہے شاہ عبد العزیز صاحب نے صد ہا دروغ تحفہ میں لکھکر اپنے مذہب کی منت کر رکھی ہے اور بے حیا اور دغاباز اور الطین طینت تو تو ہے کہ ایسی ظاہر روایتوں کی تکذیب کرتا ہے
بر رعایت ابو بکر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام جگر گوشہ رسول خدا کا حق مٹاتا ہے اور اس معصومہ کے جھوٹا ثابت کرنیکو کہ اُس معصومہ نے دعوی ہبہ کا ابو بکر سے کیا تھا اور ہم کیونکر یقین نکریں اس روایت کا جبکہ
فریقین میں یہ روایت منقول ہو اور ماموں کو رشید لکھنے میں کیا قباحت ہے کہ تو اسقدر بیہودہ بکتا ہے کیا ماموں رشید کا بیٹا تھا اور باپ کا لقب اُسکے بیٹے کے واسطے لکھا تو کیا خلاف
محاورہ کیا اکثر باپ کا لقب بیٹے کے واسطے بولتے ہیں اور تجھے اپنی کتابونکی اور اپنے علماء کی تحریر کی تو خبر ہی نہیں ہے اور شیعوں کا جواب لکھنے کو تیار ہوتا ہے دیکھ تیرے علماء بھی ماموں کو ماموں رشید لکھتے
ہیں چنانچہ جامع الاصول میں صاحب جامع الاصول اختلاف مذاہب کے ذکر میں لکھتے ہیں واما من کان علی راس المائۃ الثانیۃ فمن اولی الامر المامون الرشید ومن الفقہاء الشافعی والحسن
اور مولوی صاحب کیا جامہ میں سے نکلے ہیں اہل سنت کی کتابونکی روایتیں اُنہوں نے نقل کر دی ہیں اور کسی کی مذمت نہیں لکھی ہے اور جامہ میں سے تو تو نکلا پڑتا ہے کہ برابر مذمت کرتا ہوا اُنہی

یہ کہتا ہوا چلا جاتا ہے لیکن اسکا ہمکو کچھ رنج نہیں ہے اسواسطے کہ تیرا پیر و مرشد معلویہ آنکے دادا علی بن ابیطالب کو گالیاں دیا کرتا تھا تو جو کرے وہ تہوڑا ہے اپنی دادا کی پیروی سے **قال الشیخ الاشعری** کوئی مولوی صاحب کبے تہامی تو ہم مولوی صاحب کو یہ ساری مراتب سمجھا کر اتنا اور سمجھائیں کہ اگر ہم ان سب مراتب ہی درگزریں تو ہمیں ابہی اور بہت گنجایش باقی ہے کیونکہ اول تو آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ جو سورہ حشر میں واقع ہے اس بات پر شاہد ہے کہ قریہ فدک جو بالاتفاق از قسم فی تہا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تہا چنانچہ انشاء اللہ تعالی بحث میراث میں جو حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ سے متعلق ہی معلوم ہو جائیگا پہر ہبہ ہونیکی کونسی صورت ہی جو روایت ہبہ فدک کو صحیح سمجھے بلکہ بالیقین غلط ہوگی کیونکہ اس صورت میں روایت ہبہ کلام اللہ کی مخالفت ہو وہ بالاجماع بالیقین غلط ہے **اقول** تو ابوبکر کی تکذیب کرتا ہی کہ جو کہتا ہی کہ فدک مملوک رسولخدا صلعم کا تہا اسواسطے کہ ابوبکر نے تو فدک کو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک مقرر کرکے نحن معاشر الانبیاء کی روایت گہڑی تہی ہم تو خلیفہ صاحب کو جہوٹا جانتے تہی تو نے بہی انکو جہوٹا سمجہا اور جو کچھ تو بعد اسکے اس مقدمہ میں لکھیگا ہم اسکو رد کرینگے اور یہ روایت ہرگز مخالف کلام اللہ کے نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** معہذا مشہور کتابوں میں جو تمام علماء کے دستمال رہتے ہیں اور اعتبار میں قریب قریب کلام اللہ کے ہیں وہ روایتیں موجود ہیں کہ وہ فدک کے ہبہ ہونے پر ایسی واضح دلالت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے جو روایتیں اپنی صحیفہ میں سند ہج فرمائی ہیں وہ فدک کی ہبہ ہونے پر اتنی دلالت نہیں کرتیں اُن روایتوں کی شہرت اور صحت اور صراحت دلالت کو چہوڑ کر ایسا کون نادان ہوگا کہ مولوی صاحب کی ان ہذیانات پر کان لگائیگا اور سوائے مولوی صاحب ایسا کون ہے کہ ان افسانہائے بے سند پر تکیہ جمائیگا اگر باور نہو تو ملاحظہ فرمائیے مشکوۃ شریف جو مشہور کتاب اہل سنت ہے اُسمیں یہ روایت موجود ہے ابوداود کی روایت سے حضرت مغیرہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز بن مروان خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے مروانیوں کو جمع کیا اور یہ کہا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ہاشم ویزوج منہا ایمہم وان فاطمۃ سألتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی بسبیلہ فلما ان ولی ابوبکر عمل فیہا بما عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ حتی مضی بسبیلہ فلما ان ولی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عمل فیہا بما عملا حتی مضی بسبیلہ ثم اقتطعہا مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز فرأیت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ لیس لی بحق وانی اشہدکم انی رددتہا علی ما کانت یعنی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر حاصل اسکا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فدک تہا سو اُسمیں سے خرچ کیا کرتے تہے اور دیتے رہتے تہے اور بنی ہاشم میں کی بیشوہر عورتوں کے نکاح اُس مال میں سے کرادیا کرتے تہے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ نے یہ درخواست کی ۔ کہ فدک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو عنایت فرماویں اور ہبہ کردیں سو آپنے اس بات سے انکار فرمایا اور بدستور مذکور اسیطرح آپ اُس میں سے تادم اسیں خرچ مذکور بابتے رہے یہانتک کہ آپ اس عالم سے تشریف لیگئے بعد میں جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بہی ویسے ہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے یہانتک کہ وہ بہی واصل بحق ہوئے پہر جب حضرت عمر والی ہوئے تو وہ بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے موافق عمل کرتے رہے یہانتک کہ وہ بہی چلدیئے پہر جب مروان کا پیش اپنے وقت میں قابو چڑہا تو اُس نے اُسی اپنی جاگیر کرلیا پہر رفتہ رفتہ مجھ تک نوبت پہنچی اور یہ چیز میرے قبضہ میں آئی سو میری رائے میں یوں آتا ہی کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو ندی ہو مجھے سزاوار نہیں اور میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فدک کو اُسی انداز پر کردیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں تھا فقط یہانتک حاصل مطلب روایت تہا اول تو غرض یہ ہی کہ اس روایت میں جو بعد حضرت عمر کے ذکر کے مروان کی جاگیر بنا لینی ذکر ہے تو مولوی صاحب کوئی انکا ہم رنگ ہمسنگ یہ نسمجھ جائے کہ حضرت عمر کے بعد متصل ہی فدک پر اُسکا قبض و تصرف ہوگیا تھا بلکہ یہاں قصہ کو مختصر کرکے یوں کہدیا ہے کہ انجام کار مروان کے قبض و تصرف میں آگیا ورنہ باتفاق اہل تواریخ حضرت عثمان کے زمانہ میں بہی بدستور سابق ہی رہا اور قصہ کے مختصر کرنیکی بڑی دلیل یہ ہے اول تو لفظ اقتطعہا اسبات کو تقاضا کرتا ہے کہ بیکار اُسنے اپنی خلافت میں کیا چنانچہ عربی دان جانتے ہیں کہ اقطاع کے معنی جاگیر کردینکے ہیں سو جاگیر کردینیکا اختیار بجز خلیفہ اور کسیکو نہیں ہے تا دوسرا اگر قصہ مختصر نہو تو یہ معنی ہوں کہ بعد حضرت عمر کے متصل ہی مروان قابض ہوگیا اور علی الاتصال قابض رہا پہر بعد اُسکے متصل ہی حضرت عمر بن العزیز قبضہ میں آگیا سو اتفاق فن تاریخ پر روشن ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں بعد حضرت عمر کے حضرت عثمان کے اختیار میں تھا اور انکے بعد باتفاق شیعہ و سنے حضرت علی کے اختیار میں تہا پہر جب کبہی مروان کا زمانہ ہوا تو البتہ اُس نے اُسکو اپنی جاگیر کرلیا پہر اُسکے مرنیکے بعد کبھی خلیفہ ہوئے اُنکے بعد پہر کہیں حضرت عمر بن عبد العزیز کی . . نوبت آئی اور یہ قصہ کا مختصر کرنا کلام اللہ میں بیسیوں جا موجود ہے حضرت موسی و حضرت یوسف کے قصہ کو ملاحظہ فرما دیکہیں بہرحال قصہ مختصر ہے باجماع اہل سیر و تواریخ و علما ۔ حدیث ثابت اور متحقق ہی کہ فدک وغیرہ متروکہ نبوی حضرت عمر کی خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں تھا پہر حضرت علی ہی کا قبضہ رہا حضرت عباس کا دخل اُٹھ گیا حضرت علی کے بعد حضرت حسن حضرت حسن کے بعد حضرت امام حسین پہر امام زین العابدین اور حسن بن حسن کا قبضہ رہا اُسکے بعد زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا قبضہ رہا رضی اللہ عنہم اجمعین یہانتک تو اُنکا جمع خرچ بدستور رہا ان سب کے بعد مروان کے پنجوں میں پہنس گیا یہانتک کہ نوبت حضرت عمر بن عبد العزیز کے آئی اُنہوں نے بسبب کمال عدل کے پہر بدستور قدیم کردیا **اقول**

روایت ساختہ و پرداختہ دشمنان فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ہے جو تمہارے گھر کی ہے اسکو تم اپنے گھر میں رہنے دو کہ یہ روایت کہ تمہاری کتاب کی ہے ہم پر حجت نہیں ہو سکتی بڑی بے حیائی اور بد دیانتی کی بات ہے اپنی روایت موضوعہ شیعہ کے مقابلہ میں سنانا تمہاری روایت تم پر حجت ہو سکتی ہے اور ہم پر ہرگز حجت نہیں ہو سکتی اور یہ روایت ایک کتاب کے اسقدر کتابوں کا مقابلہ کیونکر کر سکتی جس وقت کہ علمائے کثیر نے روایت دعویٰ فدک کو اپنی کتابوں میں لکھا ہو چنانچہ مغنی قاضی القضاۃ اور ملل و نحل اور معجم البلدان اور تفسیر کبیر اور نہایۃ العقول امام رازی اور فصل الخطاب محمد پارسا اور مواقف اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور جواہر العقدین اور حاشیہ صلاح الدین رومی و شرح عقاید نسفی اور برہان قاطع اور مقصد اقصی اور معارج النبوت اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور ریاض النضرۃ اور سوائے اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعویٰ ہبہ فدک کا کیا تھا اسقدر علماء کی شہادت دعویٰ ہبہ میں معتبر ہو یا ایک روایت مشکوٰۃ کے ... موضع کے اسمیں آتی ہے اسواسطے کہ جس وقت کہ ... اور روایت مشکوٰۃ کی موضوع ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ روایت کہ جو ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں لکھی ہے اور وہ یہ ہے فلما ولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ کانت اول ظلامۃ ردہا دعا الحسن بن الحسن بن علی ابن ابی طالب وقیل بل دعا محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب فدفعہا الیہ فکانت بید اولاد فاطمۃ پس جس وقت والی ہوا عمر بن عبد العزیز خلافت کا تو تھی پہلی دادخواہی یعنی پہلا حق کہ رد کیا اسکو بلایا حسن بن حسن بن علی بن ابو طالب کو اور کہا گیا ہے کہ بلکہ بلایا محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کو پس دفع کیا اسکو طرف اسکے پس تھا وہ اولاد فاطمہ کے ہاتھ میں سو فدک اسنے حق اولاد فاطمہ کا جانکر اولاد فاطمہ کو دیا یا حق کل بنی ہاشم کا تھا اور اُن سب پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف کرتے تھے تو تنہا فاطمہ زہرا علیہا السلام سب حق کو کاہیکو طلب کرتی اور راویوں میں بھی اس روایت کے خلل ہے اسواسطے کہ ابوداؤد نے جن راویوں سے روایت کی ہے اول اُن میں عبد اللہ بن الجراح ہے اور دوسرا جریر ہے اور اُس نے مغیرہ سے روایت کی ہے اور عبد اللہ بن الجراح جو کہ راوی اول ہے وہ کثیر الخطا ہے چنانچہ ذہبی نے حاشیہ کاشف میں لکھا ہے وقال ابو حاتم کان کثیر الخطاء اور جریر کہ راوی دوم ہے وہ سوء حفظ کی طرف منسوب ہے چنانچہ میزان ذہبی میں ہے اور بیہقی نے اپنی سنن میں لکھا ہے پس جس وقت کہ حال اس روایت کے راویوں کا ایسا ہو تو وہ کیونکر معتبر ہو مقابلہ میں اُس روایت کے کہ جسکو جم غفیر نے لکھا ہے اور شہرت اور اعتبار میں صحیح بخاری بھی زیادہ نہیں ہے مشکوٰۃ اور قریب بہ کلام اللہ کے بھی زیادہ صحیح بخاری ہی ہے اہل سنت کے نزدیک کہ وہ اسکو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں پس جس حالت کہ وہ اکاذیب اور ضعاف کو شامل ہو جیسا کہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین اور اثارۃ الغین میں لکھا ہے تو بیچاری مشکوٰۃ کی کیا حقیقت ہے اور اُسکے روایتوں کے موضوع اور کاذب ہونے میں کیا شبہ ہے اور اگر ایسے ہی اعتبار میں قریب بہ کلام اللہ کے ہے مشکوٰۃ اور بہت مشہور ہے تو چاہیئے کہ اُسکی سب تیری روایتیں معتبر اور صحیح ہوں و گنجایش تاویل کی اُنمیں نہو بقول شاہ عبد العزیز صاحب کے عمل قرآن اور حدیث کے ظاہر پر کرنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جناب عائشہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ماہ رمضان میں دن کو مجھسے مباشرت کیا کرتے تھے اور عمر کے فضائل میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو حبشیوں کا ناچ دکہانیکو لیکے اور اپنی بغل میں کہڑا کرکے اُسکو ناچ دکھلایا کہ وہ شانہ پر سے مونہہ نکالکر اُن حبشیوں نامحرموں سنڈوں کا تماشا دیکھتی تھے اور جس وقت کہ حضرت سے کہتی تہی کہ میں ابہی سیر نہیں ہوئی ہوں ناچ دیکھنے سے تو حضرت فرماتے تھے اُن مخنثوں کو کہ ناچے جاؤ ابہی حمیرا کو تمہارا تماشا دیکھتی ہے اگر یہ روایتیں صحیح اور واقعی ہیں تو بڑی بے دینی اور بے ایمانی کی بات ہے اور بڑی تہمت ہے رسولخدا صلعم پر کہ ماہ رمضان میں دن کو اپنی زوجہ سے مباشرت کریں اور بڑی بے غیرت اور بے شرم اور بے حیا تھی عائشہ کہ اپنی زبان سے لوگوں کے سامنے بیان کرے کہ رسولخدا مجھسے یوں یوں کیا کرتے تھے اور ایسے ہی اپنی زوجہ کو بغل میں لیکر نامحرموں کا ناچ دکھلانا یہ بھی بڑا افترا ہے اُس جناب پر اسواسطے کہ یہ فعل بڑا ذلیل اور رذیل ہے کہ جسکو خاکروب اور چمار بھی منظور نکرے چہ جائیکہ پیغمبر عظیم الشان افضل المخلوقات پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں روایتیں دروغ ہیں اور عائشہ پر تہمت کی ہے جس شخص نے کہ ایسی روایت بے غیرتی کی عائشہ کیطرف منسوب کی ہے کہ وہ کہتی تہی کہ ماہ رمضان میں رسول خدا صلعم دن کو مجھسے یوں یوں کیا کرتے تھے اور جب یہ روایتیں جھوٹی ہوں میں تو وہ روایت عمر بن عبد العزیز کی بھی جھوٹی ہو گی کہ ابوبکر کی خاطر سے یہ روایت بنائی ہے اور کیونکر جھوٹی نہو کہ ایک جماعت کثیر کی روایت کے برخلاف ہے اور اس جماعت کی روایت تو نہایت معتبر اور صحیح ہے کہ انکی کتابیں بطور بیاض کے نہیں ہیں جیسے کہ احادیث کی کتابیں ہوتی ہیں اُنہوں نے تو اپنی کتابوں میں وہی روایت لکھی ہے کہ جسکو محدثین نے صحیح اور معتبر قرار دیا ہے اور مشکوٰۃ حدیث کی کتاب ہے اُس میں رطب و یابس سب کچھ ہے پس اس ایک روایت سے کہ سراسر موضوع ہے عدم ہبہ ثابت نہیں ہو سکتا اور ہم تو کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ماہ رمضان میں دن میں اپنی کسی زوجہ سے کبہی مباشرت نہیں کرتے تھے اور نہ اپنی زوجہ کو بغل میں لیکر حبشیوں کا ناچ دکھلاتے تھے اور اگر تم اسکے جواب میں کہو کہ مشہور کتابوں میں جو دستمال تمام علماء کے رہتی ہیں اور اعتبار میں قریب بہ کلام اللہ کے ہیں وہ روایتیں ہیں کہ جو مباشرت اور ناچ دکھلانے پر ایسی واضح الدلالت ہیں کہ جو تم بیان کرتے ہو عدم مباشرت اور عدم ارادت رقص کو یہ اتنی دلالت نہیں کرتی اور مشکوٰۃ شریف جیسا مشہر کتب اہل سنت ہے اسمیں روایت موجود ہے سو یہ تمہارا ہی ایمان ہے کہ جو تمہارا گمان جناب رسولخدا اور عائشہ کیطرف ایسا ہے اور مولوی صاحب کے ارشاد کو جو تو ہذیانات کہتا ہے کیا مضائقہ ہے اور کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اسلئے کہ تیری پیر و مرشد عمر بن خطاب نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد کو ہذیان کہا تھا جسوقت حضرت نے دوات و قلم طلب کیا تھا اگر تو عمر کی پیروی نہ کرے تو آنحضرت کی اولاد میں سے کسیکو کہے کہ یہ ہذیان بولتا ہے تو اسکا

تعجب نہیں ہے اور اس روایت میں جو لکھا ہے کہ کانت لہ فدک فکان ینفق منہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فدک جناب رسول خدا صلعم کی ملک تھا اور بنی ہاشم پر اسکو تقسیم کرتے تھے دلالت کرتا ہے اسپر لام
کہ کا جو واسطے تخصیص کے ہے اور یہ شیخ نجدی لکھتا ہے کہ فدک رسول خدا صلعم کی ملک تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ ثم اقطعہا مروان سو مروان نے خود تو قطیعہ اور جاگیر بنایا بعد میں کیا تھا موافق
روایات اہل سنت کے اور پہلے تو عثمان نے ہی اپنی خلافت میں فدک مروان کو دیا تھا اور اسکے ساتھ اسکو مخصوص کیا تھا چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں شرح حدیث فدک میں ایک
عبارت لکھی ہے مثل روایت عمر بن عبد العزیز کے اور اسمیں ہے کہ ثم اقطعہا مروان یعنی فی ایام عثمان یعنی پھر قطیعہ کیا اسکو مروان نے یعنی بیچ زمانہ عثمان کے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ قال الخطابی
انما اقطع عثمان فدک لمروان لانہ تاول ان الذی یختص بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون للخلیفۃ بعدہ یعنی کہا خطابی نے جز ایں نیست جاگیر کر دیا عثمان نے فدک کو واسطے مروان کے
اسواسطے کہ تاویل کی اس نے کہ تحقیق جو چیز کہ خاص ہوتی ہے ساتھ پیغمبر صلعم کے ہوتی ہے وہ واسطے خلیفہ کے جو بعد آتے ہیں اور یہی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ عثمان نے مروان کو قطیعہ کر دیا
تھا اور شرح مؤطا میں بھی ملا علی قاری نے یہی لکھا ہے کہ عثمان نے مختص کر دیا فدک کو واسطے مروان کے اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ سچی تھی اور فدک
مال سب فقراء مومنین کا تھا تو عثمان نے اسکو مروان کے واسطے کیسے خاص کر دیا وہ تو جمیع فقراء کا حق تھا افسوس ہے کہ عثمان نے تو اپنی قرابت کا پاس کر کے مروان کو فدک دیا اور ابو بکر نے ملاحظہ
قرابت رسول مقبول کا نکیا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو فدک سے محروم رکھا اور اگر عثمان کو اختیار تھا کہ فدک جسکو چاہے دیوے تو ابو بکر کو بھی اختیار تھا اگر چاہتا فاطمہ کو دیدے ڈالتا اور اگر ابو بکر کو مثل
عثمان کے اختیار نتھا تو برعایت قرابت رسول خدا صلعم کہ وہ آنحضرت کی جگر گوشہ تھی مسلمانوں ہی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے واسطے بحل کروا لیتا جیسا کہ جناب رسول خدا صلعم نے قلادہ زینب
بنت خدیجہ کبری کا سب مسلمانوں سے معاف کرا لیا تھا یقین ہے کہ بپاس خاطر اور محبت رسول خدا صلعم کوئی مسلمان بحل کرنے فاطمہ سے انکار نکرتا اور بطیب خاطر فدک کے محاصل سے دست بردار
ہو جاتے اور ابو بکر اس تہمت سے بری بھی ہو جاتا لیکن ابو بکر کو تو منظور ہی تھا کہ حضرت فاطمہ فدک سے متمتع ہوں اور نہ بحل کرنیکی مثل زینب کے لیاقت رکھتی تھیں ابو بکر کے نزدیک اور بعد عثمان کے علی کے
تصرف میں اگر فدک آیا اور مثل سابق کی اسمیں عملدر آمد رکھتے رہے اس جہت سے کہ جتنے امور تھے سب متلو تھے اور بعد رسول خدا صلعم کے جو کچھ تغیر اور تبدل ہو گیا اسمیں کسی طرح سے حضرت
علی دست انداز نہوئے منتظر تھے کہ خلافت کو میری استقلال ہو جاوے اور سب مسلمان میرے متفق ہو جائیں تو میں کچھ کروں لیکن دشمنوں نے مہلت ندی مسلمان ہی آپسمیں لڑتے رہے یہانتک کہ اس
دار فانی سے رحلت کر گئے اور فدک کا حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں رہنا عمر کی خلافت میں ثابت نہیں ہے بلکہ غلط ہے اور اگر انکے قبضہ میں ہوتا تو عمر کی خلافت میں عمر سے دعوے فدک کا کیوں
کرتے اور عمر انکو کیوں کہتے کہ تم دونو مجھکو کاذب و خائن و غادر اور آثم جانتے ہو اور ابو بکر کو بھی ایسا ہی جانتے تھے اور جو کچھ کہ بعد اسکے لکھا ہے وہ بھی ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ مخالف تحریر اہل تواریخ ہے
چنانچہ شرح مقاصد میں محقق تفتازانی لکھتے ہیں کہ مذکور کتب تواریخ میں ہے کہ فدک جس طرح سے کہ ابو بکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک تھا بعد اسکے مروان نے اسکو قطیعہ کیا اور مروان اپنے بیٹے عبد العزیز
اور عبد الملک کو ہبہ کیا بعد اسکے جب ولید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو عمر بن عبد العزیز نے اپنا حصہ ولید کو ہبہ کیا اور ایسے ہی سلیمان بن عبد الملک نے بس سارے کا سارا فدک ولید کے پاس ہو گیا
بعد اسکے عمر بن عبد العزیز نے اپنے ایام خلافت میں رد کیا فدک کو اس حال کو کہ جیسے پہلے تھا اور بعد اسکے سال دو سو بیس ۲۲۰ میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک کو اولاد فاطمہ پر رد کر دے
انہوں نے مرفوع کیا اسکو طرف محمد بن الحسن بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کے اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کی الخ **قال الشیخ الاشعری** جب یہ گزارش
ہو چکی تو اب یہ التماس ہے کہ مشکوۃ تو شہرۂ آفاق ہی ہے اور صحاح ستہ میں سے ہے تو جو روایت کہ ایسی کتابوں میں ہو اسکی صحت اور شہرت کو خیال کرنا چاہئے کہ کسقدر اور کس مرتبہ کو ہوگی معہذا
یہ روایت کتنی صاف اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ تا دم واپسیں فدک جناب سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات اکمل التحیات کے قبضہ میں رہا اور باوجود استدعاء حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
کے آپنے انکو فدک عنایت نفرمایا بلکہ جیسے حکیم بیمار دار بیمار کو ان چیزوں کے دینے سے انکار کیا کرتا ہے جو اسکو خلل کریں ایسی ہی حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خلاصہ اہل بیت کو فدک دنیوی
جو مال دنیا تھا انکار فرمایا اور کیونکر انکار نفرماتے آیہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ اہل بیت کو تم سے ناپاکی دور کرے اور انکو
خوب پاک کر دے اسی مال دنیا ہی کی طلبگاری کی بمقدمہ میں نازل ہوئی ہے بہر حال یہ روایت فواید مذکورہ بالا پر مثل آفتاب روشن دلالت کرتی ہے اور وہ روایت جو بزعم شیعہ دستاویز ہبہ ہے ہبہ
ہونے پر صراحۃً دلالت نہیں کرتی کیونکہ عربی کی روایت میں جسکا ترجمہ مولوی صاحب نے زیب رقم فرمایا ہے لفظ اعطا ہے سو لفظ عام ہے ہبہ میں بھی بولا جاتا ہے اور عاریت میں بھی
استعمال کرتے ہیں سر مو تفاوت نہیں دونو موقعوں میں بلا تفاوت بولتے ہیں اور بڑی دلیل اسکے عموم کی یہ ہے کہ لفظ اعطا کا ترجمہ ہندی زبان میں دینا ہے سو ہم سب جانتے ہیں ایسا اوقات عاریت کو کہا
کرتے ہیں کہ فلانی چیز فلانے شخص کو دی ہے یا اسے رکھی ہے القصہ لفظ اعطا سے ہبہ ثابت نہیں ہو سکتا **اقول** پہلے اس سے گزر گیا ہے کہ روایت مشکوۃ کی موضوع اور جعلی دشمنان فاطمہ زہرا
علیہا السلام نے وضع کی ہے اگر مشکوۃ کو شہرت ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکی روایتیں کوئی ایسی نہیں ہیں کہ اسکی سب روایتیں بھی راست راست ہوں اور اگر یہی ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ
کافی جو بہت مشہور کتاب ہے اسمیں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے خلفاء ثلاثہ [illegible] یعنی ہمارے بزرگوں کے حقوق کو غاصب تھے اگر تم نے مشکوۃ کی روایت صدق کا اقرار کر لیا ہو
تو تم کافی کی روایت کے صدق کا اقرار کر لو اور صواعق محرقہ تو مشکوۃ سے بھی زیادہ مشہور ہے اسمیں علاوہ لکھا ہے کہ خلیفہ حق امام حسن ہی تھا تو کہنے لگوگے کہ معاویہ کو خلیفہ حق جاننا چاہئے ہماری

کتاب کی روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور اس سے ہمارے اعتراض کا جواب نہیں ہو سکتا اور آیۂ انما یرید اللہ کے خوب معنی تراشے ہیں کہ جو کسی تفسیر میں نہیں ہیں مفسرین تو مراد رجس کے لفظ سے معاصی لیتے ہیں اور یہ شیخ مال دنیا مراد لیتا ہے اور کوئی پوچھے کہ مال میں کیا قباحت ہے جب راہ خدا میں صرف کیا جائے اور محتاجوں کی اس سے خبر لی جائے بلکہ وہ تو افضل العبادات ہے اور حضرت زہرا اور جناب امیر علیہما السلام کا تو یہی حال تھا کہ جو کچھ انکے پاس ہوتا تھا اسکو راہ خدا میں صرف کرکے فقیر ہو جاتے تھے چنانچہ مشہور ہے کہ چادر کو فاطمہ علیہا السلام کے پیوند لگا کرتے تھے ایسے شخصوں کے پاس مال کا آنا بہت مناسب اور افضل ہے اور جیسی کہ یہ ایک روایت موضوع مشکوۃ کی ہے ایسے ہی ہماری کتابوں میں بہت روایتیں ہیں کہ وہ فدک کی بخشش پر دلالت کرتی ہیں اور وہ روایات معتبر اور صحیح ہیں اور مثل آفتاب کے بخشش پر دلالت کرتی ہیں ہبہ پر اور وہ روایت کہ جو مشکوۃ میں ہے محض وضعی اور بنائی ہوئی ہے اور لفظ اعطا کا اگرچہ دینے کے معنی میں ہے لیکن ہبہ میں بھی دینا ہی ہوتا ہے اور دیا جاتا ہے اور فتاوی حمادیہ اور شرح وقایہ سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہبہ کی جگہ اعطاء کا لفظ ہی بولا جاتا ہے اور منتخب اللغات میں ہبہ کے معنی بھی دینے اور بخشنے کے لکھے ہیں یہ دونوں لفظ مرادف سے ہیں اور اعطاء کا لفظ گو عاریت کے واسطے بھی بولا جاتا ہے لیکن قرینہ کو دیکھنا چاہئے کہ کس پر دلالت کرتا ہے حضرت جبرئیل نے جو جناب سرور کائنات سے کہا تھا کہ فاطمہ کو فدک دو کیا عاریۃ دینے کو کہا تھا اگر عاریۃ دینے کو کہا تھا تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ہبہ و نحلہ کا دعویٰ ابوبکر سے کسواسطے کیا تھا عاریۃ کا دعویٰ کیا ہوتا اور اگر عاریۃ ہوتا تو ابوبکر جواب میں دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہتے کہ تیرے پاس مستعار تھا اب میں اسکو تجھ سے واپس کرتا ہوں گواہ کیوں طلب کرتے حضرت فاطمہ سے بخشش کے پس معلوم ہوا کہ یہاں اعطاء کے لفظ سے ہبہ مراد ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اب روایت مشکوۃ کو تو ایک طرف دھریے اور اس روایت کو جو مولوی صاحب نے درج صحیفہ شریفہ فرمایا ہے ایک طرف رکھئے اور پھر اسکی صحت اور شہرت اور صراحت دلالت کو اس روایت کے ضعف اور انحصار اور عدم دلالت مقصود سے موازنہ فرمائیے اور پھر فرمائیے کہ کس طرف پلہ جھکتا ہے سو اگر مولوی صاحب عقل کو کار فرمائیں گے تو منجملہ اسباب کو تسلیم فرمائینگے کہ واقعی قابل اطمینان اور لائق اعتماد روایت مشکوۃ ہی ہے **اقول** مشکوۃ کو تو البتہ شہرت ہے کہ وہ ایک کتاب احادیث کی ہے اہل سنت کے مذہب میں اور اس روایت کو نہ شہرت ہے اور نہ صحت ہے اسمیں بلکہ ایک روایت موضوع ہے اور جب روایت کا بنانا ہی ٹھہرا تو اپنی مرضی اور مطلب کے موافق بنائی تا کہ صراحۃ مقصود پر دلالت کرے اور مولوی صاحب کو کیا غرض ہے کہ ایسی جھوٹی روایت مشکوۃ پر اعتماد کرکے مطمئن ہو جائیں **قال الشیخ الاشعری** اس روایت مندرجہ مشکوۃ سے صاف واضح ہو گیا کہ اگر بفرض محال روایت ہبہ فدک کتب مذکورہ میں ہو بھی اور یہ کتابیں ہیں ہی سب کی سب ایسے لوگوں کی تصنیف ہوں جو موصوف بصفت ثقاہت باعتبار روایت یعنی صدق و صلاح و فہم و فراست حفظ و دیانت ہوں اور پھر اسکے بعد اعطاء سے مراد بھی ہبہ ہی ہو تو بھی بریں نیست کہ ان کتب کے مصنفوں نے یہ کتابیں بطور بیاض کے لکھی کر لی تھیں اور رطب و یابس غلط صحیح سب انمیں جمع کر لیا تھا تاکہ بعد انفراغ جمع نظر ثانی کرکے تلخیص کرینگے چنانچہ سب مصنفین کرتے ہیں لیکن اتفاقات تقدیر سے انکی عمر نے وفا کی یا فرصت ملی ہو اسلئے بہت سی روایتیں شیعوں کی بنائی ہوئی انکی کتب میں درج ہو گئیں اور کم فہم نے غلط فہمی سے ان روایات کو اکابر محدثین کی تصنیفات میں دیکھکر بھلا سمجھا چنانچہ تائید اسکا موجود ہے شاہ عبد العزیز صاحب جو عمدۃ المحدثین و زبدۃ المورخین ہیں تحفہ میں رقم فرماتے ہیں کہ صاحب جامع الاصول نے نقل کیا ہے کہ خطیب نے جو متاخرین محدثین اہل سنت سے ہیں شریف مرتضے سے جو اجلہ علماء شیعہ میں سے ہے اور علامہ نے شیعہ مذہب کا بھائی ہے شیعوں کی حدیثیں اسی غرض سے نقل کیں کہ بعد جمع و تالیف کے انمیں نظر کرے کہ انکی کچھ اصل بھی ہے کہ نہیں ہے اور اس سے اول شاہ صاحب عمدۃ المحدثین شاہ عبد العزیز صاحب ہی رقم فرماتے ہیں کہ جو محدثین کہ فرقہ اہل سنت میں آخر میں پیدا ہوئے انہوں نے دیکھا کہ پہلے محدث روایات صحیح اور حسنہ کو تو خوب ضبط کر گئے ہیں اور انمیں سعی کی گنجائش نہیں تو وہ ایسی حدیثوں کی طرف جنکی سندیں ضعیف ہیں یا وہ جھوٹی بنائی ہوئی ہیں یا غلطی سے کسی حدیث کی سند متن کے ساتھ لگ گئی ہے ایسے متوجہ ہوئے تاکہ سب کو بطور بیاض کے ایک جا فراہم کرکے نظر ثانی کریں اور موضوعات کو حسان وغیرہا سے جدا کریں لیکن بسبب کوتاہی عمر اور قلت فرصت کے یہ مہم انسے تمام نہو سکی مگر جو محدث کہ انکے بعد پیدا ہوئے انہوں نے انکی بیاضوں کی حدیثوں میں باہم امتیاز کر دی چنانچہ ابن جوزی نے جسکا حوالہ مولوی صاحب بھی اپنے رقیمہ میں رقم فرماتے ہیں موضوعات کو جدا کر دیا اور اسکے مقابل میں حسان وغیرہا کو مقاصد حسنہ میں جدا لکھدیا اور ایسے ہی سیوطی نے تفسیر در منثور میں کیا اور خود ان محدثوں نے اپنی کتابوں کے مقدموں میں جو بطور بیاض کے ہیں اس غرض کو کھولکر لکھدیا ہے انتہی اس نقل سے ہر کس و ناکس سمجھ جائیگا کہ جن کتب کا حوالہ مولوی صاحب نے اپنے خط میں درج کیا ہے وہ اکثر ایسے ہیں کہ ایسی ایسی روایتوں کے محو کرنے اور حقیقت حال کو بتلانیکے واسطے جمع کی گئیں تھی جن روایتوں کو مولوی عمار علی صاحب اور انکے پیشوا گاتے پھرتے ہیں لیکن اتفاقات سے انکے مصنفوں کو اجل نے آ دبایا **اقول** ایک امر کو یہ شیخ پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ لکھتا ہے اور اس بیاض کے ڈھکوسلے کو کئی مرتبہ لکھا ہے اور ہم جواب اسکا لکھتے جاتے ہیں لیکن یہ وہ ہی لکھے جاتا ہے اور سوا روایت مشکوۃ تو موضوع اور جھوٹی ہی ہے لیکن جو روایتیں کہ ہمارے مولوی صاحب نے تصحیح فرمائی ہیں وہ سب ثابت اور واقع ہیں اور ان روایتوں ہبہ کو مولفوں نے ہرگز بطور بیاض کے ان روایتوں کو جمع نہیں کیا ہے بلکہ وہ متقدمین سے تھے کہ جو ایسا کرتے تھے اور بعد انکے جو محدثین ہوئے اور انہوں نے بعضی کتاب حدیث کو دیکھا کہ اسکی روایتوں میں تمیز صحیح اور ضعیف کی نہیں ہوئی ہے تو انہوں نے تمیز انمیں کر دی اور یہ روایتیں ہبہ کی وہ ہیں کہ جو بعد تمیز حق اور باطل کے انکے مولفوں نے صحیح اور معتبر جانکر لکھے ہیں اور ایسے وہ دیوانہ نہ تھے کہ کتاب کے تو واسطے فائدہ عالم کے لکھیں اور روایتیں انمیں غیر معتبر درج کریں سو اسواسطے کہ انکی غرض بطور بیاض کے جمع کرنا تھا بلکہ واسطے فائدہ لوگوں کے لکھتے تھے اور جو لوگ کہ بطور بیاض کے لکھتے تھے وہ پہلے انسے تھے اور ایسا کیا انکو خبط ہوا تھا کہ کتاب تو لکھیں اپنے مذہب میں اور روایتیں داخل کریں انمیں شیعوں کی اور شیعوں کی روایتیں انکی کتاب میں کیونکر داخل ہو گئیں اگر کوئی کتاب لکھتا ہے تو اپنی کتاب میں انکی روایتیں انمیں داخل کرتا ہے یا دوسرے مذہب کی روایتیں بات کہیں عقل میں

بھی آتی ہو کیسے لاجواب ہوتے ہیں اہل سنت مقابلہ میں شیعوں کے کیسے کیسے جھوٹ تراشتے ہیں اپنے مذہب کی محافظت کے واسطے اور کس جرأت سے حق کو مٹاتے ہیں ابوبکر کی خاطر سے کبھی کہتے ہیں کہ
سنیوں نے جو کتابیں لکھی ہیں تو انمیں شیعوں کی روایتیں درج ہوگئیں یا تو ان مصنفوں نے داخل کیں یا شیعوں نے داخل کردیں اور کبھی کہتے ہیں ان روایتوں کا ہماری کتب میں نشان ہی نہیں ہے
اور جو کچھ کہتے ہیں سب غلط اور بے سند کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر یہی تھا تو نصر اللہ کابلی سے پہلے کہ وہ بڑا مفتری ہے اور اسکو گزرے ہوے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کوئی اور بھی ایسا کہتا لیکن ایسا کسی
نے نہیں کہا یہ سب ایجاد نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کا ہے اور مولوی شاہ عبد العزیز صاحب اور مولوی حیدر علی کفش فروش اسکے پیرو ہیں لیکن ہمکو اس سے کیا یہ روایتیں سنیوں کی کتابوں
میں موجود ہیں اور وہ اپنی سنی ہیں ہمکو واسطے حجت کے کفایت کرتا ہے اور یہ عذر اہل سنت کا پیش نہیں چلتا اگر ایسا ہی ہے تو کل کو یہود اور نصاریٰ اور ہنود کہنے لگیں گے کہ ہماری کتابوں پر
مسلمانوں نے اپنی روایتیں داخل کردی ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب تو بڑے اکذب الکاذبین ہیں سینکڑوں دروغ تحفہ میں اپنے انہوں نے داخل کئے ہیں ہمارے مولوی صاحب تحفہ کو دیکھکر سنی ہوئے تھے اور
بعد اسکے جو شاہ صاحب کی تلبیسات اور تدلیسات کا حال واضح ہوا تو پھر اپنے اصلی مذہب کی طرف رجوع کے اور صاحب جامع الاصول کی اور خطیب کی نقل ہمارے نزدیک کب معتبر ہے سنگ زدہ
پر او شغال اور اگر ہم تسلیم بھی کریں تو اس سے کیا ہوتا ہے خطیب نے جمع کی ہونگی شیعوں کی روایتیں لیکن یہ بھی تو لکھا ہوگا کہ یہ شیعوں کی روایتیں ہیں اور انکے راویوں سے بھی معلوم ہوتا ہوگا کہ
انکے راوی سنیوں کے راوی ہیں یا شیعوں کے ان روایتوں کا حال تو ہرگز پوشیدہ نہوگا اور سب جانتے ہونگے کہ یہ روایتیں خطیب نے اس غرض سے جمع کی تھیں کہ ان پر نظر کرونگا اور وہ سب روایتیں کہیں ہی ایک جگہ
ہونگی کچھ القیاس کی صورت نہیں ہے اور ایسا ہی نہیں ہے کہ سنیوں کی روایتوں میں وہ ملکر گڈ بڈ ہوگئی ہونگی اور خطیب نے اپنی روایتوں میں انکو مخلوط کرلیا ہوگا لیکن یہ روایات ہبہ فدک کو کسی نے
نقل ہی نہیں کیا ہے اسکے ذکر سے کیا فائدہ ہے اور جو محدثین کہ روایتوں کو جمع کرکے بدون نظر ثانی کے چھوڑ گئے تھے اور انکے بعد لوگوں نے انپر نظر کرکے صحیح کو غلط اور ضعیف سے جدا کردیا ہے تو یہ ایسی
ہبہ فدک کی انہیں صحاح میں سے ہیں کہ مؤلف جنکے بعد انکے ہوئے ہیں اور بعضی ایسی ہیں کہ انہوں نے فارسی میں ترجمہ کرکے کتابیں لکھی ہیں جیسے صاحب مقصد اقصیٰ اور صاحب اسیح انجوالیحی
کہ یہ غیر معتبر روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کرتے اور دعوی ہبہ کی روایتیں کہ جو فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر سے کیا تھا بڑے علما محققین اور معتبرین نے لکھی ہیں جیسے کہ محقق سید شریف کہ انہوں
نے شرح مواقف میں لکھا ہے اور امام رازی کہ انہوں نے تفسیر کبیر اور نہایۃ العقول میں لکھا ہے اور مجمد بابہ ساکہ جسکے قول کو شاہ عبد العزیز صاحب نے اسی بحث میں سند پکڑا ہے انہوں نے فصل الخطاب
میں لکھا ہے اور ابن حجر کہ جو تعصب میں تم سے بھی زیادہ سخت ہے انہوں نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور سوائے انکے یہ لوگ ایسے نہیں ہیں کہ اپنی کتابوں کو غیر معتبر روایتوں سے پر کرتے اور یہ لوگ ہیں کہ جنہوں
نے بطور بیاض کے کتابیں نہیں لکھی ہیں بلکہ اپنے نزدیک واسطے فائدہ کے صحیح اور معتبر روایتیں اپنی کتابوں میں درج کی ہیں اور ابن جوزی نے موضوعات کا رسالہ علیحدہ لکھا ہے اور لکھ دیا ہے کہ
فلانی فلانی روایت موضوع ہے لیکن ہبہ کی روایت کو اس نے موضوع نہیں لکھا ہے اور تفسیر درمنثور تو تفسیر قرآن کی ہے وہ تو بطریق بیاض ہو ہی نہیں سکتی اسمیں تو جو روایت ہے وہ انہوں نے معتبر جانکے
لکھی ہے کہ تفسیر میں ایسا احتمال ہو ہی نہیں سکتا یہ احتمال بیاضی تو احادیث کی کتب میں ہے سو وہ بھی متقدمین کی کتابوں میں شاہ عبد العزیز صاحب اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے طرح طرح کی مضامین
گھڑتے ہیں لیکن اسکو کون تسلیم کرتا ہے کہ جو بے سند ہے اور دروغ تو انکا اکثر مقابلات تحفہ سے ظاہر ہوگیا ہے دعوی ہبہ فدک کی روایت انیس ہیں کتابوں میں آئی ہوگی بلکہ اس سے زیادہ میں چنانچہ ہم لکھ بھی
چکے ہیں اور شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں دعوی ہبہ کے اور گواہی نہ کے جواب میں کہ جواب این طعن آنکہ دعوی ہبہ بحضرت سیدہ و شہادت دادن حضرت علی وام ایمن وحسنین علی اختلاف الروایات
درکتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن جواب این طلبیدن کمال سفاہت است اور مفتی محمد قلی خاں صاحب علی اللہ مقامہ نے مجلس کتاب کا
اہل سنت کی نام لکھا ہے جنمیں روایت دعوی ہبہ فدک کی ہے کیا شاہ صاحب کی نظر سے انمیں سے کوئی کتاب بھی نگزری ہوگی بھلا عقل میں بھی آتا ہے کوئی ایسا بھی دیکھا ہوگا جیسے کہ جناب شاہ عبد العزیز
صاحب ہیں اور ہمارے مولوی صاحب نے رقیہ اور ام کلثوم دختران خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نسبت اپنی ایک حاشیہ اور علما شیعہ کے حکم کے موافق لکھا تھا کہ یہ دونو صاحبزادیاں جناب سالتماب صلی اللہ علیہ و
آلہ کی نطفہ سے نتھیں اور ایک روایت انکی حضرت کے نطفہ سے ہونیکی جو کافی میں ہے اور تقیہ کی وہ روایت ہے اور اسپر انکی نظر ہی نتھی اسکے موافق نہیں لکھا لیکن اس روایت کا انکار بھی نہیں لکھا اور یہ لکھا کہ
اس مضمون کی کوئی روایت ہمارے یہاں آئی ہی نہیں ہے بلکہ ایک روایت مشہور کے موافق یہ لکھا تھا کہ دونوں بیٹیاں جو آنحضرت کی اہل سنت مشہور کرتی ہیں وہ دونو حضرت کے نطفہ سے نتھیں اور وجوہ بھی ترجیح کی
لکھدی تھی پس اس شیخ نجدی کا یہ حال ہے کہ جا بجا لکھتا جاتا ہے کہ ترا دروغ لکھا ہے اور شاہ صاحب نے جو بے سند کتابوں کا انکار کیا ہے اسپر نظر ہی نہیں ہے اور جو کچھ یہ شیخ لکھتا ہے شاہ صاحب کی پیروی سے لکھتا
ہے اور شاہ صاحب کی راستی اور دروغ کا حال معلوم ہوگیا ہے اسپر اس شیخ کی تحریر کا بھی قیاس کرلینا چاہیئے قال الشیخ الاشعری اور بعضی ایسی کتابیں ہیں جیسے تفسیر درمنثور اور کتاب ابن
جوزی کہ انمیں اکثر ایسی روایتیں ہیں جنسے شیعہ تمسک کرتے ہیں وہ اس طور پر ہیں جیسے تحفہ اور منتہی الکلام اور صواعق محرقہ وغیرہ میں ہبہ فدک کی روایت مندرج ہے تو ایسا کون دیدہ
نہیں جانتا کہ تحفہ میں اس روایت کو لکھکر یہ لکھدیا ہے کہ یہ روایت بنائی ہوئی ہے سو مولوی محمد علی صاحب نے چونکے کہ تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ تصنیفات مولوی حیدر علی کا نام نہ لکھا اسمیں فائدہ
تھے ایک تو کتابوں کی تعداد زیادہ ہوجاتی جس سے ہر سکیں ایک فہرست کی آمدنی ہوجاتی دوسرے عوام اور جہال اہل سنت شاہ عبد العزیز صاحب اور مولوی حیدر علی صاحب کو معتقد جانتے ہیں انکا مقصد جو کہ
نہیں جانتے اور پھر تیسرے شہرت ہوتی کہ ان دونو صاحبوں نے محض فضل پر کر حبیب یا مفصل لکھی ہے سو اگر ان صاحبوں کا نام بھی ہوتا تو جنکو نہیں بھی سمجھا وہ عوام کو اپنا کہتا کہ تو ہم جو بھی جانا کہ جناب شاہ

عبد العزیز صاحب نے باوجود شہرت علم و فضل و تبحر فن حدیث و با اینہمہ صرف ہمت بہ بارہ رد روافض اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کر دیا تو ہو نہو یہ روایت صحیح ہی ہوگی اگر شاید یہ اندیشہ ہوتا
کہ یہ کتابیں فارسی زبان میں اور بہر کیف الوجوہ اور فارسی خواں بکثرت ہیں اسلئے قلعی کھل جائیگی بہرحال زور ہے اُس دینداری اور اس پرہیزگاری پر اگر شیوہ دغابازی اختیار ہی کرنا تھا تو اسکی دنیا
بہت تھی دین کو کیوں بٹا لگایا اور دین محمدی کو خراب کرنیکا ارادہ کیا لیکن پھر بھی خیر گزری کہ جو اپنے سنیوں کی دغا دہی کا ارادہ کیا جو ایسے لیسوں کو لاحول میں اڑا دیتے ہیں اور ایسے دام میں نہیں آتے لیکن
شیعوں کی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جب کبھی ایسے معتقد کا یہ دماغ چلا ہی کہ یہ تمیز باقی نہیں کہ فلانی روایت فلاں کتاب میں کس غرض سے بیان کی ہی آیا بطور رد کے یا بطور اعتبار کے پھر اعتماد کی تو لاجرم عنقریب
ہے مولوی صاحب اسبات کو تشہیر کریں معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کو خداوند کریم ساحر اور مجنون اور کاہن اور مفتری فرماتا ہی اور پھر شیعوں کی اوندھی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ
سمجھیں کہ کلام اللہ میں کفار کا قول منقول ہی اور وہ بھی بایں غرض کہ انکی قول کو رد فرماتے ہیں بہرحال مولوی صاحب کی یہ چالاکیاں دیکھکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہے کہ ان
مکاریوں پر جائیں ایسی ہی چالوں سے دین میں رخنہ ڈالا ہی اس علم کو پردہ میں انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **اقول** تفسیر درمنثور وغیرہ میں گو روایت ہبۂ فدک کو اس طرح
نہیں لکھا ہی جس طرح سے کہ تحفہ اور منتہی الکلام میں لکھا ہی اسواسطے کہ یہ تو اس روایت کو نقل کرکے کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایت داخل کر دی ہی اور تفسیر درمنثور وغیرہ میں اس طرح سے
نہیں ہے یہ شیخ جھوٹ لکھتا ہی بلکہ درمنثور میں تو ہبہ کرنیکی روایت کو نقل کر دیا ہی کہ یہ روایت اس طرح سے آئی ہی جیسے کہ اور علما نقل کرتے ہیں اور پھر اُسکا کچھ تعرض نہیں کیا انکا لکھنا انکے لکھنے کی مثل
کیونکر ہوگا اور بعد اسکے جو اس شیخ نے لکھا ہی کہ قرآن میں آنحضرت صلعم کو کاہن و مجنون و ساحر لکھا ہی تو یہ قول کفار کا نقل کیا ہی یہ کہنا اُس شیخ کا اس جگہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ روایت ہبۂ فدک کی جو
اہل سنت کی کتابوں میں تفسیر درمنثور وغیرہ میں آئی ہی وہ اس طرح سے نہیں ہے بلکہ بطور خبر کرنیکے ہی کہ حضرت کے زمانہ میں ایسا ہوا ہی اور حضرت نے جناب فاطمہ زہرا کو فدک بخشا ہی اور مولوی صاحب تحفہ اور
منتہی الکلام کا حوالہ جو بی آدمی سیوطی کی کتابوں کا کروہ تو بے ایمانی کی راہ سے سچ کو دروغ لکھتے ہیں اور دروغ کو سچ لکھتے ہیں کیونکہ یہ مولوی صاحب نے تو اُن کتابوں کا حوالہ دیا ہی کہ جنکے مصنف اس
روایت کی تصدیق کرتے ہیں اور مصنف ہیں اور عوام اہل سنت مولوی شاہ عبد العزیز صاحب سے تو البتہ اعتقاد رکھتے ہیں اور انکو معتبر جانتے ہیں اور مولوی حیدر علی کو یہاں کون جانتا ہی اور
انکا کون اعتبار کرتا ہی اور جلال الدین سیوطی کا دستور ہی کہ درمنثور میں روایت کو بیان کرکے اگر موضوع یا ضعیف ہوتی ہی وہ روایت تو بعد اسکے لکھ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہی یا ضعیف ہے
اور اس روایت ہبہ کو ایسا نہیں لکھا ہی یہ روایت انکے نزدیک بہت معتبر ہے اور وہابی تو شاہ صاحب ہی پر اعتراض کرتے ہیں اور بعضے انکو بھی بدعتیوں کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور
اگر وہ دونو شیعوں کے حق و راست باتوں کا جواب لکھتے ہیں تو شیعہ انکی کتابوں کو رد کرتے ہیں اور وہ دونو ردیہ دیئے بڑی ہیں اور اگر وہ شیعوں کے قولوں کو رد کرتے ہیں تو کونسی فضیلت انکو حاصل
ہوتی ہی نصاریٰ بھی تو قرآن کو اپنے زعم میں رد کرتے ہیں اور رد القرآن نام رکھتے ہیں دشمنان دین ہمیشہ سے درپے آزار اہل حق کے چلے آئے ہیں اور اہل حق انکو ایسا دندان شکن جواب دیتے ہیں کہ پھر وہ
ساکت ہو جاتے ہیں شاہ عبد العزیز صاحب نے باوجود اس فضل اور شہرت علم کی ایسے دروغگو ہیں کہ ان کو رات لکھتے ہیں اور باوجودیکہ انکے مذہب کی کتابوں سے ہبہ کرنا فدک کا ثابت ہے لیکن وہ اسکا دیدہ و دانستہ انکار
کرتے ہیں اور غضب تو یہ ہی کہ دعوی ہبۂ فدک کا بعضی کتابوں میں لکھا ہی کہ حضرت زہرا نے ابوبکر سے دعوی کیا کہ پیغمبر نے مجکو فدک بخشش کیا تھا اور ہر چند علما اہل سنت اس دعوی کا جواب نامعقول دیتے ہیں مگر اس دعوی
کرنیکا انکار نہیں کرتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تو یہ ستم کیا ہی اور ایسا حق کو مٹایا ہی لوگوں کے گمراہ کرنیکو کہ بعضی کتابوں کا نوالہ کر گئے اور تحفہ میں لکھا کہ حضرت زہرا نے دعوی ہبہ کا نہیں کیا زور ہے اس
دینداری اور اس پرہیزگاری اور دغابازی پر اگر شیوہ دغابازی اختیار ہی کرنا تھا تو اسکے لیے بھی دنیا بہت تھی دین کو کیوں بٹا لگایا ایسا جھوٹ لکھکر اور دین محمدی کو خراب کرنیکا ارادہ کیا لیکن
پھر بھی خیر گزری کہ انہوں نے سنیوں کے دغا دہی کا ارادہ کیا جو ایسے لیسوں کو لاحول میں اڑا دیتے ہیں اور ایسے دام میں نہیں آتے لیکن شیعوں کی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جب انکے معتقد کا یہ دماغ چلا ہی کہ یہ تمیز
باقی نہیں ہی کہ فلانی کتاب میں جو تصریح فدک کے ہبہ نہیں ہے اور دیدہ و دانستہ میں اُسکا انکار کرونگا تو لوگ کیا کہینگے اور یہ روایت جو ہماری کتابوں میں آئی ہی کس غرض سے بیان کی ہی بطور
اسکے کہ ہم اسکو رد کر دیں یا اسپر اعتماد کر دیں تو لاجرم عنقریب ہے یہ شیخ نجدی اسبات کو تشہیر کرے کہ معاذ اللہ قرآن میں جو ظالموں اور کاذبوں پر لعنت آئی ہی اور لوگوں کے حقوق غصب کرنیوالوں پر جو عتاب ہے یہ ایسا ہے
جیسے خداوند کریم آنحضرت صلعم کو ساحر اور مجنون اور کاہن اور مفتری فرماتا ہی اور پھر سنیوں کی اوندھی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ کلام اللہ میں جو کچھ ہی وہ حق ہی اور وہ بھی
بایں غرض کہ اسپر اعتماد کرکے عمل کرو بہرحال اس شیخ نجدی کی یہ چالاکیاں دیکھکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہی کہ ان مکاریوں پر اس شیخ نجدی کی نجائیں ایسی ہی چالوں
نے دین میں رخنہ ڈالا ہی اس علم کو پردہ میں کہ انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** آگے عرض یہ ہے کہ مجملاً تو اس روایت کا ہونا نہونا بہ نسبت سنی کتابوں کے معلوم
ہو گیا لیکن اگر مفصل بھی کچھ بیان کیا جائے تو اچھا ہی اسلئے ایک دو کتابوں کو بالخصوص ذکر کرکے انمیں اس روایت کا نہ ہونا بیان کرتا ہوں تاکہ موافق مثل مشہور مشتی نمونہ خروارے مولوی صاحب کے سب ابواب کا حال معلوم
ہو جائے مگر چونکہ ان سب کتابوں میں سے تفسیر درمنثور کا حوالہ عوام تو عوام بعض علما سادہ لوح کو بھی شاید متردد کر دی کیونکہ مصنف جلال الدین سیوطی خاتمۃ المحدثین اور خلاصۃ المفسرین ہیں اور بسبب کثرت تصانیف و درود جلالین
وغیرہ کے انکا نام شہرۂ آفاق ہو گیا ہی تو اسلئے میں بھی نہیں کہہ سکتا کہ انکی نسبت اس روایت کے ہونے نہونیکی تحقیق کرتا ہوں اسلئے گوش گذار اہل انصاف کرتا ہوں کہ تفسیر درمنثور میں اس روایت کے ہونیکا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ موضوعات
وغیرہ بھی کے امتیاز کے لئے تصنیف ہوئی ہی جسمیں کیا اور بہت سی موضوع روایتیں ہیں لیکن موقع سند میں اسکا نام لینا مولوی صاحب کی کمال حیا اور خوبی ذہن و ذکا پر دلالت کرتا ہے سو گویا یہ استدلال ہی تو بالکل ہی کہنی گئیں کہ حضرت عیسی خدا ہی

بیٹھی ہیں کیونکہ کلام اللہ میں موجود ہے اور اگرچہ کتاب درمنثور اسبات کی تسلیم میں تامل ہو تو جلالین اور اتقان تو کثیر الوجود ہیں یہانتک کہ دونوں چھپ گئی ہیں خصوصاً جلالین کہ تفسیر وجیز
میزان الصرف کا حکم رکھتی ہے بلکہ تفاسیر کی بسم اللہ کہئے سو اس میں ملاحظہ فرما دیکھیں کہ آیہ وآت ذا القربی کی تفسیر میں ذا القربی اور حقہ کی کیا تفسیر کی ہے اگر اُنکے نزدیک روایت متنازع
فیہا معتبر اور صحیح ہوتی تو اول تو مع حوالہ اس حوالہ کو لکھتے نہیں اختصار ہی کرتے تب بھی اس میں کیا دریغ تھا کہ ذا القربی کے بعد حضرت فاطمہ زہرا کا نام اور حقہ کے بعد لفظ فدک لکھ جاتے
حالانکہ اور جا ایسا ہی کیا کہ جو تفسیری لفظ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوئی ہے وہی بعینہ لکھدی ہے بلکہ حدیثوں کی حوالہ تک لکھدیے ہیں معہذا اتقان کے مضامین سے صاف واضح
ہوتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی بنائی ہوئی ہے کیونکہ اُس میں اول ہی نوع میں اسانید متعددہ سے کہ جن میں سے بعضی سندوں کو انہوں نے آپ جید لکھتے ہیں سورہ روم اور سورہ بنی اسرائیل کا مکی ہونا مرقوم
ہے اور پھر بعد اسکے سور قرآنی کی تفصیل کی ہے کہ فلانے فلانی سورتوں میں اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی اور فلانی فلانی میں اتفاق ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی اور پھر تیسر سورہ روم اور سورہ بنی اسرائیل
کو اُن میں داخل رکھا ہے جو باتفاق مکی ہیں کسی متنفس کو بھی اُسکی مکی ہونے میں خلاف نہیں اور اسی اثنا میں یہ بھی تحقیق کی ہے کہ فلانی سورہ اگر مکی ہے تو اُس میں فلانی فلانی آیت مدنی ہے
پر اُن دونوں سورتوں میں سے کسی آیت کا استثنا نہیں اور اس بات کی سند بھی وہی سند ہے جسکو وہ جید لکھتے ہیں اور اگر بعضے علماء کے اقوال کے موافق ان دونوں سورتوں میں سے کسی
آیت کا استثنا کیا بھی ہے تو اور ہی آیتوں کا استثنا کیا ہے پر اس آیت کو کسی نے یوں نہیں کہا کہ یہ مدنی ہے الغرض اتقان کی عبارت باواز بلند یوں کہتی ہے کہ یہ دونوں سورتیں خاص کر
یہ دونوں آیتیں باتفاق اہل سنت مکی ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ شیعہ بھی اسبات میں سنیوں کے موافق ہیں چنانچہ طبرسی صاحب مجمع البیان کا قول پہلی مرقوم ہو چکا ہے کہ سورہ روم سوا آیت
فسبحان اللہ کے سب مکی ہے الغرض اول تو اتقان کے اس تحقیق سے محقق ہو گیا کہ آیہ آت ذا القربی مکہ ہی میں نازل ہو چکی تھی تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال جواب میں
حضرت جبرئیل کا یوں کہنا کہ ذا القربی حضرت فاطمہ ہیں اُنکا حق فدک ہے ہرگز درست نہیں ہو سکتا ہاں اگر حضرت جبرئیل شیعہ مذہب ہوتے تو البتہ کم فہمی کا احتمال ہو سکتا تھا دوسرے
اٹھترویں نوع میں جو کہ درباره معرفت شروط مفسر ہے فصل اختلاف تفسیر میں یوں رقم فرماتے ہیں کہ ایسی تفسیریں جنکی سند صحیح ہو بہت کم ہیں اور پھر اُس میں بھی ایسی جنکی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچی اور بھی کم ہیں اور یہ وعدہ کیا کہ میں اُن سب کو برابر ترتیب وار بیان کرونگا چنانچہ اپنے وعدہ کی ترتیب سورۃ وار اُن تفاسیر کو مع بیان ماخذ بیان کیا اور تفسیر سورہ بنی
اسرائیل میں اس روایت متنازع فیہا کو بیان کیا اور نہ سورہ روم میں بلکہ آیت کو شیعہ دستاویز ہبہ فدک سمجھتے ہیں بلکہ والناس کے متعلق جو روایت تھی اسکو لکھکر ختم میں لکھا کہ یہ جو کچھ
مجھے معلوم ہے اور حاضر ہے تفاسیر مرفوعہ میں سے جنکے مرفوع ہونے پر لوگوں نے تصریح کی ہے خواہ صحیح ہیں خواہ حسن ہیں خواہ ضعیف خواہ مرسل خواہ معضل لیکن موضوع اور اباطیل کو نہیں
لیا اب غرض یہ ہے کہ اس وعدہ اور یاد عدہ کے قرینہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت لکھی ہے وہ سمجھ کر لکھی ہے اور جو باوجود معلوم ہونیکے چھوڑ دی ہے وہ سمجھ کر چھوڑی ہے سو یہ روایت متنازع
فیہا جو نہیں لکھی تو دیدہ و دانستہ نہیں لکھی اسکو موضوعات و اباطیل میں سے سمجھا ہوگا جو نہیں لکھا اور نہ اس کتاب میں ضعیف و مرسل و معضل تک نہیں چھوڑا تو اس سے معلوم ہوا
کہ اہل سنت کی کتابوں میں کسی ضعیف طریق اور ضعیف روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نزول آیت مذکورہ کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک
ہبہ کیا ہے جو روایت اس بات پر دلالت کرے وہ لاریب موضوع ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ فدک تا دم واپسین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف میں تھا چنانچہ یہ روایت تفصیل سے مفصل گذر
چکی اور قطع نظر قوت سند اس روایت کی بڑی دلیل اسکی صحت کی اور دلیل ہے جسکو شیعہ بھی مان جائیں یعنی حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بھی موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فدک میں عمل کیا اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وارثوں میں اسکو تقسیم نہ کیا بلکہ بدستور قدیم فقرا اور مساکین اور ابن سبیل
میں تقسیم کرتے رہے اگر اپنا حصہ راہ خدا میں دیا تھا تو سب وارثوں کو کیوں محروم رکھا اور یہ بات بھی شیعوں کے نزدیک مسلم ہے انہوں نے اسکے چار جواب دیے ہیں اُن چاروں جوابوں کو مع انکی تردید کے
پیش نظر کرتا ہوں تاکہ خوش فہمی اور انصاف پرستی علماء شیعہ ہر کس و ناکس پر آشکارا ہو جاوے **اقول** اس تطویل لاطائل سے کیا فائدہ ہے کہ تھوڑی سی بات کو بڑا کر کاغذ سیاہ کرتا ہے اور
درمنثور کی روایت کا ہم جواب لکھ چکے ہیں پہلے اس سے کہ یہ روایت اسمیں موضوع نہیں ہے اور موضوع ہونیکا دعوی بلا سند مقبول نہیں ہو سکتا اور نصر اللہ کابلی اور شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی رائے سے
جسکو موضوع کہتے ہیں بڑی بڑی دروغ گو ہیں کہ بے سند اس روایت کو موضوع کہتے ہیں اور پہلے اُن سے کسیکے یہ اصل بات اپنے قلم سے نہ لکھی تھی اور درمنثور نہ ہرگز موضوعات وغیرہ کی تمیز کے لئے
تصنیف نہیں ہوئی یہ افترا ہے جلال الدین سیوطی پر اور اگر اُسکے بہت سے موضوع روایتیں ملتی ہیں تو ہمکو اس سے کیا نقصان ہے لیکن یہ روایت موضوع نہیں ہے کہ بہت علما نے اسکو لکھا ہے اور مولوی
صاحب اسکو خوب مع قطع سند کے لائے ہیں در کلام اللہ میں عیسیٰ کا بیٹا ہونا نصارا کا قول نقل کیا ہے اور درمنثور میں اس روایت کو کسی غیر مذہب کا قول تو نہیں دیا ہے بلکہ اپنے مذہب کے راوی سے اسکی روایت
کی ہے پس یہ مثل قول نصارا کے کیونکر ہو گی اور درمنثور ہرگز کتاب نہیں ہے کہ اسکے نسخے موجود ہیں اور جلال الدین سیوطی کا دستور ہے کہ اول روایت کو بیان کر دیتے ہیں مگر وہ روایت موضوع
یا ضعیف ہوتی ہے تو بعد اسکے لکھ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے یا ضعیف ہے جیسے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کمال ازادین کا اور تمام ازا نعمت کا جو اس آیت میں ہے
مراد اس سے خلافت علی ہے لیکن بعد اسکے یہ لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ہبہ فدک کی روایت کو بیان کیکے نہ اسکو موضوع لکھا ہے نہ ضعیف اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت جلال الدین سیوطی

نزدیک بڑی معتبر ہو اور تو بلا سند اور بے دلیل کہاں تک اسکو موضوع کہتا ہو اور جلالین و اتقان کا جو حوالہ دیا ہو کہ ان میں یہ روایت نہیں ہو اول تو یہ ادعا ہی دعوی ہی نہیں ہو کہ جلال الدین
سیوطی کی سب کتابوں میں یہ روایت ہو اور دوسری یہ کہ یہ کیا ضرور ہو کہ اگر کوئی دو تین کتابیں تصنیف کرے تو جو روایت کہ ایک کتاب میں لکھی ہو تو ضرور ہے کہ وہ روایت دوسری کتاب میں
بھی ہو یہ بات تو ظاہر ہو اور سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو تین کتابیں لکھتا ہو تو کسی کتاب میں تو اسکی ایک روایت ایسی ہوتی ہو کہ وہ روایت اسکی دوسری کتاب میں نہیں ہوتی اور اگر یہی
بات ہے تو سوای اس روایت ہبہ فدک کی بہت سی روایتیں معتبر درمنثور میں ایسی موجود ہیں کہ وہ نہ تو جلالین میں ہیں اور نہ اتقان میں ہیں تو اسوجہ سے چاہئے کہ وہ سب روایتیں جو کہ درمنثور میں ہیں اور ان
دونو میں نہیں ہیں موضوع اور غیر معتبر ہو جائیں درحالیکہ یہ ہو کہ اہل سنت ان روایتوں کا ہرگز انکار نہیں کر سکتے پس ایک کتاب میں ایک شخص کی کسی روایت خاص کا نہونا باطل نہیں کرتا ہو اس
روایت کو جو وہ دوسری کتاب میں اسکی پائی جاوے اور سوا اسکے تالیف میں بھی ان تینوں تفسیروں کے فرق ہو جلالین تو نہایت مختصر ہو کہ اکثر روایتوں سے خالی ہو اور تالیف اتقان کے قرآن کے الفاظ
کے اور آیتوں اور سورتوں کے اور فصاحت و بلاغت و معانی اور بیان اور محکم اور متشابہ وغیرہ کے بیان میں ہے اور تفسیر درمنثور میں شان نزول اور قصص اور احکام وغیرہ کا بیان ہے اس صورت میں
ایک تفسیر کی روایت دوسری تفسیر میں نہو تو کیا مضائقہ ہو بلکہ عقل اسی کی مقتضی ہو کہ اکثر روایتیں ایک تفسیر کی دوسری تفسیر میں نہوں ہر چند وہ سب تفسیریں قرآن ہی کی
ہیں لیکن جو مقصد کہ درمنثور کی تالیف سے ہے وہ اتقان کی تالیف سے نہیں ہے البتہ اگر جلالین یا اتقان میں جلال الدین سیوطی نے تصریح یہ لکھدیا ہو کہ درمنثور میں جو ہمنے فلانی روایت لکھی ہو وہ موضوع
یا ضعیف تو جائے گفتگو تھی لیکن یہ کہاں ہے اور ایسا بھی ہو سکتا ہو کہ جلالین اور اتقان پہلے لکھی ہوں اور درمنثور بعد انکے لکھی اور اسوقت روایت ہبہ فدک کی دریافت ہوئی ہو تو اسمیں درج
کر دی ہو اور وقت تصنیف جلالین و اتقان کے وہ روایت معلوم نہوئی ہو اور درمنثور اگر ان دونو کے پہلے تصنیف ہوئی تھی تو جلال الدین کو لکھنا چاہئے تھا جلالین یا اتقان میں کہ درمنثور میں
جو ہمنے فلانی روایت لکھی ہو وہ روایت وضعی ہو اور جسوقت کہ انہوں نے ایسا نہ لکھا تو معلوم ہوا کہ وہ روایت درمنثور کی صحیح ہو گو ایک کتاب میں لکھا اور دوسری میں نہ لکھا اور سوا اسکے یہ بات ہے
کہ شیخ جلال الدین سیوطی کا مذہب سنی تھا جس کتاب میں اسکی ہمارے مطلب کی روایت ہوگی ہم اس سے اہل سنت پر حجت پکڑینگے گو دوسری کتاب میں اسکی وہ روایت نہو یہی اصل ہو جو کچھ ہر
شخص نے لکھا ہو اور سورہ بنی اسرائیل اور سورہ روم کہ جنمیں یہ آیت ہے انکی مکی ہونیکا جواب ہم کئی جگہ پہلے اس سے دے آئے ہیں تو بار بار ایک مطلب کے لکھنے کی ہمکو کون ضرورت ہے ہر بار جواب نئی کی اور مجمع البیان
میں اگر آیہ و آت ذا القربی کو مدنی نہیں سمجھا ہو تو سورہ بنی اسرائیل میں تو لکھا ہو اور بعضے مفسرین نے سورہ بنی اسرائیل کی پانچ آیتیں مدنی لکھی ہیں انمیں سے آیہ و آت ذا القربی حقہ بھی ہے چنانچہ
پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور اگر یہ دونو سورتیں مکی ہیں تو مضائقہ نہیں کہ انمیں اکثر آیتیں جو مکی ہیں اسواسطے ان دونو کا نام مکی ہوا ہو اور یہی حال اکثر سورتونکا ہو کہ جنمیں اکثر آیتیں مکی
ہوں انکو مکی کہتے ہیں گو بعضی آیتیں انمیں مدنی ہوں اور جنمیں اکثر آیتیں مدنی ہوں انکو مدنی کہتے ہیں گو بعضی آیتیں انمیں مکی ہوں اور آیہ و آت ذا القربی بھی مکی ہو لیکن سورہ مدنی میں
داخل ہو گئی ہو اور اگر آیہ و آت ذا القربی حقہ مکی ہو تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ مکی ہو جو مکہ میں یا نواح مکہ میں نازل ہوئی ہو گو بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو یہ آیت بھی ایسی ہی ہے
کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہو اور اتقان میں بالفرض اگر اسکو مکی آیتوں میں استثنا نہیں کیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ یہ مکی آیت تھی اسکو استثنا نہیں کیا اور مولوی دلدار علی صاحب
علیہ الرحمۃ کا قول جو پہلے اس سے اس شیخ نے اسکے مکی ہونیمیں لکھا ہو اسکا جواب ہم اسی جگہ لکھ آئے ہیں اس صورت میں حضرت جبرئیل کا کہنا کہ ذا القربی حضرت فاطمہ ہیں انکا حق فدک ہے
سب درست اور صحیح ہو گیا اور اس شیخ کا کہنا باطل ہو گیا اور حضرت جبرئیل کو شیعہ نے متہم کیا تو ردی ہے کہ وہ شیعوں کی طرف ہیں اور انکے حامی و مددگار ہیں اور جس طرح سے سورتوں کی اتقان میں
ترتیب ہے اس طرح سے سب آیتوں کی نہیں ہے اور کیونکر کرتے کہ آیتوں کے نزول کا تو حال معلوم ہی نہیں ہے نازل تو ہوئی کسی طرح اور تب کیا انکو جامع قرآن نے کسی طرح اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں اسی
قول میں کہ روایت ہبہ فدک جو اتقان میں نہیں لکھی ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہو کہ یہ روایت اور دوسری روایتیں درمنثور کی جو اتقان میں نہیں ہیں وہ سب کی سب باطل ہو جائیں
اگر چہ بعد اتقان میں یہ روایت نہیں لکھی ہو اسواسطے کہ دونو تفسیروں سے مقصود ہی علیحدہ علیحدہ ہو جو روایت کہ اتقان سے تعلق رکھتی تھی اسکو لکھا اگر چہ ضعیف ہو اور جو روایت اس سے
تعلق نہیں رکھتی تھی اسکو نہیں لکھا اگر چہ وہ بطور معتبر میں ہی جاوے اور دیکھے بہتری ہی کتابوں میں لکھا ہو کہ بعد نزول اس آیت کے حضرت فاطمہ کو فدک دیا اور دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا ابو بکر سے ہبہ فدک کا تو بڑے
بڑے محققین اور معتبرین علماء اہل سنت نے لکھا ہو تیرے کہنے سے یہ کیونکر باطل ہو جائیگا اور روایت جو اس مضمون کی گزری ہو کہ فدک ہبہ نہیں کیا وہ روایت موضوع مشکوۃ کی ہو اسکو ہم کب معتبر
رکھتے ہیں اور حضرت علی نے جو اپنی خلافت میں مستور رکھا اور حضرت فاطمہ کے وارثوں پر تقسیم نہیں کیا وجہ اسکی یہ تھی کہ خلافت انکی ہنوز مستقل نہوئی تھی اور دشمنان دین انسے جنگ کرتے تھے
انکو مہلت کب ملی تھی کہ ظالموں کی بدعتوں کو دفع کرتے اور جو کہ حق ہو اسکو اسکے موقع پر رکھتے اسیواسطے فدک کے مقدمہ میں بھی دست انداز نہوئے منتظر تھے کہ سب مسلمان متفق میرے ہو جائیں تو مطمئن ہوکر
سب امور کو درست کروں لیکن دشمنوں نے چین سے بیٹھنے دیا یہانتک کہ اجل آگئی چنانچہ اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہو کہ جسوقت حضرت علی خلیفہ ہوئے تو قاضیوں نے ہر مقام کے حضرت علی کو لکھا
کہ ہمکو کیا حکم ہو سب امور کو دستور رکھیں یا کچھ اور ارشاد ہو آپنے انکے جواب میں لکھا کہ دستور کام کرو یہانتک کہ سب لوگ متفق ہو جائیں یا میں مر جاؤں جیسے کہ میرے اصحاب مر گئے اور جواب صحیح
بھی ہو اور سوا اسکے جو اور کسی نے جواب دیا ہو وہ بعضی بعضے شیعوں نے اپنی رائے سے تجویز کر کے دیا ہو سب شیعوں کا جواب نہیں ہے جواب صحیح ہے کہ جو میں لکھ چکا اور اہل سنت کے معاندہ واسطے

سو جواب یہ ہے کہ اہل سنت کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعویٰ ہبہ فدک کا کیا اور حضرت علی نے گواہی دی پس جس وقت کہ حضرت علی کے نزدیک فدک فاطمہ کا حق تھا اور اسکی گواہی دی تو اپنی خلافت میں فاطمہ کے وارثوں کو فدک کیوں نہ دیا جو جواب تم دوگے اسکا وہی جواب ہم دینگے اور یہ جو لکھا ہے کہ علی موافق رسول خدا صلعم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان کے فدک میں عمل کرتے تھے اور فقرا اور مساکین پر تقسیم کرتے تھے عثمان کا نام غلط لکھا ہے اسواسطے کہ اُسنے تو فقرا اور مساکین پر تقسیم ہی نہیں کیا بلکہ مروان بدکار کو فدک دیدیا تھا اور اسمیں عثمان نے نہ رسول خدا صلعم کی پیروی کی نہ ابوبکر اور عمر کی باوجودیکہ خلافت کو اسی شرط پر لیا تھا کہ میں انکی پیروی کرونگا اور جو کچھ یہ شیخ اجوبہ مذکورہ کے باب میں لکھیگا ہم اسکو انشاء اللہ تعالیٰ رد کرینگے تاکہ اُس سے خوش فہمی شیعوں کی معلوم ہو جاے **قال الشیخ الاشعری** اول تو یہ کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم غصب کی ہوئی چیز کو نہیں لیا کرتے چنانچہ حضرت رسول خدا صلعم اپنے گھر کو جو بعد ہجرت کے کفار نے دبا لیا تھا کفار سے نہ لیا یہ اسی قسم کا جواب ہے جیسا مثل مشہور ہے کہ مردے کے ہاتھ چلیں اور نام مردے کے زبان چلے جناب رسول اللہ صلعم کا اول تو مکان ہی بدقت ثابت ہوگا کیونکہ اول تو آپکی والدہ اور والد آپکے مرگئے تھے دوسرے نبی کے وارث ہونے میں کلام ہاں حضرت علی کی مکان کی نسبت کہیں اور اگر بوجہ وصیت عبد المطلب کوئی مکان آپکا بذات خود مملوک ہی ہو جیسے بعض علماء کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے یا کوئی اور بفرض کیجیے تو اس صورت میں البتہ رسول اللہ صلعم کا اپنے گھر کو نہ لینا تو مسلم لیکن یہ کاہے سے شیعوں کو محقق ہوگیا کہ آپنے اسوجہ سے نہیں لیا نہ لینے کی کئی وجہ سے احتمال ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ اسوقت آپنے اپنی چیز جو رکھا غاصب کو معاف کردی ہیں اور معاف کرنا وہاں ہی ہوتا ہے جہاں آدمی اپنی آپ ہی لے سکتا ہے اور اگر اسکو اسکا لینا درست نہ ہو تو پھر معافی کے کیا معنی سو رسول اللہ صلعم نے بھی معاف کردیا ہو پھر معاف کرنا اپنے حق کا تو صحیح ہو سکتا ہے دوسرے کے حق معاف کرینگے کیا معنی سو حضرت علی کو اگر فدک کا لینا درست نہ تھا تو ہبہ کا تو اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا اور اگر بوجہ معافی نہیں لیا تو اپنا حق معاف کیا ہو حسنین کا اور انکی بہنوں کا حق کیوں معاف کردیا معہذا معاف کرینگے تو یہ معنی ہیں کہ غاصب یا اُسکی اولاد کو چھوڑدے نہ یہ کہ اپنے قبضہ میں رکھے اور اوروں کو دیا کرے دوسرا احتمال یہ ہے اور یہی صحیح ہے کہ جب کسی چیز پر کفار کا غلبہ اور تسلط ہو جاے اور مسلمانوں کی حکومت باقی نہ رہے اور نہ اور کوئی ایسا حاکم رہے کہ جس سے مظلوم فریاد کرکے اپنی داد کو پہنچے بلکہ حکام کفر ہی اسکو دبالیں تو وہ چیز کفار کی ملک میں آجاتی ہے اور انکے سب تصرفات بیع شرا وغیرہ اسمیں جاری ہو جاتے ہیں اور مشتری لوگوں کو وہ چیز حلال طیب ہو جاتی ہے اور یہ حکم اسلئے جاری کیا گیا کہ اگر یوں نہ جاری کیا جائے تو ایک عالم کی معیشت جاتی رہے اور سب کے سب حرام خور ٹھیریں یا ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں کیونکہ ایک ولایت والوں کو دوسری ولایتوں کی چیزوں کی ضرورت رہتی ہے سو جس ولایت کی چیز کی ضرورت ہو اگر اسکو کفار فتح کرلیں اور وہاں کے متاع اور اسباب کو لوٹ کر نیلام کرنے لگیں تو دوسری ولایت والے اگر خریدیں اور استعمال کریں تو ظالم اور مرتکب حرام ٹھیریں اور اگر نہ خریدیں یا خریدیں اور استعمال نہ کریں بلکہ اصل مالکوں کو پہنچا دیدیں تو یہ سخت دشوار ہے ہر چیز میں اور ہر شخص سے نہیں ہو سکتا اس حکمت کے لئے یہ حکم شارع نے تجویز کیا چنانچہ علماء اہل سنت نے کلام اللہ ہی میں سے اسکی طرف اشارے پائے ہیں اور رسول اللہ صلعم کے گھر نہ لینے کو اسی پر محمول کیا ہے ورنہ اگر گھر کے نہ لینے کی یہ وجہ ہو کہ اہل بیت شئے مغصوب کو نہیں لیا کرتے جیسے شیعہ فرماتے ہیں تو یہ تو بشہادت مولوی عمار علی صاحب بلکہ بشہادت علماء اسلاف شیعہ غلط ہے کیونکہ مولوی عمار علی صاحب اپنی رقیمہ کریمہ میں رقم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کی خلافت میں بلکہ حضرت عثمان کی خلافت میں بھی حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے دعویٰ فدک کا کیا سو اگر شئے مغصوب اہل بیت نہیں لیا کرتے تو حضرت علی نے کس لئے یہ دعویٰ کیا تھا اور اگر یوں کہیے کہ ان دونو خلافتوں میں دعویٰ کیا سنیوں کی روایتوں کے حوالہ سے بیان کیا ہے انکو اس سے الزام نہیں دیا جا سکتا تو یہ شیعوں کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے فدک کو غصب کیا اور حضرت زہرا کا دعویٰ ہبہ کا سنا تو حضرت زہرا نے میراث کا دعویٰ کیا سو اگر اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم شئے مغصوب کو نہیں لیا کرتے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے پھر کیوں فدک کی طلب کی **اقول** یہ پوچ اور واہی بحث کیا ہے یہ کہنا کہ رسول خدا صلعم کی کوئی گھر ہی نہ تھا کسکی عقل میں آتا ہے کیا وہ حضرت ایسے بے ٹھکانے تھے کہ انکے رہنے کو کوئی مکان ہی نہ تھا اور ایک گھر تو حضرت کا اب تک مکہ معظمہ میں موجود ہے اور حاجی جب حج کرنے جاتے ہیں تو اسکی زیارت کرتے ہیں اور اگر والد ماجد حضرت کے اپنے باپ کے سامنے مرگئے تھے تو حضرت کو کیا اسقدر قدرت کبھی نہوئی تھی کہ اپنے رہنے کو کوئی مکان خرید کرتے یا لوگوں ہی کے گھر میں گزارا کرتے تھے ایسا کہنا تو حضرت کی شان میں بڑی گستاخی ہے اور یہ کہنا کہ انبیاء وارث کسی چیز کے نہیں ہوتے یہ بھی غلط ہے اہل کتاب سے دریافت کرو جن لوگوں نے کتب سابقہ پڑھی ہیں انمیں یہ لکھا ہے کہ پیغمبر خود وارث ہوتے ہیں اور انکے بھی لوگ وارث ہوتے ہیں اور روایت لا نرث ولا نورث کی بالکل موضوع ہے اور نہ لینا حضرت کا اپنے مکانکو غصب کے جہت سے ثابت ہے تو اسوجہ سے کہتے ہیں اس وجہ کو کون کہتا اور حضرت علی نے جو خود نہیں لیا اور فقرا کو دیتے رہے یہ معاف کرنا نہیں ہے بلکہ اسکو ترک کردیا ہے اور آپ اسمیں سے نہیں لیا ہے اسکو مکروہ جانکر اور بدستور جاری رکھا ہے اسکو فقرا پر کہ وہ انکا مال تھا اور اسمیں اختیار تھا اور بسبب غصب ہونیکے خود تو اس سے متمتع نہوئے لیکن بھوکوں پر تقسیم کردیا اور حسنین نے اور انکی بہنوں نے بھی خوشدلی سے ارادہ نہیں کیا کہ وہ بھی شئے مغصوب کا لینا مکروہ جانتی تھیں یہ کہ حضرت علی نے ابوبکر پر جبر کیا اور یہ جو لکھا ہے کہ اہل بیت تو شئے مغصوب نہیں لیتے ہیں پھر حضرت علی اور حضرت عباس نے عمر کی خلافت میں دعویٰ فدک کا کسواسطے کیا تھا ہر چند یہ روایت اہل سنت کے موافق ہے لیکن جواب اسکا یہ ہے کہ جو کہتے ہیں کہ اہل بیت شئے مغصوب کو نہیں لیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اختیار اور اقتدار سے خود نہیں لیتے ہیں جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم کو بعد فتح مکہ اختیار تھا اسکے لینے کا لیکن پھر اپنے مکان کو نہ لیا اور اسکے لینے میں سعی کرنیکا کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر کسی غاصب پر مدد سے قبضہ میں آگیا ہوا اور اگر کوئی آپسے دیدے تو لیتے بھی ہیں چنانچہ مغصوب کے نہ لینے کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شئے مغصوب کو کسی وجہ سے نہیں لیتے اسواسطے کہ مال مغصوب کے نہ لینے کی جو روایت ہے اسپر دلالت کرتی ہے کہ اپنے ہاتھ سے آپ نہیں لیتے شئے اسکو اپنی طرف جو جو ٹھیر کر لیتے اور یہ جو ایک سکا ہے جو فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے دعویٰ فدک کا کیا کہ اپنی چیز کی طلب کی کوشش میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور شئے مغصوب کو اسوقت نہیں لیتے ہیں کہ جسوقت اپنے اختیار میں ہو جاتی

قال الشیخ الاشعری اور اگر عقلائے شیعہ سنیوں کی ضد میں عقل و انصاف کو طاق میں دہر کر یوں فرمانے لگیں کہ یہ دونوں دعوی اگرچہ بصورت دو ہیں لیکن چونکہ متصل بلا فصل واقع ہوئے ہیں ہم ایک ہی دعوی اسکو قرار دیتے ہیں بعد گفت و شنود کے ختم ہو جانیکے غصب متحقق ہوا اور پہلے غصب تھا ہی نہیں جو کچھ خرابی لازم آوے تو اسکا جواب تو یہ ہے کہ یہ ہمارا احسان ہے کہ ہم ایسے ایسے فرقوں میں درگزر جاتے ہیں ورنہ اسی بات سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا فدک مغصوب کی نسبت دعوی کرنا ثابت کیا مثل آفتاب روشن ہے لیکن علماء شیعہ خصوصاً مولوی عمار علی صاحب کے عقل کی رسائی معلوم ہے اسلئے اس بات سے چشم پوشی کر کے ہم اور جواب دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہی فدک عمر بن عبد العزیز کے وقت میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے لیا اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا پھر خلفاء عباسیہ اسپر متصرف ہوتے رہا تا آنکہ سنہ دو سو بیس میں مامون عباسی نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کے حوالہ کر دی سو اسوقت امام علی رضا نے لیا پھر متوکل عباسی اسپر متصرف ہو گیا بعد ازاں معتضد نے پھر پھیر دیا چنانچہ یہ سب قصہ مفصل قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں لکھا ہے اگر کوئی سنی لکھتا تو شیعوں کے نزدیک اعتبار کے قابل ہی نہوتا اور اسکو ہی جانے دیجو مجالس المومنین کا حال تو پڑہے لکھے با صحبت یافتہ علما جانتے ہونگے یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت حضرت عثمان کی خلافت مغصوبہ قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے یہانتک کہ نوبت شہادت کی پہنچی اور اگر ان امور میں سے ایک بھی ظہور میں آتا تو شے مغصوبہ کے لینے کے جواز میں اور دلانیکے وجوب میں عقلاء و اولوا الالباب کے نزدیک پھر بھی کچھ تامل تھا کیونکہ سابق میں محقق ہو چکا ہے کہ آیہ وات ذالقربی میں گو مخاطب خاص ہے لیکن خطاب عام ہے اگر ذالقربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قرابتی مراد ہوں تو انکے حق کا دلانا سب کے ذمہ واجب ہوا اور نیز وجوب عدل و انصاف کے فرضیت کے کلام اللہ بہرا ہوا ہے اور عدل و انصاف اسے ہی کہتے ہیں کہ اہل حق کو حقوق دلائے جائیں سو بعد غصب کے اگر مالک کا حق باقی رہتا ہے تو حضرت علی کے ذمہ فدک کا حضرت زہرا کے وارثوں کو پہنچانا فرض تھا اور اگر بعد غصب اہل بیت کا حق ساقط ہو گیا تو اسمیں اور ہبہ میں کیا فرق ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باب میں زباں درازیاں میں **اقول** محض ہبہ کے رد کرنے سے غصب کامل ثابت نہیں ہوا اسواسطے کہ سب دعوے حضرت زہرا علیہا السلام کے تمام نہیں ہوئے جب سب دعوی ختم ہو جائیں اور رد ہو جائیں تو اسوقت غصب متحقق ہو اور جب سب دعوی حضرت فاطمہ نے کرلیئے اور ابوبکر نے نہ دیا تو غصب ثابت ہو گیا اور بعد اسکے حضرت زہرا نے دعوی نکیا اسمیں تمہارا کیا احسان ہے احسان اپنا تم اپنے گھر رکھو اور سوا اسکے یہ ہے کہ اپنی چیز مغصوب کی طلب کی کوشش میں مضائقہ ہی نہیں جیسے کہ ہم اوپر لکھ چکے اور یہ جو لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فدک دیا اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا پھر خلفاء عباسیہ اسپر متصرف ہو گئے آخر تک جو کچھ لکھا ہے کہ یہ سب مفصل مجالس المومنین میں لکھا ہے سو میں کہتا ہوں کہ مجالس المومنین میں تو یہ قصہ اس تفصیل سے مذکور نہیں ہے البتہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو دینا لکھا ہے اور حضرت امام علی بن موسی الرضا کو دینا بھی اس میں نہیں لکھا ہے اور یہ روایت منافی ہے اس روایت کے جو شاہ عبد العزیز صاحب نے حاشیہ میں تحفہ کی شرح مقاصد سے نقل کی ہے اور ہم بھی اسکو پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ترجمہ اسکا یہ ہے کہ تواریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ فدک کو حیطہ سے ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک ہا پھر قطیعہ کیا اسکو مروان بن حکم نے اور ہبہ کیا اسکو اپنی بیٹی عبد العزیز اور عبد الملک کو اور ولید بن عبد الملک حاکم ہوا تو عمر بن عبد العزیز نے اپنا حصہ ولید کو بخشا اور ایسے ہی سلیمان بن عبد الملک نے پس یہ کل سارا ولید کے قبضہ میں ہو گیا پھر رد کیا اسکو عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت میں طرف اسی دستور کے جو پہلے تھا اور دو سو دس ہجری میں مامون نے اپنی عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک کو اولاد فاطمہ کو دیدے اس نے محمد بن الحسن بن زید بن علی بن الحسین بن علی ابیطالب کو اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کو دیدیا اور شمار کیا گیا یہ مامون کے تشیع میں سے اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فدک حق حضرت فاطمہ کا تھا اسواسطے انکی اولاد کو دیا اور وہ روایت مخالف ہے اس روایت کی بھی جو اس شیخ نے مشکوۃ سے بروایت عمر بن العزیز لکھی ہے اور اگر امام محمد باقر علیہ السلام نے لیا تو اسکا مضائقہ ہی نہیں ہے چنانچہ مغصوب کے نہ لینے کی روایت ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ خود اپنے اختیار سے نہیں لیتے ہیں اور اگر کوئی غیر دیوے تو لینے کا مضائقہ بھی نہیں ہے اور اگر عمر بن عبد العزیز نے فدک حضرت امام محمد باقر کو دیا تو اس شیخ کا اس میں کیا فائدہ ہے اسواسطے کہ اگر حضرت امام محمد باقر کو دیا تو ازروی استحقاق دیا کہ فدک حضرت فاطمہ کا حق تھا اور امام علیہ السلام انکے وارث تھے اس صورت میں ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ کا جنکے پاس فدک رہا ظلم ثابت ہوتا ہے اور اگر بطریق تولیت دیا تھا تاکہ اسکو صرف کریں وہ اسطرح سے کہ جسطرح خلفاء ثلثہ صرف کرتے تھے تو یہ تولیت لینا فدک کا بطور تملک کے نہیں ہے اور بحث بطور تملک کے لینے میں ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے بعد عثمان کے خلافت مغصوبہ قبول کی اور امام حسین علیہ السلام خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے ہو جواب اسکا یہ ہے کہ کلام اعیان و اموال میں ہے اور خلافت اس قبیل سے نہیں ہے اسواسطے کہ خلافت وہ امر ہے کہ مصالح دین و دنیا کے اسکے ساتھ متعلق ہیں اور منتشر کرنا احکام دین کا اور رواج شریعت جناب سید المرسلین صلعم کا اسپر موقوف ہے اور ترجمہ اس حدیث کا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں اس بحث میں ذکر کیا ہے اسمیں تصریح کی ہے کہ ما از اہل بیتیم کہ ما را کار از ما بظلم گرفتہ شود بآں رجوع نمیکنیم اور ظاہر ہے کہ خلافت مال کی اقسام میں سے نہیں ہے کہ لینا اسکا اس قول شریف کے منافی ہو اور شے مغصوب اپنی کا لینا سب کو جائز ہے اور دلانا اسکا مالک کو اگر وہ طالب اسکا ہو تو واجب ہے اور اہل بیت پر بھی لینا شے مغصوب کا حرام نہیں ہے لیکن خاصہ انکا یہ ہے کہ وہ اسکی رجوع نہیں کرتے ہیں اور جو امور کہ دعوی کرنے اور فدک کے لینے کے بیان کئے ہیں انکی وجہ ہم بیان کر چکے اور آیہ وات ذالقربی کے مقدمہ میں

ہم مفصل پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ مراد ذوالقربی سے خاص حضرت فاطمہ زہرا ہیں اور آیۂ وآت ذاالقربی میں قریب حضرت کے مراد ہوں یا نہوں حق تو ہر ایک شخص کا دلانا واجب ہے اگر مالک طالب اُسکا ہو اور بعد غصب کے حق کیوں باقی نہیں رہتا ہے اور فدک میں حضرت فاطمہ کے وارثوں کا حق ہمیشہ باقی رہا ہے مگر جو کہ انکے دوست اور شیعہ ہیں انکو وہ حق انکا مباح ہے اور جو کہ انکے دشمن اور انکے دشمنوں کے دوست ہیں اُنکے لئے وہ حق انکا حرام ہے اور حضرت علی حضرت فاطمہ کے وارثوں کو تو اُسوقت دیتے کہ جب وقت فارغ انکی طالب اُسکے ہوتے وارثوں نے تو اُسوقت خود ہی نہیں لیا حضرت علی پر اسمیں اعتراض بیجا اور بے موقع ہے اور ابوبکر کو اس قصے کیونکر نجات ہو کہ غاصب تو در اصل وہ ہی ہیں بعد غصب کے حق انکا باقی رہے یا نہ رہے یہ امر دوسرا ہے مگر گناہ غصب کیا انکے ذمہ سے کیونکر جائیگا

قال الشیخ الاشعری دوسرا جواب علمائے شیعہ نے حضرت علی کے فدک میں تصرف نکرنیکا اسطرح دیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا اقتدا کیا یعنی جیسے اُنہوں نے فدک سے کچھ انتفاع نہیں اُٹھایا اس جواب پر تو مناسب یوں ہے کہ علمائے شیعہ کے قربان ہوجائے سبحان اللہ کیا فہم کی رسائی ہے خیر فہمیدہ لوگوں کی لئے تو اس جواب کی تردید کے کچھ ضرورت نہیں کیونکہ عقل خود اس جواب کے مضمون کو ایسی اُگلتی ہے جیسے مکھی کو معدہ چونکہ سب ایک قسم کے نہیں ہوتے تو اس لیے یہ گزارش ہے کہ جب اماموں نے بعد حضرت علی کے باقرار سرکردہ شیعہ قاضی نوراللہ فدک کو لیا چنانچہ ابھی مذکور ہوا ہے اُنہوں نے حضرت فاطمہ بلکہ حضرت امیر کا بھی کسلیئے اقتدا نکیا اور یہ اقتدا فرض تھا یا نفل اگر فرض تھا تو اماموں نے کیوں نکیا اور اگر نفل تھا تو اول تو ائمہ اہل بیت سے ایسی سنت معمول ہے حضرت علی اور حضرت فاطمہ بلکہ معمول رہا حسنین اور معمول رہا حضرت امام زین العابدین کا ترک کرنا مستبعد ہے اور معمول رہا ہو تو حسنین اور امام زین العابدین کا خود ظاہر ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جیسے بناچاری فدک سے منتفع نہوئیں تھیں ایسی ہی یہ بزرگوار بھی بناچاری منتفع نہو سکے دوسرے حضرت امیر المومنین نے اس نفل کیواسطے حقداروں کے حق پہنچانے کو جو انکے ذمہ فرض تھا کیوں ترک کیا اور نیز کسیکا اقتدا افعال اختیاریہ میں ہوا کرتا ہے افعال اضطراریہ میں کوئی کسیکا اقتدا نہیں کیا کرتا اور نہ لازم آئی کہ حضرت امام مہدی حضرت ائمہ ماضین کا اقتدا تقیہ میں جو بوجہ ناچاری وہ کیا کرتے تھے کریں اور ایسی ہی حضرت امام حسین تقیہ میں اتباع حضرت امیر کرتے سو حضرت زہرا کسیکے ظلم وستم کے باعث فدک سے منتفع نہو سکیں تھیں ناچار تھیں حضرت علی کو اپنے وقت خلافت میں اس مظلومیت کے اقتدا کے کیا معنے باینہمہ اگر حضرت امیر کو حضرت زہرا کا اقتدا ہی کرنا تھا اپنی حصہ میں کیا ہوتا حضرت حسنین اور انکی بہنوں کو کیوں محروم المیراث کردیا

اقول اس شیخ کو اگر سلیقہ گفتگو کا نتھا تو کاہیکو کاغذ اور سیاہی کو برباد کیا جو کچھ چاہتا ہے بیہودہ بکتا چلا جاتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں یعنی نہیں جانتا کہ یہاں اقتدا سے کیا مراد ہے اور اقتدا اس جگہ کون بولتا ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے جو فدک سے فائدہ نہیں اُٹھایا اور حضرت علی نے بھی اُنکی پیروی کر کے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا اور اصل مطلب کو ترک کر دیا بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو اسکی جہت سے رنج اُٹھایا تھا اور آزردہ ہو کر اس جہان سے رخصت ہوئیں تھی تو حضرت علی نے انکا رنج یاد کر کے کہ جو حضرت فاطمہ کو اس فدک سے رنج پہنچا تھا اور اُسکی طرف سے بے بہرہ ہو کر رحلت فرمائی تھی تو حضرت علی نے انکا رنج یاد کر کے خود بھی اُس سے منتفع نہوئے اور اُسکو ترک کیا اور اگر فہمیدہ لوگوں کے نزدیک اسکی تردید کی ضرورت نہیں تو تو نے اپنی حماقت کیوں ظاہر کی اسکا جواب لکھ کر اور یہ جو لکھا ہے کہ اور اماموں نے حضرت زہرا اور علی کا اقتدا کیوں نکیا اُنہوں نے تو فدک کو لیلیا جیسا کہ قاضی نوراللہ نے لکھا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ہمارا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ اقتدا فاطمہ زہرا علیہا السلام کا واجب اور لازم تھا تاکہ یہ اعتراض وارد ہو بلکہ فدک حضرت فاطمہ کے وارثوں کا تھا اور وہ اُسکے لینے نہ لینے میں اختیار رکھتے تھے بعضے وارثوں نے مثل جناب امیر اور حسنین کے بسبب مصلحتوں کے اسکو نہ لیا از انجملہ ایک امر تھا یعنی موافقت حضرت فاطمہ کے تصرف نکرنے میں اور دردناک ہونا قبض کرنیمیں اُس چیز کے کہ جسکو اُس معصومہ نے نپایا اور بعضے وارثوں نے واسطے اتمام حجت کے مخالفین پر اور ظاہر کرنے ظلم خلفائے متقدمین کے متاخرین کے فعل سے اسکو لیلیا اور ہم اوپر لکھ چکے کہ اقتدا واجب اور لازم نتھا اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ نفل بھی نتھا بلکہ وارثوں کو اختیار تھا لینے نہ لینے کا بعضوں نے بعضی مصلحت سے نہ لیا اور بعضوں نے کسی مصلحت سے لیلیا پس کچھ ضرور نتھا اقتدا کرنا ایک کا دوسرے کو اور یہ جو لکھا ہے کہ اقتدا افعال اضطراریہ میں نہیں ہوتا یہاں مراد اقتدا سے موافقت اور مشارکت ہے حال فاطمہ زہرا علیہا السلام فدک کے ترک کرنیمیں اور ہم لکھ چکے کہ اقتدا لازم نہیں ہے پس امام مہدی کو واسطے اقتدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا لازم پکڑیں اور کیوں حضرت امام حسین تقیہ میں اقتدا حضرت علی کا کریں انکو اختیار تھا اور تکلیف ہر امام کی علیحدہ ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے بسبب ظہور علامات عدم تقیہ تقیہ نکیا اور حضرت علی نے بموجب وصیت رسولخدا صلعم کے اپنے حق کے جاتے رہنے میں صبر کیا اور احتمال ارتداد قوم سے معرکہ آرائی نکی اور حضرت فاطمہ کا رنج یاد کر کے اُنکے حال میں شریک ہوئے اور موافقت کی شائبگی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی پر کوئی صدمہ ہوتا ہے تو اُسکے دوست اُس میں موافقت کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی کسی حاکم جابر کی تعدی سے قید میں ہو جائے اور اسکو ایک روز دو روز کھانا نملے تو اُسکے بڑے دوست جیسے ماں اور باپ اور زوجہ وغیرہ سوائے اسکے وہ بھی کھانا اُسکے موافقت سے ایک دو دن نہیں کھاتے ہیں تو اس میں کچھ مضایقہ نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم کے دندان مبارک احد میں شہید ہوئے تو حضرت اویس قرنی نے حضرت کے شریک حال ہونیکی جہت سے اپنے دانت توڑ ڈالے تھے کیا رسولخدا صلعم نے اپنی ہاتھ سے وہ دانت توڑے تھے جو اویس قرنی نے اپنے دانت توڑے اور جیسے کہ حضرت علی نے حضرت زہرا کے حال کی موافقت کی ایسے ہی حضرت حسنین نے اور اُنکی بہنوں نے موافقت کی اور اُنہوں نے خود اپنے ارادہ سے حصہ اپنا نہیں لیا تھا اور حضرت علی نے انکو محروم المیراث نہیں کیا تھا کہ اُنکے بدون

مرضی کی لوگوں کو دیا ہوا اور انکو دیا ہو **قال الشیخ الاشعری** تیسرا جواب جو شیعوں نے اعتراض معلوم کا دیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر اسلئے فدک سے منتفع نہوئے تاکہ لوگوں کو متحقق ہوجائے کہ حضرت امیر کی گواہی دربارہ ہبہ فدک حسبۃ للہ تھی اپنے نفع کی امید پر نہ تھی یہ جواب بھی مثل جواب سابق سراپا خلل ہے اول تو جو لوگ اس مقدمہ میں حضرت امیر کیطرف یہ گمان فاسد رکھتے تھے وہی لوگ ہونگے جنہوں نے حضرت امیر کی گواہی کو قبول نکیا سو وہ لوگ پہلے ہی اس جہان سے چلدیے تھے انکی خلافت میں انمیں سے کون تھا جو اسکے جتلانے کو لیے آپنے فدک نہ لیا اور اگر مردوں کا جتلانا مد نظر تھا تو اول تو انکو اطلاع نہیں ہو سکتی دوسرے اپنے مرنیکے بعد انکو خود حضرت امیر کی حقانیت اور اپنا ظالم ہونا معلوم ہوگیا ہوگا سو یہ لینا یوں ہی رایگاں گیا بوجہ حضرت امیر نے مال حلال کو ہاتھ سے کھویا نہ نفع دین نہ نفع دنیا اور اگر یوں کہیے کہ خلفاء ثلاثہ مرگئے تھے تو کیا ہوا انکے معتقد اور نواصب موجود تھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یوں تو یہ احتمال پھر بھی باقی رہا جب آپکی اولاد نے لیا خصوصاً ماموں کے زمانہ میں کہ وہ مائل بہ تشیع تھا اور فدک کو حق اہل بیت ہی سمجھکر حضرت امام علی رضا کے حوالہ کیا جب بھی آخر نواصب کو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ حضرت امیر کی گواہی اس بیش بندی کے لیے تھی بلکہ بہتیر اولاد ہی کے لیے ایسی ایسی تدبیریں عیار کیا کرتے ہیں سو نواصب بحکم القیاس المرء علی نفسہ کے بالضرور یہ سمجھے ہونگے کہ حضرت امیر کی گواہی فقط اسلئے تھی کہ اگر یہ تیر اسوقت زمانہ میں نشانہ پر نہ بیٹھا تو کبھی نہ کبھی تو کارگر ہوہی گا سو اگر یہی دفع تہمت مد نظر تھا تو لازم تھا کہ اپنی اولاد کو وصیت کرجاتے کہ ہرگز ہرگز اس مال کو نہ لیجیو ورنہ میری شہادت میں خلل آجائیگا **اقول** یہ جواب سب شیعوں کے نزدیک نہیں ہے کسی بعض شیعہ نے دیا ہوگا لیکن ہم اسکا بھی جواب لکھتے ہیں کہ یہ جو حصر کیا ہے اسکے جواب میں بالکل باطل ہے بھلا مردوں کو کیا جتلاینگے ہاں انکے معتقدین کو کہ تو بجا ہے کہ جیسے انکے نقشہ ایمان بر حضرت امیر کیطرف رکھتے تھے تو انکے معتقدوں کو بھی یہ گمان بد اور تہمت حضرت امیر کی نسبت ہوگی اور جسوقت کہ عمر نے وقت گواہی کے ابوبکر سے کہا ہو کہ علی جر نفع کے لیے گواہی دیتا ہے تو معتقدین انکے ایسا گمان حضرت علی کیطرف کیونکر نکرینگے اور اولاد کے لینے میں جو احتمال نکالا ہے یہ احتمال باطل ہے اسواسطے کہ یہ احتمال تو اسوقت متصور تھا کہ جسوقت حضرت علی کی گواہی کو لحاظ نہ تھا اولاد کے پہنچنے میں اور ظاہر ہے کہ انکی گواہی سے اولاد کے پہنچنے میں کچھ اثر نتھا تو یہ احتمال باطل ہے اور حضرت امیر کے نلینے اور اور اماموں کے لینے کا باعث یہی ہے کہ مصلحتیں باعتبار اختلاف اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہیں اور ماموں کے زمانہ میں جو اماموں نے فدک کو ماموں کے دینے سے لے لیا اسوقت ایک مصلحت عظیم یہ تھی کہ لوگوں پر ظلم خلفاء ثلاثہ کا واضح ہوجائے کہ انکو جو ماموں نے اولاد فاطمہ زہرا کو سمجھکر دیا ہے تو بیشک یہ حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا تھا اور خلفاء ثلاثہ اسکے منع کرنے میں غاصب و ظالم تھے چنانچہ مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ جسوقت عمر بن عبد العزیز نے انکو فدک دیا تو معاندان قریش نے اور منافقان شام نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ اسکے دینے میں طعن کیا تونے شیخین پر کہ شیخین نے تو فاطمہ کو فدک نہ دیا تھا اور تونے اسکی اولاد کو دیا اسواسطے ان حضرات نے اسکے لینے کو ترجیح دی اور حضرت امیر اور حضرت حسنین کے لینے میں مصلحت متصور نہ تھی اسواسطے انہوں نے اسکو نہ لیا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی موافقت اختیار کی اور حضرت امیر اولاد کو اپنی نہ لینے کی وصیت کیونکر کرتے کہ اولاد کے لینے میں تو مصلحت ہے اور تھی چنانچہ ابھی گزرا **قال الشیخ الاشعری** چوتھا جواب شیعوں کیطرف سے یہ ہے کہ یہ سب پرہیزگاری اور فدک سے دست برداری تقیہ کی وجہ سے تھی القصہ شیعہ لاچار ہو کر انہیں پر آگئے لیکن دین و عقل و حافظہ بتا شد علماء شیعہ کو اس جواب کے وقت یہ یاد نرہا کہ سب آئمہ کا مذہب تقیہ میں یہ ہے کہ جب امام جہاد کیلیے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو پھر اسپر تقیہ حرام ہو جاتا اسلئے حضرت امام حسین نے ہرگز تقیہ نکیا سو حضرت امیر اگر اپنی خلافت کے زمانہ میں تقیہ کرتے تو الٹے مرتکب فعل حرام کے ہوتے نعوذ باللہ اس جواب والوں نے حضرت علی کی تذلیل کردی ہے جیسے کہا کرتے ہیں کہ نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ مال کا مال گیا وبال گناہ پلے پڑا خدا ناداں کی دوستی سے پناہ دے کسی نے سچ کہا ہے دشمن دانا بہتر از نادان دوست معہذا اگر یہ تقیہ خلفاء ثلاثہ سے تھا تو وہ خود پہلے ہی اس جہان سے چلدیے تھے اور مردوں سے تو نامردوں کو بھی اندیشہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یا قبائلوں سے سو وہ یا تو آپکے لشکری تھے اور شیعہ مخلص یا منجملہ رعیت رعیت میں سے ایسے امور میں اگر اندیشہ ہوتا ہے تو اسلئے ہوتا ہے جسکی آمدنی کم ہوجاتی ہے سو یہاں مع فقراء اور مساکین اور ابن سبیل تھے انسے ڈرنا بھی بموزن خوف مردگان ہے سو انکو کیسی بلا کیا غرض تھی کہ فدک کے سبب حضرت علی کے مقابل ہو کر اپنی جان کو خطر میں ڈالتا اور اگر بفرض محال یہ صورت ظہور بھی پکڑتی تو اول تو حضرت امیر کے برابر کسی میں زور اور دل اور شجاعت اور لشکر تھا اور اگر کچھ گمان ہو بھی تو امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کیطرف ہو ہی سو انہوں نے اب کونسی کمی کی دوسرے ایسے مفسدین بجز اسکے کہ رعیت بادشاہ کی مقابلہ پر مجتمع ہوجائیں تصور میں نہیں آتی حضرت ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوئے تو زیر حکم اسلام سوا ملک عرب اور کچھ نتھا سو وہ بھی بعد وفات رسول صلعم سب کے سب منحرف ہوگئے چنانچہ مختصر اسکا بیان ہو چکا ہے لیکن ابوبکر صدیق باینہمہ تنہائی کہ سوا سکان مکہ و مدینہ اور کوئی انکا یار و مددگار نتھا اور لشکر عظیم حضرت اسامہ کے ساتھ بنی غسان کی طرف بھیج چکے تھے ہرگز نہ ڈرے اور مانعین زکوۃ کی نسبت باوجودیکہ اکثر صحابہ بسبب قلت اعوان و انصار کے انپر جہاد کرنیسے اندیشہ مند تھے یوں فرمایا کہ واللہ اگر وہ ایک رسی بھی جو راہ خدا میں ادا کرتے تھے نہ دینگے تو میں انسے جہاد کرونگا بلکہ یوں کہا کہ اگر اور کوئی نہ جائیگا تو میں تن تنہا جاؤنگا جب ابوبکر باوجود اس بے سروسامانی اور کثرت اعدا کے ایسی ناچیز چیزوں پر تن تنہا جہاد کرنے پر تیار ہو جائیں تو حضرت امیر تو اشجع الناس تھے اور لشکر کثیر جسمیں سے اکثر وہ لوگ جنہوں نے ایک نئی بنائی خلافت کو درہم برہم کردیا انکے ہمراہ اور جسمال پر تکرار وہ لیت و لعل فراوان اور حق ہی ایسی مظلوم ہونگا کہ انپر ظلم ہوا دوسری قیامت پھر نجانے کہ حضرت علی کی تقیہ کے ہونیکے کیا معنی بہر حال جواب شیعہ ہیں سب ہی چاہیں گرز ان جوابوں سے حصول مطلب شیعہ بھی معلوم ہوگیا **اقول** مراد تقیہ سے مصلحت ہے اور جو کام کہ بے مصلحت ہوتا ہے وہ خراب ہوتا ہے اور تقیہ کی تخصیص کچھ شیعوں کے لیے ہی نہیں ہے اہل سنت کے یہاں بھی تقیہ ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں لیکن زبانی سے انکار ہی کرینگے اور یہ جو لکھا ہے کہ جسوقت امام جہاد کے واسطے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو تو تقیہ حرام ہے

یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور کہیں ثابت نہیں ہے شیعوں کے نزدیک اور حضرت امام حسین کیونکر تقیہ کرتے کہ شروط تقیہ موجود نہیں تھے اور قرائن سے معلوم تھا کہ یزید جو بیعت طلب کرتا ہے ایک بہانہ ہے اسکا وزیر سبب
عداوت کے سیر خون کا پیاسا ہے حضرت امام حسن نے باوجودیکہ معاویہ سے صلح کر لی تھی مگر پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا اُسنے آخر کو زہر دلوایا اور اُنکے مرنے کی خبر سنی تو معاویہ نے تکبیر کہی جیسا کہ پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتاب
سے لکھ آئے ہیں اگر امام حسین بیعت بھی یزید کی کرتے تو بھی کچھ فائدہ نہ تھا آخر کو کسی بہانہ سے قتل کرتا جیسے امام حسن کو معاویہ نے زہر دلوایا اور یزید کی اشعار معروف و مشہور ہیں جس وقت حضرت امام حسین کا سر مبارک
اُسکے سامنے گیا تو اُسنے چند شعر پڑھے اور مضمون اُنکا یہ ہے کہ کہاں ہیں میرے اشیاخ جو بدر اور اُحد میں علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے آج میں نے اُنکے قاتل کی اولاد سے کیسا انتقام لیا ہے اور یزید قطع نظر بغض
بھی صاحب کیسا حال تھا تو پھر کیا صورت بیعت کرنے کی تھی کہ وہ تو دشمن جانی تھا اور اہل کوفہ نے سینکڑوں خط حضرت امام حسینؑ کی طلب میں لکھے اور لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف
لائیں کہ ہم لوگ امام ہیں اور آپکے ہم مطیع اور فرمانبردار ہیں اس جہت سے حضرت امام حسینؑ نے اپنے برادر عم زادہ مسلم بن عقیل کو پہلے اپنی طرف سے کوفہ کو روانہ کیا اُنکے ہاتھ پر کئی ہزار کوفیوں نے بیعت کی
یہ حال سنکر حضرت امام حسینؑ کوفہ کو روانہ ہوئے کہ اُسوقت مصلحت یہی تھی راہ میں حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سنی تو واپس جانیکا ارادہ کیا حر بن ریاحی نے روکا اور جانے نہ دیا اتنے میں عمر سعد
لشکر لیکر آپہنچا اور حضرت امام حسینؑ نے عمر سعد سے فرمایا کہ تم مجکو یزید کے پاس لے چلو وہ چاہا کہ آپکو ابن زیاد کے پاس لے جائیں اور جنگ کرنے کا ارادہ ہوا آخر کو شہید کیا یہ تو ایسی صورت تقیہ کی تھی کہ
خواہ مخواہ درپئے قتل ہی تھے اور حضرت امام حسینؑ عراق کو روانہ ہوئے ایک وجہ یہ بھی تھی چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی نے تکمیل الکمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے امام حسینؑ کو عراق کے جانے سے منع کیا تو فرمایا کہ میں نے
اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا ہے مجکو عراق کے جانے کا حکم دیا ہے اور یہاں یہ بھی ذکر ہے امامؑ ایک صحیفہ تھا کہ آسمان سے اُسکے موافق وہ عمل کرتا ہے اُس صحیفہ میں حکم ترک تقیہ کا ہوگا اور حضرت
امیر پر تقیہ حرام ہی تھا کہ اُسکے ترک میں نصب فعل حرام کا ہوتا اور حضرت علی نے تقیہ کچھ خوف کیلئے نہیں کیا اور اس مقام میں کچھ بہادری و کثرت لشکر کو دخل نہیں تھا بلکہ جو کچھ تھا مصلحت کی وجہ
سے تھا اسواسطے کہ اکثر آدمی جو حضرت علی کے ہمراہ تھے شیخین کے تابعین میں سے تھے اور خلافت کو علی کی مبنی بر خلاف شیخین جانتے تھے اور محدثات و مخترعات شیخین طبیعت اور مقبول خاطر انکی ہو گئی تھی جو کچھ تغیر کرنا
اُن امور کا نہایت دشوار تھا ایک مرتبہ تراویح کی جماعت کا موقوف کرنا چاہا تھا وا عمراہ کی فریاد لوگ کرنے لگے اور اگر زیادہ ارادہ کرتے اور سختگیری کرتے تو لوگ مرتد ہو جاتے اور کشت و خون ہوتا چنانچہ ہم پہلے اس سے
لکھ آئے ہیں اور عقیلی کے قول کو لکھا ہے کہ حضرت علی نے یہی عذر کیا اور صبر کرکے بیٹھ رہے اور بدستور جاری رکھا جو کچھ پہلے سے تھا سو یہ مصلحت کی بات تھا نہ یہ کہ کچھ خوف تھا اور شجاعت و کثرت لشکر کو
یہاں کیا دخل ہے یہاں مصلحت ہی تھی یہاں تقیہ علی کا اُسوقت میں و رسوم جاہلیت جیسی کہ مطبوع طبائع اصحاب رسول خدا صلعم کی تھی ایسے ہی مخترعات شیخین کی اُنکے تابعین کے دلوں میں راسخ اور
منطبع ہو رہی تھی اور کر نا اُنکا ممکن نہ تھا جناب رسالتمآب اصحاب کے دلوں سے رسوم جاہلیت کو محو نکر سکے باوجود کثرت اہل اسلام کے بسبب مصلحت کے ایسے ہی حضرت علی نے چشم پوشی کی اور بدستور جاری رکھا اور پہلے ہم
لکھ چکے ہیں اور اب بھی ہم میں لکھتا ہوں و خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ جمع بین الصحیحین وغیرہ صحاح اہل سنت میں مسند عائشہ میں لکھا ہے اور شارح وقایہ نے بھی تخریج اسکی کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے عائشہ سے فرمایا کہ اے
عائشہ اگر تیری قوم کے آدمی مسلمان جدید نہ ہوتے اور خوف نہ کرتا ہوں میں انکار کرنے انکی تو حکم کرتا میں کہ خانہ کعبہ ڈھایا جائے اور داخل کی جائے اُسمیں جو چیز کہ جو باہر ہو گئی ہے اور اُسکے دو دروازے کرتا شرقی اور
غربی پس جسوقت کہ جناب رسول خدا صلعم باوجود کثرت اعوان انصار اور اتفاق باہم کے رسوم جاہلیت کو محو نکر سکے اور سبب تقیہ کیا تو علی مرتضیٰ کہ جو قدم بقدم پیرو حضرت کے تھے باوجود اختلاف کثیر اور انحراف
وجوہ ناس محو بدعات شیخین سے اگر از روئے مصلحت اغماض فرمائیں تو کون محل طعن ہے اور ابو بکر کا حال لکھا ہے باوجود کثرت تابعین کے سب ابو بکر سے متفق ہیں اور ابو بکر کی تعمیر چلتے تھے اور حضرت علی کے
لشکر کا یہ حال تھا کہ معاویہ و عمرو عاص نے فریب کرکے کلام اللہ اپنے لشکر کے آدمیوں کے نیزوں میں لٹکوا کر حضرت علی کے لشکر کے مقابلہ میں کھڑے کئے حضرت علی نے اپنے ہمراہیوں کو ہر چند فرمایا کہ یہ فریب ہے
مارو انکو میں تمکو حکم کرتا ہوں کہ یہ کلام صامت ہے اور میں کلام ناطق ہوں کسی نے حضرت علی کا کہنا نہ مانا اور کہا کہ ہم کیونکر قرآن کو لڑائیں اور ابو بکر کے ہمراہیوں کا یہ حال تھا بلکہ سب میں تعین تھا
حضرت ابو بکر کیا جانتے لڑنے کو جناب رسالتمآب کے زمانہ میں تو ہمیشہ جہاد میں بھاگتے ہی رہے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں تو ایک مرتبہ بھی جہاد کیواسطے گھر سے باہر نکلے اور لوگوں کو بھیجدیا کرتے تھے اور لوگ ترقی اسلام
اور طمع غنیمت کے واسطے لڑتے تھے اور انکی ریاست مفت میں ترقی پکڑتی تھی اور لشکر کثیر حضرت علی کی طرف کا ہیکو تھا خلیفہ ہوتے ہی جو لوگ کہ انکی طرف تھے باوجود یکہ بیعت کی حضرت کے ہاتھ پر بیعت
توڑ کر عائشہ کیطرف چلے گئے اور بعد اُسکے معاویہ کے ہمراہ ہوکر حضرت علی سے لڑائی کی اور جو کچھ کہ ہمراہ علی کے تھے صحابہ میں سے انکے دلوں میں محبت شیخین کی جمی ہوئی تھی اور جو خالص تھے وہ تو بہت ہی کم
تھے اور جنہوں نے عثمان کی خلافت کو بگاڑا وہ بھی سعد بھی اور خلافت کو جو انہوں نے بگاڑا اُنکی تو کیا طاقت تھی لیکن اصحاب رسول مقبول صلعم کی ترغیب اور اعانت سے بگاڑا جیسا کہ ہم پہلے
اس سے لکھ چکے ہیں اور حق جن غلو ہونا تھا وہ خود جانتے تھے اور مصلحت کے سبب سے خود دست بردار ہو رہے تھے اور جو صورت تقیہ کی تھی ہم نے بیان کر دی اور جواب جو کچھ ہم نے دیئے ہیں سب یقینیہ کیسے
جواب ہیں اور اصل مطلب وہ ہے کہ جسکا جواب اہل سنت سے کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ ابحاث جو عالم نے بعض شیعہ نے دیئے ہیں قال الشیخ الاشعری لیکن نہیں ان جوابوں سے نفع ہوکہ نہ
یہ فائدہ حاصل ہوگیا اگر حضرت علی کا فدک میں تصرف مالکانہ کرنا اور بدستور سابق رہنے دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلعم نے تادم وفات کسیکو ہبہ نہیں کیا تھا اور بہر صورت کہ نبی کی
میں وراثت جاری نہیں ہوسکتی چنانچہ عنقریب انشاء اللہ شرح و مفصلاً اُسکا اثبات آتا ہے جب بات محقق ہو چکی کہ ہبہ اور نادان کو محقق ہوگیا کہ روایت فمنانی فیہا جو سند شیعہ سے سر سبز
اور موضوع ترشید شیعہ ہے اور جیسے حسب روایت اُسکا غلط ہونا معلوم ہوگیا تھا باعتبار قوانین روایت بھی ٹھیک بے بنیاد بے اصل نکلا اقول شیعوں کو بیشک ان جوابوں سے نفع حاصل ہے اور سنیوں کو کچھ حاصل

نہیں ہے اور حضرت علی کا فدک کو بدستور سابق رہنے دینا اور تصرف مالکانہ اسمیں نکرنا ہم لکھ چکے کہ اسکی وجہ یہ تہا جیسے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ نے خانہ کعبہ کو بہ تجدید رکھا اور اسکو توڑ کر
درست کرنا چاہتے تہے لیکن نہ ڈہا سکے چنانچہ جمع بین الصحیحین وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر حضرت علی کا بدستور سابق فدک کو رہنے دینا اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ سرور انبیا صلعم نے اسکو ہبہ نہیں کیا
تہا تو چاہیے کہ حضرت علی نے عثمان کی کمک جو نہ کی تہی اور انکے جنازہ پر نماز نہ پڑہی تہی اور اسکو دفن نکیا تہا یہانتک کہ لاش انکی تین روز تک مزبلہ پر پڑی رہی اور انکے قاتلوں کو ہمراہ اپنے
رکہا اور جنگ جمل عائشہ اور معاویہ سے کیا یہانتک کہ ہزاروں آدمیوں کا خون کرایا تو چاہیے کہ اسبات پر دلالت کرے کہ عثمان مسلمان نتہا بلکہ مرتد ہو گیا تہا کہ اسکی نماز جنازہ و دفن کیطرف متوجہ نہوئے اور اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے جو ابوبکر پر دعوی ہبہ فدک کا کیا تو حضرت علی نے فدک کے ہبہ ہونیکی گواہی دی تہی لیکن علماء اہل سنت اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ نصاب بینہ کی پوری
نہوئی تہی کہ ایک حضرت علی ہی گواہ تہے اور دوسرا کوئی مرد گواہ نتہا اسواسطے ابوبکر نے فاطمہ کو فدک نہ دیا سو حضرت علی کو ہبہ ہوجانے کا یقین تہا تو انہوں نے گواہی دی تہی پہر گواہی کیوں تیس برس تک بدستور سابق
رہنے دینے سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ ہبہ نہوا ہو ورنہ حضرت علی جہوٹے ٹہرتے ہیں کہ وہ گواہی ہبہ کی دیچکے ہیں پس بدستور رہنے دینے کی کوئی وجہ ہوگی نہ یہ کہ ہبہ نہوا ہو اور حضرت علی کی گواہی کو جو ابوبکر
نے قبول نہیں کیا ہے تو اسکی وجہ اہل سنت کے نزدیک یہی ہے کہ نصاب گواہوں کا کامل نہوئی تہی نہ یہ کہ حضرت علی نے جہوٹی گواہی دی ہو اور جبکہ حضرت علی راستگو تہے اور حق جانکر گواہی دی تہی کہ فدک
فاطمہ کا حق ہے تو پہر جو اپنی خلافت میں بدستور رکہا اور باوجود علم حق فاطمہ نہ بیکر فاطمہ کی اولاد کو نہ دیا اسکا کیا جواب ہے جو تم جواب دو وہی ہمارا جواب ہے اور حضرت علی کے فدک کو بدستور سابق رکہنے کا جواب ہے
اگر جو شیخ نے لکھا ہے اور وہ چار جواب جو تمنے شیعوں کیطرف سے نقل کرکے انکار کیا ہے وہ حقیقت میں بعضی بعضے شیعہ نے اپنی رائے سے تجویز کرکے جواب دئیے ہیں اور وہ سب شیعوں کی طرف سے وہ جواب نہیں ہیں اور سب سے بہتر جواب
تو یہی جواب ہے جو ہمنے لکھا ہے فدک کے ہبہ کی گواہی دینا حضرت علی کا اور جو کچھ کہ تمنے ان چاروں جوابوں کی تردید کی تہی اسکا جواب بہی ہمنے لکھدیا ہے انشاء اللہ کوئی ہماری تحریر کو دیکھیگا تو وہ جان جائیگا
کہ جو کچھ اس شیخ نے تردید کی ہے وہ باطل ہے اور جہوٹ ہی سے کام لیا ہے اور بیشک رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فدک کو ہبہ کیا تہا اور آیندہ سے جو کچھ اس شیخ کے جواب میں ہم لکہینگے اس سے یہ بہی معلوم
ہو جائیگا کہ پیغمبر خدا صلعم کے ترکہ میں وراثت جاری ہو سکتی ہے جب یہ بات محقق ہو گئی اور غرض جو کچھ ہم لکہینگے اس سے ہر دانا اور نادان کو معلوم ہو جائیگا کہ روایت متنازع فیہا بہت درست اور واقعی ہے
اہل سنت کے اکابر محققین نے اسکو روایت کیا ہے اور باعتبار درایت اور باعتبار قوانین روایت وہ روایت بہت صحیح اور درست ہے اور انکار اس شیخ نجدی کا اس سے بیجا ہے **قال الشیخ الاشعری**
علی ہذا القیاس مامون عباسی کے زمانہ میں اولاد حسنین کا بنسبت فدک دعوی کرنا اور اسکا دو سو علما اہل سنت کو جمع کرکے در بارہ فدک استفسار کرنا الی غیر ذلک بمنزلہ خیالات بوستان خیال و رکتاب باغ و بہار
ہے اگر سر بسر غلط نہیں تو مثل مرویات صحیحہ بالکل صحیح بہی نہیں اتنی بات بیشک ظہور میں آئی کہ مامون عباسی نے بوجہ میلان تشیع فدک اولاد حسنین کو حوالہ کردیا القصہ جب ان فسانوں کا جہوٹا ہونا ثابت ہو گیا
تو دعوی ثبوت ہبہ جسپر مولوی عمار علی صاحب نے بیڑا اٹہاکر عزم اثبات غصب کیا تہا مثل خانہ شیخ چلی کے سوای خیال و کچہ نتہا بنا بنایا ڈہگیا اور بعد ازیں کچھ ضرورت تردید نہ رہی کہ اہل انصاف کیلیے فدک کے
غصب نہونے میں اتنے ہی سامان علم الیقین ہیں اور حضرت شیعہ جنکے لئے انصاف نہیں انکے لیے اسقدر جواب دندان شکن اور قاطع جو ہم لکہہ چکے کہیں ہے **اقول** مامون عباسی نے دو سو علما اہل سنت کو جمع کرکے جو
فدک کا حال ان سے استفسار کیا تہا اور انہوں نے بیان کیا کہ جناب رسول خدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو فدک دیا ہے اور یہ تاریخ آل عباس میں ہے یہ بات سب درست ہے اور اسمیں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ ایک
کرتی ہے اسکو روایت دوسری کتب معتبرہ اہل سنت کی کہ سوا اسکے اور بہت سی کتابوں میں موجود ہے ایسی روایت کہ جسکو کثرت سے علماء اہل سنت بیان کرتے ہوں کیونکر مثل بوستان خیال کی ہو جائیگی ہاں
اگر یہ روایت شیعوں کی کتابوں میں ہوتی اور اہل سنت کی کتابوں میں نہوتی تو کہہ سکتے تہے کہ شیعوں نے یہ روایت بنالی ہوگی اور جبکہ سنیوں کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہوتی تو پہر کیا وجہ اسکے انکار کی ہے
اور مامون نے جو اولاد فاطمہ زہرا کو فدک حوالہ کردیا تہا تو یہی سبب ہے کہ علما اہل سنت کے بیان سے اسکو معلوم ہوگیا تہا کہ فدک حق حضرت فاطمہ کا ہے نہ یہ میلان تشیع سے اور اگر تشیع کی میلان کی جہت سے دیا تو علماء اہل سنت سے پوچھنے
کی کیا احتیاج تہی شیعہ تو کہتے ہی ہیں کہ فدک حق فاطمہ زہرا کا ہے اور ایسا امر واقعی افسانہ کیونکر ہو جائیگا جسکو اسقدر علماء اہل سنت لکہتے ہوں پس معلوم ہوا کہ بنیاد غصب کی بڑی مستحکم ہے کہ اسمیں کسیطرح سے تزلزل
نہیں ہے اور جو کچھ اس شیخ نے دروغ اور واہی اسکے جواب میں لکہا ہے وہ سب رد کردیا اور اہل سنت بر کنار انصاف ہیں ایسے جواب دندان شکن دیکہتے ہیں اور تعصب کے سبب کو رباطنی نہیں سمجہتے اور پہر باز نہیں آتے اور شیخ
کی ایک ناٹک ہی کہے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن با اینہمہ زیادہ اور طریق تنزل مناظرہ میں علامت حقیت ہے تا ہے اسلیے بطور تنزل عرض ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں بسند ضعیف بہی یہ روایت نہیں کہ
بعد وفات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات حضرت فاطمہ زہرا نے دعوی فدک کیا اور حضرت ابوبکر نے انکا دعوی نسنا اور گواہ مانگے اور حضرت امیر المومنین حضرت علی و حضرت ام ایمن یا حسنین رضی اللہ عنہم
کو علی اختلاف الروایات گواہ لائیں اور حضرت ابوبکر صدیق نے بسبب نہونے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے انکی گواہی کو رد کیا یہ سب بالکل بیبنیاد ہے انہیں بزرگواران شیعہ کی ہے کہ ان روایات کو گھڑ کر زاد راہ جہنم تیار کیا اور
سرمایہ لعنت ابدی بہم پہنچایا اور پہر جرات تو دیکہو کہ علماء اہل سنت سے جواب طلب ہے مجال ان بیچاری حدیث میں التماس ہے کہ اہلسنت کا شیوہ نہیں کہ وقت پر جہوٹ بول جائیں انکے مذہب میں تقیہ کے جواز کی بہی کوئی صورت ہوتی تو مضائقہ نتہا اسلیے
جو امور واقعی ہیں اگرچہ ظاہر میں جائے گرفت و محل طعن ہوں اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں مثلاً حضرت فاطمہ زہرا کا میراث کا دعوی کرنا اور حضرت ابوبکر صدیق کا نہ دینا اور قصہ قرطاس و وقوع جمل کہ یہ سب امور واقعی ہیں اور انکے جواب
معقول رکہتے ہیں اگر جہوٹی ہی بات تو جیسے شیعہ وقت پڑے پر چالاکی سے سامنے اپنی مرویات صحیحہ کے بہی انکار کرجاتے ہیں سنی بہی ایسے امور سے انکار کیا کرتے لیکن جو بات اصل سے بے اصل ہے تو اسکو کیونکر سر بر دہر سکیں اس عادت اور دیانت
کو دیکھیے کہ سنیوں کے دین کے خوبی کی حد ہے معتقدان و پیشوایان امامیہ اپنے دین کو بہی خراب کئے اور جہوٹی روایتیں تراش کر سنیوں سے گریبان گیر ہونے لگے سو یہ شیوہ پسند کو جہوٹ ہی نہیں ہے سنکر اطمینان ہوتا ہے الیہم بہی انکی فرو

الی ہی کسی شخص نے کہا ہے کہ جو کچھ شیخ نے لکھا ہے اس میں سب سچ ہے یہ دعوی لغو ہے باشد دروغ اقول تمہارے اقوال سے شیخ کے دروغ ہی ہیں تمہاری تو بات ہی کچھ فائدہ نہیں ہے شیخ کے اعتراض سے ہرگز دفع نہیں ہو سکتا اور یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے
دعوی ہبہ فدک نہیں کیا اور نہ حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن نے گواہی دی ہے بلکہ یہ ان بزرگوں پر شیعہ کا تراشا ہوا ہے یہ لکھنا اسکا بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی دن کو
کہے کہ رات ہے اور یہ شیخ دروغگو جو کچھ لکھتا ہے مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے لکھتا ہے کہ جو کچھ خرابیاں مذہب میں اہل سنت ہند کے جھوٹ لکھ کر ڈالگئے ہیں باعث ان خرابیوں
کے مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس ہیں کہ انہوں نے یہ دروغ صریح لکھا ہے اپنے دین کی حفاظت کے واسطے چنانچہ تحفہ میں لکھتے ہیں کہ جواب از پس طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا رضی
و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن جواب آں طلبیدن
کمال سفاہت است انتہی اگر اس شیخ نجدی نے جھوٹ لکھا تو اسکا کچھ تعجب نہیں ہے کہ کس شمار میں ہے لیکن تعجب ہے شاہ عبد العزیز صاحب سے کہ اتنا بڑا نامی ہو کر ایسا جھوٹ لکھے کہ جس سے
آسمان پھٹ جائے کہ اہل سنت کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ یہ روایت دعوی ہبہ فدک کے اہل سنت کے بہت کتابوں میں موجود ہے از انجملہ چند کتابوں کا نام لکھتا ہوں کہ جن کو
جناب مفتی محمد قلی خان صاحب علی اللہ مقامہ نے تشیید المطاعن میں جو آٹھویں باب مطاعن تحفہ میں لکھا ہے تصانیف عمر بن شیبہ اور محمد مورخ اور ابو بکر جوہری اور مغنی قاضی القضات اور ملل
نحل شہرستانی اور کتاب الموافقت ابن السمان اور معجم البلدان یاقوت حموی اور محلی ابن حزم اور نہایت العقول امام رازی اور تفسیر کبیر اور ریاض النضرہ اور کتاب الاکتفاء اور فصل الخطاب اور مواقف
اور شرح مواقف اور جواہر العقدین اور وفاء الوفا اور خلاصۃ الوفا اور رسالہ سعد الدین سمہودی اور حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی اور صواعق محرقہ اور براہین قاطعہ اور مقصد اقصی
اور معارج النبوت اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور سوا اسکے بہت سی کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت دعوی فدک کی موجود ہے اور بعضی کتابیں تو انمیں سے بہت مشہور اور معروف ہیں کیا
شاہ صاحب کی نظر میں سے کسی کتاب پر بھی نگذری ہوگی کیا کسی کی عقل میں آتا ہے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسا محقق اپنی کسی کتاب میں اس روایت کو نہ دیکھے دیدہ و دانستہ شاہ
صاحب نے یہ دروغ لکھا ہے اور شاہ صاحب کے پیروی سے اس شیخ نجدی نے یہ دروغ لکھا ہے اور نصر اللہ کابلی جسکی کتاب صواقع کا ترجمہ کر کے شاہ صاحب نے کتاب لکھی ہے اور نام اسکا تحفہ رکھا ہے اس نے
بھی انکار اس روایت کا نہیں کیا ہے بلکہ اسکو تسلیم کر کے جواب دیا ہے کیا وقت ترجمہ کرنے اسکی کتاب کے شاہ صاحب کے نظر سے یہ روایت نگذری ہوگی معاذ اللہ کیسا جھوٹ لکھا ہے شاہ صاحب نے
تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے اسکی ساری کتاب کا ترجمہ کر کے ایک کتاب اپنے نام سے نامزد کی اور اس امر کی اسکی تقلید نکی اور صواقع میں نصر اللہ کابلی نے لکھا ہے کہ ساتواں طعن یہ ہے کہ منع کیا فاطمہ کو
فدک سے اور حال یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا کہ میرے باپ نے مجھکو فدک ہبہ کیا ہے پس ابو بکر نے تصدیق نکی فاطمہ زہرا کی پس لائیں وہ گواہ اس ہبہ کے پر علی اور ام ایمن کو پس رد کیا شہادۃ
انکی کو پس غضب میں آئیں فاطمہ زہرا اسوقت اور حال یہ ہے کہ فرمایا ہمارے رسول خدا صلعم نے انکے حق میں کہ فاطمہ جگر پارہ میری ہے جو کوئی اسکو غضب میں لاوے وہ مجھکو غضب میں لایا
اور صاحب صواقع اس اعتراض کو باطل کہتے ہیں اور اسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ شے موہوبہ موہوب کی ملک نہیں ہوتی مگر بعد تصرف موہوب کے کہ اسکے قبضہ میں آوے اور رسول الہی تصرف میں
رہا صرف کرتے تھے جسطرح چاہتے تھے یہانتک کہ وفات پائی سو دیکھو کہ صاحب صواقع نے جواب تو اسکا لکھا مگر انکار دعوی فدک کا نہیں کیا اور شاہ صاحب کس جرأت سے لکھتے ہیں کہ دعوی ہبہ
فدک کسی کتاب میں نہیں اور جن کتابوں کا ہمنے حوالہ دیا ہے ان سب روایتوں کے نقل کرنے میں تو بہت طول ہوتا ہے مگر بعضی کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں عبد الکریم شہرستانی نے
کتاب ملل نحل میں لکھا ہے کہ الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی و دعوی فاطمۃ علیہا السلام وراثۃ تارۃ و تملیکا اخری حاصل یہ کہ خلاف
تیسرا فدک کے مقدمہ میں اور وراثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دعوی فاطمہ کا ہے جو پیغمبر پر اور آپ پر سلام وراثت میں کبھی اور تملیک میں کبھی اور قاضی القضاۃ نے مغنی میں لکھا ہے
لسنا ننکر صحۃ ما روی من ادعائہا فدک فاما انہا کانت بیدہا فغیر مسلم بل لو کانت فی یدہا لکان الظاہر انہا لہا فاذا کانت فی جملۃ الترکۃ فالظاہر انہا میراث واذا کان کذلک
فغیر جائز لابی بکر قبول دعواہا حاصل یہ ہے کہ نہیں انکار کرتے ہیں ہم صحیح ہونے ادعای فاطمہ کا فدک کو لیکن فاطمہ کے قبضہ میں تھا یہ ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ اگر فاطمہ کے ہاتھ میں وہ ہوتا تو ظاہر یہ تھا کہ وہ انکا ہی
ہے پس جسوقت وہ جملہ ترکہ میں حضرت صلعم کے ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ میراث ہے اور جسوقت ایسا ہوا تو ابو بکر کو جائز نہیں ہے قبول کرنا دعوی فاطمہ کا اور اسجگہ قاضی القضات لکھتا ہے کہ
حضرت کا میراث ہے اور ابو بکر نے روایت بنائی کہ پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا اور ترکہ حضرت کا میراث نہیں ہے اسواسطے یہ شیخ نجدی لکھیگا کہ ترکہ حضرت کا میراث نہیں ہے بلکہ صدقہ
ہے اور ابن حجر جو کہ تعصب میں تمہر سے زیادہ سخت ہے صواعق محرقہ میں لکھتا ہے کہ ودعواہا انہ نحلہا فدکا لم تأت علیہا الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی انہا فی قبول شہادۃ
الزوج لزوجتہ خلاف بین العلماء یعنی اور دعوی اس فاطمہ کا کہ تحقیق بخشا ہے رسول خدا نے اسکو فدک لائی وہ اس پر گواہ مگر علی اور ام ایمن کو پس کامل ہوئے مقدار
گواہوں کی کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں علاوہ اسکے یہ ہے کہ تحقیق قبول کرنا گواہی شوہر کی بیوی کے حق میں خلاف ہے درمیان علماء کے اور اسکے بعد لکھتا ہے کہ گمان کرنا
اس امر کا کہ حسن اور حسین اور ام کلثوم نے گواہی دی یہ باطل ہے علاوہ اسکے یہ ہے کہ ... قبول نہیں ہے اور بعد اسکے کہتا ہے کہ زید بن علی نے اور جنکو علم کو بہت پسند کیا
اور کہا کہ اگر میں ابو بکر کی جگہہ ہوتا تو یہی حکم کرتا کہ اسنے ... کے دعوی کو رد کیا اور یہ قول زید کا بہت ... نہیں ... حضرت کے جسکے

قول — شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس طعن میں تمسک کیا ہے اُس میں لکھا ہے عن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیہ قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وهبها لی
قال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکن رایت رسول اللہ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها قوتکم فما تصنعین بہا یعنی عبد اللہ سے
روایت ہے کہ آئی فاطمہ طرف ابوبکر کے پس کہا کہ دی تو مجھکو فدک کہ رسول خدا صلعم نے ہبہ کیا ہے مجھکو کہا ابوبکر نے کہ سچ کہتی ہے تو اے دختر رسول خدا اور لیکن دیکھا ہے میں نے رسول خدا کو کہ تقسیم کرتے تھے
اُسکو پس دیتے تھے فقیروں اور مسکینوں اور مسافروں کو بعد اسکے کہ دیتے تھے تمکو اُس میں سے کھانا تمہارا تو کیا کریگی اُسکو اور تفسیر کبیر میں تفسیر آیہ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم میں لکھا ہے کہ فلما
مات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ادعت فاطمۃ رضی اللہ عنہا انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان نحلہا فدک فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ انت اعز الناس علی فقرا واحبہم الی غنی لکنی لا اعرف صحۃ قولک
ولا یجوز ان احکم بذلک فشہد لہا ام ایمن و مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاصل یہ کہ جسوقت وفات پائی رسول خدا صلعم نے تو دعوی کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہ تحقیق بخشا
تہا رسول خدا صلعم نے اسکو فدک پس کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ کو کہ تو زیادہ عزیز ہے مجھکو فقیری میں اور زیادہ دوست ہے مجھکو تونگری میں لیکن نہیں جانتا میں تیری قول کی صحت کو اور
مجھکو جائز نہیں ہے کہ حکم کروں میں اسپر تجھکو پس گواہی دی واسطے فاطمہ کے ام ایمن نے اور رسول خدا صلعم کے چیلی نے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ ابوبکر نے دوسرا گواہ طلب کیا کہ جسکی گواہی شرع میں
جائز ہو جب نہوا دوسرا گواہ تو ابوبکر نے جاری کیا جسطرح سے کہ رسول خدا صلعم جاری کرتے تھے اور شرح مواقف میں لکھا ہے فان قیل ادعت فاطمۃ انہ نحلہا ای اعطاها فدک نحلۃ وعطیۃ
وشہد علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شہادتہم فیکون ظالما قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیۃ لان شہادۃ الولد لا یقبل لاحد ابویہ ولا جدہ عند اکثر
اہل العلم وایضا کانا صغیرین فی ذلک الوقت واما علی وام ایمن فلقصورہما عن نصاب البینۃ وہو رجلان او رجل وامرأتان حاصل یہ کہ اگر کہا جاوے کہ دعوی کیا فاطمہ نے اسکا کہ رسول خدا صلعم نے بخشا
اُسکو یعنی دیا ہے اسکو فدک بطور بخشش کے اور گواہی دی علی نے اور حسن نے اور حسین نے اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے کہ ام ایمن نے گواہی دی پس رد کیا ابوبکر نے گواہی انکی کو پس ہوگا ابوبکر ظالم
کہیں گے ہم جواب میں کہ لیکن حسن اور حسین رد کئی فرع ہونیکی جہت سے کہ وہ فرزند فاطمہ کی تھے اسواسطے گواہی فرزند کی نہیں قبول کیجاتی واسطے باپ اور ماں اور دادا دادی اسکے کے نزدیک
اکثر صاحبان علم کے اور یہ بھی ہے کہ وہ صغیر السن تھے اسوقت میں اور لیکن علی اور ام ایمن رد ہوئی گواہی انکی اسواسطے کم ہونے نصاب گواہوں کے کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں اور صلاح الدین
رومی نے حاشیہ میں شرح عقاید نسفی کے لکھا ہے کہ من منع الارث وفدک بالنحلۃ وقع بین فاطمۃ وابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم معہ مدۃ حیاتہا حاصل یہ کہ منع کرنے ارث اور بخشش فدک
سے واقع ہوا درمیان فاطمہ اور ابوبکر بغض اور نزاع اور نہ کلام کیا فاطمہ نے ہمراہ ابوبکر کے اپنی زندگی کے مدت میں اب اہل انصاف انصاف فرمائیں اور دیکھیں کہ اہل سنت کی کتابوں سے دعوی
کرنا حضرت فاطمہ کا ہبہ فدک کا ثابت ہے یا نہیں اور کسقدر کتابوں میں لکھا ہے اور یہ شیخ بالکل انکار کرتا ہے اسی طرح سے اسکی سب تحریروں کو قیاس کرنا چاہئے کہ ہر جگہ یہ ایسا ہی دروغ لکھتا ہے اب دیکھو
جہنم کس نے اپنے واسطے تیار کیا ہے اس روایت کو لکھکر وہ علما اہل سنت سے ہیں جنہوں نے روایت لکھی ہے اور یہ شیخ نجدی لکھتا ہے کہ یہ روایت شیعوں نے لکھی ہے اب کوئی اسکے منہ پر تھوکے اور کہے کہ اے ناصبی ملعون
یہ روایت تیری کتابوں کی کیا نہیں ہے ان لوگوں کی نفرین کر کہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں روایت لکھی ہے اور شیعوں کو دلیر کردیا ہے اعتراض کرنے پر کیا ان سب کتابوں میں بھی شیعوں نے یہ روایت
داخل کردی ہے یا یہ سب کتابیں بھی بطور بیاض کے تصنیف ہوئی ہیں کیسے عاجز ہیں اہل سنت شیعوں کے مقابلہ میں کہ کچھ جواب شافی اُنسے نہیں بن پڑتا بجز اسکے کہ کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں
یہ روایت داخل کردی ہے یا اپنی سب کتابوں کو بیاض مقرر کریں بھلا یہ عقل میں بھی آتا ہے کہ شیعہ اہل سنت کی تمام کتابوں میں اپنی روایت کو داخل کردیں اور اہل سنت کو اُس روایت کے نکال ڈالنے
کی اُن کتابوں سے قدرت اور مہلت نہو اور اسطرح سے داخل کریں کہ صاف نسخہ کوئی بھی باقی نرہے اور جسوقت کہ اہل سنت کی تصنیفی کتابوں میں یہ موجود ہو تو اسکا جواب ہم اُنسے طلب نکریں تو کیا یہود اور
نصارا سے طلب کریں اور دیکھو وقت پڑی پر اہل سنت جھوٹ بول پڑے یا نہیں کہ اسقدر کتابوں کا انکار کیا اور تقیہ کرنیکو تو اہل سنت کی بہت کتابوں میں لکھا ہے زبان ہی سے یہ انکار کرتے ہیں مفتی
محمد قلی خاں صاحب اعلی اللہ مقامہ نے رسالہ تقیہ میں پچاس دلیلیں تقیہ کی اہل سنت کی کتابوں سے لکھی ہیں اور وہ چھپ گیا ہے جو چاہے دیکھ لے اور تقیہ سے انکار کیا تو کیا ایک اور بات بھی جوڑ لی کہ
شیعوں نے ہماری کتابوں میں اپنی روایتیں داخل کردی ہیں اور دعوی میراث اور قضیہ قرطاس سے بھی تو انکار کرتے ہیں کہ اسکی کچھ اصل نہیں ہے ملاحظہ کر ازالۃ الغین اور اثارۃ العین کو مولوی حیدر علی
کے اور اسی لئے مولوی حیدر علی کفش فروش نے بخاری اور مسلم کو غیر معتبر ٹھیرایا ہے کہ اُنمیں وہ ایتیں فدک اور قرطاس کے لکھی ہیں اور لکھا ہے کہ ان دونوں کتابوں میں دو سو اور دس ایتیں ضعیف داخل ہیں اور
اکاذیب اور دروغ کو شامل ہیں اور جواب تم کیا دوگے ایسی ہی تمہاری جواب ہیں کہ جو جواب دیدیے ہو کہ اپنی کتابوں کی روایتوں کا انکار کرتے ہو اور اب دیکھو شیعہ جھوٹ بولتے ہیں یا سنی جھوٹ بول
رہا ہے کہ اسقدر کتابوں کی روایت کا انکار کرتا ہے یہ تو بتلاؤ کسی شیعہ نے انکار کونسی روایت کا اپنی کتاب کی کیا ہے اس طرح سے کہ ہماری کتابوں میں روایت نہیں لکھی ہے البتہ جسکی اصل نہو اسکا انکار
کرینگے جیسے کہ کتاب منہاج السالکین کہ نصراللہ کابلی نے جی سے جوڑکر شیعوں کی طرف منسوب کردی ہے اور شاہ صاحب نے اُسکی پیروی کی ہے اور یہ روایت بے اصل کیونکر ہے جسوقت کہ اسقدر اپنے
محققین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہو اور یہ کام اہل سنت ہی کا ہے کہ مکر اور فریب کا کہ اپنی مقتدا اور پیشوا تو روایتوں کو اپنی کتابوں میں لکھیں اور وہ اُن روایتوں کو جھوٹ مقرر کر کے شیعوں سے گریبان
گیر ہوں اب دیکھو تو میں سچا ہوں یا تو سچا ہے اس مقدمہ میں اب جھوٹے پر لعنت کر اور کہہ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور دیکھ تو اطمینان اپنا جھوٹ سے تونے کیا ہے یا ہمنے معلوم ہوا کہ تمہاری

سبب کو دروغ ہی سے فروغ ہے اگر دروغ تمہارے مذہب میں نہوتا تو اکثر اہل سنت جو کہ منصف ہیں شیعہ ہو جاتے **قال الشیخ الاشعری** کہ یہاں بخاطر اہل صدق اس روایت کے غلط ہونیکی دو دلیلیں بیان کرتا ہوں ایک سنیوں کی طرف سے ایک شیعوں کی طرف سے سنیوں کی طرف کی دلیل تو ایسی ہے کہ جس سے اپنے دل کا تردد رفع ہو جاوے اور دشمن کا اعتراض دفع ہو جاوے سو وہ یہی روایت مشکوۃ ہے جس میں عمر بن عبدالعزیز کا فدک کو بدستور سابق کر دینا مذکور ہے اس روایت کے صحت و شہرت کیطرف پہلے بھی اشارہ گزرا اور اب بھی کہتا ہوں کہ مشکوۃ کی شہرت تو سبھی کو معلوم ہے اور ابوداؤد جو اس روایت کا ماخذ ہے وہ خود صحاح ستہ میں سے ہے بالجملہ یہ روایت صحیح سنیوں کی کتابوں میں موجود ہے پھر جو حدیث اسکے مخالف ہو اور بھی ایسی کہ نہ اسکی سند اسکی سند کی ہمسر اور نہ اسکا ماخذ اسکے ماخذ کی برابر ہو ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی پھر اسکے بعد اگر کوئی کہے کہ سنیوں کی کتابوں میں بطریق صحیح ایسی حدیث موجود ہے جس سے ہبہ فدک کا ثابت ہوتا ہے تو نادان ہی سنکر یقین کریگا کہ یہ بات غلط ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ معنی ہونگے کہ بطور تردید کے جیسے اسباب تبلانے کے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے اس روایت کو کسی کتاب میں داخل کیا ہوگا یا کسی نے اپنی بیاض میں اور رطب و یابس کے ساتھ اس روایت کو بھی داخل کر دیا ہوگا کہ بعد میں نظر ثانی کر کے صحیح غلط میں امتیاز کر دی جاوے سو علماء شیعہ نے بوجہ چالاکی اور غلط اندازی ایسے موقع سے اس قسم کی روایات کو چن لیا ہے **اقول** یہ روایت مشکوۃ کی جو سراسر موضوع ہے پہلے اس سے لکھ چکا اور ہم اسکو ذکر کر آئے ہیں اور ثابت کر آئے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہ راوی اسکا جو عبداللہ بن الجراح ہے وہ کثیر الخطاء ہے اور کمال دانشمندی اہل سنت کی یہ ہے کہ جو شیعوں کے مقابلہ میں اپنی کتاب کی روایت موضوع کو پیش کریں کل کو کوئی اور روایت اس مضمون کی پیش کرینگے کہ خلفاء ثلاثہ حق پر تھے تو ہم اسکو کیونکر تسلیم کرینگے اور اگر یہی دستور ہو کہ مناظرہ میں اپنی روایت کو پیش کریں تو ہم کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں خلفاء ثلاثہ سے تبرا کرنا آیا ہے تم اسکو تسلیم کرو اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک کتاب کی روایت کتب کثیرہ کا مقابلہ کرے بڑے بڑے محققین امام رازی اور محقق شریف اور ابن حجر وغیرہ کیا اس روایت کو نہیں جانتے تھے جو انہوں نے برخلاف اسکے لکھا اور اس روایت موضوع پر نظر نہ کی یہی سبب ہے کہ جو یہ روایت موضوع تھی اسواسطے انہوں نے اسکی طرف توجہ نہ کی ایک عبداللہ بن الجراح کثیر الخطاء کی روایت کو کوئی پھر تلا ہے اور بڑے بڑے محققین نے مثل حاکم اور ابن نجار اور بزار اور ابویعلیٰ اور ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم وغیرہ کی جو ابوسعید خدری سے ہبہ کی روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے بموجب حکم خدا فاطمہ زہرا کو فدک دیا اس پر نظر ہی نہیں ہے اور ایسا کون بیوقوف ہوگا کہ انکی کتابوں کی روایت کو چھوڑ کر ایک کتاب کی روایت موضوع پر عمل کریگا اور انجیل تو مشکوۃ سے بھی زیادہ مشہور ہے کل کو نصرانی کہنے لگیں کہ اسمیں تین خدا لکھے ہیں اور اسکے برابر کسکی سند صحیح ہوگی بلکہ وہ خدا کا کلام ہے پس چاہیے کہ مسلمان اسکو تسلیم کریں اور مقر اسیطرح سے اس شیخ کو بھی بسبب جواب بن نہیں پڑتا ہے تو ایسے ایسے دروغ تراشتا ہے کہ کسی طرح مخلصی ہو جاوے اور مخلصی ہو نہیں سکتی اسواسطے کہ اگر کچھ جواب معقول ہو تو مخلصی ہو اب یہ کہتا ہے کہ اگر صحیح بھی ہو تو بطور تردید کے ہوگا یہ مضمون اس نے کئی مرتبہ لکھا ہے اور ہم اسکو رد کر آئے ہیں لیکن صاحبان انصاف ملاحظہ کریں ان کتابوں کو اور کئی کتابوں کی عبارت میں نے نقل بھی کی ہے دیکھیں کہ یہ روایت دعویٰ ہبہ فدک کی کیا بطور تردید کے لکھی ہے اور کیا کسی نے لکھا ہے کہ یہ روایت غلط ہے بلکہ بجز تسلیم دعویٰ ہبہ کے اور کچھ نہیں لکھا لیکن تسلیم کر کے دعوے کو جواب اسکا البتہ دیا ہے اور یہ کتابیں ایسی بھی نہیں ہیں کہ بطور بیاض کے لکھی ہوں اور انکے مصنفوں نے یہ ارادہ کیا ہو کہ بعد اسکے نظر ثانی کر کے صحیح غلط میں امتیاز کر دینگے جو کچھ کہتا ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے بے سند اور بے دلیل کہتا ہے اگر یہی بات ہو تو اہل سنت کی کسی کتاب کا اعتبار نہو۔ یہ نزد توریت اور انجیل کے ہو جائیں اور ہر روایت میں احتمال وضع اور غلطی کا ہو اور اہل سنت کا عمل کرنا ان کتابوں پر باطل ہو **قال الشیخ الاشعری** دوسری دلیل شیعوں کیطرف سے جس سے وہ الزام کہائیں اور خاموش ہو جائیں سو وہ ہے علی کا فدک کو بدستور سابق فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرنا اور آپ نہ لینا اور حضرت زہرا کے وارثوں کو نہ دینا جسکو شیعہ بھی تسلیم رکھتے ہیں اور اسکے واقعی ہونیسے انکار نہیں کرتے چنانچہ اسکی تحقیق اوپر گزر چکی ہے اور یہ بھی گزر چکا کہ شیعوں نے اسکے عذر میں ہر چند بہت سے ہاتھ مارے لیکن سب بیکار گئے بالجملہ اس قضیہ مسلم الثبوت طرفین اور نیز روایت مشکوۃ سے ہبہ کا متحقق ہونا سراسر بہتان اور غلط ہے پھر کیا امکان کہ سیدۃ النساء جگر گوشہ رسول اللہ صلعم سے جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں ایسا دعویٰ دروغ بایں بزرگی سرزد ہو اور پھر حضرت علی اور حضرت حسنین جو باعتبار طرفین یا معصوم ہیں یا محفوظ شہادت زور جو ہمسنگ کفر ہے ایسی بر ملا علی الاعلان ادا کریں

اقول یہ دلیل کونسی ہے شیعوں کی طرف سے کیا شیعوں کی کتابوں میں کوئی ایسی روایت ہے مشکوۃ کی سی جس سے ثابت ہو کہ ہبہ نہیں کیا اور یہ مقدمہ دستور سابق باقی رکھنے کا تو متنازع فیہا ہے اور یہ مقدمہ باطل نہیں کرتا ہے اس روایت کو جو کہ کتب کثیرہ میں آئی ہے ہبہ کی بابت اور اگر حضرت علی نے بدستور سابق باقی رکھا ہے تو کسی مصلحت سے باقی رکھا ہے جیسے کہ رسول خدا صلعم نے خانہ کعبہ کو دوبارہ نہیں بنایا اور بدستور باقی رکھا ایک مصلحت سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور شیعہ ہرگز الزام کہا کر خاموش نہیں ہوتے ہیں بلکہ جواب معقول دیتے ہیں مثل تمہارے کہ جب جواب نہیں آتا ہے تو اپنی صحیح روایتوں کا انکار کرتے ہو اور جواب تو ہم سب باتوں کا لکھ آئے ہیں لیکن ایک مقدمہ کہ یہ شخص بار بار لکھتا ہے اسکا کیا علاج اور ہمکو بار بار جواب دینا پڑتا ہے لیکن ہم بھی اجمال یا تفصیل سے خبر لیتے ہیں اور مسلم الطرفین تو یہ کیا بہت امور سوائے اسکے ہیں عمر کا جناب رسول خدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہنا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا اپنے باپ کی میراث طلب کرنا اور ہبہ کا مدعی ہونا اور اکثر صحابہ کا عائشہ اور معاویہ کیطرف ہو کر حضرت علی کے درپے قتل ہونا اور سوائے اسکے بہت امور ہیں اور مشکوۃ کی روایت تو بالکل غلط اور وضعی ہے اسلئے اس ہبہ فدک کا وقوع میں آنا بروایت اکثر کتب اہلسنت صحیح اور متحقق ہے اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے وہ باطل اور غیر معتبر ہے اور فاطمہ زہرا کا دعویٰ دروغ نہیں ہے انکے دعوے اور شہادت ادا کرنے علی اور حسنین اور ام ایمن کی بڑے بڑے محققین نے لکھا ہے مثل امام رازی اور محقق سید شریف اور ابن حجر اور محمد پارسا اور سید نور الدین سمہودی اور محب طبری وغیرہ محققین اہل سنت کے اور اب تو حضرت فاطمہ کو دروغ دعویٰ کرنیوالی کہتا ہے کل کو

جناب رسول خدا صلعم کو کہنا اور شہادت زور کہ جو صریح کفر ہے وہ اُنکو واسطے مقرر کرنا اسواسطے کہ اس دعوی میں تو شبہ نہیں ہے کہ اکثر علما اسکو لکھتے ہیں اسکا انکار کرنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن
کی آیت کا انکار کرنا جب ایسے امر کا آدمی انکار کرے تو جیسے کو دروغگو کہنے میں بھی تامل نکریگا اگر تو اپنے علما کو جنہوں نے یہ روایت لکھی ہے دروغگو اور شہادت زور دینے والا لکھتا تو بہتر تھا
اس سے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کو جھوٹا دعوی کرنیوالی اور حضرت علی اور حسنین کو شہادت زور ادا کرنیوالا کہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال یہ روایت سنیوں کی کتابوں میں اصلا موجود
نہیں ہے شیعوں کا افترا اور بہتان ہے بہر ایسی روایتوں سے سنیوں کے الزام کے درپے ہونا اور اُنسے اسکا جواب طلب کرنا کمال غباوت اور عین حماقت کی دلیل ہے باقی یہ جو مولوی صاحب نے نو دس کتابوں کے
نام لکھدئیے ہیں تو وہی تدلیس کیا ہے اور شیعوں کی دغا اور فریب کی بابت جو مولوی صاحب کو سینہ بسینہ پہنچی ہے اور ہمنے بحوالہ تحفہ اشارہ کیا جسکا یہ مضمون ہے کہ شیعہ اکثر اپنے مطلب کی باتیں کمیاب
نادر الوجود کتابوں سے نقل کردیتے ہیں علاوہ اسکے ان کتابوں میں اُس بات کا نشان بھی نہیں ہوتا اور اگر ایک دو نسخہ میں کسی کتاب کی یہ روایت ہوئی بھی تو وہ ملحق الیہی ہی غالباً انکی الحاقی
ہے کیونکہ انکی ایک یہ بھی عادت ہے کہ کتب غیر مشہورہ میں جو خال خال ملتی ہیں اکثر روایات اپنے مذہب کے یا اپنی آپ تراش کر داخل کردیتے ہیں چنانچہ تحفہ ہی کے حوالہ سے یہ بات بھی مفصل
مرقوم ہوچکی ہے اور اگر فرض کیجے کہ ان سب کتابوں کے سبھی نسخوں میں یہ روایت ہے تو اہل سنت کا اثبات جب ہو کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے التزام کیا ہو کہ جو کچھ ہم ان کتابوں میں درج کرینگے
صحیح صحیح درج کرینگے ضعیف اور موضوع درج نکرینگے سو یہ بات کا ثابت ہونا تو معلوم البتہ معاملہ برعکس ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ اصول حدیث کی آخر میں جو مشکوۃ مطبوعہ مطبع دہلی
کے اول میں لگا ہوا ہے یوں رقم فرماتے ہیں کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں کوئی پچاس کتابوں سے زیادہ کتابوں کی حدیثیں جمع کی ہیں اور پھر اسمیں صحیح حسن ضعیف کے
قسم کی حدیثیں لائی ہیں اسی پر اور کتابوں کو بھی قیاس کر لیجے مشتے نمونہ خروارے قیاس کن ز گلستان من بہار مرا الغرض ان کتابوں کے مصنفوں نے یہ التزام نہیں کیا کہ انمیں
بجز صحاح کے ضعیف حدیثیں داخل نکرینگے اور یہ بات ویسی ہی تو ظاہر ہے اگر یوں بات ہوتی تو ان کو بھی بمنزلہ صحاح ستہ سمجھتے اور صحاح میں داخل رکھتے اور اگر فرض کیجے کہ انکے مصنفوں
نے اپنی طرف سے التزام ہی کیا تھا کہ بجز صحیح اور قسم کی روایت انمیں درج نکرینگے تب بھی اطمینان کے قابل نہیں کیونکہ اہل سنت کے نزدیک صحت و ضعف حدیث کے باب میں ایک
آدمی کا کہنا نہیں چلتا کیونکہ بسا اوقات ہوتا ہے کہ آدمی غلطی کہا جاتا ہے اسلئے ان امور میں ضرور ہے کہ اگر سب محدثین کا اتفاق بھی نہو تو اکثر تو اسکی صحت کے یا ضعف کے قائل ہوں
اور یہ بات تو شہادت عقل ضروری ہے دوم یہ بہت سے شیعہ خبیث باطن نے بوجہ تقیہ متورع اور متقی بنکر اول تو اپنا اعتبار پیدا کیا اور پھر محدثین اہل سنت کی خدمت میں رہکر اُنسے صحیح
حدیثیں روایت کیں اور اُنہیں سندوں سے اپنے مطلب کی باتیں بھی اُنکے ساتھ ملا کر عالم میں پھیلا دیں اور بوجہ تقوی ظاہر اور پردۂ تقیہ میں پیچ اُنکا چل گیا اکثر ثقات نے بھی
اُنکو متورع اور متقی گمان کرکے اُنکی روایتیں قبول کر لیں اور بوجہ حسن ظن اُستاد کو ثقہ سمجھا اور سوا اسکے اور بھی اساتذہ کو ائمہ حدیث پایا اسوجہ سے اُنکی روایات کو منجملہ صحاح سمجھا
اور اس دغا میں آگئے گو متاخرین نے بامداد خداوندی اس دغا کو سمجھا اور اُن حدیثوں کو موضوع قرار دیا اور مردود و متروک ٹھیرایا **اقول** دیکھو جواب نہیں آتا ہے تو یہ شیخ کیسے ہاتھ پاؤں
مارتا ہے اور کیسی جہل کی باتیں کرتا ہے اگر راست گو ہوتا تو ایک بات کہتا کبھی تو کہتا ہے کہ ہماری کتابوں میں یہ روایت اصلا موجود نہیں ہے اسوقت تو حکم لگا دیا نہ چاہئے تھا کہ اسی پر
مدار رکھا ہوتا اور اسپر اطمینان نہیں تو کہتا ہے شیعوں نے ہماری نادر الوجود کتابوں میں یہ روایت داخل کردی ہے اور اسپر بھی اطمینان نہیں تو اس روایت کا اقرار کرکے کہتا ہے کہ ہماری کتابیں
بطور بیاض کے ہیں اور کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ کہتا ہے اور فہمیدہ آدمی یہیں سے دریافت کرسکتا ہے کہ جواب اس سے کچھ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ طرح طرح کی باتیں بناتا ہے اور یہ جو کہتا ہے
کہ ہماری کتابوں میں یہ روایت اصلا موجود نہیں ہے اسکا جواب تو ہم دے آئے ہیں اور پچیس کتابوں کا حوالہ ہمنے دیا ہے جب اسقدر کتابوں میں موجود ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہے اور اسکا
جواب ہم اہل سنت سے نہ پوچھیں تو اور کس سے پوچھیں کتابیں تو تمہاری اُنکی ہی یہ روایت اور پھر جو لکھتا ہے کہ ہم سنیوں سے پوچھتے ہیں تو بڑے سفیہ اور احمق ہیں اور بڑے مکار اور فریبی ہیں لوگ
کہ جو ایسی باتیں لکھتے ہیں اور مولوی صاحب نے جو نو دس کتابوں کا نام لکھا تھا یہ محض تحقیقی ہے اور اُن کتابوں میں موجود ہی کتابوں کا حوالہ دینے والیکو دغا باز اور مکار نہیں کہتے ہیں اور
مکار اور دغا باز تو یہ ہے کہ جو اپنی کتابوں کی روایت کا انکار کرتا ہے اور جواب دینے سے عاجز ہوتا ہے تو بیجا و سخت کہنے لگتا ہے تیرے برابر بھی پاجی دنیا میں کوئی نہو گا اور مولوی صاحب نے تو دس
کتابوں کا نام لکھا تھا میں نے پچیس کتابوں کا حوالہ دیا ہے اور تو بھی دروغگو ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی دروغگو ہیں کہ ایسی بے سروپا باتیں لکھکر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور میں نے
نادر الوجود کتابوں سے نہیں لکھا ہے وہ کتابیں بہت مشہور ہیں جیسے کہ تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ وغیرہ اور دیکھ لے اُن نسخوں کو کہ بلکہ یہ روایت انمیں ہے کہ نہیں اور
وہ ایک دو نسخہ نہیں ہیں پچیس کا تو حوالہ میں نے دیا ہے اور سوا اسکے اور بہت ہیں اور غیر مشہورہ نہیں ہیں سب میں موجود ہیں اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں ایسی کتابوں میں شیعہ اپنی
روایت کیونکر داخل کرینگے اور تحفہ کا حوالہ دینا نہایت غلط ہے اسواسطے کہ اُسکے مصنف شاہ عبد العزیز صاحب جو بڑے کاذب ہیں اُنکا امتحان ہوچکا ہے اُنکی تحریر کا ہرگز اعتبار نہیں ہے کتب کثیرہ
کا انہوں نے انکار کیا کہ روایت انمیں نہیں اگر کہتے کہ یہ روایت معتبر نہیں ہے تو بھی گنجایش تھی لیکن اُنہوں نے تو ایسا دروغ لکھا ہے کہ جسکی انتہا ہی نہیں ہے کہ اہل سنت کے کتابوں سے الکار علماء
کیا کہ اصلا کسی کتاب میں روایت موجود نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ بہت کتابوں میں یہ روایت موجود ہے اُنکی کسی تحریر کا اعتبار نہیں ہے یہیں سے اُنکی سب اقوال کا قیاس کرنا چاہیے قال

بلکہ ستایش من بہا یہ امر اور ہمارے نزدیک تو واسطے حجت پکڑنے کے اہل سنت کی سب روایتیں صحیح ہیں اس واسطے کہ جامع اُنکے سنی ہیں اور راوی بھی اُنکے سنی ہیں اور تقیہ کو اس
شیخ کے نزدیک گنجایش نہیں ہے اور ہمکو اس سے کیا غرض ہے کہ مصنفوں نے التزام صحیح صحیح روایتوں کے اپنی کتابوں میں درج کرنیکا کیا ہے یا نہیں اور صحاح ستہ میں کیا خوبی ہے
استقصار الافہام جواب منتہی الکلام کو دیکھو کہ کسقدر قدح صحاح ستہ کا اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے اور جمع الجوامع میں اگر سب طرح کی روایتیں ہیں تو کیا ہوا اگر وہم ہو گرفت کرینگے کہ
جلال الدین سیوطی کی وہ کتاب ہے اور جن کتابوں میں یہ روایت متنازع فیہا ہے وہ کتابیں اس قسم کی نہیں ہیں کہ جنمیں سب طرح کی روایتیں ہوں انمیں تو سب روایتیں معتبر اور صحیح ہیں
اور انکے مصنفوں نے وہ روایتیں درج کی ہیں کہ جنکو متقدمین نے صحیح کر کے لکھا ہے سب روایتوں میں سے منتخب کر کے جمع الجوامع پر انکا قیاس نہیں ہو سکتا اور فرض کیا ہمنے کہ کتب
بیاضیہ بھی ہوتی ہیں لیکن متاخرین نے صحیح کو غلط روایت سے تمیز کر دی ہے اور اس روایت متنازع فیہا کو کسی نے غلط نہیں لکھا ہے اگر لکھا ہے تو کہدو کہ کس نے لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز
صاحب کا تو اعتبار نہیں ہے کہ وہ بڑے دروغگو ہیں کہ اسقدر کتابوں کا اُنہوں نے انکار کیا ہے اور حدیث تو اسی واسطے کہ وہ وہی ہیں جنکی پیروی ہے یہ شیخ لکھتا ہے اور جن کتابوں میں یہ
روایت ہے اُنکے مصنفوں نے بیشک صحیح اور معتبر روایتوں کے لکھنے کا التزام کیا ہے کہ یہ لوگ متاخرین میں سے ہیں اور اُن روایتوں کو اپنی کتابوں میں داخل کرتے ہیں کہ جنکو علماء سلف صحیح کر کے
لکھ گئے ہیں اور اس روایت کے لکھنے والے ایک دو آدمی نہیں ہیں بلکہ وہ جماعت بزرگ ہے کہ جنہوں نے یہ روایت لکھی ہے اور شیعہ خبیث نہیں ہیں خبیث وہ شخص ہے کہ جو حق فاطمہ زہرا کے
باطل کرنیکو اسقدر کتابوں کا انکار کرتا ہے اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جو جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی شیعہ سنیوں کا محدث بنکر
سنیوں کو دہوکا دیوے اور اپنی روایت اُنکی کتابوں میں داخل کرے جو علماء شیعہ کہ ایسے امر کی قدرت رکھتے تھے وہ تو مشہور اور معروف تھے وہ ہرگز تقیہ کر کے سنی نہیں بن سکتے تھے کہ اُنکو سب جانتے
تھے اور جو کہ نامی اور مشہور نتھے اُنمیں لیاقت اسقدر نتھی کہ محدث ہو سکیں سب لغو ہے عبد العزیز صاحب کا افترا ہے اپنے مذہب کے حفاظت کے واسطے کہ اُنسے جواب شیعوں کا نہیں ہو سکتا تھا اور جو شیعہ
اہل سنت کی کتابوں میں راوی ہیں اُنکی احادیث کہ وہ مشہور اور معروف ہیں اور علماء اہل سنت اُنکو جانتے ہیں اور اُنکی ثقاہت و صدق کو لکھتے ہیں چنانچہ بعد اسکے مولوی عبد العزیز
کے کلام کے جواب میں تقلیب المکائد سے مرقوم ہوگا لیکن یہ شیعہ تقیہ میں نتھے بلکہ محدثین اُنکے تشیع سے واقف تھے مگر روایت متنازع فیہا اُنسے مروی نہیں ہے اُسکے راوی تو اہل سنت ہی
ہیں اور ہمنے سب باتونکو فرض کیا لیکن یہ بتلاؤ کہ متاخرین نے شیعوں کی داخل کی ہوئی روایتوں کو موضوع ٹھہرایا تو کسی نے اس روایت کو بھی موضوع ٹھہرایا ہے یہ بات مولوی
عبد العزیز صاحب نے کس کتاب سے لکھی ہے علماء سلف کی کتابوں میں سے اور مفصل جواب انشاء اللہ تعالی بعد اسکے آئیگا **قال الشیخ الاشعری** چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ میں
باب مکائد میں مکائد شیعہ کی شان میں رقم فرماتے ہیں کید بست و ہشتم آنکہ جماعت از علماء ایشان خود را از محدثین اہل سنت وانمودہ بعلم حدیث مشغول شدند و از ثقات محدثین اہل سنت
سماع حدیث حاصل کردند و اسانید صحیحہ آنرا یاد گرفتند و بظاہر بحلیہ تقوی و ورع متحلی گشتند تا طالبان را اعتقاد صادق در حق آنہا بہم رسید و اخذ علم حدیث از آنہا شروع نمودند و احادیث صحاح
و حسان روایت کردند و در اثنا روایت ہمان اسانید صحیحہ موضوعات را کہ مطابق مذہب ساختہ بودند نیز در جملہ مرویات جمع نمودند و این کید ایشان راہ بسیاری از خواص اہل سنت را زدہ است
چہ جای عوام زیرا کہ تمیز در میان احادیث موضوعہ و صحیحہ برجال سند است و چون رجال بسبب این دخل و تلبیس متحد شدند تمیز مشکل افتاد و مابہ الامتیاز مفقود گشت لاجرم چون عنایت الہی شامل
علوم اہل سنت بودہ ائمہ این فن بعد از تحقیق و تفتیش این دخل را دریافتند و متنبہ شدند و بعد از انکشاف حلیہ حال طائفہ از ایشان بصنیع اقرار نمودند و طائفہ صریح اقرار نمودند لیکن امارات
اقرار در آنہا قائم شد و با حال آن احادیث در معاجم و مصنفات و اجزاء دائر و سائر است اکثر تفضیلیہ و متشیعین بہمان احادیث تمسک کنند اول کسیکہ این دخل را موجد شد جابر جعفی است
کہ بعد از تحقیق حال او بخاری و مسلم بنا بر احتیاط مطلق مرویات و را از درجہ اعتبار ساقط و مطروح ساختند و ترمذی و ابو داؤد و نسائی با متابعات و شواہد قبول کنند و انچہ او در ان منفرد است
رو نماید و ابو القاسم سعد بن عبد اللہ ابی خلف قمی نیز درین باب گستاد بکار است کثرنا و اتقان اہل سنت بصحبت تلبیس اسانید او گمان بہم نکہ از رجال معتبرین است حالانکہ جنبش نسبت نجاشی
کہ صاحب نقد رجال شیعہ است و از افقہ طائفہ و وجیہ طائفہ قرار دادہ **اقول** محض افترا ہے شیعوں پر اور جن لوگوں کا حال بیان کیا ہے علماء اہل سنت اُنکے تشیع سے ہرگز غافل نتھے
اور اُنکو صادق جانتے تھے اور باوجود انکے تشیع کے قول کو اُنکی معتبر جانتے اور جو عداوت کہ یہ شیخ اور شاہ صاحب شیعوں سے رکھتے ہیں وہ نرکھتے تھے اہل سنت کی روایتوں کے شیعہ راوی تو
ہوئے ہیں اور علماء اہل سنت نے اُنکی روایتوں کو بہر حال منظور رکھا ہے لیکن کسی شیعہ نے باطن میں شیعہ اور بظاہر میں سنی محدث بنکر اپنی روایتوں کو سنیوں کی کتابوں میں داخل نہیں کیا
ہے یہ محض افترا ہے شاہ صاحب کا اور قبول کرنا اُنکی روایتوں کا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے میزان الاعتدال میں ترجمہ میں ابان بن تغلب کے لکھا ہے کہ وہ شیعہ سخت تھا لیکن
بہت سچ گو تھا پس صدق اُسکا واسطے ہمارے ہے اور بدعت اسکی واسطے اسکے ہے ہیں کہا احمد بن حنبل اور ابن معین اور ابو حاتم نے کہ تحقیق وہ ثقہ تھا اور ذکر کیا ہے ابن عدی نے
کہ وہ غالی تھا تشیع میں پھر کہا اگر کہا جائے کہ کیونکر حکم کیا جاتا مبتدع کی ثقاہت کا باوجودیکہ عدالت نفی کرنیوالی واسطے بدعت کے لی گئی ہے تعریف میں ثقہ کے تو کہینگے ہم جواب
میں کہ غلو تشیع میں اور تشیع بلا غلو بہت تھا تابعین میں باوجود اسکے کہ کل اُنکے صاحب دین اور صدق اور ورع تھے پس اگر رد کی جاتی حدیث ان لوگوں کی باوجود کثرت انکی کے

ضائع ہوجائیں احادیث نبوی اور یہ فساد ظاہر ہے اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ القام الحجر لمن زکی ساب ابی بکر و عمر میں لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں اور آخر انہیں سے
ذہبی ہے کہ اپنی میزان میں کہتا ہے بدعت دو قسم کی ہے ایک تو صغری ہے مثل تشیع کے اور یہ بہت تابعین میں اور انکے تابعین میں باوجود دین اور ورع اور صدق کے اور نہیں
رد کی جاتی حدیث انکی اور شیخ عبد الحق دہلوی نے خاتمہ شرح کتاب سفر السعادت میں لکھا ہے کہ ابو الصلت شیعہ ہے لیکن صادق ہے اور بخاری نے اٹھارہ شیعوں سے روایت کی
ہے چنانچہ مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور ان سب کے نام لکھے ہیں اور اسی طرح بہت کتابوں میں شیعوں کا روایت کرنا لکھا ہے لیکن یہ کسی نے نہیں لکھا کہ انہیں نے
کسی نے محدثین اہل سنت میں سے ظاہر کیا ہو اور در پردہ تقیہ کر کے اور محدث بنکر اپنے مذہب کے مفید کوئی روایت داخل کر دی ہو بلکہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ محدثین
انکے روایت کے سننے سے انکار نہیں کرتے تھے اور یہ جو لکھا ہے کہ بعضوں نے اقرار وضع روایت کا کیا اس جہت سے تھا کہ قاضی اسمعیل ناصبی نے مقید کیا حب علی کی روایت کرنے کے
جابر کو تو اس نے اپنی نجات کے لئے اقرار وضع کا کیا اور عبد الحق دہلوی نے شرح خاتمہ سفر السعادت میں لکھا ہے کہ اقرار کرنا وضع کا مفید یقین وضع کا نہیں ہوتا لیکن یہ کہ بخاری کے
زمانہ سے پہلے کا ہے اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے جو مرویات جابر جعفی کو قبول کیا انمیں اسقدر تعصب اور عداوت تھی اور بخاری نے اپنے نصب و عداوت کی جہت سے کہ وہ اہل بیت
علیہم السلام سے دوستی رکھتا تھا اور انکے فضائل کی روایتوں کو بیان کرتا تھا اسکی روایتوں کو قبول نکیا اور اسی جہت سے اپنی کتاب میں خارجیوں سے روایت کرتا ہے اور اس تشدد نصب کے
جہت سے بخاری اہل سنت کے نزدیک زیادہ معتبر بھی ہے غرض یہ ہے کہ کلام تو ہمارا روایت متنازع فیہا میں ہے اور وہ نہ جابر سے مروی ہے نہ ابو القاسم سے اسکے راوی تو رواۃ اہل سنت ہیں اور کسی نے
اس روایت کو وضعی نہیں لکھا ہے اور جن روایتوں کو یہ فرماتے ہیں کہ متشیعین تفضیلیہ انسے تمسک کرتے ہیں وہ روایتیں فضائل اہل بیت کی ہیں باوجودیکہ انکی صحت میں کسی طرح کا
و غدغہ نہیں ہے لیکن عداوت کی راہ سے کہتے ہیں اور شاہ صاحب نے بھی بہت روایتوں کو انکے فضائل کی وضعی یا ضعیف لکھا ہے اور اب ہم بھی مثل شاہ صاحب کے کہتے ہیں کہ
مکائد تحفہ اثنا عشریہ میں سے یہ ہے کہ اسلاف انکی صحاح ستہ کے جمع کرنے میں جو مشغول ہوئے وقت جمع کرنے احادیث صحیحہ کے احادیث موضوعہ متضمن مناقب خلفاء ثلاثہ اور امثال انکے اور شرع
ہونا احکام مبتدعہ کا مثل غسل رجلین اور جواز مسح خفین وضو میں اور تحریم متعہ اور سنت ہونا صلوۃ ضحی کا اور سوا اسکے روایت کیا اور بظاہر اپنے تئیں صلاح اور تقوی سے آراستہ کیا
تاکہ عوام گمان کریں کہ جو کچھ نقل کریں اسمیں تدلیس اور تلبیس نہیں کرتے ہیں اور اس جہت سے حقیت خلفاء ثلاثہ کی اور مشروع ہونا احکام مبتدعہ کا انکے دلوں میں منقش ہوجائے اور اس
کید سے انکی بہت آدمیوں کو جو کہ حقیقت حال سے غافل تھے گمراہ کر دیا **قال الشیخ الاشعری** اب عرض یہ ہے کہ شاہ صاحب کا لکھنا تو آنکھوں کے دیکھنے کی برابر ہے شیعہ سنی سب انکے علم و
تاریخ دانی اور تبحر مذہب طرفین کے قائل ہیں حتی کہ علم اہل سنت تو اپنا علم تھا علم مذہب شیعہ بھی اسقدر رکھتے تھے کہ علماء شیعہ کو بھی میسر نہیں چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ اسکے لئے گواہ موجود ہے لیکن
اگر شاہ صاحب نہ فرماتے کوئی اور یہ بات بھی روایات کا شیعوں کی نسبت یقین بیساختہ ہوجاتا کیونکہ اس تقیہ کی بچہ نے جھوٹ کو انکے لئے حلال طیب کیا واجب و فرض تک کر دیا ہے
لسان المیزان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بہت سے شیعیان نابکار نے کیا منجملہ حارث بن حصیرہ ہے جو اعمش سے روایت کرتا ہے اور اسی قبیل سے حارث بن محمد مکوف ہے اور از انجملہ
حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابو سعید عدوی مصری ہے جو ثقات کے نام سے جھوٹی باتیں روایت کرتا ہے خیر کہاں تک بزرگواران شیعہ کی بزرگی کی تعریف اور مدح میں طول اللسان کیجئے
کہ اس قسم کے مضمون بہت ہی تھوڑے ہیں پر برفع استبعاد اور تسکین خاطر سادہ لوحان کے لیے یہ معروض ہے کہ آیہ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا سے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ
اور کون ظالم ہوگا جنہوں نے اللہ کے ذمہ بھی بہتان لگا دیے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں جو اللہ کے ذمہ طوفان جوڑ لیا کرتے ہیں اور کم عقلوں اور سادہ لوحوں کو مثل
شیاطین راہ سے بے راہ کر دیتے ہیں سو اس امت میں اس فن میں حضرات شیعہ سے زیادہ اور کوئی چالاک معلوم نہیں ہوتا اور کیوں نہو جھوٹ سے انکے دین کا قیام ہے اگر یہ جھوٹ نہ بولیں
تو اور کون بولے سو انکی نسبت جتنا کچھ کہیے تھوڑا ہے بالجملہ کتب مذکورہ میں روایت دعوی فدک ہو بھی تو بوجہ حسن ظن علماء اہل سنت اور تقیہ مکاران مذہب شیعہ لوگوں کی روایت ان سے رہ گئی
پیچھے سے محققین نے گو اسکے بطلان کا اشتہار کر دیا لیکن تاہم کہاں تک پھیلی ہوئی بات کا سمیٹنا چھوٹے تیر کے ہٹانے کی برابر ہے بہر حال وہ روایتیں مشہور ہو گئیں اور مغفلین کو سر اسیر کر دیا
اور شیعوں اور مردمان تفضیلی کے لئے سامان اضلال ہو گئیں جیسے کہ توریت و انجیل کی تحریفات باعث ضلال و اضلال عالم ہو گئیں پر جیسے قرآن مجید نے توریت و انجیل کی
غلطیوں کی اصلاح کر دی اور قسمت والوں کو ظلمات سے نکال کر نور میں پہنچا دیا ایسے ہی روایات صحاح اور تحقیقات محققین اولو الابصار نے بھی ان تحریفات کا تدارک کر دیا اور جنکا مادہ قابل
اصلاح تھا انکو ہدایت کر دی اور ضلالت سے نکال دیا باقی مولوی عمار علی صاحب یا انکے اقران امثال کی اگر اصلاح نہو تو کیا بعید ہے جنکے دلوں پر مہر لگی ہوئی تھی انکے لیے قرآن جیسی
حقانی کتاب سے اصلاح نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کے پابند رہے ایسے ہی مولوی عمار علی صاحب بھی اس بات میں انہیں کے قدم بقدم ہیں اور موافق نقل مشہور
کند ہم جنس با ہم جنس پرواز * کبوتر با کبوتر باز با باز * کذابوں کی روایات پر جم گئے اور اہل صدق کی بات کو نہ مانا سو وہ کیا کریں مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ **اقول**
شاہ صاحب کے لکھنے کا ہرگز اعتبار نہیں ہے انکا امتحان ہو لیا ہے وہ بڑے کاذب ہیں اور انکا لکھنا آنکھوں کے دیکھنے کے برابر اسوقت ہو کہ جسوقت کچھ راست راست بیان کریں لیکن انہوں نے

بڑے بڑی جھوٹ لکھی ہیں جیسے کوئی دستورات کہدی چنانچہ کچھ پہلی ہی گزر لیا ہے اور اُنکے علم وفضل کا ہمکو انکار نہیں ہے لیکن اس علم وفضل پر ایسا دروغ زیب نہیں دیتا اور شیعوں کے مذہب
تو وہ کیا آگاہ ہوتے نصر اللہ کابلی کی کتاب صواقع کو دیکھکر کچھ واقف ہو گئے ہیں اور اسی کتاب کا اُنہوں نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے ایک کتاب لکھی ہے اور نام اسکا اُنہوں نے تحفۂ
اثنا عشریہ رکھا ہے لیکن افسوس ہے یہ تحقیق نکیا کہ صواقع میں جو کچھ لکھا ہے نصر اللہ کابلی نے یہ سب سچ ہے یا جھوٹ بھی ہے اور حال یہ ہے کہ اکثر اسمیں دروغ ہے اور جھوٹی نسبتیں شیعوں کیطرف کی ہیں چنانچہ
تحفہ اسکا گواہ ہے اور شیعہ ہر مقام پر تقیہ نہیں کرتے ہیں بلکہ فرض ہونا تقیہ کا بعضے مقام پر قرآن سے ثابت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور فرماتا ہے کہ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ
بِالْإِيمَانِ اور اہل سنت کی کتابوں سے یقیناً ثابت ہے اور جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور قول لسان المیزان والے کا مثل بول ہی ہے یہ محبت نہیں سکتا کہ عداوت کی راہ سے وہ لکھتا ہے اور حسن
لوگوں کا نام لکھا ہے وہ بیچارہ فضائل علی بن ابیطالب کے روایتیں بیان کرتے تھے اسواسطے مجرم ہو گئے چنانچہ حاشیہ میں تحفہ کے مولوی عبد العزیز صاحب نے خلاصہ لسان المیزان سے لکھا ہے اور یہ شیخ جو
کچھ کہتا ہے اُنکی ہی پیروی سے کہتا ہے اسمیں لکھا ہے کہ اُنمیں سے ایک حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابو سعید العدوی البصری ہے جو ثقات سے جھوٹی باتیں روایت کرتا ہے اور وہ کیا ہے کہا کہ روایت
کی ہے ہمکو صباح بن عبد اللہ نے اور اُس نے شیعہ سے اور اُس نے اعمش سے اور اُس نے ابن ابی صالح سے اور اُس نے ابو ہریرہ سے کہ النظر الی وجہ علی عبادۃ یعنی دیکھنا طرف روے مبارک علی کی عبادت ہے اور دوسری
روایت اسی طرح کئی راویوں سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کنت انا وعلی نوراً نسبح اللہ ونقدسہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ آلاف یعنی تھا میں اور علی نور کہ تسبیح
کرتے تھے ہم خدا کی اور پاکی بیان کرتے تھے ہم اسکی پہلے اُس سے کہ پیدا کرے خدا آدم کو چار ہزار برس یعنی چار ہزار برس پہلے آدم کے پیدا کرنے سے ہمارا نور پیدا کیا تھا اور بعد اسکے اسی طرح سے جابر سے
روایت کی ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا ہمکو کہ عرض کریں ہم اپنی اولاد پر دوستی علی بن ابیطالب اور بعد اسکے لکھا ہے حبان سے کہ شاید اُس نے ثقات سے ایک ہزار موضوعات روایت
کی ہے اور قاضی اسمعیل نے اسکو اس جہت سے قید کیا اُسنے آسکے خوف سے اقرار روایات کے وضع کا کیا وجہ یہ تھی کہ وہ فضائل اہل بیت کی روایتیں بیان کرتے تھے اور لوگ از راہ عداوت علی اُنکو تنگ
اور قید کر کے اقرار وضع کا کرواتے تھے اور حالانکہ یہ روایتیں جنکو تعصب اور عداوت کی جہت سے باطل اور موضوع کہتے ہیں اُنکو بڑے معتبرین نے مثل طبرانی اور حاکم کے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور
ابن حجر جو بڑا متعصب ہے اپنے مذہب میں صواعق محرقہ میں لکھتا ہے فضائل علی بن ابیطالب میں الحدیث الحادی عشر اخرج الطبرانی والحاکم عن ابن مسعود ان النبی صلعم قال النظر
الی وجہ علی عبادۃ اسنادہ حسن اور ایک اور روایت میں بھی لکھا ہے از عائشہ سے روایت کی ہے اور حدیث کنت انا وعلی نوراً الخ کتاب فردوس دیلمی اور مناقب ابن مغازلی اور مسند احمد حنبل
میں موجود ہے پھر ان روایتوں کے موضوع اور باطل کہنے کی کیا وجہ ہے مگر عداوت علی ہے اس اندیشہ سے کہ ایسا ہو کہ فضیلت علی کی ثلاثہ کی فضیلت سے بڑھ جائے اور ایسے ہی روایت اولاد پر عرض
کرنی محبت علی بن ابیطالب کی ہے وہ بھی صواعق محرقہ میں بیان کرنے میں آیہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ کے لکھا ہے کہ اخرج الدیلمی انہ قال ادبوا اولادکم علی ثلاث
خصال حب نبیکم وحب اہل بیتہ وعلی قراءۃ القرآن یعنی ادب کرو تم اولاد اپنی کو تین خصلتوں پر دوستی پیغمبر اپنے پر اور دوستی اہل بیت اسکی پر اور پڑھنے قرآن پر اور امیر المومنین
علی بن ابیطالب اہل بیت میں داخل ہیں بلکہ امام اُنکے ہیں پس جو کوئی قید کر کے اور ڈرا کر از راہ عداوت حضرت علی کی فضائل کو بیان کرنے والیکو اور اسکو مجبور کر کے اقرار کرائے کہ جو کچھ میں نے
فضائل علی کی بیان کئے ہیں وہ سب موضوع ہیں اور وہ شخص اپنی حفاظت جان و آبرو کے واسطے اقرار کرے موضوع ہونیکا تو وہ روایتیں واقع میں موضوع نہیں ہو جاتیں ہیں وہ روایتیں اور
مثل اُنکے کہ جنکو شاہ صاحب نے لکھا ہے اور شیعوں کا کید مقرر کیا ہے کہ ثقات محدثین اہل سنت سے سماعت کیا اور اُنکے اسانید کو یاد کیا اور تقویٰ اور زہد پرہیزگاری کر کے اپنا اعتبار بڑھایا اور جابجا
صحاح کو روایت کیا اور اثنا روایت میں اپنی موضوعات کو درج کر دیا اور یہ شیخ بھی اُنہی کی پیروی سے لکھتا ہے حارث اور حسن کو کہ فضائل علی کی روایتیں بیان کرتے تھے دیکھا چاہئے
کہ کیا عداوت ہے ان لوگوں کو علی ابن ابیطالب سے اور وہ ایسی ہی روایتیں تھیں جنکو بخاری نے قبول نکیا لیکن جس روایت میں گفتگو ہے اسکو کسی نے موضوع نہیں لکھا ہے اسکی صحت پر
اتفاق ہے محققین اہل سنت کا اور جو لوگ کہ خدا پر افترا کرتے ہیں وہ اہل سنت ہیں شیعہ ہرگز ایسے نہیں ہیں اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل لباس پشمینہ پہن کر آئے
رسولخدا صلعم نے پوچھا کہ آج تم خلاف عادت ایسا لباس پہن کر کیوں آئے ہو کہا کہ تعجب مت کرو کہ سب ملائکہ نے لباس پشمینہ پہنا ہے اسواسطے کہ آج ابوبکر نے لباس پشمینہ پہنا ہے اس لئے
میں ابوبکر بھی اُسی ہیئت سے لباس پشمینہ پہنے ہوئے جبرئیل نے سلام حق کا ابوبکر کو پہنچایا اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو مجھ سے راضی ہے یا نہیں ابوبکر نے تین دفعہ جواب یہ کہا کہ میں راضی ہوں
جبرئیل چلے گئے تاکہ جواب پہنچائیں منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یا رسولخدا اگر خدا سے ابوبکر راضی ہوتا تو ٹھیک ہوتا اسیوقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ منافقین سے کہدو اگر وہ راضی نہ ہو تو ہزار
عالم کے آدمیوں کو بھیجتا سفارش کے واسطے یہانتک کہ ابوبکر راضی ہو یہ بھی افترا خدا پر ہے کہ ابوبکر کی رضامندی کے واسطے خدا تعالیٰ ایسا کرے سو وہ اہل سنت جنکی سنت میں خلفاء ثلاثہ کی مدح
میں ایسے ایسے افترا خدا پر باندھتے ہیں اور سادہ لوحوں کو بمنزلہ شیاطین کے راہ سے بے راہ کر دیتے ہیں اور اس امت میں ایسی قوم کے آدمی حضرات اہل سنت میں اس سے زیادہ اور کوئی جاہل معلوم
نہیں ہوتا اور کیوں نہو جھوٹ اُنکے دین کا قوام ہے شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے دین کی محافظت کے واسطے جھوٹی کتابوں سے زیادہ انکار کیا اور حیلہ اور ثلاثہ کی مدح میں بڑے طرح
کی باتیں جھوٹی معاویہ کے کہنے سے اُنکے علماء نے بنائیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے سو یہ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے کہ اُنکی نسبت جتنا کہئے تھوڑا ہے

اور روایت مذکورہ اُن روایتوں میں سے نہیں ہے جو کہ دائر اور سائر ہو گئی ہیں یہ روایتیں حضرت علی کے فضائل کی ہیں جنکو اہل سنت موضوع کہتے ہیں اور شیعین لعین مردان تفضیلی تعجب پچتے ہیں حضرت علی کے فضائل میں اسواسطے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے اُن تفضیلی کو اہل سنت میں سے لکھا ہیں اس صورت میں وہ اُنہیں روایتوں سے تمسک کرینگے جو کہ حضرت علی کے فضائل کی ہیں بلکہ خلفائے ثلاثہ کی روایتوں سے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس روایت کو موضوع کسی نے نہیں لکھا ہے بلکہ اسکو برسر و چشم رکھتے ہیں اور قرآن کیساتھ اصلاح تورات اور انجیل کی کی لیکن حضرت عمر کا اعتقاد تورات ہی پر جما ہوا تھا کہ وہ اسکو لکھ کر لائے اور جناب سرور کائنات بہت ناراض اور خفا ہوئے چنانچہ کتب صحاح اہل سنت کے حوالہ سے پہلے اس سے ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور اس شیخ کے لکھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انکی کتابیں مثل تورات اور انجیل کے تحریف ہیں کہ بعضے شیعوں کی روایتوں سے وہ محرف ہو گئی ہیں اور انکا مذہب جو اُن کتابوں میں ہے وہ بھی باطل ہے کہ وہ کتابیں انکی مثل تورات اور انجیل کے انکی گمراہی کا باعث ہو گئیں اور اگر علماء نے انکی تحریفات کا تدارک کر دیا اور لکھدیا کہ یہ روایت صحیح ہے اور یہ روایت موضوع ہے تو ہمارا مطلب اس سے ثابت ہو گیا اسواسطے کہ روایت مذکورہ ہی کو کسی نے علماء سلف میں سے موضوع نہیں لکھا اور شیعہ تو ہر طرح سے صیاد بر ہیں کہ اپنی روایات کو برسر و چشم رکھتے ہیں اور اہل سنت ہی کی صلاحیت نصیب نہیں ہے کہ مفسد مشیعوں کی اپنی صحیح صحیح روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور انکے راویوں کو کاذب قرار دیتے ہیں اللہ کیونکر انکار نکریں کہ انکے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور جھوٹی روایتوں کا جو کہ خلفائے ثلاثہ کے فضائل میں ہیں اعتقاد کرتے ہیں انکے لیے قرآن جیسی حقانی کتاب سے اصلاح نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کے پابند رہے ایسے ہی شاہ عبدالعزیز صاحب اور یہ شیخ انکی پیروی کے اسباب میں نہیں کہ قدم بقدم ہیں اور موافق مثل مشہور کے کند ہمجنس با ہمجنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز کذابوں کی روایات پر جم گئے اور اہل صدق کی بات کو سنا تو سودہ کیا کریں من یضلل اللہ فمالہ من ہاد **وقال الشیخ الاشعری** اگر ہم تسلیم کریں اور مناظرہ میں شیعوں سے نرمی ہی برتیں اور اسباب کے قائل ہوں کہ اس روایت میں کسی طرحکا قصور نہیں اور نہ تو کوئی بار قی کی ہے تب بھی شیعوں کی آنکھوں میں خاک ہی رہیگی کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو مشکوٰۃ کی روایت اصح ہے اور یہ قوی ہے تو وہ روایت اقوی ہے اسکو اسپر ترجیح نہیں ہو سکتی وہی بہر طور مرجح رہیگی اور یہ بات ہمیں نہیں کرتے کہ اصح اور اقوی کو صحیح اور قوی پر مقدم کہتے ہیں تمام عالم یہ کرتا ہے عقل اسی بات کی شاہد ہے شیعہ ہر چند عقل سے کچھ غرض نہیں رکھتے اسی طریق پر چلتے ہیں اور اگر یہ بکریں تو پھر دین سے دست بردار ہوں کیونکہ انکی یہاں اختلاف کے برابر کسی مذہب میں اختلاف ہی نہیں چنانچہ ناظران تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مولانا حیدر علی پر پوشیدہ نہ رہیگا اور قدر قلیل اسکا کچھ پتا اس رسالہ میں سے بھی ملیگا اور دور کیوں جائے مولوی عمار علی صاحب یوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے سوا حضرت فاطمہ زہرا کی اور کوئی بیٹی ہی نہتی اور کلینی بعبارت اور نہج البلاغت بلکہ خود کلام ربانی تعدد بنات نبوی پر شاہد ہیں چنانچہ اوپر مفصل مذکور ہوا تو اب ہم مولوی صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ آپ اگرچہ مجتہد تھے ہیں پر بزعم خود تو نبی ہیں اور معتقدوں کے نزدیک تو آپ کی بات سے بہتر نہ خدا کی بات یہ ہر نہ ہی تو آپکی روایت ہی خواہ مخواہ آپکو صحیح ماننی پڑی اور کافی کلینی خود اصح الکتب ہے اور نہج البلاغت بمنزلہ وحی آسمانی اور قرآن خود وحی آسمانی ہی پھر آپ نے یا بوجہ کہ خدا کی وحی تو میں تو بدل کا احتمال ہے اور کافی اور نہج البلاغت میں ائمہ کا قول ہے باب میں منقول ہے اور انکے علوم علم خداوندی اور علم نبی سے ماخوذ ہیں اور نبی صلعم خدا ہی سے لیتے ہیں تو اس صورت میں بھی انکے اقوال میں بھی یہی احتمال تھا اور آپکو نہ خدا سے واسطہ اور نہ رسول اللہ صلعم سے واسطہ آپنے جو اپنی ہذیان کو اور ہوس کو کافی کی روایت اور حضرت امیر اور خدا کی شہادت سے اصح سمجھکر مقدم رکھا یہ ترجیح آپکے نزدیک صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو فہو المراد ورنہ چشم ما روشن دل ما شاد یہ بات تو آپ مانینگے کہ ہاں ہمارا یہ قول کہ سوائے حضرت فاطمہ کے رسول اللہ صلعم کے اور کوئی بیٹی ہی نہیں غلط ہے باقی اس ترجیح کو صحیح اصح پر راجح ہے حضرت علی کے اس قول سے ہم رجوع کر دینگے جو نہج البلاغہ میں مندرج ہے الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب یعنی گروہ اعظم کے ساتھ رہو اسواسطے کہ اللہ کا ہاتھ بڑی جماعت کے ہمراہ ہے اور دیکھو مجمع سے الگ مت ہو اسلئے کہ مجمع سے نکلا ہوا آدمی شیطان کے لئے ہے جیسا کہ ریوڑ سے الگ رہی ہوئی بکری بھیڑیے کے لئے ہوتی ہے فقط سو بفرض محال مولوی صاحب کی جھوٹی بات بھی حضرت زہرا ہی کا بیٹی ہونا اگر سچ بھی ہو تب مرتبہ صحت سے تو آگے چلنے ہی کی نہیں پھر اسکو اصح الاقوال پر ترجیح دینی میں تمام عالم سے علیحدہ ہونا ہے سو اس وجہ سے شیطان کے زمرہ میں داخل ہونا مولوی صاحب کو مبارک سبحان اللہ شیعہ کے راہبر کار سو ساختند مہر او اندر دلشان ندا ختند شیعوں کو خداوند کریم نے غلطی ہی کے لیے پیدا کیا ہے جو ایسی ایسی براہین قاطعہ سنکر بھی باز نہیں آتے اور جیسے اندھا کو بھی نور آفتاب سے فیضیاب نہیں تو یہ کوران دین بھی ان دلائل سے جو مثل آفتاب روشن ہیں مستفیض نہیں ہوتے **اقول** خاک سنیوں کی آنکھوں میں ہے جو اپنی موضوع روایت سے شیعوں پر حجت پکڑتے ہیں اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں ارے نامعقول ہم اپنی روایت سے کیا تجھپر حجت پکڑینگے جو تو اپنی روایت موضوع کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تجھکو شرم نہیں آتی اور یہ روایت ایک کتاب کی جماعت کثیرہ کی کتابوں کی روایت کا کیونکر مقابلہ کریگی اور اپنی خوشی تو اسکو اصح کہتا ہے ہم تو اسکو ضعیف بھی نہیں کہتے بلکہ موضوع کہتے ہیں پہلے تو اسکا صحیح ہونا ثابت کر تب دعوی اصح ہونیکا کیجو اور عالم جو ترجیح دیتا ہے تو صحیح روایتوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے اور ہم تو اسکا صحیح ہونا تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور فرضی فرض کیا کہ وہ روایت مشکوٰۃ کی بھی صحیح ہے لیکن اصح کیونکر ہو گی ایک کتاب کی روایت بلکہ اصح وہ روایت ہے کہ جسکو ایک جماعت نے نقل کیا ہو اس صورت میں بھی ترجیح ہماری ہی روایت کو ہو گی مشکوٰۃ کی روایت پر اور عقل سنیوں ہی میں نہیں ہوتی ہے اگر عقل ہوتی تو موضوع روایت کو صحیح سے ترجیح نہ دیتے اور اختلاف اہل سنت میں کیا کم ہے اسقدر اختلاف ہے کہ ایک کتاب میں اصح

میں تصنیف ہوئی ہے اختلاف الائمہ رحمۃ للامۃ اور اُس اختلاف کو رحمت مقرر کیا ہے اور جناب رسول خدا صلعم سے منقول ہے سنیوں کی کتابوں میں کہ فرمایا حضرت نے اختلاف امتی رحمۃ اور تو اختلاف بد بعض کرتا ہے
اور مولویصاحب نے ترجیح دی ہے کلینی کی روایت پر اُس روایت کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوا آنحضرت فاطمہ زہرا کے اور کوئی صاحبزادی حضرت کے نطفہ سے نہ تھی اور کلینی کی روایت کا انکار نہیں
کیا ہے کہ کلینی میں تو روایت ہی نہیں ہے بلکہ ترجیح دیکر دوسرے کے موافق لکھا ہے ۔ اور کوئی دختر سوا فاطمہ زہرا کے حضرت کے نطفہ سے نہ تھی لیکن وہ دونو روایتوں کو صحیح جانتے ہیں اور تو موضوع روایت
کو صحیح روایت پر کیونکر ترجیح دیگا اور نہج البلاغت سے بصراحت یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے نطفہ سے کئی بیٹیاں تھیں اور کلام ربانی میں جمع کا لفظ اگرچہ آیا ہے لیکن جسوقت یہ آیت نازل ہوئی
تھی اُسوقت سوا فاطمہ کے اَور کوئی نہ تھی روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ رقیہ تو سنہ دو ہجری میں مر گئی تھیں اور یہ آیت نازل ہوئی سنہ پانچ میں اور اسکو جانے دیجیے باعتبار عرف کے متبنے
اور ربیبہ کی بیٹیاں بھی اپنی ہی بیٹیاں کہلاتی ہیں عرف کے اعتبار سے فرمایا ہے اور پہلے اس سے ہم جواب اسکا تفصیل سے لکھ چکے ہیں تم اُن دیکھو اور جو تم نے لکھا ہے اور شاہ صاحب ہیں جنہوں نے اسقدر کتابوں کا
انکار کیا اور وہ تو اپنے زعم میں بھی جھوٹے ہیں کیونکہ انہوں نے جان بوجھکر اسقدر کتابوں کا انکار کیا ہے اور یہ بھی تو تمہارا ہی اعتقاد ہے کہ اپنے سلف کی جو کلام کو خدا کے کلام سے زیادہ جانتے ہو اور انکے
کلام سے پھرنا خدا کی بات سے پھرنا جانتے ہو اور کافی ہمارے نزدیک اصح الکتب نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک کتب احادیث برابر ہیں اور روایتیں بھی کئی قسم سب طرح کی ہیں اور وہ تم ہی ہو کہ بخاری کو اصح الکتب
کہتے ہو اور پھر اُسمیں قدح کرتے ہو اور اکاذیب پر شامل بتلاتے ہو اور ہمارے نزدیک نہج البلاغت وحی آسمانی ہے جناب امیر علیہ السلام کی طرف اُسکے قولوں کو منسوب کرتے ہیں اور قول اُسکے موافقین اور
مخالفین سب نے لیکر جمع کئے ہیں اور علماء اہل سنت بھی اقرار کرتے ہیں کہ وہ کلام جناب امیر علیہ السلام کا ہے اور قرآن تو ہمارا ایمان ہے اور اُس میں کسیطرح کی خرابی نہیں ہے وہ مثل ناسخ اور منسوخ کی بہت اور محکم
تو بڑا کہتا ہی اُسکے ہم قایل نہیں ہیں اور جو قول امام ہے ہم بسر و چشم اسکو تسلیم کرتے ہیں لیکن اقوال ائمہ معصومین مثل اقوال رسول خدا ہیں کہ اُسمیں مختلف ہوتے ہیں بحسب اختلاف روات اور ایک قول کو
دوسرے قول پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں ہم کہ مولویصاحب نے کافی کی روایت کا انکار تو کیا ہی نہیں ہے بلکہ اُسکے مخالف دوسری روایت کے موافق ترجیح دیکر لکھا ہے
اور وہ روایت کافی کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ نہج البلاغت یا اور کتابوں میں ہے کہ حضرت کی کئی بیٹیاں تھیں تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ہاں وہ سب حضرت ہی کی نطفہ سے تھیں ہمنے اب تسلیم کیا اور ہمنے جو
یہ اقرار کیا تو ہمارے مذہب میں اس سے کیا قباحت لازم آئی لیکن اب تمکو چاہیے کہ تم بھی اُس روایت عوی حجۃ کے قایل ہو کہ اُس روایت کو جماعت کثیرہ نے لکھا ہے تمنے تو ایک جماعت کو ترک کرکے ایک کتاب کافی
کی روایت پر عمل کیا اور تم ایک کتاب کے روایت کو ترک کرکے جماعت کثیرہ کی کتابوں کی بھی روایت پر کیا عمل نکرو گے اب تجھکو لازم ہے کہ جماعت کی روایت پر عمل کر اور خلفاء ثلاثہ کی غاصبیت ہونیکا
قایل ہو اور واسطہ خدا اور رسول خدا کے تو تمکو نہیں ہے اور ہم تو وہی کہتے ہیں جو خدا اور اُسکے پیغمبر نے فرمایا ہے اور اگر تو نے مولویصاحب کے قول کو ہذیان و بیجا اس لکھا ہے تو کیا عجب ہے کہ حضرت عمر نے تو رسول خدا
کے ارشاد کو ہذیان و بیجا اس کہا تھا اور ترجیح دینی کو کافی کی روایت پر تو ہم پہلے اس سے لکھ چکے کہ وہ غلط نہیں ہے اور صحیح کو اصح پر ترجیح دینا تو اُسوقت تم مرجوح کہو کہ جب کوئی اُس اصح کو ضعیف
بھی کہتا ہو جیسا کہ صحیح یہاں تو اُسکو موضوع کہتے ہیں یہ ہم تمکو ترجیح دیتے ہیں اور یہ قول جناب امیر کا الزموا السواد الاعظم مراد سواد اعظم سے حضرت امیر نے اپنی جماعت مراد لی ہے اور خطاب ہے طرف خوارج کے
اپنی طرف الحاق کرنیمیں اور بعضے کتب اہلسنت سے مثل تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر کے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت علی مرتضی کو سواد اعظم فرمایا ہے اور یہاں حضرت امیر نے اپنی ذات یا اپنی جماعت کو
سواد اعظم فرمایا ہے اور ہر سواد اعظم مراد نہیں ہو سکتا کہ بعضے سواد اعظم احتمال ضلالت کا رکھتی ہیں اسواسطے کہ حضرت امیر نے دوسرے خطبہ میں معاویہ کو بھی سواد اعظم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا کہ ملکیم ہذا السواد الاعظم اور اگر ہر سواد
اعظم حق پر ہو تو چاہیے کہ یزید اور یزیدیان حق پر ہوں اور دست خدا انکی جماعت پر ہو اور حضرت امام حسین مع رفقا تشدد میں داخل ہوں اور قتل ہونا اہل مدینہ کا اور تاراجی مدینہ کی اور بے ادبی روضہ مقدسہ
اور مسجد نبوی کی جو یزیدیوں کے عمل سے وقوع میں آیا ہے سب حق اور صواب ہو اور جو سواد اعظم حق پر ہو تو ہم اُس سے علیحدہ نہیں ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں تو اسوقت کہنا چاہیے کہ جسوقت ہم انکی
قوت کو نہ مانتے ہوں لیکن وہ اقوال انکے ہمارے مطلب کے باطل نہیں کرتے ہیں سمیں مولویصاحب کا کچھ جھوٹ نہیں ہے جو تم نے موجو سمجھو تمکو جھوٹا کہتے ہو اور اگر ہم اسمیں تمہارے موافق کہنے لگیں تو اسمیں بھی ہمارے لئے کچھ
قباحت نہیں ہے اور یہ قول جناب امیر کا جو ہے الزموا السواد الاعظم روایت نبوی ہے فدک میں ہمارے قول کی تائید آیا ہے کہ اسکو ایک جماعت کثیر نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور تم ایک مشکوۃ کی روایت کو لیے پھرتے ہو بالفرض
بفرض محال تمہاری جھوٹی بات یعنی فدک کا ہبہ نہ کرنا اگر سچ بھی ہو تب بھی صحت سے تو آگے چلتی ہی نہیں ہے اسکو اصح قول پر کہ جو جماعت کی جماعت کے قول میں ترجیح دینی میں تمام عالم سے علیحدہ ہوا ہے سو سوچ سے
شیطان کے زمرہ میں داخل ہوا اس شیخ نجدی کو مبارک سبحان اللہ ہر کس کے راہبر کا رہے ساختہ شدہ رہبر او ندانستند بدن ہمیں خود ازدیر نہ غلطی پر جمے رہنے کے لیے پیدا کیا ہے جو ایسی بیہودہ قاطعہ
منکر بھی باز نہیں آتے اور جیسے اندھا دن کو بھی آفتاب سے یقینا منکر نہیں ہوتا یہ کوران ہیں ہی ان دلائل سے جو مثل آفتاب کے روشن ہیں مستفیض نہیں ہوتے قال الشیخ الاشعری الغرض وہ اُسکو دعوی کرکے مع تو اب
وہی متردد ہوتا ہے جو دن کو آفتاب کے ہونے میں متردد ہوتا ہے لیکن ایسی حجتی اور الحجۃ نوعی حجت جیسے بھی ہیں انہیں کو تم نے تسلیم کر لیا ہے اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ سلف علماء شیعہ کے ایک قطعی بے صحیح بھی روایت مشکوۃ کو دیکر ترجیح مولویصاحب
ترجیح نہ دی لیکن جھوٹی بات اسطرح پاؤں نہیں چلتی ہے ایسی شوخی مطلب آئی ہی سا بات سے نہیں ہو سکتی کیونکہ جو حدیث اس مضمون کی شیعوں کی بنائی ہوئی ہیں اور بعض گمنام کتابوں میں داخل ہو گئی ہیں تب اُسمیں الفاظ اُنہیں کے
جس سے ثابت ہو جاتا کہ لفظ اعلی المرتضی ہے جبکہ جو عبارت زمین استعمال کرتی ہیں موضع تردد کے لیے اُس روایت ہی کو بعینہ نقل کر دیا ہوا ہے متعلق خرقہ میں جو دربار روضہ تصنیف ہوئی ہے ابن حجر کی تصنیف ابن حجر سے ہے تحریر
کہ اسکا ہے کہ اگر شیعہ کی گھڑی ہوئی ہے ابوبکر صدیق کی فضیلت بھی نکلتی ہے اور شیعوں نے ہر چند مکر کی بات گھڑی تھی پر خوبی قسمت سے تعریف ہو گئی ہے گو مولویصاحب اور انکے اتباع کو بہ ہر حال بہ عقیدہ ہی ہیں

چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر وہ روایت یہ ہے اخرج الحافظ ابن شیبۃ عن زید الامام الجلیل قیل لہ ان ابابکر انتزع من فاطمۃ فدک فقال انہ کان رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا فقالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک فقال ہل لک بینۃ فشہد لہا علی وام ایمن فقال لہا فبرجل وامرأۃ تستحقینہا ثم قال واللہ لو رجع الامر فیہا الی لقضیت بقضاء ابی بکر حاصل یہ ہے کہ حافظ عمر بن شبہ نے کسی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت زید سے جو امام جلیل القدر ہیں یعنی زید بن امام زین العابدین سے کسی نے کہا کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے فدک چھین لیا تھا انہوں نے فرمایا وہ بڑی رحم دل تھے یعنی انسے ایسا کام کب ہو سکتا ہے یہ تو سنگدلوں کا کام ہے وہ تو بڑی رحم دل تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی انداز کے بدلنے کو انکا جی نہیں چاہتا تھا اور اُسکے بدلنے سے انکو کراہت آتی تھی سو فاطمہ اُنکے پاس تشریف لائیں اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فدک دیا تھا سو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا کوئی گواہ ہے سو حضرت علی اور ام ایمن نے گواہی دی انہوں نے فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت سے تو حق ثابت نہیں ہو سکتا اسکے بعد حضرت زید فرماتے ہیں کہ واللہ اگر یہ مقدمہ میرے یہاں رجوع ہو تو میں اسمیں وہی حکم دوں جو ابوبکر نے حکم دیا فقط **اقول** روایت مشکوۃ کی جو ایک کتاب میں ہے مخالف ہے اُس روایت کی جو کتب کثیرہ میں ہے اور ایک جماعت نے وہ روایت نقل کی ہے اس صورت میں روایت مشکوۃ کی موضوع ہے نہیں وہی متردد ہو سکتا ہے جو دن کو آفتاب کے ہونے میں متردد ہوتا ہے اور روایت مشکوۃ کی موضوع ہونیکی ایک وجہ یہ ہے کہ ابوبکر جوہری نے جو کتاب سقیفہ میں صاف لکھا ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے اولاد فاطمہ زہرا کو انکا حق سمجھکر دیدیا تھا اور رای شیعونکی ہرگز غلط نہیں ہے بلکہ صحیح ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہتے ہیں اپنی کتابوں سے جیسے کہ یہ شیخ اپنی کتاب سے لکھتا ہے اور مشکوۃ کی روایت کو بار بار بیان کرتا ہے رای اسکی غلطی پر ہے اور شیعونکی ہر طرح سے مطلب براری ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور یہ روایت ہبہ کرنے فدک کی اہل سنت کی بڑی معتبر کتابوں میں مندرج ہے جو کہ بہت مشہور ہیں اور وہ ایسی کتابیں کہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ شیعوں نے اپنی روایت اُنمیں داخل کردی ہوگی اور نہ کسی عالم سنی نے اسکی طرف کسی کتاب میں اشارہ کیا ہے یہ شیخ نجدی جو چاہتا ہے سو بکتا ہے اور روایتوں میں اہل سنت کی کتابوں کے ہبہ اور نحلہ کا لفظ موجود ہے اور اگر اعطا کا لفظ کسی روایت میں ہے تو اُس سے ہبہ ہی مراد ہے اور عاریت کو وہاں کچھ دخل نہیں ہے لیکن اس جھوٹے دغاباز کی چالاکی کو دیکھنا چاہیئے کہ جو صحیح روایت دعوی ہبہ کی صواعق محرقہ میں موجود ہے اور اسکے لکھے ہوئی روایت کے اوپر چند سطرونکی فاصلہ سے وہ ہی لکھی ہوئی ہے اُسکو تو لکھا نہیں ہے اور ایک روایت موضوع گھڑی ہوئی دشمنان فاطمہ زہرا علیہا السلام کو لکھ دیا ہے اور جو روایت صحیح دعوی ہبہ فدک کی ہے اُسکو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں وہ یہ ہے ودعواہا انہ نحلہا فدکا لم تات علیہا الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی ان فی قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء یعنی اور دعوی کرنا فاطمہ کا ابوبکر سے کہ تحقیق اُس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے بخشا ہے اُس فاطمہ کو فدک نہ لائی وہ فاطمہ اُس دعوی پر گواہ مگر علی کو اور ام ایمن کو پس کامل ہوئی مقدار گواہونکی یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں علاوہ اسکے یہ ہے کہ قبول ہونے گواہی شوہر میں واسطے زوجہ اُسکی کے اختلاف ہے درمیان علماء کے دیکھو صواعق محرقہ ہی میں نحلہ کا لفظ جو بخشش کے معنے میں ہے موجود ہے اور اس شیخ نجدی نے اس روایت کو تو ترک کیا اور ایک روایت گھڑی ہوئی نواصب کے ذکر کی اور سوا اسکے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ادعت فاطمۃ انہ نحلہا ای اعطاہا فدک نحلۃ ای عطیۃ حاصل یہ کہ دعوی کیا فاطمہ نے یہ کہ تحقیق اُس رسول خدا صلعم نے بخشا ہے اُسکو یعنی دیا ہے اُسکو از رو بخشش و بخشش کے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے فلما مات رسول اللہ صلعم ادعت فاطمۃ رض انہ کان نحلہا فدک یعنی پس جسوقت وفات پائی رسول خدا صلعم نے تو دعوی کیا فاطمہ زہرا نے کہ تحقیق اس رسول خدا صلعم نے بخشا تھا اُسکو فدک اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ صلعم وہبہا لی یعنی آئی فاطمہ زہرا طرف ابوبکر کے پس کہا کہ دو تو مجھکو فدک کہ تحقیق رسول خدا صلعم نے ہبہ کیا ہے اُسکو واسطے میرے اور ملل نحل میں لکھا ہے کہ ودعوی فاطمۃ وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری یعنی اور دعوی کرنا فاطمہ کا وراثت کا کبھی اور ملکیت کا کبھی اسی طرح سب کتابوں میں لکھا ہے اور اس روایت میں صواعق محرقہ کے جو زید بن علی کیطرف منسوب ہے مراد اعطا سے بھی ہبہ ہے نہ عاریت اسواسطے کہ سب کتابوں میں تو دعوی ہبہ کا لکھا ہے یہاں اعطا سے مراد عاریت کیونکر ہوگی اور عاریت کے واسطے گواہونکے طلب کرنیکی کیا حاجت تھی جو چیز کہ عاریت ہوئی اُسکو جب چاہا لیلیا اور حضرت فاطمہ عاریت کا دعوی کیوں کرتے جو کہ حق مساکین اور فقرا کا تھا اہل سنت کی نزدیک اور یہ روایت جو حضرت زید سے بیان کی ہے بالکل موضوع ہے وہ ایسا کیوں کہتے اور پھر کہتا ہے کہ شیعونکی گھڑی ہوئی ہے شیعہ تو لعنت کرتے ہیں اُسپر جسنے یہ روایت زید کیطرف منسوب کی ہے تم ہی لعنت کرو اُسپر اور اُسکے ہم مذہبوں پر اور دیکھو صواعق محرقہ کیسی مشہور کتاب ہے اُسکو کہتا ہے کہ گمنام کتاب ہے اور کیا ہے اور خود ہی کہتا ہے کہ اعطا کا لفظ البتہ ہبہ اور عاریت میں دونوں میں مستعمل ہوتا ہے اور اُسکے قرائن کو نہیں دیکھتا ہے کہ یہاں کونسی معنی ہیں۔ ہاں ہیں صواعق محرقہ کے دوسری روایت ہے کو دیکھ لیا ہوتا جس میں صاف ہبہ پایا جاتا ہے اُسی کو دیکھ کر سمجھ گیا ہوتا کہ مراد اعطا سے ہبہ ہے لیکن وہ روایت صواعق محرقہ کے ہبہ کی کہ جو زید کی روایت کے قریب ہی ہے ضرور اسنے دیکھی ہوگی لیکن از راہ تعصب اُس روایت کا تو انکار کیا اور ایک روایت موضوع کا جو کہ زید کی روایت ہے واسطے دھوکا دینیکے ذکر کردیا کوئی بھی ڈھنگ ہے انکا کیسے عاجز ہیں شیعونکی جواب دینے میں کہ کچھ نہیں بن پڑتا ہے اسنے اور یہ جو لکھتا ہے کہ صواعق رد روافض کے واسطے تصنیف ہوئی ہی رد تو وہ کیا کریگا کہ وہ اُس ڈھنگ کی نہیں ہے اور ایسا بیان کرتے ہیں کہ لوگ انکو کہتے ہیں ابن حجر جو مادہ نر لیکن قاضی نور اللہ شوستری کے نواسے نے کار عجیب اور غریب کیا ہے کہ صواعق محرقہ کا رد صواعق محرقہ ہی سے کیا ہے اور جو روایت وہ اسکے رد میں لائی ہیں اسی کتاب کی روایت لائے ہیں کسی دوسری کتاب سے

قال الشیخ الاشعری اب غور فرمایئے کہ ہر چند افترا کردہ کذابان شیعہ ہی جو بظاہر بحیلۂ تقیہ متقی اور بباطن بدکردار تھی لیکن موافق مثل مشہور حق بر زبان جاری شود لفظ وہبہا جو صریح ہبہ اور تملیک پر دلالت کرتا تھا اضعاف روایت کو نہ سوجھا لیکن تعریف صدیق اکبر کی صفات کہنی پڑی اور یہ ہر تعریف ہی کیسی کچھ اور وہ بھی امام زادہ ہی اور امام زادہ بھی کون جو خود بھی جلیل القدر اور والد ماجد تو ان ہی خیر معصوم کی خدمت میں عرض ہی کہ اگر یہ روایت منجملہ عیوب قادح اعتبار ہی سبرا ہوا اور یہ ہر چند یہ روایت مشکوۃ بھی ہو تب عطا سی بدو وجہ ہبہ ثابت نہیں ہو سکتا ہی اول تو یہ کہ حضرت زید کا یہ جواب از قبیل مماشاۃ مع الخصم یعنی بطور تنزل اور تسلیم ہی یعنی اگر تسلیم کیجیے کہ یہ ہبہ ہی لیا تھا تو اسکی خلافی وجہ بھی مگر ظاہر ہی کہ اس صورت میں اس روایت سے ہبہ کا ثبوت نہوگا بلکہ انکار نکلیگا دوسرے یہ کہ اردو میں عطا کا ترجمہ دینا ہی سو جیسے ہبہ میں دینا اور عطا بولتی ہیں ایسی ہی عاریہ میں بھی یہ دونو لفظ دونو زبانوں میں مستعمل ہوتے ہیں اور سند اسکی حدیث صحیح مقبول الطرفین ہے وہ حدیث یہ ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ مطلب یہ ہی کہ غزوۂ خیبر میں حضرت علی کو جھنڈا عنایت کرنے سے ایک روز پہلے رسول اللہ صلعم نے یہ ارشاد فرمایا کہ کل کو لشکر کا جھنڈا ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور رسول اللہ صلعم کا محب اور خدا اور رسول اللہ صلعم کا محبوب ہے فقط اب غور فرمائے کہ اس حدیث میں بھی اعطا کا مادہ موجود ہی پر کسی نادان کو بھی یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ جھنڈا ہبہ کردیا بلکہ جیسا دستور ہی کہ جو افسر سپاہ ہو انکو اور قلم وزارت وزیروں کو اور خزانہ کی کنجیاں خزانچیوں کو دیا کرتے ہیں اور وہ دینا بطور امانت ہوتا ہی اسی لئی جب انکو معزول یا موقوف کردیتی ہیں تو یہ سب اشیا جو انکو دیتے ہیں ان سے پھیر لاتے ہیں ایسے ہی جھنڈے کا دینا بھی بوجہ امانت ہوتا ہی خصوصا رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کہ اس زمانہ میں بلکہ اصحاب کرام کے زمانہ میں جو مہم کیا ہر لڑائی کا ایک جدا ہی افسر ہوتا تھا اس لڑائی میں تو خود سرور کائنات علیہ و آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات ہی سپہ سالار تھے فقط لڑائی کے وقت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو اسقدر انہوں کا افسر کردیا تھا جو مقابلہ پر بھیجے گئے تھے الغرض جھنڈا بھی عطا کیا بطور امانت تھا **اقول** یہ روایت بدکیش دشمنان اہل بیت کی وضع کی ہوئی ہی اور شیعہ اس روایت کے بنانیوالے پر لعنت کرتے ہیں اور جواب اسکا ہم دیچکے کہ اس روایت موضوعہ میں اعطا سے مراد ہبہ ہے اور ہبہ کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے بیان کردین یہانتک کہ خود صواعق محرقہ ہی جسمیں کہ یہ روایت ہے بیان کردیا کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعوی کیا تہا اور اعطا کے لفظ کو یہ کہتا ہی کہ ہبہ اور عاریت میں دونوں میں مستعمل تو ہی ہاں ہمنے بھی تسلیم کیا لیکن یہاں اعطا سے مراد ہبہ ہے اور عاریت مراد نہیں ہے اور اسکی تائید کو ہمنے روایتیں ہبہ کی بیان کردیں اگر تو سچا ہی اور کہتا ہی کہ مراد اعطا سے یہاں عاریت ہے تو ایک ہی روایت عاریت کی تو بیان کردی جیسے کہ ہمنے کئی روایتیں ہبہ کی بیان کی ہیں اور منصف آدمی انصاف کریں اور ملاحظہ فرمائیں کہ اس مقدمہ میں ہم تو حوالہ انکی کتابوں کا دیتے ہیں اور یہ اپنی کتاب کا حوالہ دیتا ہے کیونکر حق پر ہو جائیگا اور دوسرے انکے بطلان کی یہ دلیل ہی کہ اس شیخ نے پہلے اس سے کئی مرتبہ انکار کیا ہی اور لکھا ہی کہ ہماری کسی کتاب میں دعوی ہبہ کی روایت نہیں آئی اور اب اس ایک روایت موضوعہ سے ہمارا مطلب کی ثابت کرنیوالی کو لایا اگرچہ اسمیں احتمال لفظ عاریت کا نکالتا ہی لیکن دعوی کرنا حضرت زہرا کا اور گواہی دینی حضرت علی اور ام ایمن کی اس روایت موضوعہ سے بھی ثابت ہوگئی اور وہ احتمال عاریت کا باطل ہی کسی نادان کی بھی عقل میں آئیگا کہ کوئی عاریت کا دعوی بھی کیا کرتا ہی اگر کوئی دعوی کرتا ہی تو اپنی ملک کا دعوی کرتا ہی اور ہمارا اعتراض اس روایت کے موافق نہیں ہے بلکہ صواعق محرقہ کی دوسری روایت کے سند سے اور سوا اسکے اور کتابوں کی روایت کی سند ہی اور شیعوں کی بنائی ہوئی یہ روایت نہیں ہے جسکو تو کہتا ہی کہ افترا کذابان شیعہ ہی ہم اس روایت کے بنانیوالے پر لعنت کرتے ہیں اگر تو راست گو ہی اپنے قول میں تو تو بھی لعنت کر اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ زید شہید نے ہرگز ایسا نہیں کہا اور جو لفظ کہ صراحت ہبہ پر دلالت کرتا ہی وہ اور روایتوں میں موجود ہی یہانتک کہ صواعق محرقہ میں بھی موجود ہی اسیواسطے اس روایت میں جو اعطا کا لفظ آیا ہی اس سے بھی مراد ہبہ ہی ہی اور وہ انصاف سے روایت اہل سنت ہی ہیں کہ جنہوں نے ابوبکر کو رحیم لکھا ہی اور امام جلیل القدر نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا اور ہمارے نزدیک تو یہ روایت عیوب کی بھری ہوئی ہی کہ ابوبکر قسی القلب کو رحیم لکھا ہی اور روایت مشکوۃ کی تو سراسر موضوع ہی اسکا یہاں کیا ذکر ہی اور ہم تو حضرت زید کے قول کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ بطور تنزل و تسلیم کے اسکو کہتا ہے اور ہبہ اس روایت سے بھی ثابت ہے جیسے کہ ہم کہہ چکے اور ہمنے تسلیم کیا کہ اعطا دینے کے معنی میں ہے لیکن مراد اس سے ہبہ ہے اور ہبہ میں بھی دیا ہی ہوتا ہی اور عاریت یہاں ہرگز مراد نہیں ہے جیسے کہ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور جو حدیث کہ سند میں لایا ہی اسکا قیاس اسپر نہیں ہو سکتا اگر اس حدیث میں بالفرض اعطا سے مراد عاریت ہو تو اس روایت میں مراد عاریت نہیں ہو سکتی کہ اسمیں سب قرائن ہبہ کے موجود ہیں اور اب ہم اس حدیث کو مفصل بیان کرتے ہیں تاکہ دیندار لوگوں کو اسپر اطلاع ہو لکھا ہی کہ جب خیبر کی لڑائی در پیش ہوئی تو رسول خدا صلعم نے اپنا نشان ابوبکر کو دیا اور ہمراہ انکے جماعت صحابہ کی واسطے فتح خیبر کے روانہ کی خلیفہ صاحب روانہ ہوئے اور جب مخالفین سے مقابلہ ہوا تو آپ مع جنگ کی تاب نلا کر مع ہمراہیوں کے بھاگ کر چلے آئے اور دوسرے روز حضرت نے نشان با عمر کو دیا اور ایک جماعت انکی ہمراہ کرکے مخالفین سے لڑنیکو بھیجا وہ بھی مثل اول کے بھاگ کر چلے آئے تب یہ حال حضرت نے دیکھا تو فرمایا حضرت نے کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرار غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ یعنی البتہ دونگا میں نشان کل کو ایسے مرد کو کہ حملہ کرنیوالا ہو نہ بھاگنے والا ہو اور دوست رکھتا ہو خدا کو اور پیغمبر اسکے کو اور دوست رکھتا ہو اسکو خدا اور پیغمبر اسکا فتح کریگا خدا ہاتھ پر اسکے پہر جب حضرت نے ایسا فرمایا تو ہر ایک شخص ہتھیار لگا کر حضرت کے روبرو آتا تھا اور آرزو کرتا تھا کہ وہ شخص میں ہی ہو جاؤں اور یہ منصب مجھے تفویض ہو لیکن حضرت کسیکی طرف توجہ نکرتے تھے اور حضرت علی کو ڈھونڈھتے تھے کہ وہ تو اس سپہر لڑ نہوگا اسواسطے کہ اسکی آنکھیں دکھتی ہیں اور حضرت عمر لکھتے ہیں کہ مجھکو کبھی تمنا منصب کی نہوئی تھی لیکن اس منصب کی آرزو مجھکو بھی ہوئی اور میں حضرت کے سامنے ہتھیار لگا کر گیا تو میری طرف بھی حضرت نے توجہ نفرمائی مگر تعجب ہے خلیفہ صاحب کے خیال پر کہ

کہ کل کو میں بھاگ آیا ہوں یہ مجھکو نشان کیونکر عنایت ہوگا اور اُسکی آرزو میں حضرت کے سامنے چلے گئے خلاصہ یہ ہے کہ وہ نشان اپنا حضرت نے حضرت علی کو دیا اور حضرت علی نے خیبر کو فتح کیا اب اس حدیث کو ملاحظہ فرمانا چاہئے کہ جب یہ دونو صاحب بھاگ کر آئے تو لشکر نے گھبرا کے حضرت نے فرمایا کل کو میں ایسے شخص کو نشان دونگا کہ کرّار جاننے والا اور حملہ کرنے والا ہو اور بھاگنے والا نہو تو معلوم ہوا کہ یہ بھاگنے والے تھے کہ بھاگ کر چلے آئے تھے اور فرمایا حضرت نے کہ ایسے شخص کو نشان دوں کہ جو دوست رکھے خدا کو اور اُسکے رسول کو اور خدا اور رسول اُسکو دوست رکھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دونو خدا کو اور اُسکے رسول کو دوست نہیں رکھتے تھے اور نہ خدا اور رسول اُنکو دوست رکھتے تھے اس شیخ نے حدیث خیبر کا ذکر کرکے ابوبکر اور عمر کے اوصاف ظاہر کردئے اور اگر اس حدیث میں عطا سے مراد عاریت کے سمجھیں تو اس روایت میں مراد عاریت نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم کہہ چکے اور جیسے کہ کوئی اس حدیث میں عطا سے ہبہ نہیں سمجھ سکتا ایسے ہی اس عبارت میں کوئی اعطا کی لفظ سے عاریت بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ معنی وہاں ہرگز درست نہیں ہو سکتے اور حدیث خیبر میں اگر اعطا سے ہبہ مراد لیویں تو کیا بعید ہے حضرت صلعم نے وہ نشان حضرت علی کو دے ڈالا ہو اور خزانچیوں اور چپراسیوں اور فوج والوں پر اسکا قیاس نہیں ہو سکتا کہ دینداروں کو دنیا داروں سے کیا نسبت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ کنجیاں سپاہیوں کے پاس اور چپراس چپراسیوں کے پاس اور جھنڈا فوج کا نشانچیوں کے پاس امانت ہو تو حضرت علی کے پاس بھی نشان امانت ہو **قال الشیخ الاشعری** اور جب عطا اور اعطا امانت میں بھی مستعمل ہوا تو ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کا یہ فرمانا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک یعنی رسول اللہ صلعم نے مجھکو فدک عطا فرمایا ہے یا یہ معنے ہو کہ فدک مجھکو رسول اللہ صلعم نے کھانے پینے کیلئے مستعار رکھا ہے اور منافع اُسکا میرے لئے معاف تھا سو گویا اسکو اپنا مملوک نہیں سمجھا آخر تم کسی کسیکو اسکو یا اسکے محصول کو دوہی گے سو مناسب یہی ہے کہ ہمارے ہی پاس رہے کیونکہ ہمارے پاس ویسا ہی پہلے سے بھی تھا اور اُسکے محصول کو ہم مدت سے کھاتے ہیں تم اسکے محصول کو مثل محصول دیگر متروکہ نبوی علی صاحبہا وآلہ الف الف صلوٰۃ وسلام فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرو اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا حضرت فاطمہ رضہ سے گواہوں کا طلب کرنا باوجودیکہ دل رحیم تھے چنانچہ حضرت زید نے فرمایا ہے اور رحمدلوں کا یہ کام نہیں کہ ایسی سنگدلی برتیں اور وہ بھی حضرت فاطمہ زہرا رضہ بنت رحمۃ للعالمین صلعم سے کہ جنکے ہم مکافات رحمت پدری تمام عالم کو رحم کرنا چاہئے چہ جائیکہ ابوبکر صدیق جیسا بانیاز رحمدل اسوجہ سے تصور فرمانا چاہئے کہ مثلاً قریب وفات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات نے فدک حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو بطریق چندے مستعار عطا فرمایا ہو پر حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو یہ قصہ معلوم نہوا ہو بلکہ بایں نظر کہ مدام فدک میں تصرف مالکانہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو کرتے ہوئے دیکھا تھا بجا خود یہ سمجھے ہوئے تھے کہ فدک بھی بحسب ایما حدیث ما ترکناہ صدقہ کے جسکا ذکر عنقریب ہے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وقف عام ہے اسمیں اچانک حضرت فاطمہ زہرا رضہ سے یہ بات سنکر اُسوقت جان صدیق اکبر عجب شکنجہ میں آگئی کہ نادہرتے تو بے رعایت رضا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایکطرف اور پابندی اتباع سنت نبوی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام جسکی طرف حضرت زید نے بایں لفظ اشارہ فرمایا وکان یکرہ ان یغیر الخ ایکطرف اور دونو جانبیں واجب الرعایت مگر چونکہ رعایت جانب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بھی مبنی وجوب اتباع نبوی اور اقتدا مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر تھی ورنہ پاسداری قرابت رسول اللہ صلعم کی ضرورت اور فرضیت ہرچند بمراتب مؤکد ہے لیکن اُسکی بھی جیسا کہ مشہور ہے بمرکش گر تابت شد تو جیسا آیہ لا تقل لھما اف ولا تنھرھما میں ممانعت تو بظاہر ہوں کہنے اور جھڑکنے ہی سے ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ جب ہوں کہنے اور جھڑکنے سے رکیں گے تو گالی گفتار اور جوتی پیزار بدرجہ اولیٰ ہوگی تو ایسے ہی پاسداری قرابت سے بھی مقصود یہی ہے کہ جب امور دنیوی میں بھی رسول اللہ صلعم کی ناخوشی گوارا نکرینگے تو امور دینیہ میں تو بالاولیٰ مطیع اور منقاد رہینگے کیونکہ رسول اللہ صلعم کا رسول کرکے بھیجا اصل امور دینی کی اصلاح کے لئے ہے خصوصاً حقوق مالی میں اور وہ بھی فدک کہ بشہادت متروکہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی حق تلفی کا فی الجملہ خلجان ساتھ لگا ہوا کیونکہ تا دم آخر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ لوگ مصرف فدک رہے معہذا اہل حق موقع رعایت میں عایت الوٹکو زیادہ دبایا کرتے ہیں اسلئے انصاف والے آپ ہی رعایت نہیں کرتے تو اُن وجوہ سے مرجح اور مرتبہ بھی تھا کہ محاصل فدک میں دستور نبوی صلعم کو برہہ پا دابا دستور العمل رکھئے لیکن بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ حضرت صدیق اکبر رضہ بسبب کمال اخلاص اور نہایت پاس نیاز کے اسبات کے جویاں ہوئے کہ تا مقدور دلداری حضرت زہرا رضہ کیجائے اور حتی مقدور رنجش خاطر مبارک حضرت زہرا رضہ پر میل نہ آنے دیجئے با اینہمہ اپنی غلط فہمی کا بھی احتمال اسلئے طالب شہود ہوئے تا کہ شاید کسی گواہ کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اسبات کیطرف پایا جائے کہ گو متروکہ رسول اللہ علیہ وسلم وقف عام ہے لیکن پھر بھی مستعیر یا قربا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیٰ واقدم ہیں چونکہ حضرت ابوبکر صدیق بوجہ پاسداری قرابت نبوی حضرت فاطمہ زہرا رضہ کے سامنے دو ٹوک بات کہنے میں تامل اور تردد تھا اور اپنا مافی الضمیر یا تو کہ میں وہی کرونگا جو رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے بلحاظ دلشکنی جگرگوشہ رسول اللہ صلعم آشکارا نہیں کہہ سکتے تھے تو خدا سازغیب سے تدارک ہوا اور بحکم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا یعنی جو شخص خدا سے ڈرے خدا اُسکے لئے بلاؤں سے نکاسی کی صورت کردیتا ہے وہ لطیفہ غیبی پیدا ہوا کہ جس سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رنجش کا کھٹکا بھی جاتا رہا یعنی گواہ ملے تو ایک مرد اور ایک عورت ہی ملی نصاب شہادت بھی پورا نہوا جو کسیکو کہنے کی گنجائش باقی رہے بلکہ ایک عذر معقول ہاتھ آیا اور عذر معقول اہل عقل اور دینداروں کے نزدیک مقبول ہی ہوتا ہے والعذر عند کرام الناس مقبول **اقول** جواب تو ہم اسکا دے چکے ہیں کہ جس سے اسکا یہ پوچ اور واہی بکنا سب لغو ہوگیا اور بے فائدہ ہے لیکن اب کچھ ہی کہنا چاہئے کہ عطا اور اعطا کو امانت میں بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن یہاں کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فدک کو حضرت فاطمہ کے پاس امانت رکھا تھا اور امانت میں تو کسیکو تصرف نہیں کر سکتے ہیں پھر کھانا پینا کیسا اور اگر کھانے پینے کی حضرت نے اجازت دیدی تھی تو وہ بھی

اگر کسی چیز کے مالک ہی نہ تھے موافق تیری قول کی پھر حضرت آل فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی کون تھی کہ ایک گروہ اعظم کا حق اپنی بیٹی کو دیدیا اور ابوبکر کو کیا دخل تھا کہ ایک گروہ کا حق خاص ایک شخص کو دیدیا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام ابوبکر سے اُسکی طالب ہوئیں اور فاطمہ زہرا تھا کیسے طالب ہوئیں اُسکی کہ جو حق ایک جماعت کثیرہ کا تھا اور ابوبکر کے نزدیک تو دنیا سب کا تھا فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کا پھر حضرت فاطمہ کس لئے کہتیں کہ تم کسی کسیکو دو گے مجھ اکیلی ہی کو دیدو اور ابوبکر ہرگز رحمدل نہ تھے بلکہ بڑے سنگدل تھے کہ پہلے فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کا دروازہ گرا چکے تھے اور وقت مرنے کے افسوس کرتے تھے کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نکھولتا چنانچہ استیعاب و تاریخ طبری میں لکھا ہے اور نہ حضرت سید نے ابوبکر کو رحمدل کہا ہے یہ ایک افترا ہے ان تمام عالم کو حضرت فاطمہ پر رحم کرنا چاہئے لیکن ابوبکر نے اُنپر رحم نکیا یہانتک کہ آزردہ اس جہان سے رحلت کر گئیں اور فدک ہرگز مستعار نتھا بلکہ مملوک تھا حضرت فاطمہ کا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور تصرف مالکانہ ابوبکر نے کرتے ہوئے حضرت کو کیونکر دیکھا تصرف مالکانہ تو یہی کہ اپنی ذات کے صرف میں لائے اور بیع اور ہبہ کر سکے اور حضرت تو تیرے نزدیک کسی چیز کے مالک ہی نتھے بڑا بیہودہ ہے کہیں کچھ کہتا ہے اور کہیں کچھ کہتا ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر نے حضرت کو فقرا و مساکین پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا لیکن جس وقت کہ حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا تو یہہ خیال کیا ہوتا کہ میں نے حضرت کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر فاطمہ زہرا جو دعوی کرتی ہیں واقع میں انکو دیا ہوگا اور مجھکو اس دینے کی خبر نہوئی ہو اسواسطے کہ جسکی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوا اور رسول خدا صلعم اُسکے حق میں فرمایا ہیں سیدة نساء العالمین سیدة نساء اہل الجنة وہ جھوٹ ہرگز نہ کہیگی اور اپنے باپ پر اس مال حطام دنیا کیواسطے عمداً افترا نکریگی یہ سمجھا دیدیتے جیسا کہ حضرت جابر کو بمجرد دعوی کے دیدیا تھا اور گواہ طلب نکئے جابر سے لیکن ابوبکر کو تو منظور ہی تھا کہ فاطمہ زہرا فدک سے متمتع ہو کسی حیلہ سے اسکو دفع کرنا چاہئے اور وراثت کا دعوی کیا تو جھوٹی روایت لانورث کی بنائی اور اُسوقت ابوبکر شکنجہ میں کیا ہو نگے کہ حکومت و مال سے دونو سے منتفع ہو رہے تھے شکنجہ میں تو اب ہونگے اپنی افعال کردار کے کیفر میں اور حضرت سید نے ہرگز کچھ نہیں فرمایا یہ اُنپر افترا ہے اور رعایت حضرت زہرا اور آنکے پدر عالیمقدار کی اُنکے باب میں کسی کی نہیں کی اور نہ کچھ حضرت کی قرابت کا پاس کیا اور ابوبکر کو رعایت منظور ہوتی تو گو وہ مال فقرا تھا لیکن مومنین سے حضرت فاطمہ کے واسطے معاف کروالیتا جیسے کہ رسول خدا صلعم نے زینب دختر خدیجۃ الکبری کا بھیجا ہوا فدیہ شوہر کے واسطے سب مومنین سے معاف کروالیا تھا اور ابوبکر کیونکر معاف کرواتے انکو تو یہ غدغہ تھا کہ اگر میں فاطمہ کو دیدوں تو ایسا نہو کہ قوت بہم پہنچا کر خلافت کا دعوی کریں اور لڑائی حضرت زہرا کی تو اُسوقت مٹی جسوقت اُنکو فدک دیدیتے اور ملال تو حضرت زہرا کو ابوبکر سے ایسا ہوا کہ تا دم مرگ ابوبکر سے کلام نکیا اور غلط فہمی ابوبکر کی ہرگز نہ تھی جو کچھ کرتے تھے اپنے ارادہ و اختیار سے عمداً کرتے تھے اور گواہوں کی طلب کی کچھ احتیاج نتھی ایک حیلہ تلاش کرتے تھے ضبط کرنیکے واسطے اور یہی ظاہر ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کو جھوٹا نہ جانتے ہونگے لیکن یہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو کہ جسکے بہانہ سے فاطمہ زہرا کو جواب دیدوں کہ وہ ساکت ہو جاے اور گواہ وہاں طلب کئے جاتے ہیں کہ جہاں مدعی کو جھوٹا دعوی کرنیکا احتمال رکھتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا ایسے مدعیوں میں سے نتھی کیا جابر ہی حضرت فاطمہ کا مرتبہ کم تھا کہ اُسکو راست گو جان کر دیدیا اور حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کئے اور علی مرتضی و ام ایمن نے گواہی دی اور جب گواہی ادا ہوئی تو کہا کہ نصاب بینہ کی پوری نہوئی یہاں تو حضرت علی اور فاطمہ دونو کا قول معتبر نہوا اور جابر نے دعوی کیا تو بدون گواہوں کے اُس تنہا ہی کا قول معتبر ہو گیا ان ہذا لشیء عجاب خوب قرابت کا رسول خدا صلعم کی ابوبکر نے پاس کیا اور خوب فدیت و اولویت کو سمجھا ہرگز ابوبکر کو دل تنگی حضرت فاطمہ زہرا کا خیال نتھا بلکہ حیلہ تلاش کرتے تھے فاطمہ کو صاف جواب دیدینے کا اسواسطے گواہ طلب کئے اور یہ عذر نا معقول گواہوں کا حضرت فاطمہ کے واسطے ہرگز نتھا یہ عذر بدتر از گناہ ہے اگر نصاب بینہ کی بھی پوری ہو جاتی تو کوئی اور حیلہ ٹھہرا لیتے اور عجیب تر یہ ہے کہ شہادت عمر بن عبدالعزیز کی ہبہ ثابت ہونے میں جو کہ مشکوٰۃ میں ہے اور وہ معتبر ہو جا جسکو شیخ بار بار پیش کرتا ہے اور شہادت علی و فاطمہ و حسن حسین علیہم السلام اور ام ایمن کے جو کہ ہبہ کرنیکے بارہ میں ہے وہ معتبر نہو اور بلکہ یہاں بینہ بھی پوری ہو گئے تھے اکثر کتابوں میں تو یہ ہے کہ علی اور ام ایمن نے گواہی دی اور تفسیر کبیر میں ہے کہ مولا اور رسول خدا صلعم اور ام ایمن نے گواہی دی دیکھو دو مرد حضرت علی اور مولا جناب رسول خدا صلعم اور ایک عورت ام ایمن تین گواہ ہوئے نصاب بینہ سے بھی زیادہ ہو گئی اور ایک شاہد کی شہادت پر بھی حکم ہو سکتا ہے جسوقت شہادت اُسکی مفید یقین کے ہو چنانچہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس باب میں لکھتے ہیں کہ جسوقت حاکم صدق شہادت شاہد واحد کا جانتے تو موافق اُسکے حکم کر سکتا ہے اسمیں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے شہادت خزیمہ کی بمنزلہ دو مرد کی شہادت کے رکھی اور تفسیر نیشاپوری اور کشاف میں بھی لکھا ہے اور اسیواسطے نام اُسکا ذوالشہادتین ہوا کیا حضرت علی کی شہادت خزیمہ بن ثابت کی شہادت کے برابر بھی نتھی اور سوا اسکے یہ بھی کہ اتباع اہلبیت کا موجب حدیث ثقلین واجب ہے اور نصر اللہ کابلی نے باوجود اس تعصب کے کہ سرحدان خرافات کا وہ بھی ہے موقع میں اسنے لکھا ہے کہ لذلک حدیث مثل اہلبیتی مثل سفینۃ نوح من تمسک بہا نجی ومن تخلف عنہا ہلک لا یدل علی ہذا المدعی یعنی الامامۃ و اد ستان الفلاح منوط بولائہم و ہدیہم والہلاک بالتخلف عن کان الخلفاء والصحابۃ ثم یرجعون الی افضلہم فیما اشکل علیہم من المسائل و ذلک لان ولائہم واجب و ہدیہم ہدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اور ایسی ہی حدیث مثل اہل بیتی الخ نہیں دلالت کرتی ہے اس مدعی پر یعنی امامت پر اور نہیں شک ہے اسمیں کہ تحقیق فلاح نجات ہونی ہے اُنکی دوستی اور ہدایت پر اور ہلاکت انسے ہٹ رہنے میں ہے اور اسیواسطے خلفاء اور صحابہ رجوع کرتے تھے اُنکے افضل کیطرف کہ وہ علی ہیں اُس امر میں جو مشکل ہوتا تھا اُنپر مسائل میں سے اسواسطے کہ دوستی اُنکی واجب ہے اور ہدایت اُنکی ہدایت رسول خدا صلعم کی ہے اب کہو کہ ابوبکر نے تخلف کیا اُنسے کہنے سے اور اُنکا اتباع نکیا کہ ہدایت اُنکی ہدایت رسول خدا صلعم کی تھی اور اُنکے قول پر عمل نکیا تو ہلاک اور گمراہ ہوا یا نہیں اور حدیث ثقلین میں اُنسے تمسک کرنیکا حکم ہے اور یہاں ابوبکر نے تمسک کیا کہ تمسک کے عوض تخلف کیا اور فاطمہ زہرا کے کہنے پر عمل نکیا اور اُسکو جھوٹا گمان کر کے گواہ اُس سے طلب کئے

قال الشیخ الاشعری اسلئے ہم بالیقین جانتے ہیں کہ یہ بات موجب مزید اعتقاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باعث رفع رنج قلب پاک حضرت زہرا بضرور ہی ہوا ہوگا چنانچہ حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہوجانا جو شیعوں کی کتابوں کے حوالہ سے عنقریب انشاء اللہ مذکور ہوگا اس بات پر شاہد ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہ قول واللہ لو
رجع الامر الی فقضیت فیھا یعنی واللہ اگر یہ مقدمہ میرے پاس رجوع ہوتا تو میں بھی یہی حکم کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا آواز بلند کہتا ہے کہ حضرت زہرا کو حضرت ابوبکر سے کچھ ملال نہ تھا اور تھا تو
باقی نہیں رہا بلکہ مبدل بخوشی ہوگیا تھا ورنہ اگر ابوبکر سے حضرت فاطمہ علیہا السلام ناخوش تشریف لیجاتے تو اہل بیت میں سے ایک بھی ابوبکر کو بھلائی سے یاد نہ کرتا چہ جائیکہ ایسی بڑھکی تعریف الغرض اگر
علماء شیعہ کو ہمارا یہ کہنا کہ یہ روایت صحیح ہے مسلم ہو تو بہتر ورنہ اس روایت میں کوئی بات خلاف اہل مذہب سنت کو نہیں پہنچتی جو علماء شیعہ بے دیدہ ہوکر زبان دراز کریں اور الزام اہل سنت کے لیے اس
روایت کو زبان پر لائیں ہاں اگر توجیہ جو مذکور ہوئی تسلیم نہ کریں تو البتہ شیعوں کی البتہ فی الجملہ کچھ بن پڑی مگر شاید علماء شیعہ بے سبب بے وجہ بد جد بیشمار یوں بات بنانے لگیں کہ ہر چند عاریت کے معنی
میں عطا کا لفظ مستعمل ہونا مسلم لیکن یہ معنی حقیقی ہیں اور عاریت معنی مجازی اور ایسے استعمال میں جبتک کوئی قرینہ صارفہ معنی حقیقی سے نہ پایا جائے تب تک معنی عاریت کے مفہوم نہیں ہوسکتے سو اول تو یہ بات ہی خود مسلم
مستدل و مدعی کو لازم ہے کہ دعوی بے دلیل زبان پر نہ لائے ورنہ ایک حرف خفیف لا نسلم میں وہ دعوی مسترد ہوجائیگا اور یہی نہ سہی جیسے علماء شیعہ ایک دعوی بے دلیل پیش کرکے بزعم خود اہل سنت
کے سامنے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں ہم بھی ایک بے دلیل دعوی کرتے ہیں کہ یہ لفظ ان دونو فردوں میں مشترک معنوی ہے یا ان دونو معنی میں مشترک لفظی ہے اور یہ دعوی ایک وجہ سے بہ نسبت دعوے
علماء شیعہ معقول بھی ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ لفظ اپنے معنے موضوع لہ میں مستعمل ہو سو اس صورت میں ہر ایک معنی کے لئے کوئی قرینہ چاہئے جو دوسرے معنی سے صارف ہو سو ہمکو یہ کچھ ضرورت نہیں کہ
قرینہ مذکورہ لفظی ہی ہو اگر ہو اور وہ بھی لفظ کثیر المعنے کے پس و پیش ہی لگا ہوا ہو بلکہ قرینہ کی ضرورت اسلئے ہوتی ہے کہ مخاطب کو فہم مطلب میں غلطی نہ پڑے سو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے
بعد زیب مسند خلافت اسبات کی تحقیق کی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ترکہ مملوک کیا کیا ہے سو اس تحقیقات میں یہ بھی تحقق ہوگیا ہو کہ فدک تا دم واپسیں مملوکہ مقبوضہ رسول اللہ صلعم
ہی رہا ہو بلکہ خود حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کے اقرار سے یہ بات ثابت ہوگئی ہو و نیز ظاہر بھی ہے کیونکہ ایسی بات گھر ہی کے لوگ جانا کرتے ہیں لیکن جب حضرت
ابوبکر صدیق نے بطور خود اسکا بندوبست اور اسکا جمع خرچ کرنا چاہا تب حضرت فاطمہ زہرا بایں وجہ کہ مجھکو رسول اللہ صلعم نے دی رکھا ہے مزاحم حال ہوئی ہوں اور اس حجت سے
یہ غرض ہو کہ گو فدک ہمارا مملوک نہیں لیکن اولی یہ ہے کہ یہ ہمارے پاس رہے اور اسکی آمدنی ہمارے ہی پاس آیا کرے اب منصفان شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ بشہادت قواعد علم مناظرہ
مدعی کو خصم کے لیے یہی احتمالات ممکنہ خلاف دعوی مدعی ہی کفایت کرتے ہیں سو اس احتمال کی امکان میں اہل عقل کو کیا امکان ہے جو انکار کریں اور ایسے ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ بعد وقوع اس
ماجرا کے حضرت زہرا کا یہ فرمانا کہ مجھکو رسول اللہ صلعم نے دیا ہے بجز عاریت اور کسی معنی پر محمول نہیں ہوسکتا اور باوجود مملوک نہونے کے اتنا تحکم بوجہ ناز اہل بیت بنیاز صدیق اکبر ہو
خصوصاً اس موقع میں کہ عاریت بھی رسول اللہ صلعم کی دی ہوئی ہو کیونکہ رسول اللہ صلعم کے لئے اور کہنے کی بہرہ ور ہر صحابی خلفاء پر تحکم کرلیا تھا چہ جائیکہ اہل بیت اور انمیں سے بھی
حضرت فاطمہ زہرا اور وہ بھی حضرت صدیق اکبر پر کہ نیاز خاص اہل بیت تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمر کا بوجہ قرب مسجد حضرت عباس کے پرنالہ کا توڑ ڈالنا اور انکا یہ تحکم کہ یہ
رسول اللہ صلعم کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا تم نے کیوں توڑا اور پھر حضرت عمر کا اس پرنالہ کو اپنے ہاتھ سے درست کرنا کتابوں میں لکھا ہے لیکن ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد حضرت زہرا کا یہ تحکم
بر سر لیکن حضرت ابوبکر صدیق بوجہ ماترکناہ صدقۃ جسکا ذکر قریب ہے انشاء اللہ تعالی آتا ہے مجبور تھے اور پھر گواہوں کی تقریر سے بھی کچھ یہ عقدہ کشائی نہوئی کوئی اشارہ کسی قسم کا حضرت زہرا رضی
پاس رہنے پر گواہوں کی تقریر سے ظاہر نہوا سو مقدار آمدنی ہی کہ مقدار معین کی تو پہنچی اور اسپر بشہادت دستور نبوی شرکت فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی جس قسم اور جس رتبہ کی کہی جائے
اس احتمال میں ثابت **اقول** حضرت زہرا کا رنج ہرگز ابوبکر سے رفع نہیں ہوا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے مثل بخاری و مسلم کے اور شیعوں کی ایسی کوئی کتاب نہیں ہے جسمیں لکھا ہو کہ
حضرت زہرا ابوبکر سے راضی ہوگئی ہوں اگر منہاج السالکین کو کہتا ہے تو اسکا وجود ہی دنیا میں نہیں ہے نصر اللہ کابلی نے اپنی جی سے جوڑ کر لکھدیا ہے کہ شیعوں کی کتاب منہاج السالکین میں
ایسا لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی اسکی پیروی سے لکھ دیا ہے اور حضرت زید نے بھی کچھ نہیں فرمایا ہے بلکہ اہل سنت کا افترا ہے لیکن اس روایت سے یہ ثابت بھی نہیں ہے کہ حضرت زہرا کا
رنج بخوشی مبدل ہوگیا ہو اور اہل بیت میں سے کون ابوبکر کو بھلائی سے یاد کرتا ہے بلکہ شکایت کرتے ہیں دیکھو نہج البلاغہ کو جسکا اقرار علماء اہل سنت کرتے ہیں کہ یہ حضرت امیر کا کلام ہے اسمیں فدک
کے چھن جانے کا افسوس کرنا لکھا ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ زیر آسمان ہمارے پاس یہی فدک تھا سو لوگوں نے اسمیں بخل کیا اور ہمکو نہ دیا اور اس روایت زید کو تو ہم موضوع ہی کہتے ہیں کہ اسکے آخر میں
حضرت زید کا قول وضع کرکے لگا دیا ہے اور اول میں اسکو جو دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا لکھا ہے اس سے ہمارا مطلب ثابت ہے جسکا وہ انکار کرتا تھا اور علاوہ اسکے ہم اور روایتوں سے بھی ثابت کرچکے ہیں
اور دعوی کرنا ہبہ کا ہم ثابت کر آئے ہیں کہ وہ سراسر خلاف تیرے دعوے کے ہے اور علماء شیعہ غلط نہیں کہتے ہیں بلکہ موافق روایات کتب اہل سنت کے کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ فدک کا ابوبکر سے کیا اور
روایت بہت ہیں اور وہ روایتیں تیری اس روایت موضوعہ کے سوا اور غیر ہیں اور الزام اہل سنت کے واسطے بھی وہ اور ہی روایتیں ہیں جنکو ہم پہلے اس سے لکھ چکے نہ یہی روایت اور عطا
کا لفظ اس جگہ ہرگز عاریت کے واسطے نہیں ہے بلکہ مراد اس سے ہبہ ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور قرینہ گواہ طلب کرنیکا واسطے ہبہ کے موجود ہے اور عاریت کے واسطے گواہوں کی طلب کرنیکی احتیاج نہیں ہے

عاریت کو جب چاہا واپس کر لیا اور عاریت جناب رسول خدا صلعم دی ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ مال فقرا تھا بیگانہ حق اپنی دختر کے حوالہ وہ کس وجہ سے کر دیتے اور حضرت کا تو وہ مال ہی نہ تھا
موافق مذہب اس شیخ اور شیعوں کا دعویٰ تو بے دلیل ہرگز نہیں ہے اہل سنت کی کتابوں سے شیعہ ہمیشہ سنیوں کو الزام دیتے چلے آتے ہیں اور ابوبکر نے کس طرح تحقیق کر لیا ہوگا ملوک حضرت
کی اس چیز کو کہ وہ موافق مذہب اہل سنت کے حضرت کی چیز ہی نہیں ہے اسواسطے کہ تو لکھ چکا ہے کہ رسول خدا صلعم کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے تھے اور یہ بات کہ تا دم والپسین فدک حضرت کا مملوک و مقبوض
رہا ہوگا اور اہل سنت کے اقراروں سے بھی ثابت ہو گیا ہو یہ احتمال نہایت پوچ اور بے پا درہوا ہے اسواسطے کہ اہل بیت میں بعد حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کے علی و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام میں حضرت
فاطمہ نے تو دعویٰ ہبۂ فدک کا کیا اور حضرت علی نے گواہی دی جیسا کہ اکثر کتب اہل سنت میں لکھا ہے اور کئی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حسنین نے بھی ہبۂ فدک کی گواہی دی اہل بیت کا یہ حال
ہے پھر یقینی بات کے مقابلہ میں احتمال پوچ نکالنا کام عقلمندوں کا نہیں ہے بلکہ باؤلوں کی بڑ ہے ہاں گھر کے لوگ اہل بیت تھے سو انہوں نے دعویٰ ہبہ کا کیا جسوقت ابوبکر نے کاروند حضرت فاطمہ کے
فدک پر اٹھا لیے اگر فدک فاطمہ زہرا کا مملوک نہ تھا تو فاطمہ کا روند خود بخود کیسے دخیل و قابض ہو گئے تھے اور اگر حق فقرا تھا ایک شخص تنہا کے پاس کیونکر جماعت بزرگ کا حق ہو جاتا اور یہ احتمالات ہبہ مدعی کے خصم کے مقابلہ میں
نصوص متظافرہ مدعی کو کفایت نہیں کر سکتے ہیں اور اہل عقل کیا نادان بھی پسند نہیں کر سکتا ہے اور حضرت زہرا کا فرمانا کہ مجھکو فدک یا ہبہ ہرگز عاریت پر محمول نہیں ہو سکتا روایات کثیرہ کی جہت
سے اور عاریت ہونے کو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے ہیں بار بار عاریت کیے چلا جاتا ہے اور حضرت فاطمہ نے دعویٰ اپنی ملک ہونے کا کیا تھا پھر مملوک کیونکر نہ ہوتا اور ابوبکر بھی یہ نا زمند تھے کہ ایک جبلہ حق فاطمہ
زہرا کا دبا بیٹھے اور حضرت عمر کا پرچہ قبالہ کو اپنے ہاتھ سے لگا نا یہ بھی انکا ایک یا تھا اور بادشاہ ہوکر ایسے کاموں کو اپنے ہاتھ سے کرنا نہایت بے موقع ہے اور روایت مار کر نامہ صدقہ کی بالکل باطل
اور گواہ ہونگی حضرت زہرا کے واسطے کچھ احتیاج نہ تھی **قال الشیخ للاشعری** القصہ گر روایت متنازع فیہا اگر بپاس خاطر شیعہ ہم تسلیم ہی کر لیں تو کوئی بات خلاف مذہب اہل سنت
اور مناقض حدیث مشکوٰۃ اس روایت سے نہیں نکلتی بلکہ الٹی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف نکلتی ہے سو علماء شیعہ اس روایت کو صحیح سمجھیں تو فبہا اور اگر تسلیم کریں جمیع اجزا اسکا
تسلیم کریں اور اگر غیر نا معقول پیش کریں کہ ہر چند یہ روایت صحیح ہے لیکن حضرت زید ہمارے عقیدہ کے موافق نعوذ باللہ منہا کافر مرے ہیں کیونکہ امامت حق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا
تھا کہ وہ امام وقت تھے اور امام ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے پھر جو انہوں نے جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو امام سمجھتے تھے اور جو شخص کہ امام نہ ہو اور با اینہمہ دعویٰ امامت کا کرے تو وہ بعینہ ایسا ہے جیسا کوئی
نبی نہ ہو اور پھر دعویٰ نبوت کا کرے سو جیسا وہ کافر ہے بلکہ کافروں میں بھی اشد ایسا ہی یہ بھی پھر انکی بات کا اپنے مذہب کی تائید میں کیا اعتبار ہاں ہبۂ فدک کا جو مخالف مذہب حضرت زید یعنی
مذہب اہل سنت ہے البتہ مقبول ہوتا لیکن اسکو توجیہ عاریت نے چلنے دیا تو اسکا جواب قاضی نور اللہ صاحب سنیوں کی عبارت سے آپ دیتے ہیں اسلئے ہمکو کیا ضرورت کہ حضرت زید کی زندگی کے اثبات میں دسر کھپائیں
انکی روایت نقل کئے دیتا ہوں کہ انکا لکھا شیعوں کے نزدیک بھی آسمانی سی ہے یا وہ ہی سل نوشتہ تقدیر کوئی اسکو مٹا نہیں سکتا قاضی نور اللہ صاحب مجالس المومنین میں فضیل بن یسار کے احوال میں
امالی شیخ ابن بابویہ سے نقل کرکے بروایت فضیل بن یسار ہی رقم فرماتے ہیں کہ گفت در محاربہ زید بن علی با طاغیان لشکر ہشام با او ہمراہ بودم چوں بعد از شہادت زید بمدینہ رفتم و بخدمت
امام جعفر صادق رسیدم آنحضرت از من پرسید کہ ای فضیل با عمم من قتال اہل ہشام حاضر بودی گفتم بلے آنگاہ پرسید کہ چند کس از ایشاں کشتی گفتم شش کس فرمود مباد ترا شکے در حلال
خون ایشاں باشد گفتم اگر شکے در آں میداشتم چرا ایشاں را میکشتم آنگاہ شنیدم کہ آنحضرت گفت اشرکنی اللہ فی تلک الدماء واللہ زید عمی ہو واصحابہ شہداء مثل ما مضی
علی علی بن ابیطالب واصحابہ انتہی بلفظہ فارسی کا ترجمہ تو اکثر جانتے ہیں پر عربی کا ترجمہ لکھنا پڑا وہ یوں ہے خدا مجھکو ان خونوں کے ثواب میں شریک کرے واللہ حضرت زید میرے چچا اور انکے اصحاب
سب شہید ہیں انکی نسبت قصہ ایسا ہے جیسا حضرت علی اور انکے یاروں پر گزرا فقط اب حضرت امام ناطق یعنی امام جعفر صادق کی اس تمنا اور تشبیہ کو دیکھنا چاہیے اگرچہ تمنا ہی سے جو لفظ نکلے ہوں سراسر صحیح
سو تشبیہ اگر صحیح ہو تو یہ معنی ہیں کہ حضرت زید کا حال حضرت امیر المومنین کے حال کی مانند ہے تو اس صورت میں زید کا کافر مرنا تو البتہ بڑا دلیا اور عمدہ انبیا میں سے ہوگئے شہید ہو گیا اور حضرت
امیر کے حال کا انکے حال کی مانند نہ ہو تو محال ہی ہوگا یہ بات جبھی ہو سکتی ہے کہ عقیدہ و عمل اور احوال آنحضرت زید مطابق حضرت امیر کے ہوں ورنہ مطابق ہو تو یہ تصویر جیسی چھوٹی تصویر بڑی کے
یہی تصویر کی ہر بات میں سوا مقدار کے مطابق ہے حضرت زید بھی حضرت علی کی سوا عظمت اور زیادتی مراتب کے ہر بات میں مطابق ہیں سو یہ فرق اور ائمہ میں بھی ہے حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر
صادق وغیرہ اور حسنین علیہم السلام میں بھی ہے کہ ان حضرات میں کوئی حضرت علی کے برابر نہیں بہرحال حضرت زید کی بات ماننی تو لازم ہوگی خصوصاً ایسی اتفاقی بات کہ جس میں بھی جھوٹ کی گنجائش نہیں
کی جاتی کیونکہ سنی شیعہ دونوں کے قول موافق بالاتفاق اس خلاف ایک طرف جنت اور ایک طرف جہنم ہے **اقول** ہمارا نزاع اس ایک روایت میں نہیں ہے اسکو تو ہم پہلے ہی موضع کہہ آئے ہیں ہمارا
نزاع تو ان روایتوں میں ہے کہ صواعق محرقہ اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں ہیں اور انکو ہم لکھ چکے ہیں جو کہ بالکل مناقض روایت مشکوٰۃ کی ہیں اور انمیں تعریف ابوبکر کی پائی جاتی ہے جنکو
اور موضوع سمجھتے ہیں ہم اس روایت کو جو اس شیخ نے پیش کی ہے گو باوجود موضوع ہونے کے دعویٰ کرنا حضرت فاطمہ کا اسمیں بھی پایا جاتا ہے اور یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے اور فضائل میں
ابوبکر کی اس روایت کو ڈال دیا ہے صواعق محرقہ والے نے پھر اسکی کیا حجت ہے اور حضرت زید کو ہم بزرگان دین سے جانتے ہیں چنانچہ ہم بعد اس کے انکے ذکر میں بیان کر آئے ہیں اور جو تائید کی ہے اسکو یہ
روایت مجالس المومنین کی جو اس شیخ نے بیان کی ہے اور دعویٰ امامت کا انہوں نے کبھی واسطے نہیں کرتے تھے اور جہاد بھی امام اصل کی امامت کے واسطے کرتے تھے اور انکے کفر کی نسبت شیعوں کی طرح

گری محض افترا ہے لیکن جو روایت کہ حضرت زید سے گھڑ کر تم اپنی کتابوں میں درج کرو اسکا کیا اعتبار ہے اور حضرت زید تو کیا بلکہ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے جو بہت سی روایتیں اپنے مطلب کے موافق بنا کر اپنی کتابوں میں درج کی ہیں انکو ہم کب تسلیم کرتے ہیں اور ہبہ فدک مخالف مذہب زید کی ہرگز نہیں ہے یہ مخالفت تمہی نے جی سے جوڑی ہے اور زید کی طرف منسوب کی ہے اور عبارت کو تو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے ہیں اور جو کچھ مجالس المومنین سے کہا ہے وہ صحیح اور درست ہے اور زید کی بابت باون تولے پاؤ رتی ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ ساختہ اور پرداختہ تمہارا ہی ہے اور حضرت زید نے ایسا نہیں فرمایا ہے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ روایت متنازع فیہا بالیقین موضوع ہے اور باایں ہمہ وضعیت جو شیعوں کی بعضی کتابوں میں پائی جاتی ہے تو اول تو اسکا حال مفصل معلوم ہو چکا دوسرے اس روایت کو بغرض الزام شیعہ بھی درج کرتے ہیں کہ جو روایت تمہاری بنائی ہوئی اور تمہاری سند ہے وہ اعتراض ہی روایت ہماری مفید مطلب ہے چنانچہ صواعق محرقہ میں حضرت ابوبکر صدیق کی فضائل ہی میں اسکو لکھا ہے پر جو انکی کم سمجھی بارہا الٹی ہی سمجھتی ہیں اور بے سوچے سمجھے انکے ایسے مواقع میں سے ہی لوگوں کو دھوکا دینے کو جیسا مولوی صاحب نے کیا ہے نقل کر دیتے ہیں چنانچہ مولوی عمار علی صاحب نے ایسا ہی کیا ہے اور پھر ہرگز شرم و حیا کی پاس کو بھی نہیں پھٹکتے اور اسپر بھی علمائے شیعہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں اور شرم کی آنکھیں بند کرکے یوں فرمانے لگیں کہ گو اعطا بمعنی عاریت بھی آتا ہے لیکن تاہم متبادر معنی ہبہ ہی ہیں خصوصاً اس روایت میں تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ متبادر ہونا بنا لفظ اعطا ہبہ کا روایت میں مسلم لیکن اول تو شیعہ ملفوظات ائمہ خصوصاً کلمات مرتضوی کے جو صحابہ کرام اور حضرت ابوبکر اور عمر کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور انمیں کچھ اس طرح میں ہی مستعمل ہوئے ہیں معنی متبادر پر حمل کرنے سے شیعہ ہاتھ سے دست بردار ہوں اور ایسے ہی آیات قرآنی جو صحابہ کی مدح میں وارد ہوئی ہیں انکو اپنے معنی متبادر ہی پر رکھکر بدل و جان معتقد ہو جائیں اسوقت ہم بھی اس قسم کی درخواست کریں فی الجملہ بجا بھی ہے اگر وہاں مان جائیں تو خیر جبھی تو ہم یہاں مان جائیں دوسرے اگر معنی متبادر ہی ہر کلام میں لیا جایا کریں تو بیڑا غرق بلکہ فہمی وغیرہ سب لغو ہو جائے اور اکثر غلط فہمیں درست ہو جائیں کیونکہ بیشتر سب غلط فہمی کا یہ تبادر فہم ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے اور اختلافات ائمہ اہل سنت و ایسی ہی اختلافات باہمی مجتہدین شیعہ مبنی اسی حمل پر ہیں علی الخصوص اصولیوں و اخباریوں کا اختلافات جو شیعوں میں باہم پیدا ہوا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اخباری ظاہر خبر پر عمل کرتے ہیں اور جو معنی متبادر ہوتے ہیں اسی کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اصولی اپنی سند میں غور کرکے معنی مقصود شارع پر عمل کرتے ہیں اور تبادر معنی ظاہر اخبار کا لحاظ نہیں کرتے ہیں مع حضرت مولوی عمار علی صاحب اگر اس روایت میں بوجہ تبادر معنی ہبہ سمجھے انجھنے کو تیار ہوتے ہیں تو پہلے اپنے مذہب اصولیین سے دست بردار ہو اخباری بن جائیں پھر سمجھے و چار ہوں اسوقت ہم بھی ناچار بحکم کلموا الناس علی قدر عقولہم اس دو کلہ سے کو مان ہر جگہ معنی متبادر ہی لحاظ رکھنی چاہئیں جیسے عوام کا کام ہے یا معنی محقق کی تحقیق ضروری ہے جیسے محققین کا شیوہ ہے اعتراض کرکے دوسری طرح مولوی صاحب کے کان کھولیں گے **اقول** ہمارا کلام اس روایت میں نہیں ہے اگر موضوع ہے تو ہوا کرے بلکہ وہ اور روایتیں ہیں جو ہمنے لکھی ہیں اور دعوے ہبہ فدک پر بتصریح دلالت کرتی ہیں اور وہ روایتیں بغرض الزام شیعہ ہرگز نہیں لکھی ہیں اور بغرض الزام تو یہ روایت بھی نہیں نقل کی ہے اور اس روایت کے وضع کرنیوالے پر تم بھی لعنت کرو اور ہم بھی لعنت کریں اور ابوبکر کی فضایل میں اسکو کیا ہمنے لکھا ہے جو اسکی حجت ہمپر ہو ابوبکر کے فضائل میں نقل کرنیوالے پر بھی لعنت کرو کہ کس شقی نے اسکو اسمیں داخل کر دیا ہے اور الٹی سمجھے والے تم ہو کہ اسقدر روایتیں جو ہبہ میں موجود ہیں وہ پھر نہیں سمجھتی اور الٹی ہی کہے جاتے ہو اور مولوی صاحب ہو کہ نہیں تیرہ میں فی دس کتابوں سے تمہاری تو انہوں نے سند بخشی ہے اور بیس کتابوں کا میں نے حوالہ دیا ہے پھر دو کا ہی نہ ہوا اور جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہے دیکھا تو ہوا کہ روایت انمیں موجود ہے یا نہیں اور شرم و حیا تمکو نہیں ہے کہ تو اتنی کتابوں کا انکار کرتا ہے اور ہٹ دھرمی ہماری بے سند نہیں ہے جو کچھ ہم کہتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے کہتے ہیں اور تجھ سے جواب نہیں بن پڑتا ہے تو ہٹ دھرمی کو کہتا ہے اور اس روایت میں بھی ہم محض متبادر ہونے کی جہت سے ہبہ نہیں کہتے ہیں بلکہ اسکو ہر جگہ متبادر بن کہنا پڑتا ہے بلکہ اور روایتوں کی تائید سے کہتے ہیں جو کہ بتصریح ہبہ پر دلالت کرتی ہیں اور کلام جناب امیر علیہ السلام کا ابوبکر اور عمر کی مدح میں انکی فضیلت دینے پر دلالت نہیں کرتا ہے اگر انکی مدح دنیا کی اقتضا سے کی تو کیا ہوتا ہے جناب سرور انبیاء صلعم نوشیرواں کی تعریف کیا کرتے تھے باوجودیکہ وہ کافر تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں تو لکھا ہے کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ نے بتوں کی مدح میں فرمایا ہے کہ ان شفاعتہم لترتجی یعنی تحقیق شفاعت انکی البتہ امید رکھی گئی ہے اور جو کچھ آپنے اس رسالہ میں لکھا ہے وہ سب رد کر دیا ہے اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ سب جگہ معانی متبادر ہی مراد ہوتے ہیں اور اول تو اس روایت میں ہماری گفتگو ہی نہیں ہے اور اس روایت میں اگر ہم اعطا سے عطا ہبہ مراد لیویں تو اور روایتوں کی شرح کرنے سے لیونگے اور ہمارے مجتہدوں میں جو اختلاف ہوا ہے وہ اختلاف انکا روایتوں کے اختلاف سے ہے اور اخباریوں اور اصولیوں میں بھی یہی فرق ہے اور ایک یہ فرق ہے کہ اخباری تو ہر ایک خبر پر عمل کرتے اور اصولی جو روایت کہ اصول مذہب کے مخالف ہو اسکو مؤول یا مطروح کرتے ہیں اور اگر ہم اخباری ہو جائیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور ہم تو کہتے ہیں کہ ہر جگہ معنی متبادر مراد نہیں ہوتے ہیں بلکہ بعضے مقام میں تاویل کرنی کی احتیاج ہوتی ہے اور اس روایت میں جو ہم ہبہ مراد لیتے ہیں وہ اس جہت سے ہے کہ اور روایتوں میں تصریح ہبہ کی ہوئی ہے

قال الشیخ الاشعری اچھا مانا کہ لفظ اعطا کے معنی روایت متنازع فیہا میں یہی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہبہ ہی کر دیا تھا لیکن مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام علماء شیعہ اسمیں کیا ارشاد کرینگے کہ یہ روایت منقطع ہے حضرت زید اس زمانہ میں کہاں تھے جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق سے دعوی ہبہ فدک کیا یہ بات اگر بالفرض واقع میں وقوع میں آئی ہے تو قریب وفات حضرت سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات ظہور میں آئی ہے بلکہ متصل بعد وفات ہی چنانچہ سنت جانتے ہیں

سو سن ماہ کو وقائع کا مشاہدہ اور اُنکی روایت اور شہادت بجز صحابہ اور کسیکا کام نہیں القصہ حضرت زید کا یہ قول ایک قول بے سند ہی کوئی بات بے سند متصل الاولی اعتبار نہیں ہاں حضرت زید اگر شیعوں
کے امام ہوتے تو علم غیب کی وجہ سے سنیوں کو نہیں تو شیعوں ہی کے نزدیک اُنکا قول حجت ہو جاتا پر شیعوں کے نزدیک تو مومن ہی نہیں چہ جائیکہ علم غیب اور امامت ہاں منکر امامت امام وقت ہیں جس حال ہی
کافر ہو جاتے اور سنیوں کے نزدیک گو حضرت زید اکابر اولیا میں سے ہوں لیکن تاہم آدمی ہیں جبتک سند نہ ہو کیونکر معلوم ہو کہ اُنہوں نے جس سے یہ بات سنی ہے وہ معتبر ہے کہ نہیں صحابی کی ملاقات میں تو احتمال
ہے باقی تابعین سے اُنمیں جیسے اچھے نیک بد سب طرح کے ہیں اور اگر بالفرض کسی صحابی سے اُنکی ملاقات بھی ہی تو یہ کیا لازم ہے کہ وہ صحابی اُس وقت حاضر ہی تھے یا اُنکو کسی دوسرے صحابی سے یہ بات
پہنچی ہی تھی اور پھر حضرت زید نے بھی اُنہیں سے سنا ہو احتمال ہے کہ جس صحابی سے اُنکی ملاقات ہوئی ہو اُنکو یہ بات معلوم نہو اور اگر معلوم بھی ہو تو اُنہوں نے اُنسے نہ سنا ہو بلکہ کسی تابعی سے سنا ہو بلکہ زبان زد
عوام ایک بات دیکھکر اُسی کی موافق نقل کر دیا ہو یا بطور تسلیم قول معترضین یہ بات فرمائی ہو بہرحال احتمالات چند در چند قادح اعتبار روایت موجود ہیں پھر باینہمہ احتمالات کوئی کیونکر اس روایت
کو دربارہ دعویٰ ہبہ فدک قبول کرے خصوصاً در صورتیکہ آیت اور روایت صحیح متصل بلکہ مرفوع یعنی روایت مشکوٰۃ اسکے مخالف موجود ہو **اقول** اِس روایت کو ہم ہرگز سند نہیں گردانتے یہ روایت
تو دشمنان اہل بیت کی وضع کی ہوئی ہے ہمارا کلام تو اُن روایتوں میں ہے جو پہلے اس سے ہم لکھ چکے تو اس روایت کو بار بار کس واسطے ذکر کرتا ہے ہم تو اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور اس روایت کے منقطع
ہونے سے ہمکو کیا جسوقت کہ ایک جماعت علماء اہل سنت نے اس روایت ہبہ کو تسلیم کرکے نقل کیا ہو ہمکو تو اسواسطے حجت پکڑنے کے کافی ہے اور سوا اسکے تفسیر در منثور میں ابو سعید خدری سے ہبہ کی روایت
لکھی ہوئی ہے اور بزاز اور ابو یعلیٰ اور ابو حاتم اور ابن مردویہ نے سلسلہ اسکا ابو سعید خدری تک پہنچایا ہے اور ریاض النضرۃ میں عبداللہ ابن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت
کی ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابو بکر سے دعوی ہبہ کا کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت زید کہ جو اہل سنت کے نزدیک امام ہیں غیر معتبر روایت کا اعتبار کریں اگر یہی احتمال ہے اس روایت میں تو کیا وہ
تیری برابر بھی نہیں جانتے تھے کہ ایسے احتمالات کی روایت کو اُنہوں نے قبول کر کے کہا کہ اگر میں ابن مقدمہ آتا تو میں بھی ایسا کرتا جیسا کہ ابوبکر نے کیا ہے اور اس طرح کی احتمال جو تو نے نکالے ہیں تو سب روایتوں
میں جاری ہو سکتی ہیں اسی روایت پر منحصر نہیں ہے اسواسطے کہ راویوں کے سلسلہ میں سے جو کسی نے اپنے اوپر والے سے روایت کی ہے معلوم نہیں کہ وہ معتبر ہے یا نہیں اور اگر معتبر ہے تو معلوم نہیں کہ اُس نے
جو سنا ہے اُسی طرح سنا ہے جیسے کہ پہلے نے کہا تھا یا کچھ فرق ہو گیا ہے اسواسطے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کہتا کچھ ہے اور سننے والا سمجھتا ہے کچھ اور اگر اُسی طرح اُس وقت سمجھا تو بعد اسکے بعینہٖ یاد نہیں رہتا
انسان کو سہو و نسیان بھی عارض ہوتا ہے اور جھوٹے سچے سب ہوتے ہیں اور جس صحابی تک وہ روایت پہنچی ہے معلوم نہیں اُس نے خود سنا تھا یا دوسرے صحابی سے سنا تھا یا کسی تابعی سے سنا ہو بلکہ زبان
ایک بات سنکر اُسکے موافق کہدیا ہو اور اکثر روایتیں ایسی ہیں کہ کتاب ابو نعیم بن ابی حاتم اور بزاز اور بیہقی اور دارقطنی اور ابو یعلیٰ وغیرہ میں روایت ہے اور اوپر کا سلسلہ راویوں کا بیان نہیں
کیا ہے پس جبکہ یہ حال ہو اور چند در چند احتمالات نکلتے ہوں تو چاہیے کہ ایک روایت بھی سنیوں کی معتبر نہو اور روایت مشکوٰۃ کی تو موضوع ہے کہ مخالف ہے اکثر کتابوں کی روایت کے اور معلوم
نہیں وہ آیت کونسی ہے جسکی طرف اشارہ ہے یا وہ بھی روایت مشکوٰۃ ہی اور روایت مشکوٰۃ کی تو معلوم ہے جیسی کہ ہے بار بار اُسکا ذکر کیوں کرتا جاتا ہے **قال الشیخ الاشعری** مکر بنا
کوئی کم فہم اسکے وقوع ہونے میں سو سبب کلام کرے کہ روایت مشکوٰۃ میں بھی عمر بن عبدالعزیز سے جو تابعی ہیں ایک روایت بے سند منقول ہے کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں موجود نہ تھے
سو ہمکو بعد غیر معتبر ہو جانے روایت متنازع فیہا کے اس روایت کا غیر معتبر ہونا مضر نہیں لیکن تاہم بپاس خاطر شیعہ اس کو بھی ہٹائے دیتے ہیں واضح ہے کہ یہ روایت مشکوٰۃ میں بہ حیثیت
بن عبدالعزیز ہی کا قول ہے لیکن اس قول کو مغیرہ بن شعبہ جو صحابی ہیں نقل کرتے ہیں اور صحابی تا ایسی بات نہیں کہتے جو رسول اللہ سے نہ سنی ہو یا ایسا ہی علمائے فروغ ذی بصیرت و انصاف اہل
حدیث جانتے ہیں علاوہ قرینہ نقلیہ یہی بات کو تقاضا کرتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فرمانا تب صحیح ہو کیونکہ اس قول کو حجت لینے فدک کی قرار دیتے ہیں کوئی بات بعد سلسلہ سند
ثابت نہیں کرتے اور نہ لینے کی لیے جیسے رسول اللہ صلعم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کا نہ دینا حجت ہو سکتا ہے اس سے بڑھکر رسول اللہ صلعم کا ہبہ کر دینا ہو سکتا ہے یہ تحفہ کا ... ایسا ہی صحیح
نہوتا بلکہ اُلٹا ہبہ کا کرنا صحیح ہوتا تو اُنکو کیا ضرورت تھی کہ نقصان دنیا و دین کرتے کہ فدک کو دیدیا اور نقصان دین یوں کرتے کہ جھوٹ بولا اور جھوٹ بھی کس پر رسول اللہ صلعم پر جسکی سزا میں
جہنمی ہونیکا وعدہ ہے اور وعدہ بھی متواتر کیونکہ حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار جسکا ترجمہ یہ ہے جو شخص جان بوجھکر میری نسبت کوئی جھوٹ بات لگاوے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کرلے
بالاتفاق محدثین کے نزدیک متواتر ہے بلکہ متواتر باللفظ اگر ہے تو یہی ہے بہرحال اگر روایت حضرت زید بن علی بن الحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہم موضوع نہ کہیں ... تو یوں تسلیم ہی
کریں کہ واقعی یہ بات حضرت زید ہی کی فرمائی ہوئی ہے تب اسکے آگے رسول اللہ صلعم تک سند کیا ہے **اقول** لم نفہم ... کہیگا کوئی ... کہیگا کہ مثلاً عمر بن
عبدالعزیز حضرت کے زمانہ میں نہتھا اور جو احتمالات کہ زید کی روایت میں جاری کئے ہیں وہ بھی عمر بن عبدالعزیز کی روایت میں جاری ہوتے ہیں اور روایت زید کو ہم کب معتبر جانتے ہیں
سوائے اُس فقرہ کی جو اول میں ہے اور سب روایتوں کے مطابق ہے اور مغیرہ تو راوی ہے عمر بن عبدالعزیز کے کہنے کا کہ عمر بن عبدالعزیز نے ... اس روایت کو کس سے لیا ہے اور اگر حضرت کے اصحاب میں
سے ہیں تو وہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں کہاں تھے جو اُسکے قول کی روایت کرتے اور اگر حضرت کے صحابہ ہی میں سے تھے تو یہ تھا کہ پیغمبر روبرو حضرت فاطمہ نے ہبہ فدک کا چاہا اور رسول خدا نے
ہبہ نکیا یہ تو وہ نہیں کہتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ بیشک اسکی گواہی دیتے لیکن اُنہوں نے یہ نہیں کہا بلکہ عمر بن عبدالعزیز کے قول کو نقل کر دیا ہے اسمیں صحابی اور غیر صحابی دونوں برابر ہیں

اور سوا اسکے یہ بھی ہے کہ راوی اس روایت کے بھی معتبر نہیں ہیں اول راوی اسکا جو عبد اللہ بن الجراح ہیں کثیر الخطا ہیں چنانچہ خلاصہ کاشغد میں ذہبی نے بھی یہی لکھا ہے کہ قال ابو حاتم کان کثیر الخطاء اور جریر کہ جو راوی دوسرا ہے وہ منسوب طرف سوء حفظ تھا جیسا کہ میزان ذہبی میں لکھا ہے اور تدلیس بھی کرتا تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک لینے کے لئے یہ حجت پکڑی تھی اول تو ہم اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا تھا اسواسطے کہ یہ روایت سراسر موضوع ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ انہوں نے کہا تھا تو بپاس خاطر حضرت ابوبکر ایسا کہا تا کہ لوگ جان جائیں کہ ابوبکر کو جو بدنام کرتے ہیں کہ انہوں نے فاطمہ زہرا علیہا السلام سے فدک کو چھین لیا ہے یہ بات صحیح نہیں ہے اور جھوٹ کا سرزد ہونا عمر بن العزیز سے محال نہ تھا علماء اہل سنت نے سیکڑوں باتیں تراش کر جناب رسولخدا صلعم کے ذمہ دہری ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے جو کہ معتقد حقیت خلافت خلفائے ثلاثہ کا اور انکے مریدوں میں سے تھا شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ معاویہ نے خلفاء کی شان میں بہت سی حدیثیں بنوائیں اور امرا کی خوشامد میں جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ابو یوسف کا حال لکھا ہے زمانہ میں وا کے علماء کا یہ حال ہے اور عمر بن العزیز اگرچہ اور بنی امیہ سے کچھ اچھا تھا لیکن پھر دنیا دار آدمی تھا اور عمر عبد العزیز سے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنا ایسا بعید جاننا اور ابوبکر کی جو حضرت فاطمہ زہرا نے دعوی ہبہ فدک کا کیا جسکو کثیر سے علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں جسمیں ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو جھوٹا جانکر گواہ طلب کئے اور وعید حدیث من کذب علی الخ داخل کیا اور مسئلہ فقہیہ کا تغیر جاری کیا اور یہ خیال نکیا کہ کیا فاطمہ زہرا اپنے باپ پر افترا کرینگی کہ انہوں نے مجھکو فدک ہبہ کیا ہے اسکا کچھ مضائقہ نہیں اہل سنت کے نزدیک اور مذہب کی رو سے مقدمہ میں تو ہم کہہ چکے جو کچھ کہنا تھا قال الشیخ الاشعری معہذا جیسے علامات صحت روایت مشکوۃ میں ظاہر ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ایسے ہی روایت متنازع فیہا کی علاوہ سند کے امارات کذب بھی ظاہر و باہر ہیں کیونکہ باتفاق مورخین فدک تا دم بازپسین رسول اللہ صلعم ہی کے تصرف و تصرف میں تھا اور بے قبض ہبہ ملک موہوب نہیں ہوتا واہب کی ملک میں رہتا ہے اور ملک رسول اللہ صلعم کا حال ابوبکر صدیق کو معلوم تھا کہ بعد وفات وقف ہو جاتی ہے پھر جو دربارہ ہبہ گواہ طلب کئے تو یوں کئے ابوبکر صدیق کی دنیا کی ہوشیاری اور معاملات کی واقفکاری سے کہ جو امور دنیا میں مفید ہیں شیعہ بھی معتقد ہیں جب دنیا ہی ٹھیرا تو ایسا مشکل کیوں ہے جسمیں اندیشہ ہار جانے کا ہو کیونکہ اگر گواہ اپنی مقدار معین کو پہنچ جاتے تو پھر بھی عذر بھی بجا تھا کہ ہبہ بے قبض تمام نہیں ہوتا ہر کوئی یہ جانتا کہ سارا مدینہ کہتا ہے اگر یہ عذر قابل سماعت تھا تو پہلے ہی بیان کیوں نکیا اور اگر گواہوں کے طلب کرنے کو شیعہ محمول تحقیق حق پر کرتے تو بعد اسکے جو کچھ پیش آیا وہ خواہ مخواہ عدل و انصاف ہی ہوگا کیونکہ حکم خداوندی ہی کے موافق حکم کیا ہے کوئی قاعدہ نہیں گھڑ لیا باقی میں کچھ تقریر دربارہ طلب گواہاں لکھی ہے اگر اسکو شیعہ تسلیم کریں تو چشم ما روشن دل ما شاد ورنہ انکی کوتاہ فہمی سے امید یہی ہے علاوہ برین جب یہ بات مقرر ہوئی کہ فدک تا دم آخر رسول اللہ صلعم ہی کے قبض میں تھا تو باتفاق شیعہ و سنی اگر آپ نے ہبہ کیا بھی تھا حضرت فاطمہ کی ملک میں نہ آیا پس حضرت فاطمہ جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں کہیں ایسا غلط دعوی کرتی جسمیں بہرحال حق تلفی خلائق ہے اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی ہے تو وارثوں کی حق تلفی ظاہر ہے ورنہ فقرا اور مساکین کی حق تلفی کیونکہ آپکا ترکہ وقف ٹھیرا خلیفہ کو اختیار ہے جسے چاہے دیدے پس اگر حضرت فاطمہ کے پاس آگیا تو اور بھی چاہئے لیکن اس فن فریب لینا فریب بازوں دنیا داروں کا کام ہے بہرحال علامات صدق روایت مشکوۃ اور امارات کذب روایت متنازع فیہا اہل فہم کے نزدیک تو ایسی روشن ہیں جیسی اہل نظر کے سامنے آفتاب ویسیں مولوی عمار علی صاحب یا انکے اقران و امثال اگر نہ سمجھیں تو پھر ہم کوئی یوں کہے کہ یہ کیا کہتا ہے انکے حسب حال پھر یہ شعر پڑھا جائیگا گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ **اقول** روایت مشکوۃ بالکل موضوع ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے اور روایت ہبہ دعوی فدک کی ہرگز جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ بڑے محققین اہل سنت نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے اور اسکو جزم الورود جانکر جواب اسکا دیا ہے اور انکار اس روایت کا کسی نے نہیں کیا ہے یہانتک کہ نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کہ جو اس فن میں ان سب کے استاد ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی انہی کی کلام کے خوشہ چین ہیں اس روایت کا انکار نہیں کرتے ہیں جبکہ اسقدر اور ایسے محققین نے تصدیق اس روایت کی کی تو روایت مشکوۃ کی کہ وہ حدیث کی کتاب ہے اور اسمیں سب طرح کی روایتیں ہوتی ہیں بیشک موضوع ہوگی اور یہ جو لکھا ہے کہ باتفاق مورخین فدک تا دم بازپسین رسول اللہ صلعم کے قبضہ میں رہا یہ کہنا بالکل غلط ہے ہرگز ہرگز مورخین نے ایسا نہیں لکھا ہے اور اگر کسی ناصبی نے ابوبکر کی حمایت کے واسطے لکھدیا ہو تو اسکا کیا اعتبار ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کا قبضہ فدک پر تھا چنانچہ مولوی صاحب کے خط میں مندرج ہے اور ہم پھر لکھتے ہیں کہ کنز العمال میں علی متقی کی اور مسند ابو یعلی موصلی میں اور تفسیر در منثور میں اور معارج النبوت میں لکھا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی وآت ذا القربی حقہ تو جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا تو قبضہ ہو گیا یا نہیں اور قبضہ کسکو کہتے ہیں الخ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود ورود روایات کثیرہ دعوی ہبہ فدک اور شہادت امیر المومنین حضرت فاطمہ زہرا بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کریں کیا حضرت یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہوتا اور حضرت امیر المومنین جو اعلم صحابہ تھے انکو بھی معلوم نتھا کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہوتا یہانتک کہ گواہی بھی ادا کر دی اور نہ حضرت زہرا کو منع کیا دعوی کرنے سے کہ تم کسواسطے دعوی کرتے ہو ہبہ کا جب تمہارا قبضہ ہوا ہی نہیں غرض ہرگز سنیوں سے جواب اسکا نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابوں کا انکار کریں اور اپنے علماء کو کہیں کہ بڑے دروغگو تھے جو ایسی واہیات اپنی کتابوں میں لکھ گئے اور جس صورت میں حضرت فاطمہ کا قبضہ ہبہ پر تھا

تو نے زید کی روایت میں کس واسطے لکھا ہے کہ زید سے کسی نے کہا کہ ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ یعنی تحقیق کہ ابوبکر نے چھین لیا فاطمہ سے اب میں پوچھتا ہوں کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے قبضہ میں فدک تھا
تو کبھی ہاتھ میں سے ابوبکر نے چھین لیا تھا اور اگر انکے قبضہ میں نہ تھا تو چھیننا کیونکر صادق آئیگا اور جس صورت میں کہ قبضہ حضرت فاطمہ کا نہ تھا تو ابوبکر نے ایک سیدھی بات کہدی ہوتی
کہ قبضہ تو تمہارا اسپر کبھی نہیں ہوا ہے ہبہ کیونکر ثابت ہو گواہ کس واسطے طلب کیے اور اگر امور دنیا کی جہت سے طلب کیے اس خوف سے کہ کل کو لوگ بدنام کریں کہ بے وجہ چھین لیا تو اس جہت سے گواہ طلب
کرنے ہی بیجا ہیں اس واسطے کہ سبھی آدمی جانتے ہونگے کہ حضرت فاطمہ کا اسپر قبضہ کبھی نہیں ہوا تھا تو پھر صاف جواب دینے سے کون بدنام کرتا بلکہ یہ کہتے کہ ابوبکر نے جو کچھ واجبی تھا وہ کہا
بلکہ گواہوں کے طلب کرنے میں لوگ کہتے ہونگے کہ بڑا بے وقوف ہے باوجود نہونے قبضہ کے گواہ طلب کرتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کے نزدیک حق فاطمہ کا ثابت تھا لیکن ابوبکر نے
امور دنیا کی ہوشیاری کے واسطے گواہ طلب کیے اور اگر حضرت فاطمہ کے بہانے اور ساکت کرنے کو طلب کیے تھے تو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ نے باوجود عدم قبض دعوی ہبہ تام القبض کا کیا تھا کہ ان سے
گواہ طلب کیے کہ اگر گواہ پورے نہ لائیگی تو ہٹا دونگا اور اگر گواہ پورے لائی تو واسطے ہٹانے کے کچھ اور بہانہ کرونگا فاطمہ زہرا ہرگز ایسی جاہل اور بے علم اور دروغگو نتھیں کہ ایسا بیہودہ دعوی
کرتیں اور اگر مقدار گواہوں کی پوری ہوجاتی تو یہ عذر عدم قبض کا بیجا کیونکر ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہبہ کی گواہی گذر جاتی کہ فلانی شخص نے فلانے کو ہبہ کیا ہے اور قبضہ اسکو نہ دیا ہو تو چاہئے
کہ وہ درست ہوجائے اور حال یہ ہے کہ یہ بھی درست نہیں ہے جبتک کہ واہب اپنی قبض و تصرف سے نکالکر موہوب کے قبض و تصرف میں نہ دیوے اور جسوقت کہ لوگوں کے نزدیک ہی حضرت
فاطمہ کا قبضہ تھا تو پھر کون کہتا کہ نہ دیتے کے بہانہ ہیں گو گواہ پورے گذر گئے تو کیا موافق شرع کے یہی ہوا کہ قبضہ تھا اور حکم خداوندی واسطے گواہونکی اسوقت ہے کہ جسوقت کوئی مع القبض
دعوی ہبہ کا کرے اور اگر قبضہ نہو تو صاف جواب دینا چاہیئے پس معلوم ہوا کہ واسطے طلب کرنے گواہونکے یہی وجہ تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا اس پر قبضہ تھا اور اب ہم ایک
اور وجہ اسکی قول کے تردید میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے جو دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا دو حال سے خالی نہیں یا تو ابوبکر انکو اس دعوی میں جھوٹا جانتے تھے یا سچا جانتے
تھے جھوٹا تو جان نہیں سکتے اس واسطے کہ آیت تطہیر انکی شان میں نازل ہوئی تھی کہ گناہوں سے وہ پاک ہیں اور اگر اہل سنت انکو معصوم نہیں جانتے تو محفوظ تو جانتے ہیں اور جو شخص
محفوظ ہوگا گناہوں سے وہ ایسا افترا رسول خدا پر ہرگز نہ کریگا کہ مجھکو انہوں نے فدک ہبہ کیا ہے پس معلوم ہوا کہ وہ اس دعوی میں راست گو تھیں ابوبکر کے نزدیک اور جسوقت کہ وہ سچی ٹھہریں
تو گواہونکی طلب کرنیکی احتیاج نتھی اس واسطے کہ گواہونکی طلب کرنیکی احتیاج تو اسوقت کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو جسوقت حاکم ہی مدعی علیہ ہوا اور مدعی کو
دعوی میں راست گو بھی جانتا ہے تو اس صورت میں گواہونکی طلب کرنیکی احتیاج نہیں ہے بلکہ بمجرد دعوی کے دیدینا چاہیئے اور اگر نہ دیگا تو بڑا ظالم ہے اور گواہوں کے طلب کرنیکی احتیاج
اسوقت ہوتی ہے کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا اور شخص ہو خواہ اسکے دعوی کو حاکم سچا جانتا ہو یا جھوٹا جانتا ہو اور مجد مورخ کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے عمر کی خلافت میں بھی
دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا پس اگر قبضہ حضرت فاطمہ کا نہوتا تو پھر حضرت علی اتنی مدت کے بعد دعوی ہبہ کا کیوں کرتے اور تادم آخر جناب رسولخدا صلعم کے قبضہ میں ہرگز فدک نرہا تھا بلکہ
اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا چنانچہ ہم ثابت کرآئے ہیں اور فاطمہ نے اپنے دعوی دیا تو بہت بجا کیا کہ حضرت صلعم نے انکو ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا تھا اسواسطے اس معصومہ نے جسوقت ابوبکر
نے ان سے چھین لیا تو دعوی ہبہ کا کیا جیسا ہبہ دلالت کرتے ہیں روایات کتب اہل سنت کی آخر کتب اہل سنت میں دعوی کا لکھا ہے کہیں لکھی ہوئی بات کوئی کیونکر کہدیگا کہ نہوی ہوگی کیا یہ بھی دوم کا
تیر ہے کہ کسی دوم کے ایک تیر لگا تو اس نے کہا کہ خدا کرے کہ نہ لگا ہو سو دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا تو متحقق ہے یہ تو کسی طرح سے مٹتا نہیں ہے جف القلم بما ہو کائن اب اہل سنت سرہلا کو تکلف
اور حق تلفی تو اسوقت متحقق ہوتی جسوقت سوائے اس مظلومہ کے کسی اور کا حق اسمیں ہوتا اور رسولخدا صلعم کا ترکہ ہرگز وقف نہیں ہے اور روایت لانورث کی بالکل باطل ہے اور اگر خلیفہ کو منظور
تھا جسکو چاہے دینے کا تو جسوقت حضرت فاطمہ طالب ہوئی تھیں بلحاظ قرابت رسولخدا کہ وہ دختر نیک اختر حضرت کی تھیں کیوں نہ انکو دیدیا اور اگر ہبہ کا دعوی تیرے نزدیک صحیح نہیں ہے
اور مکر و فریب کا ہے تو وراثت کا دعوی تو صحیح ہے اسوقت ہی دیا ہوتا لیکن انسے تو اسوقت ہی نہ دیا اور عثمان نے اپنی قرابت کا لحاظ کر کے مروان کی جاگیر میں فدک کو کر دیا اور ابوبکر
جناب رسالتمآب کی قرابت کا لحاظ کر کے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو نہ دیا اور روایتوں سے ثابت ہوچکا ہے کہ دعوی فاطمہ زہرا کا صحیح اور درست ہے اور صدر روایات مشکوۃ کی موضوع ہیں اہل فہم
نزدیک اور ابوبکر نے جو اس مقدمہ میں اہل بیت علیہم السلام کی مخالفت کی وہ باعث ہلاک ہوگئی مولوی عبدالعزیز صاحب نے آخر باب چہارم تحفہ میں لکھا ہے کہ باید دانست کہ باتفاق شیعہ
و سنی این حدیث ثابت است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی پس معلوم شد کہ در مقدمات شرعی
و احکام شرعی مارا پیغمبر حوالہ باین دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبی کہ مخالف این دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار این دو بزرگ نماید گمراہ و خارج
از دین حالا در تحقیق باید افتاد کہ ازین دو فرقہ یعنی شیعہ و سنی کدام یک بکس متمسک باین دو حبل متین است و کدام کس استخفاف این دو چیز عظیم القدر کردہ اہانت می نماید و نزد جمہور
ساقط می انگارد و طعن در ہر دو پیش میکند پس موافق تحریر شاہ صاحب کے جناب رسولخدا صلعم نے حوالہ ان دو چیز کا کیا تھا اب کہ ابوبکر نے انکی مخالفت میں کہ دعوی ہبہ اور وراثت کو
رد کیا اور انکے دعوی کا انکار کیا تو خارج مذہب دین اور گمراہ ہوا یا نہیں اور اسکا قول انکے مقابلہ میں غیر معتبر ہوا یا نہیں اور اسی طرح باب امامت میں تحفہ کی حدیث ثقلین کو جو لکھ

شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ ہمیں قسم حدیث مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق دلالت میکند مگر بر آنکہ فلاح وہدایت مربوط بدوستی ایشان ومنوط باتباع
ایشان است وتخلف از دوستی واتباع ایشان موجب ہلاک است ومعنی بفضل اللہ تعالی محض نصیب اہل سنت است بس اور اسی طرح نصر اللہ کابلی نے صواقع میں لکھا ہی چنانچہ انکے
قول کو ہم پہلے ہی نقل کر آئی ہیں اس قول کے موافق بھی ابوبکر نے جو علی اور فاطمہ کے قول کا اتباع نکیا بلکہ انکی اتباع سے تخلف کیا کہ دعوی ہبہ اور وراثت دونو کی فرمائی موافق عمل نکیا
تو ہلاک ہوا یا نہیں اور اسی طرح امام رازی تفسیر میں تحت آیۂ عصمت او روجوب اتباع اور اقتدا حضرت امیر کا لکھتے ہیں اور فدک کے مقدمہ میں ہبہ اور میراث میں کہ جو دونوں موافق ارشاد
جناب امیر علیہ السلام کے ہیں ابوبکر کے منع کرنیکو صواب لکھتے ہیں عجب حال ہی ان لوگوں کا کہ جب حق آتا ہی تو اس سے بالکل گریز کر جاتے ہیں بہر حال علامت کذب روایت مشکوۃ سے اور
علامات صدق روایت دعوی ہبہ اہل فہم کے نزدیک تو ایسے روشن ہیں جیسے اہل نظر کے سامنے آفتاب اور یوں شیخ نجدی یا انکے اقران و امثال اگر نسمجہیں تو پہر ہمیں کوئی یہ نہ کہی کہ کیا
کہتا ہی انکے حسب حال پہر یہ شعر پڑہا جائیگا گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ **قال الشیخ الاشعری** غرض روایت مشکوۃ کی کہ وہ روایت ہم پلہ نہیں ہو سکتے جو انکو
چہوڑ کر اس روایت پر عمل کریں بلکہ موافق قواعد مرقومہ بالا کے لازم ہی کہ بسبب تعارض روایت مشکوۃ کی کہ وہ درحقیقت روایت ابوداؤد ہی جو صحاح ستہ میں سے ہی اور صحاح ستہ
کی روایت کی صحت اور قوت کو بھی بہت سے کہ انکا نام صحاح ہی اس روایت کو جو حضرت زید کے نام لگا کہی ہی رد کریں اور سلمنا کہ یہ روایت صحیح بھی اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا ہبہ کا
دعوی کرنا بھی درست لیکن اتنی بات سنی وشیعہ کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہی کہ ہبہ بے قبض تام نہیں ہوتا تا وقتیکہ قبض تصرف واہب ہیگا اسیکی ملک بہی رہیگی چنانچہ ارشاد علامہ
حلی میں مطلب اول مقصد دعوی میں مرقوم ہی فلا تسمع دعوی الہبۃ مجرد عن دعوی القبض یعنی نہ سنا جائیگا دعوی ہبہ بے دعوی قبض کے اور فدک بالاجماع تا دم واپسین رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے ہی قبضہ میں تھا آپ حین حیات تک فدک میں تصرف مالکانہ کرتے رہی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا دخل آپکی زندگی میں نہیں ہونے پایا اس بات میں طرفین بلکہ محدثین
فریقین متفق ہیں مؤرخین کے اخبار کے بیچنے کے اول تو اس وجہ سے حاجت نہیں کہ کتب تواریخ پر ہر کسیکو عبور میسر آسکتا ہی پر علم حدیث تک نوبت کسی کسی کی پہنچتی ہی اکثر انکو مضامین
احادیث کے اطلاع نہیں ہوتی دوسرے تواریخ کی بات اعتبار میں احادیث کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی اس لیے طرفین کی روایات احادیث کی ہی طرف اشارہ کئے جاتا ہوں پہلے تو اول یہ واقف
ہونیکے معنی میں یہی نہیں تراشے سنیوں کی روایت یعنی اول تو وہی روایت مشکوۃ جو مرقوم ہو چکی اسبات پر تصریح شاہد ہی دوسری مشکوۃ ہی میں ابوداؤد کی حدیث بروایت مالک بن
اوس بن الحدثان مرقوم ہی جس میں اس بات کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے اسبات کے استدلال میں کہ مال فی قابل تقسیم نہیں کچھ ایسا بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین چیزیں جدی
جدی مصرف کے لیے وقف رکہیں تہیں بنی النضیر خیبر فدک سو فدک کے مصرف کے بیان میں فرماتے ہیں واما فدک فکانت حبساً لابناء السبیل یعنی فدک مسافروں کی خدمتگذاری
کے لیے وقف ہی اب بحکم قواعد مناظرہ تو ہمیں اپنی ہی کتابوں کا حوالہ بہت ہی کیونکہ مورد اعتراض کیلئے ضروری ایسی بات ہو کہ جسپر وہ اعتراض ہو اسکی مسلمات اور بانی ہوئی بات ہو کہ خلاف
ہو اور در صورتیکہ اسکی مسلمات کے خلاف نہو تو اعتراض اعتراض ہی نہیں سو در صورتیکہ ہمنے اپنی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ فدک تا دم واپسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبضہ میں رہا اور پہر کتاب
بہی ایسی معتبر کہ حجت ہیجا صحاح ستہ ہے تو پہر از روی دعوی اعتراض ہے لغو ہو گیا کیونکہ ہبہ بالاتفاق طرفین بے قبض جب ملک ہی نہیں لیکن معترض کا سکوت ادہر ہی اور اطمینان یہہ اور
اتنی بات سے شیعہ ساکت ہو جائیں **اقول** مشکوۃ کی روایت سے وہ روایت اعتبار میں بڑہ کر ہی کہ روایت مشکوۃ کی تو ایک کتاب کی روایت ہے اور راویوں میں اسکے لوگوں نے
قدح کیا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور روایت دعوی ہبہ کی کتب کثیرہ میں سے کہ جسکو ایک جماعت کی جماعت نے نقل کیا ہی اس صورت میں بسبب تعارض کے روایت مشکوۃ کی اعتبار
ساقط کیجائی اور عمل ہبہ کی روایت پر ہو اور یہ روایت ابوداود کی موضوع ہی اور علماء اہل سنت نے اسکی بہت روایتوں کا قدح کیا ہی بلکہ صحاح ستہ کی سب کی روایتوں میں قدح کیا ہی دیکہو
کتابیں رجال کی موجود ہیں اور انکا نام صحاح رکہنا ایسا ہی جیسا کہ کہتے ہیں کہ برعکس نہند نام زنگی کافور اور سنن ابوداؤد کے بعضی بعضی روایت کا تو میں حوالہ دیتا ہوں کہ ایک ان میں
تو یہ ہے کہ وہ عائشہ سے ہی قالت ارسل النبی صلعم بام سلمہ لیلۃ النحر فرمت الجمرۃ قبل الفجر اسکو ابن قیم نے زاد المعاد میں منکر لکھا ہی اور تصریح کی ہی کہ امام احمد حنبل نے اسکا انکار کیا ہی اور ایک
روایت عبداللہ بن زید سے ہے کہ قال اراد النبی صلعم فی الاذان اشیاء لم یصنع منہا شیئاً محمد بن الحنیفہ نے تکذیب اسکی کی ہی چنانچہ انسان العیون میں لکھا ہی اور ابوحفص عمر بن علی بن عمر القزوینی
نے تو بہت روایتوں سنن ابوداود پر حکم وضع اور افترا کا کیا ہی از انجملہ یہ ہی کہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلعم اقیلوا ذوی الہیئات عثراتہم وعلی ہذا القیاس اور جسوقت کہ بخاری اور مسلم کا ذکر شامل
ہوا تو اور کتابیں کس شمار میں ہیں چنانچہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین میں لکھا ہی کہ دو سو دس روایتیں انمیں ضعیف ہیں اور اول جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ کا کیا تو جو کچھ
ہم کہتے ہیں وہ ثابت ہوا اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فاطمہ زہرا نے بدون قبضہ کے دعوی کیا ہو حضرت زہرا نہیں جانتی تہیں کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہے تا کہ وہ بدون قبضہ کے
دعوی کرتیں تم جانتے ہو کہ خلفاء ثلثہ جیسے جاہل تہی مسائل دین سے اور غلطیاں کہاتے تہی ایسے ہی حضرت فاطمہ بھی ہونگی جنکے گھر میں سے احکام دین جاری ہوں ایسی بات کو نجانیگی
اور ابوبکر سے فاطمہ زہرا بے شک زیادہ عالمہ تہیں چنانچہ کنز العمال میں ذکر روایت ثقلین میں لکھا ہی اور ایسے ہی جواہر العقدین میں مستدرک سے لکھا ہی کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ

ولا تعلموہم فانہم اعلم منکم یعنی اور نہ سکھاؤ تم انکو کہ تحقیق وہ زیادہ سیکھے ہوئے ہیں تم سے پس معلوم ہوا کہ منظور یہاں حضرت فاطمہ کی خطا ثابت کرنی ہے کہ بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کیا
اور ہبہ تو بدون قبضہ کے البتہ صحیح نہیں ہے لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ اسپر نہ تھا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے کارندے اسپر تھے ابوبکر نے اٹھا دیئے اور تیری کتابوں کی
روایت جو کہ زید کیطرف منسوب ہے اُس میں بھی یہی ہے کہ کسی نے زید سے کہا کہ انتزع ابوبکر یعنی چھین لیا ابوبکر نے اگر فاطمہ زہرا کے قبضہ میں نہ تھا تو چھینا کیونکر چھینا تو اُسکو کہتے ہیں کہ کسی کے
پاس کچھ چیز ہو اور دوسرا زبردستی سے اُسکے پاس سے لے لے سو قبضہ حضرت فاطمہ کا فدک پر ثابت ہوا اور یہ جو لکھا ہے کہ فدک بالاجماع تادم واپسیں حضرت رسول خدا صلعم کے قبضہ میں تھا
اور آپکی زندگی میں حضرت زہرا کا دخل اُسپر نہیں ہوا یہ بالکل غلط ہے اور اگر اسپر اجماع ہوگا تو ناصبیوں کا ہوگا شیعہ تو اس بات کے قائل ہی نہیں ہیں اور اس دغاباز کے جھوٹ کو
تو دیکھو کہ لکھتا ہے کہ مورخین طرفین بلکہ محدثین فریقین اسپر متفق ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نہ تھا ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اگر اس قول میں یہ سچا ہوتا تو جیسے کہ شیعوں کی
کتاب ارشاد کا حوالہ دیا ہے کہ ہبہ بدون قبضہ کے نہیں سنا جاتا ہے تو اس بات کا حوالہ بھی شیعوں کی کسی کتاب سے دیتا کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نہ تھا لیکن یہ کہاں ہے اگر کسی کتاب میں
ہوتا تو لکھتا لیکن ایک جھوٹ بات مجمل لکھدی کہ مورخین طرفین اور محدثین فریقین اسپر متفق ہیں تباہ کیا اسکو مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی نے اُنکی دروغ اور افترا کے لکھنے پر
اعتماد کرکے یہی لکھدیا ہے اور روایت مشکوۃ جسکی روایت عمر بن عبدالعزیز سے ہے وہ تو ہم لکھ چکے کہ موضوع ہے اور اسی قیاس پر دوسری روایت ہے اور اُس میں جو لکھا ہے کہ ابنا سبیل کے
واسطے فدک کو حبس کیا تھا سو حبس کی معنی کچھ وقف کی ہی نہیں ہیں ممکن ہے کہ ابتدا میں اُسکو ابنا سبیل کے واسطے روک رکھا ہو اور بعد اُسکے وہ حضرت فاطمہ کو ہبہ کر کے دیدیا ہو اور مناظرہ کا
یہ دستور نہیں ہے کہ آدمی اپنے مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوے یہ نہایت عاجزی ہے خصم کے مقابلہ میں کہ اُسکا خصم تو اُسکی کتابوں کا حوالہ دیوے جو کہ اُسکے مسلمات میں سے ہیں اور یہ اُسکے جواب میں اپنے
ہی مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوے اگر نصاری سے مناظرہ ہو تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کتاب میں تین خدا لکھے ہیں اُسکو تسلیم کرنا چاہئے اور یہاں معترض کی مسلمات میں سے کوئی ایسی
بات نہیں ہے کہ جسکی سبب سے اعتراض نہو سکے اُسکا تو اعتراض یہ ہے کہ دعوی ہبہ کا کیا بدون قبضہ کے ہو نہیں سکتا کہ بدون قبضہ کے دعوی کرنا کام جاہلوں اور بیہودوں کا ہے اور یہاں جو کہ
دعوی کرنیوالے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے ہیں کہ محال ہے کہ بدون قبضہ کے وہ دعوی ہبہ کا کریں اعتراض معترض کا قائم ہے اور اول تو تمہاری کتابوں میں یہ صراحت نہیں ہے
کہ حضرت صلعم نے فدک کو ابنا سبیل پر وقف کر دیا تھا بلکہ اُس میں حبس کا لفظ ہے اور حبس ضرور نہیں ہے کہ وقف ہی کو کہتے ہوں دوسرے یہ کہ یہ روایت ہی معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ سب اہلسنت
لکھتے چلے آتے ہیں کہ فدک فقرا اور مساکین اور ابنا سبیل پر تقسیم ہوتا تھا اور اسمیں تخصیص ابنا سبیل کی ہے اسواسطے یہ روایت باطل ہے اور تیسرے یہ کہ یہ روایت سنیوں کی کتاب کی ہے
ہمپر حجت نہیں ہو سکتی اسلئے یہ اعتراض دفع نہیں ہو سکتا اور ہبہ بدون قبضہ کے البتہ درست نہیں ہے لیکن یہاں ایسی صورت نہیں ہے کہ دعوی بدون قبضہ کے ہوا اور شیعہ تو اُس وقت
ساکت ہوں جسوقت جواب شافی اور صحیح اہلسنت سے سنیں لیکن اہلسنت کے پاس جواب اسکا نہیں ہے اور جو لچر جواب ہے وہ پوچ ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن بجائے خود سنیوں کی بات سے
اُنکا دل مطمئن نہیں ہوتا اسلئے گذارش دیگر یہ ہے محجاج السالکین جو کتاب معتبر امامیہ کی ہے اور نیز دیگر کتب امامیہ میں روایت ہے جسکا اسجگہ فقط مضمون ہی لکھ دیتا ہوں عبارت بعینہا
انشاءاللہ آیندہ مرقوم ہوگی اُسکا مضمون یہ ہے جب ابوبکر صدیق نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ اُنسے کھنچ گئیں اور بولنا ملانا چھوڑ دیا اور پھر فدک کے مقدمہ میں کچھ نہ بولیں تو یہ بات بڑی
دشوار معلوم ہوئی اسلئے یوں چاہا کہ اُنہیں راضی کیجئے سو اُنکے پاس جاکے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپکا دعوی سچا ہے پر کیا کروں میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ تمہارے خرچ کے موافق تمہیں دیکر اور عاملوں کی مزدوری دیکر جو کچھ بچتا تھا اُسے فقرا اور مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم فرما دیتے تھے تب اُنہوں نے فرمایا تو
اچھا ویسی طرح کرتے رہو جسطرح سے میرے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ تو میں قسم کھاتا ہوں کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے
ویسے ہی کئے جاؤنگا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا قسم ہی کہاتے ہو کہ اسیطرح ہی کروگے آپنے پھر مکرر عرض کی کہ قسم خدا کی میں اسطرح کرونگا اس پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا نے یوں فرمایا کہ خدایا تو گواہ رہیو اور اس بات پر راضی ہوگئیں اور عہد لیا اور حضرت ابوبکر صدیق اُنکا خرچ دیکر باقی کو فقراء مساکین و ابن سبیل کو دیدیا کرتے فقط سنئے کہ حضرت
ابوبکر صدیق کا یہ عذر کرنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اسلئے آپکے حوالہ کرنے میں معذور ہوں اور نہ حضرت فاطمہ کا اسمیں کچھ انکار کرنا بلکہ یوں فرمانا کہ اچھا
یوں ہی کئے جاؤ اور پھر اسپر خوشی سے راضی ہوجانا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تادم واپسیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قبض تصرف تھا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا
قبضہ نہیں ہوا تھا **اقول** یہ روایت جو محجاج السالکین کے لکھی ہے شیعوں میں تو کوئی کتاب محجاج السالکین نہیں ہے تاکہ یہ روایت اُسمیں ہو یہ افترا نصراللہ کابلی کا ہے کہ صواعق میں
اپنے جی سے جوڑ کر لکھا ہے اور ایک جھوٹ بنا کر لکھدیا ہے کہ شیعوں کی محجاج السالکین میں یہ لکھا ہے اور حال یہ ہے کہ شیعوں کی مذہب میں اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہے اور نصراللہ کابلی کی یہ و تیرہ
مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں یہ لکھا ہے ولی اللہ شاہ صاحب کی پیروی سے اس شیخ نے لکھا ہے سو وہ عبارت جو محجاج السالکین کے مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکھی ہے وہ یہ ہے
ان ابابکر لما رای فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عنده فاراد استرضاءها فاتاها فقال لها صدقت یا بنت رسول الله فیما ادعیت ولکنی رایت

رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یؤتی منہا قوتکم والصانعین بہا فقال انت اعلم فیہا کما کان النبی رسول اللہ یفعل فیہا فقال فخاف اللہ علی ان افعل فیہا کما کان یفعل ابیک فقال واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن ذلک فقال اللہم اشہد فاستغفر ورضیت بذلک واخذت العہد علیہ وکان ابو بکر یعطیہم منہا قوتہم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل اور ترجمہ اسکا ایسے قریب ہے جو اس ترجمہ سے کیا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ ابن فضل اللہ کابلی نے تو تمام منہاج السالکین ہی لکھا تہا اور شاہ صاحب نے تو آخر میں صرف نام لیا کہ سوائے منہاج السالکین کے دیگر کتب معتبرہ امامیہ بہی لکھیں یا جو وقت اہل سنت علماء جز ہوئی امامیوں کو جواب نہ ہسی تو یہ تجویز کی کہ کوئی کتاب شیعوں کے نامزد کر کے اصول سے لکھ دینا چاہئے کہ زبان انکی بند ہو لیکن جہوٹ کا کام نہیں چلتا ہے آخر کو ظاہر ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس روایت دروغ کتاب دروغ پر بنا کر کے کہا ہے وہ سب باطل ہے اور تادم بازپسیں حضرت رسول خدا کے پاس فدک ہرگز نہیں رہا ہے بلکہ وقت وفات حضرت کے فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تہا اور ابو بکر نے ان سے چہین لیا تھا اور اگر حضرت فاطمہ کے قبضہ میں فدک نہ تہا تو وہ مقصود دعوی ہبہ کا نہ تہا غرض یہ کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہے جب قبضہ نہ ہوا تو پہر دعویٰ کیسا تہا اور جو شخص کہ کہتا ہے کہ فاطمہ کا قبضہ تو کبہی نہ ہوا تہا اور دعویٰ انہوں نے ہبہ کا کیا وہ شخص حضرت فاطمہ کو خاطی مقرر کرتا ہے عداوت سے **قال الشیخ الاشعری** پس حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دعوی ہبہ میں تکذیب نہیں کی تصدیق ہی کی لیکن قانون شرعی کے موافق عمل کیا تاکہ آپ حق دینے کے وبال سے اور حضرت فاطمہ ناحق لینے کے عذاب و نکال سے محفوظ رہیں اور یا انہیں جو گواہ طلب کئے تو اسی نیت سے طلب ہوا کہ اگر گواہ ہوں تو یہ بات ثابت ہو جاوے کہ واقعی فدک رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا کو ہبہ کر دیا تو گو بسبب عدم قبض کے انکی ملک میں نہیں آیا لیکن پہر اولیٰ یہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے حوالہ کیا جاوے پہر اسکو کیا کیجے کہ شہادت اپنی نصاب کو نہ پہنچی اور بیچ دعوی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جو انکی حوالہ نہ کیا تو اسکی وجہ انشاء اللہ آگے مذکور کیجائیگی امیدوار باید بود مگر شاید کسی شیعہ منصف کو یہ خلجان ہو کہ ابو بکر صدیق کی یہ احتیاط کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہبہ میں ہی اور ہبہ بہی حضرت فاطمہ کے لئے وہی خبر و قبض و تصرف ملحوظ رہی کچہ دل کو نہیں لگتی بلکہ از قبیل دغا و فریب معلوم ہوتی ہے رسول اللہ صلعم کا تو اشارہ بہی کافی تہا آپ کا اور آپ دونکا فعل تمام بہی برابر نہیں ہو سکتا سو اس وہم کو خلل ہی دل سے کہوئے تو کہوئی یہ اسی قسم کا وہم ہے جو ہنود و یہود اور نصاریٰ اور مجوس کے دل میں نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خوارج کو نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہٹکتا ہے ان مردودوں کو بہی یہی گمان ہے کہ یہ دعوی رسالت و امامت جو ان دو صاحبوں سے منقول ہے کہ ایک نیا طلبی کا ڈہنگ تہا کچہ دل کو نہیں لگتا بلکہ از قبیل دغا و فریب معلوم ہوتا ہے بدگمان وہم کی دوا نہیں لقمان کے پاس ہو تو ہو نا اہل عقل اور اہل انصاف یہ بات کہکر کسیکا دل شاد ہوتا ہی یہ جاہل نادان تا انصاف مدینہ ہان دراز زبان سے بات کہہ بجز اسکے کہ بنیاد مغز خالی ہو اور کچہ حاصل نہیں تا انکا علاج تو ہو دے یہاں جمع حدیث و قرآن و دلائل عقلیہ کے بیان نہیں چلتا پر یوں سمجہ کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں ہاں ایک عاقل بہی ہوتا ہے مولوی صاحب سے امید فہم نہیں تو کیا سارے علماء شیعہ ایک ہی سانچہ کے ڈہلے ہوئے ہیں **اقول** اگر ابو بکر نے دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کی تکذیب نہیں کی بلکہ انکے دعوی کو سچا جانتا ہے تو پہر فدک انکو کس واسطے نہ دیا اور گواہ کیوں طلب کئے خلیفہ صاحب تو جانتے ہی تہے کہ یہ سچی ہیں اور جس وقت حاکم کو علم ہو مدعی کے صدق کا تو حکم کر سکتا ہے اور یہاں تو دو گواہ بہی ہو گئے ایک تو خود خلیفہ صاحب کہ حضرت فاطمہ کو اس مقدمہ میں راست گو جانتے تہے اور پہلے سے انکو بہ نیکا علم ہو گا ورنہ راست گو انکو کیونکر جانتے اور دوسرے گواہ حضرت علی ہیں مع ام ایمن کے پہر حضرت فاطمہ کو فدک کیوں نہ دیا اور اگر ابو بکر حضرت فاطمہ کو راست گو جانتے تہے تو گواہ انسے کیوں طلب کئے گواہ تو اسیواسطے طلب کرتے ہیں کہ مدعی کے دعوے میں احتمال صدق اور کذب دونوں کا ہوتا ہے واسی لیے شارع نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے اور جس وقت حاکم کو مدعی کا صدق معلوم ہو تو پہر کیا احتیاج ہے گواہوں کے طلب کرنے کی خصوصاً جس وقت کہ حاکم خود ہی مدعی علیہ ہو البتہ اگر مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو تو اسکے اطمینان کے واسطے حاکم مدعی سے گواہ طلب کریگا گو مدعی کے صدق کو جانتا ہے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر حاکم ہی مدعی علیہ ہو اور مدعی کے صدق کا علم بہی رکہتا ہے تو اس صورت میں اگر حاکم مدعی کو نہ دلوے تو بڑا ظالم ہے اور گواہوں کے طلب کرنیکی اسکو کیا احتیاج ہے اور جس وقت کہ ابو بکر حضرت فاطمہ کو سچا جانتے تہے تو پہر ابو بکر کو دینے کا اور فاطمہ کو لینے کا عذاب و نکال کیوں ہوتا اسکی کیا وجہ ہے اور اگر وہ ابو بکر کے نزدیک راست گو نہ تہیں تو پہر گواہ کے طلب کرنے کی کیا احتیاج تہی کہ جو کہ حکم دینے والا تہا وہ مدعی علیہ تہا اور مدعی کو راستگو بہی جانتا تھا اور اگر حضرت فاطمہ کا قبضہ آپ پر تہا تو وہ اولی دینے میں کیونکر نہیں اور اگر اولی نہیں تو بے طلب گواہوں کے بہی اولی نہیں گواہوں کے طلب کرنیکی کیا احتیاج تہی پس معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ آپ پر تہا اسواسطے انسے گواہ طلب کئے اور اگر قبضہ نہ ہوتا تو گواہ طلب نہ کرتے بلکہ ویسی ہی جواب دیتے اور آئندہ بیچ دعوی کے نہ دینے کی وجہ لکہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالی اسکو رد کرینگے اور ابو بکر نے نہ دینے کی البتہ بڑی احتیاط کی ہے باعتبار دنیا کی کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مال چہین کر اس سے متمتع ہوئے اور دین کو تو اپنے تباہ ہی کیا ایسی مظلومہ کا مال ضبط کر کے اور ابو بکر کی احتیاط قبض و تصرف میں گزرتی اور نہ ابو بکر کو کچہ کام قبض و تصرف کا ہوا ورنہ ابو بکر نے شرط قبض و تصرف کی کی یہ تو ابو بکر کے مرید اپنی طرف سے ایک بات بنا کر کہتے ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تہا اور نہ کسی غیر کے دلیں سے کام ہو سکتا ہے اور گواہ جو ابو بکر نے طلب کئے ہرگز خیالی دغا اور فریب سے نہیں ہے اور خلجان تو تمہارے دل میں ہے اور یہ سمجہ ہو گا کہ حضرت ابو بکر صدیق یار غار حضرت کے انکی دختر نیک کی نسبت ایسا

کیوں کرتے کہ اس سیدہ عفیفہ کا حق دبا بیٹھے یہ تو دلکو نہیں لگتا ہے یہ تو ایک بہتان ہی معلوم ہوتا ہے سو اس سے ہم کو خدا ہی اسے سمجھے اگر تم کہو کہ یہی قسمت تھی تو ہم یہ جواب دینگے کہ اور یہود و نصاریٰ
اور مجوس کے دلمیں نسبت رسولخدا صلعم ہے کہ یہ شخص عرب کا رہنے والا نہ لکہا ہے نہ پڑھا ہے یہ کیسی پیغمبر ہوگیا یہ بات تو ان سے نہیں گئی بلکہ از قبیل غلو و فریب معلوم ہوتی ہے سو
بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس + اہل عقل و اہل انصاف سے بات کہکر ہر کسی کا دل شاد ہوتا ہے پر جاہل و نادان نا انصاف دریدہ دہان دراز زبان سے بات کہہ کے بجز اسکے کہ اپنا
مغز خالی ہو اور کچھ حاصل نہیں ہوتا انکا علاج تو درہ ہے یہاں حدیث و قرآن و دلائل عقلیہ کے بیان سے کام نہیں چلتا پر یوں سمجھکر کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں وہاں ایک عاقل
بھی ہوتا ہے اس شیخ نجدی سے امید فہم نہیں تو کیا سارے علماء اہل سنت ایک ہی سانچہ کے ڈھلے ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اپنا ما فی الضمیر عرض کرتا ہوں جناب عم
اگر یہ ماجرا ہے اور یہ سرگزشت بلا کم و کاست اسطرح ہو جسطرح شیعہ گاتے پھرتے ہیں اور بفرض محال حضرت ابوبکر صدیق نے گواہ طلب کئے تو اول تو اسکی وجہ کیوں گواہ طلب کئے مذکور
ہوتی ہے دوئم انشاء اللہ اور وجہ بھی معلوم ہو جائیگی لیکن درصورتیکہ یہ مقدمہ کسی وجہ سے ہو گواہ طلب کرنیکے قابل ہو تو بلاشبہ پھر گواہ گواہوں ہی کی طرح چاہئے نہیں تو مفت کا
درد سر تہا سو علماء شیعہ ہی فرمائیں کہ گواہوں کے کیا مقدار کلام اللہ میں بیان فرمائی ہے اور اسمیں پھر کسیکی کچھ تخصیص بھی ہے کہ فلانے قسم کے آدمی ہوں تو پھر کچھ اس عدد اور اس کیفیت کے
ضرورت نہیں معہذا صدق نیت حضرت ابوبکر صدیق پر یہ بات گواہ ہے کہ انکی خلافت میں جو حضرت عثمان نے انسے یہ بات کہی کہ میں نے مرض وفات میں سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ
واکمل التحیات سے حکم کے بلانیکی اجازت لی ہے تو انہوں نے انسے بھی گواہ طلب کیا اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بزعم شیعہ کاوش بھی
تھی تو حضرت عثمان سے تو بزعم شیعہ سنی محبت و موافقت و دوستی ہی تھی پھر کچھ دینا ہی نہیں پڑتا تھا شیعہ مذہب نہیں جو تقیہ کا احتمال ہو پھر حضرت عثمان سے انہوں نے گواہ طلب کیے
تو کیوں کیے یہ باتیں کمال دیانت و استقامت پر دلالت کرتی ہیں لیکن شیعہ اپنی عداوت سے ناچار ہیں کینہ بیجا نے انکا قلب تیرہ و تار کر دیا ہے حق و باطل کی تمیز نہیں ہے اچھی باتوں کو
برا اور بری باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں اسکا جواب بجز اسکے ہمارے طرف سے کچھ نہیں جو بر محل شیخ سعدی کہہ گئے ہیں ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر **اقول** جو کچھ شیعہ اس مقدمہ
میں کہتے ہیں بیشک واقعی اور اسیطرح سے ہے اسواسطے کہ فریقین کی روایتیں اسپر دلالت کرتی ہیں اور عجیب تر یہ کہ تو نے بھی اہل سنت کی لکھا ہوا ہے کہ ابوبکر نے گواہ طلب کیے اور پھر لکھتا ہے
یہ شیخ کہ بفرض محال یہ بھی عجیب ماجرا ہے اور جو وجہ گواہوں کے طلب کرنیکی پہلے اس سے لکھی ہے اسکو تو ہم باطل کر آئے اور جو کہ بعد اسکے لکھیگا اسکو بھی ہم رد کر دینگے اور گواہونکی جب مقدمہ میں
ضرورت ہوتی ہے وہاں البتہ گواہ گواہوں ہی کی طرح چاہئیں اور گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقدار میں ہوتی ہیں اور تخصیص بھی کسیکی نہیں ہمنے سب تسلیم کیا لیکن اس مقدمہ
میں تو گواہونکی احتیاج ہی نہیں ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ اس مقدمہ میں مدعی حاکم کے نزدیک اس دعوی میں صادق ہے اور مدعی علیہ خود حاکم ہی ہے پھر گواہونکی طلب کرنے
کی کیا وجہ ہے گواہ تو مدعی سے اسوقت طلب کیے جائیں کہ جسوقت مدعی کا قول احتمال صدق اور کذب کا رکھتا ہو اور تم خود کہتے ہو کہ ابوبکر نے اس دعوی میں حضرت فاطمہ کی تصدیق کی اور ہمنے
بھی انکا صدق ثابت کر دیا ہے اور یا گواہ اسوقت طلب کیے جاتے ہیں جسوقت کہ مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو اس صورت میں گو حاکم کو مدعی کا صدق معلوم ہو لیکن واسطے اطمینان مدعی علیہ
اور دفع تہمت کے گواہونکو طلب کریگا اور یہاں یہ بات نہیں ہے بلکہ مدعی علیہ اس مقدمہ میں خود حاکم ہے اور مدعی کے صدق کو جانتا ہے طلب کرنا گواہونکا اسے نہ چاہئے بلکہ چاہئے کہ بدون طلب
گواہونکے موافق مرضی مدعی کے حکم دیوے اور اگر حکم نہ دیگا تو ظالم ہو جائیگا اور اگر عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے اجازت حکم کے بلا لینیکی لی ہے اور ابوبکر نے عثمان سے
گواہ طلب کیے اول تو یہ روایت تمہاری کتابونکی ہے ہمپر حجت نہیں ہو سکتی اور سوا اسکے یہ ہے کہ جیسے رسولخدا صلعم نے حکم کو نکال رکھا تھا ایسے ہی ابوبکر اور عمر نے اسکو نکالے رکھا تھا
اور عثمان نے اپنے زمانہ میں اسکو بلا لیا تھا اس مقدمہ میں اسپر طرح طرح تشنیع ہونے لگی تو سوا اسکے کہنے سے علماء نے طرح طرح کی روایتیں اس پر سے طعن کے دفع ہونیکو بنائیں کسی روایت میں تو
ہے کہ عثمان نے حضرت کے مرض الموت میں حکم کے بلا لینیکا اذن حضرت سے لے لیا تھا اور بعضی میں ہے کہ عثمان نے مرض الموت میں حضرت سے سرگوشی کی تھی اس سرگوشی میں اذن لیا
ہوگا اور بعضی روایت میں ہے کہ ابوبکر اور عمر سے اذن لینیکا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ دوسرا گواہ لا اسیطرح سے روایات کثیرہ لوگوں نے وضع کرکے لکھی ہیں عثمان پر سے طعن کے دفع کرنیکو
اور ہم عثمان کے ذکر میں سب کو رد کر آئے ہیں سو یہ سب روایتیں موضوعی ہیں اور ہمنے فرض کیا کہ عثمان نے ابوبکر سے کہا ہوگا اور گواہ جو عثمان سے طلب کیا تو سبب اسکا یہ ہے کہ ابوبکر کو عثمان کی بات کا اس
مقدمہ میں اعتبار نہ تھا کہ ابوبکر جانتے تھے کہ اس نے ہر چند جناب رسولخدا صلعم سے اجازت چاہی ہے پر حضرت نے اجازت نہیں دی ہے اسکو جو رغبت اسکے بلانیکی ہے تو یہ ایک بات
جھوٹ بنا کر کہتا ہے اسواسطے گواہ طلب کیے ہونگے اور عثمان کے افعال ایسے ناشایستہ تھے کہ زمانہ خلافت میں کہ اسوقت میں تو ضرور ہی خلیفہ کو کہ اتقا اور عدالت اختیار کرے وہ اسوقت بھی
بدافعالیوں سے باز نہیں آتے تھے یہانتک کہ حضرت عائشہ محدثہ اہل سنت عثمان کے حق میں فرماتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا الحراق الملعون احمق زمانہ خلافت کا یہ حال ہے اور وہ
زمانہ تو انکی خلافت کا تھا معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں افعال انکی کیسے ہونگے کہ ابوبکر نے انکی بات کا اعتبار نہ کیا اور گواہ انسے طلب کیے اور حضرت فاطمہ کا یہ حال ہرگز نہ تھا جسکی شان میں
خدا تعالیٰ فرماتا ہے یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اور حضرت رسولخدا صلعم پر افترا کرنا اور کہنا کہ مجھکو حضرت نے فدک ہبہ کیا ہے اس سے زیادہ اور کیا رجس ہوگا اور عثمان سے تو ابوبکر کی اسقدر دوستی بھی

تھی اگر یہی تو عمر بھی تھی اور سوا ابوبکر کے سب جانتے تھے کہ عثمان نے ہر چند چاہا لیکن حضرت نے حکم کیا کہ آپکی اجازت نہیں ہی اگر ابوبکر باوجود کہنے عثمان کے قبول کر لیتے تو لوگ بدنام کرتے ابوبکر کو کہ رسول خدا صلعم نے تو حکم کیا کہ آپکی اجازت نہیں دی ابوبکر نے عثمان کے کہنے سے کیسے بلا لیا یہ وجہ ہوگی گواہوں کے طلب کرنیکی اور یہ امر ابوبکر کی دیانت پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ لوگونکی بدنام کرنیکی خیال سے عثمان کے دعوی کو قبول نکیا اور شیعہ جو ابوبکر سے عداوت رکھتے ہیں ابوبکر نے شیعونکی کوئی جاگیر ضبط نہیں کی ہے بلکہ ابوبکر نے جو اہل بیت علیہم السلام سے مروت برتی ہے اسواسطے ابوبکر کو اچھا نہیں جانتے اور یہ دستور اہل سنت کا ہے کہ حق اور باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں اور اچھی بات کو برا جانتے ہیں اور بری بات کو اچھا جانتے ہیں اور عیب کو ہنر سمجھتے ہیں قال الشیخ الاشعری باقی یوں کہنا کہ گواہ ثبوت دعوی کے لئے ہوتے ہیں اور جب مدعی کی طرف سے خاطر جمع ہو کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو پھر کیا ضرورت ہے کہ گواہ طلب کیے جائیں تو اسکا جواب یہی ہے کہ خدا کو ذمہ ہے کیونکہ خدا ہی نے علی الاطلاق یہ حکم دیا ہے کہ بدون دو گواہ اعتبار نکیا کرو یہ قانون سنیوں نے نہیں گھڑ لیا بہرحال خداوند کریم نے اہل بیت یا اصحاب یا کسی ولی عالم کا استثنا نہیں کیا سنیونکو تو خدا کے اتباع ہی کا کام ہے شیعہ بھی اگر اتباع خداوندی کریں تو مضائقہ نہیں بنا سر لڑائیں گر یہ بات نہوتی تو سنی یہ حکم کاہیکو مانتے کہ ابر کے دن اگر کوئی شخص چاند دیکھے اور اسکی گواہی بسبب تنہائی یا اتہام فسق و فجور قاضی قبول نکرے تو لازم ہے کہ سب شریک حال رہے اور روزہ رکھے یا ابر و غبار میں محاق کی دو صورت کے اعتبار ہے اگر کبھی انتیسویں کا چاند ہو تو انتیسویں کو افطار کیا کرے علی ہذا القیاس صلحا اور علما یا صالحات عورتوں کی گواہی میں قید لغو ہو جاتی بلکہ جن کفار کا صدق مقال تجربہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور بہت سے مسلمان نام کے زیادہ مسلمان نکلتے ہیں انکا کہنا خواہ ایک ہو یا زیادہ قبول ہوا کرتا بالجملہ اس میں نہ اطمینان کا اعتبار نہیں پابندی قوانین منظور ہے تاکہ امتحان عبودیت در خود مختاری ہو جائے ہاں حکمت اور مصلحت اس قانون میں البتہ یہی ہے کہ ثبوت حق ہو جایا کرے سو اگر راستی پر حکام وقت کے چھوڑا جائے تو اول تو اندیشہ رو رعایت دوسرے ہر کسیکو یہ دعوی ہو سکتا ہے کہ میری بات قابل اطمینان ہے بس جب یہ حال ہوا اور انتظام اسلئے حکام مقرر کئے جاتے ہیں وہ صلح اور انتظام تو درکنار البتہ فساد اور جنگ و جدال کی توقع ہے اسلئے قانون کلی مقرر کر دیا جسمیں اکثر مصلحت مدنظر رہی ہاں جو صورت خلاف اسکے اتفاقی صورتوں میں کبھی مصلحت کو رہ جائی بھی جائیگی تو اسکا اعتبار نہوگا الغرض یہ وہم کہ حضرت فاطمہ کے صدق مقال کی بالاتفاق شیعہ و سنی بالاتفاق قائل ہیں پھر کیا ضرورت ہوئی یہ تو طلب کی گئی اس طلب گواہان سے حضرت فاطمہ کے طرف سے بدگمانی ٹپکتی ہے یا نادہندی کی بو آتی ہے بسبب کوتاہ فہمی کے پیدا ہوا ہے یہاں فہم والوں سے کلام ہے نادانوں سے کلام نہیں معہذا سبب نیکی اور بدی کا مدار بزرگی طاعت خداوندی پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں حق فرماتے ہیں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی بیشک اللہ کے نزدیک زیادہ تعظیم و تکریم اسی کی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو تو اس صورت میں لازم پڑا کہ ان قوانین کی رعایت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو زیادہ تر ہو اور جو ان قوانین کی رعایت کرے وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ محبوب اور اسکی آپکے دل میں زیادہ جگہ ہو سو حضرت ابوبکر صدیق کا گواہوں کا طلب کرنا بقرینہ آیۂ مذکورہ موجب انبساط خاطر مبارک حضرت زہرا رضی اللہ عنہا ہوا ہوگا پھر نہ معلوم شیعہ کیوں الٹے مرتے ہیں وہی مثل ہے کہ مدعی مدعی علیہ تو راضی ہوگئے پر قاضی جی راضی نہیں ہوتے اور اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ گواہوں کا جھوٹا جاننا کچھ ضرور نہیں اور انکی گواہی کے موافق حکم نہ دینا کچھ اور ہے جبتک کہ شہادت اپنی مقدار کو نہ پہنچے یعنی دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد اور دو عورتیں اس صفت موصوف نہوں تب تک حاکم کو جایز نہیں کہ انکے کہنے کے موافق مدعی کی ڈگری کرے اگر یہ کیسے ہی معتبر کیوں نہوں اور انکے کہنے سے کتنی ہی تسلی کیوں نہو جائے سو اس حکم نہ دینے اور ڈگری نکرنے کو کوئی نادان ہی یوں سمجھے تو سمجھے کہ گواہوں کی تکذیب ہے ہاں اس صورت کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایک مقدمہ میں موافق مدعی کے متفق اللفظ ایک بات کہیں تو پھر بجز عدم اعتبار گواہان کے کوئی صورت ڈگری نکرنے اور مدعی علیہ سے قسم لینے اور مدعی کے دعوے کے نہ سننے کی نہیں شیعوں کے کہنے ... کے موافق اگر اس روایت کو ہم تسلیم بھی کریں تب ظاہر ہے کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن کی گواہی نصاب مذکور کو نہیں پہنچتی بلکہ حضرت حسنین کی گواہی ملا کر بھی جیسا کہ جناب مولوی آل علی عمار علی صاحب پھر لگاتے ہیں مقدار مذکور اور حد مسطور کو نہیں پہنچتی کیونکہ دونوں صاحبزادے اس زمانہ تک بالغ بھی نتھے سو اس گواہی کے موافق حکم نکرنے میں تو ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور انکے گواہوں یعنی حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین کو جھوٹا جانا ہاں انکی استقامت شریعت و رسم عبادت ثابت ہوتی ہے لیکن نقصان فہم کو کچھ علاج نہیں تجویز فہمی اصلاح انبیاء سے بھی نہیں ہوتی ہم تو کسکے شمار میں ہیں مثل مشہور ہے کہ امام غزالی کی بعضی کتابوں میں کچھ ایسا لکھا ہے کہ ایکبار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوہسار کی طرف بھاگے جاتے تھے کسی نے عرض کی آپ ایسی افتاں و خیزاں اس طرف کیوں جاتے ہیں آپنے فرمایا کہ ایک نادان آتا ہے اس نے عرض کی کہ پھر آپکو کیا اندیشہ ارشاد فرمایا کہ بیوقوفی کا کچھ علاج نہیں وہ کسیکے فیض صحبت یا برکت نصیحت سے زائل نہیں ہوتی الٹا اسیکا اثر پڑ جاوے تو پڑ جاوے فقط اور کسی نے سچ کہا ہے کہ شعر لکل داء دواء یستطب بہ الا الحماقۃ داء لا دواء لہا یعنی ہر بیماری کا کچھ نہ کچھ علاج ہے جس سے اسکے زائل ہونے کی تدبیر کیجاتی ہے پر حماقت ایسی بیماری ہے کہ اسکا کچھ علاج ہی نہیں اقول اعتقاد مختصر تھوڑی سی بات کو طول دیا ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور ہم اس طول کو ایک مختصر بات سے رد کر دیتے ہیں کہ ہاں خداتعالی نے گواہوں کا ایک قانون مقرر کر دیا ہے واسطے فیصلہ کے اور اس میں کسیکی تخصیص نہیں ہے نیک ہو یا بد ہو لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو اور جس وقت کہ مدعی علیہ خود حاکم ہی ہو اور مدعی کو وہ جانتا ہے کہ یہ اپنے دعوے میں صادق ہے تو اس صورت میں اسکو کیا احتیاج ہے گواہوں کے طلب کرنیکی اسکو تو بمجرد طلب کرنیکے دینا چاہیے خداتعالی تو قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کو ادا کرو اور جس وقت

کہ حاکم کے نزدیک حق مدعی کا ثابت ہے تو پھر گواہوں سے اسکو تحصیل حاصل کی کیا ثابت کریگا یا ثابت کرانا تو غیر کے واسطے ہوتا ہے اگر مدعی علیہ غیر حاکم کے جسوقت خدا تعالی قیامت کے روز
ابوبکر سے پوچھیگا کہ تو تو جانتا تھا کہ فاطمہ اپنے دعوی میں سچی ہے اور اپنا حق طلب کرتی ہے پھر تجھکو اسپر قانون شرع کے جاری کرنیکی کیا احتیاج تھی وہ تو تجھ ہی سے طلب کرتی تھی اور تو اسکو
سچا جانتا تھا تو تو نے اسکا حق کیوں نہ دیا لیکن ابوبکر کی کسی طرح سے نجات نہیں ہے گو انہوں نے بسبب قصور بینہ کے فاطمہ کو فدک نہ دیا اور دنیا میں بری ہو گئے لیکن نفس الامر میں اور نزدیک خدا
بری نہیں ہوئے پھر بھی غاصب کے غاصب ہی رہے ایک مرتبہ جناب رسولخدا صلعم کے روبرو ایک مقدمہ پیش ہوا اور مدعی نے دو گواہ گذرانے تو حضرت نے موافق گواہی گواہوں کے مدعی کو غالب
رکھا اور مدعی علیہ اس مقدمہ کو ہار گیا بعد اسکے حضرت نے مدعی سے فرمایا کہ تو اگرچہ موافق قانون شرع کے مقدمہ جیت گیا ہے لیکن اگر تو نفس الامر میں بھی سچا ہے تو تیرے واسطے کچھ نہیں ہے
اور اگر تو نفس الامر میں جھوٹا ہے تو گو تو اب دنیا میں جیت گیا ہے لیکن بروز قیامت تجھکو دینا ہوگا اور اس مقدمہ میں تو ماخوذ ہوگا اور اگر مجری ہو گیا ہے تو کیا ہے کل کو خدا کے سامنے
کیونکر بری ہوگا اور یہ قانون گواہوں کا اور قسم کا خدا تعالی نے واسطے فیصلہ کے مقرر کیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس قانون کی رو سے اگر حق والا ناحق ہو جاتا تو خدا کے نزدیک بھی
وہ ناحق ہو سو حضرت ابوبکر بسبب کامل نہونے نصاب بینہ کے یہاں بری ہو گئے تو خدا کے نزدیک تو وہ بری نہیں ہیں کہ باوجود علم صدق دعوی فاطمہ کے فاطمہ کو حق نہ دیا بیشک وہ غصب کے
عیب سے ہرگز صاف نہوئے اور اگر حضرت فاطمہ کو خلیفہ صاحب فدک دیڈالتے جسقدر کہ عذر گواہوں کے طلب کرنیکے ہیں اس شیخ نے کئے ہیں ایک بات کا بھی ظہور نہوتا تو کسیکو اندیشہ رو و رعایت کا ہوتا
اور نہ صورت کوئی فساد کی تھی بلکہ لوگ یہ کہتے کہ ابوبکر کے ذمہ جو حق فاطمہ زہرا کا تھا اسکو انہوں نے ادا کیا اور یہ بیان کہ اسوقت یقین کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوائے کوئی اور شخص ہو تو
البتہ شبہ روی و رعایت کا ہو یا صورت فساد کی ہو سکتی تھی اور یہاں تو یہ صورت ہی نہیں ہے اور بیشک ابوبکر نے جو نہ دیا اور گواہ طلب کئے تو اسمیں بدگمانی اور ناسندی کی بو آتی ہے سمجھداروں کے نزدیک
اور نادان وہ ہیں جو اسکے خلاف کہتے ہیں اور ابوبکر نے ہرگز اطاعت خدا کی نہیں کی آدمی کو چاہئے کہ جسکا حق اپنے ذمہ ہے اسکو ادا کرے تا کہ خدا تعالی کے مطیعوں میں محسوب ہو اور ابوبکر نے فاطمہ
زہرا کا حق نہ دیا باوجودیکہ جانتے تھے کہ انکا دعوی سچا ہے تو وہ کیونکر خدا کے مطیع ہوئے اور اگر کسیکا حق کسی کے ذمہ ہے اور جس سے طلب کرتا ہے اسکو بھی اسکے حق کا یقین ہے اور اس طلب میں اسکو سچا جانتا
ہے تو چاہئے کہ وہ اسکا حق ادا کرے بلکہ یہ کہے کہ تو اپنے حق پر گواہ لا ایسا ستودہ ہرگز نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حق کے گواہ نہیں ہوتے ہیں لیکن جس سے وہ اپنا حق طلب کرتا ہے وہ اسکو سچا جانتا ہے اور گواہ اسکے
موجود نہیں ہیں تو چاہئے کہ اسکا حق ضائع ہو جائے اور رعایت اس قانون کی حضرت فاطمہ کو اگرچہ مجبوب ہے لیکن یہ محل اس قانون کا نہیں ہے اور اگر قانون حضرت فاطمہ پر جاری کیا اور وہ اس قانون
کی رعایت سے صبر کرکے بیٹھ رہیں لیکن خلیفہ صاحب کو برات غصب سے پیش خدا نصیب نہیں ہوئی غاصب کے غاصب ہی رہے اور نہ جانے کیوں ڈریں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کی دختر نیک اختر کا حق
ابوبکر نے غصب کیا اور قاضی حقیقی تو خدا تعالی ہے ہم ہی دیکھینگے کہ حضرت ابوبکر خدا تعالی کو کیونکر راضی کرینگے جسوقت فاطمہ زہرا قیامت کے روز پیش خدا استغاثہ کریگی ؎ کیا قیامت ہوگی
جسدم کہیگی فاطمہ ÷ اے خدا لونڈی تری لوٹی گئی فریاد ہے ÷ اور حضرت فاطمہ اور انکے گواہوں کے جھوٹا جاننے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جابر نے جو طلب کیا تو ابوبکر نے بدون گواہوں کے انکو دیدیا
اور بے گواہوں کے دیدینے کی وجہ علماء اہل سنت نے یہ لکھی ہے کہ جابر رسولخدا صلعم کے اصحاب میں سے تھے وہ ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتے اور قرآن و حدیث سے انکا صدق ثابت کیا اسواسطے کہا
کہ علی اور فاطمہ مثل جابر کے بھی سچے نہ تھے اور علی کے واسطے تو لحاظ گواہوں کی مقدار کا ہوا کہ قصور نصاب بینہ کا سمجھکر انکی گواہی کو رد کیا اور جابر کے قول کو راست جانا اور حسنین
کا گواہ ہونا بھی اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہے مولوی صاحب کا دروغ یہ نہیں ہے اور جسوقت حضرت علی کی گواہی کو اور ام ایمن کی شہادت کو قبول نکیا تو انکو جھوٹا ہی جانا اور مقدار
گواہوں کی نہونیکا تو ایک بہانہ تھا اسواسطے کہ بخاری کی شروح میں جابر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ صحابی پیغمبر کا جھوٹ نہیں کہتا ہے اور ابوبکر نے حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کو معتبر
نہ جانا کیا حضرت علی رسولخدا صلعم کے اصحاب میں سے نہ تھے اور بیوقوف تو تم ہو کہ حق بات کو جھوٹا کر دیتے ہو اور امام غزالی نے جو حضرت عیسیٰ کی نقل بیان کی وہ مثلاً نہ صادق آتی ہے کہ فیض
صحبت سے نااہل مقبول نے انکو کچھ فائدہ نکیا علی الخصوص عثمان بن عفان کہ بقول عائشہ نعثل تھے اور نعثل احمق کو بھی کہتے ہیں اور اہل سنت پر انکی حماقت کا اثر پڑا ہوا ہے **قال الشیخ
الاشعری** اور اگر باہمہ بیان واضح شیعوں کے دل کی کھٹک نکلی اور حضرت صدیق جیسے صادق کی طرف گمان فاسد ہے تو لیجئے آپ زبان کو لگام دیجئے اور اپنا کام کیجئے یہ روایت
کتاب منہج الکرامت میں جو شیخ ابن مطہر حلی کی تصنیف سے موجود ہے انہوں نے سنیوں کی طرف سے جواب شافی وکافی لکھ رکھا ہے القصہ اہل سنت کو تخفیف تصدیق ہوئی اور انہیں کی لاٹھی
انہیں کا سر وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا اور وہ روایت یہ ہے لما اعطت فاطمۃ ابا بکر فی فدک کتب لها کتابا و ردها علیہا یعنی جب حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر صدیق کو
دربارۂ فدک وعظ و پند کیا تو ابوبکر صدیق نے فدک کی جاگیر کا کاغذ حضرت فاطمہ کے نام لکھکر فدک انہیں کو پھیر دیا فقط اور سوتیلا یہ روایت صحیح شیعوں کی ایسی معتبر کتاب میں جسکا نام منہج الکرامت
اور پھر تصنیف السید علامہ کی جسکا نام ابن مطہر حلی پائی جائے تو پھر سنیوں سے کیوں الجھتے پھرتے ہیں اس روایت پر قربان جائیے اس روایت نے تو شیعوں کو تین پانچ کے قابل نہیں رکھا اب تک
مولوی صاحب نے ہبہ اور میراث کا دعوی کیا تھا وصیت یا بیع یا کسی عمل کی اجرت کا احتمال باقی ہے سو ہماری طرف سے اسکی بھی اجازت ہے کہ لگے ہاتھوں وہ بھی طعن کر لیں کسر جو رہ گئی
سنیوں کا کچھ لحاظ نکریں اول تو انکو یہ ملگئی ہے دوسرے انکی نیتی بڑھ رہی ہے جہاں اس روایت کا پتا لگا دیا آگے ہی وہ کام چلا دیگا **اقول** بیان واضح جس سے جواب شافی حاصل ہونے اب تک

کچھ بھی بیان نہیں کیا یہ شیعہ کیسے دل کی گھبراہٹ کرتے ہیں کہ اور ابوبکر کی بات سے بیگانی ہو بکرو دور ہو کر جس نے حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا غصب کیا اور روایت سند میں ایسی لائے کہ
جنکے تو اس مقدمہ میں ابوبکر بھی مطعون تھا اور اب ابوبکر اور عمر دونوں پر طعن ہو گیا اور روایت منہج الکرامت کی کیا خوب بیان کی کہ اول کا فقرہ توڑ کا بیان کیا اور آخر کا فقرہ ترک کیا مثل
تقلید یوں ورنہ کے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے لا تقربوا الصلوٰۃ پھر ہم نمازکیوں پڑھیں اور وانتم سکاریٰ پر نظر نہ کی ایسا ہی شیخ جی نے مولوی عبدالعزیز صاحب دروغ نویس
کی پیروی سے کیا ہے آخر کا فقرہ منہج الکرامت کا چھوڑ دیا اور وہ روایت منہج الکرامت کی اس طرح ہے لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب کتابا وردھا علیہا فخرجت من عندہ
فلقیہا عمر فخرق الکتاب یعنی بعد نصیحت کی حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھا ابوبکر نے واسطے فاطمہ علیہا السلام کے ایک نوشتہ فدک کا اور پھیر دیا اسکو فاطمہ پس باہر
نکلی فاطمہ ابوبکر کے پاس سے پس ملاقات کی عمر نے اس سے پس پھاڑ ڈالا عمر نے وہ کاغذ جو کہ ابوبکر نے لکھکر فاطمہ کو دیا تھا اور اس روایت کے قریب اہل سنت کی کتابوں میں بھی روایتیں ہیں اور
مولوی حیدر علی صاحب کے خط میں موجود ہیں روایت یہ سبط ابن جوزی کی اور انسان العیون برہان الدین شافعی حلبی کی اور تاریخ آل عباس کی غرض یہ ہے کہ سنیوں اور شیعوں کی دونوں کی کتابوں میں
لکھا ہے کہ ابوبکر نے کاغذ لکھا اور عمر نے اس کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور منہج الکرامۃ میں جو یہ روایت لکھی ہے سنیوں ہی کی کتابوں سے ماخوذ ہے بڑی شرارت تو اسمیں عمر کی ہے کہ حضرت فاطمہ کا ہتک کیا کہ
انکا کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابوبکر کی اہانت کی کہ انکے لکھے ہوئے کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور ابوبکر پر طعن دو بالا ہو گیا کہ ایک تو یہ کہ فدک حضرت فاطمہ کو نہ دیا اور دوسرے یہ کہ عمر نے جو حضرت فاطمہ کا ہتک کیا اور
انکا کاغذ پھاڑنے سے ایذا انکو پہنچائی تو اسپر راضی ہوا اور خاموشی اختیار کی اور اس فعل شنیع سے عمر کو منع نہ کیا اور اسکے کہنے پر عمل کر کے پھر دوسرا کاغذ نہ لکھا پس منہج الکرامت کی روایت کے
لکھنے سے کچھ فائدہ اس شیخ کو نہ ہوا بلکہ زیادہ طعن ہو گیا کہ یہ طعن انکے ہی سر پڑی وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا اور دیکھو تو شیعوں کے الجھنے کی بات ہی کہ نہیں عمر نے
وہ کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابوبکر نے اسکے فعل کو پسند کر کے حضرت فاطمہ کو فدک نہ دیا اور شیعوں کو تمہیں پیچ کرنے کی بڑی گنجائش ہو گئی اور یہ شرارت کا تم نے کیا جواب بے ہودہ اور امور کا جواب
دیکھے اور منہج الکرامۃ کی روایت جو اہل سنت کے گلے لگی تو کیا حاصل ہوا بلکہ اور زیادہ اعتراض ہو گیا سو خدا تعالیٰ شیعوں ہی کی پشتی پر ہے نہ اہل سنت کی کہ اس روایت میں بھی شیعوں کو
سنیوں پر غالب لکھا ہے اور اسی طرح آگے کو بھی شیعوں ہی کو غالب دیکھیگا لیکن یہ شیخ ڈوبا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے بہروپ پر کہ انہوں نے منہج الکرامت کی روایت کا ایک ٹکڑا لکھا
تھا اور آخر کا فقرہ جس سے اور زیادہ طعن ہوتا تھا اسکو نہ لکھا اس نے بھی انکی پیروی ہی کیا اور اکثر جگہ شاہ صاحب کی پیروی ہے یہ جھوٹا ہے **قال الشیخ الاشعری** ابتسنی
کی بات ہے کہ مولوی صاحب ہر بات میں اپنی کتابوں سے جھوٹے ہوتے جاتے ہیں اور سنیوں کی کتابوں سے مات کھاتے جاتے ہیں یہاں تک تو ناظرین کو معلوم ہی ہو گیا اور آگے انشاء اللہ
معلوم ہو جائیگا سو سنو ہمارے گزشتہ کے دروغ سے علاوہ اب جس بات کا جھٹلانا مد نظر ہے وہ یہ ہے کہ اول تو مولوی صاحب کا یہ طوفان دیکھئے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کا بیان لکھتے
لکھتے یہ جولانیاں پر آگئے کہ حضرت حسنین کو بھی ساتھ سان لیا یہ نہ سمجھا کہ الزام خصم کے لیے ضرور ہے کہ وہ بات لکھے جو اسکی نزدیک بھی مسلم ہو سو مسلم نہ ہو تو معلوم جو روایت کہ سنیوں کے نام لگا رکھی
ہے حضرت حسنین کا نام تو اسمیں بھی نہیں ہے اور اگر اپنی بہتانوں اور اپنی کتب خانوں کی بہر وسے سنیوں کو الزام دیتے ہیں تو یہ الزام تو مثل فوارہ انہیں کے سر پڑیگا ورنہ یوں تو ہر بات ہر شخص بنا سکے
اقول مولوی صاحب کسی بات میں اپنی کتاب سے جھوٹے نہیں ہوتے بلکہ تو ہی اپنی کتابوں سے جھوٹا ہوتا ہے کہ تیرے جھٹلانے کو ہمنے اسقدر تیری کتابوں کی روایتوں کو بیان کیا ہے کہ ایک بلندہ
روایتوں کی باندھ دی ہے اور تیری ہی کتابوں سے تجھکو مات دیئے جاتے ہیں ناظرین اس نسخہ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا اور منہج الکرامت کی روایت جو تو لایا ہے اس سے الٹی تیری اور ہی رد
پڑی ہے اور جو کچھ تو آگے لکھیگا وہ بھی سب معلوم ہو جائیگا اور تیرا دروغ کیا بلکہ مولوی عبدالعزیز صاحب کا دروغ ہمنے بخوبی ثابت کر دیا ہے اور ہمارے مولوی صاحب کا کام طوفان لکھنے کا نہیں ہے
وہ دروغگو تو ہی ہے کہ اپنی روایتوں کا انکار کرتا ہے اور تجھکو اپنی کتابوں کی خبر ہی نہیں ہے دیکھ تو تیری کتابوں میں حسنین علیہما السلام کی گواہی لکھی ہے یا نہیں اگر تجھکو مناظرہ کا ڈھنگ یاد
نہیں ہے تو نے کسواسطے اسکا قصد کیا تو نے پہلے اپنی کتابوں کو دیکھ لیا ہوتا تب ہی کچھ کہا ہوتا دیکھ شرح مواقف میں موجود ہے فان قیل ادعت فاطمۃ انہ نحلہا ای اعطاہا فدک نحلۃ
وعطیۃ وشہد علیہ علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شہادتہم فیکون ظالما قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیۃ ولان شہادۃ الولد
لا یقبل کاحد الزوجین اذ عند اکثر اہل العلم ایضا ہما کانا صغیرین فی ذلک الوقت واما علی وام ایمن فلقصورہما عن نصاب البینۃ وہو رجلان او رجل وامرأتان حاصل یہ کہ اگر کہا جائے کہ دعویٰ کیا فاطمہ نے اس امر کا کہ بخشا ہے
رسول خدا صلعم نے اسکو فدک یعنی دیا ہے اسکو بطور بخشش کے اور گواہی دی اسپر علی اور حسن اور حسین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے کہ ام ایمن نے گواہی دی نہ ام کلثوم نے پس رد کیا ابوبکر نے انکی گواہی کو
پس ہو گیا ابوبکر ظالم کہیں گے ہم اسکے جواب میں لیکن حسن اور حسین پس مقبول نہوئی انکی گواہی فرع ہونے کی جہت سے کہ وہ فرزند تھے فاطمہ زہرا کے اسواسطے کہ گواہی فرزند کی نہیں قبول کی جاتی کسی
ماں اور باپ اور دادا اور دادی اور نانا اور نانی کی واسطے اور وہ دونوں صغیر بھی تھے اس وقت میں اور لیکن علی اور ام ایمن انکی گواہی مقبول نہوئی اسواسطے کہ نصاب بینہ سے کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور
دو عورتیں ہیں کم تھی فقط دیکھ تیری کتاب میں حسنین کا گواہ ہونا لکھا ہوا موجود ہے اب تجھکو شرمانا چاہئے اور اس دروغ سے توبہ کرنی چاہئے اور ہمکو اس سے کچھ کام نہیں ہے کہ تیرے نزدیک مسلم ہے یا نہیں
لیکن تیری کتاب کی روایت ہے اور یہی مشہور ہے کہ خصم کی الزام کو اسکی کتاب کی روایت لانی چاہئے اور تیرا تو یہ حال ہے کہ جب جواب تجھ سے نہیں بن پڑتا ہے تو ناچار ہو کر تو اپنی کتابوں کا یا اپنی کتابوں کی

روایت کا انکار کرتا ہی یا کہتا ہی کہ ہماری کتابیں بطور بیاضوں کے تصنیف ہوئی ہیں تیرا تو ڈہنگ ہی نرالا ہی اور حضرت فاطمہ کے دعوی ہبہ کی ایک ہی روایت نہیں ہے بہت سی روایتیں
ہیں کہ کتب متعددہ میں طرح طرح سی لکھی ہیں اور تو تو حسنین کی گواہی کا انکار کرتا ہی اور تفسیر کبیر میں تو ام ایمن کو اور سوائی رسول خدا صلعم کو گواہ لکھا ہی چنانچہ ہم پہلے اس سے وہ روایت لکھ آئے
ہیں کہ حسنین علیہما السلام کے سوا اور بھی گواہ نکلے تجھکو خبر ہی ہی سنت کی اور مولویصاحب نے کسی جگہ اپنی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہی خط انکا موجود ہی دیکھ لے وہ تو یہی ہی کہ اپنی کتاب کی روایت سے
غلبہ تلاش کرتا ہی چنانچہ مشکوۃ کی یا ایک روایت موضوع کو کئی اوراق میں بحا چلا آیا ہی یہ الزام مثل نقارہ کے تیری ہی سر پر آیا ہی کہ تو ہمارے مقابلہ میں اپنی روایتیں لکھتا ہی اور باوجود دیکھ تو اپنی روایتیں
لاتا ہی لیکن پہر بھی ہار جاتا ہی غلبہ تجھکو کسیطرح سے نصیب نہیں ہوتا **قال الشیخ الاشعری** دوسرے مولوی صاحب کا یوں قلم فرمانا کہ ابوبکر صدیق نے تو جاگیر نامہ حضرت زہرا کے نام لکھدیا تھا
پر حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا مولویصاحب نے کیا سمجھکر لکھا ہی یا بے سمجھے ہی لڑنے کو دوڑتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے اگر لکھتے ہیں تو سنیوں کی کتابوں میں تو اسبات کا پتا بھی نہیں اور اگر اپنی
کتابوں کے بہروسے پر زبان درازیاں ہیں تو اسکا اول تو یہ جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی + سبحان اللہ ایسا مناظرہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابوں کی کیا اپنی خوابوں کے بہروسے
دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں دوسرے منہج الکرامت کونسی سنیوں کی کتاب ہی شیخ ابن مطہر حلی کونسی سنی تھی یا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کی خالا کی بیٹے ہیں جو اتنا جملہ زائد یعنی پہاڑ
ڈالنے کا جملہ ہضم کر گئے مولویصاحب تو نہی ہی نفری ہیں شیخ ابن مطہر حلی انکے بھی پیشوا و استاد ہیں اور متقدمین سابقین میں سے ہیں جو بات مولویصاحب میں اگر نہ بہر ہوگی وہ انہیں میں بھی
سمجھنی چاہیئے اگر اسبات کا جہوٹا سچا کچھ بھی پتا ہوتا تو وہ ہوسوں کے بہاگ دکہلاتے ہاں مجہی سی غلطی ہوئی ہے شاگرد رشید استاد سے بڑھ جاتے ہیں شیخ ابن مطہر حلی میں ایک بڑا قصہ رکھا تھا وہ
مایہ عقل تو رکھتی تہی پس چشم بد دور مولوی صاحب اس قصور سے بھی بہرا ہیں **اقول** مولویصاحب نے کاغذ پہاڑ ڈالنا جو لکھا ہی وہ اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی اور انکے خط میں وہ موجود ہے
کیا تیری آنکھوں سے وہ دکھلائی نہیں دیا اس خط میں لوگوں کے دہوکا دینے کو دیدہ و دانستہ تو انکار کرتا ہی لیکن ہمکو پہر لکھنا پڑا اور وہ یہ ہے کہ سبط ابن جوزی کہ علماء معتبرین اہل سنت میں سے ہیں
اور صاحب تحفہ نے مطاعن عمر میں انکی روایت پر اعتماد کیا ہی وہ اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ قال علی بن الحسین رضی اللہ عنہما جاءت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر
و ھو علی المنبر فقالت یا ابابکر أفی کتاب اللہ ان ترثک ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر ابوبکر باکیا ثم قال بابی ابوک و بابی انت ثم نزل فکتب لھا بفدک ودخل علیہ عمر فقال ما ھذا فقال
کتاب کتبتہ لفاطمۃ میراثھا من ابیہا قال فماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر عنہ الکتاب فشقہ حاصل یہ کہ کہا علی بن الحسین
رضی اللہ عنہما نے کہ آئی فاطمہ دختر رسول خدا صلعم طرف ابوبکر کے کہ جسوقت ابوبکر منبر پر تھے پس کہا فاطمہ نے کہ ای ابوبکر کیا کوئی نوشتہ آیا ہی خدا کے پاس سے کہ تیری بیٹی تو وارث تیری ہو اور میں
اپنے باپ کی وارث نہوں پس روئے ابوبکر یہ سنکر پہر کہا کہ قربان ہوں باپ میرے تیرے باپ پر اور قربان ہوں باپ میرے تجہپر پہر اترے ابوبکر منبر سے اور لکھدیا فاطمہ کو فدک ناگاہ داخل ہوئے عمر اور کہا
ابوبکر سے یہ نوشتہ کیسا ہی ابوبکر نے کہا کہ یہ ایک نوشتہ ہی کہ لکھدیا ہی میں نے فاطمہ کو میراث اُسکے باپ کی طرف سے عمر نے یہ سنکر کہا کہ مسلمانوں پر تو کیا خرچ کریگا اگر فاطمہ کو فدک دیدیگا اور دیکھتا ہی
کہ عرب تجہسے جنگ کر رہی ہیں بعد اسکے عمر نے وہ نوشتہ ابوبکر کے ہاتھ سے لیکر پہاڑ ڈالا انتہی اور ایسا ہی برہان الدین حلبی شافعی نے انسان العیون میں لکھا ہی اور تاریخ آل عباس میں مفصل ہی مولوی
صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہی اسمیں دیکھنا چاہئے اور یہ سب کتابیں اہل سنت کی ہیں اور پہر لکھتا ہی کہ سنیوں کی کتابوں میں تو اسبات کا پتا بھی نہیں یہ بڑا دہوکو ہی اور ایسا ہی کوئی مکار ہوگا کہ دن
کو رات کہتا ہی اور حال یہ ہے کہ خط میں اس روایت کو دیکھ چکا ہی اور سنیوں کی کتابوں کا اسمیں نام لکھا ہی اور پہر صاف انکار کرتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابوں کی کیا بلکہ اپنی
خوابوں کے بہروسے دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں اس سے کوئی پوچھے کہ کیا مولوی صاحب نے کسی اپنی کتاب کی روایت کا حوالہ دیا ہی جو تو ایسا کہتا ہی اور جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہے
سیرت سبط ابن جوزی اور انسان العیون اور تاریخ آل عباس کیا یہ کتابیں شیعوں کی ہیں ان لوگوں پر لعنت کر کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا ہی تو انکے قولوں کو نقل کردیا ہی اور جسوقت کہ
تو اپنی کتابوں سے بھی آگاہ نہیں ہے تو پہر دوسری قوموں سے مناظرہ کی کیوں ہتھیار کی ایسے جاہل کا تو یہی جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی اور منہج الکرامت البتہ شیعوں کی کتاب ہے اور
علامہ حلی اسکے مصنف ہیں کہ وہ بھی شیعہ میں اور بہت علماء کو اہل سنت کے انہوں نے الزام دیئے ہیں اور ابوبکر اور عمر کے عیوب انہوں نے ظاہر کئے ہیں اور پہاڑ ڈالنے کا قصہ انہوں نے مبہم نہیں
کیا ہی بلکہ انہوں نے تو صاف لکھدیا ہی کہ ابوبکر نے جو حضرت فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھدیا تہا عمر نے وہ کاغذ پہاڑ ڈالا چنانچہ ہم انکی عبارت کو پہلی قول میں ابھی لکھ چکے ہیں کہ وہ قصہ
انہوں نے پہاڑ ڈالنے کا ضرور لکھا ہی مگر مولوی عبد العزیز صاحب انکی عبارت میں سے پہاڑنے کے قصہ کو ہضم کر گئے اور انکی پیروی سے تو نے بھی اسکو ہضم کیا کہ اس سے پہلے جو فقرہ ہی اسکو
تو لکھا اور بعد اسکے جو قصہ کاغذ کے پہاڑ ڈالنے کا ہی اسکو ترک کر دیا لوگوں کے دہوکا دینے کو اور وہ روایت منہج الکرامت کی یہی لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لھا کتابا وردہ
علیہا فخرجت من عندہ فلقیہا عمر فخرق الکتاب دیکھ تو انہوں نے پہاڑ ڈالنے کا قصہ لکھا ہی یا نہیں شاہ صاحب اور تو نے انکی عبارت میں سے واسطے دہوکا دینے کے پہاڑنے کے قصہ کو
اڑا دیں تو انکی کتاب میں سے تو نہیں اڑ سکتا ہی اور دیکھ تو کہ نفری شاہ صاحب اور تو پہر یہ نہیں کہ علامہ حلی علیہ الرحمۃ پر افترا کیا کہ انہوں نے یہ لکھا ہی اور ساری عبارت کو نہ لکھا
علامہ حلی نے جو یہ لکھا ہی اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی کہ واسطے الزام دینے اہل سنت کے وہ کتاب انہوں نے لکھی ہی اور عقل میری تو تو ہی کیا جیوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور سفاہت اور دنائت

تیری کلام میں سے ٹپکتی ہے اگر تو بھلا مانس ہوتا تو بھلے مانسوں کی سی گفتگو کرتا معلوم نہیں تیری کیا ذات ہے اگر دو چار حرف تو نے پڑھ لیا ہے تو کیا ہوا ہے تاثیر اصل کی کہاں جاتی ہے معلوم
ایسا ہوتا ہے کہ سادات نا تو نے تجھکو خوب ہی گفتگو کاری کی ہے جو بھلا ایسا بیہودہ کلام کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اب مولوی صاحب کے یہ شکایت باقی رہی کہ ابوبکر صدیق نے حضرت
جابر رضی اللہ عنہ کی بات تو بے گواہوں کے مان لی پر ستم یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی بات باوجود ایسے معتبر گواہوں کے بھی نہ مانی سو اسکا اول تو جواب یہی ہے کہ یہ روایت اگر سنیوں کی کتابوں کی
ہوتی تو البتہ اس شکایت کا کم فہموں کے نزدیک محل اور موقع تھا سو اس روایت کا سنیوں کی کتابوں میں نہ ہونا اور اسکا موضوع ہونا دیکھنے والوں پر انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی واضح ہو جائیگا اور اگر
سنیوں کی کتابوں میں یہ روایت پائی جاوے یہ شکایت کرنی ابتی فہم و فراست کی خوبی بیان کرتی ہے اگر یہی الزام ہے تو کل کرسنی پنڈتوں کی پوتھیوں اور سکھوں کے گرنتھ اور یہود و نصاریٰ کے
تورات و انجیل محرف کی لکھی ہوئی سے ملزم ہو جائیں گے اور اُن کتابوں کی باتیں مان جائینگے اور شیعوں کو تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکا سب طرف لیکھا ہے ہندو یا سکھ بنجانے میں انکو
کچھ نقصان نہیں اور یہود و نصاریٰ کی ہم مذہب بنجانے میں آ نہیں کچھ زیان نہیں اگر اندیشۂ تطویل نہ ہوتا تو بتلا دیتا کہ شیعوں کو ان سب کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے حیوان مشہور یعنی
اُشتر گاو پلنگ کو اونٹ اور بیل اور چیتے سب کے ساتھ مشابہت ہے اور سلنا کہ یہ روایت سنیوں کی اُن کتابوں میں جنکا حوالہ مولوی صاحب دیتے ہیں کسی ایک دو نسخہ میں ہے بھی تو اول تو
وہ کتابیں غیر مشہور اور غیر معتبر دوسرے وہ بھی شیعوں کا الحاق ہے چنانچہ تحقیقات مذکورۂ بالا کو دیکھکر ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نہ رہیگا اور باایں ہمہ بیر وجہ طلب گواہان معلوم ہو چکی ہے اُسکے
ملاحظہ سے آپ واضح ہو جائیگا کہ حضرت جابر کا قصہ یعنی ایسے مال کا بے شاہد دیدینا جو ایسوں ہی کے دینے کے لیے ہے اور قسم کا ہے اسکو حضرت فاطمہ زہرا کے قصہ کے ساتھ جسمیں بے تحقیق دینے میں اندیشہ
حق تلفی فقراء و مساکین و ابن سبیل تھا کچھ نسبت نہیں جو اسکو اسپر قیاس کیا جاتا معہذا گواہوں کا طلب کرنا قضیۂ فدک میں ہو سکتا ہے کہ بوجہ خیر خواہی حضرت فاطمہ زہرا ہو **اقول** مولوی صاحب
کی وہ شکایت ہے کہ اہل سنت سے اسکا ہرگز جواب نہیں ہو سکتا ایک تو یہی عجز ہے اسکے جواب سے کہ لکھا ہے یہ شیخ نجدی کہ یہ روایت اگر سنیوں کی کتابوں میں ہوتی تو البتہ اس شکایت کا کم فہموں
کے نزدیک محل اور موقع تھا اور حال یہ ہے کہ جن جن کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت موجود ہے اُنکی کتابوں کا انکار کرتا ہے اس دغا کو دیکھنا چاہیے اور اس مکر اور فریب کی گفتگو کو دیکھنا چاہیے
کیسے لکھتا ہے کہ روایت اگر ہوتی تو کم فہمی کی نزدیک شکایت تھی نہ فہیدہ لوگوں کی نزدیک اور یہ روایت ہرگز موضوع نہیں ہے اور کسی نے علماء اہل سنت میں سے اسکو موضوع لکھا ہے اور قال
دستور یہ نہیں ہے کہ ہم خواہ مخواہ شکایت کریں ہم تو موافق روایات کتب اہل سنت کے شکایت کرتے ہیں کہ انکی کتابوں میں لکھا ہے اور اسی کو الزام کہتے ہیں و لا اگر تمہارا یہی حال ہے تو
تم کل کو پنڈتوں اور سکھوں اور یہود و نصاریٰ سے بھی الزام کھاؤ گے کہ وہ تمکو تمہاری ہی کتابوں سے الزام دینگے اور شیعہ تمکو ان تمہاری ہی کتابوں سے کہ جو مثل پوتھیوں اور گرنتھوں اور
توریت اور انجیل محرف کے ہیں تمکو الزام دیتے ہیں اپنی روایت کا تو وہ کبھی نہیں کرتے جب تجھکو جواب نہیں آتا تو تنگ ہو کر ایسا کہتا ہے اور لکھا تو سب کی طرف تمہارا ہی ہے پنڈتوں اور پادریوں
اور سکھوں سے سب سے تمکو کیا بلکہ تمہاری پیروں کو مناسبت اور رشتہ ہے اور اگر تو نے یہود و نصاریٰ سے اپنا شیعوں کا تقیہ کی راہ سے لکھا ہے تو یہ شعار انبیاء اور صحابہ کا ہے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں
لکھا ہے اور شیعوں کا یہ دستور نہیں ہے کہ سنیوں کو مقابلہ میں اپنی کتاب کا حوالہ دیں مولوی صاحب کا خاص موجود ہے اسمیں دیکھ کہ جو حوالہ ہے وہ سنیوں کی کتاب کا ہے اور نہ ہمنے کسی جگہ اپنی کتاب کا حوالہ دیا
وہ تو ہی بے شرم اور بے غیرت ہے کہ ہمارے مقابلہ میں اپنی کتاب کا حوالہ دیتا ہے اور مشکوٰۃ کی روایت موضوعہ کو دور تک گاتا چلا آیا ہے اگر یہی الزام ہے تو کل کو شیعہ پنڈتوں کی پوتھیوں اور سکھوں
کے گرنتھ اور یہود و نصاریٰ کی توراۃ و انجیل محرف لکھی ہوئی سے ملزم ہو جائینگے اور ان کتابوں کی روایت مان جائینگے اور سنیوں کو تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکا سب طرف لیکھا ہے ہندو یا سکھ
بنجانے میں انہیں کچھ نقصان نہیں اور یہود و نصاریٰ کی ہم مذہب بنجانے میں انہیں کچھ زیان نہیں چنانچہ انکی کتابوں سے ثابت ہے اگر اندیشۂ تطویل نہ ہوتا بتلا دیتا اور جسکو خواہش ہو وہ رسالہ تقیہ جناب
مفتی محمد قلی خاں طاب ثراہ کا اور جوابوں تحفہ اثنا عشریہ کو جو کہ علامۂ دہلوی حکیم محمد مرزا صاحب نے لکھے ہیں ملاحظہ کرلے کہ سنیوں کو ان سب کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے حیوان مشہور سے اشتر گاو
پلنگ کو اونٹ اور بیل اور چیتے سب کے ساتھ نسبت مشابہت ہے اور یہ روایت صرف ہمنے کسی ایک دو نسخہ میں کیا بلکہ جن جن کتابوں میں اہل سنت کی ہے اور نام انکے پہلا اسکے ہم لکھ آئے ہیں اور بعضی
انمیں سے گو ایسی ہوں کہ اس شیخ نے انکو نہ سنا ہو لیکن اکثر تو مشہور و معروف ہیں اور نہایت معتبر ہیں یہ شیخ بھی انکو جانتا ہے اور دیدہ و دانستہ انسے انکار کرتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ شیعوں کا الحاق
ہے سو ہم تو کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس روایت کو انمیں داخل کیا ہے انپر اور انکے اصحاب اہل مذہب پر لعنت کرو اور ہم بھی انپر لعنت کرتے ہیں اور جو کچھ اسنے اس مقدمہ میں پہلے اسکے
لکھا ہے ہم سب کے سد کر آئے ہیں اور گواہوں کے طلب کرنے کو بھی باطل کر آئے ہیں جو کچھ ابوبکر نے جابر کو بے طلب گواہوں کے دیا ہے اسمیں اور فدک میں کچھ فرق نہیں ہے جیسے فدک مال فقراء ہے اہل سنت
کے نزدیک ایسی ہی وہ بھی ہے جو کہ جابر کو دیا ہے اور جو کچھ جابر کو دیا ہے اسمیں بھی اندیشہ حق تلفی فقراء کا ہے کہ اسقدر مال سے جابر کو خاص کیا اور ان دونو مالوں میں کسیطرح کا فرق نہیں ہے کہ ایک
میں گواہ چاہئیں دوسرے میں گواہ نہ چاہئیں اور ہمارا کلام تو اسمیں ہے کہ جابر کے تو دعوی میں تصدیق کی اور حضرت فاطمہ کی تصدیق کی اور اگر حضرت فاطمہ کی اس جہت سے تصدیق نہیں کی کہ
فدک کو فقراء اور مساکین پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا تھا کیا فاطمہ زہرا اس تقسیم کو نہیں جانتی تھیں کہ باوجود دیکھنے تقسیم کے دعوی ہبہ کا کیا اور حضرت فاطمہ کو اس تقسیم کی خبر نہ تھا ہو لیکن یہ دعوی جو
کیا کہ میرے باپ نے مجھکو ہبہ کیا ہے کیا بدون ہبہ کرنیکے حضرت فاطمہ نے ہبہ کرنے کو اپنے جی سے جوڑ لیا تھا کیا ایسی نعوذ باللہ تھیں حضرت فاطمہ تمہارے نزدیک بڑی افسوس کی بات ہے اور ابوبکر کو کیا

خبر تہی اُسکی جسکو کہ حضرت فقرا پر تقسیم کرتے تہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسکو اپنی وفات سے پہلے ہی حضرت فاطمہ کو دیدیا ہو اور ابوبکر کو خبر نہوئی ہو لیکن ابوبکر نے سا تقدر تو خیال کیا ہوتا کہ فاطمہ جو مجھ سے طلب کرتی ہے کیا اپنے باپ پر پا فترا کریگی اور جہوٹا دعوی اپنے باپ کی طرف منسوب کر کے دوزخ کو اختیار کریگی بلکہ یہ خیال چاہیے تہا کہ تہیں یا ہی ہوگا مگر مجہکو اسکی خبر نہیں معوم ہی لیکن ابوبکر کو تو فدک کا دینا ہی منظور نہتا اور اگر فاطمہ زہرا کی اس دعوی میں تصدیق کی تہی تو پہر کیوں ٹالا اور گواہ کسواسطے طلب کیئے مدعی علیہ تو خلیفہ صاحب خود ہی تہے اگر کوئی اور مدعی علیہ ہوتا تو گواہوں کو طلب کرتے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کی تصدیق ہی نہیں کی اُنکے مرید دعوی تصدیق کا کرتے ہیں اور جہلا کی البتہ تصدیق کی اور اگر ابوبکر نے حضرت فاطمہ کی تصدیق بہی کی اور ہم بہی اور سب مسلمان جانتے ہیں کہ ابوبکر فاطمہ زہرا کو اس دعوی میں سچا جانتے تہے لیکن عمداً جان بوجہکر اُنکو نہیں دیا اور گواہوں کا بہانہ کیا اور اگر ابوبکر کو دینا منظور ہوتا تو بے طلب گواہوں کے دیدیتے اور گواہوں کے طلب کرنیمیں خیر خواہی حضرت فاطمہ کی ہرگز نہتی بلکہ محض حق تلفی تہی یا ایک بہانہ ہے اور اگر خیر خواہی منظور ہوتی تو بمجرد دعوی کے فدک کو فاطمہ کے حوالہ کر دیتے فاطمہ کو راست گو جانکر اور گواہوں کی تکلیف نہ دیتے **قال الشیخ الاشعری** تفصیل اس اجمال کی ہر چند معلوم ہو چکی بنا انصاف سے کام پڑا ہے اسلیئے مکرر عرض ہے کہ باتفاق شیعہ و سنی اسمیں تو کلام ہی نہیں کہ تا دم بازپسین فدک رسول اللہ صلعم ہی کے قبض تصرف میں رہا پہر جب ابوبکر صدیق کو یہ بات معلوم ہو چکی تہی کہ متروکہ انبیا وقف ہوجاتا ہے اور بے قبض مفید ملک نہیں تو اسمیں تو کلام ہی نہتی کہ یہ چیز حضرت فاطمہ زہرا کی ملک تو نہیں پہر جو گواہ طلب کیئے جاتے تو اسلیئے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تحقیق ملکیت نظر تہی جو کسی دان کو یہ شبہ ہے کہ ہاں اگر حضرت فاطمہ کی بات تو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا اور خیار کی جز بے گواہوں کے سنے لو رہے تہا مسلم ہو بجز اسکے اور کوئی احتمال نہیں کہ شاید گواہوں کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اس جانب پایا جاوے کہ فدک کو حضرت زہرا ہی کو دینا چاہیئے اب کوئی عاقل غور کر کے فرمائیں کہ یہ بات حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیر خواہی کی بات ہے یا دشمنی اور بدخواہی کی مگر مولوی صاحب کی عقل تو حاشیہ نشین ہے ادہری ہیں وہ یہی سمجہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت فاطمہ زہرا کا اعتبار نہوا **اقول** تفصیل تمہاری ہو چکی ہے اور انصاف تم ہوکہ ابوبکر کا غاصب ہونا ثابت ہے ہمیشہ سے دعوی تم ہیر کچہ بچہ سباتے بہے چلے جاتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ باتفاق شیعہ وسنی کیونکر تمہارا محض دروغ ہے اور دروغ کہتے چلے جاتے ہو سوا دروغ نویسی کے تمہارا کچہ کام نہیں ہے اور دروغ سے اجتناب نہیں کرتے ہو وجہ یہ ہے کہ جانتے ہو کہ خدا تعالی کا ذبوں لعنت کرتا شیعہ یہ کب کہتے ہیں کہ فدک تا دم بازپسین جناب رسول خدا صلعم کے قبض تصرف میں رہا ہے اگر راست گو ہو تو کسی کتاب شیعہ کا حوالہ دیا ہوتا بلکہ خلاف اسکا ثابت ہے اور ابوبکر کو ہرگز یہ معلوم نہیں تھا کہ متروکہ انبیا وقف ہوتا ہے بلکہ ایک روایت اپنے دل سے گھڑ لی تہی کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور فرض کیا ہم نے کہ متروکہ انبیا کا وقف ہوتا ہے لیکن فدک جناب رسول خدا کا متروکہ نہ تہا وہ تو حضرت فاطمہ کا مال تہا کہ انہوں نے اپنی ملکیت کا دعوی اسمیں کیا تہا اور فاطمہ زہرا کا اسپر قبض تہا ابوبکر نے از راہ سینہ زوری اسپر اپنا قبضہ کر لیا تہا اور جسوقت فاطمہ کا قبضہ یہ تہا تو وہ ملک اُنکی کیونکر نہو گی اور ابوبکر نے گو بظاہر ملک فاطمہ ہونے کی جہت سے طلب کیئے تھے اور گواہ کس لیئے ہوتے ہیں اور یہ ایک بہانہ تہا ابوبکر کا گواہوں کا طلب کرنا ورنہ گواہوں کی کچہ احتیاج تھی اسواسطے کہ دعوی ابوبکر پر ہی تہا کسی اور پر نتہا کہ ابوبکر گواہوں سے اسکا فیصلہ کرتے اب میں پوچھتا ہوں کہ ابوبکر کی ذمہ کسیکا حق تہا ہوگا اور وہ شخص اپنے حق کا طالب آ ہوگا اور ابوبکر اسکو اس دعوی میں سچا بہی جانتے ہونگے تو اُس سے گواہ ہی طلب کیا کرتے ہونگے اور یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی ہے اور اگر گواہ طلب کیا کرتے ہونگے تو بڑی حق تلفیاں کیا کرتے ہونگے اور مال لوگوں کے مارتے ہونگے اسواسطے کہ اکثر گواہ ہر وقت موجود نہیں ہوتے ہیں جب گواہ موجود نہوئے تو جواب دیدیا اور اس امر کو تو اہل سنت ابوبکر کی نسبت ہرگز قبول نکرینگے جب اسکو قبول نکرینگے تو فاطمہ زہرا کو جہوٹا ٹہرائینگے کہ وہ دعوی اپنے دروغگو تھیں اسواسطے گواہ اُنسے طلب کیئے اور حضرت جابر جو راست گو تہے اُنسے گواہ طلب نکیئے اور جسوقت ابوبکر جانتے تہے کہ فدک کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے رسول خدا کو میں اور سب آدمیوں نے دیکہا ہے اور فاطمہ کے قبضہ میں کبہی وہ آیا نہیں ہے تو وہ کونسا ایسا گواہ عقل و دین کا دشمن ہے کہ اشارۂ نبوی کی بابت میں گواہی دیگا اسکو علم تو ہے اس امر کا کہ یہ فاطمہ زہرا کی ملک نہیں ہے اور خلاف اپنے علم کے گواہی دیگا کہ یہ حضرت فاطمہ کی ملک ہے اور حضرت صلعم نے فاطمہ کو یہ ہبہ کیا ہے جسکی طمع میں ابوبکر نے گواہ طلب کیئے بہلا یہ بات عقل میں بہی آتی ہے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک اصحاب رسول مقبول صلعم بہی جہوٹی گواہیاں دیا کرتے تہے کچہ اُنہی ملنے کے لوگوں پر ہی موقوف نہیں ہے اسواسطے کہ جسوقت ابوبکر نے فدک کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے دیکہا اور فاطمہ کا اُسپر کبہی قبضہ نہیں ہوا اور باوجود اسکے ابوبکر نے گواہ طلب کیئے اسبات کے حاصل ہو نیمیں کہ کوئی اشارۂ نبوی من جانب کو پایا جاوے اور وہ گواہ ہبہ کی گواہی دیویں تو جہوٹے ہی گواہی ہونگی اور ابوبکر کو بہی علم تہا کہ یہ گواہی دینگے تو جہوٹی ہی گواہی ہوگی پہر یہ کیسا عذر بیجا کہ بخاطر ابوبکر حضرت زہرا کو اور ابوبکر کو اور سب کو فاسق و فاجر ٹہرایا اہل سنت نے حضرت فاطمہ کو تو اسواسطے کہ حضرت فاطمہ نے جہوٹا دعوی کیا اور جہوٹے گواہ پیش کیئے اور ابوبکر کو آلودہ معاصی اسواسطے مقرر کیا کہ ابوبکر کو منظور ہوا کہ فاطمہ کے لوگ جہوٹی گواہی دیویں اور سب صحابہ کو اس جرم میں ہو اسواسطے شامل کر وہ جہوٹی گواہی دیا کرتے تہے خصوصاً حضرت علی کہ باوجود علم اس امر کی کہ فقرا پر یہ تقسیم ہوا کرتا تھا اور فاطمہ زہرا کا اسپر کبہی قبضہ نہیں ہوا اور پہر جہوٹی گواہی دیدی کہ حضرت نے فاطمہ زہرا کو ہبہ کیا تہا اور پہر لکہتا ہے اسکو کہ یہ حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیر خواہی تھی برعکس ہند نام نگی کا فور حضرت فاطمہ کے حق کی غصب کرنیکو دوستی اور خیر خواہی فاطمہ کی لکہتا ہے اور نا علم کا اعتبار کیا اسکو ٹہرایا ہے بیشک جابر کا تو اعتبار ہوا ہے ابوبکر اور یہ جو لکہا ہے کہ فاطمہ کا اعتبار نہوا یہ بات تو اہل سنت کی کتابوں سے لازم آگئی تہی اسواسطے لکہا ہے اور فاطمہ کا تو ابوبکر کو دینا ہی منظور نتہا اگر دینا منظور ہوتا تو گواہ کیوں طلب کرتے اُنسے **قال الشیخ الاشعری** معہذا حضرت جابر کے دینے میں احتمال تہا کہ ہر خبر جہوٹی تو ہوتی ہی نہیں اگر

میں رسول اللہ صلعم نے انسے وعدہ کیا تھا اور پہر انجاز اُس وعدہ کے موافق نہ کیا جائیگا تو ایک گونہ خلاف وعدۂ رسول اللہ صلعم کیطرف عائد ہوگا اور یہ خلاف وعدگی ہر چند مجبوری تھی کیونکہ تا دم آخر رسول اللہ صلعم کے پاس مال بحرین آیا لیکن تاہم شان نبوت بہت رفیع ہے اور پہر نبوت بہی کسکی نبوت اس مرتبۂ رفیع پر اتنا بہی قصور نازیبا ہے خصوصاً یہ لحاظ کیا جائے کہ حیات النبی صلعم و مبارک میں زندہ او حضرت ابوبکر بمنزلہ ادا روعدہ آپکے کارکن او مال بحرین موجود اگر واقع میں وعدہ وقوع میں آیا ہے اور وہ صورت طلب گواہاں حضرت جابر کے پاس گواہ نہ نکلے کیونکہ کچھ ضرور نہیں کہ کسیکے سامنے ہی وعدہ کیا ہو تو اس صورت میں لاریب غالب قول ان کے نزدیک خلاف وعدہ بجانب رسول اللہ صلعم عائد ہوگا القصہ بمقتضاء احتیاط ایسے امر میں یہی کہ بے طلب گواہاں انکا مطالبہ پورا کیا جائے اگر وعدہ واقعی تھا فبہا ورنہ کچھ نقصان نہیں آخر وہ مال صحابہ ہی پر تقسیم ہوتا بخلاف فدک کہ اسکے دینے میں لاریب رسول اللہ صلعم کی نافرمانی نظر آتی تھی بسبب قبضہ مستمر رسول اللہ صلعم دم آخر فدک مملوک رسول اللہ صلعم تہا اور جب آپکی وفات ہوئی تو وہ بمقتضائے حدیث ما ترکناہ صدقۃ کے جسکی تحقیق کا ہم وعدہ کرکے چلے آتے ہیں اور اب انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی قریب اسکا ذکر آتا ہے وقف ہوچکا تھا کسی بیٹا بیٹی یا بھائی برادر بیوی باندی کا اسمیں حق تھا پہر اسکو کسیکے دعوے کے باعث دینا اس حدیث کے مرافق عمل نکرنا ہے **اقول** یہ وعدہ کا جہوٹا ڈھکوسلا انکا لانا ہی ابوبکر کے ذہن میں تھا اور کسی نے لکھا ہے اور بخاری کے شارح نے تو جابر کے دینے کی وجہ جو لکھی ہے تو یہ لکہا ہے کہ صحابی پیغمبر خدا کا جہوٹ نہیں کہتا ہے اور انکے اس لکھنے ہی پر تو ہمارا اعتراض ہے اور یہ وعدہ کا جملہ جو اسنے بیان کیا ہے خارج از بحث ہے لیکن ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ جابر کو جو لکہا کہ وہ جہوٹ نہیں بول سکتا اسواسطے اس سے گواہ طلب نکئے اور فاطمہ سے گواہ طلب کئے کیا وہ جہوٹی تہیں اسکا کیا جواب ہے اور اگر ابوبکر نے وعدہ ایفا کے واسطے جابر کو دیا یہ امر ثانی ہے یہ بہی خوب بات ہے کہ سوال از آسمان جواب از ریسمان اور بخاری کے شارحین تو جابر کو لکھتے ہیں کہ وہ جہوٹ نہیں بول سکتا اور انکی خبر میں جہوٹ اور سچ دونو کا احتمال نکالنا جواب دیتا ہے کہ ہر خبر جہوٹی نہیں ہوتی لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر خبر جہوٹی تو ہوتی ہی نہیں اس سبب سے جابر کو دیا تو یہ احتمال تو حضرت فاطمہ کے دعوی میں بہی ہوسکتا ہے پہر کیا وجہ ہے جابر کی نہ کی اور فاطمہ کے نہ کی اور یہ جو وعدہ نکالنے بعد ہرگز اپنے موقع پر نہیں ہے اور کسیطرح سے خلف وعدگی حضرت پر لازم نہیں آتی خلف وعدگی تو اسوقت تہی کہ جبوقت مال بحرین حضرت کی زندگی میں آتا اور پہر حضرت جابر کو نہ دیتے اور نہ کسیطرح کا قصور حضرت کی طرف عائد ہوتا ہے جسقدر اس عذر میں لکھا ہے سب بیجا ہے بے سند اور بے دلیل اور وہ کونسا الو ہوگا جو اس صورت میں یوں کہیگا کہ بلا ریب خلف وعدہ حضرت کی جانب عائد ہوگا او خلف وعدہ تو اسوقت تھا کہ وہ حضرت زندہ ہوتے اور مال بحرین حضرت کے سامنے آیا ہوتا اور پہر جابر کو اسمیں سے نہ دیتے ایسا احتمال تو اسوقت حضرت فاطمہ کی طرف بہی ہوسکتا ہے کہ اگر واقع میں انکو حضرت نے دیا ہے اور میں انسے گواہ طلب کروں اور گواہ بہم نہ پہنچے تو فاطمہ کی حق تلفی ہوگی اور جیسے احتیاط جابر کے دینے میں تہی ایسی ہی حضرت فاطمہ کے دینے میں تہی اگر انکو ہبہ کیا تھا تو فبہا ورنہ کچھ نقصان ہی نہیں آخر وہ سب تقسیم ہوتا تھا فاطمہ ہی کو دیا سہی اور فاطمہ کے دینے میں کہ نافرمانی رسولخدا صلعم کی تہی انتہا کار یہی ہے کہ اگر فاطمہ زہرا کے حصہ سے وہ زیادہ تھا تو اسکو اوروں سے بخشوا لیتے جیسے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت زینب خر خدیجۃ الکبریٰ کی خیبر میں بخشوا لی تہیں یقین ہے کہ کوئی بہی اسمیں عذر نکرتا اور قبضہ جناب رسولخدا صلعم تادم آخر ہرگز ثابت نہیں ہوا ہے اور روایت ما ترکناہ صدقۃ کی حضرت کی متروکہ کے مقدمہ میں ہے اور جو چیز کہ حضرت نے اپنی زندگی میں کسیکو دیدی ہے وہ حضرت کی متروکہ میں داخل نہیں ہے اور اس روایت ما ترکناہ صدقۃ کو ہم رد کرینگے اور بیٹا بیٹی کا حق اگر متروکہ میں حضرت کے نہیں ہے بدلیل روایت موضوعہ کے تو اُس چیز میں سے تو انکا حق زائل نہیں ہوتا ہے جسکو اپنی زندگی میں کسیکو دیدیا ہے **قال الشیخ الاشعری** مگر مولویصاحب کا مذہب میں جو اشارات نبوی پر چلے اور رسول اللہ صلعم کا ایفاء وعدہ اداء قرض کا بہی وصیت خیال رکھے اس سے برا کوئی نہیں آپ عمل نہیں کرتے پہر جو عمل کریگا وہ آپ برا لگیگا اہل انصاف کے نزدیک تو اتنی بات ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم جب ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے اور مال بحرین آیا تو انہوں نے یہ منادی کرا دی کہ اگر کسیکا کچہہ قرض رسول اللہ صلعم کے ذمہ ہو یا رسول اللہ صلعم نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آوے ہم اسکو بہگتا دینگے اور پہر بے دستاویز بے گواہ دینا شروع کیا چنانچہ حضرت جابر نے اسی منادی کے باعث بیندرہ کہ مالی اثبات کے لئے دلیل کامل ہے کہ ابوبکر صدیق کو حق تلفی اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خطرہ بہی نہیں گذرا چہ جائیکہ کوئی چیز بالیں کسی عاقل کے تصور میں آسکتا ہے کہ جو شخص فقط اس خیال پر کہ مبادا رسول اللہ صلعم کے ذمہ کسیکا قرض رہجائے یا آپ کی بات میں فرق آجائے بے تحقیق یوں پہیلانا منہ کہولدے ایسا کہلا مواحق پہیر وہ بہی جگر گوشۂ رسول اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سے دبا بیٹھے علاوہ بریں آپ کہایا نہ انکو کہلایا بلکہ بدستور قدیم اہل بیت و مصارف مقررہ میں صرف کیا اور مفت دنیا کی لعنتیں اور بار عذاب آخرت سر پر لیا کوئی حضرت شیعہ سے پوچہے کہ ابوبکر جیسے ہوشیار کو کہ جسکی ہوشیاری کی قسم کہائی غصب کرنا بہی نہ آتا تھا **اقول** ہماری یہ گفتگو ہی نہیں ہے کہ ابوبکر نے جابر کو کیوں دیا اور ایفاء وعدہ کیوں کیا سوال دیگر جواب دیگر اسکو تو ہم مذموم ہی نہیں کہتے اور نہ اسکو ہم برا جانتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جابر نے جو ابوبکر سے کہا کہ مجہہ سے رسولخدا صلعم نے فرمایا تہا کہ مال بحرین آئیگا تو میں تجہکو اسقدر دونگا سو حضرت کے زمانہ میں تو وہ مال آیا نہیں اب آیا ہے اسمیں سے تم مجہکو دو ابوبکر نے بمجرد بیان جابر کے جابر کو مال دیا اور گواہ انسے طلب نکئے اس امر کے کہ تم سے حضرت نے کب فرمایا تہا سو صحیح بخاری کے شارحین لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے جو بمجرد طلب نکئے جابر کو مال دیدیا اور گواہ انسے طلب نکئے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کے صحابی تہے اور صحابی جہوٹ نہیں بول سکتے اور قرآن و حدیث سے اصحاب کا حضرت کے صدق ثابت کیا ہے کہ یہ جہوٹ نہیں بول سکتے اسپر ہم کہتے ہیں کہ فاطمہ کا مرتبہ کیا جابر کے برابر بہی نہ تہا کہ اس مظلومہ کے قول کا اعتبار نہ اعتبار کیا اور گواہ انسے طلب کئے کیا فاطمہ جہوٹی تہیں کہ ابوبکر نے انکی کہنے پر عمل نکیا اسکا جواب کچھ دیتا نہیں ہے اور ایفائے وعدہ حضرت کا عذر کر دیا کہ اگر جابر کو نہ دیتے تو حضرت کے وعدہ میں

نزق آتا اور ہم ایفائی وعدہ پر اعتراض نہیں کرتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کیا پیغمبر خدا کی سارے اصحاب اہل سنت کے نزدیک ایسے ہیں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے تو موافق قرآن اور حدیث کے ادائے حق ہے جابر سے گواہ طلب کئے اور فاطمہ کیا جابر کے برابر بھی نہیں صادق تھیں جو اُن سے گواہ طلب کئے اسکا جواب کچھ نہیں ہے اور اسکے سوا وہ طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ مال بحرین آیا جو ابوبکر نے منادی کی کہ جس کسیکا حضرت کے ذمہ ہے وہ آکر لیوے تو تعجب ہی ہے کہ جس نے مانگا اُسکو دیا اور جب فاطمہ نے اپنے حق کا دعوی کیا تو انکو اُنکا حق دیا اور گواہ اُنسے طلب کئے اور دیدہ و دانستہ حق تلفی اُس مظلومہ کی کی مقصود تو ابوبکر کا یہ تھا کہ فاطمہ زہرا کو فدک نہ دوں گو ساری دنیا کی آدمی جو چاہیں مجھ سے لیجائیں اور جابر کو دیدیا دلیل نہیں ہو سکتی حضرت فاطمہ کے حق تلفی نہ کرنے کی اپنی مصلحت سے ہر امر میں جسکو دینا مصلحت سمجھی اُسکو دیا اور جسکو دینا مصلحت نہ سمجھی اُسکو نہ دیا ایک امر کا دوسرے امر پر قیاس نہیں ہو سکتا اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے یہ سب احتمالات رکیکہ ہیں اور احتمالوں سے کام نہیں چلتا ہے جو امر کہ وقوع میں آیا اور روایات اہل سنت اُسپر دلالت کرتی ہیں وہ احتمالوں سے دفع نہیں ہو سکتا ہے کہ ابوبکر ایسا تھا اور ایسا تھا اور اُس نے یہ کیا اور یہ کیا پھر وہ حق تلفی کیوں کرتا یہ سب عذر بیجا ہیں اور ابوبکر کی ہوشیاری میں کیا شبہ ہے جو کام انہوں نے کیا وہ بیوقوفوں سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ بھی اچھا کیا اور وہ بھی اچھا کیا لیکن اہل بیت علیہم السلام سے نہایت بیدردی کی +

قال الشیخ الاشعری اور ان سب کو جانے دیجئے ایسا فرق لیجئے کہ اہل عقل حضرت ابوبکر کی فہم و عقل پر آفرین اور علماء شیعہ کی کج عقلی اور بلادت طبع پر نفرین کریں وہ فرق یہ ہے کہ دعوی ہبہ فدک جو حضرت زہرا سے بزعم شیعہ ظہور میں آیا تو سنیوں کے طور پر تو منافی حدیث صحیح ما ترکناہ صدقہ کے جسکا عنقریب انشاء اللہ تعالی ذکر آتا ہے معارض و مخالف تھا اور شیعوں کے طور پر استحقاق ورثہ نبوی کے مناقض وہ دعوے جابر کی کوئی استحقاق یا کوئی حدیث معارض و مخالف نہ تھی کیونکہ جس مال میں سے اُن کو دیا گیا وہ مال کسیکا ترکہ نہ تھا اور نہ کوئی حدیث اور روایت اسکے بیان تصرف کیلئے نازل یا وارد ہوئی تھی بلکہ وہ مال یا خمس یا عشر یا خراج کی قسم کا تھا سو حضرت جابر بہر طور اُسکا استحقاق رکھتے تھے **اقول** اب ہم سے اسکا جواب لیجئے کہ اہل عقل شیعوں کی فہم و عقل پر آفرین اور اہل سنت کی بلادت طبع اور کج عقلی پر دلالت کریں اور فرق کچھ بھی نہ پایا جاوے اسواسطے کہ دعوی ہبہ فدک موافق روایات کتب کثیرہ اہل سنت کے حضرت زہرا علیہا السلام سے جو وقوع میں آیا وہ روایت موضوعہ ما ترکناہ صدقہ کے ہرگز معارض اور مخالف نہ تھا اسلئے کہ حضرت زہرا رسولخدا صلعم کے متروکہ میں سے جو کہ حضرت کا مال تھا اور بعد اپنے وہ حضرت نے چھوڑا تھا اُسمیں سے نہیں چاہتی تھیں وہ تو موافق روایت موضوعہ کے وہ مال فقراء کا تھا اور موافق حکم الہی مال حضرت کے سب وارثوں کا تھا حضرت زہرا تو اپنا مال چاہتی تھیں جو کہ جناب رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی میں اُنکو دیکر قبضہ اُنکا اُسپر کرا دیا تھا وہ مال حضرت کے متروکہ میں سے نہ تھا اور روایت مذکورہ اس امر پر دلالت کرتی ہے جو کہ حضرت نے بعد اپنے اپنا مال چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے نہ یہ مال سو اسواسطے کہ وہ روایت موضوعہ اس امر پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ جو کچھ حضرت نے بعد اپنے چھوڑا ہے اپنا مال یا غیر کا مال وہ سب صدقہ ہے بلکہ جو کچھ کہ حضرت کا مال ہے وہ صدقہ ہے نہ غیر کا مال اور اگر کسی غیر کا مال حضرت کے پاس مستعار یا امانت رکھا ہو یا کسیکا مال حضرت کے مال میں ملا ہوا ہو وہ کیونکر حضرت کے متروکہ میں داخل ہوگا اور فدک تو ایسا ہی تھا بلکہ وہ حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تھا چنانچہ دلالت کرتی ہیں اسپر روایات کتب اہل سنت کی مثل تفسیر درمنثور اور کنز العمال و معارج النبوت وغیرہ کے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں وہ حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا لیکن معارض روایت موضوعہ مذکورہ کے کیونکر ہوگا کہ اُس روایت میں تو حضرت کے متروکہ کا ذکر ہے نہ حضرت فاطمہ کے مال کا اور جابر کو دینے پر تو ہمارا اعتراض ہی نہیں ہے کہ اسکو کیوں دیا جابر کے مقدمہ میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ انکا صدق قرآن و حدیث سے ثابت نہ تھا مجرد دعوی کے اُنکو دیدیا اور گواہ اُنسے طلب نہ کئے اور فاطمہ کو جابر کے برابر بھی راست گو نہ سمجھا اُنسے گواہ طلب کئے سو اسکا جواب اہل سنت سے حاصل ہی نہ ہوا

قال الشیخ الاشعری اور یہ بات اہل عقل پر ظاہر اور باہر ہے کہ گواہ تعارض کے رفع کے لیے ہوتے ہیں اور ایک جانب راجح کر دیتے ہیں اسواسطے دو متخاصمین کے رفع مخاصمت کیلئے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے اور جس صورت میں کوئی تنہا دعوی بلا مزاحم عقلی یا نقلی یا خبری یا عیانی کے پایا جاوے اور مخبر اور مدعی بھی مومن مسلمان ہو تو پھر حکم نبوی یہ ہے کہ ظنوا بالمومنین خیرا اب التماس یہ ہے کہ حضرات شیعہ اگر دو چار گھڑی کیلئے کسی سے عقل مستعار لیکر اس فرق میں غور فرمائیں تو اس فرق کے مان جائیں کچھ کلام نہیں ورنہ ایسے ہی ایسے عقل کے دشمنوں کیلئے کلام اللہ میں افلا تعقلون آیا ہے اگر وجہ یاد نہ ہو تو کلام اللہ کے یہ خطاب ان تک نہیں پہنچا تو یہ سفارت ہم ہی کرتے ہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو اب اور اتنا کہ دقیقہ سنجان معانی رس پر تقریر سے واضح ہو گیا ہوگا کہ حضرت جابر سے گواہ نہ طلب کرنا چنانچہ روایات صحاح میں موجود ہے اور نیز حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے گواہوں کا طلب کرنا اگر بالفرض والتقدیر بفرض محال جیسے حضرات شیعہ فرماتے ہیں تحقیق میں وقوع میں آیا ہو تو حضرت ابوبکر صدیق کی کمال فہم اور نہایت اطاعت و اتباع رسول صلعم پر دلالت کرتا ہے اگر یہ دو باتیں معیوب ہیں تو مولویصاحب ابوبکر صدیق پر بانیوجہ طعن کرتے ہیں اور معذور ہیں اور لاجرم طاعنان ابوبکر صدیق مصیب باصواب اور ماجور ہیں لیکن اس صورت میں بڑی تعریف کی بات یہ ہوگی کہ فلانا ٹھگ گدھا ہے اور سرتاپا بیوقوف ہے فسق و فجور میں یکتائی روزگار ہے دغا و بے دیانتی میں شہرہ ہر کوچہ و بازار ہے اس صفت میں ہمکو مولویصاحب کی تعریف کرنی لازم ہے ورنہ نظم تو سر دست بن نہیں پڑتی ملازمان مولویصاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ عنایت فرما کے یہ قدر قلیل نثر ہی قبول فرمائیں **اقول** اسکا جواب تو ہم اوپر کے قول میں لکھ چکے کہ حضرت جابر کے دینے میں ہمکو کچھ کلام نہیں ہے ہمارا تو مطلب ہی اور ہے جیسا کہ گزرا اور یہ جو لکھا ہے کہ متخاصمین کی رفع مخاصمت کیلئے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے اور دعوی بلا مزاحم ہو سو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا حال بھی مثل جابر کی ہے اور انکے دعوی کا کوئی مزاحم نہیں ہے اسواسطے کہ انہوں نے متروکہ رسولخدا میں جو کہ حق فقراء تھا اُسکا دعوی نہیں کیا تھا کہ تم مجھکو اُسمیں سے دو بلکہ انہوں نے تو دعوی اپنے حق کا کیا تھا جسکو ابوبکر دبا بیٹھے تھے اور سوائے ابوبکر کے اور کوئی مدعی علیہ انکے دعوی کا نہ تھا یہاں تو کوئی صورت گواہوں کے طلب کرنے ہی کی نہ تھی جس وقت حضرت فاطمہ نے طلب کیا اُسوقت

دیدیا ہوتا کہ انکے مال کی مشغول الذمہ ہو رہی تھی بلا اگر حضرت فاطمہ کو سچا نہیں جانتے تھے تو موجب ظن امیر المومنین خیر کے گمان ہی اسی کا کرکے انکو فدک دیدیا ہوتا تعجب ہے کہ جابر کے
واسطے تو ظن خیر ہو اور حضرت زہرا جنکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی اُنکے واسطے ظن خیر بھی نہو اب التماس یہ ہے کہ حضرات اہل سنت اگر دو چار گھڑی کو اپنی کسی سے عقل مستعار
لیکر غور فرمائیں تو کچھ فرق نہیں ہے اور اس فرق کے سمجھنے کو تسلیم کریں تو کچھ کلام نہیں ورنہ ایسے ہی عقل کے دشمنوں کے لئے کلام اللہ میں افلا تعقلون آیا ہے اگر بوجہ یاد نہونے کلام اللہ کے
یہ خطاب کان تک نہیں پہنچا تو یہ سفارت ہمیں کرتے ہیں جب نوبت یہانتک پہنچی تو اب اور التماس ہے کہ دقیقہ سنجان معانی رس پر بتقریر سے واضح ہو گیا ہوگا کہ حضرت جابر گواہونکا طلب
نکرنا جیسا کہ روایات صحیحہ میں موجود ہے اور نیز حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے گواہوں کا طلب کرنا جیسا کہ کتب معتبرہ اہل سنت میں لکھا ہے اور حدیث میں وقوع میں آیا ہے تو ابوبکر کی کمال بے انصافی اور
نافرمانی رسول اللہ صلعم پر دلالت کرتا ہے اور مولوی صاحب ان دونوں باتوں کو نہ تو معیوب جانتے ہیں اور نہ انکی جہت سے طعن کرتے ہیں بلکہ ابوبکر کی بے انصافی سے ابوبکر پر طعن کرتے ہیں اور اس طعن کرنے
میں اتباع اہل بیت سے معیب بتاتے ہیں۔ اور جو ہمارا اس امر میں کوئی مولوی صاحب پر اعتراض کریگا تو بڑی تعریف کی بات اسکی یہ ہوگی کہ فلانا بڑا اگدھا ہے اور سراپا بیوقوف ہے فسق و فجور میں یکتا
روزگار دروغ اور بے دیانتی میں مشہور ہر کوچہ و بازار **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اس فہم و فراست پر اصحاب کبار پر یہ زبان درازیاں پھر اسپر یہ ہوکے بازیاں کہ عوام کو بھی کیا
تو یقین ہو جاوے کہ مولوی صاحب کی بات سر سر بجا و درست یعنی آپ میرزا نادر علی صاحب کو رقم فرماتے ہیں اب فرمائیے یہ غصب نہیں تو کیا ہے سوا اسکے اور غصب کسکو کہتے ہیں اور علیہ اور سے یا دوستی اور مروت
اور رعایت حق رسول اللہ صلعم اور حق امر سیح تو یہی کہ اہل بیت کی دشمنی میں حق رسول اللہ صلعم کی بھی رعایت نکی آپنے لکھا تھا مجھے غصب فدک کی صحت نہیں ہوتی اب آپکو چاہیئے کہ میری
تصحیح علماء اہل سنت سے کرائیے اور میری باتوں کا جواب لکھکر بھجوائیے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اور اُس مظلومہ کے گواہونکو بھی رد کیا انتہی بلفظہ سو منصفان
فہمیدہ اور فہیمان سنجیدہ کی خدمت میں عرض ہے کہ مولوی صاحب کو میرے لکھے جواب سمجھا کر یہ سمجھادیں کہ دیکھو یوں جواب لکھا کرتے ہیں لیکن اسکا کچھ علاج نہیں کہ مولوی صاحب کی یہ خواہش
ہے کہ میری صحت علماء اہل سنت سے کرادی **اقول** سبحان اللہ ایسا گمان بد شیعوں کی طرف کہ وہ اصحاب کبار پر زبان درازیاں کرتے ہیں حاشا ثم حاشا وہ اصحاب کبار کی نسبت زبان درازیاں
کریں بلکہ وہ تو انکو بزرگ اور پیشوا اپنا جانتے ہیں مگر غاصبان حقوق اہل بیت علیہم السلام کو اچھا نہیں جانتے اور اُن لوگوں کو جنکے حق میں جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ بعد میرے امام اور پیشوا ہونگے کہ میری
سنت اور میری ہدایت پر نہونگے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور بعد رسولخدا صلعم کے مرتد ہوگئے اور دین میں احداث کیا اور حوض کوثر پر سے فرشتے انکو ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے چنانچہ کتب
صحاح میں لکھا ہے اور جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے عوام کیا خواص کو یقین ہو جاوے اگر انصاف کریں ورنہ ہوگا ہرگز نہیں ہے بلکہ امر واقعی ہے کہ سب اہل سنت کی کتب معتبرہ سے
لکھا ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے ابوبکر کا غاصب ہونا ثابت کردیا ہے کہ اُسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا اور جو کچھ تونے اُسکے جواب میں لکھا ہے سب لغو اور واہی ہے اور ہمنے اُسکو رد کر دیا ہے
اور جو کچھ انہوں نے میرزا نادر علی صاحب کو اپنے خط میں لکھا ہے سب راست اور درست ہے اور علماء اہل سنت اُسکا انکار نہیں کر سکتے ہیں اور اگر انکار کریں تو اپنی کتابوں کا انکار کرینگے اور اپنے علماء کو جھوٹا
ٹھیرائینگے اور جو کچھ اس شیخ نے جواب میں لکھا ہے وہ جواب نہیں ہے اسواسطے کہ یا تو انکار کرتا ہے اُن روایتوں کا جو انکی کتابوں میں موجود ہیں اور یا کہتا ہے کہ ہماری کتابیں نقل بیاضوں
کے ہیں کہ اُنمیں اسطرح کی روایتیں ہیں یا کہتا ہے کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کردی ہیں بھلا یہ بھی کچھ جواب ہے اور پھر لکھتا ہے کہ مولوی صاحب کو سمجھادیں کہ دیکھو یوں جواب
لکھا کرتے ہیں اُس سے کوئی پوچھے کہ ایسا ہی جواب ہوتا ہے جیسا تو نے لکھا ہے اور جو کچھ کہ تونے لچر اور واہی لکھا تھا وہ سب ہمنے رد کردیا پھر کس بات پر تو نازاں اور تعلی کی باتیں لکھتا ہے
اور مولوی صاحب کی درخواست تو اسبات پر ہے کہ ان روایتوں کی صحت کراؤ کہ کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایتیں لکھی ہیں یا نہیں اور حال یہ ہے کہ انکی کتابوں میں وہ روایتیں موجود ہیں اور انکار
کرنا انکا ایسا ہی جیسا کہ کلام اللہ کی آیتوں کا انکار کرنا اور یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اسکا جواب تو تجھ سے ہرگز نہو سکا اور ہی باتیں
طرح طرح کی بنانے لگا چنانچہ ہم لکھ آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مولوی صاحب تو سراپا غلط ہیں غلط کا صحیح کرنا اور صحیح کہنا کسیکو نہیں آتا ہاں غلط کی جگہ صحیح بتا سکتے
ہیں اسلیئے اتنا ہو سکتا ہے کہ طرزمان مولوی صاحب سے یہ کہا جاوے کہ مولوی صاحب غلط ہیں جبھی تو اپنی صحت کراتے ہیں ظاہر اور باطن سے صحیح علماء اہل سنت ہیں اگر ہدایت منظور ہے تو غنیمت سمجھو
خیر یہ قصہ تو بہت ہی دور دراز ہے مولوی صاحب کے ہذیانات بے معنی کا جواب چاہئے اور اُنکی حقیقت الامر کھولکر دکھلائیے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ مولوی صاحب اپنے ہوش میں نہیں اس بیماری میں جو
اوروں کے خواب سے بدتر ہی مولوی صاحب پر بڑاتے ہیں یہ نہ عقل کا کام نہیں کرتا وجوہ ایسے دلائل واضح کر چکا مذکور ہو چکا پھر ہی غصب فدک کا اُسکے دلمیں خیال آئے اور
ابوبکر جیسے عادل متقی اور مطیع خدا و رسول کو ظالم ٹھیرائے **اقول** مولوی صاحب تو بہت صحیح اور درست و راست گو ہیں اور غلط علماء اہل سنت ہیں کہ جب جواب دینے سے بند
ہوتے ہیں تو اپنی روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور ایسے غلط ہیں وہ کہ ہم ہر چند اُنکا صحیح کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ صحیح نہیں ہو سکتے اور صحیح کو غلط کہتے ہیں اور مولوی صاحب تو اُنکی ہی تو انکو
صحیح کراتے تھے لیکن وہ علماء غلط جو ہیں تو انکو صحیح کرنا نہیں آتا اور غلط ہیں تو یا تو علماء اہل سنت ہیں یا اُنکے اقوال غلط ہیں اگر ہدایت منظور ہے تو ہمارے کہنے کو غنیمت سمجھو ورنہ یہ قصہ تو
بہت دور دراز ہے اس شیخ نجدی کے ہذیانات بے معنی کا جواب چاہیئے سو اُسکو ہم بالکل مضمحل کر چکے ہیں اور اُسکی حقیقت الامر کھولکر دکھلادی ہے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ شیخ نجدی

ابھی ہوش میں نہیں اس میدان میں مجھ اور دوسرے کے خواب ہے بذر ہی شیخ پڑا پڑا آتا ہے ورنہ عقل کا کام نہیں کہ باوجود ایسے ایسے دلائل واضحہ کے کہ جو ہم نے اسکے قولوں کے رد میں لکھے ہیں پھر بھی فدک کے غصب نہ ہونے کا اسکے دل میں خیال آئے اور ابوبکر جیسے عاصی خدا و رسول صلعم اور نا انصاف و ظالم کو متقی و عادل ٹھہرائے **قال الشیخ الاشعری** ابوبکر صدیق کے پاس اگر اور فضائل گوناگوں نہ ہوتے تو یہی حکایت انکی فضیلت کے لئے بہت تھی کیونکہ عاقل سمجھتے ہیں کہ ملامت دنیا خاص کر اہل عزت سے بے سبب نہیں اٹھائی جاتی دیندار دین کی عزت اور دنیادار دنیا کی عزت کو جان و مال سے عزیز سمجھتے ہیں اور عزت بھی عزیز نہ ہو تو پھر کونسی چیز عزیز ہو گی اسکا عزیز ہونا ہے اعورتیں … دیکھ مرد نہیں مرتے ہیں عزت کے لیے اپنی جان کو تلف کرتی ہیں اور ڈوب مرتی ہیں یا زہر کھا لیتی ہیں مرد ذکا تو کیا ذکر ابوبکر کا جان بوجھکر ہدف تیر ملامت ناکسان ہونا **اقول** تمہارا ہی کام ہے جو ظلم کو فضیلت ٹھہراؤ اور ابوبکر کو اور کوئی فضیلت حاصل تھی بڑی فضیلت علم و شجاعت کی ہے سو علم کا تو یہ حال تھا کہ مسائل دین میں غلطیاں کھاتے تھے اور شجاعت کا یہ حال تھا کہ جناب رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور ابوبکر دنیادار تھے اور دنیاداروں کو دنیا کی عزت چاہئے سو باعتبار دنیا کی عزت انکی بہت سی بڑھی ہوئی تھی اور اسی دنیا ہی کی عزت کے ترقی کے لئے ابوبکر نے عمر کو واسطے جلانے گھر فاطمہ زہرا کے لکڑیاں اور آگ ہمراہ کرکے بھیجا تھا بہانہ بیعت لکھوا اور دوبارہ فاطمہ زہرا کا اور ابوبکر نے مرنے سے پہلے اسکا افسوس کرکے جان ہی دینا تھی کنز العمال اور طبری میں لکھا ہے اسی عزت دنیا ہی کے واسطے خلافت اپنے نام کی اور ترقی ریاست ہی کی غرض فدک غصب کیا تاکہ اولاد رسالت بھی کسی کے پاس نہ رہے سب چیز کا میں ہی مالک ہو جاؤں علی الخصوص فاطمہ زہرا علیہا السلام یہ خیال کئے کہ ایسا نہ ہو کہ فدک کے سبب سے قوت بہم پہنچا دعوی خلافت کا کریں اسلئے فدک کو غصب کیا اور جو منصف تھے وہ ابھی تھے اور ملامت بھی کرتے تھے اپنی جگہ پر ورنہ برملا تو کوئی بھی نہیں کہہ سکتے ایسا تو نے یہ کیا کیا اور وہ تو بادشاہ تھے کسکا مقدور کہ کوئی کچھ کہتا اور جو کچھ سنا ہی تو وہ پی گئے اور عزت میں انکی کیا فرق آیا اور عمر کو فاطمہ زہرا کے گھر پر چڑھا کر بھیجا تھا آگ اور لکڑیاں ہمراہ کرکے واسطے جلانے کے یہ بھیجنا کیا جان بوجھ کر نہ تھا اور کیا نہیں جانتے تھے کہ اس امر میں ہمکو لوگ برا کہیں گے کہ علی و فاطمہ و حسنین کے جلانے کو لکڑیاں بھیجیں ایسا ہی فدک کا دبا بیٹھنا تھا اور یہ عمر کا جانا آگ اور لکڑیاں لیکر واسطے جلانے گھر فاطمہ کے اہل سنت کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی تحفہ میں اسکا اقرار کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ ایسے موقع میں کوئی جانتا ہے کہ یہی انجام ہو گا بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ پابندی خدا و رسول کریم اور حکم تحریم صلعم سے مجبور تھی ورنہ جو شخص خود کھا سکے نہ اپنوں کو کھلا سکے … کسی چیز دبانے ایسا شخص اگر ایسے موقع میں ایسے شخصوں سے تو گواہ طلب ہی اور حضرت جابر سے طلب ہی قطع نظر جو مذکورہ بالا کے بجز اسکے اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا کہ انصاف و اہل انصاف کو لازم ہے کہ رو رعایت کے موقع میں زیادہ تر سخت گیری سے پیش آیا کریں اور غیروں سے بہ نسبت اپنی … ہماری اور ظاہر ہے کہ اپنوں کو رعایت کر نہیں بوجہ محبت فقط اپنا ہی دل کھا کرتا ہے کچھ اندیشہ ملامت نہیں ہوتا بلکہ امید کلمۃ الخیر ہوتی ہے اور اپنے بیزاروں اور بزرگوں کے رو رعایت نہیں میں دل جانتا رکاوٹ محبت دل جدا دکھا کرتا ہے اور بوجہ اندیشہ ملامت جان جدی بنا کرتی ہے سو اپنی قرابتوں کی رو رعایت … **اقول** ہرگز ہرگز ابوبکر کی یہ خدا و رسول کریم صلعم سے مجبوری تھی اور نہ انکو حکم تھا خدا کا کسی کا حق دبا لو گواہوں کے بہانہ سے اسواسطے کہ یہاں موقع گواہوں کے طلب کرنیکا نہ تھا یہاں تو فاطمہ زہرا کی تصدیق ابوبکر کو ضروری تھی چاہئے اور فاطمہ زہرا کی اس دعوی میں تصدیق کرتے تھے پھر گواہ کس واسطے طلب کئے گواہ تو اس وقت چاہئیں جب وقت کہ مدعی علیہ انکار کرے اور قسم کھانا اور اپنوں کو دنیا دلیل عدم غصب کی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ ابوبکر کو تو منظور یہ تھا کہ فاطمہ زہرا کے پاس فدک نہ رہے … متمتع نہوں ابوبکر چاہتے تھے اسلئے غصب کیا اور اگر آپ بھی اسمیں سے کھاتا یا اپنوں کو اسمیں سے کچھ دیتا تو یہ بعید بھی نہیں ہے اور اپنوں کو نہ دینا اور خود نہ کھانا ثابت بھی نہیں ہے اگرچہ صدقہ حق فقرا اور مساکین کے دبا بیٹھے اور انصاف ہرگز یہ ہے کیا ابوبکر نے اور یہاں رو رعایت کا موقع کونسا ہی جابر سے تو گواہ طلب کرنے میں کچھ ہم کو تکرار ہی نہیں ہے تم تو یہ کہو کہ جیسے کہ جابر سے گواہ طلب نہیں کئے ویسے ہی فاطمہ زہرا سے بھی نہ کئے ہوتے کہ فاطمہ زہرا کے مقابلہ میں سوا ابوبکر کے اور کوئی مدعی علیہ نہ تھا اور جیسے کہ اپنے قریبوں اور بیزاروں کی رو رعایت چاہئے ویسے مقابلہ میں اپنے ہی نفس کی بھی رو رعایت چاہئے لیکن یہاں تو ابوبکر نے اپنے نفس کی رو رعایت کی ہے فاطمہ زہرا کا حق دبانے کو گواہ انسے طلب کئے اسواسطے کہ وہ مال فقرا ہی تھا جسکا فاطمہ نے دعوی کیا تھا مال فقرا تو وہ تھا جو بموجب روایت موضوعہ … صدقہ کے جو مال … تھا اور حضرت نے اسکو بعد اپنے چھوڑا تھا سو فاطمہ … حضرت کا مال تو طلب نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو اپنا مال طلب کرتی تھیں اگر فاطمہ راست گو تھیں اس دعوی میں تو انسے گواہ کیوں طلب کئے حضرت جابر کا اور انکا ایک ہی حال تھا اور اگر ابوبکر نے اسواسطے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کئے کہ فاطمہ زہرا کا حق ثابت نہو گا تو رسول خدا صلعم کے ترکہ میں فدک کو داخل کرکے فقرا و مساکین پر تقسیم کروں گا سو یہ اس صورت میں تھا کہ اگر حضرت فاطمہ کی طرف احتمال کذب ہوتا قطع نظر اسکے اس شرح میں لکھا ہے پہلے اس سے کہ ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو اس دعوی میں راست گو جانا تھا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں جابر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ صحابی پیغمبر خدا کا جھوٹا دعوی نہیں کر سکتا سو حضرت فاطمہ تو جابر سے بڑھکر راست گو تھیں جنکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی وہ ہمکو جھوٹا دعوی کریں گی جب راست گو ٹھیریں تو گواہ انسے طلب کرنے بیجا ہیں اور اگر حضرت فاطمہ راست گو تھیں تو بعد ادائے شہادت بھی انکو فدک دینا چاہئے تھا گو نصاب بینہ کامل نہوئی تھی لیکن ابوبکر کو تو دینا فدک کا اگلی طرح منظور نہ تھا یہیں معلوم ہوا کہ ابوبکر نے اپنے نفس کی

واسطے پیرزادوں کی رو رعایت کی اور سوا اسکے یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے یگانوں اور پیرزادوں کی تو رو رعایت نکرے اور غیروں کی رو رعایت کرکے اپنی پیرزادوں اور
قرابتوں کا حق غیروں کو دلوادے بلکہ انصاف تو یہی ہے کہ جسکا حق ہے اُسکو دلوادے اسمیں لحاظ کسی جانب کا نہیں ہو سکتا ہو ابوبکر نے اسواسطے کہ فاطمہ زہرا پیرزادی تھی اُسکی رو رعایت نکرکے
اُسکا حق اُسکو نہ دیا **قال الشیخ الاشعری** اور جب حضرت فاطمہ جیسی پیرزادی ہو کہ نہ اس رتبہ کا کوئی پیرزادہ ہوا ہے نہوا اور ابوبکر صدیق جیسا مرید ہو جسکے صدق و وفا
اور جاں نثاری اور الفت اور محبت اور خدمتگزاری کی کلام اللہ اور اقوال عترت رسول اللہ صلعم چنانچہ گذرا دو گواہ عادل کیا بلکہ اسبات کے گواہ ہوں کہ ایسا یار وفادار نہ کوئی
ہوا ہے نہو سکتا ہے۔ تب وہ ایسے ویسے کی ایسی تعریف نہیں کیا کرتے تو اس صورت میں حکم خداوندی پر قائم رہنا ابوبکر جیسے صدیق کا کام ہے نہ وہ عورت اتنی دشواری اور اسقدر
ملامت عوام کالانعام اور دشنامہائے خفیہ تا فرجام اپنے سر پر اُٹھائیں پر زور ہے شیعوں کی عقل پر کہ انکو خوبیاں بھی برائی نظر آتی ہیں چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب
نماید ہنرش در نظر مطیعان خدا پر طعن و تشنیع کرتے ہیں سمجھتے ہی نہیں رفضی انکو خدا سمجھے طرفہ تماشا یہ ہے کہ بیدین دینداروں پر بیدینی کی تہمت لگائیں اور مخلصان
قدر شناس کو مقتدیان عبداللہ بن سبا یہودی دشمن اہل بیت بتائیں **اقول** - ایسی پیرزادی کی ساتھ یہ سلوک کیا ابوبکر نے کہ اُسکا حق غصب کیا اور اُسکا گھر جلانے
کیواسطے آگ اور لکڑیاں ہمراہ کرکے عمر کو بھیجا اسیکو ارادت اور صدق و صفا اور جاں نثاری اور الفت و محبت اور خدمتگزاری کہتے ہونگے اور کلام اللہ میں کہیں ابوبکر کا نام نہیں
لکھا ہے اور نہ ان امور پر اقوال عترت دلالت کرتے ہیں اور وفاداری اور جاں نثاری تو یہ تھی کہ رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑکر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور اگر کسی نے تعریف بھی
کی ہے تو وہ انکی فضیلت دینی پر دلالت نہیں کرتی اور کلام اللہ میں تو جیسے کہ تعریف مجمل ہے لوگوں کی ایسے ہی مذمت بھی ہے اور ابوبکر بدلائل خارجیہ اُس تعریف سے خارج ہیں اور حکم خدا
کو ابوبکر نے ہرگز نہیں سمجھا تھا ایک شخص جاہل تھا احکام خداوندی کو کیا جانتا تھا اور شیعہ جو کچھ کہتے ہیں موافق حکم خدا کے کہتے ہیں کہ خدا تعالی قرآن میں جا بجا ظالموں پر
لعنت کرتا ہے اور اہل بیت کی دوستی اور متابعت میں انکے دشمنوں کو برا کہتے ہیں کچھ شیعوں کی اُن ظالموں نے جاگیر بند نہیں کی ہے کہ جسکے عوض میں انکو برا کہیں انکے بزرگوں کے حقوق
جو غصب کیے ہیں اسواسطے انکے غاصبوں کو برا کہتے ہیں اور اسی برائی کے کہنے میں ایذا و صدمہ اُٹھاتے ہیں اور انکی دوستی کی جہت سے مجروح اور مقتول ہوتے ہیں اور ملامت عوام کالانعام اور دشنامہائے خفیہ
تا فرجام انکی دوستی میں اپنے سر پر اُٹھاتے ہیں پر زور ہے اہل سنت کی عقل پر کہ انکو اہل بیت سے یہ دوستی بری ہی نظر آتی ہے چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر مطیعان خدا پر
تشنیع کرتے ہیں سمجھتے بھی نہیں ناصبی انکو خدا سمجھے طرفہ تماشا یہ ہے کہ بیدین دینداروں پر بیدینی کی تہمت لگائیں اور مخلصان قدر شناس اور دوستان آل خیر الناس کو مقتدیان ابلیس خبیث
دشمن اہل بیت بتائیں **قال الشیخ الاشعری** اگر قدر شناسوں سے حد سے گزر جانیوالی محبت ہو جایا کرے اور قدر شناس دشمن سمجھا جایا کرے تو نصاری حضرت عیسے کے محب اور رسول اللہ صلعم
اور آپکی امت حضرت عیسی کی دشمن ہونی چاہئیں غور کرکے اگر دیکھیں مفرط فی المحبت اُسکا محب نہیں جسکی محبت کا مدعی ہوتا ہے بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے نصاری جو دعوی محبت حضرت عیسے
کرتے ہیں تو حقیقت میں اُنسے محبت نہیں کرتے کیونکہ دار و مدار انکی محبت کا خدا کے بیٹے ہونے پر ہے سو یہ بات حضرت عیسے میں تو معلوم البتہ اُنکے خیال میں تھی اپنی تصویر خیالی کو جو چاہیں اور
اُسی سے محبت رکھتے ہیں حضرت عیسے کو خداوند کریم نے انکی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے ایسے ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں نہ اہل بیت سے محبت نہیں اور محبت یا
محبان قدر شناس کو دشمن اہل بیت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا نصاری بزعم خود رسول اللہ صلعم اور اُنکی امت کو دشمن عیسی سمجھتے ہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نے بیان کیا ہے بالکل غلط اور بیجا
ہے اور خلفاء ثلاثہ ہرگز قدر شناس اہل بیت میں سے نہ تھے اگر قدر شناس ہوتے تو انکو کیوں آزار پہنچاتے اور شیعہ کسی امام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں جانتے ہیں بلکہ بندۂ خدا اور مخلوق اُسکا جانتے ہیں اور حضرت
علی نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے مقدمہ میں افراط اور تفریط کرنیوالے دونوں جہنمی ہیں اور شیعہ جو بعد رسولخدا صلعم کے افضل سب سے اور ائمہ اور پیشوا انکو سمجھتے ہیں اور سوا اُنکے اور کسیکو اپنا امام نہیں سمجھتے اسکو افراط
محبت نہیں کہتے ہیں اگر یہی افراط محبت ہے تو اہل سنت بعد رسولخدا کے ابوبکر کو افضل الناس جانتے ہیں وجود پرستی سالہا کی اور خلیفہ اور امام حق سمجھتے ہیں چاہیے کہ یہ بھی افراط محبت میں داخل ہو شیعوں کی کیا تخصیص
اور معصوم میں جانتے ہیں کہ اہل سنت مثل نصاری ہو جائیں خلفا کی محبت میں اور شیعہ اہل بیت سے محبت کامل رکھتے ہیں کہ اصول و فروع میں انکی پیروی کرتے ہیں بموجب حدیث انی تارک فیکم الثقلین کے اسکو شیخ افراط محبت
کہتا ہے اور محبت افراط کی انسے غالیوں میں ہے اور تفریط کی اہل سنت میں ہے اور بعضی انمیں سے نصب و حرج کی راہ چلتے ہیں اور حضرت علی کی فضائل کی توضیع اور تضعیف کرنیوالے تو اکثر انمیں ہیں اس شیخ مجدد
کے نزدیک محبت سنت صحیح اہل بیت سے اسوقت ہو کہ حقوق خلفاء ثلاثہ کو انسے افضل اور اولی جانیں اور اہل بیت کو مثل عوام الناس کے سمجھیں سو یہ تو شیعوں سے ہرگز نہو سکیگا وہ تو انکو بعد رسولخدا صلعم
کے سب سے افضل جانینگے چاہیے انکی محبت کو خیالی کہو یا حد سے گزر جانیوالی کہو **قال الشیخ الاشعری** دشمنی اہل بیت تو اسی کہتے ہیں کہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ رسول اللہ
صلعم کو تو آپکی بیٹیاں ہی نہیں سمجھتے حالانکہ کلام اللہ اور احادیث کلینی وغیرہ اور اقوال حضرت امیر سب اس بات پر شاہد ہیں اور حضرت عائشہ محبوبہ بلکہ ممدوحہ جناب کبریا کو جنکی طہارت و بزرگی
میں سورہ نور میں آیات متعددہ موجود ہیں اور سوا انکے اور بیبیوں کو جو بشہادت آیہ کریمہ وازواجہ امہاتہم تمام مومنین کی مائیں ہیں اور حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الاطہار
اور رسول اللہ صلعم کی پھوپی کی بیٹی حضرت زبیر کو جو سوا اسکے اور بھی پاس رکھتی ہیں اور حضرت سید الشہداء شہید کربلا رضی اللہ عنہا کے داماد مصعب بن زبیر اور حضرت عمر فاروق

داماد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت زید شہید فرزند سعید حضرت امام ہمام زین العابدین اور سوا انکے اور اقربا رسول اللہ صلعم اور اولاد امجاد ائمہ اطہار کو بھی شہادت نعت عترت
اور اہل سنت داخل ہیں شیعہ کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور دشنام ہائی نافرجام دیتے ہیں چنانچہ اوپر کچھ کچھ گذرا پھر ان بیچاؤں کو غیرت نہیں آتی کہ صحابہ کو دشمن اہل بیت بتا
ہیں **اقول** جسوقت کہ رسولخدا صلعم نے حضرت رقیہ اور ام کلثوم کو اہل بیت میں سے شمار نکیا تو ہم انکو اہل بیت میں کیونکر سمجھیں حضرت نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام
کو عبا میں لیکر فرمایا کہ ہؤلاء اہلبیتی یعنی یہ میرے اہل بیت ہیں سوا انکے اور ان دونوں کو عبا میں لیکر اسطرح نفرمایا تو تو ہی انصاف کر کہ پھر یہ اہل بیت میں سے کیونکر محسوب
ہوں اور انکا حضرت کے نطفہ سے ہونا ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں لیکن تو بار بار اسیکو لکھتا ہے اور بکلام اللہ ہرگز ثابت نہیں ہے کہ یہ دونوں حضرت کے نطفہ سے تہیں چنانچہ انکی ذکر میں گذرا ہے اور حضرت
امیر کا قول بھی اسپر دلالت نہیں کرتا ہے اور کلینی میں اگرچہ اس مضمونکی روایت ہے لیکن وہ اور روایتوں کے مخالف ہے اسواسطے اور روایتوں کے موافق کہا کہ ان روایتونکی ترجیح پائی
جاتی تھی کلینی کی روایت پر اور کلینی کی روایت کے موافق بھی کہیں اگرچہ مرحوم ہے کہ وہ دونوں بھی حضرت کے نطفہ سے تہیں تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے
لکھ چکے ہیں اور حضرت عائشہ جنکو تم محبوبہ رسولخدا صلعم کہتے ہو جسوقت کہ وہ حضرت علی کے مقابلہ کو اٹھیں اور ہزاروں مومنین کو قتل کروائیں اور خدا تعالی کی مدول حکمی کریں جیسا کہ اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں تو ہم انکو کیونکر اچھا جانیں اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا یا علی لا یبغضک الا منافق اور ممدوحہ
خدا تعالی وہ ہرگز نہتیں بلکہ خدا تعالی نے قرآن میں انکی مذمت کی ہے جسوقت کہ انہوں نے افشای راز رسولخدا صلعم کیا چنانچہ فرماتا ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا اور عایشہ اور حفصہ کو
دونوں کو مشابہت دی ہے زن نوح اور زن لوط علیہم السلام سے جو کہ کافر تہیں اور وہ آیتیں سورہ نور کی اگر فرض کیا جائے کہ انکی ہی شان میں تہیں تو وہ کچھ مدح پر دلالت نہیں
کرتی ہیں بلکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسطح وغیرہ نے جو انکو متہم بزنا و بدکاری کیا تھا وہ ایسے نہیں ہیں اور تہمت لگانیوالے جہوٹے ہیں اور امہات مومنین ہم سب کو ہی
جانتے ہیں کہ وہ بمنزلہ ماؤں کے ہیں اور نکاح انکا کسی مومن سے جائز نہیں اور اگر وہ خدا کے اور رسولخدا کے نافرمانی کرینگے بیشک سزاوار مذمت کے ہونگی گو بمنزلہ ماؤں کے ہیں
اور حضرت عباس عم رسول افضل الناس صلعم ہمارے نزدیک بزرگان دین میں سے ہیں اور معلوم نہیں صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الجبار القہار کے کیا معنی ہیں کہ خدا تعالی کی صفات کو آل
کی صفات ٹہرایا ہے یعنی بکتا جاتا ہے اور لوگوں پر طعن کرتا ہے اور زبیر گو حضرت کی پہوپی کے بیٹے ہیں لیکن جسوقت حضرت علی کی بیعت کو توڑ کر انسے جنگ اختیار کی اور ہزاروں مومنین
قتل کروائے تو بموجب حدیث یا علی حربک حربی رسولخدا صلعم سے محاربہ کرنیوالوں کے زمرہ میں داخل ہوئے اور پھر ہم انکو کیونکر اچھا جانیں بولہب تو زیادہ حضرت کے قریب ہی تھا اور
ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں استیعاب سے کہ حضرت علی نے طلحہ اور زبیر کے حق میں بد دعا کی ہے پھر ہم ان دشمنان علی کو اچھا کیونکر جانیں اور مصعب بن زبیر کو جو لکھا ہے یہ کس شمار میں ہیں
اور انکو کوئی کیا کہتا ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت سکینہ سے انکا نکاح ہوا تھا اس میں بھی خلاف ہے اور مشہور ہمارے یہاں تو یہ ہے کہ حضرت سکینہ تین چار برس کی عمر میں قیدخانہ میں یزید کے
انتقال کر گئیں تہیں پھر نکاح کہاں اور عمر بن الخطاب سے حضرت زہرا کی دختر کا نکاح نہیں ہوا ہے بلکہ وہ ام کلثوم مادر زید جو کہ عمر کے زوجہ تہی وہ ابوبکر کی دختر تہی اسمار کے شکم سے چنانچہ
ہم پہلے اس سے ثابت کر آئی ہیں اور حضرت زید شہید ہمارے نزدیک بزرگان دین میں سے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئی ہیں اور جتنی کہ یہ گذری ہیں کافر تو ہم انمیں سے کسیکو نہیں جانتے
ہیں بلکہ سب کو مسلمان جانتے ہیں لیکن انسے ایسے افعال شنیعہ صادر ہوئی ہیں کہ نجات انکی مشکل ہے اور اسی لئے ہم دعا بد انکے حق میں کرتے ہیں اور جو کہ بعضے انکو کافر کہا ہے تو وہ کفر تاویلی
ہے نہ کفر حقیقی اور کفر تاویلی کی جہت سے اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور سوای انکے اولاد ائمہ علیہم السلام میں سے اور جو کوئی ایسا ہے کہ اسنے کسی خلیفہ سے جعلی کسی امر کے کہا کر باعث امام
کے زہر دلوا دیا ہوا ہے اسکو اچھا نہیں جانتے اور باقی سب کو مسلمان جانتے ہیں اور غیرت تو اہل سنت میں نہیں ہے کہ بعضے صحابہ کی عداوت اور بے مروتی نسبت باہل بیت علیہم السلام
اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں اور پھر انکی صفائی بیان کئے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت فاطمہ سے عداوت ہوتی تو اہل سنت
میں سے ابوبکر صدیق کا کوئی نام بھی نہ لیتا مثل خوارج کوئی فاطمہ کو تعظیم یاد بھی نکرتا بلکہ الٹی نعوذ باللہ جیسے شیعہ اصحاب کبار پر تبرا کرتے ہیں تبرا کیا کرتے **اقول** یہ حق کا انکے غصب
کرنا عداوت پر دلالت کرتا ہے یا محبت پر تو ہی کہدے اور عداوت ابوبکر کی اسیقدر تہی کہ اہل بیت میں سے کوئی سر اٹھانے پائے اور ہمیشہ یہ دبے ہوئے اور دست نگر ہمارے رہیں اور خلافت
کا نام نہ لیویں اور اسیواسطے فدک کو غصب کیا کہ ایسا نہو کہ انہیں کسی طرح کی قوت پہنچے اور دعوی خلافت کا کریں اور یہ تیرا لکھنا کہ اگر ابوبکر کو فاطمہ زہرا سے عداوت ہوتی تو کوئی ابوبکر کا نام
بھی نہ لیتا اور فاطمہ کی تعظیم نکرتے بالکل غلط ہے تمکو تو اسبات کا لحاظ ہی نہیں ہے معاویہ قطع نظر اسکی کہ وہ حضرت علی سے جنگ کرتا رہتا تھا اور ہزاروں مومنین اسنے قتل کروا دیے
لیکن جبتک زندہ رہا حضرت علی کو گالیاں دیتا رہا اور عداوت کی باتیں کرتا رہا اور حضرت امام حسن کو زہر دلوایا جسپر دلالت کرتے ہیں روایتیں تمہاری کتابوں کی مگر تم جیسے کہ حضرت
علی کو کہتے ہو کہ وہ خلیفہ تہے ایسے ہی معاویہ کو خلیفہ حق اور امام صادق کہتے ہو جیسا کہ صواعق محرقہ اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں لکھا ہے بلکہ یزید کو خلیفہ حق جانتے ہو اور دوازدہ خلفاء میں
داخل کرتے ہو جیسا کہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ اور شرح جامع صغیر اور فتح الباری وغیرہ میں ہے باوجود یکہ اسنے قتل کروایا فرزند رسول الثقلین کو اور تہتک کیا اسکے حرم محترم کا

کیا اور مدینہ منورہ کو تاملہ کیا اور مسجد نبوی کی بے ادبی کی اور امام غزالی تو اُسکو مومنین کاملین میں سے جانتے ہیں تمہارا تو ڈھنگ ہی نرالا ہے اب میں پوچھتا ہوں کہ معاویہ نے
جو ایسے ایسے کار لائق کئے ہیں کیا تم اُسکا نام نہیں لیتے ہو یا حضرت علی کو تعظیم یاد نہیں کرتے ہو اور باوجود اس عداوت قلبی کے کیا تم معاویہ پر تبرا کرتے ہو ایسا ہی حال ابوبکر اور فاطمہ
کا ہے تو جھوٹی باتیں کسو اسطے لکہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اب مولوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپکا یہ کہنا کہ واہی بردینداری اہل سنت الخ انصاف سے فرمائیے صحیح
ہے یا ہمارا یہ کہنا کہ واہی بر دینداری و عقل و ہوشیاری شیعہ نعوذ بالله مولوی عمار علی صاحب کہ صحابہ کی دشمنی میں حق رسول الله صلعم کی بھی رعایت نکی بلکہ خدا کی شہادت
اور ائمہ اطہار کی گواہی کو رد کیا اہل بیت رسول الله صلعم میں جسکو یوں سمجھا کہ اسکا گوشہ عاطفت صحابہ کی طرف مائل ہے اُسکو کافر اور مرتد جو جانا سو کہا اگر عذر نامعقول تقیہ کا ہے
تو حضرت علی اور حسنین اور امام زین العابدین اور محمد باقر اور امام جعفر صادق رضوان الله علیہم و علی آبائہم و متبعیہم اجمعین کی بھی خبر تھی کہ ان بزرگواروں نے صحابہ کبار کی تعریف میں کیا لکھی کی ہے خصوصاً حضرت علی و حسنین
رضی الله عنہم کہ ہمیشہ ممد و معاون اور ہمراز و ہمنوالہ اصحاب کبار خصوصاً اصحاب ثلاثہ رہے پھر بسبب جو بات کا فرق پوچھتے ہیں کہ فاطمہ سے تو گواہ طلب کئے اور جابر سے کیوں طلب نکئے اب اسکو کوئی پوچھے کیا سبب ہے
کہ حضرت علی و دیگر بعض ائمہ کی تعریفوں کو اور معاونتوں کو اور موافقتوں کو تو تقیہ پر محمول کرتے ہیں حضرت عمر اور حضرت عباس وغیرہم کے ابوبکر صدیق کے ساتھ موافقتوں اور انکی حق میں
انکی تعریفوں کو تقیہ پر کیوں نہیں محمول کرتے یا مثل حضرت عباس اور حضرت عمر اور حضرت زید شہید حضرت علی اور دیگر ائمہ اطہار کے اقوال و احوال کو نفاق اور ریا سے خالی خالی
کیوں نہیں سمجھتے **اقول** مولوی صاحب کا کہنا سب صحیح اور درست ہے اسواسطے کہ تمنے جابر کا صدق قرآن اور حدیث سے ثابت کر کے کہا کہ جابر جھوٹ نہیں کہہ سکتا وہ رسول خدا
صلعم کا صحابی ہے اسواسطے بے طلب گواہ ہونکے اُسکو دیدیا اور فاطمہ زہرا کو مثل جابر کبھی راست نجانا یہانتک کہ اُن سے گواہ طلب کئے پھر کیا ہو وے تمہاری دینداری کہ تمنے جابر کی برابر
بھی فاطمہ زہرا کو نجانا اور یہ وہ مقدمہ ہے کہ جسکا جواب تجھ سے کچھ بھی نہو سکا اور جو کچھ تونے کہا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اُسکا جواب ہم دے آئے ہیں اور صحابہ کو ہم سب کو اپنا بزرگ جانتے
ہیں سوائے غاصبان حق اور موذیان آل رسول کے اور انکے حق میں کوئی شہادت خدا کی اور گواہی ائمہ اطہار کی نہیں اور اہل بیت میں سے انکی طرف کسیکا گوشہ عاطفت نہیں تھا
اور اگر تھا تو تونے کیوں نہیں لکھا اور تقیہ کا عذر نامعقول نہیں ہے بلکہ بحکم خدا اور رسولخدا ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں سب لکھا ہے اور پہلے اس سے تقیہ کے ذکر میں ہم مفصل
لکھ چکے ہیں اور تحفہ کے باب امامت میں لکھا ہے کہ جناب امیر قاتلان عثمان سے خوف قتل کا رکھتے تھے اور عبارت تعلم الله وانا معہ قبیل تو یہ سے تھی کہ بنا بر ضرورت عمل میں لائی مثل
ہذا اختی حق میں حضرت سارہ کے کہ حضرت ابراہیم سے سرزد ہوئی اور وہ ضرورت خوف بلوا اور فتنہ اور فساد کے تھی قاتلان عثمان سے لشکر میں بلکہ خوف یہ تھا کہ قصد حضرت امیر
کے قتل کا کریں تقیہ نہیں تو کیا ہے ایسا ہی حال حضرت امیر کا ثلثہ سے اور انکی ہمرہیوں سے تہا اور حال دیگر ائمہ کا ثلثہ کے معتقدین سے اور جو کچھ کہ اس شیخ نے روایتیں تعریف
ثلثہ کے ان حضرات سے لکھی ہیں وہ ایسی تعریفیں نہیں ہیں کہ جسکی سند ہو اور انکو ہم رد کر آئے ہیں اور نہج البلاغۃ میں بلکہ بعض کتب اہل سنت میں ثلثہ کی مذمت کرنا بزبان
حضرت امیر کے لکھا ہے اور معلوم نہیں ممد و معاون ثلثہ کے یہ حضرات کیا رہے ہیں البتہ جو امر کہ موجب ترقی اسلام کا ہوتا تہا اُس میں شریک ہو جاتے تھے اور مشورہ نیک دیتے تھے
نہ ثلثہ کی خاطر سے بلکہ ترقی اسلام کے واسطے اور ہمپیالہ اور ہمنوالہ رہنا موافق اس روایت مسلم کے ہے کہ جو رسولخدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میرے پیشوا اور ائمہ ہونگے کہ وہ میری
ہدایت اور سنت پر نہونگے انکی تو پیروی کرنا اگرچہ مال تیرا لوٹا جائے اور پشت تیری زخمی ہو اور یہی حال حضرت عباس کا ہے ابوبکر اور عمر کے ساتھ اور ابوبکر اور عمر تو آپس میں دو تن
اور ایک جان تھے مقابلہ میں حضرت علی کے اور ابوبکر نے عمر سے گٹھ کر اور اسی کی کمک سے خلافت کو غصب کیا ہے اُس عوض میں یہ کہہ کر مرونگا تو اپنے مرنے سے پہلے تجھکو خلافت کر جاؤنگا اور
یہی کیا ہر چند لوگوں نے غل مچایا اور ابوبکر سے کہا کہ تو اپنے پروردگار کو کیا جواب دیگا کہ جو ایسے بد مزاج کو ہمپر خلیفہ کر گیا لیکن ابوبکر نے کسیکا کہنا نہ مانا اور عمر کو خلیفہ کر دیا انکی
موافقتیں ایسی کیونکر ہو سکتی ہیں جو تقیہ پر محمول ہوں کس حقیقت میں متفق اور متحد تھے اور حضرت علی اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی بعضی تعریفیں تقیہ پر اسواسطے محمول ہیں کہ اکثر مقامات میں انہوں نے انکی مذمت کی ہے چنانچہ
ہے اور بعضے مقام میں جو کوئی روایت بظاہر مدح پر دلالت کرتی ہوگی وہ تقیہ پر محمول ہوگی جیسا کہ دستور ہے اور مذمت حضرت علی کا ثلاثہ کی اور افسوس کرنا خلافت کے جاتے رہنے کا اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہے کچھ شیعہ ہی اسمیں متفرد نہیں ہیں
اور تقیہ کو نفاق کہنا کام بے دینوں کا ہے اسواسطے کہ تقیہ پر کلام الله کی آیتیں دلالت کرتی ہیں اور نفاق کی مذمت اُسمیں لکھی ہے اور نفاق اُسکو کہتے ہیں کہ جو دل میں کفر ہو اور ظاہر میں اقرار اسلام کا کرے اور تقیہ ایمان
متن قلب ہو اور اظہار میں خلاف ایمان کے ہوتا ہے جیسا کہ عمار یاسر سے وقوع میں آیا چنانچہ بیضاوی میں الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کی تفسیر میں لکھا ہے اور رسولخدا صلعم نے عمار سے فرمایا کہ اگر وہ تجھسے کہلائیں تو پھر کہہ پس تقیہ پر عمل کرنا
خدا کا حکم بجا لانا ہے اور ہم تو موافق حکم خدا کے چلتے ہیں ورنہ تم اگر حکم خدا کو ہی پسند کرتے ہو نہیں مانتے تو اپنا سر کھاؤ ہمکو اس سے کیا **قال الشیخ الاشعری** اور نیز کوئی ان سے یہ سوال کرے کہ ہمنے مانا
حضرت ابوبکر نے حضرت علی اور حضرت ام ایمن وغیرہما کی گواہی کے موافق عمل نکیا لیکن وہ حکم خداوندی سے مجبور تھے خداوند کریم کا حکم یہی ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ
ہونی چاہئیں حضرات شیعہ جو خدا کی اس شہادت کو کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے بیٹے ایک حضرت فاطمہ رضی ہی نہتی بلکہ آپکی کئی بیٹیاں تہیں تسلیم نہیں کرتے اور علی ہذا القیاس
حضرت علی کا اسی تعدد بنات میں ہمصفیر خداوندی ہونا جو شیعوں کے نزدیک سچا نہوا اور اُنکا کہا مقبول پڑا تو کیا بلا ہیفشں آئی یہاں تو یہ عذر بھی نتہا خدا تعالی اور حضرت

دو نو ملکر تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے زیادہ ہی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی تو قابل سند ہو اور حضرت علی اور جناب پاک کبریائی کے قابل سند نہو **اقول**
ہم تو یہ کہتے ہیں کہ گواہ طلب کرنے ہی نچاہیئں تھے کہ یہ موقع گواہوں کی طلب کرنیکا تھا چنانچہ ہم لکھ چکے اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی کی اور ام ایمن کی گواہی قبول کی اسواسطے
کہتے ہیں کہ جابر کا تو تنہا کا قول قبول کر لیا اور حضرت فاطمہ کا قول مع حضرت علی اور ام ایمن کے بھی قبول نکیا اور انکی گواہوں کو بھی رد کیا اگر نصاب شہادت سے کم تھی تو کیا تھا دعوی تو ابوبکر
ہی پر تھا کسی اور پر تھا اگر قبول کر لیتے تو کچھ قباحت نتھی لیکن انکو تو دینا منظور ہی نتھا اور گواہوں کا ایک بہانہ تھا اے مجبوری کسی طرح سے نتھی اور خدا تعالی کی شہادت اس امر پر
ہر گز نہیں ہے کہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے کئی بیٹیاں تھیں اور نہ حضرت علی کا قول اسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور بنات کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے اسواسطے آیا ہے کہ
عرب کی بیٹیوں کو اور متبنی کو بھی اپنی بیٹا بیٹی کہتے ہیں اور زید رسولخدا صلعم کی بیٹی نتھی بلکہ متبنی تھی اور جسوقت حضرت نے انکی زوجہ زینب سے نکاح کیا تو عرب کے لوگوں نے
طعن کیا کہ اپنی بیٹی کی زوجہ سے نکاح کر لیا اور قرآن سے یہ قصہ ثابت ہے اور حضرت اسمعیل کو حضرت یعقوب کا باپ کہا اور وہ چچا تھے انکے چنانچہ فرمایا کہ وَاِلٰہَ اٰبَائِکَ اِبْرٰہِیْمَ وَ
اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ چچا کو خدا تعالی باپ بولا ایسے ہی متبنی اور زوجہ کی اولاد اپنی اولاد کہلاتی ہے اسواسطے خدا تعالی نے بنات فرمایا اور کبھی توسع کے واسطے ایک شخص کے واسطے جمع کا بھی
لفظ لاتے ہیں جیسا کہ آیت مباہلہ میں نساءنا و نساءکم میں مراد نساء کے لفظ سے کہ جمع کا لفظ ہے حضرت فاطمہ تنہا مراد ہیں ایسے ہی بنات میں حضرت فاطمہ کے واسطے جمع کا لفظ فرمایا ہو اور
پہلے اس سے ہم مفصل لکھ چکے ہیں پس شہادت خدا تعالی کی اور حضرت علی کا قول اس امر پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ سوا حضرت فاطمہ کے اور بھی کوئی دختر جناب رسولخدا کی نطفہ سے تھی اور
پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے بعضی روایت میں ہے کہ حضرت کے نطفہ سے رقیہ و ام کلثوم بھی تھیں اور بعضی میں ہے کہ حضرت کے نطفہ کی نتھیں اور ترجیح اس روایت کو بھی نہ
ہے اور ہمنے اس روایت کو کہ وہ حضرت کے نطفہ سے تھیں تسلیم کیا اب تو اپنی بات کو تسلیم کرا اور کہہ کہ ابوبکر نے گواہی حضرت علی اور ام ایمن کی جو رد کی تو نہایت بیجا اور بے انصافی
کی **قال الشیخ الاشعری** اور اگر مولوی صاحب کی خاطر سے اس کو فان ہی کو تسلیم کریں کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین چاروں نے گواہی دی تھی تب نظر
اسکی کہ اب بھی مقدار مقررہ شہادت کو یہ شہادت نہیں پہنچی اور شیعوں کو جائے دم زدن نہیں شیعہ اسکا کیا جواب دینگے کہ مدایح صحابہ کلام اللہ سے تو مشحون تھا ہی اقوال عترت
طاہرہ اور ملفوظات ائمہ اطہار بھی انکی صفت و ثنا سے مملو ہیں اور اماموں سے ایک آدھ نہیں بلکہ تین چار قول تو احقر نے بھی اس رسالہ میں نقل کئے ہیں پھر باوجود یکہ گواہی میں
عدد ائمہ اطہار ہی دو سے بڑھ گیا خدا تو در کنار اعتبار نہیں کرتے اور رد شہادت اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں وائی بر دینداری شیعہ کہ صحابہ کی عداوت میں نہ خدا کا اعتبار کیا
نہ ائمہ اطہار کا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا خیال کیا نہ بزرگواران مذکور کے افعال حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر دھیان پہ الٹے چور کوتوال کو پکڑیں اور الٹی نکٹی ناک
والوں کو ہنسے مولوی عمار علی اور انکے ہم مذہب ابوبکر صدیق پر طعن کریں جنکی بزرگی کا خدا ہی گواہ ہو اور ائمہ اطہار اقرار کریں کفر اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں اور دشمنی اہل بیت
یہ نہیں تو اور کیا شے ہے تفصیل ان امور کی اور سندیں ان روایات کی سب اس رسالہ میں مندرج ہو چکی ہیں اسلئے انکی تکریر میں تقصیر کی ناظرین رسالہ ہذا بدماغی نظر نفرمائیں
بلکہ پلٹ کر دیکھ لیں **اقول** مدائح صحابہ سے البتہ قرآن مشحون ہے لیکن ثلثہ کی کوئی مدح قرآن میں نہیں ہے وہ اس مدح سے خارج ہو گئے ظلم کرنیکے سبب سے جیسے کہ قرآن میں
کل مومنین کی مدح ہے اور وعدہ مغفرت انکے واسطے ہے اور بعضے بعد جناب رسولخدا صلعم کے باوجود اس مدح کے مرتد ہو گئے چنانچہ دلالت کرتے ہیں اس پر روایات کتب
اہل سنت ایسے ہی حال خلفاء ثلثہ کا ہے اور اس مدح مجمل سے جو کہ قرآن میں ہے کچھ فائدہ نہیں ہے جبتک کہ تا دم واپسیں ایمان پر قایم نرہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ
قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور معلوم نہیں وہ اقوال عترت اور ملفوظات ائمہ اطہار کونسے ہیں اگر راست گو تھا تو وہ اقوال انکے تو نے کیوں نہیں لکھے اور تین چار قول جو تو نے
پہلے اس سے لکھے ہیں وہ کسی کام کے نہیں ہیں اور ہمنے انکو رد کر دیا ہے اور اعتبار ہم کیونکر کریں تو تو جو کچھ کہتا ہے وہ سب غلط ہے اور رد شہادت تو اسوقت ہوتی کہ شہادت دعوے
میں آئی ہوتی اور ہم اسکو نمانتے پس قول تیرا کہ وائی بر دینداری شیعہ الخ سب غلط ہو گیا اور مولوی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ وائی بر دینداری اہل سنت الخ اسکی نقل ضرور
ہو سکتا اور خدا کے فرمانے پر اور رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ائمہ اطہار کے ارشاد پر ہمارا ایمان ہے اور نہایت معتبر جانتے ہیں لیکن تو جو ایک جھوٹ بات لکھے اسکو ہم کیونکر
معتبر جانیں اور یہ بات تجھ پر ہی صادق آتی ہے کہ ثلثہ کی دوستی میں نہ خدا کا اعتبار اور نہ رسولخدا صلعم کا اور نہ ائمہ اطہار کے فرمانیکا خیال اور نہ بزرگواران مذکور کے افعال
حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر دھیان اور سر لگاتے ہو ہمارے جیسا کہ الٹا چور کوتوال کو پکڑے اور الٹی نکٹے ناک والوں کو ہنسیں اور مولوی عمار علی صاحب اور انکے ہم مذہب ابوبکر
پر کسواسطے طعن نہ کریں کہ جو حق علی کا اور فاطمہ زہرا جگر گوشہ رسولخدا کا غصب کرے جسکی مذمت کا کلام اللہ گواہ ہو اور ائمہ اطہار اقرار کریں کفر اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں
اور دشمنی اہل بیت یہ نہیں تو اور کیا شے ہے تفصیل ان امور کی اور سندیں غصب کے حق فاطمہ زہرا کے سب اس رسالہ میں مندرج ہو چکی ہیں اسواسطے انکی تکریر میں
تقصیر کے ناظرین رسالہ ہذا بدماغی نظر نفرمائیں بلکہ پلٹکر دیکھ لیں **قال الشیخ الاشعری** کیا ستم ہے کہ ایک روایت موضوع بے سند میں جسکا اعتبار کسی طرح نہیں ہو سکتا

اور نہ اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں اُسکا نشان ہی یہ دیکھ لیا ہی کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کیے اور اُنکی بات بے گواہوں نمانے اور پھر گواہوں پر
بھی دعوی کو انکے مسترد کیا تو ان سب اخوان الشیاطین کا وظیفہ ہی یہ ہوگیا کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت ام ایمن کو جھوٹا جانا حالانکہ
اوس روایت تکذیب اور سوءظن کی بو تک نہیں آتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہی کہ بسبب پابندی قانون خداوندی حکم موافق مرضی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نہ دیسکے اور
اپنی آیات قرآنی اور شہادت ائمہ ربانی کو جو بطریق متواترہ باسانیدہ معتبرہ ثابت ہوتی ہیں و کسیطرح لایق اعراض و انکار نہیں بہرحال قابل اعتبار ہیں بفہم
کئے بیٹھے ہیں تو زبان تک نہیں لاتے حالانکہ اعتبار احادیث و آثار کے لیئے باتفاق ایک زن بھی کفایت کرتی ہی نصاب شہادت کی حاجت نہیں چہ جائیکہ
تواتر و تکاثر **اقول** پہلے لعنت اللہ علی الکاذبین کھلے اور بعد اُسکے اس روایت کا موضوع اور بے سند ہونا زبان سے نکال کیسا بیہودہ ہی کہ یہ ایک مطلب کو دس دس
بارہ بارہ دفعہ لکھتا ہی اور رسالہ کو بیفائدہ بڑھائے چلا جاتا ہی تاکہ لوگ جانیں کہ اسنے بہت کچھ لکھا ہی اور اس طوالت پر اسکو کچھ فائدہ نہوا کہ جو کچھ اُسنے بکا تھا سب رد ہوگیا
اور جو روایت کہ بیسیوں کتابوں میں اہل سنت کی ہی اُسکو بے سند کہتا ہی ایسا ہی دروغگوئی محو گا سارا مدار اسکا دروغ پر ہے یہیں سے اسکی سب باتوں کو قیاس کرنا چاہیئے
اور اخوان الشیاطین تم تم ہو کہ اپنی کتابوں میں تمنے یہ لکھا ہی اور ہم تو تمہاری علما کے لکھنے سے کہتے ہیں کہ جابر کا تو صدق ثابت کرکے اُسکے قول کو بے گواہ ہونکے تسلیم کرلیا اور انکا
قول تسلیم نرکہا اور انکے ہی واسطے پابندی ہوئی قانون خداوندی کی اور آیات قرآنی کے اور ائمہ ربانی کی کوئی شہادت نہیں پائی جاتی تو غلط کہتا ہی اور اگر تیری کتابوں میں
جو کچھ لکھا ہی تو اُسکا کیا اعتبار ہی اور نہ تیرا تو اتنا اعتبار کہ تیرے قابل ہی **قال الشیخ الاشعری** چونکہ یہ قضیہ بہت دور جا پڑا اور جسقدر لکھا گیا گو قلیل لیکن اہل فہم کو کثیر ہے
اس لیئے عرض رسا ہوں کہ اگر بالفرض بالفرض محال روایت ہبہ اور قضیہ طلب گواہان صحیح بھی ہو تب دامن حال صدیق اکبر لوث خطا اور آلودگی جفا سے صاف و مصفی ہی معہذا
روایت منہج الکرامت ابن مطہر حلی سے یہ بات تو صاف ہی معلوم ہوگئی کہ گناہ حق تلفی فدک تو حضرت ابوبکر صدیق اپنے سر نہیں لیگئے باقی رہا اُن سے گواہوں کا مانگنا اور حضرت جابر سے
گواہونکا نہ مانگنا تو اول تو وجوہ متعدد اسکی مرقوم ہو چکی اہل فہم سمجھتے ہیں کہ وہ وجوہ کیسے برجستہ اور ایک سے ایک چڑھتے ہوئے ہیں **اقول** ایک امر کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ بیان کرتا
ہوا چلا گیا ہے اور مفید مطلب ایک بات بھی نہیں لکھی اہل فہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ لکھا ہی لغو لکھا ہی اور روایت ہبہ کو محال لکھتا ہی جو اسکی بہت کتابوں میں لکھی ہوئی ہی یہ ایسا ہی جیسے کہ
کسی ڈوم کے تیر لگا تھا اُسنے کہا کہ خدا کرے کہ نہ لگا ہو بھلا جو چیز کہ کتابوں میں لکھی گئی ہی اُسکا وقوع محال کیونکر ہوگا اور ابوبکر کا دامن حال لوث خطا اور آلودگی جفا سے
ہرگز صاف نہوگا اسواسطے کہ فدک کا غصب کرنا ثابت ہوگیا ہے اور روایت منہج الکرامت سے گناہ حق تلفی ابوبکر سے دفع نہیں ہوا بلکہ اُس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ گناہ حق تلفی
میں ابوبکر اور عمر دونوں شریک ہیں اور حضرت فاطمہ سے گواہونکی طلب کرنیکی اور حضرت جابر سے طلب نکرنیکی وجوہ جو لکھی ہیں ہم اُنکو باطل کر آئے ہیں اور وہ وجوہ کسی کام کی نہیں
ہیں برجستہ ہونا تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں ابوبکر صدیق کچھ معصوم نتھے امام مجتہد تھے اور مجتہد سے اہل سنت کے نزدیک خطا بھی ہوجاتی ہی بلکہ مجتہد تو مجتہد
انبیا سے اجتہاد میں خطا ہوجاتی ہی اور یہ بات تو شیعوں کو بھی چار و ناچار ماننی پڑیگی کیونکہ سورہ انبیا میں لوط و نوح اذ نادی من قبل کی شروع ہی میں ایک کھیتی کے
تنازع کا جو مقدمہ حضرت داؤد کے دربار میں پیش ہوا تھا مذکور ہی سو اس قصہ میں جو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی رائے مختلف ہوئی اور خدا نے حضرت سلیمان کے
رائے کو پسند کیا چنانچہ فرماتے ہیں ففہمناہا سلیمان یعنی ہمنے سمجھا دیا وہ فیصلہ سلیمان کو تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد سے جو بالاتفاق نبی ہیں اور معصوم ہیں اجتہاد میں
غلطی ہوئی سو اسیطرح حضرات شیعہ اگر ابوبکر صدیق کو بعذر غلطی اجتہاد معذور رکھیں اور یوں سمجھیں کہ ابوبکر صدیق نے یا حضرت جابر سے گواہونکی نہ طلب کرنے میں غلطی کی
یا حضرت فاطمہ سے گواہوں کے طلب کرنے میں غلطی کھائی تو کیا نقصان ہی بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ جسکے خدا اور ائمہ تعریف کریں اُسکے برا کہنے سے بچیئے **اقول** جو کچھ ابوبکر نے کیا وہ
خطائے اجتہادی ہرگز نتھی کہ مقابلہ میں کلام اللہ کے اجتہاد باطل ہی اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ کوئی زبردست سینہ زوری سے کسیکا مال دبا بیٹھے تو وہ اُسکے اجتہاد پر محمول ہو خوب اجتہاد
ہے اہل سنت کا کہ لوگوں کا مال کہا جانیکو خوب قانون ایجاد کیا ہی اور اگر اس ظلم کو اجتہاد کہتے ہیں تو شیعہ جو خلفاء ثلثہ پر تبرا کرتے ہیں یہ بھی ایک اجتہاد اُنکا ہی اسواسطے کہ خواہ مخواہ
تو اُنکو برا کہتے ہی نہیں ہیں بلکہ روایات سے ثابت کرکے کہتے ہیں انتہائی کار یہ ہے کہ ان اُس اجتہاد میں خطا ہوگی تو بھی مستحق ایک اجر کے تو ہونگے پھر تم اُنکو برائیوں کہتے ہو اور
طرفہ ماجرا یہ ہی کہ ثلثہ سے جو خطائیں سرزد ہوئی ہیں تو اسواسطے انبیا کو بھی خطا کار مقرر کر دیا ہی یہ کہنیکو کہ اُنسے کیا خطا ہوئی ہی دیکھو انبیا سے بھی خطائیں ہوئی ہیں اور ثلثہ کے عیوب
کو تو ایسا چھپاتے ہیں جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہی اور جو کسی پیغمبر سے ترک اولی وقوع میں آیا ہے اُسکو بکمال بشاشت ظاہر کرتے ہیں یہانتک کہ ایک کتاب لکھی ہی اور نام اُسکا
تخطیۃ الانبیاء رکھا ہی اور تخطیۃ الخلفاء کوئی کتاب نہ لکھی جیسے کہ شیعہ ثلثہ کی خطائیں نکالتے ہیں ایسی ہی یہ انبیاء کی خطائیں نکالتے ہیں اور جیسے کہ یہ ثلثہ کی خطاؤں کا
جواب دیتے ہیں ایسے ہی شیعہ انبیاء کی خطاؤنکا جو کہ یہ نکالتے ہیں جواب دیتے ہیں اور بھلا انبیاء کو اجتہاد کی کیا احتیاج تھی جس وقت کہ خدا تعالی وحی کا نازل کرنیوالا موجود ہو

اجتہاد تو وہ کرے کہ جو حکم دینی میں مجاز ہو خدا کی طرف سے اپنی رائے سے حکم دینی کا اور رائے سے حکم دینے کا کہیں حکم ہی نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اور اگر انبیاء کو حکم اجتہاد کا ہوتا تو جناب رسول خدا صلعم وحی کی منتظر کاہیکو رہتے دیکھو تفسیروں میں جو دیکھا کہ اگر کسی نے کچھ حضرت سے پوچھا ہے تو حضرت نے اگر اسکا حکم معلوم نہیں ہوا ہے تو کچھ جواب نہیں دیا ہے بلکہ منتظر وحی کے رہے ہیں جب وحی نازل ہوئی ہے تو جواب دیا ہے اور اگر اجتہاد کی اجازت ہوتی تو اپنی رای اور قیاس سے کہدیتے اور اگر انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہوتی تو انکے قول کا کیا اعتبار ہوتا اور انکی بات کی ساری پت جاتی رہتی اور جسوقت کہ انکو وحی سے یقینی امر کا حاصل ہونا ممکن ہو تو وہ اجتہاد کے ظنی بات پر کیوں عمل کرینگے کسیکی عقل میں ہی آتا ہے یقینی کو چھوڑ کر ظنی کی طرف جانا اور تماشا یہ ہے کہ انبیاء کے اجتہاد میں صواب ہی نہیں بلکہ خطا ہی ہوتی ہے چنانچہ کہتا ہے کہ مجتہد تو مجتہد انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہو جاتی ہے اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علی نبینا و علیہما السلام کا جو قصہ ہے اُس میں حضرت داؤد نے ہرگز اجتہاد نہیں کیا اور نہ اُسمیں اُنسے خطا سرزد ہوئی ہے بلکہ حضرت داؤد نے جو حکم دیا تہا وہ بہی موافق وحی کے تھا کہ انبیاء سابقین کا وہ حکم تھا اور اسیطرح پہلے سے چلا آتا تھا حضرت داؤد نے اپنی رائے سے اجتہاد کرکے نہیں کہا اور حضرت سلیمان کو خدا تعالیٰ نے اسطرح سے تفہیم کیا تہا جس طرح سے کہ اُنہوں نے حکم دیا یہ حکم حضرت سلیمان کا ناسخ ہوگا حضرت داؤد کے حکم کا اور حضرت داؤد کا حکم منسوخ ہوگا اور اکثر ایسا ہوتا رہا ہے اور بعد اُسکے جو قرآن میں ہے وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا اُس سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے حکم۔ موافق وحی کے تہے اور یہ قصہ ایک شخص کا ہے کہ اُسکی زراعت کو کسی شخص کے گوسپندیں کہا گئی تہیں اور وہ اپنا قصہ واسطے فیصلہ کے حضرت داؤد کے پاس لیگئی تہی اور تفسیروں میں مفصل اسکا ذکر ہے اور فہمنا کا یہ مطلب کیونکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے سلیمان کی رای کو پسند کیا معلوم نہیں کہاں سے گھڑتا ہے اسکا مطلب تو یہ ہے کہ ہمنے تعلیم کیا اور سمجہا دیا وہ حکم سلیمان کو جو حکم کہ اُسنے دیا تہا اور دیکھو طرفہ بات یہ ہے کہ کہتا ہے کہ داؤد نبی اور معصوم ہیں اُنسے غلطی ہوئی بہلا یہ ہو سکتا ہے اجتماع ضدین کہ معصوم ہو کر غلطی کرے یہ غلطی حضرت داؤد کی ابوبکر کی خاطر سے نکالی ہے اس لئے کہ گو پیغمبر پر حرف آئے لیکن ابوبکر پر کوئی حرف نہ آئے اور ابوبکر کیونکر معذور ہو سکتے ہیں کہ یہ غلطی اُن سے عمداً سرزد ہوئی ہے کہ اگر اہل بیت کے پاس فدک رہیگا تو انکو ایک قوت ہم پہنچی گی انکا دست نگر ہی رہنا اچھا ہے اور فدک کے ضبط کرنیکو ایک بہانہ گواہوں کا تہا اور نہ گواہوں کی طلب کرنیکی کچھ احتیاج ہی نہ تہی جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں اور جابر سے گواہ طلب نکرنے میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ جابر سے تو گواہ اس سبب سے طلب نہ کئے کہ وہ صحابی پیغمبر کا تہا جہوٹ نہیں بول سکتا تہا اور فاطمہ زہرا کیا جہوٹی تہیں اور جابر کی برابر بہی وہ صدق میں نہ تہیں کہ اُن سے گواہ طلب کئے اور خدا اور ائمہ نے اُنکی تعریف ہرگز نہیں کی ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر یوں ہی ناک سیدھی نہیں ہوتی تو نہ سہی حضرت ابوبکر صدیق سے نعوذ باللہ اول مرتبہ میں نیت بد ہی تہی اور اس سبب سے ٹالتے تہے کہیں گواہ طلب کئے کہیں جہوٹی روایت خدا کہنے والوں کو پکڑ کے بنالی تہی لیکن روایت منہج الکرامت ابن مطہر حلی اثبات پر شاہد ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وعظ اور پند سے اُنہوں نے فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اس گناہ سے توبہ کی کیونکہ وعظ سبب جبکہ کوئی کسی گناہ سے باز آئے تو وہ توبہ ہی ہوتی ہے توبہ کے اور کچھ سرسینگ نہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ یعنی توبہ کرنیوالا ایسا ہی ہے جیسے گناہ کا نکرنیوالا یعنے جیسے وہ عذاب خداوندی سے ناجی ہے ایسے ہی یہ بہی ناجی ہے معہذا اگر توبہ نکرتے جب کچھ اندیشہ تہا کیونکہ بشہادت آیات مذکورۃ الصدر اُنکے ساتھ خداوند صادق القول نے وعدہ مغفرت گناہان کر لیا ہے سو سنیوں کو یہاں تک کچھ نہیں کیونکہ اُنکی اصطلاح کے موافق ابوبکر صدیق ولی ہیں نبی نہیں جو معصوم ہونا ضروری ہو

اقول ابوبکر کی نیت ہمیشہ بد ہی ہے کبہی درست ہی نہوتی اور منہج الکرامت میں لکہا ہے کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے واسطے فدک کا کاغذ لکہا اور عمر نے ابوبکر کے ہاتھ میں سے وہ کاغذ لیکر پہاڑ ڈالا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں اور ابوبکر نے سامنے عمر کے دم نمارا اور اُس پہاڑ ڈالنے کو تسلیم کیا اور عمر کی رائے کو پسند کرکے پہر کاغذ نہ لکہا اور توبہ اپنی توڑ ڈالی اور اُس سے پہلے ہی سختی اور بے انصافی پر آگئی اور یہ عمر کے کاغذ پہاڑ ڈالنے کا ذکر اہل سنت کی کتابوں میں بہی مثل انسان العیون اور تذکرہ سبط ابن جوزی کے لکہا ہوا ہے اس سے یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ فدک مال فقرا نہ تہا اسواسطے کہ اگر مال فقرا ہوتا تو ابوبکر حضرت فاطمہ کو کاغذ لکہکر کاہیکو دیتے اور جسوقت دینا منظور ہوا تو روایت لانورث کی بنالی سو توبہ تو اپنی ابوبکر نے توڑ ڈالی عمر کے کہنے سے اور پہر کاغذ نہ لکہا اور توبہ کرنیوالوں میں محسوب نہ ہوئی اور شہادت آیات انکی واسطے کوئی نہیں ہے اور وعدہ مغفرت تو قرآن میں سب مومنین کے واسطے ہے اگر تا دم واپسیں اپنے ایمان پر قایم رہے اور حال یہ ہے کہ بعد رسولخدا صلعم کے سیکڑوں مومنین مرتد ہو گئے تہے اور اہل سنت باوجود ایسے صدور کفر خفیہ کے اگر کسیکو بے سند ولی کیا بلکہ نبی ہی بنا دیں تو اُنسے بعید نہیں ہے اسواسطے کہ معاویہ کہ جسکو جناب رسولخدا صلعم نے لعنت کی ہے اور حضرت علی کو ہمیشہ گالیاں دیتا رہا ہے خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہیں اور اُنکی اصطلاح تو یہ ہے کہ یزید بہی اُنکی نزدیک مومنین کاملین میں سے تہا جیسا کہ امام غزالی لکہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو کہ دشمنان اہلبیت ہیں وہ اُنکے نزدیک بہت اچھے ہیں **قال الشیخ الاشعری**۔ یہ مشکل تو شیعوں کو ہی ہے شیعہ اور اخوان جنہیں صحیفہ کاملہ حضرت سجاد زین العابدین دیکہا ہے یا سنا ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت سجاد جو موافق عقیدہ شیعہ معصوم ہیں اور دست برد شیطان سے مطمئن اپنے حق میں کیا فرماتے ہیں کہ قَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عِنَانِي فِي سُوءِ الظَّنِّ وَضَعْفِ الْيَقِينِ وَإِنِّي أَشْكُو سُوءَ مُجَاوَرَتِهِ لِي وَطَاعَةَ نَفْسِي یعنی شیطان نے

میری باگ پکڑلی ہی بدگمانی اور ضعف الیقین میں اور مجھے شکایت ہے اُسکے بُرے پڑوس اور اپنے نفس کے مطیع شیطان ہوجانیکی فقط اب التماس یہ ہے کہ امام بات جھوٹی تو ہو ہی نہیں سکتی خاص کر شیعوں کے نزدیک نہیں تو کافر ہوجائیں پھر جو شیطان کے حضرت امام زین العباد پر یہہ چیرہ دستی ہی تو اسکا کیا جواب اُنکے لئے تو کلام اللہ میں کوئی ایسا وعدہ بھی نہیں جسکو سنکر اُنکے جنتی ہونیکا یقین ہوجائے اور کسی طرح کا احتمال باقی نرہے گو شیعہ بجای خود اُنکو معصوم و مغفور اور ہم محفوظ و مغفور سمجھتے ہیں معہذا سوء ظن اور ضعف الیقین اور طاعت نفس ایسے الفاظ ہیں کہ خطائی الاجتہاد پر بھی منطبق نہیں ہوسکتے علے ہذالقیاس نہج البلاغت میں جو مجموعہ خطب حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہے اُس میں ایسے ایسے مضامین مندرج ہیں اور اسسے بڑھ کر یہ ہی کہ کلام اللہ میں بہت سے انبیاء کی نسبت تذکرہ خطا ہے حضرت آدمؑ اور حضرت یونسؑ کا قصہ مشہور و معروف ہے سوان سبکے مقابلہ میں حضرت ابوبکر صدیق سے ارادہ غصب بہت ہی تھوڑا ہے کیونکہ وہ معصوم نتھے اسے پروردگار بے نیاز اس سراپا نیاز اور اخلاص کی جان لے تو آگاہ ہی کسقدر میرے دل میں بہ نسبت حضرت زین العباد و دیگر ائمہ اطہار و انبیاء کبار اخلاص و اعتقاد اور محبت و نیاز ہے یہ جو کچھ لکھا جاتا ہی باین نظر نقل کفر کفر نباشد حضرات شیعہ کی کفریات کے مقابلہ میں لکھا جاتا ہی **اقول** کلام امام زین العابدین کا از راہ کسر نفس اور عجز اور تواضع کی ہی کمال خشوع اور خضوع کے ساتھ کہ جسقدر احسانات اُسکے ہیں اُنکی شکر کی استطاعت میں نہیں رکھتا ہوں اور گناہوں کو وسوسہ شیطان کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں اسواسطے امام نے ایسا فرمایا اور اس عجز اور انکساری کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسا وقوع میں آیا ہو اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں اگر وقوع میں نہیں آیا تو کیا جھوٹ کہا ہی اسواسطے کہ آدمی گناہ نہیں کرتا ہی اور پھر درگاہ خدا میں ظاہر کرتا ہی کہ میں بڑا گنہگار ہوں جیسا کہ طریقہ انبیاء اور مقربان درگاہ خدا کا ہی اور خدا کی درگاہ میں تعلی اور گستاخی کا کلام نہیں کرتے ہیں جیسے کہ عثمان ہارونی نے کہا کہ فلانے کو بیٹا دیدی نہیں تو سونا مارونگا یا خدا سے روٹھ کر اور ڈاڑھی منڈا کر بت خانہ میں جا بیٹھے جیسا کہ اہل سنت کی اولیاء کا طریقہ ہی اور یا کہتا کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی میں خدا ہوں پاکی سے یاد کرو مجھکو کہ کیا بڑی ہی شان میری جیسا کہ بایزید بسطامی نے کہا تھا اور درگاہ خدا میں تو کلمات عجز چاہئیں اور اقرار گناہ ہوگا گو گناہ وقوع میں آئی ہوں ایسے کلمات پر اعتراض نہیں بلکہ یہ کلمات قابل مدح کے ہیں جناب رسول خدا صلعم گناہوں سے اپنے استغفار کیا کرتے تھے اور حال یہ ہے کہ وہ معصوم تھے اول عمر سے آخر تک پھر یہہ ہوسکتا ہی کہ کوئی کہے کہ وہ حضرت تو جھوٹ بول سکتے ہی نتھے گناہ کیا کرتے ہونگے جو استغفار کرتے ہیں مسلمان تو کوئی کہنے کا نہیں سوائے ابتر کے کہ تو سب انبیاء کو خاطی لکھتا ہی ابوبکر کی رعایت سے اور حضرت سجاد سے بھی یہ کلمات مقام مناجات میں سرزد ہوئی ہیں اپنی قصور شکر اور عبادت میں اور سب جانتے ہیں کہ وہ بڑے عابد تھے اور اسیواسطے اُنکا لقب سجاد اور عابد اور زین العابدین ہوگیا ہی اور جو ازراہ عاجزی کے اُنہوں نے اپنی پروردگار کے سامنے عرض کی تو اسکو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہہ جھوٹ تو کہتے ہی ہونگے حضرت عمر کہتے تھے کہ واللہ انا من المنافقین چنانچہ بخاری میں لکھا ہی سو چاہئے کہ منافق ہونا اُنکا واقع ہوجائے اور یہ کلمہ لوگوں کے سامنے کہتے نہ خدا کے سامنے اور قسم کہا کہتے کہ قسم ہے خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور یہ عاجزی اور کسر نفس کی جہت سے بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ انکساری کی جہت سے اپنے تئیں گنہگار اور خطاکار کہتے ہیں اور کافر اور منافق اپنے تئیں کوئی نہیں کہتا ہی اور حضرت سجاد نے کسر نفسی سے ایسا کہا تھا لیکن حضرت سجاد نے کسیکا حق غصب نہیں کیا تھا اور ایسے ہی اور انبیاء علیہم السلام کی زلات جو قرآن میں مرقوم ہیں ویسے نہیں ہیں کہ اُنہوں نے کسی کی حق تلفی کی ہو اور وہ تو معصوم تھے سب کے نزدیک اور ایسے ہی حضرت علی اور حضرت سجاد ہمارے نزدیک معصوم ہیں اُنکے قول میں اور فعل میں تاویل کی جائیگی اور ابوبکر کسیکی نزدیک معصوم نتھے کہ اُنکے قول و فعل میں تاویل ہو چنانچہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہی کہ غیر معصوم کے باب میں تاویل نہیں ہوسکتی اور غصب فدک بہت بڑا سخت گناہ ہی کہ حق الناس ہے اسکی خطا کو انبیاء کی خطاؤں سے کیا نسبت کہ وہ ایسی نہیں ہیں اور پھر اُنمیں گنجایش تاویل کی ہی اور ابوبکر کی خطا میں گنجایش تاویل کی نہیں ہے اور ابوبکر کے واسطے جنتی ہونیکا یقینی وعدہ کونسا ہی کیا ابوبکر کا نام لکھا ہی قرآن میں اور قرآن میں وعدہ یقینی ہوتا تو دشمن اُنکی قطعی جنتی ہونیکی روایت کی وضع کرنیکی حاجت کیوں ہوتی قرآن سے تو جنتی ہونا اُنکا ثابت ہی تھا اور اگر سب صحابہ سے بالاجمال وعدہ جنتی ہونیکا کیا ہی تو مطلق مومنین سبھی وعدہ ہی قیامت تلک جو کہ ایمان لائے اور حضرت سجاد مومنین میں افضل ہی تھے اور بعد اسکے جو کچھ عذر لکھا ہے اپنی برادرت کے واسطے یہ نہایت پوچ اور بیجا ہی قطع نظر حضرت امیر اور حضرت سجاد کے کہ انبیاء کو تو یہ لوگ کبھی معصوم ہی کہنے لگتے ہیں لیکن ابوبکر کی رعایت کے واسطے اُنکو بھی نچھوڑا آخر کار اُنکو خطاکار ٹھہرایا اور مشہور و معروف کا حوالہ دیا اور حال یہ ہی کہ ہم اس میں اُنکے شریک نہیں ہیں اور جو امر کہ اُنسے صادر ہوا ہے ہم اُسکو خطا نہیں کہتے ہیں اور یہ ابوبکر کی خاطر سے انبیاء کو خاطی ٹھہراتے ہیں نعوذ باللہ ایسے مذہب سے جو خطاکرنیوالوں کی خاطر سے معصوموں اور بے خطاؤں کو خطاکار ٹھہرائیں اور کفریات کی باتیں بیان کرکے آتش جہنم کو اپنے واسطے مہیا کریں **قال الشیخ الاشعری** - اب آگے سنئے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں مولوی صاحب لکھتے ہیں اور اب وہ سننا چاہئیے کہ جب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے جانا کہ ابوبکر نے مجھے ہبہ فدک میں جھوٹا سمجھا تو اس معصومہ نے دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر سے کہا کہ میں پیغمبر صلعم کی بیٹی ہوں مجھو اُن حضرت کا مال ارث میں پہنچتا ہی اور فدک میرے باپ کا

مال ہی مجھے دیدی اُسوقت ابوبکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کی خلاف بنا کر کہا کہ میں نے پیغمبر خدا صلعم سے سنا ہے وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیا کا مال سب صدقہ ہے کسیکو انکے وارثوں میں سے نہیں پہنچتا
اول تو یہ روایت خلاف قرآن کے دوسرے یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وارثوں میں بیٹی سے نہ اپنی بیبیوں میں کسی سے نہ کہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہنچتا تم دعوی نکرنا اور حکم
خدا کا جو اُنکے واسطے تھا اُسکو چھپا رکھا اور ایک شخص اجنبی سے کہ اُسکو کسیطرحکا دخل پیغمبر خدا صلعم کی وراثت میں نہتا اُسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے نکہا انتہی بلفظہ **اقول** جو کچھ
مولویصاحب نے وراثت کے باب میں لکھا ہے نہایت متین ہے جیسے دعوی فدک کا مضمون نہایت شائستہ اور استوار تھا اور دعوی ہبہ میں اس شیخ نجدی نے بہت ہاتھ اور پاؤں مارے لیکن جو امر معقول اس سے نہو سکا اور جو کچھ اس
نے لکھا تھا ہمنے وہ سب ذکر دیا اور وراثت کے باب میں جو کچھ اسنے لکھا ہے اُسکو بھی انشاء اللہ تعالی رد کئے دیتا ہوں اور اسکی زبان درازیوں اور بیہودہ گوئیوں کو خاک میں ملا دیتا ہوں منتظر رہنا چاہئے
قال الشیخ الاشعری مولویصاحب تو فرما چکے اب ہماری بھی سنیے قدما فریب بازان شیعہ بوجہ دراثت فدک کے سابق میں ابوبکر صدیق پر طعن کیا کرتے تھے جب اہل سنت سے جوابات معقول
اس اعتراض کے انکا معقول نے سنے اور مجال دم زدن باقی نرہی تو انکے لواحق نے روایات ہبہ تراش کر برنگ دیگر طعن شروع کیا اور اس دعوی کے ثبوت تک پہنچانیکے بہت حیلے
کئے یہانتک کہ کتب غیر مشہورہ اہل سنت میں بھی الحاق کیا اور سُنی بنکر طالب علمان اہل سنت کو دھوکا دیا اور اس روایت کو روایت کیا لیکن یہ فریب بھی چلا اور بسبب وضوح کذب آیت
مذکورہ اور گھٹجانے حال راویان روایات و غیر معتبرہ اور غیر مشہورہ ہونے اُن کتب کے جنمیں یہ روایت پائی جاتی ہے اول تو یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگئی دویم خدا ساز دروغ واضعان
روایت کا م آیا اور بمقتضائے مثل مشہور دروغ گو را حافظہ نباشد روایت تو بنائی پر بنائی نہ آئی یہ بھول گئے کہ ہبہ بے قبض موہوب مفید ملک نہیں اور نیز ایک مرد اور ایک عورت اور ایک عورت یا دو لڑکوں
سے مدعی ثابت نہیں ہو سکتا بہر حال انہوں نے اپنی طرف سے کمی نہیں کی لیکن قربان جائیے خداوند عظیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر شناسی اور طرفداری کے کہ ابوبکر صدیق کی طعن سے بری
کرنیکی پہلی ہی وہ تدبیریں کری جسکے سبب شیعوں کو طعن کرنے بجز غوغا اسکا نہ اور شور غوغا اور کچھ حاصل نہو خداوند کریم نے تو گواہی کی اعتبار کیلئے دو مرد واسطے ایام مرد اور دو عورتوں کے
قید لگادی اور جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات نے تا دم آخر اپنا تصرف رکھا اسلئے ناچار ہو کر شیعیان خراطینت کو مکر اپنی عاقبت کی خرابی کرنیکا فکر ہوا
وصیت کی روایت تراشی مگر پھر وہی بات ہے کہ جھوٹی بات پاؤں نہیں چلتی یہ نسمجھے کہ وصیت تو اُس مال میں جاری ہو سکتی ہے جسمیں میراث جاری ہو جب میراث جاری ہی نہیں تو وصیت کے
کیا معنی **اقول** جو کچھ پہلے لکھ چکا ہے یہ شیخ اور ہم اسکو رد کر چکے ہیں پھر اُسی کا ذکر کرتا ہے اور اپنی تقویم پارینہ کو بار بار پیش کرتا ہے اسکے فریب اور مکاری کو دیکھنا چاہئے کہتا ہے کہ بوجہ وراثت
فدک شیعہ طعن کیا کرتے تھے اور اسکا جواب پایا تو روایات ہبہ تراشی کیسا دروغگو ہے یہ کہ کوئی بھی سکی بات دروغ سے خالی ہے اسواسطے کہ یہ طعن ہبہ فدک کا جدید نہیں ہے بلکہ دعوی ہبہ اور
دعوی میراث کے دونو اعتراض قدیم سے چلے آتے ہیں سید مرتضی علیہ الرحمۃ کہ جنکو نو سو برس کا زمانہ ہوا ور میں قاضی عبد الجبار کے کتاب شافی میں انکی موجود ہے اور ہبہ فدک کے مقدمہ میں سید علیہ الرحمۃ
نے اقوال قاضی کو رد کئے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ انکے بعد یہ اعتراض تراشا ہے اور حال یہ ہے کہ ہمیشہ سے یہ اعتراض چلے آئے ہیں اور اہل سنت سے آجتک جواب انکا نہو سکا ہے مقدمہ میں کبھی اپنی
کتابوں کی روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں وہ روایتیں داخل کر دی ہیں بھلا کسیکی عقل میں بھی آتا ہے اور ہم سب رد کر چکے ہیں اور پھر یہ کہے جاتا ہے اور
کہتا ہے کہ کتب غیر مشہورہ میں الحاق کر دیا ہے بھلا تفسیر در منثور اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور معارج النبوۃ اور کنز العمال وغیرہ جن میں روایت ہبہ کرنیکی اور دعوی ہبہ کی ہے کیا
مشہور نہیں ہیں کیسا دھوکا دیتا ہے یہ شیخ نجدی اور پھر کہتا ہے کہ شیعوں نے الحاق کر دیا ہے کہ یہ روایت ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہے اور میں اسکے جواب میں کئی مرتبہ لکھ چکا
ہوں کہ جس نے یہ روایت ان کتابوں میں داخل کی ہے اُسپر اور اُنکے اہل مذہب سب پر لعنت کرو اور جب ان کتابوں میں روایت موجود ہو تو ہرگز غیر معتبر نہیں ہو سکتی اور اگر کسی شیعہ
نے دھوکا دیکر یہ روایت سُنیوں کی کتابوں میں داخل کر دی ہو تو کوئی سنی تو کہتا کہ یہ روایت شیعوں کی داخل کی ہوئی ہے مگر کسی نے ایسا نہیں لکھا مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کو جو اسکا
جواب آیا تو نصر اللہ کابلی مفتری کی پیروی سے انہوں نے ایسا لکھا ہے اور انکی پیروی سے یہ شیخ لکھتا ہے اور ہبہ اگرچہ بے قبضہ صحیح نہیں ہے لیکن حضرت فاطمہ کا قبضہ تو فدک پر موجود تھا اور
رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ تو اُسپر نہوا ہو
اور پھر دعوی ہبہ کا ابوبکر سے کیا ہو کیا حضرت فاطمہ نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بے قبضہ صحیح نہیں ہے اور پھر بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کرتیں تم جانتے ہو کہ جیسے کہ خلفاء ثلاثہ جاہل تھے مسائل میں
ایسے ہی فاطمہ بھی ہونگی اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ہبہ کا تو گواہوں کے طلب کرنیکی اُسوقت احتیاج ہی نتھی بلکہ بمجرد دعوے کے دینا چاہئے تھا جیسا کہ ہم پہلے
اس سے لکھ چکے اور معلوم ہو تیرے نزدیک فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعوی کیا تھا کہ خدای عظیم اور رسول کریم نے قدر شناسی اور طرفداری ابوبکر کے واسطے اُسکے اوپر سے طعن کے دفع کرنیکو قید دو مرد اور یا ایک مرد
اور دو عورت کی لگادی اور حضرت نے اپنے قبضہ میں تا دم آخر رکھا اور حال یہ ہے کہ ابوبکر سے طعن دفع ہی نہیں ہو سکتا اور وہ اس غصب سے بری نہیں ہو سکتے آخرت میں بیشک اُنسے مواخذہ ہوگا
اسواسطے کہ وہ فاطمہ اور علی دونو کو صادق جانتے تھے اور حیلہ شرعی ٹھہرا کر کے گو فاطمہ زہرا کو غیر کیا لیکن جسوقت خدا کہیگا کہ دعوی فاطمہ زہرا کا تیرے اوپر تھا اور تو اُسکو راست گو بھی جانتا تھا پھر اُسکو
کیوں نہ دیا اور گواہ اُس سے کسواسطے طلب کئے کیا مدعی علیہ تیرے سوا کوئی اور شخص تھا کہ اُسکے اطمینان کے واسطے تو نے گواہ طلب کئے تو اُسوقت خلیفہ صاحب کیا جواب دینگے اور ان خرافات نجدی

دیکھنا چاہئیے کہ اپنی عاقبت کیسے خراب کرنیکے واسطے ایک اور طوفان کھڑا کیا ہے کہ وصیت کا اعتراض اپنی طرف سے ایجاد کر کے شیعوں کیطرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیعہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک کے دینے کی وصیت کی تھی لیکن ابوبکر نے فدک فاطمہ کو نہ دیا اور حال یہ ہے کہ کسی کتاب میں ہمارے یہ طعن نہیں لکھا ہے معلوم نہیں مولوی عبدالعزیز صاحب کو کون امر باعث ہوا اس طعن کے ایجاد کرنیکا اور انکی پیروی سے بے سند اور بے تحقیق یہ شیخ بھی لکھتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ وصیت تو اسی مال میں جاری ہو سکتی ہے جسمیں میراث جاری ہو باطل کرتا ہے اسکو قول صاحب صواعق محرقہ کا جواب میں اس اعتراض کے کہ علی کو خچر اور تلوار رسول خدا صلعم کی کسواسطے ابوبکر نے دیے کہ وہ تو حلال نہ تھی چنانچہ لکھتے ہیں صواعق محرقہ میں کہ وعلى الثالث انه لم يدفع ذلك لعلي ميراثا ولا صدقة لما مر بل بطريق الوصية منه اليه على ما ادعاه حاصل یہ ہے کہ اور جواب تیسرے اعتراض سے یہ ہے کہ نہیں دفع کیا واسطے علی کے یعنی نہیں دیا علی کو خچر اور تلوار ابوبکر نے باعتبار صدقہ کے اور نہ میراث کے جیسا کہ گزرا ہے بلکہ بطریق وصیت کے رسول خدا صلعم کیطرف سے طرف علی کی جیسا کہ وارد ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ جب سب طرف سے بھی قافیہ تنگ ہوا تو علماء شیعہ کو سخت دشواری پیش آئی کہ نہ طعن کئے بن پڑی اور نہ چپ رہنے سے کام چلے ہے اگر طعن کریں تو کس منہ سے کریں اور خاموش ہو بیٹھیں اور مذہب سے دست بردار ہوں تو عوام شیعہ کو کیا منہ دکھلائیں اور نذر و نیاز کس سے لیں اور اموال اموات کو کیونکر ہضم کریں تو باقیماندگان شیعہ نے اپنے متقدمین کے انہیں گوز ہائے شتر مذکورۃ الصدر کو کمی بیشی کر کے زبان پر رکھا اور پھر زبان درازیاں شروع کیں سو مولوی عمار علی صاحب نے اپنے رقیمہ کریمہ اسمی میرزا دار علی صاحب میں ایسا کیا ہے لیکن بحکم مثل مشہور عیب بیکو ہنر جانیئے انکا یہ حوصلہ نظر نہیں آتا کہ مضامین مندرجہ رقیمہ کو جو فی الجملہ بطرز جدید میں نئے آپ تراشتے ہوں یہ بات کہ کہیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے قبضہ کی تہمت لگائی کہیں حضرت علی اور حضرت ام ایمن کی گواہی کے ساتھ حسنین رضوان اللہ علیہم کی گواہی بڑھائی کہیں ہبہ اور میراث دونوں کی نسبت بترتیب کر دعوی کرنیکا دعوی کیا کہیں حضرت عمر کے کاغذ پھاڑ ڈالنے کا بزعم خود الزام دیا کسی بڑے مکار یکتائے روزگار کی چالاکی نظر آتی ہے یہ مولوی صاحب بحکم میلان طبیعت حیلہ دوست و نیز بغرض فروغ مذہب سراسر دروغ ان بہتانوں کو نقل کر کے تنہائی میں جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی سنی واقفکار کی کوئی بات نہیں سنی نہیں تو یہ سب پوچھ بھولجاتے انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بہت سی چھینا جھپٹی میں فدک میں سے کچھ تو ہاتھ آئیگا اور بہت سے جھوٹ ملکر ایک سچ کے برابر تو ہو جائینگے لیکن بفضلہ تعالی مذہب اہل سنت میں قوت اور کیوں نہ ہو سچی بات سچی ہی ہوتی ہے کہ علماء تو ایک طرف امثال احقر ہیچمدان بھی جواب دندان شکن سے شیعوں کے دانت توڑنے کو بہت ہیں چنانچہ اعتراض سابق کا جو کچھ حال کا ہے وہ تو ناظرین کو معلوم ہو چکا اسی پر اس اعتراض کو بھی قیاس کر لیجئے ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا **اقول** واضح ہو کہ ہم لکھ چکے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کیا اور دیدیا اور بعد رسول خدا صلعم کے ابوبکر نے وہ فاطمہ زہرا سے چھین لیا اور انکے قبضہ سے نکالکر اپنے قبضہ میں کر لیا اور حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ابوبکر سے کہ میرے باپ نے یہ مجھ کو دیا ہے تو مجھ سے کیوں چھینتا ہے اسوقت ابوبکر نے کہا کہ اگر تمکو تمہارے باپ نے دیا ہے تو اسکا گواہ کون ہے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن نے گواہی اسکی دی تو ابوبکر نے کہا کہ گواہ پورے نہیں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہئیے تھیں اور یہاں ایک مرد اور دو لڑکے اور ایک عورت ہے اور فدک کو ضبط کر لیا اور جب حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو اس مقدمہ میں بہت کہا تو ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو کاغذ فدک کی واگذاشت کا لکھدیا لیکن عمر نے وہ کاغذ دیکھا اور پڑھا تو اس کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور ابوبکر کو بھی رائے عمر کی پسند آئی اور حضرت فاطمہ فدک سے محروم ہو گئیں یہ سب اہلسنت کی کتابوں میں لکھا ہے جسکو یہ شیخ لکھتا ہے کہ کہیں یوں کہتے ہیں اور کہیں یوں کہتے ہیں اور شیعہ انکی کتابوں کے لکھے ہوئے کے موافق ان پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ شیعوں کے ایسے اعتراض ہیں کہ ہرگز اہل سنت سے دفع نہیں ہو سکتے اور جو کچھ جواب میں لکھتے ہیں وہ کافی نہیں ہے مولوی عبدالعزیز صاحب نے ہرچند کوشش کی جواب دینے میں اور ہاتھ پاؤں مارے اور ایسی ہی مقدموں میں ایک کتاب لکھی اور نام اسکا تحفہ رکھا لیکن شیعوں کے علماء نے اسکو بالکل رد کر دیا اور ایسے جواب دندان شکن لکھے کہ پھر اہل سنت کے علماء کو یارا اسکے جواب کا نہوا اور جب قافیہ انکا تنگ ہوا اور علماء اہل سنت کو دشواری پیش آئی کہ نہ جواب لکھے بن پڑے ہے اور نہ چپ رہنے سے کام چلے ہے اگر پھر جواب لکھیں تو کس منہ سے لکھیں کہ کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور خاموش ہو بیٹھیں اور مذہب سے دست بردار ہوں تو عوام اہل سنت کو کیا منہ دکھلائیں اور نذر و نیاز کس سے لیں اور اموال موت کو کیونکر ہضم کریں تو کٹھ ملا اور ٹلوؤں نے جو کہ نیم ملا خطرہ ایمان ہیں انہیں گوز ہائے شتر مذکورۃ الصدر کو جو کہ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھ گئے تھے کم و بیش کر کے زبان پر دھرا اور پھر زبان درازیاں شروع کیں سو اس شیخ نجدی نے بھی ایسا ہی کیا اور ان اعتراضوں کے دفع کرنیکا ارادہ کیا لیکن بحکم مثل مشہور عیب بینکو ہنر جانیئے انکا یہ حوصلہ نظر نہیں آیا کہ انکے تراشے ہوئے یہ مضامین ہوں کہدیا تو انکار کر آیا ہے روایتوں کا کہ ہماری کتابوں میں یہ روایتیں نہیں ہیں اور جب اس سے بن نہیں پڑی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں جب اس سے بھی کام نہیں چلتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری کتابیں مثل بیاضوں کے ہیں کہ انمیں سب طرح کی روایتیں ہیں یہ کسی بڑے مکار یکتائے روزگار کی چالاکی ہے یہ شیخ بحکم میلان طبیعت حیلہ دوست اور نیز بغرض فروغ مذہب سراسر دروغ اور بہتانوں کو نقل کر کے تنہائی میں اپنی جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی شیعہ واقف کی کوئی بات نہیں سنی نہیں تو یہ سب پوچھ بھولجاتے انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بہت سی چھینا جھپٹی میں کہ ابوبکر نے فدک کو فاطمہ زہرا سے چھینا ہے ابن حجر نے تا مدح ابوبکر کی فدک میں سے کچھ تو ہاتھ آئیگا اور

ہے کہ جھوٹ ملکر ایک سچ کے برابر تو ہو جائینگے لیکن بفضلہ تعالیٰ مذہب شیعہ میں تو یہ ہے اور کیوں نہو سچی بات یکی ہی ہوتی ہے کہ علماء شیعہ تو ایک طرف امثال احقر ہیچمدان بھی جواب دندان شکن سے سنیوں کے دانت توڑنے کو بہت ہیں چنانچہ اعتراض سابق کے جواب کا جو کچھ خاکا اڑا ہے وہ تو ناظرین کو معلوم ہی ہو چکا اسی پر اس اعتراض کے جواب کو بھی قیاس کرنا چاہیے ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر یہ جواب ہے اس اعتراض کا ہے اس سے اثبات نہیں جاتا تو یہی مولویصاحب یوں تقریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایک جھوٹی حدیث خلاف کلام اللہ کے بنا کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بات کو رد کر دیا مخدوم من سچا آدمی سچی بات کو مان لیا کرتا ہے اسمیں کچھہ شک نہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا اگر تمکو ہٹ دھرمی منظور ہوتی تو اس روایت کو کتابوں میں سے بھی حذف کر دیتے فقط انکار تو درکنار کوئی موضوع روایت تو تھی ہی نہیں جو بعذر عدم اعتبار پیچھا چھڑا لیتے اور اتنی بات منصفوں کے نزدیک ہمارا اس دعوی کے حقیقت ہونیکو روایت مذکورہ حسب ہے کفایت کرتی ہے بخداہ مداکیم ہمکو مولوی عمار علی صاحب کے ہمرنگ نکرے کہ نہج البلاغت اور کافی کلینی جیسی معتبر کتابوں میں حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم کا رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں ہونا ثابت اور متحقق ہو اور پھر انکی بیٹیاں ہونے سے انکار کر جائیں و الٹی الٹی بحثیں لائیں چنانچہ مذکور ہوگا یہ مولویصاحب کا یہ فرمانا کہ حدیث خلاف کلام اللہ بنا لی خلاف واقع ہے انصاف تو انکی بات سے سمجھ گئے ہونگے کہ شیعوں کو کلام اللہ سے کیا سروکار جس قوم میں کلام اللہ کا چرچا ہی نہو وہ کلام اللہ کو کیا سمجھیں جو یہ سمجھیں کہ فلانی بات کلام اللہ کے موافق ہے فلانی مخالف اور علم الیقین عین الیقین کے برابر نہیں ہوتا اسلئے اتنی گزارش کرنی پڑی کہ علماء شیعہ خصوصاً مولوی صاحب اپنے قصور فہم سے ناچار ہیں ورنہ کلام اللہ اور حدیث معلوم ہے لئے تحقیقات کا ہمنے اور ہم ہی عدہ کیا ہے باہم مخالف نہیں بلکہ موافق کیا متعلق ہیں **اقول** جیسے کہ تمنے پہلے اعتراض کا جواب پایا ویسے ہی اسکا جواب دوگے کہ جس سے معترض کی تسکین خاطر ہو اور مولویصاحب نے طلب میراث میں جو کچھہ لکھا ہے وہ سب واقعی اور راست ہے اور تو ہرگز سچا نہیں ہے جو روایت کہ بحجیب تمہیں کتابوں میں ہو اسکا انکار کریں یا کہیں کہ ہماری کتابوں میں روایت الحاق کر دی ہے اور اگر سچا ہوتا تو اس روایت کو راست جانتا پہلی روایت کو کہ جسکا انکار کرتے ہو کیا اپنی کتابوں میں سے اسکو حذف کر دیا ہے جو اس روایت کو حذف کرتے لکھنے والے تو لکھکر اپنے ہاتھ کاٹ گئے اور اگر دعوی میراث کی روایت موضوع نہیں تو اس دعوی کے ہٹانے کی روایت تو موضوع ہے اور ایسی روایت موضوع کے سہارے سے روایت دعوی میراث کو تم سچا کہتے ہو اور اس روایت موضوعہ کی اعانت سے اپنا پیچھا چھڑا لیا ورنہ روایت دعوی ہبہ اور روایت دعوی میراث کی صداقت میں کچھہ فرق نہیں ہے دونو امر وقوع میں آئے ہیں اور ہم خود کہتے ہیں کہ خداوند کریم ہمارے مولویصاحب کے ہمرنگ بیجا دروغگوئی نکرے اور حضرت رقیہ و ام کلثوم کے مقدمہ میں انہوں نے کچھ دروغ نہیں لکھا ہے بلکہ اس مقام کو اور دروغگو تیرے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی ہیں کہ خدا تعالیٰ تو قرآن میں لکھے کہ مشرکین نجس ہیں چنانچہ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ اور ابوحنیفہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر کے کہیں کہ مشرکین پاک ہیں اور خدا کے قول کو جھوٹا ٹھہرائیں اور تماشا یہ ہے کہ مومنین کو یہ تبلائیں کہ انکے وضو اور غسل کا بچا ہوا پانی نجس ہے اور رسول خدا صلعم تو دو نمازوں کو مغرب و عشا کو جمع کریں اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کریں اور سورہ کے پہلے بسم اللہ کہیں اور ابوحنیفہ خلاف اسکے حکم دیویں اور انکی پیروی سے سب مقلدین انکے ایسا ہی کریں یہانتک کہ امام غزالی اور صاحب تاریخ بغداد لکھتے ہیں کہ یہ شخص ابوحنیفہ بدالمرا تھا اور پھر انکی پیروی کرتے ہیں اور روایت لانورث بیشک مخالف کلام اللہ کے ہے لو شیعوں کو کلام اللہ سے کام کیوں نہیں ہے کلام اللہ انکا ایمان ہے اور اسی پر انکا عمل ہے اور تعریف کلام اللہ کی احکام پر عمل کرنیکی ہے اور واسطے ثواب کے اسکی تلاوت کرنی ہے سو شیعوں میں یہ بات موجود ہے اور اسکے لفظوں کو مثل طوطے کے یاد کرنے سے کیا فائدہ ہے اور تمام تو سنیہ نحو کلام اللہ نہیں ہے بلکہ خدا اور رسولخدا سے بھی ائمہ کلام اللہ کے معنی وہ تو تلاوت کو سمجھتے ہیں اور کسیکو نہیں سمجھتے اور شیعہ کلام اللہ کو اپنا ہادی سمجھتے ہیں اور کلام اللہ کا انکے جیب پر رہتا ہے لیکن آپ یعنی سب شیعہ کی ہوتے ہیں سنیوں میں کیا سب آدمی تلاوت ہی قرآن کیا کرتے ہیں اور شیعوں میں کلام اللہ کا چرچا ہی تو اس روایت موضوعہ لانورث کو مخالف کلام اللہ کہتے ہیں اور بیشک اس روایت کے موضوع ہونے میں کسیطرح کا تردد نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** مزید توضیح کے لئے اول سے تقریر مخالفہ ایسی طرح بیان کیجئے جس سے شیعہ او علماء شیعہ بھی ممنون احسان ہوں بعد ازاں اثبات موافقت سے انکو یہ شبہ ملے کہ سر بگریباں ہوں مخدوم من ظاہرا مولویصاحب اور وہ کہی تیروں کے بھروسے اٹھتے پھرتے ہیں جسقدر کہیں سے سن لی ہی کہدی ورنہ خیر و عافیت ہے جو یہ طرز نامعقول اختیار کیا کہ یہ باتیں انکو مفید مطلب ہیں ہیں منہ پر مہر لگا کر بیٹھ رہے انکو لازم تھا کہ اول اثبات مخالفت کرتے جب کہیں کسی سے خواستگار جواب ہوتے یہ کس نامعقول نے انکو طرز مناظرہ سکھلایا کہ دعوی بلا دلیل پیش کرتے ہیں انصاف کی رو سے تو اسکے جواب میں ہمکو فقط لا نسلم کفایت کرتا ہے یعنی اتنا بہت ہے کہ ہم یوں کہدیں کہ ہم نہیں مانتے اور اگر ہم بھی بے دلیل ایسے ہی دعوی کرنے لگیں بلکہ تمام عقائد اہل سنت کو بلا دلیل پیش کرنے لگیں تو کوئی پوچھے مولویصاحب کے پاس کیا جواب ہے معہذا ہم تو نہیں کہہ سکتے پر اگر کوئی ناصبی یا خارجی بہ نسبت ان روایات کے جو فضائل ائمہ اور استحقاق امامت وغیرہ خصوصیات میں شیعہ حضرات شیعہ اماموں سے نقل کرتے ہیں یوں کہنے لگیں کہ اپنے مطلب کے لئے اماموں نے یا شیعوں نے خلاف قرآن یہ روایتیں گھڑ لیں تو پھر بجز اسکے کہ مولویصاحب اپنی زبان کو منہ میں سمیٹ کر بیٹھ رہیں اور کیا کر سکیں گے **اقول** جو تقریر کہ تم لکھو گے مخالفت بیچ روایت موضوعہ کے قرآن سے اسمیں تمہارا کیا احسان ہے وہ تو پہلے ہی سے ہمکو معلوم ہے اور صاحب تحفہ نے شیعوں کی کتابوں ہی سے اسکو نقل کیا ہے اور موافقت اسکی قرآن سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور تم جو لکھتے ہو کیا اپنے گھر سے لکھتے ہو تم مولوی عبدالعزیز صاحب کے فضلہ خوار ہو یہی ستور ہے سنتے ہیں اور کتاب کے

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے بعد مولوی صاحب نے کسی خارجی سے کب مناظرہ کیا تھا کہ تفصیل مخالفت کو بیان کر کے بھیجتے اور نہ انکا ارادہ مناظرہ کرنیکا کسی سے تھا انکے مذہب کے آدمی تھے کہ وہ بھی خواندہ تھا مین چار باتیں جس نے پوچھی تھیں اسکی سمجھ کے موافق تھوڑا سا مجملاً لکھ بھیجا اُنکو کیا خبر تھی کہ یہ خط ایک ناصبی کے پاس پہنچیگا ورنہ مفصل در بطور مناظرہ کے لکھتے اور مولوی صاحب خواستگار آپ سے جواب کے کب ہوئے تھے جو تو لکھتا ہے جب کہیں کسی سے خواستگار جواب کے ہوتے البتہ اسمیں لکھا تھا کہ اہل سنت سے اسکی صحت کرا لو کہ یہ باتیں انکی کتابوں میں ہیں جو صحیح ہیں یا نہیں تو نے اسی پر اکتفا کیا ہوتا کہ ہماری کتابوں میں یہ باتیں نہیں ہیں اسقدر بکھیڑا کیوں کیا اور اپنی اوقات کو کیوں ضائع کیا بلکہ تو نے لا نسلم ہی کہدیا ہوتا یہاں کسکو آرزو تھی ایسے دروغگو اور بیہودہ بکنے والے سے مناظرہ کرنیکی کہ تو اپنی وہ ہجو کی کلمہ لکھتا چلا جاتا ہے اور نواصب اور خوارج کو تم کہیں بدنام کرتے ہو تم خود کیا نہیں کہتے ہو تم ہی مثل نواصب کے ہو اسقدر فرق ہے کہ وہ علانیہ بُرا کہتے ہیں اور تم انکی فضائل کی تنقیص اور تضعیف کرتے ہو اور نواصب بھی تم میں سے ہیں کوئی علیحدہ فرقہ نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن ہمارا احسان کو دیکھئے کہ اول مقدار رسائی ذہن شیعہ ہی کا بلکہ کچھ اپنے سے بھی بڑھکر تقریر مخالفت تحریر میں لائے ہوں واضح رہے کہ نہایت کوشش کر کے علماء شیعہ نے یہ بات نکالی ہے کہ حدیث ابوبکر صدیق جسکا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث ہی نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ وقف ہے باوجودیکہ اسکے راوی فقط ابوبکر صدیق ہی ہیں کلام اللہ کے مخالف ہے اور جو حدیث کلام اللہ کے مخالف ہو اگر بالفرض اُسکے راوی بہت سے بھی ہوں تب غلط ہے چہ جائیکہ ایک راوی بالخصوص اہل سنت جماعت کے نزدیک کہ انکے نزدیک کلام اللہ میزان صحت معیار صدق و کذب اخبار ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اول تو حدیث مذکور اس آیت کے مخالف ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ جس سے بالخصوص رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا نکلتا ہے کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمکو پہلے سے ہی کہدیتا ہے کہ تمہاری اولاد میں لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر ملا کرے سو رسول اللہ صلعم جیسے اور احکام صوم صلوۃ حج زکوۃ میں شریک ہیں ایسے ہی اس حکم میں بھی امت کے شریک ہیں گے معہذا اس آیت میں نبی غیر نبی کی تخصیص نہیں پھر یوں کہنا کہ رسول اللہ صلعم کا کوئی وارث نہیں اس آیت کا تکذیب کرنا ہے دوسرے اور آیت رب ہب لی مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ کے جیسے اور انبیاء کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی نکلتا ہے مخالف اور متناقض ہے کیونکہ پہلے کا ترجمہ تو یہ ہے کہ وارث ہوئے حضرت سلیمان حضرت داؤد کے اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جناب باری تعالیٰ سے یہ التجا کرتے ہیں کہ الٰہی مجکو اپنے پاس سے ایک بیٹا عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور اولاد یعقوب کا بھی وارث ہو فقط سو اول آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو نبی تھے انکے ترکہ میں میراث جاری ہوئی اور دوسری آیت سے گو یہ بات تصریح نہیں نکلتی لیکن اول تو حضرت زکریا جو مشہور نبی ہیں ایسے قطعی حکم کے خلاف طلب کرنا مستبعد ہے تصور میں نہیں آتا کہ جو حکم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر انکے زمانہ تک برابر معمول بہا ہو انکو بڑھاپے تک معلوم نہ ہوا ہو نہ اس باب میں کوئی وحی آئی حالانکہ زمانہ پیری موت کا مقدمہ ہوتا ہے ایسے وقت میں لازم ہے کہ جو جو بعد موت نبی کی مسائل متعلق ہوں انکی اطلاع کی جاتی تاکہ اُسکے موافق وصیت کر جاتے ورنہ جو بات نبی ہی کو معلوم نہ ہو تو پھر اوروں کے معلوم ہونیکی کیا امید ہے باینہمہ جیسے حضرت نوح نے بیٹے کی نجات کی التجا کی جواب میں بطور تنبیہ و عتاب اِنِّیْٓ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ فرمایا اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا مرضی جناب رب تعالیٰ تھی حضرت زکریا کی اس التجا کی جواب میں بشارت قبول دعا کا پہنچائی کچھ تنبیہ و عتاب نہیں کیا اسبات کا وہم جاتا کہ یہ عتاب اسی سبب سے ہوا.. کہ حضرت زکریا نے وراثت کیوں نام لیا بہرحال ان آیات سے اتنا ثابت ہوا کہ انبیاء کے مال میں بھی میراث جاری ہوتی ہے پھر یہ بات کہ رسول اللہ صلعم علی العموم سب انبیاء کو شامل کر کے فرماتے ہیں کہ ہمارے گروہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا کیونکر صحیح ہو بلکہ ان دونوں آیتوں سے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ جو بعضی روایات حدیث مذکور میں لفظ لا نرث بھی آیا ہے یعنی ہم بھی کسیکے وارث نہیں ہوتے یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت یحییٰ اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھی بالاتفاق نبی ہیں جب وہ اپنے اپنے والد کے وارث ہوئے تو یہ بات کہ کوئی نبی کسیکا وارث ہی نہیں ہوتا سراسر غلط نکلی یہ ہی تقریر مخالفت کلام اللہ و حدیث مذکور اس سے بہتر شاید شیعہ بھی تقریر نہ کر سکیں **اقول** اگرچہ شیعوں کی تقریر لکھی ہے لیکن پھر بھی بعض امور باقی رہ گئے ہیں وہ لکھنے میں نہیں آئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے لکھے جائینگے **قال الشیخ الاشعری** اب ہماری بھی تحقیق صحیح و تنقیح فصیح کے ترانہ عقل آشیانہ کیطرف متوجہ ہو جئے کہ انشاء اللہ کیا دلکشا اور راحت افزا ہے جس کے کان میں پڑتے ہی اطمینان ہو جائے ظاہر کی مخالفت کا خلجان انشاء اللہ تعالیٰ ایسی طرح دور ہو کہ پھر کبھی دھیان بھی نہ آئے یہ ترتیب بات موافقت کی بات تحریر میں آتی ہے لیکن چونکہ باریک مضامین بے تمہید کے ادا نہیں ہو سکتے اسلئے اول یہ گزارش ہے کہ ہر چند کلام اللہ من اولہ الی آخرہ حرفاً حرفاً خدا ہی کا تصنیف ہے اور اسی وجہ سے اُسکو کلام اللہ کہتے ہیں لیکن مراسلات اور خطوط بنی آدم کلام ربانی بھی دو قسم پر ہے ایک تو جیسے کوئی منشی اپنی طرف سے کسیکو خط لکھے یا کوئی شخص کسی قاصد کو پیام دیکر بھیجے تو اس صورت میں عبارت بھی اسی منشی اور اسی شخص کی ہوتی ہے اور وہ خط اور وہ پیام بھی اسی کی طرف سے ہوتا ہے خط رساں اور پیامبر فقط مثل ہوا ہوتے ہیں کہ ایک کے منہ کی آواز دوسرے کے کان تک پہنچا دیتے ہیں اس قسم کا تو اکثر کلام اللہ ہے امثال کے لکھنے کی کچھ حاجت نہیں یعنی جیسے خدا کا تصنیف ہے ویسے ہی خدا کی طرف سے امت کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا دونوں کو یا کسی خاص قوم کو خطاب ہے سو اکثر تو عبارات ایسی ہیں نشان دہی اور تحریر مثال کی کچھ ضرورت نہیں ہے پر شاید شیعہ بے لکھے نہ سمجھیں اسلئے یہ ایک دو مثال کافی و وافی مرقوم ہیں یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ الخ پہلی آیت میں بے تخصیص کسی نیک و بد کی سب بندوں کو یہ حکم ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو دوسری آیت میں بنی اسرائیل کو

سنایا جاتا ہے کہ اے گروہ بنی اسرائیل میری فلانی نعمت یاد کرو اور دو آیتیں باقی انمیں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خطاب ہے بہر حال جیسے یہ عبارات خدا کی تصنیف کی
ہوئی ہیں ایسے ہی انکے مضامین بھی خدا ہی کیطرف سے ہیں اور کا پیام سلام نقل نہیں فرماتے دوسرے یہ صورت ہے کہ جیسے لکھنا پڑھنا جاننے والے کسی ایسے جاہل کا خط جسے فارسی آتی ہو
فارسی خط لکھ دیا کرتے ہیں تو عبارت اس منشی ہی کی ہوتی ہے کوئی نادان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ عبارت اس مرد جاہل کی ہے پر مضمون اس جاہل ہی کا ہوتا ہے اور خط بھی اسیکا
گنا جاتا ہے یا جیسے کسیکو کوئی شخص کچھ تلقین کرے کہ تو اپنے فلانے مطلب کیلئے فلانے سے یوں کہیو جیسے مختاروں اور وکیلوں سے مسودہ کرا لیا کرتے ہیں تو گو عبارت تلقین کرنیوالی
کی بنائی ہوئی ہوتی ہے پر اسکا مضمون کہنے والے یا عرضی والے ہی کا سمجھا جاتا ہے ایسے ہی کلام اللہ میں بعض بعض عبارات ایسے ہیں کہ وہ بھی خدا کی ہی بنائی ہوئی ہیں لیکن انکے
مضامین بندوں کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں قل یا ایہا الکافرون اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور سوا اسکے جہاں لفظ قل یا تو اول میں ہے اور پھر بعد میں
ایسے الفاظ ہیں کہ جسکے ملاحظہ سے یوں معلوم ہو کہ متکلم مخاطب ہو مثلاً قل اعوذ کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتا ہوں میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم جناب سرور
کائنات ہیں تو بعد قل کے جتنی عبارت ہے اس سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے سمجھنی چاہئے لیکن جیسے زبانی تلقین میں اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ تلقین کرنیوالا
یوں کہے کہ تو یوں کہیو عرضی کے مسودہ میں اسکی ضرورت نہیں کہ اسکے اول میں یوں لکھدیں کہ تو یوں کہیو بلکہ مسودہ کرکے یوں ہی حوالہ کر دیتے ہیں ایسے ہی کلام پاک خداوند کریم میں
بھی بعضی عبارتیں ایسی ہیں کہ وہ بندوں کیطرف سے علی العموم فقط یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیطرف سے ہیں لیکن انکے اول میں قل تو لکھا نہیں بلکہ بمنزلہ مسودہ وکلا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یا سب کے طرف سے تصنیف کرکے انکے حوالہ کر دیا ہے چنانچہ سورہ فاتحہ اسی قسم کی ہے خاص کر ایاک نعبد سے لیکر آخر سورہ تک جسکا یہ مضمون ہے کہ ہم تیری
ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں سیدھی راہ چلا الخ ظاہر ہے کہ یہ عبارت خداوند کریم نے بندوں کی طرف سے بنا کر انکے حوالہ کر دی ہے تاکہ وقت حضور دربار خداوندی
یعنی وقت نماز کے خداوند کریم سے عرض معروض کیا کریں ورنہ اگر خدا کی طرف سے کہئے تو خداوند تعالی شانہ سے زیادہ کون ہے جو خداوند کریم اسکی عبادت کرے اور اس سے مدد کا
خواستگار ہو اور پھر کونسی جناب باری تعالی بے راہی پر ہے جو سیدھی راہ کی آرزو ہے **اقول** کچھ انکی تحریروں سے کلام اللہ کو کیا مناسبت ہے کہ جو اسپر قیاس کیا جائے اور باوجود
اس قیاس مع الفارق کے پھر نہیں بن سکتا اسواسطے کہ پہلی صورت میں اگر کوئی کسیکو خط لکھے تو وہ اسیکا کہلاتا ہے یہ تو کلام خدا پر منطبق ہو سکتا ہے اور دوسری صورت کہ جسمیں
یہ ہے کہ کوئی جاہل کسی منشی سے عرضی لکھوائی تو مضمون اسکا اس جاہل ہی کا ہوتا ہے یہ منطبق نہیں ہوتا اسواسطے کہ رسولخدا صلعم کسی مضمون کو اپنی طرف سے نہیں لکھواتے ہیں کہ وہ
انکا مضمون کہلائے اور نہ خدا تعالی نے کہیں فرمایا ہے کہ ہم تیری طرف سے لکھکر بھیجتے ہیں بلکہ خدا تعالی جو کچھ بھیجتا ہے وہ اسیکا مضمون ہے موافق کل من عند اللہ کے اور نہ رسولخدا
نے خدا تعالی کو کہلا کر بھیجا ہے کہ تو میری طرف سے ایسا لکھدے بلکہ جو حکم کہ جناب رسولخدا صلعم کو معلوم نہوتا تھا تو خدا سے پوچھتے تھے اور خدا تعالی فرما دیتا تھا تب حکم خدا تعالی کی طرف ہوگا یا رسولخدا صلعم کی
طرف سے رسولخدا تو اس حکم کو سنا دینگے خدا کی طرف سے اسکے بندوں کو اور اگر کوئی کسیکا پیغام لیکر کسیکو سنانے کو جائے تو کوئی دیوانہ بھی یہ نہ کہیگا کہ یہ سنانے والے کی طرف سے ہے بلکہ یہ کہینگے
کہ فلانے کی طرف سے ہے اور یہ اس پیغام کو سناتا ہے سو جو حکم کسی امر کا ہوتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے نہ پیغمبر کیطرف سے پیغمبر تو اسکے حکم کا سنانیوالا ہے اور اگر خدا کی طرف سے نہو تو معلوم
ہوا کہ اس شرع کا مقرر کرنیوالا خدا نہیں ہے بلکہ رسولخدا صلعم ہیں کہ اپنی طرف سے لوگوں کو احکام پہنچاتے ہیں اور خدا کی طرف اسکو منسوب کیا ہے کہ خدا یوں حکم دیتا ہے جیسے کہ
ہیں کفار حضرت کو یہی کہتے تھے کہ تو نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے اور خدا تعالی نے اس زعم کے رد میں فرمایا ولو تقول علینا بعض الاقاویل الخ چنانچہ بعد اسکے اسکو ہم لکھینگے اور لکھوانے
کے بعد کا مضمون لکھوانیوالا ہی کا کہلاتا ہے لیکن جو کچھ خدا تعالی پیغمبر کے پاس بھیجتا ہے وہ خدا ہی کا مضمون کہلاتا ہے نہ پیغمبر خدا کا پھر پیغمبر کیطرف سے کیسے ہو جائیگا اور آیت ایاک نعبد
اللہ ایسی ہے جیسے کہ کوئی امیر لوگوں کو کہے کہ امیر المومنین یا امر کرے اسمیں اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ غائب کے صیغہ میں بیان کرنے سے
خدا کیطرف سے نہو بلکہ رسولخدا کی طرف سے ہو جاوے اور تو بڑا جاہل ہے اور کلام عرب سے واقف نہیں ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور جو کوئی کسیکو تلقین کرے کہ تو اپنے فلانے مطلب کو
یوں کہیو تو البتہ اس کہنے والے کی طرف نہوگا اور اگر کہے کہ تو ہمارے مطلب کو فلانے سے یوں کہیو تو اس تلقین کرنیوالے کا مطلب ہوگا لیکن معلوم نہیں اس سے کیا حاصل ہے اور
قل یا ایہا الکافرون وغیرہ میں ابتدا قل سے آخر تک تو ظاہر ہے کہ خدا کیطرف سے ہے اور قل کے بعد سے بھی خدا ہی کیطرف سے ہے اور کسیکی طرف اسواسطے کہ یہ واسطے تعلیم بندوں کے ہے کہ تم اسطرح
کہو اور یہ ہے خدا کی طرف سے اور متکلم قل اعوذ کے رسولخدا صلعم نہیں ہیں اور قل اعوذ یا قل کے بعد کے بھی متکلم اسوقت ہونگے کہ جسوقت زبان سے اعوذ کہینگے اور اس میں خطاب تو رسولخدا صلعم کی
طرف ہے اور مراد جمیع مومنین ہیں کہ تم اعوذ کہو اسکا مطلب ہے یہ ثابت نہیں ہے کہ قل کے بعد کی عبارت کو ہم رسولخدا صلعم کیطرف سے سمجھیں لیکن یہ سوچنا ہے کہ بوقت قل کہے بعد کے آوے اور اگر قل کا لفظ نہو تو پھر احتمال
رسولخدا کیطرف سے ہونیکا ہرگز نہیں ہے اور کلام اللہ کا قیاس عرضی لکھنے والے پر اور مسودہ وکلا پر ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ کلام اللہ کا جو کہ مضمون ہے وہ خدا کیطرف سے ہے اور ان عرضی لکھنے والوں اور مسودہ کرنیوالوں کا کلام جو کہ مضمون
ہے وہ لوگوں ہی کیطرف سے ہے اور خدا کے کلام کو بندوں کیطرف سے کہنے والا کافر ہے علاوہ اسکے نزدیک ایاک نعبد و ایاک نستعین بھی بندوں کیطرف سے نہیں ہے بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے کہ وہ انکی تعلیم بندوں کو کرے

فرمایا ہی کہ تم یوں کہا کرو اور سوا اسکے احکام خدا کا قیاس اس مناجات پر کیونکر ہو سکتا ہی کہ اگر مناجات بندہ کی طرف سی ہو تو حکم حلال و حرام بھی بندہ کیطرف سی ہو جاے

قال الشیخ الرشید یہی نسبت آیات مقدمہ جلی تو اب متوجہ ہو کر سنئے کہ آیت یوصیکم اللہ ملکہ ابتداء سورہ نساء سی لیکر یہاں تک بلکہ عجب نہیں تمام سورہ کے سورہ بمنزلہ سورہ فاتحہ جناب باریتعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصنیف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوالہ فرمادی ہی تاکہ آپ بجاے خود لوگوں کو اسطرح سے سمجھادیں دلیل اسبات کی کہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سی تصنیف کی گئی ہی خدا کی طرف سی نہیں ہے یہ ہی کہ یوصیکم اللہ فرمایا اوصیکم یا عباد اوصیکم مثلا نفرمایا اگر خدا کی طرف سی بندونکی خطاب میں آیت ہوتی تو لازم تھا کہ یا عباد اوصیکم مثلا فرماتے یہ عبارت جواب موجود ہے صاف اسی پر دلالت کرتا ہی کہ متکلم اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مخاطب امتی آپ اپنی طرف آن الفاظ کے بیرایہ میں خداوند کریم کا حوالہ دیکر احکام میراث تعلیم فرماتے ہیں کیونکہ معنے اسکے یہ ہیں جو پہلے ہے تمہیں خداتعالی نے آگہی دی ہی کہ تمہاری اولاد میں بیٹوں کو دو بیٹیوں کے برابر ملا ایسی بات ہی کہ جیسے سرشتہ دار جج یا کلکٹر کا حکم اہل مقدمہ کے سنانیکے وقت کہا کرتے ہیں کہ صاحب تمہاری نسبت یہ حکم دیتے ہیں اور اگر حاکم خود کلام کیا کرتا ہے تو اہل مقدمہ کے نام یا لقب سے جیسے چودھری یا شیخ جی پکار کر مثلا کہا کرتا ہی کہ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں یا ہمارا تمہارے لئیے یہ حکم ہی مثلا نہ یہہ کہ اپنا نام لیکر یوں کہے کہ تمہیں فلاں شخص یوں کہتا ہی پس درصورتیکہ یا عباد اوصیکم نفرمایا جسکا یہ مطلب ہوتا کہ ای میری بندو میں تمہیں کہے دوں ہوں بلکہ یوں ارشاد ہوا کہ اللہ تمہیں کہے ہے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جیسے سورہ فاتحہ سب کیطرف سی بنائی ایسے ہی یہ آیت رسول اللہ کی طرف سی بنادی ہی تاکہ امت اسی طرح سے باتیں کریں اور ظاہر ہے کہ جب سرشتہ دار کسی اہل مقدمہ کو کوئی حکم سنایا کرتا ہی تو اس حکم سے اپنے آپ خارج سمجھا ہی یہاں تک کہ سوا سرشتہ دار جتنے آدمی روے زمین پر ہیں اگر اسوقت موجود ہوں ور یہی کو یوں کہے کہ حاکم تمہارے لئیے یوں فرماتے ہیں تب بھی اسوقت کی گفتگو سے کوئی یوں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سرشتہ دار بھی اس حکم میں داخل ہی علے ہذا القیاس جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو اس حکم کے سنانے میں احکم الحاکمین کے سامنے بہ نسبت ہمارے بمنزلہ سرشتہ دار کے ہیں اس حکم سی خارج سمجھنا چاہئیے اور یوں سمجھنا چاہئیے کہ حکم فقط امتیونکے لئیے ہی اور حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ اس دقیقہ مخفی کے سمجھادینے کے لئیے اس آیت کی تفسیر ہے

اقول واہ کیا خوب لکھا ہی کہ خداتعالی کو تو کلکٹر ٹھیرایا ہی اور رسولخدا صلعم کو سرشتہ دار اسکا معلوم ہوتا ہے کہ آپنے مختاروں اور وکلا کے زمرہ میں نوکری بہت کی ہی اور کچہریوں ہی میں اپنی اوقات بسر کی ہی اسقدر بھی سمجھ میں نہ آیا کہ کجا احکام خدا اور کجا احکام کلکٹر اسکا قیاس اسپر کر کے ایمان سے تم خارج ہو گئے اور قرآن کے معانی میں جو تمنے تحریف کی اور یہ لکھا کہ یہ آیت خدا کی طرف سی نہیں ہی بلکہ رسولخدا کی طرف سی ہے اور اگر خدا کی طرف سی ہوتی تو یا عباد اوصیکم کہتا اس لکھنے سی تم علماء اہل سنت کے نزدیک کافر ہو گئے ۔ اور فتوی تمہارے کفر کا اس رسالہ کے آخر میں لکھا جائیگا اور اس صورت میں تمہارے جواب کے رد کرنیکی احتیاج نہی لیکن واسطے واضح کرنے تمہاری جہالت اور بے بصیرتی کے لکھا جاتا ہی اور ایک امر جو کہ تمہاری جہالت اور کفر پر دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ تم تمام سورہ نساء کو کہتے ہو کہ یہہ خدا کی طرف سی نہیں ہے بلکہ رسولخدا صلعم کی طرف سی ہے اور اس میں یہ بھی ہی کہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ الخ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کے بھیجنے والے اور طور کے بلند کرنیوالے جناب رسولخدا صلعم ہیں اور ایسا اعتقاد کفر محض ہی اور لازم آتا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم متکلم اور مخاطب دونوں ہو جائیں چنانچہ فرماتا ہی فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور اس شخص کی عقل جاتی رہی ہی کہ آیت یوصیکم اللہ کو مثل سورہ فاتحہ کے کہتا ہی سورہ فاتحہ تو بمنزلہ دعا کے ہی کہ واسطے تعلیم بندوں کے نازل کی ہی کہ تم یوں کہا کرو اور جناب رسولخدا بھی ان بندوں میں شریک ہیں اور آیۃ یوصیکم اللہ میں ایک حکم ہی خدا کی طرف سی سب بندونکو اور سورہ فاتحہ میں تو ایاک نعبد و ایاک نستعین دلالت کرتا ہی کہ بندہ اس طرح سے کہا کریں اور آیت مذکورہ میں کیا چیز ہے کہ جو دلالت کرے اس امر پر کہ رسولخدا صلعم اسطرح سے کہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت کے واسطے یہ سورہ تصنیف کر کے نہیں بھیجا ہی کہ وہ مضمون تو رسولخدا صلعم کا ہو اور خداتعالی نے آنکے مضمون کا مسودہ کر کے بھیجدیا ہو بلکہ وہ مضمون بھی خداتعالی ہی کا ہی اور اس جاہل کو دھوکا اس سبب سے ہوا ہی کہ خداتعالی نے اپنے حکم کو متکلم کے صیغہ میں بیان نہیں کیا بلکہ غایب کے صیغہ میں بیان کیا ہی اور یہ نہیں جانتا ہی کہ خداتعالی اپنے تئیں جیسے کہ متکلم کے صیغہ میں بیان کرتا ہی ایسے ہی غایب کے صیغہ میں بیان کرتا ہی اور یہ ایسا ہے جیسے کہ کوئی اَمِيْرُ اَنَا اٰمُرُكَ کی جگہ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَاْمُرُكَ کا کہے اور یہہ عین محاورہ عرب کا ہی چنانچہ علم معانی میں گزرا ہی اسنے مطول و مختصر معانی کو نہیں دیکھا ورنہ ایسی بیہودہ بات نہ کہتا اور یہ ایک بیہودہ بات جو لکھتا ہی کہ اگر یہ آیت خدا کی طرف ہوتی تو یا عباد اوصیکم کہا جائیے تہا قطع نظر اسکے کہ خدا کے کلام کو اصلاح دیکر کافر ہوتا ہی موافق فتاوی علماء اہل سنت کی طرح کی تو سینکڑوں آیتیں ہیں کہ انکے اول میں یا عباد کا لفظ نہیں ہے اور سب وہ خدا ہی کیطرف سے ہیں اللہ اگر کوئی انکو خدا کیطرف سے نکہے تو علماء فریقین کے نزدیک وہ کافر ہی جیسے کہ یحکیم و یفتیکم اور یہ بھی ضرور نہیں ہے خداتعالی متکلم ہی کے صیغہ میں بیان کرے بلکہ موافق محاورہ عرب کے سب طرح سے درست ہے چاہی متکلم کے صیغہ سے بیان کرے چاہے غایب کے صیغہ سے جیسے کہ علم معانی میں مذکور ہی اور یہ نہیں ہے کہ اگر خدا اپنے کسی حکم کو متکلم کے صیغہ میں بیان کرے تو وہ تو اسکی طرف سے ہو اور جو غایب کے صیغہ میں بیان کرے تو وہ رسولخدا صلعم کی طرف سے ہو اور خدا کی طرف سے نہو لیکن جاہل ناواقف سی کیا کہا جا وے اللہ ہے کے سامنے رونا ہی بین کا کھونا ہی پس معلوم ہوا کہ ہر حکم خدا کی طرف سی ہے خواہ متکلم کے صیغہ میں ہو خواہ غایب کے صیغہ میں ۔ چنانچہ خداتعالی فرماتا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط اور رسولخدا صلعم

ہے محکوم اُس حکم کے ہیں مگر بعضے حکم میں بدلیل متفق علیہ فریقین رسول خدا مستثنےٰ ہیں اور رسول خدا صلعم کی طرف سے قرآن میں کوئی حکم نہیں ہے اور جو کوئی اسکا قائل ہی کہ رسول خدا
صلعم کی طرف سے بھی حکم ہیں وہ سب مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے چنانچہ فتوی سے علماے اہل سنت کے معلوم ہوتا ہی اور یہہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم ایک حکم کو خداتعالے
کیطرف منسوب کرکے اور اپنی طرف سے بناکر لوگوں کو سنائیں کہ خدا تمکو یوں وصیت کرتا ہی اور حال یہ ہے کہ خداتعالی فرماتا ہی وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا
مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ یعنی اور اگر افترا کرتا ہمپر محمد صلعم بعضی باتونکو تو البتہ پکڑتے ہم اُس سے دست راست اُسکا پھر البتہ کاٹتے ہم اُس سے دل کی رگ کو اور اگر کوئی کہی
رسول خدا صلعم نے اپنی طرف سے یہ حکم بناکر خدا کی طرف منسوب نہیں کیا ہی بلکہ پہلے سے یہ حکم نازل ہو لیا تھا تو ہم کہیں گے قرآن موجود ہی دیکھ لو سواے اس مقام کی کسی آیت میں تو نہیں ہے کہ تو میرے
بندوں کو اسطرح سے کہنا کہ خدا تمکو وصیت کرتا ہی تمہاری اولاد میں اور اگر سواے قرآن کے کسی اور وحی سے معلوم ہوا تھا تو وہ حدیث قدسی تھی اسکو درج قرآن نکرتے بلکہ زبانی بیان کر دیتے
اور کلکٹر گو اپنا نام لیکر اہل مقدمہ کو نہیں سناتا ہی کہ بلوٹن صاحب تمکو یہ حکم دیتے ہیں لیکن خداتعالی اپنا نام لیکر فرماتا ہی کہ اللہ تمکو یہ حکم دیتا ہی اور خداتعالی کا یہ حکم ہی لیکن جاہل ناواقف سے کیا کہا
جائے اور اگر تو اسکے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہی تو کسی دوسرے عربی داں واقف علم معانی و بیان سے پوچھ کہ مطول یا مختصر معانی میں مسندالیہ کی بحث میں کیا لکھا ہی اور آیہ یوصیکم اللہ صاف
دلالت کرتی ہی اس امر پر کہ مخاطب اسکے جناب رسول خدا صلعم اور تمام آدمی امت کے ہیں اسواسطے کہ اسکو جبرئیل علیہ السلام آسمانوں سے لیکر آئے ہیں تو سب کے ہی واسطے لیکر آئے ہیں مع پیغمبر کے اور پہلے
حضرت جبرئیل نے رسول خدا صلعم کیطرف خطاب کرکے مع جمیع امت کے یوصیکم اللہ فرمایا ہی تو رسول خدا صلعم بھی اس حکم میں شریک ہیں اور جسوقت پہلے سب سے جبرئیل نے یوصیکم اللہ کہا تو چاہیے کہ موافق
اعتقاد و سمجھ اس شیخ کے یہ آیت حضرت جبرئیل کی طرف سے ہو کہ خداتعالی نے انکے واسطے تصنیف کرکے بھیجا ہو اور جناب رسول خدا تو جبرئیل کے بعد ہیں پہلے جبرئیل کے واسطے ہو تو بعد اُسکے رسول خدا صلعم کی
واسطے ہو اور جبرئیل کیطرف سے ہونا تو باطل ہی کہ وہ رسول محض ہیں ایسی ہی رسول خدا کیطرف بھی ہونا باطل ہی کہ وہ بھی رسول محض ہیں اور جو ہی خدا کیطرف سے اور اگر رسول خدا صلعم نے جو لوگونکو یہ حکم خدا سنایا ہے
اس جہت سے . لخدا کیطرف سے یہ آیت ہوگئی تو چاہیے کہ بعد رسول خدا کے جو لفظ اس حکم کو سناوے تو وہ حکم اسکی ہی طرف سے ہو جاوے اور وہ اُس حکم سے خارج ہو اور یہ مضمون کہ خدا نے رسول خدا کے واسطے آیتوں کو
تصنیف کرکے بھیجا ہی کہ وہ آیتیں خدا کیطرف سے تو بندوں کو نہیں ہیں بلکہ رسول خدا کیطرف سے آتیونکو ہیں کسی روایت میں نہیں آیا ہی اس شیخ نے اس مضمون کو اپنی دل سے تراشا ہی اور اسیواسطے علماے
اہل سنت نے اسکے کفر کا فتوی دیا ہی اور اگر اس آیت سے پہلے قل کا لفظ ہوتا تو ایک وہم ہوتا تھا کہ رسول خدا کیطرف سے ہو لیکن یہ بھی سب جگہ صحیح نہیں ہے جیسے کہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا اور
قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ اور یہ آیت اگر بعد قل کے بھی رسول خدا صلعم کیطرف سے ہو تو لازم آتا ہی کہ سب آدمی رسول خدا صلعم کے بندے ہیں اور قرآن میں لاتعداد ایسا آیا ہی کہ بعضے قاریوں نے
نعلم متکلم کو یعلم غائب کا صیغہ پڑھا ہی اور ضمیر اسکی خدا کیطرف پھرتی ہی لیکن جاننا چاہیے کہ متکلم کے صیغہ ہونے میں وہ حکم خدا کیطرف سے ہو اور غائب کا صیغہ ہونے میں وہ ہی حکم خدا کیطرف سے نہو بلکہ رسول خدا
کیطرف سے ہو جاوے واہ کیا خوب ہزلیات تراشتے ہیں اور آیہ یوصیکم اللہ سے پہلے آیہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ جو ہی دیکھو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ عورت کا
ماں باپ کے ترکہ میں حصہ ہے اور خصوصیت مست کی عورتوں کی نہیں ہے اور موافق قول اس شیخ نجدی کے آیہ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ چاہیے کہ صحیح نہو اور نہ خدا
کی طرف سے ہو اور نہ پیغمبر کیطرف سے ہو یہ آیت اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِي چاہیے تھا اور اگر رسول خدا صلعم کی طرف سے ہوتی تو وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ کی جگہ أَنَا أَدْعُوكُمْ
ہوتا کسطرح کا جاہل اور کودن ہے یہ شخص کہ عرب کے محاورہ سے تو واقف نہیں ہے اور شیعوں سے گفتگو کرنیکو موجود ہو گیا اور معانی اور بیان سے اگر کچھ بھی اطلاع رکھتا تو خداتعالی کو کلمہ نہ ٹھیراتا اور قواعد
میں اسکو بھی ہم واضح کر دینگے اور آیہ یوصیکم اللہ مثل سورہ فاتحہ کے نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم لکھ چکے اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ کلکٹر کا حکم مقدمہ والوں ہی کے واسطے ہو اور سررشتہ دار ہر حکم سے خارج ہو
بلکہ کلکٹر اپنی طرف سے اسواسطے انتظام و مصلحت عام کی علی العموم بھی اکثر حکم دیا کرتا ہی اور اسمیں سررشتہ دار بھی محکوم ہوتا ہی اور یہاں ایسا ہی ہی پس معلوم ہوا کہ جیسے سررشتہ دار بہت حکموں سے
خارج نہیں ہوتا ہی ایسی ہی رسول خدا صلعم بھی اس حکم سے خارج نہیں ہیں اور کلکٹر اور سررشتہ دار کی مثال یہاں کچھ مناسب نہیں ہے بلکہ اسطرح سے مثال دینی چاہیے کہ ایک بادشاہ جلیل القدر
اور اُسکا ایک وزیر بھی صاحب منزلت بزرگ ہو اور وہ بادشاہ اپنی رعیت پر مع وزیر کے کوئی حکم تجویز کرکے بھیجے وزیر کے پاس کہ یہ حکم لوگوں کو سناؤ تو وہ لوگونکو سناویگا بھی اور خود بھی اسمیں
شریک ہوگا اور لوگوں سے کہیگا کہ بادشاہ کا یہ حکم ہی جناب رسول خدا صلعم سررشتہ دار کے نزدیک گو بمنزلہ سررشتہ دار کلکٹر کے ہیں لیکن جیسے کہ سررشتہ دار عملہ کو احکام سے کہ سوا مقدمات مرجوعہ عدالت کے
اور وہ احکام سرکاری ہیں انسے خارج نہیں ہوتا ہی ایسے ہی رسول خدا صلعم احکام خدا کے جو لوگونکو سناتے ہیں لیکن اُس سے خارج نہیں ہوتے ہیں اور حکم جناب رسول خدا صلعم اور تمام امت کے واسطے ہی اور روایت
نحن معاشر الانبياء لا نرث ولا نورث ما تركناه صدقة مخالف ہے آیہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ اور آیہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ کی اگر انصاف ہو تو اور شی ہی اور تعصب سب خیر ہی جو کہ زبردستی
از راہ تعصب اپنے مذہب کی دلیلیں اپنے دل سے تراش کر لکھتا ہی خواہ حق ہوں خواہ ناحق ہوں اور اگر انصاف و حق چاہتا ہی تو یہ ہی کہ روایت لا نورث بالکل جھوٹی ہی اسواسطے کہ اگر یہ روایت ثابت
ہوتی تو خداتعالی نے جیسے کہ وراثت اولاد کی قرآن میں بیان کی ہی ایسے ہی یہ بھی بیان کر دیتا کہ انبیا کا ترکہ کسیکو نہیں پہنچتا ہی خواہ اسی آیت میں مستثنی کر دیتا خواہ دوسری جگہ بیان کر دیتا
کیا خدا کو علم نہ تھا کہ اسکے بیان کرنے میں نزاع واقع ہوگا اور لوگ گمراہ ہو جائینگے میں اسکو بھی کھولکر واضح کر کے لکھدوں کہ میری بندوں میں جھگڑا نہو جسوقت کہ اسکو نہ لکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ

کہ یہ روایت جھوٹی ہے اور ایسے ہی حدیث ثقلین جو کہ متفق علیہ فریقین ہے اس سے بھی روایت لانورث کا دروغ ہونا معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ روایت ثقلین کی خطاب میں ابوبکر عمر وغیرہ سبھی صحابہ داخل ہیں و اما الثقلین میں افضل سب سے حضرت علی ہیں اور انہوں نے روایت لانورث کو تسلیم نہیں کیا ہے اور ابوبکر سے اسمیں گفتگو کی ہے اور ابوبکر اور عمر دونوں کو کاذب و خائن جانا ہے **قال الشیخ الاشعری** یہ شیعہ بسبب کم فہمی اور نہایت کجی طبیعت کے باعث تغیر کو تبدیل اور تغییر سمجھتے ہیں اور آیہ میں تخالف جانتے ہیں قصور تو اپنا اور طعن ابوبکر صدیق کی ذمہ اس تقریر کے بعد تو یقین یوں ہے شیعہ اپنے دل میں پشیمان ہو کر مومن خان کا یہ مصرع پڑھینگے میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا ؛ الغرض فدرہ بلا ہر حدیث مذکور اور آیہ علوم میں تخالف نہیں بلکہ حدیث مذکور آیہ علوم کی تفسیر ہے اور سنیوں کی سب حدیثیں کلام اللہ کی تفسیر ہیں اہل فہم سمجھتے ہیں اور کم فہم نہ سمجھیں تو اپنا سر کھائیں اور اس حکم سے اور سوا اسکے جو حکم کہ ایسے ہی عبارات میں مندرج ہے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خارج ہیں ہاں جیسے کبھی سرشتہ دار کی نسبت بھی یہی حکم کمنون خاطر ہوتا ہے تو آگے پیچھے اسکو متعینہ کر دیتے ہیں کہ تمہارے لئے بھی یہی حکم ہے مثلاً کسی ضلع میں کوئی کلکٹر ہو اور اسی ضلع کا رہنے والا کوئی مالگذار اسکی کچہری کا سرشتہ دار ہو اور بہ نسبت مالگذاروں کے کوئی حکم صادر ہو اور وہ سرشتہ دار مالگذاروں کو یوں حکم سنائے کہ تمہارے لئے یہ حکم ہوا ہے تو گو ان الفاظ سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ سرشتہ دار کے لئے بھی یہی حکم ہے لیکن اتنی وجہ کہ سابق خلوت جلوت میں اسکو یہ بات محقق ہو کہ سب مالگذاروں کے لئے ایک ہی حکم ہے وہ سرشتہ دار بھی وقت تعمیل حکم اسی حکم کا پابند رہیگا سو اگر بعض احکام میں مثل صوم صلوۃ و حج و زکوۃ رسول اللہ صلعم بھی شریک ہوں اور پھر بالفرض وہ بھی ایسے ہی الفاظ سے کلام اللہ میں مذکور ہوئے ہیں کہ موافق تقریر مسطور رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہونے چاہئیں تو کسی اور قرینہ اور خطاب نہانی سے آپکا اپنا شمول اس حکم میں معلوم مگر جو نکہ اس حکم میں یہ متحقق ہو گیا ہو کہ میں حکم میراث سے خارج ہوں بلکہ بالخصوص اسبات میں یہ کہہ لئے اور حکم ہے تو بایں نظر کہ مبادا صوم و صلوۃ کا اشتراک دیکھکر باقی ماندگان یہ سمجھ جائیں کہ گو اس آیت سے آپکا شمول اس حکم میں معلوم نہیں لیکن کیا عجب کہ مثل صوم صلوۃ اس حکم میں بھی کبھی وحی جدید کے باعث آپ شریک ہو گئے ہوں اور یہ سمجھکر اموال متروکہ کو جو بصرف ورثہ اخراجات و زمرہ کیسکو دیا نہیں گیا تھا تقسیم کر لیں اور تصرف غیر واجبی سے انجام کار دین و دنیا کی خرابی اٹھائیں **اقول** جو کوئی تیری مرضی کی موافق کہے وہ تو سمجھدار ہے اور جو کوئی تیرے بیہودہ کلام کو نہ مانے وہ تیری نزدیک کم فہم ہے اور وہ کونسا عقل کا دشمن ہے کہ جو روایت مصنوع ابوبکر کو جو مخالف مضمون آیت کے ہے اسکو اس آیت کی تفسیر کہیگا اور ہم قصور فہم تیرا نہیں کہتے ہیں سو اسطے کہ تو جان بوجھکر ابوبکر کی محافظت کے واسطے اسکی عیب سے بیجا تاویلیں ایجاد کرتا ہے اور اپنی اس بیجا گفتگو سے ارادہ الزام ہی کا کرتا ہے لیکن ہم الزام کب کھا سکتے ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ آیت قرآن اور روایت ابوبکر میں بالکل مخالفت ہے اور یہ روایت تفسیر اس آیت کی ہرگز نہیں ہو سکتی ہر چند تو ہاتھ پاؤں مارے اور یہ بھی غلط ہے کہ سنیوں کی سب حدیثیں کلام اللہ کی تفسیر ہیں اور اگر کوئی بعضی روایت کلام اللہ کی بعضی آیت کی تفسیر ہوئی تو ہوا کرو لیکن یہ روایت ہرگز تفسیر اس آیت کی نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی حکم سے خارج نہیں ہیں مگر جو حکم کہ حضرت کی شان کے مخالف ہو یا کسی قرینہ سے معلوم ہوا ہو کہ حضرت اسکی شامل نہیں ہیں اور جسوقت کہ حکم عام حاکم کیطرف سے صادر ہو مثلاً کہ جو کوئی کسیکا مال چرائیگا تو وہ قید ہوگا تو گو سرشتہ دار اس حکم کو سناتا ہے لیکن اس حکم کا وہ بھی محکوم رہیگا اور آگے پیچھے کہنے کی اور اسکو جتلانے کی کچھ احتیاج نہیں ہے جسوقت یہ حکم حاکم کی زبان سے سنیگا اسیوقت اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مجھکو بھی یہی حکم ہے اور سب آدمی سمجھ جائینگے کہ سرشتہ دار بھی اس حکم سے خارج نہیں ہے ایسے ہی اگر حکم عام دربار پروردگار سے بندوں پر جاری ہو اور وہ حکم حضرت صلعم کے مرتبہ کے مخالف نہیں ہے تو وہ حضرت بھی اسمیں شریک ہونگے الفاظ اس حکم کے کیسے ہی ہوں اور کسی اور قرینہ اور خطاب سے شامل کرنیکی احتیاج نہیں ہے جیسے کہ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ اور کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اور وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ اور اگر جناب رسولخدا صلعم اس حکم میں شریک نہیں ہیں تو قرآن یا حدیث سے اسکی سند لانی چاہئے اور بے سند تو ایک شخص اپنی بات کے بنانیکو جھوٹے فقرے بنا سکتا ہے مگر خصم اسکو کب تسلیم کرتا ہے اور جناب رسولخدا صلعم کو ہرگز یہ متحقق نہیں ہوا ہے کہ میں حکم میراث سے خارج ہو گیا ہوں بلکہ اپنے تئیں اس حکم کی شریک جانتے تھے اور سوائے اس حکم کے اور کوئی حکم حضرت کے واسطے نہیں ہے اور وہ کون دیوانہ ہے کہ جو یہ سمجھیگا کہ حضرت اس حکم میں شریک نہیں ہیں بلکہ مثل حکم صوم و صلوۃ اس حکم میں بھی حضرت کو شریک جانیگے اور وحی جدید کی احتیاج نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اور یہ تخصیص کہ رسول اللہ صلعم کا مال بعد وفات میراث میں نہیں آ سکتا کچھ نئی تخصیص نہیں ہے بہت سے حکم ایسے ہیں جسمیں امت کے لئے کچھ حکم ہے اور رسول اللہ صلعم کے لئے کچھ اور حکم تہجد بشہادت شروع سورہ مزمل اور آیہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک رسول اللہ صلعم پر باتفاق اکثر امت فرض تھا اور باقی تمام امت پر فرض نہیں صوم وصال آپکے حق میں موجب ثواب تھا باقی تمام امت کے لئے ممنوع اگر کوئی عورت اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کو ہبہ کر دے تو آپکو وہ حلال تھی اوروں کے لئے وہ حلال نہیں آپکے ذمہ مہر اور عورتوں کے حق میں عدل یعنی سونے لیٹنے میں برابری نہانی فرض نہ تھی گو آپنے تمام عمر عدل ہی سے گزاری اور مہر بھی دیا اور باقی تمام امت پر یہ دونو باتیں ضروری ہیں سب امت کے لئے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے چنانچہ اسی سورت کے شروع میں اس تعداد کا ذکر ہے اور باتفاق اہل اثنا عشریہ بلکہ اکثر فرقہای شیعہ و سنی اسکی یہی معنی ہیں کہ چار تک اجازت ہے آگے اجازت نہیں چنانچہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حکم سے خارج ہیں آپکے حق میں سب جانتے ہیں کچھ قید نہ تھی اور اس حکم سے آپکے خارج ہونیکی وجہ بھی یہی نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام خدا کیطرف سے نہیں بلکہ بمنزلہ آیہ یوصیکم اللہ وہی رسول اللہ صلعم کیطرف سے ہے

اقول تو اپنی خوشی ہی تخصیص کہتا ہی بے سند تخصیص کیونکر ہو سکتی ہی اب اس آیت میں اور بعض احکام میں جو جناب رسولخدا صلعم خاص ہیں اُنکے واسطے اسناد اور دلائل شرعیہ موجود ہیں
اور روایات میں مذکور ہوا ہی اور اس آیت کی تخصیص کرنیوالا وہی شخص ہی کہ جو خاص صاحب ہے اور اپنے فائدہ کیواسطے روایت بنا کر کہتا ہی اگر سوا اسکے کوئی دوسرا شخص کہنے والا ہوتا تو البتہ کچھ
گنجایش ہوتی اور جسقدر خصائص حضرت صلعم کے بیان کئی گئی ہیں اُنکی سندیں موجود ہیں اور جو کچھ خصوصیتیں جانب خدا سے حاصل ہو گئی ہیں اُنسے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ جس چیز میں حضرت کے واسطے
خصوصیت نہیں ہے اسمیں بھی وہ حضرت خاص ہو جائیں اور اہل سنت کی کتابوں میں جو خصائص رسولخدا صلعم کی لکھے ہیں اُنمیں کہیں یہ خصوصیت نہیں لکھی ہی کہ پیغمبر خدا کا مال بعد وفات کے صدقہ ہوتا
ہی اور وارثونکو اُنکے نہیں پہنچتا ہی اور اگر ایسے ہی بے دلیل آنحضرت کو خاص کرنا منظور ہی تو نماز و روزہ میں بھی اُنکو خاص کرو اور کہو کہ آنحضرت پر نماز و روزہ واجب نتھا مگر امت پر واجب ہے اور اگر جناب
رسولخدا صلعم چار عورتوں کے حکم سی خارج ہیں کہ زیادہ بھی کر سکتے ہیں مع جب حکم خدا تو کیا ضرور ہی کہ بحکم خدا میراث کے حکم سی بھی خارج ہو جائیں اور اسمیں بھی اور اسمیں بھی سب میں حکم خدا ہی اور
سبب خدا ہی کیطرف سے ہے کہ وہ ہی احکام کا جاری کرنیوالا ہی نہ اور کوئی چنانچہ فرماتا ہی ان الحکم الا للہ یعنی نہیں ہے حکم مگر واسطے خدا کے اور جناب رسولخدا صلعم تو واسطہ میں خدا تعالی کے احکام کے
پہنچانیکا جیسے کہ جبرئیل واسطہ ہیں احکام کے پہنچانیکا سو حضرت جبرئیل کو احکام پہنچانیکے سبب سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ احکام جبرئیل کیطرف سے ہیں خدا کیطرف سے ایسے ہی رسولخدا صلعم کو نہیں کہہ سکتے البتہ فرق
یہ ہی کہ جبرئیل مکلف اُن احکام کے نہیں ہیں اور جناب رسولخدا صلعم مکلف بھی ہیں اور بعضے احکام تو ایسے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم اُنمیں شریک امت کے نہیں ہیں اور اکثر ایسے ہیں کہ جنمیں خود بھی شریک
ہیں جیسے کہ کوئی بادشاہ عالی قدر اپنے وزیر کے پاس احکام علی العموم جاری کرنیکے واسطے بھیجے کہ بعضی احکام تو ایسے ہوں کہ اُنمیں وزیر شریک ہو اور بعضی ایسے ہوں کہ اُنسی خارج ہو لیکن جس حکم سے کہ خارج ہو اُسکی اطلاع کردے
اور آیۂ مذکورہ میں اور سوا اسکے اور کسی آیت میں یہ حکم نہیں ہے کہ رسولخدا صلعم کو اطلاع کر دی ہو کہ تو اس حکم سی خارج ہی اور چاہئے تو یہ تھا کہ اگر رسولخدا اس حکم سی خارج تہے تو جیسے کہ خدا تعالی نے اولاد کی
میراث کا حکم بیان کیا تھا یہ بھی بیان کر دیتا کہ پیغمبر اس حکم سی خارج ہی **قال الشیخ الاشعری** جیسے کچہری کی عرضی نویس کیو عرضی لکھدیتی ہیں وہ عرضی لکھوانیوالی کی ہی سمجھی جاتی ہی اور
عرضی نویس کے کوئی نہیں کہتا ہی ایسے ہی اس حساب سے ان احکام کو رسولخدا صلعم کے احکام یعنی وعظ و پند سمجھنا چاہئیے کیونکہ اس تعلقہ کے ذکر سی کچھ بھی پہلی شروع میں سورۂ کے اسطرح خطاب ہے یا ایہا الناس
اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ یعنی ای لوگو ڈرو تم اپنی ایسے رب سے جسنے تمہیں ایک جان سے یعنی حضرت آدم سی پیدا کیا ہی فقط سو یہ کلام اور یہ خطاب ظاہر ہی کہ خدا کیطرف سے بندونکو ہو ہی نہیں سکتا ورنہ یوں فرماتے
یا ایہا الناس اتقونی فانی ربکم الذی خلقکم یعنی ای لوگو مجھسے ڈرو اسلئے کہ میں تمہارا رب ہوں جسنے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے فقط اب نہ یہ کلام اور یہ خطاب رسول اللہ صلعم کیطرف سے ہو اور مخاطب اس میں کے امتی ہوں
تو لا جرم یہ احکام بھی بہ نسبت امتیوں کے ہونگی **اقول** جو کوئی کسی سے عرضی لکھوالیگا تو وہ عرضی البتہ اُس لکھوانیوالے ہی کی کہلائیگی اور اُس لکھنے والیکی کوئی نہ کہیگا لیکن قرآن شریف کو رسولخدا صلعم نے
نہیں لکھوایا ہی اور نہ قرآن شریف تھوڑا یا بہت رسولخدا صلعم کا مضمون ہے کہ اُنہوں نے اُسکو خدا تعالی سی لکھوایا ہو سو اسلئے کہ خدا تعالی فرماتا ہی مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ
نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا یعنی نہیں جانتا تھا تو کہ کیا ہی کتاب اور نہ ایمان ولیکن بنا دیا ہی اسکو نور کہ راہ دکھلاتے ہیں ہم اُس سے جسکو چاہتے ہیں بندوں اپنے میں سے فقط رسولخدا صلعم جانتے ہی نہ تھے
پہلے اس سے کہ قرآن کیا چیز ہی پھر اُنکا مضمون وہ کیونکر ہو جائیگا اور خدا تو فرماتا ہی کہ ہمنے اسکو نور واسطے ہدایت کے کر دیا ہی اور یہ کوڑ دل جاہل کہتا ہی کہ وہ خدا کیطرف سے نہیں ہے بلکہ رسولخدا کیطرف سے ہی
بھلا خلاف مذہب کل مسلمانوں کے یہ کیونکر ہو سکتا ہی پس معلوم ہوا کہ وہ خدا تعالی کا مضمون ہے اور خدا تعالی ہی کیطرف سے ہی لو خدا تعالی ہی اُسکا ایک عبارت میں نازل کر کے بھیجنے والا ہی واسطے مصلحت بندونکے
اور جناب رسولخدا صلعم اُن مضامین کو خدا تعالی کے اُسکے بندونکو سنانیوالی ہیں سو یہ احکام رسولخدا صلعم کیطرف سے نہیں ہو سکتی بلکہ کوئی حکم جناب رسولخدا صلعم کیطرف سے نہیں ہے جو حکم کہ قرآن میں ہے وہ خدا ہی کیطرف
ہی چنانچہ فرماتا ہی ان الحکم الا للہ وہ حضرت تو پہنچانیوالی احکام خدا کے ہیں اور آیۂ یا ایہا الناس اتقوا ربکم خدا تعالی ہی کیطرف سے ہی لو خدا تعالی ہی کیطرف سے اسکے بندونکو خطاب ہے اور جو کوئی یہ کہتا ہی کہ
کلام اور خطاب خدا کیطرف سے اسکے بندونکو ہو ہی نہیں سکتا ورنہ یوں فرماتا یا ایہا الناس اتقونی فانی ربکم الذی خلقکم وہ شخص نزدیک علماء اہل سنت کے کافر ہی اور فتوی اسکی کفر کا ہمارا پاس موجود ہی اور پانچ
علماء دہلی کی اُسپر مہر ہی وہ بھی انشاء اللہ تعالی اس رسالہ کی آخر میں لکھا جائیگا اور یہ شیخ جاہل اور کلام عرب سے ناواقف جو ہی تو جس حکم کو خدا تعالی نے غائب کے صیغہ میں بیان کیا ہی اسکو کہتا ہی کہ یہ خدا
کیطرف سے نہیں ہے بلکہ رسولخدا کیطرف سے ہی اور اگر خدا کیطرف سے ہوتا تو متکلم کے صیغہ میں بیان کرتا اور جاہل یہ ہے کہ یہ عین محاورہ عرب کا ہی کہ متکلم اور غائب دونو کی صیغہ میں بیان کرتے ہیں اور امیر جو کہ مصنف خطبہ ہوتا ہی
کہتا ہی کہ یا ایہا الناس اطیعوا امیرکم اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ اطیعونی ہی کہی اور کتابوں کے خطبوں میں لکھتے ہیں کہ اما بعد فیقول فلان بن فلان وغیرہ ضرور نہیں ہے کہ متکلم کا صیغہ کہی اور اگر نہ کہی تو وہ اُسکی
طرف سے نہو بلکہ دوسری کیطرف سے ہو جبکہ اُسکو پڑھتا ہی اور مظہر کو مقام مضمر کے لانا عین محاورہ عرب کا ہی اور اسی مختصر معانی میں مسند الیہ کی بحث میں جسجگہ کہ مظہر کو مقام مضمر کی لاتے ہیں وہ مقام نہیں پڑھا ہی اور قول
خلفا کا اُسمیں مثال لکھی ہی کہ امیر المومنین یامرک کو انا آمرک کی جگہ کہتے ہیں اور یہ شعر حضرت علی کا مختصر معانی میں لکھا ہی الہی عبدک العاصی اتاک ۔ مقرا بالذنوب وقد دعاک ۔ دیکھو یہاں غائب
کا صیغہ آیا ہی کہ انا العاصی اتیتک نتھا اور عبدک العاصی کہا اور یہی حال آیۂ یوصیکم اللہ کا ہی اور ایسے ہی حال ہر آیۂ قرآن کا ہی جسجگہ کہ ضمیر متکلم کی جگہ اللہ یا رب کا لفظ آیا ہی اور یہ شیخ بسبب
جہالت کے اور ناواقف ہونیکے محاورات کلام عرب سے اگر خدا تعالی غائب کے صیغہ میں اپنا ذکر کرے تو کہتا ہی کہ یہ کلام خدا کی طرف سے نہیں ہے اب واضح ہو گیا کہ جسقدر قرآن شریف میں آیتیں ہیں وہ سب
خدا کیطرف سے ہیں اور رسولخدا صلعم کیطرف سے ایک بھی آیت نہیں ہے اور جو کوئی ایسا کہے وہ کافر ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جو کوئی اُسکو اپنے پاس سے نازل کرے اُسکی طرف سے تو نہو اور جو کوئی پڑھکر

پڑھ کر سنانے میں کسی طرف سے ہوجاوے اور اگر یہی ہے تو چاہئے کہ وعظ وغیرہ سوائے رسول خدا صلعم کے جو احکام خدا کو سناتے ہیں انکی ہی طرف سے قرآن ہوجاوے اور خدا کی طرف سے نہو اور جو کوئی سناوے وہ اُس حکم میں شریک نہو اور جس وقت کوئی واعظ کلام اللہ کو پڑھ کر احکام خدا لوگوں کو سناتا ہے تو کوئی یہ نہ کہیگا کہ رسول خدا صلعم کا حکم سناتا ہے بلکہ یہہ کہیگا کہ خدا کا کلام پڑھتا ہے اور اُسی کا حکم سناتا ہے البتہ جو کوئی حدیث کو پڑھکر سنائیگا تو کہینگے کہ یہ رسول خدا صلعم کا کلام پڑھ کر حضرت کا حکم سناتا ہے اور کوئی قرآن کی آیت اگر ہوگی تو اُسکو قال اللہ تعالی لکھینگے اور قال رسول اللہ لکھینگے اسواسطے کہ وہ اگر رسول خدا صلعم کی طرف سے ہوتی تو قال رسول اللہ لکھتے اور یہ شیخ نجدی کہتا ہے کہ یہ سورہ خدا ہی کی طرف سے قرآن کی آیتیں ہیں اور اس شیخ نے آیت یا ایہا الناس اتقوا کو جو لکھا ہے کہ اسمیں اگر ضمیر متکلم کی ہوتی تو یہ خدا کی طرف سے ہوتی اور ضمیر متکلم کی جو اسمیں نہیں ہے تو اسواسطے یہ رسول خدا صلعم کی طرف سے ہے یہ قول اُسکا نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ اسی سورہ میں لکھا ہے اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُوْلَ اسکے قول کے موافق یہ آیت نہ خدا کی طرف سے ہو سکتی ہے نہ رسول خدا کی طرف سے اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو اطیعونی واطیعوا الرسول ہونا چاہئے تھا اور اگر رسول خدا کی طرف سے ہوتی تو اطیعوا اللہ واطیعونی ہوتا جب ان دونوں کی طرف سے یہ آیت نہوئی تو کوئی اور شخص پیدا کرنا چاہئے جسکی طرف سے یہ آیت ہو اور اسطرح کی آیتیں قرآن میں بہت ہیں جیسے کہ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یہ آیت رسول خدا کی طرف سے تو ہو ہی نہیں سکتی اسواسطے کہ خطاب اُن حضرت کی طرف ہے اور موافق اعتقاد اس شیخ کے خدا کی طرف سے بھی یہ آیت نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو ولکنی اہدی من اشاء ہوتا اس شیخ کے نزدیک خدا تعالی سے بڑی غلطی ہوئی کہ اپنا نام لیا اور ولکنی اہدی کی جگہ پہ لکن اللہ یہدی کہا اور کلکٹر تو یوں نہیں کہتا ہے اپنا نام لیکر کہ ملٹن صاحب تمکو یہ حکم دیتا ہے اور خدا تعالی نے جو اپنا نام لیا اور کہا کہ لکن اللہ یہدی تو اس شیخ نجدی کے نزدیک خدا تعالی سے بڑی غلطی ہوئی کہ مثل کلکٹر کے اپنا نام لیکر یہ کہنا چاہئے تھا **قال الشیخ الاشعری** بیماردار جو بحکم حکیم حاذق بیمار کو نصیحت کرتے ہیں نہ تو دوا پیتے اور نہ پرہیز کرتے کیونکہ کسی کے نزدیک بیمار نہ غیر کے لئے لازم نہیں کہ بیماردار خود ہی دوا پیوے اور پرہیز کرے بلکہ سب کے نزدیک بیماردار ان احکام سے خارج ہوا کرتے ہیں جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ جو ہم بیماروں کے لئے بمنزلہ بیماردار کے ہیں بحکم حکیم مطلق یہہ احکام مندرجہ ذیل یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الی آخر السورت سب اُمتیوں کو سناتے ہیں تو لاجرم آپ ان احکام سے خارج ہیں اور اگر کسی حکم میں شریک بھی ہیں تو اُسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے اُس بیماردار کو بھی حفظ صحت کیلئے یا اور کسی مصلحت کی رعایت کیلئے وہ نسخہ دوا یا پرہیز وہ دوا بھی بتلاوے جو اُس بیمار کے نسخہ اور پرہیز میں داخل ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ تمام سورہ خاص کر شروع سے لیکر آخر رکوع یوصیکم اللہ تک جتنے احکام مذکور ہیں وہ سب بنسبت اُمتیوں کے صادر ہوئے ہیں اسمیں سے اگر کسی حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک اُمت ہیں تو کسی اور اشارہ کنایہ وحی غیر کے سبب ہیں اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ تمام سورہ نہیں تو آخر رکوع مذکور تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے عبارت بنائی گئی ہو بالجملہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اکثر احکام سے مستثنے ہیں اور ہر دانا فہمیدہ سوا امثلہ مذکورہ کے دنیا کے کاروبار میں اسکی بہت مثالیں نکال سکتے ہیں مثلاً افسر بہ نسبت عوام ملازموں کے بہت احکام میں مستثنے ہوتا ہے اور بہت احکام ایسے انہی لوگوں سے مخصوص ہوتے ہیں جیسا کہ ہی دیتے میں افسر معاف ہوتا ہے پھر پالنا اور حکم بولنا اور انتظام کرنا اور موجودات لینی اور امور ضروری کے احکام بالادست کو اطلاع کرنی افسروں کے ذمہ ہوتی ہے الحاصل حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مثل حکم تعداد منکوحات اس حکم سے خارج ہوئے تو یہہ آیت اور وہ حدیث باہم مخالف نہوئی موافق اور متعلق ہی نکلی **اقول** مثال یہاں جاری نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ جیسے کہ رسول خدا صلعم بمنزلہ بیماردار کے ہیں ایسے ہی بیماروں میں بھی داخل ہیں کہ جیسے کہ اور لوگ مکلف شرع کے ہیں ایسے ہی حضرت بھی ہیں اور اس سے خارج نہیں ہو سکتے اور جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم کو یہاں بیماردار فرض کیا ہے اور باقیوں کو بیمار اسطرح سے تو خدا کے حکم کے سنانیوالے واعظ وغیرہ سب بیماردار ہو سکتے ہیں چاہئے کہ وہ بھی حکم خدا سے خارج ہوں اور وہ تو کسیطرح خارج نہیں ہیں تو اسیطرح جناب رسول خدا صلعم خارج نہیں ہو سکتے اور اگر خارج ہیں تو کسی اور اشارہ سے خارج ہیں جو کہ شرع میں مقبول ہے جسکو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور اگر سنانیکی جہت سے رسول خدا صلعم بمنزلہ بیماردار کے ہوں تو چاہئے کہ سب سنانیوالے بمنزلہ بیماردار کے ہو جاویں اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ وہ حضرت بیماروں میں بھی داخل ہیں مثل اور لوگوں کے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ حضرت اس حکم عام سے تو خارج ہوں اور کسی دلیل اشارہ کنایہ سے اسمیں داخل ہوں بلکہ اس حکم عام میں داخل ہیں اور کسی اور دلیل خارجی سے بعضے حکم سے مستثنے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورہ جناب رسول خدا صلعم کیواسطے نہیں سنایا گیا ہے بلکہ خدا تعالی نے یہ احکام خود اپنی ذات سے تجویز کرکے واسطے سنانے بندوں کے رسول خدا صلعم کے پاس بھیجے ہیں اور خود بھی حضرت ان احکام میں شریک ہیں اور اگر کسی حکم سے مستثنے ہیں تو دلیل منقول شرعی سے مستثنے ہیں جسکو سب مسلمان مانتے ہیں اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ سورہ رسول خدا کیطرف سے بنایا گیا ہے وہ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ اول سورہ سے آخر رکوع تک تو رسول خدا کی طرف سے عبارت بنائی گئی ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ بعض قرآن تو خدا کیطرف سے ہو اور بعض قرآن رسول خدا صلعم کیطرف سے نہ کسی روایت میں ہے نہ اصول فقہ کی کسی کتاب میں اور نہ معانی اور بیان کی کسی کتاب میں اسکا ذکر ہے خدا تعالی ہی کے بیان سے ثابت ہے کہ تمام قرآن خدا ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرماتا ہے تلک آیات اللہ نتلوہا علیک بالحق اور کہیں تلک آیات الرسول نہیں فرمایا پھر رسول خدا صلعم کیطرف سے کیونکر ہو سکتی ہے اور اگر رسول خدا مکلف نہیں اور ان احکام قرآنیہ میں امت کے شریک نہیں ہیں تو ان حضرت پر احکام کے جاری کرنیکا کوئی دوسرا قرآن ہوگا پس معلوم ہوا کہ خدا کے دو قرآن ہیں ایک پیغمبر کیواسطے اور دوسرا امت کیواسطے اور اسنے

یہ تو لکھا کہ اول سورہ سے آخر رکوع تک رسول خدا صلعم کے واسطے بنایا گیا ہی اور باقی کو نہ لکھا کہ کسواسطے بنایا گیا ہی شاید اسکے نزدیک ابوبکر کے واسطے بنایا گیا ہو اور افسر سپاہیوں کا جو اکثر احکام میں
مستثنے ہوتا ہے وہ بادشاہ کے حکم سے مستثنے ہوتا ہی اور بادشاہ اُسکو کہدیتا ہی کہ تو فلانے فلانے حکم میں شریک نہیں ہے اور بے حکم بادشاہ کے اپنی طرف سے ایک بات بناکر مستثنے نہیں
ہوتا ہی ایسے ہی جناب رسول خدا صلعم ہیں کہ جس حکم میں خدا تعالی نے اُنکو مستثنے کردیا ہی اُس میں وہ مستثنے ہیں اور آیت یوصیکم اللہ میں خدا تعالی نے اُن حضرت کو مستثنے نہیں کیا ہی
کہ کسی دوسری جگہہ فرمایا ہو کہ تو میراث کے حکم میں داخل نہیں ہے اور حکم تعدد منکوحات میں جو وہ حضرت داخل نہیں ہیں تو خارج کے اشارہ سے جو منقول ہی اور سب مسلمان
اُسکو تسلیم کرتے ہیں ورنہ اطلاق اُن حضرت کے داخل ہونے ہی کو چاہتا ہے اور اس حکم سے خارج ہونا اُن حضرت کا جبکہ مخصص نقل ہی تقاضا اس امر کا نہیں کرتا ہی کہ میراث کے حکم
ہی سے کہ جبکا مخصص غیر منقول ہی خارج ہو جائیں ورحسب وقت خارج نہوئی تو آیت یوصیکم اللہ میں اور روایت نحن معاشر الانبیاء میں مخالفت لازم ہوگئی **قال الشیخ الاشعری**
ہاں مخالفت اسے کہتے ہیں کہ شیعہ اپنے اماموں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی والدہ کے یعنی وارثوں کو بعضے ترکہ کا حصہ نہیں دیا بلکہ خود اپنے آپ سب لے لیا ہی جیسے شمشیر اور مصحف اور انگشتر
اور پوشاک بدنی سو جن روایتوں کی سند سے اماموں نے اُنکو حصہ نہیں دیا اول تو فقط اُنہیں کی روایت ہے اور کوئی اُسکا راوی نہیں دوسری یہ بات آیہ یوصیکم اللہ کے برطور مخالف تطبیق کے
صورت نہیں ہی اگر بالفرض یہ حدیث غلط بہی ہو اور ابوبکر صدیق نے بنالی ہو تب مضمون صحیح ہی نکلا حکم بہرحال یہی ہی کہ فدک وغیرہ متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں میراث جاری
ہونیکا حکم نہیں اور اس لئے اب ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ اس حدیث کی صحت کی دلائل جمع کر کے پیش کریں یا کوئی اور وجہ دربارہ تطبیق حدیث مذکور اور آیت یوصیکم اللہ بیان کریں
یا اس حدیث میں اور روایات باقیہ میں موافقت ثابت کر کے شبہ تخالف کو دور کریں کیونکہ کلام فدک میں میراث جاری ہونہیں تہی سو اُسکے طرف سے اطمینان ہوگئی **اقول** اگر اماموں نے
بعضے وارثوں کو اشیاء مذکورہ نہیں دیں تو اس سے مخالفت آیہ مذکورہ کے لازم نہیں آتی کہ اشیاء مذکورہ مورث کے نماز اور روزہ کے عوض میں اُسکے فرزند اکبر کو دیے گئے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا
نماز اور روزہ جو کہ اس سے فوت ہوگیا تہا بجالاوے اور اُسکی عوض میں اشیاء مذکورہ کو لیوے اور بے وجہ نہیں ہے اور اسکے دینے کی وجہ یہ ہی کہ حق الناس کہ جو کسیکی ذمہ ہوتا ہے تو بعد مرنیکے اُسکی
جائداد میں سے دلوایا جاتا ہی اور نماز روزہ جو حق اللہ ہی اور مرنیوالیکے ذمہ رہگیا ہی تو اسکا بہی ادا کروانا چاہیئے تاکہ وہ بری الذمہ ہوجاوے سو اُسکی یہ صورت مقرر ہوئی ہی کہ فرزند اکبر کے ذمہ اُسے
رکہا ہی اور عوض میں اُسکے یہ چیزیں مقرر کی ہیں کہ جو علاوہ ہیں اور اکثر فروخت نہیں ہوتی ہیں بلکہ آدمی اُنکو اپنے پاس ہی رکہتا ہی سو یہ اشیاء جو دی گئی ہیں مفت اور بے وجہ نہیں
دی گئی ہیں بخلاف روایت بکری کے کہ اُس میں بلاوجہ حق رسول خدا صلعم کے وارثوں کا مقطوع ہوا ہی اور نہایت کار یہ ہے کہ بعضی اشیاء جو کہ علاوہ ہیں آئمہ اماموں نے حصہ نہیں
دیا سو وہ موافق حکم شرع کے ہی کہ اُس مقدمہ میں حکم ہی اور اسیواسطے وارثوں نے اُسپر اعتراض نہیں کیا اور نہ کچہ تکرار کیا کہ وہ پہلے سے اس حکم کو سنے ہوئے تہے اور امام کو وہ معصوم بہی
جانتے تہے بخلاف حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہ اُنہوں نے ابوبکر کی روایت لانورث کو تسلیم ہی نہیں کیا اور ابوبکر کو اس روایت میں دروغگو جانا کہ اُسپر غصہ ہوئیں اور تمام
عمر ابوبکر سے کلام نکیا اور بعد ابوبکر کے عمر کے زمانہ میں حضرت علی نے اور حضرت عباس نے پہر دعوی کیا اگر ابوبکر کو اس روایت میں راست گو جانتے تو پہر دعوی کرتے اور ابوبکر کو اور عمر کو دو
کو خائن اور کاذب اور غادر اور آثم کیوں سمجہتے اس میں اور اُس میں بڑا فرق ہی اور روایت لانورث میں جو صاحب کہ پیغمبر خدا کے مال متروک کے صدقہ ہونیکے مدعی ہیں وہی اُسکی
راوی ہیں اور کوئی شخص نہیں ہے اور سوائے اُنکے اور کسی شخص نے اُس روایت کو بیان نہیں کیا ہی اور اگر کوئی اور بہی اُسکا راوی ہوتا تو حضرت فاطمہ ابوبکر کے قول کو تسلیم کرلیتیں
اس جہت سے کہ سوای مدعی صدقہ اور بہی اُسکے راوی ہیں اور اس تحریر سے ہماری ثابت ہوگیا کہ اماموں کا امر آیت کے مطابق ہے اور روایت لانورث ساختہ اور پرداختہ ابوبکر کے
مخالف ہی اور اُسکی صحیح ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے اور اُسکا مضمون ہرگز صحیح نہیں نکلا بلکہ غلط نکلا اور فدک میں میراث کے جاری نہونیکی کوئی ایسی وجہ پیدا نہوئی کہ جس سے
اطمینان حاصل ہو اور احتمالات سے کام نہیں چلتا ہی اور روایت لانورث کی صحت کی ایک بہی دلیل نہیں ہے چہ جائیکہ دلائل کہ اُنکو تم پیش کرو اور تطبیق تو کسی وجہ سے روایت مذکورہ
کی آیت مسطورہ سے نہیں ہوسکتی اور ایسی تمنے دونوں کے موافقت میں سعی کی اور ایسے مضامین خلاف اعتقاد اہل اسلام کے اپنی طبیعت سے تمنے ایجاد کئے کہ علمائے اہل سنت کی
سرکار سے تمہارے کفر کا حکم جاری ہوا اور تمہارے حق میں اُنہوں نے کفر کا فتوی دیا اور وہ فتوی آخر میں اس مختصر کے مرقوم ہوگا ملاحظہ کرلینا **قال الشیخ الاشعری** لیکن تاہم باین نظر کہ اولیائے
کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری اور اُنکی بدگویوں کی دندان شکنی میں اپنے نظر خداوند تعالی و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور توقع دعا و شفاعت اولیاء و مقربان خدا ہی میں خاص ابوبکر
صدیق کہ سرافسر مقربان اور سرلشکر اولیاء ہیں اسلئے اس آیت سے مطابقت کی ہی ایک اور وجہ مرقوم ہی اور تطبیق آیات باقیہ بہی معروض خدمت اہل انصاف ہے اور آن بطور شیعہ و سنی کچہہ بیان
علامات صحت حدیث مذکور بہی انشاء اللہ تعالی کیا جائیگا سو اول آیہ یوصیکم اللہ کے ساتھ مطابقت کی ایک اور وجہ لیجئے اگر بطور مذکور جس سے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مستثنے ہونا اس حکم سے معلوم ہوجاوے
یہ حکم بیان نہونا بلکہ ایسے الفاظ ہوتے کہ جیسے باعتبار الفاظ کے عموم خطاب سمجہا جاتا یا کوئی عقل کا اندھا انہیں الفاظ کو یوں کہنے لگے کہ عموم پر دلالت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلعم بہر نہج اس حکم میں
شامل ہیں تب بر تقدیر صحت حدیث مذکور کوئی دشواری نہیں ہے بہت سہل ہوگا تو آیہ مذکور کی تخصیص لازم آئیگی مخالفت پہر بہی نہیں مخالفت تعارض اور تناقض کو کہتے ہیں تخصیص کی صورت

استثنا کی صورت ہو جائیگی مثلاً کوئی یوں کہے کہ سیر بازار میں سب آئے مگر زید نہیں آیا تو اس کلام کے اول و آخر میں کوئی نادان بھی تعارض نہیں سمجھتا حالانکہ یوں کہنا کہ سب آئے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زید بھی آیا یہ کہنا کہ زید نہیں آیا اسکے مخالف ہے سو اسکے لم یہی ہے کہ آخر کلام اول کلام کی مخصص ہو گئی باقی کوئی یوں کہے کہ اس مثال پر تو جب قیاس کیا جاتا کہ جیسے اس کلام میں جملہ مخصصہ سابقہ لگا ہوا ہے ایسے ہی مضمون حدیث کا کوئی لفظ اس آیت کے متصل آگے پیچھے لگا ہوتا سو اسکا جواب یہ ہے کہ مخصص کا لفظوں میں متصل ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اسی کلام میں کہ سب آئے مگر زید نہیں آیا ایک زید کی تخصیص تو لفظی ہے باقی اور جو لاکھوں کی تخصیص اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ لفظوں میں کہاں ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اس قسم کے کلام کا کبھی کو اتفاق پڑتا ہے اور یا تو ہم تمام مخلوقات بلکہ سب بنی آدم اور ساری روئے زمین کے رہنے والوں کا آنا بھی مقصود نہیں ہوتا ہے ایک بستی کے یا ایک گروہ کے یا ایک قبیلہ خاص کے آدمی مراد ہوتے ہیں یہ تخصیص کونسے لفظ سے نکل آئی

اقول ۔ اولیاء کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری تو اسوقت ہوتی جسوقت تم فاطمہ زہرا کی حمایت کرتے کہ وہ دختر نیک اختر ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہیں اور انکے حقوق کے غاصبوں کو اور رنج و آزار پہنچانیوالوں کو جھوٹا ٹھیراتے اور تمنے تو بالعکس کیا ہے کہ فاطمہ زہرا کو جھوٹا اور خاطی مقرر کیا اور جو کہ غاصب انکے حقوق کے ہیں اور جنہوں نے انکو آزار پہنچائے ہیں اور تکلیفیں دی ہیں ان پر آنچ نہیں آنے دیتے اور ان آزاروں کو اور انکے عیبوں کو انکی اصلاح حال بدمآل میں یوں چھپاتے ہو کہ جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے اور میاں ابوبکر صاحب جنکو تم اولیاء اور مقربان درگاہ خدا میں سے گمان کرتے ہو وہ ہیں کہ جنکے حق میں خدا تعالی نے نازل کیا تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے انکی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ نہیں جانتا میں کہ بعد میرے تم کیا احداث کروگے دین میں اور انکے اور انکے بھائی کے حق میں اشارہ کرکے فرمایا کہ بعد میرے پیشوا اور امام ہونگے کہ وہ میری ہدایت و سنت پر نہونگے اور فرمایا کہ قریب ہے کہ تم حرص کروگے امارت کی اور وہ تمہارے واسطے ندامت ہو جائیگی چنانچہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے ایسے آدمی اولیاء اور مقربان درگاہ خدا میں سے کیونکر ہونگے اور مقربان درگاہ خدا میں سے تو جناب رسول خدا صلعم ہیں ابوبکر انکے بھی افسر ہوئے اس شیخ کے نزدیک ورنہ مطابقت اس روایت کو اور روایت مذکورہ سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور تخصیص کی ایک وجہ جو تراشی ہے اور مثال اسکی اس طرح سے دی ہے کہ سیر بازار میں سب آئے مگر زید نہیں آیا اسمیں گو تخصیص پائی جاتی ہے مگر وہ روایت ابوبکر کی نحن معاشر الانبیاء الخ مخصص آیہ یوصیکم اللہ کی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے اس تخصیص کو قبول ہی نہیں فرمایا چنانچہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں تفسیر آیہ یوصیکم اللہ میں لکھا ہے کہ چوتھی تخصیصات اس آیت میں سے یہ ہے کہ مذہب اکثر مجتہدین کا یہ ہے کہ انبیاء نہیں موروث ہوتے ہیں اور شیعوں نے خلاف کیا ہے اسمیں و روایت کی گئی ہے کہ جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے میراث طلب کی تو اسکو منع کیا اور حجت پکڑی اسپر اپنے قول سے نحن معاشر الانبیاء لا نورث سو اسوقت حضرت فاطمہ نے حجت پکڑی عموم قول اللہ للذکر مثل حظ الانثیین سے اور گویا کہ اشارہ کیا فاطمہ زہرا نے اس امر کیطرف کہ عموم قرآن کا ناسخ کرنا جائز نہیں ہے خبر واحد سے اور حنفیوں کے نزدیک شرط مخصص کی یہ ہے کہ مقارن عام کی ہو اور خبر صدقہ کی متاخر ہے چنانچہ توضیح میں لکھا ہے کہ عندنا یعنی ہم حنفیوں کے نزدیک تخصیص کلام مستقل سے نہیں ہوتی بلکہ وہ نسخ ہوتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ خبر صدقہ کی ناسخ قرآن کی ہو اور انکے نزدیک نسخ کتاب اللہ کا خبر واحد سے جائز نہیں ہے چنانچہ تلویح میں لکھا ہے کہ کتاب منسوخ نہیں ہوتی ہے خبر واحد سے پس دعوی جو تخصیص کا کیا تھا آیہ مذکورہ میں وہ باطل ہوا اور عموم آیت کا باقی رہا اور اس سے یہ بھی باطل ہوا کہ جو کہتا ہے کہ مخصص کا لفظوں میں متصل ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اسواسطے کہ مخصص اگر عام کے متصل نہوگا بلکہ بعد میں عام کے ہوگا وہ ناسخ کہلائیگا نہ مخصص اور مخصص جبتک کہ ظاہر نہو وہ مخصص ہی نہیں ہے اور آنا اگرچہ تمام روئے زمین کے آدمیوں کا مراد نہیں ہوتا بلکہ ایک بستی یا قوم کے آدمی مراد ہوتے ہیں اور اسمیں اگرچہ ایسے لاکھوں کی تخصیص ہے کہ وہ لفظوں میں کو نہیں ہے مگر یہاں عقل مخصص انکی ہے کہ مراد تمام روئے زمین کے آدمی نہیں ہو سکتے ہیں عقل کے نزدیک اور آیہ مذکورہ میں کوئی تخصیص نہیں سمجھی جاتی جبتک کہ خدا تعالے اسکی تخصیص بیان نکرے اور عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے کہ آیت کی تخصیص کرے جبتک شارع سے کوئی تخصیص منفصل عام کی منقول نہو اور تم نے اپنے مطلب کے ثابت کرنیکو ایک مثال جو بیان کی ہے وہ تو اس آیت میں جاری نہیں ہو سکتی ہے قال الشیخ الاشعری اور اسپر اگر تسکین نہو تو اب ایسی مثال لیجئے کہ پھر کسیکو مجال دم زدنی نرہے اول یہ اس مدعا کے یہ حکم ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ یعنی نکاح کرو عورتوں سے جسقدر تمہاری مرضی ہو دو دو تین تین چار چار فقط اب ضرور ہے کہ باتفاق سنی و شیعہ خصوصا امامیہ اثنا عشریہ کے معنی یہی ہیں کہ چار نہایت درجہ ہیں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے سو اگر یوصیکم اللہ عام ہے اور رسول اللہ صلعم اور غیر کو سب کو شامل ہے تو فانکحوا ما طاب لکم بھی عام ہے اور سب کو شامل ہے کوئی لفظ ایسا جس سے رسول اللہ صلعم کا اس سے مستثنے ہونا ثابت ہو سکے بیچ اس میں نہیں ہے پھر جیسے کلام منفصل سے اس آیت کو تخصیص کرکے رسول اللہ صلعم مستثنے کر لیا ہے ایسے ہی حدیث مذکور سے آیہ یوصیکم اللہ کو مخصوص کرکے رسول اللہ صلعم کو مستثنے کر لیا اور اگر یوں کہو کہ آیہ فانکحوا کی تخصیص تو دوسری آیت ہی سے کی گئی سورہ احزاب کے یہ آیت يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ تک اسپر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کیں تیرے لئے تیری عورتیں جنکے تو نے مہر دیئے اور جو باندیاں تیری ملک میں آگئی ہیں اس لوٹ میں سے جو اللہ نے دلوا دی ہیں اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھپیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ میں اور جو کوئی عورت ہو مسلمان اگر بخشے اپنی جان کو نبی اور نبی چاہے کہ اسکو نکاح میں لاوے نری تجھکو سوا اور مسلمانوں کے فقط سو اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ کی اجازت تھی نہیں تو اتنی کیوں گنا دیتے سو جیسے فانکحوا کی تخصیص اس آیت سے ہو گئی ایسی ہی کوئی آیت بتلاؤ جو آیہ یوصیکم اللہ کی تخصیص اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے مستثنے ہونے پر دلالت کرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تحکم بیجا کا ہے جیسے روا ہو گیا کہ کلام منفصل بہی ہو تو آیت ہی ہو عقل سلیم آیات و خبر آیت اس بات میں دونو یکساں نظر آتے ہیں **اقول** تخصیص آیت مذکورہ کی تو موافق مذہب شیعوں کے ہو سکتی ہے نہ موافق مذہب سنیوں کے اسواسطے کہ شیعہ تو اس روایت ہی کو نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ روایت بنالی ہے اور اہل سنت کے نزدیک سو اسواسطے تخصیص نہیں ہو سکتی کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ خبر واحد سے آیت کتاب اللہ خاص نہیں ہو سکتی اسکی ساری قول کا جواب ہو گیا اور آیہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء کا حکم البتہ عام ہے سب کو شامل ہے لیکن آیہ سے خاص ہو گئی ہے دوسرے حکم سے اور آیہ یوصیکم اللہ کا کوئی مخصص نہیں اور روایت کا نبلا نورث ما ترکناہ صدقہ خبر واحد ہے اُس سے کیونکر تخصیص ہو سکیگی آیت کی اور سوائے اسکے یہ بات ہے کہ آیت کا مخصص آیت ہی چاہیے اور عقل سلیم ہرگز تسلیم نہ کریگی کہ یقینی امر کو ظنی امر خاص کر دے سو وہ بہی موضوع اور کذب **قال الشیخ الاشعری** اور عقل سلیم کی نہو نیکا عذر بہی جواب مسلم نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اول تو آیہ فانکحوا کا مخصوص ہونا آیہ انا احللنا سے مسلم نہیں کیونکہ مقام دعوی میں لازم ہے کہ ایسی دلیل پیش کیجاے جسمیں خلاف دعوی کا احتمال نہو اور اس آیت میں احتمال ہے کہ بمنزلہ احل لکم ما وراء ذلکم اس امر کیواسطے نازل ہوئی ہو کہ تمہارے لیے اس قسم کی عورتیں حلال ہیں یہ کہ جتنی چاہو نکاح کرو جیسے واحل لکم ما وراء ذلکم کے معنی ہیں کہ سوائے محرمات مذکورہ سب قسم کی عورتیں حلال ہیں بشرطیکہ مہروں سے انکے ساتھ نکاح کرو سو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ سوائے محرمات مذکورہ جسقدر چاہو نکاح کر لو اور سوا اس احتمال کی یہ بات ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ نساء سے پہلے نازل ہوئی ہے چنانچہ تفسیر اتقان میں نوع اول میں ترتیب نزول سورہای قرآنی میں ایک حدیث متصل نقل کی ہے اس سے یہ بات ظاہر ہے سو جبتک یہ فانکحوا نازل ہوئی ہی نہ تھی جو آیہ انا احللنا نازل ہوئی اور جبتک آیہ فانکحوا نازل نہیں ہوئی تھی تب تک نکاح کے باب میں رسول اللہ صلعم کی کیا تخصیص ہے کسیکی بہی کوئی قید عدد نہ تھی پھر کیا ضرورت تھی کہ جو اس آیت کو نازل کر کے یہ اطلاع کی گئی کہ تمہارے لئے جتنے نکاح کرو درست ہیں اس صورت میں لاجرم یوں ہی کہا جائیگا کہ آیہ فانکحوا کی تخصیص کسی مدعی جی سے ہوئی اور اگر یوں کہئے کہ ترتیب مذکور باعتبار نزول کے سورہ کے ہے کیا لازم ہے کہ سورۂ احزاب کی تمام آیتیں سورۂ نساء کی تمام آیتوں سے پہلے ہی نازل ہوئی ہیں چنانچہ مشار الیہ کچہ بیان ہی واضح ہوتا ہے سو ہر چند یہ احتمال ہمیں ساکت نہیں کر سکتا اسلئے کہ مدافعت ان احتمالات کی ہمارے ذمہ نہیں ہم کس بات کے مدعی ہیں جو احتمالات مخالفت کو دفع کریں ہاں اس احتمال کا دفعیہ کہ شاید ساری ہی احزاب یا فقط آیہ انا احللنا ساری سورۂ نساء یا فقط فانکحوا سے پہلے نازل ہوئی انکو ضرور ہے تاکہ انکا دعوی تخصیص ثابت ہو **اقول** عقل سلیم تو تجہ میں نہیں ہے کہ جا گفتگو کرتا ہے اور ہمارا یہ قول نہیں ہے کہ آیہ فانکحوا آیہ انا احللنا ہی سے خاص ہو گئی ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی تخصیص میں تو کسیطرح کا شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ رسولخدا صلعم کی چار بیبیوں سے زیادہ تھیں پھر کسیوجہ سے تو تخصیص پائی ہے گو اسکا مخصص ہمکو معلوم نہو اور اگر آیہ انا احللنا کو اس آیت کا ہم مخصص سمجہیں تو بہی ہو سکتا ہے اور احل لکم میں ہرگز یہ احتمال معتبر نہیں ہو سکتا کہ مراد اس سے اس قسم کی عورتیں ہوں اسواسطے کہ تفسیر قرآن کی احتمالوں سے نہیں ہوتی ہے تفسیر وہ ہے کہ جو حدیث میں آئی ہے یا مفسرین اسکو لکھ گئے ہیں اور اتقان کا جو حوالہ دیا ہے کہ اسمیں نزول سورۂ احزاب کا پہلے سورۂ نساء سے لکھا ہے یہ امر بھی قابل اعتبار نہیں ہے اسواسطے کہ آجتک یہ تو تحقیق ہی نہیں ہوا کہ مکی سورت کونسی ہے اور مدنی سورت کونسی ہے جو سورت قرآن کی ہے اسمیں اختلاف ہے کسیکے نزدیک تو مکی ہے اور کسیکے نزدیک وہ ہی سورت مدنی ہے اور عثمان کو تو سورتوں کی ترتیب معلوم ہی نہیں ہوئی تہی کہ کونسی سورت پہلے نازل ہوئی ہے اور کونسی اسکے بعد نازل ہوئی ہے اگر معلوم ہوتا تو موافق ترتیب نزول کی جمع کرتے اور اگر انکو معلوم نہو تا کسی اور کو تو معلوم ہوتا اس سے دریافت کر لیتے لیکن کسیکو معلوم ہی نہتہا اور اسی جہت سے مدنی آیتیں مکی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں اور مکی آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں سو ہو سکتا ہے کہ آیہ فانکحوا پہلے نازل ہوئی ہو آیہ انا احللنا سے اور تم مدعی کیوں نہیں ہو آخر دعوی کرتے ہی ہو کہ یہ قرآن جو ہے جسکو کلام اللہ کہتے ہیں خدا کیطرف نہیں ہے بلکہ جناب رسولخدا صلعم کی طرف سے افترا ہے اور خدا تعالی نے پیغمبر خدا کیطرف سے تصنیف کر کے پیغمبر خدا کے پاس بھیجا ہے اور یہ احکام جو جاری ہوتے ہیں خدا کی طرف نہیں ہیں اور نہ احکام قرآنی میں خدا تعالی کو کچہ دخل ہے خدا تعالی تو کاتب ٹکا ہے جیسے کہ کوئی عرضی کسی سے لکھواتا ہے تو وہ عرضی لکہوانے والی کی ہوتی ہے نہ لکہنے والے کی ایسے ہی سارا قرآن مطلب رسولخدا کا ہے اور اسکو نے وہ مطلب اپنا خدا تعالی سے لکہوا لیا ہے اور علماء اہل سنت نے تمہاری اس تحریر پر تمہارے کفر کا فتوی لکہا ہے اور وہ آخر میں اس کتاب کے ہمنے لکہدیا ہے سو اس دعوی کے اثبات کے لئے تم احتمالات بے سند اپنی رائے سے نکالتے ہو جیسے کہ تمنے ایک احتمال سے سارا ختم المرسلین مقرر کر دیے جبیر علماء اہل سنت کی تم پر لعنت ہوئی اور سورۂ نساء کا بعد سورۂ احزاب کے نازل ہونا ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے عثمان نے سورۂ نساء کو سورۂ احزاب سے پہلے کسواسطے لکہا ہے ہمکو کفایت کرتا ہے دفع احتمالات کے لئے فعل تمہارے پیر نابالغ کا اب ہم عثمان کے فعل کو چھوڑ کر جو کہ خلیفہ اہل سنت کے نزدیک ہے اتقان والے کے لکہے کو کیونکر معتبر جانیں **قال الشیخ الاشعری** معہذا ہماری چشم پوشی دیکھیے کہ ہم اس سے بہی درگزر کر کے آیہ یوصیکم اللہ کی مخصص بہی آیت ہی بتلاتے ہیں وہ سورۂ حشر جو بنا بر حدیث مشار الیہ سورۂ نساء ہی بعد میں نازل ہوئی ہے اسمیں آیت موجود ہے مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْلَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ مطلب یہ ہے کہ جو مال الفیٔ کے خداوند کریم نے اپنے رسول کریم رسول اللہ صلعم کو دلوایا بستیوں لوگوں سے یعنے بے لڑے بھڑے فتح ہو گئی تو وہ اللہ کے واسطے اور رسول کے اور نادار والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے لئے ہے تاکہ نہ آوے لینے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے فقط اب علماء اہل سنت اور منصفان شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ مال فیٔ کی تقسیم جناب باریتعالی نے چہہ حصوں پر کی سو بعض علماء کا تو یہی قول ہے کہ چہہ حصوں پر تقسیم کر کے خدا کا حصہ بیت اللہ اور مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جاوے بر الکرامت کا مذہب

یہ ہی کہ مال فے کے پانچ ہی حصہ ہیں لیکن چونکہ عبارت فللہ وللرسول الخ جو یہاں ہیں ہو بہو وہی عبارت ہے جو پارہ دہم کے شروع میں مصرف خمس کے بیان کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے اور شیعوں کا اسجگہ پانچ حصوں پر تقسیم کرنا بالیقین معلوم ہے تو بالیقین معلوم ہوا کہ یہاں بھی شیعوں کے نزدیک یہی تقسیم ہوگی سو اس مذہب کے موافق ذکر خدا کی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ جو چیز خداوند کریم کے ارشاد کے باعث اسکی رضا کے موافق خرچ کی جاتی ہے تو اسکو خدا کے ساتھ اور نیز انکے ساتھ جو موافق ارشاد خداوندی اسکے مصرف مقرر ہوئی ہیں ایک نسبت حاصل ہو جاتی ہے خدا کے ساتھ تو یہ نسبت کہ اسکی راہ میں خرچ ہوئی اور اہل مصرف کے ساتھ یہ نسبت کہ انکے لیے مقرر ہوئی تو اسکو خدا کی طرف سے بھی کہہ سکتے ہیں چنانچہ عرف میں یہ ہوگیا ہے کہ جو چیز بہ نیت ثواب یا کسی ہیں اسکو خدا کیطرف سے کہا کرتے ہیں اور اہل مصرف کے واسطے بھی چنانچہ عرف میں انکی طرف بھی نسبت کرتے ہیں اور بولا کرتے ہیں کہ فلانی چیز فقیروں کے یا مسکینوں کے واسطے ہے مثلا تو اس صورت میں حاصل یہ ہوا کہ مال فے خدا کے واسطے ہے اور فلانی فلانی قسم کے آدمیوں کے واسطے یعنی خدا کی رضامندی کے لئے انکو دیا جاوے اور ضرورت اسکے کہنے کی یہ ہوئی کہ مال فے تو اسے کہتے ہیں کہ جو کفار کے پنجوں میں سے بے لڑے بھڑے بسبب رعب لشکر اسلام کے بطور صلح اہل اسلام کے قبضہ میں آ جائے سو یہ مال حقیقت میں تو جناب باری تعالی نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف میں
1 واصل کر دیا چونکہ بظاہر اسکا باعث رعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے اور رعب میں فی الجملہ جمعیت لشکر کو مداخلت ہے تو لشکریوں کو اسمیں طمع ہو سکتی تھی اسلئے یوں ارشاد ہوا کہ جو مال بے لڑے بھڑے ہمنے اپنے رسول کو دلوا دیا ہے اسمیں تمہیں جانفشانی کی نوبت نہیں آئی کہ کسی قسم کے مشقت نہیں پڑی سو مناسب یوں ہے اسکو خدا تعالی کے واسطے چھوڑ دو تاکہ مصارف مذکورہ میں صرف ہووے لیکن پہلی آیت میں جو یہ جملہ ہے فما اوجفتم سے یہاں قدیر تک اس جملہ کے مناسب یوں ہے کہ یوں کہئے کہ خدا وند کریم نے تمہاری بے سعی و کوشش کے یہ مال اپنے رسول کو دلوا دیا تو اسمیں تمہارا کچھ حق نہیں جیسا مال غنیمت بسبب اسکے کہ بظاہر تمہاری جانفشانیوں کے باعث رسول اللہ صلعم کے ہاتھ آیا تھا تمپر تقسیم کیا جاتا ہے کہ ایسے ہی جو مال فقط خدا کی عنایت سے ہاتھ آئی وہ خدا کا ہو جانا چاہئے اور جو لوگ اللہ والے ہیں اور خدا کے نام پر بیٹھے ہیں یہ خدا کے نام کا مال انکو ملنا چاہئے بہر حال لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا لیکن جیسا لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا ویسا ہی لفظ فللہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ قبض و تصرف مالکانہ نہیں یعنی متولیانہ ہے یعنی آپ خازن اور امین ہیں مالک نہیں ورنہ اس مصرف کے مقرر کرنیکے کیا معنی مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے اور اگر بالفرض مال فے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوا اور ایک قدر معین کے لئے ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو مقرر کر دینا ایسا ہی ہو جیسے زکوۃ کے لئے جو ایک حصہ معین ہے فقرا و مساکین وغیرہ کیلئے مقرر کر دیا ہے تو قطع نظر اسکے کہ یہ بات بشہادت عبارت آیت ظاہر البطلان ہے اسکے یہ معنی ہونگے کہ نعوذ باللہ سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات باتفاق سراسر معصوم ہیں اس بہتان سے بار حقوق مندرجہ آیت انکے سر رہیگی سو اسکے قائل ہونیکی جرأت شیعوں ہی میں نظر آتی ہے اہل سنت کو ایسی بات کہکے اپنا ٹھکانا نظر نہیں آتا باقی رہا فے کے اندر ہونے کا مصارف مذکورہ میں خرچ کرنا سو اس صورت میں اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ لفظ افاء اللہ اس صورت میں صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کو اصل میں بانٹ کر دینی چاہئے الغرض رسولخدا صلعم کے مملوک ہونیکی کوئی صورت نہیں پھر نہ معلوم کس وجہ سے روایت ہبہ فدک کو علماء شیعہ صحیح سمجھتے ہیں یا فدک کو تمامہ حق وارثان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق خاص قرار دیکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ تمام اکابر صحابہ خصوصا خلفاء ثلاثہ پر زبان طعن دراز کرکے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اگر پہلے سے عذر جہل تھا تو البتہ یہ عذر معقول ہے لیکن بعد استماع ان کلمات طیبات و مضمون آیت سراپا ہدایت کے توبہ و استغفار میں کیا توقف ہے **اقول** آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ الخ ہرگز مخصص آیۂ یوصیکم اللہ کا نہیں ہے خواہ سورۂ نساء سورۂ حشر سے بعد نازل ہوا ہو یا پہلے اور رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک تھے اور فدک حضرت کے حصہ ہی میں آیا تھا چنانچہ معلوم ہوگا اور تجکو کیا خبر ہے کہ سورۂ نساء سورۂ حشر سے پہلے نازل ہوا ہے عثمان کے لکھنے سے کیا ہوا اسنے تو سورتوں و آیتوں کو الٹ پلٹ کر دیا ہے کہ جو نزول میں پہلے ہے اسکو بعد میں کر دیا ہے اور پہلے سے یہ شخص کہتا چلا آتا تھا کہ ہم ثابت کرینگے کہ فدک رسولخدا کا مملوک مال تھا اور اب بزعم اپنے اپنے نزدیک اگرچہ ثابت کر دکھایا لیکن رسولخدا صلعم کا مال مملوک کہنے میں اسکو یہ معلوم ہوا کہ اسمیں کیا قباحت ہے اسمیں اس نے ابوبکر اور عمر اور علی اور فاطمہ اور عباس کو بلکہ سب علماء اہل سنت کو جھوٹا ٹھیرایا ابوبکر اور عمر کو تو اسواسطے کہ انہوں نے فدک پیغمبر خدا کی ملک قرار دیکر کہا تھا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو وارث کوئی ہوتا ہے وہ مورث کے مال مملوک کا وارث ہوتا ہے نہ غیر مملوک کا اور صدقہ انکا مال اسوقت ہوتا ہے کہ جب جائیں اور بعد اپنے چھوڑ جائیں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ انہوں نے فدک کو پیغمبر خدا کی ملک قرار دیکر دعوی وراثت کا کیا تھا اور علی اور عباس کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ انہوں نے عمر کی خلافت میں دعوی پیغمبر خدا کے ترکہ کی وراثت کا کیا تھا اور عمر نے انکو وہی جواب دیا تھا جو ابوبکر نے فاطمہ کو جواب دیا تھا کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور سب علماء کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ وہ سب لکھتے ہیں کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا وہ بھی رسولخدا کی ملک ٹھیراتے ہیں کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا غرض یہ ہے کہ اسنے وہ لکھا ہے کہ جسکا کوئی قائل نہیں ہے اور یہ شخص سزاوار تھا ابوبکر کی تابعی کو اسواسطے اسکو وہ سوجھی کہ جو ابوبکر کو بھی سوجھی تھی اگر یہ ابوبکر کے زمانہ میں ہوتا تو ابوبکر کو تعلیم کر دیتا کہ تم فاطمہ زہرا سے اگر وہ رسولخدا کی وراثت کا دعوی کریں تو صاف کہدو کہ پیغمبر خدا نے کوئی مال ہم اپنا نہیں چھوڑا اور نہ وہ کسی چیز کے مالک تھے تم کس کی وراثت کا دعوی کرتے ہو تو اس صورت میں ابوبکر کو جھوٹی روایت مخالف کلام اللہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کے وضع کرنیکی احتیاج نہوتی اور روایت کے بنانے سے بدنام اور مطعون خلایق نہوتے اور مال فے جو کہ بدون جنگ کرنیکے ہاتھ آتا ہے اگر لوگ وہاں کے جلا وطن ہو جائیں یا صلح کر لیں تو وہ موافق حکم خدا کی

حصوں پر تقسیم ہوتا ہی ایک حصہ خدا کا اور ایک حصہ پیغمبر خدا کا اور جو حصہ کہ خدا کا ہی اسکو بھی رسولخدا صلعم اپنی مصلحت کے موافق خرچ کرتے ہیں اور ایک حصہ جناب رسولخدا صلعم کے قریبوں کا کہ وہ
حضرت کی اہل بیت کو پہنچتا ہی اور ایک حصہ آل محمد صلعم کے یتیموں کا اور ایک حصہ آل محمد صلعم کے مساکین کا اور ایک حصہ آل محمد کے مسافروں کا سو ہمارے مذہب کے موافق تو اس طرح سی ہی اور بیضاوی
نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی کہ ذی القربیٰ سی مراد رسولخدا صلعم کے قریب ہیں اور حضرت سجادؑ نے فرمایا ہی کہ وہ ہمارے قریب اور یتیم اور مساکین اور مسافر ہیں اور مخالفین کے علماء آنسے کل آدمیوں
کے قریب اور یتیم اور مساکین اور مسافر مراد لیتے ہیں اور فدک بھی اموال فی میں سے ہے کہ وہ رسولخدا صلعم کے پاس آگیا تھا اور حضرت ہی کی ملک میں قرار پایا تھا بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ خالص
رسولخدا صلعم کے واسطے تہا اور اسی پر صلح ہوئی تھی کہ وہ رسولخدا صلعم کے واسطے ہو اور باقی کی چیزیں جو ہیں انمیں سب شریک ہوں اور حضرت صلعم کی خالص ملک تھی تو حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ اور
وراثت کا کیا تھا اور جناب رسولخدا صلعم ہی کی ملک خالص جانکر ابو بکر نے کہا تھا کہ رسولخدا صلعم کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی اور فدک کا خالص اسواسطے رسولخدا صلعم کی ہونا اہل سنت کی
کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ معجم البلدان میں یاقوت حموی نے لکھا ہی کہ فدک ایک قریہ ہی حجاز میں سے کہ درمیان اسکے اور مدینہ کے دو منزل کا فاصلہ ہی اور بعضی تین منزل کہتے ہیں فے کیا تھا اسکو خدا تعالی نے
اپنے پیغمبر پر سنہ ۷ میں صلح کی راہ سے اور یہ اسطرح سے ہی کہ جسوقت رسولخدا صلعم نے خیبر پر نزول اجلال فرمایا اور اسکے قلعوں کو فتح کیا اور تین قلعے باقی رہگئے تھے کہ انکے باشندوں پر تنگی اور دشواری
بہت ہوگئی ان قلعوں والوں نے رسولخدا صلعم کو کہلا بھیجا کہ ہم یہاں سے نکلکر جلاوطن ہو جائیں حضرت نے ایسا ہی کیا اور وہ لوگ نکلگئے اور فدک کے باشندوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت کو
کہلا بھیجا کہ ہم سے فدک کی نصف اثمار اور اموال پر صلح کرلو حضرت نے قبول کیا پس فدک ان چیزوں میں سے تہا کہ بدون دوڑانے گھوڑوں اور اونٹوں کے ہاتھ آیا تھا اور وہ خالص رسولخدا صلعم کا تھا
اور اسمیں چشمے اور درخت خرما بہت تہے اور وہ فدک وہ ہے کہ فاطمہ زہرا نے کہا تھا کہ رسولخدا صلعم نے مجھکو بخشا ہی اور ابو بکر نے کہا کہ میں اس پر گواہ چاہتا ہوں اور اسکا ایک قصہ ہے فقط اور مقصد اقصی میں
لکھا ہی کہ بعضے گویند کہ حضرت رسول صلعم از خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد بر آن نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آن رسول باشد پس جبرئیل
فرود آمد و گفت کہ حقتعالی میفرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت خویشاں من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را بادہ و آنچہ از خدا و رسول اوست در فدک
ہم بادہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے وے حجتے نوشت و این تیقہ بود کہ بعد از وفات رسولخدا صلعم پیش ابو بکر صدیق آورد و گفت کہ این کتاب رسولخدا است کہ برای من و حسن و حسین نوشتہ است
اس سے معلوم ہوا کہ مصالحہ اسپر ہوا تھا کہ فدک خاص رسولخدا صلعم کے واسطے ہو اور جو کہ حق خدا اور رسول تہا اسمیں اسکے مالک بہی رسولخدا صلعم تہے پس جسوقت معلوم ہو کہ وہ خالص رسولخدا
کا تھا تو جو کچھ اسنے اپنی رائے سی ایک بات تراش کر لکھی ہی وہ سب باطل ہی اور جو آدمی کہ کوئی چیز کسیکو دیتا ہی تو اس سے یہ مراد ہوتی ہی کہ یہ واسطے خوشنودی خدا کی ہے اور مال فی جو ہی سو وہ
تو خدا تعالے کا عطا کیا ہوا ہی اسمیں خدا تعالی نے حصے مقرر کردیے ہیں اور ایک حصہ اپنا رکھا ہی کہ اسکو جناب رسولخدا امور خیر میں صرف کریں اور مال فی کو کوئی آدمی اپنے گھر سے کسیکو
نہیں دیتا ہی کہ جو اسمیں قصد ہو کہ واسطے رضائی خدا کے دیتا ہوں وہ تو بخشش ہے خدا کی جانب سے اور تو فے کے مال کے اور خمس کے پانچ حصے کہاں سے کہتا ہی قرآن میں تو دونوں کے چھ حصے
لکھے ہیں پانچ حصے خلاف ارشاد خدا کے کوئی کیونکر کہدیگا مگر دشمنان اہل بیت نے بعد وفات رسولخدا صلعم کے ایک حصہ حضرت کے قریبوں کا البتہ خمس میں سے موقوف کردیا تھا اور مال فے کے دینے میں
یہ ارادہ نہیں ہوتا ہی کہ بنام خدا یا ہی جیسا کہ خیرات و صدقہ میں ارادہ ہوتا ہی بلکہ اسمیں تو یہ لحاظ ہوتا ہی کہ جو حصہ کہ خدا نے ... واسطے ... اور ... جناب
رسولخدا صلعم کا قبض و تصرف ثابت ہو لیکن فلمہ سے یہ کیونکر ثابت ہو کہ قبض و تصرف مالکانہ رسولخدا کا کسیقدر مال میں بھی نہیں تھا آخر آن حضرت کا بھی تو حصہ تہا اپنے حصہ میں تو تصرف
مالکانہ ہی ہوگا اور فلمہ کے لفظ سے تو یہ ثابت ہوا کہ ایک حصہ اسمیں خدا کا بھی ہی جیسے کہ رسولخدا کا اور قریبوں اور یتیموں وغیرہ کا ایک ایک حصہ ہے اور حصہ خدا کا امور خیر میں صرف کیا جاتا
لیکن ہم تو اوپر لکھ چکے ہیں کہ فدک خالص رسولخدا صلعم کا مال تھا اسمیں کوئی شریک انکا نہ تھا اور حضرت فاطمہ زہرا نے خالص حضرت رسولخدا کا حق جانکر اسکا دعوی کیا تھا اور اگر رسولخدا
صلعم غیروں کے حصوں کے متولی تہے تو اپنے حصے کے تو مالک تہے کہ جسمیں فدک وغیرہ تھا اور اپنے حصہ کا حضرت کو اختیار مالکانہ ہی تہا اور جو حصہ کہ حضرت کا تہا اسکو اپنے تصرف میں لائے اور باقی کی
اسامیوں کا حصہ انکو پہنچا دیا اور آیت سے یہی ثابت ہے کہ اسمیں چھ حصے خدا تعالی نے مقرر کردیے ہیں اور رسولخدا صلعم نے وہ حصے تقسیم کرکے پہنچا دیے کسیکا حصہ اپنے ذمہ باقی نہیں لگا اور یہ کہاں سے ثابت
ہوا کہ وہ حضرت حقوق مندرجہ آیت اپنی سر پر لیگئے اور یہ بہی تمکو کہاں سے معلوم ہوا کہ جناب رسولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم کرکے ذوی القربیٰ وغیرہ کو نہیں دیا اور مال فے کچھ تنہا فدک تو تہا
ہی نہیں کہ اسکے بھی ٹکڑے کرکے تقسیم کرتے مال فے تو کثرت سے تھا اسمیں ایک فدک بھی تہا اور اگر مال فے میں کسی چیز کے مالک نہوں بلکہ متولی اسکے ہوں اور لوگوں کو تقسیم کرکے نہ دیں
اور مر جائیں و مشغول الذمہ جہان سے گئے ہوں لیکن یہ بات ثابت کرنا چاہئے کہ حضرت نے کسیکو کچھ نہیں دیا اور لوگوں کا بار اپنی گردن پر دہر کر چلے گئے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ خدا تعالی تو حصے مقرر
کرے لوگوں کے اور رسولخدا صلعم ارشاد خدا کو لغو جانکر اسکی تقسیم مستحقین پر اسکی نکریں پس معلوم ہوا کہ حضرت نے تقسیم کردیا تھا مال فے کو اور اپنے حصے کے خود مالک ہوئے تھے اور حضرت کے ہی حصہ میں سے
ایک فدک بھی تھا اور یہ موافق مذہب اہل سنت کے ہے اور یہ بھی اہل سنت لکھتے ہیں کہ فدک خالص رسولخدا صلعم کا مال تہا اور ابو بکر اور عمر اور علی اور فاطمہ اور عباس نے اسکو رسولخدا صلعم کی ملک قرار دیا تھا
جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے اور روایت ہبہ فدک کو اور دعوی وراثت فدک کو علماء اہل سنت بھی لکھتے ہیں شیخ نوکو تو کسواسطے لکھتا ہی کہ وہ بھی کہتے ہیں اور اسواسطے کہ خلفاء ثلاثہ نے اپنی اپنی زمانہ میں

فدک کو غصب کیا تھا اسواسطے شیعہ انکو غاصب کہتے ہیں اور انپر طعن کرتے ہیں اور طعن کرنمیں اپنی تئیں ماجور اور مثاب جانتے ہیں اور عاقبت کو تو اپنی تو ہی خراب کرتا ہی حضرت فاطمہ زہرا کے غاصبوں کی حمایت کرنے سے وہ جاہل تیری ملا نہ تھی کہ جو عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور ہم تو جاہل نہیں ہیں اور باوجود اسکے جو کچھ یہ کہتے ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے کہتے ہیں اور تو یہ بھی تجھکو کرنی چاہئے کہ تو اپنے علماء کی تحریر کے خلاف لکھتا ہی اور مخالف حکم خدا کے بہتا ہی اور کلام خدا میں تاویلیں بیجا کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر قریہ فدک نے رسول اللہ صلعم کے قبض و تصرف میں آیا ہوتا یا بعد ادائے قدر واجب منجملہ اراضی وسیعہ اور قریات کثیرہ قریہ فدک خاص رسول اللہ صلعم کے پاس رہجاتا تو البتہ درصورت احتمال مفروض فی المجلس جای گفتگو تھی لیکن شیعہ ہی فرمائیں کہ فدک کا کافی ہونا اور پھر غیر منقسم ہونا کسکے نزدیک مسلم نہیں بلکہ انصاف سے دیکھئے تو اس قسم کی تقسیم بھی مفید مطلب شیعہ نہیں کیونکہ بالفرض اگر قریات متعدد ہوتے تو ہر ہر قریہ لوگوں سے جدی جدی صلح واقع ہوئی تھی کسی ایک کی سلطنت بھی نتھی جو فقط اُس سے صلح کرنی کافی ہو اور کتفی ہوجاتے سو اس صورت میں تھا کہ ہر قریہ میں سے تقسیم کرکے حقوق واجبہ ادا کرتے کیونکہ لفظ ما جو فللّٰہ میں ہے عموم و شمول اقراری پر دلالت کرتا ہی مثل غنیمت ہر فی کو جداگانہ تقسیم کرنا چاہئے تھا اور اگر کوئی عقل کا اندھا اور تعصب کا پورا سنیوں سے دامن چھڑانے کے لیے فدک کو کسی غنیمت کا حصہ خمس کہکے سنیوں کی سامنے آنکھیں کرنیکا ارادہ کرے تب بھی موافق مثل مشہور ہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیداست وہی خرابی کی خرابی برسر رہیگی کیونکہ جن الفاظ اور جس عبارت سے مال فے میں لوی رسول اللہ صلعم کے اصناف اربعہ ذوی القربی وغیرہ کے حقوق کا تعلق ثابت ہوتا ہی وہی الفاظ بعینہا خمس کے مصرف کے بیان کے لیے جناب باریتعالی نے ارشاد فرمایا ہی اگر علماء شیعہ کو بوجہ یاد نہونے کلام اللہ کے بحکم المرء یقیس علی نفسہ اس گفتار میں میری طرف دروغ کا احتمال ہو تو کلام اللہ تو ہر جا موجود ہی سیپارہ دہم کے پہلی آیت کو مطالعہ کر دیکھیں۔ جہہ خمس تو مال غنیمت میں سے ملتا ہی سو اگر بالفرض فدک جنگ و جدال سے فتح ہوا ہوتا تو چار خمس تو پہر بہی غانمین کے ہوتے علے ہذا القیاس سوا خمس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اگر کہئے تو جو حال اور مجاہدین کا ہی وہی رسول اللہ صلعم کا سو اسیطرح ساری فدک کے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونیکی کوئی صورت نہیں یہی احتمال نہیں کہ فدک کسی قریہ کے اس حصہ معین کا نام ہی جو بعد ادائے حقوق واجبہ بچگیا تھا کیونکہ بالاتفاق اہل لغت صاحب قاموس وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ فدک ایک قریہ کا نام ہی علماء شیعہ کو اسمیں کلام نہیں اور جاہلوں سے اپنی کلام نہیں بہرحال قبل اثبات اس بات کے کہ بعد تقسیم اراضی کثیرہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہگیا تہا یہ احتمال ہی کہ اراضی فی بلکہ اراضی خمس بھی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں مثل خیال محال مجانین پریشان ہی رہیگا **اقول** جس روز سے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ہی اور بعد اُن حضرت کے فدک میں نزاع واقع ہوئی ہی اُس روز سے سب یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ فدک مال مملوک رسول اللہ صلعم کا تہا اور رسولخدا صلعم کے ملک ہونیکی جہت سے حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تہا کہ یہ میری باپ کا مال ہی مجھکو وراثت میں پہنچتا ہے اور اگر فدک رسولخدا صلعم کا مملوکہ نہوتا تو حضرت فاطمہ وراثت کا دعوی کاہیکو کرتیں اور اگر فدک مملوک رسولخدا صلعم کا نہوتا تو ابوبکر سنیوں کیسے کہتے کہ پیغمبر کے مال متروک میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور پہلے اس سے اس شیخ نجدی نے بھی اس کتاب میں کئی جگہہ لکھا ہی کہ فدک پر رسولخدا صلعم کا قبض و تصرف مالکانہ تھا اور اب کہ دروغگو را حافظہ نباشد کہتا ہے کہ فدک رسولخدا صلعم کی ملک ہی نتھا اور ملک نہونیکی احتمالات واہیہ لکھتا چلا جاتا ہی اور اس سے کوئی پوچھے کہ رسولخدا صلعم کے پاس کسو جہہ سے فدک آیا جو فاطمہ زہرا نے اُسکا دعوی کیا تیرے نزدیک رسولخدا صلعم کی ملک تو تہا ہی نہیں اور یہ بھی معلوم ہی کہ وہ مال فی تہا اور اُسمیں کئی فریق کے حقوق تھے معلوم ہوا کہ رسولخدا صلعم نے اُسکو اُن فریق پر تقسیم نکیا اور اُنکے حقوق غصب کرکے اپنے پاس رکھ چھوڑے اور بلا ادائے حقوق رحلت فرماگئے سو یہ عقیدہ تو تمہارا ہی ہمارا نہیں ہے اور یا یہ کہ حضرت نے اُسکو غصب نہیں کیا بلکہ اُسکا محاصل سب فریق کو پہنچا دیتے تھے تو وہ صدقہ کیونکر ہوا وہ تو مملوک اُن فریقوں کا تھا کہ خدا تعالی نے اُنکو دیا تہا اور صدقہ وہ ہی کہ جو کسیکی ملک ہو یا کوئی آدمی اپنے مال میں سے کسیکو کچھہ راہ خدا میں دے پھر معلوم نہیں رسولخدا صلعم کے پاس فدک کیسے آیا اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ فدک رسولخدا صلعم کے پاس خالص ہوکر اُنکے حصہ میں آیا تہا اور فدک کی تقسیم کرکے سب فریق کو پہنچانیکی احتیاج نہیں ہی کسیکے حصہ میں کوئی قریہ آیا اور کسیکے حصہ میں کوئی قریہ آیا اور اگر ہر قریہ کی جدی جدی صلح ہوئی تھی تو رسولخدا صلعم نے فدک کی صلح خاص اپنی ذات کے واسطے کی تہی چنانچہ معجم البلدان میں لکھا ہی اور ہم اس سے پہلے اُسکی نقل کر چکے ہیں اور رسولخدا صلعم کو اختیار تھا حصوں کے دینے میں جسقدر چاہا دیا اور جسقدر چاہا خود لیا اور فدک کو بھی آپ ہی لیا اور اسمیں کسیکو حکم تکرار کرنیکا نتھا اسواسطے کہ خدا تعالی فی ہی کے ذکر میں فرماتا ہی وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنی جو کچھہ تمکو پیغمبر دیوے سو لیلو اور جس چیز سے تمکو منع کرے تو تم باز رہو پس رسولخدا صلعم کو اختیار تھا کہ اُنہوں نے مال فی میں سے فدک کو لیا اور اُنکو اور چیزوں میں سے جسقدر چاہا دیا اور یہ ضرور نہیں کہ ایک ایک بیگہ کو تقسیم کریں اور ہر ایک قریہ کے ٹکڑے ہوں اسواسطے کہ جبوقت پچاس ساٹھہ گاؤں ہوتے ہیں تو شرکا مال دیہات کے حصہ کر لیتے ہیں اپنی رضامندی سے اور یہاں تو رسولخدا ہی کو اختیار تھا دینے کا جسقدر چاہا دیا اور دوسرے شرکا کو کچھہ دخل نتھا بموجب اُس آیت کے اور جب شرکا نے دیہات کو تقسیم کیا یا رسولخدا نے تقسیم کرکے دیئے تو کسیکے پاس دس گاؤں آئے اور کسیکے پاس بارہ گاؤں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک گاؤں کے ٹکڑے ہوں اور خدا تعالے نے جو فرمایا ہی کہ جو چیز کہ خدا تعالی نے فی کی ہی اُس سے یہ مراد نہیں ہے کہ فی کی ہر چیز کے ٹکڑے کرکے تقسیم کرلو بلکہ مراد اُس سے یہ ہی کہ اُسمیں فلانے فلانے کا حصہ ہے اور سب اُسمیں شریک ہیں اگر اُسکے حقدار اپنی رضامندی سے اس کل کے چہ حصہ کرکے

ہر ایک شخص اپنا اپنا حصہ وصول کر لے تو کیا موافق حکم خدا کے ہوگا اور یہاں تو رسولخدا صلعم کی رضامندی پر تھا جیسے چاہا ویسے دیا اور فدک کو خود لیا اور اگر یہی ہے کہ جو چیز کہ فی کی ہے کوئی چیز ہو اُسکے ٹکڑے ہی چاہئیں تو اس صورت میں ہر ایک درخت کبھی ٹکڑے کر کے تقسیم کرنی چاہئے اور ہر مکان کے ٹکڑے ہی کرنے چاہئیں اور ہر جامہ کے ٹکڑے کرنے چاہئیں علی ہذا القیاس اور جو شے کہ مال فی ہے اور اسمیں سب کا حصہ ہے، اسکو کوئی عاقل ہی پسند کریگا اور اسکو یہ خبر نہیں کہ رسولخدا صلعم کی مرضی پر موقوف ہے اگر قرآن یاد ہوتا تو جانتا اور فدک کو خمس میں سے تو کوئی شیعہ بھی نہیں کہتا ہے بلکہ مال فی میں سے کہتے ہیں خمس کا ذکر نہایت بے جا ہے اور اگر فدک خمس میں سے فرض کیا جاوے اور دیہات کثرت سے ہوں کہ خمس کے بہت سے بھی دیہات ہوں تو اسمیں بھی یہی صورت ممکن ہے اور رسولخدا صلعم سارے فدک کے مالک ہو سکتے ہیں لیکن ہم فدک کو خمس میں سے تو کہتے ہی نہیں ہیں اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فدک رسولخدا صلعم کے ملک تھا اور حضرت فاطمہ نے ہر لئے رسولخدا صلعم کی ملک قرار دیکر اس میں دعوی وراثت کیا تھا اور مال فی میں سے رسولخدا صلعم کے حصہ میں وہ آیا تھا **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کسی عقل کے دشمن کو اس احتمال کے بطلان کے حقیقت میں خلجان رہے اسیواسطے ہمکو بھی لازم ہے کہ اس احتمال کے بطلان کے وجوہ جن سے مال فی ہی ثابت ہو جاوے بیان کر کے ابوبکر صدیق کی براءت بلکہ حقانیت اور علماء شیعہ کی خوش فہمی کو آشکار کر کے دکھلائیں سو اول تو احتمال کے بطلان کے لئے کہ فدک جو منجملہ اراضی فی ہے مملوک رسولخدا صلی اللہ علیہ سلم تھا اور ان مصارف معلومہ کا مقرر کر دینا بعینہ ایسا ہی جیسے اموال مملوکہ میں قدر زکوۃ کے لئے فقراء اور مساکین وغیرہم کو مقرر فرمایا ہے قطع نظر اسکے کہ ادنی عربی داں کو بھی یہ وہم نہیں گزر سکتا چنانچہ ظاہر ہے یہی ایک لفظ فللہ کافی ہے کیونکہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا اموال فی کا اس لفظ سے ظاہر باہر ہے چنانچہ مطالعہ کنان تقریر مسطور بالا پر انشاء اللہ تعالی مخفی نرہیگا دوسرے اگر لفظ ما افاء اللہ علی رسولہ تملیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے تو پھر فللرسول کہنے کی کیا حاجت تھی بلکہ مثل واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول یہاں بھی جسقدر خداوند کریم کو مد نظر ہوتا کہ اسکی راہ میں خرچ کیا جاوے اوسکی تعیین فرماکر فللہ ہی کے بعد ولذی القربی والیتامی الخ فرما دیتے فللرسول نفرماتے اور اگر یوں کہئے کہ لفظ ما افاء اللہ سے تو تملیک نہیں ثابت ہوتے پر فللرسول تملیک پر دلالت کرتا ہے تو البتہ یہ بات نادانوں کے نزدیک داناؤں کی سی بات ہے لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ اگر فللرسول میں لام تملیک کے لئے ہو تو لاجرم فللہ ولذی القربی کا لام بھی تملیک ہی کے لئے ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس جگہ تملیک بے اسکے ہو ہی نہیں سکتے کہ جس جس کی ملک کیا گیا ہے پہلے سے اُسکی ملک نہیں بلکہ بعد افارت یعنی مسلط کر دینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصناف مندرجہ آیہ مال فی کے مالک ہوئی ہوں کیونکہ اول تو یہ بات ظاہر ہی ہے کہ قبل افاءۃ اموال فی میں کفار کے سب تصرفات مثل بیع و شراء و ہبہ وغیرہ کے سب کے نزدیک صحیح ہیں معہذا اگر وہ قبل افارت مسلمان ہو جائیں یا جزیہ قبول کرلیں تو بہ نسبت اموال کوئی انکا مزاحم حال نہو اس سے معلوم ہوا کہ قبل افارت کفار ہی مالک تھے دوسرے فاء تعقیب خود اس بات پر شاہد ہے کہ اگر لام للرسول وغیرہ سے ملکیت ثابت ہوتی تب اُسکا خداوند کریم مالک الملک خالق ارض و سما کا پہلے سے مالک ہونا شیعوں کے نزدیک ہو سکے تو ہو سکے کیونکہ پہلے سے مالک ہونیکی وجہ اگر ہو تو یہ ہو کہ اموال فی قبل اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسپر قابض ہوں کفار کے مملوک تھے اور ایک شے تمام ایک وقت میں دو مالک نہیں ہو سکتے پھر خداوند کریم کو بھی کسیطرح مالک کہئے لیکن یہ استبعاد جبھی ہو سکے ہے کہ مالک خداوند کریم ہو یا مالک کفار ہو سو شیعہ بر رنگ معتزلہ جیسے بندہ مخلوق کو کہ افعال اختیاریہ کا خالق قرار دیکر خالق حقیقی کی برابر سمجھتے ہیں ایسی ہی اگر ملک میں بھی خالق اور مخلوق کو برابر سمجھنے لگیں تو کون روکتا ہے عقیدہ غلط سے بجز عقل کے اور کوئی نہیں روک سکتا سو وہ پہلے ہی نصیب دشمنان ہوا، اہل سنت جو بندوں کے ملک کو مالک الملک کی ملک کے سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعیر الملک اصلی کے ملک کے سامنے سمجھتے ہیں تو انکو مالک الملک کے ملک اور بندوں کے خصوصاً کفار کے ملک کے اجتماع میں کوئی محال نہیں نظر آتا **اقول** عقل کا دشمن تو تو ہے کہ جو خلاف قرآن اور خلاف تحریر جمیع علماء کے کہتا ہے اور فدک کا مال فے میں سے ہونا ثابت ہے اور ابوبکر کی براءت کسی طرح سے نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے جسکا وہ حق تھا اُس کو ندیا اور فدک کے مملوک رسول اللہ صلعم ہونے میں بھی کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور مال فے کے خداتعالی نے کئی حصہ مقرر کئے ہیں اُن میں سے ایک حصہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور حضرت کے حصہ میں فدک بھی داخل ہے کہ حضرت نے مصالحہ کر کے خود اسکو لیا تھا اور اپنے حصہ کے حضرت مالک تھے اور ایتام اور فقراء کو جو حضرت نے دیا وہ اپنے حصہ میں سے نہیں دیا بلکہ بموجب ارشاد خداوندی وہ بھی مستحق مال فے کے تھے اور فللہ کے لفظ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک مال فے کے موافق اپنے حصہ کے نہوں جس عربی داں سے چاہے پوچھ لے اور للہ کے لفظ سے تو یہ ثابت ہے کہ جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربی کا حصہ ہے ایسے ہی خدا ہی تعالی نے اُس میں سے ایک حصہ اپنا مقرر کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امور خیر میں اُس کو صرف کریں اور یہ کہاں ثابت ہے اس سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فے کے مالک نہیں ہو سکتے یہ شخص بڑا بیباک ہے اور دیکھو کس طرح سے قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسولخدا صلعم مال فے کے کسی طرح مالک نہ تھے اور حال یہ ہے کہ خداتعالی سورۂ احزاب میں فرماتا ہے کہ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ یعنی وہ چیز کہ مالک ہوا ہے ہاتھ تیرا اُس میں سے کہ فے کیا ہے خدا نے تجھ پر دیکھو قرآن میں تو خدا ہی تعالی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک مال فے کا کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ مالک ہی نہ تھے اور

۱۱ جو کچھ اس شیخ نے پہلے اس سے لکھا تھا وہ بھی بیجا تھا اور اُس سب کا ہم جواب دے آئے ہیں اور لفظ مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اس پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالی نے مال فی رسول خدا
صلعم کو عطا کیا کہ وہ حضرت کے تحت قبض و اختیار میں ہو گیا لیکن خدا تعالی نے اُسکے حصے مقرر کئے ہیں کہ وہ فلانے اور فلانے کے حصے میں سو لحذا صلعم ہر ایک حصہ دار کو عنایت کرتے
اور للرسول کہنے کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ اُس میں رسول صلعم بھی شریک ہیں اور اُنکا بھی حصہ اُس میں ہے سو حضرت نے اپنا حصہ اُسمیں سے لیا کہ جس میں فدک بھی ہے اور اپنی اُس حصہ
کے مالک ہوئے اور للرسول خدا تعالی کیوں نفرمانا کہ اُس میں حصہ رسول اللہ صلعم کا بھی تھا اور جس جس کا حصہ تھا سب کا ذکر کر دیا اور رسولخدا صلعم نے جس جس کو اُسمیں سے دیا بعد وصول کے ایک
اپنے حصہ کا مالک ہو گیا اور اسی طرح جسقدر رسولخدا صلعم نے لیا وہ اپنی حصہ کے مالک ہو گئے اور اگر اپنے اپنے حصہ کے یہ لوگ مالک نہوئے تو پھر کسواسطے اُنکو دیا تھا کیا اُنکے پاس امانت
رکھا تھا اور اگر نہیں دیا تو تعمیل حکم خدا کی نہیں اور البتہ للرسول پر اور ولذی القربی پر سب پر لام تملیک کا ہے اور ملک تو سب حصہ داروں کی اُسی وقت ثابت ہو گئی جسوقت کہ خدا تعالی
نے فرمایا کہ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی گو وصول بعد اُسکے ہوا اور قبل افاءۃ اگرچہ وہ کفار کے تصرف میں تھا لیکن بعد افاءۃ مملوک رسول خدا صلعم اور ذوالقربی وغیرہ کا ہو گیا اور اگر قبل افاءۃ
وہ مسلمان ہو جاتے تو پھر کیا اُسمیں کلام تھا وہ ہی اُسکے مالک رہتے اور یہ کون کہتا ہے کہ قبل افاءت کفار اُسکے مالک نتھے بڑا کودن ہے یہ جو ایسے مہمل گفتگو کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فا تعقیب کے
اثبات پر شاہد ہمارے یہ اسمیں سے کہاں نکلتا ہے کہ پہلے سے خدا مالک نہو خدا تعالی تو مالک سب چیز کا ہے اور اُسی نے یہ عطا کیا ہے مسلمانوں کا رعب اُن یہودیوں کے دل میں ڈالکر
اور اُسنے بھی پہلے اس سے کفار کو دی تھا اور مالک کر دیا تھا اور اب کفار سے چھین کر مسلمانوں کو دیدیا اُسکا مالک نہونا کہاں سے لازم آیا مالک کر نیوالا کافروں کا اور مسلمانوں کا تو وہ ہے
اور اُسی نے اُسکے حصہ مقرر کرکے ہر ایک حصہ دار کو اُسکا مالک کر دیا ہے اور افاء اللہ کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا نے دیا ہے اپنی پیغمبر کو جو کہ مالک سب چیز کا ہے اور بعد دینے کے
اُسکی تقسیم اسطرح سے ہے کہ وہ فلانے اور فلانیکے واسطے ہے کہ وہ اپنے اپنے حصہ کے مالک ہو جائیں اور جب دیا تو جسکو دیا اُسکو مالک کر دیا اور خدا تعالی کے مالک کر دینے سے وہ مالک ہو گئے
جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنی غلاموں کو جاگیر بخشتے کہ وہ اُسکے مالک ہو جائیں اور کھائیں اور پیئیں لیکن یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ بخشنے سے پہلے بادشاہ کے وہ مالک نتھے اور بادشاہ تو پہلے
ہی مالک تھا اور اب بھی مالک ہے کہ اُسکے تحت تصرف میں سے کہیں نہیں جا سکتے اور اگر خدا تعالی کا مالک نہونا سمجھا جائے تو یہہ موافق سمجھہ ان کج دلوں کی ہے اور شیعوں کے نزدیک ایسا
ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ بھی اس کودن ہی کے نزدیک ہے کہ جب کفار مالک ہوئی قبل افاءت تو خدا تعالی مالک نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ایک چیز کے دو مالک نہیں ہو سکتے اور اسنے خدا تعالی
کو بھی سب کے ہی برابر مقرر کیا ہے اور یہ بھی ثابت کیا کہ دنیا میں کسی چیز کا کوئی مالک ہی نہیں ہوتا ہے اور خدا تعالی اس شیخ نجدی کے نزدیک ہم پلہ کفار بھی ہے اور معتزلہ تو تم میں
ہی ہیں کہ وہ ثلثہ کی خلافت کو مثل تمہاری معتبر جانتے ہیں اور ہم دونوں سے بیزار ہیں اسواسطے کہ معتزلہ تو کہتے ہیں کہ بندہ اپنی افعال پر قادر مستقل ہے اور تم اشعریہ کہتے ہو کہ بندہ
کو کسی طرح کا دخل نہیں ہے وہ تو مثل پتھر کے ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ لاجبر ولا تفویض بل امر بین الامرین یعنی نہ تو بندہ مجبور ہے اور نہ یہ کہ وہ بالکل مالک و قادر ہے اپنے فعل کا کہ خدا تعالی
کو اُسکے فعل میں کسی طرحکا دخل نہو بلکہ درمیان جبر و تفویض کے ہے اور اگر معتزلہ بندہ کو خالق افعال اختیاریہ کا قرار دیکر خالق حقیقی کی برابر سمجھتے ہیں تو تم ہر سگ و خوک کو خدا سمجھتے ہو
اور خالق تو فعل کا وہ ہی ہوتا ہے کہ جو اُس فعل کو اپنی اختیار سے صادر کرے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ فعل کو کری تو کوئی اور نام دہر دو سرے کے کسینے سچ کہا ہے الاشعریۃ لاشوریۃ اور
بعضے مرتبہ یہ طائفہ کسبیہ اشعریہ لاشوریہ کسب کو دخل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کرتا تو ہے خدا ہی لیکن کسب بندہ کا ہے اسواسطے بندہ ماخوذ ہوگا یہ بھی خوب بات ہے کہ کرے تو کوئی اور پکڑا
جاے کوئی اور وہ شیعہ ہی ہیں کہ جو بندونکے ملک کو مالک الملک کے ملک کے سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعیر مالک اصلی کے ملک کے سامنے سمجھتے ہیں اور اہل سنت ملک میں خالق اور
مخلوق کو برابر جانتے ہیں بلکہ اُنکے بڑے اپنے تئیں خدا کہتے تھے چنانچہ بایزید بسطامی کہتا تھا کہ سبحانی ما اعظم شانی اور کہتا تھا کہ لا الہ الا انا فاعبدونی **قال الشیخ**
الاشعری اور سلمنا کہ تملیک بمعنی مذکور نہو بلکہ مقصود فقط بیان ملک ہو اور موافق عقیدہ اہل سنت فللہ وللرسول کے یہ معنی ہیں کہ مالک حقیقی خداوند مالک الملک ہے اور مالک مجازی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لیکن لذی القربی الخ کے لام سے جو ذوالقربی و یتامی وغیرہ کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اسکا کیا جواب معہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذی القربی وغیرہ ہر ایک کو مثل
خداوند مالک الملک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اموال فی کا مالک کہئے چنانچہ بظاہر للرسول اور لذی القربی کا عطف للہ ہی پر ہے اور وہ اسی بات کو مقتضی ہے تب تو اسکے
محال ہونیمیں کلام ہی نہیں اور اگر یوں کہئے کہ ذی القربی کا عطف للرسول پر ہے اور یہ دونوں معطوف معطوف علیہ ملکر للہ پر معطوف ہیں تب اس سے بھی کیا کم کہئے کہ اموال فی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور اصناف باقیہ میں مشترک ہو سو یہ بات اول تو یوں کسی مسلمان کے دھیان میں نہیں آسکے کہ اس صورت میں لازم تھا کہ جیسے غنیمت غانمین پر تقسیم
کیجاتی تھی اموال فی اصناف معلومہ پر تقسیم کئے جاتے تاکہ ہر کوئی اپنی حسب دلخواہ اُسمیں تصرف کرتا ضرورت ہوتی تو کسیکے ہاتھ بیچ دیتا نہیں تو آپ رکھتا یا کسیکو دیدیتا سو یہہ وبال
کسکی گردن پر رہا کہ مالکان اشیاء کو دخل نملا سو اہل سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو درکنار اُنکے خدام کی طرف بھی یہ وہم نہیں آسکتا کہ ایسے ظلم عظیم کے مرتکب ہوئے ہوں
ہاں شیعہ کہیں تو اُنسے بھی دور نہیں اُنکی اور خرافات کو دیکھئے تو اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں **اقول** ملکیت کے جو معنے ہیں وہ ہی ہیں اور تفریق کرنے مالک حقیقی اور مجازی کے

کچھ احتیاج نہیں ہے خدا تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو کسی کی ملک ہے اور اُسکے قبضہ میں ہے خدا تعالی تو اُسکا بھی مالک ہے کہ اُسنے ہی اپنی قدرت اور فضل سے وہ دی ہے اور اپنی اپنی حصہ کے رسول اللہ صلعم بھی مالک ہیں اور ذوی القربی بھی مالک ہیں جو کچھہ کہ رسول خدا صلعم نے اُنکو دیا ہے اور ذوالقربی کے مالک ہونیمیں کیا قباحت ہے کہ جو تو اُنکے مالک ہونیکا جواب پوچھتا ہے اور خدا کی برابر کسیکو کوئی مالک نہیں سمجھتا ہے اور نہ تمام اموال کا کوئی مالک رسول خدا صلعم کو کہتا ہے ذوالقربی کو تو کوئی کیوں کہیگا البتہ اپنے اپنے حصہ کے سب مالک ہیں اور رسول خدا صلعم حصوں کے تقسیم کرنیوالے ہیں جسقدر جسکو چاہا دیا اور آیت میں خدا تعالی نے حصوں کو کہولدیا ہے کہ فی میں سے فلانے فلانے کو پہنچے اور ایک حصہ خدا تعالی کا ہو کہ وہ اُمور خیر میں صرف کیا جائے اب جسکو چاہو معطوف ٹھیراؤ اور جسکو چاہو معطوف علیہ ۔ للہ کے لام سے یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالی تمام اموال کا مالک ہے تاکہ للرسول اور ذی القربی کا اُسپر عطف کریں تو وہ بھی تمام اموال کے مالک ہوں بلکہ یہاں یہ مراد ہے کہ ایک حصہ خدا کے واسطے ہے مال فی میں سے اور ایک ایک حصہ رسول خدا اور ذی القربی کے واسطے اور یہی عطف سے سمجھا جاتا ہے یہ باتیں بنانیسے اور قرآن میں تحریف کرنیسے مطلب تیرا حاصل نہیں ہوتا دیواروں میں ٹکریں مار اور اپنے سر کو توپھوڑ جو چاہے سو کر لیکن ابوبکر سے یہ طعن دفع نہیں ہوسکتا ہے اور جسصورت خدا تعالی نے مال فی سب اصناف میں مشترک کردیا ہے تو اسمیں کیا قباحت ہے اور اگر کوئی مسلمان اُسکو مشترک کہے تو کیا گناہ ہے حسب قول کہ رسول خدا صلعم نے سب اصناف پر اُسکو تقسیم کردیا ہو اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ رسول خدا صلعم نے اُسکو تقسیم نہیں کیا تقسیم نکرنے میں تو بڑی قباحت تھی خدا تعالی نے تو حکم دیا کہ وہ مال فلانے فلانے کے واسطے ہے اور رسول خدا لوگوں کے حصوں کو دبا رکہتے اور کسیکو نہ دیتے تو ایسا حق تلفی لوگوں کی متصور تھی سو یہ تمہارا ہی عقیدہ ہے کہ مثل ابوبکر کے رسول خدا صلعم حق لوگوں کا اُٹھا دیا تم قائل ہو اس امر کے کہ تقسیم نہیں کیا اور ہمارے نزدیک تو تقسیم کرنا اُسکا ثابت ہے اور یہ تو تم ہی کہتے ہو کہ تقسیم نہیں کیا اور یہ ظلم عظیم رسول خدا صلعم پر روا رکہتے ہو اور اگر تم ایسا کہو تو تمسے کچھ دور بھی نہیں تمہاری اور خرافات کو ٹٹولیئے تو اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں

قال الشیخ الاشعری دوسرے اگر تقسیم بھی وقوع میں آتی تب یہ بات تصور میں نہیں آسکتی کہ شرکا غیر معین میں ایک چیز مشترک ہو خاص کر کے تو ایک تعداد معین ہوتی ہے انکو غنیمت میں شریک کہنا تو زیبا ہے ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کا کوئی عدد معین کسیکو معلوم نہیں ہو سکتا اور معلوم بھی ہو تو سب کو اُنکا حق پہنچانا بندوں سے محال ہے معہذا اصل زمین کا دینا تو ایک طرف ارضی فئے کی آمدنی بھی تمام ذوی القربی اور تمام جہان کے یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو نہیں پہنچی نہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور اگر ان اصناف اربعہ کو اہل اسلام ہی میں منحصر رکھئے کلام کیجئے تب بھی شیعوں کا قافیہ تنگ ہیگا اور اگر بالفرض بفرض محال مقصود جناب باری تعالی فللہ سے تو یہ ہو کہ مالک حقیقی جناب باری تعالی ہے اور فللرسول سے یہ مطلب ہو کہ مالک مجازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لذی القربی الخ بیان مصرف کیلئے ہو تو اس سے اہل سنت کو سوا اسکے کہ اس صورت میں خدا کی طرف حرف عاید ہوگا چنانچہ معلوم ہوجائیگا انشاء اللہ تعالی اسکی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک جو اس صورت میں فقط برائے نام ہی ہوگئی اگر بالفرض بطور وراثت وارثوں کی طرف منتقل بھی ہوجائیگی تو استحقاق اصناف باقیہ تو کسیطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی طرف منتقل ہو ہی نہیں سکتا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اصل کل یا آمدنی کا خرچ کرنا ضروری تھا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُسیطرح بدستور رہیگا اور اگر بفرض محال منتقل بھی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اصناف اربعہ وارثوں کی جانب منتقل ہو جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں سے کچھ تعلق نہیں سو ابوبکر صدیق نے جو حضرت فاطمہ زہرا کو نہیں دیا تو وجہ اسکی یہی تھی کہ اُنکی طلبگاری سے یہی بات نکلتی تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کو جو بطور فئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف میں آیا تھا مثل اور املاک ہر قسم کے تصرف کی قابل سمجھ کر فقط اپنی گزران کیلئے طلب کرتی تھیں بطور تولیت نہیں مانگتی تھیں ورنہ دعوی ہبہ اور دعوی میراث کے کیا معنی معہذا روایت نجاح السالکین جسکا ترجمہ تو مذکور ہو چکا اور عبارت بھی انشاء اللہ قریب سے مذکور ہوگی اس دعوی کیلئے دلیل کامل ہے اہل فہم اُس روایت سے آپ سمجھ جائینگے کہ ابوبکر صدیق کا ندینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کو اپنے صرف کیلئے طلب فرماتی تھیں ورنہ اگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی اسلئے طلب فرماتے ہیں کہ مصرف مذکور میں صرف کریں تو ابوبکر صدیق یوں کیوں عذر کرتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مصرف میں صرف کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر چونکہ اہل حق بعد ظہور حق کے مان لیا کرتے ہیں جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فہم مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق کی بات آگئی اور صدیق اکبر کو اسم باسمی صدیق صادق پایا یہ گمان پہلے سے تھا کہ ابوبکر صدیق آپ خورد برد کرلیں گے اس کام کے انتظام میں خلجان دیکھا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق کا عذر قبول فرمایا اور انکا قول مسلم رکھا اور فدک کی آمدنی کے صرف کا انتظام اور اہتمام ابوبکر صدیق کے سپرد فرما کر راضی ہوگئیں چنانچہ ناظران روایت مذکور پر مخفی نرہیگا تسپر بھی شیعہ نمانیں تو اور کیا کہا جائے کہ ان نامانتوں کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اتباع سے غرض نہیں صحابہ کی عداوت کیلئے اہل بیت کے نام کو آڑ کر رکھا ہے۔ **اقول** بے شک تقسیم وقوع میں آگئی تھی اور رسول خدا صلعم نے سب کو پہنچا دیا تھا سو ہمارے مذہب کے موافق تو کسیطرح کی دشواری نہیں ہے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک مراد ذوی القربی سے رسول خدا صلعم کے قریب ہیں کہ وہ اہل بیت حضرت کے ہیں اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل سے بھی مراد آل محمد کے یتیم اور مساکین اور ابن سبیل ہیں اُنکے پہنچانے میں کچھ دشواری نہیں اور موافق مذہب اہل سنت کے بھی کہ وہ سب مسلمانوں کے قریب اور یتیم اور مساکین مراد لیتے ہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ ہر صنف کے آدمیوں کو اصناف مذکور میں سے جسقدر آدمیوں کو دینا ممکن ہے پہنچا سکتے ہیں اگرچہ ہر صنف کے دس دس پندرہ پندرہ آدمیوں کو پہنچے

اس صورت میں ہر صنف کو پہنچا دینا صادق آجائیگا اور مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ ہر صنف کے کل افراد کو پہنچایا جائے جیسے کہ زکوٰۃ اور خمس کے دینے کا حکم ہے کہ اس قسم کے آدمیوں کو دینا چاہیے سو جسقدر آدمیوں کو دینا ممکن ہوگا دیوینگے اور مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ اس قسم کی کل آدمیوں کو دینا چاہیے یا خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ تم قریبوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو دو تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ روی زمین پر جسقدر کہ قریب اور یتیم اور مسکین اور مسافر ہیں انکو دو کہ کوئی آدمی بھی انمیں سے باقی نرہے اور ایسے ہی انما الصدقات للفقراء والمساکین میں یہ مراد نہیں ہے کہ تمام روی زمین کے فقرا اور مساکین کو دو اسواسطے کہ یہ تکلیف مالایطاق ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور خدا تعالی فرماتا ہے کہ فے فلانے فلانے کے واسطے ہے سو انکے واسطے ہوئی تو انکو دینا ضرور ہوگا جسقدر آدمی کہ بہم پہنچیں اور اگر کسیکو ندیویں تو حقتلفی کرنیوالے ٹھہرینگے اور ایسا وہم تو حضرت کیطرف ہوئی نہیں سکتا بہر حال دینا ہی ہوگا اور جب دیوینگے تو جسقدر آدمیوں کا دینا ممکن ہوگا دیوینگے کیا تیرے نزدیک کلام خدا کا لغو ہے کہ اسکا کچھ مطلب ہی نہیں ہے تیرے نزدیک تو مال فے کی تقسیم کا قابل ہے اور نہ عدم تقسیم کا معلوم ہوا کہ اس آیت کے مطلب میں تیرا فہم نہایت تنگ ہے نہ تو تجھ سے یہ بن پڑتا ہے کہ تو کہے کہ مال فے تقسیم ہوگیا ہے اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ تقسیم نہیں ہوا حق تو منحرف ہے اس سے تجکو کرہی بھولا ہوا ہے اور جناب باری تعالی کا ہرگز یہ مقصود نہیں ہے کہ فللہ سے مراد مالک حقیقی خدا تعالی ہے اور فللرسول سے مالک مجازی رسول خدا مراد ہیں اور مابعد اسکا بیان مصرف کیلئے ہے اور یہ کون کہتا ہے بلکہ مقصود اس سب سے یہ ہے کہ مال فے کے چھ حصہ کرکے دینا چاہیے ایک حصہ خدا کا کہ رسول خدا صلعم امور خیر میں اسکو صرف کریں اور ایک حصہ رسول کا اور ایک حصہ قریبوں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا لیکن رسول خدا صلعم کو اختیار تھا جسقدر چاہا دیا اور جیسے کہ دنیا میں مالک ہوتے ہیں موافق شرع کے اپنی چیز کے ایسے ہی جناب رسول خدا صلعم بھی اپنی حصہ کے مالک تھے مال فے میں سے برائے نام کیونکر تھے اور جس طرح سے کہ ہمارے آدمی برائے نام مالک ہیں دنیا میں اپنی چیز کے کہ کل کو سب چھوڑ کر چلے جائینگے اسطرح سے تو حضرت بھی برائے نام تھے لیکن یہاں اس سے بحث ہی نہیں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ اصناف باقیہ کے وارث رسول خدا صلعم کے وارث ہیں ہم تو یہ نہیں کہتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم کے تو وارث وہ ہی ہیں کہ جو انکے وارث ہیں اور اصناف باقیہ کے وارث وہ ہیں کہ جو انکے وارث ہیں اور رسول خدا صلعم نے تو مال فے اپنی زمانہ میں سب حصہ داروں کو دیدیا تھا اور جو کچھ حضرت کے پاس فدک وغیرہ تھا اور جو کہ زہرا علیہا السلام کو ہبہ کیا تھا وہ حضرت کے قبض و تصرف میں ہبہ کرنے سے پہلے تھا اور اصناف اربعہ کا حق تو انکی وارثوں کو منتقل ہوگیا تھا اور رسول خدا صلعم کے حصہ میں جو فدک تھا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو رسول خدا صلعم نے بخشا تھا وہ ابوبکر نے ضبط کرلیا تھا اور اصناف اربعہ کا حصہ رسول خدا صلعم کے وارثوں کو کاہیکو پہنچیگا البتہ رسول خدا صلعم کا حصہ فدک وغیرہ وہ حضرت کے وارثوں کو پہنچا ہے اور اسیواسطے حضرت فاطمہ فدک کو ابوبکر سے طلب کرتے تھے پہلی دفعہ میں تو اس طرح سے کہ مجھکو میرے باپ نے یہ ہبہ کیا ہے مجھکو دیدے جب ابوبکر نے ندیا تو پھر اس مظلومہ نے دعوی وراثت کا کیا اور کہا کہ یہ میرے باپ کا مال ہے مجھکو ارث میں پہنچتا ہے مجھکو دیدے ابوبکر نے ایک روایت بناکر کہا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اس سبب سے حضرت فاطمہ کو فدک نہ دیا اور حضرت فاطمہ نے اپنی چیز جانکر اور رسول خدا صلعم کا مال جانکر فدک کو ابوبکر سے طلب کیا تھا اور میراث کا مال طلب کیا تھا گذارہ کیواسطے مال غیر مال رسول اللہ میں سے طلب نہیں کیا تھا اور میراث کے طلب میں ارث کی مال میں سے ہوتی ہے نہ غیر مال موروث میں اور ابوبکر نے جو لانورث کہا تھا کیا سمجھکر کہا تھا اسیواسطے کہا تھا کہ پیغمبر کے مال متروک میں میراث جاری نہیں ہوتی اور تو ابوبکر کے خلاف کسوجہ سے کہتا ہے کہ دعوی میراث کیا معنی اور منہاج السالکین کا تو میں پہلے اس سے جواب دے چکا ہوں کہ منہاج السالکین شیعوں میں کوئی کتاب نہیں ہے جسمیں یہ روایت ہو نصر اللہ کابلی نے یہ فقرا کیا ہے ایک روایت بناکر اور منہاج السالکین مفروض کا حوالہ دیکر شیعوں کی طرف منسوب کردیا ہے اور اسکی پیروی میں مولوی عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے اور انکی پیروی میں یہ شیخ لکھتا ہے سو روایت بلیل نہیں ہوسکتی مدار اہل فہم اس جھوٹی روایت کیا سمجھینگے اور حضرت فاطمہ نے اپنا استحقاق جانکر فدک کو ابوبکر سے طلب کیا تھا بطریق خیرات ابوبکر سے طلب نہیں کرتی تھیں اسیواسطے ابوبکر نے لانورث انکے جواب میں کہا اور ہبہ کا دعوی کیا تو کہا کہ تو اپنی گواہ لا اور اگر رسول خدا صلعم کا مال نہوتا تو ابوبکر ایسا کیوں کہتا اور اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر نے اس مصرف میں صرف کرتے ہوئی حضرت کو دیکھا ہے تو کیا ضرور ہے کہ وہ مال رسول خدا کا نہو ہوسکتا ہے کہ وہ انہی مال کو انمیں صرف کرتے ہوں یا ابوبکر کے دیکھنے کے بعد حضرت فاطمہ کو دیدیا ہو اور ابوبکر کو خبر نہوئی ہو اسواسطے کہ ہم علی اور فاطمہ و حسنین و عباس کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے ہیں کہ بعضے تو انمیں سے مدعی ہیں اور بعضے گواہ ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کی فہم میں ابوبکر کی بات طرح سے آئی تھی کہ ابوبکر جھوٹ کہتا ہے اپنی طرف سے ایک بات بناکر اور ناراض ہوگئیں ابوبکر سے یہانتک کہ تا دم آخر ابوبکر سے کلام نہ کیا اور روایت منہاج السالکین کی وضعی ہے اور کیسی باتیں میں مٹھارتا ہے یہ شیخ جھوٹی روایت بناکر کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو اسم با مسمے صادق پایا اور آپ سچے سچ کہنے میں خلجان کیا تو ابوبکر کا عذر قبول کیا اور راضی ہوگئیں اگر ابوبکر کو صادق جانتیں اور اس سے راضی ہوتیں تو ابوبکر پر غصہ کاہیکو ہوتیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور وہ روایت منہاج السالکین کی تو جھوٹی ہے کیا شیعوں کو جھوٹی روایت سے الزام دیتے ہو مولوی ناہل تو تم ہو کہ جھوٹی روایتیں بناکر شیعوں کے سر دھرتے ہو اور شیعوں کو تو بہرنہج اتباع علی اور فاطمہ زہرا منظور ہے اور اسیواسطے خلفاء ثلاثہ کو اچھا نہیں جانتے ہیں کہ علی اور فاطمہ زہرا کا حق انہوں نے ندیا اور سوائے اسکے اور کوئی وجہ عداوت کی نہیں ہے تم بھی اسکو جانتے ہو

قال الشیخ الاشعری الحاصل اگر بفرض محال فللہ سے تو یہ مراد ہو کہ مالک حقیقی خدا وندکریم ہے اور فللرسول کا یہ مطلب ہے کہ مالک مجازی رسول اللہ صلعم اور لذی القربی الخ کے یہ معنی ہوں کہ ان مصارف میں صرف کیا جاوے تو اہل سنت کو تو اسکی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں ہے کہ فدک بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور وراثت حضرت فاطمہ زہرا کو نہیں پہنچی لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کیطرف سے خرچ کرتے رہے یا روغہ تھی یعنی رضا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کی آمدنی کو مصارف معلومہ میں صرف کرتے تھے پہنچی کی اس مثل تسلی دو شیعوں کو کیا ہاتھ آئیگا الٹی بیلاج کی خرابیاں اور جوابدہیاں سر پر پڑینگی اول تو تم نعوذ باللہ یہ لازم آئیگا کہ خدا وندکریم نے با اینہمہ تبایت اس تملیک میں رسول اللہ صلعم سے منتزع

اور محبوب کے ساتھ وہ معاملہ کیا جیسے کہا کرتے ہیں گھر باہر سب تیرا ہی پر کوٹھی کٹھلے کو ہاتھ نہ لگانا سبحان اللہ جو بات مخلوق کے حق میں بھی معیوب ہو وہ شیعوں کو اس صورت میں جناب باری کی نسبت تجویز کرنی پڑیگی دوسرے یہ کہ قرآن شریف کے اعجاز کا شہرہ اور بوجہ فصاحت و بلاغت اور خوبی عبارات و مضامین جناب باریتعالی کو یوں دعوی کرنا فاتوا بسورة من مثلہ یعنی ایسی کوئی ایک سورت ہی لے آؤ زیادہ نہیں تو انا اعطیناک کے برابر سہی اس صورت میں محض بیجا اور بیموقع ہو جائیگا مضمون ایسا کچھ کہ مالک تو کردیا پر اختیار ذرہ برابر نہ دیا اور عبارت ایسی کچھ کہ معنی مقصود سے کچھ لگاؤ نہیں اگر اس توجیہ اس قسم میں یوں کہا جائے المعنی فی بطن الشاعر تو بیموقع نہو بلکہ انصاف دیکھئے تو خلاف مقصود پر البتہ دلالت موجود ہے قرینہ عطف للرسول لذی القربی سے ایک طرح کا استحقاق ثابت ہوتا ہے ہاں اگر کوئی اور قرینہ اس سے اقوی اسکے معارض ہو جاتا جیسے للہ میں جو دیکھو تو کچھ مضائقہ بھی نہ تھا اسی لئے۔ سوا اسکے کہ بطور احوال میری زبان پر آگیا آجتک کسی نے اسکا یہ مطلب ہی نسمجھا اور باایں ہمہ قرآن مبین بھی ہاں تیسرے للہ کے لام کو اگر تملیک کے لئے اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ تملیک وہاں ہوا کرتی ہے جہاں پہلے سے ملک نہو تو یہ مسلم لیکن لذی القربی الخ لام کے یہ معنی کیوں نہیں ذی القربی وغیرہ تو کچھ ہم پایہ خدا اور شریک موجودات نہیں جو مالک حقیقی اور مالک قدیم انکو کہا جائے اور تملیک بمعنی مذکور کی گنجایش نہو چوتھے یہ کہ اگر رسول صلعم کی ملک مثل ملک جملہ بنی آدم ہے اور آپ اس قسم کی ملک کے قابل ہیں تو قرینہ عطف یوں تقاضا کرتا ہے کہ جو بات للرسول کے لام سے ثابت ہو وہی لذی القربی کے لام سے ثابت ہو ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر مثل ملک خداوندی رسول اللہ صلعم کی ملک بھی عوام کی ملک سے ممتاز ہے اور ایک نوع جداگانہ ہے تو ہم یوں کہتے ہیں کہ جیسے باریتعالی کی ملک میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی رسول اللہ صلعم کی ملک میں بھی وراثت جاری نہیں ہو سکتی **اقول** فللہ سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ مالک حقیقی خداوند کریم ہو ورنہ للرسول سے یہ مراد ہے کہ مالک مجازی رسولخدا صلعم ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ مال فے میں سے ایک حصہ خدا کا ہے کہ امور خیر میں صرف کیا جائے اور ایک حصہ رسولخدا صلعم کا ہے کہ وہ اپنے حصے کے مالک ہوں جسطرح چاہیں ویسے ہی ذی القربی وغیرہ کا حصہ ہے اور موجب حکم خدا جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام فدک کی وارث ہیں اور ابوبکر حضرت فاطمہ کی طرف سے وارث نہیں ہو سکتے کہ وہ تو اسکے غاصب تھے اور از راہ تعدی اور تمرد فاطمہ زہرا کو فدک نہ دیا اور حضرت زہرا نے ابوبکر سے ناراض ہو کر اس دنیا سے رحلت کی ہے دار و عملی ابوبکر کی کیونکر ثابت ہو اور شیعوں پر کوئی خرابی عائد نہیں ہوتی ہے کہ توجیہ کچھ معنی للہ اور للرسول کی تجویز کرتا ہے شیعہ اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں ورنہ رسولخدا صلعم کو ایسا مالک جانتے ہیں کہ گھر باہر تیرا ہے لیکن کوٹھی کٹھلے کو ہاتھ نہ لگانا یہ تیرا ہی عقیدہ ہے اور نہ ہم ایسے معنی کہتے ہیں کہ جس سے یہ بات لازم آئے اور کلام اللہ کے اعجاز اور فصاحت بلاغت میں خلل آئے اور لام للہ کا البتہ تملیک کے واسطے ہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ مال فے میں ایک حصہ خدا کا ہے کہ اسکو امور خیر میں صرف کرے اور لام تملیک میں بھی کچھ ضرور نہیں ہے کہ پہلی ملک نہو خداتعالی لمن الملک الیوم کے جواب میں فرمائیگا کہ للہ الواحد القہار یا یہ کہ خداتعالی نے فرمایا للہ ما فی السموات وما فی الارض کیا پہلے اس سے خداتعالی اکیلا مالک نتھا اور زمانے سے پہلے کیا آسمان و زمین اسکی ملک میں نتھے اور ذی القربی کی بھی لام تملیک کے واسطے ہے اور مراد اس سے یہی ہے کہ ایک حصہ انکا بھی ہے انکو دینا چاہئے اور رسولخدا صلعم کی ملک البتہ ایسی ہی ہے جیسے اور آدمیونکی ملک ہے اور اس شئے کے مملوک ہونے میں سب کا حال برابر ہے مگر رسولخدا صلعم آپ اختیار رکھتے ہیں اسکے تقسیم کرنیوالے ہیں اصناف مذکورہ کو جسطرح چاہیں دیں اور خداتعالی تو مالک ہر چیز کا ہے اصل میں اپنے بندونکو مال فے دلوایا اور ایک حصہ اسمیں اپنا مقرر کیا امور خیر میں صرف کرنیکے واسطے اور حصہ مقرر کئے حصہ خدا کا خدا مالک ہے اسکو راہ نیک میں صرف کرواتا ہے اور ایسے ہی جناب رسولخدا صلعم اور سوائے انکے اور جو اپنے اپنے حصے کے مالک ہیں جس طرح چاہیں کریں اور اس ملک میں سب برابر ہیں باریتعالی کی ملک یعنی جو حصہ کہ اس نے اپنا مقرر کیا ہے وقف ہے اور صدقہ میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی اور رسولخدا صلعم کا حصہ اور اوروں کا حصہ صدقہ نہیں ہے اور وراثت مردہ کے مال میں جاری ہوتی ہے اور خداتعالی موت سے پاک ہے اور رسولخدا صلعم کی موت آچکی کہ وہ اس جہان سے رحلت کر گئے انکے مال میں البتہ وراثت جاری ہوگی اور ملک صرف خدا کے ہی مال میں وراثت جاری ہوتی ہے کہ سب آدمیوں کے پاس جو کچھ ہے وہ مال خدا کا ہے اور جو کوئی مرجاتا ہے تو بعد اسکے دوسرا شخص اسکا وارث ہوتا ہے اور جو کوئی وارث ہو تو یہ اسکی شان سے موت ہو بھی ہے اور اللہ تعالی کا وارث ہونا تو قرآن سے ہی ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہے نحن الوارثون پس جب کہ اسکے مال میں وراثت جاری ہے **فقال الشیخ الاشعری** اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے اول تو یہ کہ رسول اللہ صلعم بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپکی ملک زائل ہونے ہی نہیں پاتی جو وارثوں کی ملک اسکی قائم مقام ہو بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیا کو برتیں ورثہ اس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور ہم مرتے نہیں اور نہ وارث مالک ہو جاتے ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلعم بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے ہیں اور آپ بدستور اپنی اشیا اموال کے مالک ہیں کوئی مالک نہیں ہوگیا اور حدیث لانورث ما ترکناہ صدقة جو ابوبکر صدیق سے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ تا بقید حیات ہیں پر شیعہ سمجھیں تو کیا سمجھیں اور اگر شیعہ یا اور کوئی رسول اللہ صلعم کو زندہ ہونیکو نمانے تو

اقول ماشاء اللہ کیا وجہ معقول پیدا کی ہے اپنے ذہن نارسا سے کہ آجتک کسی عالم کو علماء اہل سنت میں سے ایسی وجہ نسوجھی تھی کہ جسکا مسلمانوں میں سے شیعہ سنی کوئی قائل نہیں ہے اگر یہ شخص ابوبکر کے زمانہ میں ہوتا تو انکی اتالیقی کرنیکو کافی تھا اور انکو روایت لانورث کے وضع کرنیکی احتیاج نہوتی اور جس وقت فاطمہ زہرا وراثت کا دعوی کرتیں تو ابوبکر یہی کہدیتا کہ فاطمہ زہرا یہی کہ رسولخدا صلعم بلکہ تمام انبیا زندہ ہیں اور کوئی انمیں سے مرا نہیں ہے تم ارث کسکے مال میں سے لیتی ہو اور طلب کرتی ہو اس شخص کو کلام اللہ بھی یاد نہیں ہے ورنہ ایسی بات نکہتا اسواسطے کہ خداتعالی فرماتا ہے کل نفس ذائقة الموت اسمیں تخصیص کسیکے نفس کی نہیں ہے نبی اور غیر نبی کی اور اگر پیغمبر کو اسطرح موت نہوتی تو خداتعالی انکو مستثنے کر دیتا اس آیت میں سے یا اور کہیں دوسری جگہ فرماتا بلکہ خداتعالی نے تو تصریح کر دی ہے رسولخدا صلعم کی موت کی کہ وہ بھی مرینگے چنانچہ فرماتا ہے کہ انک میت وانہم میتون اور اسیطرح جس وقت کہ حضرت صلعم نے وفات پائی تو حضرت عمر نے بھی بسبب جہالت کے فرمایا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم مرے نہیں ہیں اور

گمان انکو یہ تھا کہ پیغمبر مرتا نہیں ہے اسوقت ابوبکر نے عمر کو سمجھایا اور کہا کہ پیغمبر خدا نے وفات پائی ہے اور ایسا نہیں ہے کہ پیغمبر کو موت نہ آئے خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ تب عمر نے کہا کہ گویا میں نے یہ آیت سنی ہی نہ تھی چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں اسکے جواب میں لکھا ہے کہ ان حضرت کی وفات کے صدمہ سے عمر کے ہوش بجا نہ رہے تھے اسواسطے بیہوشی میں انکی زبان سے نکل گیا تھا کہ پیغمبر خدا مرے نہیں ہیں انہوں نے بھی حضرت کے مرنے کا اقرار کیا اور شیخ انکار کرتا ہے برخلاف اعتقاد کل اہل اسلام کے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بوقت تغیر ملک الموت واسطے قبض کرنے روح مطہر کے بصورت یک اعرابی بنکر آئے اور در دولت پر حاضر ہو کر اجازت طلب کی اور اجازت حاصل ہوئی تو واسطے قبض روح کے رخصت ہوئے اور روح قبض کرنے میں مشغول ہوئے اور لکھا ہے کہ یہانتک مولود شریف جو پڑھتے ہیں تو اسمیں بھی لکھا ہے کہ جب ملک الموت روح اقدس قبض کرنے لگے تو رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ اے ملک الموت روح کے نکلنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے کیا امت کے لوگوں کی بھی روح ایسی ہی سختی سے قبض کریگا جو کچھ سختی کرنی ہے مجھپر کر اور امت کے لوگوں کی ارواح آسانی سے قبض کرنا اور بعد اسکے روح اقدس کو قبض کیا اور ان حضرت کا مرنا تو یہانتک مشہور ہو گیا ہے کہ بارہ وفات میں مقرر ہو گئی ہیں اور دہلی میں ان دنوں میں قدم شریف پر بڑا ہجوم ہوتا ہے یہانتک کہ جس مہینے میں حضرت نے وفات پائی ہے اس مہینے کا نام ہی بارہ وفات کا مہینا ہو گیا سو وفات تو حضرت کی اور قبض ہونا روح اقدس کا قرآن اور حدیث اور کتب تواریخ سے ثابت ہے اب حضرت جو کہ غنیمہ قبر میں زندہ ہیں تو معلوم ہوا کہ دوسری مرتبہ حضرت زندہ ہوئے ہیں اور یہ کہ رجعت کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے زندہ ہو ویہ شیعوں کا ہے نہ اہل سنت کا لیکن مرنیکے بعد زندہ ہونا وراثت کو مانع نہیں ہے کہ وہ مرنیکے بعد ہی ثابت ہو جائیگا اور بعد اسکے پھر زندہ ہوئے تو کیا ہوا اور اگر مثل شہدا کے زندہ ہیں کہ عالم برزخ میں کہاتے اور پیتے ہیں تو اس زندگی کا حکم موت کا سا ہے اور میراث کا اس زندگی کی نہ پہنچنا چاہئے ورنہ تو انکو کہ جو مثل زندگان دنیا کے ستیکام روزہ نماز وغیرہ کے مکلف ہیں اور روایت لانورث تو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ کر چلے گئے ہیں وہ صدقہ ہے اور اسکا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اور زندہ رہنے پر حضرت کے کہاں دلالت کرتی ہے **قال الشیخ الاشعری** دوسری وجہ یہ کہ انبیا خاصکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب کمال درجہ کی حقیقت شناسی ہر دم ہر لحظہ خداوند کریم مالک الملک کی ملکیت کو دیکھتے ہیں اور اسکا مالک اسوقت بھی اپنی نظر میں ہے اسلیے اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں بلکہ جیسے کوئی کسیکے گھر دعوت کھانے جاتا ہے اور اس کھانے کو بمنزلہ ورثات لعبت کہانا کھلانیوالے کے کہلاتا ہے اپنی ملک سمجھتا ہے پر خاص اس کھانیکی نسبت جو اسکے سامنے رکھا جاتا ہے فقط کھا لینے کی اجازت سمجھتا ہے نہ یہ کہ اپنا سمجھکر کسیکو دیدے یا بیچ ڈالے یا اپنے لواحق کو لیجائے بلکہ اپنے لیے بھی لیجانا ممنوع جانتا ہے نہیں تو عرف وشرع میں اس بات کو معیوب کوئی نسمجھتا ایسا ہی انبیا بھی ان اشیا کو جو انکے قبضہ میں بطور ملک ظاہر کے آجاتی ہیں اپنی ملک نہیں سمجھتے بلکہ ملک مالک الملک سمجھکر بمنزلہ مہمان یاد رکھتے کہ جو کچھ اسمیں سے کہا گیا کہایا باقی مالک خانہ کا ہے جو کچھ کام آیا کام میں لائے باقی کو خدا کی ملک سمجھکر اس در دنیا سے کھڑے ہوتے ہیں پھر جب انکے نزدیک متاع ترکہ انکی چیز نہوئی تو یہ قبض حین حیات اور استعمال بمنزلہ قبض طعام دعوت اور استعمال مال مستعار ہوگا اور انکے بعد بھی ورثہ کو اسمیں سے کچھ حق نہ پہنچیگا اسیواسطے رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا لانورث ما ترکناہ صدقۃ اور یہ بات کہ اگر انبیا کا مقبوضہ انکی ملک نہیں ہے تو انکی بیع وشرا چاہیے کہ نافذ نہو اگر کسی نادان ہی کے دل میں کھٹکے تو کھٹکے کیونکہ جیسے محبت ہوتی ہے بسا اوقات اہل دنیا بھی انکو اسبات کی اجازت دیا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت ہماری چیز کو بیچ لینا خداوند کریم تو در کنار یاران بے تکلف تو اجازت کے بھی محتاج نہیں اپنے دوستوں کی چیز میں اجازت ہی سمجھتے ہیں لیکن اس اجازت کو ملک کوئی نہیں سمجھتا یہانتک کہ اسکے وارث بھی اسکے مستحق ہو جائیں الحاصل انبیا کی حقیقت شناسی اسی بات کو مقتضی ہے کہ اپنے مقبوضہ کی نسبت اپنے آپکو مالک نسمجھیں اسکو منجانب اللہ سمجھکر اور ملک خداوند کریم جانکر حسب ضرورت اپنے کام میں لاتے ہیں باقی رہے عوام اور سوا انبیا کے ہر چند کتنے ہی باکمال کیوں نہوں بمنزلہ عوام ہی کے ہیں انکو انبیا کے مقابلہ میں بمنزلہ اطفال اور مجانین کے بڑوں اور عقلمندوں کے مقابلہ میں سمجھنا چاہئے یعنی جیسے اطفال بے تمیز اور مجنونان اطفال شیرہ دعوت یا غیر کی کسی قسم کی چیز کو اگر انکے پلے پڑ جائے اپنی سمجھکر اگر مالک بھی اسکے لینے لگے تو غل مچاتے ہیں اور رونے دہونے لگتے ہیں اور مالکان سیر چشم چشم پوشی کرکے چپ رہتے ہیں اور اسکہانیکو لیجانے دیتے ہیں اور ان اشیا کو انہیں کے پاس چھوڑ دیتے ہیں ایسے ہی عوام بھی اس متاع دنیا کو جو حقیقت میں ملک مالک الملک مالک حقیقی کی ہے انکے پاس مستعار ہے گو زبان سے خدا کی کہی جائیں پر دل سے اپنی ہی سمجھتے ہیں اور اگر کسی ایک آدمی نے دل سے بھی خدا ہی کی سمجھا تو اول تو پورا پورا سمجھنا کہاں دوسرے کسیکو کیا معلوم دل کی بات سوائے خدا کے کون جانتا ہے جو انکے مال میں وراثت جاری نہ کی جاوے مثل نبوت اگر انکے اندر بھی انکی کوئی علامت ہوتی تو یہاں بھی یہی سبیل خداوند اکرم الاکرمین نے براہ چشم پوشی انکی متروکہ کو انہیں کی ملک قرار دیکر تقدیر سنا انکے بسماندوں کو تقسیم کر دیا الفصل ان وجوہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملک انبیا برنگ ملک خدا قابل وراثت نہو یہ وجوہ غلط ہیں تو ہوا کرو شاید کوئی اور ہی وجہ ہو مدعیان وراثت کو بجز تسلیم ہی رستگی ہے **اقول** ایسی پوچ اور واہی باتوں سے کچھ کام نہیں چلتا ہے بھلا اس دلیل بات کو کون عقلمند پسند کریگا اور جو کچھ اسنے لکھا ہے وہ ایسی بات ہے کہ جسپر اطفال اور مجانین بھی ہنستے ہیں اور یہ جو اسنے لکھا ہے کہ انبیا خاصکر رسولخدا صلعم اپنی ملک کو ملک ہی نہیں سمجھتے ہیں اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ صورت ہے کہ ملک تو انکی حقیقت میں ہے لیکن اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں دوسری یہ صورت ہے کہ وہ انکی ملک ہی نہیں ہے اور یہ صورت کہ اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں تو کچھ مخصوص انبیا کے واسطے نہیں ہے تمام بندگان خدا یہی سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب بمنزلہ مستعار کے ہے اور ہم اسکو یہیں چھوڑ جائینگے اگر یہ ہمارا ہوتا تو ہمارے ہمراہ رہتا اور حدیث میں بھی وارد ہوا ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا ہے کہ آدمی دنیا میں بمنزلہ مہمان کے ہے اور جو کچھ اسکے پاس ہے عاریت ہے اور اگر آپ ہی کے واسطے ایسا نہیں کہہ سکتے تو مقربان درگاہ خداے اعلی الخصوص وہ لوگ کہ جنکو اہل سنت اولیاء اللہ کہتے ہیں اور انہوں نے ذات خدا میں اپنے تئیں واصل کر دیا ہے یہانتک کہ اپنے تئیں خدا

کہنے لگتے ہیں تو لوگ بھی اہل سنت کے نزدیک ایسے ہی ہیں بلکہ انبیاء سے بڑھکر ہیں اس مقدمہ میں کہ اپنی چیز کو اپنی ملک نہیں جانتے ہیں اور جو کچھ اس لئے انبیاء کی خاصکر ہمارے پیغمبر کے اوصاف میں لکھا ہے
سب اُنپر صادق آنا ہی چاہئیے کہ انکا بھی کوئی وارث نہو اور اپنی ملک کو یہ سمجھیں کہ یہ میری ملک نہیں ہے اس سمجھنے سے جو امور کہ مترتب ہیں ملکیت پر اُسکی ملک سے زائل نہیں ہو سکتی ہیں ملک کا
ملک ہونا اور چیز ہے اور اُس چیز کا جو کہ حقیقت میں ملک ہے ملک سمجھنا اور بات ہے اور اگر رسولخدا اُسی چیز کے مالک نہوں تو خنیا کرنا حضرت کا لازم آئے اور مالک ہونا حضرت کا کلام اللہ سے ثابت ہے اسواسطے
کہ حضرت اپنی لونڈیونکو تصرف میں لائے ہیں ملک ہونیکی جہت سے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ بموجب حکم خدا تعالیٰ لونڈیونکو
ملک ہونیکی جہت سے تصرف میں لائے اور اگر حضرت کی ملک نہوتی اور تصرف میں لاتے تو مرتکب حرام کے ہوتے ہیں جسوقت کہ ملک ہونیکی جہت سے متصرف ہوئے تو ملک حضرت کی ثابت ہوئی اور بندے
جو حضرت آزاد کرتے تھے اگر وہ ملک حضرت کی نہوتی تو کچھہ ثواب نہوتا اور آزاد کرنا اُنکا لغو ہوتا اور یہ ایسا ہوتا کہ جیسے کوئی حلوائی کی دکان پر دادا کی فاتحہ دلوائے اور راہ خدا میں حضرت دیدیتے تھے
اگر وہ مال حضرت کا نہوتا تو ثواب حضرت کو کاہیکو ہوتا تو تب اپنی چیز کے دینے کا ہوتا ہے بس جسوقت کہ حضرت کی چیزوں کا ملک حضرت کی ہونا ثابت ہوا تو جو کچھہ کہ حضرت نے بعد اپنے چھوڑا ہے وہ
سب مال حضرت کا اور مملوک و مقبوض اُنکا تھا انبیاء کو اپنی چیز کا بیچنا اور خریدنا اس امر پر محمول ہو کہ دوستوں کو ایسا اوقات اجازت دیا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت ہماری چیز کو بیچ لیا کرو یہ بات
ایک مہمل اور پوچ ہے کہ اسکو کون عقلمند قبول کریگا اور یہ تو مومنین کے واسطے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کے بڑے دوست ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ
اس صورت میں چاہئیے کہ اُنکی بھی دنیا میں کوئی ملک نہو اور خریدا اور فروخت کی اُنکو اجازت ہو اور یہ کسی آیت اور روایت میں آیا بھی نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت کو فرمایا ہو کہ جو کچھہ تیرے
پاس ہے یہ تیرا نہیں ہے لیکن ہم نے تجھکو اجازت بیچنے خریدنے کی دیدی ہے اور اگر بالفرض یہ حکم ہوگا تو سب آدمیوں کے واسطے ہوگا اور ہر چند کوئی دوست یکا دنیا میں ہو یہانتک کہ بھائی بہن ہوں
تو بھی بے اجازت کسیکی چیز کو خرید و فروخت نہیں کر سکتے ہیں کہ یہ شرع میں درست ہی نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کریگا تو گنہگار رہیگا جبتک کہ مالک معاف نکرے اور سوائے انبیاء کے ہزاروں مقربان
درگاہ خدا بھی سوائے مرتبہ نبوت کے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ انبیاء اور وہ اولیاء ایسے نہیں ہوتے ہیں کہ اگر غیر کی چیز پلے پڑ جاوے تو اُسکو دبا رکھیں جیسے ابوبکر نے فدک کو دبا رکھا اور مالک طلب
کریں تو غل مچائیں اور رونے لگیں اور اُسکو دیویں نہیں بس حق بھی اس امر میں مثل انبیاء کے ہیں چاہئیے کہ یہ بھی اپنی چیز کے مالک نہوں اور انکے اموال متروکہ میں وراثت جاری نہو اور میں
پوچھتا ہوں کہ جناب رسولخدا صلعم جو کسی سے قرض لیتے تھے تو وہ حضرت کی ملک ہوجاتا تھا یا نہیں اگر وہ ملک ہوجاتا تھا تو ہمارا مطلب ثابت ہے اور اگر ملک نہیں ہوتا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت
مال غیر میں بیجا تصرف کرتے تھے اور اگر ملک حضرت کی نہو تھا تو حضرت علی کو اپنے قرض کے ادا کرنیکی وصیت کسواسطے کی تھی جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے
قرض رسولخدا کا ادا کیا اور جو کچھہ اسکے بعد لکھا ہے سب پوچ ہے اور قابل توجہ کے نہیں ہے کہ انبیاء اور ماسوا انبیاء میں فرق نکالا ہے یہ کلام پاگلوں اور مجانین کا سا ہے اور جو وجوہ واہیہ
لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور ورثہ انبیاء میں بیشک وراثت جاری ہوتی ہے اور کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ جس سے انبیاء کے ترکہ میں وراثت کا جاری نہونا ثابت ہو ہر چند اہل سنت
سر پٹکا پچھوڑیں اور دیواروں سے [illegible] یہ مشکل نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الخمس للرسول سے ایسی ملک کو ثابت کرنا جو برائے نام ہو اہل سنت
کو تو کچھہ مضر نہیں پر شیعہ ذرا تو سمجھ لیں کہ کوئی اجنبی لیسی معقول باتوں پر کیا کہیگا الخمس اہل البیت فہم [illegible] کیا لام للرسول لذی القربیٰ سے ملکیت اور استحقاق معنا
مندرجہ آیت مثل لام للذکر مثل حظ الانثیین یا لام لکم رؤس اموالکم جو پہلا ملکیت اور دوسرا استحقاق پر دلالت کرتا ہے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہاں اگر مثل لام اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ
لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ بیان مصرف کے لیے کہا جائے تو البتہ قرین عقل و شیعوں کے نزدیک بھی واجب التسلیم معلوم ہوتا ہے اول تو ہمیں کچھہ خرابی نہیں ہے نقل و نغش عقل اسے تسلیم رکھتی ہے اور بوجہ
بے عقلی اگر عقل کی بات کے تسلیم کرنے میں شیعوں کو کچھہ عذر ہو تو آیہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ جو بعینہا آیہ ما افاء اللہ کے مطابق اتفاقات سے شیعوں کے نزدیک لام بیان مصرف
کے لیے ہے چنانچہ ابو القاسم صاحب شرائع الاحکام نے جو ملقب بمحقق ہے اور سوائے اسکے اور علماء امامیہ نے اسبات کو تصریح کہا ہے بلکہ اس سبب اماموں سے بھی سند بیان کرتے ہیں اور ظاہر ہے
کہ جو کوئی کسی چیز کا مصرف ہوتا ہے اگر مالک مال اسکو ندے تو اہل مصرف اُسکی دادخواہ نہیں ہوتے بالجملہ اہل مصرف قبل عطا مالک نہیں ہوتے اسلئے فقراء وغیرہ کو زکوٰۃ اور صدقات کا مالک
قبل عطا کوئی نہیں سمجھتا تو اس صورت میں لام ملکیت اور استحقاق پر دلالت نکریگا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک وغیرہ اراضی کا تقسیم کرنا ضروری
سمجھا بلکہ آمدنی کو تقسیم فرماتے رہے اگر لام للرسول وغیرہ ملکیت اور استحقاق پر دلالت کرتی تو قرینہ لفظ ما افاء اللہ کا اسبات کو مقتضی تھا کہ اصل زمین کو بانٹ کر مستحقوں کو حوالہ فرماتے کیونکہ اصل
زمین مصداق ما افاء اللہ ہو سکتی ہے نہ آمدنی چنانچہ ظاہر ہے **اقول** شیعہ تو رسولخدا صلعم کی ایسی ملک نہیں کہتے ہیں تو ہی اپنی طرف سے ایجاد کیے کہتا ہے اگر مضر ہوگا تو تیرے واسطے ہوگا کہ تو ہر
احتمال کا موجد ہے اور تجھپر ہی اجنبی طعن کریگا جو نئے احتمالات نکالنے کا اور شیعہ تو رسولخدا صلعم کی ملک کامل کے قائل ہیں بموجب ارشاد خدا تعالیٰ کہ نہ ایسی ملک کے جو برائے نام ہو اور لام للرسول و
لذی القربیٰ ہو جیسے کہ مصرف مال نے ثابت ہے ایسی ہی ملکیت اور استحقاق بھی ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ نے مال فئ اُنکو عطا کیا ہے اور اُسکا مالک کر دیا ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عطا تو کریں اور مالک
نکریں بدون ملک کرنیکے عطا کے کچھہ معنی ہی نہیں ہیں بلکہ وہ عطا لغو ہے اور لغو خدا تعالیٰ پر محال ہے اور جب خدا تعالیٰ نے عطا کیا تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ رسولخدا ارشاد خدا کو نجانیں اور تقسیم کرکے

اہل مصرف کو نہ پہنچائیں یا ان والئے کی نزدیک یہ بھی محال ہے اور اگر اہل مصرف کو نہ دیویں تو البتہ وہ دعویٰ کریں کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو عطا کر چکا اور فرمایا کہ فلانے اور فلانے کے واسطے یہ ہے
آپ ہمکو کس واسطے نہیں دیتے ہیں اور یہ حال عطای خدا کا مثل حال زکوۃ کے نہیں ہے کہ وہ بخشش خدا ہے اور یہ خیرات بندہ ہے اور اگر مال خمس اور زکوۃ امام کے پاس جمع ہو جاوے اور اہل مصرف کو نہ دیوے تو اہل
مصرف البتہ دعویٰ کرینگے اور اگر سارا مال آپ ہی خورد و برد کر جائے مثل عثمان کے تو البتہ اسکو مطعون کرینگے جیسا کہ صحابہ نے عثمان کو مطعون کیا یہانتک کہ مروا ڈالا اور زکوۃ اور خمس میں
اہل مصرف اگرچہ قبل عطا مالک نہیں ہوتے لیکن اہل فے میں بمجرد نزول آیت فے مالک ہو گئے تھے گو ابھی قابض نہیں ہوئے اور جب کہ خدا نے بخشدیا اور فرمایا کہ یہ فلانے اور فلانے کے واسطے ہے تو انکو مالک ہی
اسکا سمجھیں گے اور اس صورت میں لام الرسول اور لذی القربیٰ کا ملکیت اور استحقاق پر اور بیان مصرف پر دونو پر دلالت کریگا سو اسیواسطے رسول خدا صلعم نے اراضی فے ہی کو تقسیم کیا نہ اسکی
آمدنی کو اور تقسیم کرنا اراضی فے کا ہم کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہیں اور جس وقت خدا تعالیٰ نے اراضی کو فے کیا ہو اور فرمایا ہو کہ وہ فلانے اور فلانے کیواسطے ہے تو یہ کب ہو سکتا ہے کہ رسول خدا صلعم
اراضی کو تو نہ دیویں اور آمدنی اسکی دیویں اور اگر آمدنی ہی دینی منظور ہوتی تو خدا تعالیٰ آمدنی کے دینے کا حکم کرتا اراضی کو کیوں فرماتا کہ خدا تعالیٰ نے اراضی فے کی ہے فلانے اور فلانے کیواسطے
اور مصداق ما افاء اللہ کا جو اراضی تھی تو رسول خدا صلعم نے اراضی ہی کو تقسیم کیا اور آمدنی کا تقسیم کرنا کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے بلکہ اہل سنت کی کتابوں سے بھی تقسیم اراضی ہی ظاہر ہوتی ہے کہ
فدک حضرت صلعم کے حصہ میں آیا اور اگر فدک حضرت کے حصہ میں آیا ہوتا اور مال فے تقسیم نہ ہوتا تو فدک خاص کے دعویٰ کی انکی حضرت فاطمہ کو کوئی وجہ ہی نہ تھی بلکہ کل مال فے کا دعویٰ کرتیں کہ کل مال فے حضرت
کے قبضہ میں تھا یا بعض غیر معین کا دعویٰ کرتیں فدک کی کیا تخصیص تھی **قال الشیخ الاشعری** اگر شاید کسی عقل کو تم کو یہ شبہ گذرے کہ ہمنے ما بیان مصرف سے ملکیت اور استحقاق نہ
نہیں ہوتا تاوقتیکہ اہل مصرف کو کچھ عطا نہ کیا جائے انکی ملک میں نہیں آتا لیکن لفظ ما افاء اللہ اسبات کو تقاضا کرتا ہے کہ اصناف مندرجہ آیہ مصرف اہل زمین ہوں تو اس صورت میں لازم تھا کہ رسول اللہ
صلعم زمین کو تقسیم فرماتے آمدنی کا تقسیم کرنا بظاہر برخلاف آیہ ہے سو اس خیال کیا ہی علما کی گزارش یہ ہے کہ اس قسم کی شبہ کا جواب اہل سنت تو انشاء اللہ تعالیٰ بطور معقول دینے نکلیں گے لیکن شیعہ اتنا تو سمجھیں
کہ یہ اعتراض اہل سنت پر بلکہ صاحب شرع سرور کائنات خلاصۂ موجودات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات پر ہے سو اس صورت میں انہیں کہ ہی خبر نہیں ایسے شبہ کا جواب ہماری طرف سے تو یہی
شعر مشہور ہے ۔ شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی ۔ باایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدک کو تقسیم کر کے نہ دینا ہمیں تو ایمان کے لئے کچھ اوپر افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ نہیں ہم تو
بے دلیل اسکو صحیح سمجھتے ہیں لیکن بسمعو تیکہ ابو بکر صدیق وغیرہ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرفداری ہیں ہمکو اتنا کچھ اگر باشد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری اور حمایت کیونکر
نہ کرینگے **اقول** یہ بات تو ہم نہیں کہتے ہیں تو ہی عقل کا اور نقل دونو کا دشمن ہے کہ جو ایسی بات کہتا ہے اور اپنی عقل ناقص سے خلاف نقل ایک واہی خیال ایجاد کر کے کہتا ہے اور پھر اسکو ہمارے ذمے لگاتا ہے
متعقد ہوتا ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اہل مصرف اپنا اپنا حصہ لیکر مالک و قابض ہو گئے اور رسول خدا صلعم نے اپنے حصہ میں فدک بھی لیا اور اسکا مصالحہ کر کے فدک والوں پر آمدنی کا حصہ مقرر کر دیا چنانچہ ہم
مقصد التقصی وغیرہ کتب اہل سنت سے لکھ آئے ہیں یعنی آمدنی کا تقسیم کرنا تو تو ہی کہتا ہے ہم نہیں کہتے ہیں اور ہمارا اعتراض جناب رسول خدا صلعم پر اسوقت ہوتا کہ ہمارے نزدیک رسول خدا صلعم نے اراضی کو تقسیم نہ کیا
ہوتا تو ہی کہتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے اراضی کو تقسیم نہیں کیا اور حال یہ ہے کہ لفظ ما افاء اللہ کا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ زمین تقسیم کر کے سب کو دی جاوے اور جب تقسیم حضرت نے نہ کی تو
اعتراض تیرا رسول خدا صلعم پر ہو گیا تو ہی اپنی فکر کر کہ تو ایمان سے خارج ہو گیا اور تیری ہی خبر نہیں ہے اور تو تقسیم کر دینے کا مقر اسواسطے نہیں ہوتا ہے کہ اسمیں ابو بکر کی خیر نہیں ہے ورنہ تیرا قول جانتا ہے کہ زمین فے
تقسیم ہو گئی ہے اور اسیواسطے حضرت فاطمہ نے دعویٰ کیا تھا اور خاص فدک کو جناب رسول خدا صلعم کیوں تقسیم کرتے فدک تو حضرت نے فاطمہ زہرا کو ہبہ کر دیا تھا چنانچہ ہم اول بحث میں اہل سنت کی کتابوں سے
ثابت کر آئے ہیں اور تو رسول خدا صلعم کا حامی کیونکر ہو گا تو نے تو اپنی رائے سے شبہ پیدا کر کے ان حضرت پر اعتراض جما دیا ہے اور ابو بکر کی طرفداری میں تو نے اپنا ایمان برباد کیا اور پھر مطلب تیرا حاصل نہ ہوا
قال الشیخ الاشعری اگر شیعوں کو خلفاء کا بغض اور خدا کہ باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس بات کا طعن ہے کہ اس آیت سے تو آمدنی کا مصارف مندرجہ آیت میں صرف کرنا معلوم
نہیں ہوتا اگر اہل مصرف کا دینا اس آیت سے نکلتا ہے تو اصل زمین کا نکلتا ہے پھر آپ نے اصل زمین ہی کیوں نہ تقسیم فرمائی تاکہ سب نہیں تو کچھ تو رسول اللہ صلعم کے حصہ میں آتا اور حضرت فاطمہ زہرا کا بہ نسبت
فدک دعویٰ وراثت صحیح ہو جاتا اور یہ طعن جو ابو بکر پر بوجہ نہ دینے میراث کے ہم کرتے تھے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر حسب زعم شیعہ پلٹ کر نہ آتا کیونکہ وہ معصوم تھیں اور معصوم سے یہ بات کہ جو اپنی
مورث کی چیز ہی نہ ہو اس میں دعویٰ وراثت کا کرے اس اتہام سے کہ شیعوں سے سب ہی نے سنا ہو گا ہرگز تصور میں نہیں آ سکتا اور ایک شئے اگر مالک اہل مصرف میں سے کسی ایک کو اس غرض سے عطا
کرے کہ اسقدر اوروں کو دیکر باقی جو بچے اسکو اپنے آپ کہلیوے تو اور لینا دینا تا وقتیکہ وکیل نے تقسیم نکیا ہی تقسیم نکرے اسقدر میں کہ جسقدر بعد تقسیم اسکے پاس باقی رہجائیگا اسکے لئے موجب
ملک نہیں ہو سکتا اور وجہ اسکی ظاہر ہے کیونکہ یہ اشیاء مشترکہ میں با تفاق فریقین بے قبض موجب ملک نہیں ہو سکتا اور قبض بے تقسیم متصور نہیں تو اس صورت میں یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ
آخر رسول اللہ صلعم قابض تو تھے ہی اگر اور کوئی اصناف مندرجہ آیت میں سے بایں وجہ مالک نہیں ہو سکتا کہ اہل مصرف قبل عطا اور قبل قبض مالک نہیں ہوا کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو
سب پر قابض تھے اپنا حصہ بھی اس میں آ گیا بہرحال کوئی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالک ہونیکی نہیں نکلتی جو دعویٰ وراثت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صحیح ہوا **اقول** شیعوں کا
تو یہ قول ہی نہیں ہے کہ آمدنی مصارف پر صرف ہوتے تھے بلکہ شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ زمین ہی کو تقسیم کر دیا تھا اور فدک کو آپ لیا تھا اور اگر ہم فرض کریں کہ آمدنی کو وہ حضرت تقسیم کرتے ہونگے

تو سوا آپ کے اپنے اور اصناف میں تقسیم کرتے ہونگے اور اپنے واسطے تو فدک کو مستثنے کر کے خود لے لیا تھا جیسا کہ ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ آئے ہیں اور اول تو آیت فے سے ثابت ہے کہ خدا تعالی نے فے چند اصناف کو عطا کیا اور فرمایا کہ فلانے فلانے کے واسطے ہے سو وہ بمجرد نزول آیت کے اُسکے مالک ہو گئے گو ابھی قبضہ میں ہر ایک کے نہیں آیا اور جب رسول خدا صلعم نے تقسیم کر کے ہر صنف کو اُس میں سے عطا کیا تو وہ قابض بھی ہو گئے اور باقی کا مال فے جس میں فدک تھا اُسکو اپنے قبضہ میں اپنا حصہ قرار دیکر اپنے پاس رکھا وہ حضرت کی ملک کیونکر نہیں ہو سکتا اور دوسری حضرت فاطمہ اور علی اور عباس کے دعوی کرنے سے اور ابو بکر کے لا نورث کہنے سے ثابت ہوا کہ فدک جناب رسول خدا صلعم کی ملک میں آ گیا تھا اسواسطے کہ وراثت غیر ملک مورث میں نہیں ہو سکتی پس دعوی حضرت فاطمہ صحیح ہوا اور ابو بکر نے جو فاطمہ کو نہ دیا تو وہ مورد طعن ہو گئے اور تو جو یہ کہتا ہے کہ اراضی فے کو تقسیم نہیں کیا تھا باوجودیکہ آیت سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین تقسیم کیجائے اور رسول خدا صلعم نے زمین تقسیم نہ کی تو یہ تیرا اعتراض اُنپر ہوا اور جب حضرت نے تقسیم نفرمائی تو فدک حضرت کے حصہ میں آیا اور جب فدک حضرت کے حصہ میں آیا اور فاطمہ زہرا نے وراثت کا جھوٹا دعوی کیا کہ جو چیز پیغمبر کی تھی اُسکا دعوی کیا تو یہ اعتراض تیرا حضرت فاطمہ پر ہوا کہ بیجا دعوی کیا اور ہماری طرف سے تو یہ اعتراض ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ہم تو تقسیم اراضی کی اور ملکیت رسول خدا صلعم کی دونوں کے قائل ہیں اور جناب رسول خدا صلعم نے سب اصناف کو تقسیم کیا اور بعد تقسیم کے جو کچھہ بچ رہا وہ سب اُن حضرت کا ہے اسواسطے کہ جس وقت سب کو دیچکے تو سوا آپکی ذات کے اور کون باقی رہا ہے کہ اُسکا حق حضرت کے ذمہ ہو اور اُسکو دیویں اور دینے میں بھی حضرت کو اختیار تھا جسقدر چاہا دیا اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا یعنی جو کچھہ دیویں تمکو رسول خدا تو پس لیلو اُسکو اور جس چیز سے منع کریں تمکو تو پس باز رہو اور کچھہ تکرار نکرو سو حضرت نے جسقدر چاہا اصناف کو دیا اور بعد دینے کے وہ باقی حضرت کا مملوک ہے اور مشترک کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے اور اہل مصرف کو بھی پہنچا جسقدر کہ پہنچا اور رسول خدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہوئے کہ جس میں فدک بھی تھا موافق روایات فریقین کی اور دعوی حضرت فاطمہ کا وراثت فدک کا صحیح ہوا اور اگر تیرے نزدیک حضرت فاطمہ نے جھوٹا دعوی کیا تھا کہ جو چیز رسول خدا صلعم کی تھی اُسمیں دعوی کیا سو یہ تیرے نزدیک ہے اور تیرے سوا اور کوئی بشر قائل اسکا نہیں ہے اور ابو بکر نے بھی حضرت کی ملک ہی قائم رکھی تھی جس وقت کہا کہ پیغمبر کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور وراثت ملک ہی میں مورث کی جاری ہوتی ہے نہ غیر ملک میں اور سب علماء اہل سنت بھی لکھتے چلے آئے ہیں کہ فدک مملوک رسول خدا صلعم کا تھا لیکن پیغمبر کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور تو جو بے سند اور بے دلیل خلاف تحریر سب علماء کے لکھتا ہے تیرے قول واہی کو کون مانتا ہے اور تو کس شمار میں ہے کہ تیرے قول کو کوئی پسند کرے اور ملکیت رسول خدا صلعم کی ہم ابتدا سے ثابت کرتے چلے آئے ہیں پھر دعوی وراثت حضرت فاطمہ زہرا صحیح کیوں نہو

قال الشیخ الاشعری بالجملہ ان مقامات میں تصدق اور انفاق ہے اور موصوف بتصدق اور انفاق یعنی اموال کا لحاظ شیعوں کے اطوار سے یوں ٹپکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تقسیم نکرنے میں اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو وجہ سے حرف ہے ایک تو بظاہر خلاف آیت کیا دوسرے اس تقسیم نکرنے کی بدولت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی معصومیت بالکل ہی تہامنی مشکل ہو گئی اسلئے ہمیں بھی اپنا ما فی الضمیر عرض کرنا ضرور پڑا کہ بسبب فداری جناب رسالتمآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دامان رحمت خداوندی میں ہمیں بھی جگہہ ملی اور شیعے جواب دندان شکن سنکر اپنے کردار کو پہنچیں جناب من شیعوں کا ایسے مقاموں میں اُلٹا قطع نظر اسکے کہ اہل سنت پر کیا اعتراض کرتے ہیں اپنی مذہب پر کرتے ہیں اس مثل مشہور کا مصداق ہو جاتا ہے سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است کیونکہ ما افاء اللہ الخ جملہ اسمیہ کلام بلغا اور فصحا میں موجب دوام و ثبوت ہوتا ہے اور کوئی لغزش بمقتضای بشریہ اس قاعدہ کی رعایت میں چوک جائے تو چوک جائے خداوند علیم نہیں چوک سکتا مگر اس صورت میں لازم ہے کہ للہ اور للرسول و لذی القربی ہونیکی صفت قائم و دائم سے زائل اور منفک نہو اور یاں صفت موصوف ہونے سے اُسکی ذات میں کچھہ انکار نہو سو یہ بات جبھی بن پڑتی ہے کہ اموال فے کو جیسا کہ مرقوم ہو چکا وقف کہا جائے کیونکہ وقف کو دائما للہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اہل مصرف کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں باقی رہا جملہ انما الصدقات للفقراء الخ ہر چند وہ بھی جملہ اسمیہ ہی ہے لیکن اہل دانش و فہم پر مخفی نہوگا کہ صدقہ ہونا کسی چیز کا خود ایک آنی بات ہے یعنی کوئی ایک آن واحد کیلئے اس صفت کو اپنے موصوف سے ارتباط پیدا ہوتا ہے اور مثل حرکات سریع الزوال ہونے میں اپنے موصوف سے جدا ہو جاتا ہے کیونکہ اس صفت کے وجود کے یہی معنی ہیں کہ یکقدر مقرر کے اُسکو دیجے ورنہ قبل دینے کے صدقہ نہیں الا تمام احکام صدقات مثل ادا فرض اور حصول ثواب اور اطفاء غضب وغیرہ بے دیئے اُسپر مرتب ہوا کریں اور جب دیچکے جبھی وہ صفت صدقہ ہونیکی اُس سے زائل ہو جاتی ہے اسلئے اگر کوئی محتاج فقیر مسکین مال زکوۃ کسی اہل نصاب سے لیکر کسی غنی یا ہاشمی وغیرہ کو دیدے تو کچھ ممنوع نہیں ہے بالجملہ صدقہ ہونیکی صفت کا وقت عطا اور قبض ہی ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ ایک آن کی بات ہے سو اس آن تک اُسکا للفقراء ہونا نہیں کیا بعد میں اگر فقراء وغیرہ اُسکو کسیکو ہبہ کر دیں یا بیچ ڈالیں تو وہ صدقہ ہی نہیں پھر بھی فقراء کا استحقاق باقی رہے **اقول** اس مقام میں تصدق مراد نہیں ہے کہ تصدق بندہ کے انفاق کو کہتے ہیں اور مال فے عطیہ ہے خدا کی طرف سے کہ اُس نے اہل کتاب کے دلوں میں رسول خدا صلعم کا رعب ڈالکر اُنکو اُنکے گھروں سے جلاوطن کر دیا ہے اور خاص کر دیا ہے اُنکے اموال کو ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اور اُنکی اہلبیت کو اور اُس میں سے رسول خدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہیں اور وہ حصہ اُنکا مملوک اُنکا ہی اُسکے باب میں جو چاہیں سو کریں اور مال فے کے تقسیم ہونیکی شیعہ ہرگز قائل نہیں ہیں تو جھوٹ لکھہ کر اپنے گور کو کسواسطے انگاروں سے بھرتا ہے بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اُن حضرت صلعم نے تقسیم کر دیا تھا اور خلاف آیت کے حضرت نے ہرگز نہیں کیا ہے اور تقسیم ہونا تو اسکا اہل سنت کی

کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں یہہ خلاف آیت کے ہے کیونکر ہوا اور بعد آیت فے کے جو آیت ہے وہ بھی تقسیم ہونے ہی پر دلالت کرتی ہے اور تقسیم ہونے ہی کی جہت سے حضرت فاطمہ
کے پاس فدک آیا اور اُسکی مالک ہو گئیں اور جب مالک ہو گئیں تو دعوی کرنا اُنکا صحیح اور درست ہے بعد ضبط کرنے ابو بکر کے پہلے تو دعوی ہبہ کا اور پھر دعوی وراثت کا اور اس جہت سے اُنکی
معصومیت میں کچھ خلل نہ آیا اور ابو بکر نے اُنکو نہ دیا تو ابو بکر غاصب ٹھیرے اور اہل سنت کو مشکل ہوئی کہ اُنہوں نے جواب دندان شکن پایا اور ابو بکر کی طرفداری میں رسول خدا صلعم کو ناراض
کیا اور نادان سے نادان کی بھی عقل میں نہیں آتا ہے کہ مال فے میں رسول خدا صلعم کے ملک میں نہ آیا ہو اور پھر حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ہو اور ما افاء اللہ الخ اگرچہ جملہ اسمیہ ہے ما موصولہ کی جہت سے
مگر یہاں دوام پر دلالت اُس وقت تک کرتا ہے کہ جب تک وصف فیئیۃ اُس میں موجود ہے اور جب تقسیم ہو گیا مال فے تو دوام اُسکا جاتا رہا بسبب جاتے رہنے وصف فیئیۃ کے جیسے کہ انما الصدقات میں
ہے کہ جب مال صدقہ فقرا کو دیدیا تو دوام صدقہ کا جو فقرا کے واسطے تھا اُسمیں سے جاتا رہا اب فقیر اُس مال میں سے اگر کسی تونگر کو کچھ دیوے تو جائز ہے اور تونگر کے واسطے وہ صدقہ نہیں اور مال فے
کے مقدمہ میں خدا تعالی حکم کرتا ہے کہ جو کچھ خدا نے اپنے پیغمبر کو مال فے دیا ہے وہ فلانے فلانے کیواسطے ہے اُنکو دیا جاوے اور اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے کہ جو کچھ اُسمیں سے پیغمبر تمکو دیوے لیلو اور جو کچھ منع کرے تو اُس سے
باز رہو سو رسول خدا صلعم نے خدا کا حصہ تو امور خیر میں صرف کیا اور اپنا حصہ فدک وغیرہ لیکر اُسپر قابض ہو گئے اور باقی کے فریق کے بھی حصے پہنچا دیئے اور یہی مراد ہے اس آیت سے اور جملہ ما افاء اللہ اگرچہ
ما موصولہ کی جہت سے جملہ اسمیہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں جملہ فعلیہ ہے صلہ کی جہت سے اور وہ موصول اور صلہ ملکر حدوث اور تجدد وفیئیۃ پر دلالت کرتے ہیں فللہ وللرسول الخ موصول کی جہت سے
خبر اُسکے واقع ہوا ہے اور ما اگرچہ اسم ہے اور معنی اُسکے صلہ سے ملکر حدوث کے ہو گئے ہیں یعنی جو کچھ احداث فے کیا ہے خدا تعالی نے اپنے رسول پر وہ فلانے اور فلانے کے واسطے ہے اور جسوقت وہ مال
تقسیم کر دیا اور حصہ دار اُسکے مالک ہو گئے تو وہ اُسکو جو چاہیں سو کریں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ للہ وللرسول ولذی القربی ہونیکی صفت اُس مال میں ہمیشہ موجود ہو بلکہ جیسے کہ صدقہ کہ جب فقرا کو
دیدیا تو وہ صدقہ ہونے سے جاتا رہا ایسے ہی مال فے جب اُسکے مستحقوں کو دیدیا تو وہ فے ہونے سے جاتا رہا اور یہ جو لکھا ہے کہ للہ اور للرسول ہونیکی صفت ما افاء اللہ سے دائم نہو سو یہ جبھی تک
ہے کہ تقسیم نہیں ہوا ہے اور وصف عنوانی اُسکا باقی ہے اور جب تقسیم ہو گیا تو یہہ صفت اُسمیں سے جاتی رہی مثل صدقہ کے کہ جب وہ فقیر کو دیدیا تو وصف تصدق اُسمیں سے جاتا رہا اور مال فے کے
وقف ہونیکی کوئی سبیل نہیں ہے اسواسطے کہ اس مال کو خدا تعالی نے بخشش کر کے اُن صاحبوں کو مالک اُسکا کر دیا ہے وقف سے یہاں کیا علاقہ ہے اور وقف تو وہ ہے کہ کسیکی ملک نہو اور مال فے
کا دوسری جگہ خدا تعالی قرآن شریف میں مملوک ہونا فرماتا ہے کہ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ اور یہ شیخ نجدی قرآن میں تحریف کر کے معانی قرآن کو فاسد کرتا ہے اور للہ جو
اثبات فے میں آیا ہے تو اسواسطے لکھتا ہے کہ یہ مال للہ ہے یعنی بنام خدا ہے جیسے کہ وقف کہ وہ کسیکی ملک نہیں ہوتا اور فی سبیل اللہ ہوتا ہے اور فے کے مال کو یہ شیخ فی سبیل اللہ مقرر کر کے لکھتا ہے
کہ یہ وقف ہے اور وقف کو وا ما للہ کہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ للہ سے یہاں یہ مراد نہیں اور اگر للہ سے مراد بنام خدا ہو تو چاہئے کہ لرسولہ سے مراد بنام رسول ہو اور لذی القربی سے مراد بنام
ذی القربی ہو بلکہ للہ سے تو یہاں مراد ہے کہ واسطے خدا کے یعنی ایک حصہ خدا کے واسطے بھی ہے جیسا کہ اوروں کے واسطے ایک ایک حصہ ہے اور حصہ خدا کا امور خیر میں صرف کیا جاتا ہے اور باقی کے
اہل مصرف اپنے حصہ کو تصرف میں لاتے ہیں اور اسی پر آیت دلالت کرتی ہے اور اگر للہ سے یہ مراد ہو کہ فی سبیل اللہ یہ مال ہے تو چاہئے کہ لرسولہ اور لذی القربی سے مراد فی سبیل الرسول و فی سبیل
ذی القربی ہو اور صدقہ کو آنی کہنا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ مال زکوۃ میں نصاب پر جب حول گذر جاوے تو زکوۃ کو مال میں سے اپنے نکالنا چاہئے اور جب نکال لیا اور اپنے مال میں سے اُسکو علیحدہ
کر لیا تو وہ صدقہ ہی کہلائیگا جبتک کہ فقرا کو نہ پہنچے اور جبتک فقیر بہم نہ پہنچے ایک ماہ یا دو ماہ مثلا تو وہ مال صدقہ ہی کہلائیگا جبتک کہ رکھا رہے اور خود آیت انما الصدقات دلالت
کرتی ہے کہ دینے سے پہلے صدقہ ہو لیا ہے یعنی صدقہ کہ جو تمنے راہ خدا میں دینے کے واسطے نکالا ہے وہ واسطے فقیروں کے ہے سو پہلے مال کا نام صدقہ ہو لیا کہ جو راہ خدا میں دینے کو نکالا ہے اور بعد
اُسکے وہ دیا گیا ہے البتہ دینے کی اُسکی ایک آن ہے کہ وہ ایک آن میں پایا جاتا ہے اور اُسکے صدقہ ہونیکی ایک آن نہیں ہے اور حصول ثواب اور اطفاء غضب رب صدقہ دینے پر مترتب ہے
نہ مال کے صدقہ ہونے پر اور جیسے کہ جملہ ما افاء اللہ دوام پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی جملہ انما الصدقات بھی دلالت کرتا ہے بلکہ اُسمیں تو جو کچھ تجدد بھی پایا جاتا ہے اور یہ جملہ تو صاف صاف ثبوت
اور دوام پر دلالت کرتا ہے چاہئے کہ مال صدقہ بھی ہمیشہ کو جب تک کہ دنیا میں ہے اور مستحقوں کو دی بھی دیا ہے تو بوصف تصدق ہی باقی رہے لیکن یہ نہیں جانتا یہ شخص کہ دوام انکا جبھی
تک ہے کہ انکے مستحقوں کو نہیں پہنچا ہے اور جب مال فے اور صدقہ اپنے اپنے مصرف میں آگیا تو پھر وہ ثبوت اور دوام کہاں باقی رہا **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ قضیہ بھی دوام کے اپنے
پر دلالت کرتا ہے اور ایسکے دائمہ ہونے سے ہمیں کیا انکار ہے پر اتنا یاد رکھنا ضرور ہے کہ دوام کے یہ معنی ہیں کہ محمول وقت وجود موضوع حقیقی تک اُسکے ساتھ مربوط رہے مگر موضوع حقیقی کا پہچاننا
ہر کسیکا کام نہیں ان باتوں کے لئے حقائق شناس معانی سنج چاہئے جسکو خداوند کریم علیم بقدر بصیرت عنایت فرمائے کہ مناط حکم اور مدار ارتباط موضوع و محمول و سیاق کلام کو دریافت
کر سکے اُسکا یہ کام ہے سو جملہ ما افاء اللہ میں موضوع مصداق ما ہی اور اُس سے مراد خود اراضی ہیں اور صفت افاءت تعیین اور تفہیم و رفع ابہام کے لئے ہے اسلئے للہ وغیرہ ہونا جو مضمون خبر ہے
اُسکی ذات کے ساتھ دائم رہیگا اور یہ موافق اصطلاح اہل منطق یہ قضیہ دائمہ ہوگا اور جملہ انما الصدقات وغیرہ میں موضوع حقیقی صفت تصدق ہے ذات اموال نہیں ہے وجہ اسکی ظاہر ہے
کیونکہ یہ جملہ اگرچہ جملہ خبریہ ہیں پر اہل فہم کے نزدیک انشائیہ ہیں مطمح نظران مقامات میں تصدق اور انفاق ہے اور موصوف بتصدق اور انفاق یعنی اموال کا لحاظ فقط اسلئے ہے کہ یہ صفت

تعبیر اس موصوف کے متحقق نہیں ہو سکتے سو اس جملہ میں دوام محمول نا ہے اور موافق اصطلاح اہل منطق اسکو عرفیہ عامہ سمجہو اور قضیہ ما افاء اللہ اگر چہ انشائیہ ہی پر اس قضیہ میں
صفت افاءت ملحوظ نظر نہیں ورنہ جیسے جملہ انما الصدقات یا جملہ انفقتم کا حاصل تصدقوا اور انفقوا ہی اس جملہ کا خلاصہ افیئوا ہوتا ہی **اقول** البتہ یہ قضایا دائمہ عرفیہ ہیں لیکن جبتک
کہ وصف عنوانی انکی موضوع میں موجود ہی تو محمول ذات موضوع کو ثابت ہی اور جب وصف عنوانی جاتا رہیگا تو محمول موضوع کو ثابت نہوگا جیسے کہ کل کاتب متحرک الاصابع میں ہے کہ تحرک الاصابع
کا انسان کو اسوقت تک ثابت ہے کہ جبتک وہ کاتب ہی اور اگر وہ کاتب نہوگا تو تحرک اصابع بہی اسکو ثابت نہوگا اور موضوع حقیقی تو انما الصدقات بہی مال صدقہ ہی کہ جسکو وصف
تصدق لاحق ہو گیا ہی نہ وصف تصدق کہ وہ موضوع اسکا نہیں ہے اسواسطے کہ فقرا کو مال تصدق دیا جاتا ہی نہ وصف تصدق و صفت تصدق اسمیں بہی رفع ابہام کے واسطے ہے ورنہ
اموال سب برابر ہیں اور یہ جو فرق نکالا ہی کہ افاءت میں تو موضوع حقیقی مال فے ہے اور انما الصدقات میں وصف تصدق ہی یہ فرق صحیح نہیں ہے بلکہ دونوں آیتوں میں موضوع حقیقی مال ہی ہے
اور انما الصدقات للفقراء میں وصف تصدق ہرگز موضوع حقیقی نہیں ہو سکتا کیا فقرا کو وصف تصدق دیا جاتا ہی جو وہ موضوع مقرر ہو اور فقرا اور مساکین کے واسطے مال تصدق ہی ہوتا ہے
نہ صفت تصدق کی جیسے کہ کل کاتب متحرک الاصابع میں ذات کاتب کی کہ وہ انسان ہی متحرک الاصابع ہی نہ صفت کتابت کی اور جملہ ما افاء اللہ میں البتہ مصداق لفظ ما کا موضوع ہی کہ وہ
اراضی مفائیہ ہیں لیکن مطلق زمین بلکہ موصوف بافاءت کہ جسکو خدا تعالی نے فے کیا ہی وہ ہمیشہ خدا اور رسول اور ذی القربی وغیرہ کے واسطے تہے جبتک کہ اسمیں وصف عنوانی اسکا کہ وہ
فیئہ ہے اسمیں باقی ہی اور جسوقت کہ مال فے کے حصہ دارونے بعد تقسیم اسکو اپنے قبضہ میں کر کے فروخت کیا یا ہبہ کیا تو وہ وصف افاءت اسمیں سے جاتا رہا اور ثابت ہونا محمول کا واسطے اسکے
ضرور نہیں ہے اور ملحوظ نظر تصدق میں بعینہ افاءت میں دونوں جگہ مال ہی ہی مگر موصوف بتصدق اور افاءت نہ صرف تصدق اور افاءت اور تاویل کر کے جملوں خبریوں کو طرف جملوں انشائیہ کے
کے لیجانیکی کچھ حاجت نہیں ہے اور کوئی وجہ وجیہ ہے اور درصورت فرض جملہ ما افاء اللہ کا خلاصہ افیئوا کیونکر ہو سکتا ہے جمع کا صیغہ جیسے کہ تصدقوا اور انفاق میں کہ کل مومنین مراد ہیں بقصد تصدقوا
اور انفقوا جمع کا صیغہ ہو سکتا ہی اور فے کرنیوالا تو تنہا خدا ہی یہاں تو واحد کا صیغہ افئ بسکون الہمزہ چاہئے نہ جمع کا صیغہ اور اگر مال فے میں رسول خدا صلعم کیطرف خطاب ہو کہ مال فے دے تو فلانے
اور فلانے کو تو وہاں بہی واحد کا صیغہ چاہئے نہ جمع کا صیغہ اور سوا اسکے یہ ہے کہ تصدق اور انفاق فعل بندوں کا ہی اور افاءت فعل خدا کا اور فعل خدا کا قیاس کہ وہ واحد یکتا ہی
افعال بندو پر کہ وہ متعدد ہیں نہیں ہو سکتا ہی کہ اگر بندوں کے واسطے تصدقوا اور انفقوا کہا جائے تو خدا کے واسطے افیئوا کہا جائے **قال الشیخ الاشعری** اس تقریر کو منکر اہل فہم کو تامل
نہ ہوگا کہ فعل جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات میں مطابق آیت ہے باقی رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا معصوم ہو کر ایسی غلطی کرنی سو اہل سنت کے
نزدیک سوا انبیا کے کسیکی معصومیت مسلم ہی نہیں دوسرے کسی مقدمہ خاص میں معصوم سے غلط فہمی ہوا اور غیر معصوم ہونے سے کچھ محال نہیں چنانچہ مضامین آیت محمد رسول اللہ کی تفسیر میں
اسکی تحقیق گذر چکی ہی اور بیسیوں نظیریں اسکی کلام اللہ اور حدیث میں موجود ہیں منجملہ اسکے کہیتی کے قضیہ میں حضرت داود کا غلطی کہانا حالانکہ نبی ہو چکے تہے اور حضرت سلیمان کا حق بات
کا سمجہ جانا حالانکہ جبتک نبی ہوئے تہے اور نہ موافق اصطلاح شیعہ امام تہے اس دعوی کے لئے دلیل کافی ہی مگر شیعوں کو کلام اللہ یاد ہو یعنی معنی ففہمناہا سلیمان کا فہم ہو تو اہل سنت کا کیا قصور
ہی اس جگہ سہی ہر کوئی سمجہ گیا ہوگا کہ اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہ ایسے اماموں کی تقلید کرتے ہیں جو انہیں کے اقرار موافق خطا کر سکتے ہیں ایسا ہی ہے جیسے اندہا آفتاب کو بے نور بتلاوے اور جیسے اندہا
آفتاب کو بے نور نہیں کہتا اپنی آنکہوں کو بے نور کہتا ہی شیعی بہی اہل سنت کا قصور نہیں بتلاتے اپنی عقل کے قصور کی گواہی دیتے ہیں **اقول** یہ تقریر تو تیری ہمکو کچھ مفید نہوئی اور رسول خدا صلعم کے
افعال تو مطابق آیات کے ہیں اور حضرت کا اراضی فدک کو تقسیم کرکے ہر ایک حصہ دار کو حصہ پہنچانا یہ بہی مطابق آیت کے ہی لیکن فعل حضرت کا معلوم نہیں کونسا ہی کہ جو تیرے دعوے کے مطابق ہو اور ہر چند فاطمہ زہرا
تمہارے نزدیک معصوم نہیں ہیں بلکہ جہوٹی ہیں لیکن اس مقدمہ میں حضرت فاطمہ سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی اگر فاطمہ زہرا ہی تنہا مدعی ہوتیں تو تم یہ احتمال نکال سکتے تہے کہ فاطمہ زہرا نے جہوٹا دعوی کیا کہ باوجود اس علم
کے کہ فدک رسول خدا صلعم کی ملک نہیں ہے اور پہر اسمیں دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر نے حدیث بیان کی تہی مانا یہانتک کہ غصہ میں ہو گئیں لیکن حضرت علی نے کہ جو اقضی امت تہے اور حضرت عباس
نے بعد ابوبکر کے باوجود سننے روایت لانورث کے پہر دعوی وراثت کیا عمر کے زمانہ میں عمر سے اور عمر نے کہا تم دونوں ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے تہے اور مجکو بہی تم کاذب و خائن جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم میں لکہا ہے اگر فاطمہ
زہرا غلطی پر تہیں تو حضرت علی اور حضرت عباس نے پہر دعوی کیوں کیا اور ابوبکر کے لانورث کو کیوں نہ تسلیم کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ سے غلطی نہیں ہوئی یہ ارث کے طلب کرنے میں اور دعوی انکا سچا تہا اور ابوبکر
روایت لانورث میں جہوٹے تہے اور اگر سچے ہوتے تو حضرت علی انکے قول کو تسلیم کرلیتے اور پہر دعوی وراثت پیغمبر کا عمر سے نکرتے کیا حضرت علی اور حضرت عباس کو ابوبکر سے عداوت تہی کہ باوجود سننے روایت لانورث کے
عمر کے زمانہ میں پہر انہوں نے دعوی کیا عمر سے اور فاطمہ زہرا کو تمہارے علما گو معصوم نہیں جانتے تہے لیکن محفوظ تو جانتے ہیں گناہ ہوسے اور جب تحقیق ہو گئی کہ فاطمہ زہرا کو غلطی کیونکر ہو سکتی ہیں کہ عمدا جہوٹا دعوی کریں اس چیز میں
جو رسول خدا صلعم کی ملک نہتی اور جو کہ حضرت علی کو معلوم تہا وہ ابوبکر اور عمر کو ہرگز معلوم نہتا اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا تہا کہ اقضاکم علی اور حضرت علی خود فرماتے تہے کہ سلونی قبل ان تفقدونی
اور تاریخ الخلفاء میں لکہا ہی کہ حضرت علی فرماتے تہے کہ میں جانتا ہوں قرآن کی ہر آیت کے نزول کو کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو اور زمین سخت پر نازل ہوئی یا زمین نرم پر اور کسواسطے نازل ہوئی اور کس
مقدمہ میں نازل ہوئی پس جسوقت کہ ایسا شخص دعوی کرے اور ابوبکر کو جہوٹا جانے تو فاطمہ سے کیونکر غلطی ہوئی کہ سب رسول خدا صلعم متفق تہے اس دعوی میں اور ابوبکر کو کاذب و خائن اور غاصب جانتے

فے کو مملوک رسول اللہ صلعم کہیں تو یہ ترتیب اور توقف تو درکنار وجود خبر بھی اپنی ذات سے ضرور نہوگا گو بوجہ مخصوصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امور میں جنکو آپ با مور تھے تصور ممکن ہو
ہاں اگر مصرف کہیں تو پھر یہ ترتیب اور توقف اظہر من الشمس ہے چنانچہ توجیہات ذکر اللہ سے جو مذکور ہو چکی ہیں آپ پر عیاں ہے سو جبکہ مقصود شارع یہی ہوتا کہ اراضی فی مملوک رسول خدا صلعم ہیں
اور للہ اور لذی القربیٰ باین غرض فرمایا ہے کہ خدا کے واسطے ذی القربیٰ وغیرہ کو دینا چاہئے تو لاجرم فللرسول وللعبد ولذی القربیٰ الخ فرماتے اس صورت میں گو یہ آیہ
مصداق المعنی فی بطن الشاعر تو ہے لیکن بلا سے یہ ترتیب اور توقف جو مدلول فا ہے درست ہو جاتا اور معنی کو کسیکی سمجھ میں آتے فی حد ذاتہ تو صحیح ہو جاتے فصاحت و بلاغت بلکہ باعتبار
قواعد زبان دانی صحت عبارت بھی نسہی لیکن اتنی غلطی تو نہوتی کہ برعکس معنی مقصود دلالت کرے **اقول** یہ چوتھی دلیل بھی پوچ اور واہی ہے بلکہ ہمینی محض ہے کہ اسکا کچھ حاصل
نہیں ہے اور ما افاء اللہ کہ جو مبتدا ہے البتہ متضمن معنی شرط ہے اور للہ وغیرہ ہونیکا ترتب بھی فاءت و تسلیط ہی ہے لیکن افاءت اور تسلیط وقوع میں آگئی تھی کہ اہل فدک وغیرہ رسول خدا صلعم
کے رعب سے اپنے اموال کو چھوڑ کر نکلگئے اور حقتعالی نے وہ مال انکی رسول خدا کے سپرد کئے اور فرمایا کہ یہ فلانی اور فلانے کیواسطے ہے اور جسوقت کہ افاءت کہ وہ شرط ہے وقوع میں آئی تو وہ مال مستحقین کے
واسطے ہو گیا بموجب حکم خدا اور یہی خبر ہے کہ وہ مال فلانے اور فلانیکے واسطے ہے اور یہی مشروط ہے اور رسول خدا صلعم کو پہلے فاءت سے تو ہم مالک مال فی کا نہیں کہتے ہیں کل کا نہ بعض کا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ
حقتعالی نے کل مال رسول خدا صلعم کے سپرد کیا اور اسکے بعد آیہ فی نازل کرکے ایک حصہ مالک بھی چھ حصوں میں سے رسول خدا صلعم کو کیا اور رسول خدا صلعم کو تو ہم ایک مصرف ہی مال فی کا
کہتے ہیں اور مصرف ہی ہونیکی جہت سے مالک اپنے حصہ کے ہوئے ہیں کہ جسمیں فدک بھی تھا اور مقصود شارع کا آیہ فی کے نازل کرنے سے یہ ہے کہ ایک حصہ کے اموال فی میں رسول خدا صلعم بھی مالک
ہیں اور یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ مال للہ ہے یعنی بنام خدا ہے بلکہ مقصود للہ کہنے سے یہ ہے کہ ایک حصہ جسمیں خلل آتا ہے کہ وہ امور خیر میں صرف کیا جائے اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے یہ مراد ہی
نہیں ہے آیہ فی سے اپنی رائے ناقص سے احتمالات واہیہ پیدا کرکے قرآن میں تحریف کرتا ہے کہ جن احتمالات کا کوئی قائل نہیں ہے اور خدا تعالی کو اصلاح دیتا ہے کہ جو لکھتا ہے کہ یوں کہنا
چاہئے تھا اور یوں کہنا چاہئے تھا **قال الشیخ الاشعری** پانچویں وجہ احتمال مذکور کے بطلان کی یہ ہے کہ ضمیر کیلا یکون دولۃ بجانب ما افاء اللہ راجع ہے اور کیلا یکون
دولۃ علت تعیین مصرف مذکور ہے سو اس صورت میں معنی ہونگے کہ یہ مصرف اس اندیشہ کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ مبادا اراضی فی تحت تصرف اغنیاء آجائیں مگر اس اندیشہ سے جب ہی تک بچاؤ
ہو سکتا ہے کہ اراضی فی کو مدخرچ اصناف معلومہ کہا جائے ورنہ اگر مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مملوک کسی دیگر ہوں تو ایک فرد نہ ایک روز خرابی بالضرور پیش آئیگی اصناف مندرجہ
آیت اگر خود اغنیاء نہیں تو خداوند بے نیاز کی بھی عادت یہ ہے کہ دولت فقر کو فقط ایک ہی خاندان میں دائم قائم نہیں رہنے دیتا بسا اوقات اولاد اغنیاء فقیر اور پسماندگان فقراء امیر ہو جاتے
ہیں علی بعد وفات رسول اللہ صلعم اور پس از انتقال ذوی القربیٰ وغیرہم اگر حسب مزعوم شیعہ اراضی فی میں وراثت جاری ہو گئی تو بیشک اس سلسلہ میراث میں بہت سے اغنیاء بھی نکلیں گے
اور وہ خرابی جسکی بچاؤ کے لئے یہ مصرف مقرر کیا تھا بحال خود رہیگی اور یوں کہنا کہ اغنیاء سے مراد حکام یا اغنیاء لشکر ہیں محض تعصب ہے لفظ عام ہے بے قرینہ معنی خاص مراد لینے عوام کا بھی
کام نہیں چہ جائیکہ علماء جو خواص امت ہیں ہاں اگر قطع طمع اغنیاء لشکر افسران فوج کیلئے یہ آیت نازل ہوئی ہو یا حکام جاہلیت اس قسم کی اراضی کو خاص اپنے لیئے رکھتے ہوں اور اس
قانون نامعقول کے موقوف کرنے کیلئے یہ مصرف مقرر فرمایا ہو تو در صورت فرض وقوع امور مذکورہ بیشتر برین نیست کہ حکم عام کے لئے شان نزول خاص ہو سو یہ بات اسی جگہ خاص نہیں
بیسیوں آیات اور سیکڑوں احادیث کی شان نزول خاص امر ہے اور حکم عام ہے اور اسکا عموم بالعموم مسلم ہے خاصکر کتب علم اصول میں تصریح صحت امکان خصوص شان اور عموم احکام کی گئی
ہے **اقول** اول تو یہ کہ یہ احتمال اپنی طرف سے پیدا کرکے اسکے بطلان کی دلیلیں لکھتا ہے اور ہم اسطرح سے کب کہتے ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں اور ہم بھی یہی کہتے
ہیں کہ مال فی ان اصناف کے لئے اسواسطے مقرر کیا ہے کہ ایسا نہو کہ اراضی فی تحت تصرف اغنیاء آجائیں لیکن یہ بات تقسیم سے پہلے ہے کہ اگر اصناف مذکورہ پر اراضی تقسیم نہو گی تو
اندیشہ اغنیاء کی تصرف میں لانیکا ہے اور جسوقت کہ تقسیم ہو گئیں اور اپنے اپنے حصے سب حقداروں کو پہنچ گئے اور وہ انکے قابض ہو گئے تو فی ہونیکا وصف انمیں سے جاتا رہا اور اب ان زمینوں کا
حکم وہ ہے کہ جو اور اراضی مملوکہ کا حکم ہے اور بعد اسکے اگر انکے وارث اغنیاء ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اب وہ حکم ہی باقی نہیں رہا جیسے کہ مال خمس بنی ہاشم کی سوا اور کسیکو نہیں دینا چاہئے
ہیں لیکن جب دیدیا تو بعد اسکے مال خمس بنی ہاشم سے غیر بنی ہاشم کو پہنچ جائے تو کیا قباحت ہے اور مراد یہی اغنیاء سے اسی زمانہ کے اغنیاء ہیں کہ جو محتاجوں کی ندلویں اور خود لیویں یا آپ زیادہ لیویں اور محتاجوں کو
تھوڑا دیویں اپنے غلبہ سے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا اور بین الاغنیاء منکم میں خطاب مومنین کیطرف ہے اس خطاب سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسی زمانہ کے اغنیاء مراد ہیں قیامت تک کے اغنیاء اور بعد اسکے
خدا تعالی فرماتا ہے کہ وما اتکم الرسول فخذوہ یعنی اور جو کچھ کہ دیوے تمکو پیغمبر مال فی اور غنیمت میں سے تو پس لو تم اسکو کہ وہ حق تمہارا ہے وما نہکم عنہ فانتہوا . یعنی اور وہ چیز کہ منع کیا ہے اس سے تمکو اس
سے پس باز رہو اور قریب اسکی مت جاؤ یہ آیت بھی تقسیم مال فی پر دلالت کرتی ہے کہ اموال تقسیم ہو گئے اور خدا تعالی نے تنبیہ کر دی ہے کہ تقسیم میں جو کچھ تمکو پیغمبر دیوے لیلو اگر تقسیم مراد نہوتی
تو خدا ایسا کیوں فرماتا اور تقسیم سے مراد بھی تقسیم مال فی ہے کہ اسیکا ذکر ہے نہ پیداوار اراضی فی کی پس جسوقت کہ تقسیم ہو کر لوگوں کو پہنچ گئی تو فیئیۃ اسکی باقی نرہی جیسے کہ صدقہ فقیر کے پاس چلا گیا تو
وصف تصدق اسمیں سے جاتا رہا اور ملک فقیر کی وہ ہو گیا اگر اب فقیر اسمیں سے غنی کو دیوے تو جائز ہے ایسے ہی مال فی میں بعد ملک ہو جانے اصناف مذکورہ کے اگر انکے وارثوں میں سے

بعضی غنی ہو جائیں تو کچھ قباحت نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ تو مراد اغنیا سے وہ ہیں کہ جو اپنے غلبہ سے اراضی فے کو دبا بیٹھیں اور محتاج جو حقدار ہیں انکو محروم رکھیں یا تھوڑا دیویں اور یہ مراد نہیں ہے کہ اصناف مذکورہ کے وارثوں میں کوئی غنی ہو جائے تو اسکو بھی نہ دینا چاہئے اور اغنیا سے مراد ہماری عام نہیں ہے اغنیا کو ہم خاص نہیں کرتے ہیں کہ مراد اس سے حکام یا اغنیا لشکر ہوں پس بعد اسکے جو کچھ لکھا ہے سب فضول ہے **قال الشیخ الاشعری** [illegible] وجہ احتمال مذکور کی بطلان کی یہ ہے کہ اراضی فے کے لئے جن اشخاص اور اصناف کو مقرر فرمایا ہے تو انکو انکے اوصاف سے تعبیر فرمایا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصفت رسول اسکا ذکر فرمایا اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کو بوصف یتیم اور مسکنت اور مسافرت یاد فرمایا اور انکے حسب و نسب وغیرہ تشخصات اور تعینات کو ذکر نکیا اور پھر اسکے بعد لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الخ اور وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ الخ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِھِمْ الخ کو جو لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ سے بدل ہے ماقبل کا ضمیمہ کیا اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان اوصاف [illegible] فے کے مصرف ہونے میں دخل ہے اور ان اراضی کا مصرف ہونا ان اوصاف پر موقوف ہے اور چونکہ زمین باغ ملک مثل منافع اکل و شرب [illegible] ملاکت [illegible] وقت انتفاع بدستور بحال قایم [illegible] الی یوم القیامۃ اراضی فے سے استفاع انہیں اشخاص کو جایز ہوگا جو موصوف باوصاف مذکورہ ہوں [illegible] کہ اراضی ذکر یعنی وقف کہا جاوے اور مصارف مذکورہ میں مصرف ہو نہ یہ کہ تقسیم کریں اور اصناف مندرجہ کو اسکا مالک کر دیں [illegible] ہے کہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ محققین کے نزدیک مال خمس اور فے سے کیا رسول اللہ صلعم کے وقت میں کل خمس اور فے میں سے بھی سہم رسول اللہ صلعم ساقط ہو گیا بعد وفات رسول اللہ صلعم رسالت [illegible] باقی نہیں رہا **اقول** سو وہ احتمال کہ جو تیرا نکالا ہوا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ وہ باطل ہے اور اسکے بطلان کی دلیل جو تو نے لکھی ہے وہ بھی باطل ہے [illegible] وہ احتمال نکالتا ہے کہ جسکو ہم قبول نہیں کرتے ہیں اور پھر اس باطل کے باطل کرنے پر تیار ہوتا ہے اور اراضی فے کے لئے جن اصناف کو مقرر فرمایا ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ انکو انکی اوصاف سے تعبیر فرمایا ہے اور انکے حسب و نسب کا کچھ ذکر نکیا لیکن جو کہ متصف ان اوصاف سے تھے جناب رسولخدا صلعم نے اراضی فے کو ان پر تقسیم کر دیا اور وہ سب اپنے اپنے حصے کے مالک ہو گئے اور انہوں نے اسمیں اپنا تصرف کیا اور ہبہ کیا اگر چاہا اور اگر چاہا فروخت کیا اور بدل لِذِی الْقُرْبٰی ہے اور اسکے مابعد لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ [illegible] وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ الخ اور اسکے بعد وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِھِمْ یہ علیحدہ جملے ہیں انکو ماقبل سے کچھ علاقہ نہیں ہے اور پہلا جملہ ان دونوں جملوں میں انصار کی تعریف میں ہے کہ وہ مدینہ [illegible] تھے اور دوسرا جملہ تابعین اور [illegible] بعد مومنین کی تعریف میں ہے قیامت تک جو کہ ہوگا اور مال فے ان لوگوں کے واسطے تھا ملک خاص [illegible] واسطے تھا اور مہاجرین [illegible] کو رسولخدا صلعم نے دیا [illegible] خصوصیت انکو حاجت زیادہ تھی چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ لم یعط الانصار منہ شیئا الا ثلثۃ [illegible] حاجۃ یعنی نہ دیا گئے انصار مال فے میں سے کچھ [illegible] انکو حاجت تھی اور حاشیہ میں اسکے لکھا ہے کہ وہ ابودجانہ سماک بن خرشہ و سہل بن حنیف و حارث بن الصمہ تھے [illegible] روایت ہے [illegible]

پاتے ہیں انصار بیچ سینوں اپنے کے یعنی اپنے نفسوں میں حاجت کو یعنی وہ چیز کہ جسکی حاجت ہوتی ہے مثل طلب و حسد اور غیظ سے [illegible] وہ مہاجرین فے وغیرہ میں سے وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اور اختیار کرتے ہیں وہ انصار اپنے نفسوں پر یعنی مقدم رکھتے ہیں مہاجرین کو اپنے نفسوں پر [illegible] اور مہاجرین ہی مال فے کے لئے ہیں اسیطرح تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل مال فے سب تقسیم ہو گیا تھا اور یہ شیخ نجدی جو کہتا ہے [illegible] اسکی تقسیم نہیں ہوا تھا اور اسکے [illegible] تقسیم ہوتی تھی سب اسکا کہنا باطل ہو گیا اور فے کی آیت میں آیا تھا کہ مال فے خدا کے واسطے ہے اور انکے واسطے [illegible] جو موصوف بوصف رسالت اور قرابت اور مسکنت اور مسافرت ہیں سو جناب رسولخدا صلعم نے ان سب پر ہی تقسیم کر دیا کہ یہ اپنی اپنے حصے کے مالک ہو گئے اور اپنا حصہ حضرت نے خود لیا کہ جس میں خدا کا تھا اور خدا تعالیٰ کا حصہ [illegible] میں صرف کیا اب مال فے میں سے بعد تقسیم کے وصف فیئیہ جاتا رہا اور مال فے کا بعد تقسیم کے وہ حال ہو گیا کہ جو سوائے اسکے اور مال مملوک کا حال ہے چاہیں اسکو فروخت کریں چاہیں ہبہ کریں جیسے کہ مال صدقہ جس وقت کہ فقرا کے پاس پہنچ گیا تو انکو اسمیں اختیار ہے جو چاہیں سو کریں اور باطل ہوا جو کچھ کہ اسنے بعد اسکے لکھا ہے [illegible] منافع اراضی انکے ملک ہونے پر موقوف نہیں ہیں اسواسطے کہ جب ان لوگوں پر اصل مال فے تقسیم ہو گیا تو یہ لوگ مال فے کے مالک ہو گئے اور فے یہ اس سبب جاتی رہی اب منافع اسکے اگر اراضی فے ان لوگوں کے پاس ہے تو انکے واسطے ہیں اور اگر انہوں نے وہ اراضی کسیکو دیدی ہے بطریق بیع کے یا ہبہ کے تو انکے واسطے ہیں اور ثبوت اور دوام بلا آمیہ کا جبھی تک تھا کہ مال فے تقسیم نہوا تھا اور جب تقسیم ہو گیا تو وہ بات ہی جاتی رہی اور وقف کو یہاں کیا تعلق ہے مال فے تو خدا تعالیٰ نے اصناف مذکورہ کو عطا کیا تھا کہ وہ اسکے مالک ہو جائیں سو بعد تقسیم کے وہ اسکے مالک ہو گئے اب اسکو جو چاہیں سو کریں اور جو امر کہ اراضی فے کے وقف ہونے پر موقوف تھا وہ امر باقی ہی نہیں رہا اور قرآن کی ترتیب سے تو مال فے کا تقسیم ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اصل زمین کو تقسیم نکریں اور اصناف مندرجہ کو اسکا مالک نکریں کیونکر ہو سکتا ہے وہ مقدمہ ہی باطل ہے جسکے واسطے زمین تقسیم نہونی چاہئے تھی اور الکان اول کو اختیار ہے جسوقت کہ اراضی انکی حصہ میں

آگئی تو جس مصرف میں چاہیں اسکو صرف کریں اور اب لحاظ اوصاف مذکورہ کا باقی ہی نہیں رہا ہے اور مال فی اور خمس اگر اس زمانہ میں حاصل ہو تو اُن لوگوں ہی کو دیا جائیگا جو متصف باوصاف مذکورہ میں اور رسولخدا صلعم کا حصہ امام کو پہنچیگا جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور رسولخدا صلعم کا سہم ہرگز ساقط نہیں ہوا ہے امام انکے قائم مقام ہے محققین کا نام کیوں بدنام کرتا ہے اور اوصاف مذکورہ کے آدمی سب زمانہ میں موجود ہوتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی زکوۃ اور صدقات واجبہ انکے مصرف ہونیکے لیے بھی تحقق اوصاف فقر و مسکنت وغیرہا جسکی طرف آیہ انما الصدقات مشیر ہے ضرور ہے مگر نتیجہ وصف تصدق کو بجز آن واحد قیام نہیں چنانچہ ابھی مرقوم ہوا تو وقت تصدق وقت تحقق اور وجود اوصاف معلومہ ضرور ہوا چونکہ فقرا وغیرہم کو آیہ انما الصدقات میں فقط اُن اموال کا مصرف مقرر کیا ہے جو موصوف بصدقہ ہوں اسلیے بلفظ صدقات تعبیر فرمایا اور اگر قطع نظر اس صفت سے فقرا وغیرہم کو نفس مال کا مصرف مقرر فرماتے تو مثل انما المخرج من الاموال بنیة الصدقة یا سوا اسکے اور کوئی ایسی عبارت جس سے مطلق مال کے لئے فقرا وغیرہم کا مصرف ہونا ثابت ہوتا بیان فرماتے الحاصل آیہ انما الصدقات کے اصناف کو دو طرف میں اوصاف تینوں سے ارتباط ہے اور آیہ ما افاء الله میں ایک طرف ذات اور دوسری طرف اوصاف میں اسلیے زکوۃ میں دونوں اوصاف کو اور فی میں فقط ایک جانب میں اوصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ صدقات واجبہ کے مصرف ہونے کے لیے وصف فقر چاہیے لیکن یہ کہنا کہ وصف تصدق کو بجز آن واحد قیام نہیں تو غلط ہے اسواسطے کہ آدمی اپنے مال میں سے زکوۃ کو نکالکر ایک عرصہ تک رہنے دیتا ہے یہانتک کہ مستحق اسکا بہم پہنچے اور جبتک وہ مال رکھا رہیگا صدقہ ہی کہلائیگا کہ یہ مال زکوۃ مال صدقہ ہے اور خود انما الصدقات کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس مال صدقہ ہے وہ فقرا کو دو تو پہلے سے موصوف بتصدق ہولیگا اور اپنے مال میں سے نکالا جائیگا تو فقرا کو دیا جائیگا اور خدا تعالی بھی اُسی مال کو کہتا ہے فقرا کو دو کہ جو پہلے سے موصوف بتصدق ہولیا ہے اور صدقہ تو اسیوقت سے ہوگیا کہ نیت اُسکی صدقہ ہونے کی کی تھی ایک آن تو کہاں سے کہتا ہے البتہ اُسکے دینے کی ایک آن ہوتی ہے ایسے ہی مال فی کے دینے کی بھی ایک ہی آن ہوتی ہے اور دینے کے وقت وہ مال صدقہ موصوف بتصدق ہوتا ہے جیسے کہ مال فی وقت دینے کے موصوف بفیئیت ہوتا ہے اور جب دیدیا تو یہ دونوں مال اپنے وصفوں سے علیحدہ ہوگئے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ انما الصدقات میں اُن اموال کا مصرف مقرر فرمایا ہے کہ جو موصوف بصدقہ ہوں جیسے کہ آیہ ما افاء الله میں اُن اموال کا مصرف مقرر فرمایا ہے کہ جو موصوف بفیئیت ہوں اور مطلق مال کا مصرف دونوں آیتوں میں نہیں فرمایا ہے اور جیسے کہ آیہ انما الصدقات میں دونوں طرف اوصاف ہیں تصدق اور فقر ایسے ہی آیہ ما افاء الله میں دونوں طرف اوصاف ہیں فیئیہ اور رسالت اور قرابت وغیرہ اسمیں بھی دونوں طرف اوصاف کا ملحوظ رکھنا ہوگا اور یہ بات نہیں ہے کہ یہاں ایک طرف محض ذات ہو **قال الشیخ الاشعری** ساتویں وجہ احتمال مذکور کے بطلان کی یہ ہے کہ مالک حقیقی تمام مخلوقات اور موجودات کا بالاتفاق اور بالبداہۃ مالک الملک خداوند کریم ہے اور یہ وجود آدمی جو ہمارا تمہارا مالک ہونا ایک معنی مجازی ہیں جیسے کوئی شخص اپنے چند مکان چند آدمیوں کو مستعار یا کرایہ پر رہنے کو دے اور وہ چند اشخاص اپنے رہنے کے مکان کو محاورہ میں اپنا گھر کہدیا کرتے ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں ایسے ہی ہمیں بھی مالک حقیقی نے ہماری اختیار مقبوضہ کو انتفاع کے لیے دے رکھی ہیں اور ہم انکو اپنی محاورات میں اپنا کہتے ہیں لیکن جیسے مکانات کا مستعیر یا کرایہ دار ہونا عاریۃ لینے اور کرایہ لینے پر منحصر اور موقوف فقط مالک مکان کی ملکیت کفایت نہیں کرتی بلکہ اگر عقد کرایہ اور عاریۃ ظہور میں آئی تو پھر مالک اصلی ہی کیطرف آپ ہوگی ایسے ہی ہمارے مالک ہونے کے لیے بھی اسباب تملیک ظاہری مثل بیع شرا ہبہ وصیت وغیرہا ضرور ہوئی ورنہ تمام موجودات پھر خدا ہی کی طرف مملوک ہوتے ہیں منسوب ہونگے مگر چونکہ اموال فی مشار الیہا بلفظ ما افاء الله میں ان اسباب میں سے فقط غنیمت ہونیکا توہم ہوسکتا تھا اور اُسی کو جناب باری نے فما اوجفتم سے دفع کردیا تو یہ اموال سوائے خداوند کریم مالک الملک کے اور کسیکی طرف بطور ملکیت منسوب نہیں ہوسکتی پھر اس صورت میں للرسول ولذی القربی کے معنی بجز بیان مصرف اور کچھ نہیں ہوسکتی ہے سو یہی مطلب اپنا تھا **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ مالک حقیقی سب چیز کا خدا تعالی ہے لیکن اپنے فضل و کرم سے وہ بندوں کو عطا کرکے مالک کردیتا ہے کہ وہ اسمیں جس طرح چاہیں اپنا تصرف کریں اور خدا تعالی کے مالک حقیقی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ جو کچھ اُس نے اپنے بندوں کو دیا ہے وہ اسمیں اپنا تصرف مالکانہ نکریں اور اگر ایسا ہو تو دنیا میں کسی چیز کا کوئی مالک ہی نہ کہلائے اور اُنکو تصرف کرنا اسمیں جائز نہو اور دیکھو مال غنیمت کہ جو جہاد کرنے سے ہاتھ لگتا ہے اور وہ خدا تعالی نے مجاہدین کے واسطے مباح اور حلال کردیا ہے تو وہ اُسکے مالک ہیں جس طرح چاہیں اُسمیں تصرف کریں اور خمس میں بنی ہاشم کا یہی حال ہے اور ایسے ہی مال فی ہے کہ جو بدون جنگ کے ہاتھ آتا ہے اُسکو خدا تعالی نے رسولخدا اور ذوی القربی وغیرہم کے واسطے مباح کیا ہے اور حکم کیا ہے کہ یہ حق انکا ہے انکو دو اور جب انکو دیا گیا اور اُنہوں نے اُسمیں اپنا تصرف کیا تو مالک ہونیکی جہت سے کیا یا اور کسی جہت سے اور مکان کی عاریت لینے اور کرایہ لینے کی جو مثال دی ہے اسکو یہاں کیا تعلق ہے کرایہ اور عاریت میں تو کرایہ دار اور مستعیر مالک نہیں ہوسکتا ہے کہ مالک نے اُنکو اُسکا مالک نہیں کردیا ہے اور مستعیر اور کرایہ دار مکان عاریت اور کرایہ کو ہرگز اپنا مکان نہیں کہتا ہے بلکہ جنکا مکان ہے اُنکا مکان کہتا ہے اور اپنا مکان تو اُسکو کہتے ہیں کہ جو حقیقت میں اپنا ہے اور خدا تعالی نے جو کچھ بندوں کو دیا ہے اُس نے اُنکو اُسکا مالک کردیا ہے اور اسباب ملکیت میں سے ایک ہبہ بھی ہے اور جب خدا تعالی نے مال فے کو بخشا اور ہبہ کیا تو وہ اُسکے مالک ہوگئے اور ہمنے تسلیم کیا کہ خدا تعالی کی غرض اس آیت میں بیان مصرف ہی ہے لیکن مراد اُس سے یہی ہے کہ یہ حق انکا ہے انکو دو اور جب انکو دیا تو وہ اُسکے مالک ہوگئے یا نہیں اور اگر مالک نہوئے تو کیا خدا تعالی نے اُنکے

پاس مال فی امانت رکھوایا ہی کہ وہ اسکی حفاظت کریں کیسا دیوانہ ہی یہ شیخ نجدی کہ پاگلوں اور مجنونوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور یہ نہیں سمجھتا ہی کہ جب ایک چیز کا مصرف مقرر کردیا گیا ہو تو یہ چیز صرف کی جاتی ہو تو وہ چیز اہل مصرف کے پاس کھینچی اور ملاحظہ کرنیکے واسطے رہیگی کہ دیکھو تم اسکو چھونا نہیں کہ یہ تمہاری ملک نہیں ہے یا اسواسطے کہ یہ چیز تمکو ہمنے دی ہے اسکو جو چاہو سو کرو سو تمام دنیا کی آدمیوں سے اگر پوچھو تو کوئی بھی کہیگا کہ خدا تعالے نے یہ چیز اپنے بندہ کو صورت دیکھنے کیواسطے دی ہی اور مالک اسکا نہیں کیا ہی بلکہ مالک اسکا خود ہی رہا ہی بلکہ یہی کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی بندہ کو اسواسطے دی ہی کہ اسکو جو چاہے سو کرے چاہے فروخت کرے چاہے ہبہ کر دے اور یہ امر بدون ملکیت کے نہیں ہوسکتا ہی اور اس شیخ نجدی نے تو خدا تعالیٰ کا مرتبہ بندوں سے بھی پست کر دیا اور اسکو بخل کیطرف منسوب کیا اسواسطے کہ اگر کوئی آدمی کسیکو کوئی چیز بخشتا ہی تو یہ نہیں کہتا ہی کہ میں نے یہ چیز تمکو دی تو ہی لیکن تو اسکا مالک نہیں ہی مالک اسکا میں ہی ہوں چہ جائیکہ خداوند کریم کہ اسکے فضل و کرم کے برابر کسیکا فضل و کرم نہیں ہی وہ کسی بندہ کو اپنی کوئی چیز عطا کرے اور از راہ بخل مالک اسکا اسکو نکرے یہ کیونکر ہو سکتا ہی تعالی اللہ عما یقول الظالمون اور حقیقت میں تو خدا ہی مالک سب چیز کا ہی کہ وہ ہی سب کو دیتا ہی لیکن جسکو دیتا ہی اسکو مالک اسکا کر دیتا ہی اور للرسول اور لذی القربی وغیرہ البتہ بیان مصرف کے واسطے ہی ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن جب اہل مصرف کو مال فی دیدیا تو وہ اسکے مالک ہوگئے اسمیں تیرا مطلب کیونکر ثابت ہوا تو تو کہتا ہے کہ وہ مالک ہی نہیں ہوئے بلکہ ہمارا مطلب ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ ان مصرفوں میں سے ایک مصرف رسولخدا صلعم ہیں اور وہ اپنے حصہ کے مالک تھے کہ جسمیں فدک بھی تھا **قال الشیخ الاشعری** بابطال ان سات وجوہ سے اراضی فی کا مد خرچ پنج اقسام معلومہ ہونا شامل ملوات حواس ہر کسی و ناکس واضح اور لایح ہوگیا اور باوجود مد خرچ ہونیکے وجہ طلب کرنی حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اول تو یہ ہی کہ جناب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا معصوم نہیں اور معصوم بھی ہوں تو معصوم سے غلط فہمی محال نہیں چنانچہ معلوم ہوچکا اور وجہ غلط فہمی کی یہاں ظاہر بھی ہی کیونکہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اراضی فی پر قبض و تصرف حضرت خلاصۂ موجودات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کا نہ دیکھا تھا اور اسبات کی تحقیق کہ یہ قسم غنیمت سے ہے یا از جنس فی ہے زنان خانہ نشین اور وہ بھی ایسی زاہدہ کہ دنیا و ما فیہا سے کچھ غرض نہو بہت دشوار ہی خاصکر خیبر اور قری خیبر کی نسبت کہ فدک بھی انہیں میں سے ہے کیونکہ بعض قری خیبر عنوہ یعنی بعد جنگ و جدال اور بعضی قری جیسے فدک صلحاً مفتوح ہوئے ہیں اسلئے یہ نسبت خیبر خاص کی مابین علما اختلاف ہی ہے کہ آیا خیبر عنوہ فتح ہوئی ہی یا صلحاً **اقول** ساتوں وجوہ تیری ہمنے باطل کردیں اور تقسیم ہونا اصل اراضی فی کا نہ مد خرچ کا پنج اقسام معلومہ پر مشتمل تولا تین جواس کے ہر کس ناکس پر واضح اور لائح ہوگیا اور پہلی اس سے ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام میراث کے طلب کرنے میں ہرگز غلطی نہیں ہوئی ہی گو تمہارے نزدیک وہ معصوم نہوں اور معصوم سے گو غلطی ہونی محال نہیں ہے لیکن غلطی اس سے وقوع میں نہیں آتی اور اگر ایسی بات ہو کہ معصوم ہو کر غلطی کرے تو وہ معصوم ہی نہیں ہے اور لوگوں کو اسکی بات کا اعتبار نہوگا اور جو وجہ کہ پہلے اس سے معصوم کی غلطی کی لکھی ہی ہمنے اسکو باطل کر دیا ہی اور بعد اول تو یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا ہی کے پاس تھا کہ جناب رسولخدا صلعم نے انکو ہبہ کیا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی اور حضرت فاطمہ نے کل اراضی فی پر قبضہ جناب رسولخدا صلعم کا ہمیشہ نہیں دیکھا ہی بلکہ قبل تقسیم دیکھا ہی اور بعد تقسیم یہ قبضہ ہر ایک حصہ دار کا رہا ہی اور بعد تقسیم رسولخدا صرف اپنی حصہ کے قابض تھے کہ جسمیں فدک تھا اور وہ فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا اور غیروں کے حصوں پر آنحضرت نے اپنا قبضہ اٹھا لیا تھا وہ بعد حضرت فاطمہ کیا ایسی غافل اور بیخبر تھیں کہ انکو فدک کا حال معلوم نہو کہ یہ مال فی ہے یا مال غنیمت ہے اور اگر ہم تسلیم کریں کہ فدک مال غنیمت ہی تھا اور ہمیشہ حضرت کے قبضہ میں رہا اور مال فی نہ تھا تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہے اور حضرت فاطمہ کا دعوی کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ جب فدک حضرت رسولخدا صلعم کے قبضہ میں ہوا اور انکے ہی قبضہ میں اسکو حضرت فاطمہ نے ہمیشہ دیکھا ہے تو وہ مال مملوک حضرت کا تھا اور حضرت فاطمہ نے اپنی مدعا کی مقدار کی ملک میں دعوی میراث کا کیا اور حضرت فاطمہ کو تو غلطی پر کس واسطے کہتا ہی غلطی پر تو تو ہی اور بڑی دلیل فدک کی مملوک رسولخدا ہونیکی یہ ہی کہ ابوبکر نے ملک رسولخدا اقرار دیکر کہا تھا کہ مال انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی کیا تیرا علم ابوبکر کے علم سے بھی زیادہ ہی کہ ابوبکر تو ملک رسولخدا بیان کرے اور تو کہے کہ وہ رسولخدا کی ملک ہی نتھا اور فدک کے مقدمہ میں ہرگز اختلاف علما نہیں ہے بلکہ فدک وہ ہی ہے کہ سب کے نزدیک کہ جسکے باشندے مسلمانوں کے رعب سے جلا وطن ہوگئے ہوں **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اراضی فی کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہونا اہل انصاف پر روشن ہوگیا اگرچہ اہل فہم کو پہلے ہی اسمیں تامل نتھا کیونکہ نہ تو تعیین مصارف معلومہ اگرچہ رسول اللہ صلعم کے مملوک ہونیکی کوئی صورت بھی تھی تو بھی تھی کہ ان اوصاف کا مقرر فرمانا ایسا ہو جیسا کہ زکوٰۃ اموال مملوکہ اغنیاء کی واسطے فقرا وغیرہم کا مقرر کرنا کو ہیات فی حد ذاتہ ممکن تھی لیکن قرینہ عطف للرسول ولذی القربی اسبات کو مقتضی تھا کہ جیسے ذوالقربی وغیرہم بالاتفاق مالک اراضی فی نہیں رسول اللہ صلعم بھی مالک نہیں اور اگر قطع نظر اتفاق اسکے ذی القربی وغیرہم کو مالک کہا جاتا تو بہت سے بہت ہوگا تو اراضی فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصناف باقیہ میں مشترک ہوں لیکن جو ابیان موجود ہیں ایک تو شرکا غیر محدود کا شریک ہونا کیونکہ ذی القربی وغیرہم کا کوئی حد و پایان نہیں ہر روز کمی بیشی رہتی ہی خاصکر والذین جاؤا من بعدہم نے تو دائرہ اہل مصرف کو اتنا فراخ کر دیا ہی کہ قیامت تک کے مومنین کو گھیر لیا ہی دوسرے قبل عطا مال غنیمت بلکہ دین بھی ملک میں نہیں آسکتا اراضی فی جو کسیطرح اسکے حصول میں اہل مصرف کی بھی کوشش پا کسیکے

فعل کو دخل نہیں محض فضل خداوندی سے ہاتھ لگ گیا ہے کیونکر قبل عطا او قبل قبض کسی کا مملوک ہو سکتا **اقول** اراضی فدک کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہونا ہماری تحریر سے اہل انصاف پہ بخوبی روشن ہوگیا اور یہ جو لکھا ہے کہ مملوک نہیں ہوئی یہ کہنا اس شیخ کا باطل ہوگیا اور خود جناب باری عز اسمہ قرآن شریف میں اپنے رسول کو مال فے کا مالک مقرر کرکے خطاب کرتا ہے ذکر ما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں پھر کسی کی مجال ہے کہ یہ کہے کہ جناب رسولخدا صلعم مالک مال فدک کے نہ تھے اور کسیکی فہم میں نہیں آتا ہے کہ جو چیز کہ خدا تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشی ہے حضرت اسکے مالک نہوں ایسا بھی کہیں ہو سکتا ہے اور یہ کون عقل کا دشمن کہتا ہے کہ ذوالقربی وغیرہم اراضی فدک کے مالک نہیں تاکہ باعتبار عطف کے رسولخدا صلعم بھی مالک نہوں بلکہ ذوالقربی وغیرہم سب اراضی فدک کے مالک ہیں جسقدر کہ انکے حصہ میں آئی ہے اور تماشا یہ ہے کہ لکھتا ہے کہ بالاتفاق اراضی فدک کے مالک نہیں علاوہ تو سیر تعلق نہیں ہے جیسا یہ پاگل ہے ایسے ہی پاگلوں کا اسپر اتفاق ہوگا جو کہ عقل سے بہرہ نہیں رکھتے ہیں مع جسوقت مال فے تقسیم ہوگیا اور قرآن میں اسکے تقسیم کا بتفصیل خبر ہے تو ہر صنف اپنے حصہ کے مالک ہوئے اور جناب رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہوئے شراکت کہاں باقی رہی اور شرکا ہرگز غیر محدود نہیں ہیں جو اس زمین میں رسولخدا صلعم کے روبرو موجود تھے انپر تقسیم ہوا اور والذین جاؤا من بعدہم کے مومنین مال فدک میں ہرگز شریک نہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے تفسیر بیضاوی سے لکھ چکے ہیں بلکہ مال فی خاص واسطے مہاجرین کے ہے یہانتک کہ انصار کے واسطے بھی نہیں ہے اور سب تفسیروں میں اسی طرح لکھا ہے معلوم نہیں کہ کہاں سے کہتا ہے کہ آیہ مذکورہ کی مومنین کو بھی اسمیں شریک کرتا ہے اور اہل سنت کا تو یہ مذہب نہیں ہے نہیں معلوم کہ کس مذہب کا آدمی ہے کہ اہل سنت کے بھی خلاف کہتا ہے اور مال غنیمت یا مال فدک اگر قبل عطا مالک نہیں ہوسکتا ہے تو بعد عطا تو مملوک ہوجاتا ہے خواہ سعی اور کوشش سے ہاتھ لگے خواہ بے سعی محض فضل و کرم خدا کی سے اور یہی ہمارا دعوی ہے کہ مال فدک جو بے سعی کے ہاتھ آیا ہے سب اصناف مذکورہ بعد قبضہ کے اسکے مالک ہوگئے اور یہ کون کہتا ہے کہ قبل عطا اسکے مالک ہو گئے یہ تو ہمارا دعوی ہی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اہل عقل پر بادی النظر میں اس عبارت سے اراضی فدک کا غیر مملوک ہونا عیاں تھا اور اب سب پر واضح ہوگیا بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی واضح ہوگیا کہ جبسے اس آیت سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے امکان ملکیت ہی ثابت نہیں ہوا بلکہ الٹا محال ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب یہ بھی ہے یہ اتنی تطویل کی ضرورت پڑی نہ عدم ثبوت ملکیت خود ظاہر تھا البتہ باین نظر کہ ہم نہوں سے مقابلہ ہے عدم ثبوت ملکیت میں گفتگو کرنی ضرور ہی تھی **اقول** اہل عقل کے نزدیک تو بادی الرای میں آیہ فے سے اراضی فدک کا مملوک ہونا عیاں تھا اسواسطے کہ جسوقت خدا تعالی نے سارا اراضی فے کے مصارف مقرر کردیئے کہ فلانے فلانے کیواسطے مال فے ہے انکو دیدو تو بعد تقسیم کے اپنے اپنے حصہ کے مالک ہوگئے اور ہمنے اسکو خوب واضح کردیا ہے اور دوسری آیت جو مالک ہونے رسولخدا صلعم کی ہے اس سے پہلے ہمنے ذکر کردی جواب حضرت کے مالک ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہے اور یہ کہنا کہ امکان ملکیت بھی ثابت نہیں ہوا بلکہ الٹا محال ثابت ہوتا ہے یہ ایک بڑے دیوانوں کی سی کہ بے سروپا بکا کرتے ہیں کیا ابوبکر نے بھی یہ کہا ہے تو اسنے تو جناب رسولخدا صلعم کی ملک قائم رکھکر فدک کو کہا کہ پیغمبر کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہے تو جو کچھ کہ اسنے بعد اپنے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے اور وارث جو کسیکا کوئی ہوتا ہے تو اسکی ملک میں سے ہوتا ہے اسواسطے اسنے مال فدک وراثت کی نفی کی اور اگر مال پیغمبر کا ملک پیغمبر کی نہ ہوتا تو اسیقدر کہنا کافی تھا کہ پیغمبر کی ملک میں کوئی مال ہی نہ تھا ورثہ کسمیں جاری ہو یہ عبارت طویل بنا کر کاہیکو کہتی کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور اگر فدک رسولخدا صلعم کی ملک نہ ہوتا تو حضرت عباس اور حضرت علی کہ جو ایک حکم سے آگاہ تھے اور رسولخدا صلعم نے انکو فرمایا تھا کہ اقضاکم علی اور وہذہ قضیۃ ولا ابا حسن لہا جو کہ انکے حق میں دائر و سائر ہوگیا ہے عمر کے زمانہ میں دعوی رسولخدا صلعم کی وراثت کا وہ کاہیکو کرتے اور جو کچھ کہ تونے عدم ملکیت میں تطویل کی ہے وہ سب خاک میں ملگئی اور ہمنے اسکو باطل کردیا اور عدم ثبوت ملکیت ہرگز ظاہر نہ تھی بلکہ ملکیت ہی ظاہر تھی اور جو کچھ تونے اس مقدمہ میں گفتگو کی ہے وہ سب لچر اور واہی ہے ناحق تونے اوقات اپنی ضائع کی ایسی گفتگو کرکے **قال الشیخ الاشعری** مگر اتنی بات باقی رہی کہ لفظ ما افاء اللہ عام ہے اشیاء منقولہ و غیر منقولہ کو برابر شامل ہے پس اگر ما افاء اللہ کی وجہ وقف ہے تو لاجرم اسباب منقولہ بھی وقف ہوگا سو اس صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی اول تو یہ کہ حنفیوں کے نزدیک اشیاء منقولہ کا وقف ہونا ہی صحیح نہیں دوسرے یہ کہ اموال فے میں سے بہ نسبت اموال منقولہ کے وقف ہونا کسی سے منقول اور مروی نہیں بلکہ اگر تعامل سلف و خلف پر نظر کیجئے تو عیاں ہے کہ منجملہ اموال فے اسباب منقولہ میں تصرفات مالکانہ کرتے تھے بیع و نذر وغیرہ آثار ملکیت جو وقف ہونے پر دلیل کامل ہیں برابر بے تکرار اور انکار مروج رہے ہیں چنانچہ بنی النضیر کے ہتھیار وغیرہ اموال منقولہ جو ہاتھ آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تقسیم فرمادیئے تھے اور صراحۃ نہ کنایۃ یوں فرمایا کہ یہ اشیاء وقف ہیں انمیں تصرفات مالکانہ مت کیجو اور یہ بھی نہیں کلام اللہ سے زیادہ تو کوئی حجت نہیں کلام اللہ میں خود موجود ہے ما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک مطلب یہ ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کیں تیرے لیے وہ باندیاں جنکا تو مالک ہوا ہے اموال فے میں سے اس آیت سے صریح ثابت ہے کہ فے کی باندی غلام مملوک ہو سکتے ہیں وقف نہیں جب ایک چیز کا بھی اموال فے میں سے مملوک ہونا ثابت ہوا تو فللہ و للرسول وغیرہ الفاظ آیہ ما افاء اللہ اور الفاظ سیاق و سباق آیہ مذکورہ کے اور جنکو وسیلہ وقف ہونا اراضی فدک کا ثابت کیا گیا ہے وہ معنی نہونگے جو وقف ہونے پر دلالت کریں نہ کلیہ قضیہ ما افاء اللہ بیسات کو مقتضی ہے کہ تمام افراد ما افاء اللہ کا ایک حکم ہے خواہ اسباب منقولہ ہوں خواہ غیر منقولہ ہوں تب وہ وقف ہوں وقف نہوں تب دونوں نہوں اسلئے ہمیں ہے اس خلجان کا رفع کرنا ضرور پڑا سو اول اہل انصاف کی خدمت میں

یہ گزارش ہی کہ واقعی امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشیا منقولہ وقف نہیں ہو سکتی لیکن خداوند کریم و علیم و حکیم گواہ ہے امام ابوحنیفہ کا مقلد نہیں جو اُسکے ذمہ اتباع رائے ابوحنیفہ ضروری ہو اور اگر
اتفاقات سے کوئی بات بظاہر خلاف مذہب حنفی صادر ہو جائے تو اُسکی جوابدہی اُسکو ذمہ پر لازم ہو مثل برین نسبت کہ امام ابوحنیفہ سے خطا ہوئی ہو لیکن شیعہ یہی فرمائیں کہ اہل سنت امام ابوحنیفہ
کو معصوم ہی کب سمجھتے ہیں جو یہ خرابی اُنکے سر پڑی بلکہ اہل سنت کا یہ مقولہ ضرب المثل ہو گیا ہی المجتہد یخطی و یصیب یعنی مجتہد خطا بھی کرتا ہی اور صحیح بھی کہتا ہی ہاں اتنی بات مسلم کہ مرتبہ اجتہاد
کو یہ لازم ہی کہ اکثر صحیح کہا کرے سو اس بات میں اُنسے غلطی ہو گئی ہو تو کیا حرج ہی اُنکے صاحبین وغیرہما کی رائے تو آخر یہی ہی کہ اشیا منقولہ بھی وقف ہو سکتی ہیں وہ بھی اہل سنت ہی کے پیشوا ہیں
شیعوں کے نہیں اور اگر شیعہ اُنکو اپنا پیشوا بنالیں اور طوسی اور رضی و شریف مرتضی و ابوالقاسم محقق وغیرہم کا اتباع چھوڑ دیں تو یہ نصیب اُنکے اور پھر کچھ تکرار نہیں معہذا یہ آیت کچھ معارض
اور مناقض رائے ابوحنیفہ نہیں بلکہ کچھ موافق ہی ہو تو کچھ عجب نہیں **اقول** جو کچھ تونے لکھا ہی سب ایک ڈھول ہی ہمارے نزدیک اسواسطے کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مال فی وقف نہیں ہے اگر ہم
اُسکے وقف ہونیکے قائل ہوتے تو اسوقت یہ ذکر کرنا چاہئے تھا کہ اشیا منقولہ ابوحنیفہ کے نزدیک اگر وقف نہیں تو اُسکا جواب یہ ہے آدمی کو چاہئے کہ گفتگو اُس مقدمہ میں کرے جو خصم کے نزدیک مسلم ہو
اور ابوحنیفہ کا مذہب تو اکثر قرآن اور حدیث کے مخالف ہے اور اپنی رائے سے احادیث کو رد کرتا ہی اسیواسطے امام غزالی نے اور صاحب تاریخ بغداد نے اُسکو گمراہ لکھا ہی اور مال فی کے وقف نہونے پر آیہ
مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ دلالت کرتی ہی یہ سب صحیح ہی اور اس آیت سے مال فی کا مملوک رسولخدا صلعم ہونا ہی ثابت ہو گیا اور بیشک مال فی وقف نتھا اور بعد اسکے جو کچھ ایسا جواب لکھیگا
ہم اُسکو رد کرینگے اور یہ جو لکھا ہی کہ خدا تعالی ابوحنیفہ کا مقلد نہیں ہے ہاں صحیح ہی اور اگر ابوحنیفہ جو کچھ کہتا ہی خدا تعالی کے حکم کے مخالف کہتا ہی لیکن خدا تعالی نے یہی تصریح یہ نہیں فرمایا ہی
کہ اشیا منقولہ میں بھی وقف کرنا درست ہے اور تو ابوحنیفہ سے زیادہ عالم بھی نہیں ہے کہ تیرا قول ابوحنیفہ کے قول سے زیادہ معتبر ہو اور وہ اہل زبان تھا کہ قرآن کو بہ نسبت تیرے اچھا سمجھتا تھا یہ بھی خوب
بات ہی کہ جو کہ اہل زبان ہو اُس سے تو خطا ہو اور تیری رائے صواب پر ہو اور ابوحنیفہ کے معصوم ہونیکی انکار سے کیا فائدہ تم تو معصوم کو بھی غلطی اور خطا پر ثابت کرتے ہو چنانچہ حضرت داؤد علی نبینا و علیہ السلام
کو تو کہتا ہی کہ اُنسے غلطی ہوئی اور شیعہ ایسے گمراہ ہو نکہ اپنا پیشوا کا ہیکو مقرر کرینگے معصوموں کو چھوڑ کر اور رائے ابوحنیفہ اگر آیت کے مناقض نہو تو ہمکو اس سے کیا اور وقف میں ہماری بحث ہی نہیں ہے
کہ ہم اسکو باطل کر آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر اس معا کی شرح مطلوب ہے تو کان دھر کر سنئے لیکن شرط یہ ہی کہ انصاف مد نظر ہو اور بیری بیحیائی پر نظر نہو ماسبق اس آیت کا هُوَ الَّذِي
أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ سے لیکر يُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ تک اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ ما افاء اللہ سے مراد فقط مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں تو اب اس صورت میں بجز اموال غیر منقولہ اراضی
و باغات ما افاء اللہ سے مراد نہونگی اور باعتبار خصوص ماسبق کے لفظ ما کا باوجود عموم ذاتی کے مخصوص ہو جانا ایسا شائع و ذائع ہی کہ مبتدی و علی جانتے ہیں اطفال کافیہ خوان ہی سمجھتے ہیں کہ الاسم ما دل
علی معنی میں ما سے مراد کلمہ ہے اسیلئے مولانا جامی شرح ملا میں کلمہ ما کی شرح میں کلمہ ہی لکھتے ہیں القصہ ما افاء اللہ سے علی العموم اموال منقولہ غیر منقولہ سب مراد نہیں فقط اموال غیر منقولہ مراد ہیں چنانچہ
جملہ لا یکون دولۃ بھی اسیطرف فی الجملہ کھینچتا ہی اسلئے کہ تداول اور دولت کے تو یہی معنی ہیں کہ ایک شی بحال خود باقی رہی اور باینہمہ کسی کسی کے پاس منتقل ہوتی رہی سو یہ بات بجز اموال غیر منقول اور
اور کسی میں بطور کمال متصور نہیں اقسام غذا اور اقسام لباس اور اقسام مرکب سب کے سب بسبب استعمال فنا ہو جاتے ہیں یا فنا ہونے لگتی ہیں اگر چندے کوئی چیز قایم رہی تو کیا قائم رہی یوں تو
کچھ نہ کچھ سب اشیا کو قیام ہی روٹی سالن بھی تھوڑی دیر ٹھیری رہتی ہی مگر ایسا عالم کچھ اتنے قیام سے کیا کام چلتا ہی یہاں تو شہادت والدین جاؤ اس بعد ہم قیامت تک کا حساب ہے بہرحال ما افاء اللہ
میں اموال غیر منقولہ داخل ہی نہیں جو اعتراض معترض واقع ہو اور ہمیں فکر جوابدہی ہو ہاں اتنی بات البتہ قابل لحاظ ہی کہ ہمنے مانا اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل ہی نہیں لیکن اموال منقولہ کا جو حکم
نے حاصل تو پھر ہمیں کیا حکم ہی مثل اموال غیر منقولہ وقف یعنی مذکور سمجھا جائے یا مثل غنیمت مملوک ہو سکتی ہیں سو اپنی فہم نارسا میں تو یوں آتا ہی کہ وہ قابل ملک و عطا ہیں اگر اہل فہم بھی اسی جانب ہوں
تو فبہا ورنہ ہمارا کیا نقصان ہی ہم اُسکے وقف ہونیکو اگر ثابت ہو جائے تو اپنی کوئی بات یعنی وقف نہونے سے بھی نہ رہے وہ خوش ہو کر تسلیم کریں اگر وہ بھی وقف ہو جائے تو کچھ یہ اعتراض ہی باقی نہ رہے **اقول**
ہر چند ہمکو منقول غیر منقول سے کچھ بحث نہیں ہے اور نہ ہم اموال فی کے وقف ہونیکے قائل ہیں لیکن یہ شیخ نجدی ایک نئی اپج جو لیتا ہی اسواسطے ہم کہتے ہیں کہ یہ جو کہتا ہی کہ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ سے لیکر يُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ تک اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ ما افاء اللہ سے مراد فقط مکانات سکنی و اراضی صحرائی ہی اول تو آیت میں غلطی کی ہی کہ من اہل الکتاب کے لفظ کو کھا
گیا ہی اسواسطے کہ اصل میں آیت اسطرح ہی هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ یہ نتیجہ قرآن کے یاد نہونیکا ہی اور کہتا ہی شیعوں کو کہ انکو قرآن یاد نہیں تھا۔
اور اپنی خبر نہیں لیتا ہی اور دوسرے یہ کہ هو الذی سے یخزی الفاسقین تک کوئی ایسا مضمون نہیں ہے کہ جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ما افاء اللہ سے مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں
اور لفظ عام کی البتہ تخصیص ہو سکتی ہی اگر کوئی مخصص اُسکا پایا جائے اور لفظ ما کا افاء اللہ میں کوئی مخصص موجود نہیں ہے اور الاسم ما دل علی معنی میں مخصص ما کا کہ دال علی معنی ہی موجود
ہے اسواسطے کہ معنی پر جو دلالت کریگا وہ کلمہ ہی ہوگا اور سوائے کلمہ کے اور کوئی معنی پر دلالت نکریگا اور ما افاء اللہ میں سبب نہونے اُسکے مخصص کے تعمیم ہی باقی رہیگی لو منقول و غیر منقول پر یکساں دلالت
کریگا بعد کے لا یکون دولۃ کا لفظ بھی اسی عموم ہی کیطرف کھینچتا ہی کہ ایک شی کا بحال خود باقی رہنا اور کسی کے پاس انتقال کرنا یہ شی منقول میں بھی ہوتا ہی مثل لباس و سواری کے کہ برسوں
تک باقی رہتی ہیں اور بعد چند سال کے تو مکانات بھی منہدم ہو جاتے ہیں اور رہینگی تو سوائے ذات خدا کے اور کسیکو نہیں جنکے پاس یہ چیزیں انتقال کرکے جاتی ہیں تو وہ خود ہی باقی نہیں آخر وہ بھی مر جاتے

میں اور لباس اور سواری کا حال مثل روٹی اور سالن کے نہیں ہے کہ انکو انپر قیاس کیا جائے اور والذین جاؤا من بعدہم کو اس سے کیا تعلق ہے اس آیت کے لوگوں کے واسطے تو اموال فئے کے نہیں ہیں یہانتک کہ انحصار کیا جاوے اسواسطے ہی نہیں ہے کہ مال فئے تو خاص مہاجرین کے اصناف مذکورہ کیواسطے ہے چنانچہ تفاسیر میں لکھا ہے بہرحال اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل ہیں اور بحث تو کرتا تھا اس امر کی کہ اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل نہیں ہیں بلکہ اموال غیر منقولہ اسمیں داخل ہیں اور اب لکھتا ہے کہ بہرحال ما افاء اللہ میں اموال غیر منقولہ داخل ہی نہیں ہوا غرض اس معترض کا مدعا مہمل ہوا وقف تو کوئی شی بجز مال فئی کے نہیں ہے نہ اموال منقولہ نہ اموال غیر منقولہ چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور یہ کہنا کہ اموال غیر منقولہ تو وقف ہیں اور اموال منقولہ قابل تملک وعطا ہیں تو بڑی حماقت کی بات ہے کہ پہلے تو اس قول کو ابو حنیفہ کے کہ اشیاء منقولہ وقف نہیں ہوسکتی بلکہ مملوک رہتی ہیں رد کیا تھا اور اب اسکو تسلیم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ قابل تملک کے ہیں **قال الشیخ الاشعری** خیر اب اپنے خیالات کو عرض کرتا ہوں بگوش ہوش وچشم انصاف غور سے سنیئے اور ملاحظہ فرمائیے وقف ایسی چیز ہوا کرتی ہے کہ بحال خود باقی رہے اور پھر کام آسکے چنانچہ وقف کے معنی یہی ہیں کہ اصل محبوس اور موقوف رہے اور منافع مصارف وقف میں صرف کئے جائیں مصداق کے وقف کے معنی مذکور ہو نہیں سکتا بر ذات اور منافع کی خواہ مخواہ ضرورت ہے کیونکہ للہ اور للرسول ولذی القربی وغیرہم میں تو جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اصل اللہ تعالی کے لئے رہے اور منافع اوروں کے لئے چنانچہ مذکور ہو چکا سو یہ بات ہاں ہو سکتی ہے جہاں وہ چیز اور رہے اور اسکے منافع الگ ہوں خود منافع میں قابلیت نہیں سو اموال منقولہ میں سے اقسام غذا کا تو منجملہ منافع ہونا ظاہر ہی ہے کیونکہ منافع کے معنی اس جگہ فقط اتنے ہی ہیں کہ استعمال کامل کے بعد پھر قابل استعمال باقی نہ رہے بلکہ استعمال ہی میں فنا ہو جائے سو اقسام غذا کا منافع ہونا تو ظاہر ہے باقی اسکے اور اسباب منقولہ مثل اقسام لباس سواری وغیرہا اور ضروریات انسانی کو اگرچہ ایک وجہ سے مثل اشیاء غیر منقولہ خود اصل ہیں اور انکے منافع اور کیونکہ گھوڑا اور چیز ہے اور اسکی منفعت یعنی فائدہ یعنی سواری اور تخفیف مشقت سفر اور شے علی ہذا القیاس کپڑا اور شے ہے اور اسکا فائدہ یعنی پہننا اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچنا اور زیب و زینت اور شے لیکن غور کیجئے تو اسقدر فرق ہے کوئی چیز اشیاء ضروریہ انسانی میں سے خالی نہیں اقسام غذا میں بھی یہ بات موجود ہے کہ روٹی مثلاً اور شے ہے اور اسکے منافع یعنی کھانا اور مزا آنا اور قوت کا پیدا ہونا اور شے لیکن اسقدر فرق ہے قابلیت وقفیت پیدا نہیں ہوتی ورنہ جیسے زمین کا وقف ہونا مسلم الثبوت ہے اناج غلہ بھی وقف ہوا کرتے حالانکہ اسکے وقف ہونے کی عقل کے نزدیک کوئی معنی نہیں وقف ہونیکے لئے ضرور ہے کہ اصل محبوس اور موقوف رہے اور منافع مصرف میں صرف ہوں اور یہاں اصل منافع کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے نقل مشہور ہے جیسے اصل ویسی نسل بایں ہمہ اگر غلہ بھی وقف ہونیکے قابل ہے تو اراضی موقوفہ کا غلہ بلاشبہ وقف ہو پھر نہ اہل مصرف کو اسکے بیع درست ہو نہ ہبہ اور اسمیں میراث جاری ہو نہ وصیت حالانکہ جہاں میں اسکا کوئی منکر ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ غلہ کو من جمیع الوجوہ منافع ہی سمجھ رکھا ہے سو منافع وقف اہل مصرف کے حق میں صدقہ ہوتے ہیں اور صدقہ جسکو کر دیا جاوے اسکا مملوک ہو جاتا ہے تو اب اسکی بیع و شراء وغیرہ میں کچھ دشواری نہیں اور کسیکے نزدیک غلہ وقف بھی ہو سکے تو ہوا کرے یہاں تو کلام اراضی فدک میں ہے جسکو ہم نے وقف خداوند کریم کہا ہے سو اراضی فدک کا غلہ بالاتفاق وقف نہیں ہوتا اسیواسطے مملوک اہل مصرف ہو جاتا ہے بالجملہ پیداوار زمین اور علی ہذا القیاس ثمار و اشجار کا وقف نہ ہونا تو ظاہر ہو گیا ہے باقی رہے انواع مراکب اور اقسام لباس وغیرہ انمیں نسبت غذا کے یہ فرق نکالئے تو نکلا کہ غذا استعمال کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے اسلئے وقف نہیں ہو سکتی بخلاف سواری لباس کے کہ یہ چڑھنے پہننے وغیرہ سے فنا نہیں ہوتے لیکن بعد غور معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرق بعینہ ایسا ہے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر کھالیجے اور باقی کو چھوڑ دیجئے سو حاصل اسکا یہ ہوا کہ بقدر استعمال فنا ہو گئی سو کپڑے سواری وغیرہ میں بھی یہ بات موجود ہے کیونکہ گھوڑا وغیرہ جو جانور سواری میں ہے بہ نسبت ان جانوروں کے جو انکے برابر کھائیں پر سواری میں نہ رہیں بلا اور کمزور ہو جاتے ہیں اور اگر چندے بسبب امداد بدل ما تحلیل باقی بھی معلوم ہوں تو اول تو تبدل ما تحلیل ہی یوں کہے ہے کہ اصل باقی نہیں اور اگر ایسے منافع ہیں اسکو بقائے اصل کہئے تو وہ بقا کہاں جو کسی استعمال کی ہو اور وہ چیز جانور کی زندہ اور بدن استعمال ہیں کی ہیں جان استعمال میں نہیں آتی چنانچہ ضعیفی میں جو قابل استعمال نہیں رہتا تو یہی وجہ ہے کہ گھٹ جاتی ہے علی ہذا القیاس کپڑا بھی استعمال سے پتلا پڑ جاتا ہے چنانچہ بیلا رتخفیفی ہوگا اور اسکے تار کمزور ہو جاتے ہیں اور انہیں چیزوں پر مدار استعمال کا تھا اسیواسطے رفتہ رفتہ بہت استعمال کے باعث قابل استعمال نہیں رہتا سو یہاں بھی وہی حاصل نکلا کہ منافع بقدر استعمال فنا ہو گئے غایت ما فی الباب کہیں نقصان ایک طرف سے ہوا کہیں چاروں طرف سے شکل بنی رہی کہیں بگڑ گئی لیکن استعمال ہونیکا مضمون دونو جا برابر ہے باقی رہی شکل صورت کو لیکر کیا جائے اسکو استعمال میں کچھ دخل ہی نہیں عکس آئینہ میں شکل صورت موجود ہے مگر چونکہ جسمیت اور زور و طاقت نہیں کوئی صورت استعمال کی نظر نہیں آتی بالجملہ جن چیزوں سے منافع متعلق ہیں وہ چیزیں بقدر استعمال فنا ہو جاتی ہیں اور جو چیزیں بحال خود باقی ہیں انسے منافع کو کچھ تعلق نہیں بات اگر ہے تو زمین ہی سو اسکے اور اشیاء غیر منقولہ ہی ہیں ہے کہ استعمال میں منافع ہی فنا ہوں اور اصل باقی رہے استعمال کی وجہ سے اصل میں کچھ نقصان نہ آئے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اشیاء منقولہ کو قابل وقف ہی نہ سمجھا اور صاحبین یا کسی اور نے اگر بلحاظ بقائے صورت بعض اشیاء منقولہ انکو قابل وقف سمجھا تو انکی صورت کو اصل منافع اور بقاء صورت کو بمنزلہ بقاء اصل منافع سمجھکر اسکے وقف ہونے کے قائل ہو گئے ہیں لیکن بعد اس تحقیق کے اہل حق سے توقع یوں ہے کہ رائے امام ابو حنیفہ ہی کو ترجیح دیں اس سے قطع نظر کیجئے تو مذہب صاحبین غلط ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ بایں خیال

کہ اول تو منافع مرکب و لباس وغیرہ اشیاء ضروریہ دنیاوی عرف میں مرکب اور لباس ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور وہ تاوقتیکہ صورت اور جان باقی ہے قوت اور بدن کی طرف منسوب
نہیں ہوتی جو یوں کہئے کہ استعمال میں فنا ہوتے جاتے ہیں دوسری منافع مرکب و لباس وغیرہ منافع کلیہ ہیں کہ اوقات مختلفہ میں انکی افراد ظہور میں آتے ہیں اور جیسے ہر ہر فرد بشر
انسان کامل ہے جزو انسان نہیں ایسی ہی منافع اشیاء مذکورہ بھی جو اوقات مختلفہ میں حاصل ہوتی ہیں منافع تامہ میں اجزاء منافع نہیں اور ظاہر ہے کہ بعض افراد کے فنا ہو جانے
نوع فنا نہیں ہوتے بلکہ جب تک ایک فرد بھی باقی ہے تو تمام نوع باقی ہے تو اس صورت میں معلوم ہوا کہ بعض اوقات کے انقطاع سے اصل منافع فنا نہیں ہوتے پھر وقف کیوں نہ ہو سکیگا
کیونکہ بقاء منافع دلیل بقاء اصل ہے بخلاف منافع اقسام غذا کے کہ وہ منافع جزئیہ ہیں کہ جو نفع کہ ایک روٹی سے حاصل ہوتا ہے آدھی سے اسکا آدھا حاصل ہوتا ہے پورا باقی
نہیں رہتا چنانچہ ظاہر ہے ہاں اگر اصل باقی رہتی خیر اگر مذہب ابو حنیفہ اگر حق ہے تو اموال منقولہ کا منجملہ اموال فے وقف نہ ہوتا تو درکنار قابل وقف نہ ہونا ظاہر ہو گیا اور اگر رائے
صاحبین صحیح ہے تب بھی مطلب ہاتھ سے نہیں گیا وجہ اسکی یہ ہے کہ تمام ضرورتہائے بشری میں سے احتیاج غذا منجملہ ضرورت اصلیہ ہے اور باقی اموال منقولہ تمام ضرورت فرعیہ میں
داخل ہیں اگر غذا کے ضرورت نہ ہوتی تو نوکریوں کی تلاش کے لئے سواری کی ضرورت مثلاً نہ ہوتی تو معلوم ہوا کہ سواری کی ضرورت غذا کی ضرورت سے پیدا ہوئی پھر سواری کی ضرورت
سے مثلاً گھاس دانہ کی ضرورت پیدا ہوتی ہے علی ہذا القیاس جہانتک یہ سلسلہ ضرورت کا چلیگا تو مابعد ماقبل کے فرع ہوگا اور حقیقت میں ضرورت اصلی ایک ضرورت غذا ہی نکلیگی باقی غیر
کی احتیاج گو کہنے کو اُن اشیاء کی احتیاج ہے لیکن حقیقت میں غذا کی احتیاج ہے تو اس صورت میں یہ خیال کہ وقف رفع ضرورت کے لئے ہوتا ہے اور حقیقت میں ضرورت
اگر ہے تو ضرورت غذا ہی ہے تو مصرف وقف میں اس ضرورت کا ہونا ضروری ہوا **اقول** - جسقدر اس شیخ نجدی نے لکھا ہے سب خارج از بحث ہے اور اسقدر وقف کی
تحقیق کے مقدمہ میں جو لکھتا ہے اس سے کیا فائدہ ہے گفتگو تو اموال فے میں ہے اور اموال فے ہرگز وقف نہیں ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور کلام اللہ کی آیت اور
تفسیروں سے ثابت ہو گیا ہے کہ اصل اموال فے بحسب تقسیم ہو گئی مہاجرین پر اگر وقف ہوتی تو بدستور قایم رہتی اور حصے اسکے نہ کئے جاتے اب وقف کی بحث کرنی بیجا ہے اور جو کچھ اسنے وقف کے
باب میں غلطی کی ہے اسکے رد کرنے میں ہمکو کیا فائدہ ہے اسواسطے ہمنے اسکے قول کا تعرض نہیں کیا **قال الشیخ الاشعری** اور کسی اور وقف میں نہیں تو وقف خمس میں تو رفع احتیاج
غذا ہی مقصود ہے چنانچہ جناب باری تعالی عز اسمہ نے بھی لفظ رسول اور مساکین اور فقراء اور ابن السبیل میں اسطرف اشارہ فرمایا اسلئے کہ فقیر اور مسکین کے معنوں میں رزق کی کمی اور کوتاہی
معتبر ہے بلکہ لفظ رسول یتامی اور ابن سبیل بھی اسیطرف مشیر ہیں چونکہ رسول تو اس بات کی طرف مشیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باینوجہ کہ رسول ہیں یعنی خدا کی بھیجی ہوئی
ہیں خدا کے کام میں لگی ہوئی ہیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ حسب دلخواہ کمائیں اور فراغت سے بیٹھ کر کھائیں اور جب کمائی نہ ہونیکی وجہ یہ ہوئی کہ خدا کے کام میں لگے ہوئے ہیں تو لاجرم
بمقتضائے قدرشناسی خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نان نفقہ بھی خدا ہی کے ذمہ ہونا چاہئے اسکی بجز صورت اسکے اور کیا ہوگی کہ جو مال خاص خدا کا ہو بے منت غیر حاصل
ہوا ہو اس میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تجویز کیا جائے یتامی اور ابن سبیل کا موجب ہونا بھی تو باعتبار اکثر کے بسبب انقطاع اسباب رزق ہو جاتا ہے اور یتیمی لفظ فقراء
میں کم مثل فوت کے ہونے پر دال ہے سو وہ بوجہ ارتباط باہمی سب کو شامل ہے اور اسلئے یتیمی میں فقر کا ملحوظ رہنا ضروری ہوا خواہ ذوی القربی ہوں خواہ اقسام باقیہ بالجملہ
مصرف وقف میں احتیاج غذا کا ہونا ضروری ہوا سو اگر یہ اموال منقولہ دئے جائیں تو دو طرح رفع احتیاج مذکور میں کام آسکتی ہیں ایک تو یہ کہ بطور مذکور انکو سلسلہ اسباب تحصیل
غذا میں داخل کیا جائے مثلاً سواری پر چڑھ کر نوکری وغیرہ کے لئے سفر کیا جائے تاکہ کچھ کما کر غذا بہم پہنچائیں یا مثلاً ہنڈیا رکابی بیچ کھانے پکانے کے لئے کہا جاتا تاکہ بایں وسیلہ کھانے کا کام ہو دوسرے
یہ کہ اشیاء مذکورہ کو بیچکر کھا جائے لیکن اگر اتفاق سے پیٹ کو ایسی لگی ہو کہ جان پر بنی ہوئی ہو تو اس صورت میں بیع کی اجازت نہ دینی جیسا وقف میں ہے تاہم رفع احتیاج کے بدلے اور احتیاج کا
بند کر دینا اور آسائش کے بدلے جو رفع احتیاج اسکے لئے ہوتی ہے دو تا تکلیف میں ڈالدینا ہے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہوگی کہ چیز پاس ہو اور پھر اس سے منتفع نہ ہو سکے خرابی دل پروانہ
زیں تر چہ بود کہ شمع را بنماید و سوختن نہ دہند اور اس قسم کی احتیاج کا ہونا فقراء و مساکین کے تو مفہوم میں داخل ہے پر یتامی اور ابناء سبیل میں بھی کثیر الوقوع اور چونکہ سبب اس قسم کی
احتیاج کا فقراء اور مساکین اور یتامی اور ابناء سبیل کے حق میں بے سر و سامانی معلوم ہوتی ہے تو بجز اسکے ارتفاع بجز اسکے متصور نہیں کہ انکو کچھ عطا کیا جائے تاکہ اگر غذا ہو تو خود اُسے
ورنہ اُسے بیچکر اپنا پیٹ پالیں سو در صورتیکہ عطا میں انکو اختیار نہ ہو تو انکی طرف سے بہار میں پڑے رہے اُسکے منافع مثل پیداوار زمین و اثمار و اشجار اقسام غذا میں سے ہوتی تو پھر مکان
بیچنا تو درکنار متولی وقف کو انکا دینا ہی کیا ضرور ہوتا بہر حال اموال منقولہ کا وقف ہونا فقراء اور مساکین وغیرہ کو مفید نہیں تو دوسری وجہ سے بھی حسب مذہب امام ابو حنیفہ موجب
معلوم ہوتا ہے **اقول** یہ بھی جو کچھ کہ اسنے لکھا ہے سب فضول ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اموال فے ہرگز وقف نہیں ہیں اور اگر یہ لوگ جو کہ مصرف فے کے ہیں محتاج اور نادار اور
تنگدست تھے یہ بھی تو تسلیم کیا کہ انکو انکی تنگدستی ہی کی جہت سے خدا تعالی نے انکو مال فے دیا کہ چاہیں اُسکو فروخت کریں چاہیں اسکی آمدنی میں گذر اوقات کریں اور
جناب رسول خدا صلعم کو فقیر اور محتاج نہیں کہہ سکتے انکی عظمت و جلال کے سبب سے اور نہ رسول کا لفظ فقیر ہی پر دلالت کرتا ہے بلکہ بعضے بعضے رسول بادشاہ ہو گئے ہیں اور

ہمارے حضرت صلعم کو احتیاج کسب کرنیکی نتھی غنیمت اور خمس اور فے میں حضرت کا حصہ تھا وہ حضرت کو کفایت کرتا تھا اور خدا تعالی حق میں فرماتا ہے کہ ووجدک عائلا فاغنی
یعنی اور پایا تجھکو عیال دار فقیر پس تونگر کر دیا تجھکو اور اُسکے سوا جو کچھہ اس شیخ نے اپنے ذہن ناقص سے ایجاد کر کے لکھا ہے اُسکے رد کرنے میں ہمکو کچھہ فائدہ نہیں ہے اسواسطے ہمنے اسکو ترک کیا
قال الشیخ الاشعری باقی رہی جاہ یا مکانات کہ انکا وقف ہونا بھی نظر برفع احتیاج فقرا و مساکین وغیرہم نہیں ہو سکتا لیکن انمیں اور اموال منقولہ میں دو فرق ہیں جنکے سبب انکو اموال منقولہ پر
قیاس نہیں لیا جاتا ایک تو یہ ہے اموال منقولہ معدن رزق ہی نہیں جو مخرج قوت ہو سکیں بخلاف مکانات کے کہ اُنکی زمین بہر حال قابل پیداوار ہے اور چونکہ مدار وقفیت کا یہی قابلیت ہے پیداوار کا
ہونا کچھہ ضرور نہیں ورنہ زمین وقف اگر مزروعہ ہو اور ایکسال یا چند سال کسی سبب سے افتادہ رہے تو اُسکی وقفیت باطل ہوجایا کرے اسلیے مکانات وقف کے زمین ہی قابل وقف کے
رہیگی حاصل یہ ہے کہ اگر غرض اصلی کسی شے کے کسی وجہ خارجی کے باعث مسدود و مفقود ہو جائے تو جو حکم اُس غرض کی وجہ سے اُسپر متفرع اور مترتب ہوا تھا وہ حکم موقوف نہو جائیگا ویرانوں کے
مسجدوں میں گو بالفعل نماز نہیں پڑہی جاتی پر چونکہ قابلیت نماز بدستور باقی ہے تو حکم وقفیت بھی باقی ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ گو ضرورت غذا ضرورت اصلی ہے لیکن ضرورت مکان
اور ضرورت آب بھی ضرورت اصلی ہی کسی اور ضرورت کی ضرورت سے انکی ضرورت نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ در پہ یہ دونوں بھی مثل غذا زمین سے حاصل ہوتی تو زمین کے وقف کرنیمیں ان تینوں
ہی کا لحاظ چاہیے ان تینوں میں سے کوئی سی بھی کچھہ غذا ہی کی خصوصیت نہیں پر چونکہ باقی اول تو اکثر بے دام درم کے میسر آتی ہے دوسرے تشنگی پیاس غذا کے کہانے سے پیدا ہوتی ہے
تو اسوجہ سے گویا پانی کی ضرورت غذا ہی کی ضرورت پر موقوف ہوئی غایۃ فی الباب اور ضرورتیں منجملہ سلسلہ اسباب غذا ہوں اور یہ داخل سببات غذا تیسرے اکثر غذاؤنکا قیام اور قوام بھی پانی ہی سے ہے
تو اسوجہ سے پانی بھی منجملہ اسباب غذا اور مثل اور ضروریات فرعیہ کے فرع غذا ٹہرا تو پانی کی ضرورت کے ارتفاع کی طرف تو ضرورت نہوئی اسلیئے نہ آیہ ما افاء اللہ میں اُسکے صلہ میں اسکی طرف
کچھہ اشارہ فرمایا گر ضرورت مکانات من کل الوجوہ ضرورت اصلی ہے اور پھر بجز مال کثیر کے اُسکی ارتفاع اور اندفاع کی کچھہ صورت نتھی اسلیئے اُسکے دفع کی ضرورت پڑی سو میں
جانتا ہوں لفظ اُخرجوا من دیارہم میں اسکی طرف اشارہ ہے لیکن اموال منقولہ میں سے کسی میں قابلیت نہیں کہ بالذات ان ضرور توں کو رفع کر سکے البتہ ان ضروریات ثلثہ کی تحصیل کے
سامان ہیں خواہ بطور سببیت کے جیسے ہنڈیا رکابی وغیرہ سے کہانا پکانا اور گہوڑے پر چڑہ کر نوکری کیجاتی یا بطور بدلیت کے یعنی اموال منقولہ کو بیچکر روٹی مکان پانی بہم پہنچانا لیکن ایسی
ضرورت جس میں گہوڑے لباس وغیرہا کے بیچنے کی نوبت پہنچے بہ نسبت اُس ضرورت کے کہ اُسکے حق میں منجملہ اسباب ہوں شدید ہے اور پھر با ایں ہمہ اہل مصرف میں موجود ورنہ مصرف ہی کیوں ہوتی تو
اموال منقولہ میں اسکی رعایت کرنی ضرور پڑی یعنی مثل پیداوار زمین اموال منقولہ میں بھی بعد عطا کے اہل مصرف کو اختیار رہے تاکہ بیچ کہوچ کر رفع ضرورت کریں بالجملہ اموال منقولہ مثل پیداوار
کے وہ بھی منقولات میں سے ہے ملک میں اہل مصرف کے کر دینی چاہئیں **اقول** جو کچھہ اسنے قول میں لکھا ہے وہ بھی سب فضول اور باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** اب سبکو معلوم ہو گیا کہ آیہ
ما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک کچھہ ہماری مضر نہیں بلکہ اُلٹی موید ہے کیونکہ بظاہر من جو مما میں ہے تبعیضیہ ہے سو اس صورت میں ما ملکت یمینک سے دو باتیں معلوم ہو جائینگی ایک تو یہ کہ رسول اللہ
صلعم تمام اموال فے کے مالک نتھے دوسرے جسقدر کے مالک ہونگے وہ بھی بجز تسلط ہو جانیکے مالک نہیں ہوتے تھے ورنہ سبھی کے مالک ہوتے کیونکہ سبب ملکیت اس صورت میں تسلط ہی ہوگا سو وہ سبھی میں پایا جاتا ہے
تو لا محالہ کسی اور سبب سے مالک ہوئے ہونگے اور وہ بظاہر بجز اسکے کہ بعد تقسیم آپکے قبضہ میں آگیا اور کچھہ معلوم نہیں ہوتا چنانچہ لفظ یمینک خود قبضہ پر دلالت کرتا ہے ورنہ اگر قبض کی ضرورت نہوتی
فقط ملکیت بصیغہ خطاب فرما دیتے لفظ یمینک کے کچھہ حاجت نتھی **اقول** آیت ما ملکت یمینک بالکل تیری مضر ہے اسواسطے کہ تو برابر کہتا چلا آیا ہے کہ رسول خدا صلعم مال فے کے نہ کل کے نہ جزو کے کسیکے
مالک نتھے بلکہ تو نے تو یہ کہا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم دنیا میں کسی چیز کے مالک نتھے تجھکو اس آیت کی کیا خبر نتھی یہ ثمرہ قرآن کے یاد نہونیکا ہے اور من کی تبعیضیہ ہونیکا یہی ہمارا ہی مذہب ہے
کہ جناب رسول خدا صلعم بعض اموال فے کے مالک ہوئے تھے اُس مقدار کے کہ جو حصہ حضرت کا تھا اور حضرت کے حصہ ہی میں سے ایک فدک بھی تھا اور یہ تو ہم بھی نہیں کہتے کہ جناب رسول خدا صلعم تمام
اموال فے کے مالک تھے بلکہ اُسیقدر کے مالک تھے جو کہ حضرت کے حصہ میں آیا تھا اور قبضہ میں تو حضرت کی ابتدا میں کل ہی مال فے تھا لیکن بعد تقسیم کے مالک اُسیقدر کے ہوئے جسقدر کہ حصہ میں
آیا اور تقسیم کر کے دینے کا حضرت ہی کو اختیار تھا جسقدر چاہا اور جنکو دیا اور باقی کا اپنے پاس رکھا اور اب یہ شیخ حضرت کے مالک ہونیکا اقرار کرتا ہے کہ حضرت بعض مال فے کے مالک ہوئے تھے اور
تمام اسکے پہر انکار کریگا جیسا کہ پہلے سے انکار کرتا چلا آتا تھا **قال الشیخ الاشعری** باقی کلام ہے اسمیں کہ قبل قبض مالک تو نتھے پر جیسے قرض خواہ مال مدیون میں اور غانمین مال غنیمت
میں مستحق ہوتے ہیں اور بوجہ اس استحقاق مدعی بن سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مال فے میں مستحق تھے یا مثل فقرا و مساکین کہ اُنکو مال اغنیا و مالکان زکوۃ میں اس قسم کا استحقاق
نہیں ہوتا کہ مدعی ہو سکیں بلکہ قابل اعطا اور مصرف عطا ہوتے ہیں رسول اللہ صلعم بھی فقط منجملہ مصارف تھے اسلیئے اسکی تحقیق بقدر فہم نارسا گزارش ہے جناب من استحقاق دو قسم کا ہوتا
ہے ایک استحقاق قوی اور اسکو ہم استحقاق فعلی اور استحقاق شخصی اور استحقاق حقیقی بھی کہتے ہیں دوسرا استحقاق ضعیف اور ہم اسکو استحقاق انفعالی اور استحقاق نوعی اور استحقاق
مجازی بھی کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ بیان معنی سے انشاء اللہ ظاہر ہو جائیگا استحقاق قوی میں مستحق کیجانب کوئی امر وجودی ہونا چاہیئے جو منشا استحقاق اور مبدء دعوی بنسکے ورنہ مستحق
حقیقۃ میں مستحق نہوگا چہ جائیکہ مزاحم ہوگا سو یہ بات دین کی صورت میں تو ظاہر ہے غنیمت میں بھی مخفی نہیں کیونکہ جہاد امر وجودی ہے اور یہی معلوم ہوتی ہے کہ مال غنیمت کی تحصیل کو بندونکی

طرف منسوب فرمایا اور یوں فرمایا واعلموا انما غنمتم من شئ ورنہ حقیقت میں سب چیزیں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں اور استحقاق ضعیف میں فقط مفلسی و ناداری جو امر عدمی ہی کفایت کرتا ہی لیکن ظاہر ہی کہ عدم مثبت وجود نہیں ہو سکتا اس شے حق جو امر وجودی ہی ناداری سے جو امر عدمی ہی ثابت نہوگا اسیواسطے اگر کوئی کسی مفلس کو کچھ نہ دے تو نسبت اُس مفلس کے ظالم نہ گنا جائیگا اور نہ مفلس اُسکی نالش فریاد کر سکیگا ہاں اگر حقوق واجبہ کسی مفلس کو بھی نہ دے تو عند اللہ گنہگار ہو کیونکہ مفلس کا حق نہیں تو خدا کا تو ہی بالجملہ ناداری اور مفلسی مثبت حق نہیں فقط موجب قابلیت ہے اور یہ قابلیت تمام نوع مفلسین میں برابر ہے تو جسکسیکو دیدیگا کام چل جائیگا اسیواسطے محققین کے نزدیک جملہ مصارف المندرجہ آیت انما الصدقات کا حاط اور استیعاب ضروری نہیں یعنی یہ لازم نہیں کہ سب اصناف کو دے کیونکہ یہاں مدار کار امر عدمی پر ہی جو ناداری ہی اور وہ سب میں برابر ہی اور یہ بالبداہت مسلم ہی کہ سب اشخاص اصناف مذکورہ کا دینا لازم نہیں ہی اگر بالفرض بوجہ مفلسی ہوتا تو سب کو دینا ضروری ہوتا اور جب سب اشخاص کا دینا ضرور نہیں تو سب اصناف کا دینا بھی ضروری نہیں اور اس ناداری کی وجہ سے اُن مصارف کا مقرر کرنا اکثر اصناف میں تو ظاہر ہی رہا عاملین اور مولفۃ القلوب میں ناداری کا ہونا ہی سرے سے ضروری نہیں مدار استحقاق ہوتا تو درکنار سو اسکا جواب ہے کہ عاملین کا دینا تو وہ فقرا مساکین وغیرہم کا دینا ہے کیونکہ یہ نہوں تو صدقات کیونکر وصول ہوں تو گویا یہ اُنکی نوکر اور اجیر ہیں انکا دینا فقرا مساکین ہی کے کام میں خرچ کرنا ہی گویا انہیں کو دیا فقرا مساکین وغیرہم ہی کو دیا باقی رہے مولفۃ القلوب سو انکا دینا بھی تو سبب تکثیر صدقات تہا کیونکہ زکوۃ خوشی خاطر سے تو کوئی دیتا ہی البتہ عامل کو اگر سلطان وقت کی پشتی ہو تو وصول ہو سکے ہی سو فتح مکہ سے پہلے پہلے بسبب قلت اہل اسلام انکا دینا بھی حاجت تہی اور وقت فتح مکہ گو بظاہر ایک وجہ سے جماعت کثیر ہوگئی تہی لیکن حقیقت کو دیکھئے تو قصہ بدستور تھا کیونکہ مولفۃ القلوب بظاہر مسلمان تہے جب تک ایمان دل میں نوبت نہ آتا تھا مگر چونکہ داد و دہش میں اثر ہی کہ دینی والیکی محبت لینے والیکے جی میں پیدا کردی ہی تو اس تدبیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو نتیجہ ایمان ہی اُنکے دل میں جم جاتی تہی اور چونکہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بکثرت ہوگئے اسواسطے اب مولفۃ القلوب کا سہم ہی ساقط ہو گیا الحاصل مولفۃ القلوب کا دینا بھی ایک وجہ سے فقرا مساکین وغیرہم کا دینا تھا الیکہ انکا دینا اُنکے حق میں بمنزلہ تجارت تہا اسواسطے جب اس تجارت میں کچھ نفع نرہا اُسکو موقوف کردیا مجہد اُس زمانہ کے فقرا اور مساکین اسلام کے فقر و مسکنت کی وجہ سے کفار کی مخالفت ہوتی تہی سو اُنکو کچھ دیکر اپنا موافق دل کر لینا گویا فقرا اور مساکین ہی کو دینا ہے کیونکہ داد و دہش ہی فقرا کا فقر رفع ہو جاتا ہے سو وہی بات یہاں بھی نکل آئی ۔۔۔ مولفۃ القلوب کا ۔۔۔ الغرض استحقاق ضعیف میں مصرف کے جانب فقط امر عدمی ہوتا ہی اسلئے اُنکی طرف سے دعوی اور طلبگاری نہیں ہو سکتی ہاں خدا کی طرف سے جو امر وجودی ہی منشا استحقاق ہوتا ہی اسلئے خدا کی طرف سے مطالبہ اور مواخذہ رہتا ہی اور زکوۃ حق خداوندی کہتے ہیں گو فقرا و مساکین کی طرف مجاز منسوب کر دیں **اقول** اس مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ۔۔۔ اموال فئی تقسیم کرنا تو بعد اُسکے انہی حصہ کے مالک ہوگئے اور حضرت ہی کے حصہ میں فدک بہی آیا تہا جسکا دعوی حضرت فاطمہ علیہا السلام کا تہا اور خدا تعالی کی بخشش میں استحقاق کیا دخل ہے جسکو چاہے دیوے اور جو کچھ استحقاق کی تحقیق میں ۔۔۔ بعد اُسکے جو لکھا ہے سب بے فائدہ ہے بوجہ کاغذ کے سیاہ کرنا ہے فقط **قال الشیخ الاشعری** ۔۔۔ بات ثابت ہو چکی تو ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ۔۔۔ استحقاق ہوئے ۔۔۔ بطلان ۔۔۔ کفار کی جانب آتا تہا ۔۔۔ نہیں ایک علیت ہونیکا احتمال تھا سو سکو بہی جناب باری تعالی نے ماافاء اللہ ۔۔۔ رفع کر دیا تو اب ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استحقاق از قسم استحقاق ضعیف ۔۔۔ بن نہیں پڑتی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ خداوند کریم نے مال فئی کی تحصیل کو بندوں سے منسوب نہیں فرمایا بلکہ لفظ افاء اللہ میں اپنی ہی طرف منسوب کیا ہے ۔۔۔ کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا سہم ساقط ہو جائے چنانچہ مذہب اکثر اہل سنت ۔۔۔ و شیعہ سہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام کے لئے تجویز کرتے ہیں ۔۔۔ حسن کی آیت میں کوئی دلیل نہیں سوا مضمون فقط افادہ یعنی خداوند کریم کو اُس مال کو کفار کے قبضہ سے نکالکر رسول اللہ صلعم تک پہنچا دینا ۔۔۔ ملکیت ثابت نہیں چنانچہ ۔۔۔ ملکیت ۔۔۔ کو رہو بیا اور ۔۔۔ کوئی ۔۔۔ استحقاق کی نہیں تو بجز اسکے کہ رسول اللہ صلعم بمنزلہ مصارف مال فئی ہوں کیا کہیے **اقول** خدا تعالی کی بخشش کے واسطے استحقاق لازم نہیں ہے جو چاہے اپنے بندوں کو بطور ہدیہ یا انعام دیدے ۔۔۔ امر وجودی مدعی ۔۔۔ یؤتیہ من یشاء جسکو چاہے کسیکو بادشاہی دیتا ہے اور کسیکو نبوت عطا کرتا ہے کیا استحقاق تہا اُن لوگوں کا درگاہ خدا میں ور جو دیتا ہے وہ ہی دینا ہی استحقاق ہوتا ہے جب کسیکو بادشاہی دینی چاہتا ہی تو اُسکے سامان مہیا کر دیتا ہی جسکے وسیلہ سے بادشاہ ہو جاتے ہیں ایسے ہی اہل خیبر کے مکانوں کا سامان پیدا کر دیا وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر نکل گئے یا صلح کر لی اور اُنکے اموال خدا تعالی نے اپنی خاص بندوں کو عطا کئے استحقاق کی دو قسم بیان کرنی قوی اور ضعیف یہ بھی ایجاد فقیر ہی اور اگر اسطرح سے ہو بہی تو آدمیونکی بخشش میں ہوگا نہ خدا تعالی کی بخشش میں اور اگر استحقاق ضعیف رسولخدا صلعم کے واسطے مقرر کیا جائے تیری مزعوم کے موافق تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں ہے اور مال غنیمت کو جو خداوند تعالی نے بندونکی طرف منسوب کیا ہے اسواسطے کہ وہ انہوں نے لوٹ کر جمع کیا تھا اور مال فئی انہوں نے جمع نہیں کیا تہا بلکہ وہ محض تفضل خدا سے تہا اسواسطے خدا تعالی نے اُسکو اپنی طرف منسوب کیا کہ وہ بے مشقت کسی آدمی کے ہاتھ آیا تہا اور بعد وفات جناب رسولخدا صلعم کے سہم حضرت کا ساقط نہیں ہوا ہی اور شیعہ کے نزدیک وجہ سہم رسولخدا صلعم کا امام کے واسطے نہیں کہتے ہیں اور یہاں روایتیں اس مضمون کی ہیں اور آیتیں مجمل ہوتی ہیں اور تفصیل اُنکی روایتوں میں ہے اور یہی مذہب بعضے اہل سنت کا ہی کہ سہم رسولخدا صلعم کا بعد اُن حضرت کے واسطے امام کے ہی چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی آیت فئی کی تفسیر میں

ویصرف الآن سہم الرسول الی الامام علی قول یعنی اور صرف لیا جائے اب حصہ رسول اللہ صلعم کا طرف امام کے ایک قول پر اور بعضی کہتے ہیں کہ سرحد کفر اور اسلام کے صرف اور لشکر کے صرف میں کیا جائے اور اب حصہ رسول اللہ صلعم کا طرف امام کے ایک قول پر اور بعضی کہتے ہیں کہ سرحد کفر و اسلام کے صرف اور لشکر کے صرف میں کیا جائے اور بعضی کہتے ہیں کہ مصالح مسلمین میں صرف کیا جائے چنانچہ یہی تفسیر بیضاوی میں ہے پہلے قول کے بعد لکھا ہے الی العساکر والثغور علی قول والی مصالح المسلمین علی قول لیکن یہ کیسا مذہب نہیں ہے کہ سہم حضرت کا بعد حضرت کے ساقط ہو گیا ہے اور تو ہم یہی کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے جو مال کفار کا حضرت تک پہنچا دیا ہے اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوئی لیکن جس وقت خدا تعالی نے اس میں حضرت کا حصہ مقرر کر دیا اور فرمایا کہ فللہ وللرسول و حضرت نے اپنا حصہ اس میں سے بعد تقسیم کے لیا تو حضرت اپنے اس حصہ کے مالک ہو گئے اور یہی مَا مَلَكَتْ یَمِینُكَ سے ثابت ہے اور استحقاق کو کچھ دخل نہیں ہے خدا تعالی کی بخشش میں اور ہم بھی حضرت کو ایک مصرف مال فے کا کہتے ہیں اور اسی واسطے حضرت مال کے موافق اپنے حصہ کے مالک ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بہر حال آیت وَمَا مَلَكَتْ یَمِینُكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ میں اگر افاءہ بمعنی اصطلاحی سے مشتق ہو تو در صورتیکہ من جو اس میں تبعیضیہ ہو ہمارا مخالف نہیں بلکہ او مؤید ہے اور اگر برخلاف ظاہر من کو بیانیہ کہئے تو پھر یا تمامیں مفسدہ نہو گا جو عموم پر دلالت کرے اور تمام فے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو بلکہ موصوفہ ہوگا ورنہ لازم آئے کہ مال فے ما ملکت میں منحصر ہو اور سوا ما ملکت اور کچھ نہو یہ سارا جھگڑا تو اس صورت میں ہے کہ افاءہ فی معنی اصطلاحی سے مشتق ہو اور در صورتیکہ افاءہ بمعنی اعادہ اور رد کے ہو اور حاصل یہ ہو کہ خداوند کریم نے اپنے مال کو کفار سے ہٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ڈالا ہے تو بھی ثبوت ملکیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس آیت میں کوئی دستاویز نہو گی کیونکہ یہ معنی غنیمت اور فے میں دونوں میں بن پڑتے ہیں اور حق دیکھئے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ منشاء و مبداء اس اصطلاح کا اگر ہے تو آیت سورہ حشر یعنی ما افاء اللہ علی رسولہ ہے مگر سورہ احزاب جسمیں آیت ما ملکت یمینک مما افاء اللہ ہے سورہ حشر سے پہلے نازل ہو چکی تھی چنانچہ اتقان میں ابن حصار سے کی و ابن جوزی باب ترتیب نزول سورتہائے قرانی نقل کی ہے اسمیں ترتیب مصرح مذکور ہے مع ہذا سورہ حشر میں بھی خود افاء بمعنی اصطلاحی نہیں بلکہ معنی لغوی مراد ہیں کیونکہ افاء بمعنی اصطلاحی یہ ہے کہ جنگ و جدال کی نوبت نہ آئی سو یہ بات رہے قتل و قتال اور بے جنگ و جدال مال ہاتھ آجائے یہ تو فما اوجفتم سے ماخوذ ہے اگر افاء کے مفہوم میں یہ بات داخل ہوتی تو فما اوجفتم کی کیا حاجت تھی پر جب لفظ کثرت الاستعمال ہوا تو اختصار کے لئے سارے جملہ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ الخ معنی ایک فے میں بھر لئے جیسے جہاد میں تمام جاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ کے معنے داخل کر لئے ہیں الغرض جب آیت سورہ حشر میں جو ماخذ اصطلاح مذکور ہے خود افاءت بمعنی لغوی ہو تو آیت جو اس سے پہلے نازل ہو چکی اسمیں افاء معنی اصطلاحی کیونکر ہو گا **اقول** خواہ فے آیت ما ملکت یمینک مما افاء اللہ میں معنی اصطلاحی ہو خواہ معنی لغوی اور من جو اس میں خواہ تبعیضیہ ہو خواہ بیانیہ تیری واسطے ہر طرح سے مضر ہے اس واسطے کہ تو تو ابتدا سے کہتا چلا آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم مال فے کے مالک تھے نہ کل کے نہ جزو کے اور اس آیت سے حضرت کے ملکیت ثابت ہوتی ہے اگرچہ بعضی ہی مال کی ہو اور فے پر کیا مقرر ہے تو تو یہ کہتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم کسی چیز کے دنیا میں مالک ہی نہ تھے اور ہم تو من کو تبعیضیہ ہی کہتے ہیں اور یہ ہمارا دعوی نہیں ہے کہ کل مال فے مملوک رسول اللہ صلعم تھا بلکہ ہم تو اس مال کو مملوک حضرت کا کہتے ہیں کہ جو حضرت کے حصہ میں آیا تھا اور اسمیں فدک ہی تھا اور اگر معنی لغوی مراد ہوں فے کے کہ خدا تعالی نے اپنے مال کو کفار سے ہٹا کر رسول اللہ صلعم کے ہاتھوں ڈال دیا ہے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے اور ملکیت جناب رسول اللہ صلعم کی ما ملکت کے لفظ سے ثابت ہے اور سوائے اسکے آیت ما افاء اللہ سے حضرت کی ملکیت ثابت ہے اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت ما افاء اللہ پہلے نازل ہوئی ہے آیت ما ملکت یمینک کا ہے اس واسطے کہ جب حضرت مالک ہوئے ہیں حکم سے آیت ما افاء اللہ کے تو بعد اسکے حق تعالی نے فرمایا کہ ما ملکت یمینک اور اتقان میں اگر یہ لکھا ہے کہ سورہ احزاب سورہ حشر سے پہلے نازل ہوئی ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سب آیتیں ہی سورہ احزاب کے سورہ حشر کے سب آیتوں سے پہلے نازل ہوئی ہوں اس واسطے کہ اکثر کی سورتوں میں آیات مدینہ داخل ہیں اور وہ آیات مدینہ کی آیتوں سے جو کہ مدنی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں نزول میں کیونکر مقدم ہو گے اور سورہ حشر میں بھی مراد فے سے معنی اصطلاحی نہیں بلکہ معنی لغوی ہی مراد ہے وہاں بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہے نہ تیرا اس واسطے کہ اس وقت یہ معنی ہونگے کہ خدا تعالی نے جو کچھ اعادہ کیا ہے اور رد کیا ہے اپنے رسول صلعم پر کہ وہ لائق اسکے تھا کہ اسکے واسطے وہ ہو اس واسطے کہ پیدا کیا ہے خدا تعالی نے آدمیوں کو اپنی عبادت کے واسطے اور جو کچھ اور پیدا کیا ہے وہ انکے واسطے ہے تاکہ وسیلہ ڈھونڈیں وہ اسکے ساتھ طرف طاعت اسکی کے پس لائق ہے وہ کہ ہو واسطے فرمان برداروں کے اور یہی تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور جس وقت کہ وہ مال انکے واسطے ہوا تو وہ مالک ہوئے اس مال کے اور آیہ ما ملکت یمینک ہرگز پہلے نازل نہیں ہوئی ہے آیہ ما افاء اللہ سے جس سے یہ لازم آئے کہ سورہ حشر میں افاء معنی لغوی مراد ہو تو اس سے پہلے کی آیت میں معنی اصطلاحی کیونکر مراد ہونگے اور یہ بھی کچھ ضرور نہیں ہے بلکہ جہاں چاہیں ہم معنی لغوی یا اصطلاحی مراد لیویں اور مطلب ہمارا ہر طرح سے ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اب بفضلہ تعالی جملہ مراتب متعلقہ آیہ ما افاء اللہ سے فراغت پائی اور ہر فہمیدہ و غیر فہمیدہ کے نزدیک یہ بات متحقق ہو گئی کہ فدک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نتھا نہ اسمیں ہبہ کی قابلیت ورنہ اسمیں میراث جاری ہو سکی اور یہ بھی متیقن ہو گیا کہ روایت ہبہ فدک جو شیعوں کے نزدیک باب غصب فدک دلیل کامل ہے محض افترا اور بہتان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصور میں نہیں آ سکتا کہ مال غیر مملوک کو دیدہ و دانستہ کسیکو بطور ہبہ حوالہ کر دیں ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ سمجھنے کا احتمال ہوتا تو یوں بھی ہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کلام ... اور کلام اللہ کے دقایق کو نہ سمجھیں تو پھر کون سمجھے ہم جیسے سمجھ لیں

تو کلام اللہ کے اشارات سمجھ جائیں اور رسول اللہ صلعم نہ سمجھیں سمجھ میں نہیں آتی مگر شیعوں کے نزدیک یہ بات ہو تو ہو یا یوں ہوتا کہ رسول اللہ صلعم نہ سمجھتے کوئی امتی سمجھتے تو یوں بھی
کہہ سکتے کہ اجتہاد تھا کچھ وحی تو تھی ہی نہیں جو غلطی نہ ہو سکے یہاں تو یہ صورت کہ اگر اجتہاد بھی ہو تب امر ممکن نہیں کہ آپ غلطی کریں اور پھر متنبہ نہ ہوئے ہوں اس صورت میں اگر
بالفرض والتقدیر بفرض محال نقل کفر کفر نباشد آپ کلام اللہ سے اس اشارہ کو کہ فدک جو منجملہ فے ہے مملوک نہیں سمجھے ہوتے اور اسوجہ سے براہ غلطی ہبہ بھی کر دیتے تب لازم تھا کہ وحی ربانی
سے اصلاح اور تصحیح ہو جاتی اور فدک کو مسترد فرماتے **اقول** الحمد للہ کہ جو احتمالات واہیہ کہ اس شیخ نجدی نے آیہ ما افاء اللہ میں پیدا کئے تھے ہم نے انکے باطل کرنے سے فراغت پائی اور آئندہ
جو کچھ یہ لکھیگا اسکو بھی ہم باطل کرینگے اور اب ہر فہمیدہ اور غیر فہمیدہ پر محقق اور واضح ہو گیا کہ فدک بیشک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اسیواسطے کہ فدک جناب سرور کائنات
کی ملک میں تھا تو حضرت نے اسکو بنام فاطمہ زہرا علیہا السلام ہبہ کیا تھا چنانچہ ہبہ کرنا اسکا اہل سنت کی بھی کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ جسکا ذکر پہلے اس سے ہو لیا ہے اور بعد وفات
جناب رسالتمآب صلعم کے ابو بکر خلیفہ بن بیٹھے اور حضرت فاطمہ سے فدک کو انہوں نے چھین لیا تو اس مظلومہ نے دعوی میراث کا کیا کہ میں رسول خدا کی بیٹی ہوں مجھکو میراث میں انکا ترکہ پہنچتا ہے سو اسوقت
خلیفہ صاحب نے ایک روایت بنا کر کہا کہ پیغمبر خدا صلعم کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور یہ روایت ہبہ فدک جو ہے وہ اہل سنت کی احادیث میں دونوں کی کتابوں میں جو ہے افترا اور بہتان ہے کیونکہ
ہو سکتا ہے افترا اور بہتان تو وہ ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے ایسی کوئی بات بنائے کہ وہ کتابوں میں نہ ہو اور جب معتبر کتابوں میں بڑے معتبرین علما نے اسکو لکھا ہو تو وہ افترا
کیونکر ہو جائیگا اور فدک کہ جو مال فے میں سے ہے اسکا ہم مملوک رسول خدا صلعم ہونا ثابت کر آئے ہیں اور قرآن سے ثابت ہے کہ مال فے مملوک رسول خدا صلعم بھی تھا چنانچہ آیہ ما افاء اللہ ہی سے
ثابت ہے اور دوسری آیت مال فے کی مملوک رسول خدا صلعم کے ہونے کی یہ آیت ہے وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک چنانچہ پہلے اس سے ہم اس آیت کو تین چار مرتبہ لکھ چکے ہیں جب قرآن
سے ثابت ہوا کہ مال فے مملوک رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا تو پھر حضرت نے ہبہ کیا تو اپنا مال مملوک ہبہ کیا اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ غیر مملوک کو ہبہ نہیں کر سکتے ہیں لیکن جبکہ ہبہ کیا جیسا
وہ کتابوں میں لکھا ہے تو وہ مملوک ہی حضرت کا تھا اور غیر مملوک ہوتا تو کیونکر ہبہ کرتے اور کلام اللہ سے تو سرگرہ بات پیدا نہیں ہوتی ہے کہ مال فے مملوک رسول خدا صلعم تھا بلکہ مملوک ہونا ثابت ہے
اور وہ حضرت کا مملوک ہونا ہی سمجھے ہوئے تھے بموجب حکم خدا اسیواسطے ہبہ کیا لیکن یہ تیرے نزدیک جناب رسول خدا صلعم البتہ قرآن کو سمجھے ہوئے نہ تھے کہ تیری رائے کے مخالف ہبہ کیا
اور جو احتمالات باطلہ کہ تو نے نکالے ہیں انپر عمل کیا اور تمکو دعوی ہے قرآن کے سمجھنے کا جسکو نہ ابو بکر سمجھا اور جسکی حقیقت کے نہ پہنچنے سے تہتر فرقے ہو گئے چنانچہ کہتا ہے تو کہ
رہے پیچھے ان قرآن کے اشارات کو سمجھے تو وہ کیوں نہ سمجھتے ہونگے تو رسول خدا کے سمجھنے کا ایک احتمال ہی ہو سکتا ہے کہ شاید سمجھے ہی ہوں اور تو جو دعوی کرتا ہے کہ میں قرآن کے اشارات کو خوب
سمجھا ہوں ہر چند یہ گفتگو پاگلوں اور دیوانوں کی سی ہے لیکن تو نے کوئی آیت اس مضمون کی نہ نکالی کہ جو تصریح مال فے کے نہ مالک رسول خدا ہونے پر دلالت کرے ایسے احتمالات واہیہ
نکالکر حق کو باطل کرتا ہے ایسے ایسے احتمالات تو دہریے اور ملحدین بھی اپنی طرف سے پیدا کر کے وحدانیت خدا کے قائل نہیں ہوتے ہیں لیکن یہ بھی انکے احتمالات بہت مضبوط ہیں کہ انکا دفع
کرنا مشکل ہوتا ہے اور تیرے احتمالات ایسے واہی اور سست ہیں مثل نسیج عنکبوت کے کہ تھوڑے سے اشارہ میں پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور اجتہاد کے واسطے امتی کی کیا تخصیص ہے
تیرے نزدیک تو انبیا بھی اجتہاد کرتے تھے اور انسے اجتہاد میں غلطی ہوتی تھی جیسے تیرے نزدیک حضرت داؤد سے غلطی ہوئی سو جناب ختم المرسلین سے جو غیر مملوک کو ہبہ کیا تو انسے
غلطی ہوئی اور یہی تیرے دل میں ہے اور یہ ایک احتمالی بات ہے کہ تصور میں نہیں آسکتا کہ غیر مملوک کو ہبہ البتہ مملوک کو ہبہ کر دیتے صاف صاف کیوں
نہیں کہتا کہ ان حضرت سے بھی غلطی ہوئی جیسے کہ حضرت داؤد سے غلطی ہوئی اور یہی ہوا ہو تیرے نزدیک کہ حضرت نے بعد اس کے متنبہ ہو کر ابو بکر سے کہا
نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث اور مال فے کا مملوک ہونا تو کلام اللہ میں لکھا ہے مملوک نہ ہونے کو کلام اللہ سے کیونکر سمجھتے تاکہ اس کو نہ سمجھ کر غلطی سے
ہبہ کر دیتے اور احتیاج اس کے اصلاح کی وحی ربانی سے ہوتی مال فے کے مملوک ہونے ہی کو کلام اللہ سے سمجھ کر ہبہ کیا تھا اور تو جو کچھ کہتا ہے الخ
کہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اگر شیعہ اتنی گنجائش پاکر کہ سنیوں کے نزدیک ممکن ہے کہ نبی سے اجتہاد میں غلطی ہو جائے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام
سے باوجود نبوت حکم میں غلطی ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا باوجود نبی نہ ہونے کے صحیح سمجھ جانا چنانچہ سورہ انبیاء میں آیہ داؤد و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث الخ
مذکور ہے اسبات پر شاہد ہے اپنے مذہب سے دست بردار ہو کر حضرت ابو بکر صدیق کی ضد میں یوں کہنے لگیں کہ فدک کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہونا بشہادت
کلام اللہ مسلم لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ فدک کو ہبہ بھی ضرور ہی کیا ہے تو یہ ہو کہ بوجہ غلطی اجتہاد کلام اللہ کا یہ اشارہ نہ سمجھا ہو سو اسکا جواب اول تو یہ ہے
کہ اتنی دور جانے اور اسقدر تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے اس سے سہل ترکیب میں بتائے دیتا ہوں جسمیں مذہب کو بھی آنچ نہ آئے اور بات کی بات بنی رہے یعنی سیدھی
یوں ہی کہ یہ بات نعوذ باللہ خدا ہی کے ذمہ لگائی اور اسبات میں بھی بدستور دیگر اغلاط خداوندی نعوذ باللہ منہا بداء کے قائل ہو جائیں اور رسول اللہ صلعم کو اس لوث سے بچا لیجیے
کیونکہ یہ بزرگی تو اسلاف شیعہ نے خدا ہی کے لئے تجویز کی ہے اور رہا یہ کہ کچھ حاصل بھی نہیں سنیوں کے نزدیک اگر نبی کی نسبت غلط فہمی کا امکان ہے اور

نزدیک کیا.. وہ بھی نہ ان کی لی ہی کہیں ہیں تو وہ اسماء سے بھی قائل ہیں کہ وحی سے اسکی اصلاح ضروری ہے **اقول** خود ہی اپنی طرف سے یہ شیخ نجدی ایک ایک سوال
بنا لایا ہے اور پھر اسکا جواب تراشتا ہے کہ جس سے شیعہ بیزار ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو غلط گو ٹھیراتا ہے نعوذ باللہ منہ جب بغیبت غلطی ہوئی تو وہ کیونکر قابل اعتبار کے رہا
وہ تو ایک بازاری آدمی ہوا اور دین جیسی کا جھوٹا ہوا کہ اغلاط سے پر ہے اور حضرت داؤد پر تہمت و افترا کرتے ہیں کہ اُنسے غلطی ہوئی اور حال یہ ہے کہ اُنسے ہرگز غلطی نہیں ہوئی
بلکہ انہوں نے بھی موافق حکم خدا کے جو پہلے سے چلا آتا تھا حکم دیا اور اب خدا تعالیٰ نے اُس حکم کے عوض حکم حضرت سلیمان کو تعلیم کرکے اُس حکم کو منسوخ کر دیا اور شیعہ ایسا بیہودہ سوال
کیوں کرینگے جیسا کہ تونے لکھا ہے اور کلام اللہ سے تو مال ذی القربیٰ کا مملوک ہونا ثابت ہے اور آپکی کلام اللہ گواہی دیتا ہے اور شیعہ ایسے بیہودہ نہیں ہیں کہ کلام اللہ تو فدک کے مملوک ہونے کی گواہی
دیتا ہے اور وہ کہنے لگیں کہ مال فے مملوک رسول خدا صلعم نہیں ہے جیسے کہ تو بیہودہ باولوں کی سی گفتگو کرتا ہے کہ کلام اللہ سے تو مال فے کا مملوک ہونا ثابت ہے چنانچہ تو بھی پہلے اس سے آیہ ما ملکت
یمینک مما افاء اللہ کے ذکر میں کہہ آیا ہے اور پھر مملوک ہونیکا انکار کرتا ہے اور حضرت نے ہبہ بیشک کیا لیکن غلطی سے نہیں کیا بلکہ اپنے ملک کا جو کلام اللہ سے ثابت ہے ہبہ کیا اور انبیاء کی
غلطی کا تو ہی معتقد ہے تو ہی اسمیں گرفتار رہ اور ہمارا اعتقاد یہ نہیں ہے ہم انبیاء کو سب عیبوں سے پاک سمجھتے ہیں اور یہ جواب بداء سے جو تونے دیا ہے بداء کا یہاں کیا محل ہے اور بداء کے معنی جو
اپنی طرف سے تجویز کرکے ہماری طرف منسوب کرتا ہے ہم ہرگز ایسے بداء کے قائل نہیں ہیں ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ سے ہرگز غلطی نہیں ہوتی اور نہ اسکو کسی امر میں جاہل جانتے ہیں
بلکہ اسکو ازل سے ابد تک کلیات و جزئیات اور ما کان و ما یکون کا عالم جانتے ہیں کافی میں لکھا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ما بدا للہ فی شیء الا کان فی علمہ قبل ان یبدو لہ
اور دوسری روایت میں ہے کہ ان اللہ لم یبد لہ من جہل اور اسی طرح سے کئی روایتیں ہیں اور جو کچھ تونے مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے بداء کے مقدمہ میں لکھا ہے دیکھ لے
کیسے جواب ہمنے دندان شکن اُسکے دیے ہیں اور جو کچھ تو بداء کے مقدمہ میں افترا کرتا ہے سب کذب و بہتان ہے اور جھوٹے پر خدا لعنت کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** بہر حال فدک کے
ہبہ ہونیکی دو ہی صورت نہیں جو روایت ہبہ کو مانئے اور اس وجہ سے فاطمہ زہرا کو مالک جانئے غرض ہبہ کا باطل ہونا روشن ہو گیا اور کیونکر روشن نہو ہبہ کے لیے ملک واہب مقدم ہے
سو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت اراضی فے کے جنمیں سے فدک بھی ہے مالک نہونا ثابت ہو گیا اور علی ہذا القیاس فدک میں میراث کا جاری ہو سکنا نہو سکنا بھی بخوبی واضح
ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اگر آیہ یوصیکم اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر شامل ہے اور خطاب عام ہے خاص امت ہی کو نہیں تب بھی بہ نسبت
ابوبکر صدیق کوئی حرف عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ آیہ ما افاء اللہ منجملہ متروکہ نبوی بہ نسبت فدک وغیرہ اموال فے کی مخصص ہے چنانچہ واضح ہو چکا بلکہ غور سے دیکھئے تو تخصیص
کہنے ہی کی کچھ حاجت نہیں تخصیص ہو تو یہ معنی ہوں کہ آیہ یوصیکم اللہ سے بہ نسبت فدک بھی یہی حکم نکلتا تھا لیکن بدلیل استثناء آیہ مذکور یا کسی مخصص نے فدک وغیرہ کا استثنا
کر دیا ہے سو یہ بات یہاں کوسوں پاس کو نہیں پھٹکتی کیونکہ آیہ یوصیکم اللہ اگر متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل ہی ہو گی تو اُس متروکہ کو شامل ہو گی جو مملوک نبوی ہے کیونکہ میراث
تو اشیاء مملوک مورث میں جاری ہوتی ہے فدک جب وقف ہوا تو مملوک ہی نہیں تو عموم آیہ یوصیکم اللہ میں داخل کیونکر ہوا اگر یہ آیت نہوتی تو البتہ بصورت تسلیم عموم خطاب اسکی ضرورت
پڑتی کہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ کو مخصص کہئے لیکن بحمد اللہ اسکی ضرورت ہی نہوئی **اقول** ہبہ ہونا فدک کا کتب فریقین سے ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے مفصل مذکور ہو لیا چاہے تو اسکو
مان یا نہ مان اور جب ہبہ ہونا ثابت ہو گیا تو بیشک حضرت فاطمہ زہرا اُسکی مالک تھیں اور وہ اُنکی ملک میں ہو گیا اور ابوبکر نے جو اُن سے چھین لیا تو وہ غاصب ٹھیرے اور ہبہ کا ثابت
ہونا ہمنے سب پر روشن کر دیا اور کیونکر روشن نہو کہ جب فریقین کے علماء اُسکے ہبہ ہونیکو لکھتے ہیں اور ہبہ کرنیکو جو موہوب کا ملک واہب ہونا چاہئے سو کلام اللہ سے ثابت ہے کہ مال فے جسمیں فدک بھی
تھا وہ مملوک رسول خدا صلعم تھا چنانچہ ہم اسکو ثابت کر آئے ہیں اور مال فے کا مملوک رسول خدا صلعم نہونا ہرگز ثابت نہیں ہے اور جو احتمالات کہ اس شیخ نے اسکے مملوک نہونے میں ایجاد کئے
تھے ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہے اور جب فدک کا مملوک ہونا ثابت ہو گیا تو میراث بھی اُسمیں جاری ہو سکتی ہے اور اُسکے جاری ہونیکو ہم ثابت کر چکے اور آیہ یوصیکم اللہ رسول خدا صلعم کو اور امت کو دونوں کو
برابر شامل ہے کہ خطاب اُسکا عام ہے اور جب ان حضرت کیطرف بھی خطاب ہوا اور ابوبکر نے وارثوں کو اُنکے ترکہ میں سے نہ دیا تو ابوبکر کے غاصب ہونے میں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے اور آیہ ما افاء اللہ سے
ہرگز تخصیص اُس آیت کی نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مال فے مملوک رسول خدا صلعم تھا اور نہ کوئی اور مخصص اُسکا پایا جاتا ہے اور نہ کسی مخصص نے فدک وغیرہ کا استثنا کر دیا ہے
بلکہ کل ترکہ میں ان حضرت کے میراث جاری ہو گی اور آیہ یوصیکم اللہ اسی متروکہ کو ان حضرت کے شامل ہے کہ جو مملوک حضرت کا ہو اور فدک بھی مملوک حضرت کا تھا چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں اور ابوبکر کے قول لا نورث سے بھی یہی ثابت ہے کہ فدک
مملوک حضرت کا تھا اور مال فے کی وقف ہونیکا کوئی قائل نہیں ہے اپنی طرف سے ایک بات تراش کر چلا جاتا ہے سو کہتا ہے اور کیونکر وقف ہو وہ مال کہ جسکا مملوک ہونا قرآن سے ثابت ہے اور جب مملوک ہوا تو بیشک آیہ یوصیکم اللہ میں داخل ہو گا
اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے وہ سب باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن تاہم بتکثیر سواد وجوہ دفع مخالفت آیہ مذکور و حدیث مسطور لیے ماسوا اُس تقریر کے در بارہ تخصیص گزر چکی ہے اسقدر اور مرقوم ہے کہ آیہ یوصیکم اللہ میں
کچھ یہی تخصیص نہیں ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ باتفاق فریقین اور بہت سی تخصیصیں ہوئی ہیں چنانچہ کافر وارث نہیں ہوتا غلام وارث نہیں
ہوتا قاتل مورث وارث نہیں با ایں ہمہ ان تخصیصات پر کلام اللہ کا کوئی لفظ آیہ مذکور سے متصل ہو یا منفصل دلالت نہیں کرتا بجز اسکے نہیں کہہ سکتے کہ احادیث مخصص ہوئی ہوں پھر

بہر ایسی حدیث ما ترکنا صدقہ نے کیا قصور کیا ہے کہ مخصص نہ ہو سکے اگر یہ حدیث آیت مذکور کی بایں معنی مخالف کہتے ہو کہ مخصص ہے تو جو حدیثیں اور تخصیصوں پر دلالت کرتی ہیں بدرجہ اولیٰ منافی ہونگی اسواسطے نہ کوئی لفظ اس آیت میں انکی موید ہے جیسا کہ قرینہ غیبت یوصی ہو خصوص خطاب کم پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ مذکور ہوا مضمون حدیث ما ترکناہ کا موید ہے اور نہ کوئی اور بھی آیت ان احادیث کے مساعد ملتی ہے جیسا کہ آیت ما افاء اللہ حدیث مذکور کے مساعد ہے **اقول** کیا فائدہ ہے بیان کثیر وجوہ رفع مخالفت آیت مذکورہ سے جب تک کہ ایک وجہ بھی مفید نہ ہو اور روایت ما ترکناہ صدقہ ہرگز مخصص آیت مذکورہ کے نہیں ہے بلکہ مخالف اسکے ہے اور کافر اور غلام اور قاتل مورث کو جو میراث نہیں پہنچتی یہ دلیل قطعی سے ثابت ہے اسواسطے انکو مانع میراث ہم جانتے ہیں اور وارثان خاندان نبوت کا کوئی مانع ثابت نہیں ہوا ہے اور حضرت فاطمہ زہرا نے اس تخصیص کو قبول نہیں فرمایا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے تفسیر میں آیت یوصیکم اللہ کے لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے روایت نحن معاشر الانبیاء سنی تو عموم للذکر مثل حظ الانثیین سے تمسک کیا اور اسمیں اشارہ ہوا طرف اس امر کے کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک خبر واحد عموم قرآن کی مخصص نہیں ہو سکتی اور حنفیوں کے نزدیک شرط مخصص کی یہ ہے کہ مقارن عام کی ہو اور جو بعد تک متاخر ہے تو ناسخ ہے توضیح میں لکھا ہے کہ کلام مستقل حنفیوں کے نزدیک مخصص نہیں ہو سکتا بلکہ ناسخ ہوتا ہے اور صاحب تلویح نے فوائد قیود تعریف تخصیص میں لکھا ہے کہ خرج بہ التخصیص لانہ یکون متراخیا یعنی یہ نکلگئی تخصیص اسواسطے کہ وہ متراخی نہیں ہوتی ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خبر صدقہ کی ناسخ کتاب خدا ہو جائے اور خبر واحد ناسخ کتاب خدا ہو نہیں سکتی چنانچہ تلویح میں ہے للعلم بالنسخ فی ان الکتاب لا ینسخ بخبر الواحد یعنی واسطے نہونے نزاع کے اس امر میں کہ تحقیق کتاب خدا منسوخ نہیں ہوتی ہے خبر واحد سے اور اگر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے اسوقت تمہارے نزدیک غلطی ہوئی تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی ہے کہ سب مسائل کی انہوں نے حضرت فاطمہ کو آگاہ کیوں نہ کر دیا کہ ابو بکر جو کچھ کہتے ہیں وہ صحیح ہے تم رنج نکرو اور ابو بکر سے کلام ترک نکرو یہانتک کہ خود بھی مع حضرت عباس کے بعد انکے عہد کے زمانہ میں دعوی میراث کا کیا اور روایت نحن معاشر الانبیاء کو مخصص آیت مذکورہ کا نجانا کیا یہ بھی غلطی پر تھے تعجب ہے کہ جو لوگ کہ مصداق آیت تطہیر کے ہوں وہ تو غلطی پر ہوں اور جو شخص کہ جائز الخطا ہو وہ صحیح پر ہو اور جب کہ روایت ما ترکناہ صدقہ مخصص نہوئی تو بیشک مخالف آیت مذکورہ کی ہوگی اور سوائے اسکے جسقدر کہ مخصصات ہیں ان سے کوئی مخالف نہیں کہ سکتے کہ مخصص مخالف نہیں ہوتا ہے اور روایت مذکورہ مخصص جو نہیں ہے اسواسطے اسکو ہم مخالف آیت مسطورہ کے کہتے ہیں اور قرینہ غیبت کا ہرگز خصوص خطاب کم پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ خطاب عام ہے اور آیت ما افاء اللہ موید روایت موضوعہ مذکورہ کی نہیں جیسے کہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اگر آیت ما افاء اللہ سے بھی قطع نظر کیجئے اور حدیث مذکور بعین خطاب اور نفسہ مراد حدیث نلیجئے تب بھی پیش بر بنا نیست کہ حدیث مذکور آیت مسطورہ کے مخصص ہو گی مخالفت کیجا اور اگر تخصیص بھی مخالفت کہلاتی ہے تو ایسی مخالفت شیعہ نہیں سکتے نزدیک درست ہے تکرار کی کیا بات ہے ہاں مخالفت اسکو کہتے ہیں کہ میت کے ماں باپ کی ہوتی اصلی اولاد کے اولاد کو میراث نہ دی جائے جیسے کہ شیعہ کہتے ہیں اور کرتے بھی ہیں حالانکہ اولاد کی اولاد بلا شبہ اولاد ہی میں داخل ہے اور خود جناب رب تعالیٰ ہی فرماتے ہیں یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اولاد کو میراث دلانیکے باب میں خود جناب رب تعالیٰ وصیت فرماتے ہیں پھر جب اولاد کی اولاد بھی اولاد ہی ہوتی تو انکی وراثت آپ ثابت ہو گئی اور اگر اولاد کی اولاد اولاد ہونے میں بھی حضرات شیعہ کو سند ہی کی ضرورت ہے اور بے سند اور بے دلیل ایسے مقدمات میں نہیں سمجھ سکتے تو لیجئے سند بھی موجود ہے کلام اللہ میں اولاد کی اولاد ہی کو آیت مباہلہ یعنی ندع ابناءنا وابناءکم میں ابناءنا فرمایا اسلئے کہ باتفاق فریقین ابناءنا سے حضرت حسنین و غیرہما مراد ہیں حالانکہ وہ دونوں صاحبزادے رسول اللہ صلعم کے نہ تھے بیٹی کی بیٹے تھے دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو حضرت یعقوب کی اولاد کی اولاد تھی انکو خداوند کریم بار بار بنی اسرائیل کہتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل کے معنے یعنی اولاد یعقوب ہیں اسلئے کہ بنی معنی اولاد اور اسرائیل نام حضرت یعقوب ہیں اور ظاہر ہے کہ زمانہ رسول اللہ میں بنی اسرائیل حضرت یعقوب کے بیٹے تو تھے ہی نہیں اولاد کی اولاد تھی وہ بھی کئی پشتوں کے بعد علی ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے آدمیونکو خداوند کریم اس آیت میں بنی آدم فرماتا ہے یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان اور نیز اور آیت میں بنی آدم فرماتا ہے حالانکہ حضرت آدم کا بیٹا تو کوئی بھی نہ تھا ارے تو کہیں دس ہزار پشت کے بعد جا کر اولاد کی اولاد ہوتی تھی **اقول** روایت لا نورث جسکو تو حدیث کہتا ہے ہرگز مخصص آیت مذکورہ کے نہیں ہو سکتی چنانچہ ابھی پہلے قول میں ہم لکھ چکے ہیں اور جب مخصص نہیں ہے تو مخالف ہوگی اور اولاد کی اولاد کو شیعہ قایم مقام اولاد کی جانتے ہیں جب ماں باپ میت کے خواہ زندہ ہوں خواہ مر گئے ہوں چنانچہ شرایع الاسلام میں لکھا ہے واولاد الاولاد یقومون مقام آبائهم عند عدمهم فی مقاسمة الابوین یعنی جب کہ میت کے ماں اور باپ موجود ہونگے اور اسکی اولاد زندہ ہوگی بلکہ اسکی اولاد کی اولاد زندہ ہوگی تو اولاد کی اولاد اپنی ماں اور باپ کی قایم مقام ہوکر اپنے ماں اور باپ کا حصہ میت کے ماں اور باپ کے ہمراہ پاوینگے اور یہی مذہب کل امامیہ کا ہے مگر ابن بابویہ تنہا کا یہ قول ہے کہ میت کے ماں باپ کی ہوتی اسکی اولاد کی اولاد کو نہ دیا جائے سو جو روایت کہ اس مضمون کی ہے اور ابن بابویہ خلاف مقصود سے اسمیں سمجھے ہیں اور علماء نے انکو جواب دیا ہے اور انکے قول کو قابل اعتبار نہیں جانا ہے چنانچہ شرایع الاسلام میں لکھا ہے وشرط ابن بابویه فی توریثهم عدم الابوین وهو متروک سو یہ قول ابن بابویہ کا متروک لکھا ہے اور کسیکا اسپر عمل نہیں ہے اور یہ شیخ دروغگو کہتا ہے کہ شیعہ کہتے بھی ہیں اور کرتے بھی ہیں کوئی جانے کہ سب شیعہ ایسا ہی کہتے ہونگے اور سوائے اسکے سننا چاہیے کہ ابن بابویہ کہتے ہیں کہ میت کے ماں باپ کے ہوتے اسکی اولاد کی اولاد کو میراث اسکی نہ دینگے اور یہ نہیں کہتے ہیں کہ اولاد کی اولاد اولاد ہی نہیں ہوتی جیسے کہ شیخ لکھتا ہے کہ حسنین کو دیکھو ابنا رسول خدا صلعم فرمایا اور حضرت یعقوب کی اولاد کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا یا حضرت صلعم کے زمانہ کے آدمیونکو بنی آدم کہا کوئی اس سے پوچھے کہ اسے یہ کسنے کہا ہے کہ اولاد کی اولاد اولاد نہیں ہوتی یہ تو ابن بابویہ نے

بھی نہیں کہا ہے آدمی کو چاہیئے کہ پہلے بات کی سمجھنے کا سلیقہ پیدا کرے تب گفتگو کرے اور بیہودہ بکنے سے کیا فائدہ ہے بجز سیاہ کرنے کاغذ کے اور ضائع کرنے سیاہی کی و نیز بنی آدم کی جو مثال دی ہے تو اس صورت میں چاہیئے کہ اولاد آدم کل سب آدمی آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہو جائے اور یہ نہایت لغو بات ہے **قال الشیخ الاشعری** دوسری مخالفت یہ کہتے ہیں کہ بیوی کو زمین و زر زمین کی قیمت سے میراث نہیں دیتے اور علی ہذا القیاس برادران و ہمشیرزادگان مادری کو مقتول کی دیت میں سے میراث نہیں دیتے اور دیتے ہیں تو قاتل کو مقتول کے ترکہ اور دیت میں سے میراث دیں بشرطیکہ خطا سے یا شبہ خطا سے قتل کیا ہو حالانکہ نصوص قرآنی زوجہ و بہنوں و بھائیوں کی توریث میں عام ہے زمین کی اور اسکی قیمت کی اور دیت کی کچھ تخصیص نہیں اور اسیطرح حدیث القاتل لا یرث بھی جس سے قاتل کا محروم ہونا ثابت ہوتا ہے عام ہے عمد اور خطا کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے باایں ہمہ وہ بھی میت کے بڑے فرزند کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹھی اور پوشاک میت کی بدون عوض دلاتے ہیں اور عسہبات میں شیعہ بعض ائمہ سے بھی روایت لاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کے ترکہ میں ان اشیا میں سے اور وارثوں کو حصہ نہیں دیا بلا عوض سب آپ ہی رکھا اور پھر اس روایت کا راوی سوا شیعہ اور کوئی نہیں حالانکہ یہ روایت مخالف قرآن ہے اگر عذر عصمت منہ ہی ہے اور یوں کہتے ہیں کہ امام معصوم ہوتا ہے اور امام سے ظلم و ستم اور خطا نہیں ہوتی جو کچھ انہوں نے کیا صحیح ہی کیا ہو گا ہم نہ سمجھیں تو کیا ہوا اول تو اہل سنت کسیکو سوائے انبیا علیہم السلام کے معصوم ہی نہیں جانتے جو انکے سامنے یہ عذر چل جائے اور مسلم کہ فعل معصوم میں خطا نہیں ہو سکتی لیکن بالاتفاق قول معصوم اتباع اور اقتدا میں فعل معصوم سے مقدم ہے کیونکہ افعال میں تو یہ بھی احتمال ہے کہ خاص انہی کے لئے ہو آخر بیسیوں احکام رسولخدا صلعم کے ساتھ مخصوص تھے منجملہ انکے دربارۂ نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چار کی قید نہ ہونی معلوم ہو چکی سوم وصال کا آپکے لیے جائز ہونا اور وارث لئے نہ ہونا سب کو معلوم علی ہذا القیاس اور بہت سے امور ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے اور کچھ انکا ذکر [illegible] اور قول میں یہ احتمال نہیں ہوتا اگر اسمیں کسی وجہ سے کوئی تخصیص بھی ہوتی ہے تو کسی ایک دھی کی ہوتی ہے **اقول** یہ مخالفت نہیں ہے اور مخالفت اسوقت میں ہو کہ زوجہ مالکہ حق زوجہ الارث ہی جیسے ابوبکر نے اولاد رسولخدا صلعم کو محروم الارث کر دیا کہ کسی شی کے حضرت کے ترکہ میں سے مستحق ہی نہیں ہیں اور زوجہ کا حصہ جو کہ مقرر ہے وہ پاتی ہے مگر زمین میں سے اسمیں اختلاف ہے مذہب سید مرتضی علیہ الرحمہ کا یہ ہے کہ زمین کی قیمت اسے اسمیں سے حصہ زوجہ کا دینا چاہئے اور امام مالک کے نزدیک احد الزوجین بسبب کسی دیت میں سے حصہ نہیں پاتا ہے چنانچہ شرح منتظوم میں لکھا ہے اور نصوص قرآنیہ عام ہیں کچھ فرق دیت و غیر دیت کا نہیں ہے اور اگر زوجہ کو نہیں دیتے ہیں تو اس وجہ کو ہمارے یہاں نہیں دیتے ہیں کہ جو میت سے اولاد رکھتی ہو وہ البتہ اصل زمین میں سے حصہ پائیگی نہ بے زوجہ اور حکمت اسکے زمین کے نہ پانے میں یہ ہے کہ وہ دوسرا شوہر کر لیتی ہے اور اکثر سبب ہوتا ہے کہ وہ میت کے وارثوں کے دشمن اور حاسد سے نکاح کر لیتی ہے اور شوہر اسکا جو اس زمین میں رہتا ہے یا اور کوئی فائدہ اس سے حاصل کرتا ہے تو میت کے وارثوں کو رنج ہوتا ہے کہ ہمارے مورث کا مال اغیار برتتے ہیں اور میت کے برادران و ہمشیرزادگان مادری کو دیت میں سے نہ پہنچنے کا قول سب شیعوں کا نہیں ہے بلکہ شیخ علیہ الرحمہ کا قول ہے اور بلحاظ اکثر کے قول کیطرف ہوتا ہے اور قاتل کو مقتول کے ترکہ اور دیت میں اگر خطا سے قتل کیا ہے تو البتہ وارث کرتے ہیں کہ اسمیں اسکا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ اگر نہ دیں تو اسپر ظلم ہے اور ممنوع میراث سے اسوقت ہوتا ہے جو عمداً ظلم سے قتل کرے اور اہل سنت کے بھی بعضے علما یہی کہتے ہیں کہ قتل خطا میں قاتل حصہ پائیگا چنانچہ منہج و فیہ میں لکھا ہے کہ سعید بن جبیر و بعضے بصریین کہتے ہیں کہ قاتل مطلق پاتا ہے عمد ہو یا غیر عمد اور امام مالک کہتے ہیں کہ قتل خطا میں قاتل حصہ پائیگا نہ قتل عمد میں اور نصوص قرآنی اگرچہ عام ہیں لیکن عام کی تخصیص بھی ہوتی ہے اور روایتوں سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ **وما من عام الا وقد خص** اور روایت لا نورث کی بطرح سے مخصص نہیں ہو سکتی جیسا کہ ہم پہلے اسکو بیان کر چکے اور میت کے بڑے بیٹے کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹھی اور پوشاک جو دیتے ہیں تو بلا عوض نہیں دیتے یا تو اسکے حصہ میں سے قیمت ان چیزوں کی منع کر لیتے ہیں چنانچہ مذہب سید مرتضی و ابن جنید علیہما الرحمۃ کا یہی ہے اور اگر بدون وضع کرنے قیمت کی دیتے ہیں جیسے کہ بعضے کہتے ہیں تب بھی مفت نہیں دیتے بلکہ میت کے ذمہ جو نماز و روزہ رہگیا ہے اسکو بڑا بیٹا ادا کرے اسکے عوض میں دیتے ہیں اور یہ بھی اسوقت دیتے ہیں کہ یہ چیزیں ترکہ سے زائد ہوں اور اگر یہی ترکہ ہو تو کچھ نہیں دیتے اور اگر پسر اکبر سفیہ و فاسد الرای ہو یا فرزند اکبر دختر ہو تو اسکو کچھ نہیں دیتے ان چیزوں میں سے اور بلا عوض ہرگز نہیں دیتے اور اگر کسی امام نے ایسا کیا ہے کہ ان چیزوں میں سے اور وارثوں کو نہیں دیا ہے تو اسکی یہی وجہ ہے کہ ہم بیان کر چکے کہ بلا عوض نہیں دیا ہے اور بعض اشیا کے مستثنے ہونے سے محروم الارث ہونا لازم نہیں آتا جس سے مخالفت آیت کی لازم آئی و مخالفت آیت کی تو اسوقت ہوتی کہ جسوقت کچھ نہ دیا ہوتا جیسے کہ اولاد رسول مقبول کو کچھ نہ دیا گیا اور جن وارثوں کو امام علیہ السلام نے اشیاء مذکورہ سے محروم رکھا انہوں نے فعل امام کو مسلم رکھا کہ انہوں نے رسولخدا صلعم سے یا کسی امام سابق سے اس حکم کو سنا ہو گا اور وہ امام کو معصوم بھی جانتے تھے گو تم معصوم نہ جانو اور اگر بنا بر اس کے اسمیں ظلم ہوا ہوتا تو وہ اس مقدمہ میں البتہ گفتگو کرتے لیکن انہوں نے دم نہ مارا اور سمجھا کہ حکم شرع کا اسی طرح سے ہے اور حضرت فاطمہ تو ابوبکر کو نہ معصوم جانتی تھیں اور نہ اس قول لا نورث میں انکو راستگو سمجھتی تھیں اور امام علیہ السلام نے جو کچھ کیا اس حکم کے موافق کیا کہ جو سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے چلا آتا تھا اسمیں ظلم کو کیا دخل ہے اور ابوبکر کا قول اگر موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے ہوتا تو حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت عباس اسکو تسلیم کرتے اور معصوم تو تم انبیا کو بھی نہیں جانتے بلکہ غلطیاں خطا کرتے ہیں سمجھتے ہو اور ہم نے تسلیم کیا کہ قول معصوم اتباع اور اقتدا میں فعل معصوم سے مقدم ہے لیکن تمکو اسمیں کچھ فائدہ نہیں ہے چنانچہ معلوم ہو گا **قال الشیخ الاشعری** بہر حال قول بعض ائمہ اگرچہ وہ بالفرض معصوم بھی ہیں تو کہیں اتنے میں جتنے رسول اللہ صلعم

قابل اتباع اور اقتدا ہوا چنانچہ شیعوں کے نزدیک علی العموم یہ حکم جاری ہے ہر خس و ناکس کو یہ مقام حاصل ہے کہ مصحف انگشتری وغیرہ ترکہ پدری میں سے بدون عوض کے لے تو قول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی لانورث ما ترکناہ صدقۃ بدرجۂ اولیٰ لائق اتباع ہوا اور جب ان امور کو بھی لحاظ کیجئے … رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں اور ابوبکر نے خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی اور آجکل کے شیعہ جو روایت مذکور پر عمل کرتے ہیں انہیں سننا تو کہاں نصیب … لانورث ما ترکناہ صدقۃ ایک وجہ سے بیّن
خطاب بھی ہو سکتے ہیں اسکا مخصص ہونا بالیسا ظاہر نہیں کہ اسکے سوا احتمال ہی نہو بلکہ قرین عقل بعد غور کے … اور یہی ہوتا ہے بخلاف روایت شیعہ کے … وہ مخصص کیا مخالف ہے کیونکہ تخصیص
کے لئے کوئی وجہ چاہئے یہاں بجز دھینگا دھینگی اور کچھ نہیں غرض ان امور کے لحاظ سے روایت شیعہ روایت ابوبکر صدیق کا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی **اقول** بیشک ائمہ معصومین اقتدا و اتباع
میں مثل رسول خدا صلعم ہیں اسواسطے کہ علم انکا وہ ہے کہ جو علم رسول خدا صلعم تھا اور سینہ بسینہ ان حضرت سے انکو پہنچا ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے انہیں لوگوں کی پیروی کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے
انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی کلام اللہ و عترتی اہل بیتی … یعنی حضرت نے فرمایا میں دو چیزیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں اگر انسے تمسک کرو گے تو بعد
میرے گمراہ نہو گے ایک تو کلام اللہ ہے اور دوسرے عترت میری کہ وہ اہل بیت میری ہیں … بموجب ارشاد حضرت کے … اور ہمکو کسی قول میں انکی تکرار کا یارا
نہیں ہے کہ ایسا کیوں فرمایا اول تو یہ کہ مصحف وغیرہ انہوں نے بدون عوض لیا نہیں ہے … دوسرے یہ کہ رسول خدا صلعم نے انکی پیروی کا حکم کیا ہے ہم انکے قول و فعل کو حق
جانتے ہیں اور اگر وہ ایسے ہوتے کہ دیدہ و دانستہ خلاف شرع کوئی کام کرتے تو حضرت صلعم انکی پیروی کا حکم نکرتے اور قول جناب رسول خدا صلعم اللہ اولیٰ ہے … حضرت کا قول ہو لانورث ما ترکناہ صدقۃ
رسول خدا صلعم کا قول ہی نہیں ہے ایسی بات ہے کہ بنیا تو دیتا ہی نہیں اور اسکو لینے والا کہتا ہے کہ پورا تو لو … پہلے رسول خدا صلعم کا قول ہونا تو ثابت کر لے تب بھی کچھ کہیو اور اگر یہ رسول خدا
صلعم کا قول ہوتا کہ جسکو نہ حضرت فاطمہ نے تسلیم کیا نہ حضرت علی نے نہ حضرت عباس نے اور جو کچھ صاحب خانہ کو معلوم ہوتا ہے وہ دوسرے کو نہیں معلوم ہوتا … حضرت علی کہ بعد …
سب امت سے زیادہ عالم تھے اور ثلاثہ ہر ایک مشکل میں انکی طرف رجوع کرتے تھے انپر یہ حکم کیونکر پوشیدہ رہتا اور اگر حضرت علی نے جناب رسول خدا سے سنا تھا تو ابوبکر سے کیوں سنا تھا اگر حق تھا تو اسکو تسلیم
کیا ہوتا اور بعد سننے کے بھی پھر کیوں اسکا دعویٰ کیا اور بعد ابوبکر کے عمر کے زمانہ میں … عباس کے کیوں … دونوں ابوبکر کو کاذب و خائن … اور یہ ہمکو …
ہی جانتے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر نے جناب رسول خدا صلعم سے ہرگز ہرگز روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ نہیں سنی … حضرت فاطمہ کی … غلطی …
ہوئی اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وانذر عشیرتک الاقربین یعنی … اپنے … حضرت علی و حضرت فاطمہ کو
آگاہ کر دیا ہوگا اور اس سے بھی خبر کر دی ہوگی … وراثت میں …
شان میں آیہ تطہیر نازل ہو … دیدہ و دانستہ ایسا جھوٹا دعویٰ کریں یہاں تو احتمال کو بھی گنجائش نہیں ہے …
پس جب ابوبکر اس روایت میں راست گو نکلے تو انکی روایت … خطاب … مخصص ہوئی اور روایت شیعہ … مخالف قرآن …
ہے اور قول و فعل معصوم کا ہمکو موجب ارشاد رسول خدا صلعم … پیروی کے واسطے اور … معلوم ہے کہ بعض …
محروم کہا مخالف یہ ہے زیادہ ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا ہم پوچھتے ہیں … تخصیص کیا ہے اگر رسول اللہ صلعم کا کوئی عمل اور قول …
ہی کہ قول سے تخصیص کی تھی کہ فدک دیا تو وہ چنگیز خان و قانون انگریزی کا حوالہ نہیں … ابوبکر صدیق کی جانب … رسول اللہ صلعم …
راوی بیچ میں نہ تھا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسباب میں کچھ علاقہ نہ … کلام اللہ مخالف … معصوم …
کے خلاف اس سے نہو سکے دوسرے اسپر بھی اکتفا نکیا امت کے لئے بھی یہی حکم مخالف …
صورت میں مخالفت کہیں نہیں اسمیں کوئی کیوں نہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم … کلام اللہ کے مخالف … علی ہذا القیاس …
مسطورہ جو بحوالہ مذہب شیعہ مرقوم ہوئی ہیں اور واقع میں تخصیصات نہیں مخالفات ہیں …
اسکی چپیدگی اور مخالفات شیعہ کی منافرت کو ملحوظ کر کے دونو کو تولیئے کہ کس طرف پلہ جھکتا ہے **اقول** اول تو یہاں … تخصیص کی احتیاج نہیں ہے اسلئے …
بلکہ عوض میں ایک چیز کر دیگئی ہے مفت نہیں دیگئی ہے اور اگر ہم تخصیص ہی کے قائل ہوں تو …
نہیں … بلکہ خود بنا لیا تھا اور اگر سنتے تو اہل بیت علیہم السلام اسکو تسلیم کرتے …
چنانچہ کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم سے علاقہ کیوں نہیں ہے …
خلاف ہرگز نہیگا اور نہ امت کو مخالف کلام اللہ کے حکم دیگا اور تخصیص کو مخالفت کسطرح سے نہیں … تخصیصات شیعہ …

مدینہ علیہ کو مقبول ہیں اور روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو تخصیص میں بیان کرنا بڑی حماقت کی بات ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلعم نے ایسا فرمایا ہی نہیں ہے تخصیص تو اسوقت ہوتی کہ جسوقت رسول خدا صلعم فرماتے اور جبکہ ایسا فرمانا اس تہمت سے ثابت ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت عباس وغیرہ نے اسکو تسلیم نہیں کیا اس صورت میں ابوبکر کی جھوٹی روایت کو شیعوں کی راست تخصیصات سے [illegible] اور [illegible] کریگا تو نادم ہوگا اور رجوع راست کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے اور روایت ابوبکر کی بالکل جھوٹی ہے اسلیے اہل بیت علیہم السلام نے اسکو قبول نہیں کیا اور شیعوں کی تخصیصات کو کچھ بھی مخالفت نہیں ہے آیہ مذکورہ اس طرح کی تخصیص سے جو ہوتی ہیں اور اگر ابوبکر کی روایت راست ہوتی تو اسکو بھی مخصص آیہ مذکورہ کا کہہ سکتے تھے لیکن وہ تو سرے سے راست ہی نہیں ہے اور اگر راست ہو تو حنفیوں کے نزدیک مخصص نہیں ہو سکتی کیونکہ انکے نزدیک شرط تخصیص کی یہ ہے کہ مقارن عام کے ہو اور خبر صدقہ مقارن آیہ مذکورہ کے بھی نہیں اور روایت مذکورہ لانورث کو یہ وجہ بھی باطل کرتی ہے کہ رسول خدا صلعم مقروض اور مدیون بھی ہوتے تھے چنانچہ حضرت علی کو فرماتے تھے انت قاضی دینی اور جو وقت مال حضرت کا صدقہ ہوا تو دنیا مشغول الذمہ گئے اور [illegible] بعد [illegible] کیا مال تو کوئی لیوے اور قرض ادا کوئی اور کرے بلکہ یہ فرماتے کہ جو کوئی میرا مال لیوے وہ میرا قرض ادا کرے اور معلوم ہوا کہ بعد مرنے کے کفن کے بھی محتاج ہونگے اور تبرعا کسیکے ذمہ نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری الحاصل یہ ہر سخن سے شیعوں کی سخن فہمی اور ہر قدم پر ان بزرگوار کی عقل و نقل سے مناسبت معلوم ہوتی جاتی ہے ہر ہر بات پر گرفت کرتے کرتے میں بھی تھکا جاتا ہوں اور نیز ترحم آتی ہے کہ ان بیچاروں کو الزام دیکر کہاں تک شرمائے اسلئے باقی امور کا جواب لکھتے جی ڈرتا ہے اور یوں خیال آتا ہے کہ جب اس فرقہ کی خوش فہمی ہر ہر سطر پر معلوم ہو گئی تو اہل انصاف اسی سے سمجھ جائینگے اور بھی ایسی ہی کل کلامے ہونگی لیکن یقین سے اطمینان کا رتبہ زیادہ ہوتا ہے گو اتنی تقریروں سے جو مرقوم ہو چکیں مولوی عمار علی صاحب کے خط علوم کے امور باقیہ کا غلط ہونا بھی قیمتی اور متحقق ہو گیا لیکن عین الیقین کو یہ تردد ہوگا کہ دیکھئے انکی غلط ہونیکی کیا کیا وجوہ ہوں اسلیے باوجود قلت فرصت اور اکثر ضروریات اور بھی حرکت کرنی پڑی

اقول ہر ہر سخن سے سخن فہمی شیعوں کی اور عقل و نقل سے مناسبت صحیح اور درست ہے اور اہل سنت میں ایک فرقہ اشعریہ ہے کہ جسکو اشعر لاشعور کہتے ہیں اور یہ شیخ احمق بھی اسی فرقہ بے شعور میں سے ہے کہ سفیہوں اور دیوانوں کی سی گفتگو کرتا ہے اور اپنی بیہودہ پاگلوں کی سی باتوں کو الزام دینا سمجھتا ہے اور میرا ارادہ ایسی بیہودہ باتوں کے جواب لکھنے کا نتھا لیکن امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے اسکے پیر بزرگ معاویہ بن ابی سفیان سے جنگ کی تھی اسلیے میں بھی انکی پیروی سے اسکے مرید کا مقابلہ بکراہت کرتا ہوں اور جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ کیا لکھا ہے اور جو کچھ آگے کو لکھیگا وہ بھی ایسا ہی بیہودہ لکھیگا کہ جسکا جواب بدون تکلف پائیگا اور جس بات کا جواب ہو چکا ہے بیحیائی سے پھر اسے ہی گائے جاتا ہے اور ایسا بیحیا ہے کہ کسیطرح شرماتا نہیں ہے اور جھوٹی کتابوں کی جھوٹے جھوٹے حوالے دیتا ہے اور شیعوں کی جیسی خوش فہمی ہے تیرا جی ہی جانتا ہے مگر تیری خوش فہمی ہمارے لکھنے سے شیعہ تو کیا اہل سنت کے منصف بھی انکو معلوم ہو جائیگی کہ یہ شیخ دیوانوں کی سی گفتگو کرتا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کی بعد اسکے اس مقدمہ میں کوئی مضمون ہی نہیں ہے وہ امور باقیہ کونسے ہیں کہ جنکو تو غلط کہتا ہے اور مولوی صاحب موصوف نے بعد اسکے اپنے خط میں کب لکھا ہے کہ روایت لانورث خلاف ہے آیہ وہب لی من لدنک ولیا اور آیہ وورث سلیمان داؤد کے مگر تیرا کار اور عادت تیری جھوٹ لکھنے کی ہے جھوٹ لکھتا چلا جا اور دوزخ میں کاذبین کے داخل ہو جا رحمت خدا سے تو محروم ہے

قال الشیخ الاشعری اسلئے بقدر مناسب دربارہ مخالفت حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ اور آیہ وہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب اور آیہ وورث سلیمان داؤد کے اپنی مافی الضمیر کو قلم کے نیچے کھینچتا ہوں اول قابل لحاظ یہ بات ہے کہ جب آیہ یوصیکم اللہ میں خطاب مخصوص امت کیساتھ ہوا تو اس حدیث ہی کی اہل سنت کو کچھ ضرورت نہیں اور کسیکی مال میں میراث جاری ہو کہ نہو رسول اللہ صلعم کے مال میں تو وراثت جاری ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ رسول اللہ صلعم اس حکم میں داخل ہی نہیں با ایں ہمہ جب آیہ ما افاء اللہ سے فدک کا غیر مملوک ہونا ثابت ہو گیا تو جھگڑا ہی تمام ہو گیا اب اگر کوئی کہیں سے خاص رسول اللہ صلعم ہی کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی ثابت کرے تب بھی فدک میں تو میراث جاری ہو ہی نہیں سکتی القصہ اگر بوجہ مخالفت ظاہر کلام جو حدیث مذکور اور آیات باقیہ میں ظاہر بینوں کو معلوم ہوتی ہے حدیث مذکور غلط ہی ہو جاتی تب بھی کچھ حرج نہیں اول تو رسول اللہ صلعم باشارہ آیہ یوصیکم اللہ ہی اس حکم سے مستثنے ہیں پھر اگر اور انبیا کے ترکہ میں میراث جاری بھی ہو تو ہوا کرو کلام تو رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں ہے غایت ما فی الباب حدیث مذکور غلط ہو لیکن اسکے غلط ہونے سے فدک نہیں مل سکتا ہاں آیہ یوصیکم اللہ اگر غلط ہو جاتی تو البتہ شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو دوسرے اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں بھی میراث جاری ہو تب جس چیز میں تنازع ہے یعنی فدک میں بشہادت آیہ ما افاء اللہ میراث جاری نہیں ہو سکتی اب اگر مخالفت مابین حدیث و آیات کے ثابت بھی ہو گئی تو حدیث ہی غلط ہو جاوے پر شیعوں کا مطلب تو ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر آیہ ما افاء اللہ پر شیعہ خط الکھینچکر ایمان پر خط نسخ [illegible] جائیں تو کیوں نہیں بہر حال بغرض اثبات برأت حضرت صدیق اکبر یعنی باینہ غرض کہ فدک کا ندینا موافق حکم نبوی تھا ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ حدیث مذکور [illegible] ہر کوئی [illegible] موافقت ثابت کیجئے اور مخالفت جو بظاہر نظر آتی ہے اسکو باطل کر کے حدیث مذکور ثابت کیجئے اسباب میں باشارہ یوصیکم اللہ اور آیات ما افاء اللہ کافی ہے [illegible] بغرض اثبات [illegible] مطابق کیا [illegible]

اقول روایت لانورث کی مخالفت کا ذکر آیہ وہب لی من لدنک ولیا اور آیہ وورث سلیمان داؤد سے مولوی صاحب کے خط میں نہیں ایسے اپنی طرف سے اضافہ [illegible] کہ [illegible] خط کو امور باقیہ کا غلط ہونا متیقن ہو جائیگا اور یہ مخالفت روایت مذکورہ کی ان دونوں آیتوں سے ایسی ہی ہے کہ یہ بھی روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کہ منع ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ شیخ اس مخالفت کے رفع کرنے میں جو کچھ کوشش کریگا اسکو ہم باطل کرینگے

جیسا کہ ہم ابتدا سے باطل کرتے چلے آئے ہیں اور اب سنئے اول لحاظ کے لفظ سے آخر تک پھر اُن اُمور کا اعادہ کیا جنکو کہ ہم باطل کر آئے ہیں اور ناظرین تحریر احقر کو اس لئے پر واضح ہو گیا ہوگا کہ ہم پہلے
اس سے لکھ چکے ہیں اسکے اقوال کے رد میں اور ثابت کر چکے ہیں کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب ہی طرف جناب رسولخدا صلعم کے اور تمام اُمت کے اور رسولخدا صلعم اس خطاب سے خارج نہیں ہیں اور یہ کہنا اسکا
کہ مخصوص اُمت کیطرف خطاب ہی باطل اور بیجا ہے اور میراث جناب رسولخدا صلعم کے ترکہ میں بھی بیشک جاری ہوتی ہے بموجب حکم آیت یوصیکم کے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور روایت لانورث
باطل ہی خواہ احتیاج ہو اہل سنت کو طرف اُسکے خواہ نہو اور یہ بھی ہم اسکے اقوال کے ابطال میں ثابت کر آئے ہیں کہ فدک کا مملوک رسولخدا صلعم ہونا آیت ما افاء اللہ عنہ ہی سے ثابت ہے
اور اسی آیت کے حکم سے رسولخدا صلعم فدک کے مالک ہوئے ہیں اور اسی جہت سے حضرت فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا پہلے تو ہبہ کا اور بعد اُسکے وراثت کا اور ابوبکر نے اُس ظلم پر کہ جو ہوئی
کور دکیا اور یہ کہتا ہی کہ جھگڑا ہی تمام ہو گیا اور فدک میں بیشک میراث جاری تھی کہ وہ مال فے میں داخل تھا اور جناب رسولخدا صلعم موافق اپنے حصہ کے مال فے کے مالک تھے اور اسی میراث الٰہی
فدک ہی تھا جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور یہ جو کہتا ہی کہ حدیث مذکور کو غلط ہو جائے یہ نہیں سمجھتا کہ اسکے غلط ہونے سے ابوبکر غلط ہوئے جاتے ہیں اور قابل خلافت کے نہیں تھے اول تو
وہ کون عقل کا اندھا ہے کہ جو رسولخدا صلعم کو آیت یوصیکم اللہ کے خطاب سے مستثنے جانیگا کہ خطاب تو عام ہو اور بیوجہ اُسکو خاص سمجھے اور پہلے اس سے جو اس شخص نے اسکے مذہب میں یہ اقوال
اور پاگلوں کی سی گفتگو کی ہے اور حضرت کے مستثنے ہونیکی وجوہ لکھے ہیں کبھی تو لکھتا ہے کہ رسولخدا صلعم زندہ ہیں اور اپنی قبر کے گوشہ میں بیٹھے ہیں بھلا مردونکا کون وارث ہو سکتا ہے اور
کبھی لکھتا ہے کہ رسولخدا صلعم دنیا میں کسی چیز کے مالک ہی نتھے اور دنیا میں کوئی چیز اُنکی مملوک نتھی پہر اُنکا کون وارث ہو اور کبھی لکھتا ہے کہ خدا تعالی تو مثل بادشاہ کے ہے اور رسولخدا صلعم مثل سر رشتہ دار
کے اور سر رشتہ دار جیسا کلکٹر کا حکم لوگوں کو سناتا ہے تو وہ خود اُس حکم میں شریک نہیں ہوتا ایسے ہی رسولخدا صلعم جو حکم خدا سناتے تھے تو وہ خود اُس حکم میں شریک نہوتے تھے اور سوا اسکے جو کچھ اسنے
لکھا ہے ہم اُس سب کو باطل کر چکے ہیں اور اگر اور انبیا کے ترکہ میں میراث جاری ہوئی ہے تو ابوبکر جھوٹے ٹھیرے کہ اُنہوں نے اُنکے ترکہ میں میراث کے جاری ہونیکا انکار کیا ہے اور اپنی
طرف سے نحن معاشر الانبیاء بنا کر رسولخدا صلعم پر افترا کیا کہ اُنکی طرف اس روایت دروغ کو منسوب کیا قابل خلافت نرہے اور کلام تو جناب رسولخدا کے اور سب انبیاء کے ترکہ میں ہے اور سب کے ترکہ
میں میراث جاری ہوئی ہے جیسے کہ جناب رسولخدا صلعم کے ترکہ میں جاری ہوئی ہے اور حدیث مذکور غلط ہوئی تو ابوبکر مفتری ہوئے داخل حکم من کذب علی متعمدا کے داخل ہوئے اور نہ اہل
خلافت کے رہے بلکہ خلافت کے بھی غاصب ہوئے اور فدک بیشک رسولخدا صلعم کے ملک میں آیا اور دعوی حضرت فاطمہ کا صحیح ہو جیسا کہ ہم لکھ چکے اور آیت یوصیکم اللہ کی جہت سے تو شیعہ کہتے ہیں کہ فدک
حضرت فاطمہ کو میراث میں پہنچتا تھا اور ابوبکر نے اُنکو نہ دیا اور یہ شیخ الشیخ کہتا ہے کہ یہ آیت غلط ہو جائے تو شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ
کو فدک میراث میں پہنچتا ہے اس آیت کے حکم سے پہنچتا ہے یا کسی اور آیت کے حکم سے تیری گروہ کے واسطے تو خرابی اس آیت ہی کی جہت سے ہوئی ہے اور ابوبکر غاصب ٹھیرے ہیں تیرے نزدیک
اس آیت کا غلط ہونا چاہیے تاکہ ابوبکر کی نجات ہو اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں میراث جاری ہوگی تو فدک میں پہلے ہوگی اور بشہادت آیت ما افاء اللہ بھی فدک میں میراث جاری
ہوگی کہ اس آیت کے حکم سے فدک رسولخدا صلعم کے ملک میں آیا تھا اور آیت یوصیکم اللہ کے حکم سے اُسمیں میراث جاری ہوئی اور روایت مذکورہ لانورث مخالفت آیت کے جہت سے غلط ہوئی تو ابوبکر
کاذب اور خائن ٹھیرے اور شیعوں کا مطلب تو فضل خدا سے ہر طرح سے ثابت ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں اور آیت ما افاء اللہ ہی کی جہت سے شیعوں کا مطلب ثابت ہے اور تیرا مطلب باطل تو تجھے تنہا اُسپر
خط لا کا کھینچنا چاہیے کہ جس میں ابوبکر کی نجات ہو کیا مکار ہے کبھی تو کہتا ہے کہ آیت یوصیکم اللہ غلط ہو جائے تو شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو اور کبھی لکہا ہے ... کو لکہتا ہے استبعاد آیت ما
افاء اللہ پر خط لا کھینچیں اور حال یہ ہے کہ شیعوں کا مطلب ان دونوں آیتوں ہی سے ثابت ہوتا ہے اور شیعان دونوں آیتوں کی ہی جہت سے ہوگئے ہیں اور ابوبکر کو غاصب ٹھیرتے ہیں اور اہل سنت
ابوبکر کی غاصبیت کے وضع کرنے میں اپنے ایمان کو برباد اور ضایع کرتے ہیں اور ہر چند باعتقاد یا اول ... کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور ابوبکر کی ... نہیں ہوتی اور
آیت یوصیکم اللہ اور آیت ما افاء اللہ کے اشارہ سے ابوبکر غاصب ٹھیرے ہیں آیت اور روایت میں تناقض جاہتی ہے موافقت پیدا کرنی چاہتی ہے اور ابوبکر ... ...
گفتگو کرلے **قال الشیخ الاشعری** اس لئے نظر بر تقدم و تاخر آیات اول درباب مخالفت حدیث و آیت وہب لی من لدنک ... ...
اس آیت میں وراثت مال مراد ہی اور اس وجہ سے حدیث کو اس آیت کے مخالف کہتے ہیں تو وہ حال سے خالی نہیں آل یعقوب سے یا تو خود ذات با برکات حضرت یعقوب علیہ السلام ... ...
محاورات عرب میں اکثر پایا جاتا ہے کہ آل فلانی بولتے ہیں اور اُس سے خود وہی شخص مراد ہوتا ہے یا حقیقی معنی مقصود ہوں یعنی آل یعقوب سے اولاد یعقوب مراد ہو ... ...
لازم آئیگا کہ تا دم دعائے مذکور مال حضرت یعقوب جنکی انتقال کو دو ہزار برس سے زیادہ ہو چکے تھے بجنسہ غیر منقسم رہا ہوا ہو اور آگے حضرت زکریا کو یہ یقین ... ... وفات سے پہلے ابھی اور جو
تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ اگر تقسیم ہو لیا ہوتا یا بعد اس دعا کے قبل وفات حضرت زکریا کے تقسیم ہو جاتا تو پھر جملہ یرثنی من آل یعقوب کے زیادہ کرنیکی ... ... کافی تھا کیونکہ
اس صورت میں وہ مال حضرت زکریا کا ہو چکا اب حضرت یعقوب کا نہ ... حضرت یحیی وارث تو ہر طرح سے حضرت زکریا ہی کے وارث کہلائینگے حضرت یعقوب کے وارث نہ کہلائینگے اس صورت
میں لاجرم جملہ یرث من آل یعقوب غلط ہو جائیگا اور پھر لغو جدا رہیگا کیونکہ حضرت زکریا کی نسبت تو وراثت پر دلالت موجود تھی یرث من آل یعقوب کا ... ... تھی بہر حال اس صورت

[illegible] رسالت سے زیادہ [illegible] حضرت یعقوب کا مال غیر منقسم رہا سو ایسی بات دیوانوں کے سننے کی ہے عاقلوں کے کانوں میں تو ایسے نامعقول
باتیں سماتی نہیں کون کہہ سکتا ہے کہ دو ہزار برس سے زیادہ ایک نصف صدی مال باوجود اس کثرت اولاد کے شاید کبھی نہ ہوئی ہو غیر منقسم رہا ہو **اقول** البتہ وراثت سے اس آیت میں
مراد وراثت الٰہی ہے اور اہل سنت کی تفسیروں میں بھی لکھا ہے چنانچہ معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے وقال الحسن معناہ یرثنی مالی ویرث من آل یعقوب النبوۃ یعنی کہا
حسن نے معنی اسکے یہ ہیں کہ وارث ہووے میرے مال کا اور وارث ہووے اولاد یعقوب سے نبوت کا اور تفسیر کبیر میں مذکور ہے واختلفوا فی المراد بالمیراث علی وجوہ احدہا ان المراد بالمیراث
فی الموضعین ہو وراثۃ المال وہذا قول ابن عباس والحسن والضحاک یعنی اور اختلاف کیا ہے انہوں نے بیچ میراث کے کئی وجوہ پر ایک ان وجوہ کا یہ ہے کہ تحقیق مراد ساتھ میراث
کے دونوں جگہ میں وراثت مال ہے اور یہ قول ابن عباس اور حسن اور ضحاک کا ہے اور اسی طرح تفسیر لباب میں ہے اور لغت اور شرع میں دونوں میں ارث اسکو کہتے ہیں کہ جو انتقال کرے
میت سے طرف وارث کے یعنی جو مال کہ متوفی کے وارثوں کو جو چیز کہ پہنچتی ہے خواہ وہ کسی جنس کے اقسام مال میت سے ہو اسکو ارث کہتے ہیں اور مال کے غیر مثل علم اور نبوت کے ارث کا استعمال
نہیں ہوتا اگر بطریق مجاز اور [illegible] طرف مجاز کے جانا اور علم اور نبوت میں اسکا استعمال کرنا بدون دلیل کے ہرگز جائز نہیں اور دوسری یہ کہ حضرت زکریا نے کہا کہ واجعلہ رب رضیا
یعنی اور کر دے تو اسکو اے پروردگار میرے پسندیدہ [illegible] اگر مراد وراثت سے وراثت علم و نبوت ہو مقصود حضرت زکریا کا یہ ہو کہ یہ علم و
نبوت اسکو وراثت میں پہنچے تو جس وقت وہ نبی ہوا تو تمام فضائل اس میں [illegible] پسندیدہ ہو گیا اور جب نبی ہو گیا تو پھر اسکے واسطے دعا رضی کر دینے کے بالکل بیکار
اور بیجا ہے حصول نبوت کے فقرہ واجعلہ رب رضیا [illegible] ایسا ہی جیسے کوئی [illegible] اسکو پسندیدہ کر [illegible] پیغمبر ہوا تو پسندیدہ ہونے کی دعا کرنی کیا فائدہ
رکھتی ہے اور کہا حضرت زکریا نے کہ وانی خفت الموالی من ورائی اور ابن عباس نے [illegible] یعنی بھائی بہن اور مجاہد کے نزدیک عصبہ ہیں اور کلبی کے نزدیک ورثہ ہیں
یہ سب مفسرین اہل سنت [illegible] بیان کرتے ہیں پس وارث کو طلب کیا واسطے [illegible] خوف وراثت مال [illegible] اور وراثت نبوت میں ہرگز نہیں ہوتا ہے اسواسطے
کہ [illegible] نبوت خدا تعالیٰ [illegible] اسکے لائق ہوا [illegible] اسکی لیاقت نہیں رکھتا اسکو ہرگز نہیں دیتا اور یہ بات ہرگز معقول نہیں ہو سکتی کہ حضرت زکریا
[illegible] ایسا [illegible] نبوت [illegible] خدا تعالیٰ اسکو ہی کرتا تو نبوت
[illegible] حضرت زکریا کا دعا کرنا لغو تھا [illegible] حضرت زکریا کا خوف کرنا [illegible] معلوم ہوا کہ ادہر وراثت سے یہاں وراثت مال ہے کہ قریبوں میں
اگر وارث ہو جائیں تو مال کو [illegible] خوف تھا حضرت زکریا کو اس جہت سے دعا کی اور مراد آل یعقوب سے اولاد یعقوب ہے نہ ذات یعقوب اور یعقوب زکریا کے
بھائی کا نام تھا یا عمران بن ماثان کے بھائی کا نام تھا جیسا تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے نہ حضرت یعقوب پیغمبر کہ جنکو دو ہزار برس کا عرصہ ہوا خبر تو ہے نہیں جو چاہتا ہے بے تحقیق لکھ دیتا
اور عمران حضرت مریم کے باپ تھے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آل یعقوب سے مراد ذات یعقوب ہو اور عرب میں ایسا کب بولتے ہیں [illegible] جو چاہتا ہے اپنی ایجاد کر کے لکھ دیتا ہے اور پھر اسی واہی بات کا
جواب دیتا ہے پس جو وقت کہ آل یعقوب سے مراد حضرت یعقوب نہ ہوئے تو جو کچھ اس نے بعد اسکے اسپر بنا کر کے لکھا ہے وہ سب باطل ہے **وقال الشیخ الاشعری** [illegible] آل
یعقوب سے معنی تحقیقی مقصود ہوں اور اولاد یعقوب مراد ہو تو یہ معنی ہوں کہ حضرت یحییٰ تمام بنی اسرائیل کے وارث ہوں جو تعداد میں لکھوکھا [illegible] اور پھر با اینہمہ حضرت یحییٰ تمام
احیا اور اموات کے ایسا رشتہ و قرابت رکھتے ہوں جو موجب وراثت ہوئے [illegible] بنی اسرائیل میں جو زندہ ہوں لاجرم حضرت یحییٰ کے سامنے مر ہی جائیں تاکہ
وراثت جو حضرت زکریا ہی اور یرث من آل یعقوب اسپر دلالت کرتا ہے ظہور میں آوے یہ بات پہلی بات سے بھی کچھ بڑھ کر ہوتی ہے بجز اسکے کہ ان عبارات کے ایسے معنی لینے کو دیوانگی اور
[illegible] اور کیا کہئے ما قال عالم کے تو تصور میں بات نہیں آ سکتی ایسے امور وجود میں آئیں اور پھر کوئی نادان ہو ایسے نامعقول تمنائیں کرے چہ جائیکہ حضرت زکریا انبیاء
کی تیزی ذہن اور سلامت عقل سب جانتے ہیں اور پھر باینہمہ کیا زیبا تھا کہ جناب باری تعالیٰ ایسی چیزوں کو انکی ایسے کلام پاک میں نقل فرماتا کہ جسکی بلاغت و متانت کا شہرہ آسمان
سے زمین تک پہنچا غایت ما فی الباب کوئی بات کو بنائے تو یوں بنائے کہ من کل واحد من آل یعقوب اگر فرماتے تو یہ اعتراض ہو سکتا اور فقط من آل یعقوب سے تو سب بنی اسرائیل کے مال
کی وراثت لازم نہیں آتی اگر اہل انصاف سمجھتے ہیں کہ اگر یہ معنی ہوں کہ بنی اسرائیل میں سے ہر فرد بشر کے وارث ہو یعنی ضرور نہیں ایک دو کی وراثت بھی کافی ہے تو اتنی بات تو یہ بھی
میں موجود تھی اسقدر عبارت تراشنے سے کیا حاصل ہوا معنا ایسے موقع میں بحکم محاورہ تمام افراد ہی مراد ہوتے ہیں **اقول** بیشک آل یعقوب سے مراد اولاد یعقوب ہے نہ حضرت یعقوب
لیکن آدمی کو چاہئے کہ دوسرے شخص کے مطلب کو دریافت کر لے تب ارادہ گفتگو کا کرے اور جو کچھ کہ دوسرا شخص کہتا ہے اسکو تو سمجھے نہیں اور اپنی طرف سے لڑنے ہوں کرنے لگے یہ طریقہ گفتگو
کا نہیں ہے اور معنی صحیح اس آیت کے یہ ہیں کہ لفظ من آیت من آل یعقوب میں تبعیضیہ ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ اے پروردگار میرے بخش تو مجھکو اپنے پاس سے ایک بیٹا کہ وارث ہو میرا اور
بعض اولاد یعقوب کا کہ وہ چچا اسکا ہو یا ماموں اسکا یا خالہ یا پھوپھی اسکے اور سوائے اسکے جنکا کہ وارث ہو سکتا ہے نہ تمام بنی اسرائیل اسکو تو سب جانتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کل بنی اسرائیل کے

وارث نہیں ہوسکتی ایسی پوچ باتوں کے کہنے سے کیا فائدہ ہے اور یہ بھی خوب بات ہے کہ اپنی طرف سے ایک بات پوچ تو ایجاد کرکے شیعوں کی طرف منسوب کر دینا کہ شیعہ جسکے قائل نہیں ہیں اور پھر اُس
پوچ بات اپنی ساختہ اور پرداختہ پر اعتراض کرنے لگے یہ اس شیخ نجدی ہی کا کام ہے اور عاقل تو ایسا کام نہیں کرسکتا اور اگر مِن کو تبعیضیہ کہئے یا کہ بیانیہ کہئے اور وراثت سے مراد وراثت
علم یا نبوت ہو جیسا کہ یہ شیخ کہتا ہے تو اس صورت میں بھی معنی یہ ہونگے کہ حضرت یحییٰ تمام بنی اسرائیل کے علم کے وارث ہوں و یہ درست نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ بنی اسرائیل کا علم کیا
تھا اگر بعضوں کا علم ہدایت کا تھا تو بعضوں کا علم گمراہی کا بھی تھا ایسی دعا حضرت زکریا ہرگز نکرتے کہ مجھکو ایسا فرزند عطا کر کہ سب بنی اسرائیل کے علم کا وارث ہو خواہ ہدایت کا
علم ہو خواہ ضلالت کا علم بلکہ مِن تبعیضیہ ہے اس صورت میں یہی مراد ہے یعنی عطا کر مجھکو ایسا فرزند کہ وہ وارث ہو بعض اولاد یعقوب کا وہ انبیاء علیہم السلام ہیں لیکن مراد وراثت
اس آیت میں وراثت مالی ہے نہ وراثت علمی چنانچہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی تفاسیر سے نقل کرچکے ہیں و خود آیت وراثت مالی پر دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ اسکے پہلے ہی وَاِنِّی خِفْتُ
الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِی سو خوف موالی سے اسکا ہوتا ہے کہ وہ اسکو خورد برد کریں خوف علم کا اور وراثت علم و نبوت مراد ہوتی اور خوف احکام شرع کی تبدیل و خراب کردینے کا ہوتا تو موالی کی
ذکر کی کیا خصوصیت تھی بلکہ کہتے کہ میں ان لوگوں کا خوف کرتا ہوں کہ جو اثر میں خواہ موالی ہوں خواہ انکے غیر ہوں و حسن بصری نے جو وراثت مالی مراد لی ہے سو اسی آیت سے استدلال کیا ہے
چنانچہ ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے اور کہتا ہے حسن بصری کہ اگر وراثت نبوت مراد ہوتی تو حضرت زکریا انی خفت الموالی نہ کہتے اور ہر چند علم نبوت کا بدون امداد جناب باری
تعالیٰ ممکن نہیں ہے اور حضرت زکریا جو جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ موافق حکمت اور مصلحت کے [illegible] تو انسے محال معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کیطرف ایسا گمان کریں کہ وہ نبوت ایسے شخص کو دیوے
جو کہ تبدیل احکام و شرائع کرے [illegible] وراثت علم و نبوت کسیطرح سے مراد نہیں ہوسکتی اور مفصل ہم لکھ چکے ہیں اور جسوقت کہ لفظ مِن ہے مِن آل یعقوب میں مراد مِن تبعیضیہ ہوا تو جو
کچھ کہ اس شیخ نے لکھا ہے وہ سب باطل ہے کیا اسواسطے کہ [illegible] مراد [illegible] مِن بیانیہ نہیں جیسے کہ ہم لکھ چکے تا آخر [illegible] اور لفظ مِن اگر بیانیہ ہو تو بھی مضائقہ نہیں
ہے اسواسطے کہ یعقوب حضرت زکریا کے بھائی کا نام تھا [illegible] حضرت زکریا کا خوف تھا حضرت یعقوب بن اسحاق مراد [illegible] العینی و ابن اہل سنت [illegible] سے
ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** [illegible] شیعوں کا اس آیت کو وراثت مالی پر محمول [illegible] حضرت [illegible] صدیق [illegible] حضرت صدیقہ
طعن کرنا بعینہ ایسا قصہ ہے جیسے [illegible] والوں پر [illegible] علماء کی فہم و فراست [illegible] عقل سے تو [illegible]
موالی سے مقصد حضرت زکریا نے مقام عابتن لفظ فرمائی ہیں [illegible] فرزند [illegible] اور [illegible] آپ وارث ہوا [illegible]
فرزند ہوتا ہے جو قابلیت وراثت [illegible] اگر [illegible] کے قید سے یہ غرض ہو کہ ایسے وصاف [illegible] وارث ہوں [illegible] اقامل [illegible] قابل
کے وارث میت نہیں ہوتے تب بھی سکی کچھ حاجت نہتھی اسلئے [illegible] صیانت [illegible] یہی معنی ہیں [illegible] باقی [illegible] احتمال [illegible]
کی قید اسلئے بڑھائی کہ مبادا فرزند تو عطا ہو لیکن سامنے ہی مرجاوے تو یہ احتمال اُسی کو رہا ہے جو نعوذ باللہ خداوند علیم کو فہیم سمجھے [illegible] الفاظ [illegible] انی خفت الموالی
ورائی جس سے یہ بات نکلتی ہے مجھے [illegible] بعد کا اندیشہ ہے اس اندیشہ کے سبب طلب کرتا ہوں [illegible] تو ایسا ملے [illegible]
لفظ ولی کو اُسی کے کہتے ہیں جو ولیعہد و خلیفہ ہو [illegible] حضرت زکریا [illegible] **اقول** وراثت مالی [illegible] نہیں لکھتے ہیں بلکہ علماء اہل سنت بھی [illegible]
جیسا کہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے اور ہم بخوبی ثابت کرچکے ہیں وراثت مالی کو اور وراثت علم و نبوت بالکل [illegible] نہیں ہوسکتی [illegible] آیات [illegible]
تیرے نزدیک تو ابن عباس و ضحاک و حسن بصری اور شعبی وغیرہ علماء اہل سنت ہونگے جو وراثت مالی کے قائل ہیں [illegible] فہم [illegible] علماء [illegible]
اُنہوں نے وراثت مالی تجویز کی اور تجھ جاہل کو ان کی رای کے موافق نہ کہا او شیعہ تو وہ کہتے ہیں [illegible] تیری [illegible] احتمالات [illegible]
مراد ہے اور ولی کے کہنے سے یہ غرض ہرگز نہ تھا اور یہ نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فرزند پیدا ہوکر لڑکپن ہی میں باپ کے پہلے مرجاتا ہے اسلئے حضرت زکریا نے یہ دعا کی کہ وہ وارث
ہووے کہ بعد میرے بھی وہ زندہ رہے اور جنس صاف کی چیز آدمی کو مطلوب ہوتی ہے اور اسکے جی میں ہے اُسی طرح موافق اپنی مرضی کی حاجت طلب کرتا ہے اور خدا تعالیٰ تو ہر ایک کی ضمیر
کا عالم ہے اور جانتا ہے کہ اسکو ایسے و ضما کا مطلوب ہے لیکن دعا میں سب اوصاف کا ذکر کیا جاتا ہے اور اوصاف کا ذکر ہے اور اُسنے وہی طلب ہے اور خدا تعالیٰ [illegible]
کے عطا کرے تو پھر تکرار نہیں کرسکتے اگر تکرار کریں تو خدا تعالیٰ فرماوے کہ تونے ان اوصاف کا طلب کیا تھا حضرت یوسف نے کہا کہ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ خدا تعالیٰ نے دعا
قبول کی اور قیدخانہ میں بھجوا دیا جب تکلیف ہوئی قیدخانہ میں تو اُسکی شکایت کی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تونے تو ہم سے عافیت کو کب طلب کیا تھا قیدخانہ چاہا تھا قیدخانہ دیا اور
بیضاوی میں لکھا ہے کہ یوسف کو اول عافیت طلب کرنی چاہئے تھی اور خدا تعالیٰ کیا نہیں جانتا تھا کہ یوسف دل میں عافیت کو چاہتا ہے لیکن صرف قیدخانہ کو چاہا تھا خدا تعالیٰ
نے قیدخانہ دیدیا اور عافیت کو نہیں چاہا تھا عافیت ندی اور فرزند کا سامنے ہی مرجانا کیا ممکن نہیں ہے اُنہوں نے تو فرزند ہی طلب کیا تھا اور اگر فرزند موافق دعا کی پیدا ہوکر

اپنے سے پہلے ہی مرجاتا تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا اور اسمیں نعوذ باللہ کہنے کی کیا بات ہے دعا موافق طلب کے مستجاب ہوتی ہے یا موافق آسکے جو دل میں ہے اور خوف موالی کیواسطے اسی
طرح کی دعا کرنی مناسب تھی کہ جسمیں اس فرزند کی درازی عمر بھی ہو تاکہ باپ کے مال کو موالی تک پہنچنے نہ دے اور خود ہی اسکا مالک ہوجاوے اور حضرت زکریا کو جو خوف موالی کا تھا کہ ایسا نہو کہ
میرا مال انکو جا پہنچے اسواسطے انہوں نے یہ دعا کی کہ ایسا فرزند عطا کر کہ جو اسکو میرا مال پہنچے اور موالی کو نہ پہنچے یہ لفظ انکو کسیطرح سے نہیں ہوسکتا ہے اور بعد کے اندیشہ کیواسطے جیسا فرزند چاہئے
تھا کہ پیدا ہو اور وارث بھی ہو ولیا ہی حضرت زکریا نے طلب کیا اور اِنِّی خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَائِی کے مطابق جو دعا پہلے گزری ہے اور اگر صرف ولیا کہتے اور یرثنی نہ کہتے تو اسکے مطابق نہ ہوتا
اور ولی کو لفظ سے اول تو ولیعہد کے ہونیکی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر ولیعہد ہی مراد ہو تو کیا ولیعہد باپ کے سامنے نہیں مرتا ہو دیکھو مرزا شبو جو ولیعہد بہادر شاہ بادشاہ کے تھے اپنے باپ سے پہلے
ہی مر گئے اور باپ کے وارث ہونے پائے کیا فائدہ ہوا ولیعہد بننے سے جب باپ سے پہلے ہی مر گئے اور میراث باپ کی لینے نہ پائے **قال الشیخ الاشعری** اور ان سب خرابیوں سے قطع نظر کیجے
وراثت مال کے ہونیکی ایک یہی وجہ بہت ہے کہ اس صورت میں حضرت زکریا کے منصب نبوت کو بٹا لگتا ہے مال کا اتنا خیال کہ جیتے جی تو تھا ہی مرنے کے بعد کا بھی ابھی سے بندوبست ہے اور وہ
بھی اسقدر کہ خدا سے بھی کچھ شرم نہیں یہانتک کہ جناب باری ہی سے یہ التجا ہے کہ اسکے برتنے کے لیے فرزند عنایت کر یہ درجہ کی دنیاداروں اور محبان دنیا کا کام ہے نہ کہ انبیاء کا اور انہیں
سے بھی حضرت زکریا کا جو آزادگی اور وارستگی میں مشہور تھے استغفر اللہ شیعہ بھی کسقدر بیہودہ ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ انبیاء کو بھی نہیں چھوڑتے انبیاء کی یہ لوگ کیا قدر جانیں
انکی ہمت بلند کے سامنے تو تمام متاع دنیا مینگنی کے برابر ہے انمیں سے پھر حضرت زکریا جیسے بے تعلق و ملیک قدر قلیل متاع دنیا کے لئے اسقدر کیا بندوبست کرتے اور وہ بھی اتنا کچھ کہ خدا تک نوبت
پہنچی اور بھی اس اہتمام سے کہ اول تمام مراتب اپنے استحقاق کے جس سے خواہ مخواہ دعا مقبول ہی کرنی پڑے بیان کیے جائیں من بعد تمہید مطلب ہے تو بھی انی خفت الموالی جس سے اپنی کمال
بیقراری اور بیتابی اور ضرورت فرزند ثابت ہوجاتا کہ کچھ توقف نہو سبحان اللہ نبی نہوئے دنیادار ہو اتنی دور کی تو انہیں بھی نہیں سوجھتی جنکے رگ و پے میں محبت دنیا رچی ہوئی ہے
اور غضب روزا سنی بیان گیان ہیں تس پر علاوہ بریں حضرت زکریا کو اندیشہ کہ انکے بنی اعمام انکے مال کو انکے بعد بیجا اور بے موقع صرف کریں گے تو اول تو یہ کہ یہ اندیشہ ہی بیجا کیونکر نقل
مشہور ہے آپ موئے جگ ڈوب گیا مرنے کے بعد کوئی سیاہ کرو یا سفید مردہ کو کیا اندیشہ بعد مردن کوئی مواخذہ کی صورت ہی نہیں دوسرے خدا سے عرض کرنیکی کیا ضرورت تھی اس اندیشہ
کی تدبیر اور تدبیر ہے وہ عمدہ کہ در صورت قبولیت علاوہ بات ہرگز نہیں خود انکے ہاتھ میں موجود تھی یعنی اپنے ہاتھ سے تمام اموال خدا کی راہ میں لٹا جاتے جو اس خوف سے بھی نجات ہوجاتی اور
ذریعہ یہ ترقی درجات آخرت بھی میسر آتا فرزند اگر نیک بھی ہوا اور اس نے مال کو خدا کی راہ میں صرف بھی کیا تو مردہ کو کیا وہ مال اب فرزند کا ہوا ثواب بنی دلانے کا اسکو ہوگا باقی رہی یہ
بات کہ مال کو ایک دفعہ لٹا دینے میں اندیشہ تھا کہ اگر بعد اتفاق حیات طویل باقی نہ نکلی تو اپنا گزارہ مشکل ہے اسکی یہ صورت ہے کہ اگر کسی ایسی ہی بے صبری اور اسباب کی پابندی تھی اور
باوجود نبوت توکل شعار نہ تھا تو انبیاء کو انکی موت کی اطلاع ہوجاتی ہے وقت اطلاع موت سب کو لاجاتی اور روایات بد وضع اسلئے کچھ نہ چھوڑتے القصہ نظر بر وجوہ مذکورہ وہب لی
من لدنک ولیا میں وراثت مالی مراد نہیں ہوسکتی **اقول** وراثت مال کے ادعا میں کچھ خرابی نہیں ہے اگر خرابی ہے تو وراثت علم و نبوت میں ہے جیسا کہ ہم مفصل لکھ چکے ہیں بلکہ وراثت
علم بن سکتی ہی نہیں اور وراثت مالی میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جو کچھ اس دن میں لکھا ہے وہ احتمالات ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ اگر وراثت مالی مراد ہو تو حضرت زکریا کی نبوت کو بٹا لگتا ہے
یہ ایک واہی سی بات ہے اگر کوئی یہ کہے کہ میرا کچھ مال میرے بعد باقی رہ جائے تو وہ مصرف نیک میں صرف ہو اور بدچلن آدمی اسپر قابو پا کر اسکو مصرف بد میں اور غیر مرضی خدا میں صرف نہ کرنے
پائیں اور خدا سے درخواست اسی کی ہے اس آرزو کی تو اسمیں بٹا لگنے کی کونسی بات ہے اور دنیاداروں کی کونسی صورت ہے یہ تو عین دینداری ہے کہ مال مصرف نیک میں صرف ہو اور حرام میں
صرف ہونے سے محفوظ رہے اگر یہ امر خلاف شان ہے اور غیر مرضی خدا کے ہوتو کہنا ہے کہ حق تعالیٰ نے مال کی بیجا ضائع کرنیکو حکم بھی نہیں دیا ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ اپنی موقع پر صرف ہو اور اسمیں نبی اور
غیر نبی سب برابر ہیں یہ بات ہرگز ہرگز دنیاداروں کی سی نہیں ہے اور ابن عباس اور حسن بصری اور ضحاک وغیرہ مفسرین اہل سنت جو وراثت مالی کے قائل ہیں چنانچہ تفسیر کبیر اور
معالم التنزیل وغیرہ میں لکھا ہے انکو ان قباحتوں کی کیا خبر نہ تھی جو تو اپنی طرف سے ایسی باتیں گھڑتا ہے اور خیال بنی اعمام کے بیجا خرچ کرنیکا کیوں نہو جس وقت کہ حضرت زکریا کی متعلقین
جو کہ کسب کرنے سے قاصر ہوں اور عورتیں کہ جنکے سبب انکی مال میں سے روزی باقی ہیں علی الخصوص راضی کی حاصل ہیں تو وہ سب محروم رہجائیں اور اشرار اسکو خورد برد کر جائیں اور
پسماندوں کا خیال نہیں ہوتا ہے تو وصیت کسواسطے مقرر ہوئی ہے اور مال کو مرنے سے پہلے ایک دفعہ ہی لٹا دینا بھی پسندیدہ نہیں ہے بلکہ اسکا باقی رکھنا اس جہت سے کہ جو
کہ کسب کرنے سے عاجز ہیں ہمیشہ روزی باقی رہیں یہ بہتر ہے اور اسیواسطے فرزند سعید طلب کیا کہ وہ اس مال کو ہمیشہ راہ خدا میں صرف کرتا رہے اور بے سہارے والوں کو پہنچاتا رہے جیسا
کہ میں پہنچاتا ہوں تو یہ موجب تضاعف حسنات کا ہے اور جو کچھ کہ موصی کی وصیت کے موافق محتاجوں کو علی الدوام پہنچتا رہے تو کیا وصیت کرنیوالے کو ثواب نہوگا کیا اسکا ثواب بھی وارث
ہی کو ہوگا یہ بات نہیں ہے بلکہ اسکا ثواب وصیت کرنیوالے ہی کو ہوگا اس ارادہ سے مال کی باقی رکھنے میں کہ ہمیشہ عاجزوں کو پہنچتا رہے اور زیادہ ثواب ہے مال کی ایک دفعہ ہی
لٹا دینے سے پس معلوم ہوا کہ وراثت سے مراد وراثت مال ہے نہ وراثت علم و نبوت **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس آیہ وورث سلیمان داؤد میں بھی بحکم قرائن عقلیہ

ارادہ وراثت مالی ممنوع ہے مگر شاید شیعوں کو یہ عذر ہو کہ یہاں عقل ہی بکار دہے تو البتہ یہ عذر معقول خیر اگر شیعہ انصاف کریں تو اسقدر اور معروض ہے کہ باتفاق مورخین اور اجماع اہل تواریخ
حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے ایک حضرت سلیمان اور اٹھارہ اور سب ہی وارث ہوتے اگر ہوتے حالانکہ بطور خصوصیت جناب باریتعالیٰ کا یوں فرمانا کہ حضرت داؤد کی حضرت سلیمان وارث
ہوئے اسبات کو مقتضی ہے کہ حضرت داؤد کو وارث فقط حضرت سلیمان ہی تھے اور بھائیوں کی شرکت نہتی اور نیز یہ بھی کھلی ہی بات ہے کہ سب بیٹے باپ کے مال کو وارث ہوا کرتے ہیں پھر اسبات کے
بیان کرنے سے کیا حاصل نکلا جو جناب باری تعالیٰ نے اِس قصہ کو یاد فرمایا ایسی لغو بیہودہ باتیں خداوند متین کے کلام میں نہیں ہو سکتیں علاوہ بریں ایسی بات کے بیان کرنے میں حسین تمام عالم شریک ہیں
شریک ہوں کیا بزرگی نکلی جو خداوند کریم نے حضرت سلیمان کے فضائل و مناقب میں اسکو درج فرمایا اور بمقام تعریف میں چنانچہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے ذکر کیا القصہ بوجوہ مذکورہ یہاں
بھی وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی جب یہ دلائل واضحہ اس سے اطمینان ہوا کہ ہرچہ باداباد وراثت مالی تو مراد نہیں تو یہ تردد ہوا کہ پھر اور کونسی وراثت مراد ہوگی اسبات کے اطمینان کے لیے اول حضرات
ائمہ کیطرف رجوع کیا اُدھر سے یہ جواب ملا ان سلیمان ورث داود وان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ ورث سلیمان یعنی بیشک حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے اور حضرت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کے وارث ہوئے چنانچہ روایت امام جعفر صادقؑ کے حوالہ سے امام المحدثین شیعہ حضرت کلینی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے سنیوں کی کتابوں
میں ایسی ویسی باتیں ہوتیں تو شیعوں کے لئے گنجائش انکار بھی تھی بہرحال اس روایت سے عیاں ہے کہ آیہ و ورث سلیمان میں تو وراثت علمی اور وراثت منصب نبوت مراد ہے وراثت مالی مراد نہیں
کیونکہ رسول اللہ صلعم کو حضرت سلیمان سے کیا قرابت تھی جو اُسکے وسیلہ سے جو مال حضرت سلیمان کو حضرت داؤد کے ترکہ میں سے ملا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میراث میں ملتا علیٰ ہذا القیاس مال ملا
تو کب ملا بجز اسکے کچھ نہیں کہ ایسی میراث جو حضرت داؤد سے حضرت سلیمان کو پہنچی اور حضرت سلیمان سے رسول اللہ صلعم کو پہنچی بجز میراث نبوت اور میراث علم کے اور کچھ نہیں **اقول** آیہ
و ورث سلیمان میں بحکم قرائن عقلیہ و نقلیہ یہی ثابت ہے کہ مراد وراثت سے وراثت مالی ہے نہ وراثت علمی اور اگر اشعریہ لاشعوریہ بسبب نہ ہونے عقل کے نہ سمجھیں تو عذر انکا بجا ہے کہ وہ عقل سے معذور
ہیں اور حضرت داؤد کے انیس فرزند ہونے پر ہرگز اجماع اہل تواریخ نہیں ہے اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اس مضمون کو طرف کتب یہود و نصاریٰ اور بعض مسلمین کے منسوب کیا ہے
اور دعوی اجماع کا اسپر نہیں کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ فی کتب الیہود والنصاریٰ ان بنی داؤد کانوا تسعۃ عشر و قال بعض المسلمین ایضا یعنی کتب یہود و نصاریٰ میں مذکور ہے
کہ فرزند داؤد کے انیس تھے بعضی مسلمانوں نے بھی یہی کہا ہے لیکن کتب یہود و نصاریٰ اور بعض مسلمین کا جو حوالہ دیا ہے اسکی صحت کی کیا دلیل ہے اور قرآن سے یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ حضرت داؤد کو سوا سلیمان کے اور کوئی فرزند نہ تھا چنانچہ فرماتا ہے
وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ اور کسی فرزند کی پیدائش کا ذکر نہ کیا اور اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ حضرت داؤد کے انیس فرزند تھے تو ہو سکتا ہے کہ بعد حضرت داؤد کے انمیں سے کوئی باقی
نرہا ہو سوائے سلیمان کے اسیواسطے خداتعالیٰ نے حضرت سلیمان تنہا کی وراثت کا ذکر کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس شرع میں وراثت نبی کی خاص نبی ہی کیواسطے ہوتی ہو بلاواسطہ
کہ یہ قول اس سے زیادہ بعید نہیں ہے کہ پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا جیسا کہ ابوبکر نے کہا ہے نحن معاشر الانبیاء لانورث و سوای اسکے یہ ذکر کہ سلیمان کی وراثت کا ذکر اوروں کی
عدم وراثت پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ بھی وارث ہوئے ہوں اور اگر ایسا ہی ہے کہ حضرت سلیمان کی وراثت کا ذکر اور فرزندوں کی نفی وراثت پر دلالت کرتا ہے تو چاہیے کہ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ
سُلَيْمَانَ اور فرزندوں کی عدم وجود پر دلالت کرے کہ اسمیں تو سوائے حضرت سلیمان کے کسیکی پیدائش کا ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ سوا حضرت سلیمان کے اور کوئی فرزند حضرت داؤد کے
تھا اسواسطے اُنکی ہی وراثت کا ذکر کیا یہ ہیں وجوہ حضرت سلیمان تنہا کی ذکر کرنیکی وراثت میں و سوائے ان وجوہ کے ذکر حضرت سلیمان تنہا کا واسطے اہتمام شان سلیمان کے بھی
ہو سکتا ہے سوائے باقیوں کے اور روایت کافی کلینی کی جو بیان کی ہے یہ روایت اُس آیت کی تفسیر اور تاویل میں واقع نہیں ہوئی ہے اور غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ روایت اس امر پر دلالت
کرتی ہے کہ وراثت علمی بھی ہوتی ہے اور لفظ میراث کا غیر اموال میں بھی بولا جاتا ہے سو اسکا کوئی منکر نہیں ہے اور کلام تو اسمیں ہے کہ لفظ میراث وقت اطلاق بدون قرینہ کے غیر میراث اموال
میں مستعمل نہیں ہوتا اور روایت میں قرینہ میراث علمی کا موجود ہے اور آیت میں نہیں ہے اسیواسطے حضرت علی نے آیہ و ورث سلیمان داؤد اور آیہ یرثنی و یرث من آل یعقوب سے استدلال
کیا جسوقت ابوبکر نے کہا کہ نحن معاشر الانبیاء لانورث چنانچہ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے اور کنز العمال میں لکھا ہے عن ابی جعفر قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر تطلب میراثھا وجاء
عباس بن عبد المطلب یطلب میراثہ وجاء معھما علی فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فقال علی ورث سلیمان داود وقال
زکریا یرثنی ویرث من آل یعقوب قال ابوبکر ھو ھکذا وانت واللہ تعلم مثل ما اعلم فقال علی ھذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا وانصرفوا یعنی ابو جعفر سے روایت ہے کہا آئی فاطمہ طرف ابوبکر کی طلب کرتی تھی میراث اپنی۔ اور آیا عباس
پسر عبد المطلب طلب کرتا تھا میراث اپنی اور آیا ہمراہ اُن دونوں کے علی پس کہا ابوبکر نے کہ کہا ہے رسول خدا صلعم نے نہیں میراث کیے جاتے ہیں ہم جو کچھ کہ چھوڑا ہے ہمنے وہ صدقہ ہے پس کہا
علی نے کہ خدا فرماتا ہے و ورث سلیمان داؤد اور کہا زکریا نے یرثنی ویرث من آل یعقوب کہا ابوبکر نے کہ وہ اسی طرح ہے اور تو قسم ہے خدا کی جانتا ہے جیسا کہ میں جانتا ہوں پس کہا
علی نے یہ کتاب خدا کی .... ناطق ہے پس خاموش ہوئے اور پھر گئے **قال الشیخ الاشعری** علاوہ ازیں خود کلام ربانی میں کلام سابق اور کلام لاحق دونوں اسی بات پر دلالت
کرتے ہیں کہ جملہ ورث سے میراث علمی مراد ہے میراث مالی مراد نہیں جاننا فطان عربی داں پر پوشیدہ نہیں بایں ہمہ بندہ بھی ماقبل مابعد دونوں کو لکھ کر اطمینان کئے دیتا ہے کلام سابق تو یہ ہے

لقد اٰتینا داوٗد وسلیمان علمًا وقالا الحمد للّٰه الذی فضلنا علی کثیر من عباده المؤمنین جسکے جملہ ورث سلیمان سی ملکر یہ معنی ہوئے کہ یا تحقیق دیا ہمنے داؤد اور سلیمان کو ایک علم اور کہا اُن دونوں نے
شکر اُس اللہ کا جس نے فضیلت دی ہمکو اپنے بہت بندوں ایمان والوں پر اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے اور کلام لاحق یہ ہے وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر اور مجموعہ کے ملکر یہ
معنی ہوئے کہ وارث ہوئے سلیمان داؤد کے اور کہا وہ لوگو ہمکو سکھائی ہے یعنی خدا نے گفتگو پرندوں کی فقط اب دیکھیے کہ جب جملہ ورث جملہ ولقد آتینا پر معطوف ہوا اور جملہ وقال ورث پر معطوف
ہوا اور پھر ان دونوں تینوں معطوف اور معطوف علیہ کے ایک دوسرے پر معطوف ہونیکو لحاظ کریں تو درصورتیکہ جملہ وقال جملہ ورث پر معطوف ہو تو اس ارتباط سے آپ یہ بات نکلتی ہے
کہ ورث میں وراثت علمی مراد ہے ورنہ بے علاقہ دو جملہ میں عطف کے کیا معنی جس نے مختصر معانی اور مطول کی بحث فصل و وصل کو دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر وراثت سے وراثت
علمی مراد نہو بلکہ مالی ہو پھر عطف کے جواز کی کوئی صورت نہیں چہ جائیکہ موجب فصاحت و بلاغت ہو اور ظاہر بھی تو ہے اس صورت میں ان دونوں تینوں جملوں میں عطف کا ہونا بعینہ ایسا ہے کہ
جیسا زاغ کے ساتھ طوطی کو ایک قفس میں بند کر دیجیے اور جملہ ورث جو مابین اپنے ماقبل اور مابعد کے داخل ہے اسکی یہ صورت ہوگی جیسے کہا کرتے ہیں بیاہ میں بیج کا لیکھا ایسے غیر مربوط
کلام دیوانوں کے ہوتے ہیں خداوند تعالی شانہ کی شان رفیع سے یہ بات محال ہے کہ ایسی ناموزوں گفتگو کرے **اقول** کلام ربانی میں کلام سابق اور کلام لاحق ہرگز دلالت نہیں کرتی
اس امر پر کہ جملہ ورث سے میراث علمی مراد ہے بلکہ اسمیں وراثت مطلق کا ذکر ہے اور مطلق بدون قرینہ کے وراثت مالی پر دلالت کریگا جو کہ معنی حقیقی ہیں اور پہلے جملہ میں تو خدا تعالی فرما چکا
تھا کہ ہمنے داؤد و سلیمان کو علم دیا ہے اور بعد اسکے داؤد سے وارث ہونے علم کے کیا معنی ہیں علم تو انکو حاصل ہو چکا تھا ایسا کلام لوچ خدا تعالی کیطرف منسوب نہیں کر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا
کہ ورث میں وراثت علم مراد نہیں ہے البتہ اگر خدا تعالی داؤد کے لفظ پر اقتصار اور بس کرتا اور سلیمان کے لفظ کا ذکر نہ کرتا اور کہتا کہ ولقد اٰتینا داود علمًا اور بعد اسکے کہتا کہ وورث
سلیمان تو اس صورت میں وراثت علمی مراد ہو سکتی تھی اور ایسے ہی مابعد کی آیت قال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر کا حال ہے کہ اس آیت میں تو لازم نہیں آتا ہے کہ آیہ ورث
سلیمان داؤد میں بھی وراثت علمی مراد ہو سو سلئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے وراثت مال مراد ہو اور بعد اسکے حکایت قول سلیمان کی کہ جو متضمن تعلیم زبان طیر ہی کی ہو اور اس سے اشارہ ہو
طرف اس امر کے کہ فضیلت علم اور مال دونوں کی حضرت سلیمان کو حاصل تھی اور یہ کہاں لکھا ہے کہ ایک لفظ سے جو مراد کہ معطوف میں ہو وہ ہی معطوف علیہ میں ہو ورنہ عطف ہی جائز
نہو اور مختصر معانی اور مطول میں یہ کہاں لکھا ہے کہ جو تو کہتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معطوف کے معنے کچھ ہوتے ہیں اور معطوف علیہ کے کچھ اور ہوتے ہیں دونوں جملوں کو اتحاد معنی لازم نہیں ہے بلکہ
ایک ایسا لفظ ہو کہ اسکے دو معنی ہوں تو اسکے لفظ سے تو ایک معنی مراد لے سکتے ہیں اور اسکی طرف جو کوئی ضمیر پھیریں تو اس سے دوسرے معنی مراد لے سکتے ہیں چہ جائیکہ معطوف اور معطوف علیہ
کہ انکو اتحاد فی المعنی لازم ہی نہیں ہے اور یہ عین محاورۂ عرب ہے اور یہ کلام نہایت موزوں ہے اور دیوانوں کا سا کلام نہیں ہے دیوانہ تو وہ ہے کہ جو معقول کو غیر معقول کہتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ
رایت عینًا و بعثت علینا تو اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ جو پہلے عین کے معنی ہیں وہی دوسرے عین کے بھی معنی ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ پہلے عین سے مراد آفتاب ہو اور دوسرے عین سے مراد زر ہو اور صاحب
بیضاوی نے ورث سلیمان کی تفسیر میں وراثت میں جیسے کہ علم کو لکھا ہے ایسے ہی ملک کو بھی لکھا ہے اور تردید کرکے لکھا ہے کہ وورث سلیمان داود النبوة او العلم او الملک اب فرمایئے
کہ ملک کو مال کہیں گے یا نہیں اور حضرت سلیمان کے مال داؤد کے وارث ہونیکی بھی روایتیں بہت ہیں چنانچہ تفسیر بیضاوی میں آیہ اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد کی
تفسیر میں جو کہ سورۂ ص میں ہے لکھا ہے کہ روی انہ علیہ السلام غزا دمشق ونصیبین واصاب الف فرس وقیل اصابہا ابوہ من العمالقة فورثہا منہ یعنی اور روایت کی گئی
کہ تحقیق اس سلیمان علیہ السلام نے جہاد کیا دمشق اور نصیبین پر اور پہنچا ہزار گھوڑوں کو اور کہا گیا ہے کہ پہنچا انکو باپ انکا عمالقہ سے پس وارث ہوا وہ سلیمان ان گھوڑوں کا اس داؤد سے
اور کشاف میں بھی اسی آیت کے ذیل میں اور یہی تفسیر معالم التنزیل و بحر المعانی میں عبارت جو کہ بیضاوی میں لکھی ہے اور ربیع الابرار میں زمخشری نے لکھا ہے کہ وورث سلیمان
من ابیه الف فرس الخ یعنی اور وارث ہوا سلیمان باپ اپنے سے ہزار گھوڑوں کا اور حیوة الحیوان میں لکھا ہے کہ وہ گھوڑے موروثی تھے وراثت مالی حضرت سلیمان کی ثابت ہوئی
اور روایت نحن معاشر الانبیاء لا نورث وضع کی ہوئی ابوبکر کی باطل ہوئی **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر ایسے مواقع میں محاورات عرب میں لفظ وراثت نہ بولا کرتے تو
فی الجملہ جائے تامل تھی مگر شیعوں کو شاید خبر نہو پر حافظان کلام ربانی کو معلوم ہے کہ محاورات ساکنان عرب تو درکنار خود کلام ربانی میں جو ارباب فصاحت بلاغت کے نزدیک
زبان میں کوئی کتاب یا کوئی عبارت اسکے ہمسنگ تو کیا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی بہت مواقع میں وراثت علمی مراد ہے یہانتک کہ وراثت مالی کا کوئی احتمال بھی نہیں ہو سکتا
فرماتے ہیں ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا جسکا یہ مطلب ہے کہ پھر ہمنے وارث کیا کتاب کا اپنی بندوں میں سے اُن لوگوں کو جنکو چھانٹ لیا دوسری جا ارشاد ہے فخلف
من بعدہم خلف ورثوا الکتاب اس سے بھی وہی وراثت کتاب یعنی علم کتاب مراد ہے مگر شاید خوش فہمان شیعہ کو یہاں احتمال ہو کہ کتاب بھی تو مال ہے اور شاید وراثت مالی ہی یہاں بھی
تو گو اس احتمال کے دفعہ کے لئے کاغذ کو سیاہ کرنیں اپنی نسبی کا اندیشہ ہے مگر بلحاظ قدر فہم شیعہ ناچار کچھ اشارہ ضروری ہوا اسلئے معروض ہے کہ اول آیہ میں تو بعد عبادنا کے فمنہم ظالم لنفسہ
اور دوسری آیت میں بعد کتاب کے یاخذون عرض ہذا الادنی ہے سو تفریع فمنہم سے تو یوں ظاہر ہے کہ عطاء کتاب کے بعد باعتبار عمل کے انکی تین حال ہو گئی کوئی ظالم ہا کوئی مقتصد کوئی

سو عمل علم پر متفرع ہو سکتی ہے نہ کہ اوراق اور جلد کتاب پر اور یاخذون کا لفظ یہ مطلب ہے کہ انکو کتاب کیا ملی دنیا ہی کمانے لگے یعنی رشوت لیکر امرا کی مرضی کے موافق مسئلے غلط بتانے لگے چنانچہ قرینہ الم یؤخذ علیہم میثاق الکتٰب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق اسبات پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ رشوت لیکر غلط مسائل بتانے بے علم کی نہیں ہو سکتے بہرحال اکثر مواضع میں لفظ وراثت سے وراثت علمی مراد ہے سوا اس استعداد کی بھی گنجائش نہیں کہ میراث کو علم سے کیا علاقہ **اقول** پہلے آدمی گفتگو کرنیکا سلیقہ پیدا کرلے اور دوسرے کے کلام کو سمجھ لے اسوقت گفتگو کرے لو بے سمجھے ہی بہاں بہاں کرنے لگے تو اس سے کیا فائدہ ہے تمام قول اسکا لغو ہے اور حقیقت میں اس نے بیفائدہ کاغذ ہی کو سیاہ کیا ہے ورنہ شیعوں کا تو دعویٰ ہی نہیں ہے شیعہ کب کہتے ہیں کہ وراثت کا استعمال علم میں نہیں ہوتا یہ تو انکا دعویٰ ہی نہیں ہے اور کیونکر ایسا کہہ سکتے ہیں کہ بدیہی بات کا انکار کریں جو کہ کلام اللہ میں آچکی ہو جیسا کہ تو بدیہی بات کا انکار کرتا ہے شیعوں کا تو دعویٰ یہ ہے کہ مطلق وراثت بدون قرینہ کے وراثت مالی میں مستعمل ہوتی ہے جو کہ معنی حقیقی اسکے ہیں اور اگر کوئی قرینہ علم کا یا اور کسی چیز کا پایا جائے تو اسمیں مستعمل ہوتی ہے اور یہ معنی ... مجازی ہیں اور واورثنا الکتاب میں قرینہ وراثت علمی کا موجود ہے اسواسطے معنی مجازی مراد ہونگے اور آیہ ورث سلیمان میں کوئی قرینہ نہیں ہے اور ما قبل اور ما بعد کی آیت میں وراثت علمی مراد لینی کو یہ لازم نہیں ہے کہ آیہ ورث سلیمان میں بھی وراثت علمی مراد ہو اکثر ہوتا ہے کہ معطوف کے کچھ معنی ہوتے ہیں اور معطوف علیہ کے کچھ معنی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** ہاں تا مدکسی عربی جوان عمامہ بند شیعہ کے جی میں یہ کھٹکے کہ وراثت علمی وراثت مجازی ہے اور وراثت مالی وراثت حقیقی ہیں و لغت کے معنی حقیقی چھوڑ کر بے ضرورت معنی مجازی لینے درست نہیں لہٰذا اگر یہ ضرورت نہ ہوتی تو معنا بھی نہ تھا اسلئے گزارش یہ ہے کہ معنی معروف وراثت کا معنے حقیقی ہونا اور علم میں مجازاً مستعمل ہونا ہے اول تو مسلم نہیں علم میں بھی مثل وراثت اپنی معنی حقیقی ہی میں رہتی ہے الغرض وراثت کے معنی حقیقی دونو کو عام ہیں اور بظاہر اسکے معنی قائم مقام ہونیکے قریب ہیں بلکہ اگر معنی حاوی اور مسلط ہوجانے کے کہیے تو اور بھی انسب اور اولیٰ ہے چنانچہ ظاہر ہو جائیگا پر بسبب کثرت استعمال کے عرف فقہا میں معنی معروف میں خاص ہو گیا ہے ورنہ حقیقت وراثت کا اطلاق وراثت علم و وراثت منصب و توریث دیار ہے صحیح اور درست ہے جیسا کہ وراثت مال پر اور دلیل اسبات کی کہ معنی وراثت مال میں بلحاظ لفظ معروف ہو گیا ہے ورنہ اصلی معنی قریب قریب قائم مقام ہونیکے یا حاوی اور مسلط ہوجانے کے ہیں عام ہے کہ بطور معروف ہو یا بطور دیگر یہ ہے کہ بعض ایسے موقع میں کلام اللہ میں یہ الفاظ مستعمل ہوا ہے کہ وہاں نہ وراثت علمی ہو سکے کیونکہ جو چیز میراث میں ملی ہے وہ مال ہے اور نہ میراث بطور معروف ہو سکے اسلئے کہ جن سے میراث پہنچی ان سے رشتہ داری تو درکنار قرابت دینی بھی نہ تھی بلکہ یہ مسلمان تو وہ کافر جیسے میراث بطور معروف پہنچتی بھی نہ پہنچتی ہاں اگر معنی قائم مقام ہونے کے لیے اور نیابت منصب کے کہا جاوے تو البتہ معنی بن سکتے ہیں ... واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربها التی بارکنا فیها جسکے معنی یہ ہیں اور وارث کیا ہم نے ان لوگوں کو جو ... مشرق اور مغرب زمین کا ... جنکو زمین ملی وہ بنی اسرائیل تھے اور جن سے ملی وہ فرعون اور قوم فرعون تھی ان میں قرابت نسبی تو کیا تھی اتحاد اسلام و ایمان بھی نہ تھا بلکہ یہ مسلمان تھے تو وہ کافر اگر بالفرض آپس میں ایسی رشتہ داری بھی ہوتی تب ظاہر یہ ہے کہ اس شریعت میں بھی مسلمانوں کو کافروں کی میراث نہ پہنچتی ہوگی بجز اسکے کہ یہ میراث سے مراد قائم مقام ہونا اور وراثت منصب مراد ہو اور کوئی صورت نہیں ہے اس صورت میں وراثت علمی ہے جو معنی مجازی لیتے ہو اور یوں کہتے ہو کہ معنی حقیقی وراثت مالی ہے سب جانتے ہیں کہ وراثت میں جو چیز ملی وہ زمین ہے جو اصل مال ہے اور نہ یوں کہہ سکتے ہو کہ وراثت بمعنی معروف ہے **اقول** ہاں مثل وراثت علمی وراثت مجازی ہے اور وراثت مالی وراثت حقیقی ہے اسواسطے کہ لغت اور شرع سے دونو سے یہی ثابت ہے صراح میں لکھا ہے میراث لغت میں کہ میراث مال کا از مردہ بزندہ ... شرع میں بھی میراث اسی معنی میں مستعمل ہے دیکھ لے فقہ کی کتابوں کو اور میراث کے معنی کسی نے نہیں لکھے ہیں کہ وہ چیز کہ علم مردہ کا کسی کو پہنچے اور اگر تو یہی بات کو تسلیم نکرے تو تیرے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے جو کہ منصف اور سمجھ دار ہیں وہ تو تسلیم ہی کریں گے اور اگر تو خدا کا بھی انکار کرے تو اسکا کیا نقصان ہے دیکھیں ... حاشیہ کشاف میں آیہ یرثنی ویرث من آل یعقوب کی تفسیر میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وراثت انتقال کرنے اندوختہ کو طرف تیرے غیر تیری سے بغیر عقد کی کیے ہیں اور بعد اسکے کہتا ہے کہ اسی اندوختہ کو موروث اور میراث اور ارث اور تراث بولتے ہیں اور کہا جاتا ہے ورثت مالا عن زید و ورثت زیدا و ورث سلیمان داؤد وقال وورثه ابواه فلامه الثلث اب دیکھ تو وراثت کیا معنی لکھے ہیں اور علم میں بے قرینہ کے ہرگز وراثت اپنے معنی حقیقی پر مستعمل نہیں ہے اور نہ وہ معنی حقیقی ہیں اور نہ وراثت قائم مقام ہونے اور حاوی اور مسلط ہونیکے معنی میں ہے اور نہ کسی اہل لغت و اہل شرع نے اسکو لکھا ہے اور اگر ایسے معنی میں ہونیکا کہیں احتمال ہوگا تو وہ معنی بھی مجازی ہونگے کہ جو خلاف لغت کے ہیں اور لغت میں تو اسکے معنی زندہ کو مردہ کا مال پہنچنے کے ہی ہیں اور یہی معنی حقیقی ہیں اور جو استعمال فقہا کا ہے وہ بھی اسی سبب سے اور وراثت کا اطلاق وراثت علم اور وراثت منصب پر ہرگز مثل اطلاق وراثت مال کی نہیں ہے اسواسطے کہ اول میں اطلاق مجازی ہے اور ثانی میں اطلاق حقیقی ہے اور نہ تو کہہ جیسے کہ سوائے ان

معنی حقیقی کے جس معنی میں کہ وراثت کا لفظ مستعمل ہوگا وہ معنی مجازی ہونگے اور اپنے دعوی کی سند میں جو آیت لایا ہے وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا ... میں معنی حقیقی ہیں وراثت کے یعنی وراثت کا مال اسمیں ظاہر ہے اور کچھ تردد اس میں نہیں ہے اسواسطے کہ بعد ہلاک ہونے فرعونیوں کے بنی اسرائیل انکے سب مال کے مالک ہوئے زمین کے اور باغ کے اور مکان کے اور سوائے اسکے سب چیزوں کے کہ مُردوں کا مال زندوں کو پہنچا یہی معنی لغت میں ہیں اور رشتہ داری کی قید نہیں ہے اگرچہ شرع میں لحاظ رشتہ کا ہے مسلمان کے مال کے واسطے دونہ کافر کے مال کے واسطے اور اس میں معنی حقیقی لغوی موجود ہیں اور اگر رشتہ نہیں ہے تو نہ ہو مسلمان کا مال تو میراث میں البتہ کافر کو نہیں پہنچتا ہے اور یہ کہاں ہے کہ کافر کا مال وراثت میں مسلمان کو نہیں پہنچتا اپنی طرف سے جو چاہتا ہے سو لکھتا اور مراد مشارق و مغارب ارض سے زمین شام ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے سو اس سبب سے بنی اسرائیل وارث ہوئے اور قائم مقام ہونا اور حاوی اور مسلط ہونا وراثت کے معنے نہیں ہیں بلکہ وراثت کو لازم ہے کہ جب کوئی وارث ہوتا ہے تو اپنے مورث کے قائم مقام ہوتا ہے اور جائداد پر اسکے حاوی اور مسلط ہوتا ہے اور نہ اس جگہ وراثت علمی ہے اور نہ وراثت منصبی بلکہ وراثت مالی ہے کہ بنی اسرائیل فرعونیوں کے اور عمالقہ کے مال کے مالک ہوئے بعد انکے مرنے کے **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ میں بھی یہی یہ معنی ہیں کہ بیشک زمین اللہ کی ہے وارث کردے ہے جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اور آخر بھلا ڈرنیوالوں ہی کا ہے وہی وراثت بمعنی قائم مقام ہونے کے ہے الغرض ان مواقع میں تو وراثت ظاہر میں بمعنی قائم مقام ہونے کے ہے اور غور سے دیکھئے تو حاوی ہوجانا اور مسلط ہوجانا مراد ہے کیونکہ آیہ وَتِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا میں جبکہ یہ معنی ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جو میراث دینگے ہم اپنے بندوں میں سے اسکو جو پرہیزگار رہو گا فقط سوا حاوی اور مسلط ہوجانے کے اور معنی مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ یہاں قائم مقام ہونیکی بھی گنجائش نہیں اسلئے کہ جنت پہلے کسی اور کے قبضہ میں کب تھی جو پرہیزگاروں کو انکے قائم مقام کیا اور جنت لوان سے چھین لیا اور مجازاً میراث حضرت آدم علیہ السلام کہئے تو قطع نظر اسکے کہ جب تک حقیقی معنی بن سکیں مجازی کیوں لیجئے اسکا کیا جواب ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام تو جنت میں موجود ہونگے سو باپ کے ہوتے اولاد کے وارث ہونیکے کیا معنی بہرحال ایسے معنی عام جو تمام مواقع میں برابر صحیح ہوجائیں یہی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ وراثت سے حاوی ہوجانا اور مسلط ہوجانا مراد ہو اور جب ایک معنی عام حقیقی بن سکیں جو سب مواقع میں صحیح ہوجائیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اسکے قائل ہوں کہ بعض مواقع میں معنی حقیقی لیجئے اور بعض مواقع میں معنی مجازی کیونکہ جیسا بے ضرورت معنے حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی مراد لینے درست نہیں ایسا ہی بے ضرورت اسکا قائل ہونا کب درست ہے کہ ایک جا معنی حقیقی لیں اور ایک جا معنی مجازی ہاں اگر معنی عام کے حقیقی ہونیکی کوئی صورت نہو تو یوں ہی سہی معہذا قانون میراث لاریب قدیم سے قانون شریعت ہے کیونکہ ہر نبی کی شریعت میں کچھ کچھ اسکے قواعد ہیں اگر یہ بات سوم دنیا میں سے ہوتی تو تب یہ بات ہوتی تو اس صورت میں میراث مالی معنی شرعی ہوئے اور وضع لغت اصطلاح شریعت سے ہر قرن میں مقدم سمجھی جاتی ہے خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہو خواہ کسی اور نبی کا اور ظاہر ہے کہ اصطلاحات اقسام معنی حقیقی میں سے نہیں ہوتے بلکہ اقسام منقولات میں سے ہوتے ہیں تو لاجرم معنی حقیقی اور ہی ہونگے سو اگر وہ ہی ہوں جن میں عرض کئے تو فبہا ورنہ جو کچھ ہوں سو ہی ہی ہمارا تو اتنا مطلب ہے کہ وراثت بمعنی معروف معنی حقیقی نہیں معنی اصطلاحی ہے **اقول** اس آیت میں بھی معنی حقیقی یعنی وراثت مال مراد ہے اسواسطے کہ خدا تعالی ایک شخص کو موت دیکر دوسرے کو اسکا وارث کردیتا ہے جو کہ مستحق وراثت کا ہے اور مورث کے مال کا وارث کو مالک کردیتا ہے بعد موت [illegible] میں مراد ہیں معنی حقیقی وراثت سے وَتِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ نُوْرِثُ میں معنی مجازی مراد ہیں اسواسطے کہ اصل میں معنی وراثت کے یہ ہیں کہ انتقال مال مردہ کا طرف وارث کی اور وارث کو اسکے مال کا مالک کردینا سو اس آیت میں وراثت کا لفظ مالک کردینے پر دلالت کرتا ہے جو کچھ کہ جزو معنی ہیں اور کل معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے جو بلحاظ انتقال مال کا بھی ہو سو یہاں اطلاق وراثت کا جزو معنی پر ہے کہ وہ مالک کردیتا ہے اور یہی مجاز ہے یعنی یہ وہ جنتیں ہیں کہ مالک کردینگے ہم اپنے بندوں میں سے اسکو جو پرہیزگار رہو گا فقط اور اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ وراثت کا لفظ تملیک و استحقاق میں مستعمل ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ پرہیزگار آدمی وارث ہونگے دوزخیوں کے مکانوں کے جو کہ بہشت میں ہیں اگر اعمال نیک کرتے تو انہیں پہنچتے وہ مکان انکے خدا تعالی متقیوں کو دیدیگا کہ وہ وارث انکے ہوجائینگے اور یہ معنی حقیقی معنی کے قریب ہیں کہ اس میں انتقال بھی ہے دوزخیوں سے طرف متقیوں کے اور دوزخی بمنزلہ مردوں کے ہیں اور جو کوئی مالک ہوگا وہ حاوی اور مسلط بھی ہوگا لیکن بعد مالک ہونیکے ورنہ حاوی اور مسلط تو بے ملک بھی ہوجاتا ہے قہر اور غلبہ سے اسواسطے مراد وراثت سے یہاں مالک ہونا ہے [illegible] کیے اور قائم مقام ہونیکے معنی یہاں صحیح نہیں ہوسکتے ہیں اور حضرت آدم کی میراث بھی نہیں ہے اور جو معنی اسکے مناسب ہیں وہ ہم کہہ چکے اور اگر یہاں معنی حقیقی درست نہو سکیں گے تو معنی مجازی مراد ہونگے اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر مقام میں معنی حقیقی ہوتے ہیں اور معنی عام حاوی ہوجانا اور

مسلط ہونا وراثت کے معنی کسی نے نہیں لکھے ہیں بے سند ان معنی کا کیسے اعتبار کیا جائے نادر شاہ دہلی میں آکر حاوی اور مسلط ہوگیا اور محمد شاہ بادشاہ کو اُس نے مغلوب کر دیا تو چاہیئے کہ محمد شاہ کی زندگی ہی میں نادر شاہ کو کہنے لگیں کہ محمد شاہ کا وارث ہوگیا اور ایسا کوئی بھی نہ کہیگا اور معنی حقیقی تو وہ ہیں کہ اہل زبان نے وضع کیئے ہیں بھلا معنی حقیقی کسی ادنیٰ شخص کے بنانے سے بھی بن سکتے ہیں کیونکر ہو سکتا ہی کہ ہندی آدمی عربی لفظ کے معنی اپنی طرف سے تجویز کریں اُسکے حقیقی معنی تو وہ ہی ہیں جو واضع زبان عرب نے تجویز کئے ہیں اور مقامات مختلف ہوتے ہیں کہیں تو معنے حقیقی مراد ہوتے ہیں وہاں معنی مجازی کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور کسی مقام میں معنی حقیقی نہیں بن سکتے وہاں معنی مجازی ہی مراد ہوتے ہیں لیکن اُسکے واسطے کوئی قرینہ بھی ہوتا ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ میں نے صحرا میں ایک شیر کو دیکھا کہ ایک گائے کو مار کر اُسکا ہو پی گیا اور گوشت اُسکا کھا گیا تو یہاں شیر کے معنی حقیقی ہی مراد ہوں گے اور اگر کوئی کہے کہ میں نے بازار میں ایک شیر کو دیکھا کہ وہ عطار کی دکان پر کھڑا ہوا دوائیں خرید کرتا تھا تو یہاں معنی مجازی ہونگے اور مراد شیر سے کوئی آدمی ہوگا اور معنی عام ہونگے تو کوئی صورت نہیں ہے اسواسطے کہ معنی میراث کے لغت میں اُس چیز کے لیئے ہیں کہ جو مُردہ سے کسیکو پہنچے مال کی قسم میں سے اور یہ میراث کا وہ لفظ ہے کہ اُسکے معنی جو کہ لغت میں ہیں وہ ہی اصطلاح میں اہل شرع کے ہیں اصطلاح اور لغت میں کچھ فرق نہیں ہے اور معنی حقیقی وہ ہی ہیں جو کہ لغت میں لکھے ہیں **قال الشیخ الاشعری**- اب سنئے اگر جو اصطلاح کے پھر اصطلاح بھی ایسی غالب نہیں کہ معنی حقیقی پر ترجیح ہو کیونکہ کلام اللہ میں اکثر مواقع میں معنی اصطلاحی کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا بہت سے کم ایسے مواقع ہیں کہ جہاں معنی اصطلاحی کا احتمال ہو اور تلاش کیجئے تو بجز اُن آیتوں کے جو متمسک شیعہ ہیں اور کوئی آیت نہ نکلی اور یہ ظاہر ہے کہ اُن آیتوں میں ہی احتمال ہی احتمال ہے اور پھر احتمال بھی ایسا کہ غور سے دیکھئے تو وہ احتمال ہی محال ہے چنانچہ بخوبی واضح ہوچکا پھر کونسی ضرورت ہی کہ معنی حقیقی کو چھوڑ کر معنی منقول مراد لیتے ہاں اگر خدا تعالیٰ کی خود اصطلاح مقرر کی ہوئی ہوتی اور مثل صوم صلوٰۃ معنی اصلی مراد ہی نہ ہوا کرتی تو ایک بات بھی تھی اس تقریر آخر سے متحقق ہولیا کہ وراثت علمی اور وراثت بمعنی معروف دو معنی مجازی ہیں یعنی معنی غیر حقیقی ہیں اور سلمنا کہ وراثت بمعنی معروف وراثت حقیقی ہے اور وراثت علمی وراثت مجازی لیکن مجاز متعارف اور مشہور جیسا استعمالات قرآن میں یہانتک کہ حقیقت معنی حقیقی کی برابری کرے دیکھئے چنانچہ دو آیتیں اس بات کی شاہد مذکور بھی ہوچکی ہیں ایک تو ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ الخ دوسری فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ اور ظاہر ہے کہ یہ دونو وراثت علمی پر بے تکلف دلالت کرتی ہیں کچھ تامل اور توقف کی نوبت نہیں پہنچتی اور یہی مجاز متعارف کے معنے ہیں کہ ایسا مجاز حقیقت سے کم نہیں ہوتا جو یوں کہا جائے کہ بے ضرورت معنی مجازی مراد لینے درست نہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجئے تب بھی بات ہاتھ سے کہیں نہیں گئی اس لیئے کہ اسمیں تو کسیکو کلام نہیں رہا جو قرآن کے معنے مجازی کے مراد لینے میں کچھ دشواری ہی نہیں بلکہ وقت قرائن [illegible] معنی حقیقی کا چھوڑ دینا اور معنی مجازی کے مراد لینا ضرور ہو جاتا ہے جو نہیں تو معنی مجازی کے استعمال کی کوئی صورت ہی نہ ہو سوا اس کے تو حدیث کلینی سے [illegible] معنی حقیقی کے [illegible] معنی مجازی کے مراد لینے کی کوئی علاوہ بریں [illegible] عقلیہ اور نقلیہ مذکور ہو چکے اب بھی معنی مجازی سے [illegible] **قول** [illegible] معنی لغوی ہیں میراث کے وہ ہی اصطلاحی ہیں اور کلام اللہ میں بھی یہ معنی موجود ہیں اور کچھ ضرورت نہیں ہے [illegible] جہاں اُنکا موقع ہوگا وہاں ہوں گے اور سوائے آیات متمسکہ شیعہ اور جگہ بھی یہ معنی آئے ہیں چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالیٰ سورۂ نساء میں کہ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ اور بعد اسکے فرماتا ہے وَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ اور آخر سورہ میں فرماتا ہے وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ جسجا کہ وراثت کا ذکر تھا وہاں خدا تعالیٰ نے فرمادیا اور سارے قرآن میں کہیں لکھ [illegible] نہیں [illegible] يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اور آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ میں ہم کہتے ہیں صرف احتمال ہی نہیں ہے بلکہ جو معنی کہ واقع میں سلف ہیں [illegible] ہم کہتے ہیں [illegible] کا بعید [illegible] جو احتمال کہ تونے نکالے تھے ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہے اور جو کچھ کہ اُن آیتوں میں ہم کہتے ہیں وہ ہی معنی حقیقی ہیں اور [illegible] معنی منقول [illegible] لغت اصطلاح کا اتحاد ہوا اور ہماری تحریر سے معلوم ہوگیا کہ وراثت علمی معنی مجازی ہیں اور وراثت مالی جسکا یہ معنی معروف کہتا ہے معنی حقیقی ہیں اور استعمال [illegible] مطلق کلام میں بدون قرینہ کے ہرگز مجاز متعارف اور مشہور نہیں ہے اور دونو آیتوں میں میراث کا مقید ہونا کتاب کے ساتھ صریح موجود ہے اور وہ قرینہ [illegible] وراثت علم [illegible] مطلق میں ہے کہ جو بدون قرینہ کے ہو وہاں بیشک معنی حقیقی ہی مراد ہونگے اور مجاز معنی حقیقی کے برابر شہرت میں اُس وقت ہوتا [illegible] میں کوئی قرینہ [illegible] الحقیقۃ ہوا اور بھی مجاز استعمال میں حقیقت سے کم ہوتا کہ جسمیں کوئی قرینہ پایا جائے اور یہ تو ہم نہیں کہتے ہیں کہ مجاز کہیں استعمال ہی نہیں ہوتا بلکہ جس جگہ قرینہ پایا جائیگا وہاں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کا ہی استعمال کرینگے لیکن آیہ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اور آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ میں کوئی قرینہ نہیں ہے کہ جسکے سبب سے وراثت علمی کہ وہ معنی مجازی ہیں مراد لیئے جائیں اور حدیث کلینی میں صریح قرینہ مجاز کا موجود ہے وہاں معنی حقیقی کیونکر مراد لئے جائینگے اور اس حدیث میں ہمکو معنی مجازی کا ہرگز انکار نہیں ہے ❊

قال الشیخ الاشعری اور با انیہمہ اور ایک ایسی دلیل ہی جس سے وراثت مالی کا آیت ورث میں بلکہ آیت وہب لی الخ میں بھی مراد نہونا اور وراثت علمی کا دونوں آیتوں میں مراد ہونا بتصریح ثابت ہو جائے اور شیعوں کو بھی اُسکے انکار میں مجال دم زدن نہو ہمارے پاس موجود ہی یعنی سوا روایات مذکورہ کے ایک دوسری روایت کلینی ہی جسکو شیعوں کو بھی بسر و چشم ہی رکہنا پڑی ہی اور در باب مطلب مذکور روایت سابق سے زیادہ کافی وافی ہی پیش نظر ہے بغرض دندان شکنی شیعہ اُس روایت کو زیب اوراق کرتا ہوں روی محمد بن یعقوب الرازی فی الکافی عن ابی عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام انہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا وفی نسخۃ لم یورثوا درہما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثہم فمن اخذ بشیئ منہا فقد اخذ بحظ وافر مطلب یہ ہے کہ محمد بن یعقوب رازی یعنی علامہ کلینی کافی میں ابو البختری کے واسطہ سے امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور یہ اس سبب سے ہے کہ انبیاء نے میراث میں نہیں چھوڑا اور ایک نسخہ میں یوں ہی کہ میراث میں نہیں پایا کوئی درہم اور نہ کوئی دینار اُنہوں نے جو میراث میں چھوڑا ہی تو چند باتیں ہیں اپنی باتوں میں سے چھوڑائی ہیں سو جس نے کچھ اُنکی باتوں میں سے لیا تو اُس نے بڑا ہی کامل حصہ لیا انتہی اس روایت ہی سے بتصریح معلوم ہو گیا کہ انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اُنکی علم کی البتہ علماء وارث ہوتے ہیں سو بعینہ یہی مطلب اُس حدیث کا ہی جو اہل سنت حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کرتے ہیں اگر اُس روایت کو مولوی عمار علی صاحب اور دیگر علماء شیعہ جھوٹا بتلاتے ہیں تو یہ روایت بدرجہ اولی جھوٹی ہی مگر باین لحاظ کہ وہ روایت صدیق ہی تو یہ روایت صادق ہی اور جھوٹوں کو سچوں کی بات کب پسند آتی ہی اس روایت کو جھوٹا بتلانے لگیں تو کیا عجب ہے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت امام جعفر صادق سے بھی برگشتہ ہو جائیں اور کلینی سے بھی تبرا کر کے اُنکی کردار کو پہنچائیں لیکن اسبات میں اُنکو جب مشکل ہو کہ دین سے غرض ہو اگر دین سے غرض ہی تو صدیق اکبر سے ہی کیوں بگاڑتے بہر حال وہ تسلیم کریں نکریں حضرت امام ہمام جعفر صادق کا قول ہماری نزدیک صادق ہی اور اُنکی بات ہمارے سر اور آنکھوں پر الحاصل بشہادت کلمہ انما جو باقرار شیعہ بھی مفید حصر ہے چنانچہ آیت انما ولیکم اللہ سے برعم خود اسی بہروسہ لڑتے ہیں یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء نے سوا علم اور علوم کی کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی تو اس صورت میں لاجرم دونوں آیتوں میں میراث علمی ہی مراد ہو گی باقی شیعوں کو اس بات کا اختیار ہی کہ اُسی معنی حقیقی کہکے تعبیر کریں یا معنی مجازی اُسکا نام رکہیں اگر معنی حقیقی کہیں تو فبہا ورنہ مجاز کہیں اور مجاز بھی مجاز متعارف تب بھی اُنہیں مرحبا اور اگر ہماری ضد میں مجاز غیر مشہور و غیر متعارف کے قائل ہوں تب بھی کچھ اندیشہ نہیں چشم ما روشن دل ما شاد اس لئے کہ باوجود اسقدر ہجوم قرائن صارفہ کے جو در باب مراد نہونے وراثت مال مذکور ہوئی اور باوجود اسقدر کثرت وجوہ ارادہ وراثت علمی کے جو مسطور ہوئیں اگر وراثت علمی مراد ہو تو گو وہ وراثت مجازی ہی سہی تب عین حق و صواب ہے بلکہ اگر بالعکس ہو خطاء فاحش و غلطی بین اور قواعد دلالت کی رو سے غیر جائز اقول ایسی کوئی دلیل نہیں ہی کہ جس سے وراثت مالی کہ آیہ وورث سلیمان میں اور آیت ہب لی میں مراد نہونا ثابت ہو اور وراثت علمی ثابت ہو اور روایت کلینی کی جو لکھی ہی اول تو یہ ہی کہ راوی اُسکا ابو البختری ہی کہ جو سنی ہی اور ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے چنانچہ ملا صدرا نے شرح کافی کلینی میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہی کہ ابو البختری وہب بن وہب روی عن ابی عبداللہ وکان کذابا عامیا الا ان لہ احادیث عن جعفر بن محمد کلہا لا یوثق بہا ولہ احادیث مع الرشید فی الکذب یعنی ابو البختری بن وہب نے روایت کی ہی ابو عبداللہ علیہ السلام سے اور تہا وہ دروغ گو عامی مگر اُس کی پاس حدیثیں جعفر بن محمد کے تہیں کہ وہ کل قابل اعتماد کے نہیں اور اُسکے پاس حدیثیں تہیں ہمراہ رشید کے جہوٹ میں اور دوسرے یہ کہ اس شیخ کا مطلب بھی اُس سے ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ اُس میں ذکر علماء کی وراثت کا ہی نہ انکی غیر کی وراثت کا کہ علم میں علماء ہی وارث انبیاء کے ہوتے ہیں نہ غیر اُنکی اور نفی اُسمیں درہم اور دینار کی وراثت کی ہی نہ زمین وغیرہ کی کہ انبیاء مورث درہم اور دینار کے نہیں ہوتی ہیں یہ کہ زمین کی بھی مورث نہوں اور سبب اسکا یہ ہی کہ درہم اور دینار کہ جو جمع کرنا اُنکا مذموم ہے اور حرمت پر دلالت کرتا ہی اُسکو بعد اپنے انبیاء علیہم السلام نہیں چہوڑتے ہیں تا کہ اُسکے مورث ہوں لیکن درہم و دینار کا مورث نہونا اسپر دلالت نہیں کرتا ہی کہ زمین وغیرہ کی بھی مورث نہوں اور ہمارا کلام زمین میں ہے اور اُسکی نفی وراثت روایت میں مذکور نہیں ہے اور حاصل اُس روایت کا یہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام واسطے علماء کے سوا علم کے چیز دیگر قسم درہم و دینار سے میراث نہیں چہوڑتے ہیں کلمہ انما کا اگر حصر کے واسطے ہی لیکن وہ حصر واسطے علماء کی ہی اسواسطے کہ اُنکی ہی وراثت کا ذکر ہی اس صورت میں معنی اُسکی یہ ہونگے کہ نہیں وراثت کی جاتی ہے بین انبیاء علیہم السلام علماء کو مگر احادیث کہ علماء جو وارث ہوتے ہیں تو انکی احادیث کے وارث ہوتے ہیں اور چیز کی اور سوائے علماء کی اور کسی کی وراثت کا ذکر نہیں ہے اول کو ذہرہ کے قرینہ سے جو اس آیت کی شرح میں ایک وجہ ہمارے علماء نے لکہی ہی کہ جسکے سبب سے اس روایت پر کسطرح سے اعتراض نہیں ہو سکتا اور حصر بھی کلمہ انما میں حقیقی ہی باقی رہتا ہی اور وہ یہ ہی کہ لم یورثوا کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی اور ایسے ہی اور ثوا کے بعد کہ جو علماء کی طرف راجع ہی اور محذوف ہونا ضمیر مفعول کا کلام فصحاء عرب میں بلکہ کلام ربانی میں بہت آیا ہی جیسے کہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اور مختصر معانی میں دو شعر حضرت علی کے لکھے ہیں الٰہی عبدک العاصی اتاک مقرا بالذنوب وقد دعاک ✚ فان تغفر فانت لذاک اہل وان تطرد فمن یرحم سواک اور جیسے کہ اصطفی کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی ایسے ہی ان شعروں میں تغفر اور تطرد اور یرحم کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی اور یہی لم یورثوا اور اورثوا کا حال ہی کہ انکے بعد بھی ضمیر مفعول کی محذوف ہی اس صورت میں یہ روایت اسطرح سے ہو گی کہ ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوہم درہما ولا دینارا وانما اورثوہم احادیث من احادیثہم یعنی تحقیق علماء وارث انبیاء علیہم السلام کے ہیں اور

یہ اس سبب سے کہ انبیاء نے میراث میں نہیں دیا ہے اُن علماء کو درہم کو اور نہ دینار کو اور سوا اُسکے نہیں کہ میراث میں دیا ہے اُنکو احادیث کو احادیث اپنی میں سے سو جس نے اُنکی باتوں میں سے لیا تو حصہ پورا لیا اب معنی اس حدیث کے بہت درست ہو گئے کہ کسی طرح سے گنجائش اعتراض کی اس حدیث پر باقی نہ رہی اور اس حدیث میں اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ میں رات اور دن کا فرق معلوم ہو گیا اور حصر اضافی بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ آیۃ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ الخ میں ہے اور حالانکہ سوا اشیاء مذکورہ کے اور بہت چیزیں حرام ہیں اور ایسا ہی اس روایت میں ہے کہ یہ نسبت بعض کی ہے اور قرینہ بعض کے ہونیکا اسمیں موجود ہے اور آیۃ انما ولیکم اللہ میں کوئی قرینہ حصر اضافی کا نہیں ہے بلکہ وہاں حصر حقیقی مراد ہے اسواسطے کہ ہماری کتابوں میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں کہ جو دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ ہر امام نے دوازدہ ائمہ علیہم السلام میں سے اپنے اپنے زمانہ میں حالت رکوع میں سائل کو انگشتری دی ہے اس صورت میں اگر مراد آیۃ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ میں حصر حقیقی ہوگی تو بھی کوئی اس حصر سے خارج نہوگا اور اس روایت سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء مطلق مال کے مورث نہیں ہوتے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ درہم اور دینار کے مورث نہیں ہوتے ہیں زمین اور سوا اُسکے اور اسباب اور آلات اور ثوب کے کہ جنکا میراث اہل بیت میں ہونا ثابت ہے اور روایت ابوبکر میں اور اس روایت میں بڑا فرق ہے یہ روایت مثل اُس روایت کے کیونکر ہوگی کہ یہ روایت در صورت تسلیم جھوٹی نہیں ہے اور روایت ابوبکر کی جھوٹی ہے کہ اُسکو اہل بیت علیہم السلام اور حضرت عباس نے تسلیم نہیں کیا ہے اور اس روایت کو ہمنے تسلیم کر لیا کیسے ہی ہو اور جواب اُسکا دیدیا اور اگر ہم مضمون صحیح بیدالجرین تسلیم کر کے بلکہ جھوٹا ہی کہیں روایت کلینی کو بسبب مخالف ہونے کتاب خدا کے اور روایت کرنے سنی کے تو ہمارا کیا نقصان ہے اور تم اگر روایت ماترکناہ صدقۃ کو جھوٹا کہو تو ابوبکر کی خیر نہیں ہے اور اپنے مذہب سے ہاتھ اٹھاؤ اور ہم امام جعفر صادق علیہ السلام سے برگشتہ کیونکر ہو سکتے ہیں کہ مدار ہمارے مذہب کا اُنکی روایتوں پر ہے اور جواب اُس روایت کا ہم دیچکے اور برگشتہ تو اُنسے تم ہو کہ نہ تمہارے اصول میں اُنکا اعتبار ہے نہ فروع میں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو ہمکو برگشتہ ہونیکو تو کسواسطے کہتا ہے ہمکو اس روایت کا یقین ہی نہیں ہے کہ اُن حضرت نے ایسا فرمایا ہو اگر برگشتہ ہونیکو کہتا تو ابوالبختری سے برگشتہ ہونیکو کہہ کہ جسنے یہ روایت کی ہے اور وہ تیرا پیر بھائی ہے اور دین سے غرض تمکو نہیں ہے کہ ابوبکر کے عیوب کی اصلاح میں دین اپنا کھوتے ہو اور اگر یہ روایت واقع میں صحیح بھی ہو تو تیرا مطلب اُس سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ ہم لکھ چکے اور انما جو کلمہ حصر کا ہے اُسکا جواب بھی ہم دے آئے ابتدا میں جا دیکھ لے اور آیت انما ولیکم اللہ میں جو کلمہ حصر ہے اُسکا حال بھی ہم بیان کر چکے اور یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوئی اور روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی بلکہ یہ ثابت ہے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے سوائے احادیث کے اور کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے اور جب یہ ثابت نہوا تو دونو آیتوں میں وراثت علمی مراد نہوگی کہ آیتوں میں مطلق وراثت کا ذکر ہے اور روایت میں قرینہ علم کا موجود ہے اسواسطے روایت میں وراثت علمی مراد ہے اور اگر مجاز متعارف بھی تسلیم کیا جائے اُس میں بسبب قرینہ کے تو ہوا کرے اُس میں ہمارا کیا نقصان ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ بدون قرینہ کے معنے حقیقی مراد ہونگے ہمارا تو کلام اُن دونوں آیتوں میں ہے کہ اُن میں کوئی قرینہ وراثت علمی کا نہیں ہے اور اگر اور آیتوں میں اور روایتوں میں قرینہ کے سبب سے مجازاً وراثت علمی مراد ہوگی مجاز متعارف ہی ہو تو ہمکو کیا ضرر ہے **قال الشیخ الاشعری**

بہر حال آیت وورث میں جیسے بقرائن و دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد نہونا ثابت اور متحقق ہو گیا تھا ویسے ہی اب بوجوہ دلائل مذکورہ یہ بھی متحقق ہو گیا کہ وراثت علمی مراد ہے علی ہذا القیاس جیسے قرائن و دلائل مسطورہ بالا سے متیقن ہو گیا تھا کہ آیۃ وَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ میں وراثت مال مراد نہیں اب بشہادت روایت ثانی کلینی یہ ثابت ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وراثت علمی مراد ہے چنانچہ ظاہر ہے اور بعد ادائے شہادت اس روایت کے اُسکی حاجت کچھ نہ رہی کہ کچھ قرائن اس بات کے بھی ذکر کئے جاویں کہ آیت وہب لی میں بھی بدستور آیۃ وورث وراثت علمی ہی مراد ہے کیونکہ روایت مذکورہ سے بڑھکر شیعوں کے نزدیک اور کونسی دلیل دندان شکن ہوگی اُس روایت کے ذکر کرنے میں شیعوں کی وہی مثال ہو گئی جیسے کہا کرتے ہیں اُنہیں کی جوتی اُنہیں کا سر **اقول** آیہ وورث سلیمان میں بقرائن دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد ہونا ثابت ہو گیا تھا ویسے ہی اب بوجوہ دلائل مذکورہ یہ بھی متحقق ہو گیا کہ وراثت علمی اُس آیت میں مراد نہیں علی ہذا القیاس جیسے دلائل و قرائن مسطورہ سے یقین ہو گیا تھا کہ آیہ وَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ میں وراثت مال مراد ہے اب روایت کلینی سے بھی ثابت ہو گیا کہ آیت مذکورہ میں وراثت علمی مراد نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہے اور ہم اسکو ثابت کر آئے ہیں اور اس روایت سے شہادت اس امر کی ہرگز نہیں ادا ہوئی کہ آیت وہب لی اور آیت وورث سلیمان میں وراثت علمی مراد ہو بلکہ وراثت مالی بدستور ثابت ہے اسواسطے کہ روایات اہل سنت صاف صاف وراثت مالی پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم تفسیر کبیر اور تفسیر معالم التنزیل سے لکھ چکے ہیں کہ ابن عباس اور حسن بصری اور ضحاک و شعبی وغیرہ جو کہ مفسرین اہل سنت ہیں انکے نزدیک وراثت مالی مراد ہے اور بیضاوی اور کشاف و کنز العمال سے ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ حضرت سلیمان کو حضرت داؤد سے وراثت میں گھوڑے پہنچے ان روایتوں کی بیان کرنے میں سنیوں کو وہی مثل ہو گئی جیسے کہا کرتے ہیں اُنہیں کی جوتی اُنہیں کا سر اور روایت کلینی جسکا راوی ایک سنی ناصبی ہے باوجود اسکے پھر بھی اُس سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہو **قال الشیخ الاشعری** ۔ مگر نظر مزید تحقیق و خوشنودی اہل سنت و شیعیان شیعہ کچھ قدر قلیل اور بھی چھیڑ چھاڑ سہی اسلئے عرض ہے اگر لفظ ولی اور جملہ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا کو جو آیت فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ الخ سے متصل ہی پہلے واقع ہے

بنظر غور دیکھا جائے تو بیاں ہو جائے کہ مقصد حضرت زکریا علیہ و علے نبینا الصلوٰۃ والسلام فقط طلبگاری جانشین اور خواستگاری خلیفہ نیک آئین تھے اس دعا کے وقت جسکا اس
سورہ مریم میں قصہ مذکور ہے تمنا عطاء فرزند نتھے کو کسی اور وقت میں ہی دعا مانگی ہو اسواسطے کہ لفظ ولی باتفاق اہل لغت بمعنی فرزند ہرگز نہیں آتا البتہ بمعنی ولیعہد اور
جانشین آتا ہے اور اسپر لفظ موالی من ورائی کا قرینہ خود اسی پر دلالت کرتا ہے گو لفظ ولی مثل لفظ مولی بمعنی متعدد آتا ہے لیکن یہاں یہی معنی مراد ہیں کیونکہ موالی کے ساتھ لفظ من ورائی
جو لگا ہوا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ موالی سے معنی مذکور ہی مراد ہوں صحیح نہیں ہو سکتا اطمینان کے لئے ترجمہ مرقوم ہے اعنی اپنی بنی اعمام اور اپنے اقرباء سے اندیشہ ہے یعنی یہہ ڈر ہے کہ وہ لوگ منصب خلافت
نبوت کے لایق نہیں اگر وہ لوگ میرے جانشین ہوئے تو ان سے حمایت احکام خداوندی تو معلوم الٹی تبدیل اور تحریف کا کھٹکا ہے اور اپنی اولاد ہونیکی توقع نہیں جو یہی امید ہو کہ شاید
کوئی فرزند لایق فائق پیدا ہو جائے کیونکہ میری عورت بانجھ ہے اسلئے یہ عرض ہے کہ مجھے ایک ایسا جانشین عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو اور اسکو اپنی مرضی
موافق کر دے غرض ظاہر ہے کہ سیاق میں موالی کے معنی بجز قایمان مقام اور خلفاء کے اور کچھہ نہیں ہو سکتے تو لا جرم ولی بھی جو اس مادہ سے مشتق ہے بمعنی ولیعہد اور جانشین ہی ہوگا اور اگر بالفرض محال
ولی بمعنی فرزند بھی ہو تو موالی بھی بمعنی فرزندان ہو گا ظاہر ہے کہ حضرت زکریا کے اول تو فرزند تھا ہی نہیں اور اگر تھا ہی تو پھر تمنا فرزند کس لئے تھی وارث کے قابل سبھی فرزند ہوتے ہیں نیک ہوں یا بد یا
رہا مضمون پسندیدہ آپکی ہونیکا اگر بالفرض بفرض محال کوئی فرزند بد اطوار ہی تھا اور اس لئے دوسرے فرزند نیک کے طلبگاری تھی تو اسی کے حق میں دعا کیوں فرمائی اور موالی کے لئے
جو دعا فرمائی تو پھر وجہ یہ کہ تمام برادری بلکہ تمام کنبہ کے ساتھ آدمی کو ایسی نہیں ہوتی جو انکی خواہ مخواہ دعا ایسی تہ دل سے نکلے یہ معاملہ اگر ہوتا ہے تو اپنی ہی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے کہ اگر اسکو
بد اطوار دیکھے تو خواہ مخواہ جی پر شبہ جائے اور اصلاح کی دعا بے اختیار دل سے نکلے سیعونکی یہ اتنا تو یقینا معلوم ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کے وقت تک کوئی فرزند تھا نیک یا بد
تو معلوم ہوا کہ موالی سے وہی لوگ مراد ہیں جو بظاہر انکے جانشین ہونیکا دھیان تھا کیونکہ بجز بظاہر غیر ہی کی طلبگاری کی علت ہے کیونکہ حاصل یعنی بظاہر یہ ہیں کہ میرے تو فرزند ہو ہی نہیں سکتا
اس لئے کوئی جانشین ہی سہی اور جب جانشین کوئی غیر ہو تو پھر وراثت مندرجہ آیت بجز وراثت علمی اور وراثت منصبی کے صحیح نہوگی اور یہ بھی نہیں جب ولی بمعنی جانشین ہوا تو
وراثت وراثت علمی ہی مراد ہوگی وہ اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور یہہ دعا کچھہ مستبعد نہیں کیونکہ جیسے طالبان دنیا اور اہل دنیا فرزند اور خلف رشید کے طلبگار ہوتے ہیں ایسی ہی ارباب علم و فضل
اور مرشدان صاحب کمال کو خلیفہ راشد اور جانشین کامل کی تمنا ہوا کرتی ہے بلکہ ایسے لوگوں سے تمنا فرزند البتہ مستبعد ہے **اقول** شیخ پہلے اس سے لکھ چکا تھا اور اسیکا پھر اعادہ کیا
کہ جسکا جواب سنکر اہل سنت پشیمان اور شیعہ خوش ہوں اور عبث قرآن میں تحریف کرتا چلا جاتا ہے اور فضول اور بے فائدہ مضمون سے کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اور ایسی گفتگو کرتا ہے کہ جو سنیوں کے
مذہب کے موافق ہو نہ شیعوں کے قلندروں کا سا کلام ہے کسینے ایک قلندر سے پوچھا کہ ڈاڑھی کسواسطے منڈاتا ہے کہا کہ قرآن میں آیا ہے کلا سوف تعلمون یعنی اپنی کلہ صاف کرو ایسا ہی اسکا
کلام ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ حضرت زکریا کو تمنا عطاء فرزند نتھی یہہ لکھنا اسکا بالکل غلط ہے اور مخالف ہے تحریر جمیع مفسرین کے بلکہ تمنا انکو فرزند ہی کی تھی اور اسیواسطے دعا کی تھی اور جب
فرزند پیدا ہوگا تو وہ بعد مرنیکے جانشین بھی ہو ہی گا لیکن دعا جانشین کے طلب کرنیکی نتھی بلکہ طلب فرزند ہی کی دعا تھی چنانچہ بیضاوی میں نداء خفیا کی تفسیر میں لکھا ہے لئلا یلام
علی طلب الولد فی ایان الکبر یعنی تاکہ نہ ملامت کیا جائے طلب فرزند پر بیچ وقت بڑھاپے کے اس سے طلب فرزند معلوم ہوا اور ولم اکن بدعائک رب شقیا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وتنبیہ علی ان المدعو
لہ وان لم یکن معتادا یعنی اور تنبیہ ہے اسپر کہ طلب کی گئی چیز اگرچہ نتھی باعتبار عادت کے اور عادت میں بوڑھے آدمیوں سے فرزند کا وجود میں آنا نہیں ہے اور حاشیہ میں مدعو سے
مراد فرزند ہے اور ولیا کی تفسیر میں لکھا ہے من صلبی یعنی ولی مجھکو عطا کر میرے صلب سے اور بعد اسکے خدا تعالیٰ فرماتا ہے یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی یعنی
اے زکریا خوشخبری دیتے ہیں ہم تجھکو ایک لڑکے کی کہ نام اسکا یحیی ہے اب یہہ کہ برابر فرزند کا ذکر چلا آتا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ تمنا عطاء فرزند کی نتھی اور اگر جانشین ہی طلب کرنا منظور
تھا تو جانشین تو ہر کوئی ہو سکتا ہے اگر وہ قابل جانشینی کے ہو اور یہ کیوں کہا کہ ولیا من صلبی جیسا کہ بیضاوی میں ہے اور یہ کہا کہ سر میرا سفید ہو گیا ہے اور زوجہ میری
بانجھ ہے اور یہ جو میں بڑھاپے سے سوکھ جانیکو پہنچا ہوں اسواسطے کہا کہ ایسی حالت میں میرے فرزند کیونکر پیدا ہو تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہو علی ہین وہ مجھپر آسان ہے کہ مینے تجھکو پیدا کر دیا تھا جبکہ تو
کوئی چیز نتھا اب فرمائے کہ یہ فرزند کی خواستگاری کی دعا ہے یا کسی جانشین کی کہ میرے فرزند تو پیدا ہی نہوگا بسبب بانجھ ہونے زوجہ کے کوئی جانشین ہی عطا کر دے کسیکے عقل میں
بھی یہ آتا ہے اور اگر جانشین طلب کرنا منظور تھا تو بہتیرے آدمی ہونگے کسیکو قابل پاکر جانشین کر دیا ہوتا اور اگر کوئی اس قابل نتھا تو مناسب تھا کہ کسیکے اصلاح کی دعا کی ہوتی
اپنے قریبوں میں سے یہ یوں کہیں کہ غرض تو اسکو اور تعجب ہے کہ حضرت زکریا کو تو اپنے بعد کا یہ خیال ہوا کہ اصلاح امت کے واسطے اور اجرا احکام خدا کے واسطے خلیفہ اور جانشین طلب
کیا اور پیغمبر آخر الزمان کہ جنکے بعد کوئی پیغمبر نہوگا اور خود وہ حضرت بھی جانتے تھے کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا انہوں نے کوئی جانشین اور خلیفہ خدا تعالیٰ سے طلب نکیا کہ جو اصلاح امت کے
کرتا رہتا اور احکام خدا کے جاری کرنے میں کبھی غلطی نکرتا اور دوسرونکی طرف نہ دیکھتا کہ یہ کچھ درستی کردی اسکو بھی امت ہی کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جسکو چاہیں خلیفہ کر دیں کیا ہی
ہو اگر ایسا ہی ہے تو حضرت زکریا کچھ پیغمبر آخر الزمان سے تو زیادہ نتھے انہوں نے بھی اپنی جانشین کو امت ہی کی رائے پر چھوڑ دیا ہوتا جسکو چاہتے خلیفہ کرتے کیسا ہی تو ایسی عاجزی سے

طلب جانشین کے واسطے کیوں دعا کرے پہلا خیال میں بھی آتا ہے کہ افضل المرسلین جنکا دین قیامت تک رہیگا اپنی جانشین کو خدا تعالیٰ سے طلب نکریں اور حضرت زکریا کہ جنکی امت کے
تھوڑے سے آدمی ہونگے اور چند روز کی نبوت تھی وہ اپنے بعد کے واسطے جانشین طلب کرے اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ اور لفظ ولی کے معنی اگرچہ لغت میں پسر کے نہیں لکھی ہیں لیکن ولی
کا لفظ شامل پسر کو بھی ہے اسواسطے کہ ولی اسکو کہتے ہیں کہ بعد مرنیکے جسکا امر کسی کے نزدیک و پیوستہ ہو وہ ولی اسکا ہوتا ہے اور وہ وارث اسکا ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی میں —
آیہ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ لولیہ ای للذی یلی امرہ بعد وفاتہ وھو الوارث اور زیادہ وارث اور جسکے کہ نزدیک امر مرنیوالے کا ہوتا ہے پسر سے بڑھ کر اور کوئی
نہیں ہوتا ہے اسواسطے ولی سے مراد یہاں پسر ہی ہے اور نہ ولیعہد بہادر اور من ورائی کا قرینہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت زکریا کے پسر پیدا ہو تو اپنے باپ کا وارث ہو کر انکی
جائداد پر قابض ہو جاوے تا کہ بنی اعمام وغیرہ انکی جائداد کو خورد برد نکرنے پائیں اور بیجا اور غیر مرضی خدا میں صرف نکرنے پائیں یہی اسکا مطلب ہے اور بہت صحیح اور درست ہے اور ترجمہ
جو اس آیت کا کیا ہے وہ صحیح نہیں کیا اول تو یہ کہ منصب خلافت کا کچھ خوف ہی نتھا اسلئے کہ خود بخود تو خلیفہ ہوتا ہی نہیں جا لوگوں کے کئے سے ہوتا ہے موافق مذہب اہل سنت کے جیسا کہ
ابو بکر کو لوگوں نے خلیفہ کر لیا پھر حضرت زکریا کو اسکی کیا فکر تھی بعد انکے لوگ خود کسیکو چھانٹ کر کر لیتے جو کہ تبدیل احکام کی نکرتا کیا ابو بکر نے تبدیل احکام کئی تھے جو وہ کرتا اور مولوی عبد العزیز
صاحب نے تحفہ کے باب امامت میں لکھا ہے کہ کسی پیغمبر نے خلیفہ اپنا مقرر نہیں کیا ہے بلکہ امت کی رائے پر چھوڑ دیا ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ حضرت زکریا نے خلیفہ اور جانشین طلب کیا تھا اور
جو وقت کہ وہ ولی جو اور جانشین پیغمبر کا ہوا تو یا تو پیغمبر ہوگا یا غیر پیغمبر کہ بسبب وراثت علم پیغمبر کے متصف جمیع صفات حمیدہ اور فضائل پسندیدہ ہوگا پھر بعد اسکے رضیا ہونیکی دعا کرنی اور
کہنا کہ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا کیا معنی رکھی کہ یہ لغو اور بیفائدہ ہو جاتا ہے اور تبدیل احکام کے لئے خصوصیت بنی اعمام کی کیا ہے جو شریر ہوگا وہ بدلے گا ایسا کہنا چاہئے تھا کہ میں اشرار امت سے ڈرتا ہوں
اور اگر خدا تعالیٰ کسیکو خلیفہ کر دیتا تو کیا بنی اعمام وغیرہ تبدیل احکام نہیں کر سکتے تھے انکو کون مانع تھا اور کس نے فرمانبرداری کی حضرت زکریا اور یحییٰ کے یہاں تک کہ ظالموں نے
دونوں باپ بیٹوں کو قتل کر ڈالا اور آخر جانشین طلب کیا تھا وہ کون تھا بیٹا تو حضرت زکریا کا نتھا اسواسطے کہ تو لکھ چکا ہے کہ فرزند کے طلب کرنیکی دعا نتھی اور خدا تعالیٰ نے دی
تو وہ چیز دی کہ جسکی آرزو نتھی پھر دعا انکی کیونکر مستجاب ہوئی کہ انہوں نے فرزند کا غیر طلب کیا تھا نہ فرزند اور دیا خدا تعالیٰ نے فرزند اور حالانکہ خدا تعالیٰ سے فرزند ہی طلب کیا تھا نہ کوئی جانشین چنانچہ
سورہ آل عمران میں بھی خدا تعالیٰ نے حضرت زکریا کی دعا کا ذکر کیا ہے اور اس دعا میں تصریح طلب اولاد کا ہے چنانچہ فرماتا ہے رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً یعنی
اور بخش تو مجھکو اولاد پاکیزہ اور اگر خدا تعالیٰ کسیکو پیغمبر کا جانشین کرے تو کیا وہ موافق مرضی خدا کے نہوگا جو اسکے کہنے کی احتیاج ہوئی کہ اپنی مرضی کے موافق ہی اسے کر اور موالی
کے معنی ہرگز قرابان مقام کے نہیں ہیں اس مقام میں اور کسی نے نہیں لکھا ہے اور یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ حضرت زکریا کے دعا سے پہلے فرزند تھا فرزند ہوتا تو دعا کیوں کرتے اور جو لکھا
ہے کہ موالی کے لئے جو دعا نصرانی اسوجہ سے سب غلط ہے دعا ہر ایک کے واسطے ہو سکتی ہے بلکہ موالی ہی کی اصلاح کی دعا کرنی چاہئے تھی کہ انکی جانشینی ہونیکا دھیان تھا یہ کیا کہ موالی میرے
تو خدا تعالیٰ کسیکو حضرت زکریا کی دعا سے لائق جانشینی کے نہیں کر سکتا تھا اور انکی غیر کو کر سکتا تھا یہ ترجیح بلا مرجح کیونکر درست ہوا اور اسکی کیا وجہ ہے کہ غیر کی طلبگاری ہوا اور انکی طلبگاری
نہوا اور ہرگز ظاہر معنی کا یہ نہیں ہے کہ فرزند تو میرے نہیں ہو سکتا کوئی جانشین ہی سہی قرآن میں کیوں تحریف کرتا ہے کیا حضرت زکریا خدا کی قدرت کے منکر تھے جو ایسا گمان کرتے اور کہتے کہ
فرزند تو میرے ہو ہی نہیں سکتا بلکہ یہ کہا کہ میں بوڑھا ہوں اور زوجہ میری بانجھ ہے فرزند میرے کیونکر ہو کہ خلاف عادت ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھپر یہ آسان ہے اور غیر جانشین کو نہ تو حضرت زکریا نے طلب
کیا نہ خدا تعالیٰ نے کوئی غیر انکو دیا بلکہ فرزند طلب کیا تھا سو خدا تعالیٰ نے فرزند عطا کیا اور فرزند کا طلب کرنا ہم مفصل پہلے اس سے ابتدا میں لکھ چکے ہیں اور جب فرزند کا طلب کرنا
ثابت ہوا وارث ہونیکے واسطے تو وراثت مالی مراد ہوگی اور جو کہ جانشین ہوگا آخر میں وہ فرزند ہی تھا نہ غیر فرزند اور ارباب علم و فضل کو طلب فرزند ممنوع نہیں ہے نہ مذموم ہے بلکہ حدیث
میں آیا ہے حضرت صلعم نے فرمایا کہ کثرت سے نکاح کرو تا کہ امت میری بڑھے اور زیادہ ہو اور خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ فانکحوا الایامی منکم کیا طلب اولاد کے لئے فرماتا ہے یا مزہ حاصل کرنیکے واسطے شاید
حضرت زکریا کی امت میں طلب اولاد کا حکم نہو اور تعجب ہے ارباب علم و فضل اور ہر شان سے کمال تمنا خلیفہ راشد اور جانشین کامل کے ہو اور رسول اللہ صلعم جو سب سے افضل تھے اور دین بھی انکا قیامت
تک تھا اور لوگوں کے گمراہ ہو جانیکا بھی ملنہ تھا وہ کوئی اپنا جانشین طلب نکرے اور لوگوں کی رائے پر چھوڑ دے کہ وہ جہلا کو جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقرر کر دیں قال
الشیخ الاشعری اور یہ جو بعض واقعہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کے دعا میں بجائے ولی لفظ ذریت ہے جو باتفاق بمعنی اولاد ہے کلام اللہ میں منقول ہے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ سورہ مریم میں بھی اس دعا سے اولاد ہی
مطلوب ہو اسلئے کہ مکرر سہ کرر دعا کا اتفاق ہوا ہو سورہ مریم میں جس دعا کا ذکر ہے اس وقت تک کہ بسبب بڑھاپے کے اولاد کی طرف سے مایوس تھے جانشین ہی کی تمنا ہو گر کچھ تو اس سبب سے
کہ مایوس کو اس ہی چیز کی تمنا ہوتی جسکی طرف سے مایوس ہو نہیں تو مایوس ہی کیوں ہو خداوند کریم ارحم الراحمین قاضی الحاجات مجیب الدعوات نے بوجہ خاطر داری حضرت زکریا اس تمنا پوری
کر دی کچھ اس وجہ سے مد نظر رحمت و قدرت خداوندی عطاء فرزند ہوا ہو کہ اس دعا کے بعد قبل قبولیت جب حضرت مریم کو دیکھا ہو کہ بے موسم خداوند کریم انکو پہنچاتا ہے تو انکو بھی امید ہوئی ہو کہ مجھکو بھی
فرزند عنایت ہو جاوے تو ایسے ارحم الراحمین قدیر کے رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے اسلئے اسوقت خاص فرزند ہی کی دعا کی ہو اور خداوند مجیب الدعوات نے قبول فرمائی ہو بہر حال

اگر دعاؤں کا اتفاق ہوا ہو اول بسبب نہونے سامان تولد کے فقط جانشین ہی کی دعا کی ہو بعد میں یوں سمجھکر کہ سامان کی خدا کو ضرورت نہیں اس بات کی دعا کی ہو کہ جانشین
بھی ملے تو فرزند ہی ملے لیکن جس آیت میں کلام ہے اُس آیت میں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ دعا فرزند ہی اُسمیں مقصود ہے اور باینہمہ جس جگہہ لفظ ذریت ہے وہاں بھی اگر اولاد معنوی یعنی خلیفہ
راشد اور مرید کامل اور شاگرد رشید مراد ہو تو کیا قباحت ہے آخر شاگردوں اور مریدوں کو فرزند بول ہی دیا کرتے ہیں **اقول** بے شک سورہ آل عمران میں اور سورہ مریم میں دونوں
سورتوں میں ایک ہی مطلب ہے اور دونوں جگہہ یا بالعموم فرزند مراد ہے اور یہی مذہب سب مسلمانوں کا ہے مگر تو البتہ سب مسلمانوں کی مخالف کہتا ہے تو بتلا کہ سب مسلمانوں کا مذہب صحیح ہو یا تیرا قول
واہی اور دونوں سورتوں میں خداتعالی نے اُسی ایک قصہ طلب فرزند کو ذکر کیا ہے جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کا ایک قصہ کئی جگہہ قرآن میں ذکر کیا ہے اور وہ یہی ایک دعا تھی
حضرت زکریا کی حضرت مریم کا حال دیکھکر اور مکرر اور سہ کرر ہرگز وقوع میں نہیں آئی وہ دعا کہ جسکی شناہ میں تفسیر میں مسلمانوں کی اور جو مضمون دعا کا سورہ آل عمران میں ہے وہی سورہ مریم
میں ہے مگر اُس میں ذریت کا لفظ فرمایا ہے اور اسمیں ولیا کا کہ جو اپنے نطفہ سے ہو جیسا کہ تفسیروں میں لکھا ہے اور حضرت زکریا اولاد سے مایوس ہرگز نہتھے مایوس تو ادنی مومن بھی نہیں
ہوتا ہے رحمت خدا سے چہ جائیکہ پیغمبر اسواسطے کہ خداتعالی فرماتا ہے کہ ۔ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ یعنی نہیں نا اُمید ہوتے ہیں رحمت خدا سے مگر قوم کفار کیا حضرت زکریا
کو بھی تو نے کافروں میں سے مقرر کیا ہے البتہ اسقدر جانتے تھے وہ کہ موافق عادت کے نہیں ہے اس عمر میں اولاد کا ہونا لیکن جب حضرت مریم کے پاس بے موسم میوے دیکھے تو جانا
کہ قدرت خدا سے یہ بھی بعید نہیں ہے ۔ اور مایوس ہرگز نہتھے اور مایوس اُسکو کہتے ہیں کہ بالکل اُمید منقطع ہوجاتی ہے اور حضرت زکریا سے یہ بات بہت بعید تھی اور مایوس ہوتی تو دعا طلب فرزند
کیوں کرتے آخر خدا کو قادر جانتے تھے تو دعا کی گو بے موسم میوے دیکھکر کی تھی اور وہ ایک ہی دعا تھی حضرت زکریا کی طلب فرزند کے دونوں سورتوں میں جو کہ خداتعالی نے قبول فرمائی
اور دعا کی مکرر ہونیکا کہیں ذکر نہیں ہے ۔ اور جو احتمالات واہیہ تو نے نکالے ہیں سب باطل ہیں سامان تولد کا ہونا اور سامان تولد کے خدا کو کیا ضرورت تھی اور یہ کیا کہ پہلے
تو اُسکو نسمجھا اور بعد میں سمجھے پہلے کیا قدرت خدا کے معتقد نہتھے اور جس آیت میں کلام ہے بیشک اُسمیں دعا طلب فرزند تھی جیسا کہ اہل سنت کی تفسیروں میں لکھا ہے اور اگر تو تسلیم نہیں کرتا ہے
تو تو کون ہے اور کس شمار میں ہے کس شے پر سند کہ بہا کیسی پہلے اپنا اعتبار پیدا کیجے اُسوقت ایسا کلمہ زبان سے نکالئے آپ بھی علماء غیر معتبرین کی ریس کرنے لگے آپکی بھی وہی نقل ہے کہ جیسے مینڈک کو مچھر کی چنانچہ کوئی
کہتا ہے کہ مینڈک نے کہا میرے تو ایک نعل جڑا دے مچھر نے کہا کہ مجھکو بھی یا با بٹھا دے اور دیکھو اُلٹی بات کو لکھتا ہے کہ ذریت سے مراد خلیفہ راشد اور مرید کامل ہے بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے خداتعالی تو فرماتا ہے
کہ ہمنے تجہکو خوشخبری یحیی کی دی جو کہ حضرت زکریا کے فرزند تھے اور یہ کہتا ہے کہ مراد اُس سے مرید کامل ہو کیا خداتعالی حضرت زکریا کی دعا کو نہ سمجھا تھا کہ اُنہوں نے طلب تو کیا کچہہ اور
خدا نے دیا کچہہ اور حضرت زکریا نے جو کہا کہ ہم تو سن رسیدہ ہو گئے ہیں ہمارے لڑکا کیونکر پیدا ہو تو کیا وہ مرید ہے حضرت زکریا کی زوجہ کی شکم سے پیدا ہوتا جو ایسا کہا البتہ یہ کہنا چاہیے کہ
حضرت زکریا نے تو مرید طلب کئے تھے مگر خداتعالی نے اُنکی دعا قبول نکی اور ایک فرزند کہ جسکی آرزو اور طلب نتھی وہ دیدیا جسکو چاہتے تھے اگرچہ فرزند عزیز تر ہے مگر موافق آرزو کی نتھا ♦

قال الشیخ الاشعری اور فرزند ناخلف کو کہا کرتے ہیں کہ یہ ہمارا نہیں ہے بلکہ خود خداوند کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بوجہ ناخلفی یوں کہا کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں
اور وجہ ایسی بیان فرمائی کہ یعنی بد اطوار ہوا جس سے یوں معلوم ہوجاتا ہے کہ جو نیک اطوار ہیں وہ سب بمنزلہ برادر اور فرزند ہیں بلکہ سورہ ہود میں جو حضرت نوح کا قصہ کو ہے تو اُس سے
یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب متبعان نوح کو اہل نوح فرمایا جس سے ایک دفعہ تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت نوح کی کنبہ کے لوگ مراد ہیں اسلیے کہ حضرت نوح کو یہ حکم ہوا تھا کہ جب طوفان کی آمد ہو تم
کشتی میں سب قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا چڑھا لیجو اور اپنی اہل کو چڑھا لیجو ظاہر ہے کہ جانوروں کے اور اہل و عیال کی چڑھانیکو تو فرمایا اور سوا انکے اور مسلمانوں کی چڑھانے
کو نفرمایا اور یہ سب جانتے ہیں کہ خداوند کریم سے منجملہ محالات ہے کہ جانوروں کے بچاؤ کی تدبیر تو کی جائے اور مسلمانوں کے بچاؤ کا سامان نکیا جائے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب مسلمانوں کو
اہل و عیال نوح ہی میں شمار کیا ہے الغرض جب متبع اور مرید داخل اہل و عیال ہوئے اور فرزند ناخلف اہل و عیال سے خارج ہوئے تو ہو سکتے ہے کہ ذریت سے مرید اور متبع ہی مراد ہو
چنانچہ عرب کے محاورات میں بیچ زمرہ کے لوگو کو آل اور ذریت کہا کرتے ہیں مگر انصاف یوں ہی ہے کہ سورہ آل عمران میں جو دعا زکریا علیہ السلام میں لفظ ذریت واقع ہے تو وہاں
اولاد ہی مراد ہے پر اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سورہ مریم میں بھی لفظ ولی سے اولاد ہی مراد ہو ہاں یہ ثابت ہو جاتا کہ سوائے ایکبار کے اسباب میں حضرت زکریا علیہ السلام نے
دعا ہی نہیں کی تو ٹھکانے کی بات ہے پر مغائرت دعا یعنی یہاں اور وہاں کے الفاظ کا ہونا اور وہاں وہ سببات پر شاہد ہے کہ چند بار دعا کا اتفاق ہوا پھر کیا ضرور ہے کہ فرزند پر
محمول کیجیے البتہ اگر بجز فرزند کے مراد لینی معنی صحیح نہو سکیں تو ایک بات بھی ہے لیکن یہاں تو معاملہ بالعکس ہے فرزند کو مراد لینے میں صحت معنی زائل ہوجاتی ہے تو عجب نہیں چنانچہ تو
ہو چکا کہ جملہ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا اسیطرف مشیر ہے اور اگر یوں کہیے کہ اس سیاق سے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ غرض تھی کہ وجہ دعا معلوم ہو جائے اور اسبات کی بابت میں کہ
اندیشہ نہ ہو کہ اولاد موجب فتنہ ہے اس جلالت قدر پر کیا مناسب تھا کہ ایسی تمنا زبان پر لائے دوم جملہ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا سے مثل جملہ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا
جو اپنی بڑھاپے پر بھی دلالت کرتا ہے اپنا عجز اور بے سروسامانی ثابت ہو جائیگا تا کہ باعث جوش رحمت اور موجب حرکت قدرت ہو نہ یہ کہ بوجہ بے سروسامانی قطع امید مقصود ہے تو قطع نظر

اسکی کہ ہمنے جو معنی بیان کئے ان معنی سے عمدہ نہیں تو کم تو کسیطرح نہیں اور ہمکو لا نسلم کہنے کی اس سبب سے پھر بھی گنجایش ہے اس سے تو بات ہاری ہی نہیں کہ ولی بمعنی فرزند تو ہو ہی
نہیں سکتا اگرچہ اسکا مصداق فرزند ہی کیوں نہو غرض بہرحال یہ لفظ بمعنی ولیعہد اور جانشین ہے اور جب بمعنی ولیعہد اور جانشین ہوا تو وراثت سے وہی وراثت مقصود ہوگی
جو ولیعہد اور جانشین کو سزاوار ہے تاکہ لفظ ولی کے اختیار کرنیکا بھی فائدہ معلوم ہو اور وہ ظاہر ہے کہ یہی وراثت منصب اور وراثت علم ہے نہ وراثت مالی بطور معروف جیسے بدلائل و قرائن
مرقوم بالا آیہ فہب لی الخ میں وراثت مالی کا مراد نہونا معلوم ہو چکا تھا اب بشہادت روایت کلینی و قرائن مذکورہ یہ بھی متحقق ہو گیا کہ وراثت علمی اور وراثت منصب ہی مقصود ہے اور وہ خلجان
جو دربارۂ تخالف ہر دو آیہ مشار الیہا و حدیث ما ترکناہ صدقۃ ظاہر بینان حدیث و کلام اللہ میں کھٹکتا تھا بیخ و بنیاد سے اکھڑ گیا اور بہر نہج اطمینان کامل ہو گئی کہ حدیث مذکور کسی آیت
کی مخالف ہی نہیں جو اس وجہ سے اسکو غلط کہا جائے اور دشمنان صدیق اکبر کی وہی گو در صورت غلط ہونے حدیث مذکور کی بھی شیعوں کا اہل سنت پر کچھ دباؤ نہیں ہو سکتا چنانچہ بحوالہ اشارہ یوصیکم اللہ
اور ہدایت آیہ ما افاء اللہ مرقوم ہو چکا بلکہ الٹی شیعوں کو اپنی دن نظر آئے کہ اس حدیث کی مصداق انکی حدیثیں بھی نکلیں اور نیز اب اسکی کسیطرح حاجت نہیں کہ جیسی اس حدیث کا مخالف ہونا
ثابت ہو گیا ویسی ہی قطع نظر مخالف ہونیکی فی حد ذاتہ اسکا صحیح ہونا بھی صحیح ہو جائے **اقول** فرزند ناخلف کو یہ کون کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اگر کہتا تو اپنی زوجہ پر اسنے تہمت زنا
کی کی اور مستحق عذاب نار ہوا اور دوسری زٹل سنیے کہ خدا تعالی پر یہ بہتان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت نوح کے بیٹے کے حق میں خدا تعالی نے کہا نوح سے کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے اب تیرے دین میں شیخ
کامل ہو گیا خدا پر تہمت کرکے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی نے یہ نہیں کہا ہے کہ اے نوح یہ تیرا بیٹا نہیں ہے بلکہ یہ کہا تھا کہ تیری اہل میں سے نہیں ہے یعنی مومنین میں سے نہیں ہے اور مومن اور
کافر میں جو ولایت منقطع ہو جاتی ہے تو کافر مومن کی اہل میں سے نہیں ہوتا ہے اسواسطے فرمایا کہ تیری اہل میں سے یعنے تیری دین والوں میں سے نہیں ہے اور سبب ہے کہ بعد اسکے اسکی علت کو بیان کیا
کہ انہ عمل غیر صالح اور یہ کہاں کہا ہے خدا نے کہ یہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور مومنین اگرچہ بمنزلہ فرزند کے ہوتے ہیں لیکن جس وقت کوئی یہ کہے کہ الہی مجھکو فرزند عطا کر تو اس سے یہ مراد نہوگی کہ مجھکو
مرید یا ایک تابع بخش اور نہ کوئی اس سے ایسا سمجھیگا اور اگر خدا تعالی نے جو آیت میں فرمایا تو اہل نوح فرمایا ہے فرزندان نوح نہیں فرمایا ہے اور اہل تو آدمی کے ہمراہیوں کو کہتے ہیں لیکن ہمراہیوں
کو اولاد نہیں کہتے ہیں اور اگر سب مسلمانوں کو اہل نوح کہا تو اس سے کیا ہوتا ہے اہل تو انکو کہتے ہی کہ انکے دین پر وہ تھے لیکن فرزندان نوح انکو نہیں کہا ہے تاکہ مرید اور تبع پر اطلاق فرزند کا صحیح
ہو اور ذریت سے مراد مرید اور تبع ہو جاوے اور عرب کے محاورات میں اگر بالفرض و تسلیم زمرہ کو کہ اہل آل اور ذریت کہتے ہیں تو موحدین کو بولتے ہونگے اور اگر کوئی مرید کہ خدا تعالی سے طلب کرے
تو یہ ہرگز نہ کہیگا کہ الہی مجھکو اولاد اور ذریت بخش اور اگر ذریت کا لفظ کہیگا تو اس سے اولاد ہی مراد ہوگی نہ مرید اور خدا تعالی نے جو قرآن میں ذریت آدم اور ذریت نوح فرمایا ہے وہاں
اولاد ہی مراد ہے نہ مرید اور انصاف یہ نہیں ہے جو تو کہتا ہے بلکہ انصاف یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم کی اولاد ہی مراد ہے نہ مرید اور سوا ایکبار کے حضرت
زکریا نے دعا ہی نہیں کی تھی وہ ہی ایک دعا ہے کہ جو حضرت مریم کے پاس بے موسم میوہ دیکھکر دعا کی تھی کہ خدا تعالی کی قدرت سے بعید نہیں ہے کہ مجھکو بھی بخلاف عادت کے اولاد دیوے
اور بعض الفاظ میں دعاؤں کی مغایرت ہونی دلیل چند بار کی دعا کی نہیں ہو سکتی وہ ہی ایک قصہ حضرت موسی کا ہے کہ کئی جگہ قرآن میں مذکور ہے اور الفاظ میں اسکی مغایرت بھی ہے
ولی کو سبھی مفسرین نے فرزند پر محمول کیا ہے اور اسی امر کا قرینہ بھی ہے اور تمام مفسرین تیری طرح باولے نہیں تھے جو صحت معنی اولاد کو چھوڑکر جو کہ مرید کے مراد لینے میں ہیں معنی غلط اختیار کرتے
اور مرقوم بھی ہو چکا ہے کہ [illegible] دلیل کی طرف [illegible] ہے اور حضرت زکریا کو کسی بات کا اندیشہ تھا [illegible] موجب فتنہ بھی نہیں ہوتی ہے
انہوں نے تو اولاد طیبہ طلب کی تھی اور اپنا بڑھاپا اور زوجہ کا بانجھ ہونا جو حضرت زکریا نے بیان کیا تو اسواسطے کہ رحمت خدا جوش میں آئے قطع امید کے واسطے لیکن تو پہلے اس سے
ہی کہ حضرت زکریا مایوس ہو گئے تھے اور قطع امید کر دی تھی رحمت خدا سے اور جس چیز پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہو اسکو لا نسلم نہیں کہہ سکتے اور اگر یہ لا الہ الا اللہ کو بھی لا نسلم کہے
تو تیری زبان کس نے پکڑی ہے اور بیشک مراد ولی سے فرزند ہے اور جب فرزند مراد ہو تو وراثت مالی مراد ہوگی اور انجام کو وہ فرزند ولیعہد اور جانشین بھی ہوگا لیکن طلب تو فرزند ہی کی
تھی اور وقت دعا کے ولیعہد ملحوظ نہ تھی جیسا کہ آیہ فہب لی میں بدلائل و قرائن مرقوم ہو چکا کہ وراثت مالی مراد ہے اور روایت کلینی سے بھی ثابت نہیں ہوا کہ ان آیتوں میں بھی
وراثت علمی مراد ہے اور مخالفت روایت ما ترکناہ صدقۃ کے دونوں آیتوں سے ہنوز باقی ہے اور وہ مخالفت ہرگز رفع نہیں ہوئی اور اپنے دل میں جاہلوں نے اطمینان کیا لیکن واقع میں وہ
مخالفت کہیں نہیں گئی اور روایت ما ترکناہ صدقۃ کا غلط اور جھوٹ ہونا ثابت ہے پھر شیعوں کا دباؤ اہل سنت پر ہے اس مقدمہ میں کیونکر جائیگا چنانچہ آیہ
یوصیکم اللہ اور آیہ ما افاء اللہ کے ذکر میں مرقوم ہو چکا اور سنیوں کو اپنی دن نظر آئے کہ روایت ما ترکناہ صدقۃ مکذب آیات قرآنیہ ہیں اور شیعوں کی کتابوں میں کوئی روایت
مصداق اس روایت موضوعہ کی نہیں ہے اور جس روایت کا اسنے حوالہ دیا ہے اسکے معنی نہیں سمجھا اور اس روایت ما ترکناہ صدقۃ کے مخالف قرآن ہونے میں
کچھ شک نہیں ہے وہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی **قال الشیخ الاشعری** مگر بنظر اثبات و اظہار صدق صدیق اکبر کچھ اسبات میں بھی
رقم طرازی ضرور ہے اس لئے اول تو یہ معروض ہے کہ اس جگہ یہ عذر بیجا ہے کہ اس حدیث کا راوی ایک ہی شخص ہے کیونکہ یہ بات تو وہاں

دیکھی جاتی ہی کہ جہاں خود نہ سنا ہو اور درصورتیکہ کوئی شخص اپنے کانوں سے کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لی تو اُسکی لئیے وہ اپنا ایک سننا لاکھوں کی خبر دینے سے زیادہ ہوگا
کیونکہ راویوں کی کثرت کی جو روایت میں ضرورت ہوتی ہی تو اس لئیے ہوتی ہی کہ جھوٹ ہونیکا وہم جاتا رہی اور جب اپنے کانوں سے سن لیا تو پھر جھوٹ کا احتمال ہی نہیں رہتا جو اُسکی رفع
دفع کی ضرورت ہو بلکہ لاکھوں کے بیان سے گو یقین حاصل ہوجاے پر ایسی تسلی اور اسقدر اطمینان نہیں ہوتا جسقدر دیکھنے سے ہوتا ہی کلکتہ دلی لندن مکہ مدینہ کے ہونے میں گو ہمیں اس وجہ سے
شبہ نہیں کہ ہزاروں لاکھوں بیان کرتے ہیں لیکن دیکھنے میں جو بات ہے وہ سننے میں نہیں اسلئے مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ جب دیکھنے کی چیزوں میں یہ حال ہی کہ اوروں کا کہا اگرچہ
لکھوکہا کیوں نہوں اپنے دیکھنے کی برابر نہیں تو سننے کی باتوں میں بھی یہی سمجھنا چاہیے کہ اوروں کی خبر اور روایت اگرچہ لکھوکہا کیوں نہوں اپنے کان کے سننے کی برابر نہیں ہو سکتا
چنانچہ اظہر من الشمس ہے پھر جب ابوبکر صدیق اپنے کان سے ایک حکم سن چکے ہوں تو اُنپر یہ اعتراض کرنا کہ جس روایت پر اُنہوں نے عمل کیا بجز اُنکے اُسکا اور کوئی راوی نہیں علماء شیعہ
کے کمال سلامت عقل اور خوبی فہم پر دلالت کرتا ہی اتنی بات تو ہر ادنی اعلے جانتا ہی کہ حدیث نبوی اُس شخص کے حق میں جس نے اپنے آپ بلاواسطے سنی ہو یقین بلکہ عین الیقین ہے
اُس کو اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے کسی دوسرے سے سنے یا نہ سنے اس لئیے اجماع اصولین شیعہ و سنی اس بات پر ہی کہ خبر کا متواتر و غیر متواتر اور واحد اور مشہور وغیرہ ہونا بنسبت اُنہیں
لوگوں کے ہے جنہوں نے نبی کو نہ دیکھا اُنہوں نے آپ کی بات نہ سُنی بلکہ اوروں کے واسطے اُنکی باتیں سنی کہ نہ اُنکے حق میں جنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بچشم خود دیکھا اور بگوش خود اُنکے کلام سنے ایسے
لوگوں کے حق میں جنہوں نے پیغمبر صلعم کی بات اپنے کانوں سے سن لی ہی رسول اللہ صلعم کی حدیث متواتر سے بڑھکر ہی سو ابوبکر صدیق نے اپنے سننے کے موافق آپ عمل کیا تھا کسی دوسرے
کی گردن پر تو چھری نہیں رکھی غرض اعتراض تو بہر حال بیجا ہاں بے اعتقادی کی وجہ سے اُنکی بات کا اعتبار نکرو تو یہ دوسری بات ہی بلکہ اُسکو اعتراض سے کیا علاقہ معہذا کلموا الناس
علے قدر عقولہم ہم اُسی راہ پر چلتے ہیں جس راہ شیعہ چلیں اگر کثرت راویوں ہی سے حدیث ہوتی ہی اپنے سننے سے نہیں ہوتی تو سنیے جیسے روایات کے غلط ہونیکی دو صورتوں میں ایک یہ کہ اُسکی
راوی کذاب و مفتری ہوں دوسرے یہ کہ اُسکے معنی مخالف عقل یا معارض نقل صحیح ہوں ایسی ہی صحت روایات کی بھی یہی دو ہی صورتیں سمجھنی چاہئیں ایک تو یہ کہ اُسکے راوی صادق
ثقہ دیندار ہوں دوسرے یہ کہ قرآن یا احادیث صحیحہ اُسکے معنوں کے موید ہوں اور عقل اُسکی مدلول کے مساعد ہو علی ہذا القیاس جیسے راویوں کی قلت اور روایات صحیحہ کے مخالفت سے بقدر مخالفت اعتبار
کی بھی قلت ہوتی ہی چنانچہ سب جانتے ہیں ایسی ہی کثرت روایات و ناقلان اخبار اور موافقت اخبار و روایات صحیحہ سے بقدر موافقت اعتبار کو بھی ترقی اور زیادتی ہوتی ہی اس لئیے دونوں قسم کی صحۃ کی وجوہ
اور دونوں قسم کی وجوہ اعتبار کی طرف اشارہ کیا جاتا ہی **اقول** صدق ابوبکر کا سننا کسی طرح سے ثابت نہیں ہو سکتا جسوقت کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے اُنکو کاذب سمجھا ہو بقول
عمر چنانچہ صحیح مسلم میں ہے اور بیفائدہ اور فضول بحث کر کے کاغذ کو سیاہ کرتا ہی کبھی تو کہتا ہی کہ سنا ہوا مثل دیکھنے کے کب ہوتا ہی اور کہیں راویوں کی کثرت اور قلت کی بحث کرتا چلا جاتا ہی اس سے تو ہم کو کچھہ بحث
ہی نہیں ہے بلکہ یہ روایت خود بنائی ہی اور جناب رسولخدا صلعم مخالف قرآن کے ایسا کیوں فرماتے اور اگر رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہوتا تو حضرت فاطمہ اُسکے کہنے کو رد کیوں کرتیں اور اگر حضرت
فاطمہ سے تمہارے زعم میں غلطی ہوئی تھی تو بعد اُسکے تو سمجھہ جاتیں اور چھہ مہینے جو زندہ رہیں اور تا دم واپسیں ابوبکر سے کلام نکیا اس عرصہ میں حضرت علی تو اُنکو سمجھاتے اور کہتے کہ خلیفہ
رسول سچ کہتا ہی تم خصامت ہو لیکن حضرت علی نے بھی اس روایت کو تسلیم نکیا اور پھر عمر کے زمانہ میں عمر سے دعوی میراث کا کیا پہلے تم رسولخدا صلعم سے اس روایت کا سننا ثابت
کرلو اُسوقت کہو کہ ابوبکر نے اپنی سنے ہوئے پر عمل کیا اور اپنا سننا غیر سے سننے کی برابر نہیں ہوتا ہی سو ابوبکر نے اس روایت کو رسولخدا صلعم سے سنا ہی نہیں ہے اور اپنی طرف سے روایت بنا کر
حضرت فاطمہ کے گلے پر چھری رکھی ہی اور اپنی سنے ہوئے پر عمل اُسوقت کہا جاتا ہی کہ جسوقت مظنہ بدگمانی اور تہمت کا نہو اور بے اعتقادی کی جہت سے یہ بات نہیں ہے بلکہ واقع میں ابوبکر نے رسولخدا
صلعم سے ایسا سنا ہی نہیں ہی چنانچہ ثابت ہے اور راویوں کی تو قلت اور کثرت سے یہاں کچھہ بحث ہی نہیں ہے اور ابوبکر اُس روایت میں بیشک کاذب ہیں اور روایت اُنکی مخالف ہی قرآن
کے اور ابوبکر اس روایت میں صادق نہیں ہیں اور نہ آیت قرآنی اُسکی صحت کے موید ہے اور جب قرآن ہی کے مخالف ہوئے تو وہ روایت ایسی کونسی ہوگی کہ جو اُسکی صحت کے موید
ہوگی بلکہ جو روایت کہ اُسکی موید ہوگی وہ بھی کاذب ہی ہوگی **قال الشیخ الاشعری** راویوں کی کثرت کا تو یہ حال ہی کہ ابوبکر ہی اسکے راوی نہیں کوئی دس بارہ راوی ہیں اور وہ بھی ایسے ایسے
کہ اُنکی نانی آسمان و زمین بنے ہی کہتے ہیں کچھ سنی ہونگے اور یہ جو علماء شیعہ فرماتے ہیں اور مولوی عمار علی صاحب بھی اُسے ہی گاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک سے
فقط ایسی روایت کو سنا کر جواب بتلایا کہ اُسکا راوی ایک آدمی کے سوا یعنی اپنے آپکے اور کوئی نتھا دروغ محض اور سراسر بہتان ہی اس لئیے کہ اہل سنت کی کتابوں میں حدیث بروایت زبیر
بن العوام اور حذیفہ بن الیمان و ابو داؤد و ابوہریرہ عباس علی عثمان عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص عایشہ ام المومنین و عمر بن الخطاب و ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین صحیح و ثابت
ہوئی ہی اگر حضرت عایشہ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اسباب میں شیعوں کو اعتبار نتھا تو حضرت علی اور حضرت حذیفہ وغیرہم نے کیا تقصیر کی ہی جو اُنکا بھی اعتبار جاتا رہا مگر
شیعوں کے نزدیک اس سے زیادہ اور کیا خطا ہوگی کہ حق کہہ گذرے اور وہ بھی ایسے مقدمہ میں جسمیں حق کہے سے مدعیان محبت شیعوں کو سراپا عداوت کی بات پہیکی پڑی ہی مگر بنظر خیر خواہی شیعہ یا تباع
آیت کلا انذر مولا علماء شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ سنیوں کی بدشگنی کے لئے اپنی ناک اپنے ہاتھہ سے کیوں کاٹتے ہو یہ بھی خبر ہی کہ معصوم کے قول کے نہ ماننے سے شیعہ پھر شیعہ نہیں رہتا بزعم خود کافر ہوجاتا ہی

درو و رتیکہ حضرت علی کا اس روایت میں نام آگیا پھر تو جی چاہے یا نچاہے ماننا ہی چاہئے علی ہذا القیاس حضرت حذیفہ کی بات سمجھنی کیونکہ اگر وہ معصوم نتھے تو درباب روایت معصوم ہی تھے اسواسطے کہ ملا عبد اللہ مشہدی نے اظہار الحق میں انہیں حضرت حذیفہ کے حق میں پیغمبر خدا صلعم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے ما حدثکم بہ حذیفۃ فصدقوہ یعنی جو کچھہ حذیفہ تمسے کہا کرے اُسے سچ ہی سمجھو اور سچ ہی کہو اور کسیکو تامل ہو کہ وہ ہوں تو ہوں حضرت علی اسکے راوی ہونگے تو انکی تصدیق کے لئے اصح الکتب اہل سنت سے وہ حدیث ناظرین کے پیش نظر کرتا ہوں جس سے بالخصوص حضرت علی کا بنسبت اسحدیث کے راوی ہونا ثابت ہو جائے اخرج البخاری عن مالک بن اوس بن الحدثان النصری ان عمر بن الخطاب قال بمحضر من الصحابۃ فیہم علی والعباس وعثمان وعبد الرحمن بن عوف والزبیر بن العوام وسعد بن ابی وقاص انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ قالوا اللہم نعم ثم اقبل علی علی والعباس فقال انشدکما باللہ ہل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذلک قالوا اللہم نعم حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے مالک بن اوس بن الحدثان النصری کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ تحقیق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مجمع میں جس میں حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عثمان اور عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص بھی تھے یوں فرمایا کہ میں تمہیں اُس خدا کی قسم دیتا ہوں اور خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان و زمین قایم ہیں کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھہ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اُن سب نے کہا ہم خدا کے روبرو کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے پھر حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہا کہ میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں اور خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے اُن دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم خدا کے روبرو کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فقط **اقول** سوای ابوبکر کے کوئی اس روایت ما ترکناہ صدقہ کا راوی نہیں ہے یعنے ایک بھی راوی نہیں ہے چہ جائیکہ دس بارہ اور جن لوگوں کا نام لکھا ہے ہرگز انہوں نے یہ روایت نہیں کی ہے اور علماء شیعہ اور مولوی حمار علیہ ما علیہ جو فرماتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ روایت سنا کر حضرت فاطمہ کو فدک ندیا اور اُس روایت کا راوی سوای ابوبکر کے کوئی نہیں ہے یہ بات دروغ اور بہتان نہیں ہے بلکہ راست اور صحیح ہے اور کتب فریقین اسکی شاہد ہیں تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ اختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد منہم علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور یہی ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذلک علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یعنی اختلاف کیا میراث میں اُس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس نہ پایا نزدیک کسیکے اس امر سے علم کو پس کہا ابوبکر نے کہ سنا ہے میں نے رسول خدا صلعم کو فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیاء ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھہ چھوڑا ہے ہمنے وہ صدقہ ہے اور شرح مختصر الاصول عضدی میں جس جگہہ کہ بیان کیا ہے جواز تعبد کو خبر واحد کے ساتھہ وہاں بھی یہی لکھا ہے کہ یہ روایت ابوبکر سے ہے نہ اور کسی سے اور مولوی عبد العلی نے شرح مسلم میں بھی لکھا ہے اور کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں بھی لکھا ہے خوف طوالت سے عبارتیں اُنکی کتابوں کی نقل نہیں کی اور امام غزالی نے منخول میں اور مولوی نظام الدین پدر مولوی عبد العلی نے صبح صادق شرح منار میں بھی لکھا ہے اور سوای اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ سوای ابوبکر کے کوئی راوی اس روایت ما ترکناہ صدقۃ کا نہیں ہے اور بخاری سے جو روایت لکھی ہے وہ روایت بناوٹی کی بالکل [illegible] اور ساختہ اور پرداختہ بنا رکھے ہیں اور [illegible] چنانچہ کذب اسکا ظاہر ہو جائیگا اور تتمہ اُس روایت کا مناقض اللہم نعم کے چنانچہ ترجمہ اسکا یہ ہے کہ کہا عمر نے پھر وفات پائی رسول خدا صلعم نے پس کہا ابوبکر نے کہ میں خلیفہ رسول اللہ صلعم کا ہوں اور قبضہ کیا اُسپر ابوبکر نے اور عمل کیا جس طرح سے کہ رسول خدا صلعم عمل کرتے تھے اور حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف منہ کرکے کہا کہ تم اسوقت ذکر کرتے ہو کہ ابوبکر ایسا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو اُسکے حق میں اور حال یہ ہے کہ قسم ہے خدا کی وہ سچا اور نیک اور تابع حق کے تھا یہ پیا فقرہ جو عمر نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ باعتقاد عمر حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر کو صادق اور نیک اور تابع حق نہیں جانتے تھے ورنہ اسکے کہنے کی کیا احتیاج تھی اور جن لوگوں کا نام لکھا ہے سوا علی اور عباس اور حذیفہ کے مثل زبیر اور ابوہریرہ اور عثمان اور عبد الرحمن اور سعد بن وقاص اور عایشہ اور ابوبکر اور عمر کے ہماری نزدیک کسیکی بقدر ذرہ قدر اور منزلت نہیں ہے مثل اور عوام الناس کے ہم انکو جانتے ہیں چہ جائیکہ ایسے ہوں کہ انکا ثانی زمین و آسمان نے ندیکھا ہو اور پھر امر واقعی یہی ہے کہ انہوں نے ہرگز ایسا بیان نہیں کیا ہے علی الخصوص حضرت علی کہ کئی مرتبہ وہ اس روایت بکری کی تکذیب کر چکے ہیں اور ابوبکر کو جھوٹا قرار دیچکے ہیں اور پہلے اس سے ہم لکھہ چکے ہیں کنز العمال وغیرہ سے کہ جسوقت ابوبکر نے حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت فاطمہ کے روبرو ما ترکناہ صدقہ کو روایت کیا تو حضرت علی نے اسکے رد میں آیت وورث سلیمان داؤد اور آیت فہب لی من لدنک ولیا یرثنی سے استدلال کیا اور روایت بکری کو کاذب جانا اور ہمیشہ ابوبکر کو بلکہ عمر کو بھی کاذب جانتے رہے اور دعوی میراث رسول خدا صلعم کا عمر کے زمانہ میں بھی کیا اور عمر نے کہا کہ تم دونوں مجھکو اور ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جسوقت عمر نے ان دونوں سے یہ کہا تو ان دونوں نے کچھہ عذر نکیا اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ علی اور عباس دونوں اس مقدمہ میں اپنے مخالف کو یعنی ابوبکر اور عمر کو ظالم جانتے تھے اور جمع الجوامع میں سیوطی نے لکھا ہے کہ ابن جلندی نے رسول خدا صلعم کے پاس ہدیہ بھیجا اور اُن حضرت صلعم نے وفات

پائی تھی ابوبکر کے پاس وہ ہدیہ لیگیا حضرت علی کو دی اور کہا کہ یہ ہدیہ ابن علبندری کا ہی کہ جو رسولخدا صلعم کیواسطے بھیجا ہی یہ فدک نہیں ہے تو کسواسطے لیتا ہی اور عسقلانی نے
لسان المیزان میں ترجمہ محمد عبداللہ میں لکھا ہی کہ واعظ بلخی نے ایک روز اپنی مجلس میں کہا کہ ایکروز فاطمہ زہرا گریہ اور بکا کرتی تہیں حضرت علی نے کہا کہ کیوں روتی ہو کیا
میں نے تمسے فدک کو چھین لیا ہی یا میں نے تمہارا حق غصب کیا ہے یا میں نے تمکو کوئی اذیت پہونچائی ہی پس کیونکر حضرت علی کو راوی اُس روایت موضوعہ کا کہا جائے اور جب علی نے
یہ روایت نہیں کی ہی تو معلوم ہوا کہ کسی نے یہ روایت نہیں کی ہی اور نہ عمر نے کسی سے پوچھا ہی اُس روایت ما ترکناہ صدقۃ کو اور عثمان کو جو راوی اس روایت کا لکھا ہی یہ بھی غلط
ہی اسواسطے کہ عثمان تو ازواج رسولخدا صلعم کی طرف سے وکیل ہو کر ثمن کا یعنی آٹھویں حصہ کا تقاضا کرنے گئے تھے عائشہ نے جواب میں کہا کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ رسولخدا
صلعم نے فرمایا ہی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہی اگر یہ روایت راست ہوتے تو عثمان اُنکی وکالت کیوں قبول کرتے بلکہ کہتے کہ میں نے رسولخدا صلعم
سے سنا ہی کہ اُنکا مال کسیکو نہیں پہنچتا ہی اور ازواج حضرت سے اختصاص رکھتی تہیں اُنہوں نے بھی اس روایت کو نہ سنا یہانتک کہ عثمان کو وکیل کیا اپنے حصہ کے طلب میں
اور اگر عثمان اس روایت کو سنتے تو فدک کو مروان خاص کے جاگیر میں کیوں کر دیتے مال فقرا کو چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہی کہ عثمان نے فدک کو مروان کے جاگیر میں کر دیا تھا
اور باقی کے آدمیوں نے اگر دروغ فرض اللہم نعم کہا تو یہ سب ابوبکر اور عمر کے مریدوں میں سے تھے انکی روایتوں کا کیا اعتبار ہی لیکن سنا رسولخدا صلعم سے کسی نے نہیں ہے اور اگر یہ
روایت راست ہوتی تو جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا تھا اور ابوبکر نے اُنکے جواب میں ما ترکناہ صدقۃ کہا تہا تو کوئی تو ان آدمیوں میں سے اسکی شہادت ادا کرتا اور کہتا کہ
میں نے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی لیکن کسی نے بھی اُسوقت نکہا اُسوقت یہ جماعت کہاں گئی تھی یہانتک کہ حضرت فاطمہ غضبناک ہوئیں ابوبکر پر اور تمام عمر کلام نکیا کسی نے بھی نکہا کہ
اے دختر رسولخدا ابوبکر سچ کہتے ہیں تمہارے باپ نے ایسا ہی فرمایا تھا مگر کسیکی زبان سے نہ نکلا اور ابن ابی الحدید نے بھی ایسا ہی لکھا ہی چنانچہ بیان کیا ہی شرح نہج البلاغہ میں
کہ این کانت ہذہ الروایات ایام ابوبکر و ما نقل ان احدا من ہؤلاء یوم خصومۃ فاطمۃ روی من ہذا شیئا یعنی کہاں تہیں یہ روایتیں زمانہ میں ابوبکر کے اور نہیں
نقل کی گئی ہی کہ تحقیق کسی نے ان لوگوں میں سے جن کے نام اس روایت میں لکھی ہیں روز نزاع فاطمہ و ابوبکر اسمیں سے کچھ بھی روایت کی ہو اسی جہت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ روایت
موضوع ہی اور سراسر موضوعیت اسسے ٹپکتی ہی ایسی روایت موضوعہ کو شیعوں کے پیش کرنا کہ جسکو اہل سنت کی بھی علماء نے پسند نکیا ہو بڑی حماقت کی بات ہی اور حضرت علی کہ معصوم
ہیں اور حضرت حذیفہ کہ بڑے ثقہ ہیں اُنکے قول کو ہم البتہ بسر و چشم قبول کرتے ہیں لیکن اُنہوں نے تو ایسا فرمایا ہی نہیں ہے اُنکی طرف بدروغ منسوب کر دیا ہی چنانچہ اُس روایت کی
کذب سے ظاہر ہی اور ناک تو اپنی شیعوں کی سند میں سنی ہی کاٹتے ہیں کہ ایسے ایسے بزرگوں کی طرف دروغ اور افترا کو منسوب کرتے ہیں خصوصاً حضرت علی کی طرف کہ جو ایسے دروغ
سے بمراحل دور پڑے ہیں اور اگر تم کوئی جھوٹ معصوم کی طرف منسوب کرو تو شیعہ اُس جھوٹی بات کو کیونکر تسلیم کریں کیسی باتیں جعل اور فریب کے لکھتا ہی کوئی جانے کہ حضرت
علی نے ایسا ہی فرمایا ہوگا اور حذیفہ کو اگر رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہی تو کیا عجب ہے حذیفہ تو بیشک راست گو ہیں لیکن جس نے کہ حذیفہ سے یہ روایت کی ہی وہ تو راست گو نہیں ہے
وہ بھی ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور صدیق حذیفہ سے لازم نہیں آتا ہی کہ یہ روایت اُنہوں نے بیان بھی کی ہو اور ابوبکر بھی اس روایت میں راست گو ہوں پس جو روایت کہ جناب
سے لکھی ہی اور حضرت علی کو بھی اُسکے راویوں میں سے لکھا ہی سب غلط ہی اور کوئی امر اُسکا پایہ اعتبار میں نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس روایت سے صاف
معلوم ہوگیا کہ حضرت علی نے اس حدیث کو روایت کیا ہی اور وہ بھی یوں نہیں بلکہ قسم روایت کیا ہی سو اگر اس روایت کی تسلیم میں عذر تھا کہ اس حدیث کے ایک
ہی راوی ہیں خود ابوبکر صدیق اور جس حدیث کا کل ایک ہی راوی ہو اور پھر کلام اللہ کی بھی مخالف ہو تو اس پر عمل کرنا ہرگز درست نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر صدیق نے
کلام اللہ کو چھوڑ کر ایک اپنی ہی روایت پر عمل کیا تو قطع نظر اسکی کہ جہاں علماء شیعہ مخالفت سمجھتے ہیں [illegible] وہاں مخالفت نہیں موافقت ہی فقط اپنی سمجھ کا
قصور ہے چنانچہ ظاہر ہو چکا اور پھر قطع نظر اس سے کہ یہ ایک روایت اور زیادہ کی روایت کا فرق وہاں ہی جہاں اُس روایت کو مروی عنہ سے اپنے کانوں نہ سنا ہو اور درصورتیکہ اپنے
کانوں سن لیا ہو تو گو یہ سننے والا ایک ہی ہو پر لاکھوں کے بیان سے زیادہ ہی بفضلہ تعالی یہ عذر بھی مرتفع ہوگیا کیونکہ اس روایت کے اسقدر راوی ہیں کہ اکثر روایات کے اسقدر
راوی نہ ہونگی اور پھر اُنمیں بھی اکثر وہ لوگ جو مبشر بالجنت ہیں اور پھر اُنمیں سے بھی ایک حضرت علی تو ایسے ہیں کہ اُن اکیلوں کی روایت لاکھوں کے برابر ہی خصوصاً شیعوں کے
نزدیک کہ اُنکے نزدیک اُنکی روایت کا غلط ہونا محال ہی چہ جائیکہ موکد بالقسم ہو بہرحال شیعوں کے طور پر تو اس روایت کے صحت و اس روایت کا اعتبار کلام اللہ کی صحت اور
اعتبار سے کم نہیں پھر ابوبکر صدیق سے کب ہو سکے ہی کہ ایسی روایت پر عمل نکریں اور اُسکا اعتبار نکریں اور اہل سنت کے طور پر خود ظاہر ہی کہ اسکے سب راوی بڑے بڑے جلیل القدر
صحابی ہیں ایک کا کہنا بھی ہزاروں کے کہنے کی برابر ہے پس معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی اسدرجہ کے معتبر اور صحیح ہی کہ قطعیت میں کلام اللہ کی برابری کرتی ہی کیونکہ یہ جماعت کی جماعت جسکا
مذکور ہوا قطع نظر اسکے کہ ایک جماعت کثیر ہے انمیں ایک ایک ایسا ہی کہ اُسکا کہا مفید یقین اور خبر متواتر کی برابری کرے چہ جائیکہ سب کے مجموعہ کو لحاظ کیجے **اقول** یہ روایت

جھوٹی ہی چنانچہ ہم ثابت کر آئے اور حضرت علی نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا قسم سے نبے قسم اور ہم اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں کہ سوا ابوبکر کے کوئی روایت لانورث کا راوی نتھا اور بیشک یہ روایت مخالف کلام اللہ کی ہے اور ایسی روایت پر عمل کرنا ہرگز درست نہیں ہی اور جو منصف ہوگا اسکو مخالف ہی سمجھیگا شیعونکی سمجھ کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہوچکا اور ابوبکر نے ہرگز اس روایت کو اپنے کانوں سے نہیں سنا ہی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ خود بنالی ہی حضرت فاطمہ کے دعوی کے رد کرنیکو چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور سوا ابوبکر کے کوئی اسکا راوی نہیں ہے اور صحیح بخاری میں جو چند لوگوں کے نام لکھے ہیں اُن لوگوں نے ہرگز روایت نہیں کی ہی اور نہ عمر بن خطاب نے اس روایت کو ان لوگوں سے پوچھا ہی ایک ناصبی نے یہ روایت بناکر عمر کی طرف منسوب کردیا ہی کہ اُسنے فلانے اور فلانے سے پوچھا تو اُنہوں نے اس روایت کا اقرار کیا اور واقع میں اس طرح سے نہیں ہے اور وہ لوگ گو معتبر بالجملہ ہیں اہل سنت کے نزدیک لیکن اس روایت کو اُنہوں نے روایت نہیں کیا ہی اور نہ حضرت علی نے روایت کیا ہی گو اُنکی اور روایت صحیحہ لاکھوں کی روایت کے برابر ہے اور شیعوں کے نزدیک یہ روایت ایسی ہی جیسے انجیل میں تین خدا ہونیکی روایت ہے اور کلام اللہ سے اس جھوٹی روایت کو کیا نسبت ہے اور مثل کلام اللہ کے اسکا ہرگز اعتبار نہیں ہو سکتا کہیں راست کی برابر بھی دروغ کا اعتبار ہو سکتا ہی اور ابوبکر نے آخر یہ جھوٹی روایت بناکر اُس پر عمل کیا ہی اور اہل سنت کے نزدیک اگرچہ یہ لوگ جلیل القدر ہیں لیکن یہ روایت اُنہوں نے نہیں کی ہی کہ کذب اس روایت کا واضح ہوگیا ہی اور ضعیف بھی یہہ روایت نہیں ہے بلکہ ضعیف سے بھی مرتبہ میں کمتر ہی چہ جائیکہ قطعیت کیا راوی اسکا مالک بن اوس معصوم تھا جو اسکو قطعی کہا جاتا بلکہ تیرے نزدیک تو معصوم سے بھی غلطی ہوتی ہی اور جماعت مذکورہ میں سے تو کسینے اسکو روایت ہی نہیں کیا مالک بن اوس نے روایت کیا ہی اور اُس جماعت کا نام لکھ دیا ہی اُس جماعت کو تو کسو سے کہتا ہی کہ اُنہوں نے روایت کیا ہی **قال الشیخ الاشعری** القصہ بوجہ کثرت رواۃ وصدق و دیانت راویان تو صحت و اعتبار حدیث ما ترکناہ صدقۃ کا یہ حال ہی کہ اول تو اس آیت کے اسقدر راوی ہیں کہ کمتر روایات کے اسقدر راوی ہونگے اور پھر وہ بھی ایسے ایسے جلیل القدر صحابی اور اگر بوجہ موافقت آیات و احادیث دیکھیے تو آیات کا تو یہ حال ہی کہ خود آیت یوصیکم اللہ ہے جسکے مخالفت کے بھروسہ علماء شیعہ بہت کودتے تھے اسکے موافق ہی مخالف نہیں چنانچہ اس طرح سے مرقوم ہوچکا ہی کہ ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نرہیگا اور اگر کسیکو مخالفت معلوم ہوگی تو ایسے عقل کے اندھوں سے یہ ڈر ہی کہ جن احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ اور صدقات کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہی اُن احادیث کو بدرجہ اولی آیۃ انما الصدقات للفقراء والمساکین کے بھی مخالف سمجھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بات کا طعن کرنے لگیں کہ نعوذ باللہ خلاف کلام اللہ عمل کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا فقر و فاقہ مشہور معروف ہی اور تمنا یہ دعا کرنا کہ الٰہی مجھکو جیتے جی اور مرتے دم تک مسکین ہی رکھ اور قیامت کو زمرہ مساکین ہی میں اُٹھائیو سب کو معلوم ہے اور جب آپ فقیر اور بلکہ فخر الفقراء والمساکین ہوئے تو آپکو زکوۃ و صدقات کا لینا بدرجہ اولی درست ہوا اور یہی ظاہر ہی کہ آیۃ انما الصدقات میں کوئی اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کا نہیں پایا بخلاف آیۃ یوصیکم اللہ کے کہ اُسمیں خطاب کا امت کے ساتھ مخصوص ہونا جو بقرینہ غلبہ صیغہ یوصی سمجھا جاتا ہی چنانچہ مرقوم ہوچکا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حکم سے مخصوص ہونے پر شاہد کامل ہی اور جب باتفاق فریقین وہ احادیث جو زکوۃ و صدقات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں انما الصدقات کے مخالف نہوئی بلکہ موافق ہوئی تو حدیث ما ترکناہ صدقۃ بدرجہ اولی موافق ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلعم کا حکم میراث سے مخصوص ہونا سیاق سورۃ اعنی شروع سورۃ سے تو معلوم ہو ہی تھا چنانچہ مرقوم ہوچکا خود آیۃ یوصیکم اللہ سے بھی مفہوم و معلوم ہوتا ہی بخلاف آیۃ انما الصدقات کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسکے حکم سے مخصوص ہونا اگر معلوم ہو تو بتکلف ومنہم من یلمزک فی الصدقات سے جو انما الصدقات سے بفاصلہ چند آیہ مقدم ہی معلوم ہو کیونکہ ماحصل اسکا یہ ہی کہ بعض منافقین ہیں سے وہ لوگ ہیں کہ ای پیغمبر تجھپر زکوۃ بانٹنے میں طعن کرتے ہیں اگر اُنہیں بھی ملجائے تو راضی ہوجائیں ورنہ فی الفور غصہ میں بھر جائیں اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تقسیم زکوۃ تھا پھر جو انما الصدقات فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ حق فقراء اور مساکین ہے منافقین کے باپ کا اسمیں اجارہ نہیں القصہ جب رسول اللہ صلعم کے منصب تقسیم اور فقراء و مساکین کے مصرف ہونے اور منافقین کے مستحق نہونے کو لحاظ کیا جاتا تو یوں سمجھ میں آتا ہی کہ رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہیں ورنہ ایسی بات ہے کہ کوئی شخص کسی مسکین کو کچھ دیکر یوں کہے کہ اسکو مساکین پر تقسیم کردینا اغنیاء کو نہ دینا تو گو وہ مسکین بھی جسکو تقسیم کیا ہی مسکین ہے لیکن بحکم شہادت فہم عرف وہ شخص اس حکم سے خارج ہی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ آیۃ واعلموا انما غنمتم من شئ میں اور آیت ما افاء اللہ میں فللرسول شمول کہنے کی ضرورت ہوئی القصہ آیۃ انما الصدقات سے رسول اللہ صلعم کا مخصوص ہونا فقط ایک آیت ومنہم من یلمزک فی الصدقات سے جو جملہ منفصل اور قرینہ خارجی ہے بدقت و تکلف سمجھ میں آتا ہی اور آیۃ یوصیکم اللہ سے آپکا مخصوص ہونا بے تکلف قرینہ داخلی خارجی دونوں سے سمجھ میں آتا ہی تو اگر وہ احادیث جنسے رسول اللہ صلعم پر زکوۃ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہی آیۃ انما الصدقات کے مخالف نہیں موافق ہیں تو حدیث ما ترکناہ صدقۃ آیۃ یوصیکم اللہ سے زیادہ تر موافق ہوگی علی ہذا القیاس آیۃ وورث سلیمان داؤد اور آیۃ فہب لی من لدنک سے بھی حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ مخالف نہیں موافق ہی کیونکہ ان آیات میں میراث علمی اور میراث منصبی مراد ہی میراث مالی مراد نہیں چنانچہ بدلائل واضحہ واضح ہوگیا اور حدیث ما ترکناہ صدقۃ میں میراث مالی مراد ہی میراث علمی مراد نہیں باقی رہی احادیث سے موافقت سو اسکا حال یہ ہی کہ اہل سنت کی نزدیک تو یہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ اس رتبہ کو صحیح ہے کہ اُسکی صحت کے دریافت کرنے کے لیے کسی اور صحیح حدیث کی موافقت کی ضرورت نہیں

بلکہ اور حدیثوں کی صحت کی میزان اور معیار اسکو کہئے تو زیبا ہی باینہمہ یہی حدیث کئی طریقوں سے یعنی سندوں سے مروی ہی اور وہ سب کی سب صحیح ہیں اور یہی معنی ہیں حافظ سیوطی کے موافق ہونیکے کیونکہ حدیث کی صحت باعتبار سند صحت کے ہوتی ہی اور حدیث کا تعدد باعتبار تعدد سند کے ہوتا ہے اگر متن یعنی ایک عبارت کئی سندوں سے مروی ہو تو اس حدیث کو بھی ایک حدیث نہیں کہتے ہیں اُسکی تعداد بمقدار تعداد اسانید کی ہوگی اور جب وہ ایک حدیث نہوئی بلکہ متعدد ہوئی تو بایں وجہ کہ متن ایک ہی ہی ایک دوسرے کے موافق ہوگی اور چونکہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ کا یہی حال ہی بلکہ بعض بعض الفاظ میں بھی فرق ہی گو معنی باہم موافق ہی ہوں تو بیشک انکو ایسی چند حدیثیں کہینگے کہ ایک دوسرے کے موافق ہیں اور پھر جب سندیں صحیح ہوئیں تو یوں کہہ سکیں ہیں کہ یہ حدیث احادیث صحیحہ اہل سنت کے موافق ہی **اقول** سوائے ابوبکر کے کوئی بھی راوی روایت ما ترکناہ صدقۃ کا نہیں ہے اور سوائے اسکے ایک روایت موضوعہ مالک بن اوس کی جو کہ صحیح بخاری میں لکھی ہی اسکا بھی موضوع ہونا ہم بیان کر چکے ہیں اور کونسا راوی اس روایت کا ہی جھوٹ کیوں لگاتے ہو اور جبکہ اور کوئی راوی نہو اور اہل بیت علیہم السلام نے اُس روایت کو تسلیم نکیا تو اس روایت کے دروغ ہونے میں کیا کلام ہی اور آیہ یوصیکم اللہ ہی کی جہت سے تو وہ روایت غلط ٹھہری ہی کہ اس روایت کے مخالف ہے اور موافقت کا دعوی تو کہاں سے کرتا ہی اور جو احتمالات موافقت کے تو نے اپنی طبیعت سے ایجاد کئے تھے ہمنے اُن سب کو رد اور باطل کر دیا ہی اور جن روایات حکم سے جناب رسول خدا صلعم انما الصدقات للفقراء سے مستثنے ہوئی ہیں وہ روایتیں متواترات میں سے ہیں اور کل مسلمانوں کا اتفاق ہی حضرت کے مستثنے ہونے پر اور عقل کا اندھا تو تو ہی کہ روایت بکر ہی کو ان روایات کے برابر کرتا ہی یہ روایت بکری جسکو واقفان امور شرع نے جھوٹا ٹھہرا دیا ہی اور ایک شخص کی روایت کہ جو خواہش نفس کے موافق ہی وہ اُن روایتوں کی کہ جو کثرت سے ہیں اور سب مسلمانوں کا اتفاق اُنپر ہی کیونکر برابر ہو جائیگی اور اگر حضرت نے ہضماً لنفسہ اپنے تئیں فقیر کہا تو اس سے کیا ہوتا ہی خدا تعالی نے تو حضرت کو خاص کرکے فقیر کہیں نہیں فرمایا علاوہ اسکے اگر حضرت کی تخصیص کے واسطے آیہ انما الصدقات میں اشارہ نہیں ہے تو متواترات اور اتفاق اہل اسلام حضرت کے مستثنے ہونے پر دلالت کرتا ہے اور آیہ یوصیکم اللہ میں سے حضرت کو کسی نے خاص نہیں کیا ہی اور قرینہ غیبت کا حضرت کے خاص ہونے پر دلالت کرتا ہی اس طرح کا کلام اللہ میں بہت آیا ہی کہ خطاب عام سب کی طرف ہے پیغمبر کے اور غیر پیغمبر کی طرف علاوہ اسی طرح آیہ یوصیکم اللہ میں خطاب عام ہی اور جو کچھ تو نے حضرت کے مخصوص ہوجانیکی مقدمہ میں لکھا تھا وہ سب باطل ہوگیا اور جو احادیث کہ زکوۃ اور صدقات کے حرام ہونیکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہیں اُنپر اتفاق کل مسلمانوں کا ہی اسواسطے وہ روایتیں آیہ انما الصدقات کے مخالف نہونگی اور اگر ابوبکر کی روایت کو جانتے ہیں کہ یہ روایت ابوبکر نے رسول خدا صلعم سے نہیں سنی ہی بلکہ خود بنالی ہی اسواسطے یہ روایت اس آیت کے موافق نہیں ہو سکتی بلکہ مخالف ہی ہیگی اور جناب رسول خدا صلعم کا مخصوص ہونا حکم میراث سے شرع سے تو ہی ہرگز ثابت نہیں ہوا اور جو کچھ بہ تو نے لکھا تھا وہ باطل ہوگیا اور نہ آیہ یوصیکم اللہ سے مفہوم و معلوم ہوتا ہی اور آیہ انما الصدقات کی حکم سے جناب رسول خدا صلعم کا مستثنے ہونا متواترات سے ہے اور اعتقاد اور مسلمات جمیع اہل اسلام سے ثابت ہے نہ آیہ ومنہم من یلمزک فی الصدقات سے اسکا بحث ذکر کیا ہی اسکو کیا تعلق ہی کہ حضرت کا مخصوص ہونا آیہ انما الصدقات کے حکم سے کچھ اسی آیہ ومنہم من یلمزک سے ثابت نہیں اور بہت سی روایتیں ہیں اور حضرت کا خاص ہونا آیہ یوصیکم اللہ کے حکم سے کسی قرینہ خارجی یا داخلی سے ثابت نہیں ہے اور جن احادیث سے رسول خدا صلعم کا خاص ہونا آیہ انما الصدقات کے حکم سے ثابت ہے وہ احادیث مسلمات میں سے ہیں اور روایت ما ترکناہ صدقۃ آیہ یوصیکم اللہ کے موافق نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف اُسکی ہی اور ایسے ہی آیہ وورث سلیمان داود اور آیہ فہب لی کی مخالف ہی کیونکہ ان آیتوں میں وراثت مالی مراد ہی نہ وراثت علمی و منصبی چنانچہ پہلے اس سے بدلائل ثابت ہو لیا ہی اور روایت ما ترکناہ صدقۃ سے البتہ وراثت مالی کی اور یہ روایت اس طرح سے البتہ صحیح ہی کہ ابوبکر نے بیان کی ہی اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے لیکن وہ جناب رسول خدا صلعم سے یہ روایت نہیں سُنی تھی بلکہ خود بنالی تھی اور بعد اسکے جو کچھ لکھا ہی وہ سب بیکار ہی اسواسطے کہ ہم اس روایت کے مروی ہونیکا کب انکار کرتے ہیں ہمسے روایت پر تو سارا جھگڑا ہی اور بیشک ابوبکر نے یہ روایت بنا کر حضرت فاطمہ کے روبرو بیان کی اور حضرت فاطمہ زہرا یہ روایت سنکر ابوبکر سے ناراض ہوئیں اور تمام عمر ابوبکر سے کلام نکیا **قال الشیخ للاشعری** مگر اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ اسکی صحت میں اگر شک ہو تو شیعوں کو ہو اسلئے لازم یوں ہی کہ احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ شیعہ اسکی صحت پر شاہد لائیں لہذا معروض خدمت علماء شیعہ بلکہ عوام و خواص امامیہ یہ عرض ہی کہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک کتاب کافی کلینی سے بڑھکر کتب احادیث میں کوئی کتاب معتبر نہیں ہی سو وہ علامہ کلینی ہی کی روایت ہے جو بروایت ابوالبختری امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہوا ہی ان العلماء ورثۃ الانبیاء و ذلک ان الانبیاء لم یورثوا و فی نسخۃ لم یرثوا درہما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثہم فمن اخذ بشیء منہا فقد اخذ بحظ وافر اور چونکہ ترجمہ اسکا مرقوم ہو چکا ہی تو مکرر ترجمہ کے لکھنے کی ضرورت نہیں پر اتنا لکھنا ضرور ہی کہ اس روایت میں بہ نسبت روایت صدیق کے کوئی بات کم نہیں بلکہ اتنی بات زیادہ ہی کہ اس روایت میں حضرت امام جعفر صادق نے بنظر بدگمانی شیعہ اسکی وجہ بھی بیان فرما دی ہی کہ انبیاء کے علم کے تو وارث ہوتے ہیں اور اُنکے مال کا کوئی وارث نہیں سو در صورتیکہ نسخہ لم یرثوا صحیح ہو تب تو مطلب ظاہر ہی کیونکہ حاصل یہ ہوگا کہ انبیاء کے جو فقط علماء وارث ہیں کوئی اُنکے اموال متروکہ کا وارث نہیں ہوتا تو وجہ یہ ہی کہ اُنہوں نے بھی تو کسی سے کچھ درہم و دینار میراث میں نہیں لیا اور اگر نسخہ لم یورثوا صحیح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ علماء کے وارث الانبیاء ہونیکی وجہ یہ ہے کہ انبیاء نے درہم و دینار کچھ نہیں چھوڑا ہی نہیں جو اسمیں میراث جاری ہو اُنہوں نے فقط احادیث میراث میں چھوڑی ہیں **اقول** روایت

ما ترکناہ صدقہ کو اس طرح سے ہم صحیح جانتے ہیں کہ ابوبکر نے اسکو روایت کیا ہے مگر جناب رسولخدا صلعم سے اس روایت کو سننا صحیح نہیں ہے اور احادیث صحیحہ شیعہ میں سے نہیں ہے وہ روایت کہ جو تو بیان کریگا وہ روایت سنی کی ہے کہ اُسکا راوی ایک ناصبی ہے اور کتاب کافی شیعوں کے نزدیک البتہ معتبر ہے لیکن روایتیں اسمیں سب طرح کی ہیں معتبر بھی اور ضعیف بھی اور تقیہ کی بھی اور ابو البختری کی روایت جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے وہ روایت معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ راوی جو اُسکا ابو البختری ہے وہ ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور درصورت تسلیم یہ روایت ابوبکر کی روایت کے برابر نہیں ہو سکتی اول تو یہ کہ ابوبکر کی روایت میں وراثت مالی مراد ہے اور اس روایت میں وراثت علمی مراد ہے اور دوسرے یہ کہ اس روایت میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے فقط نہ نفی اثاث و اراضی اور عقار کی اور ہمارا کلام اراضی میں ہے نہ درہم اور دینار میں اور ابوبکر نے کل مال کی نفی کی ہے کہ پیغمبر کی کسی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا نہ عمامہ کا نہ عبا کا نہ بدن کے کپڑوں کا اور نہ بچھونوں کا نہ سواری کا نہ اثاث البیت کا اور امام جعفر صادقؑ نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ اُنکے مال کا کوئی وارث نہیں ہے جھوٹ کیوں لکھتا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ درہم و دینار کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اُنکی زمین کا کوئی وارث نہو اور یہ جو فرمایا ہے کہ علما وارث انبیاء کی ہیں تو مراد اس سے یہ ہے کہ اُنکے علم کے وارث ہیں اور کسی چیز کی سو یہ بات ظاہر ہے کہ علما اُنکے علم ہی کے وارث ہونگے نہ اُنکی کسی اور چیز کے اور سوا اس علم کے جو وارث ہونگے وہ اُنکے ورثہ مالی ہونگے اور اگر اُنہوں نے درہم و دینار میراث میں نہیں لیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ اور بھی کچھ میراث میں لیا ہو مثل مکانات اور اراضی اور گھوڑوں کی چنانچہ حضرت سلیمان وارث ہوئے حضرت داؤد کے کہ گھوڑے اُنکی وراثت میں آئے جیسا کہ تفسیر بیضاوی اور کشاف وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر انبیا نے درہم اور دینار نہیں چھوڑا ہے کہ جسمیں میراث جاری ہوتی سو ہوئی درہم دینار رکھنے والی چیزوں کو تو چھوڑا ہے اراضی وغیرہ کو جسمیں میراث جاری ہے اور جواب اس روایت کا مفصل پہلے اسکے گذر گیا ہے لیکن یہ ایک امر کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ لکھتا ہے اور ہمکو زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی جواب دینا ہوتا ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا فدک وغیرہ سو فدک تو رسول اللہ صلعم کی ملک ہی میں نہ تھا جو یوں کہیے کہ فدک چھوڑ کر آپ اس جہان سے تشریف لیگئے چنانچہ بشہادت آیۂ ما افاء اللہ بخوبی روشن ہو چکا ہے اور سوا اسکے اور اشیا مثل لباس و مرکب مکان کی سو مکان آپکے پاس فقط حجرہاے ازواج مطہرات تھے سو انکو ہی کلام اللہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملک ازواج ہو چکے تھے اسلیے کہ خداوند کریم یوں ارشاد فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن یعنی اے بیبیو پیغمبر کی تم اپنے گھروں میں ٹھیری رہو اور یوں نہیں فرمایا وقرن فی بیوت النبی یعنی نبی کے گھروں میں ٹھیری رہو تو معلوم ہوا کہ وہ حجرے ازواج کے ہو چکے تھے بوجہ ہبہ مملوک ازواج ہوئے ہوں یا اور کسی وجہ سے اور یہ احتمال کہ سکونت کے گھر کو تمام عالم رہنے والوں کا گھر کہا کرتے ہیں اگرچہ مالک مکان کوئی اور ہو اور کرایہ کے مکانوں کو بھی اپنا گھر کہا کرتے ہیں قطع نظر اسکے کہ مجاز ہو اور بے ضرورت مجازی معنی مراد لینے کی اجازت نہیں اور پھر اس سے قطع نظر کیجیے کہ خدا کو کیا ضرورت ہوئی کہ فی بیوت النبی نہ فرمایا اور یہ فرمایا شیعوں کیلیے [illegible] سب دشوار ہے کہ امام کی بات غلط ہو جائیگی ہمکو تو ان معنی کی اپنے طور پر ضرورت نہیں کیونکہ تا حین حیات مملوک رسول اللہ صلعم تو بحکم حدیث لا نورث الخ وہ صدقہ تو [illegible] میں [illegible] تھے جیسے آمدنی فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے صرف میں آتی تھی ہمکو تو ان معنی کی کہنے میں تصدیق [illegible] حضرت امام جعفر صادق [illegible] مدنظر ہے سو اگر آیۂ وقرن فی بیوتکن کے یہ معنی نہیں ہے [illegible] تو شیعوں ہی کو دشوار ہے ہمیں کیا نقصان مکانات بھی وقت وفات آپکے تھے [illegible] باقی رہا مگر قوت ایمان کی بات تو یوں ہے کہ حضرت امام کے اس حصہ کو لا انبیا والے لے احادیث میراث میں کچھ چھوڑا ہی نہیں سمجھکر [illegible] ہے کہ وابطال رسول اللہ صلعم نے اشیاء مذکورہ کو دنیا میں چھوڑا لیکن شاید کسی کو اپنے جیتے جی ہی دیدیے ہوں اور جو اُنکے پاس موجود تھیں تو بوجہ عاریت تھیں **اقول** فدک [illegible] رسولخدا صلعم کا ملک تھا جیسا کہ آیۂ ما افاء اللہ [illegible] اور اپنی حین حیات میں جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ہبہ فرمایا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور اسکا ذکر پہلے اس سے ہو لیا ہے اور حجرے حضرت کے مملوک ازواج نہوئے تھے بلکہ اُنکے رہنے کیواسطے دیدیے تھے آخر زوجہ کے رہنے کو کوئی مکان چاہیے اور رہنے کے واسطے دینے سے یہ لازم نہیں ہے کہ رہنے والے کی ملک بھی ہو جاے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ لا تخرجوهن من بيوتهن یعنی اور نہ نکالو تم انکے گھروں سے دیکھیے یہاں جو خدا تعالی نے [illegible] عورتوں کو جو طلاق دو تم جبتک عدہ انکا تمام نہو لے تو انکو اُنکے گھروں سے نہ نکالو تو کیا وہ گھر ان عورتوں کے تھے جنمیں وہ رہتی تھیں بلکہ اُنکے شوہروں کے گھر تھے جسکو سبب جانتی ہیں [illegible] جو اُن گھروں میں اپنے شوہروں کے رہتی تھیں سو واسطے اُنکے گھر فرمایا اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ گھر ان عورتوں کے مملوک ہو جائیں اور اگر وہ گھر عورتوں کے مملوک ہوں تو ہم انکو گھروں سے اُنکے نکالنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ایسا ہی وقرن فی بیوتکن ہے اور اس محاورہ کی جہت سے فی بیوت النبی کہنے کی کوئی احتیاج نہوئی اور شیعوں کو کسی طرح کی دشواری نہیں ہے اور نہ بات امام کی غلط ہوتی ہے اور روایت لا نورث بالکل جھوٹی ہے رسولخدا صلعم کا ترکہ صدقہ نہیں ہو سکتا اور آمدنی فدک کی حضرت زہرا کے صرف میں کچھ نہتی وہ تو ابوبکر نے ضبط کر لیا تھا اور ازواج کی حجروں کو اُنسے نہ لیا وہ اُنکے پاس ہی رہنے دیے اور حدیث حضرت صادق کی کوئی نہیں ہے بلکہ ابو البختری ناصبی کی ہے اور جواب اسکا ہم کئی مرتبہ دے چکے اور حجرے حضرت کی ازواج کی اور سوا اسکے سب حضرت کی ملک تھے قبل وفات اور بعد وفات اور مرکب اور لباس وغیرہ بھی جو کچھ حضرت نے چھوڑا وہ حضرت ہی کی ملک تھا اور درصورت فرض وراثت کو رد نہیں کر سکتے

کہ انبیاء علیہم السلام علماء کے مورث احادیث و علم ہی کے ہیں اور کسی چیز اور درہم و دینار کو وراثت علماء کے واسطے نہیں چھوڑتے تو اس میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے نہ مکانات اور اراضی وغیرہ دیگر اثاث البیت کے اور جو کچھہ چھوڑا ہے حضرت نے بعد اپنی سواے فدک کے اپنی جیتے جی کسیکو دینا ثابت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ بوجہ عاریت حضرت کے پاس تھا یہ کسیکی عقل میں ہی آتا ہے اور جو کسیکو دیتی تو اپنی پاس کیوں رکھتی کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہے. **قال الشیخ الاشعری** القصہ اپنی سمجھہ میں نہ آنیکے باعث حضرت امام کی بات کی تکذیب کیجیے یا اپنی سمجھہ اور عقل کی تغلیط کیجیے لیکن اطمینان قلب مومنین کے لیے یہ اشارہ مرقوم ہے کہ لم یورثوا کے یہ معنی نہیں کہ آپ دنیا میں کچھہ چھوڑ کر نہیں گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ میراث میں نہیں چھوڑ گئے سو اس صورت میں بجز اسکے نہیں بن پڑتی کہ یہ راوی جسکے راوی ابوبکر صدیق ہیں یعنی لانورث ما ترکناہ صدقۃ صحیح ہو اور حضرت امام نے بوجہ واقعیت اس وصیت کے حصر کر کے فرمایا ہو کہ انبیاء نے بجز احادیث کے میراث میں کچھہ نہیں چھوڑا بہرحال روایت حضرت امام ہمام جعفر صادق روایت صدیق اکبر سے اسباب میں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا کچھہ کم نہیں بلکہ کچھہ زیادہ ہے اول تو آپنے بطور حصر یہ فرمایا کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث کے لیے کچھہ چھوڑا ہی نہیں حدیث ابوبکر صدیق میں یہ بات نہیں کیونکہ اتنا ہے کہ حضرت امام کے حصر سے دو باتیں معلوم ہوئی اول تو یہ کہ یا تو انبیاء علیہم السلام نے کچھہ چھوڑا ہی نہیں یا چھوڑا ہے تو وہ میراث کے قابل نہیں دوسرے یہ کہ انہوں نے میراث میں احادیث کو چھوڑا ہے اور حضرت ابوبکر کی روایت سے فقط اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اموال متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں معہذا حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث میں اس دعوی کے ساتھہ کہ متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں کوئی دلیل نہیں اور حضرت امام نے اسکی دلیل بھی فرمادی اور اپنے دعوی کو موجہ کر دیا سو سنیوں کی طرف سے تو آپکو اطمینان ہی تھا اسوجہ کا فقرہ جو ساتھہ لگایا تو اسوجہ سے لگایا ہو کہ حضرات شیعہ کی طرف سے آپکی خاطر جمع نہ تھی انکی نفاق سے عیاں تھا کہ میری بات سیدھی انگلیوں حضرات شیعہ ماننے والے معلوم نہیں ہوتے اس لیے اپنے دعوی کو موجہ کرکے بیان فرمایا تھا لیکن آفرین ہے شیعوں کو کہ حضرت امام کی بات کے نہ ماننے سے گو ایمان ہی خاک میں رل گیا مگر کیا امکان جو اپنیوں سے باز آئیں اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ گاے جاتے ہیں خیر خداوند کریم ہی انکو سمجھے ہمیں کہ نہ پیر نہ فقیر کے نہ اصحاب کے نہ اماموں کی بالجملہ جابتنزم ہے کہ جنکی آڑ میں اصحاب کرام پر طعن کرتے تھے وہ خود ہمصفیر اصحاب ہیں یہ وہی مثل ہے کہ مدعی سست اور گواہ چست واہ رے بدحال شیعہ کہ اصحاب کو برا کہکے تو نور ایمان ہی کھو یا تھا پر ائمہ کی بات نہ ماننے سے ایمان ہی کھو دیا کیونکہ بزعم شیعہ منکر قول ائمہ کا کافر ہے خصوصاً جبکہ ایسے معتبر کتابوں کے واسطے سے معلوم ہو جسکا نام کافی کلینی ہے **اقول** حضرت امام کی بات کی تکذیب کسی طرح سے نہیں ہوتی اور جو کچھہ کہ مراد امام کی ہے وہ تو سمجھا نہیں ہے اور لم یورثوا کے یہ معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا درہم اور دینار میں کوئی وارث نہیں ہوتا ہے نہ یہ کہ زمین اور مکان وغیرہ کا بھی کوئی وارث نہو اور میراث میں درہم و دینار کو البتہ نہیں چھوڑ گئے کہ جمع کرنا اسکا خست پر دلالت کرتا ہے اور روایت ابوبکر کی یعنی لانورث ما ترکناہ صدقۃ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی کہ اس میں نفی وراثت کل متروکہ کی ہے نہ درہم و دینار تنہا کے اور حضرت امام نے نفی وراثت درہم و دینار تنہا کے کی ہے نہ کل متروکہ کی اور امام کی حصر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وراثت علماء کے واسطے بجز احادیث کے انبیاء نے اور کچھہ نہیں چھوڑا اور اگر کل متروکہ مراد لیا جاے مثلاً انکی کل متروکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو روایت ہی غلط ہوگی اسواسطے کہ اس صورت میں کلام اللہ کی آیتوں کے مخالف ہوگی معلوم ہوا کہ حصر اضافی ہے اور اگر یہ روایت دروغ بھی ہو تو کچھہ بعید نہیں ہے اسواسطے کہ یہ روایت ابوالبختری کی ہے جو سنی عامی تھا اور در صورت فرض ابوبکر کی روایت میں اور اس روایت میں بڑا فرق ہے کہ ابوبکر کی روایت میں تو نفی وراثت کل متروکہ کی ہے اور اس روایت میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے اور یہ اس روایت میں کہاں ہے کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث میں کچھہ چھوڑا ہی نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ انبیاء احادیث کے وارث کیے گئے ہیں علماء کے واسطے اور سوا اسکے اور چیز کے وارث انکے واسطے نہیں کیے گئے ہیں سو اسواسطے کہ اس روایت میں وراثت علم کا ذکر ہے اسواسطے مراد علم ہی ہوگی اور نفی اس میں درہم و دینار کے وراثت کی ہے اور اسکے سوا اور چیز کی نفی نہیں ہے اور اس روایت میں اسکا تو ذکر ہی نہیں ہے کہ کچھہ چھوڑا ہی یا نہیں چھوڑا ہی بلکہ وراثت و عدم وراثت ذکر ہے اور انہوں نے میراث میں احادیث کو جو چھوڑا ہے تو مطلب اس سے یہ ہے کہ علماء کے واسطے میراث میں احادیث ہی کو چھوڑا ہے اور دلیل حضرت امام نے کوئی نہیں بیان کی ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ اس روایت کو تسلیم کریں ورنہ یہ روایت ابوالبختری سنی کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کی ہے اسکا کچھہ اعتبار نہیں ہے اور اگر ہم تسلیم کرینگے تو اس روایت میں جو انما کلمہ حصر کا ہے وہ حصر اضافی کی واسطے ہوگا اور پھر اس میں کسیطرح کی قباحت نہیں ہے اور اگر حصر حقیقی مراد ہوگا تو لم یورثوا کی اور اورثوا کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہوگی کہ وہ علماء کی طرف پھرے گی یعنی لم یورثوہم اور مفصل پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں جس جگہہ کہ اسنے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ طرہ ابوالبختری کا لگایا ہوا ہے نہ امام کا کہ ابوالبختری کو سنیوں کی طرف سے تو بسبب انکی نفاق کی خاطر جمع ہی تھی لیکن شیعوں کو جانتا تھا کہ یہ بدون ایجاد افترا اور دروغ کے بسبب اپنے حسن اعتقاد کے تسلیم نکرینگے اور میری بات کو سیدھی انگلیوں ماننے والے نہیں معلوم ہوتے سو اسی لیے اس نے یہ افترا امام علیہ السلام پر کیا لیکن آفرین ہے شیعوں کو کہ مفتری کی بات کو نہیں مانتے اور سنیوں نے جو اسکی لکھی ہے کو مانا تو ایمان ہی انکا خاک میں مل گیا اور ابوبکر کی روایت کا کذب قرآن اور حدیث سے دونوں سے ثابت ہو گیا ہے اور اہل سنت وہی گاے جاتے ہیں کہ ابوبکر سچا تھا مگر کیا امکان جو اپنیوں سے باز آئیں خداوند کریم انکو سمجھے نہ پیر کے ہیں یہ نہ فقیر کے نہ خدا کے نہ رسول کے

نہ اصحاب کہے نہ امام کہے اور ہم اصحاب پر ہرگز طعن نہیں کرتے ہیں بلکہ اُن لوگوں پر کرتے ہیں کہ جو صحابیت کی شرف سے خارج ہو گئے ہیں اور اُن لوگوں کے ہم صفیر امام علیہ السلام ہرگز نہیں ہیں اور ائمہ علیہ السلام کا فرمانا بسر و چشم ہم قبول کرتے ہیں اگر ثابت ہو جاوے کہ یہ قول امام کا ہے اور اگر کوئی اُنپر افترا کرے تو اُسکو کاہیکو ہم تسلیم کرینگے اور کافر تو تم ہو گئے ہو ثلثہ کی پیروی میں اور کلینی میں تو سب طرح کی روایتیں ہیں معتبر اور غیر معتبر اور اس سے زیادہ غیر معتبر کیا ہو گی کہ راوی اسکا سنی ہے جو کہ ابو بکر کے مریدوں میں سے ہے اور اُس میں یہ بھی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خلفاء ثلثہ کو اور معاویہ کو بعد صلوۃ واجبہ کے لعنت کیا کرتے تھے اسکو بھی تو تسلیم کرلے **قال الشیخ الاشعری** القصہ حدیث ماترکناہ صدقۃ بشہادت حدیث کلینی مذکور جو صحیح ہی اصح ہے معہذا ایک اور حدیث کلینی ہے جو اسکی موید ہے چنانچہ وہ بھی مرقوم ہو چکی لیکن بنظر احتیاط اُسے بھی مکرر لکھے دیتا ہوں روی الکلینی عن ابی عبد اللہ ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان ترجمہ اسکا مرقوم ہو چکا اس لئے یہاں اسیقدر مرقوم ہونا مناسب ہے کہ اس سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء کی میراث وہ میراث علم ہے باقی رہا دلیل عقلیہ اور قرائن عقلیہ سے حدیث مذکور کا صحیح ہونا سو اسکا بیان بھی اوپر ہو چکا ہے مگر بطور یاد دہانید فقط اشارت یہ بات مرقوم ہے کہ اول تو انبیاء اپنی قبور میں زندہ موجود ہیں اور زندہ کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہاں اگر وہ اشیاء اُسکی کام آمدنی میں اس لئے وہ ان اشیاء کو کسی موقع میں صرف کرنیکو کہے تو اُسکے خدام کو لازم ہے کہ اُن اشیاء کو اُسیطرح صرف کریں سو در صورتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو باتفاق حیات النبی ہیں گوشہ قبر میں زندہ موجود ہوں اور پھر دلائل اُسپر شاہد ہوں چنانچہ اوراق سابقہ میں مذکور ہوئیں تو میراث تو آپکی متروکہ میں جاری نہو گی لیکن آپکے خلیفہ کے ذمہ جو بمنزلہ کارکن ہوتی ہے کیونکہ خلیفہ اُسے ہی کہتے ہیں یہ بات لازم ہو گی کہ در باب اموال نبوی جو یا ہی اشعارات نبوی رہے سو چونکہ اشارہ نبوی حضرت ابو بکر صدیق کو جو خلیفہ راشد تھے اسباب میں یوں معلوم ہوا کہ ماترکناہ صدقۃ تو اُنکے ذمہ اسکی تعمیل لازم پڑی اور کوئی ناقدرشناس باوجود دلائل مسطورہ سابق حیات نبوی کو نمانے تو اُنکے لئے دوسری ہدایت عقلی موجود ہے اگر ہدایت پر آنا اُنکو منظور ہو وہ یہ ہے کہ انبیاء خدا کے سامنے اپنے آپ کو مالک ہی نہیں سمجھتے پھر وہ کیونکر نکہیں کہ ہمارے متروکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہماری ملک ہی نہیں خدا کی ملک ہے ہمارے پاس فقط مستعار تھا جب ہم ہی نرہے تو عاریت لیا ہوا تو لا محالہ یوں ہے کہ جیسے کہ یہ خدا کا مال ہے خدا ہی کی راہ میں صرف ہونا چاہئے مگر چونکہ یہ بات سابق میں مشرحا بیان ہو چکی ہے تو یہاں اسقدر ہی بہت ہے **اقول** حدیث کلینی کے شہادت سے روایت ماترکناہ صدقۃ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور دوسری حدیث کلینی کی جو لکھی ہے ان سلیمان ورث داود وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان اسکا جواب بھی ہم لکھ چکے ہیں پہلے اس سے لیکن ایک بات کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ لکھتا ہے اور اسیطرح سے اس نے کتاب کو طول دیا ہے اور مطلب نہیں سمجھا ہے اور اس روایت میں وراثت علمی مراد ہے بسبب قرینہ اسکا یہاں بھی جو ہی ورنہ ہم کب کہتے ہیں کہ وراثت علمی ہوتی ہی نہیں ہے جس جگہ کہ قرینہ علم کا موجود ہو گا وہاں البتہ موجود ہو گی سب جگہ اور اس روایت سے یہی ثابت ہے کہ انبیاء کے وارث علم کے بھی ہوتے ہیں نہ یہ کہ علم کے سوا اور کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے اور اس حدیث کی صحت کا ہم انکار ہی نہیں کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی قبور میں زندہ بیٹھے رہنے کو جو لکھا ہے اسکا جواب پہلے اس سے ہم مفصل لکھ چکے ہیں اور یہ ایک بیہودہ تو نکمی سی بات ہے بھلا اُس زندگی کو یہاں کیا تعلق ہے اول تو یہ کہ مرنا آپکا اور اس جہان سے چلا جانا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اور فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اور جب حضرت کا مرنا ثابت ہو گیا تو پھر حضرت کو کیونکر زندہ کہا جاوے اور اگر زندہ کہا جاوے تو معلوم ہوا کہ حضرت کو رجعت ہوئی ہے کہ دوبارہ جسم میں روح داخل ہوئی ہے اور قبر [illegible] حیات النبی [illegible] معنی ہی نہیں سمجھا [illegible] زندہ [illegible] اور چلتے پھرتے ہیں جنت میں اور قبر کے کونہ تاریک میں حضرت کا کیا کام ہے لیکن وہاں بھی حضرت کے واسطے ایک روضہ ہو گیا ہو گا ریاض جنت میں سے لیکن یہ زندگی بعد مرنے کی میراث کو مانع نہیں ہے اور اگر وہ حضرت مرے نہیں ہیں اور زندہ قبر میں موجود ہیں تو باہر نکلکر کیوں نہیں فرما دیتے کہ پہلے ابو بکر سے کہدیا تھا کہ میرے ترکہ کا بعد میرے کوئی وارث نہیں ہے اور فقراء کا مال ہے اُمت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ گمراہ ہوئے چلے جاتے ہیں اور ہدایت نہیں کرتے اور اگر اپنے موقع پر صرف کرنیکو کہہ جاتے تو یہ وصیت ہوتی اور ابو بکر کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ وصیت نہیں کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انبیاء کا مال کسیکو میراث میں نہیں پہنچتا ہے اور وصیت تو ثلث مال میں جاری ہوتی ہے لیکن ابو بکر نے تو حضرت فاطمہ کو کچھ بھی نہ دیا اور ابو بکر کو رسول اصلعم نے تو خلیفہ کیا ہی نہیں وہ خلیفہ کیونکر ہو جائیں گے تم نے خلیفہ کیا تھا تمہارا خلیفہ اُنکو کہنا چاہئے اور یہ جو لکھا ہے کہ انبیاء آپکو مالک کسی شے کا نہیں سمجھتے یہ بات بھی غلط ہے اگر مراد اس سے یہ ہے کہ دنیا میں اُنکی کوئی ملک ہی نہتی تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو کچھ وہ خرید کرتے تھے یا کسیکو دیتے تھے وہ سب غیر جائز ہوا اور لونڈیوں کو جو اپنے تصرف میں لاتے تھے مرتکب حرام کے ہوئے ہوں کہ مال غیر مملوک میں تصرف کیا اور آزاد کرنا غلاموں کا بھی عبث ہوا اور راہ خدا میں دینا بھی بیکار ہوا کہ ملک غیر میں تصرف کیا اور حال یہ ہے کہ حضرت کا مالک ہونا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالی کہ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اور فرماتا ہے وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى اور غنی ہونا بدون مال کے محال ہے [illegible] اور اگر یہ مراد ہے کہ جو چیز ہے وہ خدا کی ہے اور لوگوں کے پاس عاریۃ ہے پھر جائینگے تو سب یہیں چھوڑ جائینگے اسطرح سے تو سب بندگان خدا اپنے تئیں مالک کسی چیز کا نہیں سمجھتے اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہے خدا کا ہے اور ہمارے پاس تو یہ مستعار ہے کچھ خصوصیت انبیاء کی نہیں ہے سب ہی ایسا جانتے ہیں سو اس صورت میں چاہئے کہ کسی آدمی کے ترکہ میں میراث جاری نہ ہو

قال الشیخ الاشعری علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فدک نہ دینا بوجہ ظلم وعناد ہو یا بوجہ حقانیت مگر چونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسمیں سے کچھ نہیں دیا اور علی ہذا القیاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی نہیں دیا حالانکہ موافق قانون میراث یہ دونو بیبیاں بھی وارث تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تھیں بلکہ ان سب میں معزز اور ممتاز تو معلوم ہوا کہ یہ نہ دینا محض اتباع امر حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھا بوجہ عناد وظلم وفساد نہ تھا اور نہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی پر ظلم کرتے تو کرتے اپنی بیٹیوں پر کیوں کرتے معہذا جو لوگ غصب کرنیوالے ہوتے ہیں وہ لگ بندہ ہوا وہوس ہوتے ہیں تارک الدنیا اور ... نہیں ہوتے جو لوگوں کے اموال چھین لیں پر بوجہ زہد وتقوی وترک دنیا اپنی خواہشات نفسانی کو مار کر بیٹھ رہیں اور کسی ہاتھ نہ لگائیں پھر جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کو نہ چھیڑا اور اپنے ہاتھ نہ لگایا نہ اپنے خرچ میں لائے نہ اولاد کو نہ اہل وعیال کو دیا تو کیا وجہ پیش آئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فدک کا نہ دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلعم سے اسکے باب میں حکم ناطق سن چکے تھے **اقول** ازواج کو آٹھواں حصہ پہنچتا تھا حضرت کے ترکہ میں سے اور عائشہ کو بسبب اسکے کہ حضرت صلعم کی نو بیبیاں تھیں بہتروان حصہ پہنچتا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ کسی نے عائشہ سے کہا تبغلت تجملت ولو عشت تفیلت لک التسع من الثمن وبالکل تملکت ÷ یعنی خچر پر چڑھی تو اونٹ پہ چڑھی تو اور اگر زندہ رہیگی تو ہاتھی پر چڑھیگی تو واسطے تیرے نواں حصہ ہے آٹھویں میں سے اور بالکل مالک ہوگئی تو سو ازواج کے تحت میں حجرات تھی ہر ایک ایک حجرہ کی مالک ہوگئی تھی اور ابوبکر نے وہ حجرہ اُنسے نہیں لئے تھے بلکہ انکے قبضہ ہی میں رہنے دیے تھے پھر انکو کیا چاہئے تھا وہ تو اپنا حصہ پا چکی تھیں فاطمہ ہی بیچاری مظلومہ محروم رہی اور عائشہ اور حفصہ کو کیا احتیاج تھی باوا اُن دونو کے مالک ہو رہے تھے لاکھوں روپے کی آمدنی تھی خوب چین کرتی تھیں اور عائشہ کو ہر سال دس ہزار درہم ملا کرتی تھی اور ابوبکر اور عمر انکو دیا کرتے تھے چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ کان ابوبکر وعمر یعطیان عائشة فی کل سنة عشرة آلاف درہم یعنی دیتے تھے ابوبکر اور عمر عائشہ کو ہر سال دس ہزار درہم پھر اسکو کیا پروا تھی اور ایسے ہی حفصہ کا حال ہے اور درصورت فرض اگر حفصہ اور عائشہ جمیع ترکہ سے محروم رہیں ابوبکر نے فدک کو نہ چھیڑا اور نہ ہاتھ لگایا اور نہ اہل وعیال میں سے کسیکو دیا تو اسکی ابوبکر کو کیا پروا تھی اسکو تو منظور ایذای فاطمہ تھی اور اس مظلومہ کا محروم رکھنا ترکہ رسول خدا صلعم سے تھا کہ وہ مظلومہ مجبور اور محروم رہی اور ایسا نہو کہ ثروت اور وقعت بہم پہنچا کر دعوی خلافت کا کریں اور اگر اپنی بیٹیوں کو فدک سے محروم رکھا تو اس سے کیا ہوتا ہے وہ اور طرح سے ہزاروں درہم اور دینار پاتی تھیں اور فدک کا نہ دینا انکو اسوجہ سے تھا کہ رسول خدا صلعم سے اسکے باب میں حکم ناطق سن چکے تھے حالانکہ انہوں نے کچھ بھی سنا تھا **قال الشیخ الاشعری** اور ان سب کے جانے دیجیے ابوبکر کی صدیق کی نسبت تو شاید شیعیان فیہ ریب باز بحکم المرء یقیس علی نفسہ فریب کا ہی احتمال کریں معتقدات ائمہ اہل بیت کی طرف تو یہ گمان نہوگا سو انکا حال سنیے کہ حضرت امیر المومنین علی سے لیکر آخر تک سب اس بات میں شریک ہیں کہ رسول اللہ صلعم کا ترکہ بٹنے کی چیز نہ تھی ... تو حضرت عباس وراثتی اولاد کو اسمیں دخل نہ دیا اُن سب کو کارہ باہر کیا اور ازواج مطہرات کا بھی حصہ نہ دیا حالانکہ نصف ترکہ کے یہ نو فریق مالک تھے مگر پس اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی تو بزرگان اہل بیت کیوں ابوبکر صدیق کی راہ ہو لیے ابوبکر صدیق اگر مرتکب ظلم شنیع اور جور قبیح تھے تو چنداں تعجب نہ تھا لیکن ان بزرگواروں کو جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں کیا بلا پیش آئی کہ سب کے سب اسی ظلم کے روادار ہوئے اسلئے کہ باجماع اہل سیر و تواریخ باتفاق علماء حدیث ثابت اور محقق ہے کہ متروکہ آنحضرت صلعم خیبر اور فدک وغیرہ حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت علی و حضرت عباس کے قبضہ میں تھا لیکن حضرت علی نے انجام کار حضرت عباس کا قبضہ اٹھا دیا فقط اُنہیں کا قبضہ رہا پھر حضرت علی مرتضی کے بعد حضرت امام حسن کے قبضہ میں رہا اُنکے بعد حضرت امام حسین کے قبضہ میں رہا بعد ازاں حضرت امام زین العابدین اور حضرت حسن بن حسن کے تحت تصرف میں نوبت بنوبت رہے اُنکے بعد حضرت زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا اسپر تصرف ہوگیا اسکے بعد مروان کے پنجوں پڑ گیا پھر برابر مروانیوں کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی بادشاہی کی نوبت آئی چونکہ وہ خلیفہ عادل اور بادشاہ انصاف پرور تھے انہوں نے کہا جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا کو مانگنے پر بھی نہ دی ہو میرا اسمیں کیونکر حق ہوسکتا انہوں نے پھر حضرت فاطمہ زہرا ہی کی اولاد کو اسکا متولی کر دیا پس ائمہ معصومین اور بزرگان اہل بیت کے عملدرآمد سے عیاں ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی ... ہوتا اسلئے اولاد ائمہ معصومین نے ان لوگوں کو دخل نہ دیا جو بقانون میراث وارث تھے اور بیقین متحقق ہوگیا الحدیث صدیق اکبر یعنی لا نورث ما ترکنا صدقة بلا اعتبار صحیح اور درست ... حضرت ابوبکر صدیق کا حضرت فاطمہ کو متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دینا ایسا ہی جیسا کہ ائمہ اہل بیت نے ازواج مطہرات و عم بزرگوار و بنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا بلکہ حضرت صدیق اکبر کی جانب دلائل حق پرستی زیادہ تر ہیں کیونکہ ائمہ اہل بیت کی نسبت ازواج مطہرات اور بنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ دینے میں ظاہر بینان کم فہم کو مثل خوارج یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ نفع کی چیز دیکھ کر نہ دیا کیونکہ فدک وغیرہ گو وقف تھا لیکن خرچ اہل بیت مقدم تھا معہذا طعن وتشنیع کا ابطال ... نا اندیشہ نہ تھا کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے وارثوں کی کچھ غیر نہ تھی ایسی جگہ چیز کے پھنس جانے اور خرچ ہوجانیکو یوں ہی کہا کرتے ہیں کہ گھی کہاں گیا کھچڑی میں لیکن ابوبکر صدیق کی جانب نفع کا تو یہ حال ہے کہ قاعدہ کی رو سے ایک حبہ کی توقع نہ تھی کیونکہ نہ وارث ہوسکیں تھے منجملہ مصارف مندرجہ

ماشاء اللہ تھی کیونکہ آپ کچھ مسکین فقیر نتھے اور بظاہر مین بھی باتفاق فریقین ایک حبہ تک کا تغلب اسمین نہیں کیا آئندہ سوائے مردمان خبیث اور عاقلان سفیہ کے کسی سے کلمہ خیر کی توقع نتھی بلکہ الٹے عقل کی دشمنوں سے یہ اندیشہ تھا کہ یوں کہیں گے دیکھو رسول اللہ صلعم کی وفات کے ہوتے ہی یہ آنکھیں بدل لیں کہ حضرت فاطمہ کا بھی لحاظ نکیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ دبا بیٹھے چنانچہ بلاکم و کاست ظہور میں آیا غرض کسیطرح کی منفعت کی امید تھی اگر تھی تو تمام عمر کی سوختگی کی امید تھی القصہ کہ حضرت صدیق اکبر نے بھی وارثان نبوی کو متروکہ نبوی بوجہ تعمیل ایماء نبوی نہیں دیا اور ائمہ اہل بیت نے بھی بوجہ مذکور متروکہ نبوی وارثان نبوی کو نہیں دیا لیکن ابوبکر صدیق کا ندینا ایک مجاہدہ عظیم تھا اور ائمہ اہل بیت کا ندینا فقط ندینا ہی تھا خصوصاً جبکہ نیاز مندی و اخلاص و محبت صدیق اکبر و حقوق اہل بیت خصوصاً حضرت فاطمہ زہرا کو لحاظ کیجئے اور اسپر پھر حضرت فاطمہ کے ایک دفعہ بمقتضاء بشریت ناخوش ہو جانیکو دیکھئے تو نور شناسان طریقہ پر واضح ہو جائیگا کہ ایسے وقت میں پابند حکم نبوی رہنا ایسے ہی — بالایمان مستقیم العقل سراپا اتباع نبوی کا کام ہے جیسے ابوبکر صدیق لیکن شیعونکی عقل کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں حق و باطل کی تمیز کیونکر کریں مگر اسمیں ابوبکر صدیق کا کیا قصور ہے گر نبیند بروز شپرہ چشم ✤ چشمہ آفتاب را چہ گناہ ✤ جیسے اندھے کو اندھیرا تو اندھیرا نور بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہے ایسے ہی شیعوں کو بسبب عداوت کے اندھے ہو جانے کے باعث خوبیاں بھی برائیاں نظر آتی ہیں چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ✤ عیب نماید ہنرش در نظر ✤ الحاصل بقرائن عقلیہ واضح و لائح ہو گیا کہ حضرت صدیق اکبر کا ندینا فقط بوجہ اتباع امر نبوی تہا اور حدیث اعنی لانورث ما ترکناہ صدقۃ صحیح بلا غبار ہے سوائے اتباع امر نبوی اور پیروی حدیث مذکور کسی قسم کا احتمال انکی جانب نہیں ہو سکتا اور سابقاً بہت کثرت روات اور صدق و دیانت جملہ راویان اور ہجوم قرائن نقلیہ اس حدیث کا اعتبار اور اسکی صحت معلوم ہو چکی تھی تو اب کسیکو دربارہ صحت حدیث مذکور کسیطرح سے مجال دم زدن باقی نرہی اگر کسیکو حوصلہ ہو تو بسم اللہ **اقول** ابوبکر کی فریب بازی میں کیا شک ہے کہ ایک فریب کر کے دختر رسولخدا صلعم کو اسکی میراث سے محروم رکھا اور پیروی سے ابوبکر کی اہل سنت کی طبیعت میں بھی فریب بازی آگئی ہے اور جو کچھ لکھا ہے اس شیخ نے کہ جب اہل بیت کے ہاتھوں پڑا ترکہ رسولخدا صلعم کا تو عباس کو اور انکی اولاد کو محروم رکھا سو اہل بیت کے پاس کسوقت آیا تھا شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرنا چاہئے اور اگر ہم تسلیم بھی کریں تو وجہ اسکی یہ ہے کہ ہمارے نزدیک رسولخدا صلعم کی ترکہ میں سے حضرت عباس کو کچھ نہیں پہنچتا ہے وہ مال دختر اور ازواج کا تھا اور حضرت عباس نے جو میراث طلب کی تھی محض واسطے حجت اور معاونت جناب علی بن ابیطالب اور اظہار ظلم اور خیانت ابوبکر کے طلب کی تہی اور اگر فرض کریں ہم کہ اہل بیت جائداد رسولخدا صلعم پر قابض ہو گئے اور حضرت عباس اور انکی اولاد کو اسمیں سے کچھ ندیا تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے کہ حضرت عباس محروم الارث تھے اور باقی رہیں ازواج آنحضرت سو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ انکو نہیں دیا تھا اسکو ثابت کرنا چاہئے اور دوسرے تسلیم ہو سکتا ہے کہ حصہ ہر ایک بی بی کا بہتر وارثوں سے ہوتا ہے وہ حجروں میں محسوب ہو گیا ہو اور فدک تو جناب رسولخدا صلعم حضرت فاطمہ کے نام ہبہ کر چکے تھے جیسے کہ کتب فریقین سے ثابت ہے اسمیں سے اور کسیکو کیونکر پہنچتا اور بزرگان اہل بیت ابوبکر کی راہ ہرگز نہیں چلے ہیں اور کسیکا حصہ انہوں نے نہیں دبایا ہے اور انسے ہرگز ایسا ظلم وقوع میں نہیں آیا ہے مثل ابوبکر کو اسکو ثابت کرنا چاہئے کہ اہل بیت کے پاس آیا اور انہوں نے ندیا اور ایک جھوٹ بات اپنی طرف سے کہہ دینی بے سند اسکو کون مانتا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ اجماع اہل تواریخ اور اتفاق علماء حدیث اسپر ہے کہ فدک وغیرہ متروکہ رسولخدا صلعم عمر کی زمانہ میں حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں تھا بالکل جھوٹ اور غلط ہے انکے قبضہ میں ہرگز نتھا ابوبکر نے اسکو قبض کیا اور بدستور عمر کے زمانہ میں اسی طرح عمر کے پاس رہا بھلا عقل میں بھی آتی ہے یہ بات کہ علی اور عباس کے قبضہ میں عمر کے زمانہ میں تھا اگر حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں ہوتا تو وہ دونو عمر کے زمانہ میں عمر سے پھر دعوی اسکا تحصیل حاصل کیوں کرتے جیسا کہ صحیح مسلم کی کتاب جہاد میں لکھا ہے اور ابوبکر اور عمر کو کاذب اور خائن اور آثم کیوں جانتے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ طلب کیا علی اور عباس نے عمر سے میراث کو اور علی اور عباس ظالم اعتقاد کرتے تھے اسکو کہ جو کوئی مخالف تھا انکا اس مقدمہ میں یعنی ابوبکر اور عمر اور ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے اور لکھا ہے صاحب فتح الباری اور ابن ابی الحدید نے کہ بڑی مشکل کی بات ہے اگر علی اور عباس نے رسولخدا صلعم سے لانورث ما ترکنا صدقۃ کو سنا تھا تو پھر عمر سے زمانہ میں عمر کے کسواسطے طلب کیا اس سے معلوم ہوا کہ فدک وغیرہ حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں نتھا اور جو کچھ صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہے بتصریح وہ یہ ہے کہ متروکہ حضرت صلعم کا جو کچھ مدینہ میں تھا وہ تو حضرت علی اور عباس کو دیا اور خیبر اور فدک ندیا چنانچہ عائشہ سے روایت ہے صحیح بخاری میں اور اُس روایت میں ہے کہ فاطمہ دختر رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے بعد وفات آنحضرت صلعم کے سوال کیا یہ کہ تقسیم کرے میراث میری جو اسمیں سے کہ فے کیا ہے خدا تعالی نے رسولخدا پر ابوبکر نے یہ سنکر کہا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے لانورث ما ترکنا صدقۃ پس غضب میں ہوئی فاطمہ دختر رسولخدا صلعم ابوبکر پر اور غصہ کیا اس پر یہ سنکر اور مہاجرت اختیار کی ابوبکر سے اور اسکی ملاقات کو ترک کر دیا یہانتک کہ مر گئیں اور زندہ رہیں بعد رسولخدا صلعم کے چھ مہینے کہا عائشہ نے کہ فاطمہ سوال کرتی تھیں ابوبکر سے حصہ اپنا اسمیں سے کہ چھوڑا تھا رسولخدا صلعم نے خیبر اور فدک میں سے اور صدقہ اسکے سے جو مدینہ میں تھا پس انکار کیا ابوبکر نے اسکے دینے کا اور کہا کہ میں ترک نکرونگا کسی چیز کو جو کہ رسولخدا صلعم عمل میں لاتے تھے مگر عمل کرونگا جو کچھ کہ عمل کرتے تھے رسولخدا صلعم میں خوف کرتا ہوں اس سے کہ اسکے امر میں سے کسی چیز کو ترک کر کے ضائع کر دوں لیکن صدقہ ان حضرت کا جو کہ مدینہ میں تھا عمر نے علی اور عباس کو وہ دیا مگر خیبر اور فدک کہ اسکو عمر نے اپنے پاس رکھا دیکھو اس روایت میں لکھا ہے کہ عمر نے خیبر و فدک علی اور عباس کو نہیں دیا بلکہ اپنے پاس رکھا اور یہ لکھتا ہے کہ علی اور عباس کو دیا معلوم نہیں یہ شخص کہاں سے کہتا ہے کہ عمر کے زمانہ میں خیبر اور فدک علی اور عباس کے قبضہ میں تھا اور انجام کار

علی نے عباس کا قبضہ اُٹھا دیا اور دیکھو صحیح مسلم میں صریح لکھا ہی کہ علی اور عباس نے عمر کے زمانہ میں عمر سے دعویٰ فدک وغیرہ کا کیا اگر انکے قبضہ میں ہوتا تو پھر وہ کیسے دعویٰ کرتے اور بعد اسکے جو لکھتا ہی کہ حضرت علی کے بعد فلانے اور فلانے کے قبضہ میں رہا انکی اولاد میں سے یہ بھی غلط ہی اور ہماری کتابوں میں کہیں مذکور نہیں ہے ہاں لیکن قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہی کہ عمر بن عبد العزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فدک دیا خواہ مستحق جانکر خواہ بطریق تولیت اسکے مصارف میں تقسیم کرنے کو لیکن یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اولاد فاطمہ زہرا علیہا السلام میں سے کسیکو نہیں دیا یہ کہاں لکھا ہی کہ فلانے شخص نے اولاد فاطمہ زہرا میں سے دعویٰ کیا اور امام محمد باقر نے اسکو نہ دیا جیسا کہ حضرت فاطمہ نے دعویٰ کیا اور ابوبکر نے نہ دیا اور جس تفصیل سے کہ اس شیخ نے لکھا ہی اسطرح سے تو اہل سنت کی کتابوں میں بھی نہیں ہے اور جو کچھ اہل سنت کی کتابوں میں ہے وہ اسطرح سے ہی کہ مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں شرح مقاصد سے نقل کی ہی کہ کتب تواریخ میں اس طرح مذکور ہی کہ فدک جسطرح سے کہ ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک رہا پھر جاگیر کر لیا اسکو مروان نے اور فتح الباری میں لکھا ہی کہ عثمان نے مروان کی جاگیر کر دیا تھا اور اُسی شرح مقاصد میں لکھا ہی کہ مروان نے اپنے فرزند عبد الملک و عبد العزیز کو فدک ہبہ کر دیا پھر خلیفہ ہو ولید بن عبد الملک تو ہبہ کیا عمر بن عبد العزیز نے اپنے حصہ کو ولید کو اور سلیمان بن عبد الملک نے بھی اپنا حصہ ولید کو ہبہ کر دیا پس وہ کل ولید کے پاس ہو گیا پھر عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت میں فدک کو اُسی طرح کر دیا کہ جیسے پہلے سے چلا آتا تھا بعد اسکے سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کو دیدے اُس نے محمد بن الحسن بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کو اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کو دیدیا تاکہ قیام کریں وہ اسکے ساتھ اور انکے کنبہ کے آدمی کہ اسمیں سے کہاتے رہیں اور اسی سبب سے مامون شیعہ شمار کیا گیا ہی اب دیکھو تو اسمیں کس امام کا دوازدہ اماموں سے نام لکھا ہی کہ اُسکے پاس فدک رہا جو یہ لکھتا ہی کہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں انہوں نے کسیکو اولاد فاطمہ میں سے نہ دیا کس طرح کا دروغگو ہی کہ جو کچھ چاہتا ہی بے سر و پا لکھتا ہی اور بعد اسکے جو لکھتا ہی کہ عمر بن عبد العزیز جو بڑا عادل تھا اُس نے کہا جس چیز کو رسول خدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو باوجود مانگنے کے نہ دیا یہ روایت پہلی اسے گزر چکی ہی اور اسکا جواب ہم دے چکے ہیں یہ روایت بالکل غلط ہی اور یہ عقل کا دشمن جو لکھتا ہی کہ انہوں نے پھر حضرت فاطمہ کو اسکا متولی کر دیا بھلا حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں کہاں تھیں جو وہ انکو متولی فدک کا کرتا اتنی بھی خبر اسکو نہیں ہے اور ہم لکھ چکے کہ ائمہ معصومین کے عملدرآمد میں فدک ہرگز نہیں آیا اور جو کچھ یہ اپنی طرف سے لکھتا ہی سب جھوٹ ہی اور اگر ہم فرض کریں کہ ائمہ معصومین کے تحت میں فدک رہا ہی تو کہاں سے ثابت ہوا کہ انہوں نے اور حقداروں کو حصہ نہیں دیا اور یہ غلط ہی کہ اور انکو دخل نہ دیا اول تو ائمہ معصومین علیہم السلام کا عملدرآمد ہی اسمیں ثابت نہیں ہے اور در صورت فرض سب کو حصہ بیشک دیا ہوگا اس صورت میں روایت لا نورث بالکل باطل ہی اور ہم لکھ چکے کہ ائمہ کے قبضہ ہی میں فدک نہیں آیا تھا کہ وہ اوروں کو حصہ دیتے اور کسی بعضے امام کے قبضہ میں آیا ہو تو اُس سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اُنسے کسی اور کو نہ دیا ہو اور عباس کو تو ہمارے نزدیک پہنچتا نہیں ہے اور ازواج کی پاس انکے حصہ میں حجرے انکے تھے اور اگر ازواج اور بنی عم رسول خدا صلعم کو حصہ نہیں دیا تو ابوبکر اور عمر اور عثمان نے نہیں دیا اور ابوبکر کی طرف کوئی دلیل حق پرستی کی نہیں ہے اور جواب اسکا پہلی اس سے مفصل گزر گیا ہی اور شیعہ تو نواصب اور خوارج کو اُسوقت ہو کر جسوقت انکے قبضہ میں آیا ہو اور انہوں نے نہ دیا ہو اور فدک اُسوقت ہرگز نہ تھا اور ایسا ہی نہیں ہی کہ کوئی چیز انکے پاس نہیں گئی ہو اور انہوں نے انکو نہ دی ہو یہ چال تو ابوبکر ہی کا تھا کہ وارثوں کو نہ دیا حضرت کے اور ابوبکر نے فدک کو اپنی نفع کے واسطے ضبط نہیں کیا تھا اسکو کیا پروا تھی لاکھوں درہم و دینار حاصل ہوتے تھے اسکو تو فدک نہ دینے سے منظور یہ تھا کہ علی اور فاطمہ کو کسیطرح کی قوت حاصل نہو تاکہ ایک جماعت کھڑی کر کے دعویٰ خلافت کا کریں اور اگر اپنی نفع کے واسطے ضبط کیا ہو تو بھی بعید نہیں ہے بلکہ ثابت ہے اہل سنت کی کتابوں سے کہ خالص اپنے ہی واسطے فدک کو کر لیا تھا چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہی کہ اِنَّ فَدَكَ جَعَلَهَا اَبُوْبَكْرٍ لِنَفْسِهٖ خَالِصَةً وَّجَعَلَهَا عُمَرُ اَيْضًا یعنی فدک کو ابوبکر نے اپنی ذات کے واسطے خالص کر لیا تھا اور بعد اسکے عمر نے بھی ایسا ہی کیا ہی پس جو لکھتا ہی کہ ایک حبہ تک کا تغلب ابوبکر نے اسمیں نہیں کیا بالکل غلط ہی اور اس جرأت کو تو دیکھو کہ باتفاق فریقین لکھتا ہی اور وہ اہل سنت کی نزدیک بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ شیعہ اور ابوبکر نے بیشک فاطمہ کا کچھ لحاظ نکیا اور رسول اللہ صلعم کا ترکہ دبا بیٹھے چنانچہ بلا کم و کاست ظہور میں آیا اور ابوبکر نے از راہ تعدی ارثان نبی کو متروکہ نبی نہیں دیا اور ایام نبوی میں نہ دینے کیواسطے کچھ نہ تھا اور ائمہ اہل بیت کے پاس متروکہ نبوی کا ہونا ثابت نہیں ہی اور جو کسی بعضی کی پاس آیا تو نہ دینا اسکا ثابت نہیں ہے اور ابوبکر کا نہ دینا صریح ظلم تہا نہ مجاہدہ عظیم اور ائمہ اہل بیت کا نہ دینا ثابت نہیں ہے اور ابوبکر کو کچھ نیازمندی اور محبت اہل بیت کے نسبت نہ تھی خصوصاً حضرت فاطمہ کی نسبت کہ اُنکا حق غصب کر لیا اور ناخوش ہونا حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے مقتضای بشریت نہ تھا بلکہ ناخوش ہونا حق اُنکا تھا اسواسطے کہ جانتی تھیں اور انکو یقین تھا کہ متروکہ رسول خدا صلعم میں میرا حق ہے اسواسطے دعویٰ کیا تہا اور اگر بمقتضاء بشریت ہوتا تو اتنا طول انکی ناخوشی کو نہوتا کہ تا دم واپسین ناخوش رہیں اور اگر انکو معلوم نہ تھا تو حضرت علی نے انکو مطلع کر دیتے اور کہتے کہ رسول خدا صلعم کا ترکہ انکے وارثوں کو نہیں پہنچتا ہی لیکن انہوں نے بھی مطلع نکیا یہانتک کہ عمر کے زمانہ میں خود دعویٰ وراثت کا کیا اور مومن شناسان طریقہ پر خوب واضح ہی کہ ایسے وقت میں ابوبکر نے پابندی حکم نبوی کی ہرگز نہیں کی بلکہ انکی دختر نیک اختر پر ظلم کیا کہ کام ایمانداروں کا ہرگز نہیں ہے جو کہ ابوبکر نے کیا اور منکرین کی عقل کی آنکھ پھوٹ رہی ہی جو ایسے امر واضح کا انکار کرتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + جیلی نہ دیکھی کو

اندھیرا تو اندھیرا نور بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہے ایسے ہی سنیوں کو بسبب محبت ثلاثہ کے اندھے ہو جانیکے باعث برائیاں بھی خوب ہی معلوم ہوتی ہیں ع چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
ہو عیب نماید ہنرش در نظر ۔ الحاصل بقرائن عقلیہ و دلائل نقلیہ واضح و لائح ہو گیا کہ ابوبکر کا فدک نہ دینا فقط بوجہ ظلم اور تعدی تھا نہ بوجہ اتباع امر نبوی اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ابوبکر
کی وضع کی ہوئی ہے سوائے مخالفت حکم خدا و رسول کے اور کسی قسم کا احتمال انکی طرف نہیں ہو سکتا اور آیات قرآنیہ کے حکم سے اور بسبب نہ ہونے کسی اور راوی کے سوائے ابوبکر کے اس روایت کا موضوع
اور غیر معتبر ہونا معلوم ہو چکا تھا تو اب کسیکو دربارہ کذب روایت مذکور کسی وجہ سے مجال دم زدن باقی نہ رہی اگر کسیکو کچھ حوصلہ ہو تو بسم اللہ **قال الشیخ الاشعری** اور یہ بھی تحقق
ہو گیا کہ مولوی عمار علی صاحب کا درباب حدیث صحت مذکور یوں رقم فرمانا کہ اول تو یہ روایت خلاف قرآن کے دوسرے یہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں میں سے بیٹی سے اپنی
بیبیوں سے کسی سے نہ کہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہنچتا تم دعوی نکرنا اور حکم خدا کا جو کہ انکے واسطے تھا اسکو انسے چھپا رکھا اور ایک اجنبی شخص سے کہ اسکو کسیطرح کا دخل پیغمبر خدا
کی وراثت میں نہ تھا اسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بھی نہ کہا ایک سخن ابلہ فریب یا گفتگو ابلہانہ ہے کیونکہ جسے وہ خلاف قرآن کہتے ہیں وہ حقیقت میں موافق قرآن
ہے چنانچہ مفصل معلوم ہو چکا پر سمجھ نہو تو کسیکا کیا قصور ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست ۔ اور جہاں وہ یوں کہتے ہیں کسی دوسرے صحابی سے بھی نہ کہا وہاں اس بارہ سے
تو روایت ہی موجود ہے منجملہ حضرت علی اور حضرت عباس و حضرت عائشہ بھی ہیں اور رضوان اللہ علیہم اجمعین اور کتنوں نے سنا ہو گا کہ انکی روایت ہی کا اتفاق نہوا لیکن مولویصاحب کو خبر نہو تو ہمارا
ذمہ نہیں کہ انہیں خبر کیوں نہوئی وہ یوں ہی بیخبری میں لڑتے ہیں یا دیدہ و دانستہ فریب کرتے ہیں باقی رہا یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں سے کسی سے نہ کہا اگر بسبب بیخبری
کے لکھا ہے تب قابل تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی کسیکو خبر نہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز واقع میں نہو اگر مولویصاحب کو موجودات و واقعات میں سے کس کسکی خبر نہ ہو خصوصاً موجودات عالم غیب
اور واقعات عالم گزشتہ کی ہرگز کچھ اطلاع نہیں پر اسوجہ سے وہ معدوم نہیں اور غیر واقع نہیں کہلائی جاتی ہاں مولویصاحب کے ذہن میں کا سے البتہ امید ہے کہ عدم لاوجود الا ماشاہدت بصرہ اصلیہ
اور اگر نشہ کی ترنگ میں یہ ترانہ زیب زبان نقش قرطاس ہو ہے تو اسکا جواب دکان میفروشاں پر ملیگا **اول** جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہے ۔ وہ راست و درست ہے اور یہ بھی متحقق ہو گیا
ہمارے کہنے سے کہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ابوبکر کی بنائی ہوئی ہے اور جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہے یہ گفتگو ابلہ فریب و ابلہانہ نہیں ہے جو منصف کہیگا یہی کہیگا کہ مولوی
صاحب سچ لکھتے ہیں و ابلہ فریب تیری گفتگو ہے کہ جب تجھکو جواب نہ سکا نہ آیا تو یہ کہکر ٹالا اور ہر چند تو اسکے جواب میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن جواب اسکا تجھ سے بن نہیں پڑتا اور
وہ روایت ابوبکر کی موافق قرآن کے ہرگز نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف ہے چنانچہ مفصل پہلے اس سے گزر چکا پر سمجھ نہو تیری تو ہمارا کیا قصور ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست ۔ اور ہاں
بیشک کسی دوسرے صحابی سے وہ روایت بیان نہیں کی ہے اور وہ روایت جو لکھی ہے صحیح بخاری میں سے مالک بن اوس سے اسکا موضوع ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں وہ روایت بالکل جھوٹی ہے
کہاں گئے تھے اس روایت کے راوی جس وقت کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر سے دعوے وراثت کا کیا تھا اور ابوبکر سے جواب سنکر
غصہ میں ہو گئیں کہ تمام عمر اس سے کلام نہ کیا اور جب فاطمہ زہرا علیہا السلام ناراض ہو گئیں ابوبکر سے تو ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام اور
عباس اور عمر اور عثمان اور زبیر اور عبدالرحمن اور سعد بن ابی وقاص سے جو کہ اس روایت کے لوگ ہیں کسی سے بھی نہ کہا کہ اے یا دختر رسولخدا تم خفا نہو اور غصہ و غضب مت ہو یہ ہیں تم
جلا کر انسے کہدو اور یہ کہنے کی گواہی دو کہ رسولخدا صلعم نے بیشک فرمایا تھا لانورث ماترکناہ صدقۃ لیکن نہ تو ابوبکر نے انمیں سے کسیکو شہادت کی تکلیف دی اور نہ کسی نے یہ جھگڑا سنکر خود
بیان کیا کیسے رونگٹے ہیں لوگ اور کیسے بے سروپا ہیں روایتیں انکی علی الخصوص محمد اسمٰعیل بخاری ناصبی کہ عداوت میں اہلبیت کی کیسی روایتیں گھڑتا ہے اور اس روایت لانورث کو
رسولخدا صلعم سے کسی نے نہیں سنا ہے نہ ابوبکر نے کسی اور نے لیکن ابوبکر نے یہ روایت وضع کر لی ہے جیسے کہ صاحب بخاری نے وہ روایت مالک بن اوس کی وضع کی ہے اور اہل سنت ہی کی
روایتیں اسکو باطل کرتی ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس کا نام لکھتے ہوئے اسکو شرم نہیں آتی کہ انہوں نے تو عمر کے زمانہ میں بھی دعوی وراثت کا کیا تھا دیکھو نہ جھوٹی گواہی
دیتے اور عائشہ تو خلیفہ صاحب کی دختر نیک اختر تھیں وہ تو اپنے باپ کی سی ہی کہینگی اور حضرت علی اور حضرت عباس کے مقدمہ میں تو محدثین اہلسنت حیران ہیں کہ انہوں نے روایت لانورث
کو سنا تھا تو پھر عمر سے دعوی کس واسطے کیا چنانچہ فتح الباری وغیرہ سے نقل ہو چکی ہے اور مولوی صاحب کیا کسیکو بھی خبر اس روایت کی نہیں ہے سوائے ابوبکر کے کوئی سنتا تو کہتا اور جب نہ سنا
تو کون کہے اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر مثل ابوبکر کے اور ہم بیخبری میں نہیں لڑتے ہیں اور نہ دیدہ و دانستہ فریب کرتے ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے کہتے ہیں کہ اسکا راوی سوائے ابوبکر
کے کوئی نہیں ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اہل سنت کی کتابوں سے اور یہ مقدمہ میراث رسولخدا صلعم کا مثل اور وقائع دنیا کے نہیں ہے کہ جو اسکی خبر نہو سب احکام تو جناب رسولخدا صلعم
نے پہنچا دیے اور اپنی میراث کی کسیکو خبر نہ کی یہ امر عقل میں نہیں آتا ہے اور موجب حکم آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے حضرت پر واجب تھا فاطمہ زہرا کو اس سے مطلع کرنا کہ بعد پیغمبر دعوی نکریں اور
ابوبکر کون تھے کہ جو انسے کہتے اور اس امر کی حضرت فاطمہ کو ضرور خبر ہونی چاہیے تھی اور تمام دنیا کے وقائع سے کیا مطلب ہے اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے وہ ایک واہی بات ہے اسکا جواب کیا ہو
اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر ایک واقعہ کی اطلاع ہونی چاہیے ہم تو اس امر کو کہتے ہیں جسکے کرنا ضروری ہے **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر حضرت عباس اور حضرت عائشہ وارث نہوتے تو یہ بھی

کہنا تھا کہ اپنے وارثوں میں سے کسی سے نہ کہا اور حضرت علی ہر چند وارث نہ تھے لیکن اول تو وارثوں سے زیادہ مقرب تھے دوسرے وہ حضرت فاطمہ کی جو وارث تھیں وارث تھے یعنی انکی خبر گیران اور انکی طرف سے لینے دینے والے وہی تھے سو نسبت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سنانیکے انکا سنا دینا اور انکا کہنا زیادہ تر مفید تھا علاوہ بریں اس قسم کے مضمون جو موت کی خبر دیں قربا کی حق میں موجب رنج ہوتے ہیں خصوصا بیٹی کہ اسکو نسبت فرزند اور اکثر اور اقربا کے والدین کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے تو اگر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم موافق رای ناقص مولوی عمار علی صاحب حضرت فاطمہ زہرا سے یہ مضمون فرماتے کہ تمہارے لئے حکم خداوندی یوں ہے کہ میری وفات کے بعد میرے ترکہ میں سے کچھ نہ لینا تو کچھ فائدہ تو ہرگز نہ تھا کہ جو کچھ انکے کہنے سے کام چلتا اس سے زیادہ حضرت علی کے کہنے سے کام چلتا نظر آتا تھا اور انسے کہہ ہی چکے تھے مگر جو نتیجہ یہ مضمون متضمن خبر وحشت اثر وفات سرور عالم صلعم تھا تو مفت دلگیری خاطر مبارک حضرت زہرا کا ہوتا سو ایسا کونسا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا آزردہ کرنا ثواب تھا یا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زہرا کے دشمن تھے کہ بیوجہ درپے اسباب آزار رنج و غم میں ڈالتے آپ خود جانتے تھے کہ اگر بالفرض والتقدیر میری وفات کے بعد حضرت زہرا کو اطلاع حضرت علی یا ابوبکر صدیق سے ہو جو آپکے نزدیک بالیقین خلیفہ ہونیوالے تھے تا میراث ہوگی تو اول تو ابوبکر صدیق دین میں ایسے سست نہیں کہ کسی کے لحاظ و پاس سے حق بات زبان پر نہ لائیں دوسرے حضرت زہرا ایسی ناحق پرست نہیں کہ باوجود سننے حدیث نبوی کے زبان مبارک صادق سے ہٹ دھرمی کریں اور طلب میراث سے باز نہ آئیں اور اگر بمقتضائے البشری جیسے حضرت موسی حضرت ہارون پر بسبب غلط فہمی معترض ہوئے تھے اور انکو قصور وار سمجھا تھا مقدمہ میراث میں حضرت زہرا کو حضرت صدیق اکبر پر کچھ اعتراض ہوگا اور انکا یہ عذر کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے لانورث ما ترکناہ صدقۃ بوجہ غلط فہمی جو مرتبہ بشریت کو لازم ہے اور انبیا بھی اس سے چھوٹے ہوئے نہیں پایہ اعتبار سے ساقط ہوگا تو حضرت علی موجود ہیں وہ اس حدیث کو سنا دینگے القصہ مولوی صاحب کا یہ گمان کہ کسی سے اپنے وارثوں میں سے نہ کہا سراسر دروغ اور بہتان ہے **اقول** البتہ حضرت عباس وارث تھے لیکن انسے رسول خدا صلعم نے ہرگز لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو نہیں کہا اگر انسے کہتے تو پھر وہ دعوی حضرت عمر کے زمانہ میں کیوں کرتے جیسا کہ دعوی کرنا انکا صحیح مسلم میں لکھا ہے اور عائشہ تو ابوبکر کی دختر تھیں وہ تو کہیں گی ہی باپ کے قول کے مطابق کہینگی اور انکو کیا پروا تھی دس ہزار درہم اپنے باپ اور چچا سے پایا کرتی تھیں جیسا کہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور حضرت علی اگرچہ حضرت فاطمہ کی طرف سے لینے دینے والے تھے لیکن انہوں نے حضرت فاطمہ کو نہ سمجھایا کہ تم ابوبکر سے کس واسطے خفا ہوتی ہو ابوبکر جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں سمجھانا تو درکنار بلکہ خود ابوبکر سے گفتگو کی اس مقدمہ میں اور قرآن کی آیتیں سنائیں کہ رسول خدا صلعم کا ترکہ انکے وارثوں کو پہنچتا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم اہلسنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور بعد اسکے عمر سے عمر کے زمانہ میں دعوی وراثت کا کیا حضرت عباس کے ہمراہ ہو کر اور انکا سنا دینا مفید تر تھا تو کیوں نہ سنایا حضرت فاطمہ کو اور انکو اس رنج ابوبکر سے باز کیوں نہ رکھا اور اپنی وفات کے تو جناب رسول خدا صلعم نے علانیہ لوگوں کو خبر دیدی تھی جبکہ حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی ہے اس سے سوا موت کے کیا خبر ہوگی اور اکثر امور کے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ بعد میرے ایسا کرنا اور بعد میرے ایسا ہوگا کیا یہی خبر موجب رنج ہوتی تھی اور سوائے اسکے اور کوئی خبر موجب رنج نہ تھی یہ بات کسیکے عقل میں بھی آتی ہے کہ جو یہ شیخ نجدی کہتا ہے اور یہ کہنا کہ بعد میرے تم وراثت کا دعوی کرنا اسمیں اسیوقت مرجانیکے کیا بات ہے تا کہ رنج ہو کچھ تو یہ فرمانا ہی نہیں چاہئے تھا کہ میں ابھی مرتا ہوں بلکہ یہ فرماتے کہ بعد میرے دعوی نکرنا سو معلوم نہیں مہینہ برس بعد وفات پائیں یا تیس برس بعد اسمیں قبل ہونیکے آئندہ کی کونسی صورت ہے جس سے رنج ہو اور مرنا تو ضروری ہے کیا حضرت فاطمہ نہیں جانتی تھیں کہ ایک روز حضرت جنت کو سدھارینگے اور گو رنج ہوتا ہو لیکن پہنچانا حکم خدا کا حضرت پر واجب تھا یہ کیا پوچ بات نکالی ہے موت کے خبر کی اور فائدہ حضرت فاطمہ سے کہنے کا یہ تھا کہ ابوبکر غاصب نہ ٹھیرتے اور حضرت علی کے کہنے سے کام چلتا نظر آتا تھا تو انہوں نے کیوں نہ کہا بلکہ خود دعوی وراثت کا کیا اور حکم خدا کے سننے میں حضرت فاطمہ ہرگز آزردہ نہوتیں اچھا ہوا کہ ابوبکر نے انکو آزردہ کیا اور حضرت فاطمہ نے دعوی کیا اور حضرت علی کو اطلاع بھی تھی اور پھر کچھ نہ کہا حضرت فاطمہ سے اور ابوبکر سے ایسے دیندار تھے کہ کچھ لحاظ نہ کیا اور نہ حق بات کہی بلکہ ایک روایت بنا کر حضرت فاطمہ کا حق غصب کر لیا اور حضرت زہرا ناحق پرست تو نہیں لیکن ابوبکر کو انہوں نے غاصب جانا اور باوجود سننے روایت لانورث کی زبان ابوبکر سے ایسی ہٹ دھرمی کی کہ تادم واپسیں ابوبکر سے کلام نہ کیا اور یہ ہٹ دھرمی انکی بمقتضائے البشریت نہ تھی اگر ایسی ہوتی تو چند روز میں زائل ہو جاتی لیکن چھ مہینے تک یہی ہٹ دھرمی رہی اور طلب میراث سے باز نہ آئیں اور حضرت موسی سے ہرگز غلط فہمی نہیں ہوئی وہ جانتے تھے کہ حضرت ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے اور حضرت ہارون کے ساتھ جو ایسا کیا اور داڑھی انکی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا اس امر کے ظاہر کرنیکے واسطے تھا کہ جو کچھ قوم سے ظہور میں آیا انکا گوسالہ پرستی کرنا اور ارتداد کا ایک امر عظیم تھا تا کہ اس حرکت کو حضرت موسی کی دیکھ کر قوم کے لوگ جانیں کہ یہ امر بڑا قبیح تھا کہ جو ہم سے وقوع میں آیا جسکے واسطے حضرت موسی نے اپنے بھائی پر ایسی خفگی کی کہ انکی داڑھی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا تا کہ قوم کے آدمی ہدایت پائیں اور آئندہ کو ایسا نکریں اور غلطی حضرت موسی سے نہیں ہوئی تھی تعجب ہے کہ انبیاء کو معصوم بھی کہتے ہیں اور خاطی بھی ٹھیراتے ہیں ثلاثہ کو عیوب سے بری کرنیکے واسطے کہ خلفاء ثلاثہ میں سے کسیکا عیب ظاہر نہونے پائے گو انبیاء کا خاطی اور غلطی پر ہونا ثابت ہو جائے اور حضرت زہرا کو ابوبکر پر اعتراض کیا تھا اپنی میراث کو طلب کرتی تھیں ابوبکر نے جھوٹی روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ بنا کر حضرت فاطمہ کو جواب دیدیا اور حضرت فاطمہ اور انبیاء علیہم السلام سے کسی سے غلطی نہیں ہوئی ہے ابوبکر کی خاطر سے انبیاء کو کس واسطے غلطی پر کہتا ہے غلطی پر تو ابوبکر ہی تھے اور حضرت علی تو موجود تھے مگر

یہ روایت لانورث راست تھی تو حضرت علی نے کیوں نہ سنا دیا اور مولوی صاحب نے جو لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے اپنے وارثوں میں سے کسی سے نہیں کہا یہ امر راست راست و روا تھی
ہے اور اس شیخ کا لکھنا بالکل دروغ ہی اگر حضرت اپنے وارثوں میں سے کسی سے کہتے تو کوئی تو گواہی دیتا جسوقت حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی کیا تھا لیکن کچھ بھی نکہا کسی نے
اور حضرت عباس نے تو حضرت علی کی ہمراہ ہو کر دعوی ہی کیا تھا وراثت کا اگر رسولخدا صلعم سے روایت لانورث سنتے تو پھر عمر کی خلافت میں دعوی میراث کا عمر سے کاہیکو کرتے +
قال الشیخ الاشعری اور یہ جو اس کہنے کو حکم خدا کا چھپا رکھنا اپنے نزدیک سمجھتے ہیں اسکو بجز اسکے کہ دیوانوں کی بکواس کہیے اور کیا کہیے اول تو حضرت فاطمہ سے بظاہر چھپانے
کے کوئی معنی ہی نہیں اسلیے کہ وہ ائمہ اہلبیت سے کسی بات میں کم تھیں جب ائمہ کو علم ماکان و علم مایکون ہو تو حضرت فاطمہ کو بدرجہ اولی ہوگا کیونکہ انکا رتبہ اکثر ائمہ سے زیادہ ہے
کم نہیں بلکہ یوں کہیں تو زیبا ہی کہ رسول اللہ صلعم نے انسے کہنے کی حاجت ہی نہ دیکھی کہنے تو انسے جب کہ بے کہے معلوم نہو سکے اور اگر ماکان و مایکون میں سے احکام کو مستثنے رکھیے
یا حضرت فاطمہ زہرا کو دربارۂ علم ائمہ سے کم کہیے تو اسے چھپانا نہیں کہتے کہ ایک گروہ میں سے دو چار کو بتلایا اور باقیوں کو نہ بتلایا سب جانتے ہیں کہ جو بات دو چار کے کانوں میں پڑتی ہے
پھر چھپی نہیں رہتی نقل مشہور ہے ع نہاں کے ماند آن رازی کزو سازند محفلہا + خاصکر علم دین کے باب میں کیونکہ درباب رسم تدریس و تبلیغ و احکام جو کچھ فضائل و تاکید منقول
ہیں سب کو معلوم ہیں پھر کیا امکان جو ایسے بات چھپی رہی آخر جو احکام خداوندی نازل ہوتے تھے سرور کائنات علیہ افضل الصلوات علی آلہ کونسی خاص بجانہ ہر ہر فرد بشر کے کان میں
کہتے پھرتے تھے یہی ہوتا تھا کہ ایک دو سے آپ نے کہا انہوں نے اوروں سے اسی طرح آگے پیچھے سب کو خبر ہو جاتی تھی اور اتنک یوں ہی بتدریج آدمیوں کو خبر ہوتی جاتی ہی ہاں اگر آپ سب کو
کہدیتے کہ دیکھو خبردار اور کسیکو اطلاع نہو تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم خداوندی چھپا رکھا علاوہ بریں عقل کی بات جو تھی وہ آپ کر گزرے یعنی حضرت صدیق اکبر سے جو رکن خلافت تھے
یہ بات واشگاف فرمادی اور ظاہر ہے کہ دینا لینا دونوں ہی کا کام ہے دینے والے کا بھی اور لینے والے کا بھی اگر ان میں سے ایک بھی اپنے کام سے ہٹ بیٹھے تو دوسرے سے کیا ہو سکے ہی دینے والا اگر
دے نہیں تو لینے والا کیونکر لیلے اور لینے والا اگر لے نہیں تو دینے والا کس طرح دیدے پھر لینے دینے والوں میں سے اگر ایک کو بھی روک دے تو جس چیز کا بدستور رکھنا منظور ہو وہ بدستور رہ سکیگی تو
بدستور حضرت ابوبکر صدیق کی دینے سے روک دینے میں مطلب حاصل تھا اسلیے حضرت فاطمہ سے کہنے کی ضرورت نہوئی **اقول** ہمارے نزدیک جناب رسولخدا صلعم نے کوئی حکم نہیں
چھپا رکھا ہی جو کچھ کہ خدا کے یہاں سے نازل ہوا ہی سب پہنچا دیا ہی اور اگر یہ حکم نازل ہوتا کہ انبیاء کا ترکہ انکے وارثوں کو نہیں پہنچتا تو اسکو بھی پہنچا دیتے اور اگر ابوبکر ہی سے کہا ہوتا تو بھی مضائقہ نتھا
لیکن ابوبکر سے تو حضرت نے کہا ہی نہیں اور اگر کہتے تو ماہران علوم دین و واقفان احکام شرع متین و رواتان سید المرسلین اسکو تسلیم کرتے اور اگر کسی اور نے بھی سنا ہوتا تو وقت دعوی
فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گواہی دیتا اور چھپانا تو تمہارے مذہب کے موافق لازم آتا ہی کہ حضرت نے ابوبکر سے تو کہدیا کہ جو ایک شخص اجنبی تھا اور اپنے وارثوں سے کہ جنسے کہنا ضروری تھا کہ نزاع
پیچھے نکریں انسے نکہا اور انسے حکم کو چھپا رکھا اور یہ بات دیوانوں کی سی نہیں ہے دیوانہ اور پاگل تو وہی کہ معقول بات کو واسطے اخفاء عیوب ابوبکر کے دیوانوں کی سی بات کہتا ہی اور اس
تو یہ لازم آتا ہی کہ حضرت فاطمہ سے جو کہا نہیں ہے تو چھپایا ہی ہی اور حضرت فاطمہ کا اگرچہ مرتبہ بڑا تھا لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ انکو علم بھی ائمہ معصومین کا سا ہو ائمہ تو قائم مقام پیغمبر کے تھے
انکو سب طرح کا علم چاہیے اور حضرت فاطمہ کیا امام تھیں کہ انکا بھی ایسا ہی حال ہو اور ائمہ معصومین کو تو علم سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے پہنچا تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں
لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم نے مرنے سے پہلے حضرت علی کو اپنی چادر میں لیا اور انکو کچھ اسوقت تعلیم کیا لوگوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ تمکو جناب رسولخدا صلعم نے کیا فرمایا کہا کہ اسوقت
مجھکو ہزار باب تعلیم کیے اور ہر باب میں ایک ہزار مسائل تھے اور بعضی روایت میں ہی کہ ایک لاکھ باب تعلیم کیے کہ ہر باب میں ایک لاکھ مسائل تھے اور علم ماکان و مایکون سے مراد یہ نہیں
ہے کہ بالفعل انکو سب حاضر تھا بلکہ یہ مراد ہی کہ ہر امر کی علم پر متمکن اور قادر تھے جس چیز کا علم چاہتے خدا تعالی الہام کر دیتا اور تمہارے نزدیک تو یہ رتبے جلاہے کو جنکو تم اولیاء اللہ کہتے ہو علم
ماکان و مایکون حاصل تھا اور غیب کی باتیں بتاتے تھے ایسے مکاشفہ میں دیکھو تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس کو مولوی جامی کی اور سوا اسکے تصوف کی کتابوں کو انمیں کیا لکھا ہی اور ائمہ معصومین
سے بھی زیادہ کرامات انکی بیان کرتے ہیں اور اگر حضرت فاطمہ کو اسکا علم ہوتا تو وہ ابوبکر سے دعوی کاہیکو کرتیں پھر حضرت فاطمہ سے کہنے کی احتیاج کسواسطے ہو کہ بے کہے انکو معلوم ہوا اور یہ کون لیتا
ہے کہ حضرت فاطمہ کو علم ہر چیز کا تھا اور تو علم ماکان و مایکون پر جو طعن کرتا ہی یہ باعث عداوت اہلبیت علیہم السلام کے ہے کہ جو اسلاف سے تمکو پہنچا ہی ورنہ علم ماکان و مایکون تو تم تو نسبت
اور جلاہوں میں بھی ثابت کرتے ہو اور گروہ میں سے دو چار سے حضرت نے ہرگز نہیں کہا تھا بلکہ کسی سے ہی نہ کہا تھا اگر کہتے تو جسوقت کہ ابوبکر کو حضرت فاطمہ نے جھوٹا ٹھہرایا تھا اسوقت
کوئی تو گواہی دیتا اور نہیں تو عمر اور عثمان اور عبد الرحمان اور سعد وغیرہ میں سے کوئی تو کہتا کہ ہاں رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہی لیکن کسی نے بھی نکہا اور نہ کسیکے کان پڑی
اگر کسیکے کان میں پڑتی تو کوئی تو اسوقت کہتا پھر اور چھپانا کسکو کہتے ہیں اور صواعق اور تاریخ الخلفا جلال الدین سیوطی میں لکھا ہی کہ سوائے ابوبکر کے حضرت کی
میراث کا علم کسیکو نتھا اور یہ لکھتا ہی کہ اس مضمون کا تذکرہ محفلوں میں ہوا اور بہت شہرت ہو گئی اسکی چنانچہ لکھتا ہی کہ ع نہاں کے ماند آن رازی کزو سازند محفلہا + اور
علم دین ہی کی تو تھی یہ بات کہ وقت دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے جسکا پتا نہ لگا اور حضرت فاطمہ زہرا نے خفا اور آزردہ ہو کر ابوبکر کو جھوٹا ٹھہرا دیا اور آخر یہ بات چھپی ہی رہی اور

کسی نے بیان کی اسوقت ہان، ایسا ہی ہوتا تھا کہ خانہ بخانہ ہر بشر رسولخدا سے نہیں کہتی تہیں دو چار سے کہتی تہے پھر مشہور ہو جاتا تھا لیکن اسکو تو کسی نے کہا ہی نہیں تھا اگر کہتے تو مشہور ہی ہو جاتا لیکن نہیں کہا کسی نے صرف ابوبکر نے اپنی رائے سے ایجاد کر لیا ہی اور ابوبکر کون تہے جس سے کہتے اور کس نے انکو خلیفہ کیا تھا جس نے انکو خلیفہ کیا تھا اسکے خلیفہ ہونگے رسولخدا صلعم نے تو انکو خلیفہ کیا ہی نہیں ہی کہ انکو خلیفہ انیا جائے یہ بات آپنے کہدی تہی اور لینے والے دینے والے کی بات کا یہاں کیا ذکر ہی اور رکدنیے کی کیا بات ہی ابوبکر سے تو رسولخدا صلعم نے کہا ہی نہیں ہے اور ابوبکر سے کہنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں تہی وہ تھی کون جو آپنے کہی اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا تو یہ مقدمہ تھا انسے ہی کہنا ضرور تھا جب انسی نہ کہا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے یہ ایک جھوٹی روایت بنائی ہی اور اگر یہ روایت راست ہوتی تو حضرت فاطمہ زہرا سے بھی ضرور ہی کہتے اور اگر انسے نہ کہتے تو کسی اور سے کہتے کہ مشہور ہو جاتا اور حضرت فاطمہ زہرا دعوی نکرتے باتیں اور اگر دعوی کرتیں تو لوگ انکو اس دعوی سے باز رکہتے اور اگر اور کوئی نہوتا تو حضرت علی تو انکو باز رکہتے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی یہ بات کہ مطلب یوں بھی حاصل ہو سکتا تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا سے ہی کو یہ حدیث سنا دیتے اور حضرت صدیق اکبر سے یہ بات نفرماتے بلکہ حصول مقصود اس صورت میں بوجہ احسن ہوتا کیونکہ اتنا جھگڑا ہی جواب ہو تو جواب سکا یہ ہی کہ واقعی حصول مقصود کی یہ بھی ایک صورت تہی لیکن اس صورت میں جواب ظہور میں آہی چند مصلحتیں ایسی ساتھ لگی ہوئی تھیں کہ درصورت مرقومہ ہرگز نہتی تفصیل اسکی یہ ہے کہ اول تو ایسی صیغوں کے صدیق اکبر سے فرمانے میں صحت خلافت صدیق اکبر کی طرف اشارہ مدنظر تھا تاکہ حاضرین محفل سمجھ جائیں کہ یہ وصیتیں جو صدیق اکبر کو کی جاتی ہیں تو اپنا جانشین کرنا انہیں ہی مدنظر ہے کسی مصلحت سے بتصریح نہیں فرماتے تو کیا ہوا اور یہ کچھ یہا ہی اشارہ نہیں ایسے ایسے بلکہ اس سے بڑھ بڑھکر اور بہت سے اشارہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام بلکہ کلام ربانی میں پائی جاتی ہیں اور اس سے مولوی عمار علی صاحب کے اس سخن نامعقول کا بھی جواب نکل آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اجنبی شخص سے جو اسے کسی طرح رسول اللہ صلعم کی وراثت میں کچھ دخل نتھا یہ فرمایا کہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ اور حاصل جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کو معلوم تہا کہ میرے بعد سررشتہ اختیار صدیق اکبر کے ہاتھ میں ہوگا اسلئے جو امور ضروریہ خلافت قابل وصیت ہیں انہیں سے کہنی چاہئیں تاکہ اسکے موافق کاربند ہو کر انداز خلافت کو بہر رنگ نبوت کردیں دوسرے ایسی صورت میں فقط لینے والے کو منع کرنے میں یہ بھی اندیشہ ہی کہ مبادا الطبع النسانی حکم خداوندی کو چھپالے گو بوجہ محفوظیت یا معصومیت حضرت زہرا سے اس موقع خاص میں تو ڈر نہیں مگر قواعد کلیہ شرعیہ میں خاص خاص امور کا اعتبار نہیں ہوتا اسیواسطے اگر کسی قضیہ میں کوئی ولی کامل کہ اسکی ولایت اور صدق و دیانت پر تمام عالم متفق ہو تن تنہا ثبوت دعوی کی گواہی دی تو گو بیقین کامل ہی کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا ہرگز قبول نہوگی اور اگر ایسے دو آدمی کہ بظاہر پیرایہ عدالت رکہتی ہوں گو قاضی کے نزدیک بھی وہ دونو ملکر صدق میں اس ایک کے برابر نہوں بلا تامل مقبول ہوگی وجہ اسکی یہی ہی کہ قواعد کلیہ شرعیہ کو بایں وجہ کہ جو ان قواعد کے لحاظ سے مقصود ہی کسی خاص موقع میں انکے لحاظ نکرنے میں وہ مقصود بوجہ احسن اور بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہی نہیں چھوڑ سکتے **اقول** بیشک مطلب اسی طرح حاصل ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہ کو یہ روایت سنا دیتی یا اور کو کہتے کہ جس سے مشہور ہو جاتا کہ حضرت نے ایسے فرمایا ہی گو ابوبکر کو بھی سنا دیتے لیکن حضرت نے تو کسی سے ایسا نہیں فرمایا اور سوائے ابوبکر کے کسی کی زبان گویا نہیں ہوئی وقت دعوی فاطمہ زہرا کے اور کسی نے بھی ابوبکر کے قول کی تصدیق نہ کی اور خلافت کو اس سے کیا تعلق ہی خلیفہ کرنا ابوبکر کا تو حضرت کو منظور ہی نہتا اور اسیواسطے مرض الموت میں مرنے سے پہلے اسامہ بن زید کے مطیعوں میں سے مقرر کرکے ارادہ ابوبکر اور عمر کے نکالدینے کا کیا تھا کہ وقت وفات میری کے یہ یہاں موجود نہوں کہ فساد برپا کریں اور خلیفہ حق کی خلافت میں خنہ انداز ہوں اور فرمایا جہزو اجیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ چنانچہ ملل نحل اور شرح مواقف میں ہی لیکن لعنت خدا کو اختیار کیا اور مدینہ کو نہ چھوڑا خلافت کے غصب کرنیکے واسطے اسواسطے کہ جانتے تہے کہ علی بن ابیطالب کو رسولخدا صلعم خلیفہ کر چکے ہیں خم غدیر پر اور اب پہر علی کی خلافت کی تاکید کرینگے چنانچہ یہی ہوا کہ جب حضرت نے چاہا کہ علی کی خلافت کے مقدمہ میں کچھ میں لکھوں اور دوات اور قلم طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے واسطے ایک سند لکھدوں کہ بعد میرے گمراہ نہو تم عمر نے یہ سنکر جناب رسولخدا صلعم کو کہا کہ یہ مرد بیماری میں بہکتا ہی اور ہذیان اسکو ہوتا ہی کتاب خدا ہمکو کفایت کرتی ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہی کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میں جانتا تھا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ علی کیواسطے لکھیں گے اسواسطے میں نے منع کیا اور اگر رسولخدا علی کو خلیفہ کرتے تو قریش اسکی اطاعت ہرگز نکرتے اور کار برہم ہو جاتا اور استیعاب میں لکھا ہی کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ ہاں علی حقدار اور سزاوار خلافت کا ہی لیکن اسکی طبیعت میں خوش طبعی اور مزاح بہت ہے اسواسطے ہمنے اسکو نہیں دیا اور تو ابوبکر کو کہانسے خلیفہ رسول مقرر کرتا ہی کیا رسولخدا صلعم نے انکو خلیفہ کیا تھا یا خلیفہ تو وہ کہی ہیں جنہوں نے انکو خلیفہ کیا تہا اور اگر ابوبکر کو خلیفہ کرنا منظور رہتا تو کون مانع تہا اور یہ ہی عذر کہ کسی مصلحت سے نکیا یہ ایک پوچ بات ہے دیوانوں کی سی اور عمر کہ جسنے ابوبکر کو خلیفہ کیا تہا اسنے بھی ابوبکر کی خلافت کو کچھ ناگہانی اور اتفاقی سمجھا تھا قابل اطمینان کے نہیں جانتے تہے چنانچہ عمر نے کہا کہ کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرہا یعنی تہی

بیعتِ ابوبکر ناگہانی بچا یا خدا نے اُسکے شر سے اور اسکے بعد یہ ہے کہ جو کوئی پھر ارادہ کرے اسکو تو قتل کرو اور ہمنے فرض کیا کہ اشارہ صحت خلافت کی طرف بھا لیکن صحابہ میں سے
اس اشارہ کو کس نے سنا اور وہ کون تھے حاضرین مجلس جنہوں نے یہ اشارہ سنا تھا سوائے ابوبکر کے کسی کی زبان سے بھی اُسوقت یہ کلمہ نکلا اور اگر یہ اشارہ صحت خلافت کا تھا تو پہچ
کہہ تو تجھکو قسم ہے پیر دستگیر کی کہ وقت انعقادِ خلافتِ ابوبکر کسی نے یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت نے ابوبکر کی صحت خلافت کے واسطے فرمایا تھا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یا ابوبکر نے دعوی کیا تھا
وقت غصب کرنے خلافت کے کہ میں حقدار خلافت کا ہوں کہ حضرت نے میری صحت خلافت کی طرف اشارہ کیا تھا اور خاص مجھسے ہی حضرت نے فرمایا تھا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
اور حال یہ ہے کہ اسکا کسی نے بھی ذکر نہیں کیا بلکہ مہاجرین اور انصار میں یہ گفتگو تھی منا امیر و منکم امیر اور ہمنے فرض کیا کہ صحت خلافت ہی کی اشارہ کے واسطے حضرت نے
ابوبکر سے فرمایا تھا لیکن جیسا ابوبکر سے کہا تھا ایسا ہی فاطمہ زہرا وغیرہا سب وارثوں سے اپنے کہا ہوتا تاکہ یہ جھگڑا نہوتا بلکہ موجب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کے واجب تھا رسول خدا
صلعم پر حضرت فاطمہ زہرا پر اسکا ذکر کرنا کہ بے سوجب کسی چیز کا دعوی نکریں اور ابوبکر کی خلافت کی طرف کہیں اشارہ نہیں ہے نہ قرآن میں نہ حدیث میں یہ شیخ بالکل جھوٹا ہے
اور بڑا در وغگو ہے اگر کسی جگہ اشارہ ہوتو وقت قائم کرنے خلافت ابوبکر کے کوئی تو ذکر کرتا اور نہ ابوبکر نے کوئی دلیل اپنے استحقاق خلافت کی پیش کی جیسے کہ حضرت علی پیش
کرتے تھے اور جو ابوبکر نے کہا تو یہ کہا کہ الائمۃ من قریش اور اپنی خصوصیت کی کوئی بات بیان کی اور مولوی عمار علی صاحب نے تو وہ لکھا ہے کہ آجتک تیرے اسلاف سے جواب صحیح اسکا
نہیں ہو سکا تیری تو کیا حقیقت ہے اور جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے سب درست ہے جواب معقول آسکا تجھسے ہرگز نہیں ہو سکا صرف احتمالات واہیہ ہی تو لگا تا ہے لیکن جواب تجھسے
نہو سکا اور ہاں رسول خدا صلعم جانتے تھے کہ بعد میرے ابوبکر خلافت کو غصب کریگا اور میرے وارثوں کو میراث سے محروم رکھیگا پھر کیوں کہتے اسِ غاصب سے اور خلافت تو اُنکی باطل ہے اسکا
ذکر تو عبث تو کرتا ہے اور رہی حضرت فاطمہ تیری نزدیک بیشک یہی ہے کہ فاطمہ زہرا طمع نفسانیت کی جہت سے طلب کرتی تھیں اور حق اُنکا کچھ نہ تھا اور یہ عذر محفوظیت و معصومیت
کا کسواسطے کرتا ہے تیرے نزدیک فاطمہ زہرا بالکل جھوٹی تھیں اور یہاں گواہی کا کیا ذکر ہے کیا فاطمہ زہرا کوئی شہادت ادا کرتی تھیں یہاں تو ذکر یہ ہے کہ اگر ابوبکر سے کہا تھا تو فاطمہ زہرا
سے بھی کہا ہوتا کہ انسے کہنا واجب تھا ابوبکر سے چاہنے کہتے چاہتے تھے اور اگر یہی بات ہے کہ ایک شخص کا قول معتبر نہیں ہے تو ابوبکر تنہا کا قول روایت لا نورث میں کیونکر معتبر ہوا اور کہانتک ثابت ہوا کہ جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے
ایسا فرمایا تھا اُسوقت تو کسی نے بھی گواہی نہ دی قال الشیخ الاشعری الحاصل گو حضرت فاطمہ کو حدیث مذکور کے سنا دینے میں بزعم شیعہ مقصود اصلی بہ نسبت اسکے زیادہ تر اچھی طرح حاصل ہو جاتا کہ
صدیق اکبر سے فقط کہدیا لیکن قاعدہ کلیہ یہی ہے کہ ایسے موقع میں دینے والے کو روکا جائے نہ لینے والے کو اور باایں ہمہ یہ کہتا ہے غلط ہے کہ اگر حضرت فاطمہ کو یہ حدیث سنا دیتے
تو جھگڑا نہوتا اور مقصود بوجہ احسن حاصل ہو جاتا کیونکہ اول تو جھگڑے کا ہونا ہی مسلم نہیں چنانچہ انشاء اللہ معلوم ہو جائیگا یہ فقط شیعوں کی شرارت ہے کہ افسانہ بے اصل کو
کوچہ و بازار میں گاتے پھرتے ہیں حاشا و کلا جو یوں ہوا ہو دوسرے اگر کسی قسم کے فی الجملہ انبیاء میں شکر رنجی دو چار روز کے لئے ہو بھی گئی تو اسے جھگڑا نہیں کہتے ایسے ایسے امور میں
بھی ہو جاتے ہیں حضرت موسی اور حضرت ہارون کا قصہ کس کس نے نہیں سنا معہذا جو رنج کہ قریب ہے مبدل بصلح ہو جائے اُسکے ہونیکا کچھ اعتبار نہیں اُسکو عرف میں کالعدم
سمجھتے ہیں ایسی رنجوں کا اگر کھٹکا ہی تو ہم تو پیش بندی نہیں کیا کرتے سو باین لحاظ گو نہ صدیق اکبر ایسے ناقدرشناس ہیں کہ حضرت زہرا کے سامنے عذر معذرت نہ کرتے
نہ حضرت زہرا ایسی کج طبع ہیں کہ سب ہی ہی ہونگی اسکا دختر پیغمبر خدا نے کچھ لحاظ نکیا ہو الحمد للہ کہ اسی طرح ظہور میں آیا چنانچہ روایت مدارج السالکین حج انشاء اللہ
اب قریب ہے مذکور ہوتی ہے اسبات پر شاہد ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے عذر کئے اور حضرت زہرا نے قبول فرمالئے اور بدل و جان انسے پھر مثل شیر و شکر ہو گئیں تیسرے یوں کہنا کہ
حضرت فاطمہ سے یوں کہدیتے تو جھگڑا نہوتا جب بیا ہے کہ رسول اللہ صلعم عالم الغیب بھی ہوتے بیسیوں آیات حبات کی گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم بلکہ تمام موجودات میں کسیکو
علم غیب نہیں قُلْ لَّوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اول آیت میں بالخصوص رسول اللہ صلعم کا عالم الغیب نہونا اور
دوسرے سے علی العموم ملائکہ اور انبیاء اور جن و بشر کا عالم الغیب نہونا ثابت ہے جسے شک ہو ترجمہ کے کلام اللہ بہت موجود ہیں نویں سیپارہ کے نصف و ثلث کے مابین اور بیسویں سیپارہ کے
اول رکوع میں آیات مذکورہ کو تلاش کرکے اپنی تسلی کرلو اور ظاہر ہے کہ اس طرح کے سوا کا دھیان گمان میں لبا اوقات نہیں آیا کرتا چوتھے یوں کہ عقل سے معلوم کرکے پیش بندی
کرتے تھے ہاں جو سی مصلحتیں بیان کیں اور انشاء اللہ کرونگا وہ البتہ لحاظ عقلی کی بتقین چنانچہ عاقل سمجھتے ہیں اور حیوان لا العقل نسمجھیں تو کیا کیجئے تیسری مصلحت یہ ہے کہ جب یہ
سمجھکر کہ جتنا دو نوکو کہنے سے کام چلتا ہے وتنا ہی ایک سے بھی ایک ہی کو سنا دینے کی تجویز ٹھیرتی تو پھر مناسب یہی ہے کہ ابوبکر صدیق ہی کو روکیں کیونکہ فعل عطا نہیں سے
ظہور میں آتا باقی حضرت فاطمہ لینے والی تھیں اور ظاہر ہے کہ دینا لینے کی فرع ہے اور دینا اصل ہے اور اصل کے اکھاڑ دینے میں جو کچھ قلع وقمع فساد ہوتا ہے وہ فرع اور شاخ کی
قطع کرنے میں نہیں ہوتا الحاصل جب فساد کی پیش بندی کے لئے اس حدیث کو سنا دینا مد نظر تھا صدیق اکبر کے کہنے میں تو اُسکی بیخ و بنیاد کا اکھاڑ دینا تھا اور حضرت فاطمہ کے کہدینے
میں گویا شاخ کو قطع کر دینا یا یوں کہو کہ پھل نہ لگا سوا اسکے اگر حسب گفتار سراپا نا معقول شیعہ کوئی اور فساد بیچ میں تعلق سے کھڑا ہوتا نظر آتے تو اُسکی مدافعت کے یہی اسکی مدافعت کی

نہیں چھوڑا جاتا یعنی اسباب کا لحاظ مقدم ہے کہ مملوکہ نبوی دستبرد وارثان نہ ہو جائے اسمیں بلا سے کسی قسم کا تنازع ہی کیوں نہ پیش آجائے **اقول** البتہ مقصود اصلی
یہی تھا کہ حضرت فاطمہ کو سناتے اور ابوبکر کو چاہتے سناتے چاہتے نہ سناتے اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جو تو کہتا ہے اور قاعدہ کلیہ کیا بلکہ عقل کے نزدیک بھی یہ بات پسندیدہ نہیں ہے
کہ دینے والے ہی کو سنایا جائے اور لینے والے کو نہ سنایا جائے اگر لینے والے کو نہ سنایا جائے اور اسکو خبر نہو اور پھر وہ دینے والے سے دعوی کرے اور دینے والا دینے سے انکار کرے تو متہم بخیانت
ہو جاتا ہے اور تنہا دینے والے سے کہنے میں کچھ کام نہیں چلتا ہے اور دینے والے کی عقب گزاری نہیں ہو سکتی ہے اور روکنا لینے والے ہی کا چاہئے نہ دینے والے کا جو بات کہتا ہے الٹی
ہی کہتا ہے اور بیشک اگر حضرت فاطمہ سے بھی کہدیتے تو کچھ جھگڑا نہوتا کہ حضرت فاطمہ دعوی ہی سے دست بردار ہو جاتیں اور یہ کہنا کہ اول تو جھگڑا ہونا ہی مسلم نہیں ہے اسوقت
مسلم ہے کہ جب صحیح بخاری اور مسلم اور جامع الاصول وغیرہ صحاح اپنے کو دیکھ لے اور بدون اسکے کام نہیں چلتا ہے جھگڑا تو ایسا ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا ابوبکر پر غضبناک
ہو گئیں اور تمام عمر اس سے کلام نکیا اگر شرارت ہے تو علماء اہل سنت کی ہے کہ انہوں نے یہ جھگڑے کے مضامین لکھے ہیں اور جو بات کہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے
اسکو بے اصل کہنا تیرا ہی کام ہے اگر جھوٹ نہ لکھیں اہل سنت تو محافظت انکے دین کی کیونکر ہو اور یہ جو لکھتا ہے کہ چنانچہ معلوم ہو جائیگا وہ بھی ایک افترا اور جھوٹ ہے جسکو
یہ لکھیگا اور شکر رنجی دو چار روز کی نہیں ہوئی بلکہ جبتک حضرت فاطمہ زندہ رہیں چھ مہینے تک موافق روایت صحیح بخاری کے ہمیشہ رنج اور غصہ میں رہیں اور کبھی ابوبکر سے
کلام نکیا یہانتک کہ اس دار ناپائدار سے رحلت کر گئیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون میں کبھی رنج آپسمیں نہیں ہوا ہے تو جھوٹ لکھتا ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت
کر چکے اور کیونکر انسے ایسا امر وقوع میں آئے کہ وہ معصوم تھے اور حضرت فاطمہ کا رنج قریب کیا تا دم واپسیں مبدل نہیں ہوا جسکے شاہد صحیح بخاری ہے اور نہ ابوبکر سے انہوں نے
صلح کی اور اگر بالفرض حضرت فاطمہ کے سامنے ابوبکر نے کچھ عذر کیا ہو تو یہ عذر بدتر گناہ سے ہے حق تو انکا غصب کر لیا پھر عذر کے کیا معنی ہاں عذر یہ تھا کہ حق انکا واپس
کر دیتے اور معراج السالکین کا جو حوالہ دیتا ہے شیعوں میں تو اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہے اور اگر کسی ناصبی کی ہو تو اسکا کیا اعتبار ہے بہتیری روایتیں اس مقدمہ میں جھوٹی وضع
کی ہیں اور حضرت فاطمہ نے عذر ابوبکر کا ہرگز قبول نہیں کیا ہے یہ تو کہاں سے کہتا ہے کہ پھر بمنزلہ شیر و شکر کے مل گئیں تیری کتب صحاح میں تو لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر ایسی
غضبناک ہوئیں کہ دم آخر تک ابوبکر سے کبھی کلام نکیا اور ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم اگر حضرت فاطمہ سے کہدیتے تو جھگڑا نہوتا اور ہم خود مقر ہیں اس امر کے کہ رسولخدا صلعم
عالم الغیب تھے ان آیتوں کے لکھنے سے کیا فائدہ ہے اور جھگڑا تو اسواسطے ہوا کہ جو امر کہ واجب تھا رسولخدا صلعم پر بموجب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے اسکو نہ پہنچایا کیا اتنی بھی سمجھ
رسولخدا صلعم کو تمہارے نزدیک نہتی کہ اگر میں سناؤنگا تو بسبب بے خبری کے دعوی کریگی ہاں اگر حضرت یہ جانتے کہ فاطمہ ابوبکر کو راست گو جانتی ہیں جو وہ کہیں گے یہ قبول کر لینگی تو حضرت
فاطمہ سے نہ کہتے یہ بات بھی نہیں ہے ابوبکر کو تو حضرت فاطمہ نے دروغگو ہی سمجھا اور جو مصلحتیں کہ آپ نے مذکور کی ہیں اور آئندہ جو کچھ ذکر کروگے ہرگز بلحاظ عقل کے قابل نہیں ہیں پہلی مصلحتیں تو
رد ہو گئیں ہیں آئندہ بھی رد ہو جائینگی اور عاقل اسکو سمجھ جائینگے اور حیوان لا یعقل نہ سمجھیں گے اور کام جو کچھ چلتا تھا وہ حضرت فاطمہ کے سنانے سے چلتا تھا ابوبکر کو چاہتے سناتے چاہتے
نہ سناتے اور روکنا بھی حضرت فاطمہ ہی کو چاہئے تھا کہ وہ دعویدار تھیں کہ دعوی نکرنے پائیں ابوبکر کو کہ انکے روکنے میں کیا فائدہ تھا وہ تو دینے والے تھے انسے ہی کہنے میں اور لینے
والے سے نہ کہنے میں صورت جھگڑے کی تھی سو وقوع میں آئی اور معلوم نہیں اسکا کیا مطلب ہے کہ دینا لینے کی فرع ہے اور دینا اصل ہے لینے ہی کو اصل اور فرع دونو مقرر کیا ہے اور دینے
کو کچھ بھی نہ ٹھہرایا وہ کیا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ دینا اصل لینے کی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اپنا ہی اصل ہے کہ کوئی لینے والا پہلے مقرر ہولیگا تو تب دیا جائیگا اور اصل کے اکھاڑنے میں
جو قلع قمع فساد ہوتا ہے وہ فرع کے اکھاڑنے میں نہیں ہوتا سو اس فساد کے دفع کرنے میں اگر حضرت فاطمہ کو سنا دیتے تو بیخ و بنیاد کا اکھاڑ دینا تھا اور ابوبکر کے کہدینے میں گویا شاخ
کو اکھاڑا سوا اسکے اگر حسب تمہارے معقول کوئی اور فساد بیچ میں اتفاق سے کھڑا ہوتا نظر آئے تو اس دینے والے کی جہت سے ہوگا نہ لینے والے کی جہت سے اور اسباب کا لحاظ مقدم ہے کہ
مملوکہ نبوی انکے وارثوں کو پہنچے بلا سے کسی قسم کا تنازع ہی کیوں نہ پیش آجائے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال قطع نظر اسکے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے کہنے میں درست آزار خاطر
مبارک حضرت کا نظر آتا تھا اور مطلب انکے نکہنے میں بھی حاصل ہو سکتا تھا اقتضاء عقلی بھی یوں ہی تھا کہ حضرت فاطمہ سے نہ کہیں اور حضرت صدیق اکبر ہی کی گوش گزار کر دیں کیونکہ جب وہ
خلیفہ ہوئے تو پھر سررشتہ اختیار انہیں کے ہاتھ ہوگا جب متروکہ نبی وارثوں کو نہ ملینگے تو حضرت فاطمہ یا اور کسی وارث کے پاس آنے جائیگا جو وہ اسکو اپنا مملوک سمجھکر تصرف ناجائز کریں بہر
اور اسوجہ سے انکو اطلاع کرنی ضرور ہو باقی رہی فقط طلبگاری تو اسمیں تا وقتیکہ اسباب کی اطلاع نہو کہ ہمارا حق نہیں کچھ گناہ نہیں جو اسکی پیش بندی کی ضرورت ہو
معہذا حضرت عباس اور حضرت عائشہ سے کہدینا کفایت کرتا تھا اسلئے کہ اگر میراث تقسیم ہوتی تو یہ دونو صاحب بھی کچھ کم نصف کے مالک ہوتے سو اگر میراث تقسیم ہوتی تو سبھی کو
برابر تقسیم ہوتی پس لاجرم انکو بھی اطلاع ہوتی سو اگر فاطمہ کو پہلے سے معلوم نہوتا اور نہ ابوبکر صدیق کو خبر ہوتی تب ان دونو کا سننا کافی تھا وقت ضرورت بیشک حال معلوم
ہو جاتا اور ان سب کو جانے دو نہ ابوبکر صدیق کا ذکر کرو اور نہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے معلوم ہونیکا کچھ خیال کرو فقط حضرت علی ہی فرما دینا ایسا ہی تھا جیسا فاطمہ سے

فرمایا کیونکہ انکی طرف سے کارکن اور خبرگیراں جبتک وہی تھے اور نواصاحبزادے جبتک صغیر السن ہی تھے پر پیغمبر خدا صلعم جانتے تھے کہ اول تو میراث کا لینا کچھ لکھا ہی نہیں گو ڈھونڈنا نہیں جو سبب چھپانے کا
ہو جائے پھر وہ اسقدر مخفی پر یعنی والے اور قبضہ کرنیوالے حضرت علی ہی ہونگے ادھر حضرت عائشہ اور حضرت عباس بھی بنسبت حضرت فاطمہ کے کوئی غیر نہ تھے ایک بچا اور والدہ دوسرے بچا دادا اور ظاہر
ہے کہ ایسے قرابتیوں میں بیشتر اتفاق ملاقات رہتا ہے اور اس سبب سے ایکدوسرے کو اسکے نفع و نقصان کی اگر کچھ اطلاع ہوتی ہے تو اطلاع کردیتا ہے خصوصاً امر دینی کے نفع و نقصان کی باتیں اور وہ بھی ایسی کہ جن سے
جو دنیا کو طلاق دی بیٹھے ہوں ایسے مواقع میں اگر بمقتضائے بشری کوئی رنج فیما بین واقع ہو جاتا ہے تب اسکے نفع و نقصان کی اطلاع کردیا کرتے ہیں کیونکہ ایسے مواقع میں اگر کچھ رنج بھی ہو جاتا ہے تو بوجہ محبت
ہوتا ہے بوجہ عناد و بغض نہیں ہوتا باوجود دوسرے کے نقصان کا روادار ہو چونکہ رنج کی دو طرح کی ہونیکی تحقیق آیہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء کے ذیل میں گزر چکی اسلئے فقط اسی پر اکتفا کرکے معروض کرتا ہوں
کہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے سنا دینے میں بھی تو نظر آتا تھا کہ لاجرم انسے وسیلہ حضرت فاطمہ اور زبیر اور اولاد تو کیا یعنی ازواج باقیہ کو اطلاع ہو جاویگی شروع میں نہیں وقت طلب یا وقت قبض و تصرف تو ضرور
ہی یہ بات معلوم ہو جائیگی کیونکہ ایسی باتیں کچھ راز کی تو ہیں ہی نہیں جو کسیکو اطلاع نہو **اقول** حضرت فاطمہ سے کہنے میں ہرگز آزار خاطر انکا نہ تھا اور عین مناسب بلکہ واجب تھا اور ابوبکر کو اسمیں کیا تعلق تھا
جو انسے کہتے وہ تھے کون اور ہرگز عقل کسی عاقل کی بجز کج دیوانہ کے اقتضا نہیں کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ سے نکہا جائے بلکہ اس مظلومہ ہی سے کہنا چاہئے تھا تاکہ دعوی کرکے ابوبکر کو غاصب ٹھیراتیں اور خلیفۃ الرسول
کو کسی نے کیا ہے رسولخدا نے تو انکو مدینہ سے نکالدینے کا حکم کردیا تھا اسیواسطے کہ خلافت میں علی کی بجہتیر اخرین زبردستی بسواد بدیہ عمر خلیفہ بنکر مختار ہو گئے تو اس سے کیا ہوتا ہے اور ترکہ نبی ان لوگوں کی بات میں پہنچا
جسکے وہ مستحق تھے ابوبکر کے ظلم سے اور اگر بچتا تو تصرف انکا اسیو بچا تھا کہ وہ مالک اسکے تھے اور حضرت عباس اور عائشہ سے کہدینا اگرچہ کفایت کرتا تھا لیکن حضرت عباس سے کہا نہ عائشہ سے حضرت عباس کہتے تو
وہ عمر کے زمانہ میں دعوی وراثت کا عمر سے کاہیکو کرتے اور ابوبکر اور عمر کو وہ کاذب اور خائن کاہیکو بتاتے اور عائشہ نے اگرچہ سنا تھا لیکن اپنی باپ کی طرفداری ہی انکو منظور تھی کہ باپ میرا
غاصب مشہور ہوا اور سوا اسکے دس ہزار درہم ہرسال روزینہ میں پاتے تھے ابوبکر اور عمر سے وہ ابوبکر کے مداستان کیونکر ہو گی اور عائشہ اگرچہ ماں تھی لیکن مادر نامہربان تھیں کہ اپنے
فرزندوں سے عداوت رکھتی تھیں اور حضرت علی کا فرمانا ہر چند ایسا ہی تھا جیسا حضرت نے فرمایا لیکن حضرت علی سے تو کہا ہی نہیں تھا حضرت علی تو وہ تھے کہ ہمراہ فاطمہ اور عباس کے
جاکر ابوبکر سے میراث کے مقدمہ میں گفتگو کی اور میراث کے مقدمہ میں آیت وورث سلیمان داود اور آیت فہب لی من لدنک ولیا الخ پڑھی چنانچہ کنز العمال اور طبقات سعد میں ہے اور بعد اسکے
عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی وراثت کا کیا ہمراہ عباس کے جاکر اور عمر نے کہا کہ تم دونوں سمجھے ابوبکر کو کاذب و خائن اور آثم [illegible] چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اگر حضرت علی سنتے تو
پھر کیا باعث تھا میراث کے طلب کرنیکا پس جو کچھ کہ اسپر بنا کرکے لکھا ہے سب باطل ہے اور حضرت فاطمہ کو رنج انکا [illegible] مقدر ہوا نادم [illegible] نکیا یہ رنج [illegible] بیت کا کیونکر ہو سکتا ہے اور حجت کا
ہونا تو زائل ہو جاتا اور نہ تو حضرت عباس اور عائشہ کو سنایا اور نہ کسی اور وارث کو اطلاع ہوئی اگر اطلاع ہوتی تو دعوی کیوں کرتے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل [illegible] چھپانا
نہیں کہتے کہ دس بارہ بلکہ شاید زیادہ کے سامنے ایک بات فرماویں اور وہ بات بھی اس قسم کی کہ اسکی تعمیل اگر ہو [illegible]
کو سنو نہیں پیجاو خاص کر حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ کہ دو تو انمیں سے وارث ہیں اور ایک [illegible]
وارثان نبوی تھا پیغمبر صلعم نے وارثوں سے چھپا رکھا چاہا تھا [illegible] کہ نہیں ہاں چھپا رکھنا [illegible]
حضرت زید شہید سے حکم امامت امام محمد باقر نے چھپا رکھا اور پھر حیف یہ ہے کہ حکم بھی ایسا رکھا [illegible] ماننے سے کفر [illegible]
بدستاویز حدیث من یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ شیعوں کا بھی عقیدہ ہے اسلئے کہ اسکی معنی شیعوں کے [illegible]
نجانے یعنی اسکی امامت کی اسکو خبر نہو تو وہ جاہلیت کا سا مرنا مریگا ایسا مسئلہ جو رکن رکین ایمان تھا چھپا رکھا تھا سو چھپانا اسے کہتے ہیں [illegible] وارث [illegible] کان میں
لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہا اور اگر سند مطلوب ہے تو لیجے کلینی کی روایت موجود ہے کسی ایسے ویسے رند بازاری کے نہیں روی الکلینی عن ابان قال اخبرنی الاحول ان زید بن علی
بعث الیہ وھو مختف قال فاتیتہ فقال یا ابا جعفر ما تقول ان طرقک طارق منا اتخرج معہ قال فقلت لہ ان کان اباک او اخاک خرجت معہ فقال لی اریدان
اخرج فاجاھد ھولاء القوم فاخرج معی فقلت لا افعل جعلت فداک فقال اترغب بنفسک عن نفسی قلت انما ھی نفس واحدۃ فان کان للہ فی الارض حجۃ
فالمتخلف عنک ناج والخارج معک سواء فقال یا ابا جعفر کنت اجلس مع ابی علی الخوان فیلقمنی البضعۃ السمینۃ ویبرد لی اللقمۃ الحارۃ حتی تبرد شفقۃ علی ولم یشفق علی من حر النار
اذا اخبرک بالدین ولم یخبرنی بہ فقلت خاف علیک ان لا تقبل فتدخل النار واخبرنی فان قبلت نجوت وان لم اقبل لم یبال ان ادخل النار **علامہ کلینی** ابان سے یوں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا
کہ احول نے مجھ سے یوں نقل کی کہ حضرت زید بن امام زین العابدین نے جس وقت کہ وہ مخفی تھے کسیکو میرے پاس بلانیکو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے ابوجعفر یہ تو بتاؤ
کہ تیری اسمیں کیا رائے ہے اگر ہماری طرف سے اچانک کوئی بلانیوالا تیرے پاس آوے یعنی ہم اپنی مدد کے لئے تجھے بلوائیں تو اسکے ساتھ ہمارے بلوانے سے تو ہو ہی لیگا
کہ نہیں احول نے کہا میں نے حضرت سے یوں عرض کی کہ بلوانیوالے تمہارے باپ یا تمہارے بھائی یعنی امام محمد باقر ہوتے تو مضایقہ نہ تھا میں بھی ساتھ ہو دیتا انہوں نے فرمایا میرا ارادہ یوں ہے

کہ میں نکلوں اور اُن لوگوں سے یعنے مروانیوں سے جہاد کروں سو تو بھی میرے ساتھ چل میں نے عرض کی کہ میں آپکے قربان جاؤں مجھ سے ہرگز یہ کام نہ ہوگا اُنہوں نے فرمایا کیا تو اپنے آپ کو ہمسے علیحدہ بچاتا ہے مینے کہا میں اور تم تو ایک ہی ہیں پر دو صورتیں یہ روی زمین پر کوئی خدا کی طرف سے حجت یعنے امام موجود ہو تو تمہارے ساتھ سے رہجانیوالا اور تمہارے ساتھ جانیوالا دونوں برابر ہیں یعنی امام کے ہوتے تمہارے ساتھ جہاد میں کچھ فائدہ نہیں اُنہوں نے کہا سن تو ابو جعفر میں اپنے باپ کے ساتھ خوان پر بیٹھا کرتا تھا وہ مجھے چھانٹ چھانٹ کے گوشت کی موٹی بوٹیاں دیتے تھے اور میرے لئے لقمے ٹھنڈا کرتے تھے یہانتک کہ خوب ٹھنڈا کھانے کے قابل ہوجائے یہ سب قصہ محبت کے سبب تھا سو بڑے تعجب اور کمال حیف کی بات ہے کہ یہانتک اُنکا تو شفقت کرنے میں لحاظ کیا اور دوزخ کی آگ سے بچانے میں اُنہیں مجھپر کچھ محبت آئی جو تجھے امام باقر کی امامت کی خبر کردی اور مجھے خبر اصلا نکی احول کہتا ہے مینے کہا تمسے یہ خوف ہوا کہ مبادا تم نہ مانو تو اس سبب سے دوزخ میں جاؤ اور مجھے یوں سمجھکر خبر کردی کہ اگر مینے قبول کیا تو فبہا نجات پائی نہیں تو اُنکی بلا سے دوزخ میں جاؤنگا تو میں جاؤنگا انتہی **اقول** دس بارہ کیا ایک آدمی سے بھی جناب رسولخدا صلعم نے نہیں کہا چنانچہ ہم ثابت کر چکے اور تیرے دس بارہ کو باطل کر چکے پھر چھپانا نہوا تو کیا تھا اور طشت از بام افتادہ کیسا کہ کسیکو بھی یہ روایت لانورث معلوم نتھی کہ کسینے رسولخدا صلعم سے یہ روایت کبھی نہ سنی تھی ابو بکر نے اپنے دل سے وضع کرلی تھی حضرت فاطمہ کا حصہ نہ دینیکو اور دس بارہ مرتبہ ایک بات کا یہ ذکر کرتا ہے اور بیفائدہ کاغذ کو سیاہ کرتا ہے ہم تو کئی مرتبہ لکھ چکے کہ حضرت علی اور عباس اور عایشہ نے کسینے اس روایت کو رسولخدا صلعم سے نہیں سنا بار بار اسکا ذکر کیوں کرتا ہے اور اگر جھک مارتا ہے تو تیرے اسلاف نے جھک ماری ہے صاحب صواعق محرقہ اور صاحب تاریخ الخلفاء وغیرہ نے جنہوں نے لکھا ہے کہ سوائے ابو بکر کے لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو کسینے روایت نہیں کیا ہے اور کوئی اس روایت کو نہیں جانتا تھا اور کافی کی روایت کو دیکھکر جو کہتا ہے کہ چھپانا اسکو کہتی ہیں کہ حضرت امام زین العابدین نے زید سے حکم امامت امام محمد باقر کا چھپایا اس روایت کے ذکر کرنے سے اس مقام میں کیا فائدہ ہے اور اگر زید سے روایت امامت کو بیان نہیں کیا تو زید کون تھے کہ خاص اُن سے بیان کرتے ہزاروں آدمی رعیت کے تھے اُنمیں سے ایک زید بھی تھے کچھ زید کی امامت کا تو حکم نہیں تھا کہ اُن سے چھپا رکھا جسکی امامت کا حکم تھا اُسکو سنا دیا اور کہا نہیں زید سے اس خوف سے کہ اگر قبول نکریگا تو جہنم میں جائیگا اسواسطے اُنکے سامنے ذکر نکیا اور اُن سے کہنے کی خصوصیت کیا تھی سب آدمی برابر تھے اور اُنکا یہ مقدمہ بھی نتھا جو اُن سے کہتے اور اگر یہ مقدمہ تھا تو کل مسلمانوں کا تھا بعد اسکے جب یہ امر شایع ہوجاتا تو وہ بھی سن لیتے اگر قبول کرتے فبہا ورنہ مستحق عذاب کے ہوتے اور موافق روایت من لم یعرف امام زمانہ کے امام کا پہچاننا اور جاننا زید کے ذمہ تھا کہ وہ خود آثار و علامات و خوارق عادات اور شہرت سے امام کو پہچانتے اور اس شیخ نجدی نے اس روایت کا اوپر کا ٹکڑا تو لکھا ہے اور آخر کو ترک کردیا کہ اُسمیں لکھا ہے کہ ابو جعفر نے جب وجہ امامت کی ظاہر نکرنیکی زید کے سامنے بیان کی تو زید نے مجھکو معذور رکھا اور کرامت اور ولایت اور حجت اور امام ہونا امام جعفر صادق کا بیان کیا اور امام جعفر صادق کو امام محمد باقر علیہما السلام نے امام کیا تھا جب انکی امامت کے قائل ہوئے تو امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے پہلے قائل ہوئے لیکن امام زین العابدین کے ذکر نکرنیکی وجہ کو سمجھے نتھے جب ابو جعفر نے سمجھایا تو سمجھے اور پھر ابو جعفر کو معذور رکھا اور امام زین العابدین علیہ السلام پر یہ واجب نتھا کہ ہر فرد بشر کو سنا دیں کیا اُنہوں نے ہر ایک کو بلاکر سوائے زید کے یہ حکم سنا دیا تھا اور محض زید ہی کو نہیں سنایا بلکہ کسیکو سنایا اور کسیکو نہ سنایا اور انمیں سے ایک زید بھی تھے کہ خوف مذکور کی رعایت سے اُنکو خود نہ سنایا بخلاف فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہ حضرت کی میراث کا مقدمہ اُنسے ہی تعلق رکھتا تھا یا ازواج سے اُنکو حکم اپنی میراث کا سنا دینا ضرور تھا یا مجمع میں اصحاب کے ذکر کرتے کہ جس سے مشہور ہوجاتا کہ انبیاء کا ترکہ اُنکے وارثوں کو نہیں پہنچتا جب ایسا ہوتا تو پھر حضرت فاطمہ دعوی نکرتیں اور ابو بکر کو غاصب ٹھیراتیں لیکن حضرت نے اپنی میراث کے حال سے کسیکو خبر نہ کی ابو بکر نے ایک جھوٹی روایت بنا کر کہہ دیا کہ پیغمبر کا ترکہ کسی کو نہیں پہنچتا اور امامت کا مقدمہ خاص زید کا نتھا بلکہ ہزاروں آدمیوں کا تھا اگر ایک فرد سے بسبب کسی مصلحت کے اُسکا ذکر نکیا تو جائے اعتراض نہیں ہے اور حضرت فاطمہ سے ذکر نہ کرنے کی باوجودیکہ خاص وہ اُنکا ہی مقدمہ تھا کوئی مصلحت نتھی بلکہ ذکر کرنا ہی ضرور تھا اور بعضے علماء اہل سنت کے نزدیک امام زمانہ کا قرآن ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی یہی لکھتے ہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ اس حکم کو کہ امام زمانہ کا قرآن ہے رسولخدا صلعم نے کس سے کہا ہے اُسکو بیان کرو اور جب کہ حضرت نے کسی سے نہیں کہا ہے تو حکم خدا کو حضرت رسولخدا نے تمام اُمت سے چھپایا اور ظاہر ہے کہ حضرت نے کسی سے نہیں فرمایا اسیواسطے اسمیں اختلاف ہے، اور بعضی کہتے ہیں کہ امام زمانہ کا بادشاہ ہے اور عدالت کی اُسمیں شرط نہیں ہے اور جامع الرموز شرح مختصر وقایہ میں لکھا ہے کہ امام میں اسلام کی بھی شرط نہیں ہے اس صورت میں امام زمانہ اہل سنت کے نزدیک انگریز ہوسکتے ہیں اور یہ حدیث من لم یعرف امام زمانہ جو لکھی ہے اُس سے لازم آتا ہے کہ موافق مذہب اہل سنت کے حضرت فاطمہ موت جاہلیت اور کفر پر مری ہوں اسواسطے کہ پہچاننا کیا وہ تو امام زمانہ پر جبتک زندہ رہیں غضب میں رہیں اور امام زمانہ کو جھوٹا جانا اور چھ مہینے حضرت علی بھی جبتک ابو بکر سے بیعت نہیں کی بے امام رہے **قال الشیخ الاشعری** ہر چند اس روایت سے بہت سے مضمون مفید مطلب اہل سنت برآمد ہوتے ہیں لیکن اول تو اس مقام میں اُن سب کا ذکر کرنا بیموقع ہے دوسرے فرصت ہی کہاں اس لئے فقط اتنی بات گزارش ہے کہ اس روایت سے بتصریح معلوم

ہوا کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و دانستہ اپنے فرزند ارجمند زید شہید سے امامت حضرت امام محمد باقر کو چھپا لیا حالانکہ اسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان تھا چنانچہ اس روایت سے بھی ظاہر ہے اب اہل انصاف سے یہ عرض ہے کہ فدک کو کہ جو منجملہ متاع دنیوی تھا امامت امام وقت کی برابر کہئے جسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان ہے اور پھر حضرت امام زین العابدین کے دیدہ و دانستہ چھپا لینے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارہ میں آدمیوں کے سامنے بغرض تبلیغ کہدینے کے مقابل کیجئے اور پھر اسپر لحاظ کیجئے کہ باایں ہمہ حضرت امام زین العابدین نے جو امام محمد باقر کی امامت کی حضرت زید شہید کو اطلاع نکی تو اسمیں کیا نقصان نکلا اور آنحضرت صلعم نے جو حضرت فاطمہ زہرا سے کبھی وراثت سے حدیث لانورث ماترکنا صدقۃ نکہا اور برعم شیعہ فقط صدیق اکبر ہی سے کہا تو کیا ضرر پیش آیا ظاہر ہے کہ بنسبت امام محمد باقر حضرت امام زین العابدین کے لب کشا نہونے میں انجام یہ نکلا کہ نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد حضرت زید شہید بوجہ جہل رکن ایمان یعنی امامت امام وقت چنانچہ روایت مسطور سے ظاہر ہے مستوجب دوام عذاب اور داخل زمرہ کفار ہوئے اگر بذات خود امام زین العابدین فرزند ارجمند سے یہ بات فرما دیتے تو امید قوی تہی کہ حضرت زید تسلیم ہی کر لیتے اشتباہ دروغ احول دروغگو جو فی الحال رہزن ایمان ہوا اس صورت میں بیچ میں سے اٹھ جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط ابوبکر صدیق ہی سے حدیث مذکور کو کہا تو خرابی نہ نکلی کیونکہ جو کچھ مقصود تھا وہ حاصل ہی ہو گیا ترکہ نبوی صدقہ ہی رہا بہرحال اسمیں میراث جاری ہونے نپائی بلکہ اگر بالفرض والتقدیر سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حدیث کو بوجہ فراموشی مثلاً کسی سے نفرماتے نہ صدیق اکبر سے نہ کسی اور سے تب بیش برین نیست کہ نادانستگی میں وارثان نبوی ترکہ نبوی کو جو فی الحقیقت وقف تھا خورد و برد فرماتے سو ہم علماء شیعہ ہی سے استفسار کرتے ہیں اگر کوئی نادانستگی میں مال وقف کو اپنا مال سمجھ کر کہا جائے تو اسکے ذمہ کیا گناہ ہے بہرحال حضرت زین العابدین کے حکم خداوندی کے چھپا لینے سے جو کچھ نقصان نکلا اسکو ایکطرف رکھئے اور رسول اللہ صلعم کے اس نکہنے سے جو مطلب کے حصول میں کچھ حرج نہوا اور درصورتیکہ اخفار کلی جو کسیطرح کا وارثوں کا نقصان دینی یا دنیوی نتھا اسکو دوسری طرف رکھئے القصہ ادہر کے تمام لوازم کو ادہر کے تمام لوازم سے تو لئے اور پھر بولئے کہ کس طرف یہ جہکتا ہے اور اخفار حکم کسطرف ہے اور کسطرف نہیں بہرحال ہر کس و ناکس پر ان تقریروں سے واضح ہو گیا کہ کسیطرح رسول اللہ صلعم سے اخفار حکم نہیں ہوا اور برعم شیعہ قطعاً اور یقیناً حضرت امام زین العابدین نے اخفار حکم خداوندی کیا لیکن آفرین ہے مولوی عمار علی کی فہم اور فراست کہ ایسی تو خفا سمجھتے ہیں اور اسے نہیں سمجھتے بار خدایا انہیں کسنے کہا تھا کہ تم بھی اپنے مذہب باتوں میں دخل دو جو اتنی عقل و فہم پر اہلسنت سے الجھتے ہیں کوئی ہو تو یقیناً یوہی آپ ہی کیوں اہل سنت سے دست و گریبان ہونیکا ارادہ کیا الجھنی کو ملا ہیں آپ تو کچھ خیر ہے صاحب لگایا ہاتھ کسنے آپکی زلف پریشاں تو علماء اہل سنت تو درکنار عوام اہل سنت بھی بمنزلہ لا در ان عالی نظر میدان مناظرہ میں ایسے سمجھ والوں کو بمنزلہ زبان بے تہیار سمجھ کر متعرض نہیں ہوا کرتے ہاں درصورتیکہ گریباں گیر ہی ہو جائیں تب بضرورت و ناچاری انکے ہاتھ پاؤں کی خبر لیتے ہیں اسلئے اس ہیچمدان نے بھی جو کچھ کیا سو کیا بہرحال معاف کیجئے گا لیکن سچ تو یوں ہے آپکو بری تو لگے گی جیسی آپکی باتیں ہیں ایسے منہ سے بمعنی تو کچھ نہ شتر بے مہار ہے بہتر ہے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہنچ ہی جائے تو بیش برین نیست ناک ہی کیکی چلیگی دل تو کسی عاقل کا نہ جلے گا پر آپکے حرف بمعنی اور سخن نامعقول میں طرفہ ستم یہ ہے کہ بحکم جواب جاہلاں باشد خموشی حقیقت میں قابل جواب بھی ہوتے نہیں جو جواب دیا جائے البتہ خاموش ہو کر بھی جلانا پڑتا ہے پر اس ہیچمدان نے جب تارک جاہلوں کے جواب میں عالم البتہ نہیں بولا کرتے مجبور اس ہیچمدانی پر کیا ہو جو خاموش ہو کر بیٹھ رہوں معہذا اب سر پر آبنی بوقت گفتن گفتن بوقت خاموشی + اسقدر اوراق کو سیاہ کیا اور آگے اور اپنے بڑی **اقول**

ہمارے نزدیک رسول اللہ صلعم نے کوئی حکم نہیں چھپایا ہے جو کچھ خدا کے یہاں سے لائے وہ سب امت کو سنا دیا لیکن اہل سنت کے مذہب کے موافق لازم آتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے حکم خدا کا اپنی وارثوں سے چھپایا اور حضرت امام زین العابدین نے حکم خدا کا نہیں چھپایا ہے بلکہ اسکو اپنے دوستوں پر ظاہر کر دیا ہے از آنجملہ احول کہ جو راوی اس روایت کا ہے آخر اسنے بھی حضرت امام زین العابدین ہی سے سنکر بیان کیا ورنہ اسکو کیا خبر تہی مگر حضرت زید شہید سے اسوقت ایک مصلحت سے ذکر نہیں کیا کہ اگر دفعۃً سنیگا تو اسکو حسد ہوگا اور انکار کرکے عاصی ہو جائیگا اور اکثر ایسا ہوتا ہے حضرت یوسف نے جو خواب اپنا اپنے باپ کے روبرو بیان کیا تو انہوں نے حضرت یوسف کو منع کیا کہ تو اپنے بھائیوں سے اس خواب کا ذکر نہ کرنا اسواسطے کہ اس خواب سے ایک مرتبہ پایا جاتا ہے وہ سنیں گے تو حسد کرینگے اور تیرے ساتھ کید کرینگے اور وہی ہوا کہ جب سنا تو حضرت یوسف کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا باوجودیکہ اہل سنت کے نزدیک وہ سب انبیاء تھے اور زید تو کچھ بھی نتھے اسیواسطے حضرت امام زین العابدین نے زید سے ذکر نکیا کہ وہ حسد کر کے مستحق عذاب ہو جائیگا لیکن یہ جانتے تھے کہ جب امامت امام محمد باقر کی مشہور ہو جائیگی اور یہ بھی حسد کو یکسو رکھکر طالب حق کا ہوگا تو انکی امامت کا قایل ہو جائیگا اور ایسا ہی ہوا اور یہ بڑی شفقت تہی امام زین العابدین کی زید کے حال پر کہ انسے ذکر نکیا اور عذاب خدا سے بچایا لیکن ایک کے سامنے ذکر نکرنے سے کہ وہ بھی موافق مصلحت کے ہو تو یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بالکل حکم کو چھپا رکھا ایک سے اگر نکہا تو سوای اسکے اوروں سے کہدیا جناب رسول خدا صلعم حکم خدا کا کیا ہر آدمی کو سناتے تہے اور اگر کسی بعضی کے سامنے ذکر نکیا تو اس سے یہ لازم نہ آیا کہ حضرت نے حکم خدا کا چھپا رکھا لیکن روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کا تو جناب رسول خدا نے کسی سے ذکر ہی نہیں کیا ہے یہ روایت تو ابوبکر نے وضع کر لی ہے اور اگر وہ حضرت ابوبکر سے ذکر کرتے تو حضرت فاطمہ اور علی اور عباس اسکو تسلیم کرتے لیکن کسی نے تسلیم نکیا اور ابوبکر کو اس روایت میں کاذب جانا اور یہاں روایت کلینی سے تصریح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و دانستہ حکم امامت امام محمد باقر کا زید شہید سے پوشیدہ کیا اور یہی

حالت میں پوشیدہ کرنا ہی منظور تھا جیسے کہ حکم اپنی برأت کا اپنی وارثوں پر ظاہر کرنا ضرور تھا اور جاننا امامت امام زمانہ کا خود مکلف پر ہے کہ وہ آپ تحقیق کرے علامات امامت و خوارق عادات سے جیسے کہ پیغمبر کو معلوم کرتے ہیں علامات نبوت سے اور فدک ہر چند متاع دنیا میں سے تھا لیکن دختر رسولخدا صلعم حق کا کہا جانا ظلم اور تعدی ہے دین اور ایمان کی بات نہیں ہے یہ بھی مثل انکار امامت کے ہے اور اسیواسطے حکیم سنائی بھی کہتے ہیں کہ مرا باری آید ز روی عقاد حق زہرا خوردن و دین پیمبر شکستن پر ہم تو خود کہتے ہیں کہ زید سے حکم امامت کا چھپانا مصلحت مذکورہ کی سبب سے تھا جیسے کہ روایت لانورث کا اپنی وارثوں پر ظاہر کرنا ضرور تھا کہ ابوبکر غاصب نہ ٹھیرتے علی اور فاطمہ اور عباس کے نزدیک اور قیاس روایت بکری کا روایت کلینی پر نہیں ہو سکتا کہ روایت بکری کی چھپانے میں تو نقصان ہے اور ظاہر کرنے میں فائدہ ہے اور حکم امامت امام محمد باقر کا حال بالعکس ہے کہ اسکے چھپانے میں تو نقصان ہے اور ظاہر کرنے میں فائدہ ہے کہ اسکے چھپانے میں زید سے تو فائدہ ہے اور ظاہر کرنے میں زید سے نقصان ہے اور ہم کئی مرتبہ کہہ چکے بار بار کیا پوچھتا ہے کہ رسولخدا صلعم جو اپنے وارثوں سے لانورث کا ذکر کیا تو ابوبکر غاصب قرار دیئے گئے اور شیعہ یہ کب کہتے ہیں کہ فقط ابوبکر ہی سے کہا یہ تو سنی کہتے ہیں اور شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت نے کسی سے بھی نہیں کہا نہ ابوبکر ہی سے نہ کسی اور سے بلکہ ابوبکر نے یہ روایت وضع کر لی ہے فاطمہ زہرا کا حق دبانے کو اور اگر امام زین العابدین نے زید شہید سے امام محمد باقر کی امامت کا ذکر نہیں کیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ زید شہید اس سے جاہل ہو کر مرے ہوں اور بعد اسکے انکو علم اسکا نہ ہوا ہو سینکڑوں دوست تھے انکے اور سب سے تو اتفاق کبھی کا ملا ہی نہ ہوگا چاہیے کہ جن لوگوں نے نہیں سنا ہے وہ سب جاہل ہی مرے ہوں اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور اگر انہوں نے نہیں سنا ہے تو قصور انکا ہے انہوں نے تحقیق کیوں نہیں کیا اور تجھے کیا رسولخدا صلعم نے آکر کہدیا ہے کہ میں پیغمبر ہوں امر ظاہر ہے کہ تجھ سے ہرگز نہیں کہا ہے چاہیئے کہ تو بھی نبوت سے جاہل ہو کر مرے اور داخل زمرہ کفار ہو اور اگر تو نے کسی وجہ سے دریافت کر لیا ہے تو بعد اسکے زید نے بھی دریافت کر لیا ہوگا اور اگر حضرت امام زین العابدین بذات خود فرماتے زید سے تو بیشک زید کو حسد ہوتا اور انکار کرتے اور جو شخص کہ اس روایت کا راوی ہے وہ ہی اس خوف انکار کا بھی راوی ہے اگر یہ روایت راست ہے تو کل روایت راست ہے اور احول بھی راست گو ہے اور اگر یہ دروغ ہے تو کل روایت دروغ ہے اور احول تو جو کہ واقعی ہے وہ تو یہ ہے کہ رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے کہا ہی نہیں ہے بلکہ ابوبکر نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر سے تو حضرت نے کہا ہے اور اپنے کسی وارث سے نہیں کہا ہے تو اسمیں بڑی خرابی ہے چنانچہ کئی مرتبہ ہم بیان کر چکے اگر ابوبکر کے کہنے کو وارث حضرت کے تسلیم کر لیتے تو مطلب حاصل ہوتا اور جسوقت کہ انہوں نے ابوبکر کے قول کی تصدیق نہ کی تو مطلب کہاں حاصل ہوا اور ترکہ رسولخدا صلعم کا ابوبکر تنہا کے کہنے سے صدقہ نہیں ہو سکتا جسکا مملوک رسولخدا صلعم ہونا قرآن کی آیتوں سے ثابت ہے اور احکام خدا میں فراموشی کا احتمال رسولخدا صلعم کی طرف نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی حکم کو بھول جائیں اور راست کو نہ سنائیں پھر فائدہ نبوت کا کیا تھا کہ جو پیغمبر احکام کو بھول جائے وہ تو اسی وقت سنا دیتے تھے جسوقت کہ حکم نازل ہوتا تھا اور اگر موافق تیری کہنے کی بھول جاتے تو وارثان نبوی نبی حق کو حضرت کے ترکہ میں سے لیکر کھاتے کہ قرآن میں انہوں کا حضرت کے ترکہ میں حق ثابت ہے اور ترکہ حضرت کا وقف ہرگز نہ تھا کہ لیے سو جب اسکو خورد و برد کرتے اور اگر کوئی دیدہ و دانستہ مال وقف کو اپنا مال سمجھکر کھائے تو اسکو گناہ ہوتا ہوگا اور جو کوئی نا دانستگی میں کھائے تو اسکے ذمہ کیا گناہ ہے اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے حکم خدا فقط زید سے چھپانے میں بڑا فائدہ ہوا اور کچھ نقصان نہیں ہوا اور رسولخدا صلعم نے اگر بالفرض ابوبکر سے کہا اور اپنے کسی وارث سے نہیں کہا تو بڑا حرج ہوا کہ اسکو ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے اور ہمارے بیان کرنے سے معلوم ہوگیا کہ اپنی وارثوں سے جو حضرت نے نفرمایا تو ابوبکر کا غاصب اور خائن ہونا ظاہر ہوگیا اور اخفا تو دونو طرف ہے لیکن حضرت امام زین العابدین کے اخفا میں کسیطرح کی خرابی نہیں ہے اور رسولخدا صلعم کے اپنے وارثوں سے چھپانے میں اور فقط ابوبکر سے کہنے میں بڑی خرابی ہے جیسا کہ ہم پہلی اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ کام حضرت صلعم کا اخفاء حکم کا نتھا لیکن اہل سنت کی تقریروں سے لازم آتا ہے کہ اخفاء حکم کا کیا اور امام زین العابدین علیہ السلام کے اخفاء حکم کی زید سے ہم خود مقر ہیں لیکن مناسب انکو اخفاء حکم ہی تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور رسولخدا صلعم کو مناسب نہیں تھا کہ اپنی وارثوں سے حکم کو چھپائیں اور مولوی عمار علی صاحب تو دونو ہی کو اخفاء سمجھتے ہیں لیکن ایک کو مناسب جانتے ہیں اور دوسرے کو غیر مناسب اور مولوی صاحب ممدوح کا تو ہرگز کسی سے قصد الجھنے اور مناظرہ کرنیکا نتھا ایک شخص نے کہ جو انکا ہم مذہب تھا اور وہ بھی کچھ ایسا پڑھا لکھا نتھا تین چار باتیں مولوی صاحب سے دریافت کی تھیں سو انہوں نے اپنی تحقیق کے موافق جواب اسکا لکھدیا سو معلوم نہیں تو شیطان سجیین کہاں سے کود پڑا اور مولوی صاحب کے درپے ہوگیا اور جابجا انکی مذمت لکھنے لگا اور دست بگریبان ہوگیا سے الجھنے کو بلا ہیں آپ تو کچھ خیر ہی صاحب + لگایا ہاتھ کس نے آپکی زلف پریشاں کو + علماء شیعہ تو درکنار عوام شیعہ بھی بمنزلہ دلاوران عالی نظر میدان مناظرہ میں ایسی سمجھ والونکو جیسا کہ تو ہی بمنزلہ زنان سمجھتے. تمہارا سمجھکر کچھ معترض نہیں ہوا کرتی ہاں جو منہ تک گریبان گیر ہی ہو جائیں جیسا کہ تو خواہ مخواہ الجھتا ہے تب بضرورت ناچاری انکے ہاتھ پاؤں کی خبر لیتے ہیں اور جواب دندان شکن دیکر انکو سرنگوں کرتے ہیں اس ہیچمدان نے بھی جو کچھ کیا سو کیا بہرحال معاف کیجیگا کہ آپنے چھیڑ چھاڑ کی تو جواب پایا لیکن سچ تو یوں ہے آپکو بری تو لگیگی جیسی آپکی باتیں ہیں ایسی سخنہای معنی سی تو کوزہ شتر بے مہار ہی بہتر ہے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہنچ بھی جاے تو بشر بر نسبت ناک ہی جلیگی اور تو کسی عاقل کا نہ جلیگا

پر آپکے حرف بےمعنی اور سخن نامعقول میں طرفہ ستم یہ ہیں کہ بحکم جواب جاہلان باشد خموشی ۔ حقیقت میں قابل جواب تو مجتہد نہیں کہ جواب دیا جائے کہ دیوانوں اور پاگلوں کے سے الفاظ ہیں البتہ خاموش ہو کر بھی جلانا پڑتا ہی پر اس سمجھدانی نے جب جانا کہ جاہلوں کے جواب میں عالم البتہ نہیں بولا کرتے مجھے اِس سمجھدانی پر کیا ہو جو خاموش ہو کر بیٹھ رہوں اسلئے اوراق کو سیاہ کیا اور آگے جواب میں اسکی بیہودہ باتوں کی اور محنت کرنی پڑی **قال الشیخ الاشعری** سو منصفان بےروی و ریا اور بھی سنیں کہ بعد ازیں مولوی عمار علی صاحب کچھ ایسا رقم فرماتے ہیں جس سے حضرت فاطمہ زہرا کا مکرر صدیق اکبر کے پاس جا کر میراث کا طلب کرنا اور انکا فدک کو حضرت فاطمہ کے نام لکھدینا اور پھر اتفاق سے حضرت عمر کا آجانا اور اُنکا اُس کاغذ کو پھاڑ ڈالنا نکلتا ہی سو اسکا جواب بحکم مثل مشہور دروغ را اجزا باشد دروغے ۔ موافق نقل ہندی گوہ کی دارہوت یوں چاہئے تھا کہ حضرت فاطمہ رض ایکبار بھی میراث کی طلب کے لئے صدیق اکبر تک نہیں گئیں چہ جائیکہ دوبارہ مطالبہ کی نوبت آئی ہو اور حضرت صدیق اکبر نے اُنکے نام جاگیر کا کاغذ لکھدیا ہو اور حضرت عمر نے اُسے پھاڑ ڈالا ہو وہ شرع سے لب کشا ہی نہیں ہوئیں مگر چونکہ جھوٹ پھر جھوٹ ہی ابتدا ہو یا دروغ کی جڑ اس میں بعہد انداو ذکر ہم جھوٹوں کو سینکڑوں طرح شرماتا ہی چنانچہ ابھی انشاء اللہ تعالے معلوم ہوئے جاتا ہی سچ بولنا مناسب اور انسب نظر آیا اسلئے گزارش یہ ہی یاد رہے کہ یہ محض دروغ بےفروغ ہی طومار بندلوں سے سچوں کو جھوٹا نہیں کہا کرتے اہل سنت کا قول محکم ایسی بیہودہ باتوں سے خلل پذیر نہیں ہو سکتا بائی یہ حوالہ دینا کہ سبط ابن جوزی نے اُس روایت کو اپنی سیرت میں تحریر کیا اور واقدی محدث اہل سنت نے اور برہان الدین حلبی شافعی نے اپنے سیر میں لکھا ہی محض ایک سخن بلا دلیل ہی بفریب ہے سادہ لوحان اہل سنت کے گمراہ کرنیکے لئے بحکم اتباع پیشوایان خویش مولوی صاحب بھی یہ چال چلتے ہیں چنانچہ دربات تنقیح روایات مفید مطلب شیعہ ایک بحث طویل مرقوم ہو چکی ہی اور اُسکے مکرر بیان کرنے میں بجز دردسر تا نہ کچھ سود نہیں اسلئے مکلف ناظرین ہوں کہ چند اوراق پلٹ کر اس باب میں اپنی تسلی کر لیں پر اتنا اشارہ یہاں بھی کئے دیتا ہوں کہ اول تو بڑی دلیل اس بات کی کہ یہ قصہ کہ حضرت فاطمہ مکرر گئیں اور حضرت صدیق اکبر نے فدک کا جاگیر نامہ اُنکے نام لکھدیا اور حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا سراسر دروغ اور بہتان بےاصل ہی یہ ہی کہ شیخ ابن مطہر حلی منہج الکرامت میں یوں رقم فرماتے ہیں لما وعظت فاطمة ابابكر فی فدك كتب لها كتابا و ردها علیها یعنی حضرت فاطمہ نے جب ابوبکر کو فدک کی مقدمہ میں وعظ و پند کیا تو ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے نام اُسی لکھدیا اور فدک کو اُنکے حوالہ کر دیا انتہی اور ظاہر ہی کہ شیخ مطہر حلی دشمنی صدیق اکبر میں تو ایسا کے ہی فسر ہیں اور یار غار کی عداوت میں انسے ہی اول میں مولوی صاحب نے اگر یہ باتیں سیکھی ہیں تو انہیں بزرگواروں کے بہکانے سے سیکھی ہیں اگر کچھ بھی اسکی اصل ہوتی وہ یہ کی سن کر دیتے اور سوئی کا بھالا بنا دیتے آخر اتنا بھی تو اسی غرض سے لکھا ہے کہ صدیق اکبر بوجہ غاباری فدک کا دبانا چاہتے تھے پر وعظ و پند کے باعث آخر کار ہاتھ سے چھوڑ اگر اپنی بات میں سچے ہوتے اور حدیث لانورث ما ترکناہ صدقہ صحیح ہوتی تو غلط نہوتی تو وعظ پر متاثر ہونیکے کیا معنے تھے اُلٹے وہی حضرت فاطمہ کو نصیحت کرتے سو اگر پھاڑ ڈالنے کا قصہ کچھ بھی اصل رکھتا تو وہ کیا ایسا زبان درازیاں کرتے بلکہ شیخ ابن مطہر حلی نے تو اہل سنت کے لئے بہت تخفیف تصدیع کر دی یہانتک کہ اہل انصاف کے نزدیک تو شیعوں کو لازم یوں ہے کہ مثل سنی ہی صدیق اکبر کے بھی بدل و جان معتقد ہو جائیں کیونکہ التائب من الذنب کمن لا ذنب له خیر الحمد للہ کہ شیعوں ہی کی روایات سے دروغ مولوی عمار علی صاحب کا ثابت ہو گیا وکفی اللہ المؤمنین القتال **اقول** جو کچھ مولوی عمار علی صاحب نے لکھا ہی سب سچ ہی اور اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی اپنی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور یہ دروغ نہیں ہے اسواسطے کہ تیرے علماء کی کتابوں سے ثابت ہے اور اگر دروغ ہی تو جرم ان علماء اہل سنت کی گردن پر ہی کہ انہوں نے لکھا ہی اور یہ بھی خوب بات ہی کہ جب جواب نہ آیا تو اپنی کتابوں کو بھی جھوٹا ٹھہرا اگر جواب نہیں آتا تھا تو خاموش ہو رہا ہوتا اپنے علماء کو کسواسطے دروغگو ٹھہراتا ہی اور اگر گوہ کی دارہوت ہے تو وہ گوہ تیرے علماء کا ہی اسکے عوض میں ہم تو اُن کی نذر میں گزران کر اگر تو حضرت فاطمہ کے جانیکا واسطے میراث کی انکار کریگا تو اپنی کتابوں کو بخاری و مسلم اور جامع الاصول وغیرہ کو جھٹلائیگا ہمارا اسمیں کیا نقصان ہی پر تیری ہی بات کو تسلیم کون کرتا ہی کہ تو کسی شمار و قطار ہی میں نہیں ہے اور حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس بنا آدمی بھیجنا واسطے طلب میراث کے اور خود جانا ابوبکر کے پاس تو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے مسند امام حنبل کی روایت میں تو یوں ہی کہ ارسلت فاطمة الی ابی بکر انت ورثت رسول اللہ ام اهله فقال لا بل اهله یعنی بھیجا فاطمہ نے ایک کو طرف ابوبکر کے کہ تو وارث ہی رسولخدا صلعم یا اُنکے اہل پس کہا نہیں بلکہ اہل اُسکے وارث ہیں اور بعد اسکے حضرت فاطمہ نے کہا کہاں ہے سہم رسولخدا کا ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسولخدا سے سنا ہی فرماتے تھے کہ پیغمبر وفات پائے تو وہ اُسکا حصہ ہی کہ جو بعد اُسکے قائم مقام اُسکے ہو اور میں نے مسلمانوں پر اسکا رد کرنا مناسب جانا حضرت فاطمہ نے فرمایا تو اور جو کچھ تو نے رسولخدا سے سنا ہی زیادہ عالم ہو اور صحیح بخاری میں عائشہ سے ہے کہ ان فاطمة بنت رسول الله ابابكر الصديق بعد وفات رسول الله ان یقسم لها میراثها چنانچہ پہلے بھی یہ روایت گزر گئی ہی اور ابن جریر اور بیہقی اور ابو یعلی نے اسی سے روایت کی ہی چنانچہ کنز العمال میں مذکور ہی عن ابی الطفیل قال جاءت فاطمة الی ابی بكر الصديق فقالت یا خلیفة رسول الله انت ورثت رسول الله ام اهله قال لا بل اهله قالت فما بال فقال انی سمعت رسول الله صلعم یقول اذا اطعم الله نبیا طعمة ثم قبضه كانت للذی یلی بعده فلما ولیته رأیت ان ارده علی المسلمین قالت فانت وما سمعته من رسول الله اعلم ثم رجعت یعنی ابوطفیل سے روایت ہے کہ آئیں فاطمہ زہرا طرف ابوبکر صدیق کے پس کہا اے خلیفہ رسولخدا کے تو وارث ہی رسولخدا کا یا اہل اُسکے کہا ابوبکر نے کہ میں وارث نہیں ہوں بلکہ اہل رسولخدا کے

وارث ہیں حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ کیا ہی حال ہے کہ تم نے کہا ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جسوقت کھلائی خدا پیغمبر کو کوئی کھانا پھر وفات دی اُسکو تو ہوگا
وہ کھانا اُس شخص کے واسطے کہ جو حاکم ہووی بعد اُسکے جسوقت میں حاکم ہوا تو میں نے یہ مناسب سمجھا کہ رد کردوں میں یعنی تقسیم کردوں میں اُس کھانیکو مسلمانوں پر حضرت فاطمہ نے سنکر
فرمایا کہ تو ہی اور جو کچھ تو نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے زیادہ عالم ہو اور بعینہ یہی روایت ریاض نضرۃ میں ہے لیکن اُسمیں اتنا زیادہ ہے کہ خرجہ ابن السمان فی الموافقۃ اور یہی روایت
فصل الخطاب میں ہے دیکھو ان روایتوں میں حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس جانا اور میراث کا سوال کرنا ثابت ہے اور صحیح بخاری میں ایک روایت بڑی طول لانی ہے اسواسطے اُسکو نہیں لکھا اور
وہ مشہور بھی زیادہ ہے اور سوائے اسکے ان روایتوں سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ وارث رسولخدا صلعم کے اُنکے اہل ہی ہیں چنانچہ ابوبکر نے خود اقرار کیا اور کذب روایت لانورث ترکنا صدقہ
کا واضح ہوگیا اور اس روایت سے بھی کذب اُسکا ثابت ہوگیا کہ عثمان نے فدک مروان تنہا کی جاگیر میں کر دیا تھا اور اگر روایت لانورث سچی ہوتی تو عثمان مروان تنہا کی جاگیر میں اُسکو کیوں
کرتا اور جاگیر میں اُسکی کر دینا ثابت ہے فتح الباری و مرقاۃ شرح مشکوۃ اور موطا وغیرہ سے اور ہم اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں اسکو اور تو ابتدا سے جھوٹ بولتا چلا آتا ہے لیکن اگر نہیں شرماتا ہے
چنانچہ معلوم ہوگا ایک اور جھوٹ تیرا عنقریب ہے جسکے بہروسے تو مولوی صاحب ممدوح کی تحریر کو جھوٹا ظاہر کریگا اور حقیقت میں جھوٹ تیرا ہی لکھنا ہوگا نہ مولوی صاحب کا اور جو کچھ مولوی صاحب نے
لکھا ہے اُسکے سچ ہونیمیں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے کہ وہ اہل سنت کی کتابوں سے ہے اور اسکو جواب جو اُسکا نہیں آیا ہے اور فرمعہ الزام کے کاغذ کی پہاڑ ڈالنے کا لگا ہے اور جواب اُسکا اسکو نہیں آیا ہے
تو فریب بازی اور ابلہ فریبی کی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ محض وضع بیفروغ ہی طومار بندیوں سے سچونکو جہٹلا نہیں سکتے اور جیسا کہ محکم قول اہل سنت کا ہے کہ جھوٹے مضامین سے اسنے کاغذ کو
سیاہ کیا ہے میری تحریر سے سب واضح ہوجائیگا اور اپنی کتابوں کی ہی تحریر کو ہیچ کہتا ہے تو یہ جواب کیا ہوا اور یہ حوالہ جو مولوی صاحب نے انکی کتابوں کا دیا ہے کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کوئی
عاقل تامل کرے کہ یہ کیا ابلہ فریبی کی بات ہے کیا اسکا جواب یہی ہے جو یہ کہتا ہے اگر یہی بات ہے کہ کتاب کا حوالہ دینا فریبی بات ہوجائے تو ہماری کتابوں کا یہ کاہیکو حوالہ دیتا ہے اب اہل
انصاف کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ اسکا بالکل اسکو جواب نہیں آیا ہے اسواسطے یہ عاجز ہوکر ایسی گفتگو کرتا ہے اور جب جواب اسکا نہ آیا تو پہاڑ ڈالنا نوشتہ ابوبکر کا کہ عمر نے اُسکو پہاڑ ڈالا تھا
ثابت ہوا اور جو کچھ کہ اسنے پہلے اس سے لکھا ہے منصفونکو اُسکے دیکھنے سے ظاہر ہوجائیگا کہ اسنے فقط احتمالات وہمیہ نکالکر کاغذ کو سیاہ کیا ہے اور ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہے
اور حضرت فاطمہ کی میراث طلب کرنیکو اور عمر کے کاغذ پہاڑنے کو جو سراسر دروغ اور بہتان کہتا ہے یہ اسکی ابلہ فریبی کی بات ہے جس کسیکو شک ہو ان کتابوں میں دیکھ لے اور اگر کسیکے ہاتھ
کوئی کتاب نہیں لگی تو ہمسے کہے کہ ہم اُسکو دکھلادیں اور اسی پر گفتگو کو طے کرے اور یہ وہ شخص ہے کہ جسنے ایسی بات کا انکار کیا تھا جو بعینہ کتابوں میں اہل سنت کے لکھی ہوئی ہے
دعوی ہبہ فدک کا کیا حضرت فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے جیسے اسکی گفتگو کا قیاس کر لینا چاہئے اور عبارت منہج الکرامت کی اسنے پہلے اس سے بھی لکھی تھی اور اب بھی لکھتا ہے
اور اسمیں چالاکی مولوی عبدالعزیز صاحب کے ہیکہ اس عبارت کے اول کو تو لکھا اور آخر کو جو کہ مضر تھا اُسکو نہ لکھا اور یہ شیخ خود تو کچھ جانتا نہیں ہے مولوی صاحب مذکور کی تھیروں سے اُنکی پیروی سے
جو کچھ وہ لکھتے ہیں یہ بھی اُسیطرح لکھتا ہے اور اِسکو خبر نہیں ہے کہ شاہ صاحب نے اسمیں چالاکی کی ہے اور وہ عبارت منہج الکرامت کی یہ ہے لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لہا
کتابا وردہا علیہا فخرجت من عندہ فلقیہا عمر فخرق الکتاب یعنی جسوقت وعظ کیا فاطمہ نے اور نصیحت کی ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھدیا ابوبکر نے واسطے فاطمہ کے ایک
نوشتہ اور حوالہ کردیا فدک کو فاطمہ کے پس باہر نکلی فاطمہ ابوبکر کے پاس سے پس ملاقات کی فاطمہ سے عمر نے پس پہاڑ ڈالا عمر نے اُس نوشتہ لکھے ہوئے ابوبکر کو انہی سو چالاکی شاہ صاحب کی یہ کی کہ اُس نوشتہ
کی لکھدینے کا تو ذکر کیا اور اُسکے آخر میں جو لکھا ہے کہ عمر نے اُسکو پہاڑ ڈالا اُسکو نہ لکھا دینے کے واسطے اور اُنکی پیروی بھی اس شیخ نے کیا کہ آخر کا فقرہ جسمیں کاغذ کی پہاڑ ڈالنے کا ذکر تھا اُسکو اُڑا
دیا ایسی ایسی انکی چالاکیاں بہت ہیں اور یہ روایت منہج الکرامت کے مطابق ہے اُن روایات پہاڑ ڈالنے کاغذ کی جو کہ مولوی عمار علی صاحب نے اہل سنت کی کتابوں سے لکھے ہیں اور ابن مطہر حلی علیہ الرحمۃ
کو بھی سقدر معلوم ہوگا جو کچھ کہ علماء شیعہ حال اہل ہند نے کتب اہلسنت سے تحقیق کیا ہے محض پیروی ہی انکی نہیں ہے تو جو کہتا تھا کہ اسکی اصل کچھ نہیں ہے اگر سچے تو شیخ ابن مطہر حلی بھی لکھتے ہیں سو
اب اصل تو نے دیکھی اُن روایات کتب اہلسنت کی کہ منہج الکرامت تصنیف علامہ حلی علیہ الرحمۃ میں اسیطرح ہے کہ عمر نے کاغذ پہاڑ ڈالا لیکن تجھ باؤلی کو کیا خبر تھی شاہ صاحب کی لکھی سی تو نے لکھدیا ہے بڑی دو
اور حق پوشید کرنیوالی تو شاہ صاحب ہیں اور آخر کو ابوبکر نے فدک کو دیا ہی تھا اور عمر کو منع نہ کیا کاغذ کے پہاڑنے سے اور اگر اُسکو منظور نہ تھا تو بعد پہاڑنے کے پھر لکھدیتے وہ تو ایسے تابع تھے اُنکے کہ اُنکے کہنے
بت پرستی اختیار کرلیتے اور جو کچھ کہ تعدی اہل بیت پر ہوئی ہے اور حقوق اُنکے غصب ہوئے ہیں یہ سب حضرت عمر کی رای سے ہوئے ہیں اور دیکھ لے تو کہ پہاڑ ڈالنے کا ذکر علامہ حلی
علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہے جیسے کہ علماء اہل سنت نے کیا ہے لیکن بان رازی کچھ نہیں کی ہے اور شیخ ابن مطہر حلی نے تو بڑا الزام دیا ہے اہل سنت کو کہ کاغذ کا پہاڑ ڈالنا جو کہ اہلسنت کی
کتابوں میں تھا اُنہوں نے بھی لکھدیا ہے اور عمر نے ابوبکر کی اس فضیحت کے مان لینے کو ضائع کرکے شل ہیچ کردیا اور جسوقت کہ ابوبکر عمر کی پیروی میں ایسے ہی ہوگئے جیسے کہ پہلے تھے تو وہ تو یہ اُنکی باقی رہی
اور پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی اور الحمد للہ جو کچھ مولوی عمار علی صاحب نے سنیوں کی کتابوں سے لکھا تھا وہی علامہ حلی علیہ الرحمۃ کے کلام سے ثابت ہوا اور مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور اس شیخ کا کذب ظاہر ہوا و کفی اللہ المومنین
القتال قال الشیخ الاشعری بہر حال جو باتیں مولوی صاحب نے تراشی ہیں مولوی صاحب کے بڑونکو بھی سوجھی تھیں یہ تازہ الہام اِسی کو ہوا ہے مولوی صاحب کو ہو ہی معہذا وہ فدک محدثین کے نزدیک منجملہ اوضاعین ہے یعنی

زمرہ میں معدود ہی جو جہوٹی حدیثیں بنا کر بیان کرتے ہیں اور ابن جوزی کا حوالہ اسباب میں ہمارے سر آنکہوں پر کیونکہ انہوں نے دہوکے بازوں کے فریب سے بچانیکے لئے امت محمدی کے
لئے ایک کتاب خاص اسی فن میں تصنیف کی ہی کہ فلانی فلانی حدیث موضوع ہے تاکہ کوئی دہوکہ نکہائے سوانکی اس کتاب سے نقل کرنے میں اہل سنت کی بات کا اور پختہ کرنا ہی اور اگر
بالفرض ایسے استدلال ہی مفید مطلب ہوا کریں اور اسپر نظر نہو کہ خود مصنف کتاب اس بات کی نسبت جو اُسکے حوالہ سے بیان کیجاتی ہی کیا کہتا ہی تو کل کو ملحدان بیدین کی اس بات
کا شیعہ کیا جواب دینگے کہ کلام اللہ میں ان اللہ فقیر موجود ہی یعنی خدا محتاج ہی تو معلوم ہوا کہ خدا محتاج ہی اور اگر یوں کہئے کہ خدا نے یہود کے اس قول کو بطور رد و تکذیب درج کلام اللہ کیا
ہے چنانچہ ظاہر ہے تو جواب سبط ابن جوزی کے اس روایت کے درج کرنیکا معلوم ہو لی ہی بہر حال اس دغابازی کا کیا ٹھکانا ہی کہ عوام اہل سنت کے سامنے یا تو اُن کتابوں کا نام لیتی ہیں جو
غیر مقبول اور پایہ اعتبار سے ساقط ہیں یا بوجہ شرارت و چالاکی ایسی کتابوں کا حوالہ دیجاتی ہیں کہ گو وہ کتابیں معتبر ہیں پر اس روایت کو جسکا حوالہ دیتی ہیں بنظر دفع شر دغابازان
لکھ کر موضوع لکھدیا ہی یہ فرقہ عوام کو دہوکا دینے کے لئے انہیں روایات کو پیش نظر کر دیتی ہیں اور اکثر موقع میں اس سے بڑہ کر یہ کرتے ہیں کہ ایک بات اپنی جی سے تراشکر کسی کتاب غیر مشہور کی
طرف منسوب کر دیتی ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اول تو یہ کتابیں کہاں پھر اتنی دردسری کسکو ضرورت بہر حال مولوی صاحب کا یہ اشارہ کہ حضرت فاطمہ مکر حضرت صدیق اکبر کے پاس طلب میراث کے
لئے گئیں شاید اسی غرض ہو کہ مکر سے کر جانیمیں اور غلط صحیح غل و شور مچانیمیں کچھ تو ہاتھ پڑ جائیگا **اقول** مولوی صاحب نے اپنی جی سے کوئی بات نہیں تراشی ہی بلکہ علما اہل سنت
اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور مولوی صاحب کے بڑے نے بھی یہ لکھا ہی جیسا کہ علامہ حلی کے لکھنے سے معلوم ہوا جب دونوں فرقوں میں یہ روایت موجود
ہی تو اسکا انکار نہیں ہو سکتا اور پٹنا کاغذ کا عمر کے ہاتھ سے ثابت ہو گیا اور جواب سکا اس شیخ سے کچھ حاصل نہوا اور جو کچھ لکھا ہی وہ نہایت پوچ ہی اور واقدی کو اس نے پہلے بھی
لکھا تھا کہ وہ جہوٹا ہی اور اب بھی لکھتا ہی اور حال یہ ہی کہ وہ اہل سنت کا راوی ہی اور علما اہل سنت اُسکے قول کو سند میں لاتے ہیں خوب بات ہی کہ اپنا مطلب ثابت کرنیکو تو وہ سچا ہو جاتا ہی
اور دوسرونکی مطلب کے واسطے اُسکے قول کا اعتبار نہو یہ کیونکر ہو سکتا ہی اور اگر کسی ایک شخص نے اُسکی روایت کو اپنی مخالف پا کر کاذب لکھا تو سب کے نزدیک تو کاذب نہیں ہو سکتا اور سوا
استیعاب کے خطبہ میں اسکی توثیق لکھی ہوئی ہی اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں اُسکو مرتبہ میں مثل بخاری اور مسلم کے لکھا ہی چنانچہ روایت غدیر کے ذکر میں لکھتے ہیں و روایت
نکردہ اند انرا از اہل حفظ و اتقان کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی و غیر ایشان از اکابر اہل حدیث اور واقدی تنہا ہی کی یہ روایت نہیں ہی
بلکہ سوای اُسکے اور لوگ بھی تو روایت کرتے ہیں پھر کیونکر معتبر نہوگی یہ روایت اور ابن جوزی کا یہاں کیا ذکر ہی اُسکا حوالہ کس نے دیا ہے اور اُسکی کتاب میں سے کس نے نقل کیا ہی کہ جو تو لکھتا ہی کہ
اہل سنت کی باتوں کا اور پختہ کرنا ہی مولوی صاحب نے تو حوالہ سبط ابن جوزی کی کتاب کا دیا ہی اور اگر ابن جوزی نے کوئی رسالہ احادیث موضوعہ کے باب میں لکھا ہی تو ہمکو اس سے کیا لیکن
اس روایت کو جس میں کہ ابوبکر کی نوشتہ کے پہاڑ ڈالنے کا ذکر ہی اور عمر نے اسکو پہاڑ ڈالا ہی اُس نے بھی موضوعات میں سے نہیں لکھا ہی اور سبط ابن جوزی نے اسطرح سے نہیں لکھا
جیسے کہ ابن جوزی نے رسالہ احادیث موضوعہ میں لکھا ہی سبط ابن جوزی نے تو اسطرح سے لکھا ہی کہ جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث میں سے اور کلام اللہ میں ان اللہ فقیر
یہود کا قول ہی جو خدا تعالی نے نقل کیا ہی اور سبط ابن جوزی کا قول اسطرح کا نہیں ہی بلکہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسی کا قصہ خدا تعالی نے قرآن میں ذکر کیا
اور بطور رد اور تکذیب کے سبط ابن جوزی نے اُس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا ہی جہوٹ کیوں لکھتا ہی اور اگر دغاباز ہونگی تو اہل سنت کی علما ہونگی جنہوں نے یہ روایتیں لکھی
ہیں ہمتو نقل کر دیتی ہیں اور جن کتابوں کا نام مولوی صاحب نے لکھا ہی وہ ہرگز غیر مقبول نہیں ہیں اور یہ روایت اُن کتابوں میں موجود ہے اور بنظر دفع شر دغابازان نہیں لکھی ہے
اور نہ اُسکو موضوع لکھا ہی اور یہ کتابیں غیر مشہور بھی نہیں ہیں اگر شک ہی تو مولوی حامد حسین صاحب سلمہ اللہ کے کتب خانہ میں جا کر دیکھ لے اور دروغگوئی شیعوں کا کام نہیں ہے کہ یہ بات تو ل
انکے پیرو ہیں اور جہوٹے اہل سنت ہیں کہ ایک روایت کو موضوع کرکے ایک فرضی کتاب کا حوالہ دیدیا اور لکھا ہی کہ شیعوں کی کتاب ہے جیسے کہ مجالس السالکین مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی جوڑا الکہدی اور للہدایہ کہ یہ کتاب شیعوں
کی ہی اور اسمیں روایت لکھی ہی کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے راضی ہو گئیں اور حال یہ ہی کہ شیعوں میں کوئی کتاب اس نام کی نہیں ہے اور دعوی بغیر دلیل کے شاہ صاحب نے انکار کیا کہ دیدہ و دانستہ ایسی جہوٹ لکھا اور ان سے کہیں
کتابوں سے زیادہ کتابوں میں تعدد کا ذکر ہی اور شیخ بھی انکی ہی پیروی سے اکثر جہوٹ لکہتا ہی اور جو روایت کہ مولوی صاحب نے انکی کتابوں سے لکھی ہی وہ روایت بھی معتبر ہے اور وہ کتابیں بھی معتبر ہیں جنکی
یہ روایت ہی لیکن جب اُنکے جواب سے عاجز ہوا تو اب طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہی کہ اہل سنت کی اُن کتابوں کا نام لیتی ہیں جو غیر مقبول ہیں اور کبھی لکھتا ہی کہ گو وہ کتابیں معتبر
ہیں لیکن اس روایت کو بنظر دفع شر دغابازان لکھ کر موضوع لکھدیا ہی اور کبھی لکھتا ہی کہ ایک بات اپنی جی سے تراشکر کسی کتاب غیر مشہور کیطرف منسوب کر دیتی ہیں اور یہ سب جہوٹ
ہے جو کچھ کہ اسنے لکھا ہی اسواسطے کہ اگر سچ ہوتا تو ایک بات ہوتی نہ یہ کہ یوں ہی یا یوں ہی یا یوں ہی اور مولوی صاحب نے مکر رجانا حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس واسطے طلب میراث کے
اہل سنت کی کتابوں میں سے لکھا ہی اب تو سمجھ لے کہ مکر جانے سے کیا مراد ہی غلط صحیح شور و غل مچانے سے کچھ تو پلہ پڑیگا یا سارا حصہ ہاتھ آئیگا یا ابوبکر کچھ بھی نہ دینگی **قال الشیخ**
الاشعری پھر ایک اور مولوی صاحب کی بیہودہ گفتار سنیے مولوی صاحب ایسا رقم فرماتے ہیں کہ حضرت علی وغیرہ صحابہ ابوبکر کو سچا جانتے تھے اس بات میں کہ پیغمبر خدا صلعم

ترکہ سب صدقہ ہے تو پھر علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ثانی کی خلافت میں عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر کیوں دعوی کیا چنانچہ عمرؓ نے علی اور عباسؓ کو کہا کہ تم دونوں ابوبکر کو کاذب اور خائن اور غادر اور اثم جانتے تھے اور مجھے بھی تم دونوں کاذب اور خائن اور غادر اور اثم جانتے ہو اور میں وہ ہی کرونگا جو کہ ابوبکر کرتا تھا یہ روایت صحیح مسلم میں لکھی ہوئی ہے اور مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ عثمانؓ کے خلافت میں بھی دعوی کیا تھا پس اگر ابوبکرؓ اُنکے نزدیک سچا ہوتا تو اُنکے زمانہ میں ہرگز دعوی نکرتے معلوم ہوا کہ ابوبکر اس روایت میں بالکل جھوٹا تھا از راہ عداوت روایت بنا کر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی و عباس سے اقرار کرتا ہے کہ تم ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے تھے اور مجھے بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس جسوقت کہ علی نے اُنکو کاذب جانا تو بے شک ہم بھی کاذب اور خائن اُنکو جانینگے یہی مطلب غصب سے تھا یہاں تلک مولوی صاحب کے خرافات لا یعنی ہوئی اس میں کہیں کہیں ایک دو لفظ کا فرق ہوگا پر معنی میں تفاوت نہیں اب ہماری بھی سنیئے اس عبارت سے مولوی صاحب کے دو مطلب ہیں ایک تو یہہ کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سچا جانتے تو حضرت عمر کی خلافت میں حضرت عمر سے دعوی نکرتے اور علی ہذا القیاس حضرت عثمان کے زمانہ میں دعوی نکرتے دوسرا یہ ہے کہ جب باقرار حضرت عمر حضرت علی و حضرت عباس کا ابوبکر صدیق کو کاذب اثم غادر خائن جاننا صحیح ہوا تو ہم بھی باتباع مرتضوی ابوبکر کو کاذب اثم غادر خائن سمجھینگے سو اول اعتراض کا تو جواب ہے کہ یہہ ایک نئی دغابازی مولوی صاحب کی ہے عوام کے بہکانے کے لئے ایسی ایسی ابلہ فریبیاں کرتے ہیں حقیقت میں اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں جو لوگ اصل روایت صحیح مسلم کو دیکھینگے وہ جان جائینگے یہ قصہ دگرگوں ہے یعنی حضرت عمر کے زمانہ میں جس محفل میں نوبت آئی ہے کہ حضرت عمر نے یوں کہا تھا کہ تم ابوبکر صدیق کو کاذب اثم خائن سمجھتے تھے اُس محفل میں نسبت تولیت تکرار تھا نہ نسبت وراثت چنانچہ اس حدیث سے بھی جسکا مضمون کچھہ کچھہ مولوی صاحب نے درج رقیمہ کیا اور بروایت مالک بن اوس مروی ہے اور نیز صحیح مسلم ہی کی اور حدیثوں سے یہ بات عیاں ہے لیکن مولوی صاحب یا تو بوجہ بلادت اور غباوت نسمجھا ہو اور یا باتباع پیشوایان قدیم دوسرونکی بات ہضم کر گئے جس سے دہوکا دیسکیں نہ بے قرطاس کیا ہے ہر چند جی یوں چاہتا تھا کہ احادیث مشار الیہا کو تمام ہا لکھئے لیکن احادیث مشار الیہا کے تمام ہا لکھنے میں قصہ بہت دور پہنچتا ہے خصوصاً حدیث مالک بن اوس مذکور کہ وہ ایک ہی بہت طویل و عریض ہے اور باینہمہ اکثر مواقع شرح طلب اور ادہر فرصت قلیل اسمیں سبب یہی ہے مختصر سا قصہ استنباط کرکے دو دو چار چار جملے بجنسہا لکھکر متردونکی اطمینان کئیے دیتا ہوں حدیث عایشہ سے جو اس حدیث سے کچھ آگے صحیح مسلم میں موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں منجملہ ترکہ نبوی صلعم فقط اُس زمین کا جو مدینہ کے رقبہ میں اور قرب وجوار میں تھے حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کر دیا تھا خیبر اور فدک کو اپنی تولیت میں رکھا تھا اس حدیث سے جسکا مولوی صاحب نے ذکر فرمایا یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے خدا کو درمیان دیکر حضرت علی و عباس سے یہ عہد لیلیا تھا کہ اسمیں وہی کام کیجو جو رسول صلعم کیا کرتے تھے مگر حدیث عایشہ مذکور سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اُٹھا دیا چنانچہ حدیث مذکور کی یہ الفاظ اسپر شاہد ہیں فاما صدقته بالمدينة فدفعها عمر الى علي وعباس فغلبه عليها علي جسکا یہ حاصل ہے کہ مدینہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا اُسکو حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کر دیا سو حضرت علی نے اُسکو آباد کیا اور اپنا قبضہ کر لیا جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنیئے کہ جب حضرت علی تمام اُس زمین پر جو دونوں کی تفویض اور سپردگی میں تھی قابض ہو گئے تو آپس میں دونوں صاحبوں میں جھگڑا پڑا اُسکی رفع داد کے لئے یہ صورت پیش آئی کہ یہ دونوں صاحب آپ بھی حضرت عمر کے پاس گئے اور حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو بھی کچھ ایک پہلے سے اُنکے پاس بھیجا تھا کہ وہ بھی کچھ سہارا لگائیں اور خلیفہ سے کہہ سنکر کچھ صلح کرا دیں اور اسی کو مولوی صاحب دعوی میراث کے لئے آنا سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ حضرت عمر کا اور حضرت علی اور حضرت عباس کو یوں کہنا کہ تم ابوبکر کو کاذب وغیرہ سمجھتے تھے اسی دفعہ میں پیش آیا ہے چنانچہ ناظران حدیث مذکور پر پوشیدہ نہیں جسکا الحاصل جب حضرت عمر کے پاس چھیوں صاحب تشریف لائے اور یہ مذکور ہوا تو اول تو حضرت عمر نے ان چھیوں صاحبوں کو قسم دیکر پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقة اور ان صاحبوں نے اقرار کیا کہ بیشک فرمایا ہے بعد ازاں بہت سی گفتگو کی بعد یہ فرمایا ثم جئتماني انت وهذا وانما جميع امركما واحد فقلتما ادفعها الينا فقلت ان شئتما دفعتها اليكما على ان عليكما عهد الله ان تعملا فيها بالذي كان يعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذتماها بذلك قال اكذلك قالا نعم قال ثم جئتماني لاقضي بينكما ولا والله لا اقضي بينكما بغير ذلك حتى تقوم الساعة فان عجزتما عنها فرداها الي اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر یہ فرمایا کہ پھر تم اور یہ دونوں میرے پاس آئے اور ہم دونوں باہم متفق تھے اور تم دونوں کی بات ایک تھی سو تم دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ ترکہ ہمارے حوالہ کر دو میں نے کہا کہ تمہیں منظور ہے تو اس شرط پر دیتا ہوں کہ خدا سے عہد کر لو کہ اس میں وہی کیجو جو رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے سو تم دونوں نے ترکہ مذکور کو اس شرط پر لیا پھر حضرت عمر نے کہا یوں ہی بات ہے اُن صاحبوں نے کہا اسیطرح ہے بعد ازاں حضرت عمر نے اُن دونوں سے کہا اب تم دونوں میرے پاس آئے ہو کہ میں تمہارا فیصلہ کر دوں یعنی زمین کو بانٹ کر دونوں کو جدا جدا متولی کر دوں یوں نہیں قسم اللہ کی اسکے سوا قیامت تک میں کچھ اور حکم ندونگا اگر تم سے تولیت کا سر انجام نہو سکے تو لاؤ مجھے دے دو یہاں تک حاصل مطلب تھا **اقول** یہ گفتار مولوی صاحب کی بیہودہ نہیں ہے اُنہوں نے تو اہل سنت کی کتاب سے لکھا ہے اگر بیہودہ ہونگی تو علماء اہل سنت ہی ہونگے جنہوں نے ایسا لکھا ہے ائمہ

مولویصاحب نے جو کچھ لکھا ہے سب تبع ہے اور مولویصاحب کے تحریر کے بعد جو لکھا ہے کہ اب ہماری بھی سنئے کہ اس عبارت سے مولویصاحب کے دو مطلب ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک مطلب اور بھی ہے
کہ اس سے ابوبکر اور عمر کا منافق ہونا حضرت علی اور عباس کے نزدیک سمجھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں لکھا ہے عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلعم اربع من کن فیہ
کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر × یعنی عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ
صلعم نے چار خصلتیں ایسی ہیں جسمیں وہ چاروں ہونگی تو وہ منافق خالص ہوگا اور جسمیں ایک خصلت اُنمیں سے ہوگی اُسمیں ایک خصلت نفاق کی ہوگی یہانتک کہ ترک کرے اور وہ خصلتیں
یہ ہیں جسوقت امانت اُسکے پاس رکھی جائے تو اُسمیں خیانت کرے اور جسوقت بات کرے تو جھوٹ بولے اور جسوقت عہد کرے تو وفا نکرے اور جسوقت مخاصمہ کرے تو کار بد کرے اور دوسری روایت صحیح
بخاری میں ہے کہ علامات نفاق کی تین خصلتیں ہیں اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا نشانی نفاق کی تین خصلتیں ہیں اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور گمان کرے کہ میں
مسلمان ہوں جسوقت بات کرے جھوٹ بولے اور جسوقت وعدہ کرے خلاف وعدہ کے کرے اور جسوقت امانت کوئی رکھی لیوے تو اُسمیں خیانت کرے اب سمجھنا چاہئے کہ عمر نے حضرت علی اور حضرت
عباس سے کہا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم دیکھتے ہو اور بموجب روایات بخاری و مسلم کے یہ علامتیں نفاق کی ہیں تو دونو کا منافق ہونا علی اور عباس کے
نزدیک ثابت ہوا اور اول اعتراض کا جواب اس شیخ نے کیا خوب لکھا ہے کہ یہ ایک نئی دغابازی مولویصاحب کی ہے کوئی اس دغاباز سے پوچھے کہ جواب کیا اسطرح ہوتا ہے کہ جو تو کہتا ہے
اور اگر یہ نیا اعتراض ہے کہ تو نے تحفہ میں شاہ عبد العزیز صاحب کے اسکو نہیں دیکھا ہے اور ایک امر جدید دیکھکر جو نکالا ہے تو کیا یہ اعتراض ہونہیں جاتا ہے اور یہ اعتراض ہے کہ جسکے
جواب میں علماء اہل سنت حیران ہیں اور یہ قصہ دگرگوں نہیں ہے بلکہ جس طرح سے کہ مولویصاحب نے لکھا ہے اُسی طرح ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور عمر کی محفل میں جو چند تکرار تولیت کا تھا الیلن کاذب
وخائن کا ذکر جو عمر نے کیا تھا وہ بہ نسبت تولیت کے نتھا بلکہ بہ نسبت دعوی میراث کے تھا چنانچہ اُسی روایت میں مالک بن اوس سے موجود ہے اور تولیت کی تو صورت یہ ہے کہ علی اور عباس موافق
روایات اہل سنت کے جھگڑتے ہوئے عمر کے پاس واسطے فیصلہ کے گئے تھے تاکہ کچھ حکم کردیں اس صورت میں کہنا عمر کا علی و عباس کو کہ تم دونو مجھکو اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے تھے کوئی
وجہ بھی رکھتا ہے یہ فقرہ گئے تو عمر کے پاس تولیت کے فیصلہ کے واسطے اور عمر انکو یہ کہے کہ تم ہمکو ایسا جانتے تھے یہ بات نہیں ہے بلکہ دعوی میراث دونو خلیفوں سے کیا اور انکو اپنے حقوق کا غاصب جانکے
اُنسے دعوی میراث کا کیا تب عمر نے کہا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو دونو کو کاذب و خائن جانتے ہو اور تولیت کی جہت سے کہنا کہیں عقل میں بھی آتا ہے کیا فریبی اور دغابازی یہ شیخ نجدی کہ جب جواب نہ
آتا ہے تو مطلب کو دگرگوں کردیتا ہے اور مولویصاحب بلید و غبی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے خوب سمجھکر لکھا ہے تو کسواسطے دہوکا دہی کی باتیں کرکے لوگونکو گمراہ کرتا ہے اور تماشے کی بات ہے دہوکا
تو خود دیتا ہے اور لگاتا ہے مولویصاحب کے سر اور حضرت علی کو جو لکھا ہے کہ وہ عمر کیطرف سے متولی ہوئے تھے بالکل غلط ہے وہ اس قابل ہی نتھے کہ تولیت کو اختیار کریں جس شخص نے فدک کو طلاق
دیدی ہو وہ ایسی دردسری کا ہیکو اختیار کریگا اور تسپر یہ کہ عباس کے غلبہ کے سبب دبا بیٹھے علی کی شان سے یہ امر نہایت بعید ہے اپنی جاگیر غلبہ دیتے اور انکا حق دبا بیٹھیں اور یہ بھی تو
مثل ثلاثہ کی دغابازی سمجھتے ہیں اور یہ روایت بھی روایت لانورث ہی کی محافظت کے واسطے بنائی ہے اور اُسمیں عہد لیا ہے کہ جس طرح رسولخدا صلعم مساکین پر تقسیم کرتے تھے تم بھی ایسا ہی کرنا اور خود
خورد برد نکرجانا اور عائشہ کی اس روایت میں صاف لکھا ہے کہ عمر نے خیبر اور فدک اپنے پاس رکھا تھا اور یہ شیخ کس طرح کا جھوٹا ہے کہ اسنے پہلے اس سے لکھا ہے خیبر اور فدک عمر کے زمانہ میں علی اور
عباس کے قبضہ میں تھا اور صحیح بخاری میں بھی روایت عائشہ کی ہے اُسمیں لکھا ہے کہ مدینہ کی زمین تو عمر نے علی و عباس کے سپرد کی اور خیبر اور فدک کو اپنے پاس رکھا اور فقرہ اُسمیں یہ ہے فاما
صدقتہ بالمدینۃ فدفعہا عمر الی علی و عباس فغلبہ علیہا علی جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علی عباس پر غالب ہوئے کہ انکا حصہ بھی دبا بیٹھے اور اسمیں دعا یا کس طرح کے رونگٹوں میں حرج
طرح کی فترا کرتے ہیں اور علی اور عباس دونو جھگڑتے ہوئے اگرچہ موافق روایات اہل سنت کے عمر کے پاس گئے لیکن عثمان اور عبد الرحمن وغیرہ لوگوں نے عمر کے پاس اسواسطے سفارش
نہیں بھیجا تھا یہ تو غلط لکھتا ہے بلکہ عمر نے خود اُنکو بلایا تھا مالک کے کہنے سے چنانچہ اسی روایت میں مالک کی موجود ہے اور مولویصاحب اُنکے اسی دعوی میراث کے واسطے کہتے ہیں کہ عمر نے اُسوقت
لوگوں سے قسم دیکر گواہی لوائی ہے اس امر کی کہ رسولخدا صلعم نے لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرمایا تھا یہ میراث ہی کے دعوی پر دلالت کرتا ہے نہ تولیت پر اور تولیت کے مقدمہ کو اس سے کیا تعلق ہے
اور بعد اُسکے رسولخدا صلعم کی اُس جائداد کا ذکر جو مال فی میں سے تھی یہ بھی دعوی میراث ہی پر دلالت کرتا ہے نہ تولیت پر اور بعد اسکے یہ لوگوں سے اقرار کرایا ہے روایت لانورث کا یہ بھی دعوی
میراث ہی پر دلالت کرتا ہے اور پھر دعوی میراث کو واضح کرکے بیان کیا کہ جسمیں ابوبکر اور عمر کا کاذب ہونا مذکور ہے اور بعد اسکے تولیت کا ذکر ہے حتی جئتمانی انت وھذا ... اور جو کچھ اس روایت سے
مالک کی ثابت ہے یہ ہے کہ عمر نے لوگونکو بلایا عثمان وغیرہ کو اور علی و عباس کو بھی بلایا اور عباس نے عمر سے کہا کہ درمیان میرے اور اس کاذب آثم اور غادر اور خائن کے حکم کرو یعنی درمیان
میرے اور علی کے ان الفاظ کو لحاظ کرنا چاہئے کہ حضرت عباس پر کیسی تہمت کی ہے کہ علی کو انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ یاد کیا اور بعد اسکے عمر نے لوگوں سے شہادت طلب کی روایت لانورث
ما ترکناہ صدقۃ کی کہ رسولخدا صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا سب نے کہا ہاں اور یہ سب جھوٹ ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور کسی نے بھی گواہی نہیں دی یہ بالکل جھوٹا فقرہ ہے اور بعد اسکے اموال
فیء کا ذکر ہے اور بعد اسکے پھر گواہی لانورث کا ذکر ہے لیکن ذکر گواہی بالکل موضوع ہے اسواسطے کہ جسوقت انہوں نے قسم دلا کر گواہی لی تو پھر اپنی طرف گمان کاذب و خائن جاننے کا کیونکر

ہوتا او کبھی مرتبہ بار بار اس تاب ہی اسکا ذکر نا بھی اسکے موضوع سمجھنے پر دلالت کرتا ہی اور کیونکر موضوع نہو کہ جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا اور ابوبکر نے روایت لانورث سے انکا دعوی باطل کیا تھا تو کسی نے بہی نہ کہا کہ ہمنے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی اور جب سب نے تقسیم گواہی لی تو عمر نے کہا کہ فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلعم یعنی جسوقت وفات پائی رسول اللہ صلعم نے تو کہا ابوبکر نے کہ میں ہوں خلیفہ رسولخدا صلعم کا فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ھذا میراث امراتہ من ابیھا پس آئے تم دونو یعنی عباس و علی کہ طلب کرتا تھا تو اے عباس میراث اپنے بھائی کی بیٹی کی طرف سے اور طلب کرتا تھا یہ علی میراث زوجہ اپنی کی اسکے باپ کی طرف تم دونو میراث کو ابوبکر سے طلب کرتے تھے فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرایتماہ کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق بس کہا ابوبکر نے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے نہیں مورث ہوتے ہیں ہم کہ ہمارا کوئی وارث ہو جو کچھ چھوڑا ہی ہمنے وہ صدقہ ہی پس دیکھا تمنے اسکو جھوٹا بدکار دغاباز خیانت کرنیوالا او خدا جانتا ہی کہ تحقیق وہ البتہ سچا نیک ہے تابع واسطے حق کے تھا ثم توفی ابوبکر و انا ولی رسول اللہ و ولی ابی بکر فرایتمانی کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق تو لیتھا پھر مرگیا ابوبکر اور میں خلیفہ رسولخدا کا اور خلیفہ ابوبکر کا ہوں پس دیکھا تمنے مجھکو بھی جھوٹا بدکار دغاباز خیانت کرنیوالا او خدا جانتا ہی کہ میں البتہ سچا نیک ہوں تابع واسطے حق کی ہوں پس متولی کئی گئی تم دیکھو اس سے صاف ظاہر ہی کہ عمر نے کہا کہ جب رسولخدا نے وفات پائی تو ابوبکر نے کہا کہ میں خلیفہ ہوں رسولخدا کا اور تم دونو ابوبکر سے میراث طلب کرنے آئے علی تو اپنی زوجہ کیطرف سے او عباس بھائی کی بیٹی کیطرف سے ہوکر اور ابوبکر نے کہا کہ رسولخدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی تو تمنے اسکو جھوٹا اور خائن جانا اور جب ابوبکر مرگیا اور میں خلیفہ ہوا تو تمنے مجھکو بھی کاذب و خائن جانا اور پھر تم متولی ہوئے اور اپنا جھگڑا لائے دیکھو وہ بھی میراث کا دعوی تھا جسکی عمر نے خبر دی ہی کہ تمنے ابوبکر کو اور مجھکو اسمیں لیا اور ایسا جانا پھر تمکو متولی کردیا اور اُس متولی کرنیکی کیفیت بعد اسکے لکھی ہی اسی روایت میں حتی جئتمانی وھذا وانتما جمیع امرکما واحد الخ اس شیخ نے مع ترجمہ اسکو لکھا ہی سو معلوم ہوا کہ کاذب اور خائن میراث کے مقدمہ میں جانا تھا نہ تولیت کے باب میں اور تولیت کے باب میں کاذب اور خائن جاننے سے کیا علاقہ ہی اور ہمنے فرض کیا کہ حضرت علی و عباس تولیت کا ہی جھگڑا لیکر آئے اور اسمیں فیصلہ چاہتے تھے لیکن اسلئے درمیان میں عمر نے مال فدک کا اور علی و عباس سے دعوی کرنے میراث کا ابوبکر سے اور اپنے سے ذکر کیا اور کہا کہ تم دونو ابوبکر کو اور مجھکو کاذب و خائن جانتے تھے اور بعد اسکے تولیت کا ذکر کیا ہی جسکی سے آخر تک لیکن دعوی کرنا میراث کا ثابت ہی اور طالب بھی میراث ہی کے ہوئے تھے نہ تولیت کے اور سب علماء اہل سنت نے میراث ہی کا دعوی سمجھا ہی نہ تولیت کا اور اسکے جواب میں حیران ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تفسیر میں ابن حجر نے لکھا ہی کہ وفی ذلک اشکال شدید وھو ان اصل القصۃ صریح فی ان العباس و علیا قد علما بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لانورث فان کانا سمعاہ من النبی صلعم فکیف یطلبانہ من ابی بکر وان کانا انما سمعاہ من ابی بکر او فی زمنہ بحیث افاد عندھما العلم بذلک فکیف یطلبانہ بعد ذلک من عمر یعنی اور اسمیں ایک مشکل سخت ہی اور وہ یہ ہی کہ اصل قصہ کی ظاہر اسمیں کہ تحقیق عباس اور علی نے جان لیا تھا کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہی لانورث ما ترکناہ صدقۃ پس اگر سنا تہا اُن دونوں نے پیغمبر خدا صلعم سے تو پس کیونکر طلب کرتے تہے وہ دونوں بعد اسکے عمر سے اور بعد اسکے جواب میں اسکے ابن حجر نے لکھا ہی کہ اور جو کچھ ملا ہے زیادہ ظالم نے قبول لیا ہی امر اسمیں اُس حدیث پر جو مقدم ہوئی ہی پہلے اسکے حق فاطمہ میں و تحقیق ہر ایک علی و فاطمہ و عباس اعتقاد رکھتے تہے اسکا کہ عموم قول لانورث کا خاص کیا گیا ہی بعضی چیز کے ساتھ جو بعد اپنے چھوڑتی سوائے بعض کے اور اسیواسطے منسوب کیا عمر نے طرف علی او عباس کے کہ وہ دونوں اعتقاد رکھتے تہے ظلم کو اُس شخص کے کہ جو مخالفت کرتا اُن دونوں کی اس مقدمہ میں انتہی اس کلام سے ابن حجر کی معلوم ہوا کہ جناب امیر اور عباس ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں ظالم جانتے تھے اور ابوبکر سے مخالفت رکھتے تھے اور اگرچہ مخالفت ابی ہی تھی جو ابن حجر نے گمان کیا ہی تخصیص روایت ابوبکر کی تو اُسکو ظالم و فاسق و خائن کہ سوا جاتا کہ معصوم تھے لیکن ابوبکر نے اس روایت کو عموم پر حمل کیا انکے نزدیک خاطی فی الاجتہاد ہو و خطائے اجتہادی موجب کذب اور اثم اور غدر اور خیانت کا نہیں سنا ہی یا حضرت علی او عباس نے ابوبکر کو تصریح خلیفہ ثانی کاذب اور آثم اور غادر او خائن جانا اور باقرار ابن حجر اعتقاد ابوبکر کے ظلم کا کیا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے یہ روایت لانورث وضع کرکے رسولخدا صلعم کیطرف منسوب کردی ہی اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہی وھذا الحدیث یدل صریحا علی انھما جاء ایطلبان المیراث لا الولایۃ وھذا من المشکلات یعنی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی بتصریح اس امر پر کہ تحقیق وہ دونوں آئی کہ طلب کرتے تہے میراث کو نہ تولیت صدقہ کو اور یہ مشکلات میں سے ہی اور اشکال وہ ہی ہی کہ ابوبکر نے تو لانورث کہا تہا اور وہ اُسکو جانتے تہے پھر کسواسطے عمر سے میراث طلب کی شاید یہ گمان کرتے ہوں کہ عمر ابوبکر کے حکم کو توڑ ڈالیں اور یہ بھی بعید ہی اور نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہی کہ یہ لفظ ظاہر اسکا لائق نہیں عباس کے اور بعید علی سے کہ اُس میں بعض ان اوصاف کا ہو کہ وہ اسطرح گمان کریں یہاں تک کہ کہا کہ اور جسوقت کہ مسدود ہوئی طریق تاویل کی تو منسوب کرینگے ہم کذب کو طرف راویوں اس روایت کے اتنے واضح ہو گیا کہ طلب میراث کے مقدمہ میں سب امور پیش آئی اور عمر نے علی و عباس کو کہا کہ تم دونوں ابوبکر کو اور مجھکو کاذب و آثم اور غادر اور خائن جانتے ہو اور باطل ہوا جو کچھ کہ اس شیخ نے لکھا تھا اور اُسکی سمجھ کا قصور واضح ہو گیا **قال الشیخ الاشعری** اگر شرح سننا منظور ہی تو سنئے کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس حضرت عمر سے طالب میراث ہوئے تہے اور حضرت عمر نے ترکہ نبوی کو انکی طلب کے موافق انکی حوالہ کردیا تھا تو اسکی کیا وجہ ہوئی کہ باوجود معصوم ہونیکی حضرت عباس کا حصہ بھی دبا لیا شیعوں کو یہ نقل ہو گا کہ حضرت علی نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد ایسے دغاباز ہیں کہ اپنا دیکھیں تہے نہ پرایا جو ملگیا سو ہضم کرلیا شاید معصوم ہونیکی شیعوں کے نزدیک

یہ معنی ہوں کہ کتنا ہی کچھ ظلم و ستم کر بیٹھیں انکو سب مباح اور معاف ہی انصاف سے دیکھئے تو معتقدان مرتضوی کے لئے یہ حضرت علی کا قبضہ حضرت عباس سے اٹھا دینا اس بات کے لئے گواہ عادل ہی کہ اُس ترکہ میں کسیکو میراث نہیں پہنچتی تہی وہ ترکہ وقف تہا سو درصورت وقف ہونیکے اگر متولی ہوں اور ایک دوسرے کا قبضہ اُٹھا دیا تو اُس پر کچھ ظلم نہیں بلکہ بسا اوقات قرین مصلحت ہوتا ہی اس لئے کہ زمین اور باغ جبتک کسی کے طور پر نہیں ہوتا تب تک تردد کامل نہیں ہو سکتا یعنی ایسی صورت میں اکثر زمین اُفتادہ پڑی رہتی ہی سو افتادہ پڑی رہنے میں بجز اسکے اور کیا خوبی ہی کہ مساکین وغیرہ اہل مصرف کا حق مارا گیا اور ظاہر ہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ حضرت علی کی رائے اور حضرت عباس کی رائے درباب تردد کچھ مخالف ہوئی ہو حضرت علی نے دیکھا کہ اول تو حضرت عباس کی رائے پر چلنے سے تو نقصان اہل مصرف ہے مثلاً جس مزارع کو حضرت عباس دینا چاہتے ہوں وہ بہ نسبت اُس مزارع کے جسے حضرت علی دینا چاہتے ہوں کم محصول اپنے ذمہ رکھتا ہو یا نادہندہ دغاباز ہو دوم اُس مخالف رائے میں بندوبست معلوم اس لئے بطور خود اُس ترکہ کو برخلاف رائے حضرت عباس کے اپنے حوالہ کر دیا ہو اور یہ بات حضرت عباس کو گراں گزری ہو اس لئے حضرت عمر سے اس بات کے خواستگار ہوئے ہوں کہ آدہوں آدہ بانٹ کر دونوں کو جدی جدی زمین کا متولی کر دیں معہذا جو عبارت عربی آخر میں مرقوم ہوئی ہے وہ خود اسی بات پر شاہد ہے کہ یہ جھگڑا فقط تولیت کا تہا اس لئے کہ اول حضرت عمر کا اسبات پر عہد لیکر دینا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے وہی کیجیو خود یہی اسکی دلیل ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کر کے دیا تہا ورنہ اس شرط کے کیا معنی اگر میراث میں دیا تہا تو میراث تو وارثوں کی ملک ہوتی ہے اور مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہی ورنہ ہر شخص سے یہ نسبت اراضی مملوکہ کے یہی عہد لیا جایا کرتا دوم پہر حضرت عمر کا فرمانا کہ قیامت تک اسکے خلاف حکم نہ دونگا خود اسی بات کو ثابت کرتا ہے کہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی بطور تولیت حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کر رکھا تہا بطور میراث نہ دیا تہا ورنہ مقصود حضرت عباس اور حضرت علی فقط تقسیم کر دینا تہا سو اسمیں حضرت عمر کا کیا نقصان تہا کہ ایک شی مشترک کو فیما بین دو مالکوں کے تقسیم کر دیں اگر بخل کرتے تو دینی ہی میں کرتے جب دے چکے تو پہر تقسیم میں کیا مشکل تہی ہاں درصورت تولیت یہ اندیشہ تہا کہ ایک بیٹی اور ایک چچا کا میراث میں آدہوں آدہ کا ساجہا ہوتا ہی سو اگر حضرت علی جو حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تہے اور حضرت عباس کو آدہوں آدہ بانٹ کر جدا جدا متولی کر دیجے تو مبادا رفتہ رفتہ اگلے فرقوں میں اس تقسیم کو دیکھ کر دیکھنے والے یوں سمجھ جائیں کہ نصف حضرت فاطمہ کی اولاد کا مملوک ہے اور نصف حضرت عباس کی اولاد کا مملوک ہے علاوہ بریں حضرت علی اور حضرت عباس کا قسم کہا کر اس بات کا اقرار کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک یوں ارشاد فرمایا ہی کہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ اور پہر میراث کا طلب کرنا شیعوں ہی کی سمجھ میں آئیگا اور ان سب سے بڑہ کر یہ ہے کہ مولوی صاحب پہلے یوں رقم فرما چکے ہیں کہ حضرت صدیق نے اپنے نسبت فدک کے معافی کا کاغذ لکھ دیا تہا حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا پہر جب حضرت ابوبکر کی خلافت میں حاوی ہوں تو اپنی خلافت میں بدرجہ اولی حاوی ہونے چاہئیں پہر حضرت علی اور حضرت عباس نادان تہے نعوذ باللہ کہ باوجود اس قصہ کے معلوم ہونیکے مفت خفیف اور رسوا بننے کے لئے ایسی لغو حرکت اور نامعقول بات کرتے

اقول حضرت علی اور حضرت عباس تو مدعی حبہ اور فدک کے ہی تہے اور موافق روایت عائشہ کے عمر نے انکو ندیا سو موافق طلب کے انکو عمر نے کہاں دیا اور یہ جو لکہا ہے کہ علی نے غلبہ کر کے سب آپ ہی لے لیا اور حضرت عباس کو ندیا یہ بالکل غلط ہے علی کی ایسی شان ہرگز نہ تہی یہ سب افترا ہے انپر اور یہ طریقہ تو ثالثہ ہی کا تہا کہ اوروں کا حق دبا بیٹہیں اور ایسے دغاباز تہے کہ [illegible] لیا یہی تمہارے نزدیک [illegible] جو معتقد ہیں ظلم و ستم ان سب کو مباح ہے اور کتابوں میں اہل سنت کے انکے ظلم و ستم سب لکھے ہیں اور باوجود اسکے انکی [illegible] دوست [illegible] اور اگر فرض کریں ہم کہ حضرت علی نے سب دبا لیا تہا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ [illegible] ہی بلکہ حق بجانب علی تہا کہ انہوں نے سب دبا لیا اسواسطے کہ مذہب حق میں سوائے خدا صلعم کے ترکہ میں سے حضرت عباس کو کچھ نہیں پہنچتا [illegible] ترکہ حضرت کا بعد وضع ہشتم حصہ ازواج کے تمامہ حق حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ہے نصف ترکہ تو فرضاً اور باقی کا رداً موجب آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ کے ہی اگر حضرت علی نے کل مال دبا لیا تو اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے اور کل دبانے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ وہ وقف ہو جاوے اور نہ ہمارے نزدیک تولیت ثابت ہے اسواسطے کہ یہ ایجاد مخالفین کا ہے اور تولیت پر بنا کر کے جو تردد [illegible] رائے لگائی ہی سب باطل ہی کہ تولیت سے کچھ واسطے ہی نہیں ہے اور نہ حضرت علی اور حضرت عباس عمر سے اسبات کے خواستگار ہوئے ہیں کہ ہمکو آدہوں آدہ کر دو اور عبارت اخذ لی الخ جو تولیت پر دلالت کرتی ہے لیکن اسکی ماقبل کی عبارت دعوی وراثت پر دلالت کرتی ہی اور درصورت فرض عہد لیا تو اُس تولیت پر لیا نہ میراث پر اور ہم ہی کہتے ہیں [illegible] ہمارا دعوی یہ کب ہے کہ میراث میں دیا دعوی میراث تو انکار روایت لانورث بنا کر رد کر دیا تہا جسکے سبب سے حضرت علی اور حضرت عباس نے ابوبکر اور عمر کو کاذب و خائن جانا تہا اور اگر عمر نے ترکہ نبوی حضرت علی اور عباس کو بطور تولیت ہمارے نزدیک دیدیا تو اس سے کیا لازم آتا ہے ہم یہ کب کہتے ہیں کہ بطور میراث کے دیا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دیا ہی نہیں نہ بطور میراث نہ بطور تولیت یہ دینے کا قول تو تمہارا ہے اور حضرت علی کا اقرار روایت لانورث کا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ بالکل غلط ہے چنانچہ کئی مرتبہ ہم لکھ چکے اور اگر حضرت علی کے نزدیک یہ بات ثابت ہوتی تو حضرت فاطمہ کو دعوی کرنے دیتے اور ابوبکر سے اس مقدمہ میں گفتگو کرتے چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے اور اگر حضرت فاطمہ نے نادانستگی میں دعوی کر لیا تہا تو انکو ابوبکر سے ناراض ہونے دیتے اور میراث کا طلب کرنا اُس شہادت کے بعد اُس روایت ہی میں صحیح مسلم کے لکھا ہے کچھ شیعہ ہی سکو نہیں کہتے ہیں اور اس سے ہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ شہادت غلط ہی اور موضوع ہے میں ہرگز نہیں

آئی تو امر پہاڑ ڈالنا نوشتہ ابوبکر کا تو سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں سے ثابت ہی چنانچہ مذکور ہو لیا ہی کہ وہ نوشتہ عمر نے پہاڑ ڈالا اور باوجود اس علم کے کہ حضرت عمر ابوبکر کی خلافت میں حاوی تھے تو اپنی خلافت میں تو بہت حاوی ہونگے ہم بہی یہی کہتے ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس بہی جانتے تہے کہ عمر ہمکو طلب کرنیسے کچھہ دینگے اور پہر جو گئے اور طلب کیا میراث کو تم سے تو واسطے تمام حجت کے اور ظاہر کرنے ظلم ثانی کے مثل ظلم اول کے اور اگر طلب نکرتے تو عمر کا کذب اور خیانت کیونکر ظاہر ہوتا مثل کذب اور خیانت ابوبکر کے یہ کچھہ خفت کی بات نہیں ہے اور اگر خفت ہی ہو تو کچھہ پروا نہیں ہے کہ مقصود اصلی تمام کرنا حجت کا اور ظاہر کرنا انکے ظلم کا تھا اور اس سے زیادہ اور کیا خفت ہوگی کہ انکا حق چہین کر انکو مجبور کرکے بٹہا دیا اور آخر سنیوں ہی کی کتابوں میں تم سے بہی میراث کا طلب کرنا لکہا ہی ہے **قال الشیخ الاشعری** اس سے تو یوں معلوم ہوتا ہی کہ اگر بالفرض بفرض محال یہ بات وقوع میں آئی بہی ہی تو اول تا ہے حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر کے پاس آنا جبکہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی انکی حوالہ کیا تہا محض طلبگاری تولیت کے لئے ہو طلبگاری میراث کے لئے نہو کیونکہ جب بات آنکہوں دیکھہ چکے ہوں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا جو جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک شخص نے لحاظ نکیا دوسروں کا لکہا یا کاغذ پہاڑ ڈالا ہو وہ ہمارا کیا لحاظ کرینگے اور وہ بہی اپنی حکومت میں ہم تو دوسرے ہی درجہ میں ہے خیر یہ بات تو غلط ہی کہ ابوبکر صدیق نے کاغذ لکہدیا ہو اور حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا پر اتنی بات صحیح ہی کہ اول بار کا حضرت علی اور حضرت عباس کا آنا ہی محض طلبگاری تولیت کے لئے تہا چنانچہ لفظ ادفع الینا سے یہ بات خود ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں باقی رہی یہ بات کہ طلب تولیت میں ان صاحبونکو کیا فائدہ تہا جو خلجان اپنی سر دہرنا تجویز کیا تو جواب سکا یہ ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال کہ وقف نبوی میں منجملہ مصارف حق اقربا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقدم ہی اس سے بچے تو اور کہیں صرف کیا جائے خاص کرنے میں تو اشارہ خداوندی ہی موجود ہے چنانچہ اسلئے ذی القربی کو اوروں سے مقدم ذکر فرمایا اور حدیثوں سے بہی اسطرح کی مضمون نکلتے ہیں مگر خلیفہ کو اول تو تمام خلافت کا انتظام درپیش ہی فقط اوقاف ہی کا انتظام انکی ذمہ نہیں جو ہمہ تن اسکی طرف متوجہ ہو کر تردد کامل کر ائیں معہذا جنکو کچھہ اوقاف سے توقع ہو جسقدر اسکے جی کو لگی ہوئی ہوگی وہ دوسرونکے دل کو کاہیکو لگی ہوئی ہوگی اس لئے حضرت علی اور حضرت عباس خواستگار تولیت ہوئی ہوں اور حضرت عمر نے بہی بلحاظ وجوہ مذکورہ اور نیز یوں سمجھکر کہ جو حال بنی ہاشم کا فلانا محتاج ہی فلانا نہیں فلانے کو اسقدر حاجت ہے فلانے کو اسقدر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوگا وہ کسیکو بہی معلوم ہوگا اور یہ اندیشہ باقی ہی نہیں رہا کوئی اس دینے کو میراث کا دینا سمجھے کیونکہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ کا گہر گہر غل پڑگیا یہ بات قبول فرمائی ہو اور باایں ہمہ بنظر احتیاط تقسیم نفرمایا تاکہ مبادا رفتہ رفتہ بہت زمانوں کے بعد کوئی جاہل یوں سمجھہ جاے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس کو مالک سمجہا تہا جب تقسیم کردیا اگر حضرت ابوبکر صدیق نے بطور تولیت بہی کسیکو دینا گوارا نکیا کیونکہ حضرت فاطمہ کے طلب میراث کا تازہ قصہ تہا اس قصہ سے سب کے کان بہرے تہے اسوقت اگر بطور تولیت ہی دیتے پر کوئی اس دینے کو بطور میراث سمجہتا لانورث ما ترکناہ صدقۃ اگر سنا ہی ہوتا تب کسی دہیان آتا **اقول** اس تقریر کو دیکہئے اس شیخ کے کہ جس امر کا وقوع صحیح مسلم اور ترمذی سے ثابت ہی اور صحیح بخاری سے بہی پایا جاتا ہی اور شارح مسلم اور شارح صحیح بخاری نے اسکے وقوع کا اقرار کرکے اسمیں اشکال پیدا کیا اسکو یہ کہتا ہی کہ بفرض محال یہ ایسا ہی جیسے کہ کوئی آنکہوں کے دیکہی ہوئی چیز کو کہدے کہ محال ہی اور ہم کئی مرتبہ لکھہ چکے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عباس تولیت کے طلبگار ہرگز نہیں ہوئے ہیں اور تو جو بار بار تولیت کو پیش کرتا ہی سب غلط ہی اور ہم تو جو بات لکھتے ہیں تیری کتابوں سے لکھتے ہیں اور تو اپنی باپ دادا کے من گھڑت باتیں ہماری جواب میں بیان کرتا ہی ہم اس واہیات کو کیونکر قبول کرینگے انکا قول تو مثل بول کے ہے اور طلبگاری میراث کی تیری کتابوں سے ثابت ہے اور تمہارے حضرت عمر کہتے ہیں کہ علی اور عباس نے دعوی میراث کا کیا جسکے مذہب میں کاذب اور خائن ہوئے اور تولیت کے مذہب میں کوئی کاذب اور خائن ہرگز نہیں ہو سکتا ہی خائن اسی وقت ہوگا کہ جسوقت کسی کا حق دبا بیٹہے گا اور کاغذ کے پہاڑنیکا جواب ہو چکا کہ واسطے تمام کرنے حجت کے اور ظاہر کرنے ظلم ثانی کے کہ وہی اس غصب کے مدعی ہوئے تہے دوبارہ ان سے ہی دعوی کیا کہ انکار کرکے مثل اول کے وہ بہی غاصب اور ظالم مشہور ہو جائیں اور ابوبکر کا کاغذ لکہدینا اور عمر کا اسکو پہاڑ ڈالنا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے اور تولیت کے طلب میں حضرت علی اور حضرت عباس کا جانا بالکل غلط ہے غلط کو صحیح کسواسطے کہتا ہی اور تولیت کے قصہ کا موضوع ہونا ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اور طلب تولیت کے فائدہ کی جو وجہ لکھی ہے اپنی رائے سے ایجاد کرکے لکھی ہے ہم تولیت کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں فائدہ کیسا اور اقربا کے مقدم رکہنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ جب انکی صرف سے کچھہ بچے تو دوسرے کو دیجے بلکہ سب کے حصے اسمیں برابر ہیں اور ذکر میں ایک فرقہ مقدم ہووے ہی گا اور نہ حضرت علی اور حضرت عباس تولیت کے اس جہت سے جو کہ لکھی ہے طالب ہوئے اور لانورث ما ترکناہ صدقۃ کا غل ابوبکر کے کتنے ہی پڑ گیا ہو گا لیکن سوا ابوبکر کے اسوقت اور کسی نے بہی نکہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے ایسا سنا ہی اور حقیقت میں ابوبکر نے بطور تولیت بہی دینا گوارا نکیا اس جہت سے کہ انکے پاس کسی طرح سے پہنچنا مناسب ہی نہیں ہے ایسا نہو کہ میں تو بطور تولیت دوں اور یہ اپنی میراث سمجھہ کر اس سے متمتع ہوں اور دعوی اپنی ملکیت کا کر بیٹہیں اور جو فائدہ کہ بسبب اسکے غصب کرنے میں سوچا تہا وہ جاتا رہی **قال الشیخ الاشعری**۔ اور یہی وجہ فی الجملہ موجب گرانی خاطر حضرت علی اور حضرت عباس معلوم ہوتی ہی جسکو حضرت عمر غصہ کے باعث بایں الفاظ تعبیر فرماتے ہیں کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن سمجھتے تہے کیونکہ تمام جہان کا دستور ہی اور نیز کلام اللہ اور احادیث سے بہی یہ بات نکلتی ہی

کہ اگر کسی سے کسی موقع میں معاملہ قلبی کے برخلاف کوئی بات ظہور میں آتی ہے تو بطور مبالغہ اُسکے ساتھ معاملہ قلبی کی بھی نفی کر دیا کرتے ہیں مثلاً فیما بین اقربا و احباب اگر کسی سے کسی قسم کی بے اعتنائی اور بے پروائی کسی وجہ خارجی کے باعث ظاہر ہوتی ہے تو مبالغۃً کہدیا کرتے ہیں کہ یہ ہمارے قریب و دوست کیوں ہونے تھے یا یہ کہ ہمکو اپنا قریب و دوست ہی نہیں سمجھتے سو قرابت اور رشتہ داری نسبی کا حال تو ظاہر ہے کہ وہ تو کسی طرح زائل ہو ہی نہیں سکتی چہ جائیکہ بے اعتنائی اور بے پروائی سے اور دوستی کا حال بھی ظاہر ہے کیونکہ بے اعتنائی اور بے پروائی کی جو احباب کو شکایت ہوتی ہے تو بوجہ ثبوت محبت اور بقاء الفت ہوتی ہے ورنہ اجنبیوں سے کون شکایت کرتا ہے علیٰ ہٰذا القیاس حضرت علی اور حضرت عباس کیجانب سے فی الجملہ کشیدگی اور گرانیٔ خاطر حضرت صدیق اکبر سے جسکا ابھی بیان تھا ظہور میں آئی تو یہ گرانیٔ خاطر اور یہ کشیدگی جو بظاہر فی الجملہ اطمینان قلبی اور اعتبار دلی کے مخالف تھی جو ان دونوں کو بہ نسبت صدیق اکبر کے حاصل تھی کیونکہ اس سے نظر عوام میں بے اعتباری کی بو آتی تھی اس لئے حضرت عمر نے اُس بے اعتباری کو جو اُنکے دلمیں مرکوز تھا نفی کر کے مبالغۃً اُنکی طرف منسوب کیا اور دلیل بات کی کہ یہ کلمہ مبالغۃً فرمایا تھا بیان حقیقت مدّ نظر نتھا خود ظاہر ہے کیونکہ حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ کے خود مقر تھے نہیں تو یوں نہیں کہتے کہ انکی نزدیک صدیق اکبر نے متروکہ نبی دینگا ہی نہیں دو بار کہا تھا اور انکے عقیدہ کے موافق وہ دغاباز اور خائن کاذب آثم تھے معہذا حضرت عمر کا قرینہ غضب خود اس ارادہ کے مصحح ہیں لیکن آفریں ہے مولوی عمار علی صاحب کے فہم پر اور حسن ہے اُنہوں نے ایسی تعلیم پائی انکی فہم کہ ایسی بات کو جو تمام عالم میں مروج ہو اُس زمانہ میں ہے کہ پیشوا شیعہ ہو گذری نہیں سمجھتے کوئی اُنکا مداح بہت بہت توجیہ کریگا تو یہ کریگا کہ مولوی صاحب سمجھتے تو ہیں لیکن ابلیس لعین کی روح کے خوش کرنیکے لئے دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی کرتے ہیں تعجب ہے کہ حضرت عمر کا یہ کہنا تو انہیں یاد رہا کہ تم حضرت صدیق اکبر کو کاذب اور آثم غادر خائن سمجھتے تھے اور یہ یاد نرہا کہ انہوں نے اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر صدیق بیشک سچے تھے نیک اطوار ہدایت پر حق کے تابع تھے **اقول** تمام جھوٹ اور دروغ سے کاغذ کو سیاہ کیا ہے اس شیخ نے سوال تو کچھ ہے اور جواب اُسکا کچھ ہے سوال تو زمین سے ہے اور جواب دیتا ہے آسمان سے اصل اس قصہ کی سننی چاہیئے کہ خلیفہ ثانی حضرت علی اور عباس سے کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے وفات پائی اور بعد اُنکے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو تم دونوں نے رسول خدا صلعم کے ترکہ میں ابوبکر سے دعوی میراث کا کیا عباس نے تو حضرت کے چچا ہونیکی جہت سے اور علی نے اپنی زوجہ کیطرف سے کہ وہ دختر تھی رسول اللہ صلعم کی اُسوقت ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا جب ابوبکر سے یہ سنا تو اُسکو کاذب و خائن اور آثم اور غادر جانا اور ایسا ہی معاملہ تمنے میرے ساتھ کیا کہ مجھکو بھی ایسا ہی جانا جو لوگ کہ فہمیدہ اور منصف ہیں سوائے اسکے اور کچھ اس سے نہ سمجھیں گے کہ حضرت علی اور عباس نے جو دعوی میراث کا کیا اور ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر نے فرمایا ہے میرا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس جواب میں اُنہوں نے ابوبکر کو کاذب و خائن جانا ہے یعنی پیغمبر خدا صلعم نے ایسا نہیں فرمایا ہے اور خائن جانا ہے ابوبکر کو اور غادر اور آثم جانا ہے تو اس واسطے کہ رسول خدا صلعم کے ترکہ میں ابوبکر خیانت کر کے بیٹھ رہا اُنکے وارثوں کو ندیا اور دغابازی کی اور گناہ ثابت کیا اب کوئی منصف بتلادے کہ سوائے اسکے اور اسکا کیا مطلب ہے۔ اور یہ جو لکھتا ہے کہ ابوبکر نے کسیکو بطور تولیت نہیں دیا اسوجہ سے جب انکی گرانی خاطر علی اور عباس معلوم ہوتے تو حضرت عمر نے تا بہ این الفاظ تعبیر فرماتے ہیں اول تو ابوبکر کی تولیت سے کیا علاقہ ہے ابوبکر کی تولیت کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے۔ دوسرے اس گرانی خاطر علی و عباس کو تعبیر ہونے کی کیا وجہ اگر ابوبکر کی تولیت نکرنے کی جہت سے انکی خاطر گراں تھا اور اگر ابوبکر نے کسیکو متولی نکیا تو علی اور عباس کی خاطر پر یہ گراں کیوں گزرتا وہ کون تھے جو اس جہت سے گراں خاطر ہوتے اور پھر حضرت عمر نے اپنے غصہ کی وجہ سے ہونے میں کیا قصد تھا اور انہوں کیا بات کہی تھی جو حضرت عمر کو اپنے غصہ آیا انہوں نے تو اپنی زبان سے یہ بھی نہیں کہا کہ ابوبکر نے جو کسیکو متولی نہیں کیا تو ملال اسکا ہے اور گرانی خاطر اُنکے عمر کو کیونکر معلوم ہوئی کیا عمر کو علم غیب تھا کہ انکی دل کا حال عمر کو معلوم ہو گیا اور اُنہوں نے کوئی ایسا امر ہی نہیں کیا تھا کہ جس سے گرانی خاطر معلوم ہوا اور اگر گرانی خاطر بھی بالفرض تھی تو ابوبکر کا متولی نکرنا تو ایسا امر عظیم اور گناہ سخت تھا کہ جسکی جہت سے وہ ابوبکر کو کاذب و خائن اور غادر آثم جانتے اور متولی نکرنے میں ابوبکر کاذب کس بات میں ہوا اور خیانت کس چیز کی کی اور متولی نکیا تو کونسا گناہ ہے جو آثم ٹھیری اور قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ معاملہ میں بیگناہ کو مومنین آپس میں گنہگار مقرر کر دیا کرتے ہیں یہانتک کہ اس پاک اوصاف کو مبالغۃً جھوٹا دغاباز بدکار ٹھیرا دیں اور اقربا اور احباب کسی وجہ خارجی سے آپسمیں تو ایسا کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارے دوست کیوں ہونے تھے لیکن جھوٹا دغاباز جھوٹا نہیں کہتے ہیں اور اگر کہتے ہیں تو اجلاف اور عوام الناس بلکہ بدترین ہیں وہ کہتے ہیں کہ نفقہ اور متورع چہ جائیکہ خلفاء نبوت اور اگر اجلاف بھی کہتے ہیں تو انکے کہنے کو سوا تیرے اچھا کون کہتا ہے سیدھی بات جو کچھ کہ ہے کہ علی اور عباس نے میراث کے دعویٰ کی جہت سے ابوبکر کو کاذب اور خائن کہا تھا جو کہ عبارت حدیث سے پایا جاتا ہے وہ تو کہتا نہیں ہے۔ اور جس بات کو کسی طرح کا تعلق نہیں اور نہ اُسکا کچھ ذکر ہے وہ کہتا ہے سوال دیگر جواب دیگر اور نسب میں تو حضرت علی اور عباس کو ابوبکر اور عمر سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے وہ بنی ہاشم یہ بنی تیم اور بنی عدی اور دوستی کا حال جیسا کہ تھی وہ اُسوقت ظاہر ہو گیا تھا کہ جسوقت حضرت عمر ابوبکر کے کہنے سے علی و عباس کے گہر کو جلانیکو لکڑیاں لیگئے تھے اور دوستوں سے شرفا شکایت میں یہ نہیں کہتے ہیں کہ تو بڑا جھوٹا دغاباز بدکار ہے اور شکایت بھی ہوتی ہے تو ایسی سخت نہیں ہوتی ہے اور اگر ہوتی ہے تو امر واقعی کے ہوتی ہے نہ غیر واقعی کے اور معلوم نہیں حضرت علی و عباس کی کشیدگی اور گرانی خاطر ابوبکر کیطرف سے عمر نے کس امر میں اور کس وجہ سے دریافت کرتے تھے اور اگر ابوبکر نے کسیکو متولی نہیں کیا تھا اسوجہ سے وہ گراں خاطر تھے لیکن عمر نے تو موافق روایت اہل سنت کے انکو متولی بھی کر دیا تھا پھر عمر کو انہوں نے کاذب اور خائن اور غادر

اور آثم کسو بہ سبب سے سمجھا انکی طرف سے تو گراں خاطر ہونیکی وجہ بھی کوئی نہیں اسواسطے کہ اُسنے تو اُنکو متولی کردیا تھا حق بات تو یہ ہیگا ابوبکر اور عمر نے اُنکا جو حق دبا لیا تہا اُنہوں نے اسواسطے کاذب
اور خائن اُنکو جانا یہ تو کہتا نہیں ہے ایک اپنی واہی بات اپنی جی سے جوڑ کر کہتا ہے اور کاذب و خائن جو جانا تہا اُن دونوں نے ان دونوں کو تو حقیقت میں جانا تھا نہ مبالغۃً اسواسطے
کہ وہ دعوی اپنی حق کا انسے کرتے تہے اور یہ دیتے نہ تہے اسواسطے کاذب و خائن جانتے تہے اور عمر نے بھی مبالغۃً نہیں کہا تہا بلکہ یہ مراد تہی کہ حقیقت میں ہمکو یہ کاذب و خائن جانتے ہیں
اور حضرت عمر نے صاف صاف بے لگاؤ کہولکر کہدیا کہ تم دونوں ابوبکر کو اور مجھکو کاذب و خائن اور آثم اور غادر جانتے ہو اور حدیث ما ترکناہ صدقۃ کے علی اور عباس ہرگز منکر نہ تہے بلکہ اسکی
مُبطل تہے چنانچہ مفصل پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور یہ روایت اُنکے اقرار کے بالکل جہوٹی ہے اور یہ افترا ہے اُنپر اور دہینگا دہینگی سے دبا لینے کا ہی یہی حاصل ہے جو کہ کاذب و خائن کہنے سے
حاصل ہے اسمیں اور اُسمیں کچھ فرق نہیں ہے اور حضرت عمر کا غضب اسیواسطے تہا کہ وہ اُنکو کاذب و خائن جانتے تہے اور جو شخص کہ کسیکو جہوٹا دغاباز سمجھیگا اُسکو اُسپر غصہ ضرور آئیگا
یہی وجہ ہے غصہ ہونیکی اور آفریں صد آفریں مولوی عمار علی صاحب کو کہ اُنہوں نے وہ مضمون لکہا ہے اہل سنت کی کتابوں سے کہ اہل سنت اُسکے جواب میں ہر چند ہاتھ اور پاؤں
مارتے ہیں اور تاویلیں کرتے ہیں لیکن کچھ نہیں بن پڑتا اور اہل سنت کو بجز تلبیس گفتگو کرنیکی نہیں رہی یہانتک کہ نووی نے شرح مسلم میں لکھدیا کہ بجز اسکے کہ ہم اس روایت کے
راویوں کو کہیں کہ وہ جہوٹے تہے اور کچھہ بھی تاویل نہیں بن پڑتی جب ایسے ماہروں سے جواب نہو سکا تو یہ شیخ بیچارہ کیا جواب دیگا اور جو کچھہ اسنے جواب دیا ہے دیکھو موجود ہے کہ وہ اسکا جواب ہے یا کسی اور
مطلب کا اور یہ تو اسکا دستور ہے کہ جب مولوی عمار علی صاحب کے جواب دینے میں عاجز ہوتا ہے تو اُنکی مذمت کرنی لگتا ہے اگر اُنکی عوض میں ہم خلفاء ثلثہ کی مذمت لکھیں تو اُسکا
باعث یہی ہوگا اور جو بات کہ حق ہے جسکو شیعہ کہتے ہیں اے شیخ نجدی اُسکو تو بہی خوب سمجھتا ہے لیکن ابلیس لعین کی روح کے خوش کرنیکے لئے تو دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی
کرتا ہے اور حضرت عمر جو ابوبکر کو اور اپنے آپ کو صادق کہتے اور میاں مٹھو کی بولی بولتے تہے اسکے ذکر سے ہمکو کیا غرض تہی اور اُنکے اس کہنے کو کون راست جانتا ہے **قال**
الشیخ الاشعری الحاصل مولوی صاحب کی کم فہمی یا فریب بازی ہے جو بھی ایسی بیہودہ باتیں فرماتے ہیں کہ کہیں کا سر کہیں کا پاؤں ورنہ معنی مذکور عرف میں ایسے کلاموں کا
مروج ہونا وہ لوگ ہی جانتے ہیں جنکو عقل نہیں چہ جائیکہ اہل عقل اور اگر اسپر بھی اس قسم کے محاورات کی تصحیح کیلئے کلام ربانی ہی کی سند مطلوب ہو تو ہم کو اس سے کبھی درگزر
نہیں اس لئے یہ آیت حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا جو سورہ یوسف کے رکوع اخیر میں موجود ہے گوش گزار ہے اسکے بظاہر یہ معنی ہیں یہاں تک کہ جب رسولوں کو
ناامیدی ہونے لگی اور وہ یوں خیال کرنے لگے کہ اُن سے جو کچھہ امداد کے باب میں خدا کیطرف سے وعدہ وعید تہے سب جہوٹ تہی ہماری مدد اُنکے لئے آپہنچتی مگر سب اہل اسلام جانتے
ہیں کہ انبیاء کی شان سے بہت بعید ہے کہ خدا سے ناامید ہوں اور کیونکر ناامید ہوں اس سورت میں اس رکوع سے پہلے رکوع میں یہ جملہ بھی موجود ہے اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا
الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ جسکا یہ مطلب ہے بیشک ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں پہر کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہے کہ رسول ورنا امید ہو جائیں سو اگر حضرت
عمر کی صدق روایت کے بہروسے باتباع مرتضوی صدیق اکبر کو مولوی صاحب کاذب خائن وغیرہ سمجھتے ہیں تو خداوند کریم تو عمر سے زیادہ ہی سچے ہیں خدا کے فرمانے کی تصدیق کرکے رسولوں کو
خدا کی امداد سے ناامید سمجھکر حسب ہمارا آیت لاتیئسوا نعوذ باللہ کافر سمجھنے لگیں علی ہذا القیاس جو رسولوں کی نسبت جو اس آیت میں مذکور ہے کہ وعدہائے خداوندی میں اُنکو خیال دروغ ہوا تو
اسمیں بہی لازم ہے کہ مولوی صاحب رسولوں کی اتباع میں کمر حسبت باندہیں سو اول تو اکثر محاورات کلام اللہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خیال باطل جو کسی وجہ سے جی میں جم جاتا ہے اور اسکا
یقین ہو جایا کرتا ہے اسکو ظن کہا کرتے ہیں چنانچہ سورہ جاثیہ میں کفار کے اس عقیدہ کی نسبت کہ مرنیکے بعد پہر کوئی اُٹھایا نجائیگا اور لوگوں کا یوں ارشاد ہے کہ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ
یعنی وہ یوں ہی اٹکلوں کی باتیں کرتے ہیں الغرض کفار کو اپنی اس عقیدہ میں شک نہ تہا مگر چونکہ ایک خیال غلط تہا جناب باری نے اُسکو بلفظ ظن تعبیر فرمایا ایسے ہی اس مضمون میں
سورۂ انشقت میں انہ ظن ان لن یحور فرمایا سو اس محاورہ کے موافق اگر ظنوا انہم قد کذبوا کے معنی لیجئے تب تو مولوی صاحب کو لازم ہے کہ نعوذ باللہ بزعم خود باتباع پیغمبران برگزیدہ خداوند کریم
کی جماعت کو بالیقین جہوٹا سمجہیں اور اگر موافق مشہور ظن کے معنی گمان غالب یا شک سمجہیں تب مناسب یوں ہے کہ رسولوں کو تو یوں سمجہیں کہ اُنکو خدا کے کہی کا یقین نہ تہا اور اسوجہ سے نعوذ باللہ اُنہیں کافر
سمجہیں اور اپنے آپ اُنکا اتباع کرکے دین و ایمان کو برباد کریں اور اگر یوں تاویل کیجئے کہ رسولوں کو جو ظن دروغ تہا بنسبت خداوند صادق القول نہ تہا بلکہ نصرت کی دیر لگنے سے یوں سمجھے کہ اگر وعدے
نصرت وعدہائے خداوندی ہوتے تو لاجرم ان وعدوں کا ظہور ہو لیتا اتنی دیر نہ لگتی ہو نہو یہ وساوس شیطانی تہے وعدہائے خداوندی نہ تہے تو اس صورت میں اول تو ہمیں کچھ نقصان نہیں جو کچھ
بنسبت یاس قوم ہو چکا وہی کافی ہے دوسرے ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں لازم آئیگا کہ انبیاء کو وحی پر اطمینان نہو نعوذ باللہ سو یہ ہم جانتے ہیں شیعہ بہی تسلیم نکرینگے کیونکہ جب انہیں
یقین نہیں تو پہر کسکو ہوگا تو پہر چاہئے کہ ایمان ایک معنی بے مصداق ہو جائے کیونکہ ایمان کو یقین لازم ہے پہر اگر اپنی اطمینان اس طرح کرینگے کہ اُنکو مقتضاء بشریت سے بے اختیار یہ خطرات دل میں
گزرتے تہے اسکو خداوند کریم نے بلفظ ظن خواہ وہ اپنے معنی میں ہو یا بمعنی الیقین مبالغۃً تعبیر کردیا ہے تو یہی بات ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے سو حضرت عمر کی بات کو بہی ایسا ہی سمجھو مگر
ہاں اگر یوں کہئے کہ خدا کیطرف بوجہ بدا الکذب کا احتمال ہو سکتا ہے حضرت عمر کیطرف یہ احتمال نہیں تو البتہ ہمکو مشکل ہے مگر اسکے لئے بدا کے ابطال کی تقریر کیطرف مراجعت ضروری ہے **اقول**

مولوی صاحب کی کم فہمی ہے نہ کچھ فریب بازی ہے جو مضمون کہ صحیح مسلم کی روایت کا ہے وہ تو انہوں نے بیان کر دیا اور فریب بازی تو کرتا ہے کہ جو معنی کہ واقعی اور صحیح ہیں اُس سے اعراض کر کے ایک مطلب واہی کہ جسکے نہ سر ہے نہ پاؤں اپنی رائے ناقص سے ایجاد کر کے بیان کرتا ہے کہ جسکو کوئی بھی پسند نہ کریگا اور کلام اللہ کی آیتوں پر بہت سے ملحدوں نے اعتراض کیا ہے اور مسلمانوں نے اُسکا جواب دیا ہے اگر تو مسلمان ہے تو جواب اُسکا تیرے ذمہ ہے اور آیتیں کلام اللہ کی دو طرح کی ہیں محکمات اور متشابہات اور جنکے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور انبیاء ہمارے نزدیک معصوم ہیں جب ہمارا یہ اعتقاد ہوا تو جو آیت قرآن کی کہ مخالف بشان انبیاء کی ہوگی وہ متشابہات میں سے ہے ہم اُسکی تاویل کرینگے جیسے کہ اور آیات دالّہ تجسیم جناب باری عز اسمہ کے تاویل کرتے ہیں اور حضرت عمر معصوم نہ تھے کہ اُنکے قول میں تاویل کی جائے کہ مبالغۃً فرمایا ہے اُنکے تو ظاہر قول ہی پر عمل کیا جاویگا چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ غیر معصوم کے قول کی تاویل نہیں ہو سکتی اگر ایسا ہی ہو تو ہر شخص کا کلمہ کفر تاویل کر کے صحیح کر دیا جائے اور عمر کے قول کی مبالغہ پر محمول کی کوئی صورت ہی نہیں ہے ایک شخص نے اپنے دعوی اپنے حق کا کیا اور انہوں نے اُنکے نزدیک ایک جھوٹی بات بنا کر اُسکے دعوی کو رد کیا تو وہ اُسکے نزدیک کاذب و خائن ہی ٹھیریگا اور عمر نے قرائن سے جانکر ہی کہا تھا کہ بیشک یہ کاذب و خائن ہمکو جانتے ہیں اور قرینہ یہ تھا کہ علی و ابوبکر سے روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو سن چکے تھے اور بعد اُسکے پھر جو یہ مجھ سے طلب کرنے آئے ہیں تو یہ ہمکو کاذب و خائن ہی جانتے ہیں اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے اسواسطے عمر نے کہا کہ تم ہمکو کاذب و خائن جانتے ہو اور کلام اللہ کی آیت جو بیان کی ہے حتے اذا استیأس جو معنی کہ اسکے صحیح ہیں وہ تو کہتا نہیں ہے اُلٹے معنی کہتا ہے جس پر خواہ مخواہ اعتراض ہو اور معنی صحیح اُسکے یہ ہیں کہ تاخیر کی ہمنے عذاب نازل کرنے میں اُمم سابقہ پر جو کہ ہمارے پیغمبروں کو جھٹلاتے تھے امتوں سابقہ میں سے حتی اذا استیأس الرسل یہانتک کہ نا امید ہوئے مرسلین اُنکے ایمان سے بسبب خبر کرنے خدا کے رسولوں کو اور رغبت اُن امتوں کی طرف کفر کے وظنوا انہم قد کذبوا اور یقین کیا اُن رسولوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے کہ قوموں نے اُنکو جھٹلایا اور یہ روایت ہے عائشہ سے اور حسن بصری سے اور قتادہ سے اور ابو علی جبائی سے جو کہ علماء اہل سنت میں ہیں اور ابن عباس اور ابن مسعود اور سعید بن جبیر اور مجاہد اور ابن یزید اور ضحاک اور ابی مسلم سے روایت تخفیف ذال کذبوا کی ہے اور ضمیر ظنوا کی طرف امتوں کے پھرتی ہے یعنی ظن کیا امتوں نے کہ جھوٹ کہا تھا پیغمبروں نے جو کچھ کہ ہمکو خبر کی تھی اُنہوں نے نصرت کے آنے کی اور عذاب کے نازل ہونیکی اور یہ روایت تخفیف کذبوا کی بیضاوی میں بھی ہے اور بیضاوی میں لکھا ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ ظنوا کی ضمیر طرف امتوں کے پھرتی ہے اور کذبوا کی طرف رسولوں کے یعنی ظن کیا اُن امتوں نے کہ وہ پیغمبر جھٹلائے گئے اپنے وعدہ میں اور سوا اسکے اور وجوہ بھی لکھی ہیں یعنی اور یقین کیا اُن رسولوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے کہ قوموں نے اُنکو جھٹلایا تو جاءہم نصرنا آئی اُن رسولونکو نصرت ہماری بسبب پہنچنے عذاب کے کفار پر فنجی من نشاء پس بچاتے ہیں ہم عذاب سے جسکو چاہتے ہیں ہم کہ وہ مومنین ہیں ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین اور نہیں پھیرا جاتا ہے عذاب ہمارا قوم گنہگاروں سے پس جو کہ اس شیخ نے معنی لکھے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں سواسطے کہ معنی صحیح یہ ہیں کہ نا امید ہوئے وہ انبیاء اُن قوموں کے ایمان سے بسبب خبر کرنے خدا کے کہ یہ ایمان نہ لائینگے اور اس جہت سے کہ وہ اپنے کفر پر ایسے مصر تھے کہ پیغمبروں کو اُنکے ایمان نہ لانیکا یقین ہوگیا تھا اب کوئی صورت اعتراض کی اس آیت پر نہیں ہے کہ کوئی کہنے لگے کہ انبیاء رحمت خدا سے کیونکر نا امید ہوگئے یہ کام تو کفار کا ہے اور جو معنی کہ اس شیخ نے لکھے ہیں سو اپنے مذہب کے موافق لکھے ہیں ان معنی سے نعوذ باللہ انبیاء کا زمرہ کفار میں داخل ہونا لازم ہوگیا اور تماشا یہ ہے کہ خود ہی آیہ فہب لی من لدنک ولیا کے ذکر میں پہلے اس سے لکھ چکا ہے کہ جب حضرت زکریا مایوس ہوگئے تو طلب فرزند کی دعا کی اور یہاں لکھتا ہے کہ نا امید رحمت خدا سے کفار ہوتے ہیں اور ہم تو کہتے ہیں کہ انبیاء رحمت خدا سے ہرگز مایوس نہیں ہوتے البتہ تم کہتے ہو اور عمر کو اس روایت میں ہم تو سچا ہی جانتے ہیں کہ خلیفہ رسول کو جھوٹا [illegible] اور اگر جھوٹے [illegible] تو تمہارے نزدیک [illegible] ہیں اور جب جھوٹے ہوئے تو قابل خلافت کے نہ رہے [illegible] دیدہ دانستہ کیا اور خدا تعالی کے راست گو ہونے میں کیا کلام ہے کہ وہ تو اصدق الصادقین ہے اور اُسکے صدق سے ہی تم [illegible] نہ پیغمبر اور اس آیت سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا ہے کہ رسولونکو خیال دروغ آیا ہو یہ بھی اگر ہے تو تمہارے نزدیک ہے نہ ہمارے نزدیک اور بشان انبیاء ملتہ اور بری ہے خیال دروغ اور باطل سے اور کلام اللہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے کہ کسی پیغمبر اور مومن کے جی میں خیال باطل جم جائے اگر کسی غیر مومن کے دل میں جم جائے تو اُس سے ہمکو کچھ کام نہیں ہے اور نہ کفار کے ظن سے ہمیں کچھ مطلب ہے سو اگر حضرت عمر کے جی میں مثل کفار کے خیال باطل جم گیا تھا تو وہ زمرہ کفار میں سے شمار کئے جائینگے نہ مومنین میں سے اسمیں بھی تمہارے ہی واسطے قباحت ہے نہ ہمارے واسطے اور ظنوا انہم قد کذبوا کے معنی ہم بیان کر چکے اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے اور ہمارے نزدیک کسی پیغمبر نے معاذ اللہ خدا کو جھوٹا نہیں سمجھا ہے اور اُس آیت سے یہ لازم آتا ہے اگر لازم آتا ہے تو تیرے نزدیک لازم آتا ہے کہ وعدہ خدا کو جھوٹا ہی سمجھا اپنے نزدیک اتباع انبیاء اور اگر ظن کو گمان کے معنی میں کہیں تو تیرے ہی نزدیک لازم آتا ہے کہ انبیاء کو خدا کے کہے کا یقین نہ تھا نہ ہمارے نزدیک اور تو ایسے پیغمبروں کے اتباع میں کہ جنکو خدا کے کہے کا یقین نہ تھا اپنے دین و ایمان کو برباد کر اور اگر یوں تاویل کیجے کہ رسولوں کو جو ظن دروغ تھا وہ نسبت خدا کے قول کی نہ تھا بلکہ نصرت کے دیر میں ہونے سے یوں سمجھے تھے سو اسمیں بھی جو کچھ قباحت ہے وہ تیرے ہی واسطے ہے نہ تو آیت کے اُلٹے ہی معنی بیان کرتا ہے نہ ہمارے واسطے اور ہمارے نزدیک یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ بمقتضاء بشریت اُنکے دلوں میں خطرات بیجا گزرتے تھے یہ بھی تیرے ہی نزدیک ہوگا اور عمر کا یہ کہنا کہ تم ہمکو کاذب و خائن جانتے ہو بطور خطرات کے خلیفہ صاحب کے دل میں نہیں گزرا تھا بلکہ بالیقین جانتے تھے کہ یہ دونو ہمکو کاذب و خائن جانتے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے کہہ چکے اور خدا کیطرف احتمال کذب کا شیعونکو ہرگز نہیں ہے اور جو کوئی ایسا احتمال کرے اُسکو شیعہ لعنت کرتے ہیں اور کافر سمجھتے ہیں اور نہ بدا سے یہ معنی مراد لیتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک تو ہر کتا اور سور اور گدہا اور گھوڑا اور آدمی وغیرہ خدا ہے اور بعضے اولیاء اہل سنت نے دعوی خدائی کا کیا ہے چنانچہ بایزید بسطامی کہتے تھے کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی پاک ہوں میں بزرگتر ہے شان میری اور کہتے تھے کہ لا الٰہ الا انا فاعبدونی یعنی نہیں معبود ہے کوئی سوا میرے پس پرستش کرو تم مجھکو چنانچہ مولوی روم

بھی انکا حال بیان کرتے ہیں ؎ گفت مستانہ عیاں آں ذوفنون * لا الہ الا انا فاعبدون * با مریداں آں فقیر محتشم * بایزید آمد کہ یک یزداں منم * نیست اندر جبہ ام غیر از خدا * چند جوئی در زمین و در سما * اور منصور حلاج تو انا الحق کہا ہی کرتے تھے مشہور و معروف ہے سو احتمال کذب کا شیعہ ان خداؤں کی طرف کرتے ہونگے نہ خدائے حقیقی خالق ارض و سما کی طرف کہ اسکی طرف ایسا احتمال کرنیوالے کو وہ کافر جانتے ہیں اور عمر کی طرف احتمال صدق اور کذب میں دونوں میں تمہارے ہی واسطے خرابی ہے **قال الشیخ الاشعری** بہر حال انبیاء کی نسبت خداوند کریم کا یہ فرمانا کہ وہ مایوس ہوگئے یا انکو خدا کی نسبت یا وحی کی نسبت احتمال دروغ ہوا بجز اسکے صحیح نہیں ہو سکتا کہ موقع تعریض و عتاب میں مبالغۃً فرما دیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو عبرت ہو اور آپ ایسے خیالات میں نہ پڑجائیں یا اور کسی وجہ سے مبالغۃً فرما دیا ہے سو ایسے ہی حضرت عمر کے قول مذکور کو بھی سمجھئے بہر حال یہ آیت ہمارے مطلب کے لئے ثبوت کامل ہے اور اسی قسم کی بہت سی نظیریں اہل فہم کلام اللہ سے نکال سکتے ہیں کہ اگر معنی ظاہری مراد لیجئے اور قرائن صارفہ کا کچھ خیال نہ کیجئے تو دین و ایمان کی کچھ خیر نہیں سو اگر مولوی صاحب کو کچھ ایمان کا ڈر ہے تو بہر خواہ مخواہ معنی ظاہری پر جو بے لحاظ قرائن خارجیہ کے متبادر الی الفہم ہیں کچھ لحاظ نہ کریں بلکہ معنی مقصود ربانی پر نظر رکھیں یعنی آیہ حتی اذا استیئس الرسل کے یہ معنی لیں کہ انبیاء کو تہ دل میں تو یقین ہی تھا کہ وعدہائے الٰہی صادق ہیں ایک روز نہ ایک روز بیشک امداد الٰہی آنیوالی ہے غرض دل سے کوئی صورت انقطاع امید اور ظن دروغ کی نہ تھی پر جیسے بمقتضائے بشریت ہمارے تمہارے دل میں خدا و رسول کے خیالات فاسد اوپر کے دل میں آجاتے ہیں اور اس سے اعتقاد قلبی میں کچھ فرق نہیں آتا ایسے ہی انبیاء کے دلوں میں بھی بمقتضائے بشریت بنسبت وعدہائے الٰہی خیالات فاسد بے اختیار گزر جاتے ہیں اور خدانخواستہ اطمینان قلبی میں کچھ فتور نہ تھا کہ جو یوں کہیے کہ وہ واقعی ناامید ہوگئے تھے اور یقین ہوگیا تھا کہ وعدہائے الٰہی محض دروغ تھے یا انکے صدق کا یقین نہ رہا تھا مگر چونکہ اس قسم کے خیالات کی وجہ سے گو تہ دل میں نہوں اور بے اختیار ہی آتے ہوں ظاہر نظر میں یوں ہی کہتے ہیں کہ دل میں اعتقاد ہی نہیں یہ بات بعد تامل ہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ فقط اوپر کے خیالات ہیں تو خداوند کریم نے بھی برعایت ظاہر بطور مبالغہ مستعارًا ان خیالات کو بلفظ ظن و بیقراری اور بے تابی بشری کو جسکے لوازم میں سے یہ خیالات ہیں بلفظ یاس تعبیر فرمایا لیکن اسی طرح اگر حضرت علی اور حضرت عباس کی نسبت حضرت عمر کا اس فرمانے کو کہ تم صدیق اکبر کو اور مجھکو کاذب و خائن وغیرہ سمجھتے ہو حضرت علی اور حضرت عباس کی کشیدگی و شکایت پر جو بمقتضائے بشریت برخلاف اعتقاد اور محبت قلبی کی جو تہ دل میں جمی ہوئی تھی اوپر کے دل میں گزرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی محمول کریں تو اس سے زیادہ اور تو کچھ گناہ نہوگا کہ کلام اللہ کی ایک روش اختیار کی اور یہ بات تو حضرت علی اور حضرت عباس نے منہ سے نکالی بھی نہ تھی احتمال ہے کہ حضرت عمر ہی غلط سمجھ گئے ہوں کہ دونو صاحب کچھ اس قسم کا خیال تہ دل میں یا اوپر کے دل میں رکھتے ہیں ہم تو اسکے یہی معنی سمجھتے ہیں جو حضرت عباس نے حضرت علی کو بالمواجہ مجمع عام میں ایسی جلسہ میں بعینہ یہی الفاظ کہے ہیں چنانچہ اسی حدیث میں جسکی حوالہ سے مولوی صاحب حضرت عمر کا حضرت علی اور حضرت عباس کو یوں کہنا کہ تم صدیق اکبر کو کاذب خائن وغیرہ سمجھتے ہو ثابت کرتے ہیں موجود ہے مگر اسکو نقل کاہیکو کرتے یہ تو صدیق اکبر ہی کی ضد ہے بہر حال سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ حق بات یہی ہے جو ہم نے عرض کی ورنہ حاشا و کلا جو حضرت علی اور حضرت عباس کے دلمیں ذرہ برابر صدیق اکبر کی طرف سے بدگمانی ہو مگر افسوس یہی ہے کہ مولوی صاحب اپنی تیرہ درونی کے باعث حضرت عمر بھی اگر بلحاظ ظاہر یوں فرمادیں کہ حضرت علی کے دلمیں صدیق اکبر کی طرف سے کچھ فرق ہے تو بے تحقیق اعتبار کرلیں اور حضرت خود اپنی زبان مبارک سے قسمیں کھا کھا کر ایسے کمالات جو لگ بھگ مرتبہ نبوت کے ہیں صدیق اکبر کی تعریف میں بیان فرمائیں اور علی ہذا القیاس اور ائمہ نے چنانچہ سابقًا بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ مفصلًا مرقوم ہوچکا ہے لیکن تسپر بھی کیا امکان جو مولوی صاحب کے اور سوا انکے اور شیعوں کے دلمیں کا کفر ٹوٹے سبحان اللہ کیا سمجھ ہے صدیق اکبر کی جو کریں حضرت عمر بھی اتبر ہو جائیں اور تعریف ہو تو پھر حضرت علی ہی کہے جاؤ کوئی نہیں سنتا کسی نے سچ کہا ہے کل شیء یرجع الی اصلہ ہم تو نہیں کہہ سکتے پر شیعوں کے طور پر مولوی صاحب کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسی کی اوستادانہ معجزوں پر بھی بنی اسرائیل سیدھے نہوئے اور سامری کے ایک طلسم پر دین ایمان کھو بیٹھے اس تقریر کی بعد مولوی صاحب کو اپنی اس جز اور اعتراض کی قلعی کھل گئی ہوگی

اقول [illegible] بغیر آیت کے جس سے کچھ فائدہ نہیں ہے کاغذ کو سیاہ کئے چلا جاتا ہے اور پیغمبروں کی عیوب نکالتا چلا جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا رحمت خدا سے مایوس ہونا ثابت کرتا چلا جاتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ نہ رحمت خدا سے مایوس ہوئے تھے اور نہ انکو خدا کی اور وحی کی نسبت احتمال دروغ تھا جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں اپنی رائے سے جو چاہتا ہے تراشتا ہے اور بھلا یہاں مبالغہ کو کیا دخل ہے صاف صاف معنی آیت کے یہ ہیں لیکن جس کو دل ہی کی سمجھ میں نہ آئے تو اسکا کیا علاج اور نہ عمر کے قول میں کچھ مبالغہ تھا چنانچہ کئی مرتبہ ہم اسکو لکھ چکے اور اس آیت سے تیرا مطلب ہرگز ثابت نہیں ہے اے شیخ بلکہ اس آیت کو کچھ تعلق ہی نہیں ہے اور آیت میں تحریف کرکے ایک ایسی بات جو اپنی رائے سے پیدا کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو خاطی اور مجرم ٹھہراتا ہے عمر کی خاطر سے اور ایک واہی تاویل ایجاد کرکے عمر کو صاف اور بری کرتا ہے کیونکر ہو سکتا ہے یہ بات کہ کذب خیانت کی تو جم گئی اور عمر کے قول میں ہرگز تاویل نہیں ہو سکتی کہ تاویل کی اسمیں گنجائش ہی نہیں ہے اور کلام اللہ میں اگرچہ ایسی آیتیں ہیں کہ ظاہر معنی اسکے مخالف عقائد کے ہیں لیکن یہ آیت ایسی نہیں ہے اسکے معنی تو صاف ہیں مگر تو جو اہل بیت علیہم السلام کی پیروی سے برگشتہ ہے اسواسطے الٹے معنی تیری سمجھ میں آتے ہیں اور ہم میں اور تم میں یہی فرق ہے کہ تم تو آیت کے وہ معنی بیان کرتے ہو جس سے انبیاء علیہم السلام پر طعن وارد ہو اور ہم وہ معنی کہتے ہیں کہ جس سے طعن انبیاء پر نہونے پاوے اور تمہارا دستور ہے جب کوئی ثلاثہ کی عیوب ذکر کرتا ہے تم اسکے عوض میں انبیاء علیہم السلام کے عیوب اور خطاؤں کی ثابت کرنیں کوشش کرتے ہو اور انبیاء علیہم السلام رحمت خدا سے ہرگز مایوس نہوئے تھے بلکہ انکو یقین تھا وعدہائے الٰہی کے صادق ہونیکا اور منتظر تھے اسکے ایفاکے اور مایوسی انکو قوموں کی ایمان لانے سے ہوگئے تھے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں

نہ وعدہ کئے گئے وفا ہونے پس اور اوپر کے دل سے اور نیچے کے دل سے سب انکو یقین تھا اور جسکو بیمار اور تیمار کے دلونمیں مقتضاء بشریت خیالات فاسدہ گزرتے ہیں انکے دلوں میں نہیں گزرتے اور اگر انکے
دلونمیں بھی گزرتے تو وہ پیغمبر کاہیکے ہوتے اور معصوم کیونکر ہوتے اور ہم میں اور انمیں کیا فرق تھا اور جو کچھ کہ تاویل کی ہے یہ تاویل بھی واہی ہے کہ اسکو عاقل ہرگز پسند نکریگا اور جو کچھ
کہ تاویل کی ہے حضرت عمر میں جاری نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ محبت تو تہ دل میں جمی ہوئی ہو اور اوپر کے دل سے کشیدگی اور ترک تاویل
اول تو اس کشیدگی کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کس جہت سے تھی کوئی ایسا ہی امر عظیم ہوگا کہ جسکی جہت سے ایسے کشیدہ ہوئے کہ انکو کاذب و رخائن جانا سوائے غصب حق کے اور کیا
چیز تھا اور طلب میراث ہی کا مقدمہ در پیش تھا سوائے اسکے اور کوئی امر تو در پیش نہ تھا اور یہ امر نہیں ہے کہ حضرت عمر انکی کشیدگی اوپر کے دل سے جانتے ہوں بلکہ یہ جانتے
تھے کہ یہ ہمکو کاذب اور خائن تہ دل سے جانتے ہیں گو اپنی زبان سے نہیں کہتے ہیں اسواسطے عمر کو یہ حال انکا اس قرینے سے معلوم ہوگیا تھا کہ ابو بکر نے جو روایت لا نورث بیان
کی تو انہوں نے اسکو تسلیم نکیا اور ابو بکر کو اس روایت میں جھوٹا جانکر پھر میرے پاس میراث طلب کرنے آئے اور اگر ابو بکر کو سچا جانتے تو مجھ سے کیوں طلب کرتے
بیشک یہ ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہیں اسواسطے عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا کہ تم دونو ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہو اور کلام اللہ کی یہ روش نہیں ہے
جو کہ تونے اپنی رای ناقص سے بیان کی اور اگر حضرت عمر غلط سمجھ گئے تھے تو ہو سکتا ہے کہ ابو بکر بھی روایت لا نورث ما ترکناہ صدقہ کو غلط سمجھے ہوں کہ حضرت کے ارشاد کے
خلاف سمجھے ہوں اسواسطے کہ خلاف کلام اللہ کے حضرت ایسا کیوں فرماتے اور اس غلط فہمی پر حق وارثوں کا حضرت کے دبانا نچاہیے تھا اور حضرت عباس نے جلسہ عام میں ہرگز ایسا
نہیں فرمایا یہ بھی ایک وضعی فقرہ ہے جیسے کہ اقرار روایت لا نورث ما ترکناہ صدقہ کا وضعی ہے اور اگر واقع میں ایسا ہی ہے تو اسکا جواب بھی تمہارے ذمہ ہے کہ تمہاری کتاب کی
روایت میں آیا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کو تو اس فقرہ کے ذکر کرنے سے کچھ غرض ہی نہ تھی وہ کیوں ذکر کرتے لیکن ہمنے پہلی اس سے اسکا بھی ذکر کر دیا ہے اس روایت کے
بیان کرنیمیں ورنہ یہ فقرہ بھی حضرت عمر کے قول کاذب خائن کی رعایت کے لئے بنایا گیا ہے کہ دیکھو حضرت عباس نے بھی علی کو ایسا کہا ہے لیکن ہمکو اس سے کیا ہمارا مطلب تو جس
بات سے ہے اسی سے ہے اور صدیق اکبر سے ہمکو خواہ مخواہ کچھ ضد نہیں ہے انہوں نے جو سید المرسلین و رخاتم النبیین کی اولاد کا حق دبایا تھا اسواسطے کہتے ہیں اور حضرت علی نے
کسی پیغمبر کی اولاد کا حق نہیں چھین لیا تھا جو انکو کچھ کہتے اور اگر حضرت عباس نے بوجہ حضرت علی کو ایسا کہا ہوگا تو وہ گنہگار ہوئے ہونگے ہمکو اس سے کیا اور حضرت علی اور عباس
کو بدگمانی ابو بکر کیطرف سے مثل آفتاب روشن کے ظاہر ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے پائی جاتی ہے اور ہم لکھ چکے ہیں ورنہ تو اگر اپنی تیرہ درونی کی جہت سے اسکا انکار کرے تو تیرا
انکار میں نہیں جاتا ہے اور جسوقت حضرت عمر بیان کریں کہ علی کو دلمیں ابو بکر کیطرف سے کچھ فرق ہے تو بیشک ہم اسکا بدون تحقیق کے اعتبار کر سکتے کہ وہ دونو یعنی ابو بکر اور عمر آپس میں
دو قالب و رایک جان تھے جب ایسا شخص اپنے ایسے یار کی کوئی بات کہیگا تو اسکا کیونکر اعتبار نہوگا کہ سوا اسکے اور وجوہ سے بھی ہمکو یہ بات ثابت ہے اور اگر حضرت خود تعریف میں انکی ایسے
کمالونکو بیان کریں کہ جو انکے ہمرنگ نبوت کے ہیں تو ایسے بیان ہی سے ہمکو واضح ہو جائیگا کہ یہ وضعی بات ہے اور ان حضرت نے ایسا نہیں فرمایا کہ ہم اور روایات مشہورہ سے انکی
بے کمالی کو جانتے ہیں اور جو کچھ کہ اور آئمہ سے روایتیں بیان کی ہیں ہمنے ان سبکو رد کر دیا ہے اور جواب انکا دیدیا ہے لیکن تسپر بھی کیا امکان ہے اس شیخ کے اور سوا اسکے اور سنیوں
کے دلمیں کا کفر ٹوٹے سبحان اللہ کیا سمجھ ہے کہ ابو بکر کی ہجو اگر حضرت عمر کریں تو وہ غیر معتبر ہو جائیں اور شیعوں کی تعریف اگر جناب رسول خدا صلعم کریں اور بشارت جنت کی دیویں اور
فرمائیں کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ تو کبھی جاؤ کوئی بھی نہیں سنتا سچ کہا ہے کل شئی یرجع الی اصلہ ہم تو نہیں کہہ سکتے پر سنیوں کے طور پر اس شیخ کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسی کے
سینکڑوں معجزوں پر بھی بنی اسرائیل سیدھے نہوئے اور سامری کی ایک طلسم پر دین و ایمان کھو بیٹھے اس تقریر کی بودے شیخ کو اپنی اس پر بوز جواب کی قلعی کھل گئی ہوگی قال الشیخ
الاشعری اور اگر یا اینہما بوجہ بلادت سمجھ نہیں ہے دلیل نتیجہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو کہا وہ واقعی تھا نہ اسمیں کچھ غلطی ہے اسکے سوا ظاہر معنوں کی اور کوئی معنی تو میری عرض یہ ہے کہ مثبت برنزاع
حضرت علی و حضرت عباس کے دلمیں یہی بات ایک دفعہ کو جم گئی ہو کہ صدیق اکبر نے خیانت کی اور جھوٹ بولا کہ رسول اللہ صلعم نے لا نورث ما ترکناہ صدقہ فرمایا ہے لیکن مولوی صاحب وہ تائیں تو سہی کہ اتنا
بات سے انکی کیا ہاتھ لگا حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما السلام کے دست و گریبان ہونیکا قصہ مشہور و معروف ہے اسکے سبب بجز اسکے کچھ اور نہ تھا کہ حضرت موسی یا نوجہ کہ انکی غلطی یہ بات تھی کہ خلاف مرضی
اور مخالف حکم الہی سمجھا نہیں تو انکے تن من میں آگ لگی نہیں دیا برابر اگر کہیں خدا کی نافرمانی نظر پڑ جاتی تھی تم تھامے نہیں تھمتے تھے طور سے لوٹکر جب بچھڑے کی پوجا پاٹ دیکھی تو ایکدفعہ ہی جل بھن گئے تب جو کچھ کہ بنی اسرائیل
نے کیا تو کیا حضرت ہارون بھی انکے شریک حال ہوگئے یا انہوں نے بنی اسرائیل کو نہ روکا جو فساد پھیل گیا بہر حال انکو شریک حال سمجھا یوں سمجھا کہ انہوں نے کسیکو روکا نہیں لیکن اس سمجھنے میں دل تو
حضرت موسی کو کچھ شک نہیں رہا تھا نہیں نوبت یہانتک آئی کہ انکے سر کے بال اور ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچے فقط شک اور تردد میں اتنی بیقیدی تو کم عقل بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ حضرت موسی
جنکا کمال عقل بالیقین معلوم ہے دوسرے یہ بھی سب جانتے ہیں کہ حضرت موسی کی غلط فہمی تھی جو یوں سمجھے ہارون اول تو نبی معصوم تھے ایسے امور میں شریک ہونا یا منع نکرنا منجملہ محالات سے ہے دوسرے
اگر معصوم نہوتے تب واقع میں انسے کچھ خطا ہوئی تھی بے تحقیق فقط ظاہر حال کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ حضرت ہارون نے در باب نہی عن المنکر تقصیر کی ہے یا خود شریک حال ہوئے حضرت

موسی اپنے آپے سے باہر نکل گئے ورنہ حضرت ہارون بہر طور بے خطا تہے شریک حال ہونا کیا منع او زجر و توبیخ میں اُنہوں نے اپنی طرف کچہ کوتاہی نہیں کی تہی تقدیر سے بات راست نہ آئی اب دیکہیے کہ جب ایک معصوم دوسرے معصوم سے اتنی بدظن ہو جاتے ہوں کہ نوبت بہشت مشت کے پہنچے تو حضرت علی اگر فی الجملہ کچہ حضرت ابو بکر کیطرف سے بدگمان ہو جائیں تو کیا حرج ہے اور اہل سنت کو اُسکی تسلیم میں کیا دشواری ہے نہ ابو بکر صدیق اُنکے نزدیک معصوم ہیں جو اُنکی کذب و خیانت کی منسوب ہونے میں کسی رکن ایمان کا تھامنا مشکل پڑ جائے نہ حضرت علی اُنکے اعتقاد میں معصوم کہ اُنکی طرف غلط فہمی کی نسبت کرنیسے کچہ بہی ڈریں اور پہر باینہمہ ہنوز یہ بہی متحقق نہیں کہ بالیقین حضرت علی کے جی میں صدیق اکبر کی طرف سے کچہ گمان فاسد ہو فقط حضرت عمر نے اپنی عندیے کے موافق وہ بہی مبالغۃً ایک بات کہدی ہے ورنہ حضرت علی کا بہ نسبت حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ اقرار کرنا اور پہر حد سے بڑہ کر تعریفیں کرنی چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہے خود اسی امت پر دلالت کرتا ہے کہ دل مرتضوی لبریز حسن اعتقاد صدیق اکبر تہا اسپر بہی اگر مولوی صاحب بزعم خود باتباع حضرت شیر خدا علی مرتضیٰؓ صدیق اکبر کو کاذب و خائن و غادر و آثم سمجہتے ہیں تو بہ نسبت حضرت ہارون دو قدم آگے بڑہ کر اُنکے عصیان اور شراکت شرک کا چہاتی ٹہوک کر اقرار کرینگے کیونکہ اول تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم اور بزعم شیعہ معصوم غلط فہمی سے بہی معصوم ورنہ اہل سنت پر یہ طعن کیوں ہوتا کہ اُنکے امام ابو حنیفہ وغیرہ غلطی کہا سکتے ہیں دوسرے حضرت موسیٰ کا بہ نسبت حضرت ہارون علیہما السلام بالیقین خطا اور سمجہنا بالیقین معلوم ہے تو اس صورت میں کوئی صورت مولوی صاحب کے اس عقیدہ میں کمی کرنیکی نہیں اور حضرت عباس حضرت علی کے بہی بزرگ ہیں پیغمبر نہیں نسب ہی کے سہی تہوڑا بہت کچہ اُنکا بہی اتباع چاہیئے بہت نہیں تہوڑا ہی سہی معہذا حضرت عباس سے رسول اللہ صلعم کو نہایت محبت تہی چنانچہ بحوالہ قاضی نور اللہ شوشتری مرقوم ہو لیا ہے تو اُنکی بات ہاون تولے پاؤ رتی کے نہیں تو کچہ تو اعتبار رکہتی ہوگی سو جس سند سے مولوی صاحب کو صدیق اکبر کی نسبت حضرت علی کا کاذب سمجہنا کچہ معلوم ہوا ہے اُسی روایت میں حضرت علی مرتضیٰ کو بعینہ اُسی طرح بُرا کہنا اُس سے بہی پہلے مذکور ہے بلکہ شاید حضرت عمر نے اُنہیں کی بات سمجہا ہو کہ ایسے معاملات میں اتنی رنج میں ایک دوسرے کو کاذب وغیرہ سمجہتے ہیں اسی قیاس پر اُنہوں نے کہدیا کہ تم صدیق اکبر کو ایسا سمجہتے ہو سو بحکم محبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگی حضرت علی حضرت عباس کا بہی اقتدا چاہیئے اگر عذر بے اعتقادی ہے تو بہت نہیں تہوڑا ہی سہی واہ کیا دین ہے کیا آئین ہے جس مذہب کی ایسے دلائل ہیں وہ خود مذہب کیسا ہوگا قیاس کن ز گلستان من بہار مرا **اقول** جو کوئی تیری پوچ تقریر کو پسند نکرے وہ تو بلادت کی جہت سے ہے اور جو کوئی پسند کرے وہ تیرے نزدیک خوب سمجہا ہوا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے پسندیدہ وہ ہے کہ جسکو اپنا اور بیگانہ سب پسند کریں اور جو کچہ کہ تو نے لکہا ہے اسکو کوئی بہی پسند نکریگا اور بیشک جو کچہ کہ عمر نے کہا تہا کہ تم ہمکو کاذب اور غادر جانتے ہو یہ سب واقعی تہا اور کچہ غلطی اُسمیں نہیں ہے اور ظاہر معنی اُسکے یہی ہیں اور البتہ حضرت علی اور عباس کے دل میں بات جم گئی تہی ابو بکر اور عمر نے دونوں نے خیانت کی ہے اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کے بیان کرنیمیں جہوٹے ہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے دست و گریبان ہونیکا قصہ جو ہے اُس میں تیرا کیا مطلب ہے اور تمہارا دستور ہے کہ جب کوئی ابو بکر اور عمر پر اُنکی بداعمالی کی جہت سے طعن کرتا ہے تو تم اُسکی عوض میں انبیاء علیہم السلام کے عیبونکو ثابت کرتے ہو اور ہم اُسکو دفع کرتے ہیں اسواسطے کہ وہ معصوم ہیں اور معصوم سے بدی کا ظہور میں آنا خلاف عصمت کے ہے متخالفین دونوں ایک جگہہ جمع کیونکر ہوں اور یہہ قصہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کا وہ ہے کہ اسمیں کوئی بات گرفت کی نہیں ہے حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی ڈاڑہی اور سر کے بال پکڑ کر جو اپنی طرف کو کہینچا تہا اسکو تم کہتے ہو کہ حضرت موسیٰ کا یہ فعل بد تہا کہ ہارون بیگناہ کو غلط فہمی کی جہت سے اپنی طرف کو کہینچا سو حضرت موسیٰ نے جو حضرت ہارون کو اپنی طرف کو پکڑ کر کہینچا یہہ فعل اُنکا بد نہ تہا اور نہ حضرت موسیٰ کے سمجہنے میں غلطی تہی بلکہ عمداً کہینچا تہا اور جانتے تہے کہ ہارون اسمیں بیگناہ ہے اور حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کے بال پکڑ کر اپنی طرف کو بنی اسرائیل کے دکہانیکے واسطے اور اُنپر ظاہر کرنیکے واسطے کہینچا تاکہ وہ جانیں کہ وہ فعل ہمارا گوسالہ پرستی کا بڑا سخت اور نہایت ہی بد تہا کہ جسکے واسطے موسیٰ نے غصہ میں ہو کر اپنے بہائی ہارون بیگناہ کی کہ جسکو پیغمبر بہی کہتا ہے ڈاڑہی اور سر کے بال پکڑ کر کہینچے تاکہ وہ لوگ اس فعل کو موسیٰ کے دیکہکر توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت نکریں اور حضرت ہارون بہی اس مصلحت کو سمجہے ہوئے تہے اسیواسطے اُنہوں نے بہی کہا کہ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ یعنی بس نہ تو مجہپر دشمنوں کو اور حضرت موسیٰ نے طلب مغفرت کے دعا اپنے واسطے تو اس لیئے کی کہ مینے بہائی کے ساتہہ مصلحۃً یہ حرکت کی ہے کہ اُسکو کہینچا ہے شاید تیری پسند نہو اور اپنے بہائی کے واسطے اسواسطے مغفرت چاہی کہ اُس نے سختی سے منع نکیا ہوگا اور حلیم و نرم بہت تہے نرمی سے اُنہوں نے منع کیا ہوگا اور بعضے کہتے ہیں کہ اسواسطے حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ نے غصہ ہو کر کہینچا کہ جسوقت بنی اسرائیل نے یہ حرکت گوسالہ پرستی کی کی تہی تو اُسکو دیکہہ کر میرے پاس کیوں نہ چلا آیا کہ اُنپر عذاب نازل ہوتا اور اسی واسطے حضرت موسیٰ نے طلب مغفرت کی اپنے واسطے اور اپنے بہائی کے واسطے دعا کی کہ مصلحت سے جو مینے ہارون کے ساتہہ یہ حرکت کی ہے اور بہائی میرا وہاں سے کیوں نہ چلا گیا لیکن وہ پہلے معنی بہتر ہیں اور یہ بات نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو قصوروار سمجہہ کر اپنی طرف کو کہینچا تہا اور یہ بات کہ حضرت موسیٰ خلاف شرع جو کوئی امر دیکہتے تو اُنکو بہت غصہ آتا تہا اور آپے سے باہر ہو جاتے تہے یہ سب سچ ہے لیکن یہ سمجہنا حضرت موسیٰ کا نعوذ باللہ کہ ہارون بہی اُنکے شریک حال ہو گئے یا اُنہوں نے کسیکو اس حرکت سے روکا نہیں کیونکر درست ہو سکتا ہے اگر ایسا سمجہے تو یا تو حضرت موسیٰ نبی نہ تہے یا حضرت ہارون پیغمبر نہ تہے بلکہ عوام الناس میں سے تہے اور جو کوئی ایسا گمان کرے اُنکی طرف اُسکو ایمان انبیاء پر نہیں ہے اور وہ شخص ایک بڑا افترا کرتا ہے انبیاء علیہم السلام پر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو خدا کا رسول بہی جانیں اور پہر یہ بہی

سمجھیں کہ اس نے شرک کو اختیار کیا بڑی تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ پیغمبر تو ہوگئی لیکن یہ نہ سمجھے کہ پیغمبری کیا چیز ہے ایسے تو حضرت موسیٰ نادان نہتے کہ پیغمبر کو مشرک گوسالہ
پرست گمان کریں تمہارے نزدیک ایسا ہی ہوگا مگر ہم تو اس اعتقاد سے پاک ہیں اور بعد اسکے جو کچھ تو لکہتا ہے کہ اس سمجھنے میں حضرت موسیٰ کو کچھ شک نہیں رہا تھا یہ کہنا تیرا بالکل
غلط ہے بلکہ حضرت موسیٰ یہ سمجھے ہوئے تہے کہ ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے اور ہارون نے انکو روکا ہوگا کہ وہ پیغمبر ہیں اور اسیواسطے وہ پیغمبر ہو کر آتے ہیں کہ لوگوں کو شرک سے منع کریں مگر
لوگوں نے انکا کہنا نہ مانا چنانچہ خدا تعالیٰ حضرت ہارون کے قول کو بیان کرتا ہے جو کہ حضرت موسیٰ سے انہوں نے عذر کیا تہا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی اور انکے بال پکڑ کر جو
حضرت موسیٰ نے کہینچے تو اسی مصلحت سے کہ ہم بیان کر چکے پہلے اس سے اور حضرت موسیٰ کو شک اور تردد اس میں ہرگز نہ تہا بلکہ یقین تہا کہ ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے اور سوا تیرے
کوئی نہیں جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ سے غلط فہمی ہوئی اور جس طرح سے تو کہتا ہے اسطرح وہ سمجھے ہی نہیں تہے بلکہ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تہے کہ ہارون اسمیں بالکل بے قصور ہیں اور بیشک حضرت ہارون
معصوم تہے اور ایسے امور میں شریک ہونا اور منع نکرنا منجملہ محالات ہے اور یہی حضرت موسیٰ سمجھے ہوئے تہے اور اسی لئے انکو بے قصور جانتے تہے اور ظاہر حال سے حضرت موسیٰ یہ سمجھے ہی نہتے کہ
ہارون سے در باب نہی عن المنکر تقصیر ہوئی یا انکے شریک حال ہوئی اور کیونکر شریک ہونیکا گمان کرتے کیا وہ حضرت ہارون کو مشرک جانتے تہے اور حضرت موسیٰ حضرت ہارون سے ہرگز بدظن
نہیں ہوئے اور نوبت یہانتک کی اسی مصلحت سے پہونچی کہ جو لوگوں کو دکہانیکو ایسا کیا تہا تاکہ اس فعل کو نہایت قبیح سمجھکر اس سے توبہ کریں اور آیندہ ایسی حرکت نکریں اور حضرت علی
جو ابو بکر کیطرف سے بدگمان ہوئے باعث اسکا وہی ہے کہ دختر رسول خدا صلعم کا حق دبا بیٹہے اور سوا اسکے بدگمانی اور کس امر کی تہی اور کیا کیا تہا ابو بکر نے حضرت علی کا جو وہ بدگمان ہوتے
اور اہل سنت کو اسکی تسلیم میں دشواری کیوں نہیں ہے کہ ایسا ڈاکو اور لٹیرا لوگوں کا مال ظلم سے غصب کرنیوالا خلیفہ اور نایب رسول نہیں ہو سکتا ہے اور اگر یہی حال ہے خلافت رسول کا
تو سلام ہے ایسی خلافت کو خوب خلافت مقرر کی ہے جو ٹے دغابازوں کے اور حضرت علی کیطرف ہرگز گمان غلط فہمی کا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ دعویٰ انکا مدلل تہا اور ابو بکر کیطرف سے حضرت
علی کو بیشک گمان فاسد تہا کہ اسکے قراین اور علامات موجود تہی اور حضرت عمر کا عندیہ بہی صحیح تہا کہ وہ بہی بیوجہ نہیں کہتے تہے اور مبالغہ نہیں کہتے تہے بلکہ جو کچھ کہ واقع میں تہا
اسکے موافق کہتے تہے اور انکے نزدیک قراین اسکے موجود تہے کیا تمہارے حضرت عمر ایسے یاوہ گو تہے کہ بیوجہ علی اور عباس پر تہمت کرتے اور اقرار روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کا حضرت
علی نے ہرگز نہیں کیا ہے چنانچہ کئی مرتبہ ہم ثابت کر چکے یہ فقرہ بالکل موضوع ہے اور تعریف ابو بکر کی کرنی جیسے کہ ہے خوب معلوم ہے اور جواب اسکا پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور حسن اعتقاد
حضرت علی کو جیسا کہ ابو بکر سے تہا وہ خطبہ شقشقیہ سے جسکا اقرار علماء اہل سنت کرتے ہیں کہ یہہ کلام جناب امیر کا ہے اور بعض روایت اہل سنت سے خوب واضح ہے اور حضرت ہارون ہرگز
شریک بنی اسرائیل کے شرک میں نتہے اور نہ حضرت موسیٰ کا انکی نسبت ایسا گمان تہا تو انبیاء پر بہتان کرتا ہے اور کیونکر ایسا ہو سکتا ہے کہ پیغمبر شرک کو اختیار کریں یا ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر پر
گمان شرک کا کرے پیغمبر تہیرے بازاری آدمی تہیرے کہ شرک کے دفع کرنیکو تو مبعوث ہو کر آئے اور پہر خود ہی شرک کرنے لگیں کیا حضرت موسیٰ پیغمبر کی غرض سے جاہل تہی جو ایسا گمان
حضرت ہارون کی نسبت کرتے اور حضرت موسیٰ بیشک معصوم تہے اور غلط فہمی سے پاک تہے اور غلط فہمی ان سے ہرگز نہیں ہوئی ہے تیری سمجھ ہی کی غلطی ہے اور وجہ حضرت ہارون کی اپنی طرف
کہینچنے کے ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں اور حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو ہرگز خطاوار نہیں سمجہا تہا ابو بکر کی خاطر سے تو انکا خطاوار سمجہنا ثابت کرتا ہے اور ہمارے نزدیک یہ
کہ انکو ہرگز خطاوار نہیں سمجہا تہا اور جو معنی کہ آیت مذکورہ کے صحیح ہیں اسکو ہم بیان کر چکے اور حضرت عباس حضرت علی کے البتہ بزرگ ہیں اس جہت سے کہ وہ انکے چچا ہیں اور یہی
مسلم ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم حضرت عباس سے محبت رکھتے تہے اور حضرت عباس کی بات کا ہمارے نزدیک اعتبار ہی ہے لیکن حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب اور خائن و آثم
اور غادر ہرگز نہیں کہا ہے یہ جملہ اس میں واسطے رعایت حال عمر کے زیادہ کر دیا ہے یہ کیونکر کہ عباس نے بہی نو علی کو ایسا کہا ہے اور کیونکر اعتبار کیا جاوے اسکا کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو
ایسا کہا ہے حضرت علی نے کیا حضرت عباس کا کوئی حق دبا لیا تہا جو ایسا کہتے اور اگر بروایت اہل سنت دونوں متولی ایک زمین کی ہوئی تہی کہ اسکا محاصل فقراء پر تقسیم کر دیا کریں تو
متولی ہونیسے مالک اس زمین کے نہیں ہوگئے تہے کہ عباس کے حق کا دبانا ثابت ہو بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت علی ہی تنہا متولی رہے اور حضرت عباس کو تولیت سے ہٹا دیا اور تولیت ایک عہدہ
ہو تا ہے کسیکی شی مملوک نہیں ہوتی اور حضرت عباس تولیت کے انتظام سے ناواقف ہونگے اور انکی شراکت سے ضرر ہوتا ہوگا اسواسطے انکو ہٹا دیا ہوگا اس میں کاذب اور خائن کہنے کی
کیا صورت ہے اور ہمارے نزدیک تو یہہ تولیت ہی ثابت ہی نہیں ہے یہ بہی ساختہ اور پرداختہ مریدان عمر کا ہے اور حضرت علی اور حضرت عباس ابو بکر اور عمر کو کاذب جانتے تہے تو اس جہت سے
انہوں نے کاذب و خائن جانا اور حضرت علی نے حضرت عباس کی کوئی زمین مملوکہ غصب نہیں کرے تہی اور اسکے غصب کرنیکی حیلہ کو کوئی روایت نہیں بنالی تہی کہ تہا
علی کو کاذب و خائن کہتے اور عباس نے جو علی کو ایسا بیہودہ کلمہ کہا کاذب و خائن تو اسکا جواب بہی اہل سنت ہی کے ذمہ ہے کہ انکی کتابیں لکہا ہے ایسا واہی کلمہ اور ہمارے
ذمہ اسکا جواب بہی نہیں ہے کہ ہم تو اس فقرہ کو موضوع ہی جانتے ہیں کہ بپاس خاطر عمر اسکا اضافہ کر دیا ہے اور حضرت عمر نے کاذب و خائن یہہ سمجھکر نہیں کہا ہے کہ ایسے معاملات میں
ایسا ہی کہدیا کرتے ہیں بلکہ اپنی علم کے موافق کہا ہے کہ انہوں نے باوجود یکہ روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو ابو بکر سے سنا تہا اور پہر جو مجھ سے طلب کرنے آئے تو بیشک یہ ہمکو

کاذب و غادر و خائن جانتے ہیں جو بات کہ راست اور صحیح ہو وہ تو کہنا نہیں ہے اور جو کہتا ہو وہ اُلٹی ہی کہتا ہو وہ کیا دین و دنیا کیا آئین ہو جس مذہب کے ایسے لائق ہیں وہ مذہب کیا ہوگا ؎
قیاس کن ز گلستان من بہار مرا **قال الشیخ الاشعری** اب ایک بات شرح طلب باقی ہے مگر اُسکے بیان میں متردد ہوں یہ خیال کہ وہ بات شاید کسیکے خیال میں
آ جائے تو یہ اندیشہ ہے کہ مبادا کسی متردد کو تردد پیدا ہو یا کسی متعصب کو جائے انگشت نہادن ملے اور جب یہ بھی خیال آتا ہے کہ کبھی یوں ہی ہو جاتا ہے کہ روٹی کھائے تو پھندے مرنے اور
کھائے تو ہیضہ میں جان ہی گذر لیتے ڈرتا ہوں کہ شاید کم فہم سمجھیں اور بیٹھے بٹھلائے گمراہ ہوں میں اگر نہ لکھوں تو شاید خبر بھی نہ ہو لیکن یہ خیال کہ روٹی کو خداوند کریم نے نفع ہی کیلئے بنایا
ہے نقصان ہو جانا تو اتفاقی ہے اسلئے ہیضہ کے اندیشہ سے کوئی کھانا نہیں چھوڑ دیتا میری کلام تو کیا چیز ہے خود کلام ربانی میں کلام ربانی کی نسبت یوں فرماتے ہیں یضل به
کثیرا و یهدی به کثیرا گمراہ کرتا ہے اول ہی ہدایت اسکے بعد پھر جب خداوند کریم نے اپنی بات کو کسی سے نہ چھپایا ہو میں اپنے جی کی بات کو کیوں چھپاؤں جیسے کلام اللہ ربانی اصل
ہدایت کیلئے ہے یوں کوئی اپنی کج فہمی سے بے راہ ہو تو ایسے ہی وہ باتیں جو کلام اللہ و حدیث سے مستنبط ہوئی ہیں اصل میں وہ ہدایت ہی کیلئے ہیں یونہی کوئی بات کے مغز کو نہ سمجھے اور بہک
جائے تو اپنا سر کھائے بہرحال لکھنا ہی مناسب سمجھکر لکھتا ہوں **اقول** جو کچھ تم لکھو گے وہ سب پوچ اور واہی ہے اور جواب شیعوں کے اعتراض کا نہیں ہو سکتا ہے دیکھو گے کہ ہم اسکو کس طرح سے رد
کرینگے اور تمہارے دانت توڑینگے اور کلام ربانی تو بیشک ہدایت کیلئے ہے لیکن تمہارا کلام لوگوں کا گمراہ کرنیوالا ہے اور تم کلام اللہ اور حدیث سے وہ بات استنباط کرتے ہو کہ جسکو کوئی بھی سند
نہیں **قال الشیخ الاشعری** حدیث مالک بن اوس کو میں جسکے بعض مضامین مولوی صاحب نے تحفہ میں درج فرمائے ہیں اور اسکو روایت صحیح مسلم کہا ہے یوں مرقوم ہے
حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو اسی جلسہ میں جس میں دونوں صاحب جھگڑتے ہوئے آئے تھے بغرض الزام یوں بھی فرمایا تھا فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال
ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک و یطلب هذا میراث امراته من ابیها فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا نورث ما ترکناه صدقة
اسکے بعد یہ ہے فرایتماه کاذبا آثما غادرا خائنا حاصل مطلب یہ ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم جب حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اب میں ہوں رسول کا
ولی اور متولی تو تم دونوں آئے تم تو اپنے بھتیجے کی میراث مانگتے تھے اور یہ اپنی بیوی کیطرف سے انکے باپ کی میراث مانگتے تھے اور یہ یعنی بیوی کی طرف انکے باپ کی میراث مانگتے تھے ابوبکر
صدیق اکبر نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے یوں ارشاد فرمایا ہے لا نورث ما ترکناه صدقة سو تم نے انہیں کاذب آثم غادر خائن سمجھا فقط اس سے دو باتیں اہل سنت کی قال کے خلاف
معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حدیث لا نورث ما ترکناه صدقة کو اہل سنت یوں کہتے ہیں کہ اسکے راوی حضرت علی اور حضرت عباس بھی ہیں اور اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں خبر
بھی نہ تھی ورنہ اہل سنت کے اعتقاد کے موافق حضرت علی تو حضرت علی ہیں حضرت عباس کی طرف بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ باوجودیکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سے سن لیا ہو
کہ لا نورث ما ترکناه صدقة پھر طلبگار میراث ہوں دوسرے یہ بات ہے کہ لفظ میراثک اور لفظ میراث امراته اور نیز صدیق اکبر کا یہ جواب دینا کہ رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا کہ لا نورث
ما ترکناه صدقة صاف اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دونوں طالب میراث ہوئے پھر جب ان دونوں صاحبوں کو حدیث مذکور کی خبر ہی نہ ہوئی تو اب یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان
دونوں کا صدیق اکبر کو کاذب وغیرہ سمجھنا اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے انکی میراث نہ دی چنانچہ حضرت عمر نے بھی اس دینے ہی کی تفریع میں یہ بیان فرمایا ہے فرایتماه کاذبا الخ سو
اس صورت میں توجیہ بھی غلط ہو گئی کہ حضرت علی کو صدیق اکبر سے بایں وجہ کچھ کشیدگی تھی کہ وہ انکی تولیت تک کے روادار نہ ہوئے اور اس کشیدگی ہی کی وجہ سے حضرت عمر
نے کہا کہ تم نے صدیق اکبر کو کاذب وغیرہ سمجھا تو اب بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتا تہ دل سے کاذب وغیرہ سمجھا ہو کیونکہ کسیکی میراث کا نہ دینے والا بالیقین خائن ہے البتہ اس حدیث میں
یوں مذکور ہوتا کہ ان دونوں صاحبوں نے صدیق اکبر سے بھی تولیت ہی مانگی تھی جیسے کہ حضرت عمر سے مانگی تھی پر صدیق اکبر نے تولیت سے بوجہ مذکورہ بایں وجہ انکار کیا تو یوں بھی کہنے
کی گنجائش تھی کہ تولیت کے نہ دینے میں کچھ ستم نہیں تولیت کسیکا حق نہیں خلیفہ کو اختیار ہے جسے چاہے سمجھ کے موافق متولی کرے **اقول** دو باتوں کی سوا ایک اور بات بھی خلاف
اعتقاد اہل سنت کے ہوئی اور پہلی اس سے ہم اسکو لکھ چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ابوبکر اور عمر حضرت علی اور حضرت عباس کے نزدیک منافق ہی تھے اسواسطے کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب
صحاح میں لکھا ہے کہ کذب اور خیانت اور اثم اور غدر اوصاف منافق کے ہیں اور بقول عمر علی اور عباس ان اوصاف کو ابوبکر اور عمر میں سمجھتے تھے اسواسطے ابوبکر اور عمر کا منافق ہونا
علی اور عباس کے نزدیک ثابت تھا اور حضرت علی اور حضرت عباس کا راوی روایت لا نورث ما ترکناه صدقة کا ہونا اہل سنت کے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ راوی اسکا مالک بن
اوس ہے اور اس نے کئی شخصوں کا نام بیان کر دیا ہے کہ ان لوگوں نے روایت لا نورث کا اقرار کیا ہے کہ ہم نے جناب رسول خدا صلعم سے یہ روایت سنی ہے اور ایک انہیں سے حضرت علی و حضرت
عباس بھی ہیں اور حال یہ ہے کہ کسی نے انہیں سے جناب رسول خدا صلعم سے روایت لا نورث کو نہیں سنا ہے اگر یہ اشخاص اس روایت کو جناب رسول خدا صلعم سے سنتے تو کوئی شخص تو
گواہی دیتا اسکی جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے دعوی وراثت کا ابوبکر سے کیا تھا اور ابوبکر نے یہ روایت موضوعہ حضرت فاطمہ کے سامنے بیان کرکے حضرت فاطمہ کا دعوی باطل کر دیا تھا
اور حضرت فاطمہ اس روایت کو سنکر اسقدر غضبناک ہوئیں کہ ابوبکر سے تادم واپسیں کلام نہ کیا حضرت فاطمہ کے دعوی کے وقت یہ لوگ کہاں گئے تھے کہ کسی نے بھی نہ کہا کہ ہم نے رسول خدا صلعم سے

روایت نورث کو سنا ہی اور حضرت علی نے تو باوجود سننے اس روایت کے ابوبکر سے گفتگو کی میراث کے مقدمہ میں اور میراث انبیاء کی جاری ہونے میں استدلال کیا کلام اللہ کی آیتوں سے جیسا کہ کنز العمال اور طبقات محمد بن سعد میں لکھا ہی اور بعد اسکے عمر کے زمانہ میں عمر سے میراث کو طلب کیا اگر اس روایت کو جناب رسولخدا صلعم سے سنتے تو پھر کیوں طلب کرتے یہ روایت حضرت علی اور حضرت عباس کے اقرار کرنیکی بالکل موضوع ہی اسمیں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے ورنہ عمر علی اور عباس کو کیوں کہتے کہ تم دونو مجھکو اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے روایت لانورث کو جناب رسولخدا صلعم سے ہرگز نہیں سنا تھا اسواسطے عمر سے بھی میراث کو طلب کیا اور جیسے کہ حضرت علی و حضرت عباس کا اقرار کرنا لکھا ہے اس روایت میں ویسے ہی عثمان کا اقرار کرنا بھی لکھا ہی کہ اس نے بھی اقرار کیا اور گواہی دی کہ میں نے روایت لانورث کو رسولخدا صلعم سے سنا ہی یہ بھی غلط ہی اسواسطے کہ اگر عثمان اس روایت کو سنتے تو ازواج حضرت کی طرف سے واسطے طلب ثمن حصہ کے وکیل کا ہیکو بنتی ازواج کو جواب ہی دیدیتے کہ تمکو ثمن حصہ نہیں پہنچتا ہی اسواسطے کہ ترکہ رسولخدا صلعم کا صدقہ ہی ملیں نہوا یہ نہ امداد وکیل بنتے اور اگر عثمان روایت لانورث کو سنتے تو فدک کو مروان تنہا کی جاگیر میں کاہیکو دیتے چنانچہ یہ قصہ ہم پہلے اسسے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت علی و حضرت عباس و عثمان وغیرہ نے اس روایت لانورث کا اقرار نہیں کیا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو اہل سنت کہتے ہیں کہ اسکے راوی حضرت علی و حضرت عباس بھی ہیں کہنا اسکا غلط ہی اور جس روایت میں انکا اقرار کرنا لکھا ہی وہ روایت بالکل موضوع ہی اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ حضرت علی و حضرت عباس روایت لانورث کو سنتے اور پھر میراث کو طلب کرتے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس روایت موضوعہ کو رسولخدا سے سنا ہی نہیں تھا بلکہ ابوبکر نے اس روایت کو وضع کر لیا تھا اور وضع کرکے حضرت فاطمہ کے روبرو اسکو پڑھا اور حضرت علی نے بھی اسکو سنا لیکن معتبر نہ جانکر پھر دعوی میراث کا کیا اور جو کچھ شیعوں کیطرف سے لکھا ہی اسمیں شبہ نہیں ہے بلکہ اسمیں بھی زیادہ ظاہر ہوتا ہی روایت مسلم سے اور تولیت کا تو شیعہ ذکر ہی نہیں کرتے ہیں ورنہ کوئی ابوبکر سے تولیت کا طالب ہوا تھا اپنی رای ناقص سے ایجاد کرکے کہتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اب ان دونو اعتراضوں کا جواب گوش ہوش سنئے اول تو ہم فرض کریں کہ حضرت علی و حضرت عباس نے تولیت ہی صدیق اکبر سے طلب کی تھی تب ان الفاظ سے کچھ اسکے مخالف انشاء اللہ تعالی نہ نکلیگا اور یہی الفاظ جو حدیث مذکور میں طلب تولیت پر محمول ہوجائینگے گو ظاہر میں طلب میراث ہی پر دلالت کریں وجہ اسکی یہ ہی کہ سابق میں معنی میراث کی تحقیق میں گزر چکا ہی کہ میراث کے معنی حقیقی بھی قائم مقام ہوتا ہی پر اصطلاح فقہا میں میراث بمعنی مشہور میں مخصوص ہوگیا ہی اور اگر معنی حقیقی نہیں تب اسمیں تو کلام ہی نہیں کہ مجاز متعارف ہے چنانچہ محاورات قرآنی میں بہت سے موقع میں اسی معنی میں مستعمل ہی اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَاۗءُ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا اور سوا انکے اور بہی عبارت میں بھی معنی مراد ہیں اول و آیتوں کا ترجمہ تو گزر ہی چکا ہی اور تیسری آیت کا حاصل یہ ہی کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی ہم زمین کے وارث ہونگے اور جو زمین پر رہنے والے ہیں انکے بھی اور ظاہر ہی کہ بمعنی مشہور خداوند کریم کسیکا وارث نہیں الحاصل ان آیات میں میراث سے میراث بمعنی قائم مقام ہونیکی مراد ہی سو تولیت میں بھی ہوتا ہی کہ متولی وقت کرنیوالے کا قائم مقام ہوتا ہی اسصورت میں میراثک من ابن اخیک ... میراث امراۃ من ابیہا کے یا تو یہ معنی ہونگے کہ تو ای عباس اپنے بھتیجے یعنی سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات کے قائم مقام ہونیکی اور انکے ترکہ کے متولی ہونیکی طلبگار ہی اور یہ یعنی حضرت علی ... ہونیکی خواستگار ہی اس تقریر پر تو کلمہ من جو من ابن اخیک اور من ابیہا میں ہے صلہ میراث ہوگا اور مجموعہ صلہ اور موصول کا حاصل قائم مقام ہونا نکلیگا اور یا یوں کہیے کہ قائم مقام ہونا تو فقط لفظ میراث کا مدلول ہی اور لفظ میراث کا صلہ اگر ہی تو محذوف اور کلمہ من مذکور سببیہ ہے اور حاصل مطلب یہ ہوا کہ تم تو قائم مقام ہونیکی یعنی تولیت کے اپنے بھتیجے کی وجہ سے طالب ہوئی اور حضرت علی خسر کے طلبگار ہوئے یہ دو توجیہیں اس نظر سے ہیں کہ میراث کے یہ معنی نہیں جو ابھی معروف ہیں اور اگر یہ اس خاطر شبہ باعتبار معنی حقیقی معنی معروف ہی میں منحصر رکھیں اور پہر اسکو کسی دوسرے معنی کیطرف منقول بھی نکہیں یا سمجھ کر بجز معنی معروف عوام کے اور معنی مستبعد معلوم ہوں تب بھی بہ خلاف معنی مذکور پر دلالت کرنے میں کچھ خرابی نہیں ہو سکتا ہی کہ بطور تشبیہ حضرت عمر نے طلبگاری تولیت کو بوجہ استحقاق قرابت میراث فرمادیا ہو اور بوجہ قرابت استحقاق جتا کر تولیت کے لئے انکو طلب میراث جتنا مشابہت ظاہر ہی اور یہ توجیہ جب ہی بن پڑتی ہی جبکہ مادہ میراث کو معنی معروف میں منحصر رکھیں بلکہ بدستور معنی معروف غیر مشہور ہیں عام سمجھئے چنانچہ ظاہر ہی باقی اس صورت میں اگر کوئی طالب قرینہ صارفہ ہی جو ارادہ معنی حقیقی سے روکے تو اس سے زیادہ اور کیا قرینہ ہوگا کہ دو چار ہی سطر پہلے حضرت علی و حضرت عباس کا اقرار گزرا ہی کہ واقعی رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی لانورث ما ترکناہ صدقۃ لیکن یہ بات قابل بیان باقی رہی کہ ہمنے مانا یہ تینوں توجیہیں صحیح اور حضرت علی و حضرت عباس تولیت ہی کے طلبگار ہوئے تھے طلب میراث کے نہوئے تھے لیکن صدیق اکبر کے اس جواب کو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ما ترکنا صدقۃ طلب تولیت سے کیا علاقہ کیونکہ بالیقین اس حدیث میں میراث سے معنی معروف مراد ہیں اس صورت میں اس سوال و جواب کا وہی حال ہوگا جیسا مشہور ہے سوال از آسمان جواب از ریسمان یا جیسے مثل مشہور ہے زمین کی کہیں تو آسمان کی سنیں اسلئے ہمیں اور بھی تکلیف اٹھانی پڑی خیر ہر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد + **اقول** جواب دونو اعتراضوں کا جو کچھ کہ تو نے لکھا ہی یہ جواب نہیں ہے سوال دیگر جواب دیگر اور یہ اعتراض دل جسپاں جو ہے

ہو سکتا اور بڑے دعوے سے سوال کرنے سے جو کچھ کہ تونے لکھا ہے کیا فائدہ ہے اور ابتک گفتگو نہ کیا تجھ کو سلیقہ تو نصیب ہوا ہی نہیں ہے گفتگو کہ نکو مستعد ہو گئی اور تولیت کا جو فرض کرتا ہے یہاں
تولیت سے بحث کسکو ہے یہاں تو بحث میراث میں ہے اور کس کتاب میں سنی کی یا شیعہ کی لکھا ہے کہ حضرت علی و حضرت عباس ابو بکر سے طالب تولیت کے ہوئے تھے اے اکذب الکاذبین اپنے
جی سے جوڑ کر کسواسطے کہتا ہے یہاں تو گفتگو میراث میں ہے کہ پہلے حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا اور ابو بکر نے جھوٹی روایت بناکر جو حضرت فاطمہ کے دعوی کو رد کیا تو حضرت علی نے
آیات قرآنیہ سے ابو بکر کو جھوٹا ٹھیرایا اور اسکی روایت کو رد کیا اور اسوقت حضرت عباس بھی موجود تھے حضرت فاطمہ اور حضرت عباس تو طالب میراث تھے اور ہمراہ انکے حضرت علی بھی گئے تھے
اور ابو بکر سے گفتگو کی اور ابو بکر نے کہا کہ جیسے کہ میں جانتا ہوں تو بھی جانتا ہے اور بعد اسکے عمر سے دعوی میراث ہی کا حضرت علی اور حضرت عباس نے عمر کے زمانہ میں کیا اور صریح
اُس روایت میں موجود ہے کہ عمر نے حضرت عباس سے کہا کہ تو ابو بکر سے میراث اپنے بھتیجے کی ترکہ میں سے چاہتا ہو کر طلب کرتا تھا اور علی اپنی زوجہ کی میراث طلب کرتا تھا لکھا تو ہے اسمیں
میراث کا لفظ اور یہ اسکو تولیت قرار دیتا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور تولیت کے دینے میں مالک کو اختیار ہوتا ہے جسکو چاہے دیوے - چاہے نہ دیوے اور جسکو چاہے دیوے اور اگر کوئی تولیت کو
حاکم سے طلب کرے اور وہ نہ دیوے تو اسکو جھوٹا اور جھوٹا دغا باز نہیں کہتے ہیں اور نہ اسکا تولیت کے نہ دینے میں کچھ جرم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمر نے علی اور عباس سے کہا کہ تم ابو بکر کو کاذب اور آثم
اور غادر اور خائن جانتے تھے اور مجھکو بھی ایسا ہی جانتے ہو تولیت کے نہ دینے میں تو کوئی پاگل اور دیوانہ بھی ایسا نہ سمجھیگا کہ جو تو جھوٹی جھوٹی باتیں بناتا ہے اور جو حق ہے وہ نہیں کہتا ہے کہ علی اور
عباس نے میراث اپنی طلب کی تھی ابو بکر سے جب ابو بکر نے میراث انکی نہ دی ایک روایت بناکر تو انہوں نے ابو بکر کو کاذب اور خائن جانا اور پھر عمر سے دعوی کیا تو عمر کو یقین ہو گیا کہ باوجود سننے روایت
لا نورث کی ابو بکر سے جو پھر یہ میرے پاس طلب کرنے آئے ہیں بیشک یہ ابو بکر کو اور مجھکو کاذب و خائن جانتے ہیں یہ مطلب روایت کا مسلم کی اور تولیت کو کیا تعلق ہے ابو بکر سے تو تولیت کو کسی نے طلب ہی
نہیں کیا ہے اور عمر سے جو طلب کیا ہے تو اگر تولیت کو تو وہ بعد سکے ہے کہ پہلے عمر نے حضرت علی اور عباس سے یہ کہہ لیا ہے کہ تم ابو بکر کو اور مجھکو کاذب و آثم اور غادر اور خائن جانتے ہو چنانچہ اُس روایت مسلم
کی تا ہے اور ہمارے نزدیک انکی تولیت ثابت نہیں ہے ہم تو حضرت علی کی شان کو ارفع جانتے ہیں اس سے کہ طالب تولیت کے ہوں یا کسیکی تولیت کو قبول کریں اور میراث کو بھی واسطے اتمام حجت کے
طلب کیا تھا اسکے بھی وہ طامع نہ تھے کہ دنیا کو طلاق دیا ہی تھی اور جبکہ تولیت باطل ہوئی تو جو کچھ کہ اُسپر بناکر کے بعد اسکے لکھا ہے وہ سب بھی باطل ہے جواب لکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور
جو الفاظ کہ حدیث میں مسلم کی مذکور ہیں طلب تولیت پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتے اور معنی حقیقی میراث کے قائم مقام ہونے کے نہیں ہیں بلکہ میراث اُس مال کو کہتے ہیں کہ جو مردہ سے کسیکو پہنچے چنانچہ
صراح میں لکھا ہے کہ میراث مالیکہ از مردہ بکسے رسد و کسے وریہی مراد میراث سے فقہا کی ہے چنانچہ کہتے ہیں کیا یہ تیرے باپ کی میراث ہے یعنی کیا تیرے باپ کا مال متروکہ ہے اور قائم مقام ہونے کے معنی مجازی
ہونگے اگر کوئی قرینہ پایا گیا اور میراث مطلق بدون قرینہ کے ہرگز مجاز متعارف نہیں ہے اور پہلے دونو آیتوں میں میراث کے معنی حقیقی ہو سکتے ہیں کہ ذہن تو حقیقت میں خلاہی کی
ہے لیکن ہمکو بیان ہی وارث سکا کیا ہے بعد مرنے مورث کے اور بنی اسرائیل کو وارث کیا فرعونیوں کا بعد انکے مرنیکے کہ وہ انکے سب مال کے گھر اور زمین اور باغ اور اسباب وغیرہ کے وارث ہوئے
اور تیسری آیت میں معنی مجازی مراد ہیں کہ قرینہ اسکا موجود ہے لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ ان تینوں آیتوں میں میراث بمعنی قائم مقام ہو اور اگر ہم فرض کریں کہ معنی قائم مقام ہی ہے تو
اُس روایت میں قائم مقام مراد نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ اسمیں تو صراحۃ یہ لکھا ہے کہ حضرت علی اور عباس اپنا اپنا حصہ میراث کا طلب کرتے تھے نہ رسولخدا صلعم کے قائم مقام ہونیکو اور نہ انکے
ترکہ کا متولی ہونیکو اور تولیت کو تو کچھ علاقہ ہی نہیں ہے کہ ہم اسکو باطل کر چکے ہیں اور اس روایت میں قائم مقام ہونیکے معنی کیا خوب پیدا کئے ہیں کہ بادلاہی جس کو پسند نہ کرے روایت میں
تو یہ ہے کہ وہ دونو نزد صریح رسولخدا صلعم کے ترکہ میں جو کچھ کہ انکو پہنچتا ہے طلب کرتے تھے اور یہ کہتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے قائم مقام ہونیکو طلب کرتے تھے کیسا فریب بازی کیونکر
لوگوں کو دھوکا دیتا ہے لیکن ایسے بیہودہ گو کے دھوکے میں کون آتا ہے اور کلمہ من گو صلہ میراث کا ہو لیکن مجموعہ صلہ اور موصول کا حاصل قائم مقام ہونا نہ نکلیگا جیسے کہ ہم اوپر بیان
کر چکے اور مدلول میراث کا قائم مقام ہونا نہیں ہے بلکہ مدلول اُسکا وہ مال ہے کہ جو مردہ سے زندہ کو پہنچتا ہے اور محذوف کی یہاں کچھ احتیاج نہیں ہے بدون محذوف ہی کے یہاں
معنی صحیح اور درست ہیں اور تولیت کا ابو بکر سے کوئی طالب نہیں ہوا تھا تولیت کا جملہ بالکل وضع اور جھوٹا ہے اور یہ دونو توجیہیں باطل ہیں اور شیعہ تم سے خواستگار میراث کے معنی
حقیقی کے نہیں ہیں وہاں تو بجز معنی حقیقی کے کچھ مراد ہی نہیں ہو سکتے اور حضرت عمر کے نزدیک بھی یہی معنی حقیقی معروف مراد ہیں اور تشبیہ کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے جو معنی کہ میراث
کے لغت میں لکھے ہیں وہی مراد ہیں اور تولیت میں قرابت کو کچھ استحقاق نہیں ہے جسے چاہے متولی کرے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تولیت کی جگہ میراث کہا جائے کیا تولیت کہنا
عمر کو نہیں آتا تھا یہ تو ایسا ہے کہ جیسے ہاتھی کی جگہ گھوڑا بولا جائے یا دن کی جگہ رات بولا جائے یہ شیخ در پردہ حضرت عمر پر طعن کرتا ہے کہ تولیت کی جگہ میراث بول گئے بڑی غلطی ہوگئی
ہے اُنسے اگر یہ شیخ اُنکے زمانہ میں ہوتا تو اُنکی اتالیقی کے لائق تھا اُنسے کہتا کہ میراث کی جگہ تولیت کا لفظ بولنا چاہئے لیکن یہ اسوقت نہوا تو حضرت عمر سے غلطی ہو گئی کہ تولیت کی جگہ
میراث بولے اور لفظ تولیت جو مناسب تھا اُسکو ترک کیا اسواسطے ناچار ہو کر تشبیہ کی صورت نکالنی پڑی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ شیخ حضرت ابو بکر کی
بھی اتالیقی کے لائق تھا کہ اسکو وہ سوجھی جو حضرت ابو بکر کو بھی نہ سوجھی تھی ابو بکر نے تو یہہ کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے مال متروکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے

اور اس نے یہ لکھا کہ ہمارے پیغمبر صلعم کی دنیا میں کوئی چیز مملوک ہی نہتی اس صورت میں قطع نظر وارث کس چیز کی ہوتی اور وہ جو جناب حضرت علی اور حضرت عباس کے اقرار کا دو جا سطر پہلے جو گذرا ہے اُسکو کئی مرتبہ ہم باطل کر چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ یہہ موضوع اپنی لکھ کی بات تھی جسقدر چاہا اُسمیں زیادہ کر دیا اور تو جسمین تمہاری سب باطل ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر سے ہرگز ہرگز تولیت کے طالب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہم لانورث ماترکناہ صدقۃ کو قول رسول اللہ صلعم جانتے ہیں خواہ اسکو تولیت سے کچھ علاقہ ہو خواہ نہو تولیت تو تیری ایجاد کی ہوئی ہے اور روایت لانورث لے ابوبکر واضع ہیں یہ سوال جواب تیری دونوں بیجا ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس تحریر کے شغل کی کلفت بھی آخر انشاءاللہ ایکروز رفع ہونیوالی ہے سو بچشم انصاف اور بگوش ہوش دیکھیئے اور سنئے کہ یہ جواب سوال مذکور کے کسطرح مطابق آتا ہے جناب من جواب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مطابقی دوسرا التزامی مطابقی کے معنی تو یہ سمجھیئے اُس کلام کے معنے مطابقی میں جواب ہو اور جواب التزامی کے ہماری اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ اُسکے معنی مطابقی کو اقرار یا انکار لازم ہو سو اس جواب کو در صورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف سے طلب میراث بمعنی معروف ظہور میں آئی بمنزلہ جواب مطابقی سمجھنا چاہئے کہ حقیقت میں التزامی ہے کیونکہ ان الفاظ میں سے کیسکے معنی مطابقی یہ نہیں کہ میں دونگا یا نہ دونگا مگر چونکہ اس جواب سے انکار ایسا ہی ظاہر ہے جیسا یوں کہدیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا اسلئے اس جواب کو بمنزلہ جواب مطابقی سمجھئے اور در صورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس طالب تولیت ہوئے ہوں تو اس جواب کو التزامی سمجھئے اسلیے کہ اس صورت میں اسکے یہ معنی ہونگے کہ تمہارے متولی کر دینے میں یہ اندیشہ ہے مبادا حضرت فاطمہ کے طلب میراث کے قرینہ سے خلایق کے ذہن نشین نہوجائے کہ نہیں جو دیا ہے تو بطور میراث دیا ہے اور پھر رفتہ رفتہ یہ بات منقول ہوتی رہی یہانتک کہ تمہارے تمہارے بعد اس میں تصرفات مالکانہ ہونے لگیں اور آگے جو پیدا ہونیوالی ہے اسکو میراث سمجھکر بانٹ چونٹ برابر کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے لانورث ماترکناہ صدقۃ یہ جنید بعد اس تقریر کے اس ایک جواب کے دو مختلف سوالوں پر مطابق آنے میں کسی بلید کو تامل رہے تو رہے مگر بنظر احتیاط وہ زیادہ توضیح ایک مثال مرقوم ہے اگر کوئی بادشاہ کسی امیر کی جاگیر اُسکے انتقال کے بعد ضبط کرکے کسی افسر کو یوں حکم دے کہ تم بطور خود لوگوں کو نوکر چاکر رکھکر اُسکا انتظام کر لو تو اُس امیر کی اولاد جسکی جاگیر ضبط ہوتی ہے کسی وجہ سے یوں سمجھتے ہوں کہ یہ جاگیر ہمارے لئے تھی اور اُس افسر کے اچانک نظم و نسق کو دیکھکر یوں کہیں کہ یہ جائداد تو ہماری ہے تم اسکو یوں دباتے ہو لازم یوں ہے کہ اسے ہمارے حوالہ کرو تو اسکا یہ جواب کہ بادشاہ نے اس جاگیر کو ضبط کر لیا ہے تمہیں نہیں مل سکتی جیسا صحیح ہے ویسا ہی اس صورت میں بھی صحیح ہے کہ اُس امیر کی اولاد اپنی جاگیر کے ضبط ہونیسے مطلع ہوں پر لبشہ ورثہ طلب معیشت اُس افسر سے اس بات کے ملتجی ہوں کہ تم آخر کسی نہ کسی کو اسکے انتظام کیلئے نوکر رکھو گے اگر ہمارے ہاتھوں اسکا انتظام کراؤ تو ہم اسکا استحقاق بھی رکھتے ہیں امیر متوفی کی اولاد ہیں مگر اس صورت میں اور اُس صورت میں اتنا فرق ہوگا کہ پہلی صورت میں تو جواب مذکور کافی وافی ہوگا اور دوسری صورت میں بعض مقدمات جواب التزاما سمجھے جاتے ہیں اور حاصل جواب یہ ہے کہ یہ جائداد ضبط ہو چکی ہے اگر تمکو نوکر بھی رکھا جاوے تب بھی یہ اندیشہ ہے کہ کوئی غماز بادشاہ کے کان میں کچھ جا پھونکے اور بادشاہ کے دلمیں خیال متمکن ہو جائے کہ افسر نے امیر زادوں سے کچھ سازش کرکے جائداد کو بدستور رہنے دیا ہے بہر نہ تمہاری خیر نہ میری خیر **اقول** تمہاری تحریر کے مشغلہ کی کلفت البتہ ایک روز رفع ہونیوالی تھی لیکن اس تحریر سے تمکو کچھ فائدہ نہوا جو کچھ تمنے لکھا تھا سب ہبا ہو گیا اس سے تو نہ لکھنا ہی تمہارے واسطے بہتر تھا کہ یہ تو نہ مشہور ہوتا کہ فلانے نے جو کچھ لکھا تھا ایک شخص نے اُسکو باطل کر دیا اور یہ سوال جواب لکھکر تم نے بلا وجہ سیاہ کیا سوا اسکے کہ اپنی اوقات ضائع کی اس سوال کو تو ہم تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں پھر جواب تمنے اُسکا کسواسطے لکھا یہ بات تو تمنے ایسی لکھی ہے اپنے جی سے جوڑ کر کسی سنی کی کتاب میں نہ کسی شیعہ کے اور جملہ تمہارا کوئی جواب نہیں جا سنا ہے نہ مطابقی نہ التزامی اور جن چیزوں کا جواب چاہئے تھا وہ تمسے کچھ نہو سکا اور حضرت علی اور حضرت عباس تو اپنی میراث جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکو پہنچتی تھی وہ طلب کرتی تھی ابوبکر سے تولیت تمنے کہاں سے نکالی اُسکی تو وہ ابوبکر سے طالب ہی نہیں ہوئی تھی اور یہ جو لکھا ہے کہ اس اندیشہ سے تولیت اُنکو نہ دی کہ رفتہ رفتہ اسمیں تصرف مالکانہ کرتے ہو تم تو لکھ چکے ہو کہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کا گھر گھر شہرہ ہو گیا تھا اور سب لوگ جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایسا فرمایا ہے پھر کیونکر وہ اُسکو اپنے ملک کر لیتے اور متولی اُسکے حضرت علی اور حضرت عباس ہوئے تھے سو وہ بھی ابوبکر کے زمانہ تک اور بعد ابوبکر کی عمر کو اُسکی تولیت کا اختیار تھا تمہارے نزدیک کیا علی اور عباس ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کر لیتے اور اگر ہمیشہ کو وہ تولیت ہوتی تو بعد علی اور عباس کے اُنکی اولاد حسنین اور ابن عباس وغیرہ بھی ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کر لیتے اور قرابت کی جہت سے مستحق بھی تولیت کا اُنکو جانتے ہو اور پھر یہہ اندیشہ بھی نکالتے ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر یہی اندیشہ تھا تو عمر نے اُنکو متولی کسواسطے کیا تھا اُنکو بھی چاہئے تھا کہ اس اندیشہ کی جہت سے اُنکو متولی نکرتے بلکہ اُنکے واسطے یہ اندیشہ ضرور تھا کہ بعد اُنکے کوئی ایسا خلیفہ نہ تھا کہ تولیت کو سنبھالتا اور حضرت عثمان جو اُنکے بعد ہوئی تھی وہ تو اپنا اور بیگانہ سب کا خورد و برد کر گئے تھے اور فدک کو مروان کی جاگیر میں کر دیا تھا وہ انتظام تولیت کا کیا کرتے اور باوجود اسکے یہ عمر نے اُنکو متولی کر دیا اور کچھ اندیشہ نکیا یا یہہ کہ ابوبکر کی عقل عمر کی عقل سے زیادہ تھی کہ اُس نے تولیت کو اُنکی منظور کر لیا اور عمر نے منظور نکیا اور عمر کا تولیت کرنا بھی باطل کرتا ہے ابوبکر کی تولیت کو کہ ابوبکر سے کسینے تولیت کو طلب ہی نہیں

کیا تھا اور جو کوئی طلب کرنیکو کہتا ہے وہ جھوٹا اور مفتری ہی اور جس وقت کہ ہمارے نزدیک توقت لیست اور روایت لانورث دونوں باطل ہیں تو جواب کا سوالوں کے مطابق ہی کرنا باطل ہی اور جب باطل ٹھیرے تو بڑا ہی بلید الطبع ہے وہ شخص کہ جو اس سوال و جواب کو پسند کرے اور بعد اسکے ایک مثال بادشاہ اور امیر کی جو دی ہی وہ بھی باطل و بیفائدہ اور زائد ہی اُسکی کیا احتیاج تھی مطلب نامعقول فرضی تو بدون اس مثال کے بھی واضح ہے دلیلیں ہمارے نزدیک تو اُسکی کچھ اصل ہی نہیں ہے اپنی طرف سے جو چاہو فرض کرکے لکھو قلم کسکا کس نے پکڑا ہی **قال الشیخ الاشعری** ۔ دوسرا جواب حضرات شیعہ اپنی حسب دلخواہ یس یعنی یہی سہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس طالب میراث ہی ہوئے تھے لیکن باوجود اس بات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکے تھے کہ لانورث اترکناہ صدقۃ پھر اس طلب کی وجہ یہ ہوئی ہو کہ آدمی تھے بھول گئے جب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا تب یاد آیا سو اس بھولجانے میں حضرت علی کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا بڑے بڑے رسول ہوئے ہوچکے ہیں حضرت آدم کی شان میں خداوند کریم فرماتے ہیں وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ یعنی ہمنے حضرت آدم کو پہلے سے تقید تاکید سب کچھ کردی تھی پھر بھی بھول گئے جب حضرت آدم پیغمبر ذیشان ہوکر خود خدا کی تقید و تاکید کو بھول جائیں تو حضرت علی تو امام ہی تھے وہ پھر حضرت آدم ہی کی اولاد ہیں ورنحلم الولد سر لابیہ اُنکی نسیان کے وارث وہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام بات کو بھول جائیں جس میں کسی قسم کی تاکید و تقید نہیں نہ علے العموم نہ بالخصوص حضرت علی کو تو فرمائے کیا قباحت ہے علی ہذا القیاس حضرت موسی علیہ السلام کا حسب ہدایت خداوندی حضرت خضر کے پاس جانا اور حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے بغرض تعلم علم ملازمت کا درخواست کرنا اور حضرت خضر کا بتاکید تمام یوں کہنا کہ تمسے میرے ساتھ نرہا جائیگا یعنی میری باتیں تمہارے خیال میں نہ آئینگی تم خواہ مخواہ اعتراض کئے جاؤگے پھر ہماری تمہاری کیسے بنیگی پھر ان سب کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ سے عہد لینا کہ اگر میری ہمرہی مدنظر ہے تو جبتک میں نہ بتاؤں تم کسی بات کو نہ پوچھیو یہ سارا قصہ سورہ کہف میں سولھویں سیپارہ کی شروع سے کچھ کم پہلے مذکور ہی اس اعتقاد پر کہ خدا کے بھیجے ہوئے گئے اور اس اہتمام پر کہ سفر دور و دراز قطع کیا اور پھر کیسا کیا انکار اور اقرار ہوئے حضرت خضر کی جلالت قدر اور اُنکی باتوں کا معقول ہونا یکلخت دل سے نکل گیا اور اسپر اپنا عہد بھی بھول گئے چنانچہ حضرت خضر کو مع حضرت موسی علیہ السلام جب ایک گھاٹ کے ملاحوں نے بوجہ اعتقاد بے لئے دیئے سوار کرلیا اور اُنہوں نے بیچ میں جاکر اس کشتی کا تختہ توڑ ڈالا تو حضرت موسی علیہ السلام سے نرہا گیا اور یہ کہہ اُٹھے أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا یعنی ای خضر کیا تمنے کشتی کو اس لئے توڑ دیا کہ بیٹھنے والوں کو ڈبودو تمنے بھی عجب کام کیا کہ کشتی والوں کے احسان کے بدلے یہ نقصان کیا اُسکے جواب میں جب حضرت خضر نے یوں فرمایا أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا یعنی میں تمسے کہا تھا کہ تمسے میرے ساتھ صبر نہو سکیگا تو حضرت موسی علیہ السلام نے یہ عذر کیا لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ یعنی میں بھول گیا تھا تم مواخذہ نکرو الحاصل اس اہتمام اور اس تصدیر اتنی جلدی حضرت موسیٰ بھول گئے ہوں تو پھر حضرت علی کا اتنی دیر کے بعد بھولجانا کچھ بھی بات نہیں حضرت موسیٰ رسول اُولو العزم اور حضرت علی نہ رسول نہ نبی نہ اُولو العزم نہ غیر اُولو العزم باینہمہ کوئی اہتمام و پیش بندی نہ تھی فقط اتنا ہی رسول اللہ صلعم سے ایک بات چلتی چال سُن لی وہ بھی اس طرح پر کہ علی العموم رسول اللہ صلعم نے یہ بات فرمائی کچھ حضرت علی کی تنہا انکی اسمیں تخصیص نتھی اور حضرت موسیٰ کو بالخصوص بات پیش آئی کہ خدا کے بھیجے ہوئے گئے اور آگے جو کچھ گزرا سو گزرا اور اگر نا انصافان شیعہ حضرت موسی و حضرت آدم علیہما السلام کے نسیان پر نہ شرمائیں تو خود سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو جناب باری تعالیٰ عز اسمہ یوں ارشاد فرماتے ہیں وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ یعنی یاد کر اپنے رب کو جب بھول جایا کرے اس سے صاف امکان نسیان نسبت پیغمبر آخر الزمان صلعم ثابت ہے بلکہ شان نزول اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کفار سے ایک بات کا وعدہ کیا کہ کل بتاؤنگا اتفاق سے انشاء اللہ کہنا بھول گئے اُس پر خدا کیطرف سے یہ نصیحت ہوئی معہذا کتب صحاح شیعہ مثل کافی کلینی اور تہذیب ابوجعفر طوسی میں اسانید صحیحہ سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا صلعم کو نماز میں سہو ہوا اور چار رکعت کی جاگہ فقط دو ہی ادا کی پھر جب سرور مرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو امور دینی میں سہو ہوا ہو تو حضرت علی تو امتی ہی ہیں الحاصل ظاہر الامکان یہ بات ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو باوجود حدیث مذکور کو اپنی کانوں سے سُن لینے کی سہو واقع ہوا ہو اور وقت پر یاد نرہا ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ میراث کا قصہ تو ایسا عام ہی کہ سارا جہان اسمیں شریک حسب عادت ہی نوع اگر طلب کی ہو تو کیا بعید ہے لیکن جب صدیق اکبر نے یاد دلایا تب یاد آگیا اسیواسطے حضرت عمر نے جب دونوں کو متولی کردیا تو حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اُٹھا دیا ورنہ متروکہ نبوی میں حق میراث سمجھتے تو گو حضرت عمر نے متولی کرکے دیا تھا حضرت عباس کے قبضہ کو اپنے قبضہ سے مقدم سمجھتے اسلئے کہ وہ حقیقۃً وارث تھے اور حضرت علی خود وارث نتھے حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تھے پھر اپنی خلافت میں سب حقدار و نکو اُنکا حق پہنچاتے ازواج مطہرات کو ازواج مطہرات کا حصہ بانٹ دیتے حضرت عباس کی اولاد کو اُنکا حصہ لگا کر دیتے چونکہ اپنی خلافت میں بھی بدستور سابق رہنے دیا اور تقسیم نکیا اور کیفیت صفحہ ۔ میں چنانچہ بحوالہ اجماع فریقین مرقوم ہوچکا ہی تو پھر بجز اسکے اور کوئی صورت نہیں کہ حضرت صدیق اکبر کے یاد دلانے سے بات یاد آگئی اور اسی لئے حضرت عمر کے سامنے اقرار کیا باقی رہی یہ بات کہ اس صورت میں پھر صدیق اکبر کیطرف سے بدگمانی کی کوئی صورت نہیں جو حضرت عمر نے یوں فرمایا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم وغیرہ سمجھتے تھے سو اسکا جواب یہ ہے کہ بمقتضائے بشریت چنانچہ مرقوم ہوا اُنکے دل میں گاہ و بیگاہ یہ خیال گزرا ہو کہ ہرچند یہ حدیث صحیح ہے لیکن پھر استحقاق تولیت ہمیں بھی تھا اگر ہمیں جو صدیق اکبر نے قبضہ رکھا ہی تو ہو نہو کچھ دال میں کالا ہی اور یہ خیال پیرایہ حال سے یا کسی قال سے حضرت عمر کو مترشح ہوا ہو اسلئے اُنہوں نے بطور تنبیہ و شکایت اُنکے منہ پر کہدیا اور اسی لئے اُنہوں نے بنظر انصاف سکوت فرمایا ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اس تقریر کے بعد امید یوں ہے کہ جنکو خداوند کریم نے عقل سلیم عطا فرمائی ہی اگر کسی نابکار کی صحبت سے بے راہ بھی ہیں تو راہ پر آجائیں

اور جو نہ آئیں تو اپنا سر کھائیں مَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ اب الحمد للہ کہ جمیع امور متعلقہ حدیث صحیح مسلم کے بیان سے فراغت پائی لازم یوں ہی کہ بقیہ خرافات خط مولوی صاحب کا بھی جواب دندان شکن جو مولوی عمار علی صاحب اور نیز دیگر پیشوایان شیعہ کے دانت کیا توڑے منہ ہی پھیر دے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کر کے صفحہ قرطاس و قلم و دوات کو ہاتھ سے دھر دیجے **اقول** یہ جو آپ تو تمہارا ایسا لچر ہے کہ جسکو لڑکے بھی پسند نکریں اور حضرت علی اور عباس کے طالب میراث ہونیمیں کیا شبہ ہی سارے جہان کے آدمیوں سے پوچھو یہی کہینگے کہ وہ طالب میراث ہی تھے اور یہی روایت مذکورہ سے ثابت ہے مگر تو کہ دن کو رات کہنے والا ہے ایسا ہرگز نکہیگا کہ تو بدیہی کا انکار کرنیوالا ہے اور ایسا وہ کون ظالم ہو اور باطن کا اندھا ہے کہ جو یہ کہدیگا کہ علی نے روایت لانورث رسولخدا صلعم سے سنی تھی مگر فراموش کر گئے اور جب ابوبکر نے یاد دلایا تو یاد آیا بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ اکثر اصحاب نے یہ روایت جناب رسولخدا صلعم سے سنی تھی سب بھول گئے حضرت علی کی کیا خصوصیت ہے اسواسطے کہ سوای ابوبکر کے کسیکے پاس روایت نتھی جیسا کہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا ہے اور ابوبکر نے یہ روایت بیان کی ہے تو کسی نے بھی گواہی نہ دی کہ ہمنے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہے کیا سبھی بھول گئے اور اگر حضرت علی اس روایت کو سنکر بھول گئے تھے اور ابوبکر نے یاد دلایا تھا تو انکو یاد آجاتا اور اسکو تسلیم کرتے لیکن انہوں نے تو اسکو مانا ہی نہیں اور ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا جانکر ابوبکر سے گفتگو کی اور اس روایت کے ابطال میں کلام اللہ کی آیتوں سے سند پکڑی اور بعد اسکے عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی میراث کا کیا جسپر عمر نے کہا کہ تم مجھکو بھی کاذب اور خائن جانتے ہو اور اگر یہی جواب شوخی ہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا کہ خلافت بعد میرے حق علی کا ہے اور سوا اسکے اگر کوئی خلیفہ بن بیٹھیگا تو ... خدا اور رسول کی ہوگی اور ابوبکر نے یہ سن لیا تھا مگر بھول گئے اسواسطے خلافت کو ناحق لے بیٹھے کیا اور جب حضرت علی نے یاد دلایا تو یاد آیا لیکن پھر خلافت کو نہ چھوڑا اور اگر انبیاء کو یا علی ہی کو کسی امر کی فراموشی ہو جاتی تو ہوا کرے لیکن احکام خدا میں فراموشی نہیں ہوتی کہ یہ سب تو دی ہیں اگر احکام خدا کو بھولا کریں تو انکے پیغمبر کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ پیغمبر تو خدا کی جانب سے امت کے واسطے حکم لاوے اور پھر اسکو بھول جائے اور ایسے ہی حال حضرت علی کا تھا کہ وہ نائب پیغمبر تھے اور ہادی تھے چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں اور مستدرک حاکم میں اور تاریخ ابن عساکر میں آیہ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کی تفسیر میں لکھا ہے اگر خدا تعالیٰ کے احکام کو فراموش کر جاتے تو بعد رسولخدا صلعم لوگوں کو کیونکر ہدایت کرتے اور انکا فرمانا سلونی قبل ان تفقدونی بیجا ہوتا اور علی الخصوص ایسا بڑا حکم رسولخدا صلعم کی میراث کا کہ جو موجب نزاع عظیم اور ضلالت امت ہو ایسے حکم کو بھول جانا کسیکی عقل میں بھی آتا ہے اور وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ میں معنی نسیان کے ترک کے ہیں چنانچہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے فنسي ترك عهدنا اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا قصہ مشہور ہے اسکے واسطے ایک اشارہ کفایت کرتا تھا لیکن اسقدر جو اسکو طول دیکر کاغذ کو سیاہ کیا اس سے کیا فائدہ ہوا اور اس قصہ میں تو خود خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کا بھلا دینا منظور تھا — نقلی علم کی جہت سے تاکہ حضرت موسیٰ متنبہ ہو جائیں کہ بعضے علوم ایسے ہیں کہ میں نہیں جانتا ہوں اور میرے سوا اور بندے اسکو جانتے ہیں اسواسطے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے حواس باطنہ میں کمالیسی چیز پیدا کر دی تھی کہ وہ اسوقت فی الفور بھول جاتے تھے ورنہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ آدمی باوجود اس تاکید ہونیکے ایسا جلد بھول جاوے اور مسئلہ میراث کے بھولا دینے میں گمراہی مردم ہے اور نیز کیا تو اسوقت حضرت صلعم کے ہمراہ موجود تھا کہ جو تو لکھتا ہے کہ اتفاقا رسول اللہ صلعم سے ایک بات علی نے جو سنی تھی جا لسن لی وہ بھی اسطور پر کہ علی العموم رسول اللہ صلعم نے بیان فرمائی کچھ حضرت علی کی سنانے کی اسمیں تخصیص نتھی یا کسی کتاب میں تو نے دیکھا ہے اے اکذب الکاذبین جھوٹ گھڑکر اپنا ایمان کیوں برباد کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام سے فقط نسیان کا ... جو لکھا ہے ہمکو اسمیں کچھ گفتگو ہی نہیں ہے نسیان انکو ہو گو ہمارا کلام تو احکام جائز اور غیر جائز اور حلال و حرام میں ہے ایسے آدمی اسکو سنکر فراموش نہیں کرتے ہیں اور واذکر ربک اذا نسیت میں نسیان مشیت مراد ہی یعنی جسوقت تو انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھول جائے تو جب تجھے یاد آئے اسوقت تو کہہ اور نسیان حکم مراد نہیں ہے کہ اس کا نسیان تو ہو ہی نہیں سکتا اور تفسیر بیضاوی میں تو اس قول کو یہاں بھی معنی نسیان کے ترک کے لکھے ہیں یعنی جسوقت تو ترک کرے تو بعض اس چیز کو کہ حکم کیا ہے تجھکو اسکا اور کافی میں جو روایت رسولخدا صلعم کو نماز میں سہو ہونیکی آئی ہے وہ بھی سہو ... پہنچانیکا نہیں ہے اور واسطے تعلیم امت کے بھی ہو سکتا ہے اور شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ پیغمبر خدا سے سہو نہیں ہوتا اور ائمہ معصومین سے سہو ہوتا ہے اور جو روایتیں سہو کی ... میں وہ تقیہ پر محمول ہیں چنانچہ تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے اور حضرت علی تو وہ ہیں کہ جو کچھ انہوں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے کبھی فراموش ہی نہیں کیا ہے اور دلیل اسکی آیت قرآنی ... کتب اہل سنت ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ یعنی اور یاد رکھے اس نصیحت کو کان یاد رکھنے والا یہ مضمون تو قرآن کی آیت کا ہے اور طبرانی نے باسناد خود لکھا ہے روایت کی جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسولخدا صلعم نے کہا کہ خداوندا وہ کان علی کا کر جو یاد رکھے اور بعد اسکے علی نے کہا جو کچھ میں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے اسکو کبھی نہیں بھولا ہوں اور تفسیر ... جوامع سنت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ آیت علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت علی سے روایت کی ہے فرمایا کہ فرمایا مجھ سے رسولخدا صلعم نے اپنے سینہ سے لگا کر اے علی مجھکو حکم ... تجھکو اپنے نزدیک کروں اور دور نکروں اپنے سے اور تجھکو تعلیم کروں تو اسکو سنے اور یاد کرے اور فراموش نکرے اور تفسیر ثعلبی میں بھی بعینہ یہی روایت لکھی ہے اور حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ یہ آیت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے نزدیک نازل ہونے اس آیت کے علی سے کہ سوال کیا میں نے خدا سے کہ اس کان کو تیرا کان کردے علی کہتے ہیں کہ تب سے ... اور نہیں ہے واسطے میرے کہ بھولوں میں اور یہی سبب تھا کہ بعد رسولخدا صلعم کے حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ پوچھو تم مجھ سے جو کچھ چاہو پہلے اسکے کہ گم کر دو تم مجھکو اور صحابہ مشکل میں سب حضرت کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور ملا نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر نیشاپوری میں قول صاحب کشاف کا نقل کر کے ذیل میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا علی سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ میں نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا

کان محمد وبیں بشر انا علی ذکر بعد اس ماکے کوئی بات نہیں سمجھ لا میں تو حال ہی حضرت علی کی یاد داشت کا کہ جو قرآن سے ثابت ہے اور یہ شیخ بلا دلیل لکھتا ہی کہ وہ اس روایت کو بھول گئے تھے اور یہ فضیلت ہے
سوائے علی کے کسی صحابی کی حال نہیں اور امکان سہو اور بات ہے اور وقوع میں آنا سہو کا اور بات ہے احتمالات سے کام نہیں چلتا ہے ہم تو اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ جو وقوع میں آئی ہی اور کتب اہلسنت اسکی
شاہد ہیں اور تو ایک احتمال ہی نکالکر جواب دیتا ہی یہ بڑی دلیل ہی تیرے عجز کی جواب سے اور حضرت علی اور حضرت عباس نے روایت لا نورث کو رسول خدا صلعم سے ہرگز نہیں سنا ہی اور اگر سنتے تو البتہ یاد رکھتے اور اگر
بالفرض سنکر بھول گئے تھے تو ابوبکر کے یاد دلانے سے تو یاد کرتے اور طلب کرنا بیوجہ نہیں ہوتا ہی اگر طلب کیا تو اپنا حق جانکر طلب کیا اور بلاوجہ کوئی کسیکے درپے نہیں ہوتا ہی اور نہ عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی
کیا ہی اور نہ علی نے عباس کا قبضہ اٹھایا ہی یہ سب بناوٹ ہی اور اگر تولیت فرض کیجائے اور حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اٹھا دیا ہو تو حق بجانب علی ہی کہ حضرت علی نے یہ خیال کیا ہو کہ یہ باغ متروکہ رسول خدا صلعم
حق فاطمہ زہرا ہی اور بموافق مذہب حق کی اگر وہ عصبہ کو باطل جانتے ہیں حضرت عباس کا اسمیں کچھ حق نہیں ہے اسواسطے حضرت عباس کا قبضہ اسپر سے اٹھا دیا اور حضرت علی کو حضرت فاطمہ کی وفات سے پہلے وارث نہ تھی لیکن بعد وفات
خود وارث بھی ہو گئی تھے اور حسنین علیہما السلام کے ولی بھی اور وکیل حضرت فاطمہ کے اسوقت کیونکر تھی حضرت فاطمہ تو گزر گئی تھیں اور خلافت کا حضرت علی کی یہ حال تھا کہ فدک تو مروان کے قبضہ میں تھا کہ عثمان نے اسکو
اپنی خلافت میں جاگیر اسکی کر دیا تھا مروان سے لینے کا کہیں ذکر ہی نہیں لکھا ہے اور سوا اسکے جو کچھ کسیکے پاس تھا وہ اسی کے پاس رہا آپ بسبب مستقل نہ ہونے خلافت کے اور فرصت نہ دینے دشمنوں کے کسی چیز میں دست انداز
نہیں ہوئے اور بدستور سابق رکھا اور جب خود اپنا ہی حق نہ لیا تو اوروں کو کیا دیتے اور ازواج مطہرات تو اپنا حصہ لے بھی چکی تھیں کہ حجرات پر قابض ہو گئی تھیں انکا حصہ ہوتا ہی کیا تھا سب کا آٹھواں حصہ تھا اور وہ اس سے
زیادہ لے چکی تھیں اور حضرت عباس کی اولاد کو کچھ پہنچتا ہی نہ تھا اور فریقین کا اجماع اسپر نہیں ہے کہ جو تو نے لکھا ہی اگر ہوگا تو اہل سنت کے نزدیک ہوگا اور ابوبکر کی یاد دلانے کا حال ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور عمر سامنے
انہوں نے ہرگز اقرار نہیں کیا وہ بناوٹ جھوٹ ہی اور اس اقرار کو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے ہیں اور کاذب اور خائن جاننا ادنی مومن کا بھی بمقتضائے بشریت درست نہیں ہو سکتا ہی چہ جائیکہ خلیفہ پیغمبر اور نائب رسول کو کیونکر یہ
ہو سکتا ہی کہ کوئی مومن کو اور مومن بھی کیسا کہ سید المومنین ہو اسکو جھوٹا دغا باز بدکار جانے اور شیعہ جو انپر لعنت کرتے ہیں اسمیں اور اسمیں کیا فرق ہی فقط الفاظ کا فرق ہی مآل ایک ہی ہی شیعوں کو بھی اگر
معذور رکھو اگر شیعہ انکو ملعون جانتے ہیں تو حضرت علی اور عباس انکو بقول حضرت فاروق اعظم جھوٹا اور دغا باز بدکار جانتے تھے اور ایک دلمیں دو باتیں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں اور وہ اوپر کا
دل کونسا ہی سوا اس ایک دل کی البتہ یہ ہو سکتا ہی کہ دلمیں کچھ ہو اور زبان پر اسکے مخالف ہو اور ایک دلمیں یا ایک بات پر ایسی دو باتیں مخالف ایک وقت اور ایک آن میں جمع نہیں ہو سکتیں اور تولیت کا
ذکر کیا ہی نہ تو ابوبکر کا ارادہ تولیت کے دینے کا کسیکو ہوا اور نہ کوئی ابوبکر سے تولیت کا طالب ہوا جھوٹی باتیں کیوں لکھتا ہی جھوٹ لکھتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی ہی اور جب ابوبکر کے وہم و خیال میں بھی تولیت
نہ ہو تو سوائے قبضہ کھنچ لینے کی اور کیا کرتی اور دل میں کالا تھا سے شاید یہ مراد ہو کہ ابوبکر نے یہ خیال کیا ہو کہ اگر میں انکو متولی کرونگا تو اپنی زمین سمجھکر دبا بیٹھیں گے سو سکا وہاں وہم بھی نہ تھا اور نہ ابوبکر
کے دلمیں یہ تھا تولیت کسیکو دینا کبھی گوارا تھا لیکن ہاں ہو تو کہو اور جھوٹ لکھنے سے کیا فائدہ اور یہ عمر کو نہ کسیکے قال سے نہ حال سے کہیں سے نہیں معلوم ہوا یہ سب تیری بناوٹ ہی اور سیدھی بات تو یہ ہی کہ حضرت علی اور
حضرت عباس نے ابوبکر کے منہ پر روایت لا نورث کو سنکر تسلیم نہ کیا اور عمر کے زمانہ میں بھی پھر دعوی کیا تو عمر نے جانا کہ یہ دونوں ہمکو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر جانتے ہیں اور میں پوچھتا ہوں کہ خائن
کسیکو کیا حق ہے باپ بیٹے میں جانتے ہیں یا کسی اور امر میں سیدھی بات تو کہتا نہیں ہے جو کہتا ہی الٹی کہتا ہی اور ان دونوں بزرگوں نے جو عمر سے کاذب اور خائن سنکر سکوت کیا اور کچھ عذر نہ کیا کہ ہمکو تم ایسا
کیوں کہتے ہو ہم تو تمکو ایسا نہیں سمجھتے ہیں اور نہ کسی اور نے اسکا انکار کیا اور عمر نے نہ کہا کہ وہ تو ایسا نہیں سمجھتے ہیں تم انکی طرف ایسا گمان کیوں کرتے ہو تو یہ بڑی دلیل ہی عمر کی اس قول کی راستی
کی کہ بیشک وہ ابوبکر اور عمر کو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر جانتے تھے اور اسی نے وہ پوچ گفتگو تحریر کی ہی کہ جسکو خداوند کریم نے عقل سلیم عطا فرمائی ہی گو میری تحریر کو نہ دیکھیں اگر اسکی تحریر کو
دیکھ لے تو سمجھ لیتے ہونگے کہ بڑا یاوہ گو ہے یہی شخص اور اگر تھوڑا سا میلان بھی طرف تسنن کے ہو گیا ہوگا تو انکو تو اسکی تحریر کو دیکھکر شیعہ خالص ہو گئے ہونگے اور کتنے ہو گئے کہ یہ دیوانہ تو نہیں ہے کہ جو ایسے
باولوں کی سی باتیں لکھتا ہی اور مولوی عمار علی صاحب نے صحیح مسلم سے وہ روایت لکھی تھی کہ جسکا جواب معقول اس شیخ سے کچھ نہ ہو سکا تاویلوں اور احتمالوں پر ہی اکتفا کیا لیکن میں نے بھی اسکی
ایسی خبر لی اور ایسا اسکا سر کچلا ہی اور دانت اسکے توڑے ہیں کہ پھر ارادہ گفتگو کا شیعوں سے نہ کریگا اور اس تحریر کو میری دیکھکر بہت نادم اور پشیمان ہوگا اور اپنے جی میں کہیگا کہ کاش میں جواب
مولوی [illegible] صاحب کے نہ لکھتا **قال الشیخ الاشعری** اسکے بعد التماس یوں ہے کہ آگے مولوی عمار علی صاحب یوں رقم فرماتے ہیں اور صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ جب وقت ابوبکر نے فدک کے
دینے سے انکار کیا فاطمہ زہرا اسپر غضبناک ہوئیں اور تمام عمر پھر کبھی اس سے کلام نہ کیا اور صحیح مسلم میں لکھا ہی کہ فاطمہ نے وقت مرنے کے وصیت کی کہ ابوبکر اور عمر سر جنازہ پر نہ آنے پائیں انتہی یہ
عبارت غلط ہی اور بیان لو سے آپکی ترکی تمام ہوئی مگر اہل فہم پر پوشیدہ نہ ہیگا کہ بعد ثبوت مضامین مسطورہ بالا خصوصاً اشارۂ آیۂ یوصیکم اللہ در بارہ مستثنی ہونے سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم کے حکم میراث ہی اور بعد نزول آیۂ ما افاء اللہ در بارہ وقف ہونے فدک وغیرہ اموال فے کے صدیق اکبر پھر بوجہ نہ دینے فدک کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں
البتہ طور حضرات شیعہ خواہ مخواہ کچھ گنجائش لب کشائی ہی کہ حضرت فاطمہ باوجود معصوم ہونیکی چنانچہ عقیدہ شیعہ یہی ہی فدک وغیرہ اموال وقف میں سے کس لئے طلبگار میراث ہوئیں
اور یہ بڑی ہی سقدر کہ صدیق اکبر نے ایک حق بات کہدی تو الٹی غصہ کے مارے ملنا جلنا ملت ملاقات سب ترک کر دی مگر چونکہ سانچ کو آنچ نہیں سچی بات ہر طرح درست ہی اہلسنت
کو اس قدر میں کچھ خوف ہی نہیں جیسے وہ صدیق اکبر کو اس مقدمہ میں بے قصور سمجھتے ہیں حضرت فاطمہ زہرا لخت جگر گوشۂ سید الوری محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی موجب اعتراض نہیں سمجھتے

اور باینہمہ کوئی قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منصوص نہیں ہوتا عیاں راچہ بیان **اقول** ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب جناب رسولخدا صلعم کو اور امت کے لوگوں کی سب کی طرف ہی اور رسولخدا صلعم اُسکے حکم سے مستثنے نہیں ہیں اور یہ بھی ہمنے ثابت کر دیا ہی کہ مال فدک وقف نہ تھا بلکہ ملوک تھا اور جو احتمالات کہ اُسکے وقف ہونیمیں اس شیخ نجدی نے نکالی تھی ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہی اور جب یہ ثابت ہوا کہ متروکہ رسولخدا صلعم وقف نہ تھا تو دعوی حضرت فاطمہ کا صحیح ہی اور اعتراض کے حضرت فاطمہ پر کوئی وجہ نہیں ہی اور نہ کسی ناصبی اور خارجی نے آجتک یہ اعتراض حضرت فاطمہ پر کیا ہی اور ناصبی اور خارجی کو تو عداوت حضرت علی سے ہی نہ حضرت فاطمہ سے مگر تجھکو عداوت حضرت فاطمہ سے بھی ہی اور در پردہ تو اُنپر طعن کرتا ہی اور منسوب کرتا ہی اُسکو طرف خوارج اور نواصب کے اور تجھکو عداوت ہے حضرت فاطمہ سے اس جہت سے کہ وہ ابوبکر پر غضبناک کیوں ہوئیں یہانتک کہ اُس سے کلام کرنا چھوڑ دیا اور جو کچھہ تو بظاہر اُنکی تعظیم کے فقرے لکھتا ہے یہ سب لوگوں کے جتانیکے واسطے ہی کہ کوئی مطعون نکرے اور ہمارے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا بیشک معصوم ہیں کہ عصمت اُنکی قرآن سے ثابت ہے اور دعوی اُنہوں نے اپنے حق کا کیا تھا اُس مال میں کہ ہرگز وہ مال وقف نتھا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھہ چکے اور ابوبکر نے ہرگز ہرگز حق بات نہیں کہی تھی بلکہ ایک روایت مخالف کلام اللہ کے اپنی طرف سے وضع کر کے کہدی تھی اور جب اُنکا حق غصب کر لیا تو ایسے غاصب سے طلب کرنا کیا چاہئے اول تو پہلے ہی سے خلافت کے غصب ہونیسے رنجیدہ تھیں اور پھر یہ مقدمہ پیش آیا تو رنج پر رنج ہوا اسواسطے طلب کرنا ترک کیا اور سا سچ کو بیشک آنچ نہیں ہے لیکن حضرت ابوبکر سچے نتھے روایت مذکورہ میں اور ابوبکر اس مقدمہ میں سراسر قصوروار ہیں جیسا کہ ہم لکھہ چکے اور فاطمہ زہرا پر اعتراض کیونکر ہو اُنہوں نے کیا کیا کہ حق دبایا لیکن تو نواصب اور خوارج کے بہانہ اعتراض ہی ہنر کر چکا ہی اور پھر لکھتا ہی کہ مورد اعتراض اُنکو نہیں سمجھتے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ حق بھی اُنکا غصب ہوا اور پھر وہی مورد اعتراض بھی ہوں اور اگر قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منصوص نہیں ہوتا ہی تو ہمکو اس سے کیا لیکن یہ بھی اُنکا ہی کام ہے کہ جو فتنے دغا بازوں بدکاروں کو موافق قول حضرت عمر کے خلیفہ رسول اور نائب پیغمبر جانتے ہیں اور ایک ایسا قاعدہ کلیہ اہل سنت کے نزدیک ولا ینعزل الامام بالفسق کا کہ اگر امام چوری کرے شراب پیوے زنا کرے اعلام کرے لیکن امامت سے معزول نہیں ہوتا ہی اور جامع الرموز شرح مختصر وقایہ میں تو یہ لکھا ہی کہ کچھہ ایمان بھی شرط نہیں ہے امام کے واسطے اس صورت میں انگریز یا کوئی ہندو بھی اُنکے نزدیک امام ہو سکتا ہی اسیواسطے کیسے ہی افعال ہوں خلیفہ کے لیکن قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منصوص نہیں ہوتا ہی کیسا ہی ظلم کرے اور اگر یہی بات ہی تو پھر کیوں جھگڑتے ہیں ابوبکر کی طرف سے اگر حق فاطمہ غصب کیا تو کیا قباحت ہے امامت میں تو فرق نہیں آتا ہی **قال الشیخ الاشعری** دوسری بات کچھہ دور نہیں کان درست کیجے اور سنئے حضرت فاطمہ زہرا ہرچند سیدۃ النساء ہیں بلکہ اُنکی خاک پائی سرما کا برا ولیاء اُنکے غلامان غلام مورد افضال کبریا اُنکی محبت جو محبت کے طور پر ہو باعث نجات اشقیاء اُنکا اعتقاد جو اعتقاد کی طرح پر ہو باعث ترقی درجات علی لیکن بہر تبہ امتی تھیں نبی نتھیں فہم قرآن مجید میں کچھہ نہ کچھہ حاجت تفسیر نبوی رکھتی تھیں کیونکہ فقط زبان دانی اور قوت فہم دقائق معانی سے وا تکہ کام نہیں چلتا تفصیل اجمال کلام ربانی اور توضیح اشکال آیات فرقانی بجز مورد وحی آسمانی یعنی سرور دوجہان پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ واہلبیتہ واصحابہ وسلم کے متصور نہیں چنانچہ خود خداوند کریم فرماتا ہی اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ یعنی بھیجا ہمنے تم میں رسول تمہیں میں سے جو پڑھتا ہی تمپر ہماری آیات اور سنوارتا ہی تمکو اور تعلیم کرتا ہی تمکو قرآن اور تحقیق بات قطعی ... تعلیم کرتا ہی ... آیتیں تعلیم الفاظ قرآنی پر دلالت کرتا ہی اور تزکیہ جسکے یہ معنی ہیں کہ سنوارتا ہی اور پاک صاف کرتا ہی ... ویعلمکم الکتاب ... تعلیم معانی سے متعلق ہے بعد یتلو علیکم کے یہ فرمانا اسبات پر دلیل کامل ہی کہ تعلیم معانی کی تعلیم ہی ہر چند بعلم میں خطاب تمام امت کی جانب ہو خاص کر مسلمانان ملک عرب کی طرف جو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرف باسلام ہو چکے تھے چنانچہ لفظ منکم سے عیاں ہی تو معلوم ہوا کہ ... معانی قرآن میں محتاج سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور نیز یہ بھی متحقق ہوا کہ تعلیم معانی قرآن کی قابلیت بھی کسی میں نہیں جبتک تزکیہ تمام نہو تب تک تعلیم ... کا موقع ہی اسیواسطے یعلمکم الکتاب بعد یزکیکم فرمایا اور شواہد اس دلیل کے قرآن میں بہت ہیں ... علم پرور پر پوشیدہ نرہیگا اگر قرآن میں ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء فرمایا یعنی اتاری ہمنے تجپر کتاب جس میں ہر چیز کا ہونا بیان ہی اور ایک جا سوا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوروں کو فرماتے ہیں وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا یعنی نہیں دئے گئے تم علم سے مگر تھوڑا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مستثنے ہونیکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ قل ... جو اس سے پہلے ہی اسبات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ قاصد اس خطاب و ... فرمانے کے یعنی پہنچانیوالے ہیں داخل زمرہ مخاطبین نہیں اور باینہمہ یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم بھی قرآن کے دقائق کو خدا کے برابر نہیں سمجھتے ہیں لیکن اسمیں بھی شبہ نہیں کہ اوروں کی نسبت زیادہ سمجھتے ہیں الفضل ما شہدت بہ الاعداء کلام اللہ میں اس قسم کے بہت سے مضامین ملینگے جنسے ہوی حضر کی تصدیق ہو اور سبب کجی طبیعت اُنکے مؤید ہو نکیں کسیوجہ سے تکرار کیسے تو کر دو بتا دیز آیت انا ارسلنا فیکم رسولا کو جو کچھہ بندہ نے عرض کیا ہی وہ کسیکے باپ سے رد نہیں کیا جا سکتا خیر بہرحال حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا درباب فہم معانی قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محتاج ہونا کلام اللہ سے ثابت ہو اور نیز اہل سنت کے نزدیک یہ بات لاریب مسلم ہی اور اسکے مخالف کسی دلیل عقلی یا نقلی سے آجتک کوئی بات اُنکو ثبوت کو نہیں پہنچی اور کیونکر پہنچے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دربارہ فہم قرآن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہونا اظہر من الشمس ہے محتاج دلیل نہیں اسکے خلاف کا غلط ہونا بھی ہر کسیکے نزدیک روشن پھر اگر کسی آیت کے فہم میں بسبب اسکے کہ اسکی تفسیر

زبان گوہر ریز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے اصحابہ نے سنی ہوئی انکا غلطی ہو جاوے اور آسکے کسی اشارہ مخفی کو وہ نہ سمجھے تو اہل انصاف فرمائیں تو اسمیں کیا محال ہے علی ہذا القیاس اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ آجتک کوئی شخص اہل فہم میں سے اُس اشارہ مخفی کو جو حضرت فاطمہ زہرا نے مد نظر رکھا ہو نہ سمجھے وہ تفسیر نبوی سمجھ جائیں تو قباحت ہے نہ اسبات سے کچھ کسر شان حضرت زہرا رضی اللہ عنہا لازم آتی ہے اور نہ اسوجہ سے دوسروں کو انپر فوقیت ہو سکتی ہے **اقول** فاطمہ زہرا علیہا السلام بجمیع اوصاف حمیدہ موصوف تھیں اور بموجب حکم آیہ تطہیر معصوم میں سے تھیں اسواسطے ہم انکو معصوم جانتے ہیں اور پیغمبر اور امام انکو نہیں جانتے ہیں اور معصوم جو ہم انکو جانتے ہیں تو یہ اس شیخ کے نزدیک محبت کے اور اعتقاد کے طور پر نہیں ہے اسیواسطے اس نے کہا اور محبت محبت کے طور پر ہو اور اعتقاد اعتقاد کی طرح ہو اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ امتی تھیں اور نبی نہ تھیں اور قرآن کی تفسیر کے باب میں انکو رسولخدا صلعم کیطرف احتیاج بھی تھی لیکن جناب رسولخدا صلعم نے انکو سب تعلیم کر دیا تھا اور جسقدر کہ دقایق معانی قرآن تھے وہ انپر واضح کر دیے تھے وہ تعلیم رسولخدا صلعم ہر ایک دقیقہ سے آگاہ ہو گئی تھیں اور ایسی کوئی آیت ہی نہ تھی کہ جسکی تفسیر رسولخدا صلعم سے نہ سنی ہو تاکہ اسکی تفسیر کو اپنی رائے سے بیان کرکے اسمیں غلطی کریں اور بموجب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کے خدا تعالی کا حضرت کو حکم تھا انکی تعلیم کے واسطے اور حضرت نے انکو تعلیم کرکے ہر ایک امر کا ماہر کر دیا تھا اور اسی جہت سے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ لا تعلموھم فانھم اعلم منکم یعنی نہ تعلیم کرو تم انکو وہ تم سے زیادہ سیکھی ہوئی ہیں بلکہ حضرت نے تو سب کو تعلیم کر دیا ہے بموجب اس آیہ کے اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کے جو اسمیں لکھی ہے یعنی بھیجا ہمنے تم میں پیغمبر کو تمہیں میں سے کہ پڑھتا ہے اوپر تمہارے آیتیں ہماری اور پاکیزہ کرتا ہے تمکو شرک و معاصی سے اور سکھلاتا ہے تمکو کتاب اور حکمت کو کہ وہ قرآن ہے اور آیتیں جو پڑھتا ہے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ ہماری ایسی آیتیں ہیں کہ جو تمپر پڑھتا ہے کہ مثل انکی فصاحت اور بلاغت میں کوئی نہیں لا سکتا اور تعلیم قرآن سے یہ مراد ہے کہ اُسکے معانی سے سب کو آگاہ کرتا ہے سو سب معانی قرآن سے مطلع ہو گئے مگر بعضے بعضے آدمی جو کہ بلید الطبع اور غبی تھے جیسے کہ خلفاء ثلاثہ وہ البتہ بعضی آیتوں کے مضامین کو باوجود ارشاد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور واضح کرنے حضرت کے نہیں سمجھے اور جو کچھ سمجھے تھے اسکو بھول گئے اسیواسطے غلطیاں کرتے تھے احکام میں اور لوگ انکو تنبیہ کرتے تھے استیعاب میں لکھا ہے کہ میراث دادی و نانی میں غلطی کی ابوبکر نے اور عبد الرحمن نے انکو تنبیہ کیا اور کنز العمال کی کتاب الفرائض میں لکھا ہے کہ خالہ اور پھوپھی کی میراث بھی ابوبکر پر مشتبہ تھی اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ابوبکر کلالہ کو نہیں جانتے تھے کہ کسکو کہتے ہیں اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ حد لواطہ سے ابوبکر کو اطلاع نہ تھی اور تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ اَبّاً کے معنی خلیفہ صاحب نہیں جانتے تھے اسی طرح کثرت سے مجہولات ابوبکر کے ہیں کہاں تک لکھی جائیں اور عمر کے مجہولات تو ابوبکر کے مجہولات سے بھی زیادہ ہیں وہ تو ایسے تھے کہ زنان پردہ نشین ناقص العقل والدین سے زیرک تر تھیں اور حضرت علی کا تو وہ علم ہے کہ جسکا سب کو اقرار ہے اور فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں ہر آیت کو قرآن کی جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی پہاڑ پر یا زمین پر رات کو یا دن کو اور کس مقدمہ میں نازل ہوئی سو اہلبیت کے علم کے برابر اور لوگوں کا علم کیونکر ہو گا اور جناب رسولخدا صلعم نے اپنی آل کو سب امور سے آگاہ کر دیا تھا کوئی ایسی آیت نہ تھی کہ انکی سمجھ سے باقی رہ گئی ہو باوجود اسکے یہ کہنا کہ کسی آیت کی تفسیر رسولخدا صلعم سے نہ سنی ہو اور اسمیں حضرت فاطمہ سے غلطی ہو جاوے اور ابوبکر اسکو سمجھ جاوے یہ کمال تعصب اور بیدینی کی بات ہے کہ جو کہ عالم ہو اور جسکے گھر میں سے قرآن اور علم دین نکلا ہو اور آسکے حق میں رسولخدا فرمائیں کہ انکو تعلیم مت کرو یہ تم سے زیادہ عالم ہیں وہ تو قرآن کے معانی کو نہ سمجھے اور ایک مرد جاہل بلید الطبع کہ جو احکام قرآن سے بخوبی واقف نہ ہو اور غلطیاں کھاتا ہو وہ اسکو سمجھ جاوے اِنَّ ہٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ اور پھر لکھتا ہے کہ کیا محال ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی تو فرماتا ہے کہ ہَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اور اس نے جاہلوں کو علماء پر ترجیح دی ہے اور حضرت علی جو کہ عالم قرآن تھے اور ہر ایک آیت کے حال سے آگاہ تھے اور آنکے حق میں رسولخدا صلعم فرمائیں کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی آنسے شب و روز صحبت حضرت فاطمہ کو رہتی ہو وہ تو قرآن کی آیت کو نہ سمجھیں اور ابوبکر ایک مرد جاہل سمجھ جاوے اور ہمنے فرض کیا کہ حضرت فاطمہ سے غلطی ہوئی تھی لیکن حضرت علی نے اُس غلطی کو کیوں نہ سنبھالا اور حضرت فاطمہ کو غصہ ہونے سے کیوں نہ منع کیا وہ بھی تو موجود تھے بلکہ ابوبکر ہی سے حضرت فاطمہ کیطرف کی گفتگو کی انبیا کے مورث ہونے میں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جو کہ معصوم ہیں انکو تو غلطی پر کہتا ہے اور خطائیں انکی ثابت کرتا ہے اور ابوبکر جو کہ جائز الخطا ہے اسکی بات کو صحیح جانتا ہے کیا دینداری ہے تیری اور حال یہ ہے کہ معاملہ بالعکس ہے کہ معصوم سے خطا نہیں ہو سکتی اور ابوبکر سے اگر غلطی ہو تو کیا مضائقہ ہے ہو سکتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے فرمانے کو ابوبکر نہ سمجھے ہوں روایت لا نورث کی مقدمہ میں حضرت نے کچھ فرمایا ہو اور یہ کچھ اور سمجھے ہوں لیکن ابوبکر کو تو ہرگز نہ کہیگا اور انبیاء اور فاطمہ زہرا علیہم السلام ہی کو غلطی پر بتائیگا اور اس نے جو آیہ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا الخ بیان کرکے لکھا ہے کہ اس سے یہ ثابت ہے کہ بدون سمجھانے رسولخدا صلعم کے کوئی نہیں سمجھتا ہے قرآن کو اور بڑے لاف کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے کسیکے اس سے رد نہیں کیا جا سکتا اور اہل سنت کے نزدیک یہ بات مسلم ہے اور حضرت فاطمہ کا محتاج ہونا معانی قرآن میں رسولخدا کیطرف اظہر من الشمس ہے یہ سب غلط ہے اسواسطے کہ معانی تو اس آیت کے یہ ہیں کہ پیغمبر آیتوں کو ہماری تمپر پڑھتا ہے اور قرآن تمکو سکھاتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اور کوئی زبان عرب کا جاننے والا بھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتا ہے اور بدون سمجھائے رسولخدا صلعم کے کچھ بھی سمجھ میں نہ آوے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی سورہ یوسف کے اول میں فرماتا ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ

یعنی تحقیق نازل کیا ہی ہمنے اسکو قرآن عربی تاکہ سمجھو تم تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی کہ یہ سمجھنا علت ہی زبان عربی میں نازل کرنے کی یعنی زبان جو کہ مدینہ کے لوگوں کی عربی تھی اسواسطے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا کہ وہ خود اسکو سمجھ جائیں ورنہ دوسرے آدمی کے بتانیکے محتاج ہونگے اور سورۂ محمد میں لکھا ہی کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا یعنی پس کیا نہیں سوچتے ہیں اور فکر و تامل نہیں کرتے ہیں وہ قرآن میں کیا انکے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں کہ اسکے نصیحتوں کو جو کہ اسمیں لکھی ہیں نہیں سمجھتے ہیں دیکھو اسمیں علی العموم حکم ہی کہ اسمیں فکر و تامل کرکے خود سمجھیں تو اس شیخ کے نزدیک یہ ہی کہ فاطمہ زہرا تو اسکے سمجھنے میں غلطی کریں اور سب آدمی اسمیں تامل کرکے بے تعلیم رسولخدا صلعم کے سمجھ جائیں اور اس شیخ کے نزدیک یہ ہی کہ فاطمہ زہرا میں سب طرح کی خوبیاں ہیں لیکن جسوقت ابوبکر سے کسی امر میں تکرار ہو تو اسوقت فاطمہ زہرا جھوٹی اور غلطی پر ہیں گو نفس الامر میں حضرت فاطمہ سے غلطی نہوئی ہو اور ابوبکر سچے ہیں اور صواب پر ہیں اور اسمیں کیا قباحت ہے انبیاء علیہم السلام بھی تو غلطی کیا کرتے تھے اور ہمنے فرض کیا کہ اگر کسی امر میں حضرت فاطمہ سے غلطی ہو جائے تو کسر شان انکی نہیں ہوتی ہی لیکن جب غلطی انسے وقوع ہی میں نہ آئی ہو تو ہم کیونکر کہدیں کہ حضرت فاطمہ سے غلطی ہوئی احتمالوں سے مقابلہ میں واقعی امروں کے کام نہیں چلتا ہے

قال الشیخ الاشعری اگر ایک بات کے سمجھ لینے سے سمجھنے والوں کو نہ سمجھنے والوں پر فوقیت ہوا کرتی تو خضر کو حضرت موسی علیہ السلام پر فوقیت ہوتی کیونکہ کشتی کی توڑنے اور لڑکے کے قتل کرنیکی وجہ باوجودیکہ یہ سب حضرت خضر نے بامر خداوندی کیا تھا حضرت موسی علیہ السلام نہ سمجھے اور حضرت خضر ان سب کی وجوہ جانتے تھے چنانچہ واقفان کلام ربانی جانتے ہیں حالانکہ مذہب صحیح یہی ہی کہ حضرت خضر نبی نہ تھے اور اگر تھے بھی تو باجماع امت حضرت موسی حضرت خضر سے افضل ہیں اور حضرت داؤد کا کھیتی کے مقدمہ میں غلطی کھانا اور حضرت سلیمان کا حکم خداوندی کا سمجھنا معروف و مشہور ہے اور قرآن میں مذکور حالانکہ جسوقت یہ قصہ پیش آیا اسوقت حضرت داؤد پیغمبر وقت تھے اور پیغمبر بھی کیسے کہ اولو العزم اور حضرت سلیمان جبتک نبی نہوئے تھے لوگ انکے امام اور باایں ہمہ صغیر السن کیونکہ وقت وفات حضرت داؤد حضرت سلیمان کی عمر کل بارہ برس کی تھی جبتک قصہ پیش آیا جب تو وہ بھی چھوٹی عمر ہوگی پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام حالانکہ نبی وقت اور رسول اولو العزم تھے ایک مسئلہ میں غلطی کریں اور ایک لڑکا نو عمر بات صحیح کہدے تو اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی اگر ایک اشارہ بے تعلیم نہ سمجھیں وہ بھی آیہ یوصیکم اللہ کا اشارہ جو منجملہ آیات قرآن مجید ہی جسکا فہم کامل بجز تفہیم و تعلیم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ممکن نہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور حضرت صدیق اکبر بلکہ آجکل کے پڑھنے لکھنے والے جو کسیطرح حضرت فاطمہ بلکہ انکی خاک پا سے انکے سگ در کی برابر نہیں ہو سکتے بوجہ تعلیم نبوی سمجھ جاویں تو کچھ حرج نہیں علے ہذا القیاس ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک کا فے نہونا معلوم ہو کیونکہ ایسے قصے اکثر مجاہدین اور غازیوں کو معلوم ہوتے ہیں اور باایں ہمہ آیہ ما افاء اللہ سے بھی اراضی فدک کا غیر مملوک احدی ہونا بتامل ہی نکلتا ہی چنانچہ ناظران وجوہ مسطورہ بالا پر جو دربارہ تحقیق غیر مملوک ہونے اراضی فدک لکھے گئی ہیں پوشیدہ نرہیگا اور اسی نہ سمجھنے اور اس بے علمی کے باعث بعد وفات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات حضرت صدیق اکبر سے طالب میراث ہوئے کیونکہ جبتک اشارہ وجوہ اراضی فی یوصیکم اور اشارات مذکورہ پر اور علی ہذا القیاس وجوہ غیر مملوک ہونے اراضی فدک پر جو آیہ ما افاء اللہ کے پس و پیش میں مستنبط ہیں نظر نہو تب تک آیہ یوصیکم اسی طرف ہے کہ پیغمبر آخر الزمان صلعم بھی حکم میراث میں شریک امت ہیں

اقول یہ تو ہم نہیں ... [illegible] ... پر فوقیت ہوتی لیکن ... [illegible] ... تیرے کہنے سے کیونکہ بغیر اون کے نہ سمجھنے والے کو سمجھنے والا کیونکہ مقرر کر دیا اپنی طرف سے اور حضرت موسی اور حضرت خضر کا قصہ جو بیان کیا ہے اس سے اسکو کیا نسبت ہے حضرت موسی کو تو خدا تعالی خود پوشیدہ رکھا کشتی کی توڑنے کی اور لڑکے کی قتل کرنیکی وجہ کو اسواسطے حضرت موسی کو اس وجہ سے جو آگاہ نہیں تھے تو حضرت خضر پر اعتراض کرتے تھے اور حضرت فاطمہ کو تو رسولخدا صلعم نے سب تعلیم کر دیا تھا اور ہر ایک امر سے اور تفسیر قرآن سے آگاہ کر دیا تھا اور اگر تعلیم نہ کرتے تو حضرت پر اعتراض جناب باری عزاسمہ ہوتا اسواسطے کہ انکو حکم تھا تعلیم کر دینے کا پھر حضرت فاطمہ کیونکر غلطی کرتیں اور کیوں نہ سمجھتیں اور حضرت داؤد نے بھی کھیتی کے مقدمہ میں اگر غلطی نہیں کھائی تو اوپر تہمت کرتا ہی بلکہ انہوں نے موافق اس حکم کے فیصلہ کیا تھا جو کہ پہلے سے چلا آتا تھا اور حضرت سلیمان کو خدا تعالی نے دوسری طرح سمجھا دیا تھا انہوں نے اسکے موافق کہا اس صورت میں حکم حضرت سلیمان کا ناسخ ہوگا حضرت داؤد کے حکم کا اسواسطے کہ دونوں خدا ہی کے حکم تھے اور غلطی حضرت داؤد نہیں موسی ہی اور حضرت فاطمہ کو تو سب کچھ رسولخدا صلعم نے تعلیم کر دیا تھا انکو یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ کوئی اشارہ تعلیم نہ سمجھیں وہ تو سب سمجھے ہوئی تھیں اور آیہ یوصیکم اللہ کو خود سمجھ لی تھیں چنانچہ یہ بات تم نے تمہارا یہ قول ... کا حکم عام جانکر انہوں نے دعوی میراث کا کیا چنانچہ پہلے اس سے تفسیر کبیر سے لکھ چکے ہیں اور ابوبکر اور آجکل کے پڑھنے لکھنے والے حضرت فاطمہ کے برابر ہرگز نہیں سمجھ سکتے ہیں انکو برابر میں تعلیم رسولخدا صلعم کی تھی اور یہ لوگ جو کچھ کہینگے اپنی رای سے کہینگے خواہ غلط ہو خواہ صحیح ہو اور جو کوئی حضرت فاطمہ کے قول کے مخالف کہیگا بیشک قول اسکا غلط ہوگا اور ایسا ہی نہیں ہو سکتا کہ جسوقت رسولخدا صلعم نے انکو سب کچھ تعلیم کر دیا ہو تو فدک کا فے ہونا انکو معلوم نہو فدک تو وہ ہی کہ ابوبکر ہی جسکا دعوی حضرت فاطمہ نے کیا تھا کہ مجھکو میرے باپ نے ہبہ کیا ہی اور یہ سب اہلسنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں بلکہ ہبہ دینا بھی لکھا ہی اور اسیلئے دعوی ہبہ کا کیا تھا اور جب ابوبکر نے فدک انکو نہ دیا تو پھر دعوی میراث کا کیا چنانچہ پہلے اس سے ذکر ہو لیا ہی پھر حضرت فاطمہ کو فدک کا فے ہونا کیونکر نہ معلوم ہوتا اور آیہ ما افاء اللہ ہی سے فدک کا فے ہونا بخوبی معلوم ہوتا ہی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور جو وجوہ تمنے اسکے مملوک نہونیکی لکھی ہیں ہمنے ان سب کو باطل کر دیا ہی اور حضرت فاطمہ بے علم ہرگز نہیں بلکہ خوب سمجھی ہوئی تھیں اسواسطے بعد رسولخدا صلعم کے ابوبکر سے دعوی میراث کا کیا تھا اور حضرت فاطمہ ان وجوہ کو مملوک نہونیکی جو تمنے لکھا ہے

سب کو باطل جانتی تھیں اور حکم آیۂ یوصیکم اللہ کا واسطے رسول صلعم کے اور امت کے سب کے واسطے عام جانتی تھیں بموجب تعلیم رسول خدا صلعم کے اسواسطے دعویٰ میراث کا ابوبکر سے کیا
قال الشیخ الاشعری مگر جب صدیق اکبر نے حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سنادی ہو تب اس طلبگاری سے ایک گونہ ندامت اور رنج حاصل ہوا ہو کیونکہ انبیاء اور مرسلین اور صدیقین اور
کاملین کو لازم ہے کہ اگر کوئی بے اعتدالی اُنسے ظہور میں آئی تو بعد اطلاع اُسپر ندامت ہوا کرے چنانچہ حضرت آدم گیہوں کے کھالینے پر نادم ہوا اور علی ہذا القیاس حضرت نوح علیہ السلام
کا دعاء نجات فرزند سے نادم اور پشیمان ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل قبطی سے شرمندہ ہونا خود قرآن میں موجود ہے اور اس امر کے باعث حضرت صدیق اکبر سے ربط و ضبط میں فرق
آگیا ہو اور ملنا رلنا بدستور سابق نرہا ہو۔ یہ کہ ملے بھی کلام وسلام کی نوبت نہ آئی ہو کیونکہ اس طرح کی متارکہ تین دن سے زیادہ حرام ہے چہ جائیکہ تمام عمر وہ بھی ایسے مسلمان میں
بہر حال ترک کلام میں جو بعض روایات میں ہے اہل سنت کے نزدیک حضرت فاطمہ کیطرف کچھ حرف نہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کلام نکرنے سے یہ مراد ہو کہ جب حدیث لانورث سن لی تو پھر
فدک کے مقدمہ میں کچھ چون و چرا نہیں کی اور صدیق اکبر کے چھوڑ دینے سے یہ مراد ہے کہ چپکے ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہیں اور بعد حدیث مذکور کے سن لینے کے پھر اُنکا پیچھا نہیں لیا اور کیونکر
ایسی اگر ایسا ہو تو حضرت فاطمہ اور دنیاداروں میں کیا فرق رہا مگر صدیق اکبر نے بتقاضاء محبت و اعتقاد و نیازمندی و انقیاد اس ملنے کو غصہ پر محمول کر کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
کے در دولت پر حاضر ہوئے ہوں اور علی ہذا القیاس اور لوگ بھی اسی غصہ ہی سمجھے ہوں اور اسی لئے صدیق اکبر نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لئے اندر بھیجا ہو اور حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے تسکین صدیق اکبر کے لئے اظہار رضا اور خوشی کر دیا ہو **اقول** اے ناصبی دشمن فاطمہ زہرا الٹا حضرت فاطمہ ہی کو تو الزام دیتا ہے کہ وہ دعویٰ میراث کر کے نادم
اور پشیمان ہوئیں اور حال یہ ہے کہ تمام علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے روایت لانورث کو سنکر ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور کلام کرنا اُنسے چھوڑ دیا اور تو کہتا ہے کہ نادم ہو کر بیٹھ رہیں آخر
تو نے بھی اس اعتقاد فاسد کی سزا پائی کہ اہل ملہ نے تیرے ارتداد کا فتوی لکھا کسی امر ہی کی جہت سے بھی اور نادم کیونکر ہوئیں حضرت فاطمہ اگر نادم ہوتیں تو ابوبکر سے عذر کرتیں کہ مجھکو
اس روایت لانورث کی خبر نتھی اسواسطے میں نے دعویٰ میراث کا کیا تھا وہ تو غصہ ہوئیں ابوبکر پر کیا غصہ کو ندامت کہتے ہیں اور غصہ انکا صاف ابوبکر کے جھوٹ بولنے پر دلالت کرتا ہے اور
نادم تو اسوقت ہوتیں کہ جب جانتیں کہ ابوبکر اس روایت میں راست گو ہیں انہوں نے ابوبکر کو اس روایت میں دروغگو ہی جانا تھا اوسیواسطے جسوقت حضرت علی نے اس روایت کو ابوبکر سے
سنا تو اسکے رد میں کلام اللہ کی آیتوں سے استدلال کیا اور ابوبکر کو اسکا جواب نہ آیا چنانچہ ہم پہلے اسکو اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور اگر ابوبکر اس روایت میں سچے ہوتے اور حضرت
فاطمہ کو یہ روایت سنکر ندامت ہوتی تو حضرت علی اور حضرت عباس عمر کی خلافت میں عمر سے دعویٰ کا ہے کو کرتے اور ابوبکر اور عمر کو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن کا ہے کو سمجھتے جو بات لکھتا ہے
احتمالی لکھتا ہے کہ رنج حاصل ہوا ہو اور فلانی بات یوں ہوئی ہو اور سے کوئی بھی دلیل واقعی تیری پاس نہیں ہے کہ جسکو علماء نے لکھا ہو ورنہ وہ قابل جواب کے ہو تیری کتب صحاح میں تو یہ لکھا ہے کہ حضرت
فاطمہ ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ملنا رلنا اُس سے بالکل ترک کیا اُسکے کہ ہاجرت ہی اختیار کی اور تو برخلاف اپنی کتب کے کہتا ہے کہ نادم ہو کر بیٹھ رہیں اور اگر انبیاء اور صدیقین وغیرہم کوئی
بے اعتدالی کریں اور بعد اطلاع نادم ہوں تو یہ کیا لازم ہے اسکو کہ حضرت فاطمہ بھی نادم ہوئی ہوں بے اعتدالی کی جہت سے حضرت فاطمہ نے تو بموجب حکم خدا کے میراث کو طلب کیا تھا اور ایک شخص نے
مخالف حکم خدا کے ایک بات بیان کی تو انہیں ندامت کی کون وجہ ہے۔ انتہای کار یہ ہے کہ یوں سمجھی ہونگی کہ یوں بھی ہو گا لیکن میں نے رسول خدا صلعم سے ایسا نہیں سنا ہے اور نادم ہونیکی کیا وجہ ہے
خدا کے حکم کے موافق جو حضرت فاطمہ نے اپنا حق طلب کیا تو تیری نزدیک بے اعتدالی ٹھیری اور جو شخص کہ خلاف حکم خدا کے بیان کرے وہ تیرے نزدیک صحیح اور درست ہے اور ابوبکر سے جو ربط اور ضبط
میں فرق آیا وہ ناخوشنودی کی جہت سے تھا چنانچہ تیری کتب صحاح میں لکھا ہے کہ سنتے ہی غضبناک ہو گئیں اور جسوقت آدمی نادم ہوتا ہے تو بسبب شرمندگی کے سر اسکا نیچے ہو جاتا ہے
اور پہر حرف بھی نہیں آتا ہے چہ جائکہ غضبناک ہونا اور تین دن سے زیادہ متارکہ اُسوقت حرام ہو گی کہ جسوقت جانبین سے اپنے ایمان پر قائم ہوں اور جسوقت کہ ایک شخص صریح بے ایمانی
کا کام کرے اور ظلم کر کے گلے پر چھری پھیری تو اسکی متارکہ حرام نہیں ہے اور ترک کلام میں حضرت فاطمہ کیطرف حرف کیا ہوا انکا ترک کلام اپنے موقع پر تھا کہ اُنکے نزدیک ابوبکر قابل کلام
کرنے ہی کے نرہے تھے جسوقت کہ انہوں نے ظلم کیا اور حق بجانب فاطمہ تھا اور یہ کہنا کہ روایت لانورث سنکر حضرت فاطمہ نے فدک کے مقدمہ میں کلام نکیا یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ جب ہاجرت ہی
اختیار کی تو پھر بالکل ہی کلام نکیا کیا فدک اور کیا غیر فدک کے کلام نکرنے میں کچھ خصوصیت نہیں ہے اور یہی تنقیح شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ لفظ فہجرت ابابکر ولم تزل مہاجرۃ
حتی توفیت رد کرتا ہے اس امر کو جو ترمذی نے اپنی شیخ علی بن عیسیٰ سے حکایت کی ہے کہ خاص میراث میں کلام نکیا اور جبکہ حضرت فاطمہ سنتی ہی روایت لانورث کو غضبناک ہو گئیں
تو میراث کے مقدمہ میں کلام نکرنیکی کیا خصوصیت ہے بلکہ مطلق کلام کرنا ناراض ہو کر ترک کیا اور اگر اپنے گھر میں چپکی بیٹھ رہیں تو ابوبکر کو راست گو جانکر نہیں بیٹھیں بلکہ صبر کرکے بیٹھ رہیں
ابوبکر سے ناراض ہو کر جیسا کہ نسوان شرفا کا دستور ہے اور تیرے نزدیک تو بہتر یہ تھا کہ فاطمہ ابوبکر سے دو بدو گفتگو کرتیں اور ہمیشہ نزاع رکھتیں یہ شعار حضرت فاطمہ کا نتھا یہ کام تو حضرت عائشہ کا
تھا کہ اپنے گھر کو چھوڑ کر خلاف حکم خدا کے حضرت علی سے لڑنے بصرہ کو چلی گئیں اور خچر پر سوار ہو کر گھر سے باہر نکلیں اور حضرت امام حسن کے جنازہ پر تیر برسائے اور ابوبکر کو اعتقاد و محبت حضرت فاطمہ سے
کچھ نتھی اگر ایسا ہوتا تو ابوبکر کے نزدیک فدک حق فقراء تھا لیکن سب مسلمانوں سے بحل کرواکے حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیتے انکو اختیار تھا جیسا کہ رسول خدا صلعم نے حضرت زینب دختر خدیجہ کے ہار کا

قلادہ جو کہ انہوں نے اپنے شوہر کے فدیہ میں دیا تھا سب مسلمانوں سے بحل کروا کے انکو واپس کر دیا لیکن ابو بکر کو تو فاطمہ زہرا کا آزردہ کرنا منظور تھا وہ کیوں دیتے اور عثمان نے تو کسی سے پوچھا بھی نہیں تھا بدون بحل کرائے ہی مروان کو فدک دیدیا اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں فدک کے نہ دینے کی ایک اور وجہ نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ میں نے علی بن علی الفارقی الشافعی مدرس عربی مدرسہ بغداد سے پوچھا کہ کیا فاطمہ زہرا سچی تھیں کہا ہاں سچی تھیں میں نے کہا پھر ابو بکر نے فدک انکو کیوں نہ دیا جسوقت کہ وہ انکے نزدیک سچی تھیں یہ سنکر تبسم کیا اور ایک کلام لطیف جواب میں فرمایا باوجودیکہ عادت انکی خوش طبعی کی نتھی کہا کہ اگر آج ابو بکر فدک فاطمہ کو دیدیتے تو کل کو فاطمہ ابو بکر کے پاس جا کر اپنے شوہر کے واسطے دعویٰ خلافت کا کرتی اور ابو بکر کو خلافت سے دور کرتی اور پھر کچھ عذر ابو بکر کو خلافت کے چھوڑ دینے میں نہ تھا اور ابو بکر کے نزدیک فاطمہ کے دعوی کے راست ہونے میں کچھ شبہ نہ تھا اور نہ ملنا حضرت فاطمہ کا ابو بکر محمول غصہ پر نہیں ہے بلکہ حقیقت میں غصہ ہو گئی تھیں ابو بکر سے ناراض ہو کر جیسے کہ روایات صحیحہ میں وارد ہے اور سب آدمی ایسا ہی جانتے تھے اور ابو بکر کا دروازہ فاطمہ پر حاضر ہونا اور علی مرتضیٰ کو واسطے سفارش کے اندر بھیجنا اور حضرت فاطمہ کا ابو بکر سے راضی ہو جانا سب غلط ہے اور یہ روایت شعبی و اوزاعی کی ہے اور باطل کرتی ہے اسکو روایت اصح الکتب بخاری کی ایک جگہ تو صحیح بخاری میں ہے کہ فغضبت فاطمة بنت رسول الله وهجرت ابا بكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله ستة اشهر اور دوسری جگہ صحیح بخاری میں غزوۂ خیبر کے ذکر میں یہ روایت ہے فوجدت فاطمة على ابي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد النبي ستة اشهر اور حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ غضب و غصہ میں ہوئی فاطمہ دختر رسول خدا صلعم اور ترک کر دیا ابو بکر کو کہ ملنا اس سے چھوڑ دیا پس ہمیشہ ابو بکر سے مفارقت کی اور کبھی نہ ملی اور نہ کبھی ابو بکر سے کلام کیا یہانتک کہ وفات پائی اور زندہ رہی بعد رسول خدا صلعم کے چھ مہینے دیکھو ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر سے کبھی نہ ملیں اور نہ کبھی کلام کیا انکے غصہ کے راضی ہونا تو کہاں سو صحیح بخاری کی روایت کے مخالف جو روایت ہوگی وہ باطل ہوگی اسواسطے وہ روایت شعبی و اوزاعی کی بھی باطل ہے جسمیں حضرت فاطمہ کا راضی ہونا لکھا ہے ورنہ صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ نہ کہو بلکہ اضعف الکتب بعد کتب الضلال کہو اور ابو بکر جوہری نے تو اسطرح لکھا ہے کتاب سقیفہ میں کہ حضرت فاطمہ نے ابو بکر سے کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نہ کرونگی ابو بکر نے کہا کہ میں تجھ سے ملنا کبھی نہ چھوڑونگا فاطمہ نے کہا کہ میں تیرے حق میں بددعا کرونگی ابو بکر نے کہا کہ میں تیرے واسطے اچھی دعا کرونگا جب حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ ابو بکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے پس شب کو دفن کی گئیں اور ابن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ایک بڑی روایت اس مقدمہ میں لکھی ہے مختصر یہ ہے کہ عمر نے ابو بکر سے کہا کہ چلو فاطمہ کے پاس ہم نے اسکو غضبناک کیا ہے جب دونو گئے اور اذن چاہا تو حضرت فاطمہ نے اپنے پاس آنیکا اذن نہ دیا حضرت علی سے کہا تو وہ انکو اندر لیگئے اور حضرت فاطمہ کے پاس جا کر بیٹھے تو فاطمہ نے انکی طرف سے اپنا منہ پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا اور جب سلام کیا ان دونو نے تو حضرت فاطمہ نے جواب سلام کا نہ دیا اور ابو بکر نے گفتگو کی اور کہا کہ تم مجھے عائشہ سے زیادہ عزیز ہو اور روایت نورث بیان کی کہ میں نے رسول خدا سے ایسا سنا تھا حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے بیان کرتی ہوں کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ خوشنودی فاطمہ کی میری خوشنودی سے ہے اور نارضامندی فاطمہ کی میری نارضامندی سے ہے اور جو کوئی دوست رکھے فاطمہ کو اس نے مجھکو دوست رکھا اور جس نے اسکو راضی رکھا اس نے مجھکو راضی رکھا اور جس نے اسکو ناراض کیا اس نے مجھکو ناراض کیا دونو نے باتفاق کہا کہ ہاں حضرت نے ایسا ہی فرمایا تھا اسوقت حضرت فاطمہ نے کہا کہ میں گواہ کرتی ہوں خدا کو اور اسکے فرشتوں کو کہ تحقیق تم دونو نے مجھے ناراض کیا اور راضی نہ کیا اور جسوقت ملاقات کرونگی رسول خدا صلعم سے تو تم دونو کی شکایت کرونگی اور ابو بکر رونے لگے اور اٹھ آئے حضرت سے اور فاطمہ راضی نہوئی اور شیخ رضامندی بیان کرتا ہے اور یہ روایت موافق ہے روایت بخاری اور مسلم کے اور روایت شعبی و اوزاعی کی جو رضامندی فاطمہ کی ہے وہ مخالف ہے اسواسطے اسکا اعتبار نہوگا **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکے دل میں یہ خلجان ہے کہ روایات میں تصریح مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا صدیق اکبر سے غصہ ہوگئیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو روایات صحیحہ مثل روایات مسلم و بخاری میں فوجدت فاطمہ واقع ہے اور وجدت جیسا بمعنی غضبت ہے جو غصہ پر دلالت کرے ویسا ہی بمعنی حزنت بھی ہے جو حزن و غم پر دلالت کرے چنانچہ قاموس وغیرہ کتب لغت کا یا بہین جسے تامل ہو دیکھ لے پھر کونسی ضرورت ہے وجدت بمعنی غضبت ہی لیجئے اور خواہی نخواہی حضرت فاطمہ کا غصہ اثبات کیجئے اور اگر کوئی وہمی یوں تحریر کرے کہ ہم نے مانا وجد دونو معنی میں مستعمل ہوتا ہے بلکہ بعد اگر کلمہ علی ہوتا ہے تو غصہ کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے اگر اسکے صلہ میں حرف با واقع ہو تو بمعنی حزن کی گنجایش ہے مگر اس مقام میں بعد وجدت صحیح مسلم میں لفظ علی ابی بکر بھی واقع ہے اس کلمہ سے معلوم ہوا کہ وجدت بمعنی غضبت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی عندیہ کے موافق دوسرے کے کلام کے معنے سمجھتا ہے اسیواسطے روایت بالمعنی اول تو ہر کسیکے مقبول نہیں تو ہم نے مانا کہ یہ روایت باللفظ نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ حقیقت الامر کچھ اور ہو اور راوی کچھ اور سمجھ گیا ہو آخر حضرت موسیٰ کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا اور اپنے معاملات کو اگر تامل کرے تو اکثر ایسے قصے پیش آتے ہیں ممکن ہے کہ کہنے والے نے فقط وجدت فاطمہ کہا ہو اور سننے والے نے بایں خیال کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی کشیدگی کو جو درحقیقت بوجہ ندامت تھی بوجہ غضب سمجھ کر باتحاد وجدت کو بمعنی غضبت محمول کر کے روایت کے وقت روایت بالمعنی کی ہو اور اپنی سمجھ کے موافق لفظ علی ابی بکر بھی زیادہ کر دیا ہو **اقول** بیشک روایات میں اہل سنت کے یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ابو بکر پر غصہ ہوئی اور سب علماء اہل سنت بھی یہی کہتے ہیں اور یہ قصہ بمنزلہ درایت کے ہے گو روایت میں آیا ہے اور سیکڑوں کتابیں اسمقدمہ میں تصنیف ہو گئیں اور حضرت فاطمہ کے غصہ ہونیکا انکار کسی نے نہیں کیا لیکن جواب اپنی اپنی رائے کے موافق دیتے ہیں اور کیونکر انکار کریں کہ روایت صحیحہ میں آیا ہے اور وجدت گو بمعنی حزنت بھی ہے لیکن اس جگہ بمعنی غضبت ہی ہے اور علی کے کلمہ

کہ عملہ واقع ہونے سے اور بہی توضیح ہوگئی تو اور سوا اسکے یہ ہے کہ صحیح بخاری میں غضبت ہی آیا ہی جیسے کہ دوسری جگہہ وجدت آیا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں فغضبت فاطمة بنت رسول الله وهجرت ابابکر الخ اور ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ واما سبب غضبها مع احتجاج ابی بکر رضی الله عنه الخ اور دوسری جگہہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہی وکانها لما غضبت من رد ابی بکر علیها فیما سالته من المیراث رای علی ان یوافقها فی الانقطاع عنه الخ سو وجدت پر منحصر نہیں ہے حدیث میں غضبت ہی آیا ہی اور وجدت سے مراد علما نے غضبت لی ہی یہ حضرت اور وجدت علی ابی بکر میں جو اسنے تاویل مہمل کی ہی اور راوی کو روایت کے الزام دیا ہی کہ اُس نے اُسمیں کہٹا بڑہا دیا ہی اور روایت بالمعنی کی ہی تو اسنے اہل سنت کے مذہب کو اسنے خاک میں لا دیا سو اسواسطے کہ اجماع اہل سنت کا بخاری اور مسلم کی صحت پر ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے جو فرمایا ہی کہ تہتر فرقوں میں ایک فرقہ ناجی ہے وہ اہل سنت ہیں سو اسواسطے کہ اُنکی مذہب میں صحیحین ایسے ہیں کہ ایسے کسی مذہب میں نہیں ہیں اور مدار اُنکے مذہب کا اُن دونوں کتابوں پر ہی اور یہ خود ہی پہلے اس سے لکھ چکا ہی کہ حدیثیں اُنمیں صحیح صحیح جہان جہان کے بیشک کرکے درج کی گئی ہیں اسیواسطے نام اُنکا صحاح رکھا ہی اور یہاں لکھتا ہی کہ راوی نے سُنا تو کچہہ اور اور سمجہا کچہہ اور اور روایت بالمعنی کی جہت سے مطلوب کی غیر سمجہ کر اپنی طرف سے کہٹا بڑہا دیا ہی جب یہہ احتمال اس روایت میں ہے تو سب روایتوں میں اُنکی ایسے احتمال جاری ہو سکتی ہیں اور جب یہہ حال ہی اُنکی روایتوں کا تو اُنکا اعتبار ہی نرہا اور مدار اہل سنت مذہب کا جو اُنپر تہا وہ ہی باطل ہوا اسواسطے کہ ظاہر معنی کا تو اُنکی اعتبار نہیں ہے موافق اعتقاد اس شیخ نجدی کے اصل میں وہ کچہہ اور ہونگی اور راوی نے خلاف اصل کے سمجہہ کر کچہہ اور لکہدیا اور جب یہہ ممکن ہی اس روایت میں کہ راوی نے کچہہ اور سمجہہ کر علی ابی بکر اسمیں زیادہ کردیا ہے تو یہہ بہی احتمال ہی کہ راوی نے اپنی مذہب کی محافظت کی واسطے لعنت کے جگہہ وجدت لکھ دیا ہے اسواسطے کہ اصل میں یوں تہا فلعنت فاطمة علی ابی بکر اور ہمارا احتمال قوی و صحیح ہی اہل سنت کے احتمال سی اسواسطے کہ ہم اُنکے مخالف جو ہیں تو اپنی مذہب کے موافق احتمال نکال سکتے ہیں اور اہل سنت نے جب اُسکو صحیح تسلیم کر لیا کہ یہ روایت صحیح ہی تو پہر وہ اُسمیں کوئی احتمال نہیں نکال سکتے ہیں اور روایتیں بخاری اور مسلم کی بالمعنی ہرگز نہیں بلکہ باللفظ ہیں جو الفاظ کہ سنے وہی بیان کر دیئے اور اگر روایتیں اُنکی بالمعنی ہوتیں اور احتمال کمی اور زیادتی کا اُنمیں ہوتا تو صحاح اُنکو نکہتے بلکہ مثل توریت و انجیل کے محرف ہوتے جیسے کہ اس شیخ نے اُنکو محرف ٹہیرا دیا ہی اور حضرت موسی کو حضرت خضر سے یہ معاملہ پیش نہیں آیا ہی کہ حضرت موسی تو حضرت خضر کی رمز کو سمجہے ہی نتہے اور ندامت کا جواب پہلے اس سے ہم دیچکے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جبتک احتمالات صحیحہ پیدا ہو سکیں تب تک اہل عقل کو لازم یہی ہے کہ اہل کمال کیطرف بدگمان نہوا کریں جناب باری تعالی نے جو قصہ حضرت موسی و حضرت خضر علیہ السلام کا سورہ کہف میں بیان کیا ہی جس میں حضرت خضر کا اُن ملاحوں کی کشتی کا توڑنا جنہوں نے اُنکے ساتھ احسان کیا تہا اور بے لئی دیئے اُنکو پار اُتار دیا تہا اور بے گناہ صغیر سن لڑکیکا قتل کر دینا اور حضرت موسی علیہ السلام کا ان دونوں باتوں کا اعتراض کرنا مذکور ہی اُسکے بیان کرنے میں ایک یہ بہی حکمت ہے کہ مردان کوتہ بین کو اگر بزرگان دین کو امر خلاف عقل یا نقل نظر آئے تو اپنی نظر کا قصور سمجہیں اور اُنکی نسبت گمان نکریں علی ہذا القیاس پیغمبر خدا صلی الله علیه وسلم نے ظنوا المؤمنین خیرا فرمایا ہی تو اُس سے بہی غرض یہی ہی کہ اگر تمہاری نظر میں کسی مومن کامل کا کوئی کام خلاف شرع نظر آئی تو گو ظاہر میں روک ٹوک کرو تاکہ اگر واقع میں برا ہو تو اُسکا انسداد ہوجاے پر دل سے گمان نہو اپنی طرف سے نیک ہی گمان کرتے رہو نہ یہہ کہ اچہی کاموں کو اچہا سمجہو کیونکہ اچہی کاموں کو ہر کوئی خود بخود اچہا سمجہتا ہے حکم کی کیا حاجت تہی اس تقریر سے اگر کسی کی جی میں یہ روک بہی ہو گا کہ ان احتمالات سے کیا کام چلتا ہی ظاہر میں جو کچہ سمجہہ میں آوی ہم تو جانیں وہی بات ٹہیک ہو گی تو انشاء الله مرتفع ہوجائیگا **اقول** جو کچہہ تو نے احتمالات لکہی ہیں وہ احتمالات نہیں ہیں بلکہ تو نے تو بے اعتباری روایات صحیحین کی بیان کی ہی کہ راوی نے سنا تو کچہہ اور سمجہا اس سے کچہ اور تو اس سے معلوم ہوا کہ روایتیں صحیحین کی غیر معتبر ہیں اور مدار اہل سنت کے مذہب کا جو اُن دونوں کتابوں پر تہا وہ ہی باطل ہوا اور بدگمانی تو اُسوقت نہوا کرے جسوقت کہ کوئی خبر اہل کمال کی ایسی سنی کہ جو احتمال بدی کا اور نیکی کا دونوں کا رکہتی ہو اور جسوقت بدی اُنکی ثابت ہوجاے اسطرح سے کہ اُس سے یقین حاصل ہو جائے تو گمان بد کیونکر نہو گا بہت ہو گا تو یہہ ہو گا کہ سکوت کریگا کچہہ کہیگا نہیں لیکن دل میں البتہ بدگمان رہیگا اور جسوقت کہ یہہ مقدمہ اخبار صحاح سے ثابت ہو گیا تو یہ ایسا ہی جیسا کہ اپنی آنکہہ سے دیکہا ہو اور یقین کامل ہو گیا ہو اس صورت میں اسکے خلاف کا گمان کب ہو سکتا ہی یہ تو ایسا ہی جیسا کہ ایک ڈوم کے تیر لگا تہا اُس نے کہا کہ خدا کرے میرے تو تیر نہ لگا ہو اور حضرت موسی کے قصہ کو جو بار بار لاتا ہی اور انبیاء علیہم السلام کو الزام دیتا ہی اُسمیں بات کہاں ہے اور ابوبکر کے افعال کا قیاس اُسپر نہیں ہو سکتا ہی کہ وہ ایک شخص جائز الخطا تہے جو کچہہ اُن سے صادر ہوگا اُسکے ظاہر ہی پر عمل ہو گا اور انبیاء کے قصہ میں مصلحت ہی بعد ہی اور وہ معصوم ہیں اُنکا قیاس غیر کیونکر ہوگا اور پہلے ابوبکر کا اہل کمال میں سے ہونا ثابت کرو تب ایسی بات اُنکے مقدمہ میں کہو اور کمال تو علم سے ہوتا ہی یا شجاعت سے سو دونوں کا حال معلوم ہے عیاں راچہ بیان اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ کسیکو قتل کرتے ہوئے دیکہیں تو اُسکو قاتل نکہیں اور اپنی نظر ہی کا قصور سمجہیں بیشک جیسا ہو گا ویسا ہی کہا جائیگا اور دن کو رات نہیں کہہ سکتے اور اُسکے بزرگ دشمنان اہل بیت جو تہے کسی نے تو اولاد رسول کا حق چہینا اور کسی نے گہر کا اُنکی جلانا چاہا اور کسینے ذبح کیا اور کسینے زہر دلوایا اور کسینے ہتک حرمت و آبروریزی کی اور کسینے ایذا پہنچائی اور یہ سب کتابوں میں لکہا ہی اور مٹ سکتا نہیں جف القلم بما ہو کائن تو بجز اسکے کہ اُنکے افعال کو محمول نیکی پر کریں اور کہیں کہ اُنکا غصب کرنا اور قتل کرنا اولاد رسول کا اور اُنکو آزار پہنچانے سب خیر تہی اور اُنکی افعال کا خیر ہی ظن کرنا چاہیئے تو اور کیا کہیں کہ مذہب ہی باطل ہوتا ہی کہ جنکی ایسے بزرگ ہیں تو مذہب اُنکا صحیح کیونکر ہو گا اور ہمسے تو یہہ نہیں ہو سکتا ہی کہ جن لوگوں نے اُنکو

آزار پہنچائی ہیں خلاف حکم خدا اور رسول کے انکو اچھا کہیں مودۃ القربی میں سید علی ہمدانی نے لکھا ہی اور ایک روایت بیان کی ہی اُسمیں یہ ہی کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا من رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن رضیت عنہ رضی اللہ عنہ ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ ومن غضبت علیہ غضب اللہ علیہ ویل لمن یظلمہا ویظلم بعلہا علیا وویل لمن یظلم ذریتہا وشیعتہا حاصل یہ ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس سے میری بیٹی فاطمہ راضی ہوا اُس سے میں راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہی اور جس پر غضب میں ہو میری بیٹی فاطمہ میں اُسپر غضب میں ہوتا ہوں اور جس پر میں غضب میں ہوں خدا اُس پر غضب میں ہوتا ہی اور فتح الباری شرح بخاری کی اُس حدیث میں ہی کہ جسکے ایذا دینے سے رسولخدا کو ایذا ہوتی ہی لکھا ہی کہ جس نے حضرت فاطمہ کو ایذا دی اُس نے بیشک رسولخدا کو ایذا دی شہادت سے اُس خبر کے اور خدا تعالی فرماتا ہی ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا پس انکو ہم کیونکر نیک گمان کریں کہ جنہوں نے فاطمہ پر اور اُسکی اولاد پر ظلم کیا ہی اور حضرت فاطمہ کو غضب میں لائے ہیں اور ظنوا المؤمنین خیرا جو حضرت نے فرمایا ہی تو اول تو یہہ کہ مومنین کے لئے فرمایا ہی پہلے اُن لوگوں کا ایمان صحیح ثابت کرلو تب اُنکی مقدمہ میں ایسا کچھہ کہو اور دوسرے یہہ کہ جس چیز کا یقین ہو اُسکا ظن کیسے کرینگے اور خدا تعالی تو فرماتا ہی کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا اور فرماتا ہی کہ فاجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم اور امام غزالی اور ملا علی قاری وغیرہ بھی روایت ظنوا المؤمنین خیرا کی یزید کے حق میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مومن تھا اُسکو برا مت کہو کہ ظنوا المؤمنین خیرا حضرت نے فرمایا ہی سو یہہ تو اہل سنت ہی کو مبارک ہو کہ اولاد رسولخدا کے ایذا پہنچانیکو اور قتل کرنیکو اور خانہ بربادی کرنیکو خیر گمان کریں اور ہم تو اُسکو مومن ہی نہیں جانتے ہیں مومن جانیں تو نیک گمان کریں اور معلوم نہیں اس نے پہلے سی اس مقدمہ میں اسقدر گفتگو کیوں کی ہی ایک ہی جواب کافی تھا کہ ظنوا المؤمنین خیرا **قال الشیخ الاشعری** بہرحال گو یہ احتمال ہی نظر آتے ہیں مگر عقل سلیم ہو تو پایہ تحقیق سے کم نہیں کیونکہ مناسب حال حضرت فاطمہ و حضرت صدیق اکبر یہی ہی معہذا منصب دعوی منکران صدیق اکبر کیطرف ہی اور ظاہر ہی کہ دلیل مدعی جبھی مفید مطلب ہوتی ہی کہ کوئی احتمال خلاف مطلوب مدعی علیہ کے فقط ایک لا نسلم میں شیخ چلی کا گھر بنا بنایا ڈہہ جائیگا سو اگر دشمنان صدیق اکبر کو یہہ منظور ہو کہ بلفظ وحدت اور قصہ مندرجہ روایات سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا غصہ ہونا ثابت کریں تو اول ان احتمالات کو باطل کریں جب اس طریق سے اپنی عاقبت خراب کرنیکا ارادہ کریں اور ہمنے مانا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اسمقدمہ میں حضرت صدیق اکبر سے آزردہ خاطر ہوئیں لیکن اس سے حضرت صدیق اکبر کا قصوروار ہونا کہاں سے ثابت ہوا تھا نہایت سے نہایت ثابت ہو تو یہہ ہو کہ حضرت فاطمہ زہرا بوجہ غلطی صدیق اکبر کو قصوروار سمجھہ کر اُنپر غضبناک ہوئی ہوں سو ایسا بسا اوقات انبیاء اور مرسلین کو بھی باہم پیش آتا ہی حالانکہ بالیقین وہ معصوم ہیں چہ جائیکہ صدیق حضرت ہارون علیہ السلام کا بچھڑے کے پوجنے کے مقدمہ میں بیقصور ہونا کلام اللہ سے ثابت ہی اور پہر باینہمہ حضرت موسی کا اُنپر غصہ ہونا یہانتک کہ حضرت ہارون کی ڈاڑہی اور سر کے بال کہینچنے تک کی نوبت آئی خود کلام اللہ ہی میں موجود سو جیسا حضرت ہارون تو یوں بیقصور تھے ہی اور حضرت موسی یوں کچھہ کہہ سکتے تھے کہ وہ اپنی عندیہ میں بیجا غصہ نہیں ہوئے تھے بلکہ باین نظر کہ اُنکا بڑی بہائی پر غصہ ہونیکا کوئی منصب تھا اگر خدا واسطے کی بات نہوتی تو حضرت ہارون اُنکا خون ہی کر دیتی تو دم نمارتے چہ جائیکہ یوں دست و گریبان ہونیکی نوبت آتی پر مسلمان کو یقین ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس غیظ و غضب میں اجر عظیم ملا لازم یوں ہی کہ اسیطرح حضرت فاطمہ سیدۃ النساء اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باہم رنجش اور چپقلش کو سمجھئے اور دونوں کو اسمقدمہ میں بیقصور اور ماجور سمجھئے اور ہمنے اسیلئے اسکی تحقیق آیت محمد رسول اللہ کے ذیل میں بخوبی کی ہی اگر کسیکو زیادہ تر تسکین مدنظر ہو تو پلٹ کر دیکھہ لے **اقول** جو کچھہ تو نے لکھا ہی احتمال نہیں تو اور کیا ہی اور ابتدا سے یہ احتمالات ہی لکھتا چلا آتا ہی اور جواب میں ہماری کوئی امر محقق اسکے ہاتہہ نہیں لگا ہی اور ہم جو لکھتے ہیں امر محقق واقعی لکھتے ہیں اسکی کتابوں سے اور یہ احتمالی بات لکھتا ہی بہلا احتمال سے بھی کہیں کام چلتا ہی اور احتمال کو پایہ تحقیق میں تو تجہہ جیسے کسی دیوانہ اور خبطی کے عقل جانتی عقل سلیم کا ہیکو جانیگے امر محقق اپنی مرتبہ پر ہے اور احتمال اپنی جگہہ پر رہیگا اور حضرت فاطمہ و ابوبکر کا حال جو کچھہ روایات صحیحہ سے ثابت اور احتمال کو وہاں کچھہ دخل نہیں کہ مضمون روایات کا صاف صاف ہی اور جو احتمالات کہ تو صحیحین کے روایتوں میں نکالتا ہی ہمارا اس میں کیا نقصان ہم اپنا مطلب دو طرح سے ثابت کرینگے لیکن تیرا مذہب باطل ہی اسواسطے کہ باجماع علماء اہل سنت مدار صحت مذہب اہل سنت صحیحین کی صحت پر ہی لیکن جسوقت کہ صحیحین کی روایتوں میں تو نے احتمال زیادتی اور کمی الفاظ کا پیدا کیا اور راوی نے سنا تو کچھہ اور سمجھا اُس روایت کو اور طرح سے کہ جس طرح سے وہ روایت چلی آتی تہی اُسکی غیر سمجھہ کر لکھدی تو اور روایتوں کا کہاں اعتبار رہا اور وہ روایتیں صحیح کیونکر ہوئیں اور جب وہ روایتیں صحیح نکلیں کہ جن پر مدار اہل سنت کے مذہب کا تہا تو مذہب بھی اہل سنت کا باطل ہوا اور یہہ جو لکھتا ہی کہ ہمکو لا نسلم کہنا کافی ہی سو ہم تو روایتیں صحیحین کی پیش کرتے ہیں اور صحیحین کی روایتوں کو علی الخصوص صحیح بخاری کی روایت کو اہل سنت نہایت صحیح و یقینی مثل کلمہ لا الہ الا اللہ کے یقینی جانتے ہیں تو اُن روایتوں کو تسلیم نکر او اہل سنت کے زمرہ سے خارج ہو جا اور اگر تو لا الہ الا اللہ کے جواب میں بھی لا نسلم کہی تو تیری زبان کس نے پکڑی ہی اور ابوبکر سے ہمکو دشمنی کس بات کی ہی تو جو ہمکو دشمن اُنکا لکھتا ہی کیا کوئی جائداد ہماری بھی اُنہوں نے غصب کی ہی جیسے کہ حضرت فاطمہ کی جائداد غصب کی ہی تو جانتا ہی کہ اگر ہمکو اُنسے دشمنی ہی ہی تو اسی جہت سے ہی کہ اُنہوں نے حق فاطمہ علیہا السلام غصب کیا ہی اور جس بات سے ہم کہتے ہیں وہ تو بھی جانتا ہی لیکن تو اُسمیں ولیس کرتا ہی اور احتمالات پیدا کرتا ہی اور تیری احتمالات کو باطل کر کے کبھی ہم اپنی عاقبت کو پاک کر چکے اور غصہ ہونا حضرت فاطمہ کا ردا

صحیحہ سے ثابت ہے کہ جسکا انکار اہل سنت ہرگز نہیں کر سکتے ہیں اور بیشک حضرت فاطمہ ابوبکر سے آزردہ خاطر ہوئیں یہانتک کہ جبتک زندہ رہیں ابوبکر سے کلام کیا اور قصور وار خود ابوبکر کا اسواسطے ثابت ہوا کہ ابوبکر نے جہوٹی روایت بنا کر حضرت فاطمہ کو دعوی سے ہٹا دیا اور اسیواسطے وہ ابوبکر سے آزردہ خاطر ہوئیں اور کوئی وجہ آزردگی کی نتھی اور تو بھی اسکو خوب جانتا ہے اور ہم نے ابوبکر کا قصور ثابت کر وا تا ہی اور حضرت فاطمہ سے اسمقدمہ میں غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہے وہ ہر ایک حکم سے خوب واقف تہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے انکو ہر ایک حکم سے آگاہ کر دیا تہا حضرت کے ذمہ انکا آگاہ کر دینا واجب تھا اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہے اہلبیت علیہم السلام کے مقدمہ میں کہ جناب رسولخدا صلعم لوگوں کو فرماتے تہے کہ تم انکو تعلیم مت کرو یہ تم سے زیادہ عالم ہیں اور انبیاء اور مرسلین جسوقت معصوم ہوئے تو ان سے ہرگز غلطی نہیں ہوتی تو ان مقربان درگاہ خدا پر تہمت کرنا ہے اور حضرت موسی کی غلطی کا کئی مرتبہ ذکر کر چکا ہے اور حضرت موسی سے غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہے اور نہ انہوں نے حضرت ہارون کو اسمیں قصوروار سمجہا ہے اور انکی ڈاڑہی اور سر کے بال پکڑ کر جو اپنی طرف کو کہینچا تہا تو قصوروار سمجہ کر انکو نہیں کہینچا تھا بلکہ لوگونکی دکہانیکو کہینچا تہا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تہی تاکہ وہ لوگ جانیں کہ یہہ گناہ گوسالہ پرستی کا بہت بڑا سخت گناہ ہے کہ موسی نے غصہ ہوکر اپنی بڑی بہائی بیگناہ کو اسطرح سے کہینچا اور اسکو دیکہکر وہ لوگ متنبہ ہوں اور اُس فعل سے توبہ کریں اور آیندہ کو ایسی حرکت نکریں اور حضرت ہارون بہی اس بات کو سمجہی ہوئی تہی یہ جنگ زرگری دونوں بہائیوں کا تھا واسطے ہدایت قوم کے اور حضرت فاطمہ اور ابوبکر کی رنجش اسطرح کی نہیں ہے کہ اسپر قیاس کیا جائے حضرت موسی کا غصہ تو دکہانیکا تہا تہوڑی دیر کا سو بہی ظاہر کا نہ دل سے اور حضرت فاطمہ کا غصہ ایسا نتھا بلکہ وہ ظاہر و باطن میں دونوں میں یکساں تھا اگر ایسا ہوتا تو تہوڑی دیر میں زائل ہو جاتا لیکن وہ تو آخر دم تک رہا اور مرتے دم تک ابوبکر سے مہاجرت رکہی جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے اور جو کچہہ آیت محمد رسول اللہ کے ذیل میں بیان کیا تہا وہ سب باطل ہو گیا اور بنا بنایا شیخ چلی کا سا وہ گہر ڈہ گیا اسکا حوالہ دینے سے کیا فائدہ **قال الشیخ الاشعری** اور اس سے بہی درگزر کیجیے ہم کہتے ہیں شیعہ ہی سچ فرماتے ہیں صدیق اکبر قصوروار ہی تہی لیکن جب انہوں نے توبہ کر لی تو پہر کیا گناہ باقی رہ گیا جو شیعوں کی زبان نہیں تہمتی مشہور ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب له ہاں توبہ کرنیکا ثبوت اگر مدنظر ہو تو یہ بات معقول لیکن ہم سند بہی ایسی کہتی ہیں جیسے شیعہ سلمنا سلمنا کہتے کہتے تہک جائیں اور بسر و چشم رکہتے رکہتے مر جائیں شیخ ابن مطہر حلی منہج الکرامت میں یوں ارشاد فرماتے ہیں لما اعطیت فاطمة ابابکر فی فدک کتب لھا کتابا و رد علیھا یعنی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر کو فدک کے مقدمہ میں وعظ و پند کیا تو انہوں نے فدک کو انکی نام لکھکر فدک کو انکے حوالہ کر دیا یہ روایت ہر چند چند بار گزر چکی ہے لیکن بحکم نقل مشہور ھو المسک ما کررتہ یتضوع یعنی مشک کو جتنا زیادہ گہسو اجتنی بار لگاؤ زیادہ ہی زیادہ خوشبو دیگا بار بار اس روایت کی نقل کرنیکو جی چاہتا ہے یہ بہی ایک حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء رضی کی کرامت ہے کہ حق نے تہمت بیجا ناحق سے شیعوں ہی کے موہنہ سے انکو بری کر دیا اور صدیق اکبر کی نیک نیتی کو ماننا چاہیے کہ کیسے طوفان سے انکو بچا لیا اور شیعوں ہی کے موہنہ سے انکے سب اعتراضوں کا جواب لوا دیا اب کسی شیعہ مذہب کا یہ موہنہ نہیں کہ بہ نسبت صدیق اکبر بوجہ غصب فدک اہل سنت سے ناشی ہوا اس روایت نے شیعوں کے سب عوو نکو دہمس کر دیا ہے کا ہو یا میراث کا وصیت کا یا اور کسی وجہ کا بہرحال خداوند ذوالجلال نے شان وکفی باللہ المؤمنین القتال دکہلا دی اگر بالفرض بفرض محال یہ روایت شیعوں کی ایسی معتبر کتابوں میں نہوتی تب دوسری دستاویز حضرت صدیق اکبر کی بریت الذمہ ہونکی موجود ہے منہاج السالکین میں جو عمدہ کتب فرقہ امامیہ سے ہے اور نیز اور کتابوں میں یہ روایت موجود ہے اور اسی کے لکہنے کا وعدہ بہت دور سے ہم کرتے چلے آتے ہیں سو آج بفضلہ تعالی اسکا وقت آ پہنچا کل امر مرہون بوقتہ یہ روایت قابل مطالعہ ہے ان ابا بکر لما رای ان فاطمة انقضت عنہ و ھجرتہ و لم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عندہ فاراد استرضاءھا فاتاھا فقال لھا صدقت یا ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما ادعیت و لکنی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطی منھا قوتکم والصانع بھا فقالت افعل فیھا کما کان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فیھا فقال ذلک اللہ علی ان افعل ما کان یفعل ابوک فقالت واللہ لتفعلن ذلک فقالت اللھم اشھد فرضیت بذلک واخذت العھد وکان ابوبکر یعطیھم منھا قوتھم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ جب ابوبکر نے دیکہا کہ حضرت ان سے کشیدہ خاطر ہو گئیں اور انکو چہوڑ بیٹہیں پہر فدک کے مقدمہ میں کچہہ گفتگو نکی تو یہ بات انہیں دشوار معلوم ہوئی سو انکے راضی کرنیکا ارادہ کیا انکے پاس حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تم اپنے دعوے میں سچی ہو تمکو رسول اللہ صلعم نے ہبہ کر دیا ہو گا مگر میں کیا کروں رسول اللہ صلعم کو میں نے یوں دیکہا ہے کہ اسکی مدنی کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور تمہارے کہانے پینے کا خرچ اور مزدوری بچہ جو کچہہ بچتا تھا فقیروں مسکینوں کو دیا کرتے تھے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ اچہا تم بہی وہ ہی کئے جاؤ جسطرح میرے والد بزرگوار سید الابرار محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے انہوں نے کہا اس بات پر تم مجہ سے قسم لو میں یہی کرتا ہونگا جو تمہارے والد بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے قسم سے پوچہا کیا تم سچ ہی اسطرح کرو گے صدیق اکبر نے قسم کہا کر عرض کی میں یہی کرونگا جواب ٹہیرا ہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے یوں کہا کہ الہی تو گواہ رہیو سو اس بات پر راضی ہو گئیں اور صدیق اکبر سے عہد لیلیا سو صدیق اکبر انہیں میں سے انکے کہانے پینے کا خرچ دیکر باقی کو فقراء اور مساکین اور مسافروں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے انتہی **اقول** جو کچہہ شیعہ کہتے ہیں سب سچ ہے اور ابوبکر بیشک قصوروار تھے کہ انہوں نے حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا غصب کیا تھا اور توبہ انہوں نے ہرگز نہیں کی اگر توبہ کرتے تو فدک حضرت فاطمہ کو دیدیتے اور روایت جو تمنے منہج الکرامت کی مولوی عبد العزیز صاحب کے پیروی سے

له لفظ فقال والله

لکھی ہے اُسکے اخیر کا فقرہ نہیں لکھا اور وہ روایت اس طرح ہے لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لہا کتابا وردہا علیہا فخرجت من عندہ فلقیہا عمر فخرق الکتاب
حب نصیحت کی حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھدیا ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے واسطے ایک نوشتہ اور پھیر دیا وہ فدک انہیں پس نکلیں حضرت فاطمہ وہ نوشتہ لیکر ابوبکر
کے پاس سے پس ملاقات کی عمر نے حضرت فاطمہ سے پس پھاڑ ڈالا عمر نے اُس نوشتہ کو حضرت فاطمہ کے ہاتھ سے لیکر جو کہ ابوبکر نے لکھا تھا اول تو یہ روایت سیر اہل سنت کی ہے اور علامہ حلی
علیہ الرحمۃ نے اُنکی کتابوں سے یہ روایت لکھی ہے اسواسطے کہ انسان العیون اور سیرت سبط ابن جوزی میں بھی یہی روایت پھاڑ ڈالنے نوشتہ کی ہے جو اور دوسرے مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی
چالاکی کی ہے کہ آخر کا فقرہ جو کہ اُنکے مضر تھا اُسکو نہ لکھا یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ لا تقربوا الصلوۃ پر عمل کیا اور وانتم سکاری پر کچھ نظر نہ کی اور عمر نے جو کاغذ پھاڑ ڈالا تو ابوبکر نے اُسکو تسلیم
کیا پھر تو یہ کہاں باقی رہی او عمر کے اس کاغذ کے پھاڑ ڈالنے سے طعن دوبالا ہوگیا ایک تو یہ کہ ابوبکر نے عمر کی پیروی سے فدک فاطمہ کو نہ دیا اور دوسرے یہ کہ عمر نے جو اہانت حضرت فاطمہ کی
کی کہ اُنکا کاغذ پھاڑ کر اُنکو رنج پہنچایا اُسپر راضی ہوگیا اور اس روایت کو لکھکر شیخ بہت خوش ہوتا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے دھوکا دینے سے اور یہ خبر نہتی اسلو کہ اُسکے آخر
میں کیا لکھا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ بار بار اس روایت کے نقل کرنیکو جی چاہتا ہے سو نقل کرو ہمنے اجازت دی لیکن پوری روایت لکھو اور اُسکے آخر میں سے حذف نکرو اور اگر ایسا ہی ہے
تو لا تقربوا الصلوۃ پر بھی عمل کرو اور نماز کے پڑھنے کو ترک کرو اور وانتم سکاری پر کچھ نظر نکرو اور ہاں حضرت فاطمہ کی بڑی کرامت ہے کہ جیسے ابوبکر جال میں پھنسے ہوئے تھے ویسے ہی پھنسے رہے
اور اُس سے نکلنے نہ پائے اور جو اعتراض کہ شیعوں کے اُنپر تھے قائم رہے اور شیعوں کے نزدیک جیسے کہ غاصب تھے حضرت ابوبکر ویسے ہی غاصب ہے اور اس روایت نے ابوبکر پر اعتراض کو دوبالا کر دیا اور اہل سنت
کا دعوی دشمن ہوگیا اور شیعہ اس گفتگو میں اہل سنت پر غالب ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ اور یہ روایت اگرچہ شیعوں کی کتاب میں ہے باوجودیکہ منقول اہل سنت کی کتابوں سے ہے لیکن
پھر اہل سنت کے حق میں مضر ہے جیسے کہ معلوم ہوا اور روایت منہاج السالکین کی پہلے اس سے بھی دو تین مرتبہ مجملاً ذکر کی ہے اور مفصل بیان کی ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے فدمت دیکھا
لیکن اسکو یہ خبر نہیں ہے کہ یہ روایت اور منہاج السالکین نام کتاب نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کا گھڑا ہوا اور وضع کیا ہوا ہے اور اُسکی پیروی سے مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنی کتاب میں درج
کیا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے اس نے لکھا ہے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ شیخ اُسکو عمدہ کتاب فرقہ امامیہ کی لکھتا ہے اور لکھتا ہے کہ اور کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے اور
جھوٹ لکھنے سے کچھ خوف خدا نہیں کرتا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور مولوی حیدر علی فیض آبادی نے تو یہ چالاکی کی ہے کہ اُس کتاب کے مصنفکو بھی تجویز کرکے لکھدیا ہے اور حال یہ ہے
کہ شیعوں میں تو اس نام کی کوئی کتاب ہے اور نہ اُنکی کسی کتاب میں یہ روایت ہے اور شیعہ تو اُسکی راوی پر لعنت کرتے ہیں تم بھی لعنت کرو جب جبر ہوئے اہل سنت شیعوں کے جواب سے
اور دیکھا کہ غضب فاطمہ غضب خدا ہے تو یہ روایت بنا کر شیعوں کی طرف منسوب کی ہے اور کسی راوی کا نام نہیں لکھا ہے ویسے ہی ایک روایت بنا کر لکھدی ہے محض دروغ اور اپنے مذہب کی
محافظت دروغ اور افترا ہی سے ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کو دیکھو کہ انہوں نے اُسمیں کسقدر دروغ لکھا ہے اور دیکھو جو کچھ اپنے مطلب کی بات تھی وہ ہی سب اس روایت
میں داخل کی ہے کہ کوئی بات باقی نہ رہجائے لیکن کیا فائدہ ہے کہ جھوٹی دلیل سے کوئی غالب نہیں ہوسکتا ہے جھوٹ جھوٹ ہی ہے یہ روایت اصلی کچھ اصل نہیں ہے باطل ٹھیری تو جو کچھ اُسنے
بنا کر کے لکھا ہے وہ بھی سب باطل ہے قَالَ الشَّيْخُ الْاَشْعَرِي اس روایت سے چند فائدے ہیں ایک تو یہ کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو جھوٹی نہیں جھوٹا نہیں سمجھا بریں سبب
کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا چنانچہ متفق علیہ سنی و شیعہ ہے اور اُسکی تحقیق سابقا گزرچکی ہے نہیں سے عذر کیا سو اگر بالفرض والتقدیر روایت ہبہ صحیح بھی ہوجائے تو شیعوں
یہ تاسف کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو جھوٹا سمجھا تھا چنانچہ حضرت لکھنوی صاحب نے بھی سبا کو نامہ اسمی میرزا درعلی صاحب میں لکھا اپنا نامہ سیاہ کیا ہے محض بے جا اور
بے موقع ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے فدک کی آمدنی میں سے ایک حبہ تک نہیں چھوا بلکہ حضرت فاطمہ زہرا کے خرچ سے جو کچھ بچا فقرا وغیرہم کو دلا دیا سو معلوم ہوا کہ فدک
کے نہ دینے میں کوئی غرض دنیاوی نہتی موافق رسول اللہ صلعم کے اسبات میں بیشک کچھ سن لیا تھا جو باوجود اس بے غرضی اور بے طمعی کے حضرت فاطمہ زہرا کو نہ دیا اُن دونوں فائدوں سے
نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ام ایمن اور حضرت علی کی گواہی کا قصہ ایک شیعوں نے ڈھکوسلا بنا یا ہے کیونکہ گواہوں کا مطالبہ تو جبھی ہوتا ہے کہ مدعی کی طرف دروغ کا احتمال ہو ہاں اگر اپنے آپ
خورد برد کرنا مدنظر ہوتا تو یوں بھی کہنے کی گنجائش تھی کہ یہ فقط ٹال ٹلاؤ تھی مگر مدعا نکو اب بھی شاید یہ گمان ہو کہ اول ندینا ہی مدنظر ہوگا اور اُسوقت گواہ ہی طلب کیے ہونگے نہ دینا کا خوف
خدا تعالی یا اندیشہ ملامت خلق سے حضرت زہرا کے پاس آکر اپنی بات کے بنانیکے لئے یہ حیلہ بنالیا ہو سو اُسکا جواب دل تو یہی ہے کہ بدگمان وہم کی دارو نہیں عثمان کے پاس اس سے ہمنے
تسلیم کیا یونہیں تھا لیکن یہ شک اگر برا تھا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی ناخوشی ہی کی وجہ سے برا تھا جب وہ راضی ہوگئیں تو شیعوں کو رنج کیوں ہے مگر اس صورت میں بوجہ مخالفت حضرت
زہرا کچھ نہیں یہ وبال پڑے تو پڑے حضرت صدیق کو تو خدا نے بچا ہی لیا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ فدک تا حین حیات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات آپ ہی کے قبضہ
و تصرف میں تھا حضرت فاطمہ زہرا قابض اور دخیل نہوئی تھیں ورنہ صدیق اکبر کے اس بات کے جواب میں کہ میں عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں رکھا ہے کہ انہیں تھا اخراج اور محصول
کی محصلی کیجر فقرا وغیرہم کو بانٹ دیا کرتے تھے یوں نفرماتے کہ اچھا وہی کیا کرو ملک اپنا قبضہ چاہتی ہوں ہاں سوائے ہبہ کا دعوی کیا مالانکہ یہ آپکا مخفی حالت پر کوئی نسبی نہیں

جان سکتا تو قبضہ تو کھلی بات ہے اسکے دعوی میں کیا دشواری ہے ہبہ کے تو دو تین ہی گواہ تھے اسکے تو ہزاروں نکل آتے جو تھا یہ کہ صدیق اکبر دل سے یہی چاہتے تھے کہ فدک سیدۃ النساء ہی کے پاس چلا جائے اور انکی خاطر مبارک پر کسیطرح میل نہ آئے ورنہ انکو انکے ناخوش ہونے میں کیا دشواری تھی اور انکے خوش کرنیکی کیا ضرورت ہوتی اور یہ پہلے آیہ محمد رسول اللہ کے ذیل میں ثابت ہو چکا ہے کہ طالب رضا بجز محب اور کوئی نہیں ہوتا اور اگر کوئی یوں خیال کرے کہ یہ سیاپا تملق اور ظاہرداری فقط دفع بدنامی کیلئے تھا تو اول تو لفظ کبر ذالک فاراد استرضاہا جسکے یہ معنی ہوئے کہ حضرت فاطمہ کا ناخوش ہو جانا انہیں بھاری پڑا اور انکے راضی کرنیکا ارادہ کیا خود اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ واقعی ابوبکر کو یہ بات بہت شاق تھی اور اسیواسطے انکے راضی کرنیکی فکر میں تھے دوسرے اگر بدنامی کا اندیشہ تھا تو مخالفین سے تھا سو مخالفین تو بہرحال انکی طرف سے مطمئن ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اول تو فدک رسول اللہ صلعم کا مملوک نہ تھا پھر ترکہ ہو تو میراث نہیں چلتی مگر مخالفین نے اب کونسی کمی کی جو راضی کرکے انکی زبان بند کرنی چاہتے تھے سو اس سے بہتر تو یہی تھا کہ جب اپنے آپ لینا منظور نہیں تو حضرت فاطمہ زہرا ہی کے حوالہ کر دیتے اس عقل و دانائی پر کہ موافق مخالف ہندو مسلمان یہود نصاریٰ سب قائل ہیں ایسی حرکت انسے تصور میں نہیں آتی شیعوں جیسے کم عقل ہوں تو مضائقہ بھی نہ تھا بلکہ عقل اس روایت کو دیکھکر صدیق اکبر کے صدق و دیانت پر شاہد ہے اور بالیقین انکو اسمقدمہ میں بری الذمہ سمجھکر انکی طرف سے معتذر ہے کہ در صورت صحت روایت ہبہ فدک بلکہ بہر صورت جو صدیق اکبر نے فدک دینے میں ستادگی کی حالانکہ حضرت سیدۃ النساء کا یہ منصب تھا کہ کسیطرف انکا گوشۂ خاطر مائل ہو پھر اسکے موافق نہو تو یہ وجہ نہیں ہوئی کہ صدیق اکبر کو انکی رضا کی کچھ پروا ہی نہ تھی ورنہ اسکے کیا معنی تھے کہ دنیادار صاحب اختیار ہو کر حضرت فاطمہ کی ناخوشی سے کچھ دشواری ہو یا انکا رنجیدہ ہو جانا انپر شاق ہو بلکہ تہ دل سے انکی رضا کے خواہاں تھے بلکہ باینہمہ جو فدک نہ دیا حالانکہ اپنے لئے بھی نہ رکھا تو بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ کسی حکم خدا کی پابندی اور تابعداری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ناچاری تھی ورنہ مصلحتہائے دینی و دنیوی کی رعایت تھی سو پابندی خداوندی کا تو یہ حال ہے کہ آیۂ یوصیکم اللہ اور آیہ ما افاء اللہ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہی تھی کہ خدا کی اطاعت کی چاہئے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرمایا ہو اور زیادہ اسکی تصدیق کی وجہ یہ ہے کہ اسکی مصدق اور اسکے موافق روایتیں شیعوں کی معتبر کتابوں سے نقل بھی ہوئی ہیں اور مصلحتوں کی یہ صورت ہے کہ اول تو احکام خدا اور رسول صلعم سراپا حکمت اور مصلحت ہی ہوتے ہیں +

اقول جو کچھ اسنے اس جھوٹی روایت پر بنا کرکے لکھا ہے سب باطل ہے آخر تک جسقدر کہ اسکا قول ہے اور ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو دعوی ہبہ میں جھوٹا نہیں جانتا تھا بلکہ سچا جانتا تھا لیکن گواہ جو انسے طلب کئے اس سے لازم آتا ہے کہ انکو راست گو نہیں جانا بلکہ جھوٹا جانا اسواسطے مولوی عمار علی صاحب نے لکھا کہ جھوٹا سمجھا اور واقع میں تو ابوبکر جانتے تھے کہ فاطمہ زہرا اپنے دعوی میں سچی ہیں لیکن عمداً ایک بہانہ کرکے نہیں دیا اور قبضہ بھی حضرت فاطمہ کا فدک پر تھا یہانتک کہ ابوبکر نے وہ قبضہ اٹھا دیا اور روایت ہبہ تو ایسی صحیح ہے کہ نہایت معتبر کتابوں میں اہل سنت کی موجود ہے لیکن ابوبکر نے دعوی ہبہ میں حضرت فاطمہ کو جھوٹا جانکر اپنا نامہ سیاہ کیا اور ابوبکر کو منظور ایذائے فاطمہ تھی کہ وہ مظلومہ فدک کی آمدنی سے متمتع نہوں اور اپنی فائدہ کا لحاظ ابوبکر کو نہ تھا اگرچہ اور لوگ اسکو کھائیں لیکن فاطمہ زہرا اسکو نکھائے اور رسول خدا صلعم سے ابوبکر نے اس مقدمہ میں کچھ نہیں سنا تھا اور باوجود اس بے غرضی اور بے طمعی کے جو فاطمہ کو نہیں دیا تو آزار فاطمہ منظور تھا اور بے غرضی بھی ثابت نہیں ہے اور گواہی ام ایمن کی اور حضرت علی کی اہل سنت کی بیس پچیس کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہے چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور شیعوں کا یہ ڈھکوسلا نہیں ہے اور ابوبکر کو بیشک احتمال دروغ کا حضرت فاطمہ کیطرف نہ تھا لیکن نہ دینے کے واسطے ایک بہانہ کیا کہ گواہ انسے طلب کئے اور ابوبکر کو خوف خدا کچھ نہ تھا اور نہ اندیشہ ملامت خلق کا تھا اور نہ حضرت زہرا کے پاس آکر کوئی حیلہ برپا کیا اور حضرت زہرا ہرگز راضی نہیں ہوئیں ابوبکر سے اور ابوبکر کسیطرح سے نہیں بچ سکتے ہیں اور رسول خدا صلعم کی زندگی ہی میں فدک پر قبضہ حضرت فاطمہ کا ہو گیا تھا لیکن ابوبکر نے قبضہ انکا اٹھا دیا اور حضرت فاطمہ نے یہ بھی نہیں کہا ہے کہ اچھا یوں ہی کیا کرو یہ سب جھوٹ ہے اور قبضہ کئے جانے کی کیا احتیاج تھی قبضہ کو تو حضرت فاطمہ کے سب جانتے تھے جب قبضہ انکا اٹھا دیا تو دعوی ہبہ کا کیا اور ابوبکر ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ فدک فاطمہ کے پاس جائے اور اگر چاہتے تو موافق دعوی کے فوراً واپس کر دیتے اور ابوبکر کو فاطمہ زہرا کی خاطر پر میل آنیکا کچھ رنج نہ تھا اور رضامندی انکی ہرگز نہیں چاہی تھی اور نہ ناخوش ہونا انکا ابوبکر پر بھاری پڑا تھا اور کبر ذالک علیہ فاراد استرضاہا غلط محض ساختہ اور پرداختہ ہے اور نہ ابوبکر کو کوئی بات شاق تھی اور نہ حضرت فاطمہ کے راضی کرنیکی فکر میں ہوئے اور اندیشہ بدنامی کا ابوبکر کو کچھ نہ تھا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فدک بیشک مملوک رسول خدا صلعم کا تھا اور مملوک ہونا اسکا قرآن ہی سے ثابت ہے اور جب مملوک حضرت کا ہوا تو البتہ میراث اس میں جاری ہوگی اور ہندو مسلمان نصرانی کوئی قائل نہیں ہے اس امر کا کہ ایسی حرکت انسے تصور میں نہیں آتی تو یہی غلط لکھتا ہے اور یہ مقتضا تیری کم عقلی کا ہے اور جو روایت کہ ابوبکر کے صدق و دیانت کی شاہد ہے وہ بالکل جھوٹی ہے ایک مرد سنی نے اپنی مرضی کے موافق وہ روایت وضع کر لی ہے اسکی سند نہیں ہو سکتی اور ابوبکر کو اس مقدمہ میں بری الذمہ کوئی سمجھ نہیں سکتا اور صریح حضرت فاطمہ نے دعوے ہبہ کا کیا اور چاہا کہ میرے پاس فدک آجائے یہ تھا انکا گوشۂ خاطر لیکن ابوبکر نے اسکو ضبط کر لیا اور انکو ندیا اور منصب حضرت فاطمہ کا سب کچھ تھا اگر کوئی سمجھتا لیکن ابوبکر نے تو کچھ سمجھا ہی نہیں اور نہ ابوبکر کو

کچھ پروا حضرت فاطمہ کی تھی اور نہ کچھ دشواری ہوئی اور نہ فاطمہ کا رنجیدہ ہونا ابوبکر پر شاق ہوا اور نہ ظاہر اور نہ باطن کسی طرح سے فاطمہ کی رضا کے خواہاں تھے اور فدک جو فاطمہ کو نہ دیا اور گو اپنے پاس بھی اسکو نہ رکھا تو صرف فاطمہ کے ایذا دینے کے واسطے فاطمہ کو نہ دیا کہ یہ اس سے متمتع نہو اور ایسا نہو کہ اس سے قوت بہم پہنچا کر دعوی خلافت کا کریں اور خدا کا حکم ابوبکر کو اسمیں کچھ نہ تھا اور نہ تابعداری پیغمبر صلعم کی تھی اور نہ کوئی مصلحت دینی تھی البتہ مصلحت دنیوی ہو تو مضایقہ نہیں ہے اور آیت یوصیکم اللہ اور آیت اافار اللہ بھی اسپر دلالت نہیں کرتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور خدا تعالی کی اطاعت تو ابوبکر نے کسی طرح سے نہیں کی ہے بلکہ خلاف حکم خدا کے کیا ہے رسول خدا صلعم کی اطاعت کہاں ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک ابوبکر نے روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اپنی طرف سے وضع کر کے حضرت فاطمہ کے دعوی کو باطل کیا اور شیعوں کی کسی کتاب میں مصدق اسکے کوئی روایت نہیں ہے اور یہ دو روایتیں پہلی منہج الکرامت کی اور دوسری مجاج السالکین کی جو لکھی ہے پہلی کی تو آخر میں سے وہ فقرہ اڑا دیا کہ جو انکی مضر تھا اور ہم اسکو بیان کر چکے اور دوسری کا حال یہ ہے کہ نہ تو اس نام کی کوئی کتاب شیعوں میں ہے اور نہ یہ روایت شیعوں کی کسی کتاب میں ہے یہ روایت بالکل جھوٹی ایک شخص سنی نے واسطے الزام شیعوں کے بنائی ہے اور احکام خدا و رسول اشاعرہ کے نزدیک موافق حکمت و مصلحت کے بھی نہیں ہوتے ہیں بھی اپنے مذہب کے خلاف کہتا ہے اور جسوقت کہ روایت مجاج السالکین جھوٹی ہوئی تو پھر ہمکو کسی بات کی جواب کے لکھنے کی احتیاج تھی لیکن اس روایت میں وہ باتیں لکھی ہیں کہ جو مخالف ہیں ہمارے مقصود کے اور ان مطالب کے جو ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں اسواسطے ہمنے اسکے جواب کیطرف مجملا اشارہ کر دیا ہے **قال الشیخ الاشعری** ماسوا اسکے اگر صدیق اکبر بپاس خاطر حضرت زہرا رض فدک انکے حوالہ کر دیتے اور درصورت صحت روایت ہبہ فدک اس بات کی رعایت نکرتے کہ ہنوز دعوی ہی ہے کوئی دستاویز کامل نہیں کیونکہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن بلکہ انکے ساتھ حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی گواہی موافق قانون خداوندی قابل اعتبار نہیں تو اول تو عام و خاص کے دل میں بات نہ نشین ہو جاتی کہ خلیفہ سب مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتا رو داروں کو بے ثبوت بھی کامیاب کر دیتا ہے اور سوا انکا اوروں سے قرار واقعی تحقیق طلب کرتا ہے اور واقعی یہ بات شیوہ انصاف سے بہت بعید ہے معہذا باعث نفرت خلایق اور دریہی امور خلافت جو موجب انتظامی دین ہی ہو جاتا اور پھر یہ آگ ہرگز بجھائی نہ بجھتی اور اگر بالفرض استحکام خلافت میں کچھ فرق نہ آتا تو یہ وبال کسکے سر پر رہتا کہ قیامت تک حکام اسلام یہی شیوہ برتتے اور انکے لئے یہ حجت اور دستاویز ہو جاتی کہ خلیفہ راشد نے ایسا کیا تو ہم بھی ایسا ہی کرینگے رو داروں کو موہنہ مانگے موتی دینگے غیروں کی نہ سنینگے دوسرے اس صورت میں لازم آتا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم اس حدیث کے مصداق ہو جائیں العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ یعنی کسی چیز کو کسیکو للہ دیکر پھر اس کو لوٹانے والا ایسا ہی ہے جیسا کتا قے کر کے پھر چاٹ لیوے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم فرما چکے ہوں لا نورث ما ترکناہ صدقۃ تو جو چیز تا وقت وفات آپکی ملک میں تھی سب صدقہ ہو گئی اور یہ بات باتفاق فریقین ثابت ہے کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا اور اب اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ تا دم وفات فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبض و تصرف میں رہا تو اگر ہبہ بھی کیا تب قبضہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا ہونے پایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہمیشہ قبضہ رہا تو یہ ہبہ باتفاق فریقین موجب ملک سیدۃ النساء نہوا بلکہ ہمیشہ دم وفات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں رہا تو بیشک یہ بھی صدقہ ہو گیا سو درصورتیکہ بعد قبول نہونے دعوی ہبہ کے بزعم شیعہ دعوی میراث کیا ہو تو جیسے ہبہ کی صورت میں بعوض منع سیدۃ النساء بوجہ مذکور نہ سکے میراث کی صورت میں اسوجہ سے نہ دے سکے کیونکہ وارث کے ملک نائب ملک مورث ہوتی ہے جب تحقق ہو تو وہ پہلے تحقق ہو سو یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ جو چیز بقول لا نورث ما ترکناہ صدقۃ حضرت کے طرف سے صدقہ ہو چکی ہے اور ملک سے نکل گئی تھی پھر ملک نبوی میں آئی ورنہ جو چیز خارج از ملک مورث ہو اسمیں میراث کا جاری ہونا محال ہے سو ایسی حرکت تو صدیق اکبر سے کب ہو سکتی تھی جس سے ایسا حرف بیچارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف عائد ہو معہذا لا نورث اور صدقۃ ہونا جب صحیح ہو کہ قابل ملک وارث نہ رہی جو بھی اگر ملک وارث اس میں جاری ہو تو اجتماع نقیضین لازم آئی دستاویز تو حضرت فاطمہ کے پاس تھی لیکن اسکو عمر نے پھاڑ ڈالا انتہی **اقول** اور حضرت علی اور ام ایمن اور حسنین کی گواہی کا ذکر پہلے اس سے مفصل گذر گیا ہے اور حال حضرت فاطمہ کو فدک کے دیدینے کا باوجود سن لینے روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کے درصورت فرض سن لینے روایت مذکورہ کے یہ ہے کہ ہم یہ تو نہیں کہتے ہیں کہ بے اطلاع اوروں کے ابوبکر فاطمہ کو فدک دیدیتے تاکہ عام اور خاص کے دل میں گذرتا کہ خلیفہ سب مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتا اور رو داروں کو بے ثبوت بھی کامیاب کر دیتا ہے اور اوروں سے تحقیق طلب کرتا ہے ہمارا مقصود تو حضرت فاطمہ کے دینے سے یہ ہے کہ جو معاملہ رسول خدا صلعم نے زینب دختر خدیجۃ الکبری سے کیا تھا وہی معاملہ ابوبکر حضرت فاطمہ سے کرتے اور زینب سے حضرت نے یہ معاملہ کیا تھا کہ جسوقت ابو العاص شوہر انکا جنگ بدر میں گرفتار ہو کر آیا تو حضرت زینب نے اسکی رہائی کے واسطے قلادہ اپنا فدیہ میں اسکے رسول خدا کے پاس بھیجا کہ اسکی عوض میں ابو العاص کو رہائی دیویں اور وہ قلادہ وہ تھا کہ حضرت خدیجہ نے حضرت زینب کو جہیز میں دیا تھا جسوقت جناب رسول خدا صلعم نے وہ قلادہ دیکھا تو اسکو پہچانا اور آب دیدہ ہوئے اور اسوقت حضرت کو بہت قلق ہوا اور سب مسلمانوں سے اسکو بحل و معاف کروا کے پھر زینب کے پاس اسکو واپس کیا تو اسی طرح سے فدک کہ حضرت کے [illegible] کا ایک ٹکڑا تھا ابوبکر سب مسلمانوں سے فاطمہ کے واسطے کہ زینب سے ہر مرتبہ میں زیادہ تھیں بحل کروا کے حضرت فاطمہ کو دیدیتے اور اگر چار پانچ آدمیوں سے بھی معاف کروا لیتے تو یقین ہے کہ جو مسلمان اس حال کو سنتا وہ بپاس خاطر رسول خدا صلعم اسیوقت بحل کر دیتا اور کوئی تکرار نکرتا اور کسیکے دل میں نگذرتا کہ ابوبکر مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتے ہیں اور بے انصافی کرتے ہیں اور نہ اسمیں

بھی مروی ہے لعنت اللہ علی الکاذبین کسقدر دروغ نویس ہے یہ شیخ شیعوں کی روایت کا تو حال سن لیا اور اب سنیوں کی روایات کو سنئے اگرچہ روایتیں انکی ہمپر حجت نہیں ہو سکتی
لیکن پھر مفید مطلب اہل سنت نہیں اسواسطے کہ شیخ عبدالحق شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ غضب آنحضرت امتداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت نمود ابوبکر را دیکھو یہ روایت موافق
ہمارے اور مخالف اعتقاد اہل سنت کے ہے اور دوسری روایت عبدالحق کی کہ جسکی یہ شیخ سند پکڑتا ہے یہ ہے کہ و در بعضے روایات آمدہ است کہ چون واقع شد میان ابوبکر و فاطمہؓ انچہ
واقع شد رفت ابوبکر نزد فاطمہ و استاد بر در او در گرمی آفتاب الخ اس روایت سے غرض عبدالحق کے منعف اس روایت کا ہے کہ لکھتا ہے و در بعضی روایات آمدہ است اور فصل الخطاب اور کتاب
الوفا بیہقی اور شرح مشکوۃ اور ریاض نضرت اور کتاب الموافقت ابن سمان میں ان سب کتابوں میں روایت ابوبکر کے فاطمہ زہرا کے پاس بسفارش علی جانیکی اور عذر کرنیکی دو شخصوں
کی روایت پر منحصر ہے شعبی کے اور اوزاعی کے اور شعبی کا تو اعتبار اسواسطے نہیں ہے کہ وہ دشمن علی بن ابیطالب علیہ السلام تھا چنانچہ اپنے محل میں ثابت ہے اور سوائے اسکے یہ ہے کہ شعبی نے اس روایت کو
بطریق مرسل بیان کیا ہے اور ایسا ہی حال اوزاعی کا ہے کہ اسنے بھی بطریق مرسل بیان کیا ہے اسواسطے یہ روایتیں معتبر نہیں ہیں اور بڑی دلیل ان روایتوں کے ضعیف اور غلط ہونیکی یہ ہے کہ یہ روایتیں مخالف ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے
روایتوں کی کہ جنکی برابر بعد کلام اللہ کے کسی کتاب کی روایت صحیح نہیں ہے اہل سنت کے نزدیک چنانچہ صحیح بخاری میں ایک جگہہ تو لکھا ہے فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ فہجرت
ابابکر فلم تزل مہاجرتہ حتی توفیت و عاشت بعد رسول اللہ ستۃ اشہر اور دوسری جگہہ غزوہ خیبر کے ذکر میں لکھا ہے فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی
توفیت و عاشت بعد النبی ستۃ اشہر اور اسی طرح صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے اور حاصل ان روایتوں کا یہ ہے کہ فاطمہ دختر رسول خدا صلعم غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مفارقت اور مہاجرت
اختیار کی اور ہمیشہ رہی مفارقت ابوبکر سے یہانتک کہ مر گئیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا تا دم مرگ اور زندہ رہیں بعد پیغمبر خدا کے چھ مہینے اور شیخ عبدالحق نے شرح مشکوۃ میں ترجمہ
روایت بخاری میں لکھا ہے کہ پس در غضب آمد فاطمہ پس ہجران کرد ابوبکر را پس ہمیشہ بود ہجرت کنندہ مر او را تا آنکہ وفات یافت اور صحیح بخاری میں لکھا ہے لایحل لمسلم ان یہجر
اخاہ فوق ثلثۃ لیال یعنی حلال نہیں ہے واسطے کسی مسلمان کے کہ مفارقت کرے اپنے بھائی سے زیادہ تین شب سے اور میں کہتا ہوں کہ اگر فاطمہ زہرا ابوبکر کو مسلمان جانتیں تو اس سے چھ
مہینے مفارقت کاہیکو اختیار کرتیں اور دیکھو روایتوں سے بخاری اور مسلم کے ثابت ہوا کہ فاطمہ زہرا ابوبکر سے ہمیشہ مہاجرت میں رہیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا پس روایتیں
فصل الخطاب اور کتاب الوفاء وغیرہ کے جو مخالف ان روایات صحیحہ کے لکھے ہیں حضرت فاطمہ کے ابوبکر سے راضی ہوجانیکی بالکل وضعی اور غلط ہیں اور کون ایسا باولا ہوگا کہ صحیحین
کی روایتوں کو چھوڑ کر ان جھوٹی روایتوں کو معتبر جانیگا اور شیعہ جب کسی روایت سے انکی سند پکڑتے ہیں تو یہ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین میں نہیں ہے تاکہ معتبر ہو اس صورت
میں وہ روایتیں کہ جو صحیحین کی روایتوں کے مخالف ہیں بیشک غیر معتبر بلکہ غلط ہونگی پس صحیح یہ ہے کہ ان روایتوں میں سے کہ ابوبکر دھوپ میں کھڑے رہے اور حضرت فاطمہ ابوبکر سے راضی
ہوگئیں علی کی سفارش سے اور قسم دینے سے یہ سب غلط ہیں اور فرقہ زیدیہ کو تو مولوی عبدالعزیز صاحب تحفہ میں اپنی میں سے لکھتے ہیں انکا کیا اعتبار ہے اور یہ روایتیں تو سب غلط ہیں اور عداوت
ابوبکر کو اہل بیت سے خلافت کے مقدمہ میں تھی کہ یہ منصب انکو نہ پہنچنے پائے اور اسیواسطے فدک کو غصب کیا تاکہ انکو کسیطرح سے قوت اور شوکت نہ ہونے پائے کہ خلافت کے مقدمہ میں سر اٹھائیں
بلکہ ہمیشہ دبے ہوئے اور دست نگر رہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ انکی محبت اور اعتقاد اور تعظیم اور تکریم میں ایسے فنا تھے کہ باوجود عروج خلافت اور شوکت سلطنت کی حضرت فاطمہ کے سامنے
اپنے تئیں مثل غلاموں کے سمجھتے تھے اور اس سبب سے مرتبہ صدق وصفا کو پہنچی تھی اور دنیا داری بو ہوتی تو ایسے امور ظہور میں آتے اور شان و شوکت پر اپنے تئیں نکرتے اور فاطمہ کو
ابوبکر پر بڑا بھروسا تھا اور کسیکے تصور میں آسکتا ہے کہ کوئی فقیر بادشاہ جبار کے سامنے ایسی باتیں کرے اور وہ بادشاہ ایسے منتوں سے منائے یہ سب غلط ہے کوئی بات آمیں سے
ظہور میں نہیں آئی اور اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ابوبکر نے عمر کو آگ اور لکڑیاں انکے ہمراہ کرکے فاطمہ زہرا کا گھر جلانیکو بھیجا مع ان لوگوں کے کہ جو اس گھر میں تھے اور اس گھر میں علی اور فاطمہ اور حسنین
تھے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور کنزالعمال اور تاریخ طبری میں تو یہ لکھا ہے کہ ابوبکر وقت مرنیکے افسوس کرکے کہتے تھے کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نہ کھولتا جبکہ حال
تھا تو ابوبکر کو کیا غرض تھی کہ حضرت فاطمہ کے پاس جاکر اسطرح سے عذر کرتے اور اگر بالفرض والتقدیر کچھہ عذر کیا ہے تو اس سے کچھ ابوبکر کی کسرشان نہیں کہ اسکے باپ کے نام سے یہ سب کچھہ حاصل
تھا انکی جوتیوں ہی کا صدقہ تھا اور اسکے شوہر ہی کا حق تھا کہ جسکو ابوبکر دبا بیٹھے تھے اور ایک شان و شوکت انکو حاصل ہوگئی تھی لیکن حضرت فاطمہ راضی ابوبکر سے ہرگز نہیں ہوئی ہیں
اور صحیح وہ ہے کہ جو مطابق روایت بخاری اور مسلم کے ابن قتیبہ نے کتاب السیاست والامامت میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ چلو فاطمہ کے پاس ہم اسکو غضب میں لائے ہیں جب گئے وہ دونوں
اور حضرت فاطمہ سے اذن چاہا کہ ہم آئیں تو انہوں نے اذن نہ دیا اور مفصل اس روایت کو پہلے اس سے میں لکھ چکا ہوں اور ابوبکر جوہری نے بھی کتاب سقیفہ میں اسیطرح لکھا ہے **قال
الشیخ الاشعری** اور بالبداہت اس سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر بالفرض والتقدیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے مرتے دم اسبات کی وصیت ہی کی ہو کہ میری جنازہ پر ابوبکر نہ آئیں
تو بسبب کمال حیا اور پردہ داری کی یہ وصیت کی ہوگی اور تخصیص ابوبکر کے نہ آنے دینے کی اسوجہ سے ہو کہ انکو حضرت زہرا ایسا سمجھتی تھیں کہ یہ خواہ مخواہ حاضر ہی ہونگے کیونکہ انکو جسقدر
تعظیم و تکریم اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش نہاد خاطر ہے اوروں کو نہیں لہذا ابوبکر ایکبار کی رنجش سے شرمائی ہوئی ہیں اسکے تدارک کے لئے وہ کوئی ایسا موقع نچھوڑینگے جو اسمیں

غیر حاضری باعث اشتباہ اور موجب بدگمانی اہل بیت ہو علاوہ بریں وہ خلیفہ وقت تھے امامت نماز اور امامت جنازہ دونوں انہیں سے متعلق تہیں اس لئے بالخصوص انکا نام لیکر منع کیا غرض اگر تخصیص کہیں سے ثابت ہو بھی جائے تو اسکے یہ وجوہ ہیں ورنہ علی العموم مردان نامحرم کے حاضر ہونیکی آپ روادار نہتیں اس لئے یہ وصیت کی کہ مجھکو شب کو دفن کر دینا اور دلیل بات کی کہ بوجہ حیا و پردہ داری علی العموم ممانعت تہی صدیق اکبر کی کچھ خصوصیت نہتی یہ ہے کہ بروایت صحیح یہ بات مروی ہے کہ حضرت سیدۃ النساء نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ بعد موت بے پردہ مردوں کے سامنے مجھکو لائیں اور اُس زمانہ کی عادت یہ تھی کہ عورتوں کو مثل مردوں کے بے پردہ یعنی گہوارہ میں ڈالنے کو لیجایا کرتے تھے اسپر اسماء بنت عمیس نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ خرما کی شاخوں سے گہوارہ کی صورت نعش بناتے ہیں حضرت زہرا نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے بنا کر دکھلا حضرت اسماء نے بنا کر دکھلایا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور تبسم کیا اور ہرگز بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انکو کبھی کسی نے تبسم کرتے نہ دیکھا تہا اسوجہ سے حضرت زہرا نے حضرت اسماء کو وصیت کی کہ میرے مرنیکے بعد تو ہی مجھے غسل دیجیو اور حضرت علی تیری ساتھ رہیں کسی اور کو نہ آنے دیجو غور کیجے کہ غسل کے وقت صدیق اکبر کے آنے کی کوئی صورت ہی نہتی بلکہ کسی مرد کے آنے کی کوئی سبیل ہی نہیں اسوقت جو اور لوگوں کے آنیسے ممانعت ہوئی تو یہ مطلب ہوا کہ عورتوں کو بھی نہ آنے دیجو سو جب عورتوں سے اسقدر شرم ہو کہ بعد مرنے ننگے بدن انکے سامنے ہونیسے شرمائے وہ مردوں کے جنازہ پر آنیسے کیونکر نہ شرمائے سو اسلئے حضرت علی نے انکو رات ہی کو دفن کر دیا اور کسیکو اطلاع نکی القصہ بوجہ تستر و باعث حیا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اسبات کی روادار نہوئیں کہ میرے جنازہ پر کوئی مرد حاضر ہو ورنہ حضرت ابو بکر کی کوئی تخصیص نہتی اور ہرگز کسی روایت میں اہل سنت کے روایات میں سے یہ بات نہیں کہ بالخصوص حضرت صدیق اکبر کے نام سے ممانعت ہوئی ہو علی العموم ممانعت ہوئی تہی شیعوں کی شرارت ہے کہ ممانعت انکے نام لگا دی اور پہر دلاوری کہ عوام اہل سنت کے سامنے انہی کتابوں کا حوالہ بتا دیتے ہیں **اقول** حضرت زہرا نے جو وصیت کی تھی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نہ آنے پائے آزردگی کی جہت سے تھی کہ ابوبکر سے ناراض تھیں ورنہ ستر اور پردہ داری کے لئے ابوبکر کی کیا خصوصیت تھی اگر اس جہت سے ہو تو سبہی کے واسطے ہوتی نہ خاص ابوبکر کے واسطے اور بعد نزول آیۂ حجاب معمول زنان عرب یہی تہا کہ اپنے اعضا کو لباس سے پوشیدہ کر لیتی تھیں اور خود حضرت فاطمہ اسی طرح واسطے طلب فدک کے ابوبکر کے پاس تشریف لیگئی تھیں اور سوا اسکے اسماء بنت عمیس نے گہوارہ بنا کر دکھلا دیا تھا اسواسطے کہ اسمیں کچھ بے پردگی کی صورت تھی اور یہ وصیت حضرت فاطمہ نے نہیں کی تھی کہ جسوقت میں مرجاؤں وقت غسل دینے کے اُسوقت ابوبکر کو میرے پاس آنے دینا اور اس امر کی وصیت کرنی کیا ہے ایسے وقت میں تو کسیکو مردوں میں سے عورتوں کے جنازہ پر جانا جایز نہیں ہے اور وصیت جو حضرت فاطمہ نے کی تھی تو ابوبکر سے آزردہ و ناراض ہو کر کی تھی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور ابوبکر جوہری نے اپنی کتاب سقیفہ میں لکھا ہے کہ قالت فاطمۃ لابی بکر واللہ لا کلمتک ابدا قال ابو بکر لا ہجرتک ابدا قالت واللہ لادعون اللہ علیک قال واللہ لادعون اللہ لک فلما حضرتہا الوفاۃ اوصت ان لا یصلی علیہا فدفنت لیلا حاصل یہ کہ فاطمہ نے ابوبکر سے کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نکرونگی ابوبکر نے کہا کہ میں تجھ سے کبھی مفارقت نکرونگا فاطمہ نے کہا کہ قسم ہے خدا کی میں تیرے حق میں خدا سے دعا بد کرونگی ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی میں تیرے حق میں خدا سے دعائے نیک کرونگا پس جسوقت کہ وقت وفات فاطمہ آیا تو وصیت کی فاطمہ نے کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے پس دفن کی گئیں شب کو اور ایسے ہی بخاری اور مسلم کی روایتوں سے سمجھا جاتا ہے دیکھو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آزردہ ہو کر ابوبکر سے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر نماز پڑھنے نہ آئے اور نہ آنے دینے کی تخصیص میں واسطے ابوبکر کے جو لکھا ہے کہ اسوجہ سے منع کیا یہ بھی ایک ایسی ہی واہی وجہ ہے اور تعظیم و تکریم اہل بیت کی ابوبکر ہرگز نکرتے تھے بلکہ انکو آزار پہنچاتے تھے اور ارادہ فاطمہ کے گھر کے جلانیکا مع علی و حسنین کے کیا اور دروازہ فاطمہ زہرا کا توڑا جب مرنے کی نوبت پہنچی تو کہنے لگے کہ کاش میں فاطمہ زہرا کا دروازہ نہ کھولتا چنانچہ کنز العمال اور تاریخ طبری میں لکھا ہے یہ تو سنیوں کی کتابوں میں ہے اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ گھر فاطمہ کا جلادیا اور نظام معتزلی نے لکھا ہے کہ محسن شکم مادر میں شہید ہوا عمر کی لات مارنے سے انکے ظلموں کا حال کہانتک بیان کریں اور پہر لکھتا ہے کہ جو تعظیم اہل بیت علیہم السلام پیش نہاد ابوبکر ہی تو وہ اوروں کے نہیں اور رنجش بہی شرمائے ہوئے ہیں اُنکو تو پاس کو بھی رنجش نہیں گئی تہی اگر رنجش تہی تو حضرت فاطمہ کو تہی ابوبکر سے اور حضرت فاطمہ کا ایسا رنج تھا کہ جو زائل ہو جاتا اور ابوبکر کو امام نماز تھے اور امام جنازہ بھی تھے ہم نے تسلیم کیا لیکن منع انکو آزردہ ہو کر کیا ورنہ ممانعت میں تخصیص ابوبکر کی کیا تھی اور اب بھی یہی دستور ہے کہ جو کوئی کسی سے آزردہ ہوتا ہے گو بھائی ہو یا اولاد میں سے ہو یہی کہتا ہے کہ یہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے اور علی العموم نامحرموں کو حضرت فاطمہ نے منع نہیں کیا ہے گو دل سے روادار نامحرموں کے حاضر ہونے کی نہوں اور شب کو دفن کرنے کی بھی وصیت کی ہوگی اور گہوارہ جو اسماء نے بنا کر دکھلایا اسکو بھی پسند کیا کہ اسمیں پردہ بہت تہی لیکن منع اپنی جنازہ پر آنے سے سوائے ابوبکر کے کسیکو نہیں کیا ہے اور غسل کے وقت ابوبکر کے منع کرنیکی کون وجہ تھی کوئی مرد نامحرم کیا عورتوں کے غسل کے وقت عورتوں کے ننگے بدن کو دیکھنے جایا کرتا ہے جو وہ ابوبکر کو منع کرتیں اُسوقت تو خود ہی کوئی نامحرم نہیں جا سکتا ہے پہر ابوبکر کے منع کرنیکی کیا خصوصیت تہی اگر منع کرتیں تو سبہی کو منع کرتیں نہیں کہتا کہ ابوبکر کو تو مطلق ہی منع کیا تھا کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے اور عورتوں میں بھی فقط عائشہ ہی کو منع کیا تھا ابوبکر کی جہت سے کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے ورنہ عورتوں کو عورتوں کے جنازہ پر جانے کی ممانعت نہیں ہے اور عورت بھی کون کہ زوجۂ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کو منع کیا چنانچہ

شیخ عبد الحق دہلوی نے جذب القلوب میں لکھا ہے کہ جسوقت حضرت عائشہ حضرت فاطمہ کے انتقال کی خبر سنکر محفل عزا میں تشریف لیگئیں تو اسما بنت عمیس نے منع کیا اور عائشہ کو نہ آنے دیا حضرت عائشہ وہاں سے پہر کر چلی آئیں اور اپنے باپ سے شکایت کی کہ اسکو کیا ہو گیا ہے کہ حائل ہوتی ہے درمیان ازواج پیغمبر کے اور انکی دختر کے میت کے حضرت ابو بکر نے اسما کو بلا کر دہمکایا کہ تو کس واسطے منع کرتی ہے عائشہ کو اسما نے کہا کہ میں مجبور ہوں کیا کروں جناب سیدہ نے اسی طرح مجہکو وصیت کی تہی اب فرمائیے کہ یہ ممانعت بہی کیا از راہ تستر و حیا تہی یا وہ ملال اور غبار تہا ابو بکر کیطرف سے کہ انکی دختر کو بہی نہ آنے دیا باوجودیکہ وہ زوجہ سرور کائنات صلعم تہیں اور حضرت فاطمہ کی مادر گرامی تہیں کوئی اپنی والدہ سے بہی خواہان تستر ہوتا ہے اور عورتوں سے اگر کوئی شرماتی ہے تو غیروں سے شرماتی ہے نہ اپنی مادر گرامی سے اور ابو بکر کو جو منع کیا تہا تو جنازہ پر آنیسے اور نماز پڑہنے سے منع کیا تہا نہ سامنے اور روبرو آنے سے اور پہر ابو بکر کی کیا خصوصیت تہی بزرگوں کے جنازہ پر تو سبہی جاتے ہیں اور باعث تستر اور حیا حضرت زہرا نے یہ نہیں فرمایا تہا کہ میرے جنازہ پر کوئی حاضر نہو بلکہ ابو بکر تنہا ہی کو منع کیا تہا سو معلوم ہوا کہ آزردہ ہو کر منع کیا تہا نہ حیا اور تستر کے باعث سے اور یہ تخصیص ممانعت ابو بکر اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور بخاری اور مسلم میں بہی اسکا اشارہ ہے اور شیعوں کی یہ شرارت نہیں بلکہ علماء اہل سنت کی شرارت ہے کہ عوام کے تنگ کرنے کو کتابوں میں لکھ گئے اور جسوقت اہل سنت کی کتابوں میں لکہا ہو موجود ہو تو پہر شیعہ اہل سنت کی روبرو حوالہ کیوں نہ دینگے جو بات کہ ہو گزری ہے وہ کب مٹ سکتی ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب اسکا اقرار کر چکے ہیں اسیواسطے اس ممانعت کو محمول بر تستر کیا ہے اور انکی ہی پیروی سے اس نے بہی اسی طرح لکہا ہے ابتدا میں اور اب انکار کرتا ہے منع کرنیکو ابو بکر کے **قال الشیخ الاشعری** تسپر مولوی عمار علی صاحب نے تو یہ طوفان جوڑا ہے کہ شرم کی آنکہیں پہوڑ کر صحیح مسلم کا نام لے دیا کہ اسمیں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے وقت وفات یہ وصیت کی تہی کہ ابو بکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آئیں خدا جانے یہ بیحیائی کہاں سے آئی ہے یا ایجاد فقیر ہے کہ الصلاۃ مطلقا جہوٹ بولنے سے شرم نہیں آتی صحیح مسلم کوئی نایاب کتاب نہیں ہزاروں نسخے اسکے موجود ہیں حذف کرنیکی بہی گنجائش نہیں اگر یہ روایت ہو تو کوئی کہیں سے نکالدے فقط اسمیں اتنی بات ہے کہ جب حضرت زہرا کی وفات ہوئی تو حضرت علی نے انکو شب ہی کو دفن کر دیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نہ کی اور نماز پڑہی آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چنانچہ تسکین ناظرین کے لئے عبارت صحیح مسلم منقول ہے اسکا ترجمہ بلا کم و کاست یہی ہے جو میں عرض کیا وہ عبارت یہ ہے فلما توفیت دفنها زوجها علی بن ابی طالب لیلا ولم یؤذن بها ابا بکر وصلی علیها علی اور اس عبارت سے آگے پیچہے کہیں وصیت کا ذکر نہیں ہے خدا جانے مولوی صاحب نے اس عبارت میں سے یہ معنی کہ حضرت زہرا نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے نہ آنے دینے کی وصیت کی تہی کونسے لغت اور کونسی زبان اور کونسے محاورہ کے موافق نکال لئے سبحان اللہ علماء شیعہ کی یہ امانت و دیانت اور صدق کہتا ہے کہ دیدہ و دانستہ ایسے جہوٹ بولتے ہیں غرض صحیح مسلم میں تو فقط اتنی بات ہے کہ حضرت علی نے حضرت سیدۃ النساء کو شب کو دفن کر دیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نہ کی اور اپنے آپ نماز جنازہ پڑہی اور یوں بہی ایک قول ہے کہ حضرت عباس نے چند ایک اہل بیت کے ساتھ نماز پڑھ کے رات ہی کو دفن کیا مگر بہر حال صحیح مسلم میں وصیت کا ذکر معلوم نہیں ہوتا اور اگر بالفرض کسی روایت میں اسباب میں کوئی وصیت بہی ہو تو اسبات کی وصیت ہو گی کہ مردوں میں سے میرے جنازہ پر کوئی نہ آئے چنانچہ بعضی روایات میں آیا ہے کہ دوسرے دن جو حضرت صدیق اور حضرت عمر اور سوا انکے اور صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گہر تعزیت کے لئے حاضر ہوئے تو شکایت کی ہمیں آپ نے خبر نہ کی ہمیں بہی شرف نماز اور شرف حضور جنازہ میسر آ جاتا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تہی کہ جب میں دنیا سے اٹہوں تو مجہے رات ہی کو دفن کر دینا تاکہ میرے جنازہ پر کسی نامحرم کی نگاہ نہ پڑے سو میں نے انکی وصیت کے موافق عمل کیا ہے غرض اس روایت سے اور یہی روایت مشہور ہے علی العموم نامحرموں کے آنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے صدیق اکبر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تخصیص کا اشارہ بہی نہیں مگر شیعوں کے بدگمانی کا یہ حال ہے کہ اہل بیت کی تمام حرکات سکنات کو مطابق [illegible] صدیق اکبر کی عداوت پر محمول کرتے ہیں اور عقل و نقل کا کچہ لحاظ نہیں کرتے انکی وہی مثل ہے جیسے مشہور ہے سب نے سنا ہو گا ۔ سگے را گر کلوخی بر سر آید ۔ ز شادی بر جہد کین استخوان ست ۔ وگر نعشے دو کس بر دوش دارند ۔ لئیم الطبع پندارد کہ خوان است ۔ **اقول** مولوی عمار علی صاحب نے شرم کی آنکہیں نہیں پہوڑی ہیں آنکہیں شرم کی تو نے ہی پہوڑی ہیں کہ صریح تیری کتاب میں موجود ہے اور پہر تو اسکا انکار کرتا ہے اور صحیح مسلم میں جو لکہا ہے کہ ولم یؤذن بها ابا بکر اس سے مطلب یہ ہے کیا کہ ابو بکر کو جنازہ پر آنے کا اذن نہ دیا یہ موافق وصیت کے تہا یا تستر کی جہت سے اور اگر تستر کی جہت سے ہوتا تو ابو بکر کی کیا تخصیص تہی ممانعت میں اور اذن نہ دینے میں اور وصیت کے واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ لفظ وصیت بہی مذکور ہو اگر کوئی کہے کہ میرے بعد فلانے کو اسقدر دینا تو وصیت ہو گئی وصیت کا لفظ چاہے ذکر کرے چاہے ذکر نہ کرے اور یہ اذن نہ دینا دال وصیت ہی پر ہے اسواسطے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے وصیت کی تہی کہ جن لوگوں نے مجہے آزار پہنچایا ہے ان لوگوں کو میرے جنازہ پر نہ آنے دینا اور مراد اس سے ابو بکر اور عمر ہیں سو حضرت علی نے موافق وصیت کے ابو بکر کو آنیکا اذن نہ دیا جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں لکہا ہے اور یہ جو صحیح مسلم میں لکہا ہے کہ لم یؤذن بها ابا بکر یہ وصیت ہی پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچہ رنجش تہی حضرت فاطمہ اور ابو بکر میں تہی اور حضرت علی سے کچہ واسطہ نہ تہا اور اگر کچہ تہا تو حضرت فاطمہ ہی کی جہت سے تہا سو یہ اذن نہ دینا ابو بکر کو موافق وصیت حضرت فاطمہ کے تہا اور عمر کا جو نام لکہا ہے یا اسواسطے کہ وہ دونو آپسمیں لازم و ملزوم تہے اور وصیت جب کی تہی تو عمر کا بہی نام لیا تہا لیکن صحیح مسلم میں ابو بکر ہی کے ذکر پر اکتفا کی و عمر کا نام نہیں لکہا اور حدیث صحیح مسلم کی تفسیر

واقع ہوئی ہے سقیفہ ابوبکر جوہری میں کہ جو ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے اسمیں وصیت کا لفظ بھی مذکور ہے اور صحیح بخاری میں
لم یوذن بہا ابابکر پھر اس کے بعد وقوع ہوا ہے سو عدم ایذان سے مراد سوائی وصیت کے اور کچھ نہیں ہو سکتے اور جذب القلوب میں تو تصریح لکھا ہے چنانچہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ اسماء بنت عمیس کو
حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ عائشہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے نا آزردگی عائشہ سے ابوبکر کی جہت سے تھی کہ وہ خبر انکی تھی یا کسی اور جہت سے تھی اور صحیح مسلم میں گو برعایت ابوبکر واضح کر کے
نہیں لکھا ہے لیکن تو اشارہ وصیت فاطمہ زہرا ہی کی طرف ہے والعاقل تکفیہ الاشارہ اور ہمارے مولوی صاحب کا کام جھوٹ بولنا نہیں ہے جھوٹا تو ہے اور تیرے بزرگ جھوٹے ہیں جو جھوٹی روایتیں بنا کر
شیعوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور دفن کرنا شب کا اور خود ہی حضرت علی کا نماز جنازہ پڑھنا اسی جہت سے تھا کہ ابوبکر جنازہ پر نہ آنے پائیں وہ نہ منصب نماز پڑھانے کا ابوبکر کا تھا کہ وہ خلیفہ
بنے ہوئے تھے اور ہم عبارت مسلم کو بیان کر چکے کہ ولم یوذن بہا ابابکر سے مراد وصیت ہی ہے گو لفظ وصیت کا اسمیں مذکور نہیں ہوا ہے اور جو کچھ مولوی صاحب سمجھے ہیں وہ صحیح نہیں اور ہم اسکو بیان
کر چکے کہ مراد اس سے وصیت ہی ہے البتہ روایت مسلم میں نام عمر کا نہیں لکھا ہے فقط ابوبکر کا نام ہے اسواسطے کہ وصیت جو کی تھی تو دونو کے نام کی تھی چنانچہ اور روایتوں میں ہے اسواسطے عمر کا
بھی نام لکھدیا کہ بانی مبانی سب امور کے یہی تھے اور علماء شیعہ نے کچھ جھوٹ نہیں لکھا ہے تاکہ انکی امانت و دیانت میں خلل آئے دیکھو صحیح مسلم میں یوذن بہا موجود ہے اور مراد اس سے یہی ہے کہ
ابوبکر کو انکی اجازت نہ دیجا اور اگر ایذان بمعنی اطلاع ہے اور یہی معنی ہیں کہ اطلاع نہ کی تو اسی سبب سے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی چنانچہ اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں گو اس
روایت میں لفظ وصیت کا نہیں ہے لیکن لم یوذن بہا وصیت پر دلالت کرتا ہے اور اگر وصیت ہے تو ابوبکر کے نہ آنے دینے کی ہے نہ کل مردوں کے نہ آنے دینے کی اور یہ وصایت علی العموم نامحرموں کے
جنازہ پر نظر نہ پڑنے کی دوسری ہے کہ نامحرموں کی نظر نہ پڑنے کی حیثیت سے ہے اور ابوبکر کے جنازہ پر نہ آنے دینے کی روایت دوسری ہے کہ اسمیں نامحرم ہونے کی حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ آزردگی کی
جہت سے ہے کہ میرے جنازہ پر نہ آئے جیسا کہ کوئی کسی سے ناراض ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے مگر اہل سنت کا ثلاثہ کی محبت میں حال یہ ہے کہ جسقدر کہ انہوں نے اہل بیت پر
ظلم کئے ہیں اور آزار پہنچائے ہیں مطابق مطہین یا نہ مطہین انکی سب ظلموں کو نیکی ہی پر محمول کرینگے اور تاویلیں کرینگے اور عقل و نقل کا کچھ لحاظ نہیں کرتے انکی وہی مثل ہے جیسے مشہور ہے سنا
ہوگا ع سگے را چوں کلوخی برسر آید ٭ ز شادی برجہد کیں استخوان است ٭ وگر نعشے دو کس بر دوش دارند ٭ لئیم الطبع پندارد کہ خوان است **قال الشیخ الاشعری** القصہ ابوبکر
صدیق کی ممانعت کی یا حضرت عمر کی ممانعت کی کہیں تخصیص و تصریح نہیں بلکہ فصل الخطاب کی روایت سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ معاملہ دگرگوں ہے اسلئے کہ اسمیں یوں مذکور ہے کہ ابوبکر
صدیق اور حضرت عثمان و حضرت عبدالرحمن بن عوف عشاء کی نماز کے وقت حاضر ہوئے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رحلت مغرب عشا کے بیچ منگل کے دن رمضان شریف کی تیسری
تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ سے چھ مہینے بعد ہوئی تھی اور آپ کی عمر شریف اٹھائیس برس کی تھی ابوبکر صدیق بموجب فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیش امام ہوئے
چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائی اس روایت سے تو قدرشناسان علی رضی اللہ عنہ کو بھی تحقیق ہوتا ہے کہ حضرت سیدۃ النساء نے ہرگز صدیق اکبر کی آنے نہ دینے کی وصیت نہ کی تھی کیونکہ جب
حضرت امام حسین یہ عزم رکھتی ہوں کہ سعید بن العاص کو حالانکہ وہ کچھ مؤدب نہ تھا امام ہونے دیں تو حضرت علی تو حضرت علی ہیں ادھر صدیق اکبر کا یہ ادب کہ تھوڑے سے ہی دنوں پہلے
کیا کیا نا کہ رکھ چکے تھے سو اگر حضرت فاطمہ وصیت کرتیں تو اول تو صدیق اکبر کو دھکے دلا دیتیں ورنہ نماز کا تو کیا ذکر کیونکہ بوجہ اپنی شجاعت و صدیق اکبر کی ادب کے باعث کوئی وجہ تقیہ
کی بھی نہ تھی القصہ صدیق اکبر کی ممانعت کی کوئی روایت نہیں ہاں ایسی روایتیں ہیں جن سے عموم ممانعت ثابت ہے اور اگر بالفرض تخصیص کر کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا نام بھی
تو حضرت ابوبکر کے منع کی وجوہ تو مذکور ہولیں باقی رہی حضرت عمر سو اول وجہ میں تو وہ صدیق اکبر کے شریک ہی ہیں اور علی ہذا القیاس دوسری وجہ میں کیونکہ وہ صدیق اکبر کے
سامنے بمنزلہ وزیر و مشیر تھے سو صدیق اکبر کے سب کام انہیں کے مشورہ سے تھے سو اگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بوجہ مدعی فدک کے کچھ صدیق اکبر سے رنج تھا اور اس سبب سے وہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
سے شرمائے ہوئے تھے تو حضرت عمر سے پہلے تھا اور پہلے آپ سے شرمائے ہوئے تھے باقی رہی تیسری وجہ اسمیں بھی حضرت عمر صدیق اکبر کے ہی ایک وجہ سے شریک ہیں کیونکہ حضرت عمر اور حضرت
صدیق اکبر بمنزلہ لازم و ملزوم ہیں یہ ممکن نہ تھا کہ صدیق اکبر بلائے جائیں اور حضرت عمر کو خبر نہ ہو سو اگر بالفرض و التقدیر کسی روایت میں اہل سنت کی ممانعت تخصیص نام ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما
بھی نکل آئی تو انکی وجوہ یہ ہیں جو ہمنے عرض کیں عداوت اور بغض صدیق اکبر یا حضرت عمر نہ تھا **اقول** ابوبکر کی ممانعت کی تخصیص تو تصریح بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور لکھا ہے اسمیں
کہ ولم یوذن بہا ابابکر اور ابوبکر اور عمر کے دونو کی بلا کر ممانعت اور روایتوں میں ہے اور ابوبکر جوہری نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازے پر نماز نہ پڑھے اور فصل الخطاب
کی روایت کہ جسمیں ابوبکر کا نماز پڑھانا حضرت فاطمہ پر لکھا ہے چار تکبیروں کے ساتھ رد کرتی ہے اسکو روایت بخاری اور مسلم کی کہ ابوبکر کا بالاتفاق حضرت فاطمہ کے جنازہ پر جانا ہوا ہی نہیں تھا
اور جو روایت کہ مخالف روایات صحیحین کے ہے اسکا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور سوا اسکے یہ شیخ خود لکھ چکا ہے اس روایت کے مخالف روایتیں کہ حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھائی اور ابوبکر اور عمر وغیرہ
صحابہ نے صبح کو جا کر حضرت علی سے شکایت کی کہ تم نے ہمکو خبر نہیں کی کہ ہم بھی نماز جنازہ پڑھتے سو یہ روایت فصل الخطاب کی بالکل غلط اور موضوع ہے اور ابوبکر کو جنازہ فاطمہ زہرا پر آنیکی
حضرت فاطمہ کی طرف سے ممانعت تھی اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے جنازہ پر حضرت امام حسین نے نماز پڑھی تھی نہ سعید بن العاص نے چنانچہ معلوم ہوگا اور ابوبکر نے تھوڑے سے

دلوں میں کچھ بھی تاک نہیں رکھی اور اگر بالفرض حضرت فاطمہ سے کچھ عذر کیا تو وہ راضی نہیں ہوئیں اور ایسی کہاں کی صاحب حشمت و لشکر تھے حضرت علی کہ ابوبکر کو دھمکی
دلوا دیتی جسوقت ابوبکر نے عمر کو بھیجا ہے اور عمر آگ اور لکڑیاں لیکر فاطمہ زہرا کا گھر جلانے گئے ہیں مع علی اور فاطمہ اور حسنین کے جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے سو اس صورت میں
تو علی کچھ کر نہ سکے۔ اور ابوبکر کو دھمکے دلوا دیتی کہیں عقل میں بھی آتا ہے اور شجاعت ہر جگہ کام نہیں آتی ہے جناب رسولخدا صلعم کی شجاعت تو حضرت علی کی شجاعت سے زیادہ تھی اور حضرت علی
جو ہر و سحاع تھے وہ بھی حضرت کے ہمراہ موجود تھی لیکن جب کفار کا غلبہ ہوا تو یہی حکم ہوا حضرت کو کہ تم یہاں سے ہجرت کر کے چلے جاؤ اور خدا تعالی کی برابر تو کوئی قادر نہیں ہے ایک اشارہ میں چاہے
تو سب کو فنا کر دے مگر اپنے حبیب کو مکہ میں نہ بچا سکا اور حکم ہجرت کا دیدیا سو جو کام خدا تعالی کا ہو وہ موافق مصلحت کے ہے اور ایسا ہی جناب رسولخدا صلعم و علی مرتضی کا کام موافق مصلحت کے
تھا ہر جگہ شجاعت نہیں آزمائی جاتی ہے اور تقیہ بھی حضرت علی کا موافق مصلحت کے تھا نہ کسیکے خوف سے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ خاص ابوبکر کی ممانعت کی روایتیں موجود ہیں اور مولوی عبد العزیز
صاحب نے ممانعت کو تسلیم کر کے جواب دیا ہے کہ ممانعت تستر کی جہت سے تھی اور حضرت عمر مشیر کل ملک باقی سبب ابوبکر کے وہ ہی تھے اور ابوبکر کو برای نام خلیفہ بنا رکھا تھا وہ انکی سب [امور] میں شریک
تھے اور جو کچھ وجوہ ابوبکر اور عمر کی ممانعت کی لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور جو ممانعت بعد جو انکو ہوئی تو آزردگی کی جہت سے ہوئی کہ حضرت فاطمہ زہرا انسے ناراض تھیں **قال الشیخ الاشعری**
اور دلیل عقلی اسبات کی کہ حضرت صدیق اکبر کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی جنازہ پر نہ بلوانا بوجہ حیا، سیدۃ النساء اور بباعث پردہ داری حضرت زہرا رضی اللہ عنہا تھا نہ بوجہ کدورت اور ناخوشی
یہ ہے اگر بوجہ کدورت اور ناخوشی ہوتا تو اسوجہ سے ہوتا کہ مبادا صدیق اکبر انکے جنازہ کی نماز پڑھائیں کیونکہ وہ خلیفہ تھے امامت نماز پنجگانہ اور امامت نماز جنازہ انہیں سے متعلق تھا سو
یہ بات کسی وجہ سے درست نہیں ہو سکتی اسلئے کہ باجماع مؤرخین شیعہ و سنی جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لائے امام حسین نے سعید بن العاص کو جو معاویہ کیطرف سے مدینہ کا امیر تھا
نماز پڑھانیکے لئے اشارہ کیا اور یہ فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلعم کی سنت یوں نہوتی کہ امام جنازہ امیر ہوا کرے تو تجھے ہرگز آگے نہ بڑھاتا سو معلوم شد کہ حضرت سیدۃ النساء نے حضرت ابوبکر کے نماز
پڑھانیکے اندیشہ سے وصیت نہ فرمائی تھی ورنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کسطرح حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی خلاف کرتے اور ظاہر ہے کہ سعید بن العاص ہزاروں مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کمتر تھے
تھا پھر لیاقت نماز کی نہیں کیونکہ کوئی وجہ معینہ ہی گزری تھی جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش نماز تمام مہاجر اور انصار کا کیا تھا اور اسباب میں کمال ہی تاکید فرمائی
تھی پھر کیونکر احتمال ہو کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اس تھوڑی سی مدت میں تمام واقعات بھول گئی ہوں الحاصل دلائل نقلیہ و عقلیہ و نواسبات پر شاہد ہیں کہ شیعوں کا یہ کہنا کہ حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صدیق اکبر کو جنازہ پر آنے دینے کی روادار نہیں عقل کے نہونیکے باعث پیدا ہوا ہے اور ان وجوہ کو بھی جانے دو ہمکو فقط روایت منہاج السالکین ابھی مرقوم ہوئی ہے
کافی ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اگر صدیق اکبر کی بالخصوص جنازہ پر آنیکی روادار نہوتیں تو وجہ رنج روادار نہوتی سو اس روایت سے یہ بات عیاں ہے کہ حضرت زہرا کے
دل مبارک میں اگر بالفرض رنج تھا بھی تب وہ زائل ہو گیا تھا اور دونوں باہم راضی خوشی ہو گئے تھے مگر کوئی شیعہ منافق پیشہ حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ
منافق سمجھو اور یوں کہے کہ راضی ہو جانا فقط ظاہرداری کیلئے ہوگا تو یہ بات علیحدہ ہے پر یہ بات شیعوں ہی کی سمجھ کی ہے المرء یقیس علی نفسہ جیسے خود وہ ہیں ایسی ہی بزرگان دین کو سمجھتے ہیں ورنہ اہل سنت سمجھتے ہیں
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر **اقول** ہم پہلی اس سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت زہرا کا منع کرنا ابوبکر کو کہ میرے جنازہ پر نہ آوے اور نماز جنازہ نہ پڑھے آزردگی کی
جہت سے تھا نہ بواسطہ حیا اور تستر کے اور حضرت امام حسن کے جنازہ پر نماز سعید بن العاص نے ہرگز نہیں پڑھائی ہے اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ نماز جنازہ کی امیر ہی پڑھایا کرے اور نہ حضرت امام حسین نے
ایسا فرمایا ہے اور اگر یہ بات سنت ہوتی تو حضرت علی حضرت فاطمہ کے جنازہ کے نماز کا انکو پڑھاتے بلکہ ابوبکر پڑھاتے اور روایات صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علی ہی نے پڑھائی نہ ابوبکر نے اور یہ جو
لکھا ہے کہ باجماع مؤرخین شیعہ و سنی حضرت امام حسن کے جنازہ کی نماز سعید بن العاص نے پڑھائی یہ بھی غلط ہے بلکہ اجماع مؤرخین اور محدثین شیعہ کا یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے جنازہ کی نماز حضرت امام
حسین نے پڑھائی ہے چنانچہ ملا یعقوب کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی کی کتاب حجت میں لکھا ہے لما قبض الحسن و وضع علی السریر ثم انطلقوا به الی مصلی رسول الله الذی کان یصلی
فیه علی الجنائز فصلی علیه الحسین وحمل وادخل الی المسجد حاصل یہ کہ جسوقت وفات پائی حضرت امام حسن نے اور جنازہ انکا تابوت میں رکھا گیا پھر لیچلے انکو رسولخدا صلعم کے نماز پڑھنے کی جگہ
کہ وہ نماز پڑھتے تھے جنازوں پر تو نماز پڑھی حضرت امام حسن کے جنازہ پر حضرت امام حسین نے اور وہاں سے جنازہ کو اٹھا کر مسجد کیطرف داخل کیا اس سے معلوم ہوا کہ سعید بن العاص نے امام حسن کے جنازہ پر نماز
نہیں پڑھائی اور نہ حضرت امام حسین نے سعید سے یہ کہا تھا کہ سنت رسولخدا صلعم کی یہ نہوتی کہ نماز جنازہ امیر پڑھائے تو میں تجھے آگے نہ بڑھاتا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں ابوبکر جوہری کی کتاب سے کہ حضرت زہرا
نے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر ابوبکر نماز نہ پڑھائے سو اسیواسطے ابوبکر کو حضرت زہرا نے منع کیا تھا کہ میرے جنازہ پر ابوبکر نہ آئے اور امام حسن نے حضرت زہرا کے خلاف ہرگز نہیں کیا ہے چنانچہ معلوم ہوا اور جناب رسولخدا نے
بھی ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم نہیں دیا تھا بلکہ عائشہ نے اپنی طرف سے کہدیا تھا کہ میرا باپ نماز پڑھائے اور سنیوں ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوبکر نماز پڑھانیکو کھڑے ہوئے تو جناب رسولخدا
صلعم شور و غل سنکر وہاں گئے اور ابوبکر کو پیچھے ہٹا کر اور بیٹھ کر خود نماز پڑھائی سو معلوم ہوا کہ رسولخدا صلعم نے ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم نہیں دیا تھا عائشہ نے نماز پڑھانیکو کہدیا تھا اور حضرت
فاطمہ کو ابوبکر کا جنازہ پر آنا روادار نہونا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے اسکو تسلیم کر کے جواب اسکا دیا ہے کہ تستر کی جہت سے منع کیا تھا سو اہل سنت کو

تصوف شاہ مولوی عبدالعزیز صاحب ہی کو عقل نہیں ہے کہ جو ایسا کہتے ہیں اور معراج السالکین شیعوں میں کوئی کتاب نہیں ہے اور روایت اُسکی بالکل غلط ہے کہ صاحب صواعق نے وضع
کی ہوئی اور بنائی ہوئی ہے اور حضرت فاطمہ ابوبکر سے دم آخر تک راضی نہیں ہوئیں ہیں ہمیشہ ابوبکر سے آزردہ اور ناراض رہی ہیں اور اسیواسطے ابوبکر کو اپنے جنازہ پر نہیں آنے دیا اور رنج حضرت
فاطمہ کا ہرگز زائل نہیں ہوا اور حضرت فاطمہ کو کوئی سُنّی منافق نہیں سمجھیگا کہ وہ منافق تھیں اور ظاہرداری کے واسطے ابوبکر سے راضی ہوگئی تھیں شیعہ تو ابتدا سے اسکا انکار کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے کبھی راضی نہیں ہوئیں تھیں اور منافق تو خود ہی یہ شیخ اور کہتا ہی شیعو نکو اور شیعہ تو وہ ہیں کہ جنہوں نے ابوبکر کا اور عمر کا منافق ہونا حضرت علی اور
عباس کے نزدیک صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے ثابت کیا ہی جا دیکھلے جس جگہہ کہ صحیح مسلم کی روایت سے ابوبکر اور عمر کا کاذب اور آثم اور خائن اور غادر ہونا ہمنے لکھا ہی وہاں یہ بہی موجود ہی اور
شیعہ تو پاک اوصاف ہیں نفاق سے اور اگر منافق ہیں تو تیری شیخین ہیں تو شیعوں کو جو کہ پاک ہیں اپنے اوپر اور اُنپر قیاس کرتا ہی ٭ کار پاکانرا قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در
نوشتن شیر و شیر ٭ **قال الشیخ الاشعری** ۔ اور باانہمہ پھر کیا ہوتا ہی چاہئے شیعو نکی آنکہیں ڈہنڈی ہوں یہ ممکن نہیں اگر بالفرض و التقدیر بزعم شیعہ حضرت فاطمہ زہرا نہ
صدیق اکبر سے اس جہان سے ناخوش ہی گئی ہوں تو درصورتیکہ خدا اور رسول خوش ہوں کچہہ نقصان نہیں اور جو کچہہ نقصان تھا ہی تو اُسکی تدبیر اور اُسکا بندوبست خود خداوند کریم نے
لکہو کہا برس پہلے کر دیا سورہ حجر میں فرماتے ہیں وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ اس آیت میں متقیوں کے جنت میں داخل ہونیکی کیفیت بیان فرماتے ہیں مطلب یہ ہے
اور نکال ڈالی ہمنے جو کچہ اُنکے دلونمیں خفگیں تہی وہ بہائی ہوگئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ متقیوں اور پرہیزگاروں میں آپسمیں رنج بہی ہوجایا
کرتے ہیں اور وہ رنج اُنکو کچہہ مضر نہیں ہوتے عنایات خداوندی جنت میں جانے کے خارج نہیں ہوتی بلکہ جنتی ہونیکی وجہ سے وہ رنج ہی خود زائل ہوجاتے ہیں سو اگر بالفرض بزعم شیعہ حضرت
فاطمہ حضرت صدیق اکبر سے رنجیدہ ہی اس جہان سے گئی ہوں تب اس آیت بشارت آمیز نے صدیق اکبر اور اُنکی ہوا خواہونکی تسلی کر دی اور شیعوں کے آنکھوں میں خاک ڈالدی
اقول شیعو نکی آنکہیں کیونکر ٹہنڈی ہوں جب فاطمہ پر ایسی ستم ہوں کہ رنجیدہ ہو کر اس جہان سے رحلت فرمائیں اور حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے رنجیدہ ہو کر اس جہان سے جانا
اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہی شیعو نکا زعم یہ نہیں ہے اور خدا اور رسول ابوبکر سے ہرگز خوش نہیں ہیں اسواسطے کہ جس سے فاطمہ زہرا ناراض ہو اُس سے خدا اور رسول بہی ناراض
ہیں کنز العمال میں روایت ہی حضرت علی سے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضاک اور یہی اصابہ میں روایت ہے اور مرزا محمد معتمد خاں
بدخشی نے بہی مفتاح النجا میں یہی روایت کی ہی یعنی تحقیق خدا تعالی غضب میں ہوتا ہی تیرے غضب کے واسطے اور راضی ہوتا ہی تیری رضامندی کیواسطے اور فتح الباری
میں لکھا ہی جو چیز کہ فاطمہ زہرا کو اذیت دیتی ہی وہ رسولخدا کو بہی اذیت دیتی ہی اور مودۃ القربی میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے حضرت سلمان سے فرمایا فمن رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت
عنہ و من رضیت عنہ رضی اللہ عنہ و من غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ و من غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یعنی جس سے میری بیٹی فاطمہ زہرا راضی ہی
میں اُس سے راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہی اور جس پر غضب میں ہوتی ہی بیٹی میری فاطمہ اُسپر غضب میں ہوتا ہوں اور جسپر میں غضب میں ہوں خدا اُسپر غضب میں ہوتا ہے
اس سے معلوم ہوا کہ جس سے فاطمہ راضی ہوگی تو خدا و رسول بہی اُس سے راضی ہوں گے اور ابوبکر اور عمر سے جو حضرت فاطمہ ناراض گئی ہیں تو خدا اور رسول بہی اُن سے ناراض ہیں
اور خدا تعالی نے جو تدبیر کی ہی آیت وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم میں وہ متقی اور پرہیزگاروں کے واسطے کی ہے نہ ابوبکر اور عمر کے واسطے پہلے ایمان تو اُنکا موافق قواعد صحیحہ کے ثابت
کر لو اور متقی ہونا تو بعد اسکے ہے جو شخص کہ فاطمہ زہرا پر ستم کرے اور اُسکا گہر اور اُسکے شوہر اور فرزندوں کے جلانیکے واسطے آگ اور لکڑیاں لیجائے اور اُسکا دروازہ کہولے تو وہ مومن
متقی بہی رہتا ہی متقی ہونا تو بعد ایمان کے ہی اور ہمکو تو اُنکے ایمان ہی میں کلام ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے سلب ایمان اُنکا ثابت ہے حکیم سنائی لکھتے ہیں کہ عمر را بود ہمی آید
ندوی اعتقاد ٭ حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن ٭ سو وہ مومنین متقی ہیں جو بہشت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے نہ خلفاء ثلثہ اور اس آیت سے تسلی بہی مومنین متقین
کی ہی نہ ابوبکر اور عمر کی کہ اُنکے حق میں آیت نہیں ہے بلکہ یہ آیت شان میں حضرت علی کے اور اُنکے شیعوں کی ہی جیسا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ اور
اس آیت نے اور اس حدیث نے سنیونکی آنکھوں میں خاک ڈالدی کہ شیعو نکی جنت میں جانیکی بشارت قرآن میں اور حدیث میں دونوں میں ہے اور خلفاء ثلثہ اور اُنکے ہوا خواہ اس بشارت سے
خارج ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کوئی شیعی جبر پوزیوں میں سے تکرار کرے کہ ہرچند اس آیت میں بشارت ہی جو مذکور ہوئی لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ اوروں ہی کے لئے یہ بشارت
ہے جن سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناخوش ہوں اُنکے لئے اس بشارت میں حصہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شان میں یوں ارشاد فرمایا ہی اور یہ حدیث
متفق علیہ طرفین ہے انما فاطمۃ بضعۃ منی یؤذینی ما اذاھا و یریبنی ما رابھا فمن اغضبھا اغضبنی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہی کہ یاد رہی یہ بات کہ فاطمہ میری بدن کا
ٹکڑا ہے جس سے اُسے تکلیف ہو اُس سے مجھے بہی تکلیف ہو جس بات سے وہ گہبرائے اُس سے میں بہی گہبراتا ہوں سو جو شخص اُسے غصہ کریگا وہ مجھے غصہ کریگا فقط اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ کرنیوالا کون ہوتا ہے سو اسکا جواب یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی ہی رعایت کہہ گئے کیونکہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی فمن اغضبها اغضبنی جسکے معنی ہیں کہ جو اُسے غصہ کریگا وہ مجھے غصہ کریگا اور یوں نہیں فرمایا من غضبت علیہ غضبت علیہ یعنی جس پر وہ غصہ
ہونگی اُسپر میں بھی غصہ ہونگا ظاہر ہے کہ کسیکو غصہ کر دینے کی یہ صورت ہی کہ دیدہ و دانستہ کسی بات کلام سے کوئی شخص اُسے غصہ دلانیکا ارادہ کرے سو کمال کم دانی کی بات ہی کہ
کوئی شخص صدیق اکبر کیطرف یہ بات منسوب کرے کہ اُنہوں نے بالقصد حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا تھا جو جانتی تھے وہ تو جانتی ہی تھے پر وہ جو نجانتے تھے اب اُنپر بھی واضح ہوگیا
کہ صدیق اکبر اس غصہ میں معذور تھے اور با اینہمہ پھر عذر معذرت کیا کیا کچھہ کئے روایت کو ٹٹولئے تو معلوم ہوجائے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا کہ واللہ ان قرابة
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی یعنی اللہ کی قسم ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی قرابت کے ساتھہ صلہ کرنا اور اُنکی خدمت کرنی بہت ہی زیادہ ہی میرے نزدیک اپنی قرابتوں کے ساتھہ صلہ رحمی کرنے سے اور جب اُنکی طرف اغضاب نہوا یعنی بالقصد اُنکو غصہ نہ دلایا
بلکہ حتی المقدور اُسکا بچاو ہی کیا ہو تو وہ پھر کس طرح اس وعید میں داخل ہونگے اور اگر بالفرض کچھہ ہوا ہو بھی تو اتنا ہوا ہو کہ حضرت فاطمہ بمقتضاء بشریت غصہ ہوگئی ہوں سو اسکو اگر ہم
مان لیں اور اُن توجیہات کا جو مذکور ہوئیں کچھہ خیال نکریں تو بشیر بریں نیت کہ موافق وعدہ ونزعنا ما فی صدورهم من غل قیامت کو سینہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے وہ رنج نکالا
جائے اور دونوں میں سے کسیکو وہ آپسکی شکر رنجی مضر نہو **اقول** حضرت فاطمہ کے ناخوشی سے ناخوشی رسولخدا صلعم کی ہی اور رسولخدا صلعم کی ناخوشی سے ناخوشی حقتعالی کی ہی جو کوئی
کہ ہو اسمیں خصوصیت کسیکی نہیں ہے اور جس سے خدا تعالی ناخوش ہو اُسکے واسطے عذاب ہی اور حکم آیت ونزعنا ما فی صدورهم من غل واسطے پرہیزگاروں اور متقیوں کے ہی نہ واسطے اُن لوگوں کے
کہ جو خدا کو ناخوش رکھتے ہیں اور ابوبکر متقیوں میں سے نہ تھے جیسے کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں اور روایت اغضبها اغضبنی جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر کی کچھہ رعایت نہیں کی ہی
بلکہ ابوبکر ہی کے حق میں ایسا فرمایا ہی اور ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو غصہ میں کیا اور خود اقرار کرتے ہیں غصہ میں لانیوالے چنانچہ ابن قتیبہ نے کتاب السیاست والامامت میں لکھا ہی بیان خلافت
ابوبکر میں فقال ابوبکر لعمر انطلق بنا الی فاطمة فانا قد اغضبناها فانطلقا جمیعا فاستاذنا علی فاطمة فلم تاذن حاصل یہہ کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ چل تو ہمراہ ہماری فاطمہ
کیطرف کہ تحقیق ہم غصہ میں لائے اُسکو پس چلے وہ دونوں اور اجازت چاہی فاطمہ کے پاس جانیکی تو فاطمہ نے اذن ندیا اور یہہ بھی حضرت نے فرمایا ہی کہ من غضبت علیہ غضبت علیہ چنانچہ
سید علی ہمدانی نے مودة القربی میں لکھا ہی اور زادان سے روایت کی ہی کہ رسولخدا صلعم نے سلمان سے فرمایا ہی کہ فمن رضیت عنه ابنتی فاطمة رضیت عنه ومن رضیت عنه رضی الله عنه
ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمة غضبت علیہ ومن غضبت علیہ غضب الله علیہ یعنی پس وہ شخص کہ راضی ہو اُس سے بیٹی میری فاطمہ تو راضی ہوں میں اُس سے اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے
خدا راضی ہی اور وہ شخص کہ غضب میں ہو اُس پر بیٹی میری فاطمہ تو غضب میں ہوتا ہوں میں اُسپر اور جسپر میں غضب میں ہوتا ہوں خدا تعالی اُسپر غضب میں ہوتا ہی اور جو شخص کہتا ہے
ابوبکر نے قصداً حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا وہ نادان نہیں ہے دیکھو ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ ابوبکر اور عمر عمداً فاطمہ کو غصہ میں لائے اُنکا حق غصب کر کے حق اُنکا غصب کیا تو اُنہوں نے
غصہ کیا اور حق اُنکا غصب نکرتے تو وہ غصہ کاہیکو کرتیں اور عمداً غصہ میں لانیکے فاطمہ زہرا کے کچھہ ضرورت ہی نہیں ہے واسطے ناخوشی خدا اور رسولخدا کی بلکہ جسپر فاطمہ غضب میں ہو اُسپر
خدا غضب میں ہوتا ہی لا ارادہ غضب میں لانیکا کرے یا نکرے چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا یا فاطمة ان الله یغضب لغضبک ویرضی لرضاک یعنی ای فاطمہ تحقیق
کہ خدا غضب میں ہوتا ہی واسطے غضب تیرے کے اور راضی ہوتا ہی واسطے رضامندی تیری کے یعنی جسپر تو غصہ ہوتی ہی خدا اُسپر غصہ ہوتا ہی اور جس سے تو راضی ہوتی ہی خدا اُس سے راضی ہوتا
ہے اس روایت سے بھی نہج خدا تعالی کا ابوبکر سے راضی نہونا ثابت ہوگیا اور کنز العمال میں بھی یہی روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ سے ان الله یغضب
لغضبک ویرضی لرضاک اور اصابہ میں بھی یہی روایت ہی اور مفتاح النجا میں بھی یہی روایت ہے اور سوا اسکے اور بہت کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت ہے اس سے معلوم ہوا
کہ کچھہ قصداً غصہ دلانے پر موقوف نہیں ہی بلکہ جس پر فاطمہ زہرا غصہ ہونگی خدا تعالی اُس پر غصہ ہوگا اور ایسے شخصوں کا غصہ بے موجب نہیں ہوتا ہی اور اگر بے موجب ہو تو خدا تعالی
اُنکے غصہ کرنیسے کاہیکو غصہ کرے اور کہنا ابوبکر کا حضرت فاطمہ کو والله ان قرابة رسول الله احب الی ان اصل من قرابتی ایک مرتبہ کا بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ مکرر عرض کرنا یہ سب غلط ہی
اور اگر فرض بھی کیا جائے تو یہ قول محض لسانی فریب دغا کا باوجود ایذا دینے اور تکلیف پہنچانے اُس مظلومہ کے بسبب غصب کرنے فدک کی اور مخالفت اُس مخدومہ کے اور جناب امیر علیہما السلام اور نہ سننی دعوے
ہبہ و میراث کی اور نہ منظور رکھنی گواہی امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی باوجود منظور رکھنی مجرد دعوی ایک ادنے شخص کے بدون شہادت کے کسی کام کا نہیں ہی اور کچھہ فائدہ نہیں ہے ایسی ظاہر داری کی باتوں سے اور ابوبکر
کی جانب سے بیشک اغضاب ہوا چنانچہ ہم اسی قول کے اول میں بیان کر چکے اور جب اغضاب ہوا تو وہ بیشک وعید میں داخل ہونگے اور حضرت فاطمہ بمقتضاء بشریت ہرگز غصہ نہیں ہوئیں ہیں بلکہ غصہ اُنکا بجا اور اپنی محل پر تھا اور
غصہ حضرت فاطمہ کا بمقتضاء بشریت کیونکر ہو کہ فاطمہ کے غصہ سے تو خدا اور رسولخدا غصہ میں آتے ہیں چنانچہ احادیث میں آیا ہی اور گذر گیا ہی اور اگر بمقتضاء بشریت ہوتا تو خدا اور رسولخدا صلعم فاطمہ زہرا کے غصہ
کاہیکو غصہ میں ہوتے اور موجب حکم آیہ ونزعنا الخ کے گو فاطمہ زہرا کے سینہ سے رنج نکالا جائے لیکن ابوبکر کو نجات نہوگی وہ تو اپنی کئے کی سزا پائیں ہی گے پھر فاطمہ زہرا کا سینہ تو خود بخود صاف ہوجائیگا
قال الشیخ الاشعری اور اگر قطع نظر غصہ کرنیسے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا خود بخود غصہ ہوجانا بھی اس وعید میں داخل کر دیں تو شیعوں کو ہم سے زیادہ مشکل پڑیگی کیونکہ ابوبکر

صدیق تو معصوم نہیں اگر اُنسے کوئی حرکت بیجا ہوجائے اور اس سبب سے کسی وعید میں شامل ہوجائیں تو کچھ بعید نہیں پر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تو شیعوں کے نزدیک معصوم تھے اُن سے جو بار ہا مقدمات خانگی میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو رنج ہوگیا ہی تو اسکا کیا سبب ہے بلکہ اسکے فرمانیکا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی الخ یہی ہوا تہا کہ حضرت زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اس وجہ سے فی الجملہ ناچاقی ہوگئی تہی کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا پیام بہیجا تھا اسمیں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس تقریب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خطبہ ارشاد فرمایا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی الخ اگر فقط حضرت فاطمہ کے غصہ ہوجانیکی باعث صدیق اکبر وعید مذکور میں داخل ہوجائیں تو حضرت امیر پہلے داخل ہونگے کیونکہ اول تو خطبہ اُنہیں کے سمجہانے سنانے کو فرمایا تہا دوسرے حضرت صدیق اکبر تو بوجہ اشارات خداوندی اور ارشاد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فدک نہ دینے میں معذور تہے اور پہر باینہمہ باشارہ حدیث منہاج السالکین یوں معلوم ہوتا ہی کہ اگر حکم خداوندی ہنوتا تب ہی اُنکی تہ دل میں ہی تمنا تہی کہ فدک حضرت فاطمہ ہی کے پاس رہے لیکن حضرت علی نے جو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو اُنکو کیا دشواری تہی مجبور ہی نہیں کہ تہ دل حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی کے موافق ہوں علے ہذا القیاس ایکبار حضرت امیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے رنجیدہ ہوکر گھر سے باہر تشریف لے گئے اور مسجد میں زمین ہی پر بدون تکیہ بچہونے سوگئے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر ہوئی آپ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا یعنی علی مرتضی کہاں ہے عرب میں ایسے موقع میں اکثر ایک دوسرے کو چچا کا بیٹا بولتے ہیں خیر حضرت زہرا نے عرض کی مجہ سے لڑکر نکل گئے اور دوپہر کو بہی یہاں نہیں سوئے اور یہ دونوں روایتیں کچھ سنیوں ہی کی کتابوں میں نہیں شیعوں کی کتابوں میں ہی موجود ہیں باقی روایت اول سے سوا اسکے مطلب پیش آمدہ کی ایک اور بات ہی نکلتی ہی وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ آخر بشر تہیں بمقتضائے بشریت غصہ آجاتا تہا اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو اُنہوں نے موافق حکم خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی گناہ یا کسی گناہ کا ارادہ کیا تہا پہر اب غصہ کی وجہ بمقتضائے بشریت اور کچھ نہیں بلکہ دونوں روایتوں سے اتنی بات نکلتی ہی کہ معصوم کو بمقتضائے بشریت غصہ آجانا محال نہیں بلکہ بسا اوقات پیش آجاتا ہی اور اس سبب سے بے اختیار غصہ چڑہ جائے اور اُس غصہ میں دوسرے کی معصومیت کا بہی لحاظ نرہی اور کوئی صورت نہیں سوا اسکے ہی ہم بمقتضائے بشریت کہتے ہیں اسیطرح اگر حضرت فاطمہ کو صدیق اکبر پر ہی بمقتضائے بشریت غصہ آجائے اور اُنکا کچہ قصور نہو تو کیا دشوار ہی اور یوں انکار ہی القصہ فقط بمقتضائے بشریت حضرت فاطمہ کے غصہ ہوجانے سے بے اسکے کہ کوئی دیدہ ودانستہ بیوجہ اُنکو غصہ دلائے آدمی وعید مذکور میں داخل نہیں ہوسکتا **اقول** خود بخود کسیکو غصہ نہیں آتا ہی جب تک کہ اُسکا کوئی باعث نہو اور نہ حضرت فاطمہ کو خود بخود غصہ آیا بلکہ دیدہ ودانستہ اُنکا حق جو غصب کیا تو اسواسطے اُنکو غصہ ہوا اور شیعوں کو کچھ مشکل نہیں ہے اگر مشکل ہی تو اہل سنت کو ہی کہ ابوبکر کے بچانے میں ہاتہ اور پاؤں مارتے ہیں اور کچھ نہیں بن پڑتا اور حضرت علی شیعوں کے نزدیک بیشک معصوم ہیں لیکن حضرت زہرا کو اُن سے کچھ رنج کبھی نہیں ہوا ہی اور الا ان فاطمۃ بضعۃ منی علی کے سنانے کو نہیں فرمایا تہے بلکہ ابوبکر اور عمر کے سنانیکو فرمایا تہے جانتے تہے حضرت کہ بعد میرے یہ فاطمہ کو ایذا پہنچاوینگے اور حق اُسکا غصب کرینگے اور علی اور فاطمہ میں کبھی ناچاقی ہی نہیں ہوئی جو ایسے فرماتے اور وہ روایت ابو جہل کی بیٹی سے حضرت علی کی درخواست نکاح کرنیکی بالکل غلط ہی اور ناصبیوں کی وضع کی ہوئی ہی حضرت علی نے ہرگز ارادہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنیکا نہیں کیا تھا اور اسطرح کی روایتیں معاویہ نے حضرت علی کی طعن میں اور خلفاء ثلاثہ کی فضائل میں علماء کو انعام اور جواہر دیکر بہت بنوائی ہیں کہ بخاری اور مسلم میں بہی وہ روایتیں درج کی گئی ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں شیخ ابو جعفر اسکافی سے روایت کی ہے ان معاویۃ وضع قوما من الصحابۃ وقوما من التابعین علی روایۃ اخبار قبیحۃ فی علی تقتضی الطعن فیہ والبراءۃ منہ وجعل لہم علی ذلک جعلا یرغب فی مثلہ حاصل یہ کہ معاویہ نے مقرر کیا تھا ایک قوم کو صحابہ میں سے اور ایک قوم کو تابعین میں سے قبیح اور بد روایتوں کے بنانے پر حضرت علی کی حق میں کہ مقتضی ہوں طعن کرنے پر علی کو اور بیزاری کرنے پر اُس سے اور مقرر کی تہی واسطے اُنکی اس روایت بنانے پر اجرت کہ رغبت ہو اسطرح کی روایت بنانے پر منہم ابوہریرۃ وعمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبۃ ومن التابعین عروۃ بن الزبیر یعنی اُن صحابہ میں سے جو کہ روایت بناتے تھے ابو ہریرہ تھا اور عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ اور تابعین میں سے جو روایت بناتے تھے عروہ بن زبیر تھا اور بعد اُسکے چند روایتیں ان لوگوں سے لکھی ہیں کہ جس سے اُنکی جہنمی ہونیمیں لیت ولعل کی گنجایش نہیں ہے کہ کیا بڑی افترا کئے ہیں ان دشمنوں نے رسولخدا صلعم پر اور بعد اُسکے لکھا ہی واما ابوہریرۃ فروی عنہ الحدیث الذی معناہ ان علیا خطب ابنۃ ابی جہل فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسخطہ فخطب علی المنبر فقال لاہا اللہ لا تجتمع ابنۃ ولی اللہ وابنۃ عدو اللہ ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیہا فان کان علی یرید ابنۃ ابی جہل فلیفارق ابنتی فلیفعل ما یرید حاصل یہ کہ ابوہریرہ سے ایک حدیث روایت کی گئی ہی جسکے یہ معنی ہیں کہ تحقیق علی نے پیغام نکاح کا دیا ابوجہل کی دختر کو رسولخدا صلعم کی زندگی میں پس ناخوش ہوئے اور غصہ میں لائی حضرت کو یہ بات اور منبر پر چڑہکر خطبہ پڑہا اور فرمایا کہ قسم ہی خدا کی نہ مجتمع ہوگی دختر دوست خدا کی اور دختر دشمن خدا کی ایک جگہ تحقیق فاطمہ پارۂ بدن میری ہی ایذا دیتی ہی مجھکو وہ چیز کہ جو ایذا دیتی ہی اسکو اگر علی دختر ابوجہل کی چاہتا ہی تو چاہئے کہ میری دختر سے مفارقت اختیار کرے بعد اسکے کرے جو کچھ چاہتا ہی یہ وہ روایت ہے کہ جو علی کے دشمنوں نے وضع کی ہی علی پر طعن کرنیکے واسطے اور سوا اسکے اس روایت کے مضمون ہی سے اس روایت کا دروغ ظاہر ہی اسواسطے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم کو حضرت علی کی جانب سے یہ خیال ہو کہ اُس نے ابوجہل کی

دختر سے کیوں نہ نکاح کیا۔ یا خود ہی تو خدا اُو یہاں سے چار عورتوں کا حکم لائے اور پھر اپنی دختر کے واسطے یہ حکم خدا ناگوار ہو کہ میری دختر کے سوا اور عورت کو علی کیوں کرے اور وہ بھی منبر پر
علی الاعلان فرمائیں بلکہ کفار سنکر کہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے لوگو تو کہتا ہے کہ تم چار عورتیں نکاح میں لاؤ اور اپنی دختر کے واسطے یہ حکم پسند نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسکا شوہر اور کوئی
زوجہ نکاح میں نہ لائے اور حضرت علی نے کونسا فعل حرام کیا تھا جو انپر عتاب ہوا کہ سوائے فاطمہ زہرا کے دوسری عورت سے کیوں نکاح کرتا ہے اور حضرت فاطمہ جن کی شان میں آیہ تطہیر
نازل ہوئی ہے وہ خدا کے حکم سے ہرگز ناراض نہ ہوتی کہ خدا کا حکم تو چار عورتوں سے کرنیکا ہے اور وہ ناراض ہوا کہیں کہ میرا شوہر ایک عورت سے زیادہ کسواسطے نکاح کرتا ہے کہیں یہ عقل میں بھی
آتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے جھوٹ اپنی طرف سے کہ حضرت علی میں اور حضرت فاطمہ میں فی الجملہ ناچاقی ہو گئی تھی اسواسطے حضرت امیر نے ابوجہل کی دختر سے نکاح کرنا چاہا یہ اس روایت میں کہاں
ہے اپنی طرف سے جو چاہتا ہے سو لکھتا ہے اور حضرت فاطمہ حضرت علی پر ہرگز غصہ نہیں ہوئیں وہ روایت ہی جھوٹی ہے پھر حضرت علی کیونکر اُسکے وعید میں داخل ہونگے اور الا ان فاطمة بضعة منی
یوذینی ما یوذیھا اور جگہ بھی حضرت نے فرمایا ہے اور اسطرح کی روایتیں بہت آئی ہیں اور ہم لکھ بھی چکے ہیں اور حضرت نے ابوبکر اور عمر کے سنانے اور سمجھانے کے واسطے ایسا فرمایا تھا
کہ بعد میرے فاطمہ کو ایذا نہ پہنچائیں اُسکا حق غصب کریکے نہ علی کو سمجھانے کو اور ابوبکر کو نہ حکم خدا تھا فدک کے نہ دینے کا اور نہ حکم پیغمبر تھا بلکہ خلاف حکم خدا کے اُنہوں نے کیا اور حدیث مجلسی کی لسان
بالکل جھوٹی ہے اسکی صحت ہیر نہیں ہو سکتی اور ابوبکر کو ہرگز منظور نہ تھا کہ فدک حضرت فاطمہ کے پاس ہے اگر منظور ہوتا تو دیدیتے اور حضرت علی نے ہرگز ارادہ نہیں کیا تھا ابوجہل کی دختر سے
نکاح کرنیکا یہ انپر بہتان اور افترا ہے اور علی اور فاطمہ میں ہمیشہ اتفاق اور اتحاد رہا ہے اور دوسری روایت جو لکھی ہے کہ ایکبار حضرت امیر حضرت فاطمہ سے رنجیدہ ہو کر گھر سے باہر تشریف لے گئے
اول تو یہ کہ میاں بی بی کی تکرار اکثر کھانے پینے پر ہوتی ہے بی بی کہتی ہے کہ فلانی چیز لاؤ اور میاں کہتے ہیں کہ میں کہاں سے لاؤں میرے پاس کچھ نہیں ہے سو اسطرح کی رنجیدگی شمار
میں نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ اُنسے کچھ چاہتی ہونگے اور اُنکے پاس موجود نہوگا اسواسطے رنجیدہ ہو کر چلے گئے ہونگے اور خدانخواستہ ایسی بات اُنکے درمیان آپسمیں نہیں ہوتی تھی جو موجب غضب اور
ناراضمندی کا ہو اور باوجود اسکے اس روایت کا بھی اعتبار نہیں ہے چنانچہ علل الشرائع میں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ لیس ھذا الخبر عندی بمعتمد ولا ھو لی
بمعتقد فی ھذہ العلة لان علیا وفاطمة ما کان لیقع بینھما کلام یحتاج رسول اللہ الی الاصلاح بینھما لانہ علیہ الصلوة سید الوصیین و ھی سیدة نساء العالمین
یقتدیان بالنبی فی حسن الخلق یعنی نہیں ہے یہ خبر میرے نزدیک معتمد اور نہ معتقد میرے ہے اس علت میں اسواسطے کہ علی اور فاطمہ ایسی نہ تھی کہ واقع ہوتی انمیں ایسا کلام کہ محتاج ہوں رسول خدا صلعم طرف اصلاح کے
اور صلح کرانے کی درمیان اُن دونوں کی ایک کلام کرنے کے سواسطے کہ حضرت علی تو سردار اوصیاء کے ہیں اور فاطمہ سردار زنان عالم کی ہیں پیروی کرتے ہیں وہ دونو نیک خلق میں رسول اللہ صلعم کی اور بعد
اُسکے لکھا ہے کہ ابوتراب جو اُنکا نام ہوا تو اس جہت سے ہوا کہ عبداللہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ وہ صاحب زمین کا ہے اور حجت خدا کی ہے لوگوں پر زمین کے اسواسطے ابوتراب نام ہوا حضرت علی کا اور یہ دونو
روایتیں اگر شیعوں کی کسی کتاب میں ہیں تو نام اُنکا کیوں نہیں لکھا اور حضرت فاطمہ کو بمقتضاء بشریت ہرگز غصہ نہیں آتا تھا خصوصاً وہ غصہ جو بمقتضاء بشریت ہرگز نہ تھا جو کہ ابوبکر
پر غصہ آیا تھا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور سوا اسکے یہ ہے کہ جو غصہ بمقتضاء بشریت ہوا ہے وہ جلد زائل ہو جاتا ہے اور ابوبکر پر تو چھ مہینے غصہ رہا تھا وہ غصہ بمقتضاء بشریت تھا تو اتنی دیر نہ کھینچتا اور
حدیث میں آیا ہے کہ فاطمہ کے غصہ ہونے سے خدا غصہ ہوتا ہے اگر غصہ اُنکا بمقتضاء بشریت ہوتا تو خدا کا ہیکو غصہ ہوتا اور نہ حضرت علی نے ارادہ ابوجہل کی دختر سے نکاح کا کیا اور نہ حضرت فاطمہ اُنسے غصہ
ہوئیں و بالفرض والتقدیر اگر کسی معصوم کو بمقتضاء بشریت غصہ ہوتا ہے تو وہ جلدی فرو ہو جاتا ہے بلکہ غیر معصوم کا غصہ بھی جلد جاتا رہتا ہے اور ابوبکر پر جو حضرت فاطمہ کو غصہ ہوا تو چھ مہینے رہا
یہ غصہ بمقتضاء بشریت کیونکر ہو جائیگا اس غصہ کا اُنکے غصہ پر قیاس نہیں ہو سکتا اور علی اور فاطمہ ایسی نہ تھی کہ بے اختیار اُنکو غصہ چڑھ جائے اور دوسرے کی معصومیت کا لحاظ نہو اور حضرت فاطمہ کو
جو ابوبکر پر غصہ ہوا وہ ابوبکر کے قصور کا تھا کہ ابوبکر نے حق فاطمہ کا غصب کیا تھا اور ابوبکر بیشک اُنکی غصہ کے وعید میں داخل ہیں **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں سب جانتے ہیں کہ
کہ حضرت موسیٰ نے بمقتضاء بشریت حضرت ہارون پر جو اُنکے بڑے بھائی تھے اور نبی مقرب تھے غصہ ہوئے یہانتک کہ سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے کی نوبت آئی اور سب کو
یقین ہے کہ حضرت ہارون علیہ وعلی نبینا الصلوة والسلام نے کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کرنیکا ارادہ نہیں کیا تھا کیونکہ نبی کا بالقصد غصہ دلانا کفر ہے مگر تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے غصہ ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔ پس اگر اتنی غصہ ہو جانیکو یہ کہے کہ یہ بھی اغضاب ہے یعنی انہیں کی طرف سے ہے تو نعوذ باللہ حضرت ہارون کو یوں کہنا پڑیگا کہ اُسوقت کافر تھے اس سے
صاف معلوم ہو گیا کہ فقط بمقتضاء بشریت کوئی شخص کسی پر غصہ ہو جائے تو اُسے اغضاب نہیں کہتے ہیں اور یہی قصہ بعینہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا ہے کہ صدیق اکبر کی
طرف سے اغضاب نہیں فقط حضرت فاطمہ کیطرف اگر تھا تو غضب تھا ہاں ہم کہتے ہوئے ڈرتے ہیں اغضاب ہوا ہے تو بظاہر حضرت علی سے ہوا ہوگا کیونکہ وہ خاوند تھے اُنکو اتنا ادب نہ ہوگا جتنا ابوبکر
صدیق کو ہوگا **اقول** حضرت موسیٰ علیہ السلام ہرگز اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام پر غصہ نہیں ہوئے تھے جو کچھ اُنکا غصہ تھا وہ امت پر تھا کہ اُنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی اور حضرت موسیٰ
نے جو بال حضرت ہارون کے پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا تو اسلئے کہ لوگوں کے دکھانیکے واسطے کھینچا تھا تاکہ وہ جانیں کہ یہ فعل گوسالہ پرستی کا بڑا سخت گناہ ہے کہ جسکے سبب حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی
بے گناہ کے بال پکڑ کر کھینچے اور اس حال کو دیکھکر بنی اسرائیل اُس فعل سے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت عمل میں نہ لائیں جیسے کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو کہیگا کہ ءانت قلت للناس

اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنی کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو اے عیسیٰ آدمیوں کو کہ مقرر کرو تم مجھکو اور ماں میری کو دو معبود سوا خدا کے اور حال یہ ہی کہ حضرت عیسیٰ نے ایسا ہرگز نہیں کہا
تھا لیکن لوگوں کے دکھلانے کو خدا تعالیٰ نے ایسا فرمایا کہ روز قیامت کے ہم جیسے سے ایسا کہینگے اور یہ اسواسطے فرمایا کہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے اسکو سنکر ڈریں اور توبہ کریں ایسے ہی
حضرت موسیٰ نے لوگوں کے دکھانے کو اپنے بھائی کے ساتھ کیا اور حقیقت میں حضرت ہارون پر حضرت موسیٰ غصہ نہیں ہوئے تھے کہ وہ بیگناہ تھے کیا حضرت موسیٰ کو اتنی بھی خبر نہتی کہ ہارون
پیغمبر اور معصوم ہیں اور پیغمبر ایسی حرکت نہیں کرتا ہی کہ گوسالہ پرستی کو اختیار کرے یا اس حرکت سے راضی ہو اور جیسے کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ کو غصہ دلانیکا ارادہ نہیں کیا تھا ایسے
ہی حضرت موسیٰ نے حقیقت میں انپر غصہ بھی نہیں کیا تھا غصہ تو انکا جو کچھ تھا امت پر تھا اور بالقصد غصہ کسیکو کون دلاتا ہی لیکن حرکت بعضا آدمی ایسی کرتا ہی کہ اس حرکت سے
دوسرے کو غصہ آجاتا ہی اور یہی مراد ہے عمدًا غصہ دلانے سے اور اگر اس عمدًا سے بیخبری ہے کفر ہو جاتا تو چاہیے کہ حضرت عمر کافر ہو جائیں اسواسطے کہ وہ جناب رسول خدا صلعم کو غصہ میں لائے تھے چنانچہ مشکوۃ کی
کتاب الاعتصام میں لکھا ہے عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری بوجہ رسول اللہ فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسٰی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسٰی حیا وادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی یعنی جابر سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب لائے
رسول خدا صلعم کے پاس نسخہ توریت کا اور کہا کہ یا رسول خدا یہ نسخہ توریت کا ہی حضرت یہ سنکر خاموش ہو رہے اور عمر نے پڑھنا اسکا شروع کیا اور چہرہ مبارک رسول خدا صلعم اسکو سنکر
متغیر ہوتا تھا ابوبکر نے کہا عمر سے کہ روئیں تجھکو عورتیں رونے والیاں کیا نہیں دیکھتا ہی تو چہرہ کو رسول خدا صلعم کے اسوقت عمر نے کہا کہ پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے غضب خدا
کے سے اور غضب رسول اسکے سے راضی ہوئے ہم خدا سے اسکے پروردگار ہونے پر اور محمد صلعم سے نبی ہونے پر جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا قسم ہی اس شخص کی کہ جان محمد کی جسکی دست
قدرت میں ہے اگر ظاہر ہوتا واسطے تمہارے موسیٰ تو البتہ پیروی کرتے تم اسکی اور ترک کر دیتے تم مجھکو پس گمراہ ہو جاتے راہ راست سے اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ اور پاتا وہ مجھکو تو البتہ پیروی
کرتا وہ میری روایت کیا ہی اسکو دارمی نے انتہی دیکھو حضرت عمر اسقدر غصہ میں لائے جناب رسول خدا صلعم کو کہ رنگ چہرہ مبارک کا متغیر ہو گیا اور یہ بات نہیں آتے تھی اور پڑھے
ہی جاتے تھی جب ابوبکر نے منع کیا تو باز آئے یہ قصدًا غصہ دلانا نہیں تو اور کیا ہی لیکن اسوقت تو میاں عمر کافر ہوئے گو بعد اسکے پھر رجوع کی اور یہی فرض کیا کہ عمر رسول خدا صلعم کو
عمدًا غصہ میں نہیں لائے لیکن رسول خدا صلعم کا انپر غضب میں ہونا ثابت ہوا اور جسپر رسول خدا صلعم غضب میں ہوں اسپر خدا غضب میں ہوتا ہی اب بتلاؤ کہ جسپر خدا کا اور اسکے رسول کا
غضب ہو وہ کیسا ہی اور اس روایت سے اور فوائد بھی معلوم ہوئے ایک تو رغبت عمر کی طرف کتب منسوخہ محرفہ کے اور یہودیوں کے دین کے اور دوسرے عمر کا اور انکے ہمدموں کا دین محمدی سے
متزلزل ہونا اسواسطے کہ آنحضرت صلعم نے قسم کھائی ہی کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو تو تم میرے دین کو ترک کرکے موسیٰ کے دین پر ہو جاؤ اور میرا دین وہ ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو تو سوای میری
پیروی کی اسکو چارہ نہو اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ دین محمدی پر مستحکم نتھے بلکہ دین انکا برائے نام تھا کہ حضرت صلعم کی دین کی ترقی قرآن سے دریافت کرکے ایمان لائے تھے واسطے اطلاع کے
القصہ حضرت موسیٰ کے غصہ ہونے میں اگرچہ کچھ شک نہیں لیکن وہ غصہ انکا امت کے لوگوں پر تھا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی نہ حضرت ہارون پر کہ وہ بیگناہ تھے اور بیگناہ پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہی
مگر دیوانہ اور حضرت موسیٰ دیوانہ نتھے سو تو یہاں اغضاب ہے حضرت ہارون کی طرف سے نہ حضرت موسیٰ کا غصہ ہارون علیہ السلام پر ہے پھر حضرت ہارون اسوقت کیونکر کافر ہوں اور نہ حضرت
موسیٰ کا غصہ بمقتضاء بشریت تھا بلکہ عمدًا سمجھ بوجھکر غصہ کیا تھا انکی حرکت نالایق کو سنکر اور انکی وہ حرکت ہی حضرت موسیٰ کو غصہ میں لائی تھی جیسے کہ ابوبکر کا فعل
حضرت فاطمہ کو غصہ میں لایا تھا اور گو حضرت موسیٰ کا غصہ تھوڑا سا تھا تھوڑی دیر کا اور فرض کیا ہم نے کہ اسکو اغضاب نہیں کہتے ہیں لیکن حضرت فاطمہ کا غصہ تو ابوبکر پر مدام رہا ہی اور یہ تم
لکھ چکے ہیں اہل سنت کی کتاب سے اغضاب ابوبکر کا اور عمر کا دونوں کا فاطمہ زہرا کو اور اس مظلومہ کو غصہ میں لانا اور اغضاب یہ مقرر ہی جسپر غضب میں ہوں فاطمہ اسپر غضب میں ہوں رسول خدا صلعم اور
جسپر غضب میں ہوں رسول خدا صلعم اسپر غضب میں ہوتا ہی خدا تعالیٰ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے تو اپنا اغضاب نبی دے اغضاب ہی ایسی بھی تو حضرت فاطمہ کا کسی پر غضب میں ہونا جب ملی [illegible]
محمد و کے غضب سے خدا تعالیٰ غضب میں ہوتا ہی چنانچہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ یا فاطمۃ ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک اور حضرت علی سے فاطمہ زہرا کی نسبت ہرگز اغضاب قوع میں نہیں آیا [illegible]
دونوں میں آپس میں کبھی رنج ہی نہیں ہوا جسوقت حضرت فاطمہ زہرا کا وقت رحلت قریب ہوا تو حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے کہا اگر تمہارے باب میں کوئی تقصیر مجھسے ہوئی ہو تو اسکو بحل کرو [illegible]
خوبی کی میں نے تمسے کچھ نہیں دیکھا اور اسیطرح حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اگر مجھسے تمہارے حق میں کچھ قصور ہوا ہو تو تم مجھکو بخشدو حضرت فاطمہ نے کہا کہ میں نے سوای خیر و خوبی کے کوئی بات [illegible]
دیکھی پس جس روایت اسکی مخالف ہے وہ غلط ہی اور حضرت علی گھر خانہ حضرت فاطمہ کے تھے لیکن انکو ادب حضرت زہرا کا بہت تھا کہ وہ دختر رسول خدا صلعم تھیں اور عائشہ کو رسول خدا صلعم کا ادب نتھا چنانچہ [illegible]
میں لکھا ہی خود کہتی ہیں کہ جب میں رسول خدا صلعم سے راضی ہوتی تھی تو محمد کہتی تھی اور جب ناراض و خفا ہوتی تھی تو برب ابراہیم کہتی تھی اور عائشہ و حفصہ دونوں رسول خدا صلعم کو غصہ میں لائی ہیں چنانچہ [illegible]
تفسیر میں لکھا ہی اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہی ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما چنانچہ قرآن میں خدا تعالیٰ حضرت کے قول کو نقل کرتا ہی بلکہ خدا تعالیٰ کو بھی غضب میں لائی ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ ہوکر

عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ الخ اور ابوبکر نے خوب دب کیا فاطمہ زہرا کا کہ حق اُسکا غصب کر لیا اور اسقدر رنجیدہ کیا اُسکو حق اُسکا غصب کر کے ایک جھوٹی روایت کے وسیلے سے کہ وہ آزردہ ہی اس جہان سے رحلت کر گئی اور اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو ہمراہ عمر کے آگ اور لکڑیاں بھیجی اور حکم دیا عمر نے کہ جلا دو مع اُن آدمیوں کے جو اس گھر میں ہیں چنانچہ شہرستانی نے ملل نحل میں نظام سے روایت کی ہی کہ ان عمر ضرب بطن فاطمۃ حتی سقط المحسن من بطنھا وکان یصیح احرقوا الدار بمن فیھا وما کان فیھا غیر علی وفاطمۃ والحسن والحسین یعنی تحقیق عمر نے مارا پاؤں یا اور کوئی چیز شکم فاطمہ پر یہاں تک کہ گر پڑا محسن فاطمہ کے شکم میں سے اور چیخ مارکے کہتا تھا عمر کہ جلا دو خانہ فاطمہ کو مع اُن لوگوں کے جو اسمیں ہیں اور نتھا اُس گھر میں کوئی سوائے علی اور فاطمہ اور حسن حسین کے اور میزان ذہبی اور تاریخ عقد ابن عبد ربہ میں لکھا ہی کہ ان عمر رکض بطن فاطمۃ حتی سقط المحسن یعنی تحقیق عمر نے لات ماری شکم فاطمہ پر یہاں تک گر پڑا محسن پیٹ میں سے اور ابوبکر نے دروازہ اُس مظلومہ کے گھر کا گرایا چنانچہ تاریخ طبری میں اور منتخبات علی متقی اُستاد شیخ عبد الحق دہلوی میں لکھا ہی کہ وقت مرنیکے ابوبکر افسوس کرکے کہتے تھے لیتنی ترکت بیت فاطمۃ ولم اکشف بابہ واہ کیا ادب کیا فاطمہ کا اُسوقت معلوم ہوگا کہ جسوقت اہل بیت رسولخدا صلعم درگاہ خدا میں نالش کرینگے چنانچہ شاعر کہتا ہی ؎

آل نبی دریدہ گریباں کشادہ مو ❊ فریادہ بردر حرم کبریا زنند

قال الشیخ الاشعری علاوہ بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی کو بوجہ معلوم نا کر اُس خطبہ کا پڑھنا جس میں لفظ اغضبہا ہے اسبات پر گونہ دلالت کرتا ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اغضاب پیش آیا ہو اور جب صدیق اکبر کیطرف سے اغضاب ہی نہیں تو پھر اُنکو وعید فمن اغضبہا اغضبنی میں داخل سمجھنا اپنے آپ اسمیں داخل ہونا ہی کیونکہ عقیدہ باطل حضرت فاطمہ اور خود بدولت جناب سالتماب صلے اللہ علیہ وسلم ہی بیشک ناخوش اور غصہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو وجہ سے غصہ اور رنج ہوگا ایک اپنی آپ دوسرا حضرت فاطمہ کے سبب سے اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ اغضاب ہی فقط بمقتضائے بشریت ہی نہیں اس سبب سے بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ بدگویان صدیق اکبر بایں طور کہ وہ وعید اغضبہا اغضبنی میں داخل ہیں آپ اُس وعید میں داخل ہوتے ہیں سو جو لوگ بدگویاں مذکور میں سے اس دار دنیا سے چلدئے وہ تو چلدیئے پر مولوی عمار علی صاحب وغیرہ باقی شیعہ تو اپنا فکر کریں اور اس عقیدہ بد سے باز آکر توبہ و استغفار سے تدارک مافات کریں آیندہ نہ مانیں تو وہ جانیں ؎

نصیحت بجائے خود کردم ❊ روزگاری دریں بسر بردیم ❊ در نیاید بگوش اندر کس ❊ بر رسولاں بلاغ باشد و بس ❊

اب لازم یوں ہے کہ بس کیجئے کیونکہ کوئی بات مولوی صاحب کی خرافات میں سے باقی نہیں جسکا جواب شافی بفضلہ تعالی اس رسالہ میں درج نہیں ہوا **اقول** ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ روایت ابوجہل کی دختر کی پیغام نکاح کی بالکل جھوٹی ہی اور حضرت علی کے دشمنونکی وضع کی ہوئی ہی اور سنا تو اُس میں کیسا کہیں نہیں لکھا ہی اور اگر الفاطمۃ بضعۃ منی کبھی سنا یا ہوگا تو ابوبکر اور عمر کو سنایا ہوگا اسواسطے کہ جناب رسولخدا صلعم جانتے تھے کہ بعد میرے یہ فاطمہ کو ایذا پہنچائینگے اور اُسکا حق غصب کرینگے اور اُسکو غضب میں لائینگے اور یہی ہوا کہ حضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کو ایذا پہنچائی کہ اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے چنانچہ اہل سنت کی متعدد کتابوں میں لکھا ہی اور حق اُس مظلومہ کا غصب کرکے اُسکو غصہ میں لائے چنانچہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور حضرت علی کیجانب سے ہرگز اغضاب وقوع میں نہیں آیا ہی اُنکی طرف اغضاب کو منسوب کرنا بہتان ہے البتہ ابوبکر سے اغضاب ظہور میں آیا چنانچہ ہم لکھ چکے اور جب اغضاب اُن سے ظہور میں آیا یا باعث ہوئی فاطمہ کے غضب کے اُنکا حق غصب کرکے تو بیشک وہ وعید میں اغضبہا اغضبنی کی داخل ہونگی اور جو کہ اسکا انکار کرتے ہیں وہ خود اسمیں داخل ہوتے ہیں اسواسطے کہ اُنکے اس عقیدہ باطل سے حضرت فاطمہ اور خود بدولت جناب سالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بیشک ناخوش اور غصہ ہوتے ہیں اور ابوبکر جو حضرت فاطمہ کو غصہ میں لائے ہیں تو اس صورت میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو وجہ سے رنج ہوگا ایک اپنی آپ دوسرا حضرت فاطمہ کے سبب سے اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ اغضاب ابوبکر سے ظہور میں آیا ہی مقتضائے بشریت نہیں ہے اس سبب سے بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ ابوبکر اور ہمراہیان اور پیروان اُنکے بایں طور کہ وہ ابوبکر کی پیروی سے وعید فمن اغضبہا اغضبنی میں داخل ہیں آپ اُس وعید میں داخل ہوتے ہیں سو جو لوگ محبان ابوبکر میں سے اس دار دنیا سے چلدئے وہ تو چلدئے پر مولوی شیخ محمد قاسم وغیرہ باقی اہل سنت تو اپنا فکر کریں اور اس عقیدہ بد سے باز آکر توبہ و استغفار سے تدارک مافات کریں آیندہ نہ مانیں تو وہ جانیں ؎

نصیحت بجائے خود کردیم ❊ روزگاری دریں بسر بردیم ❊ در نیاید بگوش اندر کس ❊ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اب لازم یوں ہے کہ بس کیجئے کیونکہ کوئی بات مولوی محمد قاسم صاحب کی خرافات میں سے باقی نہیں رہی جسکا جواب شافی بفضلہ تعالی اس رسالہ مختصر میں درج نہیں ہوا جو کچھ اُنہوں نے اپنی رائے ناقص سے یا پیروی سے مولوی عبد العزیز صاحب کے لکھا تھا ہمنے سب کو باطل کر دیا اور اب خلاصہ جواب طعن فدک میں جو کچھ شیخ جی لکھتے ہیں اُسکا جواب ہی لکھنا چاہیئے **قال الشیخ الاشعری** خلاصہ جواب طعن فدک جو صاحب مذہب تشیع کی حمایت کریں اور بوجہ ہبہ فدک یا میراث فدک اول الخلفاء کی شکایت کریں تو اُنکو در صورت دعوی ہبہ بھی تین مقدموں کا اثبات لازم ہی اور در صورت ادعاء میراث بھی یہی تین باتونکی تحقیق واجب ہے ہبہ کی صورت میں تو اول مملوک نبوی ہونا فدک کا دوسرے وقوع ہبہ تیسرے حصول قبض علے ہذا القیاس در صورت میراث اول مملوک نبوی ہونا فدک کا دوسرے زوال حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور انقطاع تعلق روح پرفتوح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو جسم اطہر سے حاصل تہا تیسرے عموم خطاب یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یہانتک کہ حضرت بھی داخل زمرہ مخاطبین ہوں اور یہ خطاب مثل دیگر اشخاص معینین اُمت آپ کو بھی شامل ہو لیکن اُفتادہ ازیں ما نظرہ وہ در دانشوران فنون دانشمندی پر واضح ہوگا کہ اہل سنت کو جو اس مقدمہ میں مدعا علیہ ہیں قبل استماع دلیل دعوی فقط لانسلم یعنی محض انکار اور عدم تسلیم ہی کافی ہے دونوں دعوونکی تینوں مقدموں میں

اگر ایک مقدمہ کو بھی تسلیم نکریں تو نہ خود مورد طعن ہو سکیں اور نہ طعن مذکور حضرت صدیق اکبر پر واقع ہو سکے چہ جائیکہ تینوں مقدموں کو نہ مانیں اور اگر مقدمات ثلثہ مذکورہ کو بدلائل واضحہ باطل کر دیں
یا اُنکے نقائض کو بدلائل قوی ثابت کر دیں تو پھر تو میدان اُن سے کون لے سکتا ہی ناظران ہدیۃ الشیعہ پر مخفی نرہیگا کہ ہبہ کے تین مقدموں میں سے آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہوئی
بلکہ موافق اصول اہل سنت اُنکی نقیض ثابت ہے اور میراث کے دعوے کے لئے جو تین مقدمے موقوف علیہ ہیں اُنمیں سے دوسرے مقدمہ کا ابطال اگرچہ بظاہر دشوار ہی پر اس ہیچمدان نے اس باب خاص میں ایک رسالہ
مسمی ہآب حیات لکھا ہی جسکی ضخامت پانچ چھ جزو سے کم نہوں گے اور انشاء اللہ اگر منشی محمد حیات صاحب کی عنایت ہے تو وہ بھی قریب ہے مطبوع ہو کر مطبوع طباع ہوتا ہی اُسکے دیکھنے کے بعد اُمید
خدا سے یوں ہے کہ شیعوں میں بھی جو صاحب انصاف پرست ہوں حق بول اُٹھیں اور نہ اہل حق یعنی اہل سنت کا تو کام ہی ہی کہ حق کو حق مانیں اور باطل کو باطل جانیں پس اول مقدمہ ہبہ
اور میراث کا اور تیسرا مقدمہ میراث کا اُنکا ابطال اور اُنکے نقیضوں کا اثبات رسالہ ہدیۃ الشیعہ میں بتفصیل تمام خصوصاً مقدمہ اولے ہبہ اور میراث کا بطلان تو ایسا واضح ہی کہ بجز تیرہ درون کور باطن
اُس میں اور کوئی متامل نہوگا یہی وجہ ہوئی کہ سنہ ۱۲... میں جو مرکز دائرہ تشیع نصیر الدین طوسی ثانی نور اللہ شوشتری مکانی مفتی محمد قلی کے قرۃ العین مولوی حامد حسین جو اثنا سفر لدھیانہ وارد
میرٹھ ہوئے اور میر مہدی علی فرزند ارجمند عمدار علی خاں کے مکان پر تشریف لائے اور یہ پریشان روزگار جو بوجہ علاقہ مطبع مجتبائی وہاں اُن دنوں شب و روز گذارتا تھا اُنکی خدمت میں حاضر ہوا
اور کچھ اِس قسم کا مذکور آیا تو مولوی صاحب موصوف کو کچھ جواب نہ آیا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ **اقول** مملوک رسولخدا صلعم ہونا فدک کا پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں اور مملوک رسولخدا صلعم ہونا
مال فے کا قرآن سے ثابت ہے اور فدک بھی مال فے میں سے تھا اور ہبہ ہونا فدک کا فریقین کی کتابوں سے مع قبض کے ثابت ہے چنانچہ مفصل ہم لکھ چکے اور صورت میراث میں بھی مملوک ہونا فدک کا ثابت
ہو لیا ہی یہانتک کہ ابوبکر کے قول نحن معاشر الانبیاء سے بھی ثابت ہی جیسا کہ پہلے ہم لکھ چکے اور زوال حیات سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوات قرآن اور کتب احادیث اور تواریخ سے ثابت ہے اور جو یہ
کہتا ہی کہ رسولخدا صلعم نے وفات نہیں پائی ہی وہ ایک دیوانہ ہی اور وفات حضرت کی شائع اور ذائع ہی تمام اہل اسلام کی زبانوں پر یہانتک کہ بسبب مختلف ہونے تاریخوں وفات کے بارہ وفات مشہور
ہو گئی اور جس مہینے میں وفات پائی ہی اُس مہینے کا نام ہے بارہ وفات کا مہینا مشہور ہو گیا اور کتب تواریخ اہل سنت میں جسجگہہ کہ حضرت کی وفات کا ذکر لکھا ہی وہاں لکھا ہی کہ ملک الموت جو
حضرت کی روح مقدس کو قبض کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ ای ملک الموت روح کے قبض ہونے میں بڑی تکلیف ہوتی ہی کیا اُمت کے لوگونکی بھی روح ایسے ہی سختی سے قبض کریگا ملک الموت نے
عرض کی کہ یا رسولخدا جس آسانی سے کہ میں آپکی روح قبض کرتا ہوں اس آسانی سے میں نے کسیکی روح قبض نہیں کی ہی پھر زوال حیات کسکو کہتے ہیں اور جو کوئی جناب رسولخدا صلعم کی زوال حیات
کا قائل نہیں ہے وہ منکر قرآن ہی اسواسطے کہ جسوقت جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے وفات پائی تو عمر نے کہا کہ رسولخدا مرے نہیں ہیں اور لوگوں کو دھمکا کرتے تھے کہ جو کہیگا کہ حضرت
مر گئے ہیں حضرت تو آسمان پر گئے ہیں وہاں سے آکر سزا دینگے ابوبکر نے عمر سے منکر کہا کہ ثکلتک امک کیا تجھکو خبر نہیں ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ تب عمر نے سنکر کہا کہ گویا
یہ آیت سنی ہی نہتی اور بہت اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی اور عموم خطاب آیہ یوصیکم اللہ کا واسطے رسولخدا صلعم اور اُمت کے دونوں کے واسطے ثابت ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور بمقابلہ رسولخدا صلعم مخاطبین سے جو اہل سنت
تخصیص کیے ہیں وہ باطل ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور شیعہ اپنے دعوے کے اثبات کے واسطے قرآن اور کتب اہلسنت سے سند [illegible]
اہلسنت لیکن اگر کہیں شیعوں نے یہ روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں اور یہ عذر ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتا اور یہی ستو ہی مناظرہ کا کہ واسطے الزام خصم کے اُسکے مسلمات کو پیش کرتے ہیں
اور شیعہ لیے دلیل کبھی دعوی نہیں کرتے ہیں اور جسوقت اُنہوں نے اپنے دعوی کو بدلائل ثابت کر دیا تو الاسلم کہنا خصم کا باطل ہو گیا اور تینوں مقدمونکو بھی بدلائل ثابت کر کے میدان کو اہل سنت
سے لیلیا ہی اور جو کچھ کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی وہ آپ پر حجت ہے اور ابوبکر سے طعن ہرگز دفع نہیں ہو سکتا چاہو تم کسی مقدمہ کو تسلیم کرو چاہو نکرو ہم بخوبی طعن کو ابوبکر پر جما چکے
ہیں اور تمنے ہرچند ہاتھ اور پاؤں مارے تینوں مقدموں کے باطل کرنے میں اور اُنکے نقائض کے ثابت کرنے میں لیکن ہمنے تمہاری سب ہزلیات کو رد کر کے مانند غبار کی پراگندہ کر دیا اور آپ
جو لکھتے ہیں کہ آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہیں ہوئے سو بالکل غلط کہتے ہو آپنے کونسی کتاب شیعوں کی دیکھی ہی ایک تحفہ مولوی عبد العزیز صاحب کا جو کہ رد کیا ہوا پڑا ہی وہ
آپنے دیکھا ہی اور اگر آپ تحفہ کے رد کو دیکھتے ہو تو پھر ایسا نہ کہتے اور دیکھو ہم نے کیسا ثابت کیا ہی آخر کے دونو مقدمونکو اور تمہارا رسالہ آب حیات اگر ہمارے پاس پہنچیگا تو ہم اُسکو بھی رد
کرینگے جیسا کہ ہمنے اسکو رد کیا ہی اور زوال حیات رسولخدا صلعم تو قرآن سے اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے اور منکر اُسکا منکر قرآن ہی اور تیسرے مقدمہ میراث کے بیان میں علماء اہل سنت کے نزدیک
تم کافر ہو گئے ہو اور اہل سنت ہرگز حق کو حق نہیں کہتے ہیں اور نہ باطل کو باطل کہتے ہیں بلکہ بالعکس اسکے کہتے ہیں اور اگر باطل کو باطل کہتے تو ثلاثہ کی پیروی نکرتے اور ہدیۃ الشیعہ میں
جو کچھ لکھا تھا وہ سب باطل ہو گیا اور مقدمہ اولی ہبہ و میراث کا ثبوت تو ایسا واضح ہی کہ بجز تیرہ درون کور باطن اُسمیں اور کوئی متامل نہوگا اور جو کچھ اُسکے ابطال میں آپنے لکھا تھا
وہ سب باطل ہو گیا اور جناب مولوی سید حامد حسین صاحب کو جواب لکھتے ہیں کہ میری بات کا جواب اُنکو نہ آیا یہ آپ غلط کہتے ہیں کہ جواب نہیں آیا وہ آپکو قابل خطاب جانکر خاموش ہو رہے
ہونگے کہ اُنکا یہ دستور نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس سے وہ زبانی گفتگو کریں اور عوام الناس کیطرف واسطے جواب کے متوجہ ہوں اور دو بدو گفتگو کریں اگر کچھ دریافت کرنا تھا تو لکھکر دیدیا ہوتا و
اُسوقت دیکھا ہوتا کہ وہ جواب اُسکا لکھتے ہیں یا نہیں اور یہ بھی مزخرفات ہوگا جو کچھ کہ آپنے اس رسالہ میں لکھا ہی سو سب کو تو ہمنے ہی رد کر دیا ہی اور مولوی حامد حسین صاحب تو وہ ہیں کہ مولوی عبد العزیز

صاحب اور مولوی حیدر علی صاحب اُنکی رد کئی ہوئے ہیں اور ایسا کیا ہے اُنکو کہ پھر سر نہیں اُٹھا سکتے اور آپ کی تو کیا حقیقت ہے ؟

فصل فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ایک خطبہ ہے کہ بعد غصب فدک کے ابوبکر کے سامنے مجمع میں مہاجرین و انصار کو اُسکو حضرت فاطمہ نے پڑھا ہے اور ابوبکر جوہری نے کتاب
سقیفہ میں اور سوای اسکے اور علماء اہل سنت نے اُسکو لکھا ہے اور ابن اثیر صاحب جامع الاصول نے نہایہ میں اور مسعودی نے مروج الذہب میں زمخشری اور صاحب فائق نے فائق میں اُسکی صحت کا
اقرار کیا ہے کہ اُسکے بعضی لغات کو حل کیا ہے اور لکھا ہے کہ فاطمہ زہرا کے خطبہ میں یہ لفظ آیا ہے اور وہ خطبہ تو بہت طولانی ہے لیکن کچھ اسمیں سے مع ترجمہ کے کہ جو جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہ
نے فارسی میں اُسکا ترجمہ کیا ہے تحریر کرتا ہوں لما بلغ فاطمة اجماع ابی بکر علی منعها فدک لاثت خمارها واشتملت بجلبابها واقبلت فی لمة من حفدتها ونساء قومها تطأ ذیولها ما تخرم
مشیتها مشیة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حتی دخلت علی ابی بکر وقد حشد الناس من المهاجرین والانصار فضرب بینها وبینهم ریطة بیضاء وقال بعضهم قبطیة بالکسر والضم ثم انت انة اجهش
لها القوم بالبکاء ثم امهلت طویلا حتی سکنوا من فورتهم ثم قالت ابتدی بحمد من هو اولی بالحمد والطول والمجد الحمد لله علی ما انعم وله الشکر علی ما الهم وذکر خطبة طویلة وقالت فی آخرها
ہر گاہ بفاطمہ زہرا علیہا السلام خبر رسید کہ ابوبکر تصمیم عزم بر منع فدک نمودہ مقنعہ مطہرہ را بر سر پیچیدہ چادر عصمت در بر کشیدہ با جماعتے از زنان خویشان و کنیزان روانہ مسجد شدند
و از نہایت حیا چادرش در پایش می پیچید و رفتار آنحضرت فرقے از رفتار جناب رسالتمآب نداشت تا اینکہ نزد ابوبکر آمد و او در میان گروہے از مہاجرین و انصار نشستہ بود پس پردۂ سفیدے
درمیان آنحضرت و آں گروہ کشیدند و نالۂ جانسوزی کشید کہ خروشی از مردم برخاست و صدای گریہ و زاری بلند شد پس زمانے ہر از صبر نمود تا فریاد و بکا تسکین یافت و صداہا فرو نشست
بعد از آں خطبۂ در نہایت فصاحت و بلاغت انشا فرمود و ابتدا بکلمہ حمد پروردگار کہ سزاوار حمد و شکر و فضل و بزرگواری ہست و سپاس بیقیاس خدا راست بر نعمتہائے بے انتہائی او
و مراوراست شکر بآنچہ الہام کردہ است خطبۂ بنہایت طولانی ادا کرد در آخر آں میفرماید فاتقوا الله حق تقاته واطیعوه فیما امرکم به فانما یخشی الله من عباده العلماء واحمدوا الله
الذی لعظمته ونوره یبتغی من فی السموات ومن فی الارض الیه الوسیلة ونحن وسیلته فی خلقه ونحن خاصته ومحل قدسه ونحن حجته فی غیبه ونحن ورثة انبیائه یعنی پس بترسید از خدا
بہمہ حق ترسیدن است و فرمانبرداری کنید او را در آنچہ او فرمودہ است شما را بس بتحقیق کہ نمی ترسند خدا را از بندگان او مگر علماء و حمد و شکر نمائید خدا را کہ لعظمت و نور او میجویند اہل آسمان و
اہل زمین بسوئے او وسیلہ او مائیم وسیلۂ او تعالی در میان خلق او و مائیم از خاصگان او و محل قدس او و مائیم حجت او در میان بندگان او و مائیم وارثان پیغمبران او ثم قالت انا فاطمة
ابنة محمد اقول عودا علی بدء وما اقول ذلک سرفا ولا شططا فاسمعوا باسماع واعیة وقلوب راعیة اور بعد اسکے دور تک خطبہ کو ادا کیا اور اسکے بعد فرمایا کہ
منم فاطمہ دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میگویم سخنے را کہ اول و آخر یکے است یعنی از سرتا پا حق و صواب است و نمیگویم ایں کلام را از روی خطا و تجاوز از حق پس بشنوید بگوشہائے حق نیوش
و دلہائے حق آگاہ ثم قالت جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم فان تعزوه تجدوه ابی دون نسائکم واخا ابن
عمی دون رجالکم فبلغ الرسالة صادعا بالنذارة مائلا عن سنن المشرکین ضاربا ثبجهم یدعو الی سبیل ربه بالحکمة والموعظة الحسنة آخذا بکظام المشرکین یهشم الاصنام
ویفلق الهام حتی انهزم الجمع وولوا الدبر حتی تفری الليل عن صبحه واسفر الحق عن محضه ونطق زعیم الدین وخرست شقاشق الشیاطین وتمت کلمة الاخلاص
پس بازفرمود بتحقیق کہ رسولی بر شما مبعوث شد از قوم شما کہ دشوار بود بر او غوایت و عصیان شما و راغب بود بر ہدایت شما و بمومنان مہربان و رحیم اگر نسبت او را یاد آورید یقین خواہید دانست
کہ او پدر من است نہ پدر یکے از شما و من دختر اویم نہ زنان شما و برادر ابن عم من است نہ برادر یکے از مردان شما پس رسالت خدا را بشما رسانید و شما را از عذاب الہی ترسانید با مشرکان
طریق مخالفت سلوک میداشت و شمشیر آبدار بر سر کردہ ہائے کفار را بدار البوار فرستاد و مردم را بخدا دعوت مینمود بحکمت بالغہ و موعظت حسنہ در حالیکہ راہ چارہ را بر کفار بستہ بود و بتہائے
ایشاں را در ہم می شکست و سرہائے سرداران ایشاں را بتیغ بیدریغ می شگافت تا آنکہ جماعت کفار رو بہزیمت فرار آوردند و صبح صادق دین از ظلمت شب کفر ساطع گردید و
آفتاب حق طالع و لامع گشت و اہل دین باظہار حق گویا شدند و زبان غوایت شیاطین لال گشت کلمۂ اخلاص تمام و دین اسلام عام گردید وکنتم علی شفا حفرة من النار
نهزة الطامع ومذقة الشارب وقبسة العجلان وموطئ الاقدام تشربون الطرق وتقتاتون القد اذلة خاسئین تخافون ان یتخطفکم الناس من حولکم فانقذکم الله برسوله بعد اللتیا
واللتی وبعد ان منی ببهم الرجال وذؤبان العرب ومردة اهل الکتاب کلما اوقدوا نارا للحرب اطفأها الله او نجم قرن الشیطان او فغرت فاغرة من المشرکین قذف اخاه فی لهواتها
فلا ینکفی حتی یطأ صماخها باخمصه ویطفی عادیة لهبها بسیفه وقالت ویخمد لهبها بحده مکدودا فی ذات الله وانتم فی رفاهیة فاکهون آمنون وادعون
شما بسبب کفر و شرک بر لب جہنم بودید و چناں خوار و ذلیل اہل عالم کہ ہر کسی را شما طمع استیلا داشت و ہلاک و استیصال شما را آساں تر از آب خوردن و آتش بودن می پنداشت
و پائے ترفع بر سر تجبر شما میگذاشت آب ممزوج ببول و سرگین میخوردید و پوست برائے قوت خود میکردید و با نہایت ذلت و خواری بسر میبردید و مردان شما را از ہر جانب ہمے ربودند و بر شما
تسلط و غلبہ داشتند تا اینکہ حق سبحانہ عز شانہ شما را ازیں مہالک مذلتہا بمیامن انفاس نبویہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجات داد و بعد ازیں کہ باصناف بلایا و محن جلیلہ
و حقیر مبتلا بودید و بعد از آں کہ گرفتار شجاعان و ترکان عرب و سرکشان اہل کتاب شدید ہر گاہ آتش حرب را می افروختند حق تعالی باب لطف خود آنرا فرو می نشانید و ہر گاہ

کہ شاخ شیطان ظاہر میشد وطوائف مشرکین از وہا واز دہن ہا خود برای بلع شما میگشادند جناب رسول خدا صلعم برادر خود علی بن ابیطالب را در کام آنہا می انداخت پس آنحضرتؑ
از جنگ رو بر نمی تافت تا آنکہ فرق جرأت کفار را پامال قدم شجاعت خود میساخت و آتش فتنہ ایشان را بآب ذوالفقار صاعقہ کردار فرو می نشانید در حالیکہ خود را بہ تعب و مشقت
در اعلاء کلمۂ دین افگندہ بود و شما در رفاہیت عیش و امن و امان اوقات خود را بسر می بردید حتی اذا اختار اللہ لنبیہ دار انبیائہ ظہرت حسکۃ النفاق وسمل جلباب الدین
ونطق کاظم الغاوین ونبغ خامل الاقلین وہدر فنیق المبطلین فخطر فی عرصاتکم واطلع الشیطان راسہ صارخا بکم فدعاکم فالفاکم لدعوتہ مستجیبین وللغرۃ ملاحظین ثم استنہضکم
فوجدکم خفافا واحمشکم فالفاکم غضابا فوسمتم غیر ابلکم واوردتم غیر شربکم ہذا والعہد قریب والکلم رحیب والجرح لما یندمل والرسول لما یقبر ابتدارا زعمتم خوف
الفتنۃ الا فی الفتنۃ سقطوا وان جہنم لمحیطۃ بالکافرین فہیہات منکم وانی بکم وانی تؤفکون وکتاب اللہ بین اظہرکم زواجرہ بینۃ وشواہدہ لائحۃ واوامرہ واضحۃ ارغبۃ عنہ تریدون ام بغیرہ
تحکمون بئس للظالمین بدلا وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ تا اینکہ چون حقتعالی برای پیغمبرش خانۂ پیغمبران خود را در آخرت اختیار کرد
و آنحضرت را بآرامگاہ برگزیدگان خود برد کینہ ہای دیرینہ از سینہ ہای پر کینۂ شما ظاہر شد و آثار عصبیت نفاق شما ہویدا گردید و جامۂ رونق دین کہنہ و مندرس شد و اہل ضلال
و گمراہی کہ در حیات پیغمبر خدا از ترس شمشیر دہان بستہ بودند بسخن در آمدند و پیدا شدند گمنامی چند از اہل عصیان و طغیان کہ از ہمہ کس ذلیل تر بودند و شتر اہل عصیان بصدا
در آمد پس بجولان آمد در عرصہ ہای شما و شیطان سر خود را بلند کرد و شما را صدا زد و دعوت کرد شما را پس ہمہ را مطیع و منقاد خود یافت و چشم بر عزت بنا دوختید پس گفت
بر خیزید سبکبار برخاستید و شما را بغضب آورد بر اہل حق دید کہ غضبناک آمدید پس بر شتر دیگری داغ ملامت گذاشتید یعنی خلافت احق دیگری بود بر خود گرفتید و ادعای حق دیگری
نمودید و ہنوز از عہد پیغمبر شما مدتی نرفتہ بود و جراحت مصیبت تازہ و کاری بود و آن زخم ہنوز اصلاح نیافتہ و جسد مطہر او در قبر نہ پیچیدہ بودند و بہانہ کردید کہ از فتنہ
ترسیدیم و در عین فتنہ افتادید و جہنم محیط است بکافران ہیہات چہ دور است از شما تدبیر امر امت و چگونہ بر شما رہبست میشود امر ملت و شیطان شما را بکدام جانب میبرد حال آنکہ
کتاب خدا در میان شماست زواجر آن ظاہر است احکام آن واضح و نشانہای آن پیدا است اوامر و نواہی آن لائح و ہویدا آیا میخواہید اعراض نمائید از قرآن یا میخواہید حکم کنید بغیر قرآن آنچہ
بد است برای ظالمان حکمی کہ مخالف آن باشد و حقتعالی میفرماید کہ ہر کہ طلب کند غیر اسلام دینی را پس از او قبول کردہ نمیشود و او در آخرت از زیانکاران است ثم لم تلبثوا الا ریث ان تسکن
نفرتہا ویسلس قیادہا تسرون حسوا فی ارتغاء ونحن نصبر منکم علی حز المدی وانتم الان تزعمون ان لا ارث لنا أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ایہا معاشر
المسلمین اابتز ارث ابیہ یا ابن ابی قحافۃ اترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا فدونکہا مخطومۃ مرحولۃ تلقاک یوم حشرک فنعم الحکم اللہ والزعیم
محمد والموعد القیامۃ وعند الساعۃ یخسر المبطلون ولکل نبأ مستقر وسوف تعلمون من یأتیہ عذاب یخزیہ ویحل علیہ عذاب مقیم پس … بر آن قدر کہ حالا نت
خود را نیز و محکم کنید و … تا میخواہید آثار دین را محو کنید و آہستہ آہستہ میخواہید در اباطیل بدعتہای الوانہ … کنید و بدعتہای جاہلیت را شائع گردانید و
ما صبر کنیم بر غصہ ہای شما … مانند کسیکہ … و شما الحال گمان میکنید کہ میراث نیست ما را …
این است آیا حکم جاہلیت را طلب می کنید و کیست نیکوتر از خدا در حکم کردن از برای گروہی کہ صاحب یقین اند ہیہات ای گروہ مسلمانان … غضب نمودہ حق میراث مرا غصب
نکنید بیاد شما می آرم خدا را آیا وارث باشی ای پسر ابوقحافہ پدر خود را و من وارث ترکۂ پدر خود نبودہ باشم تحقیق آمدی افترای عجیبی پس بگیر فدک را … مہار زدہ و جہاز
بر او داشتہ … در مقام حساب از تو سوال کنند پس نیکو حاکم کنندہ ایست حقتعالی و طلب کنندۂ حق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ و وعدہ گاہ قیامت است و در آن روز زیان خواہند شد اہل
بطلان و ہر امری را قرارگاہی است عنقریب خواہید دانست کہ کیست آنکہ می آید بسوی او عذاب خوار کنندہ و گرفتار میشود بعذاب ابدی ثم التفتت الی قبر ابیہا باکیۃ فتمثلت بقول ہند ابنۃ
اثاثہ قد کان بعدک انباء وہنبثۃ لو کنت شاہدہا لم یکثر الخطب ابدت رجال لنا نجوی صدورہم لما قضیت وحالت دونک الکتب
تجہمتنا رجال واستخف بنا اذ غبت عنا فنحن الیوم نغتصب وکان … الناس اکثر اکبارا و باکیۃ منہم یومئذ پس متوجہ شد بسوی قبر مطہر پدر بزرگوار خود جناب رسالتمآب و تمثل جست باشعار ہند بنت اثاثہ
کہ حاصلش این است بعد از تو فتنہ و آشوب بسیار رو نمود کہ اگر تو می بودی آنہا نمی بود چونکہ تو از میان ما رفتی مردمانیکہ سالہا در کمین ما بودند و کینہ ہا در سینہ ہا مخفی داشتند اظہار نمودند
و حائل شد در میان ما و تو تلہ گران و مردمان بر ما غلظت و شدت کردند و استخفاف و سبکی نمودند و امروز کہ نہان حق ما بالظلم و ستم گرفتہ شد ۵ رفتی و داغ بر دل پرغم گذاشتی + ما را
بروز تیرہ ماتم گذاشتی + رفتی چو آفتاب بزیر تیرہ خاکدان + روز سیہ بر دم عالم گذاشتی + رفتی زہجر غصہ بسینہ بہ کنار + ما را غریق اشک ماتم گذاشتی + ما را بدست این ہمہ دشمن عدو
بی غمگسار و مونس و ہمدم گذاشتی + پس مردم صدا بگریہ و بکا بلند کردند چنانچہ نزدیک بود کہ … ثم عدلت الی مسجد الانصار فقالت یا معشر الفتیۃ واعضاد الملۃ وحضنۃ الاسلام
ما ہذہ الفترۃ عن نصرتی والونیۃ عن معونتی والغمزۃ عن حقی والسنۃ عن ظلامتی اما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یقول المرء یحفظ فی ولدہ سرعان ما احدثتم وعجلان ما اتیتم پس برگشت آن معصومہ بسوی انصار

پس فریاد ہے کہ اے گروہ شجاعان و یاوران ملت و حافظت کنندگان اسلام این چہ سستی ست درباب نصرت من و این چہ اہمال است درباب اعانت وانچہ تقصیر است و تفریط است در حق
من و اینچہ تغافل است و ستمی کہ بر من میرود آیا رسول خدا کہ پدر من بود نگفت کہ حرمت کس و فرزندانش رعایت کنند خویش زود راضی بعد عہدہا شدید و دست از حمایت ملت پیغمبر
برداشتید اور بعد اسکے ایک عبارت طولانی انصار کی نصیحت اور طلب اعانت میں ہے اور بہت سی اُنکو غیرت لائی کہ مددکریں لیکن خاموش بیٹھے ہوئے سنا کئے اور کچھ جواب نہ دیا اور بعضی
روایت میں ہے کہ تمثل باشعار ہند بنت اثاثہ ہوئی ہیں عبارت مذکورہ ہے افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ واتخذتموہ وراء کم ظہریا اذ یقول اللہ تعالی وورث سلیمان داؤد ومع ما
اقتص اللہ من خبر یحیی اذ قال رب ہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب وقال واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ وقال یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین
ثم عطفت الی قبر ابیہا وبکت وتمثلت بقول صفیہ بنت اثاثہ + وکان قربک بالایات یونسنا فغاب عنا وکل الخیر محتجب + وکنت بدرا ونورا یستضاء بہ علیک تنزل من ذی العزة
الکتب تجہمتنا رجال واستخف بنا مذ غبت عنا فنحن الیوم نغتصب + ابدت رجال لنا نجوی صدورہم + لما مضیت وحالت دونک الکتب +
فقد رزئنا بما لم یرزہ احد من البریة لا عجم ولا عرب فسوف نبکیک ما عشنا وما بقیت منا العیون بتہمال لہا سکب
آیا عمداً ترک میکنید عمل کردن بکتاب خدا و آنرا پس پشت می اندازید زیرا کہ خدا می فرماید وورث سلیمان داؤد یعنی و میراث برد سلیمان از داؤد و در قصہ یحیی بن زکریا فرمودہ
رب ہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب یعنی پروردگارا بخش مرا ولی کہ میراث برد از من و از آل یعقوب و فرمودہ است واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ
یعنی خویشان حمی بعضی اولی ہستند ببعضی در کتاب خدا از بیگانگان و فرمودہ است یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی حکم میفرماید خدا شمارا در اولاد شما باینکہ برای
مرد است دو برابر زن پس بجانب مرقد منور جناب خیر البشر رو گردانید و ابیات چند از صفیہ بنت اثاثہ خواند کہ مضمونش این است کہ در عہد تو بود بدر عالیقدر نزول آیات قرآنی مونس ما
بود پس چون بعد از تو منقطع شدہ نیکیہا پوشیدہ شد و بودی ماہ تابان نور درخشان بر تو نازل میشد از جانب پروردگار عزت کتابہا و مردم بر ما غلظت و شدت نمودند و مارا سبک
شمردند چون تو از ما پنہانی حق ما بستم و جور گرفتہ میشود مردمانیکہ در سینہ ہا کینہ ہا داشتند چون تو از میان رفتی از کمینگاہ برآمدند و آن کینہ ہا را ظاہر ساختند و در میان ما و تو ظاہر شد
کوہ تلہ گران و مصیبت ما از مصیبت تمام خلائق عظیم تر است و ما ہمیشہ بر تو گریہ لیکا خواہیم کرد و اشک از دیدہ ہا روان خواہد ماند اور ابوبکر جوہری نے بھی روایت کی ہے فاطمہ دختر امام حسینؑ سے
کہ حضرت فاطمہ بیمار ہوئیں تو عورتیں مہاجرین و انصار کی اُنکی عیادت کو گئیں اور پوچھا کہ کیا حال ہے اے دختر رسول خدا تو اُس حضرت نے مہاجرین اور انصار کی سب کی شکایت کی
اور فرمایا کہ میں انکو دشمن کہتی ہوں کہ انہوں نے میری اعانت کی اور میرا حق اُنہوں نے نہ دلوایا اور خلافت کو عارفان احکام دین سے جدا کیا وہ لوگ عذاب بدی میں گرفتار ہونگے اور یہ روایت طولانی
ہے خلاصہ اسکا لکھا گیا اور سوای ابن اثیر صاحب نہایہ کے اور سوائے زمخشری صاحب فائق کے اور سوائے مسعودی صاحب مروج الذہب کے کہ انہوں نے اس خطبہ کی صحت کا اقرار کیا ہے
اور بعضی لغات کو سند بنایا ہے اس خطبہ سے اور فقرات کو اُسکے لکھا ہے انکے سوا شعبی کہ محدثین اہل سنت میں سے ہے اُس نے بھی ایک پارہ اُس خطبہ کا روایت کیا ہے چنانچہ تذکرة خواص الامة
میں سبط ابن جوزی نے لکھا ہے اور وہ اشعار جو اس خطبہ میں ہیں کہ رسول خدا صلعم کی قبر کیطرف خطاب کیا کہ قد کان بعدک انباء و ہنبثة اور ابوبکر کو کہا کہ یا ابن ابی
قحافة اترث اباک ولا ارث ابی یہ سب روایت شعبی میں مندرج ہے اور اس خطبہ میں جو ابوبکر پر طعن ہے اور ظلم ابوبکر کا اس سے ثابت ہوتا ہے تو بعضے علماء اہل سنت نے حکم کیا کہ
یہ خطبہ موضوع ہے اور یہ کلام حضرت فاطمہ کا نہیں ہے لیکن جسوقت کہ محدثین اہل سنت نے اسکو روایت کیا ہو تو یہ قول اُنکا قابل اعتبار نہیں ہے اور باوجود اسکے خود علماء اہل سنت نے
اس قول کو رد کیا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ اس خطبہ کے واسطے اصل ہے اور ایسی ہی شیخ رحمة اللہ نے تنزیہ الشریعة میں لکھا ہے اور
احمد بن طاہر نے روایت کی ہے کہ میں نے پوچھا ابو الحسین زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب سے کہ لوگ اس خطبہ میں کلام کرتے ہیں فرمایا کہ مشایخ آل ابوطالب کو میں نے
دیکھا ہے کہ اس کو اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو تعلیم کرتے ہیں + **تمام شد ردجواب خط مذکور** + اور ہم نے جو پہلے اس سے لکھا تھا کہ
اس شیخ نے اپنے اس رسالہ میں بعض مضامین ایسے لکھے ہیں کہ وہ خلاف عقیدہ کل اہل اسلام ہیں اور علماء اہل سنت نے اُن مضامین کو پڑھکر اس شیخ کے کفر کا فتوی لکھا ہے
لہذا ہم اُن فتووں کو مع استفتا کے تحریر کرتے ہیں اور وہ دو ہیں **اول** استفتا فتوی اول کا ہے اور استفتاء اسکی کتاب ہدیة الشیعہ کی اُس عبارت کا ہے جو صفحہ ۲۶۸ کی
سطر ۱۴ سے شروع ہے لیکن تمہید اسکی پہلے سے شروع ہے +

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ احکام قرآن شریف کے خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہیں اُسکے بندوں پر بلکہ جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں اُمت کے لوگوں پر مضمون تو رسول خدا صلعم کا ہے اور اُس مضمون کو اُنکے جناب باری عز اسمہ نے اس عبارت میں لکھدیا ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے واسطے سو مضمون تو رسول خدا صلعم کا ہے اور کلام خدا کا ہے اور اسیواسطے اسکو کلام اللہ کہتے ہیں جیسے کہ کوئی جاہل کسی فارسی خوان سے اپنی عرضی لکھوالے تو وہ عرضی

اُس لکھوانے والی کی کہلائیگی اور لکھنے والے کی نہ کہلائیگی اور کہتا ہے کہ مثلاً سورۂ نساء کے اول میں جو آیہ یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِی خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ہے یہ رسول خدا صلعم کیطرف سے ہے اسواسطے کہ اگر خدا کیطرف سے ہوتی تو یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُونِی فَإِنِّی رَبُّكُمُ الَّذِی خَلَقَكُمْ ہوتا جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ کیسا ہے فقط

جواب جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ کلام یا مضمون حضرت کا بنایا ہوا ہے وہ منکر ہے صریح آیات قرآنی کا قال اللہ تعالیٰ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (ترجمہ) حضرت کو یہ ارشاد ہے کہ تو کہہ نہیں پیروی کرتا میں مگر اُس چیز کی کہ وحی کی جاتی ہے طرف میرے نہیں میں مگر ڈرانیوالا ظاہر اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جو اللہ کی طرف سے ارشاد ہوتا تھا اسکی پیروی کرتے تھے اگر خود بنا لیتے تو آیت لغو ہوتی اور قرآن کے منجانب اللہ مع مضمون ہونیکے بہت آیات دال ہیں قال اللہ تعالیٰ تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ وغیرہ دال ہیں کہ یہ کلام من کل الوجوہ من جانب اللہ ہے کیونکہ انا ضمیر متکلم مع تاکید ان اسی بات کا شاہد ہے جو مس علم معانی سے رکھتا ہے وہ خوب سمجھیگا ورنہ ہو حسب مثال مشہور کہ اندھے کے سامنے رونا اپنا نین کھونا ہے اصل میں یہ اعتراض تھا قریش کا ہے جسکے جواب میں اللہ نے فرمایا ہے أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ جو شخص ان روایات کا منکر ہو اور ایسا ہی عقیدہ رکھے وہ کافر ہے ایسے شخص کو چاہئے کہ اس عقیدہ سے توبہ کرے جبتک توبہ نہ کریگا کافر ہے باقی وہ سورۂ نساء یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِی خَلَقَكُم جو شخص کہے کہ ضمیر متکلم کی یہاں کیوں نہیں وہ شخص قواعد معانی سے جاہل ہے کیونکہ کبھی تو اپنے کو ضمیر غائب سے بیان کرتے ہیں کبھی متکلم سے جسکو شک ہو مطول میں دیکھ لے پس شخص معترض نہایت جاہل اور محض ناواقف قرآن و حدیث سے ہے خدا تعالیٰ سورۂ شوریٰ میں رسول خدا کو فرماتا ہے مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ الآیۃ (ترجمہ) تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان یعنی تجھکو قرآن و ایمان اور احکام شرع سے خبر نہ تھی ہمنے تجھکو سکھایا اور معلوم کرایا اس آیت سے صاف واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تابعدار اور امیدوار احکام الٰہی کے تھے جس طرح حکم خداوندکریم پہنچا اُس طرح آنحضرت صلعم عمل میں لاتے اسواسطے دوسری آیت میں فرمایا ہے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ الآیۃ یعنی تجھکو کسی امر میں کچھ دخل نہیں ہے ہم جو چاہیں سو کریں بہرحال وہ شخص ہنوز کافر ہے مسلمان نہوا اُسپر فرض ہے کسی عالم شرع کے پاس تجدید ایمان کرے اور احکام شرع سیکھے واللہ اعلم بالصواب +

دوسرا استفتاء نفس فتوی کے جو کہ مقصود ہے اور اسی پر مدار گفتگو کا ہے اور یہ استفتاء اُس عبارت کا ہے جو کہ ہدیۃ الشیعہ کے صفحہ ۲۶۷ سطر ۳ میں ہے اور تمہید میں پہلی ہے

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ احکام قرآنیہ کو علی الخصوص جو حکم کہ بصیغہ غائب میں بیان ہو یہی کہتا ہے کہ یہ حکم خدا تعالیٰ کیطرف سے اُسکے بندوں کے واسطے نہیں ہے بلکہ جناب رسول خدا صلعم کیطرف سے امت کے لوگوں کو ہے مثلاً سورۂ نساء میں جو آیہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ہے اسکو کہتا ہے کہ اسمیں خطاب خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکے بندوں کو نہیں ہے بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی طرف سے امت کے لوگوں کو خطاب ہے اور اگر خدا تعالیٰ کیطرف سے بندوں کو خطاب ہوتا تو اسطرح فرماتا کہ یَا عِبَادِ اُوصِیکُمْ فِی أَوْلَادِکُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ یہ شخص کیسا ہے اور نماز اسکے پیچھے پڑھنی جایز ہے یا نہیں فقط

جواب درصورت مسئولہ یہ شخص کافر ہے اور اقتدا نماز میں اسکا جایز نہیں جبتک توبہ نہ کرے اور اسکو تجدید ایمان چاہئے اسواسطے کہ یہ منکر کلام الٰہی ہے جیسا کہ مقولہ کفار کا تھا إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ یعنی نہیں ہے قرآن مگر کلام آدمی اور خدا تعالیٰ نے جابجا قرآن میں کہا ہے کہ ہمنے اس قرآن کو نازل محمد پر کیا اور جبرئیل نے اسکو تعلیم کیا قوله تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ الآیۃ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا یعنی قرآن اور جو کچھ کہ اوامر اور نواہی ہیں اسمیں سب شان حضرت رسالت صلعم نے ہو وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ یعنی نطق اسکا خواہش نفس سے نہیں ہے بلکہ نہیں ہے وہ چیز کہ جو کہتا ہے محمد مگر وحی جو اُتری ہے اسپر الغرض جمیع احکام قرآنی میں سب حکم خدا ہے خواہ بصیغہ امر ہو یا بصیغہ غائب جیسا کہ یوصیکم اللہ الخ ای یقول اللہ لکم قولا یوصلکم الی بقاء حقوق اولادکم بعد موتکم واصل الایصاء هو الایصال اور شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جب شہید ہوا سعد بن ربیع اور چھوڑا دو لڑکیوں اور ایک بیوی اور ایک بھائی بھائی نے کل مال لیلیا آئی زوجہ اسکی حضرت پاس وکہا

یا رسول اللہ سیدہ لڑکیاں سعدکی ہیں اور سعد مارا گیا اونکے چچا نے انکا مال لے لیا فرمایا حضرت نے جاؤ قریب ہے کہ اللہ حکم بھیجے اس امر میں پھر آئی بعد مدت کے اور نازل ہوئی
یہی آیت اور بلایا حضرت نے بھائی کو سعد کے اور کہا اعط ابنتی سعد الثلثین و امھما الثمن و ما بقی فھو لک فھذا اول میراث قسم فی الاسلام
اور فرمایا اللہ تعالی نے وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا یعنی جس چیز کی تمکو ضرورت ہو معاش و معاد میں بیان کیا ہم نے اسکو قرآن میں بیان تفصیل وار
ہکذا فی کتب التفاسیر و اللہ اعلم بالصواب +

جواب صحیح ہے کیونکہ کل قرآن شریف اول سے آخر تک یعنی بسم اللہ سے لیکر والناس تک قرآن شریف
نازل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور منزل من اللہ ہے اور منکر اس قرآن شریف کا خواہ کل کا
منکر ہو یا بعض کا منکر ہو کافر ہے باجماع امت بحکم خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ محمد شاہ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ کتاب حقیقت مآب مملو بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ و حجج قویہ بجواب رسالہ ہدیۃ الشیعہ مصنفہ شیخ محمد قاسم دیوبندی المسمّٰی بہ تحفۃ الاثنا عشریہ من تصنیفات فاضل اجل و عالم بے بدل مقبول بارگاہ رب الصمد جناب مولوی سید محمد صاحب بامداد جناب افتخار العلماء و ممتاز الفضلاء مقبول بارگاہ لم یزلی جناب مولوی حاجی سید عمار علی صاحب دام ظلہم ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۸۸۵ء میں بحسن سعی کارپردازان مطبع یوسفی دہلی چھپکر شائع و ذائع ہوئی۔ راقم جناب مولانا و اولٰنا حضرت مولوی حاجی سید عمار علی صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہے کہ جناب ممدوح کو جسقدر اشاعت حق کا خیال ہے وہ ایسا نہیں کہ صرف ایک کمترین ہی سکا شکریہ ادا کرسکے بلکہ جمیع مومنین اطراف و جوانب ہند کو انکا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ جناب ممدوح باوجود اس عالم ضعیفی میں بھی اپنی اوقات عزیز کو تصنیفات ہی میں صرف فرماتے ہیں چنانچہ اسوقت جسقدر راقم کو انکی کتب مصنفہ کا نام یاد ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے مگر حضرات شیعہ برادران مومنین ذوی مقدرت سے ہمکو شکایت ہے کہ وہ لوگ باوجود استطاعت و مقدرت اپنے دست جود و سخا کو دراز نہیں فرماتے اگر ذرا بھی کمر ہمت باندھیں اور فقط بقدر لاگت ہی اس وال سو سو پچاس پچاس جلدیں خرید فرمائیں تو راقم بقیہ غیر مطبوعہ قلمی کو بفضلہ تعالی بہت جلد چھاپکر شائع کرسکتا ہے مذہب حقہ کی کتب دینیہ سالہا سال معرض بیع میں رکھی رہتی ہیں بخلاف مخالفین کے ادھر چھپکر تیار ہوئی یا اشتہار دیا گیا فوراً ہاتوں ہات بدست فروخت ہوجاتے ہیں اہل وسعت یکمشت خرید کر دیتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ اصل لاگت کا بھی وصول ہونا مشکل ہوتا ہے اسپر بھی خبر انکی گران قیمت ہونے کی حضرات مومنین جو بذریعہ خطوط مجھسے گرانی قیمت کی شکایت کرتے ہیں اسکا علاج میرے ہاتھ نہیں بلکہ آپ صاحبوں کی کثرت خریداری پر منحصر ہے بار بار ارزانی کتب نولکشوری کا حوالہ دینا محض فضول ہے۔ اگر ہر ایک کتاب کہ جو تعداد میں صرف ایک ہزار چھپتی ہے مومنین باتمکین خرید فرمالیا کریں تو جو کتاب نولکشور کے یہاں سے عہ کو ملتی ہے ہم اسکو پندرہ آنہ میں دیسکتے ہیں + فہرست کتب من تصنیفات جناب مولوی عمار علی صاحب

تجہیز الموتی مردوں کے غسل و کفن اور دفن کے بیان میں (اردو)	مخزن الفرائض میراث کے سہام کی تقسیم کے ذکر میں (اردو میں)	دلائل الزامیہ اثبات خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام میں (فارسی میں)	تفسیر عمدۃ البیان اردو میں	بستان المواعظ عبارت عربی میں
دفع المغالطہ جواب میں کتاب مولوی نجف علی فرید آبادی جو کہ تحفہ اثنا عشریہ سے انتخاب کرکے لکھے تھے فارسی میں	تنبیہ المنکرین اثبات حلت نکاح متعہ میں اور ذکر بعض مسائل متعہ میں (اردو میں)	احکام النکاح نکاح کے صیغوں کے ذکر میں اور بیان بعضے مسائل نکاح میں (اردو میں)	رسالہ بیان علامات مؤمن میں (اردو میں)	رسالہ اعتقادیہ اردو میں

سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی +

اطلاع ہدیۃ الشیعہ کی عبارت کتاب منقول عنہ مطبوعہ میں جس طرح پر پائی گئی بجنسہ عمداً نقل کردیگئی کوئی صاحب اصل کی غلطیوں کو مطبع ہذا کی غلطی تصور نہ فرمائیں +

اطلاع یہ کتاب رسالہ ہدیۃ الشیعہ مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب کا رد ہے جن صاحب سنی المذہب کو طرز تحریر شیعیان علی جو اظہر من الشمس ہے ناگوار طبع ہو وہ مطالعہ نکریں

علاوہ ہزارہا کتب موجودہ کتب خانہ کے جنکی فہرست علیحدہ مطبوعہ موجود ہے مندرجہ ذیل کتابیں ہیں جنکی اکثر اوقات حضرات شیعہ کو ضرورت ہوتی ہے مطبع ہذا سے مل سکتی ہیں محصول ڈاک ذمہ خریدار جن صاحبوں کو مطلوب ہوں قیمت نقد بھیجکر یا بذریعہ ویلیو پی ایبل طلب فرمائیں بغیر رجسٹری کتاب کے پہنچنے کا راقم ذمہ دار نہیں ہے قیمت کتب بذریعہ منی آرڈر آنی چاہیئے۔

نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت
تفسیر عمدۃ البیان جلد اول	قرآن شریف کی اردو زبان	صہ؍	حلیۃ العرائس	مسائل متعلقہ مستورات	۳ر	حق الیقین فارسی	مشہور کتاب ہے	سے؍
تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم	میں تفسیر مصنفہ مولوی عمار علی صاحب	صہ؍	مراثی میرزا دبیر ہر دو جلد	مصائب خامس آل عبا	عہ ۸ر	ابواب الجنان جلد دوم	״	عہ ۸ر
تحفۃ الاثنا عشریہ ولایتی کاغذ	باغ فدک۔ خلافت۔ قرطاس۔ قلم۔ و نکاح ام کلثوم	۵ر	مراثی میر انیس چہار جلد	״	عہ ۱۲ر	سفینۃ النجات ادعیہ	اوراد و وظائف ہیں	عہ؍
تحفۃ الاثنا عشریہ سفید کاغذ	بدا وغیرہم اعتراضات منقولہ	۸ر	مراثی میر مونس ہر سہ جلد	״	عہ ۱۴ر	رسالۂ رجعت	قیامت کا اور ظہور صاحب العصر کا ذکر ہے	۶ر
تحفۃ الاثنا عشریہ حنائی کاغذ	ہدیۃ الشیعہ مصنفہ شیخ محمد قاسم کا رد	سے؍	مراثی میر عشق جلد اول	״	۱۵ر	بیاض نوحہ جات	گریہ و بکا میں	۱۰ر
فضائل مرتضوی	فضائل و مناقب حضرت علی	۸ر	اخبار ماتم	محیط بیان مصائب شہید کربلا	عہ؍	بناء الاسلام	... و صیام کے احکام	۵ر
تحفۂ جعفری	چند قصص شرعی متعلق احکام	۳ر	خلاصۃ المصائب	مشہور کتاب ہے	۱۴ر	مجموعہ جوشن کبیر و جوشن صغیر	مشہور ہے	۳ر
حسنیہ	حسنیہ کے سوال جواب قاضی یحییٰ ہے	۲ر	بحور الغمہ ہر دو جلد	״	عہ؍	تعویذ جوشنین	״	۱ر
شرح دیوان جناب امیر	اسمیں چھ ہزار لغات عربی کی تشریح	عما	برق لامع زیر طبع میرزا فصیح	سب جانتے ہیں	۶ر	انتخاب الاعمال زیر طبع	تعویذات ہر مطلب کے لئے	۵ر
جامع عباسی	فقہ میں	۱۵ر	نان و نمک مرزا فصیح	معرفت الٰہی و ترحم بر بندگان خدا	۳ر	مجموعہ مراثی چند شعراء	(زیر طبع)	
حیات القلوب ہر سہ جلد	مشہور کتاب ہے	صہ؍	قصۂ ملکہ و فقیہ سوال و جواب مطبوعہ لکھنؤ	....	۳ر	توضیح عزا زیر طبع	مصائب خامس آل عبا	
تحفۃ العوام نو ترمیم	״	۶ر	رسالۂ استخارہ	مصنفہ ملا محمد باقر مجلسی	۲ر	مثنوی گل باغ ارم اردو	شرعی قصص و حکایات جو نہایت دلچسپ ہیں مطبوع ہے	عہ ۱۴ر
احکام الائمۃ	نام سے مطلب ظاہر ہے	۴ر	فالنامۂ قرآنی	....	۱ر	فال جعفری	نام سے مطلب ظاہر ہے	۱ر

کتب درسیہ جو نہایت مفید و ترقی علم کے لئے بجائے خود استاد ہیں

نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت
دانش نامۂ جہاں	تشریحات افلاک و علم ہیئت	[illegible]	مخزن حکمت	دانائی کی باتیں ہیں	۱۲ر	توفیقات کسریٰ	مشہور کتاب ہے	۵ر
مثنوی قصص ہمای ہمایوں		۱۰ر	اخلاق سروری	اخلاق محسنی کا ترجمہ	۱۲ر	تحفۃ الاحرار جامی	״	۳ر
نادر الترتیب	اسمیں چھ ہزار لغات مع معانی فارسی درج ہیں	۵ر	گلزار شاہی	تاریخ اردو	۸ر	شرح حدیقۂ سنائی	״	۸ر
دیوان رسوا رموز اعظم	فارسی کا دیوان ہے طبع میں مصنفہ ...	[illegible]	جامع الابواب	عربی صرف میں نہایت عمدہ ہے	۷ر			

المشتہر
سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی